خلق الانسان و علمه البیان

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب فیض انتساب نایاب و لاجواب ذخیرۂ فن عروض و قوافی معدن
علوم معانی و بیان مخزن صنائع و بدائع اردو زبان جریدۂ بلاغت سراپا افادت

مسمی بہ

بحر الفصاحت

مصنفہ

افضل الفضلا قدوۃ الحکما منبع الفضائل مصدر الافاضل فارس مضمار فصاحت و خوش بیانی مسند آرائے
بزم بلاغت و ہمہ دانی جناب مولوی حکیم محمد نجم الغنی صاحب متخلص بہ نجمی رامپوری مد ظلہ العالی

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں طبع ہو کر مقبول جہاں ہوئی

مولانا محمد نجم الغنی صاحب مصنف کتاب ہذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد وثنا نثار بارگاہ ناظم مجموعۂ کن فکان شیرازہ بند اوراق زمین وآسمان ہے جسنے معشوق سخن کو بے خال وخط آراستہ دپیراستہ فرمایا اور شعراے نو وکہن کو مشاطگی عروس نظم مین ہمہ تن مصروف کیا شان اُسکی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد ہی (جل جلالہ) اور ہدیۂ نامحدود صلوٰۃ ودرود اُس مطلع قصائد ایجاد وتکوین مخزن انوار صمدی معدن اسرار احدی کو سزاوار ہے جسکے پرتو نبوت نے رباعی دنیا کو نور ایمان سے بیت المعمور بنایا اور صفحہ شش جہات عالم سے ظلمات کفر وشرک کو مثل حرف غلط کے مٹایا نام اُن کا محمدؐ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور گوہر شاہوار تحیت اور لآلی آبدار منقبت تحفہ آستان مقدس جناب اقدس حضرات اہل بیت اطہار اور اصحاب کبار اور ائمہ عالی مقام اور اولیاے کرام رضی اللہ عنہم سے ہے جو ہنگام جواب ہر سوال کے جان فصاحت قالب تقریر مین ڈالتے اور وقت تفسیر آیہ آسمانی کے قند وگلاب باہم ملاتے اُن کا ہر کلمہ رحمت کا باب ہے اور ہر فقرہ کلام مغفرت انتساب ہے ؎

ہے ترجمہ قرآن مبین کا دہن اُن کا	سلطانِ کلامِ فصحا ہے سخن اُن کا

بعد اسکے فقیر حقیر بندۂ ناچیز ابجد خان دلبستان نادانی محمد نجم الغنی خان طلبگار افضال سبحانی متخلص بہ نجم رامپوری نجمی ساکن رام پور ملک روہیلکھنڈ ابن مولوی محمد عبد الغنی خان ابن مولوی محمد عبد العلی خان ابن مولوی محمد عبد الرحمٰن خان ابن مولانا حاجی محمد سعید خان برد اللہ مضجعہم عرض رسا ہے کہ اس مجموعۂ لطافت موج خیز دریاے بلاغت کو جس کا عرف بحر الفصاحت ہے اور تاریخی نام اسکا مقاصد البلغا (۱۲۹۹) ہے سنہ بارہ سو ننانوے ہجری مین تالیف کر کے سنہ ۱۳۰۳ ہجری مین چھپوایا تھا اب کہ تیرہ سو

تیتالیس ہین اسپر نظر ثالث کر کے بقدر ضرورت کمی وبیشی بھی کی گئی ہے اس ہین طالبین کے فائدے اور اور
اہل بصیرت کیلیے جواز و عدم جواز شعر اور حقیقت شعر عربی وفارسی وریختہ (اُردو) وعلم عروض وقافیہ و
علم معانی وبیان وبدیع وغیرہ کی چند باتین ضروری ایک صدف اور چار جزیرون مین لکھی گئی ہین صدف
حقیقت شاعری عربی وفارسی واُردو وکیفیت زبان ریختہ وجواز وعدم جواز شعر واقسام شعر کے بیان مین ہے
اور اس ہین چھ موتی ہین پہلا موتی شعر عربی وفارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز و عدم جواز کے
بیان ہین دوسرا موتی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان ہین تیسرا موتی شعر کی تعریف ہین
چوتھا موتی شعر کی قسمون ہین باعتبار اوصاف کے پانچوان موتی شعر کی تفصیل ہین باعتبار
اقسام نظم کے چھٹا موتی اقسام نظم ہین باعتبار مضمون کے پہلا جزیرہ عروض کے بیان ہین اور اس
فن کو ہم چھ فصلون مین لکھین گے اور ہر فصل کا نام جزیرے کی مناسبت سے شہر ہے پہلا شہر بحرون کی
ایجاد کے ذکر ہین دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحرون کی ترکیب اور دائرون کے بیان ہین تیسرا شہر
زحافون کے بیان مین چوتھا شہر تقطیع کے بیان ہین اور حروف ملفوظی ومکتوبی کے ذکر ہین پانچوان شہر
بحرونکی تفصیل ہین چھٹا شہر رباعی کے بیان ہین دوسرا جزیرہ قافیے کے بیان مین اس کا حال پانچ شہرون
مین ذکر کیا جائے گا پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان ہین دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے ذکر ہین
تیسرا شہر قافیے کے عیبون کے بیان ہین - چوتھا شہر اقسام قافیہ مین باعتبار وزن کے -
پانچوان شہر ردیف کے بیان ہین تیسرا جزیرہ فصاحت وبلاغت مین اس ہین تین شہر ہین پہلا شہر
علم معانی کے بیان مین اور یہ شہر آٹھ باغ رکھتا ہے پہلا باغ اسناد خبری کے بیان ہین دوسرا باغ
مسندالیہ کے حالات مین اس ہین دو چمن ہین چمن اول مقتضائے ظاہر حال کے موافق ہین چمن دوم
مقتضائے ظاہر حال کے خلاف مین تیسرا باغ مسند کے احوال مین چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیانمین
پانچوان باغ قصر کے بیان ہین چھٹا باغ - انشا کے حال ہین ساتوان باغ فصل ووصل کے
حال مین آٹھوان باغ ایجاز واطناب ومساوات کے بیان ہین دوسرا شہر علم بیان کے ذکر مین اسمین
چار باغ ہین پہلا باغ تشبیہ کے بیان مین اس باغ مین چھ چمن ہین پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان
مین دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیان ہین تیسرا چمن غرض تشبیہ کے بیانمین چوتھا چمن اداۃ تشبیہ کے
بیان مین پانچوان چمن اقسام تشبیہ کے بیانمین چھٹا چمن بیان مراتب تشبیہ مین باعتبار قوت وضعف
کے مبالغے مین دوسرا باغ استعارے کے ذکر مین اس ہین پانچ چمن ہین پہلا چمن طرفین استعارہ
کے بیان ہین دوسرا چمن وجہ جامع کے بیانمین تیسرا چمن استعارے کے بیان ہین باعتبار مستعار منہ اور

ستعارلہ اور وجہ جامع کے چوتھا چمن استعارے کی قسمون کے بیان مین پانچوان چمن استعارے کے حُسن وخوبی کی شرائط مین تیسرا باغ مجازمرسل کے بیان مین چوتھا باغ کنایے کی تصریح مین۔ تیسرا شہر علم بدیع کے احوال مین اس مین دوٗ باغ ہین پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان مین۔ دوسرا باغ صنائع معنوی کے ذکر مین چوتھے جزیرے مین ایک شہر لطافت خیز اور دو صحراے وحشت انگیز ہین شہر اقسام نثر مین اور اس شہر مین دوٗ باغ ہین پہلا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار الفاظ کے دوسرا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار معنے کے صحراے اول عیوب کلام مین صحراے دوم سرقات شعری کے بیان مین۔

اُمید ناظرین پر تمکین سے یہ ہے کہ ؎

جہان پائین طرز بیان کچھ خلاف	مجھے رکھین طعن زبان سے معاف
کہ شاعر نہین مین سخنور نہین	زبان دان نہین نکتہ پرور نہین
نہ دعواے شیوا بیانی مجھے	نہ لاف کمال معانی مجھے
نہ مین قابل اعتبار سخن	نہ خواہان جاہ ووقار سخن

گو اپنے نزدیک غور وتامل کو کسی موقع پر معاف نہین رکھا لیکن بمقتضاے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان سہو وخطا ہر شخص کی آب وگل مین سرشتہ ہے جس سے خطا نہو وہ آدمی نہین فرشتہ ہے اگر غلطی وسہو پائین تو اصحاب مروت کیش وارباب دوٗر اندیش عیب پوشی کرین اور نگاہ لطف کی اصلاح سے محو فرمائین ؎

یہ زیر چرخ دیکھا مین نے اکثر	ہزارون عیب جو ہین اک ہنرور
اگرچہ لالہ ہو غیرت دہ باغ	ہزارون ہی نکالین عیب جو داغ
جواہر مین ہنر ہون گرچہ وافی	جو دیکھین مو کرین لبس موشگافی
ہمیشہ عیب جویون کا ہے یہ ڈھنگ	کہ لعل بے بہا کو کہتے ہین سنگ

یہ تو یقین ہے کہ جو دانا اور دوراندیش ہین وہ بسبب اپنی بلند حوصلگی کے میرے کلام کی پستی کو اپنی طرف کھینچینگے اور بہ لحاظ من ضحک ضُحِکَ کے حاسدانہ مجھپر نہ ہنسین گے کہ اصل وماخذ میرا مقالات اساتذہ سلف وخلف ہے پس عیاذاً باللہ جس کسی نے نکتہ چینی اور اظہار عیب مین سعی کی تو اُسنے گویا دست گستاخ دامن تحقیق اساتذہ مین مارا کہ مین اُنکا مقلد اور پیرو ہون۔

جب کبھی اس روضۂ ریاحین کی سیر ونظارہ سے حظ اُٹھائین مؤلف ہیچ میرز کو بدعاے فلاح حدارین

یاد فرمائین کہ اسکے تالیف کرنے سے فقیر سراپا تقصیر کے یہی خاطرنشین ہے نہ غرض تحصیل تحسین ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مطبوع طبائع بلغاے آفاق کرے اور صاف دردنان بے نفاق کی دستاویز بناے اور کوروُدان ذی الشقاق زادہم اللہ مرض النفاق کی زہر بھری آنکھون سے محفوظ رکھے مصرع

اللہ نہ ڈالے کام کبھی نکتہ گیر سے

صدف بیان حقیقت شاعری عربی وفارسی واردو وکیفیت زبان ریختہ وجواز وعدم جواز شعر واقسام شعر مین

اس مین تین موتی ہین۔

پہلا موتی شعر عربی وفارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز وعدم جواز کے بیان مین

مرآت آفتاب نما۔ روضۃ الاحباب۔ تذکرۂ دولت شاہی۔ زین القصص۔ روضۃ الصفا کامل التواریخ اور تفسیر معالم التنزیل مین آیا ہے کہ شعر کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدم صفی اللہ نے اُسکے ماتم مین مرثیہ اشعار مین کہا تھا امیر خسرو دہلوی اسی معنی مین کہتے ہین ؎

ما ہمہ دراصل شاعر زادہ ایم	دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم

مرزا صائب کا قول ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود	طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

لیکن بعض اس امر کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ پیغمبر شعر گوئی سے مبرا ہین اور زمخشری بھی کہتا ہے کہ یہ روایت محض غلط ہے انبیا علیہم السلام اس بات سے معصوم ہین یہی قول امام فخرالدین رازی کا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس غم وریخ کے مرثیے کو زبان سُریانی مین نثر کے اندر ادا کیا تھا کیونکہ آنکی زبان سُریانی تھی پھر اُس کا ترجمہ زبان سریانی سے زبان عربی مین شعر مین موزون ہوا چنانچہ یہ شعر ترجمہ کیے ہوے یعرب بن قحطان کے کتاب روضۃ الصفا تاریخ طبری اور روضۃ الاحباب وغیرہ مین منقول ہین۔ ؎

تغیرت البلاد ومن علیہا یعنی متغیر ہو گئے شہر اور اُنکے رہنے والے	ووجہ الارض مغبر قبیح اور روے زمین خراب اور گرد آلود ہے		
تغیر کل ذی طعم ولون یعنی بدل گئی ہر مزہ دار اور رنگ والی چیز	وقل بشاشۃ الوجہ الملیح اور کم ہو گئی تازگی خوبصورت چہرے کی		
فوا اسفا علے ھابیل ابنی	قتیلا قد تضمنہ الضریح	یعنی افسوس ہے ہابیل بیٹے پر	یعنی جسکو قبر نے اپنے اندر لیا وہ مقتول ہو گیا

	بعین لایموت فنستریح تا کہ ہم راحت پائین	✻	وجاور ناعد ولیس یفنی در ہمسایہ ہوگیا ہے ہمارا وہ دشمن جو فنا نہین	

زبانِ عربی اور ایجاد شعر عربی۔

قاسم بن سلام بغدادی نے لکھا ہے کہ شعر عربی کا موجد یعرب بن قحطان ہے چنانچہ یہ اُس کا کلام ہے

	خلیف جھل وطیف علم جہالت پسند ہین اور بعض علم دوست	من الناس من اب وام یعنی بعض لوگ اپنے مان باپ سے یعنی پیدائشی طور پر	

اور بعض کہتے ہین کہ اشعر بن سبا یمنی اکثر کلام موزون بولا کرتا تھا اور لوگ اُسکے سخنہاے موزون کو شعر کہا کرتے تھے پھر شدہ شدہ لفظ شعر نے کلام موزون مقفےٰ پر یہان تک اطلاق پایا کہ جس کسی نے ایسا کلام کہا وہ شاعر کہلایا۔ صاحب نزہتہ الناظرین کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک عرب کا پہلا شاعر خلجان بن ادہم کاتب ہود علیہ السلام ہے۔ بلحاظ زبان عرب کے دو طبقے مشہور ہین ایک عرب عاربہ دوسرا عرب مستعربہ اور تاریخی حالات کے اعتبار سے عرب چار طبقون پر اس طور سے تقسیم کیا گیا ہے (۱) عرب عاربہ یہ نام انکا اسلیے ہوا ہے کہ انکو عربیت مین بہت دخل تھا یا اس وجہ سے کہ یہی گروہ عربیت کا فاعل و موجد ہے اب اس گروہ کی نسل کا کوئی شخص جہان مین باقی نہین رہا (۲) عرب متعربہ اس طبقے کو اس نام سے اسلیے موسوم کرتے ہین کہ کل اسماء و لغات عربیہ اُن ہین عرب کے طبقۂ اولےٰ سے منقول ہوکر آئے ہین گویا یہ اب ایسے حال مین ہوگئے ہین کہ اس سے پیشتر اس حال پر اُنکے اہل نسب نہ تھے اور چونکہ عرب کا طبقہ اولےٰ بہ نسبت انکے مقدم ترین گروہ سے تھا باین لحاظ لغت عربیہ اُنکی اصلی زبان مانی گئی۔ اس طبقے کا مورث اعلی قحطان ہے جسکے نسب مین اختلاف ہے بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے اور کچھ لوگون کا خیال ہے کہ وہ یمین بن قیذار کا لڑکا ہے اور بعض کے نزدیک جناب اسماعیلؑ کی اولاد سے ہے بنو قحطان عرب عاربہ کے معاصر تھے اور یعرب بن قحطان اُنکے نامی اور عظیم الشان بادشاہون مین سے ہے اسی گروہ نے عرب عاربہ کا نام و نشان عالم ہستی کے صفحہ سے ایسا مٹایا کہ حشر تک نام کے سوا اُن کا نشان کہین ڈھونڈھنے سے بھی نہ مل سکے گا بنی جرہم اسی طبقے مین شمار کیے جاتے ہین جن مین حضرت اسماعیلؑ نے پرورش پائی اور اُنھین سے عربی زبان سیکھی تھی ورنہ نہ وہ عرب کے رہنے والے تھے نہ اُنکی عربی زبان تھی (۳) عرب المستعرب اس گروہ کے مورث اعلیٰ حضرت اسماعیل ہین یہ طبقہ دوسرے طبقے سے نسبًا اور زمانًا بہت ہی قریب ہے (۴) عرب مستعجمہ وجہ تسمیہ اس گروہ کی یہ ہے کہ جب اسلام کی عالمگیر روشنی نے عرب کو شرک والحاد کی تاریکی سے نکالکر ایک

طرز کی دولت وحکومت کی بناڈالی تو عجمون کی مخالطت ومجالست نے اُنکی اُس زبان کو جو کہ اصلی مادری زبان کی قائم مقام ہو رہی تھی ایسا کچھ تغیر وتبدل کر دیا کہ بہ ظاہر بالکل مخالف ہو گئی یہ طبقہ درحقیقت طبقہ ثالثہ کی اولاد ہے۔

متقدمین مین عمدہ ترین شعراے عرب جریر اور ابوالفراس فرزدق وغیرہ ہین اور متاخرین مین ابوالطیب متبنی۔ ابونواس۔ اصمعی۔ ابودلامہ۔ ثعلب اور وعبل وغیرہ ہین۔ مگر جاہلیت کے کلام مثلاً سبعہ معلقہ اور دیوان حماسہ کے مرثیون کی بہ نسبت دیوان متبنی یا دوسرے مولدین کا کلام مشکل پسند ہے نازک خیالیون اور بلند پردازیون سے بھرا ہوا ہے۔ زبان عربی کی سند اہل دیہات سے لی جاتی ہے اس لیے کہ شہرہاے مشہور مثل کعبۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ کی زبان غیرفصیح ہے سند کے لائق نہین کیونکہ ہر سال ملکون سے مختلف زبانون کے آدمی جمع ہوتے ہین اور اب وہان اکثر ہند بخارا افغانستان اور دیگر ممالک کے آدمی آباد ہین جو بسبب گذرنے ایک دو پشت کے عرب کی شکلون مین ہو گئے ہین ورنہ شیبی کلید بردار خانۂ کعبہ اور سقاے زمزم (یعنی بنی عباس) اور شریف مکہ یا خال خال اور دو چار گھر کے سوا کوئی عربی الاصل نہین مگر اہل بادیہ کہ محض عربی النسل ہین زبان اُن کی صحیح ہے اور عربیت مین جاہلون اور بدوُن کی گفتگو کی سند لیجاتی ہے۔

شعر زبان فارسی

شعر فارسی کی ابتدا بہرام گور سے ہے کہ ایک روز شکارگاہ مین شیر کو مار کر بے ساختہ یہ مصرع بول اُٹھا۔ مصرع منم آن پیل دمان ومنم آن شیر یلہ ٭ ذہین اُسکے وزیر نے جو نہایت ذکی ذہین حاضر جواب اور اُسکے ہمرکاب تھا مصرع ثانی سے جواب دیا مصرع نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ ٭ بعض کہتے ہین کہ مصرع ثانی اُسکی معشوقہ دلارام نام نے جواب مین کہا تھا۔ صاحب نزہۃ الناظرین کہتا ہے کہ شعر فارسی کی ابتدا فرازح حکیم معاصر ضحاک سے ہے اور یہی قول معتبر معلوم ہوتا ہے صاحب فرہنگ انجمن آراے ناصری نے جو معتبر اہل زبان فارس سے ہے یہ دو شعر اُسکے اپنی کتاب مین نقل کیے ہین۔

جہان دانی ہمہ سر او باشد	ترا گر فر یزدان داد باشد ٭
ز سر آوست گفتن نام سر او	ہمہ سر او ہم سر او باشد

سابق مین اہل ایران شاعری سے بخوبی واقف نہ تھے جب ملک ایران اہل اسلام کے قبضے مین آیا تو اختلاط اہل عرب سے ایرانیون نے بھی مذاق شعر حاصل کیا اور اول اول عباس مروزی نے خلیفہ مامون عباسی کی مدح مین دوسری صدی کے آخر مین زبان فارسی مین قصیدہ کہا جسکا مطلع یہ ہے۔

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین	گسترانیدہ بجود و فضل در عالم یدین

اور بعض کہتے ہین کہ شعر فارسی کی ابتدا مسلمانون مین یعقوب بن لیث صفار سے ہے جسکا عہد سنہ دو سو اکاون مین تھا اور ایک گروہ کے نزدیک شعر فارسی کی ابتدا حکیم ابوحفص سغدی سے ہوئی جو تیسری صدی ہجری مین گذرا ہے شعر اول اُس کا یہ ہے ؎

آہوے کوہی در دشت چگونہ دودا	پاندارد و بے پاے چگونہ رودا

ابتدا مین شعر گوئی خال خال اور بے مزہ تھی عہد سلاطین سامانیہ مین استاد رودکی سمرقندی پیدا ہوا اور زبان فارسی مین اول اُس نے دیوان جمع کیا اور طرح مدح گوئی کی بھی اُسی نے ڈالی پھر فردوسی وغیرہ ظاہر ہوے اور اُسی زمانہ مین شعر عربی کا بھی بہت چرچا ہو گیا یہانتک کہ متنبی کوفی نے جو عمدہ ترین شعراے متاخرین سے تھا خوب داد سخنوری دی - سلطان محمود غزنوی کے عہد مین شاعری فارسی کی خوب پھیلی چنانچہ اُسکی سرکار مین تین سو شاعر نوکر تھے سر آمد اور منتخب اُنکے عنصری اور فردوسی تھے پھر رفتہ رفتہ رواج اُسکا زیادہ ہو گیا اور خاقانی - ثنائی - انوری - نظامی - سعدی - خسرو - فیضی - حافظ - جامی - ہلالی - فغانی - ظہوری - نظیری - عرفی - صائب - کلیم - سلیم - اور قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین حق سخنوری بخوبی ادا کیا اور اس فن کو کمال عروج پر پہونچایا اور ان مین سے ہر شاعر خاص ایک طرز مین ید طولے رکھتا تھا مثلاً فردوسی رزم کا دھنی تھا اور اگرچہ وہ اس خاص صنف مین اسدی اور دقیقی کا پیرو ہے مگر دونون سے گوے سبقت لے گیا ہے نظامی بزم مین کمال رکھتا تھا اور سعدی موعظت مین جس طرح عرب کے شعرا مین امرؤالقیس گھوڑے اور عورت کی تعریف اور عیش کے بیان مین مشہور تھا اور اعشے حسن طلب اور وصف شراب مین ضرب المثل تھا اور اسی طرح ہر شاعر کی شہرت کسی خاص بیان کے ساتھ مخصوص تھی - رودکی فردوسی اور اسدی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہ تک دیکھا جاتا ہے تو ان کا کلام کسی قدر تفاوت سے ایک ہی ڈھنگ پر ہے ان مین کوئی فرق نہ تھا اگر تھا تو اُسیقدر جسقدر ہر شاعر مین اپنے خاص طبعی جذبات کے لحاظ سے اور دوسرے شاعر مین ہوتا ہے پھر سعدی شیرازی طرز خاص کے موجد ہوے اور غزل سرائی اگرچہ پہلے سے جاری تھی لیکن اُنکی غزلون مین جو فصاحت و سلاست و متانت پائی جاتی ہے کسی کی غزلون مین نہین خواجہ حافظ بھی اس صنف مین سعدی کے قدم بہ قدم چلے مگر سعدی سے بہت آگے نکل گئے جامی اور ہلالی وغیرہ نے انھین کی طرز اختیار کی امیر خسرو دہلوی اور مرزا اشرف جہان کی بھی وہی طرز ہے پھر فغانی کی نازک خیالی و شیوابیانی لوگون کو پسند آئی اور اُس کا تتبع ہوا ظہوری نظیری - عرفی وغیرہ کی یہی طرز ہے پھر صائب و کلیم و سلیم و قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین فن سخنوری کو رونق بخشی -

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعراے ایران کا کلام تین طرز پر ہے خاقانی اور انوری وغیرہ کا ایک طرز ہے ظہوری اور نظیری اور عرفی وغیرہ کا دوسرا طرز ہے صائب اور اُسکے امثال کا اور ڈھنگ ہے آخر مین دو طرزون کا زیادہ رواج ہو گیا تھا ایک نظیری و عرفی وغیرہ کی طرز جو اکبر کے زمانے سے شروع ہوئی تھی دوسرے مرزا بیدل کی طرز جو عالمگیر کے عہد مین شائع ہوئی اور علوی و صہبائی پر آکر ختم ہو گئی جو لوگ شعر فارسی مین کمال بہم پہونچانا چاہتے تھے وہ انھین دونون مین سے کوئی طرز اختیار کرتے تھے اگرچہ حافظ اور خسرو کی غزل اُن سے بہت زیادہ مقبول خاص و عام تھی مگر متاخرین کے یانون کو طرز جدید لگ گئی تھی جس مین قوت متخیلہ کی بلند پروازی کا وسیع میدان تھا۔ اہل زبان مرزا بیدل کی طرز کو ٹکسال باہر خیال کرتے ہین بلکہ آجکل تو نظیری و عرفی و ظہوری وغیرہ کی طرز کو بھی اہل زبان نام رکھتے ہین اور تسلیم نہین کرتے جیساکہ رضا قلی خان ہدایت نے اپنے تذکرۂ مجمع الفصحا مین تصریح کے ساتھ لکھا ہے سب قدما کی روش کو پسند کرتے ہین اور انھین کی تتبع کا دم بھرتے ہین حالانکہ اُنکے طبقے مین بڑے بڑے نامور شعرا گذرے ہین۔ جنکے کمال اور اُستادی کا انکار نہین ہوسکتا اسی وجہ سے آجکل کے شعراے ایران کے کلام مین بمقابلہ اُن شعرا کے جنھون نے صفویہ اور مغلیہ کے عہد حکومت مین ایران یا ہندوستان مین علم امتیاز بلند کیا تھا روانی اور بے ساختہ پن زیادہ ہے۔

مقلد شعراے فارسی کے واسطے ایران اور توران دونون جگہ کی زبان سند ہے مگر تورانیون سے آذربائیجانیونکی زبان بہتر ہے اور اہل خراسان اہل آذربائیجان سے فصیح ترین اور شیراز کے لوگ فصیح ہین خراسان کے لوگون سے اور اہل صفاہان و طہران فصاحت مین مستند ہین تمام جہان کے فارسی دانون سے اشراف و اجلاف شہری و کوہی ایران کے سب صاحب زبان ہین بول چال مین ایک عامی اور مرزا صائب و قاآنی تینون برابر ہین کہ زبان دونون کی صحیح اور محاورہ فصیح ہے مگر اکثر اہل زبان بعض ہندیون کی طرح بعض حروف کے مخرج نہین پہچانتے چنانچہ ہر فرقے اور ہر قسم مین ایسے لوگ ہین کہ بعض مخرج نہین پہچانتے جیسے مخرج قاف کہ اسکو بہت سے لوگ ادا نہین کرسکتے پس ایسے لوگون کی زبان لائق سند نہین اور اگر شعراے ایران سے بحر و قافیہ مین کوئی خطا واقع ہو تو وہ بھی سند نہین البتہ تصرف کرنا اُن کا الفاظ عربی مین عجمی طور پر اور الفاظ عجمی مین عربی طور پر سند مانا جائیگا جس لفظ کو چار شعراے مشاہیر نے استعمال کیا ہو یا ایران کے دس موزون طبع شاعر اُسپر اتفاق کرین یا علی العموم تلفظ کرتے ہون وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو۔

جواز و عدم جواز شعر

نظم کی قدر و منزلت و فضیلت مین کسی کو کلام نہین ہے تفاسیر و احادیث مین اُسکی صفت آئی ہے

بسم اللہ فرقان فصاحت عنوان رسالۂ بلاغت محبوب خاص حکیم سخن آفرین حضرت رسول رب العالمین نے شعرا کی تعریف کرکے اُنکو عزو امتیاز بخشا ہے اور اُنکے نتائج طبع اور چکیدۂ قلم کو ملاحظہ کرکے خزانہ فیض سے صرۂ تحسین مرحمت فرمایا ہے یہ چند شعر کتاب مظہر الحق کے شاہد مدعا ہین۔

در شرف شعر رسولؐ خدا	گفت بسے قول بمدح و ثنا
شعر کہ اصحاب نبیؐ گفتہ اند	چون در و یاقوت گہر سفتہ اند
شعر علیؓ گفت حسینؓ و حسنؓ	گفت انس گفت اویس قرنؓ
شعر کہ حسان عرب گفتہ است	سید کونین پذیرفتہ است
منع ز اشعار نکردش نبیؐ	نہی از ان کار نکردش نبیؐ
بلکہ برو کرد ہزار آفرین	سید کونین رسولؐ امین

حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی بعثت سے قبل شاعر لوگ حکما کہلاتے تھے اور حدیث مین بھی شعر پر حکمت کا اطلاق ہوا ہے چنانچہ ابی بن کعب سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائناتؐ نے فرمایا ان من الشعر حکمۃً یعنے بعض شعر حکمت ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ عموماً سب شعر برُے نہین بلکہ انمین سے فلسفے کے بھی ہوتے ہین شعرا کی قدر تمام دُنیا مین ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے سلطنتون نے ہمیشہ اُنکی عزت کی ہے اور قومون نے اُنکے دل بڑھائے ہین رودکی نے عہد دولت ملوک بنی ساسان مین اور عنصری نے عصر غزنویان مین اور معزی نے زمان سلجوقیان مین اور فیضی نے عہد اکبر مین اعلیٰ اعلیٰ رتبے پائے اور عہدہا جلیلہ اور مرتبت خاص سے سرفراز ہوئے میر حسن کہتا ہے۔

سخن کے طلبگار ہین عقلمند	سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن سے وہی شخص رکھتے ہین کام	جنھین چاہیے ساتھ نیکی کے نام
کہان رستم و گیو و افراسیاب	سخن سے رہی یاد یہ نقل خواب
رہے جب تلک داستان سخن	الٰہی رہین قدردان سخن

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالے نے شعر کو داخل شریعت نہین کیا یعنی صاحب شریعت علیہ السلام کو شعر کہنا نہین سکھایا چنانچہ فرمایا ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ہو الا ذکر و قرآن مبین جواب اسکا یہ ہے کہ یہ ارشاد فقط واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلیے ہے کہ کفار قرآن شریف کی فصاحت وبلاغت دیکھکر حضورؐ کو شاعر گمان کرتے تھے جیساکہ دوسری جگہ فرمایا ہے بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ہو شاعر (ترجمہ) بلکہ کہا اُنھون نے یہ قرآن پریشان خیال ہین بلکہ باندھ لیا ہے اُسکو بلکہ وہ شاعر ہے حالانکہ آپ شاعر

نہ تھے اگر فی الحقیقت شعر کہنا یا شاعرون کو اچھا جاننا معیوب وناجائز ہوتا تو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قصیدے پر صلۂ تحسین عنایت نہ فرماتے اور اُنکی تعریف نکرتے۔ صاحب تذکرہ دولت شاہی کتاب شرف النبی سے نقل کرتا ہے کہ ایک روز حسان بن ثابت مداح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بیت حضور کی مدح مین کہکر لائے جس سے نام نامی بطور تعمیہ کے نکلتا تھا اس وقت دو کنیزین قبطیہ مجلس حضور مین حاضر تھین کہ مقوقش بادشاہ مصر واسکندریہ نے برسم نذر وہدیہ بھیجی تھین آپنے اُنمین سے ایک کنیز جسکا نام شیرین تھا اُس شعر معما کے صلے مین اُنکو بخشدی اور دوسری کنیز جس کا نام ماریہ ہے آپ کے تصرف مین رہی اور اُس سے ابراہیم پسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے۔

صاحب مخزن الشعرا شعر کے سنت ہونیکی دلیل لاتا ہے اور بڑی تحقیق کے ساتھ لکھتا ہے کہ سنت کے لغوی معنی راہ وروش وعادت کے ہین اور اصطلاح مین وہ فعل ہے جسپر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکی آل کرام اور صحابہ عظام نے عمل کیا ہو مگر کبھی قصداً ترک بھی کیا ہو بس یہ صفت شعر پر صادق آتی ہے اور مسنون ہونا اُس کا ثابت ہوتا ہے قطع نظر اسکے تمام علماے دین کا اسپر اتفاق ہے کہ جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کی ہو اور اُس کے کرنے کے واسطے بھی نہ فرمایا ہو اُسکا کرنا ممنوع نہین ہان اگر منع فرمایا ہو تو ممنوع ہے پس درصورتیکہ حضور نے شعرگوئی سے منع نہ فرمایا بلکہ خود فی البدیہ شعر کہا گو قصداً نہ کہا تو وہ کیونکر منع ہے صحیح بخاری ومسلم مین ابو اسحاق تابعی سے مروی ہے کہ اُنھون نے کہا کہ براء بن عازب صحابی کہتے تھے کہ حضرت نے جنگ حنین مین دلدل سے اُترکر اللہ تعالے سے فتح اور مدد کی دعا مانگی اور یہ کہا ؏

انا ابن عبد المطلب	انا النبی لا کذب

یعنے مین پیغمبر ہون کچھ جھوٹ نہین اس مین مین بیٹا ہون عبد المطلب کا لفظ کذب اور مطلب مین بیاے موحدہ کو جزم ہے جیسے سجع اور نظم مین پڑھنے کا معمول ہے۔ اور بخاری ومسلم نے جندب سے روایت کی ہے کہ ایک لڑائی مین (اور وہ غزوہ احد ہے) جناب سرور کائنات کی اُنگلی زخمی ہوئی تو آپنے اُسوقت فرمایا ؏

وفی سبیل اللہ ما لقیت	ھل انت الا اصبع دمیت

یعنی نہین ہے تو مگر اُنگلی کہ خون آلودہ ہوئی اور راہ خدا مین ہے وہ چیز کہ تونے دیکھی اور جو کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے وما علمناہ الشعر جواب اسکا یہ ہے کہ شعر اصطلاح مین اُسے کہتے ہین جس کی موزونیت کا قصد کہنے والے نے کیا ہو اور یہ کلام آنحضرت سے وزن شعر پر طبیعت موزون کے اقتضا سے صادر ہوا ہے مقصود بالذات نہین اور بعض نے کہا ہے کہ یہ رجز کے قبیل سے ہے اسکو داخل شعر نہین کرسکتے اور طیبی نے کہا کہ جو کوئی بطریق ندرت کے کبھی کبھی شعر کہے وہ شاعر نہین ہے اور اللہ تعالے کے اس قول

سے وعلمناہ الشعر مراد یہ ہے کہ آنحضرت شاعر نہین ہین اور برا اسے۔ بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ غزوۂ خندق مین آنحضرت مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے تھے یہانتک کہ حضرت کا شکم غبار آلودہ ہوا اس وقت آپ یہ اشعار پڑھنے لگے۔ ؎

اشعار

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا	ولا تصدقنا ولا صلینا

یعنی خدا کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ فرماتا تو ہم راہ راست نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے ؎

فانزلن سکینۃ علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا

پس اے اللہ ہم پر آرام و آسایش آثار اور جبکہ ہم کفار سے ملین تو ہمارے قدم ثابت رکھ۔ ؎

ان الاولی قد بغوا علینا	اذا ارادوا فتنۃ ابینا

تحقیق ان کفار مکہ نے ہم پر زیادتی کی ہے بسبب اسکے کہ جب وہ فتنے کا ارادہ کرتے ہین تو ہم انکار کرتے ہین۔ آنحضرت نے کبھی کبھی اصلاح شعر بھی دی ہے چنانچہ قصیدۂ بانت سعاد مصنفۂ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی اس بیت مین۔ ؎

ان الرسول لسیف یستضاء بہ	مھند من سیف الھند مسلول

سیف کی جگہ نور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا۔ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہین کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلاح دینے کی یہ وجہ ہے کہ کلام مین لفظ زائد نہ رہے کیونکہ ہند کے لوہے کی بنی ہوئی تلوار کو مہند کہتے ہین پھر ہند کا ذکر زائد تھا پس یون بہتر ہوا مصرع مہند مین سیوف اللہ مسلول ؛ اور مروی ہے کہ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو کعب بن زہیر نے دریافت حال کے لیے اپنے بھائی کو بھیجا وہ بسبب سابقہ معرفت کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور انکی ہدایت سے حضور اقدس مین حاضر ہوکر مسلمان ہوگیا کعب بن زہیر کو یہ بات ناگوار گذری کہ بغیر میرے مشورے کے کیون مسلمان ہوا اور اپنے بھائی کو کچھ اشعار لکھ بھیجے انھین سے ایک یہ ہے۔ ؎

سقاک ابو بکر بکاس رویۃ	فانھلک المامور منھا وعلک

پلایا تجھے ابوبکر نے بھرا پیالہ پھر سیر کیا تجھکو مامور نے اس سے اور مکرر دیا مامور محاورے مین اس شخص کو کہتے ہین جس سے جن سے رابطہ ہو اور جن کا امر اسکو ہو پس تجھے یہ کنایہ کیا تھا اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادراہ سہو یہ بھی اُسنے کہی تھین اس لیے خون اس کا حضرت نے ہدر فرمایا تھا یعنی جہان پائین مار ڈالین مگر وہ ہاتھ نہ آیا بعد فتح مکۂ معظمہ کے جب آپ مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوے تو کعب بن زہیر بھی

بہ قصد حصول ملازمت روانہ ہوا رات کو چلتا اور دن کو چھپ رہتا ایک روز آپ مسجد مین تشریف رکھتے تھے ایکبارگی دروازۂ مسجد پر اونٹنی کو بٹھا کر آواز دی کہ مین کعب بن زہیر حاضر ہون اور کلمہ طیبہ پڑھکر مشرف باسلام ہوا اور قصیدۂ بانت سعاد جو نعت مین لکھا تھا سنایا آپ بہت خوش ہوے اور رداے مبارک صلہ مین عنایت فرمائی اور قصیدے کے شعر مذکورۂ بالا مین لسیف کی جگہ لنور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا پھر آپنے کعب سے پوچھا کہ یہ شعر تیرا ہی ہے۔ ؎

سقاك ابو بكر بكاس روية	فانهلك المامور منها وعلك

اُسی وقت کعب نے براہ ذہانت دو حرف اس شعر کے ایسے بدل دیے جس سے یہ شعر ہجو کا نرہا بلکہ مدح کا ہوگیا کہا مین نے رویہ دال سے نہین کہا بلکہ رویہ واو سے کہا ہے جسکے معنی خوشگوار ہین اور ماموریے سے نہین کہا بلکہ نون سے کہا ہے مامون یعنی وہ شخص کہ امانت دار ہے خدا کی وحی مین آپ کعب کی حاضر جوابی اور جودت ذہن سے بہت راضی ہوے۔ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مسجد مین حضرت حسانؓ پر ایسی حالت مین گذرے کہ وہ شعر پڑھ رہے تھے آپ نے حسان کیطرف ترچھی نظرون سے دیکھا اُسوقت حضرت حسان بولے مین مسجد مین شعر پڑھتا تھا جبکہ وہ شخص ہوتا تھا جو تم سے بہتر ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام مین لکھا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ مسجد مین شعر پڑھنا جائز ہے اور بعض حدیثون مین جو وارد ہوا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو اُن مین شعر سے وہ اشعار مراد ہین جن مین لغو مضمون اور لات و منات کی تعریف اور شرک کی باتین یا ہجو بزرگان دین ہو ورنہ مطلق اشعار کا پڑھنا ممنوع نہین ہی۔ اور بمزید توضیح ایک اور حدیث کا مضمون یہان لکھا جاتا ہی چنانچہ بخاری اور ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین ایک ممبر حسان کیواسطے رکھتے تھے کہ وہ اُسپر کھڑے ہوکر اشعار پڑھا کرتے تھے اور حضرت اُنکی تعریف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ حسان کی تائید جبرئیل ؑ کے ساتھ کرتا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکے مین پہونچے تو ہنگام قضاے عمرہ حضرت ابن رواحہ آگے آگے اشعار متضمن عظمت و شوکت و نعت و صفت حضور پر نور پڑھتے جاتے تھے اور مضمون اُن اشعار کا یہ تھا کہ اے کفار مکہ راستہ خالی کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہین وہ آج تمکو بحکم خدا قتل کرینگے اور خوب سزا دینگے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو منع کیا کہ یہ موقع شعر خوانی کا نہین ہے تو حضورؐ نے فرمایا منع نہ کر شعر اُسکے کفار کے واسطے تیر سے زیادہ کارگر ہین۔ اور عمر بن شرید سے مسلم نے روایت کی ہے کہ اُنکے باپ کہتے تھے کہ مین ایک روز حضرتؐ کے

پیچھے سوار تھا آپنے فرمایا کہ تجھکو کوئی شعر امیہ بن صلت کا یاد ہے مین نے کہا ہاں کہا پڑھ مین نے ایک شعر پڑھا فرمایا اور پڑھ مین نے اور پڑھا فرمایا اور پڑھ مین نے اور پڑھا یہانتک کہ سو شعر پڑھے فرمایا اُسکی زبان ایمان لائی اور دل کافر رہا یعنی زبان سے تو مضمون اچھے نکلے لیکن دل سے کفر اور حب دنیا نہ گئی۔

فائدہ اُمیہ ایک شخص تھا شاعر زمانہ کفر و جاہلیت مین اُسکے اشعار مین حمد الٰہی اور مذمت دنیا کا مضمون تھا۔ ابوہریرہؓ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے لبید کا یہ مصرعہ مصرع الاکل شئے ما خلا اللہ باطل ۔ یعنی خبردار ہو ہر چیز اللہ کے سوا فانی ہے اُسنکر فرمایا کہ یہ نہایت سچا کلام ہے براء سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ جب بنی قریظہ کا آنحضرتؐ نے محاصرہ کیا تو حسان بن ثابت کو حکم دیا کہ تم مشرکین کی ہجو کرو کہ تمھارے ساتھ جبریلؑ ہے۔ اور آنحضرتؐ حسان کو فرمایا کرتے تھے کہ کافرون کو میری طرف سے جواب دو اور آپنے حسان کے حق مین دعا کی کہ بار خدایا تو حسان کو جبریلؑ کے ساتھ قوت دے اور حضرت عائشہؓ سے مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے شعرا کو فرمایا تھا کہ تم کفار قریش کی ہجو کرو کیونکہ وہ اُنپر تیر مارنے سے سخت تر ہے۔ اور آنحضرتؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حسان نے کفار کی ہجو کر کے مسلمانون کو شفا دی اور خود بھی شفا پائی۔ احیاء العلوم مین لکھا ہے قالت عایشۃ رضی اللہ عنہا کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتناشدون عندہ الاشعار وھو یتبسم یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے اشعار پڑھتے تھے اور آپ مُسکراتے تھے۔ بہر صورت شعر کے جواز مین کسی طرح کا شک نہین احادیث معتبرہ و روایات صحیحہ مین اُسکے مسنون و مستحسن ہونیکے دلائل تو یہ وارد ہین۔ اور ظاہر ہے کہ مبالغہ مقبول اور تشبیہ و استعارہ معقول مثلاً معشوق کے مُنھ کو چاند سے مشابہ کرنا یا ممدوح کے گھوڑے کو ہوا سے تشبیہ دینا داخل کفر اور جھوٹ نہین ایسے کلام کو سُنکر ہر آدمی جانتا ہے کہ معنی حقیقی مراد نہین تعریف منظور ہے اس طرح کی عبارتین حدیث مین بھی آئی ہین جیسا کہ صحیح بخاری مین روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کے گھوڑے کو دریا فرمایا ہے اور جو مضمون ناروا ہے وہ نظم و نثر دونون مین لکھنا بُرا ہے، نظم ہی کی خصوصیت نہین۔ حضرت عائشہؓ سے دار قطنی نے اور عروہ سے شافعی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کی نسبت فرمایا ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح یعنی وہ کلام ہے کہ اچھا اُس مین سے اچھا ہے اور بُرا اُس مین سے بُرا ہے اور ابوداؤد نے صخر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ان من الشعر حکماً یعنی بعض شعر فائدہ مند ہے امام حجۃ الاسلام شمس المفاخر والمعالی ابوحامد محمد غزالی احیاء العلوم مین فرماتے ہین الموزون المفہوم وزن دار کلام بامعنی۔

وهو الشعر، اور اسی کا نام شعر ہے وذلک لا یخرج الا من حنجرۃ الانسان اور یہ نہین نکلتا مگر گلوے انسان سے
فیقطع باباحتہ پس اُسکے مباح ہونیکا حکم قطعی کیا جاتا ہے ذلک لانہ ما زاد الا کونہ مفہوماً یہ اسواسطے
کہ نہین زیادہ ہوا مگر ہونا اُسکا بامعنی والکلام المفہوم غیر حرام اور کلام بامعنی حرام نہین ہے والصوت الطیب
الموزون غیر حرام اور آواز خوش وزن دار بھی حرام نہین ہے فاذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع
پس جبکہ حرام نہین ہوئی ایک ایک بات پس کہانسے حرام ہوگا مجموعہ نعم ینظر فیما یفہم منہ ہان اُسکے مضمون
مین دیکھا جائےگا فان کان فیہ امر محظور حرم نثرہ ونظمہ پس اگر اُس مین کوئی ممنوع بات ہے
حرام ہے نثر اور نظم دونون وحرم التصویت بہ سواء کان بالحان اولم یکن اور حرام ہے اس کا بولنا
خواہ نغمے اور خوش آوازی سے ہو یا بے نغمے کے والحق فیہ ما قالہ الشافعی رحمہ اللہ تعالے
اذ قال الشعر کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح اور حق اس بارے مین وہ ہے جو شافعی رحمۃ اللہ نے
کہا ہے کہ شعر کلام ہے سو اچھا اُسکا اچھا ہے اور بُرا اُسکا بُرا ہے ومہما جاز انشاد الشعر بغیر صوت والحان جاز
انشادہ مع الالحان اور جبکہ شعر کا پڑھنا بغیر خوش آوازی اور نغمے کے جائز ہے تو اُس کا پڑھنا
خوش آوازی اور نغمے کے ساتھ بھی جائز ہوگا۔ فان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع
مباحًا اسلیے کہ جب ایک ایک چیز مباح جمع ہوئی تو مجموع بھی مباح ہوگا ومہما انضم مباح الی مباح لم یحرم
الا اذا انضمن المجموع محظورًا لا یتضمنہ الآحاد اور جب ایک مباح دوسرے مباح کے ساتھ ملے تو حرام
نہین مگر جبکہ مجموعہ ایسے امر ممنوع کا متضمن ہو جو آحاد مین نہقا ولا محظور ہہنا اور اس جگہ کوئی امر ممنوع نہین
وکیف ینکر انشاد الشعر وقد انشد بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کیسے انکار
کیا جائے شعر کے پڑھنے سے درحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا گیا وقال علیہ السلام
ان من الشعر حکما اور آپنے فرمایا کہ بعض شعر مفید ہے وانشدت عائشۃ رضی اللہ عنہا اور حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی شعر پڑھا ہے ان سب احادیث اور اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شعر کہنا
جائز بلکہ مسنون ہے مگر خلاف شرع اور واہیات مضامین باندھنا بالکل منع اور قطعاً ناجائز ہے اور شعرائے
یہ جو مشہور کر رکھا ہے کہ شعر مین جائز ہے جو کچھ چاہین کہین اور کہتے ہین یجوز للشاعر ما لا یجوز لغیرہ
یہ بات محض غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ مطلب اسکا یہ ہے کہ شاعر قادر سخن کو الفاظ مین بعض تصرف کرنا
قدرت کی رو سے جائز ہے نہ عجز کی رو سے جیسے کسی لفظ مین سے کوئی حرف گرا دینا یا زیادہ کر دینا یا
متحرک کو ساکن کر دینا یا ساکن کو متحرک وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی مخفی نرہے کہ جن لوگون نے اس حدیث مین حسنہ حسن وقبیحہ قبیح کے معنے مبالغے کے لیے

ہین اور مبالغے کو ناجائز قرار دیا ہے اُنکی غلط فہمی ہے قبیح سے مراد خلاف قرآن وحدیث کے مضمون باندھنا ہے۔ نہ مبالغے کا استعمال کرنا پس قبیح وہ شعر ہے کہ جس ہین کوئی مضمون خلاف شرع باندھا جائے یا کسی آیت وحدیث کا مضمون غلط لکھا جائے یا بتون کی تعریف کی جائے یا کسی بزرگ اور پیشواے دین کی نسبت اُس ہین بے ادبی ہو جیسے اس حدیث کا مضمون ولدت فی زمان الملک العادل منوچہر نے اس شعر ہین غلط باندھا ہے۔

جہان نازو بعدل شاہ مسعود		جو پیغمبر بنوشروان عادل

نعوذ باللہ ہادی سبل محبوب جزو کل مالک کون ومکان شہنشاہ زمین وزمان ختم المرسلین شفیع المذنبین کافر پر ناز کرتے ہان شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس مضمون کو صحیح باندھا ہے۔ ؎

سنر دگر بدورانش نازم چنان		کہ سید بدوران نوشیروان

حضور نے زمانہ نوشیروان پر ناز کیا تھا نہ ذات نوشیروان پر اسی طرح اپنی طرف سے بناکر کہنا کہ حضرت نے یون فرمایا ہے یہ بھی منع اور داخل گناہ ہے جیسے یہ شعر ؎

اکثر محمد مصطفیٰ محبوب ومطلوب خدا		گفتے دریغا حسرتا اے ماہ رمضان الوداع

قبیح ہے حضرت نے ایسا نہین فرمایا پس کسی قول دلکش کو بے سند حضرت کی طرف منسوب کرنا سب جھوٹ باندھنے مین داخل ہے اور کتب حدیث مین حضرت پر جھوٹ باندھنے کو کفر لکھا ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر ابوالفیض فیضی کی مثنوی نلدمن کا بارگاہ ابوالمظفر جلال الدین محمد اکبر کی تعریف مین۔ ؎

برروے زمین وآسمان باز		باور گہ کبریا ہم آواز

دیکھئے شاہ کی درگاہ زمین پر ہے اور باعتبار رفعت کے آسمان کے ساتھ بازی کرتی ہے اور درگاہ کبریا سے ہم آواز ومقابل ہے انتہایت قبیح وخلاف ادب ہے۔ اسی عالم سے ہے یہ شعر انشا کا۔ ؎

اُس سے خلوت کی ٹھہر جاتی تو ہین اللہ سے		واسطے دو دن کے عرش کبریائی مانگتا

میر تقی

بارسا ہین جو جوان پیر ہدے کہتے ہین		جو ولایت رکھے ہین شاہ ولا کہتے ہین
سالک مسلک دل راہ نما کہتے ہین		ایک مولا کہے ہین ایک خدا کہتے ہین

یا علیؑ جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

آفتاب فلک عز وعلا توہی تھا		چہرہ آراے زمین اور سما توہی تھا
جانشینی پیمبر کے سزا توہی تھا		غالب خاکی کے پردے مین خدا توہی تھا

یا علیؑ جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اسی طرح میر صاحب حضرت علیؑ کی تعریف مین کہتے ہین۔

نوحؑ ممنون ہے یونس ہے ترا شکر گذار	کاڑھے طوفان بلا سے تری ہمت نے پار

ایضاً

سچے ہین وہی لوگ جو اللہ کہے ہین	کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہے ہین

ایضاً

تھا زمین و زمان سے تو مقصود	جانتے ہین تجھی کو سب معبود

مصحفی

ہے موسی عمران بھی ہارون مرے آگے	دشوار ہے رتبے کو پیمبر کے پہونچنا

حسرت در مدح امام موسی رضا

قصر شاہی کا ترے کنگرہ ہے عرش عظیم	رتبہ دربان کا ترے رکھتے ہین عیسیٰ و کلیم

منت

عیسیٰ بھی جو کچھ بولے تو صلوات سناؤن	گر اُس لب جان بخش کی اک بات سناؤن

ناسخ حضرت امام حسین کی تعریف مین کہتے ہین۔

موسےٰ کی ہے کچھ قدر نہ یان عیسیٰ کی	تعریف کرون کیا مین شہ والا کی

حسام الدین حیدر خان حیدر

مجال تھی کہ سگ یار کو مین تو کہتا	ملک خصال پری وش فرشتہ خو کہتا

علی حزین۔ منقبت امیر المومنین علی مین لکھتے ہین

فارغ از رسم محفل آرائی	سومنات محبت تو بود

ان اشعار مین کمال گستاخی جناب کبریا مین اور اہانت پیغمبران جلیل القدر اور ملائکہ کی اور بے ادبی جناب ولایت مآب مین نکلتی ہے اسی قبیل کے ہے یہ شعر امیر مینائی کا سہ

ایسی جنت سے تو دوزخ مین خدا رہنے دے	جب وہ بت ہی نہین جنت مین تو جنت کیسی

مہدی حسین خان آباد

آپکے اعجاز نے عیسےٰ کو حیران کر دیا	کر دیا مردون کو زندہ اے وصی مصطفےٰ

ایسے ہی شعرون کی نسبت کہا گیا ہے الشعر من مزامیر ابلیس شاعر کو چاہیے کہ حق بات کو ہاتھ

سے ندے اور پابندی شرع کی لازم سمجھے اور ظالم وفاسق کی جھوٹی باتوں کی تعریف وتصدیق نہ کرے اور ایسا وصف بیان نہ کرے جس کو خوب نہ جانتا ہو اور اگر کسی کی جھوٹی تعریف کی تو سامعین اشعار بلکہ خود ممدوح خوشامدی و دروغ گو تصور کرینگے اور خدا کے ہان جھوٹون کے دفتر مین لکھا جائیگا اور جھوٹ کی بُرائی ہر شخص پر ظاہر ہے اگر ممدوح اس جھوٹی تعریف کو اپنی نسبت صحیح سمجھ کر مداح سے خوش ہوگا تو لوگون کی نظرون مین دونون احمق دکھلائین گے اور مداح پر ممدوح کے حمق کا گناہ لازم آئے اور ادھر اسکی طبیعت سے راستی دُور ہوتی جائے گی اور اُدھر جھوٹی اور بے سر و پا باتین وزن وقافیہ کے دلکش پیرایے مین سُنتے سُنتے سوسائٹی کے مذاق مین زہر گھلتا جائے گا حقائق وواقعات سے لوگون کو روز بروز مناسبت کم ہوتی جائے گی جھوٹی تعریف کرنے والا اپنے دل مین خود بھی جانتا ہے کہ ممدوح مین یہ صفت نہین ہے جو مین بیان کرتا ہون پس یہ ظاہرداری ومکاری بلکہ ٹھیک علامت نفاق کی ہے اور یہ بات عقلاً ناروا اور شرعاً گناہ ہے قطع نظر ان سب باتون کے جھوٹی تعریف کرنا کمال درجہ کی چاپلوسی ہے اور شاعرون کو جس طرح فحش اور بے تہذیبی سے احتراز واجب ہے ایسے ہی خوشامد وچاپلوسی اور حد سے زیادہ مدح کرنا بھی نازیبا ہے الشعراء کذاب ایسے ہی شعرا کے حق مین آیا ہے۔

تفسیر تیسیر مین لکھا ہے کہ دو شاعر حضرت خیرالانام علیہ التحیۃ والسلام کی اہانت اور اسلام کی مذمت مین شعر کہا کرتے تھے اور مشرک اُنسے سُنکر پڑھتے پھرتے تھے اُنکے حق مین آیہ والشعراء یتبعھم الغاوون الخ نازل ہوئی پس جو شاعر اپنے شعر مین ایسا مضمون لکھے جس مین اہانت کسی پیغمبر یا دین اسلام کی یا کچھ بے ادبی خداتعالی کی جناب مین ظاہر ہو وہ مصداق اس آیت کا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابن رواحہ وغیرہ شعرا و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم بھی تو شاعر ہین اللہ حق سُبحانہ تعالے ہمین شاعر جانتا ہے بلکہ ابن رواحہ نے کہا کہ مین اس وصف مین مرنا نہین چاہتا آپنے فرمایا تم اُن شاعرون مین نہین جو غاوی ہین بلکہ تم غازی ہو اسلیے کہ مومن شمشیر کے ساتھ جہاد کرتا ہے یا زبان کے ساتھ پس جو شعر تم مذمت کفار مین کہتے ہو وہ اُنکو تیر وسنان سے سخت تر ہین اُسی وقت آیہ کریمہ الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیراً نازل ہوئی رسالۂ شان نزول آیات قرآنی مین مذکور ہے کہ یہ آیت ناسخ ہے آیت والشعراء الخ کی۔ ع

شاعران را گرچہ غاوی خواند در قرآن خدا	ہست از ایشان بقرآن ظاہر استثنا ترا

ہمارے واجب الرحم علما مذمت شعر وشاعری مین آیہ کریمہ والشعراء یتبعھم الغاوون الم تر انہم فی کل وادٍ یھیمون و انھم یقولون ما لا یفعلون کے دلیل تو لے آتے ہین مگر استثنا یعنی آیہ آخر سے تجاہل عارفانہ کرتے

ہین اور وہ یہ ہے الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (ترجمہ پوری آیت کا) اور شاعر پیروی کرتے ہین اُنکی گمراہ تو نے نہین دیکھا کہ وہ ہر میدان مین سرمارتے پھرتے ہین اور کہتے ہین جو کچھ نہین کرتے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیکیان کین اور یاد کیا اللہ کو بہت اور بدلا لیا بعد اُسکے کہ انپر ظلم ہوا اور جلد معلوم کرینگے ظلم کرنے والے کو کس کروٹ اُلٹتے ہین۔ کافر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن بتاتے تھے کبھی شاعر کہتے تھے اور نبوت کے منکر تھے سو اس سے پہلی آیت مین اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کاہن مین فرق بیان فرمایا اور اس آیت مین درمیان حضور کے اور شعراے عرب کے جو بیہودہ باتین بکا کرتے تھے اور لات ومنات وغیرہ کی تعریف لکھا کرتے تھے فرق بتلایا کہ شعرا گمراہی کی پیروی کرتے ہین اور یہ دو طرح ہے ایک یہ کہ ہر جنگل مین پھرتے ہین یعنی طرح طرح کے بیہودہ مضامین لکھتے ہین کبھی کچھ کہتے ہین کبھی کچھ ایک بات پر قائم نہین رہتے اور ان باتون سے کوئی شخص ہدایت نہین پاتا بخلاف امر آنحضرت کے کہ وہ اول سے آخر تک ایک ہی بات ہے کہ دعوت الی اللہ فرماتے ہین اور اس سے لوگ راہ راست پر آتے ہین دوسرے یہ کہ وہ جو کچھ کہتے ہین وہ نہین کرتے یہ بھی علامت گمراہی کی ہے بخلاف آنحضرت کے کہ وہ خود بھی وہی کرتے ہین جو اورون سے کہتے ہین یعنی توحید باری تعالی اور عبادت معبود برحق اور ترک شرک ومعاصی وغیرہ اور باز رہنا افعال واوصاف ذمیمہ سے تعلیم فرماتے ہین اور خود بھی ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہین مگر یہ بُرائیان جو اوپر بیان کی گئین ایسے وہ شعرا مستثنے ہین جو ایمان دار ہون اور افعال اُنکے صالح ہون اور شعر اون کے توحید ونبوت ودعوت خلق الی اللہ اور ایسی باتون سے مملو ہون جو سچی ہون اور یاد الٰہی سے غافل رکھنے والے نہون اور کسی کی ہجو نہ کرتے ہون مگر کوئی ہجو کرے تو اُسکو جواب دینے مین مضائقہ نہین ہے اور اس مین بھی شرط یہ ہے کہ زیادتی نہ ہو۔ هکذا استفاد من مفاتیح الغیب۔

صاحب مرآۃ الخیال کہتا ہے کہ کلام ملک العلام اکثر جگہ وزن شعر پر ہے اور اُس مین صنعت شعری پائی جاتی ہے پس یہ قول بعض کا کہ کلام الٰہی مین نظم مفقود ہے مردود ہے (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم بحر سریع مین ایک مصرع موزون ہے بروزن مفتعلن مفتعلن فاعلان ؎

	موزون چراست انچہ بقرآن مقدم است		بسم اللہ ایکہ منکر شعری بگو جواب

اور اسی کے بحر وزن مین سورۂ طہٰ کی یہ آیت ہے قال فما خطبک یا سامری بروزن مفتعلن مفتعلن فاعلن (۲) انا اعطیناک الکوثر بحر متدارک مین ایک مصرع موزون ہے بروزن فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین (۳) یہ آیات بحر رمل کے وزن پر ہین لن تنالوا البر حتی تنفقوا بروزن فاعلاتن

فاعلاتن فاعلن اسی طرح ثم اقررتم وانتم تشہدون اسی طرح ثم انتم ہؤلاء تقتلون اور سورۂ
سبا کی یہ آیت بھی اسی بحر کے وزن مین ہے وجفان کالجواب وقدور راسیات بروزن فعلاتن
فاعلات دوبارہ (۴) سورۂ کہف کی یہ آیت بحر طویل مین ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر
بروزن فعولن مفاعیل فعولن مفاعیل (۵) بحر متقارب مین سورۂ اعراف کی آیت ہے واملی لہم ان کیدی
متین بروزن فعولن فعولن فعولن فعول (ایضاً) ویرزقہ من حیث لا یحتسب (۶) بحر ہزج مین سورۂ یوسف کی
یہ آیت ہے تاللہ لقد آثرک اللہ علینا بروزن مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن (۷) بحر منسرح مین سورۂ دہر
کی یہ آیت ہے انا خلقنا الانسان من نطفۃ بروزن مستفعلن مفعولات مستفعلن (۸) بحر مضارع مین سورۂ
مومن کی یہ آیت ہے یوم التناد یوم تولون مدبرین بروزن مفعول فاعلات مفاعیل فاع لان (۹)
بحر مدید مین سورۂ مومنون کی یہ آیت ہے اصنع الفلک باعیننا بروزن فاعلاتن فعلن فعلن بعین متحرک
(۱۰) بحر بسیط مین سورۂ انفال کی یہ آیت ہے لیقضی اللہ امرا کان مفعولا بروزن مفاعلن فاعلن
مستفعلن فعلن بسکون عین (۱۱) بحر وافر مین سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے ویخزہم وینصرکم علیہم ویشف
صدور قوم مومنین مفاعلتن مفاعلتن فعولن، مفاعلتن مفاعیلن فعولن (۱۲) اور بحر کامل مین یہ
آیت ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم بروزن مستفعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلان-
(۱۳) بحر خفیف مین یہ آیت ہے ارایت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم (۱۴)
اور بحر مقتضب مین یہ آیت ہے فی قلوبہم مرض (۱۵) بحر مجتث مین سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے
مطوعین من المومنین فی الصدقات (۱۶) بحر رجز مین یہ آیت سورۂ دہر کی ہے ودانیۃ
علیہم ظلالہا وذللت قطوفہا تذلیلا-

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ جو آیتین کلام الٰہی کی یا حدیثین موزون ہین وہ شعر نہین اسلیے کہ شعر وہ
کلام مقفے ہے جو بقصد شعر موزون کیا جائے پس جو آیات موزون ہین اگرچہ بلا قصد موزون ہونا ذات
باری تعالیٰ کی طرف منسوب نہین ہوسکتا اور نہین کہہ سکتے کہ اُس جناب اقدس سے بلا قصد موزون ہوگئے
ہون اور اُسپر اطلاع نہوئی ہو معاذ اللہ لیکن بقصد شعر موزون نہین فرمایا پس شعر نہوئین اور اگر بقصد
شعر موزون کرنے کی قید نہ لگائی جائے تو اصطلاحاً شعر کہنا جائز ہے لیکن چونکہ اکثر شعر مین مبالغہ وکذب ہوتا
ہے اور کلام الٰہی ان اُمور سے پاک ہے لہذا شعر کا اطلاق ادب کی رو سے منع ہوا انتہی بعض کا قول ہے
کہ قصد متکلم شعر مین لازم نہین لیکن میر شمس الدین فقیر مصنف حدائق البلاغت کہتے ہین کہ یہ قول مردود
ہے اسلیے کہ جہان مین کوئی ایسا متکلم نہوگا کہ کبھی نہ کبھی اُسکی زبان سے بے قصد کلام موزون سرزد

نہو جائے پس جب قید قصد کی موزون کرنے مین نہوئی تو ہر متکلم کو شاعر کہنے لگین حالانکہ ایسا نہین ۔
آب حیات مین لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص کی پگڑی بے ڈھنگی بندھی تھی نواب سعادت علی خان
والی اودھ کی زبان سے اُسکی نسبت یہ مصرع نکل گیا ع پگڑی تو نہین ہے یہ فرانسیس کی ٹوپی ہے
حالانکہ نواب سعادت علی خان کو کوئی شاعر نہین کہتا اور نہ اُنکو خود شاعر ہونے کا دعوی تھا مرزا رحیم بیگ
مخزن الشعرا مین لکھتے ہین کہ ذات شعر مین قصد کو دخل نہین اگر بلا قصد شعر موزون ہو جائیگا تو فی البدیہ
سمجھا جائیگا مگر میرے نزدیک یہ آیات شعر مین داخل نہین نثر مرجز کے قبیل سے ہین جس مین شعر کا وزن
ہوتا ہے اور قافیہ نہین ہوتا۔ پس اب یہ کہین گے کہ یہ آیات رب العزت نے قصداً نثر مرجز مین فرمائی
ہین نہ فی البدیہ شعر ہین نہ بالقصد شعر ہین اگر شعر ہوتین تو کسی جگہ تو ایسی موزون آیات کے دو دو
مصرع برابر واقع ہوتے بلکہ جہان ہے موزون ایک فقرہ ہے۔ مولانا غلام علی آزاد خزانہ عامرہ مین لکھتے ہین
کہ اگرچہ کلام موزون کا صدور اول متکلم قدیم یعنی جناب باری عز اسمہٗ سے ہے لیکن چونکہ اسماے الٰہی توقیفی
ہین اسلیے شاعر کا اطلاق اُس ذات متعالی پر نہین ہو سکتا ۔ یاد رکھو کہ اسماے الٰہی کے توقیفی ہونے سے
یہ مراد ہے کہ اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہین مولوی عبدالحق
محدث دہلوی اور ملا علی قاری شروح مشکوٰۃ مین کہتے ہین کہ جو کچھ قرآن مجید و حدیث مین موزون واقع ہوا
ہے مقصود بالذات نہین ۔

بالجملہ شعر کا وجود و جواز قبل زمانۂ حضور پرنور سے اور خاص عہد بابرکت مین بہ تشریح متذکرۂ بالا ثابت
ہو گیا اور بعد مین بھی شعر کہنا صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام کا ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسبب
نہ آگاہ ہونے فن شعر سے تاسف ظاہر فرمایا ہے ابن جوزی سے مروی ہے سمع عمر بن الخطاب متمماً اخا
مالک بن نویرۃ یندب اخاہ و یقول الشعر فقال یالیتنی اقول الشعر فاندب اخی زیداً (ترجمہ)
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سُنا کہ متمم برادر مالک بن نویرۃ اشعار کہتا ہے اور اُس مین اپنے بھائی کے
محاسن و خوبیان بیان کر کے روتا ہے فرمایا کاشکے مین بھی شعر کہتا ہوتا کہ اپنے بھائی زید پر روتا اور اُس کی
خوبیان بیان کرتا صاحب مخزن الشعرا نے ایک شعر حضرت ابوہریرہ کا نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ بیت حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماتم مین کہی تھی بڑے تعجب کی بات ہے یہ نہ خیال کیا کہ آپ وقت شہادت حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عالم مین کب تشریف رکھتے تھے بلکہ حضرت عمر فاروق بھی رونق افروز
خلد برین ہو چکے تھے دراصل وہ شعر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور کیفیت مفصل اُس شعر کی یہ ہے
کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تھوڑے سے چھوارے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سپرد

دعاے برکت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ ان چھوارون کو اپنے توشہ دان مین ڈال رکھیو اُن چھوارون مین ایسی برکت ہوئی کہ قریب تیس برس کے خرچ ہوتے رہے اور منون چھوارے اللہ کی راہ مین دیے مگر گم ہوے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ توشہ دان کھو گیا اور ابو ہریرہ کو نہایت رنج ہوا اور یہ شعر کہا۔ سه

للناس ہمٌّ ولی ہمّان	فقدُ الجراب وقتلُ الشیخ عثمان

یعنی لوگون کو ایک غم ہے اور مجکو دو غم ہین ایک گم جانے توشہ دان کا دوسرا شہادت حضرت عثمان کا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان مشہور ہے جسکی شرح بڑے طول و بسط کے ساتھ قاضی حسین بن معین الدین میبذی صاحب شرح ہدایت الحکمۃ نے لکھی ہے یہان پر چند شعر تیمنا و تبرکا لکھے جاتے ہین۔ سه

دع ذکرہنّ فما لہن وفاءُ	ریحُ الصبا وعہودُہنّ سواءُ
یکسرن قلبک ثم لا یجبرنہٗ	وقلوبہنّ من الوفاء خلاءُ

(ترجمہ) چھوڑ ذکر انکا یعنی عورتونکا اسلیے کہ اُن مین وفا نہین ہوا کا جھونکا اور انکا عہد و پیمان برابر ہے تیرے دل کو توڑینگی پھر نہ جوڑینگی انکا دل وفا سے خالی ہے۔ سه

قال المنجّمُ والطبیبُ کلاہما	لن تُحشرَ الاموات قلتُ الیکما
ان صحّ قولُکما فلستُ بخاسرٍ	وان صحّ قولی فالخسارُ علیکما

(ترجمہ) کہا منجم اور طبیب دونون نے کہ مردے ہرگز نہ اُٹھین گے۔ کہا مین نے دُور ہو اگر تمھاری بات سچی نکلے تو مجھے نقصان نہین ہو سکتا اور اگر میری بات سچ ہوئی تو تمکو نقصان ہوگا۔ امام غزالی نے یہ دو شعر ابو العلاء معری کی طرف منسوب کیے ہین لیکن شیخ العارفین امام محی الدین قدس سرہ فتوحات مین فرماتے ہین کہ امیر المومنین علیؑ کے ہین چنانچہ شرح مذکور مین بھی مندرج ہین۔

اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ جناب سیدۃ النسا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے بھی اشعار کہے ہین چنانچہ روایت ہے کہ جب روح مطہر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاکدان ظلمانی سے عالم نورانی کی طرف تشریف فرما ہو کر رونق افروز اعلی علیین ہوئی تو حضرت سیدۃ النسا کو ایسا الم ہوا کہ حیطہ تحریر و تقریر سے باہر ہے بعد دفن کے قبر مبارک پر تشریف لائین اور تھوڑی سی مٹی وہان کی اُٹھا کر سونگھی اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا علی من شمّ تربۃ احمدا	ان لا یشمّ مدی الزمان غوالیا
صُبّت علیّ مصائبٌ لو انہا	صُبّت علی الایام صرن لیالیا

(ترجمہ) کیا چاہیے اُسے جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت کو سونگھے اسکو چاہیے کہ عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے

مجھپر وہ مصیبتین پڑین کہ جو دنون پر پڑتین تو دنون کی راتین ہو جاتین۔

اور حضرت سید الشہدا علیہ السلام مقام رجز مین فرماتے ہین۔

خیر اللہ من الخلق ابی	ثم امی فانا من الخیرتین

یعنی میرا باپ بہترین مخلوق خدا ہے اور مان بھی پس مین دو اچھون کا بیٹا ہون۔

حضرت عباس بن امیر المومنین علیؑ فرماتے ہین۔

واللہ لو قطعتم یمینی	لاحمین صابرا عن دینی

یعنی قسم خدا کی اگرچہ میرا ہاتھ تمنے کاٹ ڈالا لیکن مین لوگون کو اپنے دین سے بچاؤنگا یعنی دین پر جو حملات ہین مین اُسپر کمی نہین کرونگا۔

حضرت علیؑ اکبر فرماتے ہین۔ ؎

انا علی بن حسین بن علی	نحن و بیت اللہ اولی بالنبی

یعنی مین بیٹا حسین بن علی کا ہون قسم ہے بیت اللہ کی ہم نبی سے بہت قربت رکھتے ہین۔ ؎

امام زین العابدینؑ فرماتے ہین۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم	ماذا فعلتم وانتم خیر الامم

یعنی کیا جواب دوگے جب نبی تمسے فرمائین گے کہ تمنے کیا کیا حالانکہ تم خیر الامم تھے۔

روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے لشکر واسطے جہاد نوشیروانیون کے روانہ کیا تو جو لوگ شعر کے فن مین مہارت رکھتے تھے اُنسے فرمایا کہ ایسے اشعار جو غازیون کی طبیعت کو تیز اور مستعد تجویز کرین سُناؤ چنانچہ شعرا اور غازیون نے ایسا ہی کیا۔ تذکرۃ الاولیا مین لکھا ہے کہ حضرت ابو العباس الساری مرید حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے تھے کہ اگر نماز بے قرآن کے روا ہوتی تو اس شعر سے روا ہوتی۔ ؎

اتمنی علی الزمان محالا	ان یری فی الحیوۃ طلعت حر

یعنی زمانے سے توفیق چاہتا ہون یہ کہ دیکھی جائے زندگی مین صورت آزاد مرد کی۔

شعر محمود و مذموم

اس حدیث سے کہ الشعر ھو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ بعض شعر محمود ہے اور بعض مذموم ہے۔ محمود وہ ہے جس مین کوئی امر خلاف شرع نہو اور واہیات مضامین اور لاطائل و بے فائدہ باتون سے خالی ہو اور غلو سے پاک ہو اور اُس مین ظالمون اور فاسقون کی خوشامد نہو اور مذموم وہ شعر ہے جس مین اس قسم کی باتین ہون اور جسطرح شعر کی دو قسمین ہوئین شعرا کی بھی دو قسمین ہونگی ایک فرقہ محمودہ

اور اس مین وہ شعرا داخل ہین جنکے شعرون مین مضمون احسن و پاکیزہ اور نہایت عمدہ ہو جسکے سُننے سے بے اختیار کلمات تحسین و آفرین زبان سے نکلین اور اُنکے کلام مین کوئی بے تہذیبی اور خلاف شرع بات نہ ہو دوسرا **فرقۂ مذمومہ** اس مین وہ لوگ ہین جنکے شعر قبیح بزرگون کی ہجو اور کلمات تہتک اسلام اور استہزاے شریعت اور مزخرفات دواہیات سے پُر ہون اور ہزلیات سے مملو ہون۔

ہر شاعر کو اس بات کا لحاظ رکھنا ضرور ہے کہ بیہودہ کلمات اور بُری بات زبان سے نہ نکالے اور دشنام وہجو وملامت سے پرہیز کرے ترمذی نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا حیا اور بات لحاظ کر کے کہنا دو شاخین ہین ایمان کی اور فحش و بدزبانی اور بے دھڑک بات کہنا دو شاخین ہین نفاق کی بعض شعراے متقدمین نے جو کلمات پند ونصایح ظرافت و ہزل بازی مین دانستہ مشتہر کیے ہین وہ صاحب دلون کے واسطے انتباہ کامل ہے۔ عقلا خوب جانتے ہین چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ اپنے کلام مین فرماتے ہین۔

بمزاحت نگفتم این گفتار	ہزل بگذار و جد ازو بردار

شاعرون کو یہ بھی ضرور ہے کہ شعرگوئی مین ایسے مشغول و مبہوت نہ رہین کہ بیشتر اوقات شعر ہی کا شغل رکھین ذکر الٰہی اور دوسرے اُمور سے غافل رہین بلکہ چاہیے کہ فکر معاد و معاش و سررشتہ حفظ مراتب بزرگان اور تمیز حق و باطل ہاتھ سے نہ دین جو شاعر ایسا خیال نہ کرے اور شب و روز اسی شغل مین رہے اور اوقات ضائع کرے اُسکو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان فرمایا ہے جیساکہ مسلم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جاتا تھا ایک بارگی ایک شاعر آگے آیا کہ اشعار پڑھتا جاتا تھا یعنی اُس راہ مین مدہوشانہ اشعار پڑھتا چلا جاتا تھا آپ نے فرمایا کہ پکڑو شیطان کو اور یہ بھی فرمایا کہ آدمی کے پیٹ کا پیپ سے بھرنا بہتر ہے اس بات سے کہ وہ شعر سے بھرے اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت شعر کی فکر مین منہمک رہنا اور اوقات ضائع کرنا اور فکر معاد و معاش سے غافل رہنا ممنوع ہے۔

دوسرا موتی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان مین

ریختہ مصدر ریختن سے مفعول کا صیغہ ہے یعنی بٹا ہوا یا گری پڑی پریشان چیز چونکہ زبان اُردو کئی زبانون سے ملکر بنی ہے اسلیے اسکو ریختہ کہتے ہین اور اس زبان مین ہر طرح کے الفاظ پریشان جمع ہین مثلاً عربی فارسی ترکی پنجابی پوربی بنگالی مارواڑی برجی بندیل کھنڈی دکھنی انگریزی سُریانی یونانی فرانسیسی جرمنی پشتو وغیرہ مثال کل مرزا آغا فرماتے تھے کہ احمد کی زبانی دریافت ہوا کہ روم روس کی لڑائی جو ہو رہی تھی اُس مین ایک مورچے پر عثمان پاشا کو ہزیمت ہوئی روسی غالب آئے مین نے کہا آپ اُس جہلی کی بات کاکاہے کو یقین کرتے ہین عثمان پاشا

جنرل افواج روم بڑے شجاع و بہادر ہین بغیر فتح کیے ہوے میدان جنگ سے منھ نہ پھیرینگے اس مثال مین زبانی اور دریافت اور بہادر اور میدان جنگ الفاظ فارسی ہین اور ہزیمت اور غالب اور یقین اور افواج و شجاع و فتح وغیرہ الفاظ عربی اور جیلی یعنی نادان و زبان دراز پنجابی اور پاشا ترکی اور جنرل انگریزی اور کا بے جسکے ساتھ لفظ کو ملا ہے زبان برج کا لفظ ہے۔

دریاے ستلج سے اُس طرف زبان پنجابی ہے اور جس قدر دریاے ستلج سے اسطرف دہلی تک نظر کرین تو اُردو زیادہ تر فصیح ہوتی جاتی ہے دہلی دار السلطنت اور اُسکے گرد و نواح سے جسقدر آگے بڑھیں برج بھاشا اور پوربی داخل ہوتے ہوتے بنگالی بن جاتی ہے اور جس قدر جنوب کو چلے جائین مالواڑی داخل ہوتے ہوتے دکنی اور گجراتی ہو جاتی ہے۔

حال کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندی کا پہلا شاعر جس کا تخلص پنڈت تھا سمت ۷۷۰ بکری مین گذرا ہے اسلیے ہندی شاعری کی پیدایش ابھی تک سمت سات سو مین جمہور نے مانی ہے سمت ۸۹۰ مین بھی ایک شاعر کا کلام ملا ہے مگر ابھی تک شاعر کا صحیح نام معلوم نہین ہوا سمت ایک ہزار سے باترتیب حالات ملنے لگے اس سمت مین ایک مشہور شاعر بھوآل کے نام سے گذرا ہے اور سمت ۱۱۰۰ کے لگ بھگ دو مسلمان شاعر بھی گذرے ہین چند بردائی ایک بڑا زبردست شاعر مہاراجہ پرتھی راج کے دربار مین تھا اور اس کا زمانہ سمت ۱۲۲۵ سے سمت ۱۲۴۹ تک مانا گیا ہے چند کے زمانے سے پہلے صرف آٹھ ہندی شعرا کا وجود اس وقت تک دریافت ہوا ہے ان آٹھ مین پانچ ہندو اور اور تین مسلمان ہین۔

اصل زبان اُنکی بھاشا ہے اور حلاوت و نمکینی فارسی و عربی سے ملی ہے قدیم شعراے ہند اشلوک اور دوہے اور گیت مین مضامین شعری کو ادا کرتے تھے ابتدا مین ہندوستان مین وید کی زبان رائج تھی گیارھوین صدی عیسوی سے پہلے زبان بھاشا ایجاد ہوئی جسکی عمر نو سو برس سے زیادہ نہین۔ اور پھر یہی زبان رائج رہی مگر گیارھوین صدی عیسوی تک کوئی کتاب زبان بھاشا مین تصنیف نہین ہوئی سنہ گیارہ سو اکیانوے مین سلطان محمد شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر چڑھائی کی اور یہان کے آخری راجہ پرتھی راج کو شکست دے کر اپنا تسلط کیا اور رفتہ رفتہ بخوبی قبضہ سلاطین اسلامیہ کا ہو گیا تو شعراے نامدار اور ادیبان بلاغت شعار فارس سے ہندوستان مین آئے اور کچھ عرصے تک اپنی اصلی زبان مین شعر کہتے رہے رفتہ رفتہ ہندوستان کی زبان قدیم مین الفاظ عربی و فارسی اور ترکی ملتے گئے یہانتک کہ تیرھوین صدی عیسوی مطابق ساتوین صدی ہجری مین حضرت ابوالحسن امیر خسرو دہلوی بہ طبع خداداد و قوت اجتہاد

ریختے بختے سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد مین اس عالم مین رونق بخش ہوے اور داد شاعری دی اور حق سخنوری ادا کیا اور طرز جدید کے موجد ہوکر وہ نیا ڈھنگ اختیار کیا کہ تا قیام قیامت نام اُنکا صفحۂ ہستی پر قائم رہے گا اکثر گیت اور پہیلیان زبان بھاشا مین اُسی طرز و ترکیب پر کہی ہین اور بہت اشعار و غزلین زبان مروجہ وقت اور بحر فارسی مین موزون کی ہین اور مکرنیان زبان بھاشا مین خاص اُنکی مخترعات سے ہین اسی طرح انمل اور ڈھکوسلے اور دوسخنے بھی کبھی کبھی کہا کرتے تھے کہ وہ بھی انہی کی ایجاد ہین چنانچہ کچھ اشعار اُس قسم کی غزلون کے اور تھوڑی سی مکرنیان وغیرہ بطور مثال کے لکھی جاتی ہین تا کہ ناظرین کو اُس وقت کی شاعری کا ڈھنگ معلوم ہو۔

اشعار غزل

شبان ہجران دراز چون زلف و روز وصلش چو عمر کوتاہ	سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری رتیان
یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکین	کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیان
بحق روز وصال محشر کہ داد ما را فریب خسرو	لبھائے راکھون توسن اے ساجن جو کہنے پاؤن دیون تمیان

مکرنی

اونچی اٹاری پلنگ بچھایا	مین سوئی میرے سر پر آیا
کھل گئین انکھیان بھئی انند	سکھی کوئی ساجن نا سکھی چند

ایضاً

ایک سجن مورا من للچاوے	گھر چومے اور بات بناوے
ہونٹن لاگ بسمی رس کھینچا	سکھی کوئی ساجن نا سکھی ونیچا

ایضاً

سگری رین چھتین پر راکھا	رنگ رس سب واکا چاکھا
بھور بھئی تب دیا ڈار	سکھی کوئی ساجن نا سکھی ہار

ایضاً

مکھ مورا چومت دن رات	ہونٹن لاگت کہت نہ بات
جاسے میری جگ مین پت	سکھی کوئی ساجن نا سکھی نت

ایضاً

اُس بن مجکو چین نہ آوے	وہ میری تس آن بجھاوے

ہے وہ سب گن بارہ بانی — سکھی کوئی ساجن نا سکھی پانی

اٹکل

کھیر پکائی جتن سے - چرخہ دیا جلا - آیا کتا کھا گیا - تو بیٹھی ڈھول بجا - لا پانی لا -

ڈھکوسلا

بھادون کی پکی پہیلی - چوچوپڑی کپاس - بی مہترانی دال پکاؤ گی - یا ننگا ہی سو رہون -

بنولی کی پہیلی

زور سے ایک تریا اتری اُسنے بہت رجھایا — باپ کا اُسکے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا

آدھا نام پتا پر پیارا بوجھ پہیلی موری — امیر خسرو یون کہین اپنے نام بنولی

ناخن کی پہیلی

بیسیون کا سر کاٹ لایا — نا مارا نا خون کیا

لال کی پہیلی

اندھا گونگا بہرا بولے گونگا آپ کہائے — دیکھ سفیدی ہوت انگارا گونگے سے بھڑ جائے

بالس کا مندروا کا یا سا باشے کا وہ کھا جا — سنگ ملے تو سر پر راکھین واکو راوراجا

سی سی کر کے نام بتایا - تا مین بیٹھا ایک — اُلٹا سیدھا ہر پھر دیکھو وہی ایک کا ایک

بھید پہیلی مین کہے تو سن لے میرے لال — عربی فارسی ہندی تینون کرو خیال

خالق باری بھی اُنھی کی مخلوقات فکر سے ہے اس مین فارسی کی بحرون نے اول اثر کیا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت کون کون سے الفاظ مستعمل تھے جواب متروک ہین۔

ولہ

اورون کی جو پہری باجے چتّو کی آٹھ پہری — باہر کا کوئی آئے ناہین آئین سب شہری

صاف صاف کر آگے راکھے جس مین ناہین توسل — اورون کے جہان بینگ سماوے چتّو کے موسل

ایسے ہی اور شعرائے وقت نے غزل سرائی کی ہے چنانچہ حامد کوئی شخص ہوا ہے اُسکا زمانہ معلوم نہین کہتے ہین کہ حامد باری اسی کی تصنیف ہے اسکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی پنجابی ہے یہ اُسکا کلام ہے۔ ؎

عزم سفر چون کردی ساجن نینو نیند نہ آئے جی — قدر وصالت نا دانستم تم بن برہ ستائے جی

میر غلام حسن دہلوی نے تذکرۂ شعرا مین لکھا ہے کہ جہانگیر کے عہد مین ایک شخص تھا جو خاکی تخلص

کرتا تھا اُس کا یہ شعر ہے ؎

ٹھانی ہے اپنے من مین اب تو یہی سرِ جن	تجھ پیم کی گلی مین خاکی کو خاک ہونا ہے

مؤلف مخمخانہ جاوید لکھتے ہین کہ ایک پرانی بیاض مین جو اسوقت میرے پاس موجود ہے منشی پیارے لال شوقی تخلص کی ایک غزل مندرج ہے جو عہد جہانگیر مین فارسی شاعر تھا اور اُردو بھی کہنے لگا تھا مین اُسکے چند شعر یہان لکھتا ہون ؎

جن پیم رس چاکھا نہیں امرت پیا تو کیا ہوا	جن عشق مین مرنا دیا جگ جیا تو کیا ہوا
تعویذ اور طومار مین ساری عمر ضائع کیتی	سیکھے اگر چلے گھنے ملا ہوا تو کیا ہوا
جوگی و جنگم سیورا رنگ لال کپڑے پہر کے	واقف نہین اس حال سین کپڑا رنگا تو کیا ہوا
جیو مین نہین پی کا درد بیٹھا شائخ ہوے گر	من کا رہٹ پھرتا نہین سمرن کیا تو کیا ہوا
جب عشق کے دریاے مین ہوتا نہین غرقاب تن	گنگا بنارس دوارکا بنگھٹ پھرا تو کیا ہوا
مارگ لبی سب چھوڑ کر دل تن سے تین خلوت پکڑ	شوقی پیارے لال بن سب سین ملا تو کیا ہوا

پھر رفتہ رفتہ دکن مین بھی شاعری شروع ہوئی اور وہان کے دکنی الفاظ ریختہ کی زبان مین ملتے گئے اور سبب اسکا یہ ہوا کہ محمد شاہ بن تغلق نے اپنے عہد مین ایک مرتبہ تمام اہل دہلی کو نکال کر دولت آباد دکن مین بھیجدیا تھا اس نقل و حرکت کے سبب سے دکنی الفاظ ریختہ مین بہت مل گئے دوسرا سبب یہ تھا کہ جو لوگ سلاطین اور امراکے ہمرکاب دکن کو جاتے تھے اشعار شعراے دکن کے لاتے تھے اور دکن کے شعرا یہ ہین۔ احسن۔ اشرف۔ جعفر۔ خوشنودی۔ عزیز اللہ۔ احمد۔ فضلی۔ لطفی۔ ہاتفی۔ ہاشم۔ سعدی وغیرہ یہان پر تھوڑا سا کلام بھی بعض شعراے دکن کا درج کیا جاتا ہے۔

سعدی

قضقہ چو دیدم بر رخت گفتم کہ یہ کیا دیدیت ہے	گفتا کہ در ہو باورے اس شہر کی یہ ریت ہے
ہمنا تمن کو دل دیا تم دل لیا اور دُکھ دیا	تم یہ کیا ہم وہ کیا یہ بھی جگت کی ریت ہے
سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ	در ریختہ در ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

احمد

گر بیضۂ زاغے کسے در زیر سیمرغے نہد	از اصل خود ناید برون آخر گلیلا ہوے ہے
گر طفلکے بازی گرے خوانندہ و عالم شود	اصلیکہ دارد کے رود آخر زنبولا ہوسے ہے
گر بچۂ شیرے کسے با شیر رد بہ پرورد	ہمروے کہ دارد کے رود آخر بگیلا ہوے ہے

ولہ

بھون دو دین کی چھگلان جبوری ساتھ رے توشہ
کمر ہمت کی باندھی اور بپت کی باٹ پر نکلے

خوشنودی

سب رین جاگے سیج پر تو بھی سجن آیا نہین
چپ چپ کے دیکھی باٹ مین درشن کو دکھلایا نہین

فضلی

مکھون ہون نیم جان جانان تصدق تجھ پہ کرنے کو
کیا سب تن کو مین درپن اجھون درشن نپائے ہون

ہاشم

دکھن اور ہند کے دلبر ہمن سے بے حجاب اچھے
کر گھڑے چاند سے پر جن کے خط کے بیچ تاب اچھے

احسن

جب تے سفر پی نے کیا تب تے غریب آوارہ ہون
یا بیگ پی آیا کرین یا مجکو لے بلوائے کر

جعفر

غزان سے دیکھو شوخ نے مجھے مار کر چلے
مجروح تسپہ راہ منی تھار کر چلے

اشرف

پیا من میرے تئین براگ بھایا ہی جو ہونی ہو سو ہو جا
بھبوت اب جوگیون کا رنگ لایا ہی جو ہونی ہو سو ہو جا

عزیز اللہ

مجھ نیم جان مین کیا سکت بولون جو دلیان کی صفت
عاجز عزیز اللہ آہ پر دکھن کے سب پیران مدد

لطفی

مین عشق کی گلی مین گھائل پڑا تھا تسپر
جو بن کا ماتا آکر مجھکو کھندل گیا ہے

ہاتفی

تیری انکھان و زلف سے کافر ہوا سارا جہان
اسلام اور تقوے کہان زہد اور مسلمانی کدھر

اُس عہد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مصری کو دودھ مین گھولے تو اول اُسکی ڈلیان جُدی ہین اور پینے والے کو کبھی پھیکے دودھ کا گھونٹ اور کبھی کچھ میٹھا اور کبھی ساری مصری مُنھ مین آجاتی ہے مگر آخر کو گھل کر دونون ایک ہوجاتے ہین جب سنہ ۱۰۵۸ ہجری مین نسل تیموریہ کے پانچوین تاجدار ہند شاہجہان نے نیا شہر شاہجہان آباد آباد کیا اور قلعہ محلے اور جامع مسجد اور شہر پناہ کو تعمیر کرایا اور نواب علی مردان خان نہر لایا اور بادشاہ نے جشن فرمایا اور شہر کو دارالخلافت قرار دیا تب اطراف ہر جانب سے اہل کمال اور صاحب ہنر

قدردانی و فیض رسانی اس صاحب قرآن ثانی کی سنکر حضور مین جمع ہوے اور ہر ملک کے لوگون کا مجمع ہوا رفتہ رفتہ پرانی بولی متروک ہونے لگی اور محاورہ صاف ہوتا چلا مختلف ملکون کے آدمی باہم جمع ہوے سودا سلف لین دین نشست برخاست سوال وجواب مین ایک دوسرے سے گفتگو ضرور پڑی چونکہ اصلی زبان ہر ایک کی جدا تھی اس لیے ضرورت ہوئی کہ کچھ الفاظ دوسری زبان کے ملا کر مخاطب کو سمجھائین اسی طرح یہان کے اصلی باشندونکو بھی واجب ہوا کہ اپنے کلام مین کچھ الفاظ و محاورات اہل فارس کے ملا کر مطلب کو انکے ذہن نشین کرین چند روز کے بعد ایک نئی زبان جسکو اب اُردو کہتے ہین ہوگئی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ترکی مین اُردو بازار لشکر کو کہتے ہین اور یہ زبان اُردوے شاہی سے نکلی ہے پس کثرت استعمال سے خود زبان کو بھی اُردو کہنے لگے اور اُردو زمرۂ شہر دہلی کا نام ہوگیا۔

یہ صرف شاہجہان کا اقبال ہے کہ یہ زبان اُسکے اُردو کی طرف منسوب ہوگئی ورنہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوا ہوگا کہ بنا اُسکی اُسی زمانے مین پڑگئی تھی جبکہ مسلمانون کا قدم پہلے پہل ہندوستان مین آیا شاہجہان کے عہد سے تو صرف زبان اُردو کے ایک تمائز صورت اختیار کرنے کی بنیاد قائم ہوئی تھی اُس عہد سے ابتک اس زبان مین تبدیلی جاری ہے۔ پیشتر جو لوگ اُردو دان ہوتے تھے نہ تو وہ شاعر ہوتے تھے نہ بسبب عدم رواج کے اُردو مین شعر کہتے تھے اور نہ کسی دوسری علمی اہم ضرورتون مین اس گھریلو زبان سے کچھ کام لیتے تھے کیونکہ اسکی انشا پردازی فخر نہ سمجھتے تھے پس علمی کتابی او دربار کی زبان تو فارسی تھی اور معاملات مین عوام کے ساتھ اُردو بولنی پڑتی تھی اور جو لوگ شاعر تھے وہ بسبب اہل فارس ہونیکے اُردو سے ناواقف ہوتے تھے اس سبب سے شعر فارسی کہتے رہے اور اگر فکر بھی کی تو اُسوقت کی ٹوٹی پھوٹی بولی اُنسے پوری پوری خوبی کے ساتھ ادا نہوسکی چنانچہ میرزا معز فطرت کہ بڑا عالم ایران کا تھا اور شاعر کامل عہد عالمگیر مین ہوا ہے اور مدت تک ہندوستان مین رہا ہے اُس نے زبان اُردو مین یہ شعر کہا۔ ؎

از زلف سیاہ تو بدل دوم پری ہے		در گلشن آئینہ گتا جوم پری ہے ۞

ایسے ہی قزلباش خان اُمید نے کہ بڑا صاحب کمالات تھا اور اہل ہند سے اُسکی خوب صحبت رہی ہے اور علم موسیقی مین بھی مہارت تھی اُردو مین یہ مطلع لکھا ہے۔ ؎

بامن کی بتی ایک مری آنک سون پری		گالی دیا و غصہ کیا اور دگر لری ۞

آخر عہد عالمگیر سے شعرا اس زبان مین شعر کہنے لگے چنانچہ مرزا عبد القادر بیدل جو شاعر کامل اور فقر و تصوف مین بے مثال تھے اور سنہ گیارہ سو تینتیس ۳۳ ہجری مین انتقال کیا کہتے ہین۔ ؎

مت پوچھ دل کی باتین وہ دل کہان ہے ہم مین		اِس تخم بے نشان کا حاصل کہان ہے ہم مین
جب دل کے آستانِ پر عشق آنکر پکارا		پردے سے یار بولا بیدل کہان ہے ہم مین

مرزا عبدالغنی بیگ **قبول** کہتے ہین۔

دل یون خیال زلف مین پھرتا ہے نعرہ زن | تاریک شب مین جیسے کوئی پاسبان پھرے

مگر ایک عرصے تک شاعری اُردو نے بہت سا رواج نپایا اور نہ کوئی نثر زبان اُردو مین تصنیف ہوئی محمد شاہ کے عہد سے پہلی کوئی تصنیف نثر اُردو کی دیکھنے مین نہین آئی محمد شاہ کے عہد مین ۱۱۴۵ ہجری مین ایک شخص نے کتاب وہ مجلس اُردو مین لکھی ہے جس مین وہ خود کہتا ہے "لہذا کوئی اس صنعت کا نہین ہوا مخترع اور تا ایندم ترجمہ فارسی بعبارت ہندی نثر نہین ہوا مستمع پس اس اندلیشہ عمیق مین غوطہ کھایا اور بیابان تامل و تدبر مین سرگشتہ ہوا" یہ عبارت اوپر کے بیان کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے اُسوقت کی زبان کتابی بھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر بعض بعض تصانیف اُردو مین ہونے لگین اور شاعری کا چرچا بھی زیادہ ہوگیا یہانتک کہ سرحلقۂ شعراے ریختہ بسم اللہ دیوان شاعری عنوان رسالۂ سخنوری حاجی **ولی** متخلص بہ **ولی** نے دہلی مین آکر اس فن کو رونق بخشی اور ہندوستان مین تخم شاعری کا بویا اسے نظم اُردو مین وہی رتبہ حاصل ہے جو انگریزی نظم مین چاسر کو اور فارسی مین رودکی کو اور عربی مین مہلہل کو یہ شخص احمد آباد گجرات کا رہنے والا عالمگیر کے عہد مین پیدا ہو محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کے وقت مین دہلی مین آیا اور آخر عمر اپنی یہین گذاری اور اُردو شاعری کو پھیلایا اور فارسی کے طور پر دیوان کو مرتب کیا اگرچہ اس سے پہلے اور اُسکے عہد مین اس زبان مین حکیم یار علی **شفا** اور **غازی** اور **غواص** اور شاہ **تجلی** اور **سراج** اور **جولان** اور **طالب** وغیرہ اکثر شعرا نے فارسی بحرون مین اُردو کے اشعار کہے ہین لیکن کوئی شاعر اُسوقت تک زبان ریختہ مین اُسکے رتبے کو نہین پہونچا ہرچند کلام اُس کا بہ نسبت کلام زمانہ حال کے ایسا ہے جیسے ہندوستانی گزی بمقابلے انگریزی ململ کے لیکن وہ اپنی طبع خداداد کی مدد سے نظم اُردو کا دیوان جمع کر کے پچھلون کو اس امر کا شوق دلا گیا اور اردو شاعری کو فارسی شاعری کے ڈھنگ پر لانے کے لیے رہنما ہوگیا گو اُسکے نقش قدم آنے والے ہجوم خلائق کے پیرون نے مٹا کر رکھدیے مگر نہین اُسنے اپنا نقش قدم نظم اُردو کی تواریخ کے صفحون پر ایسا جما دیا ہے کہ قیامت تک حق اُستادی اُسکا کسیطرح باطل نہین ہو سکتا اُسکے کلام مین اکثر مضمون مناسب بھی ہین اور فصاحت بھی بہ نسبت دوسرے شعرائے معاصر کے زیادہ ہے اور مذاق بھی اچھا ہے یہانپر بطور نمونہ کچھ اُسکے اشعار لکھے جاتے ہین۔

طاقت نہین کسی کو کہ اک حرف سن سکے | احوال گر کہون مین دل بے قرار کا
آئے گولی ہماری طرف تیغ ناز سے | اُس شوخ کو خیال اگر ہے شکار کا
خط کے آنے نے خبردار کینا گرد کو | نشۂ ہوش ہے اس بادۂ ریحانی مین
سن ولی رہنے کو دنیا مین مقام عاشق | کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

تجھ لب کی صفت لعل بدخشان سے کہونگا ۔ جادو ہین تری نین غزالان سے کہون گا
مین جب سے دکھا خواب ہی ای مایۂ خوبی ۔ اس خواب کو مین یوسف کنعان سے کہون گا
تعریف ترے قد کی الف وار اسے ساجن ۔ جا سرو گلستان کو خوش الحان سے کہون گا
بے وفائی نہ کر خدا سون ڈر ۔ جگ ہنسائی نہ کر خدا سون ڈر
آرسی دیکھ کر نہ ہو مغرور ۔ خود نمائی نہ کر خدا سون ڈر
یہ تل تجھ مکھ کے کعبے مین مجھے اسود حجر دستا ۔ زنخدان مین ترے مجھ چاہ زمزم کا اثر دستا

چونکہ اسوقت تک زبان ریختہ شستہ اور صاف نہین ہونے پائی تھی بندش کی چستی ترکیب کی درستی لفظون کا دروبست کم تھا اور نہ خیالات مین آجکل کی سی نزاکت تھی اور نہ تشبیہ واستعارہ تھا اور نہ فارسی محاورون کا زور حاصل تھا اسلیے بہت سے الفاظ بھاشا اور گجراتی وغیرہ کے ایسے تھے کہ اب سُننے مین بھی نہین آتے اور محاورات مین بھی فرق تھا مثلاً سون اور سین اور سیتی بجاے سے اور کون بجاے کو اور ہمن کو بجاے ہم کو اور جگ منے بجاے دنیا مین اور برمنے بجاے برمین میان آبرو کا قول ہے مصرع سنے جامہ نہ تھا اک جھول تھی ؂ اور تجھ لب کی صفت بجاے تیرے لب کی صفت اور نمن بجاے طرح یا صفت اور بچن بجاے کلام اور نت بجاے ہمیشہ اور مکھ بجاے مُنھ اور بہیتر بجاے اندر اور مجھ دل بجاے میرے دل اور موہن۔ سریجن۔ پی۔ پتیم بجاے معشوق اور انجھوان آنسوؤنکی جمع کے لیے اور بھوان پلکان بھوون پلکونکی جگہ اور نین آنکھونکی جگہ اور مرا بجاے میرا اور یوہ بجاے یہ اسی طرح دراور براور راز وغیرہ اکثر بلکہ بالکل حروف روابط موجود تھے جسطرح مردون مین وکی دکنی اُردو زبان مین سب سے پہلے صاحب دیوان ہوا ہے اسیطرح تذکرہ حکیم قاسم سے ثابت ہوا کہ عورتون مین سب سے پہلے مہ لقا نام چندا تخلص ایک حیدر آبادی عورت بازاری شاگرد شیر محمد خان متخلص بہ ایمانے اُردو زبان کا دیوان فراہم کیا مزید بران یہ کہ ولی دکنی عالمگیر اول کے وقت مین موجود تھا تو چندا رنڈی دکنی نے عالمگیر ثانی کے عہد مین یہ فخر پایا کہ عورات مین سب سے پہلے صاحب دیوان کہلائی یعنی پاس ہی مین جسکا چرچا عالمگیر ہوا وہ عالمگیرہی کے زمانے مین دکن مین پیدا ہوا۔ اختر تابان سے ظاہر ہوا کہ چندا اسکا نام اور مہ لقا تخلص تھا اور طبقات الشعرا سے دریافت ہوا کہ ۱۲۰۹ھ مین اس شاعرہ نے اپنا دیوان کسی محرکاہ مین ایک عالیشان انگریز کو نذر دیا تھا جو سرکار کمپنی کے کتب خانۂ موجودہ شہر لندن مین رکھا گیا اسکے کلام سے صرف یہی ایک شعر اکثر تذکرون مین دیکھا گیا۔ ؂

اخلاق سے تو اپنے واقف جہان ہے گا ۔ پر آپ کو غلط کچھ ابتک گمان ہے گا

مگر یہ ثابت نہین کہ زبان اُردو مین پہلے پہل کس عورت نے شعر کہا کیونکہ بعض لوگون نے لکھا ہی کہ نورجہان زوجۂ جہانگیر شہنشاہ ہندوستان نے اُردو شعر کہا بلکہ یہ شعر اُسکی طرف منسوب کرتے ہین۔ ؂

کل تم جو یہ کہتے تھے شمشیر ہے اور مین ہون — یہ طشت ہے یہ سر ہے تقصیر ہے اور مین ہون

چمن مین ہے جو یہ ننھی سی بوٹی — نگہ کے بوجھ سے جاتی ہے ٹوٹی

ظاہر مین مرے حال کو سرسبز نہ جانو — پوشیدہ جگر رکھتی ہون مانند حنا کے

مگر یہ قول پایۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ نورجہان ایاز تاتاری کی بیٹی قندھار کے جنگل مین پیدا ہوئی اپنے والدین کے ہمراہ اکبر اعظم کے زمانے مین وارد ہند ہو کر شیر افگن خان ترکمان سے بیاہی گئی جو اُسکو اپنی جاگیر اضلاع پورب مین لیگیا اور جہانگیر نے تخت نشین ہو کر سنہ جلوسی چہارم یا سات مین شیر مذکور کو روباہ گری سے مروا کر اُسے اپنے محل مین داخل کیا پس اُسکی زبان کس طرح اُردو ہو سکتی ہے کیونکہ گو خلجیون کے زمانے مین حضرت امیر خسرو دہلوی نے کچھ کچھ چھیڑ چھاڑ ہندی بولی مین شروع کی تھی اور اشعار اُردو کی اکثر صنعت کے موجد ہوے تھے اور اس سے بعد بھی بعض بعض نے اُردو کی شعر گوئی پر مبادرت کی مگر اسکو اکثر نے تسلیم کیا ہے کہ زبان اُردو نے ایک تمام صورت شاہجہان کے وقت سے اختیار کی ہے بلکہ شعر گوئی تو اُسکے زمانے مین بھی بخوبی نہوئی تھی پھر نورجہان کیونکر اُردو کے شعر کہتی شاید ایسا ہو کہ اُس شاعرہ فاضلہ نے وہ مضامین فارسی مین لکھے ہون اور متاخرین نے اپنی زبان مین ترجمہ کر لیے ہون البتہ اس قدر ثابت ہے کہ مردون کے ساتھ ہی ساتھ عورتون کی شعر گوئی بھی شروع ہوئی ہے۔

پھر روز بروز اُردو کی شاعری ترقی پاگئی اور بہت سے اساتذہ فارسی گو نے بھی اس مین طبع آزمائی کی اور باعث فصاحت و بلاغت و موجب شستگی الفاظ اور درستی زبان ہوے چنانچہ **حشمت** تخلص میر محتشم **علی خان** کہ اُستاد فارسی گو ہین اور میر افضل ثابت اور شیخ عبد الرضا متین سے انکی صحبت اور مطارحات رہے ہین اور شاعر بامذاق ہین سخن در خوش بیان مضامین عاشقانہ باندھنے مین طاق ہین اور سنہ ۱۱۶۳ ہجری مین حیات ابدی کا شربت نوش کر کے زندگی جاوید پائی ہے کہتے ہین۔ س

گور کے سوتے دوانون کو جگاتی ہے بہار — شور ہے غل ہے قیامت مست آتی ہے بہار

میر **شمس الدین فقیر** دہلوی کہ علم عروض و قافیہ و معانی و بیان و بدیع مین ید طولےٰ رکھتے تھے اور سنہ ۱۱۸۱ ہجری مین دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی ہے کہتے ہین۔ س

خال اُسکی بیاض گردن کا — نقطۂ انتخاب ہے گویا

ہے غرض دید سے یان کام تکلف سے نہین — خواہ ادھر بیٹھ گئے خواہ اُدھر بیٹھ گئے

کم ہے آواز ترے کوچے کے باشندون کی — نالہ کرنے سے مگر اُنکے گلے بیٹھ گئے

سراج الدین علی خان آرزو جو زبان فارسی کے اُستاد تھے بڑے ذی استعداد تھے اور جنکے دامن تربیت سے ایسے ایسے باکمال شعراے ریختہ پرورش پاکر اُٹھے جو زبان اُردو کی اصلاح دینے والے کہلائے اور

جس شاعری کی بنیاد جگت اور ذو معنی لفظوں پر تھی اُسے کھینچکر فارسی کی طرز اور ادائے مطالب پر لے آئے یعنے مرزا جان جانان مظہر مرزا رفیع سودا میر تقی میر خواجہ میر درد وغیرہ اور سنہ ۱۱۶۹ہ ہجری مین رحلت کی ہے کہتے مین ؎

اُس تند خو صنم سے ملنے لگا ہون جب سے
ہر کوئی مانتا ہے میری دلاوری کو

جان تجھ پر کچھ اعتماد نہین
زندگانی کا کیا بھروسا ہے

بتخانے بیچ جا کر شیشے تمام توڑے
زاہد نے آج اپنے دل کے پھپولے پھوڑے

آتا ہے صبح اُٹھ کر تیری برابری کو
کیا دن لگے ہین دیکھو خورشید خاوری کو

بدھ سنگھ نام قلندر تخلص انہی کا ہمعصر یون نغمہ سرائی کرتا ہے۔

جی کو سر زندگی نہین ہے
کیا جی سے کرین کہ جی نہین ہے

تھمتے ہی تھمے گا اشک ناصح
رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہین ہے

نظام الدین احمد بلگرامی۔ صانع تخلص جنھون نے شیخ علی حزین اور والہ داغستانی کی صحبت سے فیض اُٹھایا ہے اور اقسام شعر کی ہر زمین مین رنگ طبیعت دکھایا ہے کہتے ہین۔

صنم کی اُس محبت پر دیا تھا جان و دل صانع
نہ تھا معلوم ہو جائے گا یون نامہربان اپنا

حسان الہند مولانا سید غلام علی آزاد بلگرامی نے بھی زبان اُردو مین طبع آزمائی کی ہے یہ شخص وہ ہے جسنے علمائے ہندوستان مین سب سے پہلے دیوان عربی اشعار کا مرتب کیا ہے اور سنہ ۱۱۶۶ہ ہجری مین سب سے پہلے اول ہندوستان کے اُن عالمون اور ادیبون کا تذکرہ جو تصانیف سے باقیات صالحات رکھتے ہین کتاب سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان کی دوسری فصل مین لکھا ہے۔

کیا دھوان دھار اس مسی سے اُسکی ہے تحریر لب
دل جلون کا ہے یہ دود آہ دامن گیر لب

جسکی خوگر ہے سیاہی ہوا اُسکے لب کو مین
گر لب عیسیٰ سے دون تشبیہ تو ہی تحقیر لب

دانہ خال لب سے اُسنے دام مین باتو لکے آہ
کل دکھا کر مرغ دل میرا کیا تسخیر لب

تیری تحریر مسی نے قتل اک عالم کیا
ہے بجا اُس کو میان کیجیے اگر شمشیر لب

اُنھون نے ایک قصہ دلچسپ نثر اُردو مین بھی لکھا ہے جو بکٹ نامے کے نام سے مشہور ہے۔ انکے سوا دوسرے شعرائے ریختہ گو مثل نجم الدین آبرو معروف بہ شاہ مبارک اور حسن خان شوق اور شیخ شرف الدین مضمون اور مصطفےٰ خان یکرنگ اور شرف الدین علی خان پیام اور شیخ ظہور الدین شاہ حاتم اور شاہ غلام محمد خان غلامی اور میر سجاد اور میر محمد شاکر ناجی اور شیخ احسن اللہ احسن وغیرہ نے اس زبان کو تھوڑا سا صاف کیا ان سب مین فصیح تر ظہور الدین شاہ حاتم تھا اُسنے اوائل مین جو غزلین اور قصائد

اور رباعیات و مثنوی وغیرہ لکھیں وہ شاہ مبارک آبرو اور ناجی کی طرز پر ہیں اور اکثر زبان قدیم کا استعمال ہے
لیکن آخر عمر مین بہت سی باتین غیر مانوس چھوڑ دین چنانچہ اپنے کلیات سے ایک چھوٹا سا دیوان خود انتخاب کر کے
اسکا نام دیوان زادہ رکھا جس مین پانچ ہزار سے زیادہ ابیات ہین دیوان زادہ کے دیباچے مین لکھتا ہے کہ مین
نے بہت سے محاورات و الفاظ قدیم جیسے دو بروا زدیسی بجاے تسبیح وصحی بجاے صحیح و بگانہ بجاے بیگانہ و
دوانہ بجاے دیوانہ و نین و جگ و نت و مرا بجاے میرا اور ستی بجاے سے اور اودھر بجاے اُدھر اور کیدھر بجاے کدھر
اور پہ بجاے پر اور ریان اور روان بجاے یہان اور وہان کو ترک کر دیا اور رائے مہملہ کا قافیہ راے ہندی کے ساتھ
مثل گھوڑا و بورا و ہڑ و سر بھی موقوف کر دیا اسلیے شاہ حاتم کا کلام بہ نسبت دیگر شعراے سابق کے صاف ہے اور
اسنے صنعت ایہام وغیرہ کا بھی بہت کم استعمال کیا ہے مگر پھر بھی ایہام کا طریقہ بہت جاری رہا بلکہ اس کے
بعض ہمعصرون نے اس صنعت کو اپنا شیوہ اختیار کر لیا تھا چنانچہ ناجی دہلوی بھی اُنھی مین سے ہے اور یہ
طوفان قباحت زیادہ تر اکبرآبادی شاعرون کا حصہ ہے چنانچہ شاہ مبارک آبرو اور اُنکے ہمعصر شرف الدین مضمون
کو اسکا بہت خیال تھا اور میر سجاد ایہام گو اکبرآبادی بھی اپنے اُستاد آبرو کے شیوے کا تبع ہے چنانچہ سید انشا
کہتے ہین۔ ؎

تجھ سا چنگا ترے اس نمک کا	نہ لیتا جو مکا تو تھا بن کمک کا
یہ ہے میر سجاد کا طور انشا	دوانہ ہون مین تو غرض اس چمک کا

ایک بڑا نامی شاعر اُس عہد کا کہتا ہے۔ ؎

پوست کھینچے اُن رقیبون کا خدا	جن مرے لاے کو نافرمان کیا
کافر بچہ لب شکری دودھ ملائی	ٹک آن گلے لاگ تجھے رام دہائی
سونا پڑا تھا کیاری نازک بدن اکیلا	دل آم ہو کے ٹپکا جامن اسے اُٹھا لا
کیون نہ ہم سے ہو وہ سجن باغی	قد ہو جس کا نہال کی مانند

غور کیا گیا تو اُسکی وجہ یہ دریافت ہوئی کہ زبان اُردو کا ماخذ زبان عربی و فارسی و ہندی ہے اور ان
تینون زبانون مین اس قسم کی صنعتون کو نہایت حُسن و خوبی سمجھتے ہین۔ شعر عربی کی مثال۔

اَصَحَّ واقوے ماسمعناہ فے النَّدے	من الخبر الماثور مُنذ قدیم
احادیثُ یرویہا السُّیولُ عن الحیا	عن البحر عن کفّ الامیر تمیم

اِن اشعار مین شاعر ممدوح کے جود و سخا کی تعریف بیان کرتا ہے اور صنعت مراعات النظیر مین کہتا ہے کہ صحیح
ترین اور قوی ترین اخبار ماثورہ سے جو سُنے ہین جود و بخشش کے بارے مین وہ خبرین ہین کہ سیل نے زبان باران

اور باران نے دریا سے اور دریا نے ممدوح کے ہاتھ سے سُنی ہین اور معنعن چلی آتی ہین پس یہ بات ثابت ہوئی کہ مآخذ اخبار مجموعہ جود وسخا کا ممدوح ہے اور رتبے مین بحر وسیل وابر سے بڑھ گیا ہے۔ فارسی کی مثال۔

مولوی جامی

مرا فراق تو روزے ہزار بار کشد — فراق چون تو گلے این چنین ہزار کشد
خنجر عشق خون من ریخت بخاک پائے تو — رائے تو بود کشتنم کشتہ شدم برائے تو

انوری

ساقیا خیز کہ گل رشک رُخ حورا شد — بوستان جنت وے کوثر طوبے است چنار

سلمان ساوُجی

جانزاغ کمان گرد عقاب تیر او پران — شود بوم وجود شوم دشمن جفت با عنقا

علی ہذا القیاس ہندی وسنسکرت کی کتابین استعارات وکنایات سے بھری ہوئی ہین ہماری شاعری مین چونکہ فقط احتمالی اور وہمی مضامین ہوتے ہین اس باعث سے جو تاریخ کی کتابین نظم مین ہین وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہین اور ایک راست مطلب کو صاف صاف ادا کرنا ہمارے شاعرون کو نہایت مشکل ہوجاتا ہے اور عبارت سے مطلب اصلی مفہوم نہین ہوتا اس امر کی شکایت مین مرزا رفیع السودا نے کیا مزے کا ایک مخمس لکھا ہے۔

کامل فن سخن کہتے ہین اُس کو اکمل — پرورش لفظ کی منظور ہو جس کو اول
بیدہ یان تک کہ عبارت ہی کو کردین مہمل — اعتقاد اُن کا ہے یون وہ جو کوئی ہین اجہل
مو نہ ہو پرورش شانہ مین تو ہو موسل

شعر مربوط برا دیہ کرتے نہ ڈرین — اپنے دیوان مین اُس شعر کو پڑھ پڑھکے مرین
نقطہ بے ربط تلازم کے لیے جس مین بھرین — چشم کو آہوے بن شاخ یہ نسبت نہ کرین
ابرو کو تیغ سے تشبیہ نہ دین بے صیقل

ریش بابا جو سُنی ہے کوئی قسم انگور — شانہ ووسمہ بن اُسکا وہ نہ لادین مذکور
ربط الفاظ کو معنی سے نہ دین تا مقدور — لف ونشر اُن کو مرتب جو ہو کرنا منظور
رام پور کی یہ کٹاری لکھین اور سیتا پھل

یان تلک باک نہین مار کے گر ساتھ ہو شہر — زلف کے واسطے بندھ جائے کہین سانپ کی لہر
چشم کے وصف مین گو ہووے تو جو گردش دہر — نہ تلاش انکے سخن کا سا کہ جس مین یہ قہر
باندھین لب کو جو یہ اخگر تو دہن کو منقل

ایک قصیدے مین بھی اسی بات کی شکایت کی ہے۔

استاد کی ان کے ہے انھون کو یہ نصیحت ‏— لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر
اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ ؎ ‏— بے پنجۂ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر
جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو ‏— باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر
تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن ‏— بولو نگہ یار کو یارو نہ کبھو تیر
چہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ ‏— تا زلفون کو باندھو نہ کسو شکل سے گلگیر
مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو ‏— لکھو الف و لام کے سیپارے کی تفسیر
ملحوظ فقرا ین رکھو ہر آن نظر مین ‏— مرجع ہو مونث تو ضمیر اسکی ہو تذکیر

آغا حسن **امانت** اور منشی اسمٰعیل حسین **منیر** کہ بڑے ذی استعداد تھے وہ بھی رعایت لفظی مین صاحب ایجاد تھے غرض یہ قباحت اسقدر شائع ہوئی کہ آج اگر کوئی چاہے تو اصلاح اسکی ممکن نہین بہرحال لفظ معنوی خلاف محاورہ نہ لانا چاہیے کیونکہ جب تصنع اور بطلان اصل مطلب کا سامع کے دل پر ثابت ہوگا تو اسکی طبع پر ایسے جھوٹ اور خیالی باتون کا کچھ اثر نہوگا اور اسکے دلچسپ ہونیکا تو کیا ذکر زیادہ تر مایۂ رمیدگی اور باعث استہزا ہوگا اور جو معاملہ بندی و بیان واقعی اور راست مقالی ہو تو اس صورت مین اس کا فائدہ نکلے گا اور تاثیر و توجہ اور شغف خاطر سامع ضرور ظاہر ہوگا ایسے ہی نثر کی جو کتابین مشتمل قصص عجیبہ و حکایات غریبہ دروغ سے خالی و صحت سے مملو ہین بہت مفید ہین لیکن اس تقریر سے یہ غرض نہین کہ زبان کے کپڑے اتار کر ننگا کر دین استعارہ و تشبیہ کا نام نہ لین نہین بلکہ ایسے کپڑے پہنانا چاہیے جو لطافت و نازک خیالی کے رنگ مین رنگے ہوے ہون اور اسکے اصلی حسن کو روشن کرین اور خوبی تمہید و رعایت مناسبت الفاظ و معانی پیدا ہو اور کوئی بات نکلتی ہو۔

ولی کے بعد اکثر محاورات اور الفاظ جو نظم مین کھٹکتے تھے ترک ہو گئے اور سجن اور میان اور لور نخان اور لال بمعنی معشوق قائم رہے اور تنک بمعنی تھوڑا اور نپٹ بمعنی بہت اور ٹک بمعنی ذرا اور بروزن زحل اور تس اپر بمعنی اسپر اور ندس بجاے اس اور ادھر اور کیدھر اور جیدھر اور سون اور ستین اور سیتی بجاے سے وغیرہ الفاظ بھی مستعمل رہے۔ اسی زمانہ مین **انتظار** اور **داؤد**۔ اور اشرف علی خان **فغان** اور میر محمد علی **حشمت** اور میر فقیر اللہ **آزاد** اور **عبد السبحان** اور خلیفہ **محمد علی** مرثیہ گو شاگرد ناجی اور نجم الدین علی خان **سلام** بن شرف الدین علیخان **پیام** اور محمد شفیع **شفیع** اور **شیفتہ** اور **مزمل** اور جلال الدین **عاشق** اور **عشاق** اور محمد حسن لاہوری **فدوی** تخلص شاگرد شاہ مبارک آبرو اور میر نجف علی **نجف** اور مرزا مغل **ندرت** اور **بیتاب** اور شاہ شمس الدین **تاقب** شاگرد آبرو اور آفتاب راے **رسوا** اور میر محمد ناصر **سامان** اور **حزین** ریختہ گو اور سعادت علی **سعادت**۔

شعر کہتے رہے۔

جب خواجہ میر درد اور میر تقی میر اور مرزا رفیع سودا شاگرد شاہ حاتم اور میر سوز اور مرزا جان جانان۔ مظہر کا دور آیا تو انھون نے زبان اُردو کو بہت درست کیا اور اکثر الفاظ غیر مانوس و قبیح مثل پی و پیتم (بمعنے معشوق) و درشن (بمعنی دیدار) و پاتی (خط) اور رین (رات) اور سانجھ (شام) اور برہ (فراق) اور اگن (آگ) اور منے بفتح میم و نون مکسور و یاے مجہول (بمعنی مین) وغیرہ الفاظ ترک کر دیے تاہم لفظ ریت بمعنی رسم اور سجن بمعنی معشوق اور نت بمعنی ہمیشہ اور ٹک اور تسپر اور جیدھر اور کیدھر اور اودھر اور تنک اور اور بروزن کور بمعنی طرف اور دکھو بغیر یاے تحتانی بجاے دکھیو اور لگ بمعنی تک اور ستی اور سیتی بجاے سے اور یاران اور راتان اور بلبلان وغیرہ علامت جمع بالف و نون اور جیو (بمعنی جی) اور مجھ دل کی بجاے میرے دل کی اور تجھ رُخ کی صفت بجاے تیرے رُخ کی صفت اور مجھ ساتھ بجاے میرے ساتھ اور بچن بمعنی کلام یا باتین اور جان اور جیون بمعنی مثل اور نکسے بمعنی نکلے اور سون بمعنی قسم اور دوانہ بجاے دیوانہ اور لوہو بجاے لہو و بیچ بمعنی درمیان اور الفاظ جمع بے اضافت اور اکثر جگہ علامت فاعل کا نہ ظاہر کرنا جیسے مین دیکھا بجاے مین نے دیکھا وغیرہ استعمال ہی رہے سودا کہتے ہین ؎

گرہ کھلتی نہین ہی غنچون کی صبا اک دم مین کھولے ہے
نہ سلجھین تجھ سے اے آہ سحر مجھ دل کی گُلجھڑیان

ولہ

یا الٰہی مین کہون کس ستی اپنا احوال
زلفین خوبان کی مرے دل کی ہوئی ہین جنجال

اسی واسوخت مین ایک جگہ سیتی بزیادتی یاے تحتانی آیا ہے اور لفظ سیر حباب مؤنث بولا جاتا ہے سودا نے اُسکو مذکر باندھا ہے۔ ؎

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا
موسیٰ نہین جو سیر کرون کوہ طور کا

قلندر

ہمنے عالم کا سیر کر دیکھا
اُس پری رو سا کم بشر دیکھا

سوز

قضا را وہ قاتل ادھر آن نکلا
کہ لینے کو جس کے مرا جان نکلا

میر

اگرچہ جہان مین نے سب چھان مارا
و لے اُس کی نایابی نے جان مارا

ولہ

نہین نکسے ہے مرے دل کی اُبا ہے گاہے
اے فلک بہر خدا رخصت آہے گاہے

اور بھیچک بزیادتی یاے تحتانی بجاے بچک میر کے کلام مین آیا ہے اور انھون نے برخلاف جمہور خشکو مونث
موزون کیا ہے میر سوز کو (علامت مفعول) واو معروف سے استعمال کرتے تھے اور بعض شعرا کون باضافۂ نون غنہ
لکھتے تھے اور مرزا جان جانان مظہر بجاے کو تکون بولتے تھے چنانچہ جب میر انشاء اللہ خان انکی ملاقات کو گئے
اور بوقت ملاقات کے کہا "ہنوز حیات سے تا عنفوان اور عنفوان سے الی الآن اشتیاق مالا یطاق تقبیل عتبۂ عالیہ
بحدے تھا کہ سلک تحریر و تقریر مین منسلک ہو سکے الحمد للہ کہ اب باحسن وجوہ شاہد مراد جلوہ گر ہوا" تو مرزا صاحب نے
اسکے جواب مین فرمایا "اپنے تکون بھی بدو طفلی سے تمھین ایسے اشخاص کے ساتھ موانست و مجالست رہی ہے"
اور لفظ دسا بمعنی دیکھا گیا خواجہ محمد میر اثر تخلص چھوٹے بھائی اور سجادہ نشین خواجہ میر درد کی مثنوی
مین آیا یہ مثنوی نری محاورات مین تصنیف فرمائی ہے کوئی مثنوی اس تعریف کے ساتھ زبان اردو علم فہم
مین کم نظر آئی ہے۔

انشاء اللہ خان نے دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ خواجہ میر درد تلوار کی جگہ تروار بولتے تھے۔ تکلفات صنائع
اور فضول استعارات اور ایہام کا ترک اور صفائی کلام کی خواجہ میر درد کی ذات سے ہوئی ہے۔

اسی زمانے کی آخری سرحد مین میر حیدر علی حیران اور مرزا جعفر علی حسرت شاگرد راے سرب سنگھ دیوانہ
اور انشاء اللہ خان انشا بن میر ماشاء اللہ خان مصدر تخلص اور غلام حسین شکیبا دہلوی اور غلام ہمدانی
مصحفی شاگرد امانی اور میر حسن دہلوی ابن میر غلام حسین ضاحک اور قلندر بخش جرأت شاگرد حسرت
وغیرہ شعراے دہلی و لکھنؤ شعر کہتے رہے اور زبان اردو مین بہت سے تصرفات کیے اور الفاظ ایدھر اور جیدھر
اور کیدھر اور بہیر بمعنی باز سے حرف یا اور اودھر اور آونا اور جیونا وغیرہ سے حرف واو اور ستی سے حرف تا کو نکالڈالا
اور بتان دراتان وغیرہ الفاظ کی علامت جمع کو واو اور نون سے بدل دیا اور بھیتر اور ریت اور سجن اور ٹک و
نیٹ وغیرہ سب الفاظ ترک کر دیے اور جہان علامت فاعل کا ذکر کرنا ضرور ہے وہان اُسے ذکر کرنے لگے مگر انمین
سے مصحفی کے کلام مین میر و سودا کے وقت کے محاورے باقی تھے چنانچہ اُنکے کلام مین ٹک اور میان اور مین بجاے
مین نے اور جنھون کو بجاے جنکو اور انھون کو بجاے اُنکو اور ایدھر اور کیدھر اور پوچھو ہو بجاے پوچھتے ہو اور
رقیبان اور شرمانیان اور رہجاتیان اور رت اور بولیان اور کھولیان مستعمل ہوے ہین۔

سید انشا اور جرأت نے بہت صاف کلام کہا اور بمقابلے دوسرے ہمعصرون کے بہت کچھ چھوڑ دیا
مگر نت اور ٹک اور انکھڑیان اور نپٹ بمعنی بہت اور کنے بمعنی پاس اور جنھون کے بجاے جن نے اور
تسپہ بمعنی اس پر اور میان بے تکلف بولتے رہے اور وا چھڑے۔ بھلا رے۔ جھمکڑا۔ اجی۔ سید انشا کا
انداز خاص ہے اور کہین کہین جرأت کے کلام مین مین نے کی جگہ مین اور بھیر اور جیدھر یاے تحتانی کے اضافے

کے ساتھ آیا ہے اور مین کی جگہ بیچ بھی بول جاتے ہین۔

جب زمانہ شیخ امام بخش ناسخ اور خواجہ حیدر علی آتش شاگرد مصحفی اور حکیم مومن خان مومن اور شیخ محمد ابراہیم ذوق اور شاہ نصیر دہلوی شاگرد میر محمدی مائل اور مرزا اسداللہ خان غالب اور میر مستحسن خلیق اور میر سلامت علی دبیر اور میر ببر علی انیس کی شاعری کے عروج کا آیا تو ان حضرات نے قدما کی ناہموار روش کو ایسا صاف کیا کہ طرز جدید پیدا ہو گئی اور اس زبان کو نہایت صفائی اور شستگی حاصل ہوئی ٹک اور ہیگا تک کو استعمال سے خارج کیا اور بہت سے قدیمی الفاظ جو سید انشا اور جرأت کے یہان مستعمل تھے وہ چھوڑ دیے۔

اساتذۂ دہلی کے کلام مین آئے ہے اور جائے ہے اکثر ہے مگر اخیر کی غزلون مین اُنھون نے بھی بچاؤ کیا ہے شاہ نصیر اپنی ابتدائی غزلون مین کہین کہین ٹک بول جاتے ہین اور جس طرح جمع مؤنث کے لفظون کو الف و نون کے ساتھ مصحفی کے زمانے تک بے تکلف بولتے تھے ان کی ابتدائی غزلون مین کہین کہین ہے چنانچہ میر کی غزل کا مطلع ہے۔

جفائین دیکھ لیان بے وفائیان دیکھین		بھلا ہوا کہ تری سب برائیان دیکھین	

شاہ نصیر کا مطلع ہے۔

کبھی نہ اُس رخ روشن پہ چھائیان دیکھین		گھٹائین چاند پہ سو بار چھائیان دیکھین	

اسی زبان مین ظفر۔ خواجہ وزیر علی وزیر۔ مرزا علی صبا۔ رند۔ رشک۔ قلق۔ اسیر۔ امیراللہ تسلیم۔ حکیم ضامن علی۔ جلال۔ بحر۔ منیر۔ امانت۔ منشی امیر احمد مینائی امیر۔ نواب مرزا خان داغ شعر کہتے رہے ان لوگون کی زبان آج ہمارے واسطے سند ہے اور یہ لوگ زبان اُردو کو ایسی حالت مین کر گئے ہین کہ جبتک کوئی اور طرز جدید نہ پیدا ہو تب تک یہ زبان کچھ حاجت اصلاح و مداخلت کی نہین رکھتی لیکن اس عہد مین دہلی و لکھنؤ کی زبان مین بڑا فرق پڑ گیا یعنے شعراے دہلی کے بہت سے متروک الفاظ و تراکیب کو شعراے لکھنؤ نے جائز رکھا ہے اور بہت سے الفاظ و محاورات جو شعراے دہلی کے نزدیک درست تھے اُنکو ترک کر دیا ہے کیونکہ زبان دانان لکھنؤ کو الفاظ کی تراش و خراش کا بڑا خیال رہتا ہے اور رات دن اسی فکر مین رہتے ہین اور حضرات دہلی ایسی باتون کو فضول سمجھتے ہین فائدہ جن الفاظ و محاورات کا ترک کرنا ہر ایک طبقے کے شعرا کی نسبت بیان کیا گیا ہے وہ بر سبیل اکثریت کے ہے اگر کوئی محاورہ متروک اُنمین سے کسی کے کلام مین پایا جائے تو اس سے ہمارے بیان کی تکذیب نہین ہو سکتی اسلیے کہ فصحاے متاخرین جو متفق علیہ اور مستند تمامی شعرا کے ہین بعض بعض موقع پر اُنکے کلام مین اِس قسم کے الفاظ موجود ہین چنانچہ ناسخ اور امیر کے کلام مین ایک جگہ زور کا لفظ بہت کے معنی مین آیا ہے۔

ناسخ

عابد و زاہد چلے جاتے ہین پیتا ہے شراب | ابتو ناسخ نور رند لاابالی ہو گیا

امیر

تکلف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے | صحن گلزار مین گھنگور گھٹا چھائی ہے

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے | صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یعنے آئینہ دیکھکر۔

جمال حور و پری پر ہے طعنہ زن مٹی | آتش | بلائے جان ہوئی سُرخ و سفید بن مٹی

یعنے بن کے یا بنکر۔
موصوف جمع ہو اور صفت لفظ ہندی ہو تو اب موصوف کی مطابقت کے لیے صفت کو جمع بولنا خلاف سمجھتے ہین مگر خواجہ حیدر علی آتش فرماتے ہین۔

عہد طفلی مین بھی تھا مین بسکہ سودائی مزاج | بیڑیان منت کی بھی پہنین تو مین نے بھاریان

انیس جلدی مین گو جوانون نے جوشن بچائیان ٭ آتش خفتگان مجھکو نظر آتے ہین مردون سے پڑے ٭ غالب ستم کش مصلحت سے ہون کہ خوبان تجھپہ عاشق ہین ٭ ولہ کیون ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے ٭ یان تو کوئی سُنتا نہین فریاد کسو کی ٭ غالب اپنے دیوان کے خاتمے مین کہتے ہین کہ کسو فصیح نہین قافیہ کی رعایت سے اگر لکھا جائے تو عیب نہین ورنہ فصیح بلکہ افصح کسے ہے واؤ کی جگہ یائے تحتانی سے۔ میرے دیوان مین ایک جگہ قافیہ کسو ہوا ہے۔ ناسخ کے کلام مین جو باتین رہ گئی تھین وہ رشک کے یہان درست ہوئین اور منیر پر خاتمہ ہو گیا۔

طرز قدیم و جدید

شعرائے ریختہ کی طبع آزمائی اکثر فقط انہی چند مطالب مین محصور ہے مضامین عاشقانہ گلگشت مستانہ نصیبون کا رونا امید موہوم پر خوش ہونا امرا کی ثنا خوانی جس پر خفا ہوے اُسکی خاک اڑائی اور ابتو صرف اسقدر رہ گیا ہے کہ چند معمولی ژولیدہ خیالون اور پامال مضمونون کو بار بار غزل کے چند شعر و نمین جو سیدھی سادھی متعارف بحرون مین ہوتے ہین جمع کر دیتے ہین پیش پا افتادہ تشبیہون اور تبذل استعارون کا ذخیرہ اُنکے لیے موجود ہے جسکو متعدد صدیون سے لوگ دوہراتے چلے آتے ہین ایسے ہی کارنامون کے طفل ان مین سے بعض کے آوازہ کمال کے ڈنکے بجے ہوے ہین اور جہان استاد کہلاتے ہین نہ زبانہ کہان سے کہانتک پہونچا دنیا کہین سے کہین گئی۔ مگر کیا

ان شعرا کو یہ معلوم ہے کہ وہ کیا کر رہے ہین۔ انکی نظمون مین سواے زلف و رخ خط و خال اور معمولی چوما چاٹی
اور بے مزہ مبالغون کی دھوم دھام اور قافیون کے سلسل کشکون کے کوئی اور ایسا مضمون نہین ہوتا جس سے
قومون کے دل ہل جائین اور جس کام پر انکو آمادہ کرنا چاہین آمادہ ہوجائین سخت سے سخت جگر انسان کے دل مین زور
جوش پیدا ہوجاے گریبان چاک ہوجائین در و دیوار سے صداے آفرین بلند ہو۔ ایسی شاعری کسی کام کی نہین
جس مین زلف اتنی دراز ہو کر سراہی نہ ملے معشوق کی کمر ندارد ؎

دیوان مین سادہ ہی جگہ چھوڑ دی ہم نے ۔۔۔ مضمون یہ باندھا تری نازک کمری کا

البتہ اب اہل کمال کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جو ایشیائی طرز قدیم کی انشا پردازی مین کامل
دستگاہ رکھنے کے علاوہ زبان انگریزی کی لٹریری قابلیت مین ماہر ہے اسلیے مغربی خیالات کو نرالے استعارون
نئی تشبیہون انوکھی ترکیبون اور لفظون کی عمدہ تراشون سے ایشائی لباس پہنانے مین ساعی رہتی ہے ان لوگون
نے کہنہ طرز سخن کو بدل کر فن شاعری کو سہل کیا اور ایشائی تخیلانہ خیالات کو قدرتی مضامین کے سانچے مین
ڈھالا جس سے ایشیائی طرز قدیم مین مغربی انشا پردازی کا رنگ ملا ایک طرز جدید پیدا ہوگئی جو حد درجہ دلچسپ
اور دلکش ہے اسکی اشاعت اخبارات کے ذریعہ سے روز افزون ہونے لگی فارسی کی تقلید سے اُردو نظم مین جسقدر
سختی کی گئی تھی اور صدہا قسم کی قیدین اور ہزارہا قسم کی پابندیان مقرر ہوئی تھین ان اہل قلم نے کم کرنا
شروع کردین اب وہ بے لطف مضمون آفرینی اور خیالی معرکہ آرائیون کو چھوڑتے جاتے ہین اور دلی جذبات
کے اُبھارنے اور نیچر کا سمان دکھانے کی طرف متوجہ ہین جس سے ہماری زبان کا فیشن نہایت خوبصورتی سے
بدل رہا ہے اب یہ طرز ایسی مقبول خلائق ہوئی ہے کہ وہ پُرانے اور نامی شاعر جنکی طبیعتون پر پُرانی روشنی اپنا
سکہ جما چکی تھی اُس سے متنفر ہوتے جاتے ہین اور بمصداق کل جدید لذیذ اس نئی مفید طرز پر ایسے فریفتہ و دلدادہ
ہوے کہ یہی رستہ اختیار کرنے لگے ہین اس نئی طرز مین نہایت سہولت سے کام لے رہے ہین یہان تک کہ
اب انگریزی کی تقلید سے قافیہ کی قید کو بھی اُڑانا چاہتے ہین انکی دلیل یہ ہے کہ قافیہ خاصکر ایسا جیسا کہ شعراے
عجم نے اُسکو نہایت سخت قیدون سے جکڑ بند کردیا ہے اور پھر اُسپر ردیف اضافہ فرمائی ہے شاعر کو بلا شبہہ
اُسکے فرائض ادا کرنے سے باز رکھتا ہے جس طرح صنائع لفظی کی پابندی معنی کا خون کردیتی ہے اسی طرح بلکہ
اس سے بھی زیادہ قافیہ کی قید اداے مطلب مین خلل انداز ہوتی ہے۔ اب اُردو کی نظم و نثر دونون چیزین
نہایت آسان ہوتی جاتی ہین کیونکہ نظم اُردو کی قیود کی مجبوریان قدیم شاعری کی تقلید نہین کرنے دیتین اور
نہ اگلا رنگ زمانہ حال کے مذاق کے موافق ہے خدا جانے شور افگنان زبان استقبال کیا قیامت برپا کرینگے
مگر حیف کہ اُس وقت مین ہم نہونگے ؎

دنیا کے جو مزے ہین ہرگز یہ کم نہونگے	چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہونگے

شاید کہ یاران وادرس ہماری یاد مین بھی کوئی آہ حسرت کھینچین اور دعا سے خیر مین یاد کرین یورپ مین۔

بلینک ورس یعنے غیر مقفے نظم کا بہ نسبت مقفے کے زیادہ رواج ہے غیر مقفے نظم کی مثال یہ اشعار مولوی محمد اسمٰعیل کے ہین۔

ارے چھوٹے چھوٹے تارو	کہ چمک دمک رہے ہو
تمھین دیکھ کر نہ ہووے	مجھے کس طرح تحیر
کہ تم اونچے آسمان پر	جو ہے کُل جہان سے اعلےٰ
ہوئے روشن اس روش سے	کہ کسی نے جڑدیئے ہین

گُہر اور لعل گویا

جو ہین آفتاب تابان	نے چھپا یا اپنا چہرہ
وہین جلوہ گر ہوئے تم	یہ تمھاری جگمگاہٹ
ہے مسافرون کے حق مین	بڑی نعمت اور راحت
اگراتنی روشنی بھی	نہ میسر آتی اُن کو
تو غریب جنگلون مین	یون ہی بھولتے بھٹکتے
نہ تمیز راس وچپ کی	نہ طرف کی ہوتی اٹکل

نہ نشان راہ پاتے

مولوی محمد حسین آزاد

ہنگامۂ ہستی کو	گر غور سے دیکھو تم
ہر خشک و تر عالم	صنعت کے تلاطم مین
جو خاک کا ذرہ ہے	یا پانی کا قطرہ ہے
حکمت کا مرقع ہے	جس پر قلم قدرت
انداز سے ہے جاری	لہر کرتا ہے گلکاری
اِک رنگ کہ آتا ہے	سو رنگ دکھاتا ہے
اور دیکھنے والون کی	آنکھین توکھلی ہین
حسن مہرۂ رنگین یا	بلور کے ٹکڑے ہین

ہر لحظۂ و ہر ساعت — قدرت کے تماشے ہین
عالم مین پڑے ہوتے — پر اُن کی نہین پروا
ہرگز کہ یہ سبب کیا ہے — اور اُس کا سبب کیا ہے

تنبیہ اس قسم کے تمام کلام اصطلاح کی رو سے نثر مرجز مین داخل ہو سکتے قابل ہین انکو نظم مین داخل کرنا فن انشا پردازی عربی - فارسی - اُردو کے خلاف ہے یہان انگریزی کا قاعدہ چلانا گویا ایک مقررہ اصطلاح فن کے گلے پر چھُری پھیرنا ہے -

شعرا کا کلام - اور شعر فہمی کے وجوہ

عوام مین جو یہ بات مشہور ہے کہ ہر شہر مین شعرا کا کلام غیر شعرا کے کلام سے فصیح اور روزمرہ اُنکا اور فنکی بول چال سے صحیح ہوتا ہے قابل اعتبار اور لائق تسلیم نہین تمامی اہل الرائے اور ارباب تحقیق کا اسپر اتفاق ہے کہ اکثر اوقات شعر بسبب رعایت قافیہ و حفظ وزن کے مخل انداز فصاحت ہوتا ہے سخان آرزو نے داد سخن مین کہا ہے کہ غالب یہ ہے کہ اہل روزمرہ سے بھی غلطی واقع ہوتی ہے اور سبب اسکا اکثر وزن و قافیہ کی رعایت ہے جو نظم کے واجبات سے ہے اور اسوجہ سے تقدیم و تاخیر پیدا ہوتی ہے اور روزمرہ دان کو اپنی ترکیب کی غلطی پر اطلاع حاصل نہین ہوتی اور کبھی عجز طبیعت کی وجہ سے وزن اور قافیہ کا تنگ راستہ غلطی مین ڈالتا ہے اور غیر موقع لفظ استعمال مین آجاتا ہے ہان جس لفظ کو شاعر کے کلام مین مطابق محاورے کے پائین وہ فصیح اور مستند ہے جس لفظ کو چار شاعر عالی مرتبہ نے استعمال کیا ہو وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو یا دس شاعر اہل زبان اُسپر اتفاق کر لین یا علی العموم اُسکے ساتھ تلفظ کرنا روا رکھتے ہون تو وہ بھی سند ہی لیکن بحر و قافیہ مین خط قابل سند نہین ہو سکتی اور شعر کے سمجھنے کے کئی طریق ہین (۱) عام اہل زبان کا طریق کہ مفردات و مرکبات کے معانی جو کچھ مشہور و معروف ہوتے ہین بزرگون سے سنکر یاد کر لیتے ہین اور اُسکے موافق شعر کا مطلب سمجھ لیتے ہین اور اس طریق مین خواص و عوام دونون شریک ہین اس باب مین فصیح و غیر فصیح کا کوئی تمیز نہین - چونکہ عوام کو کلام کی باریکیون پر اطلاع نہین ہوتی اسلیے وہ شخص زیادہ فصیح اور سمجھدار ہوگا جسنے خواص سے تربیت پائی ہو اور وہ شخص ایسا سمجھدار اور فصیح نہین ہو سکتا جسنے عوام سے تربیت پائی ہو بس یہ بات کہنے کا حق کسی اہل دہلی یا لکھنؤ کو نہین پہنچ سکتا کہ زبان اُردو ہماری مادری زبان ہے اور ہمنے اسکو اپنے ہان کی بوڑھی عورتون سے سیکھا ہے اسلیے ہمارا روزمرہ دوسرے شہرون کے رہنے والون کے زیادہ فصیح اور صحیح ہے کیونکہ عوام سے زبان کو سیکھنا کمال مین داخل نہین اور عوام کے موافق بولنا عزت و اعتبار کے قابل نہین جب تک دقائق اور اسرار پر اطلاع حاصل نہو اور یہ بات فصحا کی تربیت اور اُنکے کلام کے سمجھنے پر موقوف ہے (۲) اُن لوگون کا سمجھنا ہے جنھون نے کچھ کتابین زبان اُردو کی پڑھی اور

دیکھی ہین اور کسی اہل کمال کی صحبت نہین پائی ہے (۳) ارباب معانی کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ نکات تقدیم
وتاخیر اور فصل و وصل اور ایجاز و اطناب کو جانتے ہین مگر مجاز مرسل اور تشبیہ و استعارہ کے اسرار سے واقف نہین
ہوتے حالانکہ انہی پر شعرا کے کلام کی بنیاد ہوتی ہے (۴) ارباب بیان کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ تشبیہ وغیرہ کے
نکات کو تو جانتے ہین لیکن محسنات بدیعی سے مطلع نہین ہوتے (۵) عالمان بدیع کا سمجھنا ہے کہ وہ اس فن مین
پوری پوری مہارت رکھنے کی وجہ سے کمال سخن کو نکات بدیعی پر مقصود کر دیتے ہین اور یہانتک صنائع بدائع
مین مبالغہ کرتے ہین کہ فصاحت و بلاغت سے بے خبر ہو جاتے ہین اور یہ عجیب بات ہے کہ بعض اہل بدیع
نے نکتۂ التفات کو کہ علم معانی کے مسائل مین سے ہے اور استعارے کی بحث کو جو علم بیان کے قبیل سے ہے
علم بدیع مین داخل کر دیا ہے اسیطرح سرقۂ شعر کو بعض اہل بدیع نے صنائع مین شمار کیا ہے حالانکہ عیوب مین داخل ہے
اور بعض اہل بدیع نے حشو کو جو علم معانی کے مباحث سے ہے علم بدیع مین وارد کیا ہے اور صرف حشو ملیح کے سبب سے
جو حقیقت مین کوئی صنعت نہین ہے حشو قبیح وغیرہ کو بھی صنائع معنوی کے بیان مین لکھنا پڑا ہے (۶) اُن
لوگون کا سمجھنا ہے جنھون نے نہ تو اس فن کے کاملین کی صحبت اُٹھائی ہے اور نہ کسی قسم کا کمال علمی رکھتے ہین اسلیے
بیجا اشعار کے معانی اپنے قیاس ورائے سے کرتے ہین وہ فصاحت و بلاغت سے بہت گرے ہوے ہوتے
ہین (۷) مذاق شعرا کے موافق سمجھنا ہے اور یہ اتنی باتون پر موقوف ہے بندوبست اور ترکیب الفاظ کا جاننا اور
اُس طریق کی رعایت رکھنا جو صاحب شعر کو منظور ہو خواہ وہ خیال ہو یا ادا بندی ہو یا تمثیل ہو یا اور کچھ ہو اور
ان چیزون کا معلوم کرنا نہایت مشکل ہے اسلیے کہ متاخرین مین سے بعض شعرا یہ کہتے ہین کہ یہان وہان
بروزن جان خوبر وزن جہان ہو پہ بمعنی بالا و لیکن کی جگہ پر ہو تلک نہو تک ہو۔ نہی کے لیے مت
ترک کر دیا جائے اُسکی جگہ نون نفی کا استعمال کیا جائے حروف علت جو آخر الفاظ عربی و فارسی مین
آتے ہین اُنکا خوب واضح ہونا چاہیے تنگی کے ساتھ و بکر زبان پر نہ آئین مگر الفاظ ہندی مین خصوصاً مقام جمع مین
مضائقہ نہین ساتھ اور ہاتھ کو بات اور رات کے ساتھ قافیہ نکرنا چاہیے اوپر کی جگہ جو بر کے معنی مین
ہے پر لانا چاہیے لفظ فارسی یا عربی اور ہندی کے درمیان واو عاطفہ نہ آنا چاہیے جو نون آخر الفاظ عربی
و فارسی مین آتا ہے اگر وہ بے کسی ترکیب کے ہو تو باعلان استعمال کیا جائے بہ استثناے چند الفاظ کے
جنکو گفتگو مین فصحا اعلان کے ساتھ نہین بولتے ہین مثلاً گران اور خزان اور روان اور دوان اور طپان اور
عیان وغیرہ اور جس لفظ مضاف الیہ مین نون واقع ہو اسکا اعلان نہ کرنا چاہیے الف آخر الفاظ ہندی
و فارسی و عربی سے ساقط نہ کرنا چاہیے البتہ الف کا سقوط دو حرفی الفاظ مین مضائقہ نہین لفظ سر
جو راس کے معنے مین ہے جب ترکیب کے ساتھ نہ آئے تو حرف اول کے کسرے سے موزون

کیا جائے اسلیے کہ روزمرہ مین اسی طرح مستعمل ہے اور جب یہ لفظ با ترکیب ہو تو چاہیے کہ حرف اول کے فتح سے
باندھا جائے اگر کہ حرف شرط ہے بے الف کے نہ باندھا جائے لفظ اور کہ حرف عطف ہے اس مین ظاہر ہونا لو
اور رائے مہملہ کا ضرور ہے باے موحدہ کو الفاظ فارسی اور عربی کے قبل نہ لگانا چاہیے جیسے بوقت صبح یا بہنگام
شام عرصہ یعنی دیر کی جگہ وقفہ بولنا چاہیے آئے ہے جائے ہے کی جگہ آتا ہے جاتا ہے لکھنا چاہیے رکھے
تخفیف کاف کے ساتھ نہو کاف مشدد کے ساتھ ہو۔ لفظ۔ بل بے کو استعمال نکرنا چاہیے بٹھانا نہ ہو بیٹھانا
بعد باے موحدہ کے یاے تحتانی کے ساتھ ہو اسیطرح نہانا نہو بہنانا بعد باے فارسی کے ہاے ہوز کے ساتھ ہو
کبھو نہو کبھی ہو شعلہ اور وعدہ وغیرہ کو دریا کا قافیہ نہین کرنا چاہیے لفظ طرح کہ لغت کی رو سے ساکن الاوسط
ہے برعایت اصلی ساکن الاوسط ہی باندھنا چاہیے زیادہ اور پیادہ اور پیالہ اور سیاہ کی یاے تحتانی کو خوب ظاہر
کرنا چاہیے مگر ہندی الفاظ مین یعنی پیارا اور پیاس کی یاے تحتانی کو بہت ظاہر نکرنا چاہیے بلکہ بہ تخفیف
وب کر زبان سے نکالنا چاہیے رکھا اور دیکھا کو حرف اوسط کی تشدید کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے نہ بغیر
تشدید کے اس باب مین کی جگہ اس بارے مین استعمال کرنا چاہیے کے تئین اور رہیگا کو ترک کر دینا چاہیے
اول کی جگہ کو اور دوم کی جگہ ہے استعمال کرنا چاہیے اور دیکھ کر کی جگہ صرف دیکھ نہ لکھنا چاہیے مگر دوسرے
ان الفاظ کا لانا جائز جانتے ہین اور یہ عمل احتیاط کے نہایت مناسب ہے اسلیے کہ ارباب تصوف نے
کہا ہے کہ مباح کو مت چھوڑ تاکہ تو حرام مین نہ پڑ جائے۔

اور اس ذرۂ بے مقدار کا مختار یہ ہے کہ اُس شخص کو ان تمام مراتب کا جامع ہونا چاہیے اور مراتب مذکورہ
کے جامع اور شاعر سخن فہم مین فرق ہے۔

تذکرہ نویسون کے نقائص

تذکرہ نویسون نے عجب ڈھنگ اختیار کیا ہے جسپر مہربان ہوے اُسکی تعریف مین بہت کچھ خامہ فرسائی
کی ہے اور جن سے کچھ سروکار نہین اُنکے حال سے چشم پوشی کی ہے کسی شاعر کے حالات اصلی اور کیفیت استعداد
اور دستور العمل ایام زندگانی اور اُسکے معاملات جو اُسکے ابناے عصر کے ساتھ واقع ہوے ہون اور تاریخ ولادت و
وفات و ذکر تصنیفات اور نام حاکم وقت وغیرہ ضروری باتین درج نہین کین نہ یہ لکھا ہے کہ یہ شخص صاحب دیوان
تھا یا نہین جس سے کچھ تعلق ہوا اُسکے اشعار بہت اور عمدہ عمدہ انتخاب کر کے لکھدیے ہین اور جس سے عداوت
ہوئی اُسکا ایسے اشعار تلاش کر کے درج کیے ہین جو موجب مضحکہ ہون بلکہ اُسکے اوصاف سے اعراض کر کے
ہجو ملیح لکھی ہے۔ نواب مصطفے خان شیفتہ نے اپنے تذکرہ گلشن بیخار مین اکثر شاعرون کے اُستاد کا نام تک
لکھنے مین کاہلی کی ہے اور بہت سے شاعرون کے حالات ایک ایک دو دو سطرون مین ختم کر دیے ہین البتہ

بعض شعرا کی تعریف بہت کی ہے خصوصًا اپنے اُستاد مومن خان مومن کی تعریف اور نقل اشعار مین بہت سا
تذکرے کا صرف کیا ہے اور بعض شعرا کو سخت عیب لگایا ہے چنانچہ میان یحیٰی امان عرف قلندر بخش جرأت
کی نسبت بہت کچھ موتی اُگلے ہین لکھتے ہین کہ یہ شخص اُصول وقوانین شاعری سے بہرہ نرکھتا تھا نغمات خارج
از آہنگ گاتا تھا اور اُسکی ناموری کا باعث یہ ہوا کہ اشعار موافق طبائع اوباش واولاط کے کہتا تھا ہم کہتے ہین
کہ جرأت بڑا خوش فکر تھا اُسکی نازک خیالی سب پر ظاہر ہے سخور خوش مذاق شعر عاشقانہ کہنے مین طاق تھا عاشق
ومعشوق کے راز ونیاز اور حُسن وعشق کے معاملون کو جس شوخی اور چوچلے پن سے اُسنے برتا ہے وہ اُسی کا حصہ ہے
جرأت سا شاعر معاملہ بند کم گذرا ہے اور اس امر سے ہر شخص کو اقرار ہے چنانچہ نواب مصطفےٰ خان نے اس مضمون کو
یون ادا کیا ہے "جو مضامین درمیان عاشق ومعشوق کے گذرتے ہین اکثر موزون کرتا تھا طبیعت ذکی رکھتا تھا
اور اپنے اُستاد حسرت کا فخر تھا انتہےٰ" یہ بھی عجب بات ہے کہ جرأت کے کلام مین رطب ویابس بہت نہین ہے
اور وہ غزل گوئی مین اگرچہ میر کا متبع ہے مگر میر کی فصاحت اور سادگی پر ایک شوخی اور بانکپن کا انداز ایسا
بڑھایا ہے کہ خود صاحب طرز ہوگیا ہے اُسکی طرز اُسی کا ایجاد ہے اور آجتک اُسی کے لیے خاص ہے جیسے
اُسوقت مقبول خلائق تھی آجتک ویسی ہی چلی آتی ہے - اسی طرح سید انشاء اللہ خان کی نسبت جو ایک
نامور شاعر تھے لکھا ہے کہ اُنکے کلام کی روش طریقۂ راسخہ پر نہین اور علم تو اسقدر نہ تھا مگر ہر فن مین کوس لمن
الملکی بجاتے تھے اور مشاعرات ومطارحات سے شعرائے معاصرین کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا مین کہتا ہون کہ میر
انشاء اللہ خان علم تازہ طبع بلند آوازہ رکھتے تھے کلام اُنکا عالی الفاظ رکاکت سے خالی سقم سے پاک عیب سے
صاف ہے سابقین جو موجد فن تھے اُنکے دیوانون مین دس پانچ شعر مثالی صنائع وبدائع وغیرہ کے دیکھنے مین
آتے ہین منصف مزاج انشا کا کلام دیکھے اور غور کرے کوئی تحریر کیفیت سے خالی اور کوئی مضمون نادرست
نہین ہر ایک غزل مطلع سے لیکر مقطع تک پری کی صورت ہے بیان کا لطف محاورے کی نمکینی ترکیبون کی
خوشنما نشین دل کو تڑپا دیتی ہین - علم کے ساتھ شوخی طبع وظرافت بہت تھی اسلیے اُنھون نے کلام کا انداز لیا
رکھا ہے کہ جو چاہتے ہین سو کہ جاتے ہین نہین معلوم ہوتا کہ ان کا روزمرہ یہی ہے یا مسخرہ پن کرتے ہین جو غزلین یا
غزلون مین اشعار بااُصول ہوگئے ہین وہ ایسے ہین کہ جواب نہین انکی غزلون مین جو غزلیت کے اُصول کی پابندی
نہین تو وجہ اسکی یہ ہے کہ اُن کی غزلین اکثر سنگلاخ زمین مین ہوتی تھین پھر اُس مین قافیے نہایت سخت
لیتے تھے اسی واسطے قانون کلام یہ رکھا تھا کہ کیسا ہی قافیہ ہو اور کیسا ہی مضمون جس پہلو سے بندھ جائے
چھوڑنا نہین چاہیے یہی حال قصائد کا ہے کہ کبھی کوئی ایسا شوخ مضمون نئی تراش سے لے آتے ہین کہ قصیدے
کی متانت اور وقار کے اُصول ہاتھ سے جاتے رہتے ہین پس انکی قوت بیانی اور جوش مضامین کی وجہ سے

کہین کہین قصیدے کے اصول کو کھودیتے ہین انکے تبحر علمی مین شبہہ کرنا تحقیق کے خلاف ہے علوم متداولہ درسیہ مین وہ خاصی دستگاہ رکھتے تھے چنانچہ یہ مقطع انکا زبان پوربی مین اس مدعا پر شاہد ہے ؎

انسا لہ کھان میان بڑے پھاجل جھین ہین	صدرا پڑے ہین ہن جن سیتی طبلم آئے کے

انکی نسبت یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین معلوم ہوتا کہ لٹریری قابلیت کے لحاظ سے انشا جیسا جامع حیثیات آدمی امیر خسرو اور فیضی کے بعد آجتک ہندوستان کی خاک سے نہین اُٹھا انکی نسبت کہا گیا ہے کہ انکے علم کو شاعری نے اور شاعری کو مسخرے پن نے برباد کیا - ایسے ہی میر سوز کے ذکر مین لکھتے ہین کہ کلام اُن کا جادۂ مستقیم سے ہٹا ہوا ہے مین کہتا ہون کہ گو انکی انشا پردازی مین صنائع اور اغراق نہین مگر زبان عجیب میٹھی زبان ہے درحقیقت غزل کی جان ہے مجالس رنگین کی بعض مجلسون سے اور ہمارے عہد کے پہلے کے تذکرون سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام صفائی محاورہ اور لطف زبان کے باب مین ہمیشہ سے ضرب المثل ہے انکے شعر کا قوام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے فارسی بندشین - اضافت - تشبیہ - استعارہ انکے کلام مین بہت کم ہے اس لحاظ سے انھین گویا اُردو غزل کا شیخ سعدی کہنا چاہیے اگر اس انداز پر زبان رہتی یعنی فارسی ترکیبین - مشکل استعارے - بعید الفہم تشبیہین - سخت و سنگین الفاظ اور نازک خیالیان اُس مین داخل نہوتین بلند پروازی اور مضمون آفرینی کی بجاے اس مین قوت بیانی کا مادہ زیادہ ہوتا تو آج اہل اُردو کو اسقدر دشواری نہوتی اور اُردو نظم مین ہر ایک مضمون کے ادا کرنے کی لیاقت اور طاقت ہوتی کلام کو رنگینی اور استعارہ و تشبیہ سے بلند کردینا آسان ہے مگر زبان اور روزمرہ کے محاورے مین صاف صاف مطلب اسطرح ادا کرنا جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہو بہت مشکل ہے مثنوی میر حسن کی نسبت لکھتے ہین کہ "قطع نظر بعض بالنزہاے شاعری کے محاورہ عوام مین بُری نہین کہی ہے" یہ الفاظ سحرالبیان کی شان سے بہت گرے ہوے ہین اُسکے صاف بیان فصیح محاورے ایسے ہین کہ آجتک کوئی مثنوی اُسکو نہ پہنچ سکی بیان ایسا دلچسپ ہے کہ اصل واقعہ کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھنچ جاتا ہے اور باوجود اسکے ایک شعر بھی اُصول فن سے بال بھر ادھر یا ادھر نہین گرا ہے اُسنے قبول عوام ہی کا شرف نہین پایا ہے بلکہ خواص نے بھی اُس کو پسند کر کے تعریف کی مولوی شبلی نے موازنہ انیس و دبیر مین گلشن نیچار کے مضمون کو اسطرح ادا کیا ہے میر حسن واقعہ نگاری کی وسعت مین ابتذال اور عامیانہ بول چال کی پروا نہین کرتے افسوس مولوی صاحب نے میر حسن کے انتہائی کمال پر کیسا بدنما داغ لگایا ہے یہ نہ خیال کیا کہ میر حسن کی خوش بیانی واقعات اور نیچرل مذاق مین ڈوبی ہوئی ہے اُسکی صفائی بیان اور لطف محاورہ اور ضرب المثل کی خوبصورتی کے ساتھ بندش اور شوخی مضمون اور طرز ادا اور ادا کی نزاکت حد توصیف سے باہر ہے آج کس کا منھ ہے جو اُن خوبیون کے ساتھ پانچ شعر

بھی موزون کر سکے میر حسن کی مثنوی بالکل فطرت کے اصول پر ہے یعنی جو جذبات عاشق و معشوق کے دلون مین پیدا ہون وہی ادا کر دیے ہین نظیر اکبرآبادی کی نسبت کہتے ہین کہ "اُسکے اکثر اشعار بازاریون کے زبان زد ہین باعتبار ایسے اشعار کے اُسکا شمار شعرا مین نہین ہو سکتا مگر ہم سے کوئی پوچھے تو یہی کہینگے کہ نظیر کا ذہن بہت رسا تھا مشق کا یہ عالم تھا کہ مواجی طبیعت سے دریا کی طرح بہتا تھا اور موزونی طبع کا یہ حال تھا کہ کیسی ہی سنگلاخ زمین ہوتی اُسکی سمند فکر کی پامال تھی وہ اپنے کلام مین نیچر کا سمان دکھانے کی طرف متوجہ تھا اور وہ خیالی معرکہ آرائیون پر اس کو ترجیح دیتا تھا اور اب جو جو انگریزی ترقی کرتی جاتی ہے نظیر کا رنگ ہر دل عزیز ہوتا جاتا ہے انگریزی تعلیم سے دلون کو واقعات اور قدرتی مناظر کے ساتھ ایک خاص قسم کا لگاؤ ہو جاتا ہے اور انسان اُس قسم کا رنگ ہر جگہ ڈھونڈھنے لگتا ہے پس اُردو کی دنیا مین ایسے شخص کو نظیر کے شعرون مین اپنے مذاق کی کچھ کچھ پھیکی پھیکی باتین نظر آجاتی ہین مگر شعرا کی نازک خیالیون مین جسکو شیفتہ اصل شاعری سمجھتے ہین ایسی ایک بات بھی نظر نہین آتی اسلیے اُنکی شاعری روز بروز بیکار اور فضول ہوتی جاتی ہے چنانچہ اس زمانے مین حالی وغیرہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہین جنکو نیچرل مذاق کی طرف توجہ ہے۔ شبلی نے موازنہ انیس و دبیر مین نظیر کے کلام کو مبتذل اور سوقیانہ بتایا ہے اور یہ نہین خیال کیا کہ اُسکے بیان مین اگرچہ مبالغے کے زور یا جوش و خروش کی دھوم دھام نہین مگر جس چیز کا بیان کرتا ہے اُسکی کیفیت واقعی دکھا دیتا ہے جس سے سننے والے کو وہ مزہ آجاتا ہے جو اصل شے کے دیکھنے سے آتا بر خلاف اُن شعرا کے جن کو اُنھون نے انتہا درجے کا قادر الکلام مانا ہے کہ وہ جس شے کا ذکر کرتے ہین صاف اُسکی بُرائی بھلائی نہین دکھا دیتے بلکہ اسکے مشابہ ایک اور شے جسے اُنھون نے اپنی جگہ اچھا یا بُرا سمجھا ہوا ہے اُسکے لوازمات کو شے اول پر لگا کر بیان کرتے ہین جسکی شدت نے کلام کو خیالی باتون سے شمع توہمات کا فانوس بنا دیا ہے شیخ امام بخش ناسخ کے حق مین صاحب تذکرہ گلستان سخن نے لکھا ہے کہ ناسخ بے معنے گو ہے اور اُسکے اشعار مہمل ہین مگر یہ کلام نہایت ناملائم ہے اور اپنے زعم مین ازالۂ ثقالت طعن اور تخفیف شدت اعتراض کے لیے اس مطلب کو گویا پردۂ لطیفہ و کنایہ مین بیان کیا ہے۔ ایک دشمن کمال نے اپنے دیوان مین ناسخ کو خود مندا اور بے مرشدا لکھا ہے۔ ارمغان گوکل پرشاد مین محمد عیسیٰ تنہا دہلوی شاگرد مصحفی کا تلمیذ قرار دیا ہے منشی شیو پرشاد وہبی لکھتا ہے کہ شیخ امام بخش ناسخ نے سرقۂ مضامین سے متقدمین کے فارسی دیوانون کو خراب کیا ہے اور آسیر اکبرآبادی نے اپنے تذکرے مین شیخ صاحب کے ہر شعر کے مقابل ایک شعر لکھ دیا ہے مین کہتا ہون کہ ناسخ کا سا اعتبار کسی کو نصیب نہوا دشمنون نے بھی عاجز ہو کر اور اپنے اُستادون کی

زبان چھوڑ کر اُنہی کی پیروی کی اور ناسخ کے دیوانون کے طفیل سے زبان دان بن گئے اُنکے اغلاط اہل علم
اور صحیح الذوق کی زبانون پر مذکور اور سخنورون مین مشہور ہین ہان نابلدان کوچۂ شعر فہمی اُن کے اشعار
صحیح المعانی کو بے معنے کہکر نادانون کو دھوکا دیتے ہین کیونکہ انکے ادراک و فہم سے دور ہین۔ ناسخ کا کلام
عموماً شاعری کے ظاہری عیبون اور لفظی سقمون سے بہت پاک ہے اُصول کبھی ہاتھ سے نہین جانے
دیا صائب کی تشبیہ و تمثیل کو اپنی صنعت متین ترکیب و دیگر ایسی خوبی سے بیان کیا کہ بعض موقع پر کلام مین
بیدل اور ناصر علی کا رنگ آگیا اور اُردو مین وہ اُس سے صاحب طرز قرار پائے اُنھین ناسخ کہنا بجا
ہے کیونکہ ناہموار طرز قدیم کو نسخ کیا ہے اُنکی طرف سرقۂ مضامین کی نسبت کرنا اپنی نادانی دکھانا ہے
ایسا صاحب کمال جسکی تصنیفات کمال نازک خیالی اور مضامین عالی کے ساتھ کئی دیوانون مین موجود
ہے وہ سرقہ کا قصد کرتا اور توارد مضامین سے کوئی بشر خالی نہین بس ان جزوی باتون پر توجہ
بے حاصل ہے۔ مؤلف گلشن بے خار چونکہ طبیعت مشکل پسند رکھتے تھے موشگافی اور خیال بندی
کو پسند کرتے تھے اسلیے وہ ایسے کلام کے زیادہ مداح ہین۔ جسکے مضامین مین خیالی نزاکت اور استعارے کی
موشگافیان ہون اسی لیے ناسخ اور آتش کو رتبۂ شاعری مین برابر نہین جانتے حالانکہ دونون
صاحب کمال ہین اور اپنی اپنی طرز مین ہر اک جواب نہین رکھتا دونون مین سے کوئی کمال سے
خالی نہین البتہ طبیعتین مختلف ہین ناسخ کی طبیعت مضمون دقیق کی طرف مائل تھی اُنکے کلام مین
شوکت الفاظ اور بلند پروازی اور نازک خیالی تو بہت ہے مگر تاثیر کم ہے اور خواجہ صاحب کو کلام کی
سادگی اور محاورے کی صفائی پسند تھی وہ سیدھی بات کو پیچ نہین دیتے تھے استعارے اور تشبیہین
قریب الفہم لکھتے تھے جس سے سُننے والے کے دل پر اثر ہوتا تھا۔

اہل تذکرہ کو چاہیے کہ شاعر کا اصلی حال بغیر رعایت و طرفداری کے لکھین اور عداوت کا اظہار بھی
تذکرہ نویسی مین نکرین اول سے آخر تک نیک نیتی اور انصاف پر نظر رکھین اور اشعار کے انتخاب کیطرف
متوجہ نہو کر حتی الوسع پوری غزل نقل کرین تاکہ ناظرین اُس شاعر کی لیاقت و استعداد سے واقف ہون
اور جانین کہ فن شعر مین اس شخص کی کیسی دستگاہ ہے اور کس رتبے کا شاعر ہے۔

تیسرا موتی شعر کی تعریف مین

شعر کے معنی لغت مین جاننے کے ہین اور اصطلاح مین اُس کلام موزون کا نام ہے جو اوزان مقررہ
مین سے کسی وزن پر ہو اور مقفے ہو اور بالقصد موزون کیا گیا ہو بس یہان سے معلوم ہوا کہ اگر ایک کلمہ کسی کن
کے وزن پر ہو یا کلام ہو مگر موزون نہو یا کلام موزون ہو مگر مقفے نہو یا کلام موزون مقفے بالقصد نہ موزون

کیا گیا ہے وہ اصطلاح کے موافق شعر نہین ہے اور شاعر کے لغوی معنی جاننے والے کے ہین اور اصطلاح مین
اُس شخص کو کہتے ہین جو برائی بھلائی بحر و وزن و تقطیع و قافیہ وغیرہ لوازم شعر کو جانتا ہو بس جو شخص ان
لوازم شعری سے خبردار نہوگا گو طبع موزون رکھتا ہو اُسکو شاعرانہ کہنا چاہیے ۔ حالی اپنی کلیات کے مقدمے مین
لکھتے ہین کہ شعر کے لیے وزن ایک ایسی چیز ہے جیسے راگ کے لیے بول جس طرح راگ فی حد ذاتہ الفاظ کا محتاج
نہین اسی طرح نفس شعر وزن کا محتاج نہین البتہ وزن کی شرط نظم کے لیے ہے قدیم عرب کے لوگ یقیناً شعر کے
یہی معنی سمجھتے تھے جو شخص معمولی آدمیون سے بڑھکر کوئی مؤثر اور دلکش تقریر کرتا تھا اُسی کو شاعر جانتے تھے
جاہلیت کی قدیم شاعری مین زیادہ تر اسی قسم کے برجستہ اور دلاویز فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین جو عرب
کی عام بول چال سے فوقیت اور امتیاز رکھتی تھین یہی سبب تھا کہ جب قریش نے قرآن مجید کی نرالی اور
عجیب عبارت سُنی تو جنھون نے اُسکو کلام الٰہی نہ مانا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنے لگے
حالانکہ قرآن شریف مین وزن کا مطلق التزام نہ تھا محقق طوسی اساس الاقتباس مین لکھتے ہین کہ عبری اور
سُریانی اور قدیم فارسی مین شعر کے لیے وزن حقیقی ضرور نہ تھا سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے
قافیہ بھی ہمارے ہان شعر کے لیے ایسا ہی ضروری سمجھا گیا ہے جیسے کہ وزن مگر درحقیقت وہ بھی نظم ہی کے لیے
ضروری ہے نہ شعر کے لیے اساس مین لکھا ہے کہ یونانیون کے یہان قافیہ بھی مثل وزن کے ضروری
نہ تھا ۔ الغرض وزن اور قافیہ جنپر ہماری موجودہ شاعری کا دارومدار ہے اور جنکے سوا اُس مین کوئی خصوصیت
ایسی نہین پائی جاتی جسکے سبب سے شعر کا شعر پر اطلاق کیا جا سکے یہ دونون شعر کی ماہیت سے خارج ہین
اسی لیے زمانہ حال کے محقق شعر کا مقابل جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے نثر کو نہین ٹھہراتے بلکہ علم و حکمت کو
ٹھہراتے ہین وہ کہتے ہین کہ جسطرح حکمت کا کام براہ راست یہ ہے کہ ہدایت کرے تحقیقات مین مدد پہنچائے
اور روشن کرے عام اس سے کہ کوئی اُس سے محظوظ یا متعجب یا متاثر ہو یا نہو اسی طرح شعر کا کام براہ راست
یہ ہے کہ فی الفور لذت یا تعجب یا اثر پیدا کرے عام اس سے کہ حکمت کا کوئی مقصد اُس سے حاصل ہو یا نہو
اور عام اس سے کہ نظم مین ہو یا نثر مین حالی نے یہان انتہا درجے کی غلطی کی ہے اور اپنے معتقدون کو
غلطی مین ڈالنے کا کام کیا ہے اسلیے کہ جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ شعر کے لیے وزن شرط نہین وہ اہل منطق
ہین اور اساس الاقتباس کا جو حوالہ دیا ہے وہ بھی فن منطق ہی مین ہے منطقین کی اصطلاح مین شعر اور
چیز ہے اور شعرا کے نزدیک شعر اور چیز ہے پس حالی نے نافہمی سے منطقین کی تعریف کو شاعرون کی تعریف
کے بحث مین داخل کر دیا ہے محقق طوسی نے اساس الاقتباس مین بطور منطقیون کے شعر کی تعریف کی ہے
کیونکہ یہ کتاب ہی منطق مین لکھی ہے اور معیار الاشعار مین شعر کی تعریف اسی طرح کی ہے جو عرف جمہور مین

مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ شعر کلام موزون مقفےٰ کا نام ہے کیونکہ یہ کتاب فن عروض مین لکھی ہے پس منطقیون کے نزدیک وزن شعر کی ماہیت مین معتبر نہین انکے نزدیک جو کلام قضایاے تخیلیہ سے بنے وہ شعر ہے وزن کا ہونا اُس مین ضرور نہین چنانچہ شیخ بو علی سینا کتاب شفا کی بحث منطق مین فرماتا ہے کا نظر للمنطقی فی شئ من ذالك الا فی کونه کلاماً مخیلا یعنے منطقی کی نظر وزن اور قافیے کی طرف نہین اُس کے نزدیک تو یہ چاہیے کہ وہ کلام مخیل ہو اور دوسری جگہ کہتا ہے انما ینظر المنطقی فی الشعر من حیث ھو مخیل یعنے وہ شعر مین اس حیثیت سے فکر و غور کرتا ہے کہ وہ کلام مخیل ہے اور امام رازی نے شرح عیون الحکمۃ مین فرمایا ہے ان نظر فیه من حیث انه یفید تخیلا قائما مقام التصدیق والترغیب فذلك ھو المنطق بلکہ محقق طوسی نے خود اساس مین دونون اصطلاحون کے فرقون کو کھولدیا ہے اس طرح کہ شعر در عرف منطقی کلام مخیل ست و در عرف متاخران کلام موزون مقفے اور دوسری جگہ لایا ہے مادہ شعر سخن ست و صورتش نزدیک متاخران وزن و قافیہ و نزدیک منطقیان تخییل اور پھر کھولکر اساس مین یون کہا ہے نظر منطقی خاص ست بہ تخییل و وزن را ازان جہت اعتبار کنند کہ بوجہ اقتضاے تخییل کند و صناعت منطق باحث بالذات از تخییل شعرست و بالعرض از دیگر احوال یہ تو شعر منطقی کی نسبت تھا دیکھو شعر متعارف کی نسبت اساس مین کیا کہا ہے بحسب این عرف ہر سخن را کہ وزنے و قافیتے داشتہ باشد خواہ آن سخن برہانی باشد خواہ خطابی خواہ صادق خواہ کاذب و اگر ہمہ توحید خالص یا ہذیانات محض باشد آنرا شعر خوانند و اگر از وزن و قافیہ خالی باشد اگرچہ تخییل بود آنرا شعر نخوانند اور مخیلات وہ باتین ہین کہ جب نفس کو پہونچتی ہین تو وہ اُنکی تاثیر سے کسی چیز کی طرف راغب ہو جاتا ہے یا اُس سے نفرت کرنے لگتا ہے بغیر غور و فکر کے کیونکہ نفس رغبت یا دہشت سے منفعل ہو جاتا ہے اور تخییل کا اثر بمقابلے تصدیق کے نفس پر جلد پڑتا ہے کیونکہ اُس مین تعجب صدق سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہ لذیذ ہے اور مخیلات کئی طرح کے ہوتے ہین کبھی سچے ہوتے ہین کبھی جھوٹے ہوتے ہین کبھی مستحیل ہوتے ہین کبھی ممکن ہوتے ہین اور نفس مین انکے اثر سے یا انبساط پیدا ہو جاتا ہے یا انقباض اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخیلات کی تاثیر تصدیق سے زیادہ ہوتی ہے اگرچہ اُسکے ساتھ تصدیق نہین ہوتی اور منطقین نے شعر کے لیے یہ بات شرط کی ہے کہ کلام قانون لغت کے مطابق ہو اور اُس مین ایسے اعلیٰ درجے کے استعارے اور عمدہ تشبیہین ہون کہ نفس مین اُنکی وجہ سے تاثیر عجیب اور انفعال غریب پیدا ہو کر فرحت یا رنج و غم آجائے اسی لیے قضایاے شعریہ مین اولیات صادقہ کا استعمال جائز نہین اور اولیات صادقہ سے مراد ایسے قضایا ہین کہ عقل اُن قضایا کا تصور کرتے ہی

اُن کے قطعی ہونے کا حکم لگادیتی ہے کسی دوسری چیز کی طرف محتاج نہین ہوتی جیسے کل بڑا ہے جزء سے بلکہ شعر مین مخیلات کاذبہ کا استعمال مستحسن ہے جس شعر مین مخیلات صادقہ کا استعمال ہوتا ہے وہ بے مزہ ہوتا ہے جیسے ناسخ کی نظم سراج کے یہ شعر ؎

کی خدانے جو یہ زبان عطا
ہے بلاشک عطیۂ عظمےٰ

اس سے ہے مختلف مزونکی تمیز
اس سے پاتے ہین لذت ہر چیز

کوئی کڑوی ہے کوئی ہے میٹھی
نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی

کوئی اچھی ہے کوئی زشت زبون
مزے سب چیزونکے ہین گوناگون

سب مزون سے زبان واقف ہے
انھی اسرار کی یہ کاشف ہے

جو نہو یہ تو کچھ نہ ہو معلوم
نہ ہو کوئی مزہ کبھی مفہوم

اور بھی ہوتے ہین زبانسے کام
ہے ممد وقت بلع آب وطعام

اس سے احکام بہر دندان ہے
قوت تام بہر دندان ہے

ولہ

نفع کیا کیا ہوا کو بخشا ہے
صحت جسم اس سے پیدا ہے

بعض اوقات اگر ہوا نہ چلے
کبھی دن رات اگر ہوا نہ چلے

دم رکین آدمی پڑین بیمار
میوے فاسد ہون سوکھین [illegible]

آوے طاعون یا وبا آوے
غلے پر آفت و بلا آوے

اس سے ہے زندگانی ابدان
اس سے ہے نفع صحت انسان

ناک سے جوف تن مین جاتی ہے
زندگی اس سبب سے آتی ہے

خارج تن مین لگتی ہے یہ اگر
حق مین ابدان کے ہے مصلح تر

اسی طرح یہ شعر مولوی محمد حسین آزاد کے۔

اے آفتاب صبح سے نکلا ہوا ہے تو
عالم کے کاروبار مین دن بھر پھرا ہے تو

ہین روز و شب زمانے کے ہم قدم ترے
پیمانے محنتون کے یہ ہین بیش و کم ترے

عالمان کو ہسار مین اب جاکے سو رہو
دن بھر کا کام شام کو بجھا کے سو رہو

اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین
اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین

دن ہے خدانے ہمکو دیا کام کے لیے
اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے نہ کلی اسلیے کہ بعض نظم باوجود صدق مقدمات کے عمدہ استعارون اور برجستہ تشبیہون کی وجہ سے نفس مین تاثیر اور لذت پیدا کرنے مین مخیلات کاذبہ سے کم نہین ہوتی جیسے متاخرین مین سے درد تخلص ایک شاعر سیر کوہسار کی کیفیت لکھتا ہے۔

درحقیقت ہے عجب پُرلطف سیر کوہسار
جسکے ہر نظارے پر صد ذوق جنت ہے نثار

ایستادہ ہین کرورون اک طرف ساکھو کے پیڑ
گر رہے ہین دوسری جانب ہزارون آبشار

دیکھتا کیا ہون کہ صد ہا چشمہ ہاے کوثری
سنگلاخون پر ہین کرتے اپنی ہستی کو نثار

اک طرف سر آسمان جا ہی ہین صد ہا چوٹیان
دوسری جانب نظر آتے ہین دہشت ناک غار

رستم دوران بھی ان غارون کو گر دیکھے کبھی
کیا عجب ہے خوف سے آجاے اُسکو بھی بخار

باوجود اسکے ہے انمین کچھ عجب دل بستگی
یعنی اُٹھتی ہین اُسی جانب پہ نظرین بار بار

تحت کوہی کی طرف دیکھو کہ کس انداز سے
باغبان قدرت کا دکھلاتا ہے پھولون کی بہار

نرم نازک ڈالیون پر اُنسے بھی نازک ہین برگ
اور ان پتون کی نوکین کس طرح ہین قطرہ بار

کس قدر دلچسپ تھا نظارہ ہنگام سفر
اونچی اونچی چوٹیون پر لہلہاتے مرغزار

ایک جانب اُٹھ رہا ہے قلہاے کوہ سے
کس قدر آہستہ آہستہ یہ نورانی غبار

رفتہ رفتہ چھا گیا اطراف وادی مین دُھوان
اور پھر پڑنے لگی چارون طرف ہلکی پھوار

اسکو مین ناحق دھوان کہتا ہون یہ تو اصل مین
کوثر مواج ہے یا جوے شیرین کی ہے دھار

یا کہ ابناے زمانہ کی زبونی دیکھکر
قلب سے اشجار صحرا کے یہ نکلا ہے بخار

یا کہ آہین مجتمع فرقت کے مارون کی ہین یہ
جا رہی ہین بہر عرض حال سُوے کردگار

یا نظر بازون کی نظرون سے بچانے کے لیے
حُسن کوہی پر یہ پردہ کھچ رہا ہے بار بار

الغرض جو کچھ بھی ہو یہ ہے بہت دلچسپ چیز
دیکھنا اب رفتہ رفتہ ہو رہا ہے کم غبار

جس قدر کم ہوا جاتا ہے یہ نورانی دُھوان
بس اُسی نسبت سے ظاہر ہو رہے ہین سب ابھار

جس طرح تصویر خانے مین مصور کی پلیٹ
اپنی جزئیات کا کرتی ہے تدریجی اُبھار

بس اُسی صورت سے جتنا ابر ہے کم ہو رہا
آرہے ہین پھر مرے پیش نظر کوہی سنگار

بہرصورت جمہور کے نزدیک شعر مین وزن اور قافیہ دونون معتبر ہین صرف تخیل ہی کافی نہین بس جو سخن وزن حقیقی اور قافیہ رکھتا ہو خواہ اُسکی ترکیب برہانیات سے ہو یا جدلیات سے یا خطابیات سے یا مغالطات سے یا مخیلات سے یا ہذیانیات سے وغیرہ وغیرہ وہ شعر ہے اور

تخییل ذات شعر مین معتبر نہین اسی یے شعر کی تعریف کلام موزون مقفیٰ کے ساتھ کرتے ہین نہ
کلام مخیل موزون مقفیٰ کے ساتھ اور **وزن** (واو کے فتحہ زائے ہوز کے سکون سے) مراد ہے اُس ہیئت سے جو نظام ترتیب حرکات و
سکنات اور ترتیب حروف اور تناسب عدد حروف اور مقدار کے تابع ہو ایسے نہج پر کہ نفس
اُس سے ایک خاص قسم کی لذت کا ادراک کرے اس ادراک کو **ذوق** کہتے ہین میزان الوافی
مین محمد سلیم بن عطیہ جعفری نے کہا ہے کہ بعض کے نزدیک وزن ہیئت ذوقی کا نام ہے جو
ذہن مستقیم مین حاصل ہوتی ہے ترتیب ارکان موضوعہ سے اور نتیجہ دونون تعریفون کا ایک ہے
تناسب عدد سے مراد یہ ہے کہ ارکان مصرعون کے مساوی ہون پس چار رکن والا مصرع تین رکن
والے مصرع کے ساتھ موزون نہ سمجھا جائیگا اور مقدار کے تناسب سے یہ مراد ہے کہ ارکان باہم
مقدار حروف مین متناسب و متقارب ہون پس جو مصرع تین مفعولن پر مشتمل ہو وہ اس مصرع کا جو تین
مستفعلن پر مشتمل ہو متحد الوزن نہ ہوگا لیکن سالم اپنے مزاحف کے ساتھ جیسے فعولن اور فعولان
اسی طرح ایک مزاحف دوسرے مزاحف کے ساتھ مثلاً فعول اور فعل تناسب معتبر سے خالی نہین
اور چونکہ طبیعتین مختلف ہوتی ہین اسلیے اوزان شعر بھی قومون مین مختلف طور پر ہوتے ہین اور ہر
موزون کسی وجہ سے محیل ہوتا ہے اور اک طرح کی تاثیر پیدا کرتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ ہر کلام مخیل وزن
شعر رکھتا ہو بہت سی نثر کی عبارتین تخییل کا فائدہ بخشتی ہین اور چونکہ وزن سے کلام کی خوبی دوبالا
ہوجاتی ہے اسی لیے کہا ہے کہ وزن دار کلام سلاست مین پانی کی طرح ہے اور لطافت مین ہوا کی
مثل ہے اور انتظام مین موتیون سے مشابہت رکھتا ہے۔ عرب کی قدیم شاعری مین جو زیادہ تر برجستہ
فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین تو اس سے شاعرون کی طبیعت کی خوبی ثابت ہوتی ہے اور یہ بات
ثابت نہین ہوسکتی کہ شعر کے لیے وزن ضرور نہین اور عرب جو قرآن کی فصاحت و بلاغت کو دیکھکر
پیغمبر خدا کو شاعر کہنے لگے تھے تو اس سے بھی یہ امر ثبوت کو نہین پہونچ سکتا کہ شعر کے لیے وزن شرط
نہین بلکہ وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ یہ جانتے تھے کہ فصیح و بلیغ کلام نظم ہو یا نثر شاعر ہی ادا کرسکتا ہے۔
نظم اور شعر مین وزن اور عدم وزن کے اعتبار سے کوئی فرق نہین دونون مین وزن معتبر ہے شعرا
کی اصطلاح مین نظم الفاظ کی ایسی ترکیب کو کہتے ہین کہ اُنکے معانی مین بھی ترتیب ہو اور اُن کی دلالت
کا بندوبست مقتضائے عقل کے موافق ہو اور یہ بات نہو کہ لفظون کو آگے پیچھے بول دیا جائے اور
جس طرح اتفاق پڑے بغیر لحاظ ترتیب اور دلالت کے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے ملا دیا جائے
پس یہ نظم ہے۔

سیہ چوٹی نہ زر افشان مانگ سبز اُسپر دوشالہ ہے ۔ تماشا ہے پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

اور جب اسکو یون کہین سے سیہ افشان زر سبز مانگ دوشالہ چوٹی ہے اُسپر پر ہے تماشا کہ
کالے طاؤس پالا ہے ؎ تو یہ لفظ ہوگا نہ نظم - اور حالی کا یہ کہنا کہ حال کے محقق شعر کا مقابل نثر کو نہین
ٹھہراتے بلکہ علم وحکمت کو ٹھہراتے ہین یہ بھی درست نہین اسلامی دنیا کے تمام انشاپرداز اور سخنور
بالاتفاق شعر کا مقابل نثر کو ٹھہراتے ہین عروضیون کا یہی مذہب ہے اور جو لوگ شعر کا مقابل علم وحکمت کو
ٹھہراتے ہین وہ اہل فلسفہ ہین انکے نزدیک شعر غیر یقینیات مین سے ہے اسلیے علم وحکمت یعنی یقینیات
کا مقابل ہے پس یہ ہر ایک علم کی علیحدہ اصطلاح ہے اور یہ کہنا کہ شعر کے لیے وزن حقیقی ضروری نہ تھا
سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے بالکل تحقیق کے خلاف ہے واقعہ یہ ہے کہ ہر زبان کے شعر
کے لیے وزن ضروری ہے البتہ موجودہ قواعد وزن کو عربون نے ایجاد کیا ہے ورنہ فن عروض کی ایجاد
کے پہلے سے بھی شعر وزن دار ہوتے تھے اور اُنکے وزن کا معیار وجدان سلیم اور ذوق طبع مستقیم تھا
اُنھی اشعار کو جانچ کر وزن کے قواعد مقرر ہوے ہین - اور محقق طوسی نے اساس مین یہ جو کہا ہے
کہ قدما کلام مخیل کو شعر کہتے تھے اگرچہ وہ وزن حقیقی نہ رکھتے ہوے اور یونانیون کے بعض اشعار
اس طرح کے تھے اور دوسری پرانی زبانون جیسے عبری سریانی فارسی مین بھی اس کا اعتبار نہ تھا
عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا ہے مثل قافیہ کے اور پھر دوسری قومون نے انکی
متابعت کی یہ قول بھی حالی صاحب کے مفید نہین اسلیے کہ ہم یہ کہین گے کہ قومون نے جس شعر مین
وزن کا اعتبار نہ کیا تھا وہ وہ ہے جو یقینیات کے مقابل ہے اور قدما سے مراد محقق طوسی کی حکما و
فلاسفہ ہین نہ شعرا کیونکہ شعرا و اہل عروض کو اُنھون نے متاخرین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے علاوہ
اسکے ان زبانون مین علما نے علم عروض کے قواعد بھی منضبط نہ کیے تھے اسلیے سواے ذوق طبع
سلیم کے وزن شعر کے جانچنے کا کوئی معیار نہ تھا یہی حال شعراے عرب کا بھی تھا کہ وہ ذوق طبیعت
سلیم کے اقتضا سے شعر تو کسی وزن عروضی پر کہتے تھے مگر انکے ہاتھ مین اُسکے جانچنے کے لیے کوئی
میزان نہ تھی اسی وجہ سے کبھی ایک وزن سے دوسرے وزن قریب پر انتقال کر جاتے تھے اور
غلطیان کھا جاتے تھے قواعد عروض کے ایجاد کرنے کے وقت اُنکی انھی غلطیون کو تغیر زحافات اور
سکتہ ماننا پڑا ہے کیونکہ قواعد عروض ان کے اشعار کے مطابق بنالیے گئے ہین نہ یہ کہ قواعد عروض کو
پیش نظر رکھ کر شعر کہے جاتے تھے جسکو جمہور کی اصطلاح مین شعر کہتے ہین ایسا شعر ہر زبان مین وزن دار
ہی ہوتا رہا ہے اگر کوئی جاہل اپنا دل خوش کرنے کو چند الفاظ بے وزن جوڑ کر اُنکو شعر سمجھتا تو ایسا

کلام اہل علم کے نزدیک سلف سے خلف تک کسی زبان مین شعر نہین مانا جاتا۔ اور یہ قول بھی صحت سے عاری ہے کہ عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا اسلیے کہ ہندوؤن کے یہان ہزارون برس سے شعر مین وزن حقیقی کا اعتبار چلا آتا ہے پس جس کلام مین وزن حقیقی موجود ہو وہ شعر ہے اور جس مین نہو وہ نثر ہے۔ اس مین اختلاف ہے کہ قافیہ مطلق شعر کے واسطے ضرور ہے یا نہین بعض اس طرف گئے ہین کہ مطلق شعر کے واسطے ضرور نہین بلکہ اُسکی بعض قسمون کے واسطے ضرور ہے جیسے قصیدہ اور قطعہ اور رباعی وغیرہ اور اس تقریر پر ذاتیات شعر سے نہوگا بلکہ اسکے عوارض سے ہوگا اور محققین کا گروہ اعظم قافیہ کا اعتبار ذات شعر مین واجب سمجھتا ہے چنانچہ بوعلی سینا بھی شفا مین کہتا ہے لا یکاد ان یسمی عندنا الشعر ما لیس بمقفے یعنے جو مقفے نہین وہ ہمارے نزدیک شعر نہین یاد رکھو کہ کلام اُن دو کلمون کو کہتے ہین جو باہم ایسی اسناد رکھتے ہون کہ اگر اُسکا کہنے والا چپ رہے تو سامع کو فائدہ حاصل ہو جائے اور کچھ انتظار نہ رہے پس شعر مین کلام کی قید سے سخن بے معنے بھی نکل گیا اور شعر کی تعریف اُسپر صادق نہ آئی اسلیے کہ اُس سے سامع کو کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا لیکن مجازاً اُسکو بھی شعر کہتے ہین جیسے کہین یہ شعر مہمل و بے معنی ہین مثال اسکی یہ شعر راشد علی ضیا بدایونی شاگرد منشی سماعیل حسین منیر کا۔

چشم حباب بحر مین سرمہ لگا رہے	ملحوظ موقع طلب مدعا رہے

ایسے ہی یہ شعر شاگرد تخلص بدیوانی کا۔

ہر بیضۂ اشتر مین نکل آئینگے چھالے	تم چشم حنائی مین لگاؤ گے جو مسی

سلہ ابوریحان محمد بن احمد بیرونی جسنے تقریباً سنہ چارسو تیس ہین وفات پائی ہے اُسنے کتاب الہند کے تیرھوین مقالے مین جو زبان سنسکرت کے علم نحو اور شعر کی کیفیت اور ایجاد کے بیان مین ہے لکھا ہے کہ ایک مہاراجہ جسکا نام سالی وان ہے اور صحیح نام شالی واہن ہے اُسکے عہد مین ایک ہندو عالم نے مہادیو کی بت پرستش کی تو اُنھون نے ظاہر ہو کر نحو کے کچھ قواعد بتائے اس عالم نے وہ قواعد سالی وان کو سکھائے اور اُسکے سامنے چھند پڑھے اور چھندون سے شعرون کا وزن کیا جاتا ہے یہ علم عروض کے مقابل ہے ہندو اس سے مستغنی نہین ہو سکتے کیونکہ اُنکی کتابین نظم مین ہین و یتلوہ چند وہو وزن الشعر المقابل لعلم العروض لا یستغنون عنہ فان کتبہم منظومۃ۔ بعد اس بیان کے علم وزن شعر کے ایجاد کی نسبت البیرونی لکھتا ہے واول من استخرج ہذہ الصناعۃ کان پنگل و چلت یعنے جس نے اس صناعت کو اول استخراج کیا وہ یہ دو شخص ہین۔ (۱) پنگل (۲) چلت سالی وان کا سن ساکھا کہلاتا ہے اور سنہ عیسوی سے اٹھتر برس اور سمت بکرمی سے ایک سو ۳۵ سال بعد شروع ہوا ہے ۱۲ منہ رر

ہدہد الشعرا

ناخن قوس قزح شبہ مضراب نہیں	مرکز محور گردون بہ لب آب نہیں

آب حیات مین لکھا ہے کہ جب شیخ ناسخ کے پاس کوئی ناواقف شخص شائق کلام آتا تو چند بے معنے غزلین بنا رکھی تھین اُن مین سے کوئی اشعر پڑھتے یا اُسی وقت چند بے ربط الفاظ جوڑ کر موزون کر لیتے اور سُناتے اگر وہ سوچ مین جاتا اور چپ رہ جاتا تو سمجھتے تھے کہ کچھ سمجھتا ہے اُسے اور سُناتے تھے اور اگر اُسنے بے تحاشا تعریف کرنی شروع کردی تو اسی طرح کے ایک دو شعر پڑھکر چپکے ہو رہتے تھے مثلاً۔ ؎

ٹوٹی دریا کی کلائی زلف اُلجھی بام مین	آدمی مخمل مین دیکھے مورچے بادام مین
سب کو مشکل ید بیضا مین سخندان ہوتا	تو نے ناسخ وہ غزل آج لکھی ہے کہ ہوا

چوتھا موتی شعر کی قسمون مین باعتبار اوصاف کے

بدائع الافکار فی صنائع الاشعار مین مذکور ہے کہ اشعار کئی قسم کے ہوتے ہین (۱) مطبوع اور یہ ایسا شعر ہے جو پسندیدہ وزن مین بنایا جاے جیسے ۔

مومن

دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے	فلس ماہی کے گل شمع شبستان ہونگے
تو کہان جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کرے	ہم تو کل خواب عدم مین شب ہجران ہونگے
ہم نکالین گے سُن اے موج ہوا بل تیرا	اُس کی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے
تاب نظارہ نہین آئینہ کیا دیکھنے دون	اور بنجائین گے تصویر جو حیران ہونگے
منت حضرت عیسیٰؑ نہ اُٹھاؤنگا کبھی	زندگی کے لیے شرمندۂ احسان ہونگے
ناصحا دل مین تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم	لاکھ نادان ہوے کیا تجھسے بھی نادان ہونگے
غیر جھوٹا ہے لحد پر ترے دل تفتہ کی	گل نہونگے شرر آتش سوزان ہونگے
صبر یارب مری وحشت کا پڑے گا کہ نہین	چارہ فرما بھی کبھی قیدی زندان ہونگے
ایک ہم ہین کہ ہوے ایسے پشیمان کہ بس	ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے
پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی	پھر وہی پانؤن وہی خار بیابان ہونگے
داغ دل نکلین گے تربت پہ مری جون لالہ	یہ وہ اخگر نہین جو خاک مین پنہان ہونگے
عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن	آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

(ب) جس کا وزن ثقیل ہو وہ نامطبوع ہے جیسے۔

انشا

ارے دل کچھ اُنھین تیری خبر نہین	تری چاہت مین نگوڑے اثر نہین۔

غالب

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے	کہ اپنے سائے سے سر پاؤن سے ہے دو قدم آگے

ظفر

کمان ہین رُخ پہ بالے کے گر نزدیک نزدیک	ستارے ہین یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک

کام

یہ تھوڑی سے ندے کلائی موڑ کر	بھلا ہو تیرا ساقیا پلاوے خُم نچوڑ کر

(۲) ملائم ایسا شعر جسکے الفاظ آسان اور شیرین اور دل پسند ہون جیسے۔

انشا

جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شئے لا	لگا کے برف مین ساقی صراحیِ مے لا
قدم کو ہاتھ لگاتا ہون اُٹھ کہین گھر چل	خدا کے واسطے اتنے تو پاؤن مت پھیلا
نکل کے وادیٔ وحشت سے دیکھ ای مجنون	کہ زور دھوم سے آتا ہے ناقۂ لیلا
گرا جو ہاتھ سے فرہاد کے کہین تیشہ	درون کوہ سے نکلی صدائے واویلا
نزاکت اُس گُلِ رعنا کی دیکھ اے انشا	نسیمِ صبح جو چھو جائے رنگ ہو میلا

(ب) اسکے خلاف کو متنافر کہتے ہین جیسے۔

مُنیر

ترے ناخنون مین ہی عقدہ کشائی	اناملِ مقالید قفل مآرب
ترے آگے آئین جو حوران جنت	مکحل عیون اور مشکین ذوائب
ترے عہد مین ہین معطل بتون کے	سہام جفون وسیوف حواجب
ترے خصم کے نطفۂ بد کی خاطر	بنین تربت کنہ صلبِ ترائب
ترا جد شہ انبیا و ملائک	شہ قاب قوسین فخر الاطائب
اسی پر ہے نصِ اَلقِیَا فِی جہنم	خدا سورۂ قاف مین ہے مخاطب
علی بحرِ ذخار علم لدنی کہ	علی ہی مغیث الوریٰ فی النوائب

ائمہ تیری نسل سے تا بمہدی   بُروج امامت کے ہین لوکواکب
ہوا حلم کُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْنَ   ہین منصوص اُن سکے یہ بارہ اطائب
نبیؐ کے کبھی جزد ہین اقربا ہین   سب اُنکے سوا من قبیل لاجانب
تمھارے عدو ساکن شام و کوفہ   وقود سقر دشت عصیان کے حاطب
ہین ذات اعلام و ذات القلائد   افاعی کی اولاد نسل عقارب
بظاہر مسلمانون کی صورتون مین   طویل المحاسن قصیر الشوارب
منافق تھے وہ مرتدان قدیمی   دم حیض ام الخبائث کے شارب
ترے بغض سے شام کا شہر ٹھہرا   سوادرخ شخص مخذول وخائب
تری نکث بیعت سے کچھ پھل نہ پایا   فصار و لکن کان فی اللیل حاطب
ترے سب عزادار و ارباب ماتم   ہوے مستحق نعیم و مواہب
ترے غم مین کفار تک رو رہے ہین   تاسف مین احبار و قسیس و راہب
قریں کا اگر وصف ورد زبان ہو   تو الکن ہو طلق اللسانی مین غالب
مطیع اشارات راکب سراسر   نہ کالبرق خاطف نہ للنفع جالب
صدا شیرون کی اسکے شیہہ کے آگے   صیاح ذباب و نباح اکالب

(۲۳) ایسا شعر جس کے لطائف و معانی کا سمجھنا آسان ہو جیسے۔

میر تقی

آ کے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد   نہ رہی دشت مین خالی مری جا میرے بعد
مُنھ پہ رکھ دامن گُل روئین گے مرغان چمن   باغ مین خاک اُڑاے گی صبا میرے بعد
اب تو ہنس ہنس کے لگاتا ہے وہ مہندی لیکن   خون رُلاے گا اُسے رنگ حنا میرے بعد
وہ ہوا خواہ چمن ہون کہ چمن مین ہر صبح   پہلے مین جاتا تھا اور باد صبا میرے بعد
چاک کرتا ہون اسی غم سے گریبان کفن   کون کھولے گا ترے بند قبا میرے بعد
تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشت جنون   شاید آجاے کوئی آبلہ پا میرے بعد
کیا عجب مرقد لیلےٰ سے یہ نکلے جو صدا   میرے مجنون ترا کیا حال ہوا میرے بعد
بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا وہ میر   یاد آئی مرے عیسےٰ کو دوا میرے بعد

(۲۴) اسکی ضد تعسف کہلاتی ہے تعسف سیدھے راستے سے پھر جانے کا نام ہے جیسے۔

غالب

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا	تماشا ے بیک کف بردن صد دل پسند آیا
ہوا ے سیر گل آئینہ بے مہری قاتل	کہ انداز بخون غلطیدن بسمل پسند آیا

ولہ

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی	ہیولے برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

ولہ

اک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا	جادہ اجزا ے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

منہ

پوچھو مت رسوای انداز استغنا ے حسن	دست مرہون حنا رخسار رہن غازہ تھا

ایضاً

ذرہ ذرہ ساغر میخانۂ نیرنگ ہے	گردش مجنون بچشمکہا ے لیلے آشنا
شوق ہے سامان طراز نازش ارباب عجز	ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا
شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہ رہنا چاہیے	میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا
کوہکن نقاش یک تمثال شیرین تھا اسد	سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

(۴۷) سہل ممتنع لغت مین سہل آسان کے معنے مین ہے اور ممتنع دشوار کے معنے مین اصطلاح مین ایسے شعر کو کہتے ہین جس کی مثال بنانا دشوار ہو اگرچہ بظاہر سہل معلوم ہوتا ہو جیسے۔

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین	اُس کا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

نصیر

خیال زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر	گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

گلزار نسیم

عالم کا ثمرے جہان بیان ہے	بے تابی دل جہان جہان ہے
زنجیر جنون کڑی نہ پڑ یو	دیوانے کا پانون درمیان ہے
ذرے کا بھی چمکے گا ستارہ	قائم جو زمین و آسمان ہے
جو داغ کہ مہر ہے فلک پر	دل مین مرے اب تلک نہان ہے

کس سوچ مین ہو نسیم بولو | آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہے

(۵) جزل لغت مین تمام اور بڑے کو کہتے ہین اصطلاح مین ایسے شعر کا نام ہے جس مین الفاظ عمدہ اور زوردار ہون اور انکی نشست مضبوط ہو معانی عالی اور متین ہون پھس پھسے الفاظ اور پھسپھسی بندش سے پاک ہو لفظاً اور معنًا اس مین کسی طرح کا نقصان متصور نہو جیسے

غالب

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا | اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا | کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو | یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح | کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا
کہون کس سے مین کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے | مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا
ہوے مر کے ہم جو رسوا ہوے کیون نہ غرق دریا | نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

(۶) مرتجل ایسا شعر ہے کہ بے سوچے فی الفور اور ترت کہا جاے اس لفظ کا اشتقاق ارتجال سے ہے جس مین جیم ابجد ہے اور اس کے معنے ہین فوراً بغیر سوچے بات کہنا اور فی البدیہ شعر بنانا آب حیات مین لکھا ہے کہ میر سوز نے اپنا یہ مطلع سودا کے سامنے پڑھا۔

نہین نکلے ہے مرے دل کی اُبال ہے گا ہے | اے فلک بہر خدا رخصت آہ ہے گا ہے

مرزا سنکر بولے کہ میر صاحب بچپن مین ہمارے ہان پشور کی ڈومنیان آیا کرتی تھین یا تو جب یہ لفظ سنا یا آج سنا ہے میر سوز بچارے ہنسکر چپکے ہو رہے مرزا نے خود اسیوقت مطلع کہکر پڑھا۔

نہین جو گل ہوس ابر سیا ہے گا ہے | گاہ ہون خشک مین اے برق لگا ہے گا ہے

اسی کتاب مین لکھا ہے کہ شاہ نصیر نے رنگترون کے حسن تشبیہ مین فوراً یہ شعر کہے تھے۔

اے نیر برج آسمان اقبال | ان رنگترون پر غور سے کیجیے گا خیال
یہ نذر حقیر ہو قبول خاطر | پردے مین شفق کے ہین گرہ بند ہلال

ایک بار نواب سعادت علی خان کے کہنے سے انشا نے فی البدیہ یہ رباعی بنائی۔

عربی نہ فارسی نہ ترکی | نہ سم کی نہ تال کی نہ سُر کی
یہ تاریخ کہی ہے کسی لڑکی | خربلی علی نقی خان بہادر کی

ایک رنڈی کو رتھ مین سوار دیکھ کر شاہ نصیر نے اسی وقت کہا۔

شب کہا ماہ سے یہ پروین نے جو بچ بیٹھے سے مرغ زرین نے	اُسکے رتھ کا کلس سُنہری دیکھ بہر پرواز یہ نکالی ہے

ناسخ نے ایک مصرع کہا تھا ہے چشم نیم باز عجب خواب ناز ہے -

مگر دوسرا مصرع جیسا جی چاہتا تھا ویسا نہ ہوتا تھا اسی فکر مین غرق تھے کہ خواجہ وزیر آگئے اُنھون نے خاموشی کا سبب پوچھا شیخ صاحب نے بیان کیا اتفاق ہے کہ اُنکی طبیعت لڑگئی فی البدیہ یہ کہا تھا فتنہ تو سو رہا ہے در فتنہ باز ہے شیخ صاحب بہت خوش ہوے ۔

(۷) فکری یعنی وہ شعر جو غور و فکر کے بعد بنایا جاے یہ مرتجل کی ضد ہے -(۸) ذوالنوعین ایسا شعر جس مین دو قسم کی صنعتین ہون جیسے ترجیع مع التجنیس کہ یہ مجموعہ ہے دو صنعتون کا جس مین سے ایک صنعت ترجیع یہ ہے کہ الفاظ ایک دوسرے کے مقابل ہم قافیہ ہون دوسرے صنعت تجنیس یہ ہے کہ وہ مرصع الفاظ تلفظ مین مشابہ ہون اور معنے مین مغائر جیسے کرم کے اس شعر مین

نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے ہیہات	نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہے ہات

ایک جگہ پہونچا عضو کا نام ہے اور دوسری جگہ مصدر پہونچنا سے ماضی کا صیغہ ہے اور ایک جگہ کلائی ہاتھ کے خاص حصے کا نام ہے اور دوسری جگہ کل آئی چین و آرام حاصل ہونے کے معنے مین ہے اور ایک جگہ ہاتھ ایک خاص عضو کا نام ہے اور اُسکے قبل ہے کا لفظ رابطہ مثبت غیر زبانی ہے اور دوسری جگہ ہیہات عربی کا لفظ ہے افسوس کے معنی مین جسکو فارسی مین تحیر اور تعجب کی جگہ بھی استعمال کر لیتے ہین اگر دو سے زیادہ صنعتین جمع ہون تو اُسے متنوع کہتے ہین جیسے -

ناسخ

ایک ہان ہے تو پانچ سات نہین	کچھ تری بات کو ثبات نہین

اس مین تین صنعتین ہین ایک صنعت تجنیس زائد و ناقص ہے بات اور ثبات مین دوسرے تضاد ہے ہان اور نہین مین تیسرے سیاقۃ الاعداد ہے ایک اور پانچ اور سات مین

(۸) خمریات ایسے اشعار کا نام ہے جن مین شراب کے اوصاف اور ساقی اور آرائش محفل کے حالات ہون -

سیّد محمد خان رند

مین ہون دریا نوش کیا دیتا ہے اک ساغر شراب	ساقیا پلوا تنگ ظرفون کو چلو بھر شراب

فصل گل ہی کھیچ رہی ہے آجکل گھر گھر شراب / بادہ کش بدمستیان کرتے ہین پی پی کر شراب

ہے دعا مستون کی یارب مثل ماہ و آفتاب / جام گردش مین رہے کھایا کرے چکر شراب

پھر بہار آئے الٰہی پھر شگفتہ ہووین گل / تاک کے سائے مین اینڈین مست پھر پھر کر شراب

شوق سے دامادی پیر مغان کرتے قبول / خوبصورت سی اگر ہوتی کوئی دختر شراب

گر یون ہی چندے رہی افراط مے کی ساقیا / چاہیے بہتی پھرے مے خانے کے باہر شراب

غم غلط ہوتا ہے غمگین کا سرور بادہ سے / خون دل پینا پڑے مجھکو نہووے گر شراب

کھل ہی جاتی ہے بناوٹ آدمی کی نشہ مین / صاف دکھلا دیتی ہے انسان کا جوہر شراب

مغتنم ہے وقت فرصت ایک دورہ اور ہو / ہے ابھی شیشے مین اے ساقی کئی ساغر شراب

ذوق

دلوے ساقی جسے اک جام وہ دعوے سے کہے / آج جو پاس ہے میرے نہین جمشید کے پاس

اللہ اللہ رے تری مستی و بالادستی / شب کے مست کہ کر لی گردون سے مساس

سلسبیل آکے اگر خلد سے ہو آب سبیل / کیجے مے نوش کہ بجھتی ہے کہین اُس سے پیاس

زندگانی سے ہے مقصود شراب و ساقی / اور باقی ہے تو سب وہم و خیال و وسواس

زندگی چند نفس ہے کہو زاہد سے کہ تو / پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاس انفاس

بیٹھ گوشے مین نہ تو چھوڑ کے اس جلسے کو / دیکھ رندان خرابات نشین کا اجلاس

مے نہین برقعۂ مینا مین مگر جلوہ فروز / کوئی خورشید لقا ہے شفقی رنگ لباس

اے خنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرم نشاط / غم کو جا دل مین نہ دے جی کو نہ رکھ اپنے اداس

دل جو گھر غم کا ہوا اُس مین ہو سرمایۂ عیش / وہ مثل ہے کہ کہان گھونسلے مین چیل کے ماس

دل پر وسوسہ کی ہوتی ہے مے سے وا شد / کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفل وسواس

سودا

پہنچ ساقی کہ اب دل کو نہین صبر / تری دوری مجھے اسوقت ہے جبر

لگی ہے کرنے آکر سوئے گلشن / چراغ گل نسیم صبح روشن

گھمنڈ آیا ہے ابر از غرب تا شرق / مجھے بے کشتی مے تو نہ کر غرق

تغافل کو نہ اب فرمائیو کام / لپک لیکر بغل مین شیشہ و جام

ستم ہے گر نہو اب ساغر و جام / عجب ہی لطف سے پھولی ہے یہ شام

جھکادے منھ مین ساقی شیشۂ مے
مغنی پھونک دے بہر خدا نے

کہ آپہونچا ہے وقت بادہ نوشی
نہین مطرب یہ ہنگام خموشی

تذرانا گا وہ پی کر ساغر مل
کہ ہووے سرمۂ آواز بلبل

جو بولے محتسب منھ توڑ اُس کا
جو ملا کچھ کہے سر پھوڑ اُس کا

سخن اسوقت اُس کا بے محل ہے
بہار اب جو کہے اُس پر عمل ہے

کہے ہے دیکھ اب اس ہوا کو
حباب مے کشان مین دون خدا کو

کریم اپنے کو مین کر لون گا راضی
دہن سے شیشے کے بو ریش قاضی

مثنوی میر حسن

خواصون نے گھر کو دیا انتظام
تمامی کے پردے لگائے تمام

بچھا فرش اور کر چھپر کھٹ کو صاف
مرصع کا اُس پر اُڑھا کر غلاف

وہ نرگس کے رستے جو آفاق مین
نہ نکلین سو لاکر چنے طاق مین

ولایت کے میوے دھرے ہر طرف
کہ لیجاوے بو اُنکی گل پر شرف

دھرے لخلخے خاص ایوان مین
ہوا ہو گئی عطر دالان مین

دھری کیاریان اک طرف بے شمار
بچھی اک طرف ڈالیون کی قطار

اچار و مربے دھرے خوشنما
وہ باہر کے دالان مین جا بجا

چھپر کھٹ کے پاس ایک مسند بچھا
اور اُسپر تمامی کے تکیے لگا

چنگیرین بنا اور رکھ پاندان
قرینے سے اُس مین رکھے ہار پان

کئی عطردان وان مرصع دھرے
انوکھی گھڑت کے کئی جو گھڑے

سرہانے مجلد دھری اک کتاب
ظہوری نظیری کا کل انتخاب

دھری اک بیاض اور رشک چمن
پُراز شعر سودا و میر و حسن

قلمدان بھی اک نزاکت بھرا
قرینے سے زیر چھپر کھٹ دھرا

دھرا اک طرف گنجفہ خوش قماش
دھری جو پڑا اک طرف کو غم تراش

کھچی ایک چوکی پڑا تورہ پوش
کرین دیکھکر غش جسے بادہ نوش

صراحی و ساغر شراب و کباب
دھرا اُسپہ ساقی نے کر انتخاب

وہ اُسکو رکھا چھپائے ہوئے
کہ چھوٹے نہ ہے منھ لگائے ہوئے

کہا خاصہ پز کو خبردار کر — کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر

ایضاً

عمارت کی خوبی درون کی وہ شان — لگے جس مین زربفت کے سائبان
چقین اور پردے بندھے زرنگار — درون پر کھڑی دست بستہ بہار
کوئی ڈور سے در پہ اٹکا ہوا — کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
وہ مقیش کی ڈوریان سربسر — کہ ہر کا بندھا جس مین تار نظر
چقون کا تماشا تھا آنکھون کا جال — نگہ کو وہان سے گذرنا محال
سنہری مغرق چھتین ساریان — وہ دیوار اور در کی گلکاریان
دیے ہر طرف آئینے جو لگا — گیا چوگنا لطف اُس مین سما
وہ مخمل کا فرش اُسکا ستھرا کہ بس — بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس
رہین کھلتے اُس مین روشن مدام — معطر شب و روز جس سے مشام
چھپرکھٹ مرصع کا دالان مین — جھمکتا تھا اس طرح ہر آن مین
زمین پر تھی اس طور اُسکی چمک — ستارون کی جیسے فلک پر چمک

فائدہ جس نظم کے اشعار مین بائے قسمیہ لاکر کوئی مضمون لکھین وہ نظم قسمیہ کہلاتی ہے جیسے

میر تقی

بصانعے کہ یہ نقاشیان ہین سب اُسکی — زمین ہو یا ہو فلک یا حجر ہون یا اشجار
باحمدِ کہ نبوت ہوئی ہے اُسپر ختم — بفاطمہ کہ وہ ہے بنت سید مختار
بمرتضےٰ کہ ولایت مسخر اُن نے کی — بہادری ہے غلامون کا جسکی فن شعار
برآن امام کہ کشتہ ہے زہر قاتل کا — گرے ہین لخت دل اُسکے زمین پہ ٹکڑے ہزار
برآن شہید کہ تشنہ لب و شکستہ دل — موا ہے دشت بلا مین ہین اب تلک آثار
بہ سرد مہری شیرین بکینۂ خسرو — بگرمجوشی فرہاد و سختی کہسار
بعشق دیر بطوف حرم بسعی تمام — بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار
بہ آب و رنگ گلستان بہ بیکسی اسیر — کہ اُسکو کنج قفس مین رہی ہے یاد بہار
بساغرِ مے گلگون بہ توبۂ سنگین — بدل نوازی ساقی بہ ابر دریابار
بہ سنگیری چاک و بہ بیقراری جیب — بسینہ کاوی دشنہ بزخم دامن دار

بحیرت رخ جانان بچشم وا مانده — بسعی باطل ناخن بعقدۂ دل کار
بقلقل دبہ سبو و بلغزشش مردم — بمستی مے ناب و بخاطر ہشیار
بہ پوچ گوئی دلے تابی و بہ بے خوابی — بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار
بدیر و برہمن و کفر و با صنم گوئی — بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتہ زنار
بسیل خانہ خراب و بوادی مجنون — بجرگہ جرگہ غزالان بدیدہ خونبار
بخوشہ خوشہ سرشک بدار بست مژہ — بقطرہ قطرہ شراب و بجام دستیار
بضعف جسم نزار و بطاقت سرکش — بجان عاشق مسکین کہ یار پر ہے نثار
بخاک عاشق بے خانمان کہ باد صبا — نہین دکھاتی اُسے بعد مرگ کوچۂ یار
باضطراب چراغ و بدشمنی نسیم — بخاطر دم آخر کہ اُس سے ہے بیزار
بدور گردی رنگ قبول و یاس دعا — باعتزاز اجابت بحلقۂ اذکار
بخیل خیل خرابی بگوشۂ صحرا — بجوش سوادی شہر و بقریہ و بدیار
بشوق وصل نگار بجان مایوسی — بہ آرزوے ہم آغوشی و بہ بوس و کنار
بہ سینہ کوبی زخم جگر بماتم تیر — بجان کنی گلوگیر و حسرت دیدار
قسم ہے میرے تئین ان تمام قسمونکی — کہ تجھکو علم ہے ان سب کا کیا کرون مین شمار
یہ آرزو ہے مرے دل مین مدتونسے تھا — رہے نہ بعد مرے ہند مین یہ مشت غبار
اُڑائے اِسکو صبا یان تلک کہ لے پہونچے — تجھ آستان کے آگے کہ ہے فلک کردار

فائدہ دیگر المعجم مین لکھا ہے کہ شعر کی بنیاد اچھے وزن۔ شیرین الفاظ عمدہ معانی۔ درست قوافی۔ سہل ترکیب اور لطیف مضامین پر ہو اس طرح کہ اُسکا سمجھ سکنا آسان ہو اُسکا مطلب اخذ کرنے کے لیے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہو اور استعارات بعیدہ۔ مجازات شاذہ تشبیہات کاذبہ اور تجنیسات مکرّرہ سے خالی ہو اور ہر بیت کے لفظ و معنے پورے پورے اُس مین موجود ہون سواے سیاق کلام اور سلسلۂ معانی کے دوسرے اعتبار سے غیریت پر موقوف نہو اور الفاظ و قوافی کا دروبست بخوبی ہو اور خاص قصیدے کے لیے اتنا اور ضرور ہے کہ وہ تمام ایک طرز پر ہو۔ ایسا نہو کہ عبارت کہین عمدہ اور کہین خراب ہو جائے اِسی طرح نہ معانی کبھی مرتب اور کبھی مضطرب ہو الفاظ کا باہم میل بنا رہے اور متروک اُلفاظ سے پاک ہو اس امر کو **تفویف** کہتے ہین

جو لغت مین کپڑے پر رنگ. برنگ کے خطوط بنانے کے معنے مین ہے -

پانچوان موتی شعر کی تفصیل مین باعتبار اقسام نظم کے

اصطلاح مین شعر کو بیت بھی کہتے ہین کہ دو مصرع مساوی ہوتے ہین اور عروض و ضرب رکھتے ہین وجہ اسکی یہ ہے کہ بیت کے معنی گھر کے ہین اور گھر کے لیے زمین چھت ستون میخ رسی کمبل - ٹاٹ - کپڑا اور نقاشی سب چاہیے ایسے ہی یہ چیزین شعر کو چاہیین کہ اُسکو بھی گھر سے مناسبت ہے پس اسکی زمین مضمون ہے یعنی جب کوئی ارادہ مکان بنانے کا کرتا ہے تو پہلے زمین تلاش کرلیتا ہے اسی طرح جب شاعر شعر کہنے کو ہوتا ہے تو پہلے مضمون تلاش کرلیتا ہے اور اُسکی چھت قافیہ ہے اور رسی اور میخ اور ستون ارکان بیت ہین جس طرح کہ رسی اور ستون اور میخ سے گھر مستحکم ہوتا ہے ایسے ہی ارکان بحر سے مضبوطی ہے کیونکہ ارکان مرکب ہین سبب و وتد اور فاصلے سے اور لغت مین سبب رسی کو کہتے ہین اور وتد میخ کو اور فاصلہ ستون کو اور جیسے کہ گھر کپڑے اور کمبل اور ٹاٹ سے تیار ہوتا ہے اسی طرح بیت الفاظ سے تیار ہوتی ہے **فائدہ** اکثر صحرا نشینان عرب کا گھر کمبل اور کپڑے کا ہوتا ہے بطور بال کے - اور گھر مین آرائش کے واسطے نقاشی بھی کرتے ہین تو بیت کی نقاشی صنائع و بدائع لفظی و معنوی کی رعایت کرنا ہے اور گھر کے دروازے کے دو کنواڑ ہوتے ہین اسی طرح غالباً شعر کے بھی دو مصرع ہوتے ہین اور جس طرح لوگ گھر کے اندر دروازے کی راہ سے آتے جاتے ہین اسی طرح شیالہاے مردم مرحاے بیت مین مصاریع کی راہ سے پہونچتے ہین خلیل کے نزدیک بیت کے لئے دو مصرعون کا ہونا لازم ہے اور شعر اسکے نزدیک بیت کا مرادف ہے اور سواے خلیل کے دوسرے علما بیت کے لیے دو مصرعون کا ہونا واجب نہین جانتے بیت کے مصرع اول کے پہلے جز کو صدر اور اخیر جز کو **عروض** کہتے ہین اور دوسرے مصرع کے جز اول کا نام ابتدا و **مطلع** اور پچھلے جز کا نام **ضرب و عجز** ہے اور درمیان مین دونون مصرعون کے جو رہا اُسکو **حشو** قرار دیتے ہین - لغوی معنے صدر کے اول و بلندی و ابتدا اور مطلع کے معنے شروع و جاے آغاز وغیرہ اور عروض کے معنی ظرف کے اور ضرب کے معنی قسم و حصہ کے اور عجز کے معنی سرین وغیرہ کے ہین اور حشو بھرتی کو کہتے ہین پس وجہ تسمیہ اجزاے بیت کی ان اسما کے ساتھ ظاہر ہے الغرض کلام موزون و مقفے کی دس قسمین ہین - غزل - قصیدہ - مسمط - ترکیب بند - ترجیع بند - مثنوی - قطعہ - رباعی - مستزاد - فرد -

بیان غزل

غزل اُن اشعار متفق الوزن والقوافی کو کہتے ہین جنکی بیت اول کے دونون مصرع مقفےٰ ہون اور اُس بیت کو مطلع کہتے ہین اور باقی ابیات غزل مین صرف مصرع ثانی مین قافیہ ہوتاہے اور بیت ثانی کو حسن مطلع وزیب مطلع بولتے ہین اور ایک غزل مین دو یا تین یا زیادہ مطلع بھی لاتے ہین جیساکہ لطف نے ایک غزل چودہ شعر کی لکھی ہے اور وہ سب شعر مطلع ہین چنانچہ خود انھون نے اسکی طرف اشارہ کیاہے۔

لکھے سب اس غزل مین لطف تونے چودہ مطلع	غزل اک دو بھی پڑھو ہے اگر مداح حضرت کا

اور امانت کی اس غزل مین ۹ مطلع ہین

مداح مین ہوا شہہ گردون جناب کا	ذرّے کو حق نے رُتبہ دیا آفتاب کا

اور اس غزل مین ۱۱ مطلع ہین۔

نظر مین تولتا ہے شراب ہر غیرت یوسف	امانت گرم ہے بازار اپنی طبع موزون کا

امانت کی ایک غزل مین ۳۲ شعر ہین جس مین سولہ مطلع ہین۔

ذوق کی اس غزل مین ۱۰ مطلع ہین۔

ترے کوچے کو وہ بیمار غم دارالشفا سمجھے	اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

اور سب سے آخر کی بیت کو ختم غزل اور مقطع کہتے ہین۔ فارس اور ہند کے شعرا نے ایک اچھا طریقہ وضع کیاہے کہ اپنی ذات کے لیے ایک مختصر سا نام اختیار کرلیتے ہین اور اُسکو اپنی نظم کے بیت آخر مین لاتے ہین اور اُس کا نام تخلص ہے خان آرزو چراغ ہدایت مین لکھتے ہین کہ تخلص اُس بیت کو کہتے ہین جس مین شاعر اپنا تخلص لائے جیساکہ اس شعر مین کمال خجند کے۔

کمال از گفتۂ خود ہر چہ داری	تخلصہا ے تو لبس آبدار ست

مؤلف کہتا ہے کہ اس شعر مین تخلص سے مراد گریز ہے کہ اُسکا ذکر قصیدے مین آنیوالا ہے مقطع مقصود نہین اور ظاہر ہے کہ حُسن تخلص بھی اُس صنعت کو کہتے ہین کہ قصیدے مین اول چند شعر کسی مضمون کے لکھکر پھر مدح ممدوح کی طرف سلاست الفاظ اور نفاست معنے اور وجہ لطیف اور طرز ظریف کے ساتھ رجوع کی جائے شعرائے عرب مین تخلص کا دستور نہ تھا یہ تخلص یا نام کا جزو ہوتا ہے جیسے انشاء اللہ خان نے اپنا تخلص انشا کیا اور حکیم مومن خان نے مومن اور منشی امیر احمد مینائی نے امیر یا کوئی اور نام کسی رعایت و مناسبت سے تجویز کرتے ہین جیسے محمد تقی نے میر اور مرزا رفیع نے سودا اور مرزا اسد اللہ خان نے غالب اور شیخ ابراہیم نے ذوق اور نواب

مرزا خان نے داغ اور شیخ امام بخش نے ناسخ اور خواجہ الطاف حسین نے حالی رکھا تخلص اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر نام شاعر کا ارکان بحور مین گنجائش پذیر نہین ہوتا اسلیے ضرورت تخلص کی ہوتی ہے ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض شاعر جو فارسی و ریختہ یا اردو بھاشا یا فارسی و بھاشا دو زبانون مین سخن سرائی کرتے ہین وہ دونون مین تخلص مختلف لائے ہین جیسے عنبر شاہ خان فارسی مین عنبر اور اردو مین آشفتہ تخلص کرتے تھے اور نواب مصطفےٰ خان کا فارسی مین حسرتی اور اردو مین شیفتہ تخلص تھا اور حسین علی خان شاگرد مرزا غالب فارسی مین خیالی اور اردو مین شادان تخلص کرتے تھے جن لوگون نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تخلص مؤنث نہ چاہیے اور اس خیال سے تخلص نسیم پر معترض ہوے ہین یہ انکی محض نادانی ہے اسلیے کہ بہت سے تخلص اساتذہ کے مثل جرأت اور وحشت اور حشمت وغیرہ کے مؤنث ہین ہان تخلص اچھا چاہیے کیونکہ اسما کی تاثیر ضروری ہوتی ہے جب واجد علی شاہ اورنگ نشین اودھ کے قلق و اسیر جو نامی شاعر ہین مصاحب ہوے ایک درویش صاحب حال نے کہا خدا خیر کرے اللہ تاثیر اسماے مصاحبین سے بجاے انجام کار عرصہ قلیل مین فقیر روشن ضمیر کے اندیشے کا ظہور ہوا بادشاہ کی ریاست جاتی رہی بلکہ ایک اسیر قلق عظیم ہوے۔ شاذ و نادر بعض شعرا تخلص مطلع مین بھی لے آتے ہین اور پھر اسی غزل کے مقطع مین مکرر لاتے ہین یہ بات سودا کے کلام مین بہت پائی جاتی ہے مثلاً۔ سہ

جرأت

عاشقی جرأت نکر ناحق نہ جی کو غم لگا
دن بدن تحلیل جرأت کیون ہوا جاتا ہے تو

ربط سب سے رکھ بہت پوچھی کسی سے کم لگا
آہ یہ بیٹھے بٹھائے تجھکو کیا غم لگا

میر

وہ کمان ابرو اگر در پے ہوا ہے میر کے
روے دلکش وہ خدا جانے کہ کس سے کھنچ گیا

ترکش ان پلکون کا ہے بالاے ترکش تیر کے
میر ہم عاشق رہے ہین ایسی ہی تصویر کے

ناسخ

گر اسے ناسخ مہ جو رسے کچھ کام نہین
رات دن نور خدا کو نجف سے ہی عیان

بخدا اس بت مغرور سے کچھ کام نہین
تجھکو ناسخ جبل طور سے کچھ کام نہین

اگر تخلص کو مقطع مین اس طرح لائین کہ وہ معنے کی طرف بھی رجوع کرتا ہو اور اسکو قطعی تخلص کہنے مین تامل ہو اور اس سے تخلص قائل معلوم نہ ہوتا ہو تو یہ بات بے لطف ہے اور خالی رکاکت سے نہین مثلاً لفظ تمنا کہ خواہش کے معنی مین ہے شاعر کا تخلص ہو تو چاہیے کہ مقطع مین اس طرح لائین کہ شاعر کے تخلص ہونے پر

دلالت کرے جیسے اس مقطع مین مولوی محمد قاسم تمنا مرادآبادی کے۔ ؎

رکھیے جاؤ قدم آنکھو نپہ تمنا کی ذرا	اوسیان اُس حرم پاک کے جانے والے

نہ یہ کہ سامع جب تک دوسرے شخص سے نہ پوچھے معلوم نہو جیسے اس مقطع مین۔ ؎

عاشق خستہ کی رخصت دم آخر ہے ضرور	ہے اُسے تیرے ہی ملنے کی تمنا باقی

اس بیت مین یکایک بغیر تحقیق کے لفظ تمنا سے شاعر نہین معلوم ہوتا بلکہ خواہش کے منے پیدا ہوتے
علی ہذاالقیاس اس مقطع مین مرزا مکین رفاقت کے ؎

برسونکی ایک دم مین رفاقت جو چھوڑ دے	کیا ایسی زندگی کا بھروسا کرے کوئی

اس مین صاف صاف نہین معلوم ہوتا کہ یہ شعر رفاقت کا ہے۔
لطیف کا مقطع ہے۔ ؎

بندگی پر نہین موقوف ترا لطف لطیف	تو نے جب چاہا تو درویش کو سلطان کیا

سکندر کا مقطع ہے۔ ؎

حیف عقبیٰ کے لیے کچھ نہ سکندر نے کیا	آپ گئے روز جیا کس لیے دارا مارا

الغرض غزل مین سوائے ذکر شراب وکباب و خال و خط و شاہد رعنا و شکوہ الم مفارقت و ذکر وصال و بیان جفائے فلک و خوے بد معشوق کے اور قسم کے مضمون مثل نصیحت و معرفت و وعظ و پند وغیرہ کے زیبا نہین اور یہ بھی ضرور ہی کہ اول سے آخر تک ساری غزل ایک ہی مضمون کی ہو خواہ فراق کی خواہ وصال کی خواہ اور مضمون کی مگر متاخرین کے نزدیک غزل مین ہر شعر کا مضمون علٰحدہ اور مختلف ہونا بھی جائز ہے یعنی اگر شاعر مطلع مین وصل کا حال باندھے اور زیب مطلع مین جدائی کا حال بیان کرے تو روا ہے بلکہ یہی بہت شائع ہے اور ایک نئی طرح اور نکلی ہے کہ اپنے معشوق کو دوسرے کا عاشق قرار دیکر کچھ اسکی بیتابی کچھ ایثار شک کچھ اور چھیڑ چھاڑ لکھتے ہین اس سے عجیب غریب لطف حاصل ہوتا ہے۔ شعرا نے مستعمل استعارون سے اُبچنے کے لیے منئے استعارے اور استعارے در استعارے نکالے ہین اور اُسکا ایجاد جدید تصور کر کے نازک خیالی نام رکھا ہے اس سے کلامون مین خیالی نزاکت اور تازگی لطافت تو ہو جاتی ہے مگر کلام پُراثر نہین ہوتا چونکہ دُنیا مین ہر اک نئی چیز مزہ دیتی ہے اسلیے یہ طرز ہر اک کو پسند ہے اور علم کی مشکل پسندی نے اُسے زیادہ تر قوت دی ہے جو قدما کی تقلید سے صفائی اور سادگی کی لکیر پر فقیر ہین اور اغلاق کو ناپسند کرتے ہین اور مطلب اور طرز کلام مین صفائی پیدا کرنے کی کوشش رکھتے ہین جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہوتا ہے۔
نازک خیالی کا نمونہ۔ ؎

تصویر یار ہمسر نکیرین پاس ہے	رکھو دیجو میری قبر مین شیشہ گلاب کا

مطلب شاعر کا یہ ہے کہ جب قبر مین نکیرین آئینگے اور مجھ سے کچھ سوال کرینگے تو یار کی تصویر دکھا دونگا یا یہ کہ جب وہ مجھ سے پوچھینگے کہ تیرا رب کون ہے تو مین یار کی تصویر دکھا دونگا اور کہونگا کہ مین اس کے سوا کسی کو نہین جانتا جیسا کہ مجنون کا جواب مشہور ہے ؎ نہ چندان شور لیلی در سرم بود ﴿ کجا پروائے کار دیگرم بود ﴿ پھر نخ وہ اُس تصویر کو دیکھ کر غش کر جائینگے اُنکے ہوش مین لانے کے لیے شیشہ گلاب کا ساتھ ہونا ضرور ہے میری قبر مین رکھدینا اس قسم کے اشعار تماشہ سمجھے جاتے ہین۔ اور ہر ایک کے فہم مین مشکل سے آتے ہین غالب ؎

ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگینگے نکیرین	ہان منھ سے مگر بادہ دوشینہ کی بو آئے

بادۂ دوشینہ یعنے رات کی پی ہوئی شراب جو مرنے سے پہلے پی تھی محض از راہ شوخی کے کہتا ہے کہ نکیرین کے سوال وجواب سے بچنے کی کوئی تدبیر اُسکے سوا نہین کہ شراب پیکر مرین تاکہ نکیرین اُسکی بو کی کراہت سے بغیر سوال وجواب کیے چلے جائین ولہ ؎

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے
برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

یعنے دہقان کی سعی گل کے حق مین گل کی خرمن راحت کے لیے برق کا کام دیتی ہے دیکھو وہ لالے کے درخت پر اسقدر کوشش کرتا ہے لیکن اسکا نتیجہ صرف یہ ہوتا ہے کہ گل لالہ کے دل پر داغ ہوتا ہے۔

ولہ

غنچہ تا شگفتنہا برگ عافیت معلوم	باوجود دلجمعی خواب گل پریشان ہے

مطلب یہ ہے کہ کھلنے کے وقت تک غنچے کے مایۂ آرام وعافیت کا باقی رہنا ناممکن ہے کیونکہ ظاہر مین اگرچہ اُسکی صورت صنوبری سے اُسکی دلجمعی کا خیال ہوتا ہے لیکن حقیقت مین اُسکی پنکھڑیون مین پریشانی کا مادہ پنہان ہوتا ہے۔

ولہ

رکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوق فنا ورنہ	اشارت فہم کو ہر ناخن بریدہ ابرو تھا

ولہ

پریشانی سے مغز سر ہوا ہے پنبۂ بالش	خیال شوخی خوبان کو راحت آفرین پایا

ناسخ

میری آنکھوں نے تجھے دیکھلے وہ کچھ دیکھا	کہ زبان مژہ پر شکوہ ہے بینائی کا

ولہ

کھل گیا ہم پر عناصر جب ہوے بے اعتدال	رابطہ واجب ہے ممکن دوست دشمن مین نہین

آج کل کے بعض شعرا کلام مین نہایت تکلف کرتے ہین الفاظ مصنوعی اور مشکل بھرتے ہین اور یاران بلید الطبع پر رعب غالب کرنے اور صاحب طرز جدید مشہور ہونے کو اپنے اشعار کو معما کرتے ہین اور اکثر کلمات خلاف محاورہ روزمرہ اُردو استعمال مین لاتے ہین جنکے دریافت کرنے کے واسطے کتب لغت وغیرہ کی حاجت پڑتی ہے اسواسطے کلام اُن کا غیر فصیح اور قابل عدم التفات ہوتا ہے کلام نحس و شوم سے بھی شاعرون کو احتراز کرنا چاہیے بعض اوقات ایسا مضمون بدشگون زبان سے نکلتا ہے کہ اُسکی تاثیر سے ضرور خرابی واقع ہوتی ہے جیسے ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ خاتم آل تیموریہ کا یہ شعر ہے

مر گئے آخر بھی کر دام سے چھوٹے نہ ہم	دل کی دل ہی مین تمنائے رہائی رہ گئی

حضرت بادشاہ صاحب مرتے مر گئے انگریزون کی قید سے نہ چھوٹے دل کی دل ہی مین تمنائے رہائی رہ گئی۔

المختصر اصطلاح مین غزل اُن اشعار کا نام ہے جنکی تعریف اوپر کی گئی اور لغت مین غزل جوانی کا حال بیان کرنے اور عورتون کی صحبت اور عشق کا ذکر کرنے کو کہتے ہین اور بعض کا قول ہے کہ ایک شخص عرب مین تھا جس نے اپنی ساری عمر رند مشربی اور عشقبازی مین گذاری اُس کا نام غزل تھا اور ہمیشہ عشق و حسن کی تعریف کیا کرتا تھا اور سخن عاشقانہ کہتا تھا پس ایسے اشعار کو جن مین حسن و عشق وغیرہ کا بیان ہو اُسکے نام سے موسوم کر دیا یعنے غزل کہنے لگے مگر قول اول درست ہے۔ عرب کے اشعار مین مرد کا عشق عورت کی طرف ہوتا ہے اور فارسی مین عشق مرد کا امرد کی طرف اور اُردو مین مرد کا عشق عورت کی طرف اور مرد کا عشق امرد کی طرف یعنی دونون طرح ہے اس لیے کہ ماخذ اُردو کا عربی اور فارسی ہے اور شعر ریختہ متبع عرب و عجم دونون کے ہین پس اودیان عرب کی تقلید سے مرد کے عشق کا عورت کی طرف اظہار کیا اور شعراے فارس کی اتباع سے امرد کے ساتھ عشقبازی کا شیوہ اختیار کیا جو لوگ کہتے ہین کہ اُردو مین عشق مرد کا امرد کی طرف ہے نہ عورت کی طرف وہ بڑی غلطی پر ہین یہ نہین دیکھتے کہ شاعری ریختہ مین امردون کے سبزۂ خط وغیرہ اور عورتون کی پستان وغیرہ دونون کی تعریف موجود ہے اور اساتذہ وموجدین فن کے کلام سے یہ بات ظاہر ہے۔ مثلاً ۔ ع

امانت

بار محرم سے پڑے ہین سینۂ نازک مین بل	اے پری انگیا کا سب آب روان آبی ہوا

آتش

کسی کی محرم آب روان کی یاد آئی		حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا

برق

چاندنی بن گئے کرتی جو نہا کر پہنی		اگاج کے پھول ہوے اُنکے بدن میں مہتاب

ذکی

سبز محرم میں دکھلائے گر لطافت حسن کی		خام انار آسا بت رنگین کی پستان سبز ہو

رند

روشن ہے آفتاب سے وہ گورا گورا پیٹ		بہتر کرن سے یار کی کرتی کی توئی ہے

قلق

اگلو نیر خاص دھوکا ہو گیا رنگین کٹورے کا		رگ گل میں جو عالم تھا تری انگیا کے ڈورے کا

ولہ

وہ پٹہ آب روان کا سر کا جو کسکے محرم سے نکلے بیتم		کہ بحر حسن صنم کا ہمکو دکھا دیا ہے حباب دو ہا

مصحفی

بیم کیوں پنجۂ شاہین سے نہ ہو پستان کو		دام میں رکھتی ہے اپنے دو کبوتر کرتی

اخگر

اُس ناک کی لونگ سونگھتا ہوں		حاجت مجھے کیا الائچی کی

ذوق

اللہ ری تاب حسن کہ اسکا دُر بلاق		چشمک نئی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

نادر

کیل سونے کی بنے عکس طلائی رنگ سے		حلقۂ بینی کی جا رکھو جو تنکا ناک میں

حزین

پہنے جو یار نے کرن پھول کان میں		تھی تو نیہ لوٹتی رہی شبنم تمام رات

احمد حسین خان صبا

کان چھدوائے جو اُس نے تو غش آیا مجھکو
بالے پن ہی میں کیا بس تہ و بالا مجھکو

محسن

واہ کیا تاثیر ہے رنگ صبیح یار کی ‏— بن گیا ہیرا جو پہنا اُسنے سبزہ کان مین

شہید

چاندی کی چوڑیونکو طلائی بنادیا ‏— رنگ حنا ہے یا ترے اکسیر ہاتھ مین

ولہ

شوخ یہ رنگ حنائے گل ہے جسکے عکس سے ‏— گجرے پھولونکے بنے سونیکے کنگن ہاتھ مین

نادر

بوجھ اتنی چیز کا کیا دست نازک سے اُٹھے ‏— آرسی چھلے کڑے پہونچی ستارے چوڑیان

بحر

حُسن روز افزون نے گنجائش نہ پائی جسم مین ‏— بنگیا انگیا کے اندر وہ ستمگر چھاتیان

ثابت

لُوٹتے ہین شب وصل دست شوق اُنھین ‏— یہ گول گول ہین کیا سخت تیرے سینے مین

جلال

آرہی زلف ہوا سے جو تری پستان تک ‏— ابر نے لیلیا آغوش مین کہسارون کو

جوش

تمھاری مانگ نے لوٹا ہی ہوش و صبر و قرار ‏— لُٹا ہے شام کے رستے مین قافلہ دل کا

امانت

سیہ موباف پاجامہ گلابی چینئی نیفہ ‏— دوپٹہ سرخ انگیا سبز کرتی زعفرانی ہے

جلال

بناؤ فخر سر چرخ اخضری چوٹی ‏— گیاہ شعلہ سے بھی رہے بڑھی چوٹی

گویا

لپٹی ہے چوٹی یار کی پھولونکے ہار مین ‏— سنبل نے گل کھلائے ہین فصل بہار مین

منیر

سو پیچ پڑے لاکھ بلائین ہوئین باہم ‏— ان سب سے بنائی بُت مغرور کی چوٹی

ان تمام اشعار مین اُن چیزون کی تعریف مذکور ہے جو عورتون سے خصوصیت رکھتی ہین۔

اسیر

خط نمودار ہوا وصل کی راتین آئین	جن کا اندیشہ تھا تمہ پر وہی باتین آئین

آباد

سبزۂ خط ہے طلسم حسن سے رخ پر عیان	ورنہ کب ممکن ہے شعلے پر ٹھہرنا کاہ کا

تسلیم

دید کے قابل ہے جوبن سبزۂ رخسار کا	معجزہ ہے سبز ہونا آگ پر گلزار کا

خلیل

پتونکا سبزۂ خط خال کا نہین محتاج	بغیر مہر یہ خط اعتبار رکھتا ہے

وزیر

سبزۂ خط سے ہوا اور رو تار عارض	خضر آباد ہوا نام دیار عارض

وزیر

مسین بھیگی نہین ہین اے وزیر اُس آئینہ رو کی	نمایان پشت لعل لب پہ ہے عکس خرگان کا

ان اشعار مین ایسی چیز کی تعریف ہے جو مرد سے خصوصیت رکھتی ہے۔
ریختہ کے مقابل ایک زبان ریختی اور ایجاد ہوئی ہے اُس مین عورتون کی بولی عورتون کے ساتھ باندھی جاتی ہے موجد اسکے سعادت یار خان رنگین ہین اُسکی بنیاد فقط یارون کے ہنسنے ہنسانے پر ہے مگر انشاء اللہ خان نے اس طرز کو جلا دے کر خوب گلدستہ سجایا متاخرین مین جان صاحب اس فن کے بڑے ماہر ہین یہان پر ایک دو شعر ریختی کے بطور نمونہ کے لکھے جاتے ہین۔

رنگین

مین وہ بھی اوڑھنے کی نہین کل کی اوڑھنی ذرا گھر کو رنگین کے تحقیق کرو	باجی مجھے منگا دو جھلا جھل کی اوڑھنی یہان سے ہے کے پیسے ڈولی کہارو

انشا

مردوا مجھ سے کہے ہے چلو آرام کرین	جسکو آرام وہ سمجھے ہے وہ آرام ہو نوج

وله

تم سے یہ بیتی کہانی تو نبیڑی انا	آپ بیتی ہو کوئی بات نہ چھیڑی انا

سنین سنکار لیا تو نے تو پھر اٹھا نے	مرے دروازے کی کیون چول ٹیڑھی انا
مین ترے صدقے نرکھا ہے مری پیاری روزہ	ولہ بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ

جان صاحب

نماز پڑھ پڑھ کے تو گناہون سے اپنے توبہ بوا کیا کر نکاحی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے متاعی رنڈی کو گھر مین ڈالا	نجان ہندو یہ دے دوگانہ خدا خدا کر خدا خدا کر بنایا صاحب امام باڑہ خدا کی مسجد کو تمنے ڈھاکر

بھاشا مین عشق عورت کا مرد کی طرف ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ ہندوؤنکی قوم مین مرد کم اور عورتین زیادہ ہونیکے سبب مرد محبوب ہوے کیونکہ کم چیز عزیز اور زیادہ چیز حقیر ہوتی ہے پس شان محبوبی مردون سے متعلق ہو گئی اور عاشقی عورتونکے ساتھ مخصوص ہوئی مولوی غلام علی آزاد نے اسی طرح لکھا ہے۔ ع

ہائین بچھڑے جات ہو پل جان کے موے	اس ہروے نی جاؤگے مرد بدونکی توے

ہتی وَرپَن سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر عورت کی طرف سے عشق بازی کی ابتدا کی جاتی ہے تو ایسے بیان مین شیرینی زیادہ ہوتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عورت کا عشق مرد کی نسبت بیان کرنا چاہیے پھر عورت کی عاشقی کا ڈھنگ دیکھ کر مرد کا عشق عورت کی نسبت بیان کرنا چاہیے۔

غزل کے اشعار طاق ہوتے ہین اور محققین کے نزدیک ایک غزل کی تعداد پانچ شعر سے کم نہین ہوتی اور گیارہ شعر سے زیادہ نہین لیکن بعض اگلے شاعرون کے نزدیک ایک غزل کی تعداد کم سے کم تین شعر اور انتہا پچیس شعر تک ہے اس زمانے مین سترہ اور انیس اور اکیس بلکہ اس سے زیادہ اشعار کی غزل لکھتے ہین چنانچہ سخنوران متاخرین فارسی کے کلام مین چالیس شعر تک اور شعراے متاخرین ریختہ کے کلام مین پچاس پچپن شعر تک کی غزلین موجود ہین پس اگر کوئی شاعر نہایت برجستہ اور پسندیدہ زمینون اور دلچسپ بحرون مین لطف محاورہ درستی ترکیب اعلیٰ درجے کی لطافت و فصاحت نئے خیالون اور چھٹے قافیون کے ساتھ طول طویل غزل لکھے اور اصول غزلیت کو ہاتھ سے نہ جانے دے تو یہ کمال مشق سخنوری پر دلیل ہے البتہ اگر مضمون لچر و واہیات اور قافیے پوچ و خراب ہونگے تو کوئی پسند نہ کرے گا۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا طائر مضمون کم پایا جاتا ہے جو دام متقدمین کا اسیر نہوا ہو۔ ع

حریفان بادہ ہا خوردند و رفتند	تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

یہ تو قول ہرگز مسلم نہین اسلیے کہ مبدء فیاض کا فیض نامتناہی ہے اسکی فیض رسانی مین کسی صورت سے کمی و نقصان نہین ہم اس قول کو ایک بزرگ کے اپنی راے کے مطابق پاتے ہین۔ ع

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است	خم و خمخانہ با مہر و نشان است

اور نسیم کہتا ہے۔ ؎

ہر چند کہ اگلے اہل فن تھے — سلطان قلمرو سخن تھے
آگے اُن کے فروغ پانا — سورج کو چراغ ہے دکھانا
پر بحر سخن سدا ہے باقی — دریا نہیں کار بند ساقی

اور صاحب ترانۂ شوق کہتا ہے۔

لیکن نہیں انجمن ہے خالی — کب میکدۂ سخن ہے خالی
حاصل مے کش کو کچھ نہ کچھ ہے — تلچھٹ ہی سہی اگر نہیں مے

شعراے ریختہ نے ایک زمین مین چار چار پانچ پانچ غزلین لکھی ہین اور ہر غزل کے مقطع مین دوسری غزل کا اشارہ کیا ہے شیخ امداد علی بحر ابن شیخ امام بخش نے جو امام بخش ناسخ کے شاگردون مین نامور ہین ہفت غزلہ لکھا ہے یعنی سات غزلین ایک زمین مین کہی ہین ایک غزل کا مقطع یہ ہے۔ ؎

سگ دربان کے لیے کوچۂ جانان چھوڑا — بحر تم رک گئے خاشاک سے دریا ہو کر

مولوی مذاق کا بھی ایک ہفت غزلہ ہے جو نہایت آب تاب کے ساتھ لکھا ہے اُن مین کا ایک شعر یہ ہے

پھاڑ کر پھینک اے مصور کاغذ کشمیر کو — پردۂ دل کا ورق لا یار کی تصویر کو

زمین غزل مراد ردیف و قافیہ سے ہے مع قید بحر کے۔ صورت مذکورۂ بالا مین ہر غزل مین دوسری غزل کا اشارہ کرنا ضرور نہین ہے اکثر شعراے ریختہ ایسا بھی کرتے ہین کہ ایک زمین مین ایک غزل لکھکر اُسی زمین مین قافیہ بدلکر دوسری غزل لکھتے ہین اور غزل اول کے آخر مین تبدیل قافیہ کا اشارہ کر دیتے ہین۔ اور کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ مطلع غزل کے مصرع ثانی کو مقطع کا مصرع ثانی کر دیتے ہین جیسے اس غزل مین خواجہ درد علیہ الرحمۃ کے۔ ؎

مرتا نہین ہون کچھ مین اس سخت دل کے ہاتھون — پستا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون
اے درد پھر آتا دل مین یہی ہے میرے — پستا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون

غالب

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا
مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ مین — شایان دست و بازوے قاتل نہین رہا
گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار — لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا
بیداد عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

ضامن نے مطلع کے مصرع ثانی کو تمام غزل کا مصرع ثانی بنایا ہے۔

نبی جی کا وہ عالی آستان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
اڑائی خاک ہمنے اب وہان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ملائک لے گئے رضوان شداد	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
شب یلدا مین نیچے ہو گیا چاند	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ہوا ضامن یہ ثابت عکس مضمون	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے

مثال اُس غزل کی جو مضمون واحد مین ہے۔

میر

شب وہ جو پیے شراب نکلا	جانا یہ کہ آفتاب نکلا
قربان پیالۂ مے ناب	جس سے کہ ترا حجاب نکلا
تجھ بن جو پیا تھا قطرہ مے کا	آنکھون سے ہو خون ناب نکلا
مستی مین شراب کی جو دیکھا	عالم یہ تمام خواب نکلا
شیخ آنے کو میکدے مین آیا	پر ہو کے بہت خراب نکلا
ایک جرعہ شراب ہی مین واعظ	ہر مسخرگی کا باب نکلا
تھا غیرت بادہ عکس گل سے	جس جوے چمن سے آب نکلا

سوز

قضا لاوہ قاتل ادھر آن نکلا	کہ لینے کو اُس کے مرا جان نکلا
کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے	یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا
کھڑے رہنے والو مگر سوز ہے یہ	بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا
مراگشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر	یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا
چھری لے کے من بعد سینے کو چیرا	تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

فطرت کی یہ غزل فقط چشم و ابرو اور دیکھنے کے مضمون مین ہے۔

غزل

بہت سے چشم جادو اور بہت دیکھے کمان ابرو	نہ ایسی چشم دیکھی اور نہ ایسے دلستان ابرو
پسند آوین نہ کیونکر وہ ہمارے دیدۂ دلکو	عجب تمگیرہ ہے وہ چشم طرفہ سائبان ابرو

نہ آوے کسطرح وحشت مجھے اُس چشم و ابرو سے
کہ ترک مست ہی وہ چشم تیغ خون فشان ابرو

نظر اپنی پری و حور و غلمان پر پڑے کیونکر
تمہاری ہی نہ اُنکی چشم دیکھی نے بتان ابرو

ہزاروں لالہ رو غنچہ دہان دیکھے پر اے فطرت
کہاں وہ چشم فتان شاخ نخل گل کہاں ابرو

مثال اُس غزل کی جو متفرق مضامین مین ہے -

ذوق

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی
رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

بیٹھے بھرے ہوے ہین خم مے کی طرح ہم
پر کیا کرین کہ مہر ہے منھ پر لگی ہوئی

چاٹے بغیر خون کوئی رکتی ہے تیری تیغ
ہے یہ تو اُسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی

میت کو غسل دیجیو نہ اس خاکسار کی
ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی

عیسے بھی گر ہے پاس تو ممکن نہین شفا
خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی

نکلے ہے کب کسی سے کہ اُسکی مژہ کی نوک
ہی پھانس سی کلیجے کے اندر لگی ہوئی

بیٹھے ہین دل کے بیچنے والے ہزارہا
گذری ہے اُسکی راہ گذر پر لگی ہوئی

منھ سے لگا ہوا ہے اگر جام مے تو کیا
ہے دل سے یاد ساقی کوثر لگی ہوئی

اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منھ لگا
چھٹتی نہین ہے منھ سے یہ کافر لگی ہوئی

حکیم زندہ

قہقہہ سنکر صراحی کا سبو خاموش ہے
جسکو جتنا ہے نشہ اُتنا ہی اُسکو ہوش ہے

اپنا اپنا ظرف ہی ساقی کے سب محتاج ہین
کوئی تو خم نوش ہے اور کوئی ساغر نوش ہے

ہے بندھی خلقت کی گردن مین غلامی کی رسن
خوب چھوٹا مین یہ اُن کا صدقۂ پاپوش ہے

جلوہ فرماتے ہی رخصت ہوگئے سب کے حواس
اُنکی آمد کیا ہے گویا الوداع ہوش ہے

اپنا پا انداز خود آکر چڑھایا یار نے
اسلیے مرقد ہمارا آج مخمل پوش ہے

قید سے ہستی کے چھٹکر خوب آسائش ملی
قبر نے سمجھا مرا پروردۂ آغوش ہے

دیکھکر آتے ہوے زندہ کو دیوانہ منش
دور سے ساقی نے تاڑا یہ کوئی مدہوش ہے

بیان قصیدہ

قصیدہ اصطلاح مین اُن اشعار کا نام ہے جنمین کسی کی مدح یا ہجو ذکر کی جاتی ہے یا وعظ و نصیحت و پند و موعظت یا تعریف بہار یا شکایت روزگار وغیرہ مضامین درج ہوتے ہین اور وہ اشعار معانی دقیق

اور صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے ساتھ بیان کیے جاتے ہین جس سے زور طبیعت شاعر کا معلوم ہوتا ہے
اور شاعری کی تکمیل خاص قصیدے کی مشق و مہارت پر موقوف ہے جس شاعر نے قصیدے مین کمال بہم
نہین پہونچایا وہ مسلم الثبوت نہین سمجھا گیا یہانتک کہ حکیم سنائی و شیخ سعدی - اور امیر خسرو جیسے بزرگون کا
دامن بھی اس آلودگی سے پاک نہین رہا مرزا غالب کا قول تھا کہ جو قصیدہ نہین لکھ سکتا اُسکو شعرا مین شمار
کرنا نہ چاہیے اور اسی بنا پر وہ شیخ ابراہیم ذوق کو پورا شاعر اور شاہ نصیر کو ادھورا جانتے تھے - برخلاف غزل
کے قصیدے مین فصاحت و بلاغت و متانت تینون باتون کا ہونا ضرور ہے آجکل کے اکثر شعرا نے قصیدے کو غزل
کے ڈھنگ پر لا رکھا ہے اور یہ نہین جانتے کہ قصیدہ اور غزل مین بڑا فرق ہے - لغوی معنی قصیدے کا گاڑھے
مغز کے ہین چونکہ ان اشعار مین بڑے بڑے مضامین زور طبیعت اور پوری طاقت کے ساتھ لکھے جاتے
ہین اس مناسبت سے انکو قصیدہ کہنے لگے بعضون نے اور بھی وجہین لکھی ہین مگر ریختہ مین
متقدمین سے لیکر متاخرین تک میر تقی و مرزا رفیع سودا اور حسرت اور انشا اور مومن و غالب و ذوق نے
قصیدے لکھے ہین مگر متقدمین مین میر کا قصیدہ بہ نسبت اُنکی غزل کے کم پایا ہے اور سودا کے قصائد
لاجواب اور نہایت زور کے ہین یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہین کہ سودا کی غزلین انکے قصائد سے پست
رتبہ ہین متوسطین مین سید انشا کے قصیدے بھی نہایت عمدہ ہین متاخرین مین شیخ ابراہیم ذوق اور
اسمٰعیل حسین منیر نے وہ زور طبیعت دکھایا اور ایسے قصیدے لکھے کہ آج تک کسی کو وہ بات نصیب
نہوئی سچ پوچھو تو قصیدہ گوئی ختم کر گئے دو قصیدے نعت و منقبت مین شہیدی کے بھی مشہور ہین
ہر چند کہ اور شاعرون نے بھی اُس زمین مین زور طبیعت آزمایا ہے مگر انکا کلام اُس مرتبے کو نہ پہونچا
میزان الافکار مین بحث ایطا مین لکھا ہے کہ کمتر قصیدہ وہ ہے جو سات شعر رکھتا ہو اور ریختہ مین قصیدے
کے اشعار پندرہ شعر سے اور بقول بعض انیس بیس شعر سے کم نہین ہوتے اور انتہا ستر تک قرار دی
ہے لیکن فصحاے متاخرین کے قصیدے دو دو سو شعر تک کے پائے جاتے ہین بعض شعراے فارسی
نے بھی ایک سو بیس شعر تک حد مقرر کی ہے اور عرب کے شعرا نے پانچ پانچ سو اشعار کے قصیدے لکھے
ہین حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی سبحة المرجان مین کہتے ہین کہ مین نے قصیدے کی حد اکیس بیت سے
اکتیس تک مقرر کی ہے تاکہ قوت سامعہ کو اُس سے آرام ملے اور طبیعتون کو ناگوار نہ گذرے یہ بھی دستور
ہے کہ اکثر قصیدے اپنے حرف ردیف سے مشہور ہوتے ہین مثلاً حرف آخر بیت قصیدہ کا کاف ہو گا تو کافیہ
کہینگے اور لام ہو گا تو لامیہ اور قاف ہو گا تو قافیہ علی ہذا القیاس بعض قصیدے اپنے مضمون سے مشہور ہوتے
ہین یعنے جو ذکر اُن مین ہوتا ہے اُسی سے منسوب ہو جاتے ہین مثلاً اگر قصیدے مین کسی کی

مدح ہو تو مدحیہ اور اگر اپنے فخر و مباحات مین ہو تو فخریہ اور جو اُس مین بہار کا ذکر ہو تو بہاریہ اور عشق کا ذکر ہو تو عشقیہ کہلاتا ہے اور کبھی قصیدے کا نام باعتبار اُسکے رتبے کے ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی نے اپنے ایک قصیدہ فارسی کا نام عمان الجواہر رکھا ہے اور ایک کا ترجمۃ الشوق اور انشا نے ایک قصیدے کا جو صنعت عاطلہ مین ہے اور کئی صنعتون پر مشتمل ہے طور الکلام نام رکھا ہے اور سودا نے اپنے قصیدونکو باب الجنۃ اور بحر بیکران اور تضحیک روزگار کے ساتھ موسوم کیا ہے حسرت نے اپنے ایک قصیدے کی جس کی ردیف ساتون ایک ہے گل باغ بخت تاریخ نکالی ہے غرضکہ ہر صورت مین قصیدے کی دو قسمین ہونگی ایک تمہیدیہ دوسرا خطابیہ جسکو مجددیہ بھی کہتے ہین۔

بیان قصیدۂ تمہیدیہ

تمہیدیہ کے معنے لغت مین فرش بچھانے کے ہین چونکہ ایسے قصیدون مین مدح ممدوح کی اور نام ممدوح کا بعد ذکر چند امور زائد کے بیان کیا جاتا ہے بس یہی فرش بچھانا ہے اور اس جگہ تمہید سے یہ مراد ہے کہ مدح کے پیشتر چند بیتون مین کچھ بہار کی صفت یا زمانے کی شکایت خواہ عشق وحُسن کی کیفیت یا اور کوئی مضمون بیان کیا جائے اُسکے بعد عمدہ طور سے ربط دیکر مدح ممدوح کی یا ہجو یا جو کچھ مقصود ہو شروع کیا جاے تمہید کے بعد مطلب کی طرف متوجہ ہونے کو گریز اور حسن تخلص اور تخلیص کہتے ہین اور جس مقام سے تمہید چھوڑکر مطلب شروع کیا جاے اُس مقام کو مخلص کہتے ہین اور وہان پر ایک اشارہ معقول بھی کر دیا کرتے ہین اور جس قصیدے مین گریز نہ ہو اُس کو مقتضب بولتے ہین اور تمہید کو تشبیب بھی کہتے ہین شین منقوط سے تفصیل کے وزن پر اور بعضون نے اُسکا نام نسیب نون وسین مہملہ سے بروزن نجیب بھی کہا ہے اہل تحقیق کا قول ہے کہ تشبیب وہ ابیات ہین جن مین ایام شباب اور عشق کا ذکر ہو اسلیے کہ تشبیب شباب کا حال بیان کرنے اور معشوق کی صفت کرنیکے معنی ہین شباب سے مشتق ہے اور نسیب بھی غزل کہنے اور عورت کے جمال کی صفت کرنے کے معنے مین ہے اور شاعرون کے نزدیک تشبیب اور نسیب اُن ابیات کا نام ہے جو قصیدے مین تمہید کے طور پر مدح یا ہجو کے پہلے لکھتے ہین اور شاید پہلے ہی عادت ہو کہ اُن شعرون مین مضمون عشقیہ ہی لکھتے ہون لیکن اب اس کی قید نہین تشبیب عام ہے خواہ حسن یا عشق یا اور طرح کے اشعار ہون یہان سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تشبیب بمنزلۂ جزو قصیدہ کے ہے گویا اُس کا دیباچہ ہے پس قسم علیحدہ نہ ٹھہری جیسا کہ اور بعض لوگون نے اسکو ایک قسم جدا قرار دیا ہے حالانکہ علیحدہ نہین بلکہ قصیدے ہی کے شمار مین ہے **بیت القصیدہ** یہ ہے کہ شاعر کے اول اول کوئی مضمون ذہن مین آے اور اُس کو نظم کرکے قصیدے کی بنیاد اُسپر

رکھے پس چونکہ مدار قصیدے کا اس شعر پر ہے اسلیے اسے بیت القصیدہ کہا گیا اور عرف عام مین قصیدے کی جو بیت بھی بہتر ہو وہ بیت القصیدہ کہلاتی ہے۔

الغرض ایک ہی قصیدے مین ممدوح کو غائب فرض کرکے پھر خطاب پر آتے ہین اور تعریف کرتے ہین اور جو کچھ مدعا ہوتا ہے وہ عرض کیا جاتا ہے تاکہ اُسکی خاطر عاطر پر بار نہ گذرے بعض شعرا غیبت سے خطاب کی طرف آتے وقت ایک اشارہ بھی کردیتے ہین جیسے اب کوئی مطلع مدح حاضر مین پڑھتا ہون ممدوح میرے سامنے ہے یا اور طرح پر اشارہ ہوتا ہے اور قصیدے کے آخر مین ممدوح کے حق مین دعا کرتے ہین اور اُسکو دعائیہ کہتے ہین اور اگر دعا شرط کے ساتھ ہو اس طرح کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہے تیرا اقبال قائم رہے تو بعض شرطیہ بھی کہتے ہین اور بعض صرف دعائیہ قصیدے مین چار چیزون کا اچھا ہونا ضرور ہے **ایک** مطلع کہ سامع سُنکر خوش ہوجائے اور طبیعت اُس کی ایسی محظوظ ہو کہ بے اختیار ہوجائے اور بے سُنے باقی قصیدے کے قرار نہ پڑے اگر مطلع بُرا ہوگا تو سامع کا جی نہ لگے گا اور طبیعت کو وحشت ہوگی کیونکہ مضمون ناملائم طبیعت کو ناگوار ہوتا ہے بلکہ قصیدہ سُننے سے گھبرائے گا اگرچہ باقی کلام نہایت عمدہ اور لطیف ہو جس قصیدے مین کئی مطلع لکھتے ہین اُسے **ذوالمطالع** اور **ذات المطالع** کہتے ہین اور یہ بات خوبی مین داخل ہے۔ ذیل کے مطالع کو ملاحظہ کرو۔ ؎

سودا

اگر عدم سے سنو ساتھ فکر روزی کا		تو آب و دانہ کوے کر گُہر نہ ہو پیدا
	ولہ	
اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل		تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل
	ولہ	
ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے سلمانی		نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی
	مطلع ثانی	
عجب نادان ہین جن کو ہے عُجب تاج سُلطانی		فلک بال ہما کو یل مین سونپے ہے مگس رانی
	ولہ	

صباح عید ہے اور یہ سخن ہے شہرۂ عام
حلال دختر رز بے نکاح و روزہ حرام

ولہ

ہے پرورش سخن کی مجھے اپنی جان تلک | جوں شمع زندگانی ہی میری زبان تلک

ولہ

چہرۂ مہروش ہے اک سنبل شکن فام دو | حسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو

ولہ

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ | کھلے جو کام سے میرے پڑے ہزار گرہ

ولہ

مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہو تسخیر | معدن ہی جہان سونیکا وان خاک ہی اکسیر

ولہ

ہنجوش کا ہو دل تو رہے دہر سے تنگ | باور نہین تو دیکھہ کہ نالان سدا ہی زنگ

انشا

نوع بشر مین تھے نہان آتش و باد و آب و خاک | عشق نے کردیے عیان آتش و باد و آب و خاک

ولہ

صبحدم مین نے جولی بستر گل پر کروٹ | جنبش باد بہاری سے گئی آنکھہ اُچٹ

نیند

ولہ

کیا چیز دیو مرد سخندان کے سامنے | پر جلتے ہین فرشتون کے انسان کے سامنے

ولہ

سحر بہار سے خوشبو مین آگئی یہ لپٹ | کہ صاف چاند سے مکھڑے کے کھل گئے گھونگٹ

ولہ

بگھیان نور کی تیار کرائے ہوئے سمن | کہ ہوا کھانے کو نکلینگے جوانان چمن

ذوق

زہے نشاط کہ گر کیجیے اُسے تحریر | عیان ہو خامے سے تحریر نغمہ جاے صریر

داغ

کیا جوان بخت جوان سال ہوا ہے عالم
فلک پیر بھی کھاتا ہے جوانی کی قسم

مومن

کثتی ہے میری تیغ زبان سے زبان تیغ | کیونکر سخن فروش ہون سوداگران تیغ

مطلع ثانی

سُنلا دیا عدو کو ہوین بسان تیغ | میری زبان کے آگے چلے کیا زبان تیغ

دوسرے قصیدے کا مخلص یعنی گریز اچھا ہونا چاہیے اور یہ مقام تمام قصیدے مین مشکل ہے کیونکہ دو مطلب نا آشنا کو باہم ربط دینا ایسا ہے جیسا دو وحشی کو آپس مین موافق کرنا گریز تمام قصیدے کی جان ہے مثلاً ۔ ؎

سودا

وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا | اور ہے بھی جو کوئی شہ مردان ہی برابر

اسمین حضرت علیؑ کی مدح کی طرف گریز ہے ۔

ولہ

جو طشت شمع نہ واسکے روضے مین جاکر | تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے گم ہوتا

اس مین مدح حضرت علیؑ موسی رضا کی طرف گریز ہے۔

ولہ

خدا کے واسطے بانا تو اب ملنے سے خوبان کے | نہین ہی اُسے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی
نظر رکھے سے حاصل اُنکے چشم و زلف کے اوپر | مگر بیمار ہووے صعب یا کھینچے پریشانی
نکال اُس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے | برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی
رہے دین محمدؐ پیروی مین اُسکی جو بوے | رہے خاک قدم سے اُسکے چشم عرش نورانی

گریز ہے مدح حضرت پیغمبر خدا کی طرف۔

ولہ

معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر | نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑے حنا کا رنگ
ہوتا نہ اتنے ناخلفون مین جو ایک خلف | کھا جاتی زہر مادر ایام آگے تنگ

یعنی وہ سیف دولہ بہادر کی جس سوا
یاد ہے نہ کوئی لطف و کرم کا کسی مین ڈھنگ

گریز ہے مدح سیف الدولہ کی طرف ۔

ولہ

ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے — بے دعوے خدائی کیونکر مجھے گمان ہو
جو کچھ کہا ہے تو نے یہ تجھکو سب مبارک — مین اور میرے سر پر سر البسنت خان ہو

گریز ہے مدح بسنت خان خواجہ سرائے بادشاہی کی طرف۔

ولہ

غلط ہے تو جو زمانے مین سمجھے یہ سودا — کہ کار بستہ سے یارون کی کھولین یار گرہ
بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی — کسی کے کام کی کھولے نہ زینہار گرہ

گریز ہے منقبت حضرت علیؓ کی طرف۔

ایضاً ولہ

کاغذ و خامہ و تحریر و مرکب سودا — ہو کے کہتے ہین بیک اہل کرم چارون ایک
شاہ مردان جو نہوتی تری خلقت منظور — ہوتے عنصر نہ کبھی ملکے بہم چارون ایک

ایضاً حسرت

ہفت اقلیم کی مین سیر کی پر میرے لیے — باعث رنج و تعب ہین یہ مکان ساتون ایک
ہان مگر دل مین یہ ہے کوے نجف کو جاؤن — کہ بہشتین ہوئین اب حق کی وہان ساتون ایک

مومن

لے فلک دل کو داغ کرتی ہے — از زر خورشید کی درخشانی
بے زری سے مری تجھے حاصل — کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی
تجھے معلوم ہے کہ ہون مین کون — کھول دون مین یہ راز پنہانی
مدح خوان شہ وزیر لقب — ختم جس پر ہوئی سخندانی

حالی

گر کرون ذکر لذت طاعات — تلخ کردون مذاق فسق و فجور
چھیڑ دون گر فسانہ فریاد — دل حسرت مین ڈالدون ناسور
کرنے جاؤن جو حق سے عذر گناہ — لے کے آؤن نوید عفو قصور
لون ملائک سے داد حسن کلام — گر لکھون نعت سرور جمہور
وہ شہنشاہ اُمتی جس کا — یان گنہگار اور وان مغفور

تیسرے حسن طلب یعنی مداح ممدوح سے مقصد حاصل کرنے اور کوئی چیز مانگنے مین ایسی سحر بیانی و فسونسازی کرے کہ التماس قبول ہوجائے اور ممدوح اگرچہ بخیل و شوم ہو مگر علو ہمتی کو کام فرماکر بدری سیر چشمی و سخاوت سے اُسکی حاجت روا کرے مثال اُسکی ۔ سه

غالب

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے

مہر تابان کو ہو تو ہو اے ماہ
تجھکو کیا پایہ روشناسی کا
جانتا ہون کہ اُس کے فیض سے تو
ماہ بن ماہتاب بن مین کون
میرا اپنا جُدا معاملہ ہے
ہے مجھے آرزوے بخشش خاص
جو کہ بخشے گا تجھکو فر فروغ

وله

قرب ہر روزہ بر سبیل دوام
جسز بہ تقریب عید ماہ صیام
پھر بنا چاہتا ہے ماہ تمام
مجھکو کیا بانٹ دے گا تو انعام
اور کے لین دین سے کیا کام
گر تجھے ہے اُمید رحمت عام
کیا نہ دے گا مجھے مے گلفام

دریاے لطافت

دل مرا مجھ سے طلب کرتا ہی سو دینار سُرخ
مین یہ کہتا ہون کہ مفلس پاس اتنا زر کہان
سنکے کہتا ہے کہ تمکو شرم بھی آتی نہین
جھوٹ سے کیا فائدہ فرمایئے ای مہربان
آپ ہین مداح ایسے کے کہ جسکے ہاتھ سے
بحر کا کیسہ تہی ہے اور خالی جیب کان
کس کو باور ہے کہ تم رکھتے نہین ہو اندنون
اسقدر دولت کہ رکھتے تھے سلاطین کیان

چوتھے مقطع عمدہ ہو اسلیے کہ سامع تمام ابیات سُنکر بھول جاتا ہے اور مقطع کا منتظر رہتا ہے پس اگر مقطع اچھا ہوا تو تمام ابیات از سر نو لطف دینگی ورنہ سارے قصیدے کا مزہ جاتا رہے گا۔ مثال اُسکی ۔ سه

سودا

مے سرور تجھے دے ہر ایک عید کے دن
طرف سے ساقی کوثر کے ساقی گلفام

وله

نخل اُمید سے اپنے ہون بہرومند محب
ہو محبت نہ تری جسکو نہ پاوے وہ پھل

وله

پرواز ہما جب ہو سوا اوج سعادت
شہباز کا طالع کے ترے اُسپہ ہے جنگ

ولہ

تامہر و مہ فلک پر یارب رہے درخشان — یہ آستان دولت مسجود دو جہان ہو

انشا سلیمان شکوہ کے مدحیہ قصیدے مین

بس سلیمان جہان تو ہی ہو اور دنیا ہو — جب تلک گنبد مینا مین رہے چمکاہٹ

ولہ

ہرچند ہون مین بے سروسامان و لیک آج — آیا ہون تجھ سے باسروسامان کے سامنے

کلغی مجھے بھی ہووے تعجب نہین کہ تھا — ہدہد کے سر یہ تاج سلیمان کے سامنے

مومن

تیرا اقبال روز افزون ہو — جیسے مومن پہ فضل رحمانی

داغ

دعا آٹھون پہر ہے ہفت اقلیم آئے قبضے مین — ترے قلعہ کے ٹھہرے ربع مسکون چاردیواری

مثال قصیدہ تمہیدیہ کی ذوق کہتے ہین۔

شب کو مین اپنے سر بستر خواب راحت — نشۂ علم مین سرمست غرور و نخوت

مزے لیتا تھا پڑے علم و عمل کے اپنے — تھا تصور مرا ہر امر مین تصدیق صفت

ہوگیا علم حصولی تھا حضوری مجھکو — تھا مرا ذہن نہ محتاج حصول صورت

جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام — عقل کو تجربے کی آتنی ہوئی تھی کثرت

نہ غرض مجھکو نتیجے سے نہ کچھ شکل سے کام — تھی مری فکر کو ہر شکل خطاے عصمت

ذہن مین سب مرے حاضر صور علمیہ — بر جتانی نہ تھی منظور نہ مجھے عملیت

چارہ و ناچار چو ترغیب سے یاد نکی کبھی — درس تدریس پہ آجاتی تھی مجھکو رغبت

کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف مین صرف — کبھی تھی نحو مین ہر نحو سے مجھے محو ہمت

کبھی منطق کو تفوق تھا مرے ناطقے سے — تحت حکمت ہو یہ فن گرچہ ہی تحت حکمت

کبھی مین کرتا تھا تصریح معانی و بیان — کبھی مین کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت

کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا — کبھی کرتی تھی طبیعی مین طبیعت جودت

کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانند حکیم — کبھی مثل متکلم مجھے پاس ملت

کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات — اور کبھی کرتا تھا باطل بہ سما و انشقت

کبھی انکار قیامت پہ مین لاتا تھا دلیل | کبھی تکرار تناسخ پہ مجھے سو حجت
حشر اجساد مین تھا گاہ تردد مجھکو | کبھی تھی عالم برزخ مین مجھے اک حیرت
کبھی تھی عرصۂ تدویر فلک کی مجھے سیر | کبھی مین ناپتا تھا سطح زمین کی وسعت
کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش | کبھی مثبت مرے نزدیک زمین کی حرکت
کبھی مین کرتا تھا اعراض مین جوہر قائم | کبھی مین کرتا تھا معلول سے ثابت علت
کبھی منقول پہ مائل کبھی ہوے معقول | کبھی مین فقہ پہ راغب کبھی سوے حکمت
کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر | کبھی کرتا تھا اشارات وشفا کی صحت
کبھی مین کرتا تھا قانون سے تشریح علاج | کبھی مین کرتا تھا قاموس مین تصحیح لغت
کبھی مشائیون سے کرتا تھا مین پیش روی | کبھی لیجاتا تھا اشراقیون پر مین سبقت
کبھی مین نفی حقائق مین تھا سوفسطائی | کبھی مین معتزلی باعث ردّ رویت
گہ ملاحدہ کی تھی تردید کلام الحاد | گہ وجودی وشہودی سے بیان وحدت
کبھی مین شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس | کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت
مائل موسقی ایسا کہ ادا کرتا تھا | کبھی مین بارہ مقام اور کبھی چار دن مت
کبھی مین شاعر اداب دان بلیغ | نظم مین نام مرا نثر مین میری شہرت
کبھی پیش نظر انجیل وزبور و توریت | کبھی مصحف مین نظر میری سر ہر آیت
کبھی زردشتیون مین ایسا کہ سارے موبد | ژند و پاژند مین کرتے تھے مری حجیت
کبھی یہ آگہی شاستر و بید و پران | کرون اک بات بھی پنڈت کی کتھا مین کھنڈت
آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر | عاقبت پایا تو ہان ابلہ کو اہل جنت
فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف | فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت
بے مقدر نہ پڑے صورت بہبود نظر | دور آئینۂ دل سے نہو زنگ کلفت
علم سے لاکھ ہو شیخی تری پر بے تقدیر | نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت
یہ مقالات مثال قصص مصنوعہ | ہوے اکبار جو افسانۂ خواب غفلت
لگ گئی آنکھ مری دیکھا کیا خواب مین ہون | کہ مجسم نظر آتی ہے نوید بہجت
اللہ اللہ رے حسن اُس کا کہ سرتا بہ قدم | تھا وہ خالق کا تماشاے ظہور قدرت
چینی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم | ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل مین چنیت

آکے اُس رشک مسیحا نے کہا بالین پر — لا تنم قم کہ یہ غافل نہین وقت غفلت

دیکھ تو کیا افق مشرق انوار سے ہے — جلوہ افروز رُخ بانوے صبح عزت

چرخ مینائی پر اک سبز پری کا عالم — شفق صبح پر اک لال پری کی حالت

دی ہے مسجد مین مؤذن نے اذان بہر نماز — با وضو ہو کے نمازی نے ہی باندھی نیت

ہوئی بتخانے سے ناقوس کی پیدا آواز — چلے جمنا کو برہمن کوئی لیکر مورت

سحر عید ہے کر عید کا سامان نشاط — روز شادی کی ہے آمد شب غم کی رخصت

فکر کر تہنیت عید کا اُس شاہ کی تو — دور مین جس کے ہی ہر صبح صباح دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسریٰ انصاف — خسرو جم خدم و دادور دارا حشمت

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد — حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

کون اُس کا نہین وصاف صفات نیکو — کون اُس کا نہین سرگرم ثنا و مدحت

سُنتے ہی مین نے بھی وہ مطلع روشن لکھا — مطلع صبح کو ہو سننے سے جسکے خجلت

مطلع ثانی

مصحف رُخ ترا اے سایۂ رب العزت — کھولدے معنی انعمت علیکم نعمت

تیرا آوازۂ دولت ہے مقام اُمید — تیرا ایوان عدالت ہے محل عبرت

تیرے عشرت کدے مین دخل کسے غیر نشاط — تیرے خلوت کدے مین بار کسی جز طاعت

صفحۂ علم پہ برجیس سے تو ہم زانو — حجلۂ عیش مین ناہید سے تو ہم صحبت

ماہ نو ایک فلک پر ترے نو بردون مین — نو فلک نوکرون مین تیرے قدیم الخدمت

کیسۂ گوہر انجم ترا صرف انعام — طاقۂ اطلس گردون ترا وقف خلعت

نیت نیک تری آئینۂ حسن عمل — عمل خیر ترا جلوۂ حسن نیت

تجھ سے راضی ہی خدا اور خدا کا محبوب — تیرا حامی ہے نبی اور نبی کی عترت

کیا اللہ نے جب تجھ سا ولی نعمت خلق — کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکر نعمت

نطق شیرین سے ترے عام حلاوت ہو گر — ثمر تلخ ہو حنظل کا سبوے شربت

آئے طوفان جو ترے قہر کا طغیانی پر — کشتی نوح بھی اعدا کو ہو گرداب صفت

وہ تری تیغ کی برش ہی کہ سایہ جس کا — کرے اک دم مین ہیولے سے مفارق صورت

آسیا دار پھرے کیون نہ فلک گرد زمین — تیرے توسن کے جو کاوے کی اُڑ جائے پھرت

کیا ترے فیل کے اوصاف لکھوں میں کہ وہ ہے
ابر رفتار جبل پیکر و گردون رفعت

اُسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلےٰ کی مثال
تو ہیں دندان صفا ساعد سلمیٰ کی صفت

آب باران کرم تیرا ہی وہ شربت خضر
برسے لالے پہ تو افیون میں نہو سمیت

عدل کے لفظ کو دیتا نہیں نقطہ کوئی
عدل سے تیرے جو ہو تو فنا ہی رسم رشوت

دور انصاف میں گر تیرے ہو کشتہ سیماب
تو بلا شبہ پڑے دینی ہوس کو دیت

عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم
کہے عارف کہ یہ کثرت میں ہی پیدا وحدت

منتہی ہون نہ کبھی تیری صفات نیکو
گر بیان کیجیے تا حشر صفت بعد صفت

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختم سخن
کہ زبان کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں
با شکوہ و حشم و جاہ و بعمر و صحت

خیر خواہوں کے ترے چہرے پہ ہو رنگ نشاط
اور بد خواہوں کے رخسار پہ اشک حسرت

بیان قصیدۂ خطابیہ

قصیدۂ خطابیہ یا مجددیہ اُسے کہتے ہیں کہ ابتداے قصیدہ سے مدح یا ہجو وغیرہ اصل مطلب شروع کردیں اور تمہید نہ لکھیں عامۂ شعرا ایسے قصیدے کو مکابرہ بولتے ہیں مثال اسکی یہ قصیدہ شہیدی کا بطور انتخاب کے جس میں خود شاعر نے قصیدے کے مجدد ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ ؎

طلوع روشنی جیسے نشان ہو شمس کی آمد کا
ظہور حق کی حجت ہی جہان میں نور احمد کا

دبستان ازل میں وہ معلم عقل کل کا تھا
تھا نام ونشان جن روز ون اس لوح ابجد کا

عجم میں زلزلہ نوشیروان کے قصر میں آیا
عرب میں شور اُٹھا جس دم اُسکی آمد آمد کا

چمن پیراے کن فراش اُسکی بزم رنگین میں
بہار آفرینش ایک بوٹا اُس کی مسند کا

شرف حاصل ہوا آدم اور ابراہیم کو اس سے
نہ تنہا فخر عالم فخر تھا اپنے اب وجد کا

شب و روز اُسکے صاحبزادوں کا گہوارہ جنبان تھا
عجب ڈھب یاد تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا

وہ اس عالم میں سبز نخل بخش تھا حوروں کی تسکین کو
گیا جنت میں طوبیٰ بنکے سایہ اُس سہی قد کا

شب معراج چڑھکر عرش پر دم میں اُتر آیا
بیان اُس قلزم معنی کے کیا ہو جزر اور مد کا

گنہ روحدت سے کثرت میں نہوتا ذات مطلق کو
نہ بنتا صفر گر نقش احد میں میم احمد کا

بھروسا ہر کسی کو اک حصار عافیت کا ہے
تجھے نام مبارک کا ہی ذو القرنین کو سد کا

ترے پابوس سے ہفتم فلک پر منزل کیوان
ترے سجدے سے ہشتم آسمان پر فرق فرقد کا

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق کا شامل ۔ خواص اُس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا
کھلینگے جس گھڑی عشرت کے سامان بزم جنت میں ۔ کھلے گا حال اُمت کو ترے انعام بیحد کا
خدا بن مانگے کیا کیا نعمتیں دیتا ہی بندوں کو ۔ ترا دست دعا ضامن ہے جب سب کل کے مقصد کا
رہا کعبے میں تیرے در کے روضے پر نہ جا پائی ۔ اسی اندوہ سے ہی رنگ تیرہ سنگ اسود کا
لب گوہر فشاں وا ہونگے جب عرض شفاعت کو ۔ تماشا گاہ محشر میں تکینگے نیک منھ بد کا
عدو کو حشر تک انکار ہو تیری رسالت میں ۔ محل باقی رہے اللہ کے قول مؤکد کا
تری تعریف سے میری زبان میں آئی ہی تیزی ۔ صفاہان تک مسخر ہوگا اس تیغ مہند کا
بھٹینگے مثل تقویم کہن دیوان ہزاروں کے ۔ ہوا عالم میں شہرہ میرے اشعار مجدد کا
ہوئی ہی ہمت عالی مری معراج کی طالب ۔ میسر ہو طواف ای کاش مجھکو تیرے مرقد کا
کبھی نزدیک جاکر آستانے پر ملوں آنکھیں ۔ کبھی میں دور بیٹھوں اور کروں نظارہ گنبد کا
مدینے کی زمین کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ ۔ کسی صحرا میں وان کی میں خورش ہوں دام او دد کا
تمنا ہی درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے ۔ قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا
خدا منھ چوم لیتا ہی شہیدی کس محبت سے ۔ زبان پر میری جس دم نام آتا ہے محمد کا

بیان مُسمَّط

مُسَمَّط مفعول ہے تسمیط کا اور تسمیط کے معنی موتی پرونا اور جمع کرنا ہیں اور اصطلاح شعرا میں اُسے کہتے ہیں کہ چند مصرعے متحد الوزن والقوافی جمع کرکے بند اول کریں اسی طرح اور کئی بند اُسی وزن میں لکھیں اور ہر بند کا قافیہ جدا ہو لیکن مصرع آخر ہر بند کا قافیے میں بند اول کا تابع ہو اور اُسکی آٹھ قسمیں ہیں مُثَلَّث مُرَبَّع مُخَمَّس مسدس مسبع مثمن متسع معشر

مُثَلَّث اُسے کہتے ہیں جسکے ہر بند میں تین تین مصرع ہوں پہلے تینوں مصرعوں کا ایک قافیہ ہو باقی بندوں میں دو مصرع قافیہ جداگانہ میں لکھکر تیسرے مصرع میں قافیہ بند اول کی رعایت سے ہو وعلی ہذا القیاس مثال اسکی ۔

عباس علی خان بیتاب رامپوری

اُمید کا ہے کو تھی دلربا کے آنے کی ۔ خوشی نہ ہونے مجھے کیونکر قضا کے آنے کی
خبر ہے نعش پہ اُس بے وفا کے آنے کی

نہیں ہوں اتنا بھی ناداں بھلا میں ای ناصح ۔ سمجھ کے اور ہی کچھ مر چلا میں ای ناصح
کہا جو تونے نہیں جان جا کے آنے کی

بگڑ نہ پہلے ہی ظالم ذرا سمجھ تو سہی ۔ نہ جائے کیوں دلِ مرغ چمن کہ سیکھ گئی

بہار وضع ترے مسکرا کے آنے کی ۞

شب فراق محبت نے مرنے بھی نہ دیا   خیال زلف مین خود رفتگی نے قہر کیا
اُمید تھی مجھے کیا کیا بلا کے آنے کی

نہ کی کسی نے وفا تھی اُمید جس جس سے   کرون مین وعدہ خلافی کا شکوہ کس کس سے
اجل بھی رہ گئی ظالم سُنا کے آنے کی ۞

کہو اُس آفت جان سے کوئی برائے خدا   مرے جنازے پر آنے کا ہے ارادہ تو آ
کہ دیر اُٹھانے مین کیا ہے صبا کے آنیکی

خدا کے واسطے بیتاب تم تو سچ کہدو   مجھے یہ ڈر ہے کہ مومن کہین نہ کہتا ہو
مری تسلّی کو روز جزا کے آنے کی

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین۔

نظام الدین میرٹھی

خوشی اک مشغلہ ہو رات دن کا   شمار افزون ہو اُسکے سال و سن کا
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

کوئن دنیا کے ہر خطے مین نامی   غریبون اور مسکینون کی حامی
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

رہے زندہ کوئن بادولت وبخت   رہے محفوظ اُس کا تاج اور تخت
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

عبدالمجید ازل لاہوری نے مثلث مین تیسرے مصرع کا قافیہ بند اول کے قافیہ کا تابع نہین رکھا ہے اور یہ اصطلاح جمہور کے خلاف ہے۔ سہ

ہم ہین جب محروم تیرے دید سے   کیا غرض ہمکو ہلال عید سے
کیا مزہ ہمکو وصال عید سے

عید کیا ہم بے قرارون کی بھلا   عید کیا فرقت کے مارون کی بھلا
عید کیا ہو دل فگارون کی بھلا

وہ جو آملتے ازل تو عید تھی   ہم سے ہوتے ہم بغل تو عید تھی
دل کو کچھ پڑتی جو کل تو عید تھی

نظام رامپوری نے ایک مثلث اسطرح کا لکھا ہے کہ اُسکے بند اول کے تینون مصرع ہم قافیہ ہین باقی بندون کا دوسرا اور تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہے اور پہلے مصرع کا قافیہ علٰحدہ ہے حالانکہ دستور یہ ہے کہ ہر ایک بند کا پہلا اور دوسرا مصرع ایک طرح کا قافیہ رکھتا ہے اور صرف تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے ۔ ؎

گل فردوس سے حورون نے تو گوندھا سہرا — کہو نیسان سے کہ تو موتیون کا لا سہرا
اچھے نوشہ کے لیے چاہیے اچھا سہرا

جوش مین آکے جو مستونکی طرح جھومتا ہے — کس کی آنکھون کا یہ ہے دیکھنے والا سہرا
مست و مدہوش ہے کسواسطے ایسا سہرا

عکس چہرہ سے ہی نوشہ کی ہر اک گل شاداب — عرق رُخ سے بنا نور کا دریا سہرا
لہرین لیتا ہے پڑا موج مین کیا کیا سہرا

آیا سرکار سے نوشہ کا شہانا خلعت — آبیار چمن خلد نے بھیجا سہرا
دل حاسد مین ہے کانٹا سا کھٹکتا سہرا

منھ پہ اسواسطے نوشہ کے ہے رومال نظام — دردندان سے ندامت زدہ ہوگا سہرا
گو درخشانی مین تابش مین ہے یکتا سہرا

ظفر

کنجڑے کی سی ہاٹ ہے دنیا جنس ہے ساری اکٹھی — میٹھی چاہے میٹھی لے لے کھٹی چاہے کھٹی
لے ترے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

روپ رنگ ہے جھول ہے دلہین دیکھ عقل ہے چیری — اور یہ میٹھی ہے کھٹی انبوا کی سی کیری
لے تیرے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

ولہ

دُنیا ہے سرا اس مین تو بیٹھا مسافر ہے — اور جانتا ہے یان سے جانا تجھے آخر ہے
کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہو گا

جو رب نے دیا تجھکو تو نام پہ رب کے دے — گر یان نہ دیا تو نے وان دیویگا کیا بندے
کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا

دیوے گا اسی کو تو وہ جس کو ہے دلواتا — پر ہے یہ ظفر تجھکو آواز سنا جاتا۔

کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا

مُربّع میں چار چار مصرع اسطرح ہوتے ہیں پھر دوسرے بند میں تین مصرع قافیۂ جُداگانہ میں لکھکر چوتھا مصرع قافیہ بند اول کی رعایت سے لکھا جاتا ہے ایسے ہی بند تیسرا اور چوتھا اور پانچواں جہانتک اتفاق پڑے لکھتے ہیں یا ایسا کرتے ہیں کہ غزل کے اشعار پر دو مصرع بڑھا دیتے ہیں منشی عبد العلی خان تونگر خلف عبد الواحد خان مسکین نے مؤلف کے شعروں کو مربع کیا ہے۔

جان جاتی ہے یہاں ہجر بتِ دلجو میں | دل نہیں ہے مرا بے یار مرے قابو میں
بیقراری نہو کسطرح ہر اک آنسو میں
درد فرقت کا بشدت ہی مرے پہلو میں

پیشِ مہر رُخ یار سے تن گل جاتا | سر سے لے تا بہ قدم آبلوں سے پھل جاتا
طالب دید تو بس دیکھتے ہی جل جاتا
سو دہری کا جو ہوتا نہ اثر ہجر میں

دل خوش

کیا صل علے روے رسول دوسرا ہے | وہ لوح جبین مرأۃ انوار خدا ہے
عارض پہ فدا شمس و قمر ہیں تو بجا ہے
اُس چہرۂ پر نور کا عالم تو جُدا ہے

گو دل ہے سراپا کے تصور میں عرقناک | پر ہووے رقم کیونکہ شبیہ شہ لولاک
سب نور سے معمور ہے اُسکا جسد پاک
وہ مطلع انوار خدا شمس ضحےٰ ہے

مرزا قتیل دریاے لطافت میں کہتا ہے کہ اس زمانے میں شعراے ریختہ جنکی طبیعت میں شاعری کی قوت نہیں ہوتی جب اپنی شہرت اور حصول منفعت کے لیے مرثیہ گوئی شروع کرتے ہیں تو مربع میں لکھتے ہیں۔

گویا

دیتے تھے اہل بیت پیمبر کے واسطے | سُنتے تھے مجرئی نہ لعین زر کے واسطے
کہتے تھے تیر تک نہیں اصغر کیواسطے
پانی پلاؤ ساقی کوثر کے واسطے

جب تیر کھا کے اصغر بے شیر مر گیا | گودی کو خالی دیکھ کے بانو نے یہ کہا

یا شاہِ دین بتا دُ مرا لال کیا ہوا
اصغر کو لاؤ خالق اکبر کے واسطے

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی باقی بندون مین تکرار کرتے ہین جیسے ؎

مولوی محمد اسمٰعیل

تنے گا مسرت کا اب شامیانہ | بجے گا محبت کا نقارخانہ
حمایت کا گائین گے مل کر ترانہ
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

نہ ہم روشنی دن کی دیکھین گے لیکن | چمک اپنی دکھلائینگے اب بھلے دن
رُکے گا نہ عالم ترقی کیے بن ؎
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

زبان قلم سیف پر ہو گی غالب | دبینگے نہ طاقت سے پھر حق کے طالب
کہ محکوم حق ہو گا دنیا کا قالب
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ ؎

مخمس اُسکو کہتے ہین کہ پانچ پانچ مصرع کے بند لکھے جائین اور ہر بند کا پانچوان مصرع پہلے بند کے پانچوین مصرع کے قافیہ پر ہو یعنی پہلے بند کے پانچون مصرع اور باقی بندون کا صرف پانچوان مصرع متحد القوافی ہون مثال سکی -

دیا شنکر نسیم

مجھے تو کہتے ہو رنگ تیرا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے | زمانہ کی طرح ڈھنگ کسکا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
نہ آج مانو نگا کل کا وعدہ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے | کسے بھروسا کہ دم کا نقشا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
گھڑی کی صورت لگا ہی کھٹکا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے

مین ہون مریض تپ محبت عیان ہے بے تابیونکی صورت | مین دل جلا ہون دم عیادت نہ جھکیے بچنے کی آئی نوبت
جو کوئی دم پائے گرم صحبت تو پھونکے جا صورت الفت | نہ کیجو ہمدم ذرا بھی غفلت کہ مثل اخگر ہی دم کی حالت
جو دم مین زندہ تو پل مین مردہ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے

شگوفہ باز نہ تم قبولو یہ پاؤ بندی ہے حسب فضولو | جو مثل برق آسمان کو چھولو تو سیل سست سحاب ہو لو
نہ شاخ شاخ چمن پہ پھولو نہ تہمت عشق رنگ و بو لو | نہ باغ سیر جہان پہ پھولو نسیم نیرنگ ہے نہ بھولو

کہ بازی گر کا یہ ہی تماشا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہے

اکثر ایسا کرتے ہین کہ غزل کے اشعار پر تین تین مصرع لگاتے ہین اور یہ قسم مخمس کی بہت شائع ہی اور ہر ایک شاعر نے متقدمین سے لیکر اس زمانے تک مخمس لکھے ہین اور اپنی یا دوسرے شاعر کی غزلون پر مصرع لگائے ہین کمال مخمس کا لطف یہ ہے کہ پانچوان مصراع بیکار ہو جائے یعنی تین مصرع اس قسم کے لگائے جائین کہ چوتھا مصرع اُسکے ساتھ بہت چسپان ہو اور پانچوین مصراع کا محتاج نرہے اور اس مین ربط تیسرے اور چوتھے مصرع کا بہت عمدہ چاہیے باوجودیکہ تمام شعراے ماضی و حال نے اسکی طرف توجہ کی ہے مگر ان لطائف سے کم لوگ واقف ہوئے ہین جن شاعرون نے ان باتون کا التزام رکھا ہے اُنکے مخمس ہر ایک کو پسند و مرغوب ہین حق یہ ہے کہ مخمس مشکل ترین اور اعلیٰ ترین اقسام مسمط سے ہے شاعر کی طبیعت اور استعداد کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے دوسرے کے مضمون کو اپنا کر لینا بڑا مشکل کام ہے مرزا کلب حسین خان نادر نے تمام شعراے مشاہیر کی ایک ایک غزل کی تخمیس کر کے دیوان ترتیب دیا ہے ؎

مخمس نادر بر غزل مصحفی

ہمکو ہم سائے مین رہنا گھر بنانا منع ہے
راہ چلنا منع ہے کوچے مین آنا منع ہے
سر فرو رکھتے ہین گردن کا اُٹھانا منع ہے
دیکھنا کس کا وہان در تک بھی جانا منع ہے
روزن دیوار سے آنکھین لڑانا منع ہے

ہوتی ہے تدبیر سے ہر ایک مشکل دل نشین
ہو سکے ممکن محال ایسا بھی ہوتا ہے کہین
گر فقط ظلم ایجاد کرتے ہین بتان نازنین
راز دل کا پوچھتے ہین بولنے دیتے نہین
بات منہ پر آچکی ہی لب ہلانا منع ہے

دم نہ نکلے تن سے یہ مجھ نیم جان کو حکم ہے
تر نہوں پلکین یہ چشم خون فشان کو حکم ہے
ہونٹون پر نالہ ہی اب قطع زبان کو حکم ہے
سینے مین سوزش ہے اور ضبط فغان کو حکم ہے
آگ گھر مین لگ گئی ہی اور بجھانا منع ہے

کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین جیسے ؎

جرأت

جب سے اے راحت جان تجھسے جدا رہتا ہون
کیا کہون سخت مصیبت مین پھنسا رہتا ہون
مضطر و ششدر و حیران خفا رہتا ہون
کسی چرچے مین تو مشغول مین کیا رہتا ہون
منہ لپیٹے ہوے دن رات پڑا رہتا ہون

کیا بیان اپنی جوانی کا کرون مین غمگین
نہ تو بیٹھون ہون نہ اٹھتا ہون نہ چلتا ہون کہین
طاقت اب بستر اندوہ پہ ہلنے کی نہین
یاد کرکے تری صحبت کو بس اے پردہ نشین
منھ لپیٹے ہوے دنرات پڑا رہتا ہون

دستور یہ ہے کہ ہر شعر کو علٰحدہ علٰحدہ ایک بند مین تضمین کرتے ہین مگر حکیم سید مہدی کمال نے نواب حامد علی خان والی رامپور رشک تخلص کی ایک غزل کو یون مخمس کیا ہے کہ مطلع چار بند مین تضمین کیا ہے اور باقی اشعار کو تین تین بند مین درحقیقت ایک غزل کے تین مخمس ہین تضمین مقطع کے بند یہ ہین۔

بگڑی ہوئی حالت مین کوئی بھی نہین اپنا
تنہائی فرقت مین کوئی بھی نہین اپنا
اندوہ کی کثرت مین کوئی بھی نہین اپنا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانہ کو کیا کہیئے

بیگانہ جو ہو کوئی ہوتا ہے کہین اپنا
کب وہم کی صورت سے ملتا ہے یقین اپنا
انداز بدلتا ہے کہین چرخ برین اپنا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانے کو کیا کہیے

کیا کہیے کمال اسکو قسمت نے دکھایا کیا
کھنچتا تھا رگون سے دم اپنون کا یہ نقشہ تھا
اپنون سے دم آخر آنکھون کو پھرا دیکھا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانے کو کیا کہیے

مسدس۔ اس مین چھ چھ مصرع کا بند ہوتا ہے اور ہر بند کا مصرع ششم قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے مثال اسکی۔

غلام محمد مجہو باشندۂ سورت

خامہ ہے جی مین کہ انگشت ید بیضا کرون
سنگ موسی کی طرح ہر دیدہ کو بینا کرون
طور کے شعلے کا کاجل لاؤن طور ایسا کرون
آب در اشک سے حل ہو سکے جتنا کرون
ہر کاغذ سایۂ بال ہما پیدا کرون
وصف اُس ہمچیز کے سایہ کا انشا کرون

ہے سیہ کاری بڑی جون شانہ ہر بال مین
کان کے بالے کی مچھلی کی طرح ہون جال مین
زلف خوبان سے کے پھنسا ہون بیطرح جنجال مین
ہون گرفتار بلا سودا اے خط و خال مین

یارسول اللہ تڑپوں کب تلک اس حال مین
آؤن بازار مدینہ مین کچھ اب سودا کرون

ریختہ گویوں نے ایسے چھ مصرعوں کو جن مین چار ایک وزن اور قافیہ کے ہون اور دو مصرع اسی وزن اور دوسرے قافیہ کے بطور گرہ کے ایک مطلع کی طرح واقع ہون مسدس قرار دیا ہی اور اسکو مسمط مین شمار کرنا محض غلطی ہے اسلیے کہ مسدس کی تعریف ایسے اشعار پر صادق نہین آتی مسمط مین اول بند مین سب مصرعون کا متحد الوزن والقوافی ہونا اور بندون کے صرف مصرع آخر کا باعتبار وزن اور قافیہ کے بند اول کا تابع ہونا شرط ہی وہ بات ایسے اشعار مین پائی نہین جاتی اسلیے کہ ان مین دو مصرع آخر کے علٰحدہ قافیہ رکھتے ہین اور چار مصرع دوسرے قوافی مین ہوتے ہین یہی حال تمام بندون کا ہوتا ہے کہ دو شعرون مین قافیہ اور ہوتا ہے اور تیسرے شعر کا قافیہ اور ہوتا ہے پس اس قسم کا مسدس داخل مسمط نہین۔

مسبّع۔ یہ سات مصرع کا بند ہوتا ہے پہلے بند کے ساتون مصرع متحد الوزن و القوافی اور دوسرے تیسرے چوتھے بند کے جہان تک اتفاق ہو چھ مصرع اور قافیہ پر اور ساتوان مصرع ہر بند کا مثل قافیہ بند اول کے ہوتا ہے۔

مثمن۔ مین ہر بند آٹھ مصرع کا ہوتا ہے پہلے بند کے آٹھون مصرع متحد الوزن والقوانی اور بندون کا صرف آٹھوان مصرع قافیہ مین تابع بند اول کا۔

متسع مین نو نو مصرع کا بند اور **معشر** مین دس دس مصرع کا بند برعایت معلومہ ہوا کرتا ہے مگر یہ قسمین شعرا کے دیوانون مین کم دیکھی جاتی ہین شاذ و نادر کسی رسالے مین بطور مثال کے لکھدی ہین ہم بھی بسبب طوالت اور متروک الاستعمال ہونیکے ان اقسام کی مثالین درج نہین کرتے۔

بیان ترکیب بند

ترکیب بند اُسے کہتے ہین کہ ایک غزل کے طور پر کچھ اشعار مع مطلع کے لکھکر اُسکے بعد ایک اور بیت مقفے یعنی ایک مطلع بطور گرہ کے لگائین پھر دوسرے بند مین دوسری غزل بند اول کے ہی وزن پر ذکر کرین اور اسکے بعد بھی ایک اور مطلع سے گرہ لگائین ایسے ہی جتنے چاہین بند لکھین اور ہر بند کا مطلع یعنی گرہ مختلف لاتے جائین کیونکہ اگر ایک ہی مطلع کی ہر گرہ مین تکرار ہو گی تو اُسکو ترجیع بند کہین گے جیسا کہ آگے معلوم ہو گا۔
ترکیب بند کی مثال۔

ناظم

دل پرخون ہے یہان جام شراب گلفام	ساقیا انجمن دہر ہے عبرت کا مقام

متلون ہے مزاج فلک مینائی
طرفہ نیرنگ دکھاتا ہے طلسم ایام

صبحکو اور ہے کچھ رنگ جہان شام کو اور
طبع خوبان کی طرح رنگ بدلتا ہے مدام

ایک کو ایک طرح پر نہین اک لحظہ قرار
چین بلبل کو نہ اس باغ مین گل کو آرام

شاہد اس قول پہ ہے رنگ حسینان جہان
کہ نظر آتے ہین وہ خار جو تھے گل اندام

چھیڑکی ہین نہ وہ گھاتین نہ ہنسی کی باتین
نہ کسی سے وہ بگڑنا نہ کسی پر الزام

نہ کنائے نہ اشارے نہ وہ چتون نہ وہ آنکھ
رسم و رہ اب وہ کسی سے نہ وہ پیغام و سلام

نہ وہ غمزہ نہ وہ عشوہ نہ وہ عالم نہ وہ روپ
نہ وہ گرمی کی ادائین نہ وہ شوخی کے کلام

زیب و زینت سے نہ تھی جنکو گھڑی بھر فرصت
اب نہ مطلب انھین کنگھے سے نہ مسی سے کام

زلف کے دام مین کرتے تھے جو عنقا کو شکار
خود وہ صیاد ہین نخچیر کی صورت تہ دام

وہ تہ خاک بلاؤن مین سراسر ہین اسیر
کنگھی چوٹی مین گرفتار جو رہتے تھے مدام

کوئی سنتا نہین آواز اب انکی افسوس
جو نہ اغماض سے سنتے تھے مسیحا کا کلام

خواب مین بھی نظر آتی نہین انکی صورت
دلمین گھر آنکھ مین جن حور وشون کا تھا مقام

روپ بدلا جو زمانے نے نیا دور ہوا
اور تھا رنگ جہان اور سے کچھ اور ہوا

کیا ہوا سرو قد اب وہ تمھارا خم و چم
کیا ہوا لالہ رخو اب وہ تمھارا عالم

کہو کیون چھوٹ گئی مشق جفاکاری کی
کہو کیون ٹوٹ گیا سلسلۂ جور و ستم

کھینچتے کیون نہین اب میان سے تم خنجر ناز
دیکھتے کیون نہین اب تیغ ادا کا دم خم

کچھ نہ عشاق سے مطلب ہے نہ اغیار سے کام
نہ ادھر چشم غضب ہے نہ ادھر چشم کرم

چین کیونکر تمھین آغوش لحد مین آیا
تم تو آغوش تصور مین بھی لیتے نہ تھے دم

کیا گذرتی ہے تہ خاک تمھارے سر پر
فرش پر تم تو نزاکت سے نہ رکھتے تھے قدم

نازنینو وہ نزاکت کہو کس نے لے لی
سچ بتاؤ تمھین اپنی ہی نزاکت کی قسم

صحن تک تھا تمھین دالان سے آنا منزل
کس طرح طے ہوئی راہ سفر ملک عدم

ناز و انداز و ادا عشوہ کرشمہ غمزے
خاک مین مل گئے سب ہائے ستم ہائے ستم

ہائے وہ چین جبین شوخی انداز کے ساتھ
ہائے وہ ناز سے تیور کا بدلنا ہر دم

ہائے وہ ابروے خمدار وہ مژگان دراز
ہائے وہ چشم فسونگر کی ادائین پیہم

ہائے وہ شعلۂ رخسار کی غصّے میں بھڑک ہائے وہ فتنہ جگانے کی روش سے چلنا	ہائے وہ گیسوئے پرپیچ کا ہونا برہم ہائے وہ چھاگلین پہنے ہوئے پازیب جھم جھم

داد ریغا نرہی ایک بھی صورت باقی
بہر عبرت ہے زبانوں پہ حکایت باقی

بیان ترجیع بند

ترجیع بند اُسے کہتے ہین کہ ایک ہی شعر کی ہر گرہ مین تکرار ہو اسمین اور ترکیب بند مین یہی فرق ہے کہ وہان ہر گرہ مین مختلف شعر لگائے جاتے ہین اور یہان ایک ہی شعر لگایا جاتا ہے مثال اُسکی۔

نظیر اکبر آبادی

تیرے لب لال سے گل اندام گل برگ ہے غرق شبنم رشک عارض سے خجل ہے عارض صبح یہ حسن بکام دل تو پا کر خوبی نے تجھے کیا ہے زیبا اتنی بھی نہ کیجیے جفائین دکھو پا کے تری تعدیون سے	ہے حمرت لعل حسرت انجام دیکھے سے ترا یہ لطف اندام کاکل سے خجل ہے کاکل شام رکھتا ہے غضب ہمین تو ناکام زیبندہ نہین ہے تجھ سے یہ کام جو خوبی پہ جس سے آئے الزام ہم سخت بجان ہین اے دلآرام
اب چھوڑ عتاب کی ادا کو	دے طول نہ رشتۂ جفا کو
وہ گل ہے تو آج حسن ایجاد قامت کا ترے بیان خوبی ہین تیرے ہوا کے ہم ہوادار ہم دیکھ تجھے ہین شاد ہوتے یون زلف مین تیری ہم پھنسے ہین ہو دل سے فدا جو اپنے اوپر تیرا ہے نظیر جان و دل سے	ہے گلشن حسن تجھ سے آباد کرتے ہین چمن مین سرو و شمشاد تو ہمکو الم سے کر نہ برباد تو ہمکو کرے ہے غم سے ناشاد ہو دام مین جیسے صید صیاد اتنی نہین کرتے اسپہ بیداد سُن عرض یہ اس کی ملے پریزاد

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو
دے طول نہ رشتۂ جفا کو

بعض کتابون مین ترجیع کی ایسی تعریف کی ہے کہ اُس سے خبط ہوگیا ہے مثلاً مصنف مناظر الانشا
نے کہا ہے کہ ترجیع وہ شعر ہے کہ ایسی بیت کے ساتھ حقہ کیا جائے کہ اُسکے ہر مصرع مین قافیہ ہو اور
حقہ اُس کا ایسی چند بیتین ہوتی ہین جو تمام مطلع ہوتی ہین اور وزن و قافیہ مین اتحاد رکھتی ہین اُس
حصے والی بیت کو بند ترجیع کہتے ہین اور وہ بند غالبًا ہر جگہ ایک ہی بیت ہوتی ہے اور کبھی کبھی اول
سے غیر ہوتی ہے اور یہ چاہیئے کہ بند باعتبار معنے کے ابیات سابق سے مرتبط ہو شمس فخری
معیار جمالی مین لکھتا ہے کہ ترجیع کئی قسم ہے اول یہ کہ شاعر پانچ یا سات یا نو یا گیارہ بیتین
جس وزن اور قافیہ اور ردیف مین چاہے کہے اور بعد اُنکے ایک اور بیت لائے کہ اُس قافیے
اور ردیف پر نہو اور پھر اُسی قدر بیتین کہ پہلے کہی تھین کہکر ایک اور بیت لائے اسی طرح آخر
تک انجام کو پہونچائے اُن ابیات کو خانہ اور اُس بیت کو بند کہتے ہین دوسرے یہ کہ بعد ہر خانے
کے ابیات بند ایسے ہون کہ قافیہ اور ردیف مین اتحاد رکھتی ہون اگر ابیات بند کو جمع کرین
ایک قطعہ ہوجائے تیسرے یہ کہ بند ہر جگہ ایک ہی بیت ہو چوتھی قسم یہ ہے کہ سب خانون کی
ردیف ایک اور قافیہ مختلف ہو یا بالعکس مولوی عبد الحکیم پسر مولوی صہبائی ذوق کے
مرثیے مین ایک ترجیع بند لکھا ہے جس کے ہر بند کے ۴ ۴ شعر ہین اور اس شعر فارسی کی
تکرار ہے -

روے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد	حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

ترکیب بند و ترجیع بند باختراع جدید

ریختہ گویون نے ایک صورت نکالی ہے کہ اپنے مُسدّس کو ترکیب بند قرار دیتے ہین اس طرح کہ اول
چار مصرع ایک قافیہ مین کہتے ہین پھر دو مصرع دوسرے قافیہ مین کہکر اُن کو اُن چار مصرعون کے ساتھ ملحق
کر دیتے ہین اور پہلا بند نام رکھتے ہین پھر چار مصرع دوسرے قافیہ مین کہکر دو مصرع دوسرے قافیہ کے اُس سے
ملحق کرتے ہین اسے بند دوم بولتے ہین اسی طرح اور بند لکھتے ہین یہ قسم نہ تو ترکیب بند مین داخل ہوسکتی
ہے اور نہ مسمط کی تعریف اس پر صادق آسکتی ہے کیونکہ ترکیب بند مین پہلا شعر مقفےٰ ہوتا ہے اور باقی
اشعار کے مصرع دوم مین قافیہ ہوتا ہے اور اُس مُسدّس مین بند کے دونون شعر مقفےٰ ہوتے ہین اور مسمط
مین ہر بند کا مصرع آخر یا شعر آخر قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے پس ایسا مُسدّس دونون سے علیحدہ ہے
اور کبھی اس مین گرہ کا شعر مکرر آتا ہے جب ہر بند کی گرہ کا شعر علیحدہ ہوگا تو وہ ترکیب بند ہے اور جو ایک ہی
شعر مکرر آئیگا تو یہ ترجیع بند ہوگا اور اس قسم کے ترکیب بند و ترجیع بند مسدس پر منحصر نہین مثمن اور

معشر وغیرہ صورتین بھی مستعمل ہین مسدس ترجیع بند کی مثال۔

امیر

ہر روش اور ہی سامان نظر آتے ہین | جان تازہ گل ونسرین وسمن پاتے ہین
جھومتے ہین جو شجر سر دہوا کھاتے ہین | رقص کرتے ہین تو طاؤس یہ چلاتے ہین

تندو پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

کرتے ہین مرغ چمن شور گھٹا چھائی ہے | ہر روش ناچتے ہین مور گھٹا چھائی ہے
لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے | صحن گلزار مین گھنگور گھٹا چھائی ہے

تندو پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

مثال مُسدّس ترکیب بند کی۔

حالی

امیرون کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے | خمیر اُنکا اور اُن کی طینت جدا ہے
سزاوار ہے اُن کو جو ناسزا ہے | روا ہے اُنھین سب کو جو نا روا ہے

شریعت ہوئی ہے نکونام اُن سے
بہت فخر کرتا ہے اسلام اُن سے

ہر اک بول پر اُن کے مجلس فدا ہے | ہر اک بات پر وان درست اور بجا ہے
نہ گفتار مین اُنکی کوئی خطا ہے | نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

وہ جو کچھ کہین کہہ سکے کون اُن کو
بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

کسی قوم کا جب اُلٹتا ہے دفتر | تو ہوتے ہین مسخ اُن مین پہلے تونگر
کمال اُن مین رہتے ہین باقی نہ جوہر | نہ عقل اُنکی ہادی نہ دین اُن کا رہبر

نہ دُنیا مین ذلت نہ عزت کی پروا
نہ عقبے مین دوزخ نہ جنت کی پروا

اور مثمن ترجیع بند مولوی سید احمد بریلوی کا جسکی گرہ مین اس بیت کی تکرار ہے۔

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے ۔۔۔ مکی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

اور مثمن ترکیب بند میر حسن صاحب مثنوی سحر البیان کا جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

نقاب چہرے سے خورشید جب اُٹھاتا ہے ۔۔۔ سحر ہر ایک کو ہر کام پر لگاتا ہے

اور مثمن ترکیب بند میر تقی کا جسکے پہلے بند کا پہلا شعر یہ ہے۔

عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار ۔۔۔ رنج و محنت کے تئین آرام سے ہے ننگ و عار

اور معشر ترجیع بند شہید کا نعت مین جسکا ایک بند یہ ہے۔

جب چلا چاند مدینے کا سوے رب جلیل ۔۔۔ بجھ گئی مہر درخشان کی فلک پر قندیل
شیر فردوس کی رکھی کہین آدمؑ نے سبیل ۔۔۔ کہ اسی راہ سے گذرے گا وہ فرزند جمیل
فرش خلعت کا بچھاتے تھے کسی جا پہ خلیل ۔۔۔ کہین یوسفؑ تھے کھڑے اور کہین اسمٰعیل
روح پر روح لگی گرنے براہ تعجیل ؎ ۔۔۔ جب ہوا نغمہ سرا صور مین یون اسرافیلؑ

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اور مولوی کافی نے ایک ترجیع بند لکھا ہے اُسکے ہر بند کے سولہ سولہ مصرع ہین گویا مثمن مضاعف ہے اور اس مین شیخ سعدی کے اس شعر کی تکرار ہے۔

گر بر سر و چشم من نشینی ؎ ۔۔۔ نازت بکشم کہ نازنینی ؎

ترکیب بند کی گرہ کے مصرع جو آخر بند پر واقع ہوتے ہین خواہ وہ سب متفق القافیہ ہون خواہ مختلف القافیہ دونون امر جائز ہین پس اگر وہ سب گرہ کے شعر نکال کر جمع کیے جائین اور سب شعر ایک ہی قافیہ مین نہون تو ایک مثنوی جداگانہ بن جائے گی بشرطیکہ وہ ترکیب بند بحور مخصوصۂ مثنوی مین قصدا کہا گیا ہو ورنہ مثنوی نہو گی اور ترکیب بند کا وزن مثنوی مین لکھنا لازم ضروری نہین جس بحر مین چاہین لکھین اور جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ وہ گرہ کے اشعار اگر متفق القافیہ ہون تو علٰحدہ جمع کیے سے ایک غزل ہو جائے گی یہ اُنکی غلطی ہے یہ نہین خیال کرتے کہ وہ سب مطلع ہین غزل کی شکل کہان سے ہوگی۔

بیان مثنوی

لغت مین مثنوی منسوب ہے مثنٰے کی طرف اور مثنٰے بمیم مفتوح و سکون ثاے مثلثہ و الف مقصورہ سے دو کے معنے مین ہے جب یاے نسبت اُسکے آخر مین لگائی گئی تو الف مقصورہ واو سے بدل گیا اور اصطلاح مین اُن اشعار کو مثنوی کہتے ہین جن مین دو دو مصرع باہم مقفے ہون شعراے ریختہ مین میر تقی میر اور میر حسن اپنے اپنے

وقت مین مثنوی لکھنے مین کامل گذر گئے ہین اس فن مین ید طولیٰ رکھتے تھے باقی شعرا انھی کے پیرو ہین مثاخرین شعراے ریختہ مین حکیم مومن خان مومن نے مثنوی کے فن کو بہت چمکایا اور خوب داد سخنوری دی مثنوی کے دیباچے مین توحید و مناجات اور مدح حاکم وقت و تعریف سخن و عشق وغیرہ و سبب تالیف و تصنیف کا ہونا مولانا نظامی گنجوی کی ایجاد ہے پہلے یہ بات ضرور نہ تھی اور مثنوی کے سات وزن مقرر ہین اُنھی مین لکھتے ہین۔ اُنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بحر متقارب مثمن محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے فعولن فعولن فعولن فعل یا فعول دو بار اس بحر مین کارزار اور محاربات سلاطین وغیرہ لکھتے ہین جیسے فارسی مین شاہنامہ فردوسی طوسی اور شاہنامہ قاسم گنا آبادی اور سکندر نامہ خواجہ نظامی اور ظفر نامہ ملا ہاتفی شاگرد مولانا جامی اور ریختہ مین شاہنامہ مولچند تخلص منشی شاگرد شاہ نصیر دہلوی اور تاریخ بدیع تصنیف منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی شاگرد نسیم دہلوی اور سکندر نامہ اُردو مصنفہ سید امین الدین احمد تخلص احمد اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار اسکے ہین

ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر	صف آرا ہوا شاہ گردون سریر
جوان وہ جو تھے شیر صحراے جنگ	چلے دشمنون کی طرف بے درنگ
ملے دونون لشکر بہم اس طرح	کہ ساون سے بھادون ملے جس طرح
کسی سمت تھے گرز آتش فشان	کہین پار سینون کے نوک سنان

منشی طوطارام شایان نے اسی وزن مین مہابھارت کو نظم کیا ہے۔ شروع کتاب مین لکھا ہے۔ ؎

زبان قلم گل فشانی پہ ہے	بہار مضامین جوانی پہ ہے
دکھائے ورق تختۂ گل کا رنگ	صریر قلم بانگ بلبل کا رنگ
مہک اُٹھے غنچے کی صورت دوات	نہ ہو جس سے سرسبز غنچے کی بات

سعدی نے اُس وزن مین بوستان اخلاق و آداب و نصائح مین لکھی ہے۔ لیکن اُستاد ابوالقاسم منصور فردوسی نے اس وزن مین مثنوی یوسف زلیخا قصہ عشقیہ کو بھی موزون کیا ہے یہ شعر اس کا بطور نمونہ کے لکھا جاتا ہے۔ ؎

بدنبال چشمش یکے خال بود	کہ چشم خودش ہم بدنبال بود

اور ریختہ گویون مین سید غلام حسن خلف میر غلام حسین ضاحک نے قصۂ عشقیہ مثنوی سحر البیان معروف بہ مثنوی میر حسن اس وزن مین لکھی ہے جس کا ہندوستان مین شہرہ ہے اور آج تک جواب نہین ہوا یہ شعر اسی کا ہے۔ ؎

جو سنصف سنیگے کہین گے سبھی	نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی

اسی طرز پر صغیر علی مروت فرزند کبیر علی سنبھلی نے ایک مثنوی لکھی ہے فن شعر مین اُسکے دعوے کا مدار اسی پر ہے اور غلام علی تخلص بعلی کی مثنوی خستہ تھا جو بنام نہاد جواب مثنوی سحر البیان کے لکھی گئی ہے اور مثنوی یوسف زلیخا مصنفۂ شاہ رؤف احمد رافت اور مثنوی اکرام الدین ضیغم بھی اسی وزن مین ہے یہ اُسکے شعر ہین سے

دکھاتی تھی زیور کی اپنے پھبن	جواہر کے دریا مین تھی غوطہ زن
حنا سے ہوا دست وپا کا وہ رنگ	کہ یاقوت دیکھے تو ہوجائے دنگ

تپش نے بہار دانش کو بھی اسی بحر مین نظم کیا ہے یہ شعر اُسی کے ہین ۔ ع

طبیعت کو تھا ایک شب اضطراب	جگر تفتہ تھا اور آنکھین پُر آب
دل وسینہ بھی متصل تھا طپان	الم سے تھی ہر اک مژہ خون چکان

(۲) بحر ہزج مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل دوبار یہ وزن عشق وعاشقی کے ذکر کے ساتھ مختص ہے چنانچہ فارسی مین مثنوی یوسف زلیخا مولانا جامی کی اور یوسف زلیخاے ناظم ہروی اور مثنوی نیرنگ عشق تصنیف محمد اکرم غنیمت لاہوری اور مثنوی شیرین خسرو خواجہ نظامی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین نواب محبت خان فرزند حافظ الملک حافظ رحمت خان کی مثنوی سسو پنو اور مثنوی پدماوت مصنفۂ میر ضیاء الدین عبرت شاگرد نواب محبت خان اور میر غلام علی عشرت شاگرد مرزا علی لطف تلمیذ سودا اسی وزن مین ہے تصنیف دو شاعر اُس کا مادہ تاریخ ہے اگرچہ یہ مثنوی دلچسپ مرثیۂ عاشقان ہے لیکن بہت سی باتین اُس مین پوچ ولچر ہین جس سے اہل علم کو اسپر حرف ہے میان عشرت نے ایک جگہ لکھا ہے ۔ ع

نہین اسکا جو تاج وتخت ثابوت	تو یہ تخت روان ہے تخت تابوت

ثابوت مین الف زائد غلط ہے صحیح ثبوت ہے لیکن اس جگہ واو زاید ہے ۔

عبرت کہتا ہے ع

وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے	برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

ولہ

ولیکن جتنے وان خرد وکلان ہین	بسان عاشقان اہل وفا ہین

ہان عبرت کی نظم مین تمثیلین اچھی واقع ہوئی ہین اور اسکا کلام بھی عشرت کے کلام سے برزور ہے مثنوی طلسم شایان بھی اسی وزن مین ہے لیکن پسند طبائع سخن سنج نہین منشی سید اسمٰعیل حسین منیر کی مثنوی

معراج المضامین کا بھی یہی وزن ہے یہ اُسکا شعر ہے۔ ؎

ہوا جسدم سے اس کھانیکے قابل	نمک ٹھہرا قسم کھانے کے قابل

سودا کی دو مثنویان اس وزن مین ہین ایک مثنوی مین کہتے ہین۔ ؎

الٰہی شعلہ زن کر آتش دل کرامت کردہ عشق آتش انگیز	تپ دل دے بقدر خواہش دل کہ تا ہر استخوان میرا ہو گلریز

دیگر

مرادل نام پر اُس کے ہے شیدا وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا	کیاہے جس نے حسن و عشق پیدا وہی معنے ہے طوطی کے سخن کا

بعض شعرانے اس وزن مین سوائے مضامین عشقیہ کے دوسرے حالات بھی لکھے ہین چنانچہ خوشتر نے رامائن کے داستانون کو اس وزن مین نظم کیاہے مگر زور شاعری اور قوت بیانی کے اعتبار سے یہ مثنوی گری ہوئی ہے۔ ؎

ہوا ہے چیننا اُسے بے رام مشکل	نہ لائی تاب ہجر گل عنادل

یہان عنادل بے محل ہے عندلیب چاہیے رنگین نے اس وزن مین گھوڑون کے علاج مین ایک رسالہ لکھاہے جسکے خاتمے کا شعر ہے۔ ؎

فرسنامہ جو یہ پہونچا باتمام	فراست نامۂ رنگین رکھا نام

(۳۲) بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے

مفعول مفاعلن فعولن یا مفاعیل دو بار یہ وزن بھی حالات طالب و مطلوب کے ساتھ مخصوص ہے فارسی مین لیلی مجنون نظامی و نلدمن فیضی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین دیاشنکر نسیم لکھنوی شاگرد آتش کی مثنوی گلزار نسیم کا یہی وزن ہے ریختہ مین کوئی مثنوی آج تک ایسی عمدہ اس بحر مین نہوئی نسیم نے ہر مضمون کو تشبیہ کے پردے اور استعارے کے پیچ مین اداکیاہے اکثر مطالب کو اشارون اور کنایہ کے رنگ مین دکھایاہے باوجود اسکے زبان فصیح اور کلام شستہ اور پاک ہے اختصار بھی اس مثنوی کا ایک خاص وصف ہے ہر معاملے کو اس قدر مختصر کرکے اداکیاہے جس سے زیادہ ہو نہین سکتا اور ایک شعر درمیان سے نکال لو تو داستان برہم ہوجاتی ہے یہ اشعار اُسکے ہین۔ ؎

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری کرتاہے یہ دو زبان سے یکسر	ثمرہ ہے قلم کا حمد باری حمد حق و مدحت پیمبر

پانچ اُنگلیون مین یہ حرف زن ہے	یعنے کہ مطیع پنجتن ہے

منشی مظفر علی اسیر کی مثنوی درۃ التاج بھی اسی وزن مین ہے یہ ایک شعر براق کی تعریف مین اسکا ہی

شوخی سے نہ تھی کسی جگہ تاب	پانی کی جگہ پیا تھا سیماب

مثنوی لیلی مجنون مصنفۂ نواب مرزا تقی خان ہوس کا بھی یہی وزن ہے یہ اشعار اُسی کے ہین۔ ؎

یارب مرے سر مین شور غم رکھ	بے غم نہ مجھے صاحب الم رکھ
ہوتا رہے درد میرے دل مین	بجلی ہو میری آب و گل مین
تڑپون غم دل کی کاہشون سے	دون جان ہزار کاوشون سے
ابر غم عشق دل پہ برسے	ریزان رہین اشک چشم ترسے
جلتا رہے غم سے داغ دل کا	افسردہ نہ ہو چراغ دل کا

یہی وزن مثنوی ترانۂ شوق کا ہے طالب علی خان عیشی کی عشقیہ مثنوی کا بھی یہی وزن ہی ؎

سرمایۂ سوز و ساز ہے عشق	نیرنگ نیاز و ناز ہے عشق
ہے عشق سے داغ داغ لالہ	ہے عشق اثر طراز لالہ
بے نیش کرے پہ سینہ کاوی	دے نوک مژہ کو خون ترا وی
بے جرم وگنہ بجون بلبل	آلودہ کرے ہے دامن گل

(۴۲) بحر خفیف مسدس مخبون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن مفاعلن فعلن یا فعلان دو بار اس وزن مین زیادہ تر مواعظ اور حقائق وحکم مذکور ہوتے ہین جیسے فارسی مین حدیقۂ حکیم سنائی غزنوی اور سلسلۃ الذہب مولوی جامی کی اور ریختہ مین اسی وزن مین حالی نے مثنوی حب وطن لکھی ہے چنانچہ اس مین کہتے ہین۔ ؎

اے وطن اے مرے بہشت برین	کیا ہوے تیرے آسمان و زمین
رات اور دن کا وہ سمان نہ رہا	وہ زمین اور وہ آسمان نہ رہا
تیری دوری ہے مورد آلام	تیرے چھٹنے سے چھٹ گیا آرام
کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے	گل ہین نظرون مین داغ بن تیرے

لیکن بعض شعراے ریختہ اس وزن مین عشق کا بیان کرتے ہین جیسے مثنوی دریاے عشق میر تقی کی اور مثنوی سعدین انوار حسین تسلیم کی اور بعض مثنویان مرزا شوق کی اور مثنوی طلسم الفت نسلق کی۔ ؎

قلق

ساقیا دے وہ جام اُلفت خیز
ہو جو صہبائے جوش عشق انگیز

اس پیے ہون ایاغ کا مشتاق
اک کلیجہ ہے داغ کا مشتاق

ایک دل چاہتا ہے عشق کا داغ
ایک ویرانے مین جلے گا چراغ

عہد طفلی ہی سے برنگ جوان
محو اُلفت تھا وہ شہ خوبان

(۵) بحر رمل مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یا فاعلان دو بار اس وزن مین اکثر حقائق و معارف و حکایات علما و اہل اللہ و پند و نصائح وغیرہ بیان کی جاتی ہین جیسے مثنوی حضرت شیخ فریدالدین عطار موسوم بہ منطق الطیر اور مثنوی شاہ بوعلی قلندر اور مثنوی مولانائے روم کی اور رسالہ نان و حلوا تصنیف خواجہ بہاء الدین آملی بھی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین مثنوی ایجاد رنگین تصنیف سعادت یار خان رنگین اور مثنوی گلزار ابراہیم اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار ایجاد رنگین کے ہین۔ سہ

مین جو چندے دہر مین مہمان رہا
گرچہ دانا تھا ولے نادان رہا

مین نے جیتے جی کیے لاکھون گناہ
جانکر نامہ کیا اپنا سیاہ

سالہا افسوس یاد گل جیا
مین جیا دنیا مین پر غافل جیا

تو کہین چلنا نہ میری راہ پر
رکھیو دھیان اپنا ذرا اللہ پر

محمد عبداللہ خان نے مثنوی عابد اسی وزن مین لکھی ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔ سہ

دور چشم خلق سے حق سے قرین
تھا کسی صحرا مین اک عابد مکین

حاصل اُس کو جب سے تھا اس شعور
اہل دنیا سے رہا کرتا تھا دور

کبھی اس وزن مین قصہ عشقیہ اور شوریدہ سرون کی شورش بھی بیان کرتے ہین چنانچہ انور تخلص امام الدین خان نے اس وزن مین ایک مختصر مثنوی موسوم بہ فراق نامہ ریختہ مین موزون کی ہے یہ اُسکے اشعار ہین۔ سہ

عشق سے ہے زلف کا مصرع دراز
عشق روے حسن کا آئینہ ساز

عشقبازی کا سنا چاہے جو حال
پوچھ انور سے کہ ہے اُس کو کمال

دل کی سوزش سے وہی آگاہ ہے
اُس کو اس آتش کدے مین راہ ہے

اور ایک مثنوی حکیم مومن خان کی بھی اس وزن مین ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔ سہ

ساقیا اب ناز بیجا کس لیے اے تنک ظرف اس قدر بدخو نہو		چین ابرو بے محابا کس لیے دل ہوا کھٹّا ترش ابرو نہ ہو

میر کی کئی مثنویان مختلف مضامین مین اس وزن مین ہین جنکے آغاز کا ایک ایک شعر یہ ہے۔ ع

	میر	
تھا کُتّے کا بچہ اک درویش پاس		بود و باش اسکی تھی مجھ دلریش پاس
	ولہ	
ایک بلی موہنی تھا اُس کا نام		اُسنے میرے گھر کیا آکر مقام
مستبین جب تھین تو یہ فن شریف	ولہ	کسب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف
سُنیو اے اہل سخن بعد از سلام	ولہ	چھیڑتا ہے مجھکو اک تخم حرام

سودا نے ایک شخص کی ہجو مین اس وزن مین ایک مثنوی لکھی ہے کہتے ہین۔ ع

آہ واویلا ز دست روزگار		قوش خانون مین یہ غم ہے روبکار

میان فوقی کی ہجو مین بھی ایک مثنوی ہے۔ ع

ساقیا بھر اُس مے جادو سے جام		جس کا سحر سامری بھی ہو غلام

(۶) بحر رمل مسدس مجنون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فعلاتن فعلاتن فعلن یا فعلان دو بار اور اس مین حسب قواعد مقررہ عروض فعلاتن کی جگہ فاعلاتن سالم بھی اول مین آسکتا ہے اس وزن مین بھی بزرگان دین اور ارباب حکمت کا ذکر پسندیدہ ہوتا ہے مولوی غلام امام شہید کی مثنوی ریختہ موسوم بہ نغمۂ عشق اسی بحر مین ہے۔ ع

ایک عاشق تھی حلیمہ دائی وہ کچھ اس رمز سے آگاہ نہ تھی یعنی اُس شاہ کو لائی گھر مین		جس نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی اُس کی قسمت مین یہ دولت تھی لکھی نور اللہ کو لائی گھر مین

اس وزن مین مومن خان نے قصہ عشقیہ بھی لکھا ہے جسکے چند شعر یہ ہین۔ ع

ساقیا زہر پلا دے مجھکو تلخی پاس عبادت کب تک کیا ذرا سودۂ الماس نہین بھر دے اک جام کہ مرجاؤن ابھی		شربت مرگ چکھا دے مجھکو حسرت ذوق شہادت کب تک سم ہلاہل ترے کچھ پاس نہین بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

(۷) بحر سریع مسدس مخذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مفتعلن مفتعلن فاعلن یا فاعلان اس وزان مین سواے عشقیہ قصون کے اور سب کچھ حالات زیبا ہین مخزن الاسرار نظامی کا مطلع الانوار خسرو اور تحفۃ الاحرار جامی یہ تینون مثنویان فارسی کی اسی وزن مین ہین اور ریختہ مین ایک مثنوی جسمین میلاد شریف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال کو موزون کیا ہے مولوی حفظ اللہ بدیوانی تخلص بہ بندہ نے لکھی ہے جسکے یہ شعر ہین۔ ~

حمد خدا خامے کی معراج ہے بسملۂ مصحف حسن رقم		نام خدا نامے کا سرتاج ہے شاہد مضمون کی ہے ابرو کا خم	

غلام امام شہید نے قصۂ حضرت بلال کو اس وزن مین لکھا ہے۔ سودا نے لاٹھی کی تعریف مین ایک مثنوی اس وزن مین موزون کی ہے۔ ~

ہوتی ہے دنیا مین جو کچھ تحفہ چیز		سب سے سوا سودا کو لاٹھی عزیز	

سودا نے حکیم غوث کی ہجو مین ایک مثنوی لکھی ہے۔ ~

صدر کے بازار مین ہے اک دبنگ		عار املبا وطبابت کا ننگ	

المختصر مثنوی انہی ساتون وزن کے ساتھ مخصوص ہے سوا انکے دوسرے اوزان مین نہین لکھی جاتی اور جو بعض شعرائے دوسرے اوزان مین مثنویان لکھی ہین مورد طعن ہوے ہین مثلاً فارسی مین میر نجات اصفہانی کی مثنوی گل کشتی جسکا یہ شعر ہے۔ ~

آفرین باد برندے کہ جوابش گوید		صیرفی در نظرے دُرّ خوش آبش گوید	

اس وزن مین ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن روزبہان علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیر وشکر اس وزن مین ہے فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین اور ریختہ مین میر کی ایک مثنوی متقارب اثرم سالم کے وزن پر ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔ ~

کوئی مروانداز حیا پر		آنکھ تھی اُس کی پشت پا پر	

اور اسی وزن کی ایک مثنوی مومن کی ہے جسکا یہ شعر ہے۔ ~

بھر لیو ساقی خم کو سبو کے		پیتے ہین کب سے گھونٹ لہو کے	

میر کی ایک مثنوی کا وزن یہ ہے مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان۔ ~

کئی برس سے ہمارے کنے تھا ایک خروس		خروس عرش کی اولاد سے وے افسوس	

میر صاحب کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاعلن۔

اے جھوٹ آج شہر مین تیرا ہی دور ہے	شیوہ یہی سبھون کا یہی سب کا طور ہے

ایضاً ولہ

اک جو بحر کو رزق کی وسعت سی ہوگئی	تنگی کی حوصلے نے تو رجعت سی ہوگئی

محمد حسین آزاد کی مثنوی موسم زمستان کا یہ وزن ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن۔

ہے جوان پیتا اسی شب مین جوانی کا مزہ	اور جو بڈھا ہی تو لیتا ہی کمانی کا مزہ

اور آزاد کی مثنوی شب قدر کا یہ وزن ہی مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن۔

اے رات سنتا ہون کہ ترے سر پہ تاج ہی	ہر گوہر اسمین ملک حبش کا خراج ہے

یہی وزن مثنوی ابر کرم کا ہے۔ ع

ثمہ پر زمین کے دیکھو تو ہی خاک اڑ رہی	اور گرد چار سو تہ افلاک اڑ رہی ہے

سوز کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن آغاز مثنوی کا یہ شعر ہے۔ ع

دعوے بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا	جو غور کیجئے تو ہے کوڑی کے کام کا

اگرچہ ان مین سے بعض مثنویون کے لاجواب ہونے مین کسی کو کلام نہین اور حق یہ ہے کہ بسبب عمدگی مضامین اور شوخی ادا کے اس طرف توجہ بھی نہین کی جاتی ہے لیکن یہ وزن مثنوی کے نہین۔

بیان قطعہ

قطعہ بکسر اول وسکون ثانی اسکے لغوی معنی ٹکڑے کے ہین حرف اول کے فتحہ کے ساتھ خطا ہی مگر بعض فصحاے متاخرین نے فتحہ بھی جائز رکھا ہے۔ اصطلاح شعرا مین مراد ہے اُن چند ابیات سے کہ جن مین ایک بیت کا مطلب دوسری بیت سے متعلق ہو یعنی جب تک دوسری بیت نہ معلوم ہو مطلب نہ کھلے اور بیت اول مقفے نہو اور بناے قافیہ بیت اول کے مصرع ثانی پر ہو اور دوسری بیتین قافیہ مین اُسی مصرع کی تابع ہون اب غزل مین بھی قطعہ پائے جاتے ہین مگر متقدمین کے نزدیک غزل مین قطعہ لکھنا معیوب تھا شعرا نے حد قطعہ کی دو بیت سے لیکر ایک سو ستر شعر تک مقرر کی ہے جو لوگ قصیدہ مختصر کو قطعہ کہتے ہین محض نادانی ہے قصیدے مین دو تین بلکہ زائد مطلع ہو سکتے ہین اور قطعہ مین مطلع نہین ہوتا کبھی قطعہ مین کسی دوسرے کے یا اپنے شعر کو فارسی ہو یا ریختہ یا کسی ضرب المثل کو تضمین کرتے ہین۔

ذوق

کہون کیا ذوق احوال شب ہجر	کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے
نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اندھیر	مرے بخت سیہ کی تیرگی نے

تپ غم شمع سان ہوتی نہ تھی کم — اور آتے تھے پسینون پر پسینے
یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے — کہ او بے مہر بد اختر کمینے
کہان ہین اور کہان یہ شب مگر تھے — مری جانب سے تیرے دل مین کینے
سوا ب ظلمت کے پردے مین کیے ظلم — ارے ظالم تری کینہ وری نے
عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج — پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے
حواس و ہوش جو مجھ سے قرین تھے — قرینے سے ہوے سب بے قرینے
مری سینہ زنی کا شور سن کر — پھٹے جاتے تھے ہمسایون کے سینے
اُٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا — مجھے بے تابی و بے طاقتی نے
کہا جب دل نے تو کچھ کھا کے سو رہ — بہت الماس کے توڑے نگینے
نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ — بہت سی جان توڑی جانکنی نے
بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی — طلوع صبح سے منہ روشنی نے
کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات — یقین ہے صبح تک دیگی نہ جینے
لگے پانی چوانے منھ مین آنسو — پڑھی یاسین سرہانے کسی نے
مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی — نگا رکھے تھے میری زندگی نے
کہ قسمت سے قریب خانہ میرے — اذان مسجد مین دی بارے کسی نے
بشارت مجھکو صبح وصل کی دی — اذان کے ساتھ مین دی فرخی نے
ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر — کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے
موزون ہر جا بر وقت بولا — تری آواز مکے اور مدینے

تیرے جویا ہین اس چمن مین ہم — **سودا** — ڈھونڈھے ہی گل کو عندلیب ای دوست
تو برا مان مت مضائقہ کیا — فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

غالب

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین — دربار دار لوگ بہم آشنا نہین
کانون پہ ہاتھ رکھتے ہین کرتے ہوے سلام — ہے اس سے یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

اکبر

قدیم وضع پہ قائم رہون اگر اکبر — تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہے میلا

جدید طرز اگر اختیار کرتا ہون	خود اپنی قوم مچاتی ہے شور واویلا
جو اعتدال کی کہیے تو وہ ادھر نہ اُدھر	زیادہ حد سے ہے پاؤن سب نے ہین پھیلا
ادھر یہ ضد ہے کہ لمنڈ بھی چھو نہین سکتے	اُدھر یہ دھن ہے کہ ساقی صراحی مے کا
ادھر ہے دفتر تدبیر و مصلحت ناپاک	اُدھر ہے وحی ولایت کی ڈاک کا تھیلا
غرض دوگونہ عذاب ست جان مجنون را	بلائے صحبت لیلا و فرقت لیلا

بیان رباعی

بدائع الافکار فی صنائع الاشعار مین مولانا حسین کاشفی واعظ نے لکھا ہے کہ اسکو رباعی اس لیے کہتے ہین کہ یہ بحر ہزج سے مخصوص ہے اور بحر ہزج عرب کے شعرون مین چار اجزا پر ختم ہوتی ہے پس رباعی کی ہر ایک بیت دوبیت مربع کی طرح ہوگی اور مجموعہ چار بیتین ہوگا ہزج مربع الاجزا سے ۔ اہل فارس اسکو دوبیتی کہتے ہین اور بعض ترانہ بھی بولتے ہین کیونکہ فاعع اس کا ایک تر و تازہ بچہ تھا چونکہ رباعی چار مصرعون پر تمام ہوتی ہے اسلیے شاعر کو چاہیے کہ اُسکے الفاظ مین نہایت کوشش کرے اگر تیسرا مصرع بھی قافیہ رکھتا ہوگا تو اُسے مصرع کہین گے ورنہ خصی بولینگے بفتح خاے معجمہ و صاد مہملہ ابن قیس کہتا ہے کہ جو کہ ارباب موسیقی نے اس وزن مین اچھے اچھے راگ اختراع کیے ہین اسلیے فارسی مین اسے ترانہ کہتے ہین ۔ اور اوزان اس کے مخصوص ہین انکے سوا رباعی اور اوزان مین نہین لکھی جاتی ہین تفصیل اوزان رباعی کی توضیح تمام خزینۂ عروض مین مذکور کیجائیگی رباعی مین چار مصرع ہوتے ہین جن مین سے چوتھا مصرع پہلے اور دوسرے مصرع کے ساتھ قافیہ مین متفق ہوتا ہے اور تیسرے مصرع کے واسطے لازم نہین کہ اسکا بھی وہی قافیہ ہو چوتھا مصرع نہایت خوبی کے ساتھ ہونا چاہیے جس سے تینون مصرعون مین جان پڑجائے مثال اس کی ۔

امانت

گر عشق اگر عاقل و فرزانہ ہے	دانائی پہ بھولا ہے تو دیوانہ ہے
تسبیح کے دانے پہ نظر کرنادان	گردش مین گرفتار ہے جو دانہ ہے

مومن

الفت مین کبھی مجھکو دکھ دیے جاتے ہو	ناکردہ ندامت کا کیے جاتے ہو
کہتے ہو کہ اب غیر کا مین نام نہ لون	یون بھی تو وہی نام لیے جاتے ہو

ناسخ

تصویر صنم مین لکھا ہے کلک ازل	پنہان ہے نگہ سے یا نگہ کا ہے خلل
جز عالم غیب کون جانے یہ راز	لکھے موسے پڑھے خدا سچ ہے یہ مثل

غالب

کہتے ہین کہ اب وہ مردم آزار نہین	عشاق کی پرسش سے اُسے عار نہین
جو ہاتھ کہ ظلم سے اُٹھایا ہوگا	کیونکر مانون کہ اُس مین تلوار نہین

قدما کو بیشتر اس کا بھی التزام تھا کہ رباعی کے ہر مصرع مین قافیہ رکھتے اب کچھ ضرور نہین رہا اس قسم کی رباعی کی مثال یہ ہے۔

غالب

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جم جاہ نے دال	ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال ہے بے بحث و جدال	ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

وله

ہین شہ مین صفات ذوالجلالی باہم	آثار جلالی و جمالی باہم
ہون شاد نکیون اسافل و عالی باہم	ہے اب کے شب قدر و دوالی باہم

بیان مستزاد

مستزاد اسے کہتے ہین کہ رباعی کے مصرعون کے ساتھ ایک ایک فقرہ رباعی کے وزن کا ملحق کردین متقدمین نے غزل کے ساتھ بھی غزل کے وزن کا فقرہ لگا کر مستزاد کیے ہین اور یہ دو قسم ہوتا ہے۔ مستزاد عارض اور مستزاد لازم مستزاد عارض وہ ہے کہ مضمون شعر کا فقرہ پر منحصر نہو اور مستزاد لازم وہ ہے کہ معنی اسکے فقرے پر منحصر ہون قسم اول بہتر ہے بعض کہتے ہین کہ مستزاد زوائد مذکور ہین اور اکثر کے نزدیک مستزاد مزید علیہ کا نام ہے اور مستزاد کی کئی صورتین ہین یا ایک فقرہ ایک مصرع کے ساتھ ہو یا دو فقرے یا تین فقرے یا زیادہ ایک شعر کے ساتھ مثال ایک فقرے کی ایک مصرع کے ساتھ غزل مین اور یہ بہت شائع ہے۔

غزل

مین ہون عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہین ؛ کہ ہے غم میری غذا

تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہین ؛ کھائے غم تیری بلا

دل و دین تیرے حوالے کیے کرتے ہی طلب ٭ اور جو کچھ کہا سب
پھر جو بیزار ہے تو مجھ سے بتا اس کا سبب ٭ میری تقصیر ہے کیا
بھیجے خط سیکڑوں لکھکر تمھین ہشیاری سے ٭ بڑی دشواری سے
تمنے بھیجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے ٭ یہ بھی قسمت کا لکھا
طلب بوسہ پہ کیون اتنا بُرا مانتے ہو ٭ ہمین بیجا سنتے ہو ٭
دیکھو ہم ہین وہی جانباز جنھین جانتے ہو ٭ کرتے ہین جان فدا
ہے حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل ٭ تیرے ہاتھون قاتل
تیرے آب دم شمشیر کو تیرا بسمل ٭ سمجھے ہے آب بقا
کیا کہون مین ترے انداز و ادا کا عالم ٭ ہے ستم ہاے ستم
دیکھکر ہوش رہین کیا کہ نکل جائے گا دم ٭ اے بُت ہوش ربا
نہ تو تقدیر سے ہو اور نہ تحریر سے ہو ٭ اور نہ تدبیر سے ہو
ہمتو کہتے ہین ظفر جو ہو سو تقدیر سے ہو ٭ ہے یہی بات بجا

جرأت

غارت گر دین وہ بُت کافر ہی سراپا + اللہ کی قدرت		جادو ہی نگہ چھب ہے غضب قہر ہی مکھڑا + اور قد ہی قیامت
حُسن بُت کافر ہی خدائی کا جھگڑا + ٹک دیکھ وہ صورت		ہین بال یہ بکھرے ہوے گھڑے یہ دھوان دھار ہون دو شعلہ

انشا

فرمانے لگے ہنسکے سُنو اور تماشا + یہ شکل یہ صورت		مین نے جو کہا ہو نمین ترا عاشق و شیدا + اے کان ملاحت
ارشاد مرے حق مین بھی کچھ ہو دیگا آیا + اے پیر طریقت		کعبے کا کرون طوف کہ بتخانے کو جاؤن کیا حکم ہے مجھکو

ایک مصرع کے ساتھ دو فقرون کی مثال۔

محمد جان شاد

بند رکھ کام و زبان + کر نہ فریاد و بکا +		نالہ زن باغ مین ہو بُلبل ناشاد نہین
باغبان دشمن جان + گھونٹ ڈالے گا گلا		ڈر یہی ہے کہ خفا ہو ستم ایجاد نہین +
غور سے کر تو نظر + گفتگو سخت نہ کر		سنگ سمجھا ہے پڑین تیری سمجھ پہ پتھر +
ٹوٹنے کا ہے گمان + نہ کڑی بات سُنا		دل نازک ہے یہ میرا کوئی فولاد نہین +
لامکان جیسے ہین ہم + تیرے ہی سر کی قسم		پوچھ اے خانہ برانداز نہ کچھ حال ستم +

بے گھر ایسا کوئی مرغ چمن آزاد نہین	آشیان کا ہے نشان + نہ نشیمن کا پتا
مصرع شعر سے اے شاد جو افزون ہو کلام	وہ عبارت ہے تمام + مستزاد اسکا ہے نام
غزل اس طرح کی کہنے پہ کرا ایراد نہین	دیکھو تو ہوگا عیان + شاعرون نے ہے کہا

اور ایک شعر کے ساتھ ایک فقرے کی مثال یہ مستزاد میر سید حسین ساکن بارہ کا۔ ع

اس رشک مسیحا کی جدائی مین یہ ہے حال	عاشق کو نہ ہی صبر نہ طاقت ہی بدن مین + بیمار ہے گویا
کس طرح ادا ہو سکے اس بت کا سراپا	خاموش زبان ہوتی ہی اوصاف دہن مین + اسرار ہی گویا
فریاد ہے بسمل ہون تری تیغ نگہ سے	خنجر کی طرح پھرتی ہی عاشق کے بدن مین۔ تلوار ہی گویا
اس بت کی محبت ہے مری خاک مین مخلوط	یہ رشتہ رگ ہی جو عیان میرے بدن مین + زنار ہی گویا

کنور حامد علی خان ناشاد کے مستزاد اس طرح کا لکھا ہے کہ ہر شعر مثنوی کی طرح علیحدہ قافیہ رکھتا ہی اور فقرہ زائد کا قافیہ اول سے آخر تک ایک ہی طرح کا ہے وہ یہ ہے۔

مرا دل دکھتا ہے اور سنسنی سی چھائی ہی دلبر	حواس و ہوش غائب ہین کہ جیسے زہر ابھی پی کر
	ہوا ہون مضمحل اک دم
شراب ناب ٹھنڈی اور تہ خانے سے گرآتی	مزا تب دخت رز دیتی الا یا ایہا الساقی
	پلائے جا نہین کچھ غم
فنا ہو جاؤ مٹ جاؤ نہ یاد آؤ نہ یاد آؤ	غم و کلفت تردد ہائے اب تو تم چلے جاؤ
	ہو تم آپس کے رنج و غم
مرے پیرون کے نیچے کون سے ہین پھول کیا جانون	نہ شاخون ہی کے خوشبودار پھولون کو مین پہچانون
	سمجھ لیتا ہون کم سے کم
اری او غیر فانی موت تجھکو کون کہتا ہے	یہ چشمہ زندگی کا مدتون سے یون ہی بہتا ہے
	ترے آگے ہے گردن خم

مستزاد کی مثال رباعی مین۔

مومن

گہ دین مین تھا لقب یگانہ اپنا + تھے بت سے خفا	گاہے صنمون کو جانا اپنا + اللہ ری خطا
سب دیر و حرم کی خاک چھانی مومن + کیا خاک کہین	دیکھا تو کہین نہین ٹھکانا اپنا + جی بیٹھ گیا

ولہ

مومن دل سا مکان جو برباد دیا + مانند حباب	ان سنگدلون کو دے کے کیا خاک لیا + جز رنج و عذاب

یعنے وہ مکان کہ تھا خدا کا مسکن + کر ندر بتان		برباد کیا اُسے یہ کیا کام کیا۔ اے خانہ خراب

مرزا رفیع السودا نے ایک مربع مستزاد لکھا ہے۔ ؎

ہے ایک روایت ز روایات پُراز غم ؛ رد اُس کو تو سُن کر
میدان مین شہ دین کے مارے گئے جس دم + سب خویش و برادر
زینب سے لگے کہنے یہ تب سرور عالم + تم سنتی ہو خواہر
سر پر نہ رہا کوئی مرے مونس و ہمدم + غیر از دم خنجر
یہ کہکے ہوا شاہ کا میدان کو آہنگ + رخصت ہو بہن سے
اور راست کیے اپنے بدن پر سلح جنگ + ہشکل کفن سے
اُس آن حرم بیچ قیامت کا ہوا رنگ + فرقت کے محن سے
اکبار گیا شیون دلہاے پُراز غم + افلاک سے اُودھر
راغب کرو دل صبر پہ حق کا ہے یہ مرغوب + گو جی ہے غم اندوز
اس امر مین بندے کو خموشی ہے بہت خوب + از نالۂ جانسوز
آگر یہ مبادا نہ کہین حضرت ایوبؑ + محشر کے تمہین روز
صابر نہ رہی مرضئ ایزد پہ کوئی دم + اولاد پیمبرؐ

بیان فرد

فرد اُسے کہتے ہین کہ ایک بیت بلا قافیہ متضمن مثل وغیرہ مضمون خاص کی لکھین اور بعضون کے نزدیک دونون مصرعون کا قافیہ مختلف ہونا ضرور نہین اور ابیات غزل وغیرہ پر اطلاق فرد کا نہین ہو سکتا یعنے غزل اور قصیدے کی بیت کو ہر چند واحد ہو فرد نہین کہینگے پس فرد خاص ہے اور بیت عام کیونکہ فرد اُسی شعر کو کہنا چاہیے جو تنہا ایک شعر ہو پس معلوم ہوا کہ بہار بے خزان کے مصنف نے جو یہ لکھا ہے (کہ فرد کے واسطے یہ بات ضرور نہین ہے کہ شاعر جب ایک ہی شعر کہے تب اُسکو فرد کہینگے بلکہ غزل یا قصیدہ خواہ قطعہ یا مثنوی وغیرہ کا بھی شعر لکھا یا پڑھا جاے تو وہ بھی فرد ہے) سہو تحریر کیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا کہ ہر بیت بے قافیہ وغیرہ پر اطلاق فرد کا روا رکھتے تو قسم جداگانہ کیون قرار پاتی۔ دریاے لطافت مین مرزا قتیل بھی ایسا ہی لکھتے ہین الحاصل فرد کہنا بیشتر طریق قدما کا تھا۔

مذاق

عشق خال بُتان سے ہو گی نجات		کیونکہ نکتہ نواز ہے اللہ

ولہ

زہر کھائیں اُس شکر لب پر نہ کیونکر سبزہ رنگ | آج طوطی بولتا ہے اُسکے خط سبز کا

درد

نہیں ہے بے سبب یہ خندہ دندان نما ہر گز | کسی کے تو لہو پینے پہ یعنی دانت رکھتا ہے

مومن

جانباز مومن اُسنے دیا غیر کو خطاب | ہم جان پر بھی کھیلے پر نام اور کا ہوا

ولہ

رحم کرنے کا نہیں مومن وہ کافر کیش ہیر | فائدہ رونے سے سر پھوڑنا بے حاصل ہے پھوڑنا

چھٹا موتی اقسام نظم مین باعتبار مضمون کے۔

مضمون کے لحاظ سے نظم کی اتنی قسمین ہین واسوخت ۔ مرثیہ ۔ سلام ۔ نوحہ ۔ ندبہ ۔ شہر آشوب ۔

بیان واسوخت

واسوخت بیزاری کو کہتے ہین اور شاعرون مین اُس نظم کا نام ہے جس مین معشوق سے بیزاری عاشق کے لیے بے پروائی کا مضمون اور دوسرے معشوق سے دل لگانے کی چھیڑ کا اُسکو جلی کٹی کہتے ہین لکھین ۔ مثال از نواب یوسف علی خان ۔

ناظم

کیا نہین اور جہان مین صنم سیمین بر
جس مین ہو بوے وفا ایسے بھی گل ہین اکثر
اور بھی سرو گل اندام ہین تجھ سے بہتر
تلخ دو ایک ہے ین تو سیکڑون شیرین ہین ثمر

ولولہ چاہیے بلبل کا گل تر ہین بہت
آنکھ قمری کی ہو پیدا تو صنوبر ہین بہت

اب وہ گل چہرہ کرون فضل خدا سے پیدا
خار ہون دامن یکرنگی طینت سے جدا
جسکے کوچے مین نہ اغیار کی پہونچی ہو صدا
کوئی گلچین نہو اُس باغ مین بندے کے سوا

خوش مزاجی بھی ہو انداز و ادا بھی اُس مین
رنگ الفت کا بھی ہو تو وفا بھی اُس مین

گرمی آتش رُخ جب نظر آئے تجھکو
ناز کی سیب ذقن کی وہ دکھائے تجھکو
ہیزم خشک کی مانند جلائے تجھکو
صورت سبب کہن داغ لگائے تجھکو

رشک سے روے یہ خون دیدۂ گریان تیرا
غیرت دامن گل چین ہو گریبان تیرا

بیان مرثیہ

دستور قدیم ہے کہ کسی عزیز و قریب یا دوست خواہ امیر و رئیس کی وفات کا واقعہ اور حزن و ملال کا حال مرثیے مین لکھتے ہین اور یہ وضع صرف اہل فارس کی نہین ہے بلکہ عرب مین بھی یہ دستور قدیم سے جاری ہے اور اب اکثر مرثیہ وہی ہے جس مین حضرت امام حسین اور اُنکے رفقا کی شہادت کا حال اور واقعۂ کربلا لکھا جاتا ہے اور مسدس یا مثمن ترجیع بند خواہ ترکیب بند کی شکل مین ہوتا ہے مثال اس کی۔

دلگیر

قاسم نے کہا دل سے کہ اب کیا ہین ارادے
ایسا نہو کوئی نام محمدؐ کا مٹا دے
شبیر کو گھیرے ہین سوار اور پیادے
مرنے کا یہی وقت ہے ہمت جو خدا دے
دیکھا سوے شبیر جو ہمت کی نظر سے
تلوار نکلنے لگی قاسم کی کمر سے

قاسم نے جو کی فوج لعین سب تہ و بالا
احسنت اُسے کہتا تھا سب عالم بالا
پھر تو کسی خود سر نے وہان سر نہ نکالا
جو ایک نے آ نیزہ اُسے پیچھے سے مارا
فرمایا کہ کہدے یہ کوئی میرے چچا سے
اک اہل دغا نے اُسے مارا ہے دغا سے

جس وقت ہوا فرط جراحت سے بہت چور
دل سے کہا کوتاہی ہے ہمت سے بہت دور
اور سینہ پُر از زخمون سے جون خانۂ زنبور
ہاتھون سے نہ تلوار چھٹے تا بہ لب گور
ہمت سے کہا اب نہین موقع ہے کمی کا
بازو سے کہا وقت ہے ثابت قدمی کا

تیورا کے گرے جب تو یہ عمو کو پکارے
گر آؤ تو پورے ہون سب ارمان ہمارے
کوثر کی طرف جاتے ہین ہم پیاس کے مارے
جو دم ہے سو آخر ہو وہ قدمون پہ تمھارے
جس وقت سنا شور یہ اُس غنچہ دہن کا
شبیر کو مطلق نہ رہا ہوش بدن کا

اعضائے تن قاسم کے جُدا سب نظر آئے
سیدھا کیا گردن کو یہ بین اُس کو سنائے
وہ ہاتھ کٹے شاہ نے آنکھوں سے لگائے
اب کوئی اُٹھائے تو تمھیں خاک اُٹھائے

یہ تھک کے ہو سوئے کہ بجا ہوش نہیں ہے
گردن ہی کہیں ہاتھ کہیں پاؤں کہیں ہے

بیان سلام

جو مرثیہ غزل یا قصیدے کے طور پر لکھا جائے اُسے سلام کہتے ہیں لیکن ایسی نظم کے مطلع میں سلام خواہ مجرا یا سلامی خواہ مجرئی کا لفظ بھی اکثر مستعمل ہے مثال۔

دلگیر

ای سلامی ہی اثر جذب دل بیتاب میں
شاہ بے کس جلد کیا بیٹی کے آئے خواب میں
غم میں گوہر کے سکینہ روتے روتے مرگئی
تھا نہ فرق اشکوں میں اور بچھو تیوں کی آب میں
زندگی بھر تھا سدا یہ قول سجادِ حزیں
مرگ سے بدتر ہے جینا فرقت احباب میں
شاہ فرماتے تھے ہوں میں وارث شیر خدا
سجدۂ آخر کروں گا تیغ کی محراب میں
وقت سر کٹنے کے یہ نکلی صدا شاہ دین
آب کوثر کا مزہ ہے خنجر بے آب میں
تھا جہاز آل پیغمبر کا خشکی میں یہ حال
جسطرح پھنس جاتی ہے کشتی کبھی گرداب میں
گیارھویں شب کو محرم کی یہ تھا زینب کا قول
زخمی ماں جائے کا لاشہ ہے پڑا مہتاب میں
بولے شہ پانی یہ زینب سکا دینا فاتحہ
حُر مرا مہمان ہوا ہے آکے قحط آب میں
گرمی روز قیامت کا ہے کیا دلگیر خوف
گر ملے گی تجھکو جا گہ شاہ کے سرداب میں

بیان نوحہ

جو مرثیہ مستزاد کی وضع پر ہو تو اُسکو نوحہ کہتے ہیں۔ مثال

منصور

بانو نے یہ اصغر سے کہا گود کے پالے + او گیسوؤں والے
یوں بڑھ گیا تو شمر ستمگار کے پالے + او گیسوؤں والے
اک بار تو او لخت جگر گود میں آؤ + گو ہٹ یہ چڑھے ہو
معصوم تو ایسے نہ کہیں دیکھے نہ بھالے + او گیسوؤں والے
کچھ منہ سے ذرا بولو تو اے اصغر نادان + دادی گئی قربان
اس کو کہو چلی کو کیے تم کس کے حوالے + او گیسوؤں والے
رورو کے تڑپتا ہی یہ بھائی علی اکبر + باحالت مضطر
واں تجھکو لگا تیر یہاں سینے پہ بھالے + او گیسوؤں والے
ظالم نے مرا لوٹ کے سارا لیا زیور + نے سر پہ ہی چادر
مارا تجھے تیر وں سے مرے ناز کے پالے + او گیسوؤں والے

تو غیرت خورشید ہی ای ماہ منور + پیارے مرے اصغر
زلفین ہین تری چاند سے رخسارون پہ ہالے + او گیسوون والے

کرتی ہی بیان رو رو کے بانو دل رنجور + اس طرح سے منصور
اب تو کہین دنیا سے خدا مجھکو اٹھا لے + او گیسوون والے

مگر واجد علی شاہ نے نوحے غزل کی زمین مین لکھے ہین جیسے۔

سکینہ کہتی تھی رو کر مرے بے سر مرے بھائی
علی اکبر علی اکبر مرے بے سر مرے بھائی

شعاع نیر تابان فروغ کوکب رخشان
سمن بر قشکل پیغمبر مرے بے سر مرے بھائی

سر پر نور نیزے پر دھرا ہے اے مہ انور
پڑا ہے خاک پر پیکر مرے بے سر مرے بھائی

ہوا سینے کا کیا عالم نہین باقی ہی تن مین دم
روان سبط پیغمبر مرے بے سر مرے بھائی

گئے دنیا سے یہ پیاسے کہون کس سے کہ وہ دیکھے
کھڑا ہین ساقی کوثر مرے بے سر مرے بھائی

بیان ندبہ

ندبہ نوحہ و شیون اور ماتم کے معنے مین ہے اصطلاح مین ندبہ وہ لفظ ہے جو مصرع کے آخر مین آتا ہے اور بین کے طور پر رونے مین کہا جاتا ہے اور سینہ کوبی کی جاتی ہے جیسے واجد علی شاہ کہتے ہین۔

حضرت خیر نسا کا جایا حسین حسین حسین
پانی نہ اُسنے دشت مین پایا حسین حسین حسین
تیر لگے تلوارین پڑی ہین برچھیان غم کی دل مین گڑی ہین
بھال سر دینی نیزہ لگایا حسین حسین حسین

بیان شہر آشوب

شہر آشوب اُسے کہتے ہین کہ ملک کی بربادی اور ویرانی اور تباہی اور اہل ملک کی مصیبت کا حال لکھا جاے مثال اسکی نواب مرزا خان داغ کے شہر آشوب کے بند۔

فلک نے قہر و غضب تاک تاک کر ڈالا
یکایک ایک جہان کو ہلاک کر ڈالا
تمام پردۂ ناموس چاک کر ڈالا
غرض کہ لاکھ کا گھر اُسنے خاک کر ڈالا
جھلسی ہین دھوپ مین شکلین جو ماہتاب کی تھین
کھچی ہین کانٹون مین جو پتیان گلاب کی تھین

زبان جو بدلین تو صورت بدل نہین آتی
کسی طرح کسی پہلو سے کل نہین آتی
ملین جو خاک بھی منھ پر تو مل نہین آتی
پکارتے ہین اجل کو اجل نہین آتی

جو سر کو چھوڑین تو پھر برے سر کٹتے ہین
جو لوٹین کانٹونہ کانٹے الگ کھٹکتے ہین

پیادہ پا ہون رواں شہسوار صد افسوس	ہو کے گھونٹ پئین بادہ خوار صد افسوس
ذلیل و خوار ہون اہل وقار صد افسوس	ہزار حیف دل بے قرار صد افسوس

جھکے ہین بار الم سے تنے ہوے کیسے
بگڑ گئے ہین یکایک بنے ہوے کیسے

رام پور کے کتب خانے مین ایک ضخیم مثنوی شہر آشوب نام رکھی ہے اس مین قوم کسبی کی چالاکیان فریب دھوکہ بازی اور بد اعمالی دکھائی ہے اور اطراف ہندوستان کے اکثر شہرون کی نام ور کسبیون کے مکر و دغا کا کچا چٹھا بیان کیا ہے مصنف اِس کا ناظم ہے اور مین خیال کرتا ہون کہ وہ نواب یوسف علی خان ناظم والی رامپور ہونگے یہ ایک شعر اسی کا ہے۔

کرم سنگ سے کبھی نہ بل جائے	برسون نلکی مین رکھ کے پچتا سے

سودا

جہان آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا	مگر کبھی کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا
کہ یون اٹھا دیا گویا کہ نقش باطل تھا	عجب طرح کا یہ بحر جہان مین ساحل تھا

کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی وان نہین روشن تھے جس جگہ فانوس	پڑے ہین کھنڈرون مین آئینہ خانہ کے فانوس
کرورون دل پڑا از امید ہو گئے مایوس	گھرون سے یون نہ بجا کے نکل گئے ناموس

ملی نہ ڈولی انھین جو تھے صاحب چوڈول

نجیب زادیون کا اندنون ہے یہ معمول	وہ برقع سر پہ ہے جسکا قدم تلک ہے طول
ہے ایک گود مین لڑکا گلاب کا سا پھول	اوہ انکے حسن طلب کا ہر ایک ہے یہ اصول

کہ خاک پاک کی تسبیح ہے لیجیے جو مول

اگر سبب ہوا سمع تو سنتے ہی یہ نام	دیا کچھ اُسنے بمقدور کر کے نذر امام
پڑا جو شامت طالع سے خارجی سے کام	دروغ و راست کا لا یادہ درمیان کلام

یہ آگے اور چلین کر کے زیر لب لاحول

پہلا جزیرہ علم عروض مین

اور اس مین چھ شہر دلاویز ہین۔

پہلا شہر بحرون کی ایجاد کے ذکر مین۔

عقلا نے چند قاعدے مقرر کیے ہین کہ اُنسے وزن شعر کی صحت و سقم دریافت ہوجائے اور اس علم کا نام عروض ہے عین کے فتحہ سے موجد اس علم کا خلیل بن احمد بصری ہی جسنے اس علم کو بہ گاذر کی آواز سے استخراج کیا ہے حمزہ بن حسن اصفہانی خلیل کے حق مین کتاب تنبیہ مین لکھتا ہے کہ خلیل نے یہ علم اپنی ایجاد سے نہین نکالا بلکہ اُسنے تصحیف کی ہے یعنی علم موسیقی اور نغم سے یہ اصول علٰحدہ کر کے اُنپر ایک فن بناکر کھڑا کر دیا ہے کیونکہ یہ دونون علم آپس مین قریب اور ایک دوسرے کے نزدیک ہین اور خلیل کو ان فنون مین بہت مہارت تھی مگر یہ بھی اُسی کتاب مین لکھا ہے کہ جب سے اہل اسلام کا شیوع ہوا کسی نے ایسا علم کوئی بھی نہین نکالا جس کی اصل علماے عرب نے نہ نکالی ہو سواے خلیل مذکور کے کیونکہ اسکی کوئی اصل نہ کسی حکیم کی مقرر کی ہوئی تھی اور نکوئی اسکی مثال مقابل اسکے سابق مین ہو چکی تھی اور وجہ تسمیہ اسکی یہ ہے کہ جب اُسنے یہ علم ایجاد کیا تھا تو مکہ معظمہ مین وارد تھا سو تیمناً و تبرکاً کعبہ معظمہ کے نام سے نام زد کیا کیونکہ عروض ایک نام ہے خانہ کعبہ کا۔ المعجم فی معاییر اشعار العجم مین لکھا ہے کہ عروض اسکو اس لیے کہتے ہین کہ شعر کو اس پر عرض کرتے ہین مطلب یہ ہے کہ شعر کو اس سے جانچتے ہین تاکہ موزون غیر موزون سے علٰحدہ ہوجاے اور وہ فعول ہے مفعول کے معنے مین یعنے معروض معروض کے معنے مین ہے بنا عروض کی ف ع ل پر ہے جس طرح بنا اوزان لغات عرب کی ان تینون حروف پر ہے تاکہ تعریف اور گردان اوزان لغوی اور شعری کی ایک طور پر ہو جس طرح اہل لغت کہتے ہین کہ ضَرَبَ فَعَلَ کے وزن پر ہے ضارب فاعل کے وزن پر اور مضروب مفعول کے وزن پر عروض کہتے ہین لفظ الٰہی فعولن کے وزن پر ہے اور عدد آیا۔ مفاعیلن کے وزن پر اور لفظ کھل گئے سب فاعلاتن کے وزن پر۔

اسکے علاوہ اور کئی وجہ تسمیہ ہین جنکو رسالۂ عروض سیفی وغیرہ مین لکھا ہے مثلاً۔ (۱) عروض طرف اور کنارۂ چیز کے معنے مین ہے چونکہ یہ علم بھی بعض علمون سے کنارے پر ہے اس لیے عروض نام رکھا (۲) بعض کہتے ہین کہ لفظ عروض کی ترکیب مین عین و راو ضاد ہے جسکے معنے ظہور کے ہین چونکہ اس علم سے وزن صحیح اور غیر صحیح مین فرق ظاہر ہوتا ہے اسلیے عروض کہنے لگے (۳) بعض کہتے ہین

کہ عروض لغت مین راہ کشادہ کے معنی مین ہے اور جس طرح پہاڑ کے رستے مین ہوکر شہرون اور مقامون کو جاتے ہین اسی طرح اس علم کے ذریعے سے شعر موزون اور ناموزون کی طرف پہونچتے ہین اور اس کے جاننے سے شعر غلط اور صحیح معلوم ہوجاتا ہے (۴) بعض کہتے ہین کہ عروض بادل کے معنے مین ہے اور جس طرح بادل اور اُس سے پیدا ہوئی چیزون مین نفع زیادہ ہے اسیطرح اس علم مین نفع کثیر ہے (۵) بعض کہتے ہین کہ شعر کے مصرع دوم کے لفظ آخر کا نام عروض ہے اور اس علم مین اُس کا ذکر زیادہ آتا ہے اس لیے یہ بھی عروض کہلاتا ہے۔

مگر وجہ موجہ وہی ہے جو المعجم مین مذکور ہے القصہ خلیل کے بعد دوسرون نے بھی اُسی قیاس پر اور اس مین زیادتیان کین۔ چنانچہ اول خلیل بن احمد نے یہ پندرہ بحرین ایجاد کی ہین طویل۔ مدید۔ بسیط۔ کامل۔ وافر۔ ہزج۔ رجز۔ رمل۔ منسرح۔ مضارع۔ سریع۔ خفیف۔ مجتث۔ مقتضب۔ تقارب۔ بعد اسکے چار بحرین اور نکلین ایک متدارک اسکو ابوالحسن اخفش نے وضع کیا ہے فرہنگ لغات وحالات نحاۃ ضمیمہ کتاب غایۃ البیان ومسالک البہیہ مین جو لکھا ہے کہ بعد خلیل بن احمد عروضی کے اخفش نے بحر مجتث ایجاد کی یہ بات سراسر غلط اور محض بے بنیاد ہے بلکہ بحر مجتث منجملہ اُن پندرہ بحرون کے ہی جنکو خلیل بن احمد نے وضع کیا ہے اخفش نے تو بحر متدارک نکالی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا دوسری جدید اسکو بزرجمہر نے استخراج کیا ہے اور بعض اس بحر کو غریب بھی کہتے ہین مولوی صہبائی اور مولوی مفتی سعداللہ نے بزرجمہر کو وزیر نوشیروان کا لکھا ہے یہ محض غلط ہے اسلیے کہ عہد بابرکت حضور پُرنور نبوی مین آخر زمانہ بزرجمہر وزیر کا تھا اور خلیل بن احمد عروضی زمانہ تابعین مین دوسری صدی مین ہوا ہے کہ سنہ ایک سو تین مین پیدا ہوا اور سنہ۱۷۰ھ مین مرا اور یہ بھی معلوم ہے کہ بحر جدید بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اُسوقت بزرجمہر وزیر نوشیروان کہان تھا تیسری بحر قریب اُسکو مولانا یوسف نیشاپوری نے نکالا ہے اور یہ وہ شخص ہی کہ فارسی مین علم عروض پہلے اسی نے جاری کیا ہے اور یہ شخص خلیل بن احمد عروضی سے دو سو برس کے بعد پیدا ہوا ہے چوتھی مشاکل یہ کسی اور شخص نے نکالی ہے۔

بحور مذکورۂ بالا سے بحور مجددہ یعنی جدید قریب اور مشاکل اشعار فارسی کے ساتھ مختص ہین اہل عرب اُن مین شعر نہین کہتے اسی طرح طویل ومدید وبسیط ووافر کو شعرائے عجم نے استعمال نہین کیا اسلیے کہ وہ وزن نامطبوع ونامرغوب ہین عربی شعرون کے ساتھ مخصوص ہین متقدمین فصحائے عجم نے بحر کامل مین بھی شعر نہ کہے تھے لیکن حضرت امیر خسرو اور مولوی جامی نے اس وزن مین شعر کہنا شروع کیا پھر یہ بحر بہت شائع ہوگئی اور بحر مقتضب نہایت کم مستعمل ہے سوا اُن کے باقی بحرین عربی وفارسی وریختہ مین علی العموم مستعمل ہین القصہ بحور مذکورہ سے سات

بحرین مفرد ہین اور بارہ مرکب مفرد اُنکو کہتے ہین جن مین ایک ہی رکن کی تکرار ہوا ور مرکب وہ جو دو مختلف رکنون کی تکرار سے حاصل ہون اور وہ سات بحرین مفرد یہ ہین ہزج رجز رمل کامل وافر متقارب متدارک ۔ اور بارہ بحرین مرکب یہ ہین منسرح مقتضب مضارع مجتث طویل مدید بسیط سریع خفیف جدید قریب مشاکل ۔ بحور مفردہ مین متقارب اور متدارک مثمن الاصل ہین یعنی سب آٹھ آٹھ ارکان سے مرکب ہین اور ہزج اور رجز اور رمل اور کامل اور وافر مسدس الاصل ہین لیکن شعراے فارس اور ریختہ کے یہان یہ بھی مثمن مستعمل ہین اور بحور مرکبہ مین بعض مثمن ہین اور بعض مسدس اب خواہ مثمن کو مسدس مربع مثنے وغیرہ استعمال کرین خواہ مسدس کو مثمن و مربع وغیرہ لائین جو بحر مثمن ہو اور وہ مسدس لائی جائے اُسکو مجزو کہتے ہین اسلیے کہ ایک ایک جز مصرع سے کم ہوگیا اور مجزو کے معنے کٹے ہوے کے ہین پس جس بحر کے مصرع مین چار رکن ہون اُسے باعتبار بیت کے مثمن کہتے ہین اور جس مین تین رکن ہون اُسے باعتبار بیت کے **مُسَدَّس** ۔ اور جسکے مصرع مین دو رکن ہون اُسے بلحاظ کل بیت کے **مُرَبَّع** کہتے ہین ۔ عربی کی بحرین مثلث اور مثنے اور موحد بھی ہوتی ہین مثلث خلیل کے نزدیک اور مثنے اخفش کے نزدیک اور موحد سواے زجاج کے سب کے نزدیک شعر نہین ہے بلکہ سجع مین داخل ہے اور مثلث دو مصرعون پر مشتمل نہین ہوتا بلکہ وہ تمام ایک بیت ہوتا ہے اور یہ راے غیر خلیل کی ہے جسکے نزدیک بیت کی تقسیم دو مصرعون پر واجب نہین اور خلیل کے نزدیک سجع مین داخل ہے کیونکہ وہ بیت کا انقسام دو مصرعون پر واجب جانتا ہے البتہ مثنے دو مصرعون پر مشتمل ہوتا ہے مگر فارسی و ریختہ مین مثمن و مسدس کے سوا بہت ہی کم رائج ہے بلکہ متاخرین نے دس دس اور سولہ سولہ اور بیس بیس رکن کے اشعار کہے ہین ارکان کا حال آگے ہم مفصل بیان کرینگے انشاء اللہ تعالے ۔

فائدہ علم عروض ہندوستان مین قبل بنا ریختہ سے رائج ہے اور اس علم کا نام ہندی مین **پنگل** ہے شعراے ہند بڑے نازک خیال گذرے ہین اب بھی خال خال موجود ہین زبان ہندی مین اشعار قریب ایک سو بحرین یہ منقسم ہے گوناگون پائے جاتے ہین بحرین عربی و فارسی و ہندی کی اکثر مختلف ہین کچھ متفق بھی ہین چنانچہ بحر متقارب و رکض الخیل یعنی متدارک و بحر سریع عربی و فارسی و ہندی تینون زبانون مین مستعمل ہین متقارب کو ہندی مین **بھجنگ پریات** بضم باے موحدہ و فتح جیم کہتے ہین معنی اسکے سانپ کی چال ہین اور یہ اُنکے یہان مثمن مستعمل ہے اور رکض الخیل کا نام ترُبھنگہ ہے کسرۂ تاے فوقانیہ سے اور ہندیون کے یہان یہ وزن مثمن و مسدس و مثمن مضاعف مستعمل ہے مضاعف ہونیکی صورت مین اکثر سبب خفیف یا ثقیل اول مصرع مین اور ایک سبب خفیف آخر مصرع مین لاتے ہین اور درمیان مین سات فعلن ہوتے ہین اُن مین بھی اکثر متحرک العین ہوا کرتے ہین ترُبھنگہ کے لغوی معنی تُوٹنے والے کے ہین اصطلاح مین اُس بحر کو کہتے ہین جس مین تین جگہ بسرام یعنے وقفہ ہو اور

اس بحر مین دو دو تک یعنی دو دو مصرع مقفے ہوتے ہین اور تکون کی تعداد مقرر نہین ہے اور بحر سریع کو ہندی مین چوپائی کہتے ہین اکثر مثنویان اسی بحر مین نظم کرتے ہین - ہندی کی ایک بحر مین جسکا نام سورٹھ[سلہ] ہے قافیہ بیچ مین شعر کے آتا ہے اور عجب لطف دیتا ہے ظاہرا ایسا قافیہ کسی زبان مین نہین آتا جیسے اس سورٹھ مین ؎

دوہا اُلٹا جان اور بات دوجی نہین	پنگل کرت بکھان چھند سورٹھ ہوت ہین

ان دونون تکون یعنی مصرعون مین جان اور بکھان قافیہ ہے اور دوہہ کو اُلٹا کرنے سے سورٹھ ہو جاتا ہے اسی مضمون کو شاعر نے اس سورٹھ مین ادا کیا ہے چنانچہ سورٹھ مذکور کے اُلٹا کرنے سے یہ دوہا ہو جاتا ہے ؎

اور دوجی بات نہین دوہا اُلٹا جان	چھند سورٹھ ہوت ہین پنگل کرت بکھان

مولوی غلام علی آزاد بلگرامی نے ہندی کے علم بدیع و تشبیہات وغیرہ کو عربی و فارسی کا جامہ پہنایا ہے اُنکی کتاب غزلان الہند فارسی زبان مین مین نے دیکھی ہے صنائع ہندی کے لیے شعراے فارسی کے اشعار تلاش کیے ہین وہ کہتے ہین کہ علم بدیع ہندی در ازمنہ سابقہ پیش از زمان اسلام بوجود آمد - صنائع تین طرح پر ہین ایک وہ جو عربی اور ہندی مین مشترک ہین جیسے ابہام حسن التعلیل - تجاہل العارف - مراجعت - استعارہ - تشبیہ جناس - سجع اور بعض عربی سے مخصوص ہین جیسے استخدام حسن التخلص - یعنی قصیدے مین گریز اور تاریخ بقاعدۂ جمل وغیرہ اور بعض ہندی کے ساتھ مخصوص ہین -

دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحرون کی ترکیب اور دائرون کے بیان مین

اشعار کے وزن کرنے کے لیے چند طرح کے الفاظ مقرر کیے گئے ہین اُن کو ارکان کہتے ہین اور بحرین اُنھی ارکان سے مرکب ہوتی ہین اور ارکان آٹھ ہین جن مین سے دو خماسی یعنی پنج حرفی ہین ایک **فعولن** دوسرا **فاعلن** اور چھ سباعی ہین **مفاعیلن** اور **مفعولات** بضم تا بلا تنوین اور **فاعلاتن** اور **مستفعلن** اور **متفاعلن** اور **مفاعلتن** لیکن عروضی دو رکن فاعلاتن اور مستفعلن کو چار قرار دیتے ہین اور دو قسم کرتے ہین **فاعلاتن** اور **مستفعلن** کو متصل اور **فاع لاتن** اور **مس تفع لن** کو منفصل کہتے ہین اس حساب سے دس رکن ہوے لیکن یہ فرق اعتباری ہے اور فائدہ اسکا دائرۂ مشتبہ و منعکسہ

سلہ بضم سین مہملہ و سکون واو مجہول و رائے مہملہ مفتوح و تائے ہندی منتج و ہائے مخلوط التلفظ ۱۲

مین معلوم ہوگا اور وجہ اتصال وانفصال کی کتابت سے معلوم ہوسکتی ہے غرض کہ ارکان کو اُصول اور اجزا اور میزان اور تفاعیل اور مفاعیل اور افعال اور اوزان عروض بھی کہتے ہین اور اُن سے فقرہاے شعر کو برابر کرتے ہین اور یہ رکن ان تین جزون سے جن کو اصول سہ گانہ کہتے ہین مرکب ہوا کرتے ہین سبب وتد۔ فاصلہ سبب کلمۂ دوحرفی کو کہتے ہین اور اُسکی دو صورتین ہین اگر حرف اول متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو اسکو سبب خفیف کہینگے جیسے اب۔ تو جا۔ مف عو۔ لن وغیرہ اور اگر دونون حرف متحرک ہون تو سبب ثقیل کہتے ہین اور اسطرح کا لفظ سوا عربی کے اور کسی زبان مین پایا نہین جاتا یا کسی لفظ کا جز ہوتا ہے جیسے لفظ ہمہ مین ہاے مختفی نہ شمار کیجائے تو سبب ثقیل رہتا ہے اسلیے کہ میم متحرک ہے ہندی مین سبب ثقیل ترکیب حرفی یا لفظی سے حاصل ہوسکتا ہے مثلاً نہ رہا مین نہ رکو سبب ثقیل اور ہا سبب کو خفیف اعتبار کرسکتے ہین ورنہ دراصل نون حرف نفی اور رہا صیغۂ ماضی ہے وتد کلمۂ سہ حرفی کو کہتے ہین اُسکی بھی دو قسمین ہین اگر دو حرف اول متحرک واقع ہون اور حرف ثالث ساکن تو اُسے وتد مجموع یا وتد مقرون کہتے ہین جیسے دیا لیا وغیرہ اور اگر حرف اول و آخر متحرک اور حرف وسط ساکن ہو تو اُسے وتد مفروق کہتے ہین جیسے ہار اور یار اور جان اور تجب اور تخت اور درد اور زرد مین حرف ثالث ساکن نہین اسلیے کہ عروضیون کی اصطلاح مین حرف ساکن اس حرف کو کہتے ہین جسکے ماقبل حرف متحرک ہو پس جس حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہے اُسکو اصلا ساکن نہین جانتے بلکہ متحرک کے حکم مین رکھتے ہین اور وجہ اُسکی مرزا قتیل نے چہار شربت مین اسطرح لکھی ہے کہ عروضی ساکن ایسے حرف کو کہتے ہین جس سے ابتدا محال و ممتنع ہو پس جس حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہے اُسکے ساتھ ابتدا کرنا محال نہین بخلاف ایسے حرف ساکن کے جسکا ماقبل متحرک ہے مثلاً سودا ع کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا دل بنا۔ ظاہر ہے کہ کچھ آگ مفعول بضم لام کے وزن پر ہے اور اگر مفعول مضموم اللام کی جگہ مفعول بسکون لام پڑھین تو درست نہو اسلیے کہ تقطیع مین یہ وزن لام کے ضمے سے آتا ہے بلکہ مفعول سکون لام سے رسائل عروض مین آیا ہی نہین ہے اور اگر عروضیون سے خلاف کیا جائے تو حسرت کے اس مصرع کا کیا حال ہوگا جو اسی وزن مین ہے

ع نازک دلون کے زخم کو مرہم کبھو نہو۔ کہ دال دلون کی مفعول کے لام اور آگ کی کاف کے مقابل واقع ہوئی ہے پس ایسے کاف کو ساکن نہ کہنا چاہیے یہی حال ہار اور یار اور جان اور تجب اور تخت اور درد اور زرد وغیرہ کے حرف سوم کا ہے غرضکہ عروضی جس حرف کو ساکن قرار دیتے ہین وہ کبھی تقطیع مین متحرک نہین ہوسکتا جیسے اب۔ تو جا۔ کا حرف دوم گو وہ حرف جو دوسرون کے نزدیک ساکن ہے متحرک ہوجاتا ہے پس جو حرف ساکن ایسا ہے کہ اُسکا ماقبل بھی ساکن ہے وہ اس گروہ کے نزدیک متحرک ہے مثلاً ع بدقت اشک اب نکلے ہے شاہد اشک کا کاف مفاعیلن کے میم کے مقابل ہوا ہے پس اگر ساکن ہوتا تو ابتدا رکن کی اسکے ساتھ کس طرح جائز و ممکن ہوتی اور اگر دراصل متحرک نہوتا تو مصرع ناموزون پڑھا جاتا صاحب بصیرت پر یہ بات روشن ہے۔

کہ جب واقف عروض یہ مصرع سنتا ہے تو بوقت اش مفاعیلن اُسکے ذہن مین گذرتا ہے اور بعد اسکے
ک اب نکلے مفاعیلن ذہن مین آتا ہے اگر مصرع مین کاف کی حرکت پڑھنے مین ظاہر نہو اور سر کی راے مہملہ کی
طرح ساکن قطعی قرار پائے تو مصرع کا موزون ہونا ممتنع ہوجائے **فاصلہ** بھی دو طرح پر ہے اگر چار حرف کا کلمہ
ایسا ہو کہ اس مین تین حرف اول متحرک ہون اور چوتھا ساکن تو اُسکو **فاصلۂ صُغریٰ** اور **فاصلۂ صُولت**
کہتے ہین جیسے عربی مین اَحَدٌ تنوین کے ساتھ (یعنی اَحَدُن) اور فارسی مین صنما اور چلتم ہندی مین کوئی لفظ
ایسا دیکھنے مین نہین آیا البتہ ترکیب کے ساتھ حاصل ہوسکتا ہے جیسے نگیا اور نرہا کہ نون نفی کا ہے اور
گیا اور رہا صیغہ ماضی کا برج کی زبان مین بجی بمعنی معشوق چتوت بمعنی دیکھتی ہے یا دیکھتا ہے نبری بمعنی دلھن وغیرہ
کلمات پائے جاتے ہین اور اگر پانچ حرف ایسے ہون جن مین چار حرف متصل متحرک ہون اور پانچوان ساکن
اُسکو **فاصلۂ کبریٰ** کہتے ہین اور بعض اُسکو **فاصلۂ ضبط** کہتے ہین ہندی مین اسکی مثال نہین البتہ عربی
مین ہے جیسے سمکۃ بحالت تنوین (یعنے سَمَکَتُن) بعض کہتے ہین کہ چار حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور سبب خفیف
سے بنا ہے اور پانچ حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور وتد مقرون سے مرکب ہے اور فاصلہ علیحدہ کوئی چیز نہین
مولوی صہبائی بھی کہتے ہین کہ یہی حق ہے لیکن جمہور نے اس جزو ثالث کا بھی اعتبار کیا ہے چنانچہ رکن متفاعلن
انمین بعضون کے نزدیک وتد مجموع پر فاصلۂ صغرے مقدم ہے اور جو لوگ فاصلے کے قائل نہین وہ کہتے ہین کہ
وتد مجموع کے پہلے ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف ہے اور مفاعلتن مین بھی کہ اسکا عکس ہے وہی
ترکیب برعکس ہے یعنی فاصلہ یا ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف پر وتد مجموع مقدم ہے اور بعضون نے
فاصلے کو مانا ہے لیکن سبب ثقیل کے قائل نہین مرزا قتیل کی بھی یہی راے ہے اور حق یہ ہے کہ عروض عجم مین
فاصلہ نہین سبب ثقیل و خفیف یا سبب ثقیل و وتد مجموع کی ترکیب قرار دی جائے گی اور عروض عرب مین فاصلہ
معتبر ہے مثلاً اَحَدُن لفظ عربی کو عروضیان عرب فاصلۂ صغرے بولینگے اور صنما کو عروضیان فارس سبب ثقیل اور
سبب خفیف سے مرکب بتلائین گے سَمَکَتُن کو عربی عروض والے فاصلۂ کبریٰ کہین گے اور فارسی والے
ایک سبب ثقیل اور ایک وتد مجموع پس سبب اور وتد عربی و فارسی مین مشترک ہین اور فاصلہ عربی کے
ساتھ خصوصیت رکھتا ہے فارسی مین اسکا اعتبار نہین علی ہذا القیاس ریختہ مین۔ بعض فاصلۂ کبرے کو
فاصلہ بضاد معجمہ اور فاصلۂ صغرے کو **فاصلہ** بصاد مہملہ کہتے ہین اور بعضے دونون کو بضاد معجمہ قرار دیتے
ہین **فائدہ** شاعر کو اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ ایک بیت مین فقط اسباب یا اوتاد یا فواصل ہی نہون بلکہ
سب کا جمع کرنا لازم ہے گو شعراے قدیم نے اصول سہ گانہ مین اشعار مفرد کہے ہین لیکن وہ پسند طبائع
نہوے جیساکہ۔

میر

گل آشفتہ اُس کے رو کا	سنبل اک زنجیری مو کا

اس شعر مین سبب خفیف جمع ہوے ہین کیونکہ وزن اسکا فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دوبار ہے

بہادر سنگھ کام بدایونی

یہ تھوڑی تھوڑی مے نہ دے کلائی موڑ موڑ کر	بھلا ہو تیرا ساقیا پلادے خم نچوڑ کر

اس شعر مین تمام وتد جمع ہوے ہین اسلیے کہ اس کا وزن یہ ہے مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دوبار

ظفر

مراد دشمن اگرچہ زمانہ رہا	ترا یون ہی مین دوست یگانہ رہا

اس شعر مین تمام فاصلے جمع ہوے ہین اسکا وزن یہ ہے فعلن فعلن فعلن فعلن بکسر عین۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ارکان مذکورۂ بالا مین سے فعُولن مین وتد مجموع ایک سبب خفیف پر مقدم ہے اور فاعلُن مین عکس اسکا ہے مفاعیلن مین وتد مجموع کے بعد دو سبب خفیف ہین مفعولات دبضم تا بلا تنوین مین اول دو سبب خفیف ہین پھر وتد مفروق۔ اور مُتَفَاعلُن۔ مین بعضون کے نزدیک فاصلۂ صغری وتد مجموع پر مقدم ہے بعضون کے نزدیک ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے مُفَاعلَتُن مین اسکا عکس ہے جیساکہ اوپر بیان ہوا مُستفعِلُن متصل مین دو سبب خفیف مقدم ہین ایک وتد مجموع پر مس تفع لن منفصل مین ایک وتد مفروق درمیان دو سبب خفیف کے ہے۔ اور فاعلاتن متصل مین وتد مجموع درمیان دو سبب خفیف کے ہے اور فاع لاتن منفصل مین وتد مفروق مقدم ہے دو سبب خفیف پر متصل اور منفصل کا فرق بسبب کتابت کے ہے یعنی مستفع لن منفصل مین عین لفظ لن سے اور فاع لاتن منفصل مین عین لفظ لاتن سے جدا لکھا جاتا ہے اس وجہ سے منفصل قرار پائے اور مستفعلن اور فاعلاتن متصل مین ملا ہوا ہی اسلیے یہ متصل کہلائے ہندی مین اتصال اور انفصال نہین ہوتا یہ فرق اعتباری ہے مستفع لن منفصل بحر خفیف مجتث جدید۔ بدیل صغیر اور حمیم مین آتا ہے اور فاع لاتن منفصل (بحر مضارع) قریب مشاکل۔ صریم قلیب اور راسیم مین واقع ہوتا ہے۔

جب بیان ارکان کا ہوچکا تو ہم یہان پر بحرون کے اوزان بیان کرتے ہین۔ یاد رکھو کہ سات مفرد بحرون مین سے بحر ہزج مین رکن مفاعیلن کی تکرار ہے اور اُسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار اور بحر رمل مین رکن فاعلاتن کی تکرار ہے اور اُسکا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار اور بحر رجز کا وزن یہ ہے مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار اور بحر کامل کا وزن ہے متفاعلن متفاعلن

متفاعلن متفاعلن دوبار - اور بحر وافر کا یہ وزن ہے مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دوبار - اور بحر متقارب کا یہ وزن ہے فعولن فعولن فعولن فعولن دوبار - اور بحر متدارک کا یہ وزن ہے فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دوبار - اور بحور مرکبہ سے بحر منسرح کا یہ وزن ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دوبار - اور بحر مقتضب کا یہ وزن ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار - اس بحر کو بحر منسرح سے نکالا ہے اسلیے کہ بحر منسرح مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات ہے اور بحر مقتضب مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن ہے دونون مین ارکان ایک ہی ہین لیکن ترتیب مین فرق ہے بحر مضارع کا یہ وزن ہے مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر مجتث کا یہ وزن ہے مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر طویل کا یہ وزن ہے فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دوبار بحر مدید - کا یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دوبار بحر بسیط کا یہ وزن ہے مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دوبار - بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات دوبار بحر خفیف کا یہ وزن ہے فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے - بحر جدید کا جسکو بحر جہری بھی کہتے ہین یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر قریب کا یہ وزن ہے مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دوبار اُس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر مشاکل کا یہ وزن ہے فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے -

فائدہ بحور مستحدثہ سے تین بحرین اور ہین کہ انکو عروضیان پارسی نے ایجاد کیا ہے وہ یہ ہین ایک بحر عریض اسکا وزن مفاعیلن فعولن مفاعیلن فعولن دوبار ہے صاحب معیار الاشعار کہتے ہین کہ اسکا نام مقلوب طویل رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عکس طویل ہے دوسری بحر عمیق اسکا وزن فاعلن فاعلاتن فاعلن فاعلاتن دوبار ہے یہ مقلوب مدید ہے اور عریض کو مستطیل اور عمیق کو ممتد بھی کہتے ہین تیسری بحر مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن دوبار ہے اسکے رکن سالم مین آٹھ حروف ہین م ف ا ع ل ا ت ن مگر اس بحر کا کوئی نام نہین رکھا گیا ہے اور حقیقت مین یہ وزن رجز مثمن مخبون مرفل یا کامل مثمن موقوص مرفل ہے اور ابو عبداللہ قرشی نے نو بحرین اور دائرہ منعکسہ سے استخراج کی ہین مگر اہل فن مثل بہرامی سرخسی وغیرہ کے نزدیک یہ بحرین مقبول نہین کیونکہ بحور قدیمہ مشہورہ مین مندرج ہین غور کیا جاتا ہے تو تغائر کلی نہین پایا جاتا جیساکہ حدائق العجم مین غایۃ العروضیین سے نقل کیا ہے - اور وہ بحرین یہ ہین بحر صریم اس بحر کا وزن مفاعیلن فاع لاتن فاع لاتن دوبار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر کبیر اسکا

وزن مفعولات مفعولات مستفعلن دوبار ہے بحر بدیل اس کا وزن مس تفع لن مس تفع لن فاعلاتن دوبار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر قلیب فاع لاتن فاع لاتن مفاعیلن دوبار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر حمید اس کا وزن مفعولات مستفعلن مفعولات دوبار ہے بحر اصیم۔ فاعلاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار ہے اس بحر مین فاعلاتن منفصل ہے بحر سلیم۔ مستفعلن مفعولات مفعولات دوبار ہے بحر صغیر۔ مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن دوبار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر جمیم۔ فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن دوبار ہے اس مین مس تفع لن منفصل ہے۔

ایک شخص معاصر حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ عاشق صادق نام نے اپنے رسالہ جامع الصنائع مین دو رکن متفاعلتن اور مفعولاتن ہشت حرفی تازہ اختراع کیے ہین اور تین بحرین اور ایجاد کی ہین لیکن نظر غور سے دیکھا جاتا ہے تو متفاعلتن اجتماع دو فعلن بکسر عین کا ہے اور مفعولاتن دو فعلن ساکن العین کا اجتماع ہے اول بحر متدارک مخبون ہے اور دوسری متدارک مقطوع اور وہ تین بحرین یہ ہین اول کفت متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن دوبار دوم زلل مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دوبار یہ وزن رجز مثمن مطوی مرفل معلوم ہوتا ہے جسکو بعض رسالہ والون نے بحر منسرح مین ذکر کیا ہے اور یہ انکی غلطی ہے بہر کیف مفتعلاتن رکن مستفعلن کی فرع ہے چنانچہ آگے چلکر معلوم ہوگا سوم اوفر مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن دوبار اور صاحب جامع القواعد نے ایک رکن مفعولاتن ایجاد کرکے منون نام رکھا ہے اور دوسرا مفتعلات تاے فوقانی کے فتحہ اور عین کے کسرے اور تاے فوقانی آخر کے ضمے سے ایجاد کرکے اسکا نام اثقل رکھا ہے مگر مفعولاتن دو فعلن ساکن العین کا اجتماع ہے اور مفتعلات فعلُ فعول کے وزن پر ہے اور یہ دونون رکن فعولن کی فرع ہین اول اثرم ہے اور دوم مقبوض ہے۔

علاوہ انکے اور بھی بحرین ہین خبب مفعول فعلال مفعول فعلال دوبار مواسع فاعلتن مفعول فعولن فاعلتن مفعول فعولن دوبار مرتن مفعول مفاعیل فعولن فعلاتن دوبار (گویا ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف پر فعلاتن بڑھا دیا ہے) غرض یہ ہے کہ اصول محصور ہین نہ فروع یعنی ارکان افاعیل دس سے زائد نہین آسکتے اور جو رکن پایا جائیگا وہ انھی کی ترکیب و کمی بیشی وغیرہ سے پیدا ہوگا اور فروع کی شکلین اور بحرون کے تغیرات محصور نہین چنانچہ عرب اور متقدمین شعراے عجم کے یہان بھی ایسی ایسی شکلین ارکان کی مستعمل ہین جو ریختہ مین نہین دیکھی جاتین بس ہم جس قدر فروع بیان کرینگے وہ وہ ہین جو غالبا موجود ہین اور ان سے سوا کا بھی حاصل ہونا ممکن ہے۔

دائرون کا بیان

انہی بحرون مین سے ایک بحر کے سبب ور وتد و فاصلے کو مقدم اور موخر کرین تو اس سے دوسری بحر نکل سکتی ہے اور نکلنا اسطرح کا ہوتا ہے کہ اُس وزن کے الفاظ نکل آتے ہین پھر اُن الفاظ کی جگہ اصلی ارکان رکھدیتے ہین اور اس امر کو فک بحور کہتے ہین اور اسکے واسطے دائرے بھی مقرر ہین یعنی ارکان کو ایک دائرے مین لکھتے ہین پس مدور جگہ مین لکھنے سے ایک رکن کا جزو آخر دوسرے رکن کے جزو اول کے متصل ہو تا ہے تکلف معلوم ہوجاتا ہے اور جو بحرین باہم سبب وتد فاصلے کی تقدیم و تاخیر سے نکلتی ہین اُن کو کہتے ہین کہ ایک دائرے سے ہین مثلاً رکن مفاعیلن کو کہ اس مین اول وتد مجموع پھر دو سبب خفیف ہین اگر چار بار پڑھین تو بحر ہزج ہے اور اگر دونون سبب خفیف وتد مجموع پر مقدم کرکے عیلن مفا چار بار پڑھین تو بروزن مستفعلن بحر رجز ہو جائے اور وتد مجموع کو دونون سببون کے بیچ مین ڈالدین اور لن مفاعی چار بار پڑھین تو بروزن فاعلاتن بحر رمل ہوجائے پس یہ تینون بحرین ایک دائرے سے نکل سکتی ہین اور چونکہ اُس دائرے مین ارکان کے سبب اور وتد اور فاصلے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھتے ہین اسیسے اس کام کا نام مجتلبہ رکھا گیا ہے کیونکہ جلب کے معنی کھینچنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھنے کے ہین صورت اُس دائرے کی یہ ہے۔

بحر ہزج
بحر رجز
بحر رمل

دائرۂ مجتلبہ

مفاعیلن بروزن مفاعیلن
عیلن مفا بروزن مستفعلن
لن مفاعی بروزن فاعلاتن
مفاعیلن بروزن مفاعیلن
عیلن مفا بروزن مستفعلن
لن مفاعی بروزن فاعلاتن

ایسے ہی رکن متفاعلن کو کہ اُس مین فاصلۂ صغرے وتد مجموع پر مقدم ہے اگر چار بار پڑھین تو اور
بحر کامل ہے اگر اُس کے برعکس وتد مجموع کو فاصلۂ صغرے پر مقدم کرین اور چار بار پڑھین تو علن متفا
بروزن مفاعلتن بحر وافر ہے پس یہ دو بحرین بھی ایک ہی دائرے سے نکلتی ہین اور اُس دائرے کا نام
موتلفہ ہے اس لیے کہ اُلفت سے ماخوذ ہے اور ان دونون بحرون کے ارکان مین اُلفت ہے یعنے
جیسے بحر طویل کا رکن متفاعلن فاصلۂ صغرے اور وتد مجموع سے مرکب ہے اسی طرح بحر وافر کا رکن مفاعلتن
وتد مجموع اور فاصلۂ صغرے سے بنا ہے۔ اُس دائرے کی صورت یہ ہے۔

بحر کامل
بحر وافر
متفاعلن
مفاعلتن
علن متفا بروزن مفاعلتن
دائرۂ موتلفہ
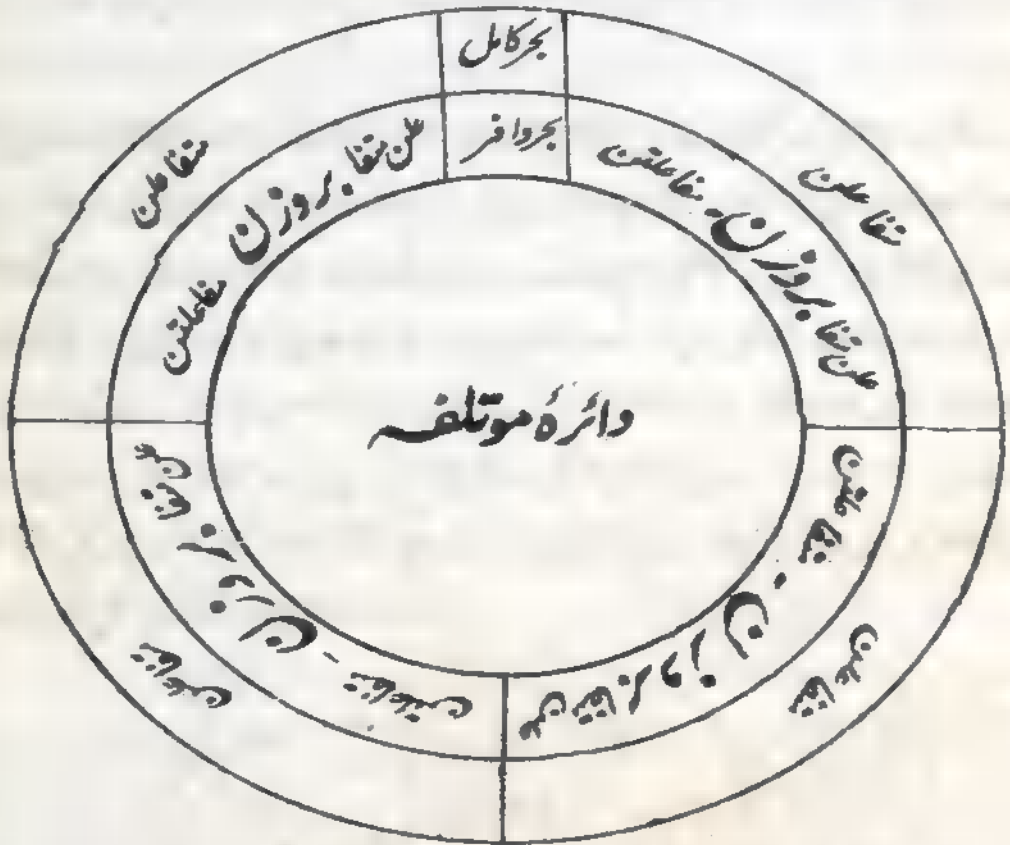
اسی طرح اگر رکن فعولن کو چار بار پڑھین تو بحر متقارب ہے اور جو سبب خفیف یعنی لن کو فعو پر کہ وتد مجموع
ہے مقدم کر کے لن فعو چار بار پڑھین تو بروزن فاعلن بحر متدارک بنتی ہے اس دائرے کا نام متفقہ ہے
اسلیے کہ دونون بحرون کے رکن وتد اور سبب سے مرکب ہونے مین اتفاق رکھتے ہین صورت دائرے
کی ذیل مین لکھی جاتی ہے پہلے اس دائرے سے صرف بحر تقارب حاصل ہوئی تھی اور منفرده
نام تھا بعد خلیل بن احمد کے جب اخفش نے بحر متدارک ایجاد کی تو اس دائرہ کا نام

متفقہ رکھا۔

بحر متقارب
بحر متدارک
فعولن
فاعلن
دائرہ متفقہ

بحر طویل اور بحر مدید اور بسیط بھی ایک دائرے سے ہیں یعنی بحر طویل مرکب ہے فعولن مفاعیلن سے یہ رکن چار بار آتے ہیں پس اگر فعولن کے سبب خفیف سے شروع کریں اور وتد مجموع کو آخر میں ڈالدیں تو لن مفاعیلن فعو چار بار ہو بروزن فاعلاتن فاعلن چار بار یہ بحر مدید ہے اور اگر مفاعیلن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کریں اور وتد مجموع یعنے مفا کو آخر میں ذکر کریں تو عیلن فعولن مفا چار بار بروزن مستفعلن فاعلن چار بار ہو جاے یہ وزن بحر بسیط کا ہے اور بعض عروضیون نے بحر عریض اور عمیق کو بھی اسی دائرے سے انفکاک کیا ہے بحر عریض مفا سے شروع کر کے مفاعیلن فعولن چار بار ہے اور بحر عمیق لن سے شروع ہو کر لن فعولن مفاعی چار بار بروزن فاعلن فاعلاتن چار بار ہے اس حساب سے پانچ بحرین ایک دائرے سے نکلتی ہین اور دائرہ کا نام مختلفہ ہے کیونکہ ارکان باہم مخالف ہین کوئی خماسی ہے کوئی سباعی اس دائرے کی صورت یہ ہے۔

بحر طویل
بحر مدید
بحر بسیط
بحر عریض
بحر عمیق
مفاعیلن
فاعلن
مستفعلن
فعولن
لن مفاعی
دائرہ مختلفہ

بحر منسرح اور مجتث اور مضارع اور مقتضب اور سریع اور خفیف بھی ایک دائرے سے جسکو دائرۂ مشتبہ کہتے ہین نکلتی ہین مگر اُس صورت مین کہ بحر منسرح کا چوتھا رکن اور مقتضب کا تیسرا رکن مفعولات اور بحر مجتث کا تیسرا رکن مستفعلن اور بحر مضارع کا چوتھا رکن فاعلاتن نکال کر شل بحر سریع اور خفیف کے مسدس قرار دے لیا جائے کیونکہ یہ بحرین مثمن ہین اور سریع و خفیف مسدس الاصل ہین مثلاً بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات دو بار اگر دوسرے مستفعلن سے شروع کرین اور اول کو پیچھے ڈالدین تو مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن دو بار ہو جائے یہ بحر منسرح مسدس ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین تو تفعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن دو بار بحر خفیف ہو جائے اور اگر مستفعلن ثانی کے وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولات مستفعلن مس تفع بر وزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن ہو جائے اور یہ بحر مضارع مسدس ہے تنبیہ بحر خفیف مین مس تفع لن اور بحر مضارع مین فاع لاتن منفصل ہے اسلیے کہ بحر خفیف مین عو کے وزن پر مس اور لاتُ کے وزن پر تفع اور مف کے وزن پر لن ہے یون مستفعلن بنا ہے اور بحر مضارع مین لاتُ کے وزن پر فاع اور مف کے وزن پر لاتن ہے اس طرح فاعلاتن حاصل ہوا ہے اور بحر سریع کو مفعولات سے شروع کیا جائے تو مفعولات مستفعلن مستفعلن دو بار بحر مقتضب مسدس ہو جائے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتدا کرین تو عولاتُ مستفعلن مستفعلن مف دو بار بروزن مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن دو بار بحر مجتث مسدس ہو جائے (اس مین بھی رکن مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ عو اور لاتُ اور مف کے مقابل مس اور تفع اور لن واقع ہوا ہے) بحر جدید اور قریب اور مشاکل بھی اسی دائرے سے نکلتی ہین یعنے اگر بحر سریع کے مستفعلن اول کے سبب ثانی سے پڑھین تو تفعلن مستفعلن مفعولاتُ مس دو بار بروزن فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار ہو جائے یہ بحر جدید ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ عو کے مقابل مس اور لات کے مقابل تفع اور مس کے مقابل لن واقع ہوا ہے اور اگر مستفعلن اول کے وتد مجموع سے شروع کرین اور سببون کو مؤخر کرین تو علن مستفعلن مفعولات مستف دو بار بروزن مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن بحر قریب ہو جائے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لاتُ مستف کے مقابل واقع ہوا ہے اور اگر مفعولات کے وتد مفروق سے شروع کرین تو لات مستفعلن مستفعلن مفعول دو بار بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن دو بار بحر مشاکل ہو جائے اس بحر مین بھی فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لات کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اسی سبب سے بعضون نے اس دائرے کا نام وتد

رکھا ہے یعنے اس دائرہ مشتبہ مین وتد مفروق واقع ہین اور وجہ اشتباہ بھی اس مین یہی ہے کہ
مس تفع لن اور فاع لاتن دونون متصل اور منفصل واقع ہوے ہین پس دونون مین شبہ پڑتا ہے اور
سہروردی نے کہا ہے کہ بحرین اس کی مشتبہ ہین۔ **فائدہ** میر شمس الدین فقیر حدائق البلاغت مین کہتے ہین
کہ بحر جدید اور بحر قریب اور بحر مشاکل کو کہ متاخرین کی اختراع سے ہین اساتذہ نے استعمال نہین کیا
اور نہ یہ بحور پانچون دائرون مین سے کسی دائرے سے نکلتی ہین یہ لکھنا اُن کا صحت کے خلاف ہے اسلیے
کہ یہ تینون بحرین دائرۂ مشتبہ سے بموجب تشریح مندرجہ بالا نکلتی ہین۔ صورت دائرے کی یہ ہے۔

دائرۂ مشتبہ

بحر سریع
بحر منسرح
بحر خفیف
بحر مضارع
بحر مقتضب
بحر مجتث
بحر جدید
بحر قریب
بحر مشاکل

تعجب ہے ان اہل خرد سے کہ بحور مسدس اور مثمن کو ایک دائرے سے انفکاک کرنے کے لیے بڑا نقصان
گوارا کرتے ہین اسکی بعینہ نظیر یہ ہے کہ ایک عضو کی اصلاح کے واسطے دوسرا عضو صحیح اور سالم کاٹ ڈالا جائے

اور پھر بھی کوئی نفع معتد بہ مترتب نہو یہ نہیں سوچتے کہ جب مثمن بحرین مسدس ہو گئیں باوجودیکہ وہ بیشتر مثمن
ہی مستعمل ہین تو ایک دائرے سے نکالنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا لطف انفکاک اُس صورت مین ہے کہ
اصل رکن بحر کے محذوف نہون اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثمنات کے واسطے علٰحدہ ایک دائرہ تجویز کیا جائے
اور مسدسات کے واسطے جداگانہ دائرہ قرار دیا جائے۔ اسلیے ہم دو دائرے لکھتے ہین کہ جن سے بخوبی مثمن بحرین
باہم جداگانہ منفک ہو سکتی ہین اور مسدس جداگانہ اور نام بھی اُن کے مناسب حال تجویز کرتے ہین۔

بحر منسرح اور مجتث اور مضارع اور مقتضب دائرہ متوافقہ سے نکلتی ہین مثلاً بحر منسرح کا یہ وزن ہے
مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دو بار اگر مستفعلن کے وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولات مستفعلن
مفعولات مستفـ بروزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن ہو جائے اور یہ بحر **مضارع** ہے اور اس بحر مین
فاعلاتن منفصل ہے اسواسطے کہ لات کے وزن پر فاع اور مستف کے وزن پر لاتن ہے اسطرح فاعلاتن حاصل ہوا ہے
اور بحر منسرح کو اگر مفعولات سے شروع کرین تو مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن بحر **مقتضب** مثمن ہو جائے
حاصل یہ ہے کہ اس بحر کو بحر منسرح ہی سے نکالا ہے اسلیے کہ بحر منسرح مین مستفعلن سے شروع کر کے مفعولات پر
تمام کرتے ہین اور مقتضب مین مفعولات سے شروع کر کے مستفعلن پر تمام کرتے ہین ان دونون مین ارکان ایک ہی
ہین صرف فرق ترتیب مین ہے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتدا کرین تو عولات مستفعلن
مفعولات مستفعلن مفعـ بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن بحر **مجتث** مثمن ہو جائے اور اس بحر مین بھی رکن مس تفع لن
منفصل ہے اسلیے کہ عو اور لات اور مس کے مقابل مس اور تفع اور لن واقع ہے اور نام اس دائرے کا متوافقہ
اس نظر سے رکھا گیا ہے کہ ارکان اس دائرے کی بحرون کے ساعی ہونیکے سبب باہم متوافق ہین۔

دائرہ متوافقہ

بحر سریع اور خفیف اور قریب اور جدید اور مشاکل دائرہ متضائقہ سے نکلتی ہین مثلاً بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات اور اگر مستفعلن اول کے سبب ثانی سے شروع کرین تو تفعلن مستفعلن مفعولات مس بروزن فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن ہوجاے یہ بحر جدید ہے اس بحر مین مس تفعلن منفصل ہی عولات مس کے مقابل مستفعلن واقع ہوا ہے اور اگر اسی مستفعلن کے وتد سے شروع کرین اور اسباب کو موخر کر دین تو علن مستفعلن مفعولات مستف بروزن مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن بحر قریب ہوجائے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لات مستف کے مقابل واقع ہوا ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین تو تفعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن بحر خفیف ہوجائے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اسلیے کہ عو کے وزن پر مس اور لات کے وزن پر تفع اور مس کے وزن پر لن ہے یون مستفعلن بنا ہے اور اگر مفعولات کے وتد مفروق سے شروع کرین تو لات مستفعلن مستفعلن مفعو بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن بحر مشاکل ہوجاے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لات کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اس دائرے کا نام متضائقہ اس اعتبار سے رکھا ہے کہ اسکی سب بحرین مسدس الاصل ہونیکی وجہ سے باہم نسبت رکھتی ہین۔

دائرۂ متضائقہ

بحر سریع
بحر جدید
بحر قریب
بحر خفیف
بحر مشاکل
تفعلن مس
علن مستف
تفعلن
لات مستف
مس تفع لن
فاع لاتن
فاعلاتن
مفاعیلن
مفعولات
مستفعلن
بروزن

بحر کبیر-قلیب-حمید-جمیم وغیرہ جنکو ابو عبداللہ قرشی نے استخراج کیا ہے وہ دائرہ منعکسہ سے نکلتی ہین اس دائرے کی ہر ایک بحر دو وتد مجموع اور چار وتد مفروق پر مشتمل ہے برعکس دائرہ مشتبہ کے کہ اس کی ہر بحر چار وتد مجموع اور دو وتد مفروق کو شامل ہے اسی واسطے نام بھی اسکا منعکسہ رکھا ہے مریم قلیب اصیم مین فاع لاتن منفصل ہے اور بدیل صغیر-جمیم مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے- یہ نوون بحرین دائرہ منعکسہ سے اس طرح نکلتی ہین- (۱) بحر مریم کا وزن یہ ہے مفاعیلن فاعلاتن فاعلاتن اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۲) اگر مفاعیلن کے وتد مجموع کو مؤخر کر کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین عیلن فاع لاتن فاع لاتن مفا بروزن مفعولات مفعولات مستفعلن ہوجاے یہ بحر کبیر ہے (۳) اگر مفاعیلن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین تو لن فاع لاتن فاع لاتن مفاعی بروزن مستفعلن مستفعلن فاعلاتن بحر بدیل ہوجاے اس بحر مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع پڑا ہے (۴) اگر پہلے فاع لاتن سے شروع کرین اور مفاعیلن کو پیچھے کردین تو فاعلاتن فاعلاتن مفاعیلن بحر قلیب ہوجاے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۵) اگر پہلے فاعلاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مفروق کو آخر مین لے آئین تو لاتن فاع لاتن مفاعیلن فاع بروزن مفعولات مستفعلن مفعولات بحر حمید ہوجاے (۶) اگر پہلے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور اول کو آخر مین لائین تو تن فاع لاتن مفاعیلن فاعلا بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن بحر صغیر ہوجائے اس مین مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے (۷) اگر دوسرے فاع لاتن سے شروع کرین اور اس کے ماقبل کو مؤخر کردین تو فاع لاتن مفاعیلن فاعلاتن ہوجاے اور یہ بحر اصیم ہے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۸) اگر اسی فاع لاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مفروق کو پیچھے پڑھین تو لاتن مفاعی لن فاع تن فاع بروزن مستفعلن مفعولات مفعولات ہوجائے اور یہ بحر سلیم ہے (۹) اگر دوسرے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور پہلے تمام اجزا کو پیچھے کردین تو تن مفاعیلن فاع لاتن فاع لا بروزن فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن بحر جمیم ہوجائے اور اس مین مس تفع لن منفصل ہے کیونکہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے-

دائرہ منعکسہ

تیسرا شہر زحافون کے بیان مین

مخفی نرہے کہ جو رکن اوپر بیان کیے گئے اور جو بحرین لکھی گئین ہمیشہ اسی صورت یعنی اصل وضع پر انکا استعمال نہین ہوتا بلکہ اکثر ارکان کے حروف مین کمی بیشی تسکین و تبدیل وغیرہ کرتے ہین جس سے ایک بحر سے کئی بحرین اور ایک رکن سے کئی ارکان جنکو فروع کہتے ہین پیدا ہو جاتے ہین اور یہ تغیر کبھی

کسی حرف کے ساکن کرنے سے کبھی کم کرنے سے کبھی کچھ زیادہ کرنے سے ہوتا ہے اور اس تغیر ارکان کا نام **زحاف** ہے اور زحاف جمع زحف کی ہے اور زحف بالفتح کے معنے لغت مین تیر کے نشانے سے ترچھا جانے اور کسی چیز کے اصل سے دور ہو جانے کے ہین[1] اور بعض کے نزدیک زحاف حرف اول کے کسرے سے لغت مین تیر کے نشانے کے پاس پہونچ جانے کے معنے مین ہے اور اصطلاح علم عروض مین تغیر و تبدیل و کمی بیشی اور ساکن کرنے حروف ارکان کو کہتے ہین اگر زحاف کو زحف کی جمع قرار دیا جاے تو یہ جمع مفرد کی جگہ مستعمل ہے اور دوسری صورت مین زحاف لفظ مفرد ہوگا نہ جمع اور نہایۃ الراغب سے بھی یہی ثابت ہے اور ارکان کا متغیر ہونا تین طرح پر ہے یا متحرک کو ساکن کر دینا یا بعض حروف کو کم کر دینا یا بعض حروف رکن مین بڑھا دینا متاخرین تمام تغیرات کو زحاف کہتے ہین اور متقدمین کے نزدیک اُس تغیر کا نام زحاف ہے جو حرف آخر سبب خفیف یا ثقیل مین واقع ہو اگر وتد یا فاصلے یا سبب کے حرف اول مین کسی قسم کا تغیر ہوگا تو علل[2] ہے لیکن متقدمین کا قول آجکل مشہور نہین علی العموم ہر ایک تغیر کو زحاف ہی کہتے ہین ہم بھی طریقۂ مروجہ کو پسند کر کے عام طور پر زحاف سے بحث کرتے ہین اور بے فائدہ ناظرین کتاب کو غلجان مین نہین ڈالتے بعض اہل فن نے زحاف و علل کو علیحدہ علیحدہ قرار دیکر دونون کی تفصیل جدا جدا کی ہے لیکن اپنے ہی قول سے مخالف ہو کر زحاف کو علل مین اور علل کو زحاف مین داخل کر دیا ہے۔ تمامی زحاف دو قسم ہین منفردہ اور مزدوجہ منفردہ وہ کہ کسی رکن مین ایک ہی تغیر واقع ہو مثلاً خرم اُسے کہتے ہین کہ اُس وتد مجموع سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پہلا حرف گرا دینا اور کف یہ ہے کہ رکن کے ساتوین حرف ساکن کو ساقط کر دینا مزدوجہ - وہ ہے کہ ایک سے زیادہ تغیر ایک رکن مین واقع ہون اور نام ایک ہو اور تغیرات مزدوجہ مین سے بعض ثنائی ہین بعض ثلاثی ثنائی وہ کہ دو تغیر سے مرکب ہون اور ثلاثی وہ کہ تین تغیر سے مرکب ہون انہین سے بعض کے لیے لقب خاص یعنی لفظ مفرد موضوع ہوتا ہے مثال ثنائی کی خرب ہے کہ اجتماع خرم وکف کا نام ہے اور مثال ثلاثی کی جمم ہے کہ یہ اجتماع کف و عقل و خرم کا نام ہے پس جمم تین تغیرات سے مرکب ہے ایک خرم دوسرے کف تیسرے عقل اور بعض کے لیے کوئی لقب خاص مقرر نہین ہوتا بلکہ ترکیب مفردات کے موافق اُسے تعبیر کرتے ہین جیسے مقبوض مسبغ زحاف منفردہ بائیس ہین - اذالہ - اضمار - ترفیل - تسبیغ - تشعیث - ثلم - جب - جدع - حذذ - حذف - خبن - خرم - رفع - سلم - طے - عصب - عضب - قبض - قصر - قطع - کف

---

[1] دریاے لطافت ۱۲

[2] غیاث اللغات ۱۲

[3] علت کی جمع ہے ۱۲

وقف - اور زحاف مزدوجہ اکیس ہین - تبر - ثرم - جحف - جم - خبل - خرب - خزل - خلع - ربع - زلل - شتر - شکل - عقص - عقل - قصم - قطف - کسف - نحر - نقص - وقص - ہتم -

ان مین سے بعض مخصوص کسی ایک بحر سے ہین بعض مشترک ہین چند بحرون مین اور بعض عروض عربی سے مخصوص ہین اور بعض عروض فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہین بعض مشترک ہین دونون مین اس کتاب مین اُنھین زحاف کا ذکر ہوگا جو ریختہ مین مستعمل ہین اور ریختہ مین زیادہ وہی زحاف مستعمل ہین جو شعراے فارس کے استعمال مین ہین کیونکہ اُردو کی شاعری اُنھین کا فیضان ہے - مگر تکمیل فن کی غرض سے بعض وہ زحاف بھی کہین کہین ذکر کیے جائینگے جو ریختہ مین مستعمل نہین ہوے زحافات کے بعد جو فروع حاصل ہوتی ہین اُن کی دو قسمین ہین ایک مؤلف ایک غیر مؤلف **مؤلف** اُس فرع کو کہتے ہین جسکی تعبیر دو کلمون سے ہوتی ہو جیسے مقبوض مسبغ اور **غیر مؤلف** - وہ ہے کہ اُسکی تعبیر دو کلمون سے نہو اگرچہ اُسکا مصداق دو تغیر سے مرکب ہو مگر لفظ مین مفرد ہو جیسے اخرب کہ عبارت ہے اخرم و مکفوف سے یہ بیان مجمل زحاف کا تھا اب مفصل بقید ارکان کے لکھا جاتا ہے اور تفصیل ارکان کی ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہین اور سب رکن باعتبار ترکیب و تحریر کے دس قرار دیے ہین -

زحافات مفاعیلن

رکن مفاعیلن کے بارہ زحاف ہین خرم - کف - قصر - قبض - شتر - حذف - خرب - ہتم - زلل - جب - تبر - تسبیغ -

خرم - بفتح خاے معجمہ و سکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنے اونٹ کے نتھنے مین حلقہ ڈالنے کے ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پس مفاعیلن سے فاعیلن رہتا ہے اسکی جگہ مفعولن رکھدیتے ہین کیونکہ اہل عروض کا قاعدہ ہے کہ جو رکن مزاحف بے معنے یا غیر مانوس رہجاتا ہے اُسکو لفظ مانوس متفق الوزن سے بدل لیا کرتے ہین اور جہان تک ممکن ہوتا ہے اس رعایت کو ملحوظ رکھتے ہین اور جہان ممکن نہین ہوتا ناچار لفظ مہمل کے ساتھ تعبیر کرتے ہین جیسے فع -

کف بفتح کاف و تشدید فا اسکے لغوی معنی باز رکھنا ہین اور اصطلاح علم عروض مین رکن کے ساتوین حرف ساکن کے گرانے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام رہجاتا ہے -

قصر بفتح قاف و سکون صاد مہملہ و را کے اسکے لغوی معنی چھوٹا کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے ساقط کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو اور ساکن کرنا اُسکے ماقبل کا پس مفاعیلن سے لن سبب خفیف کا ساکن گرپڑا اور لام ساکن ہو گیا مفاعیل رہا **فائدہ** ہرچند کہ مفاعیل کا لام عروضیون کے نزدیک

متحرک ہے اسلیے کہ وہ حروف موقوف کا اعتبار نہین کرتے یعنی جس حرف کا ماقبل ساکن ہو اُسکو متحرک مانتے ہین مگر چونکہ قصر مصرع کے آخرین واقع ہوتا ہے اور حرف آخر مین سکون کو چاہتا ہے اسلیے حرف مذکور کو ضرورۃً ساکن مان لیتے ہین میزان الافکار مین لکھا ہے کہ مفاعیل بسکون لام کی جگہ فعولان بہتر ہے تاکہ مفاعیلُ مکفوف کے ساتھ کتابت مین التباس پیدا نہو۔

قبض بفتح قاف وسکون باے موحدہ وسکون ضاد معجمہ اسکے لغوی معنی پنجے سے پکڑنا ہین اور اصطلاح مین عبارت ہے اس سے کہ رکن کے پانچوین حرف ساکن کو جو سبب مین ہو گرا دینا پس مفاعیلن کا پانچوان حرف ساکن یاے تحتانی ہے اُسکو گرانے سے مفاعلن رہجاتا ہے۔

شَتَر۔ بفتح شین معجمہ وفتح ثنات فوقانی وسکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنی پلک کے پھر جانے اور کٹ جانیکے ہین اور عروضیون کی اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع خرم وقبض سے پس بسبب خرم کے حسب مندرجۂ بالا مفاعیلن سے میم گرا اور بسبب قبض کے یاے تحتانی کہ حرف پنجم ہے ساقط ہوئی تو فاعلن رہگیا۔

حَذف بفتح حاے حُطی وسکون ذال معجمہ وفا اسکے معنے ڈالدینا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط سبب خفیف سے جو رکن کے آخر مین ہو پس مفاعیلن سے لن کہ آخر کا سبب خفیف ہے گر پڑا مفاعی رہا اسکو اسکے ہموزن فعولن سے بدل لیا۔

خَرب۔ بفتح خاے معجمہ وسکون راے مہملہ وباے موحدہ اسکے معنی ویران کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع خرم وکف سے پس میم مفاعیلن کا بسبب خرم کے اور نون بسبب کف کے گرادیا تو فاعیل رہگیا اسکو مفعول سے بدل لیا۔

ہَتم۔ بفتح ہاے ہوز وسکون تاے فوقانی ومیم اُسکے معنے جڑ سے دانت توڑنا ہین اور یہان مراد ہے اجتماع حذف وقصر سے پس مفاعیلن سے لن بسبب حذف کے گرا اور یاے تحتانی بسبب قصر کے گرکر عین ساکن ہوگیا تو مفاع رہا اسکو فعول لام ساکن سے بدل لیا یہ زحاف مصرعہ کے آخر مین آتا ہے۔

جَبّ جیم مفتوح اور باے موحدہ کی تشدید سے اسکے لغوی معنی خصی کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین دو سبب خفیف جو آخر رکن مین ہون اُنکے حذف کرنے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے عی اور لن دو سبب گرکر مفا رہ گیا اُسکی جگہ فعل رکھدیا لام ساکن سے یہ زحاف بھی مصرع کے آخر مین آتا ہے اور بعض جب کی تعریف یون کرتے ہین کہ رکن مفاعیلن مین دو مرتبہ حذف کو عمل مین لانا جب ایک مرتبہ مفاعیلن کے آخر سے سبب خفیف ساقط کیا تو مفاعی رہا اور دوسری مرتبہ سبب خفیف کے حذف کرنے سے مفا رہ گیا جسکو فعل سے بدل لیا پہلی صورت مین زحافات مفردہ سے ہوگا اور دوسری تقدیر پر زحافات مزدوجہ مین سے۔

زلل - بفتح زاے معجمہ و لام اول و سکون لام دوم اسکے لغوی معنی ران کا بے گوشت ہونا ہیں اور اصطلاح مین اجتماع خرم و ہتم کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے بسبب خرم کے فاعیلن اور بسبب ہتم کے فاع باقی رہ گیا۔

تبر - بفتح باے موحدہ و سکون تاے فوقانی و راے مہملہ لغت مین دم کا ملنے اور جڑ سے اکھیڑنے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین مراد اجتماع خرم و جب سے ہے پس ہم بسبب خرم کے اور دونون سبب بسبب جب کے حذف ہو گئے فاعیلن سے فا باقی رہا اُسکو فع سے بدل لیا۔

تسبیغ - بفتح تاے فوقانی و سکون سین مہملہ و کسر باے موحدہ و یاے تحتانی معروف اور سکون غین معجمہ سے لغت مین اسکے معنی تمام کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اس سے کہ ایک سبب خفیف کے بیچ مین جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو الف زیادہ کرنا پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہو گیا اور توجیہ القوافی کی تعریف کے بموجب مفاعیلن کے آخر مین ایک نون ساکن اضافہ ہو کر مفاعیلنن دو نون ساکن کے ساتھ بنا اور وہ مفاعیلان سے بدل گیا یہ زحاف آخر مین اپنے اصلی رکن مفاعیلن کے ہموزن گنا جاتا ہے اسی طرح مفاعیل اور فعولن ہموزن شمار کیے جاتے ہین اور فعول و فعل باہم اور فلاع و فع آپس مین ایک وزن مین خیال کیے جاتے ہین بشرطیکہ آخر مصرع مین واقع ہون وسط کلام مین کمی و بیشی درست نہین پس یہ بارہ زحاف مفاعیلن کے ہوے اور فروع اسکی اٹھارہ ہین یعنی رکن مفاعیلن اصل ہے اور بعد واقع ہونے زحاف کے اٹھارہ صورتین اسکی ہو جاتی ہین **مفعولن** اخرم ہے **مفاعیلُ** لام مضموم سے مکفوف ہے **مفاعیل** - لام ساکن سے مقصور ہے **مفاعلن** مقبوض ہے **فاعلن** اشتر ہے **مفعولُ** لام کے ضمہ سے اخرب ہے **فعولن** محذوف ہے **فعول** - بلام ساکن سے اہتم ہے **فعل** بفتح عین و سکون لام مجبوب ہے **فلع** - ازل ہے - **فع** ابتر ہے **مفاعیلان** مسبغ ہے **مفاعلان** مقبوض مسبغ ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مفاعیلن قبض کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور جب مفاعلن مین تسبیغ کی وجہ سے ایک الف زیادہ کیا گیا تو مفاعلان ہو گیا اسلیے مفاعلان کو مقبوض مسبغ کہتے ہین **مفعولان** اخرم مسبغ ہے یہ فرع خرم اور تسبیغ کے جمع ہونے سے بنی ہے خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور تسبیغ کی وجہ سے اس مین ایک الف زیادہ کر کے مفعولان کر لیا **فاعلان** اشتر مسبغ ہے اسلیے کہ مفاعیلن شتر کی وجہ سے فاعلن ہوا اور تسبیغ کی وجہ سے فاعلن فاعلان بن گیا ہے - **فعولان** محذوف مسبغ ہے حذف کی وجہ سے مفاعیلن مفاعی ہوا اسکو فعولن سے بدل لیا اور تسبیغ سے فعولن فعولان بن گیا غیاث اللغات مین اسی طرح لکھا ہے حالانکہ یہ اور مقصور یعنی مفاعیل وقف لام سے ایک ہی وزن ہے فعلن بسکون عین اخرم محذوف ہے یہ فرع خرم اور حذف کے جمع ہونے سے حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ مفاعیلن خرم کیوجہ سے فاعیلن ہو جاتا ہے اور حذف کے سبب سے فاعی رہتا ہے اسے

فعلن سے بدل لیتے ہین **فعلان** بسکون عین اخرم مقصور ہے اسلیے کہ خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا اور قصر کے سبب سے فاعیل لام ساکن سے رہا اسکو فعلان سے بدل لیا۔

زحافاتِ فاعلاتن۔

فاعلاتن متصل کے دس زحاف ہین خبن۔ کف۔ تشعیث۔ قصر۔ شکل۔ حذف۔ بتر۔ ربع۔ جحف۔ تسبیغ۔

خبن بفتح خاے معجمہ وسکون باے موحدہ وسکون نون اسکے لغوی معنی چھپا دینا یا لپیٹ دینا اور دامن کا سی دینا ہین اصطلاح عروض مین مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف سے جو رکن کے اول مین ہو پس فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا۔ **فائدہ** یہ زحاف بحر مضارع کے فاعلاتن مین نہین آتا اس سبب سے کہ خبن سبب خفیف کیساتھ مخصوص ہے اور مضارع مین جو فاع لاتن ہے اُسکے اول مین وتد مفروق ہے کیونکہ وہ منفصل ہے۔

کف کاف کے فتح اور فے کی تشدید سے باز رکھنا یہان مراد ہے اسقاط ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاعلاتن فاعلاتُ بضم تا رہ گیا۔

قصر بفتح قاف وسکون صاد مہملہ وراے مہملہ رکن کے آخر سے سبب خفیف سے حرف ساکن کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو کہتے ہین پس بسبب قصر کے فاعلاتن سے نون کہ سبب خفیف کا حرف ساکن ہے گرا اور اُسکے ماقبل کی تاے فوقانی ساکن ہوکر فاعلات بسکون تا رہ گیا اور فاعلان سے بدل لیا تاکہ فاعلات مضموم التاسے التباس نہ ہو۔

تشعیث بفتح تاے فوقانی وسکون شین معجمہ وکسر عین مہملہ وسکون یاے معروف وثاے مثلثہ موقوف عیون الفاخرہ مین بدر الدین ابی عبداللہ نے لکھا ہے کہ بیان تشعیث کی بابت عروضیون مین چار قول ہین (۱) خلیل کہتا ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کے گرانے کا نام تشعیث ہے پس فاعلاتن مین علا وتد مجموع ہے بسبب تشعیث کے فاعاتن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا شریف کہتا ہے کہ تشعیث لغت مین تفریق کے معنے مین ہے پس جب لام کو علا سے جو وتد کا درمیانی حرف ہے گرا دیا تو اُس کا انتظام بگڑ گیا (۲) بعض کہتے ہین کہ وتد مجموع کے دو متحرک مین سے پہلے حرف کے گرانے کا نام تشعیث ہے اور یہ قول اخفش کا ہے پس فاعلاتن مین سے بسبب تشعیث کے عین گر کر فالاتن رہا اُسکو مفعولن سے بدل لیا۔ (۳) بعض کہتے ہین کہ تشعیث وتد مجموع کے حرف ساکن کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے سے مراد ہے پس فاعلتن بسکون لام ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا بعض کے نزدیک یہ مذہب

قطرب کا ہے (۴) زجاج کہتا ہے کہ تشعیث زحافات مزدوجہ مین سے ہے کہ اول فاعلاتن مین خبن
کرتے ہین یعنی سبب خفیف اول کے ساکن کو گرا دیتے ہین بعد اسکے وتد مجموع کے حرف اول کو ساکن
کر دیتے ہین پس الف کے حذف کر دینے کے بعد فعلاتن بن جاتا ہے جسکو مفعولن سے بدل لیتے ہین
یہی قطرب کا مذہب بتاتے ہین پہلے مذہب کو یون ترجیح دی جاتی ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے
متحرک کا گرانا بہ نسبت دوسرے عملون کے بہتر ہے - اور دوسرے مذہب کی ترجیح کی بابت
کہا گیا ہے کہ وتد کا پہلا حرف حذف کرنا بہتر ہے جیسا کہ خرم مین معمول ہے تیسرے مذہب کو یون
ترجیح دی گئی ہے کہ وتد مجموع کے ساکن کا گرانا اکثر معمول ہے چوتھے مذہب کو ابوالحکم نے یون
ترجیح دی ہے کہ یہ امر قیاس سے باہر نہین ہے اور خاص کر ایسی صورت کے ساتھ کہ حرکت کا
حذف واقع ہوتا ہے جو حرف کے حذف سے سہل ہے **فائدہ** محقق طوسی نے بیان کیا ہے کہ
جب کسی سبب خفیف کے حرف ساکن کے حذف کر دینے کے بعد اُسکا حرف متحرک وتد مجموع سے ملکر
تین حرف متحرک جمع ہو جائین اور جب درمیان کے حرف متحرک کو جو وتد مجموع کا پہلا حرف ہوتا ہے
ساکن کیا جائے تو اس تغیر کو ہم **تسکین** کہتے ہین اور تسکین کا شمار زحافات مزدوجہ مین ہوگا اگرچہ
تسکین حقیقت مین یہ ہے کہ وتد کے متحرک اول کو ساکن کر دین اور یہ بسیط ہے مگر چونکہ اس کا وقوع
ایک تغیر سابق پر موقوف ہے اور وہ سبب خفیف کے حرف ساکن کو حذف کرنا ہے اسلیے تسکین کو
مرکبات مین داخل کیا گیا - زجاج مفعولن کو مخبون مسکن نہین کہتا بلکہ مشعث کہتا ہے مشعث مین اگرچہ
چار قول ہین لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی عبارت مخبون مسکن سے ہے پس مخبون مسکن مین مشعث ہی اور مشعث
عین مخبون مسکن ہے یہ زحاف بحر مضارع کے رکن فاع لاتن مین نہین آتا اس سبب سے کہ اس مین وتد مجموع
نہین ہے -

شکل بفتح شین معجمہ و سکون کاف و لام اسکے معنے لغت مین چوپائے کے پاؤن رسی سے باندھنا ہین
اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع خبن و کف سے ہے پس فاعلاتن سے بسبب خبن کے الف گر کر فعلاتن اور
بسبب کف کے نون گر کر فعلات بضم تا باقی رہ گیا یہ بھی بحر مضارع مین نہین آتا اسلیے کہ خبن و کف جمع ہونے کا
نام شکل ہے اور بحر مضارع کے فاع لاتن مین خبن ہی نہین ہوتا -

حذف بفتح حائے حطی و سکون ذال معجمہ و فا بمعنی ڈال دینا اسلیے اصطلاحی معنی حذف کرنا سبب خفیف کا
ہین جو رکن کے آخر مین واقع ہو پس فاعلاتن سے تن گر کر فاعلا رہ گیا اسکی جگہ فاعلن رکھ دیا -

بتر بفتح بائے موحدہ و سکون تائے فوقانی و رائے مہملہ موقوف اسکے لغوی معنی دُم کاٹنا ہین اور اصطلاح مین

حذف وقطع کے جمع ہونے کو کہتے ہین پس فاعلاتن سے بسبب حذف کے فاعلا رہا اور قطع کی وجہ سے
الف گر کر اُس کا ماقبل ساکن ہوگیا تو فاعل بنا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا بعض اسکو بجاے ابتر کہنے
کے مقطوع محذوف کہتے ہین اور بعض اسکو صرف مقطوع بولتے ہین اور ان کا قول ہے کہ فاعلاتن مین
قطع ایسے واقع ہوتا ہے کہ آخر سے سبب خفیف کو مع ساکن وتد مجموع کے گرا دیا جاتا ہے اور اُسکے حرف
ماقبل کو ساکن کر دیا جاتا ہے **تنبیہ**۔ قطع رکن فاع لاتن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اس مین وتد مجموع
نہین اور اس زحاف کے واسطے رکن مین وتد مجموع کا ہونا شرط ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ مفعولن
مشعث کے محذوف کرنے سے بھی فعلن پیدا ہوتا ہے یعنے مفعولن سے بسبب حذف کے لن گرا مفعو رہا
اسکو فعلن سے بدل لیا پس ایک فعلن ابتر ہے اور ایک مشعث محذوف اور فعلن مخبون محذوف مسکن بھی
ہے یعنی فعلاتن مخبون سے بسبب حذف کے تن گرا فعلا عین متحرک سے ہوا اور بسبب تسکین کے
عین ساکن ہوگیا پھر اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے نزدیک یہی
بہتر ہے کیونکہ اس جگہ خبن لازم ہے۔

ربع بفتح راے مہملہ وسکون باے موحدہ ووقف عین مہملہ بمعنی چار ہونا مراد ہے اجتماع خبن وتبر سے
پس فاعلاتن سے بسبب خبن کے فا کے بعد کا الف گر گیا اور بسبب تبر کے آخر کا سبب یعنی تن اور اُسکے
ماقبل کا الف گر کر لام ساکن ہوگیا اس صورت مین فعل ساکن اللام باقی رہا بعض لوگون نے اسکی ترکیب اور
طرح بھی لکھی ہے جس کا مال یہی ہے جو ہمنے بیان کیا تفصیل کا فرق ہے اور یہ زحاف چونکہ مرکب
ہے خبن اور حذف اور قطع سے اسلیے بعض اسکو مخبون محذوف مقطوع بھی کہتے ہین۔

جحف بفتح جیم وسکون حاے حطی ووقف فا بمعنی نقصان کرنا اور کھال اُتارنا اور گیند کا اُچک لینا۔
عروضیون کی اصطلاح مین مراد ہے فعلاتن مخبون کے فاصلہ صغرے کے حذف کرنے سے پس فعلاتن سے
تن باقی رہا اسکی جگہ رفع نقل کر لیا۔

تسبیغ تفعیل کے وزن پر ہے۔ توجیہ القوافی اور اُسکے ترجمے شایگان مین لکھا ہے کہ یہ لفظ سین مہملہ
اور غین معجمہ سے ہے جسکے معنے ہین کپڑے کو لمبا کرنا اور چیز کو پورا کرنا اُسکے تمام لوازم کے ساتھ یا شین معجمہ
و عین مہملہ سے ہے جسکے معنے ہین پیٹ بھرنے کے قریب ہونا اور اصطلاح مین علل مین سے ہے اور وہ
زیادہ کرنا نون ساکن کا ہے اُس سبب خفیف کے بعد جو آخر مین اُس رکن کے ہو جو مصرع اول و دوم
کے آخر مین آوے اور ایسے رکن کو مسبغ باے موحدہ کی تشدید یا تخفیف سے بولتے ہین پس فاعلاتن
اس عمل کے بعد فاعلاتان آخر مین دونون ساکن کے ساتھ ہو جائے گا اور ایک سے دو ساکنون کے

سلنے کی وجہ سے ایک نون الف سے بدل کر فاعلاتان ہوجائے گا اسکو فاعلیان سے بدل
دیتے ہین اس عمل کا نام اسباغ بھی ہے لیکن مشہور تعریف یہ ہے کہ سبب خفیف جو آخر رکن مین
واقع ہوا ہو اُس مین الف زیادہ کرین پس فاعلاتن سے فاعلاتان ہوا اسکی جگہ فاعلیان استعمال کرتے ہین یہ رکن آخر مین اپنے
اصلی رکن فاعلاتن کا ہموزن شمار کیا جاتا ہے اور رکن محذوف اور مقصور بھی ایک ہی وزن مین محسوب
ہوتے ہین یہ دس زحاف فاعلاتن کے ہوے اور اُسکی فروع سولہ ہین **فعلاتن** بکسر عین مخبون ہے
فاعلاتُ بضم تا مکفوف ہے **مفعولن** شعث یا مخبون مسکن **فاعلان** بسکون نون مقصور **فعلات**
بکسر عین وضم تا مشکول **فاعلن** محذوف **فعلن** بسکون عین ابتر یا شعث محذوف یا مخبون محذوف
مسکن یا مقطوع یا مقطوع محذوف **فعل** بکسر عین و سکون لام مربوع **فع** مجحوف **فاعلیان** مسبغ **فعلن** بکسر
عین مخبون محذوف یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ فاعلاتن خبن کی وجہ سے
فعلاتن ہوگیا اور حذف کی وجہ سے فعلاتن کے آخر سے تن گر گیا تو فعلا عین کے کسرے سے رہا اسکو فعلن
سے بدل لیا **فعلاتُ** بکسر عین و سکون تاے فوقانی مخبون مقصور ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے
سے بنی ہے فاعلاتن کو خبن نے فعلاتن کر دیا اور قصر کی وجہ سے فعلاتن کا نون حذف ہوکر تاے فوقانی
ساکن ہوگئی اس طرح فعلات حاصل ہوگیا اس کو فعلان سے بھی بدل لیتے ہین **فاعلان** بسکون عین و
سکون نون مخبون مسکن مقصور ہے یہ فرع کئی زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے فاعلاتن خبن کی وجہ
سے فعلاتن بکسر عین ہوا اور فعلاتن مخبون کے عین کو ساکن کرنے سے فعلاتن ہوگیا اور پھر قصر کی وجہ سے
اس کے آخر کا نون ساقط ہوکر نون کے ماقبل کی تا ساقط ہوگئی پس فعلات بسکون عین و تا کو فعلان بسکون عین و
نون سے بدل لیا اور اس فرع کو شعث مقصور بھی کہہ سکتے ہین یعنی فاعلاتن مین تشعیث اور قصر کے جمع ہونے سے
بھی فعلان حاصل ہو سکتا ہے اس طرح کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فالاتن یا فاعلتن یا فاعلتن رہ جاتا ہے
اور جب قصر اس مین آتا ہے تو آخر کا نون حذف ہوکر تاے فوقانی ساکن ہوجاتی ہے پھر فاعات یا فالات یا
فاعلت فعلان سے بدل جاتا ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بسکون
عین سے ہوجاتا ہے جیساکہ زجاج کا مذہب ہے اور قصر کے باعث سے فعلات تاے ساکن سے رہتا ہے
اسکو فعلان سے بدل لیتے اسکو مقطوع مسبغ بھی کہتے ہین اور ابتر مسبغ بھی بولتے ہین اسلیے کہ زحاف قطع یا بتر کے
واقع ہونے سے فاعلاتن فعلن بسکون عین بنتا ہے اور فعلن مین تسبیغ کے آنے سے فعلان ہوجاتا ہے اور
خواجہ نصیر الدین کے نزدیک جنکا بیان خبن لازم ہے اسلیے مخبون مسکن و مقصور ہی سمجھنا چاہیے **فاع** مجحوف
مسبغ ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ جحف کی وجہ سے فاعلاتن فع ہوگیا

اور فع تسبیغ کے سبب سے فلاع ہنگیا فعلیاّن بکسر عین و کسر لام و تشدید یائے تحتانی مجنون مسبغ ہے خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسر عین ہوا اور اس میں تسبیغ کے آنے سے فعلاتان ہوگیا جسکو فعلیان سے بدل لیا مفعولان شعث مسبغ ہے تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن مفعولن ہوتا ہے اور تسبیغ کے سبب سے مفعولن مفعولان بن جاتا ہے اس کا نام مجنون مسکن مسبغ بھی ہے کیونکہ فاعلاتن خبن و تسکین کی وجہ سے فعلاتن سکون عین سے ہوجاتا ہے اور تسبیغ کے باعث سے یہ فعلاتان بن جاتا ہے پھر مفعولان سے بدل لیتے ہیں۔

زحافات فاع لاتن

فاع لاتن منفصل کے تین زحاف ہین۔ کف۔ قصر۔ حذف۔

کف۔ مراد ہے گرانے ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاع لاتن سے فاع لاتُ بضم تا۔ رہ گیا۔

قصر کہتے ہین ساکن سبب خفیف رکن آخر کے گرانے اور اسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو پس فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا باقی رہا اسکو فاع لان سے بدل لیتے ہین تاکہ فاع لات مضموم التا سے امتیاز رہے۔

حذف اُس سبب خفیف کے گرانے کو کہتے ہین جو رکن کے آخر مین ہو پس فاعلا رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا اور اسکی فروع بھی تین ہین فاع لاتُ بضم التا مکفوف۔ فاع لان بسکون نون مقصور۔ فلاعلن محذوف۔

زحافات مستفعلن

رکن مستفعلن متصل مین نو زحاف آتے ہین۔ خبن۔ طے۔ قطع۔ خبل۔ خلع۔ رفع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل

خبن یعنے حذف کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو رکن کے اول مین آیا ہو پس مستفعلن سے بسبب خبن کے سین گرکر متفعلن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔

طےّ بفتح طاے حطی و تشدید یاے تحتانی بمعنی لپیٹنا اصطلاح مین مراد ہے اسقاط ساکن چہارم دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین بے فاصلہ واقع ہون پس مستفعلن سے بسبب طے کے حرف فا گرکر مستعلن رہا اُسکو مفتعلن بکسر عین سے بدل لیا یہ زحاف مس تفع لن منفصل مین نہین آتا کیونکہ اُس مین چوتھا ساکن وتد مین ہے نہ سبب خفیف مین اور طے کے واسطے دو سبب خفیف کا اول رکن مین بلا فاصلہ واقع ہونا شرط ہے۔

قطع بفتح قاف وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ اصطلاح مین مراد ہے حرف ساکن وتد مجموع کے حذف کرنے اور اسکے ماقبل کے ساکن کرنے سے بشرطیکہ رکن کے آخر مین واقع ہوا ہو پس مستفعلن سے بسبب قطع کے نون گر کر لام ساکن ہوگیا اور مستفعل باقی رہا اسکی جگہ مفعولن رے آئے۔

خبل بفتح خاے معجمہ وسکون باے موحدہ ولام اسکے لغوی معنی ہاتھ یا نون کاٹنا ہین اور اصطلاحی تعریف عیون فاخرہ مین یون لکھی ہے کہ اجتماع خبن و طے کا نام ہے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے حرف سین اور بسبب طے کے تے گر کر متعلن رہا اسکو فعلتن بفتح عین و لام سے بدل لیا ہے۔

خلع بفتح خاے معجمہ وسکون لام وعین مہملہ اسکے لغوی معنی کپڑے اتارنے کے ہین اور یہان مراد ہے اجتماع خبن و قطع سے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے بموجب تشریح مندرجۂ بالا سین اور بسبب قطع کے نون گر کر لام ساکن ہوا اور متفعلُ رہا اسکی جگہ فعولن رکھدیا۔

رفع بفتح راے مہملہ وسکون فا وعین مہملہ اس کے لغوی معنی اٹھانے کے ہین اصطلاح مین ایک سبب خفیف کے حذف کرنے کو کہتے ہین اُس رکن سے جس کے اول ہین دو سبب خفیف واقع ہوے ہون پس مستفعلن سے تفعلن رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا۔

حذذ بفتح حاے حطی و ذال منقوطہ اول مفتوح و ذال منقوطہ دوم ساکن بمعنی چھوٹا ہونا دم کا اصطلاح مین عبارت ہے اسقاط وتد مجموع سے جو آخر رکن مین واقع ہو پس مستفعلن سے مستف رہا اس کی جگہ فعلن بسکون عین رکھدیا اور یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اُسمین وتد مجموع نہین ہے۔

اذالہ بکسر الف وفتح ذال نقطہ دار وسکون الف دوم وفتح لام بمعنی دامن دراز کرنا اصطلاح مین عبارت ہے ایک الف وتد مجموع مین قبل از ساکن زیادہ کرنے سے بشرطیکہ وتد رکن کے آخر مین واقع ہوا ہو پس مستفعلن سے مستفعلان ہوگیا یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اس مین ایک وتد مفروق درمیان دو سبب خفیف کے ہے۔

ترفیل بفتح تاے فوقانی وسکون راے مہملہ وکسر فا وسکون یاے تحتانی ولام بمعنی دامن کھینچنا اور دراز کرنا اور بزرگ کرنا یہان مراد ہے وتد مجموع آخر رکن پر سبب خفیف زیادہ کرنے سے پس مستفعلن سے مستفعلن تن ہوگیا اس کو مستفعلاتن سے بدل لیا یہ زحاف بھی مستفعلن منفصل مین نہین آتا کیونکہ اس مین وتد مجموع نہین ہے **فائدہ** فارسی اور اردو مین یہ زحاف کم آتا ہے عربی مین بکثرت۔

یہ نو زحاف مستفعلن کے ہوے اور فروع یہ ہین یعنی زحاف کے بعد ایسی شکلین اور نام پیدا ہوتے ہین

مفاعلن مخبون۔ مفتعلن مطوی۔ مفعولن مقطوع۔ فعلتن مخبول۔ فعولن مخلع۔ فاعلن مرفوع
فعلن بسکون عین محذوذ مستفعلان مذال مستفعلاتن مرفل مفاعلان مخبون مذال یہ فرع دو زحافوں کے
جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مستفعلن خبن کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور مفاعلن اذالہ کی وجہ سے
مفاعلان ہوگیا مفتعلان مطوی مذال ہے مستفعلن طے کی وجہ سے مفتعلن ہوا اور مفتعلن
اذالہ کے سبب سے مفتعلان بن گیا فعلتان عین اور لام کی تحریک سے مخبول مذال ہے
اس فرع میں خبل اور اذالہ جمع ہوئے ہیں خبل کی وجہ سے مستفعلن فعلتن ہوا اور فعلتن اذالہ کے باعث
سے فعلتان ہوگیا فاعلان مرفوع مذال ہے یہ فرع زحاف رفع اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے رفع
کی وجہ سے مستفعلن فاعلن ہوگیا اور فاعلن اذالہ کے باعث سے فاعلان بن گیا مفاعلاتن مخبون مرفل
ہے خبن کی وجہ سے مستفعلن مفاعلن ہوگیا اور ترفیل کے سبب سے اس کے آخر میں تن زیادہ ہوکر
مفاعلن تن بنا جسکو مفاعلاتن سے بدل لیا۔ فع محذوذ محذوف ہے اس فرع حذذ و حذف یہ دو زحاف جمع
ہوئے ہیں مستفعلن حذذ کی وجہ سے مستف ہوکر فعلن بسکون عین سے بدلا گیا پھر فعلن کے آخر سے بوجہ
حذف کے سبب خفیف ساقط ہوگیا پس فع رہ گیا فاع محذوذ مقصور ہے یہ فرع حذذ اور قصر کے
جمع ہونے سے بنی ہے حذذ کی وجہ سے مستفعلن مستف رہا اور قصر کی وجہ سے مستف کے پچھلے سبب
خفیف کا حرف ساکن ساقط ہوکر اسکا ماقبل ساکن ہوگیا پس فع کے حذف ہوکر تائے فوقانی کے
ساکن ہونیکے بعد مست رہا اسکو فاع سے بدل لیا۔

زحافات مس تفع لن

زحافات مس تفع لن منفصل کے پانچ ہیں خبن۔ قصر۔ شکل۔ تسبیغ۔ کف۔

خبن سے حرف ساکن سبب خفیف جو رکن کے اول میں ہو گر جاتا ہے پس تفع لن سے سین گر کر
متفع لن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔

قصر سے حرف آخر سبب خفیف کا جو آخر رکن میں ہو گر جاتا ہے اور ماقبل اسکا ساکن ہوجاتا ہے پس
مس تفع لن سے مس تفعلن حرف آخر کے سکون سے رہ گیا اسکی جگہ مفعولن رکھدیا۔

شکل سے مراد اجتماع خبن و کف کا ہے پس مس تفع لن سے بسبب خبن کے حرف سین اور بسبب
کف کے حرف نون گر کر متفعل بضم لام رہا اسکو مفاعل مضموم اللام سے بدل لیا۔

تسبیغ سے یہ مراد ہے کہ سبب خفیف کے درمیان میں جو رکن کے آخر میں واقع ہوا ایک الف زیادہ کردینا
پس مس تفع لن سے مس تفع لان ہوگیا جیسا کہ صاحب میزان الافکار نے حدائق البلاغت سے نقل کیا ہے

مستفعلن متصل ہین مستفعلان مذال کہلاتا ہے اور یہان مبیغ -
کف اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ رکن کے ساتوین ساکن کو کہ سبب خفیف مین ہو گرا دین پس
مس تفع لن سے مس تفعل لام کے ضمے سے رہجاتا ہے - اور فرع مس تفع لن کے یہ ہین مفاعلن مخبون
مفعولن مقصور مفاعل بضم لام مشکول مس تفع لان مسبغ مستفعل بضم لام مکفوف فعولن مخبون مقصور
یہ فرع مس تفع لن مین خبن وقصر کے جمع ہونے سے حاصل ہوئی ہے اسطرح کہ خبن کی وجہ سے مس تفع لن
متفع لن ہوا اور پھر قصر کی وجہ سے پچھلے سبب خفیف کا حرف ساکن ساقط ہو کر اُسکا پہلا حرف کہ لام ہے
ساکن ہو گیا اور اب متفعل رہ گیا جسکو فعولن سے بدل لیا مفاعلان مخبون مذال ہے مس تفع لن سے
بوجہ خبن کے مفاعلن حاصل ہوا اور جب بوجہ اذالہ کے آخر کے وتد مجموع مین ساکن سے ماقبل ایک
الف بڑھایا تو مفاعلان ہو گیا -

زحافات مفعولات

زحاف مفعولات بضم تاے فوقانی کے نو ہین - وقف - طے - خبن - خبل - کسف - رفع - صلم - جدع - نحر
وقف بفتح واو و سکون قاف و فا بمعنی کھڑا ہونا اصطلاح مین مراد ہے اسکان تاے مفعولات سے
پس مفعولات بسکون تا رہ گیا اور مفعولان سے بدل لیا اور یہ بدل لینا محض واسطے امتیاز مفعولات غیر موقوف
کے ہے ورنہ مفعولات بھی غیر مانوس نہین -
طے مراد ہے سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کے دور کرنے سے پس بسبب طے کے واو گر کے
مفعولات بضم تا رہا اسکی جگہ فاعلات بضم تا لے آئے -
خبن سبب خفیف اول کا ساکن گرانا پس بسبب خبن کے فے گر کر مفعولات سے معولات بضم تا رہا
اسکو فعولات یا مفاعیل سے بدل لیا اور ان دونون کا حرف آخر مضموم ہے -
خبل یعنے اجتماع خبن و طے کا پس مفعولات سے بسبب خبن کے فے اور بسبب طے کے واو گر کر
معلات رہا اسکو فعلات تاے مضموم سے بدل لیا -
کسف بفتح کاف اور سکون سین مہملہ و فا کپڑا بونتے اور اونٹ کی ایڑی کاٹنے کے معنے مین ہے
اور بعض کہتے ہین کہ - کشف شین معجمہ سے برہنہ کرنے کے معنے مین ہے لیکن صاحبان کشاف و منتخب و صراح
و قاموس و مفتاح اسے پہلے لغت سے تصحیف بتاتے ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اس سے وتد مفروق
کے دوسرے متحرک کو گرا دین پس تاے آخر کے سقوط کے بعد مفعولات سے مفعولا باقی رہتا ہے اس کو
مفعولن سے بدل لیتے ہین اور صاحب مفتاح کے نزدیک کسف اجتماع وقف و کف کا نام ہے

پس مفعولات بسبب وقف کے مفعولاتُ بسکون تا رہا اور بسبب کف کے تاے ساکن گر کر مفعولا
رہا اس کی جگہ مفعولن رکھدیا پہلے قول کے مطابق کسف زحافات مفردہ مین سے ہوگا اور دوسرے
قول کے موافق زحافات مزدوجہ مین سے۔

رفع بمعنے اُٹھانا یہان مراد ہی دُور کردینا سبب خفیف کا جو اول رکن مین واقع ہو پس مفعولات سے مف گیا
عولات رہ گیا اسکی جگہ مفعول لام مضموم سے رکھدیا۔

صَلْم صاد مہملہ کے فتح اور لام اور میم کے سکون سے اسکے معنی جڑ سے ناک کان کاٹنے کے ہین اصطلاح
مین مراد ہے وتد مفروق کے حذف کرنے سے پس مفعولات بسبب صلم کے مفعو رہا اسکو فعلن ساکن العین
سے بدل لیا۔

جدع فتح جیم و سکون دال و عین مہملہ سے بمعنی ناک یا کان یا ہاتھ یا ہونٹ کاٹنا اور اصطلاح
مین مراد ہے اسقاط دو سبب خفیف سے اور حرف آخر وتد مفروق کے ساکن کرنے سے پس مفعو حذف ہو کر
لاتُ بضم تا رہا پھر لاتُ کی تاے فوقانی ساکن ہو کر لات بسکون تا ہوا اسکی جگہ فاع رکھدیا۔

نحر بفتح نون و سکون حاے حطی و راے مہملہ سینہ کاٹنا اور اونٹ کو مار ڈالنا اصطلاح مین عبارت ہے
بعد جدع کے اسقاط الف سے پس مفعولات بسبب جدع کے لات بسکون تا رہا تھا اور اس سے الف
ساقط ہوا تو لت رہ گیا اسکو فع سے بدل لیا یہ نو زحاف مفعولات کے ہین اور فروع اسکے اس قدر
ہین **مفعولان**۔ با علان نون موقوف **فاعلات** بضم التا مطوی **مفاعیل** بضم اللام مخبون **فعلات**
بضم عین و تا مجبون **مفعولن**۔ مکسوف **مفعول**۔ بضم لام مرفوع **فعلن** بسکون عین اصلم **فاع**۔
مجدوع **فع**۔ منحور۔ **فائدہ** مجدوع اور منحور ہموزن شمار کیے جاتے ہین **فاعلان** بسکون نون مطوی موقوف یہ فرع
طے اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات طے کی وجہ سے مفعلات بضم تا ہو گیا اور وقف کی
وجہ سے حرف آخر ساکن ہو گیا اسکو فاعلان سے بدل لیا مفاعیل بسکون لام مخبون موقوف ہی خبن کی وجہ سے مفعولات معولات بضم تا رہا اور
وقف کی وجہ سے اسکا حرف آخر ساکن ہو گیا جس کو مفاعیل سے بدل لیا **فاعلن** مطوی مکسوف ہے
اس فرع مین طے اور کسف دونون زحاف جمع ہوے ہین مفعولاتُ طے کی وجہ سے مفعلات ہوا اور کسف کی
وجہ سے مفعلا رہ گیا اسکو فاعلن سے بدل لیا **فعلات** بضم عین و سکون تاے فوقانی مخبول موقوف
ہے یہ فرع خبل اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات بسبب خبل کے معلات بضم تا
اور وقف کی وجہ سے حرف آخر ساکن ہو گیا اسکو فعلات سے بدل لیا اسکی جگہ فعلان عین متحرک کے ساتھ
بھی استعمال کرتے ہین **فعلان** عین ساکن کے ساتھ مخبول موقوف مسکن ہے **فِعْلُن** بکسر عین مخبول

مکسوف ہے خبل کی وجہ سے مفعولات معلات بفتح میم وضم عین وضم تاے فوقانی رہ گیا اور کسف کی وجہ سے تاے فوقانی گر گئی اور معلا باقی رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔ **فعولن** مخبون مکسوف ہے مفعولات خبن کیوجہ سے معولات بضم تا رہ گیا اور کف کی وجہ سے حرف آخر گر کر معولا ہو گیا جس کو فعولن سے بدل لیا **فعولان** مخبون موقوف ہے اس لیے کہ خبن وو قف کی وجہ سے معولات بسکون تا ہو گیا اس کو فعولان سے بدل لیا۔

زحافات مفاعلتن

مفاعلتن کے آٹھ زحاف ہین عصب عضب قصم عقل جمم نقص عقص قطف ۔

عَصب بفتح عین مہملہ وسکون صاد مہملہ ویاے موحدہ اسکے لغوی معنی فراہم کرنا شاخہاے درخت کا کاٹنے کے لیے اور خشک ہونا تھوک اور زبان کا مُنھ مین پیاس کی وجہ سے ہین۔ اصطلاح مین عبارت ہے اسکان لام مفاعلتن سے پس بسبب عصب کے مفاعلتن بسکون لام رہا اسکو مفاعیلن سے بدل لیا۔

عَضَب بفتح عین مہملہ و فتح ضاد معجمہ وسکون یاے موحدہ اسکے لغوی معنی شاخ کا توڑنا ہین اصطلاح مین رکن مفاعلتن مین خرم کرنے سے مراد ہے یعنی اُس وتد مجموع کا جو رکن کے اول مین ہو پہلا حرف گرا دینا تو یہان میم گر کر فاعلتن رہا اسکی جگہ مفتعلن نقل کر لیا۔

قصم بفتح قاف و فتح صاد مہملہ وسکون میم اسکے معنی دانت توڑنا ہین اور مراد ہے اجماع خرم اور عصب بصاد مہملہ سے پس مفاعلتن سے بسبب خرم کے میم گرا اور بسبب عصب کے لام ساکن ہو گیا فاعلتن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا۔

عَقل بفتح عین مہملہ وسکون قاف ولام لغوی معنی اس کے اونٹ کے بازو اور ساق باندھنے کے ہین اصطلاح مین اجتماع عصب بصاد مہملہ اور قبض کو کہتے ہین پس مفاعلتن کا بسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور بسبب قبض کے گر پڑا مفاعلتن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔ اور مولوی سعد اللہ نے قول انما نوس انے صفات القاموس مین یون کہا ہے کہ عقل مفاعلتن مین عصب اور قبض کے جمع ہونے کا نام ہے پس مفاعلتن بسبب عصب کے مفاعیلن ہو گیا اور پھر معصوب مذکور قبض کی وجہ سے یاے تحتانی گر کر مفاعلن بن گیا غرض کہ مولوی صاحب اول مفاعلتن کا لام عصب کی وجہ سے ساکن کر کے مفاعیلن سے بدلتے ہین اور پھر مفاعیلن کی یاے تحتانی کو قبض کی وجہ سے گراتے ہین اور ہمارے پہلے قول مین یہ بیان ہے کہ مفاعلتن کا لام بسبب عصب کے ساکن ہو جاتا ہے اور

اُسکو بغیر مفاعیلن سے بدلے ہوے بوجہ قبض کے لام ساکن کو گرو دیتے ہین بس مفاعتن رہتا ہے وہ مفاعلن سے بدل دیا جاتا ہے مطلب ایک ہی ہے طرز بیان مین فرق ہے اور صاحب خزرجہ کتا ہے کہ عقل عبارت ہے اس سے کہ مفاعلتن کے سبب ثقیل کے دوسرے متحرک کو کہ پانچوان حرف رکن یعنی لام ہے گرا دین بس مفاعتن کو مفاعلن سے بدل لیتے ہین اور اس صورت مین عقل زحافات مفردہ مین سے ہوگا **فائدہ** یہ مفاعلن مشابہ ہے ساتھ اُس مفاعلن کے جو مفاعیلن سے بسبب قبض کے حاصل ہوا ہے لیکن امتیاز یہ ہے کہ یہ مفاعلن معقول سوا بحر وافر کے نہین آتا اس لیے کہ زحاف عقل رکن مفاعلتن سے خصوصیت رکھتا ہے اور رکن مفاعلتن مخصوص ہے بحر وافر سے۔

جَمم بفتح جیم تازی و میم اول و سکون میم دوم اسکے لغوی معنی مرد کا لڑائی مین بے نیزہ ہونا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع عقل و خرم سے پس مفاعلتن سے بسبب عقل کے لام ساکن ہوکر گر گیا اور بسبب خرم کے میم متحرک حذف ہوئی فاعتن باقی رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا۔

نقص یعنی کم کرنا مراد اجتماع عصب بہ صاد مہملہ و کف سے ہے پس بسبب عصب کے مفاعلتن کا لام ساکن ہوا اور بسبب کف کے نون ساکن گر پڑا مفاعلْتُ بضم تا باقی رہا اسکو مفاعیلُ بضم لام سے بدل لیا۔

عَقص بفتح عین و سکون قاف و صاد مہملہ یعنی زلفون کے بال لپیٹنا اور اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع خرم و نقص سے پس بسبب خرم کے مفاعلتن سے میم گرا اور بسبب نقص کے لام ساکن ہوکر نون حذف ہوا فاعلْتُ بضم تا رہ گیا اسکی جگہ مفعولُ بضم لام لے آئے۔

قطف۔ بفتح قاف و سکون طائے مہملہ و فا اسکے لغوی معنی انگور وغیرہ کا خوشہ کاٹنا ہین اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع عصب بصاد مہملہ اور حذف سے پس مفاعلتن سے بسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور بوجہ حذف کے آخر کا سبب خفیف گر گیا مفاعل لام کے سکون سے رہا اسکی عوض مین فعولن لے آئے۔

یہ آٹھو زحاف مفاعلتن کے ہوے اور فروع کے یہ نام ہین معصوب صاد مہملہ سے **مفاعیلن** اعضب ضاد معجمہ سے **مفتعلن**۔ اقصم **مفعولن**۔ معقول **مفاعلن** اجم **فاعلن**۔ منقوص **مفاعیلُ** بضم لام اعقص **مفعولُ** بضم لام۔ مقطوف **فعولن**۔

زحافات متفاعلن

زحاف رکن متفاعلن کے سات ہین۔ اضمار۔ وقص۔ خزل۔ قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔

اضمار۔ بکسر الف و سکون ضاد معجمہ و میم و الف و رائے مہملہ اسکے لغوی معنی گھوڑے کا دبلا کرنا ہین اور قیح ربا... مین چھپانے کے معنے مین لکھا ہے اور اصطلاح مین مراد ہے ساکن کر لینے تائے متفاعلن سے

پس متفاعلن بسکون تا کی جگہ مستفعلن رکھتے ہیں۔

وقص بفتح واو و سکون قاف و صاد مہملہ اسکے معنی گردن توڑنا ہیں اور یہاں مراد ہے اجتماع اضمار و خبن سے پس بسبب اضمار کے متفاعلن کی تے ساکن ہوئی اور بسبب خبن کے گر پڑی مفاعلن رہ گیا **فائدہ** مفاعلن سے شبہہ ہوتا ہے کہ وہ مفاعلن ہوگا جو مستفعلن سے بسبب خبن کے حاصل ہوا ہے یعنی مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے سین گرکر مُتَفعِلُن رہتا ہے اور متفعلن مفاعلن سے منقول ہو جاتا ہے پس پہچان یہ ہے کہ مفاعلن موقوص متفاعلن کا سوا بحر کامل کے نہیں آتا اسلیے کہ رکن متفاعلن بحر کامل سے مخصوص ہے۔

خزل۔ زکریا انصاری نے قصیدہ خزرجیہ کی شرح موسوم بہ فتح رب بریہ میں لکھا ہے کہ خزل خاے معجمہ اور زاے معجمہ سے ہے اور بعض نے جیم اور زاے معجمہ سے لکھا ہے اور دونوں صورتوں میں حرف اول مفتوح اور دوم و سوم ساکن ہے اور معنے اسکے کاٹنے کے ہیں یہاں عبارت ہے اجتماع اضمار و طے سے پس متفاعلن سے بسبب اضمار کے لام ساکن ہوا اور بسبب طے کے چوتھا حرف ساکن حذف ہوگیا متفعلن رہ گیا اسکی جگہ مفتعلن رکھدیا۔

قطع بفتح قاف و سکون طاے مہملہ و عین مہملہ یعنی رکن کے آخر سے ساکن وتد مجموع کو گرا کر اُسکا ماقبل ساکن کرنا پس متفاعلن سے متفاعل لام ساکن سے رہا اسکو فعلاتن عین مکسور سے بدل لیا۔

حذذ۔ بفتح حاے حطی و فتح ذال نقطہ دار اول و سکون ذال نقطہ دار دوم یعنی دم کا چھوٹا ہونا اصطلاح میں مراد ہے رکن کے آخر سے وتد مجموع کا ساقط کرنا پس متفاعلن سے متفا رہا اسکو فعلن عین مکسور سے بدل لیا قاموس و صراح و غیرہ کتب لغت و عروض میں حذذ حاے حطی و دو ذال منقوطہ سے لکھا ہے لیکن مولوی صہبائی جذذ جیم مفتوح اور ایک ذال منقوطہ سے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس رکن میں یہ زحاف واقع ہو اُسکو اجذ کہینگے اور میر شمس الدین فقیر کا بھی یہی مقولہ ہے اور باعتبار لغوی معنی کے بھی دونوں لفظ مترادف ہیں اور یہ جو میزان الافکار میں لکھا ہے کہ بعضے اسے جیم اور دال مہملہ سے کہتے ہیں انتہے تو یہ اُنکی غلطی ہے۔

اذالہ یعنی وتد مجموع میں جو رکن کے آخر میں ہو ایک الف زیادہ کرنا پس متفاعلن سے متفاعلان ہوگیا۔

ترفیل آخر رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف اور بڑھانا پس متفاعلن سے متفاعلن تن ہوا اسکو متفاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ سات زحاف متفاعلن کے ہوے اور فروع اسکی یہ ہیں مستفعلن مضمر مفاعلن موقوص مفتعلن مخزول فعلاتن مقطوع فعلن بکسر عین محذذ یا اجذ متفاعلان مذال متفاعلاتن مرفل مستفعلان مضمر

مذال یہ فرع اضمار اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ متفاعلن میں اضمار کی وجہ سے تائے فوقانی کو سکون ہو گیا اور اذالہ کے سبب سے نون سے پہلے ایک الف بڑھ گیا اس طرح متفاعلان بن گیا جس کو مستفعلان سے بدل لیا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ متفاعلن اضمار کی وجہ سے مستفعلن سے بدلا گیا اور اذالہ کے سبب سے مستفعلن مستفعلان بن گیا **مفاعلان** موقوص مذال ہے یہ فرع ان دو زحافوں کے جمع ہونے سے بنی ہے وقص و اذالہ متفاعلن وقص کی وجہ سے مفاعلن ہو گیا اور پھر مفاعلن اذالہ کی وجہ سے مفاعلان بنگیا **مفتعلان** مخزول مذال ہے متفاعلن خزل کی وجہ سے متفعلن ہو کر مفتعلن سے بدل گیا اور اذالہ کی وجہ سے مفتعلن میں نون سے قبل ایک الف زیادہ ہو کر مفتعلان ہو گیا **فعلان** بکسر عین محذوذ مذال سے ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن سے عین گر گیا تو متفا کو فعلن بکسور العین سے بدل لیا اذالہ کی وجہ سے اس میں ایک الف نون سے قبل زیادہ ہو کر فعلان بن گیا **مستفعلاتن** مضمر مرفل ہے یہ فرع اضمار اور ترفیل کے جمع ہونے سے بنی ہے اضمار کی وجہ سے متفاعلن کی تے ساکن ہو گئی پھر ترفیل کے سبب سے ایک سبب خفیف اُسکے آخر میں اضافہ ہوا تو متفاعلن تن ہو کر مستفعلاتن سے بدل گیا **مفاعلاتن** موقوص مرفل ہے وقص کی وجہ سے متفاعلن مفاعلن ہو گیا اور ترفیل کے باعث سے ایک سبب خفیف اُسکے آخر میں بڑھ گیا تو مفاعلن تن ہوا اسکو مفاعلاتن سے بدل لیا **مفتعلاتن** مخزول مرفل ہے متفاعلن خزل کی وجہ سے متفعلن ہو گیا تائے فوقانی کے سکون سے اور ترفیل کے باعث سے اُسکے آخر میں ایک سبب خفیف زائد ہو کر متفعلن تن جسکو مفتعلاتن سے بدل لیا مفعولن مقطوع مضمر ہے زحاف قطع کے آنے سے متفاعلن متفاعل لام ساکن سے ہو گیا اور اضمار کی وجہ سے متفاعل کی تائے فوقانی ساکن ہوئی پھر اسکو مفعولن سے بدل لیا **فعلن** بسکون عین محذوذ مضمر ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن متفا تا سے متحرک سے رہ گیا اور اضمار کے سبب سے تا ساکن ہو گئی تو متفا کو فعلن سے بدل لیا۔

زحافات فعولن

رکن فعولن کے سات زحاف ہیں۔ قبض۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ بتر۔ تسبیغ۔

قبض یعنی ساکن پنجم سبب کا نون گرانا پس فعولن سے فعول بضم لام رہا۔

قصر یعنے ساکن سبب خفیف کا آخر رکن سے گرانا اور اسکا ماقبل ساکن کرنا پس فعولن سے فعول بہ سکون لام ہو جاتا ہے۔

ثلم بفتح ثائے مثلثہ و سکون لام و میم بمعنی سوراخ کرنا اصطلاح میں مراد ہے رکن فعولن میں خرم کرنے سے یعنی وتد مجموع سے کہ رکن کے اول میں ہو حرف اول متحرک کو حذف کردیں پس فعولن سے عولن ہو کر۔

عولن رہا اسکی جگہ فعلن بسکون عین رکھا گیا۔

ثرم بفتح تاے مثلثہ وراے مہملہ مفتوح ومیم ساکن یعنی آگے کے دانت توڑنا اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع قبض وخرم سے ہے پس بسبب خرم کے فے اور بسبب قبض کے نون فعولن کا گر پڑا عول لام مضموم سے رہ گیا اسکو فعل عین ساکن اور لام مضموم سے نقل کرلیا اور فاع بھی اسکی جگہ رکھ سکتے ہین۔

بتر۔ بفتح باے موحدہ وسکون تاے فوقانی وراے مہملہ یعنی جڑ سے اکھیڑنا اور دم کاٹنا اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع حذف وقطع سے پس فعولن سے سبب خفیف بوجہ حذف کے گر گیا اور واو بسبب قطع کے گرکر عین ساکن ہوگیا اس طرح فع باقی رہا بعض اسکی جگہ فل تجویز کرتے ہین اور ابن قیس کے نزدیک تر یہ ہے کہ فعولن کا وتد گرا دین پس لن باقی رہتا ہے اس صورت مین مرکب نہوگا۔

تسبیغ ۔ یعنے سبب خفیف کے درمیان مین الف بڑھانا پس فعولن سے فعولان ہوگیا۔

یہ سات زحاف فعولن کے ہوے اور اسکی فروع یہ ہین **فعولُ** بضم لام مقبوض **فعولْ** بسکون لام مقصور **فعَل**۔ بفتح عین وسکون لام محذوف **فعْلن** بسکون عین اثلم **فعْلُ** یا **فلاع** اثرم **فع**۔ ابتر **فعولان** مسبغ **فعلان** بسکون عین اثلم مسبغ اس فرع مین دو زحاف جمع ہوے ہین ایک ثلم جس کی وجہ سے فعولن سے عولن ہوجاتا ہے اور تسبیغ کی وجہ سے نون ساکن کے پیشتر ایک الف بڑھکر فعلان سے بدل لیا جاتا ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اول عولن کو فعلن سے بدل لیتے ہین پھر فعلن مین نون تسبیغ کا اضافہ ہوکر فعلان بن جاتا ہے۔

زحافات فاعلن

رکن فاعلن کے چھ زحاف ہین۔ خبن۔ قطع۔ خلع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔

خبن یعنی ساکن سبب خفیف کو حذف کردینا جو رکن کے اول مین ہو پس فاعلن سے فعلن عین مکسور سے رہا۔

قطع۔ یعنی ساکن وتد مجموع کو گرا کے اسکے ماقبل کو ساکن کرنا پس فاعلن سے فاعل رہا اسکی جگہ فعلن بسکون عین لے آئے اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کو حذف کردینا چاہیے اس صورت مین لام گرجائیگا اور فاعن رہیگا اسکو بھی فعلن سے بدل لینگے۔

بعض کہتے ہین کہ فعلن بسکون عین مخبون مسکن ہے یعنی فاعلن مین خبن کے بعد تین حرف متحرک جمع ہوگئے پھر بسبب تسکین کے درمیانی حرف کو ساکن کردیا کہ وہ وتد مجموع کا پہلا حرف ہے پس فعلن بسکون عین حاصل ہوا وجہ اسکی یہ ہے کہ رکن مقطوع صرف مصرعون کے آخر مین آتا ہے اور فعلن بحر متدارک مین ہر جگہ بھی آجاتا ہے اس تقدیر پر یہ فرع مخبون مسکن کہلائیگی اور بحر متدارک کے ساتھ خاص ہوگی فعلن کو فاعلن سے

مقطوع کہنے کی صورت مین علت تغیر اور ہے اور مخبون مسکن کہنے کی حالت مین علت تغیر دوسری چیز ہے اور پہلی صورت مین فاعلن کا نون اور لام کی حرکت گر کر فعلن حاصل ہوتا ہے اور دوسری صورت مین الف اور عین کی حرکت محذوف ہوکر فعلن بنا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تمام شعر فعلن بسکون عین کے وزن پر ہو تو اُسکو مخبون مسکن کہنا چاہیے اور اگر عروض و ضرب مین فعلن واقع ہو تو اُسے مقطوع سمجھنا چاہیے اور مخبون مسکن متدارک کے سوا دوسری جگہ نہ آئیگا اور مقطوع بسیط مین بھی آتا ہے۔

خلع یعنے اجتماع خبن و قطع کا پس فاعلن سے الف بسبب خبن کے گرا اور نون بسبب قطع کے گر کر لام ساکن ہوا فعل بکسر عین و سکون لام ہوگیا۔ یہ قول ابن قیس کا ہے صاحب مخزن الفوائد نے جو خلع خبن و قصر کا اجتماع قرار دیا ہے اور فعلن کو مخبون مقصور لکھا ہے یہ غلط ہے اسلیے کہ قصر اصطلاح مین عبارت ہے اسقاط ساکن سبب خفیف اور اسکان ماقبل سے اور فعلن مخبون مین سبب نہین کیونکہ یہ رکن فاعلن سے حاصل ہوا ہے اور اس مین سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے غرض کہ نہ اصل رکن فاعلن مین سبب کا وجود ہے نہ فعلن مخبون مین جو قصر آسکے۔

حذذ یعنے وتد مجموع کا ساقط ہونا پس فاعلن سے وتد مجموع گر کر فا رہا اسکو فع سے بدل لیا۔

اذالہ یعنی آخر رکن کے وتد مجموع مین ساکن سے ماقبل الف بڑھانا پس فاعلن سے فاعلان ہوگیا۔

ترفیل وتد مجموع پر سبب خفیف زیادہ کرنا پس کرنا پس فاعلن سے فاعلن تن ہوا اس کو فاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ چھ زحاف فاعلن کے ہوے اور فروع اسکی یہ ہین فعلن بکسر عین مخبون فعلن بسکون عین مقطوع فعل بکسر عین و سکون لام مخلوع فع محذوذ فاعلان مذال فاعلاتن مرفل فعلان عین کے کسرے سے مخبون مذال یہ فرع دو زحافون کے اجتماع سے بنی ہے ایک خبن دوسرے اذالہ خبن کیوجہ سے فاعلن سے فعلن مکسور العین بنا اور اذالہ کی وجہ سے نون سے پیشتر ایک الف زیادہ ہوکر فعلان ہوگیا اور بعض کہتے ہین کہ فاعلان مذال ہین سے الف بسبب خبن کے گرنے کے بعد فعلان ہو جاتا ہے فعلان سکون عین سے مقطوع مذال قطع کی وجہ سے فاعلن فاعل رہ کر فعلن ساکن العین سے بدل گیا اور اذالہ کی وجہ سے ایک الف اضافہ ہوکر فعلان ہوگیا۔ اور بعض فعلان کو مخبون مسکن مذال کہتے ہین

بیان معاقبہ و مراقبہ و مکانفہ

معاقبہ بضم میم و کسر قاف و باے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کے پیچھے آنا ہین اور اصطلاح عروضیون مین اُسے کہتے ہین کہ ایک شعر مین جب دو سبب خفیف جمع ہون تو اُن دونون کو جا ہین ایک ساتھ

رہنے دین یا ایک کو رکھین ایک کو گرائین مثلاً بحر مجتث مین رُکن مستفعلن کی سین اور نون کا ایک ساتھ گرانا جائز نہین خواہ دونون کو ثابت رہنے دین خواہ ایک کو گرا کر ایک رکھین اور دو سبب خفیف کے جمع ہونے کے ایک رُکن مین تین طور ہین یا یہ کہ بحسب وضع کے اصل رُکن مین دو سبب خفیف جمع ہونگے جیسے مفاعیلن مستفعلن اور مفعولات مین یا بعد مزاحف ہونے کے دو سبب اکٹھے ہوجائین جیسے متفاعلن مضمر ہوکر مستفعلن اور مفاعلتن معصوب ہوکر مفاعیلن ہوجاتا ہے یا دو رکن ملکر دو سبب خفیف پیدا ہونگے جیسے بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن کہ یہان رُکن اول کا آخر اور رُکن ثانی کا اول ملکر تن فا دو سبب خفیف ہو گئے پس یا تو ان دونون سببون کو سالم رکھ کر تن فا پڑھتے ہین یا سبب اول کے نون کو حذف کر کے ت فا حاصل کرتے ہین یا دوسرے سبب کے الف کو دُور کر کے تن ف پڑھتے ہین ان تینون صورتون کو معاقبہ کہتے ہین۔ اور ت ف کہنا جائز نہین اس لیے کہ دونون سببون کے حروف ساکن حذف کردینے سے تفعلا پیدا ہوجائے گا اور یہ فاصلہ کبریٰ ہے جسے عروضی ثقیل جانتے ہین۔

مُراقَبہ بضم میم و فتح قاف و باے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کی نگہبانی کرنا ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ جب دو سبب خفیف جمع ہوجائین تو دونون کا گرانا اور دونون کا ثابت رکھنا ایک ساتھ نہین بلکہ ایک کو ضرور گراتے ہین اور یہ رکن مفاعیلن اور مفعولات اور مستفعلن مین واقع ہوتا ہے مثلاً بحر مضارع مین رُکن مفاعیلن کی ی اور نون کا ایک ساتھ رکھنا اور ایک ساتھ گرانا جائز نہین۔

مُکانَفہ بضم میم و فتح نون و فا اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کو پکڑ لینا ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ جب دو سبب خفیف جمع ہوجائین تو دونون کا ایک ساتھ گرانا جائز ہو یعنی چاہین تو دونون ایک ساتھ رکھین چاہین گرادین یا ایک ہی کو رکھین اور یہ حذف کرنا حرف ساکن کا بسبب کسی زحاف کے زحافون متذکرۂ بالا سے ہوتا ہے چنانچہ رکن مفعولات مین بسبب جدع کے دونون سبب خفیف گرجاتے ہین یہ بھی معلوم رہے کہ یہ تینون صورتین ارکان سے کچھ خصوصیت نہین رکھتی ہین بلکہ بحرون سے متعلق ہین یعنے ایک رکن مین کسی بحر کے درمیان معاقبہ ہے مراقبہ نہین اور اسی رکن مین کسی دوسری بحر مین مراقبہ ہے معاقبہ نہین اسلیے ہم لکھے دیتے ہین کہ معاقبہ مدید منسرح رمل وافر ہزج خفیف طویل کامل اور مجتث مین آتا ہے مگر کامل و وافر مین ایسی حالت مین واقع ہوتا ہے کہ مضمر و معصوب ہو کر آئین اور مراقبہ مشاکل قریب جدید اور مضارع مین لازم ہے اور سریع و منسرح مین غالباً ہوتا ہے اور بحر خفیف مین جائز ہے اور مکانفہ سریع منسرح بسیط اور رجز مین آتا ہے۔

کون کون زحاف کس کس زبان اور بحر سے خصوصیت رکھتا ہے

ناظرین پر مخفی نرہے کہ اگرچہ کل زحاف اڑتالیس ہین جن مین سے گیارہ زحاف عصب بصاد مہملہ
عضب بضاد معجمہ۔ عقل۔ نقص قطف۔ قصم۔ جمم عقص۔ اضمار۔ وقص۔ خزل عربی سے مخصوص ہین
اور اہل فارس کے استعمال مین بہت ہی کم ہین۔ اور یہ تیرہ زحاف اہل فارس کی ایجاد سے ہین۔
جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر۔ جدع۔ نحر۔ جمت۔ ربع۔ درس۔ عرج۔ طمس۔ سلخ۔ رفع۔ عربی مین مستعمل نہین اور یہ
چوبیس زحاف۔ خبن۔ طے۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔ خرم۔ ثلم۔ خرب۔ شتر۔ ثرم۔ قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔
خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر تشعیث مشترک ہین جو بتر اہل فارس کی ایجاد سے ہے وہ
رکن مفاعیلن سے مخصوص ہے اور بتر مشترک فعولن اور فاعلاتن سے مخصوص ہے مگر ہم نے انہی
زحافات کو بیان کیا جو زبان اردو مین کثرت سے مستعمل ہین خواہ وہ عربی سے مخصوص ہون یا فارسی
سے اور جو زحاف اس زبان کے اشعار مین جاری نہین اُن کا ذکر خاص کر مع تفصیل بے سود ہے اور
زحافات کی تقسیم بھی باعتبار خصوصیت کے جوانکو عربی و فارسی سے حاصل ہے اس کتاب مین بالکل ازار
فضول ہے مگر بر سبیل شذوذ کہین ایسا بھی ہو گیا ہے خصوصًا فارسی کے تیرہ زحافون مین سے کل
چار زحاف جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر رباعی سے مخصوص ہین کسی رباعی کا عروض و ضرب ان سے خالی نہین
ہوتا لیکن اساتذہ نے رباعی کے وزن مین غزل کہنی بھی جائز رکھی ہے اسلیے یہ زحاف غزل کے
عروض و ضرب مین بھی آسکتے ہین باقی نو زحاف بہت ہی کم مستعمل ہین اور تعریف و تفصیل
اُس زحاف کی زیادہ مفید ہوتی ہے جو زحاف کئی رکنون مین مشترک ہوتا ہے اور اگر غور سے دیکھو تو
مستفعلن متصل مین مفعولان جسے اہل فارس اعرج کہتے ہین مقطوع مسبغ ہے اسلیے کہ مستفعلن مقطوع
ہو کر مفعولن ہو جاتا ہے اور مفعولن تسبیغ سے مفعولان ہو سکتا ہے مگر اس سبب سے کہ اس حالت مین رکن
کے آخر ہی مین کمی بھی اور بیشی بھی ماننی پڑے گی اور یہ معیوب ہے اسلیے ایک نیا زحاف ماننا پڑا اور
مستفعلن کے لام کی تسکین کے قائل ہوے اور اسکو مفعولان سے بدل لیا اسی طرح مستفعلن متصل
مین فعلان بسکون عین کو جسے مطموس کہتے ہین ہم اُسے محذوذ مسبغ بول سکتے ہین کیونکہ مستفعلن
محذوذ ہو کر فعلن بسکون عین رہ جاتا ہے اور فعلن مسبغ ہو کر فعلان ہو سکتا ہے مگر یہان بھی اسی خوف
سے ایک نیا زحاف جس مین وہ عیب نہ ہو ماننا پڑا چنانچہ طمس سے یعنی اسقاط عین و لام کے قائل
ہوے اور مستفعلن کو فعلان سے بدل لیا پس اعرج کو اعرج اور مطموس کو مطموس کہنا چاہیئے نہ

اعرج کو مقطوع مسبغ اور مطموس کو مخذوف مسبغ ہر چند کہ یہ دونون زحاف ایکہی رکن مین ہوتے ہین اور انکی نظیر کہین پائی نہین جاتی مگر ان کا انکار نہین ہوسکتا کس لیے کہ ان دونون زحافون مین بلکہ سلخ مدر درس مین بھی کہ اول فلع لاتن منفصل مین اور دوم فاعلاتن متصل مین فاع ہوجاتا ہے ایک ایسا نیا تغیر ہوتا ہے جو سوائے مستفعلن متصل اور فاع لاتن منفصل اور متصل کے کسی اور رکن مین نہین ہوتا یہان سے ثابت ہوا کہ محقق طوسی نے جو تشعیث کے بیان مین خلیل کے مذہب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اسکی نظیر کہین پائی نہین جاتی بیجا ہے کیونکہ بہت سے تغیرات ایسے ہین جن کا نظیر کہین پایا نہین جاتا اسی طرح شعث مین بھی ایک ایسا نیا تغیر ہوتا ہے کہ سوائے فاعلاتن کے اور کہین پایا نہین جاتا۔

جبکہ اول مجمل بیان زحاف کا کیا گیا اور پھر ہر ایک رکن کے ساتھ زحافون کی تشریح ہوئی تو اب ہر ایک زحاف کا حال بہ تخصیص بحور لکھا جاتا ہے۔ زحاف۔ **اذالہ** بحر رجز و متدارک و بسیط و کامل اور سریع و منسرح و مقتضب مدید و جدید مین آتا ہے اور اکثر عروض و ضرب مین واقع ہوتا ہے حشو مین کم اور صدر و ابتدا مین بالکل نہین آتا اور یہ ہم تیسرے موتی مین بیان کر چکے ہین کہ مصرع اول کے پہلے جز کو صدر اور مصرع ثانی کے پہلے جز کو ابتدا و مطلع کہتے ہین اور مصرع اول کے پچھلے جز کو عروض اور مصرع ثانی کے پچھلے جز کو ضرب و عجز بولتے ہین اور دونون مصرعون کے بیچ مین جو اجزا ہین انکا نام حشو ہے **اضمار** اور **وقص** اور **خزل** یہ زحاف بحر کامل سے مخصوص ہین **ترفیل** یہ زحاف فارسی و ریختہ مین نادر الوقوع ہے عربی مین بحر کامل سے اختصاص رکھتا ہے کبھی رجز مین بھی آتا ہے **تسبیغ** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث مدید خفیف ان آٹھ بحرون مین آسکتا ہے **تشعیث** بحر رمل مجتث مدید خفیف چار بحرون مین آتا ہے **ثلم** یہ زحاف بحر متقارب مین واقع ہوتا ہے اور طویل مین بھی آتا ہے **جب** یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے **جدع** منسرح مقتضب سریع تین بحرون مین آتا ہے۔ **حذذ** بحر رجز و کامل و متدارک و بسیط مین بہت آتا ہے باقی بحرون مین اگرچہ مستفعلن متصل ہو بہت کم آتا ہے **حذف** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید خفیف مشاکل قریب مین آتا ہے۔ **خبن** بحر رمل رجز متدارک منسرح مقتضب مجتث مدید بسیط سریع خفیف جدید گیارہ بحرون مین آتا ہے **جحف** بحر رمل اور مجتث اور خفیف مین واقع ہوتا ہے **خلع** بسیط اور رجز اور متدارک مین آتا ہے **خرم** بحر ہزج اور مضارع اور قریب مین واقع ہوتا ہے **رفع** رجز و منسرح دو بحرون مین آتا ہے **صلم** بحر منسرح و مقتضب و سریع مین آتا ہے **سطے** بحر رجز منسرح مقتضب بسیط سریع پانچ بحرون مین واقع ہوتا ہے

اور بشرط اضمار بحر کامل مین بھی آتا ہے **قبض** بحر ہزج متقارب مضارع طویل چار بحرون مین آتا ہے
قصر بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید مشاکل خفیف جدید مین واقع ہوتا ہے **قطع** بحر رجز کامل
رمل متدارک مقتضب مدید بسیط سریع خفیف نو بحرون مین آتا ہے چونکہ قطع رکن مستفعلن متفاعلن فاعلن
مین آتا ہے اور اول سے مفعولن دوسرے سے فعلاتن عین بکسور سے تیسرے سے فعلن بسکون عین بعد
قطع کے حاصل ہوتے ہین اور مفعولن و فعلاتن و فعلن اور ارکان سے بھی اور زحافات کی وجہ سے
پیدا ہوتے ہین پس خیال رکھنا چاہیے کہ مفعولن سوا ے بحر مضارع و مجتث کے سب بحرون مین مقطوع
ہے اور ان دونون بحرون مین مقصور ایسے ہی فعلاتن صرف بحر کامل مین مقطوع ہے اور فعلن صرف
بحر متدارک مین مقطوع ہے مگر متدارک مین فعلن کو خواجہ نصیر الدین طوسی کی راے کے موافق مقطوع نہین
کہہ سکتے۔ اور دوسرون کے نزدیک کہنا درست ہے **کف**۔ ہزج۔ رمل۔ مضارع۔ مجتث۔ طویل مدید
خفیف۔ قریب۔ جدید۔ مشاکل مین آتا ہے۔ **بتر** یہ زحاف تین طرح پر ہے یعنی اجتماع ثلم و حذف کو
بھی بتر کہتے ہین جیسے فعولن سے فاع اور اجتماع حذف و قطع کو بھی بتر کہتے ہین جیسے فاعلاتن سے فعلن
اور اجتماع خرم و جب کو بھی بتر کہتے ہین جیسے مفاعیلن سے فع پس بعض رکن مین اس کا لقب ابتر ہوتا ہے
اور بعض مین مقطوع و محذوف کہتے ہین اور بعض مین اخرم و مجبوب بولتے ہین اور یہ زحاف
حسب تشریح ارکان مذکورہ بالا بحر ہزج و رمل و تقارب و مضارع و مجتث و خفیف و مدید
مین آسکتا ہے **شرم** بحر طویل و متقارب مین واقع ہوتا ہے **خبل**۔ چار بحر منسرح اور رجز
اور بسیط اور سریع مین آتا ہے **خرب** بحر ہزج و مضارع و قریب مین آتا ہے **ربع** بحر رمل و مضارع
مین آتا ہے **زلل** بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے **شتر** بھی بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہے **تشکل**
یہ زحاف بحر رمل و مجتث و مدید و خفیف مین آتا ہے۔ آٹھ زحاف **عصب** بصاد مہملہ **عضب**
بضاد منقوط۔ **جمم**۔ **عقل**۔ **عقص**۔ **قصم**۔ **قطف**۔ **نقص**۔ بحر وافر سے مخصوص ہین ان آٹھ زحاف
مین سے چار زحاف عضب بضاد معجمہ قصم جمم عقص صدر و مطلع سے مختص ہین اور تین زحاف
عصب بصاد مہملہ عقل و نقص عام ہین اور قطف عروض و ضرب مین آتا ہے **کسف**۔ و نحریہ زحاف
بحر منسرح مقتضب اور سریع تین بحرون مین آتے ہین **وقف** بحر منسرح۔ مقتضب۔ سریع تین بحرون مین آتا ہے
ہتم۔ یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہے۔
باوجودیکہ اضمار بحر کامل سے خصوصیت رکھتا ہے اور عصب بحر وافر سے مخصوص ہے لیکن نواب سید
محمد خان رند تخلص شاگرد خواجہ حیدر علی آتش نے ان دونون زحافون کو ایک بحر مین جمع کیا ہے۔ ~~ ۵

مدت ہوئی نہین دیکھا دلدار کو قیامت ہے		تدبیر کچھ نہین بنتی کیا موت سے ندامت ہے	

تقطیع مدت ہوئی مستفعلن نہین دیکھا مفاعیلن دلدار کو مستفعلن قیامت ہے مفاعیلن تدبیر کچھ مستفعلن نہین بنتی مفاعیلن کیا موت سے مستفعلن ندامت ہے مفاعیلن۔

تنبیہ ارکان افاعیل مین سے فاعلن اور فعولن مفاعیلن کی فرع واقع ہوے ہین اور مفاعیلن مفاعلتن کی فرع ہے اور مستفعلن متفاعلن کی پس یہ چارون بہ نسبت اپنے اصول کے فرع ہونگے اور اپنی فروع کے مقابلے مین اصول ہونگے۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ زحاف تین قسم کے ہین **ایک** وہ جو بیت مین سب جگہہ آتے ہین اور وہ یہ چھ ہین۔ خبن۔ طے۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔ مگر کف اور شکل اور خبل عروض وضرب مین نہین آتے یہ زحاف چونکہ کسی خاص مقام سے خصوصیت نہین رکھتے اس وجہ سے ان کو عام کہتے ہین۔

دوسرے وہ کہ صدر ومطلع سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ پانچ ہین خرم ثلم خرب۔ شتر۔ ثرم۔ مگر استعمال عرب مین یہ پانچون زحاف صدر ومطلع سے مخصوص ہین اہل فارس وریختہ نے انکو کسی مقام سے مخصوص نہین رکھا یہانتک کہ کبھی کبھی خرم وثلم کو عروض وضرب مین بھی استعمال کرجاتے ہین البتہ جسوقت حشو وغیرہ مین خرم کرتے ہین تو اُس وقت خرم نہین کہتے تخنیق کہتے ہین اور رکن کو بجاے اخرم کہنے کے مخنق بولتے ہین اور تخنیق خاے نقطہ دار اور نون کے ساتھ گلا گھونٹنے کے معنے مین ہے حدائق عجم مین اسی طرح لکھا ہے لیکن علامہ نقشبند نے شرح خزرجیہ مین حاے مہملہ اور باے موحدہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور تحبیق کے معنے جمع کرنا ہین اور اس صورت مین رکن کو محبق کہنا چاہیے مگر مشہور خاے نقطہ دار ونون ہی سے ہے اور باقی چار زحافون کا نام بھی نہین بدلتے پس اہل فارس وریختہ کے استعمال مین بجاے چھ زحاف کے گیارہ زحاف عام ہین۔

تیسرے وہ جو عروض وضرب سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ یہ تیرہ ہین قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔ خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر۔ تشعیث۔ پچھلی دونون قسمون کے زحاف خاص کہلاتے ہین۔

فائدہ جلیلہ۔ صاحب معیار الاشعار نے ایک زحاف ایجاد کیا ہے اور وہ فارسی کے ساتھ مختص ہے محقق طوسی کہتے ہین از جملہ تغیرات عام کہ بہ شعر فارسی خاص ست یکے آن ست کہ ہر کجا سہ حرف متحرک متوالی افتد تسکین اوسط روا دارند و در یک وزن محرک ومسکن با ہم بیامیزند و این مطرد ہست الا آنجا کہ مانعے افتد مثلا باشد کہ بحر بسبب تسکین در بدل افتد

چنانکہ دریں وزن کہ فَعِلاتُ فاعلاتن اگر عین فَعِلاتُ مُسکّن کنند تا این وزن شود مفعول فاعلاتن ہر یک از بحر دیگر ست پس تسکینے کہ مقتضی اشتباہ بود نشاید۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہان کہین تین مسلسل متحرک حرف واقع ہون ان مین تسکین اوسط جائز ہے لیکن ایسے موقعون پر جہان کوئی ایسا مانع موجود ہے جس سے بحر بدل جانیکا اندیشہ ہے مثلاً وزن رمل مثمن مشکول فَعِلاتُ فاعلاتن اگر فَعِلاتُ کے عین کو ساکن کر دیا جائے تو بحر بدل جائے گی اور مضارع کا وزن مفعول فاعلاتن پیدا ہو جائے گا ایسی صورت مین تسکین جائز نہین۔

چوتھا شہر تقطیع کے بیان اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر مین

مخفی نہ رہے کہ لغت مین تقطیع کے معنے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہین اور اصطلاح علم عروض مین جزو شعر کو ارکان افاعیل سے ہموزن و برابر کرنے کو کہتے ہین تقطیع مین تخصیص نہین کہ حرکات باہم یکسان آئین اسی قدر کافی ہے کہ متحرک اور ساکن مقابل ہو جائین یعنی یہ ضرور نہین کہ ضمہ مقابل ضمے کے اور فتحہ مقابل فتحے کے اور کسرہ مقابل کسرے کے ہو حرکت کا مقابل حرکت کے اور سکون کا مقابل سکون کے ہونا شرط ہے مثال۔

ذوق

عدد آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبون کا	کریگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا مجھے

تقطیع عدد آیا مفاعیلن ہ بنکر نا مفاعیلن مہ برلک کا مفاعیلن نصیبو کا مفاعیلن کرے گے ے مفاعیلن ک خط کا مد مفاعیلن دعی سے مد مفاعیلن دعا مجھے مفاعیلن۔

ایضاً

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب	کام چور اس کام پر کس منھ سے اُجرت کی طلب

تقطیع ۔ دل عبادت فاعلاتن سے چرانا فاعلاتن اور جنت فاعلاتن کی طلب، فاعلن ؎ کام چورس فاعلاتن کام پر کس فاعلاتن منھ سے اُجرت فاعلاتن کی طلب فاعلن ؎ الفاظ لے مثل اکثر اشعار کے تقطیع کرنے مین مقابل ارکان کے واقع ہوتے ہین اگر جاننے ہون تو بہتر ہے مگر یہ کچھ

ضرور نہین ہے۔

اس شعر مین ذوق کے ہر رکن کے مقابل الفاظ با معنے آتے ہین۔

مرے دل مین جو حسرت ہے نکالون مین کہان سکو		نہ وہ زیر فلک نکلے نہ وہ زیر زمین نکلے

تقطیع مرے دل مین مفاعیلن جو حسرت ہے مفاعیلن نکالون مین مفاعیلن کہان سکو مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن فلک نکلے مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن زمین نکلے مفاعیلن

اس امر کا بھی لحاظ مستحسن بلکہ واجب ہے کہ جزو شعر کا جو مقابل جزو بحر کے واقع ہو وہ مضحکہ انگیز نہ ہو جیسے میر حسن کے اس شعر مین۔ ؎

الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا		پہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا

عروض و ضرب مین ٹنا مقابل فعل کے واقع ہے اگرچہ اساتذۂ کرام و بلغاے عظام کی نظر بیشتر بلندی مضامین و ایجاد لطائف معانی و مراعات علم بیان و بدیع وغیرہ امور معظم بمقصود ہوتی ہے اور نگاہ التفات امور رکیکہ اور کسی جزئیات کی طرف کم ہوتی ہے اور ارتکاب اس قسم کے عیوب کا کلام کو پایۂ اعتبار سے ساقط اور مرتبہ کمال متکلم کو پست بھی نہین کرتا تاہم ایسی ترکیبون کے احتراز اولے ہے کیونکہ اکثر ارباب دول اور صاحبان فراست کے سامنے خجل ہونا اور خفت اُٹھانا پڑتا ہے چنانچہ سرخوش نے اپنے تذکرے مین لکھا ہے کہ ایک شاعر نے جہانگیر کی مدح مین ایک قصیدہ کہا تھا اور اُسنے پڑھنا شروع کیا جب ہی کہ پیش مصرع مطلع کا پڑھا۔ ؎ اے تاج دولت برسرت از ابتدا تا انتہا۔ فرمایا کہ تو عروض جانتا ہے اور شعر کے وزن و تقطیع سے باخبر ہے عرض کیا کہ مجھے یہ چیزین معلوم نہین فرمایا کہ اگر عروض دان ہوتا تو تیری گردن مروا دیتا شاعر بیچارہ گھبرا گیا کہ کیا خطا واقع ہوئی مہربانی سے آگے طلب کر کے فرمایا کہ جب اس مصرع کی تقطیع کرین تو اس طرح وزن ہوگا اے تاج دو مستفعلن لت بر سرت مستفعلن از ابتدا مستفعلن تا انتہا مستفعلن لت برسرت بدمین اور بدفال ہے شاعر کو ایسی چیزون سے خبردار رہنا چاہیے۔

تقطیع کے واسطے اول جاننا ارکان بحور کا اور واقفیت اوزان بحور کی ضرور ہے تاکہ تقطیع حقیقی چھوڑ کر غیر حقیقی نہ کرے تقطیع حقیقی اُسکو کہتے ہین کہ تقطیع مین بحر کے رکن مطابق و صحیح آئین جیسے اس شعر کی تقطیع مین۔

وحشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار	ذوق	باتین کرے ہے سقف سپہر کہن کے ساتھ

تقطیع وحشت گ مفعولُ اِیُ ن بعد فاع لاتُ فنا بی م مفاعیلُ راغبار فاع لان ؛
بلا کے ک مفعول رے ہ سقف فاع لاتُ سپہرے کے مفاعیلُ ہین کے سات فاع لان ؛ یہ وزن
بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور کا ہے - اور **تقطیع غیر حقیقی** وہ کہ جو اُسکے مخالف ہو مثلاً
اُس شعر کی تقطیع اُس طرح پر کی جاے وحشت گئی مستفعلن نہ بعد فعول فنا بی فعولن مراغبار مفاعلان ؛
باتے کرے مستفعلن ہ سقف فولن کمن ک سات مفاعلان ؛ یہ رُکن کسی بحر خاص کے نہین ہین
اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ تقطیع مین حروف غیر ملفوظی شامل نہ کیے جائین اور جو حروف کہ
لکھے جاتے نہین مگر پڑھنے مین آتے ہین وہ تقطیع مین شمار کر لیے جائین یعنے حروف مکتوبی
غیر ملفوظی تقطیع سے ساقط کر دیے جاتے ہین اور حروف ملفوظی غیر مکتوبی داخل کر لیے
جاتے ہین -

بیان حروف مکتوبی غیر ملفوظی

مثال حروف مکتوبی غیر ملفوظی کی فارسی مین لفظ خودداری ہے کہ واو اُسکی تقطیع مین نہین آتی -

اکبر

وہ ادا کی کہ قضا آگئی خودداری کی	وہ نظر کی کہ اثر کر گئی جادو کی طرح

تقطیع - وادا کی فعلاتن ء کہ قضا آ فعلاتن گ ءِ خُددا فعلاتن ری کی فعلن ؛ ونظر کی فعلاتن
ک اثر کر فعلاتن گ ءِ جادو فعلاتن ک طرح فعلن - اسی طرح خورشید کی واو تقطیع مین نہین آتی -

ارشد

پیمانہ مے ہاتھ مین ساقی کے نہین تھا	خورشید کو شب مین لیے ماہ مبین تھا

تقطیع پیمان مفعول ءِ مے ہات مفاعیل م ساقی ک مفاعیل نہی تا فعولن ؛ خرشید مفعول
ک شب نجے م مفاعیل لیے ماہ مفاعیل بی تا فعولن اور ہندی مین ہاے مخلوط التلفظ معتبر نہین ہوتی
جیسے گھر اور تجھ اور جھنڈولا کی ہا اسی طرح انشا کے اس شعر مین لفظ کھولے اور مکھڑے اور گھونگھٹ اور
پھر کی ہا تقطیع مین ساقط ہوتی ہے - سه

کھولے جب چاند سے اُس مکھڑے کا گھونگھٹ عاشق	کیون نہ پھر لیوے بلائین تری جھٹ جھٹ عاشق

تقطیع کول جب چا فاعلاتن ند سِ اُس مک فعلاتن ڑِک گونگٹ فعلاتن عاشق فعلن ؛ کون نہ پر
فعلاتن بلائے فعلاتن تری جٹ جٹ فعلاتن عاشق فعلن ؛ ان اشعار مین سواے حروف مذکورہ بالا کے اور حروف

بھی تقطیع کے وقت نکال ڈالے جاتے اور تون پنڈول اور داغون سے وغیرہ الفاظ کا بھی معتبر نہین ہوتا اور جہان الفاظ عربی پر الف لام وارد ہو وہان الف تقطیع مین نہین آتا جیسے بوالہوس اور انا الحق اور ابوالحسن اور عبدالحمید وغیرہ ان اشعار کی تقطیع سے سب کی مثالین معلوم ہوسکتی ہین۔

ناسخ

غضب ہے سرو باندھا اُس پری کے قد گلگون کو	یہ کس شاعر نے ناموزون کیا مصراع موزون کو

تقطیع غضب ہے سر مفاعیلن و باداُس مفاعیلن پری کے قد مفاعیلن د گلگوکو مفاعیلن ٭ یہ کس شاعر مفاعیلن ن ناموزو مفاعیلن کیا مصرا مفاعیلن ع موزوکو مفاعیلن۔

امانت

ہین اُنکی گھائیون مین جھکیتی کی پھرتیان	یالٹ کی چوٹ دیتے ہین سر کا بتا کے ہاتھ

تقطیع۔ ہے اُنک مفعول گائیوم فاعلات یکیتِ ک مفاعیل پرتیا فاعلن ٭ یالٹ ک مفعول چوٹ دیتِ فاعلات ہ سرکا بِ مفاعیل تاک ہات فاعلان۔

دبیر

بانو سر اصغر کے قریب آکے پکاری	اے لال جھنڈولے ترے بانو یہ مین واری

تقطیع بانوس مفعول راصغرک مفاعیل قریباک مفاعیل پکاری فعولن ٭ اے لال مفعول جھنڈولے ت مفاعیل ربانوپ مفاعیل م واری فعولن۔

مومن

رقیب بوالہوس نے رونما مین تیرے کب جان دی	وہ تو وارد ہے کیا جانے دیار عشق کی رسمین

تقطیع رقیبے بل مفاعیلن ہوس نے رو مفاعیلن نمامے تے مفاعیلن رکب جادی مفاعیلن ٭ وہ تو وارد مفاعیلن ہ کا جانے مفاعیلن دیارے عش مفاعیلن ق کی رسمین مفاعیلان

دبیر

خود فتنہ و شر بد شور ہے مین خانہ خیر	کہتے ہین انا العبد لرز کر صنم و دیر

خدفتن مفعول و شر بد مفاعیل وہ ہے خانہ مفاعیل ح نے خیر مفاعیل ٭ کہتے ہ مفعول انل عبد مفاعیل لرز کر ص مفاعیل نمو دیر مفاعیل ٭ کبھی الف لام معدون تقطیع مین گرجاتے ہین، جیسے اس شعر مین۔

آسمان جاہ انجم

زاہد تو ہی بتا ہے دہان کیا دھرا ہوا	بیت الصنم کو چھوڑ کے کعبے کو جائین کیون

تقطیع بیتص صن مفعول نم کُ چوڑ فاعلات ک کعبے کُ مفاعیل جا، کون فاعلان اور یہ عام قاعدہ ہے کہ نون غنہ لفظ ہین اور مین اور وہان اور جہان اور کہان اور کہین اور کہون اور جون او ہون اور نون جمع وغیرہ کے مصرع کے بیچ مین تقطیع مین نہین آتے چنانچہ یہ بات اوپر کی شالون سے بھی ظاہر ہوئی اور امثلہ ذیل سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔

صفیر

کیا چمک کر وہ ہین کہتے کہ ہمارے عارض	جب مین کہتا ہون کہ ہین کسکے پیارے عارض

تقطیع جب مَ کہتا فاعلاتن ہ کہ ہے کس فعلاتن ک پیارے فعلاتن عارض فعلن۔ کا چمک کر فاعلاتن وُہ کہتے فعلاتن ک ہمارے فعلاتن عارض فعلن + اس شعر مین لفظ مین اور ہین اور ہون کے نون غنہ تقطیع مین نہین شمار کیے جاتے۔

ذوق

مصروف زخم دل کی مگس رانیون ہین ہم	سینے کا چاک سینے کی فرصت کہان ہین

ولہ

ابھی ہمنے تجھے تنہا نہ پایا	جہان دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا

ان شعرون مین الفاظ کہان اور رانیون اور جہان وغیرہ مین نون تقطیع مین شمار نہین کیا جاتا اور نون غنہ جسکا اوپر ذکر ہوا آخر مصرع مین ہو تو اُسکے گرانے اور رکھنے کا اختیار ہے اور اس کا حال بحور کے بیان مین معلوم ہوگا اور اگر وسط مصرع مین ایسا لفظ آئے کہ اُسکے آخر مین سوا نون کے اور کوئی حرف ساکن ہو اور اُس حرف کا ماقبل بھی ساکن ہو اور اسکے حرف علت ہونے کی قید نہو تو اُس حرف کو موقوف کتے ہین اور وہ حرف اگر اسطرح تقطیع مین آتا ہے کہ اسپر کوئی حرکت قرار دے لی جاتی ہے اور جو آخر مین واقع ہو تو اُسکو بجالہ ساکن رکھتے ہین جیساکہ ہمنے قصر وغیرہ کے بیان مین اوپر لکھا ہے کہ عروضیون کے نزدیک جس حرف کا ماقبل ساکن ہو وہ ساکن نہین متحرک کے حکم مین ہے اور آخر مصرع مین بدرجہ مجبوری اُسکو ساکن مانتے ہین کیونکہ آخر مین ہر ایک لفظ سکون کو چاہتا ہے مثال لفظ موقوف کی تلاش معاش چشم خشم زرد درد دیر سیر وغیرہ۔

شعوری

روشن ہے یہ کہ مو ہوا نجپہ آفتاب	سمجھا ہے ہے چار پہر مضطر آفتاب

اس شعر مین چاسکی رااور آفتاب کی فا اور محو کی واو تقطیع مین متحرک ہوجاتی ہین اور آفتاب کی یاے موحدہ ساکن رہتی ہے تقطیع۔ پرتار مفعول ہے وجار فاعلات پہر مضط مفاعیل رُ آفتاب فعلان ۔ روشن ہ مفعول یے ک محو فاعلات ہوا تج پ مفاعیل رافتاب فاعلان۔

مہدی علیخان جلیس

پاس رہنے کا جلا ہمسے بروزنکا کیا کام | ابتو غیرونکو سمجھتے ہین وہ اچھا دل مین

اس شعر مین پاس کا سین متحرک رکھا گیا ہے کیونکہ درمیان مین واقع ہوا ہے اور لفظ کام اور مین آخر مصرع مین واقع ہوے ہین ایک مین میم موقوف ایک مین نون غنہ حرف آخر ہے اور دونون ساکن ہی رکھے گئے ہین (کا کام) اور (دل مین) فعلان کے وزن پر ہین اور بسبب اسکے کہ نون غنہ پڑھنے مین نہین آتا فعلان کی جگہ فعلن بھی درست ہے۔ اگر وسط مصرع مین تین ساکن آجائین تو اول کو بحال خود رکھتے ہین اور دوسرے کو متحرک کر لیتے ہین تیسرے کو تقطیع مین شمار نہین کرتے ہین اور اگر آخر مصرع مین ہو تو حرف اول و دوم کو بحال خود ساکن رکھتے ہین اور تیسرے کو گراتے ہین۔

غالب

دوست غمخواری مین میری سعی فرماینگے کیا | زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاینگے کیا

اس شعر مین لفظ دوست کی واو ساکن اور سین متحرک ہوگا اور تاے فوقانی ساقط ہوجائے گی تقطیع۔ دوس غم خا فاعلاتن ری م میری فاعلاتن سعی فرما فاعلاتن ئے گ کا فاعلن + زخم کے بر فاعلاتن نے تلک تا فاعلاتن خن ن بڑجا فاعلاتن ئے گ کا فاعلن۔

سعداللہ شاہ

دابستہ ہی تجھسے اپنی یان زیست | جب تو ہی نہین تو پھر کہان زیست

اس بیت مین لفظ زیست آخر مین واقع ہے حرف یا اور سین ساکن ہین اور تاے فوقانی ساقط ہوتی ہے تقطیع۔ دابست مفعول ہ تجھس اپ مفاعلن ن یاز یس مفاعیل جب تہ مفعول نہی ت پہر مفاعلن کہاز یس مفاعیل + اور یاے تحتانی کیاری اور پیولا اور کیون وغیرہ الفاظ کی اور اکثر یاے تحتانی لفظ پیارا اور خیال کی تقطیع مین نہین آتی۔

انشا

بوسی نرگس کی جو کیاری مین نہ دیکھا پانی | ہے ہماری ہی طرح تجھکو بھی کیاری روزہ

تقطیع بول نرگس فاعلاتن کی ج کاری فعلاتن م ن دیکا فعلاتن پانی فعلن ہی ہماری فاعلاتن طرح تجھ فعلاتن کب کاری فعلاتن روزہ فعلن۔

گلزار نسیم

جاناکہ یہ ہے شگون نرالا | نیولا پکڑا آستین مین پالا

تقطیع جاناک مفعول ے ہے شگو مفاعلن نرالا فعولن + نولا پ مفعول کڑاستی مفاعلن م پالا فعولن۔

میر تقی

عشق برے ہی خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا | جی کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

تقطیع عشق فعل برے ہی فعولن خال فعل پڑا ہے فعولن چین فعل گیا آ فعولن رام فعل گیا فعل + دل کا فعلن جانا فعلن ٹہر فعل گیا ہے فعولن صبح فعل گیا یا فعولن شام فعل گیا۔

انشا

کھول آغوش نہ تو مجھ سے رکاوٹ سے لپٹ | اب جو لپٹا ہی تو آ پیار کی کروٹ سے پٹ

تقطیع کول آغو فاعلاتن ش ن تو مج فعلاتن س رکاوٹ فعلاتن س لپٹ فعلن + اب ج لپٹا فاعلاتن ہ ت آ پا فعلاتن رک کروٹ فعلاتن س لپٹ فعلن +

یکرنگ

کیون ہوے ہو تم کہو دشمن ہمارے اسقدر | دوست کا ہوتا ہے دشمن کوئی پیارے اسقدر

تقطیع کیو ہوے ہو فاعلاتن تم کہو دش فاعلاتن من ہمارے فاعلاتن اس قدر فاعلن + دوس کا ہو فاعلاتن تا ہ دشمن فاعلاتن کوئی پارے فاعلاتن اس قدر فاعلن + جو حرف اپنے ماقبل کی حرکت کے اظہار کے لیے ہو وہ حرف بھی مکتوب غیر ملفوظ ہے یعنی تقطیع مین نہ آئیگا جیسے ہا سے مختفی نالہ اور لالہ اور بقچہ اور غنچہ کی۔

حسن علی خان اثر

سن کے غل شب درزندان کا اکر جہر گیا | شیون زنجیر خواب بخت کو افسانہ تھا

تقطیع سنگ غل شب فاعلاتن تا درزن فاعلاتن دا اکر فاعلاتن پر گیا فاعلن + شیون زن

فاعلاتن جیر خابے فاعلاتن بخت کواف فاعلاتن سان تا فاعلن + اور بہت سی جگہ یاے تحتانی جیسے اور ایسے اور اُسے اور ا سے اور میرے اور تیرے اور تمہارے اور ہمارے اور پیشانی اور پیشانی وغیرہ الفاظ کی اور اکثر موقعوں پر ہا لفظ دہ اور شہ وغیرہ کی اور واو جو اور ہو اور کو اور تو وغیرہ کی تقطیع کرتے وقت خارج کر دیتے ہین اور یہ باتین امثلہ صدر مین بخوبی ظاہر ہین اور اشعار ذیل سے بھی واضح ہوتی ہین۔ ؎

ہاے وہ دل جسے ہم سمجھے تھے افلاک کا مول		دولت عشق سے بکتا ہی یہان خاک کے مول	

تقطیع ہاے وہ دل فاعلاتن جس ہم سم فعلاتن جت افلا فعلاتن ک ک مول فعلان + دولت عش فاعلاتن قس بکتا فعلاتن ہ یہاخا فعلاتن ک ک مول فعلان + اس شعر مین یاے تحتانی الفاظ جسے اور تھے اور ا سے کی تقطیع مین محسوب نہین اسلیے کہ پڑھنے مین نہین آتی رحمت مصرع ع بل ہم سے وہ ہر بات مین کر جاتے ہین کیسے + تقطیع بل ہم س مفعول وہر بات مفاعیل م کر جات مفاعیل ہ کیسے فعولن + اس مصرع مین ہم سے اور کر جاتے کی یاے تحتانی اور وہ کی ہا شمار تقطیع مین نہ آئی۔

ہمایون قدر امین

حاجت نہین ہی شمع کی میرے مزار پر		ہر شب ہی سوز آہ سے روشن چراغ دل	

تقطیع حاجت ن مفعول ہی ہ شمع فاعلات ک میرے م مفاعیل زار پر فاعلن ہر شب مفعول سوز آہ فاعلات س روشن چ مفاعیل راغ دل فاعلن + اس شعر مین (ہے) اور (کی) اور (سے) کی یاے تحتانی تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

بیدار

نہ گئی تیری سرکشی ظالم		مجھسے ہر چند جبہ سائی کی	

تقطیع نہ گئی تے فعلاتن ر سر کشی مفاعلن ظالم فعلن + ہمن ہر چن فاعلاتن د جبہ سا مفاعلن ئی کی فعلن + اس شعر مین تیری اور ہمنے کی یاے تحتانی تقطیع سے گرتی ہی امانت بات پیشانی کی جو کچھ ہے سو پیش آنی ہے + تقطیع۔ بات پیشا فاعلاتن ن ک جو کچ فعلاتن ہ س پیشا فعلان نی ہی فعلن اس مصرع مین پیشانی اور کی اور ہے کی یاے تحتانی اور سو کی واو تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

غالب

غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے		گر حیا بھی اسکو آتی ہی تو شرما جائے ہے	

تقطیع غیر گویا فاعلاتن رب دُکو کر فاعلاتن منع گستا فاعلاتن تی کرے فاعلن + گر حبابی فاعلاتن اُس ک اتی فاعلاتن ہے ست شرما فاعلاتن جاے ہے فاعلن + اس شعر مین ہا دہ کی اور واو اُسکو اور تو کی گرتی ہین۔

سید علی احسن اشک

قوس ابرو کی حمایت سے ہین بل پر آنکھین | توڑ کرتی ہین جو تیرون کی برابر پلکین

تقطیع قوس ابرو فاعلاتن ک حمایت فعلاتن ہس ہ بل پر فعلاتن ا اکین فعلان توڑ کرتی فاعلاتن ہ ج تیر و فعلاتن ک برابر فعلاتن پلکین فعلان + اس شعر مین کی اور سے کی یاے تحتانی اور جو کہ واو تقطیع مین محسوب نہین اسلیے کہ تلفظ مین نہین آتین۔

میر حسن

مین اس طرح کا دل لگاتی نہین | یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہین

تقطیع مصرع ثانی یے شرکت فعولن تُ بندی فعولن ک باقی فعولن نہین فعول اس مصرع مین تو اور کو کی واو تقطیع مین نہین آتی اسلیے کہ وہ پڑھی نہین جاتی۔

الف بھی اکثر لفظون سے گر جاتا ہے۔ اشعار ذیل پر غور کرو۔

میر

کدورت بیان کیا کرون مین سکے تو | یہ دل گرد کلفت کا اک کاروان ہے

تقطیع۔ کدورت فعولن بیان کا فعولن کرو مے فعولن سکے تو فعولن ہ یے دل گر فعولن دِ کلفت فعولن ک اک کا فعولن روا ہے فعولن + گرد کلفت کا سے الف محذوف ہوتا ہے۔

گویا

چمن مین تبھے اشارہ جو سوے نخل حنا | تو ساتھ اشارے کے انگلی برنگ مرجان کہ

تقطیع۔ چمن م کی مفاعلن ج اشارہ فعلاتن ج سوے نخ مفاعلن ل حنا فعلن + ت ساتھ شا مفاعلن رِ کے اگ فعلاتن لی برنگ مر مفاعلن جاں کہ فعلن دوسرے مصرع مین اشارے کا الف ساقط ہوتا ہے اور سوا اس کے بھی کئی حروف ساقط ہوتے ہین۔

محمد حسین آزاد

دفعتہ دیکھا کہ اک پیر کہن سال آئے | پر عجب شان سے وہ مرد خوش اعمال آئے

تقطیع۔ دفعتن دے فاعلاتن ک ک اک پی فعلاتن رکہن سا فعلاتن لاے فعلن + پر عجب شا فاعلاتن

ن س وہ م فعلاتن دخش اعما فعلاتن لا اے فعلن ✤ دیکھا کا الف حذف ہوتا ہے اسکے سوا اور بھی دوسرے کئی حرف ساقط ہوتے ہین -

ولہ

کرتا خرمن ہے تو ہی بکھرے ہوے دانون کو		تو ہی اک دانے سے ہے پالتا سو جانونکو	

تقطیع - کرت خرمن فاعلاتن ہ ت اِی بِکْ فعلاتن رہوے دا فعلاتن نو کو فعلن ✤ تو وہ اک دا فاعلاتن ن س ہے پا فعلاتن لتَ سو جا فعلاتن نو کو فعلن ✤ اس شعر مین علاوہ کئی حروف کے کرتا اور پالتا کے الف تقطیع مین گرتے ہین واو عاطفہ بھی کبھی پڑھنے مین نہین آتی اور کبھی اپنے ماقبل کے زیرکے ظاہر کرنے کا کام دیتی ہے پہلی صورت مین تقطیع مین شمار نہین کی جاتی اور دوسری صورت مین شمار کی جاتی ہے -

ذوق

جو تجھین حسین بتان کو ایمان انھین پہ کفر و دین یکسان		پہونچتے کعبہ مین وہ مسلمان ہمیشہ چین و فرنگ ہو کر

تقطیع - ج ج جھِنے فعول فعلن بتاں ک ایما فعول فعلن اُنے رہے کف فعول فعلن ردی ہ یکسا فعلن ✤ پہونچت کعبہ فعول فعلن ہ وہ مسلما فعول فعلن ہمیش چینو فعول فعلن فرنگ ہو کر فعول فعلن

اس شعر مین جو اور کو کی واو اصلا اور کفر و دین کی واو عاطفہ تقطیع مین نہین اتین اس لیے کہ پڑھی نہین جاتین اور چین و فرنگ کی واو عاطفہ تقطیع مین حرف ساکن شمار ہوتی ہے -

بیان حروف ملفوظی غیر مکتوبی

اب یہانسے ان حرفون کا بیان کیا جاتا ہے جو لکھے نہین جاتے اور تقطیع مین شمار کیے جاتے ہین ان کو حروف ملفوظی غیر مکتوبی کہتے ہین جیسے الف ممدودہ کو بجاے دو حرف الف کے شمار کرتے ہین اور صورت مد کی یہ ہے جس حرف پر یہ نشان ہوتا ہے اُسکو کھینچکر پڑھتے ہین جیسے آ دلگا بروزن مفعولن

میر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جبتک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا		ابتو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

تقطیع - صاف تا جب فاعلاتن تک ت ہمکو فاعلاتن بی جوابے فاعلاتن صاف تا فاعلن ✤ اب ت خطا فاعلاتن نے لگا شا فاعلاتن ید کہ خطا فاعلاتن نے لگا فاعلن ✤ حروف مشدد بھی دو حروف گنے جاتے ہین کیونکہ تشدید ایک حرف کے دو دفعہ پڑھنے کو کہتے ہین اور صورت اسکی

یہ ہے جس حرف پر یہ علامت ہوگی وہ دومرتبہ پڑھا جائیگا اور دو حرف تقطیع میں آئیں گے جیسے مہذب بروزن فولن اسکو تقطیع کے وقت یوں لکھینگے مُہذذب۔

واسطی

سوز عشق قد جانان نے کیا کسکو نہ خشک	سوکھ کر گلزار میں ہر سرو کانٹا ہوگیا

تقطیع سوز عشقے فاعلاتن قد جانانا فاعلاتن نے کیا کس فاعلاتن کو نہ خشک فاعلان+سوک کر گل فاعلاتن زارمے ہر فاعلاتن سرو کانٹا فاعلاتن ہوگیا فاعلن؛ **فائدہ** مرزا قتیل نے دریاے لطافت میں لکھا ہے کہ حروف ملفوظی غیر مکتوبی ہندی میں نہیں آتے یہ بات خالی سہو سے نہیں کس لیے کہ بہت سے الفاظ ہندی میں ایسے دیکھے جاتے ہیں جن میں ان قسم کے حروف موجود ہیں جیسے آجاؤ اور رتی اور کنا اور ندی اور بھدا اور بتی وغیرہ امثلہ ذیل پر غور کرو۔

امانت

کشتہ رنج ہوں جلاؤ نہ اگر کی بتی	چاہیے قبر پہ کافور سحر کی بتی

سودا

ہو یہ کتوال تو وہ مانے زور	یہ تو مچھر کی جھول کا ہے چور

ولہ

ہو نہ سکے شاعر اور شعر پہ یہ دل بلا	اپنا تخلص ندان بنیے کا اُلو کیا

عظیم

اتنا بھی کہیے حوصلہ خوارہ سان تنگ تم اپنے فیل مینے کو نکالو	چلو ہی بھر جو پانی میں گز بھر اچھل چلے سے مرے ہاتھی سے دو ٹکر لڑالو

ارشد

دوپٹہ آب رواں کا پڑا ہے سینے پر	بھلا کسی نے بھی دیکھے حباب دے تہ آب

میر

ایک دن ایک کوا آ بیٹھا	بے گمان جیسے ہوا اَیٹھا

ولہ

منھ میں کیوں نہ بھیگئے ایک سرخہ
مجھ کس بھی تو نہیں ہے چھتر بھر

ولہ

بیکراپنی خدا نے رکھی ہے
ڈالنس اک ایک جیسے ٹھمی ہے

ولہ

کتونکی جستجو مین ہوا روڑا بات کا
دھوبی کا کتا ہی کہ نگھر کا نہ گھاٹ کا

ولہ

غرض افسوس کی جگہہ ہی
اب کہان گو کہ چھاپنے دلی

انشا

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیون بسنا پیسے
بڑا دانا جو ہو چکی مین کیا چھوٹون کو دل ڈالے

ولہ

برسنہوا سا جو ایک ہے بچھا
اسکا پالی مین ہے بندھا لٹھا

اسیر

دل نے زلفون مین لٹک کر جو لگائے چکر
چرخ پوچے کا حسینون کا تماشا ٹھہرا

ضیا

بادہ نوشی مین جو زلف یار کا ذکر آگیا
حلق مین ایسا پڑا پھندا کہ اچھو ہو گیا

سید اصغر علی آبرو

حال ہان ملک عدم کا کوئی پوچھے ان سے
عقل کو جنکی ہے مضمون کمر مین چلبلا

ظفر

رات کو گھر کے کواڑ انکے نہ کھل سکتے مگر
زور سا الفت ہے دیے ہنسے جو دھکے کھل گئے

ولہ

اڑا دینے کو خاک اندھی تیغ وہ جوش وحشت ہے
کہ جسکے سامنے دم بند ہو صحرا مین جھکڑ کا

ولہ

ہی ترے ہاتھون سے عاشق کا گلا کاٹا ہوا
اور پھر پوچھے ہے تو یہ کیا گھر اٹا ہوا
سہکر اس ناتوان کا ہو گیا بس دم ہوا
عید اجگن ترے ناوک کا یہ سناٹا ہوا

کھینچے ہے دامن مرا خار جنون جب دشت مین
پوچھے ہے آہو سے مجنون کیا یہ جھر اٹا ہوا

حاتم

مارنے کو رقیب کے حاتم	المستبر ہے ببر ہے دھتسّر ہے

تنوین بھی جو آخر کلمات مین آتی ہے اور لکھی نہین جاتی دوسرا حرف قرار دیجاتی ہے اور تقطیع مین محسوب ہوتی ہے کیونکہ تنوین نون ساکن کا نام ہے۔

درد

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحا لیکن	مین جو پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

تقطیع ذکر میرا فاعلاتن ہ وکرتا فعلاتن ت صریحن فعلاتن لیکن فعلن ؛ مےج پوچا فاعلاتن تُ کہا ے فعلاتن رے مذکو فعلاتن رنہ تا فعلن ؛ الحاصل جو حرف پڑھے اور بولے جاتے ہین اگرچہ لکھے نہ جاتے ہون تقطیع مین شمار کیے جائین گے جیسے لفظ طاؤس کاؤس مین دو واو اور اُس کسرے مین جو کھینچ کر پڑھا جائے ایک یاے تحتانی اور ہاے مختفی وغیرہ مین وقت اضافت جانب کلمۂ دیگر ایک ہمزہ متحرک محسوب کرتے ہین اور جو ہمزہ کھینچکر پڑھا جائے وہ بمنزلے ایک حرف مستقل کے گنا جاتا ہے۔

منشی

سُنی شاہ کاؤس نے یہ خبر	کہ ترکون نے کاٹا سیاوش کا سر

تقطیع سُنی شا فعولن ہ کا ود فعولن س نے یے فعولن خبر فعل ؛ کہ ترکو فعولن ن کاٹا فعولن سیاوش فعولن ک سر فعل ؛ لفظ کاؤس مین دو واو شمار کی گئی ہین۔

محمد سعید خان سعید

دیکھا نہین ہے مار کو طاؤس مارتے	گیسو پڑا ہے پیچھے دل داغدار کے

تقطیع دکھا ن مفعول ہی ہ مارفا علات ک طاؤس مفاعیل مارتے فاعلن گیسو پ مفعول ڑا ہ پیچ فاعلات و لے داغ مفاعیل دار کے فاعلن اس شعر مین طاؤس مین دو واو شمار کی گئین اور دل کے لام کے بعد ایک یاے تحتانی اضافہ کی گئی جو کسرۂ اضافت کے کھینچنے سے پیدا ہوئی ہے۔

ذوق

بندھ سکا ہم سے نہ مضمون اس دہان تنگ کا	ہاتھ اپنا فکر مین زیر زنخدان ہی رہا

تقطیع۔ بن سکا ہم فاعلاتن سے ن مضمو فاعلاتن اس دہانے فاعلاتن تنگ کا فاعلن ؛ ہات اپنا فاعلاتن فکر مے زے فاعلاتن رے زنخدا علاتن ہا فاعلن ؛ اس شعر مین لفظ دہان تنگ سو زیر زنخدان مین کسرہ کھینچ کر پڑھا جاتا ہے اور یاے تحتانی شمار کیجاتی ہے ؛ اور زنخدان اور ہا لفظ بندھ سے اور

نون لفظ مضمون اور زنخدان سے خارج کر دیے جاتے ہین۔

ایضاً

طلسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردمان باندھا	کہ ہے اک اک گرہ مین حاصل صد بحر دکان باندھا

تقطیع طلسمے طر مفاعیلن فہ ترآنسو مفاعیلن ن میرے مر مفاعیلن دما با دا مفاعیلن ک ہے اِک اک مفاعیلن گرہ مے حا مفاعیلن صلے صد بح مفاعیلن رکا با دا مفاعیلن اس شعر مین بھی طلسم طرفہ تر اور حاصل صد بحر کے کسرے کے کھینچنے سے یاے تحتانی پیدا ہوتی ہے اور نون اور یاے تحتانی وغیرہ چند حروف گرتے ہین۔

انشا

نالۂ مرغ سحر نے اُسے بیدار کیا	کہین ڈر ہے کہ خفا مجھسے وہ دلدار نہو

تقطیع نالئے مر فاعلاتن غ سحر نے فعلاتن اُس بیدار فعلاتن رکیا فعلن ٭ک ہِ ڈر ہے فعلاتن کہ خفا مجھ فعلاتن سِ وہ دلدا فعلاتن ر نہو فعلن ٭ اس شعر مین لفظ نالۂ مرغ سحر مین ہاے مختفی کے مرغ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ہمزہ پیدا ہوتا ہے اور تقطیع مین وہ ایک حرف علیحدہ شمار کیا جاتا ہے۔

پانچوان شہر بحور کی تشریح مین

جس قدر بحرین دوسرے شہر مین بیان کی گئین اُن مین سے بعض بحرین اشعار عرب سے خصوصیت رکھتی ہین جن مین شعراے عجم نے طبع آزمائی نہین کی اور بعض فارسی شعرون کے ساتھ مخصوص ہین عرب مین مستعمل نہین اور بعض مشترک ہین اور بحور مستعملۂ فارسی مین سے بعض ایسی ہین جن مین متقدمین نے اشعار کہے ہین اور متاخرین نے انکو متروک کیا ہے یا اس طرح پر اُن کا استعمال نہین کرتے ہین یا جو بحر مسدس و مربع استعمال کی جاتی تھی اب اُسکو مثمن کے سوا نہین لاتے غرضکہ ایسے ہی اختلاف واقع ہو گئے ہین اور ان سب بحور مستعملۂ عرب و عجم مین سے بعض ایسی ہین جو ریختہ مین مستعمل ہین اور بعض ایسی ہین جنکو ریختہ والون نے متروک کیا ہے پس یہ کتاب جو عروض و قافیہ ریختہ کی ہے اس مین وہی بحرین اور وہی شکلین بحرون کی بہ تشریح لکھی جائینگی جو ریختہ مین مستعمل ہین اگر ضرورۃً کوئی ایسی بحر لا دینگے جو شعر عربی یا فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے تو اُسکی طرف اشارہ کر دینگے اور اس کتاب مین ہر ایک مقام اور ہر ایک فن مین زبان ریختہ سے بحث

کی جائے گی۔
ناظرین کتاب کو یہ بات اول معلوم ہو چکی ہے کہ بعض بحرین مفرد ہین بعض مرکب بس بیان برادر امور سے قطع نظر کرکے اول بحور مفردہ کا پھر بحور مرکبہ کا حال مع وجہ تسمیہ لکھا جاتا ہے۔

بیان بحور مفردہ

(۱) بحر ہزج

بحر ہزج مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار ہزج بفتح ہا و فتح زاے معجمہ و سکون جیم لغت مین اچھی آواز اور گانے کی آواز کو کہتے ہین چونکہ عرب مین اکثر اسی وزن کے اشعار گائے جاتے ہین اس لیے بحر کا نام ہزج رکھا گیا بحر ہزج کی اصل مسدس ہے مگر شعراے فارس و ریختہ مثمن بھی استعمال مین لائے ہین۔ حدائق البلاغۃ کے ترجمے مین مولوی صہبائی کا یہ قول کہ اصل اس بحر کی آٹھ رکن ہین دو رکن کم کرکے مسدس بھی استعمال کرتے ہین سامحت سے خالی نہین۔ شعراے عرب اس بحر کو مربع بھی استعمال مین لائے ہین مثمن ہونے کی صورت مین سالم اور مزاحف دونون طرح آئی ہے بخلاف مسدس کے کہ اکثر مزاحف آتی ہے سالم نہین آتی اور عروض و ضرب اسکے سالم یا مقصور یا محذوف ہوتے ہین اور رباعی مین اور طرح بھی آتے ہین چنانچہ رباعی کی بحث مین وہ اوزان بیان کیے جائینگے اور صدر اور ابتدا اور حشو مین زحاف بہت آتے ہین اور اُن سے بہت سے وزن حاصل ہوتے ہین۔

ہزج مثمن سالم مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار مثال اسکی

عبدالغنی خان جاوید

خموشی اسلیے دیوانگی مین ہمنے حاصل کی	خدا جانے وہ کیا پوچھے ہمارے منہ سے کیا نکلے

تقطیع خموشی اس مفاعیلن لیے دیوا مفاعیلن نگی مے ہم مفاعیلن ن حاصل کی مفاعیلن ؁ خدا جانے مفاعیلن وکا پوچھے مفاعیلن ہمارے مو مفاعیلن س کا نکلے مفاعیلن ؁

غالب

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے	تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اور عروض و ضرب مفاعیلان مسبغ بھی آتے ہین۔

لمؤلفہ

جو کوئی درد دل میرا اُسے جاکر سُناتا ہے	تو کیا کہتا ہے کچھ وہ بت یہ کیا باتین بناتا ہے

رخِ رنگینِ قمر کو اپنے وہ جس دم دکھاتا ہے	تو حیران ہو کے آئینہ بھی اپنا مُنھ چھپاتا ہے
اگر ہم دل لگی کے واسطے بیٹھیں کہیں جا کر	دلِ وحشی بصد ذلت وہیں ان سے اٹھاتا ہے
یہ حالت ناتوانی نے تیرے بیمار کی کر دی	کہ اک اک گام پر وہ ٹھوکریں لاکھوں ہی کھاتا ہے

اور عروض وضرب مفاعیل ان مسبغ بھی آئے ہیں۔

میر محمد زکی متخلص بہ زکی

برا ہوتا توانی کا رُلایا ہے لہو برسوں	مرے دل میں رہی ہر داغ میں گر آرزو برسوں
حبابِ آسا محیطِ عشق سے جو پار اُترتے ہیں	**امیر** گذر جاتے ہیں پہلے سر سے پیچھے پاؤں دھر سکتے ہیں

ان شعروں میں عروض اور ضرب مفاعیلان ہے۔ محقق طوسی معیار الاشعار میں کہتے ہیں کہ ایسے دو ساکنوں کے واقع ہونے کی وجہ سے مسبغ نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ الف اور نون غنہ دو حرف نہیں بلکہ ایک حرف کے قائم مقام ہیں جیسا کہ درمیان ابیات میں ایسے دو حرف ایک حرف کے حکم میں شمار کیے جاتے ہیں اگر کہا جائے کہ درمیان ابیات میں چونکہ اشباع نہیں ہو سکتا اسلیے وہاں ایسے دو حرف ایک قرار دے لیے جاتے ہیں بخلاف اواخر ابیات کے کہ وہاں اشباع ہوتا ہے پس یہاں مسبغ نہ ماننے کا کیا سبب ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ اواخر ابیات محلِ تسبیغ ہے لیکن دائرے سے خروج لازم آتا ہے اسلیے یہاں بھی دو ساکنوں کو ایک ہی ساکن قرار دینا چاہیے البتہ جزو میں مضائقہ نہیں لیکن خواجہ کا یہ قول نون غنہ میں جاری ہو سکتا ہے حالانکہ متاخرین ساکن زائد غیر غنہ بھی لاتے ہیں اور وہ سوائے تسبیغ کے دوسری تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا مولوی معداللہ نے شرح میں اسی طرح لکھا ہے۔ مثلاً۔

از ولی محمد

وہ چُپ ہے جو نہ ہوتا تھا نہ وار درسن خاموش	اُسی کی چپ سے گویا ہو گئی ہے انجمن خاموش
گرفتاری کا اُسکی تھا یہی کیا وقت ای صیاد	نہ کیوں رہ فصلِ گل میں ہے مرغِ چمن خاموش
خموشی بھی نہ بن جائے گی کیونکر غیرتِ فریاد	غضب ہو اس طرح ہوں خوش نوایانِ چمن خاموش

عروض وضرب دونوں مسبغ ہیں۔

اسمٰعیل خان صبر رامپوری

فلک ظالم بری قسمت جہان دشمن وہ بُت سنگ درد	
بتاؤ تو بھلا پھر کس سے جا کر ہیں کرون فریاد	

عروض وضرب دونوں مسبغ ہیں کبھی ایک مسبغ ہوتا ہے اور دوسرا سالم۔

سید محمد خان رند

گلیم فقر کو کیون ودش پر اہم ڈالتے اے رند	اگر کمبل سے بہتر جانتے کم خواب و شبنم کو
سدا تصویر کی صورت جو حیران رہتے ہو ای رند	کسی آئینہ روے کیا کہین پھر دل لگایا ہے
یگانے زندگی تک ہین عزیز و اقربا اے رند	لحد مین سوئے جیب جا کر نہ رشتہ ہے نہ ناتا ہے

ولی

تہ و بالا ہوا نالون سے آخر عالم بالا	مری تلخی سے آخر ہو گئے شیرین دہن خاموش
اثر فریاد کا ہے صاف ظاہر اُسکی چتون سے	ولی آخر سبب کیا ہین جو ابنائے وطن خاموش

رند کے اشعار مین عروض مسبغ ہین اور ولی کے اشعار مین ضرب مسبغ ہین بلکہ درمیان مصرع مین بھی اتباع جائز ہے۔قاضی یوسف مرگھے یوسف تخلص۔

رسول اللہ کے فرزند علی کے لاڈلے دل بند	ہین زہرا کے جگر پیوند محی الدین جیلانی ؓ

سوائے عروض کے دونون مصرعون کے حشوین بھی فاعلان مسبغ واقع ہے۔
بعض شعرا نے بحر ہزج مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے مثال اسکی۔

ازمعیار البلاغت

چمن مین وہ نگار سبز خط گیسو پریشان راست قد خوش چشم مہ سیما جو اگر جلوہ گر ہووے
بنفشہ جا پڑے سودا مین سنبل پیچ کھائے پابگل شمشاد نرگس زرد و گل چاک جگر ہووے

ہزج مثمن سالم محذوف الآخر یا مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل
دو بار حذف مراد ہے اسقاط سبب آخر رکن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اور قصر مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف اور اسکان ماقبل سے پس مفاعیل مقصور رہا۔محذوف کی مثال۔ ؎

ظفر

بتون پر جان جاتی ہے خدا مارے کہ چھوڑے	انکھین کی طرز بھاتی ہی خدا مارے کہ چھوڑے

تقطیع بتون پر جا مفاعیلن ن جاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چھوڑے فعولن ۲ انکھین کی طرح مفاعیلن ز بھاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چھوڑے فعولن ۲ مثال مقصور کی۔

کہان ہین گرخ یہ بالے کے گہر نزدیک نزدیک	ولہ	ستارے ہین یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک

حنائی ناخن پا زیر سرو قامت یار	پڑے دس پانچ ہین گلبرگ تر نزدیک نزدیک

دونون بیتون مین عروض وضرب مقصور یعنی مفاعیل کے وزن پر ہین باقی بدستور ہے اور اجتماع دونون کا ایک غزل مین جائز ہے جیساکہ۔

ولہ

بجز بزم بتان دشمن دین ودل وجان	کوئی صحبت نہین بھاتی خدایا کر چھوڑے

عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف باقی بدستور مگر محقق طوسی کی رائے کے مطابق عروض بھی محذوف ہے۔

ہزج مثمن ابتر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فع دو بار جیسے

نہ چل شوخی سے کر اے دل خرام آہستہ	نکلتا ہے یہان نادان کام آہستہ
سبک روحون کی ہے ایدل تبع کرنا	صبا کو دیکھ کیا رکھتی ہے گام آہستہ

تقطیع نہ چل شوخی مفاعیلن سے کر ایدل مفاعیلن خرام آہس مفاعیلن تہ فع الخ لفظ فع ابتر ہے۔

ہزج مثمن مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار قبض مراد ہے اسقاط حرف پنجم سے جو ساکن ہو پس مفاعیلن سے مفاعلن مقبوض رہا مثال اسکی یہ شعر بہادر سنگھ کام بدیوانی کا۔ ع

یہ تھوڑی تھوڑی مے ندے کلائی موڑ توڑ کر	بھلا ہو تیرا ساقیا پلادے خم نچوڑ کر

تقطیع یہ توڑ تو مفاعلن ڑے مے ندے مفاعلن کلا ئی مو مفاعلن ڑ موڑ کر مفاعلن ؎ بھلا ہو تے مفاعلن رساقیا مفاعلن پلادخم مفاعلن نچوڑکر مفاعلن **فائدہ** مفاعلن مفاعیلن سے بسبب قبض کے حاصل ہوا ہے اور مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے مفاعلن بنتا ہے جیساکہ اوپر زحافون کے بیان مین معلوم ہوا ہو گا پس رجز مخبون اور ہزج مقبوض دونون کا ایک وزن ہوا لیکن اس وزن کو بحر ہزج مین شمار کرنا زیادہ مناسب ہے اسلیے کہ یہ رکن مفاعلن مفاعیلن سے بہ آسانی پیدا ہوتا ہے بہ نسبت مستفعلن کے کیونکہ اس مین صرف حرف یا ساقط کیا گیا ہے اور اس مین حرف سین گراکر مستفعلن کو مفاعلن سے بدلا ہے۔

ہزج مثمن مقبوض سالم مفاعلن مفاعیلن مفاعلن مفاعیلن دو بار مثال اس کی یہ اشعار غالب کے۔

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے	کہ اپنے سایے سے سر پانون سے ہے دو قدم آگے
قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادۂ الفت	فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے
قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہین غالب	ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

تقطیع عجب نشا مفاعلن ط سے جلا مفاعیلن د کے چلے مفاعلن ہم آگے مفاعیلن کہ اپ ن سا مفاعلن یے سے سر پا مفاعیلن د سے ہ دو مفاعلن قدم آگے مفاعیلن قضا نے تا مفاعلن مجھے چاہا مفاعیلن خراب با مفاعلن دے الفت مفاعیلن فقط خرا مفاعلن ب لکھا بس مفاعیلن ن چل سکا مفاعلن قلم آگے مفاعیلن قسم جنا مفاعلن زیے آنے مفاعیلن کی مے رکا مفاعلن ت ہے غالب مفاعیلن ہمے شہ کا مفاعلن ت تے جو مے مفاعیلن ری جان کی مفاعلن قسم آگے مفاعیلن۔ اسکی تقطیع بحر مجتث مثمن مخبون مین بھی ہو سکتی ہے
ہزج مثمن اشتر فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دو بار اشتر مراد ہے اجتماع خرم و قبض سے یعنی حرف اول وتد مجموع و حرف پنجم ساکن کو گرانا بس مفاعیلن سے فاعلن اشتر بنالیا۔

الشا

برق شعلہ زن چمکی ابر بھی خروشان ہے	گرم اس گھڑی ساقی بزم درد نوشان ہے

تقطیع برق شع فاعلن ل زن چمکی مفاعیلن ابر بی فاعلن خروشا ہے مفاعیلن ٭ گرم اس فاعلن گڑی ساقی مفاعیلن بزم در فاعلن د نوشا ہے مفاعیلن۔

ہادی

کیا مضائقہ اس مین ہم بھی گر ہوے رسوا	شوق تھا بڑا تمکو اپنی خود نمائی کا

غالب

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا	درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا

دلہ

ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیان اپنا	بنگیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا

نگار

فتنہ خود قیامت تھا ان کیون بڑھائی ہے	اور ساتھ محشر کے اِک بلا لگائی ہے

ان سب اشعار مین صدر و ابتدا اشتر ہے اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رکن اشتر ایک سالم ہے اور عروض یا ضرب مسبغ بھی آتے ہین جیسے حیا کے شعر مین سے

بتکدے سے ہم اُٹھکر اُلٹے پاؤن گھر آئے	اپنے نقش پا کو تھا سجدہ ہر قدم کے بعد

تقطیع بتکدے س اُٹ کر فاعلن مفاعیلن اُلٹ پا ؤ گرآیے فاعلن مفاعیلن ؛ اپن نقش پا کُ تا فاعلن مفاعیلن سجدہ ہر قدم کے بعد فاعلن مفاعیلان ؛ صدر و ابتدا اشتر ہے اور حشوین بھی ایک ایک رُکن اشتر ہے اور ایک ایک سالم اور عروض بھی سالم مگر ضرب مسبغ واقع ہوئی ہے اسی وزن مین ہے یہ شعر منعم کا ؎

وان اشارہ کا ابرو مطلع ہلالی ہے	ہے یہ آہ کا مصرع مقطع خفانی یان

ہزج مثمن اخرب مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن دوبار خرب مراد ہے اجتماع خرم و کف سے یعنے بسبب خرم کے حرف اول اور بسبب کف کے حرف ہفتم گرایا تو مفاعیلن سے فاعیل اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال۔

مغل

خورشید جو نکلا ہی اسوقت یہ لرزان ہو	کو ٹھے پہ کھڑا شاید وہ ماہ لقا ہوگا

تقطیع۔ خورشید مفعول جُ نکلا ہے مفاعیلن اس وقت مفعول ی لرزا ہو مفاعیلن ؛ کوٹھے پ مفعول کڑا شاید مفاعیلن وہ ماہ مفعول لقا ہوگا مفاعیلن ؛ صدر و ابتدا اخرب ہے اور عروض و ضرب سالم اور ایک رُکن حشو کا بھی اخرب ہے اور ایک سالم۔

عبدالرسول نثار

جب حرف محبت کے باہم سے گئے گذرے	ہم تم سے گئے گذرے تم ہمسے گئے گذرے

اور عروض و ضرب مسبغ بھی لانا درست ہے جیسے سودا کے اشعار مین ؎

مت پوچھ کہ کس شیخ پر سے قرض پیے ہین بند	اک شیخ نمو ہے کی دستار نظر مین ہے
سینے سے کھینچے کیونکر عاشق کے خدنگ عشق	جز داغ کہین اُس کا سوفار نظر مین ہے

میر محمدی بیدار

بے طرح لگھا ادھر کو وہ مست شراب سن	کھنچے ہوے آتا ہے تلوار خدا حافظ
یون مہر سے فرمایا اس ماہ نے وقت صبح	ہم جاتے ہین اب تیرا بیدار خدا حافظ

چارون شعرون مین عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم۔ اس وزن مین درمیان مصرع مین مفاعیلن کی جگہ مفاعیلان سکون نون کے ساتھ آسکتا ہے لیکن مصرع زبان پر کھٹکتا ہے اور اسکو سکتہ کہتے ہین یہی قبیل سے ہے بابو غلام محمد طور کی ایک نظم۔ ؎

معبود تجھے جب اصنام مفقود تھا حق کا نام	اسدم علم اسلام تجھ سے ہوا اونچا ہے

تقطیع معبود مفعول ت جب اصنام مفاعیلان مفقود مفعول ت حق کا نام مفاعیلان ؛ اسدم مفعول لم اسلام مفاعیلان تجھ سے ہ مفعول واونچا ہے مفاعیلن ۔

ہزج مثمن اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن دو بار خرب مراد ہے اجتماع خرم وکف سے یعنے حرف اول و حرف ہفتم کو گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل اخرب ہوا اسکو مفعول مضموم اللام سے بدل لیا اور کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سے پس مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف رہا یہ وزن ریختہ مین مروج نہین بہر صورت مثال یہ ہے۔ ؎

تا عکس رخ یار کو سینے مین رکھے اپنے ہے دل ہن اڑانے کی مرے پر زے گریبان کو	آئینے کو اس واسطے سیماب سے ربط ہیگا ؛ ہمدم تجھے کیا فکر رفو ساز کا خبط ہیگا ؛

صدر وابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض وضرب سالم ہین تقطیع تا عکس مفعول رخ یار مفاعیل کُ سینے م مفاعیل ر کے اپنے مفاعیلن ؛ آئین مفعول کُ اس واس مفاعیل طے سیماب مفاعیل س ربطیگا مفاعیلن ان شعرون مین ہیگا کی ہا بھی ساقط ہوتی ہے۔ ؎

اپنے تو تجھے زخم کا ہرگز نہین خطرہ ہے	پر ڈر ہے کمین تیرے نہ پیکان کے ٹکڑے ہون

اس شعر مین ضرب مفاعیلان مسبغ ہے اور عروض بدستور ہے۔

ہزج مثمن مکفوف محذوف الآخر مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہوا اور حذف کہتے ہین اسقاط سبب خفیف کو آخر رکن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال

	طالب	

تپ ہجر سے اے یار دل زار جلا ہے	ذرا دیکھ دل زار نیا باغ کھلا ہے

تقطیع تپے ہجر مفاعیل س اے یار مفاعیل دے زار مفاعیل جلا ہے فعولن ۔ اگر اس وزن مین ایک مصرع اخرب مکفوف مقصور یا محذوف ہو تو شعر ناموزون نہو گا۔ جیسے۔ ؎

احباب تو یون کہتے ہین کچھ چیز تو کھالو	مگر خون جگر جسکی غذا اسکی غذا کیا

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن ۔ ؎

یہ دم لیتا ہے ادبر کے کہا ہنسکے اگرچہ	ہستی سے ہوئے راہ عدم دیکھیے کس وقت

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل۔

ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل دو بار خرب سے مراد ہے اجتماع خرم و کف کا یعنی حرف اول و ہفتم کو گرا کر مفاعیلن سے مفاعیل اخرب بنا اُسے مفعول سے بدل لیا اور کف سے مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہوا قصر سے مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف سے جو آخر رکن میں ہو اور ساکن کرنے اُسکے ماقبل سے پس مفاعیل سے مفاعیل بسکون لام مقصور رہا مثال۔

عشقی

تو جسکو کمر سمجھا ہے شیشے میں وہی بال	آئینے میں چھالا ہے نہیں ای گل تر ناف

تقطیع۔ تو جسکو مفعول کمر سمج مفاعیل ہ شیشے م مفاعیل وہی بال مفاعیل۔

ناسخ

تیرے لب جان بخش ہوے پان سے جب سرخ	عالم نے کہا چشمۂ حیوان میں لگی آگ

آتش

اُس رشک مسیحا کا جو کرتا ہے کوئی ذکر	ہوتا ہے مرا صورت بیمار عجب وہ

ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن دو بار

میر درد

مقدور ہمین کب ترے وصفون کے رقم کا	حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

نواب محبت خان

جسکو تری آنکھون سے سروکار رہے گا	بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہے گا

لمولفه

کیون کرتے ہو چشم بت عیار کا چرچا	بیمار سے اچھا نہیں بیمار کا چرچا

وله

طوطے کی طرح آنکھ بدل جاتا ہے سب سے	یہ گنبد دوار نہیں یار کسی کا

وله

ای چارہ گرد کرتے ہو تدبیر دوا کیا	باقی تن رنجور مین اب میر رہا کیا

اگر عروض و ضرب مختلف ہون یعنی ایک مقصور دوسرا محذوف تو شعر ناموزون نہوگا جیسے اس شعر مین

قائم

بجائے نہ گھر سے کہیں باہر تپش دل		بھاتا ہو مجھے آمد میں کوئی اُسکی کہ ناگاہ

صدر و ابتدا اخرب ہے ہی اور حشو مکفوف ہے اور عروض مقصور اور ضرب محذوف۔

انشا

جاتا ہے تو جا تو ہی طواف حرم اچھا		ہم معتکف خلوت بتخانہ ہین اے شیخ
پھر دے چلے کل کی طرح سے مجھکو دم اچھا		کیکر گئے آتا ہون کوئی دم مین مین تم پاس

اگر حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب یعنی مفاعیل مفاعیل کی جگہ مفاعیلن مفعول آجائے تو درست ہے مثال۔

لمؤلفہ

مین آپ ہی مجنون ہون مین آپ ہی لیلا		شیدا نہین ہوتا ہون کسی بت پہ اسی سے

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعولن تقطیع یون ہے مے آپ مفعول ہ مجنو ہو مفاعیلن مے آپ مفعول ہ لیلا فعولن صدر و ابتدا اخرب اور عروض و ضرب محذوف اور مصرع اول کا حشو مکفوف اور مصرع ثانی کے حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب ہے۔

ہزج مثمن اخرب مقبوض ازل مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع دو بار فاع رکن مفاعیلن مین اجتماع خرم و ہتم سے حاصل ہوتا ہے اسکو اصطلاح مین ازل کہتے ہین مثال اسکی سید غضنفر علی خان حکیم پسر سید مظفر علی خان اسیر کہتے ہین۔ ے

ہر دل کو حکیم یہ سخن ہے مقبول		کیا خوب چھپا ہے واسطی کا دیوان

تقطیع کا خوب مفعول چپاہ واسفاعلن سطی کا دی مفاعیلن و ان فاع ÷ ہر دل ک مفعول حکیم یے مفاعلن سخن ہے مق مفاعیلن بول فاع ÷

ہزج مثمن اخرم اشتر مکفوف مجبوب مفعولن فاعلن مفاعیل فعل دو بار مفعولن اخرم ہے اور فاعلن اشتر ہی اور مفاعیل بضم لام مکفوف اور فعل بفتح عین و سکون لام مجبوب ہے۔

ہزج مثمن اخرب اہتم۔ مفعول مفاعیلن مفعول فعول دو بار مفعول اخرب ہے اور فعول اہتم۔ مثال ہر دو وزن

حکیم

تاریخ چھپا دیوان فضل رسول		پوچھا جو قیمت مجھسے ہاتف نے کہی

مصرع اول کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعُلُ اور مصرع دوم کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیلن فعول فعول تقطیع ہر دو مصرع پوچھا جس مفعولن وقت مج فاعلن س ہاتف ن مفاعیل کبی فعل تاریخ مفعول پیا دیوا مفاعیلن نے فضل مفعول رسول فعول۔

ہزج مُسَدّس سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار مثال اسکی یہ ہے۔

مؤلفہ

کیا کیون زلف کو قربان گھڑے پر وہ اُلٹی لگ گئے ہمسے قسم لینے	بلائین گر صنم لیتے تو ہم لیتے جو سچ پوچھو قسم لیتے تو ہم لیتے

تقطیع۔ کیا کو زل مفاعیلن ف کو قربا مفاعیلن ن گھڑے پر مفاعیلن الخ۔

ہزج مسدس مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار قبض سے مزاحف ہے اسقاط حرف ساکن ساکن پنجم پس مفاعیلن سے مفاعلن رہ گیا مثال اسکی۔

طالب

روانہ میرے گھر سے جب ہوا صنم	ہوا ستم ہوا ستم ہوا ستم

تقطیع روان ے مفاعلن رگر س جب مفاعلن ہوا صنم مفاعلن۔

مؤلفہ

کہو تو یہ شب کو تم رہے کہان	سحر تلک پڑا رہا مین نیم جان

ہزج مسدس مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل دو بار مثال۔

میر ممنون

نہین دیتی دکھائی صورت زیست	غضب صورت ہون آیا دیکھ کر آج

عروض و ضرب مقصور ہین باقی ارکان سالم تقطیع نہی دیتی مفاعیلن دکھائی صو مفاعیلن رتِ زیست مفاعیل اسی وزن مین ہے یہ شعر آتش کا۔

محبت کوڑیون کے ہو اگر مول	بنی آدم نہ لے یہ درد سر مول

ہزج مسدس محذوف الآخر مفاعیلن مفاعیلن فعولن دو بار مثال۔

ذوق

مقدر ہی یہ گر سود و زیان ہے کہے کیا ہاے زخم دل ہمارا	تو ہم نے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا دہن پایا لب گویا نہ پایا

لمؤلفہ

عبث سامان ہے غافل برس کا
بھروسا ہے نہین یان اک نفس کا

ہوس باقی نہی دل مین نہ کوئی
مگر اک نام باقی ہے ہوس کا

خیال دل ہی آخر ہم نے چھوڑا
کر یہ ظالم نہین ہے اپنے بس کا

سب شعرون مین عروض ضرب محذوف ہے یعنی مفاعیلن سے سبب خفیف گرادیا مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اگر عروض ضرب مین ایک جگہ مفاعیل مقصور دوسری جگہ فعولن محذوف لایا جائے تو ہوسکتا ہے مثال اسکی۔

صدق

بدقت اشک اب نکلے ہے شاید
ہوا آنکھون مین ہے لخت جگر بند

ہزج مسدس اخرب مقبوض مسبغ مفعول مفاعلن مفاعیلان دوبار مفاعیلن لسبب خرب کے مفعول اخرب حاصل ہوا اور بسبب قبض کے مفاعیلن سے مفاعلن اور تسبیغ سے مراد ہی آخر سبب خفیف مین ایک الف بڑھجانے سے پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہوا۔

مولوی صہبائی

کہتا ہے کہ اب نہ کھینچ تو آہین
ہین دل سے ترے تو ہم تلک راہین

تقطیع کہتا ہ مفعول ک اب ن کے مفاعلن چ تو آہین مفاعیلان الخ اس وزن مین زحاف بھی بدل جاتے ہین یعنے صدر و ابتدا و حشو و عروض و ضرب مین باہم کچھ فرق بھی ہوجاتا ہے جیسے اس شعر مین مولوی صہبائی کے۔

بیٹھا وہ رقیب کے جو پہلو مین
اُٹھا یہ درد دل کہ کھینچی آہ

تقطیع بیٹھا و مفعول رقیب کے مفاعلن ج پہلو مین مفاعیلان اُٹھا یہ مفعولن درد دل کہ فاعلن کھینچی آہ مفاعیلان صدر اخرب اور ابتدا اخرم اور عروض و ضرب مسبغ واقع ہوے ہین اور پہلے مصرع کا حشو مقبوض اور دوسرے کا حشو اشتر۔

ہوس

جی مین ہے کسی کو منہ نہ دکھلاؤن
مفعول مفاعلن مفاعیلان

اک کھینچ کے آہ سرد مرجاؤن
مفعول مفاعلن مفاعیلان

اگر نون غنہ کو اعتبار نہ کرین تو بجاے مفاعیلان مسبغ مفاعیلن سالم کہہ سکتے ہین مسبغ کی

مثال بے خلاف یہ ہے ؎

کیا کیا نہیں مجھ پہ کر چکے بیداد	اللہ سے ہے بتو مجھے فریاد

تقطیع ۔ کا کان مفعول ہ مج پ کر مفاعلن چکے بیداد مفاعیلان الخ۔

ہزج مسدس اخرب مقبوض ۔ مفعول مفاعلن مفاعلن دو بار مثال ؎

گل پھولے جو تھے چمن کے جھڑ گئے	وہ نقش و نگار سب بگڑ گئے ؛

تقطیع گل پھو ل مفعول ج تھے چمن مفاعلن ک جھڑ گئے مفاعلن ؛ وہ نقش مفعول نگار سب مفاعلن بگڑ گئے مفاعلن اگر اس شعر میں جھڑ گئے اور بگڑ گئے میں ہمزۂ مکسور کو ساقط کر کے صرف کاف فارسی کو مفتوح اور یائے تحتانی کو ساکن پڑھیں تو یہ وزن ہو جائے مفعول مفاعلن فعولن یہ شعر ہوس نے مثنوی لیلی مجنون میں اسی وزن میں لکھا ہے اور وقت و تکلف سے خالی نہیں اور ہمنے جس وزن کی مثال میں وارد کیا ہے وہ بے تکلف ہے ۔

ہزج مسدس اخرب سالم الآخر ۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن دو بار مثال ؎

کہتے ہیں کہ وہ نگار آتا ہے	کیا فائدہ جی ہی تن سے جاتا ہے

تقطیع کہتے ہ مفعول وہ نگا مفاعلن ر آتا ہے مفاعیلن ؛ کا فا مفعول ء جی ہ تن مفاعلن س جاتا ہے مفاعیلن اور اس وزن میں عروض و ضرب مسبغ اور سالم جمع کرنا بھی جائز ہے۔

ہزج مسدس اخرب مکفوف مقصور ۔ مفعول مفاعیل مفاعیل دو بار ؎

جب تک ہے جہان میں گل و گلزار	یا رب رہے وہ گوشۂ دستار

تقطیع ۔ جب تک ہ مفعول جہان مے گ مفاعیل ل گلزار مفاعیل ؛ یا رب ر مفعول ہ وہ گوش مفاعیل ء دستار مفاعیل ؛

مثال دیگر

حاصل نہوا یار کا پابوس	افسوس صد افسوس صد افسوس
منھ زرد ہے کلے بھی ہوئے خشک	بیماری تپ فرقت نے لیا چوس

ہزج مسدس اخرب مقبوض ۔ محذوف الآخر مفعول مفاعلن فعولن دو بار مثال ۔

کیا پوچھے ہے حال بلبلون کا	محمد شاکر	جو آنپہ گذرتی ہے گذر لے
گل چین تجھے کیا تری بلا سے		گل توڑ کے تو تو گود بھر لے

مولوی محمد حسن کاکوروی

بیضاوی صحیح کا بیان ہے | تفسیر کتاب آسمان ہے

تقطیع بیضاوِ مفعول ہے صحیح کا مفاعلن بیان ہے فعولن ؛ تفسیر مفعول کتاب ا مفاعلن سمان ہے فعولن

لمولفہٗ

اے خانہ خراب یہ خرابی
یکساں نہیں دور چرخ ایدل

دیکھ آپ کو لے دل اور سنبھل کچھ
خوش باش کہ آج کچھ ہے کل کچھ

ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور الآخر مفعول مفاعلن مفاعیل دوبار مثال

مولوی محمد حسن

انوار بیاض مطلع صاف | والفجر کے حاشیہ پہ کشاف

ہیبت قلی خان حسرت

فرہاد سے ہمسری کرے کون | سرکس کا پھرا ہے یوں مرے کون

ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف الآخر مفعولن فاعلن فعولن دوبار خرم سے مراد ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور شتر و حذف کا حال او معلوم ہو چکا ہے فاعلن اشتر اور فعولن محذوف ہے۔

نعیم

کاٹا دن تو تڑپ تڑپ کر | آفت کی رات سر پر آئی

تقطیع کاٹا دن مفعولن تو تڑپ فاعلن تڑپ کر فعولن ؛ آفت کی فعولن رات سر فاعلن پر آ ئی فعولن۔

انشا

گویا خرطوم اژدہا تھی | صورت دیوار قہقہا تھی

ترانۂ شوق

صبح کاذب کو دن نہ جانو | ٹٹی دھوکے کی ہے یہ مانو

ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور الآخر مفعولن فاعلن مفاعیل دو بار۔

انشا

جنجل پیاری تھی مادہ فیل ایک | جس پر ہو جائیں غش بد و نیک

تقطیع جنجل پا مفعولن ریت ما فاعلن د فیلیک مفاعیل ؛ جس پر ہو مفعولن جائے غش فاعلن

بروزن یک مفاعیل **فائدہ** یہ چارون وزن یعنی مسدس اخرب مقبوض محذوف اور مسدس اخرب مقبوض مقصور اور مسدس اخرم اشتر محذوف اور مسدس اخرم اشتر مقصور ایک ہی شمار کیے جاتے ہین اور انکو شاعر ایک غزل مین جمع کرے تو جائز ہے ۔ **ناظم** ۔

پڑھتا ہے شراب پی کے لاحول	ناظم رندون مین پارسا ہے

مصرع اول ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف ۔

انشا

خاطر مستون کی جس سے ہو جمع	روشن وہ کرے مرادی کی شمع

پہلا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور ۔

احسن کاکوروی

تجھ سے دشمن کو دوست جانا	دل نے مرے ساتھ دشمنی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعول مفاعلن فعولن
خالِ ابرو نے مار ڈالا	کعبے والون نے رہزنی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن
جی بھی نکلا تو وائے حسرت	نکلی حسرت نہ اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن
احسن کیون چپ ہو کسی ہی بات	کچھ ہم سے کہو تو اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعول مفاعلن فعولن

اوزان مذکورہ بالا کا کلیہ یہ ہے کہ اگر صدر وابتدا اخرب (مفعول) آوے تو حشو مقبوض (مفاعلن) آوے گا اور اگر اخرم (مفعولن) آوے تو حشو اشتر (فاعلن) آویگا اور عروض وضرب محذوف یا مقصور اسی اختلاف کو کہ زحاف مین واقع ہوتا ہے عوام سکتہ کہتے ہین ۔

ہزج مسدس اشتر محذوف الآخر فاعلن فاعلن فعولن دوبار مثال ۔ ع

آج ہے یار سے جدائی	پھر بلا سر پر اپنے آئی

تقطیع ۔ آج ہے فاعلن یار سے فاعلن جدائی فعولن ۔ پھر بلا فاعلن سر پہ ا پ فاعلن ن آئی فعولن ۔ صدر وابتدا اور حشو اشتر ہے اور عروض وضرب محذوف ۔

ہزج مسدس اشتر مقصور الآخر فاعلن فاعلن مفاعیل دوبار مثال ۔ ع

جسکو پیکر سنواروں اک بزم	بادہ ایسا کہ ہو اُکو العزم
جس سے شرمائے نافۂ مشک	جس پہ للچائے زاہد خشک

صدر وابتدا اور حشو اشتر ہے اور عروض وضرب مقصور **فائدہ** عروض وضرب مین ایک ہی بیت مین یا کئی اشعار مین بمقابلے فعولن کے مفاعیل بھی آسکتا ہے۔

ہزج مربع سالم مفاعیلن مفاعیلن دوبار اس وزن پر نہایت موثر مضمون کا ایک بھجن ہندی زبان مین دیکھا گیا ہے اُس مین سے دو شعر ہم یہان پر درج کرتے ہین۔ ؎

عجب سُدھ بدھ بساری ہے	سجن جگنے کی باری ہے
سجن من بول بھاری ہے	بھجن بن کام جاتا ہے

فرمان علی سوجان پوری

دکھائی دے گیا ہر جا	ہلال عید جان افزا

جہان مین غلغلہ اُٹھا
کہ روز عید ہست امروز

نہین پھولے سماتے ہین	جوان و پیر گاتے ہین

نقاب غم اُٹھاتے ہین
کہ روز عید ہست امروز

اس مربع مین گرہ کے شعر کے آخر مین مفاعیلان واقع ہے ایک اخبار مین ایسا ہی لکھا دیکھا ہے

ہزج مربع مقبوض مفاعلن مفاعلن دوبار مثال۔

لمؤلفہٗ

وہ بے وفا گیا کدھر	دل و جگر کو چھین کر
اُسے ذرا نہین خبر	ہمارے حال زار سے

تقطیع دلوجگر مفاعلن کچھین کر مفاعلن وُبے وفا مفاعلن گیا کدر مفاعلن۔

ہزج مربع اخرب مفعول مفاعیلن دوبار محمد حسین آزاد کی یہ نظم غیر مقفے اسی وزن پر ہے ؎

گر غور سے دیکھو تم	ہنگامۂ ہستی کو
صنعت کے تلاطم مین	ہر خشک و تر عالم

ہزج مربع اخرب مقصور محذوف مفعول مفاعیل یا فعولن دوبار گلشن پرشاد شاد

کہتے ہین ۔ سہ

آیا ہون وطن سے — ناشاد دکن سے
ہان آہ خبردار — نکلے نہ دہن سے
برخاست ہوئی شمع — دنیا کی لگن سے
آنسو ہین کہ موتی — آئے ہین عدن سے
مُردے کو سروکار — ہے گور و کفن سے
لیکر مرے دل کو — رکھیے گا جتن سے

فرزند کا غم آہ — لایا ہے وطن سے
بُلبل گئی اُڑ کر — افسوس چمن سے
ہے مجھکو شکایت — اس چرخ کہن سے
اس عشق کو پوچھو — تل اور دہن سے
منصور کو ہے کام — ہان دار و رسن سے
واقف ہے تو اے شاد — کیا شعر کے فن سے

(۲) بحر رمل

بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار رمل بفتح راے مہملہ و فتح میم و سکون لام لغت مین دوڑنے اور بوریہ چلنے کے معنے مین ہے چونکہ یہ بحر جلدی اور سرعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اسلیے اس کو رمل کہتے ہین بعض نے وجہ تسمیہ اسکی یہ لکھی ہے کہ رمل لغت مین بوریا بننے کو کہتے ہین چونکہ اس بحر کے رکن مین دو سبب کے درمیان مین وتد ہے اور سو تدری کو کہتے ہین تو گویا سبب کو وتد سے بن دیا ہے اور اس تقدیر پر میم کے سکون سے ہونا چاہیے مگر مشہور میم کے فتح سے ہی چنانچہ سید انشا کہتے ہین ۔ سہ

گر تو مشاعرے مین صبا آج کل چلے — کہیو عظیم سے کہ ذرا وہ سنبھل چلے
اتنا بھی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے — پڑھنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے
بحر رجز مین ڈال کے بحر رمل چلے

اس بحر کو شعراے عرب نے مثمن استعمال نہین کیا ہے اور فصحاے عجم و ریختہ نے مثمن اور مسدس دونون طرح استعمال کیا ہے اور عروض و ضرب اس بحر کے اشعار اُردو مین سالم نہین آتے اسلیے کہ اُن کے سالم ہونے سے شعر بے لطف ہوجاتا ہے ۔ غرائب الجمل کا یہ مصرع اسی وزن مین ہے سہ نونہال گلشن شاہی گرامی ہین یہ دونون + تقطیع نونہالے فاعلاتن گلشن شا فاعلاتن ہی گرامی فاعلاتن ہین یہ دونون فاعلاتن ۔

دیگر

تاب برآتا نہین مطلق دل بیتاب جواب — پیچ کیا کھانے لگین زلفین تمھاری انزنون مین
خانہ جنگی کی تری شہرت بھی ہے اس قدر — شہر کے بھی پاس وحشت سے ہے شمشیر طلائی

دی بیابان غم نے میرے کوہ کو یان تک گداز	آخرش سن سن کے رشک آبگینہ ہوگیا
تیرے دیوانے کی خاطر زلف کی زنجیر سے اب	اے پری جوش جنون مین کچھ تو زیور چاہیے ہے

اسلیے اکثر محذوف یا مقصور یا مقطوع یا مشعث یا مسبغ لاتے ہین اور اس مین یہ زحاف آتے ہین۔ خبن۔ کف۔ شکل۔ حذف۔ قصر۔ تشعیث۔ تسبیغ۔ ربع۔ جحف۔

رمل مثمن محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دو بار بسبب حذف کے فاعلاتن سے سبب خفیف آخر کا گر کر فاعلن سے بدل لیا گیا۔

مولوی شاہ محمد طالب

چیرے سینے کو تشق کیجے دل دلگیر کو	یہ ہی دو جاگہ ہے اور کیا لکھا گیا مین تیر کو

تقطیع چیرے سی فاعلاتن نے کُشتق کی فاعلاتن جے دلے دل فاعلاتن گیر کو فاعلن ؛ یے ہ دو جا فاعلاتن گاہ اَرکا فاعلاتن لکا گیا مین فاعلاتن تیر کو فاعلن ؛

جرأت

کیا غضب ہے اُسکی تو مرضی ہے اُسکو ٹال دو	اور مین کہتا ہون کوئی پانؤن اُسکے ڈال دو

قلندرا

قصد خونریزی کا گر دلمین ترے ایجان ہے	تیغ کرے تیز کچھ مشکل نہین آسان ہے

ذوق

حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے	قصہ پہونچایا زبان دار تک منصور کا

لمؤلفہ

کردیا زندہ ہمین ٹھوکر لگا کر ناز سے	بعد مرنے کے دکھایا معجزہ رفتار کا

ولہ

عالم مستی مین ہم جو بوسہ بازی کر گئے	واقعی اُس وقت وہ بندہ نوازی کر گئے

ولہ

اگرچہ ہے مطلوب ہے جان حزین کے واسطے	منت منع کھینچے کیون ساتگین کے واسطے

رمل مثمن مقصور فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات دو بار بسبب قصر کے فاعلاتن کا ساکن ہفتم گر کر اور اسکا ماقبل ساکن ہوکر فاعلات رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال۔

قدرت

مجرم پر تیری محبت کے ہمیں کرتے ہیں قتل	حفظ جان کے واسطے گر کیجیے انکار حیف

امانت

نقش پا سے ہے خجل حسن و جمال آفتاب	یار کے منھ پر چڑھے کب ہی مجال آفتاب

لمؤلفہ

کوئی تو میخوار یاں ڈوبا ہے ای دریای حسن	چھوڑتے ہیں سر جو اپنا جام معکوس حباب

اور وزن محذوف کو مقصور کے ساتھ جمع بھی کر سکتے ہیں مثال۔

اقبال

اس چمن میں مرغ دل گائے نہ آزادی کا گیت	آہ یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لیے

رجب علی سرور

یا تو ہم پھرتے تھے اُن میں یا ہوا یہ انقلاب	پھرتے ہیں آنکھوں میں ہر دم کوچہائے لکھنؤ

لمؤلفہ

شب بسر کرنے لگے اختر شماری میں مدام	عقد پروین کو سمجھ کر خوشۂ انگور ہم
اسقدر اجلاف سے ہی گردش ایام ساز	خان دوران زمان ہر اک کمینہ ہو گیا

سب شعروں میں عروض مقصور اور ضرب محذوف ہے اور اُسکے بالعکس کی مثال یہ ہے۔

ناسخ

دشمنی کرتا ہے جس سے ہو امید دوستی	روشنی کی جا جلاتی ہے مرا کاشانہ شمع
بیٹھنے دیکھا نہیں ہرگز کسی نے ایک دم	گنتی ہے اس بزم کو ایسا مسافر خانہ شمع

امیر مینائی

کہدو رضوان سے یہی خجل بھول سبزہ واں بھی ہے	اور کیا جنت میں رکھا ہے جو دکھلائینگے آپ

یار محمد خان شوکت

سیر جنت خوب جب رضوان مجھے دکھلا چکا	بے تامل منھ سے نکلا ہائے کُلفت کو سے دوست

حضرت ظفر علیہ الرحمۃ نے بحر رمل کو مشتر بھی استعمال کیا ہے یہ اُنکا کلام ہے۔ ؎

ہو گئے خاک اپنا مٹا دینا جسے منظور ہو وہ خاکسار	خاک رہ ہو خاک پا ہو یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور کچھ نہ ہو

بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دو بار عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف۔

رمل مثمن مخبون فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن دوبار بسبب خبن کے حرف دوم ساکن
سبب خفیف کا گر کر بجاے فاعلاتن فعلاتن رہگیا اگرچہ یہ وزن بحر کامل مقطوع سے مشتبہ ہے اسلیے کہ اسکا
رکن قطع کے بعد متفاعل رہتا ہے جسکو فعلاتن سے بدل لیتے ہین مگر اس وزن کا رمل مین شمار کرنا
بہتر ہے کیونکہ رمل مین فعلاتن بدل کر نہین آتا ہے مثال ظفر کے مخمس کا بند حکیم سنائی کی غزل
فارسی پر۔

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی	ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستار ہے سب واقف اسرار نہانی	ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی

ہمہ را رزق رسانی کہ تو موجود عطائی

تقطیع گُن اُو جر فعلاتن م پ بی کر فعلاتن ت ت ہ تو رز فعلاتن ق رسانی فعلاتن اور عروض و
ضرب مین فعلاتن کے عوض فعلیان مسبغ بھی درست ہے۔

ولہ

ظفر اسوقت مین خاموش ہو کیا غنچہ کی مانند	کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اُسے چند
کرے توصیف مین کسطرح تری اپنی زبان بند	لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند

مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

اور رکن اول سالم بھی آتا ہے اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ارکان شش حرفی ارکان اصلی
دائرے مین نہین ہین بلکہ سباعی کی فرع ہین اسلیے کہ جب اکثر ارکان سداسی پاے گئے اور ایک سباعی اور
سباعی سے زحاف خبن کی وجہ سے سداسی بنتے ہین تو معلوم ہوا کہ ارکان سداسی دائرے مین دراصل
سباعی ہین پس جن عروضیون نے رمل سالم اور رمل مخبون کو علیحدہ علیحدہ بحر قرار دیا ہے یہ انکی راے
تحقیق کے خلاف ہے۔ مثال۔

مین شہید اُس لب لعلین کا ہون ہمدم مرے خوں سے	سنگریزون مین بھی ہو لعل بدخشان کی سی رونق
ہمسا جانا بھی ہر کوئی بشر دیکھین تو جانان	رکھدے اُس تیغ جفا کے تلے سر دیکھین تو جانان

پہلے شعر کے عروض و ضرب مین فعلاتن ہے اور دوسرے شعر مین فعلیان واقع ہوا ہے۔

رمل مثمن مخبون مشعث مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان۔ بسکون عین دوبار بسبب
خبن کے فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا اور تشعیث سے مراد یہ ہے کہ وتد مجموع کے پہلے حرف متحرک کو اور
ایک قول کے موافق وتد مجموع کے دوسرے حرف متحرک کو گرا دیتا اور ایک قول کے مطابق وتد مجموع کے ساکن کو گرا کر اسکا

ما قبل کو ساکن کر دینا اور ایک قول کے مطابق اول فاعلاتن مین خبن کرکے پھر وتد مجموع کے حرف اول کو ساکن کر دینا پس فاعلاتن سے فاعلاتن یا فاعاتن یا فاعلتن بسکون لام یا فعلاتن بسکون عین رہا اور بسبب قصر کے نون گر کر فالات یا فاعات یا فاعلت بسکون تا و لام یا فعلات بسکون عین شعث مقصور ہوا اسکو فعلان ساکن العین سے بدل لیا خواجہ نصیر الدین محقق طوسی کے قول کے موافق فعلان کو شعث مقصور نہین کہہ سکتے اسلیے کہ یہان خبن لازم ہے پس فعلاتن مجنون کو مسکن و مقصور کیا ہے۔ مثال۔ سه

نظیر

یہی دل ہے کہ ہوا تھا نہ کبھی بھی غمناک	وہی دل ہے کہ ہوا تیغ قضا سے صد چاک

تقطیع یہی دل ہے فعلاتن کہ ہوا تھا فعلاتن ن کبھی بی فعلاتن غمناک فعلان ؛ وہ دل ہے فعلاتن کہ ہوا تے فعلاتن غ قضا سے فعلاتن صد چاک فعلان ؛

غالب

غم شبیر سے ہو سینہ یہان تک لبریز	کہ رہین خون جگر سے مری آنکھین رنگین

رمل مثمن مجنون مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان عین کے کسرے سے دو بار

غالب

تپش دل نہین بے رابطۂ خوف عظیم	کشش دم نہین بے ضابطۂ جر ثقیل

تقطیع تپشے دل فعلاتن نہ ہ بے رافعلاتن بطئے خو فعلاتن ف عظیم فعلان ؛ کشش دم فعلاتن ن ہ بے ضا فعلاتن بطئے جر فعلاتن ثقیل فعلان ؛

رمل مثمن مجنون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دو بار خواجہ نصیر الدین طوسی کا قول ہے کہ یہان فعلن کو ابتر کہنا نہ چاہیے اسلیے کہ ابتر محذوف مقطوع ہوتا ہے بدون خبن کے اور اس جگہ خبن لازم ہے پس بہتر یہ ہے کہ مجنون محذوف مسکن کہین فعلاتن مجنون کو محذوف کیا تو فعلا بکسر عین رہا اور مسکن کرنے سے فعلا کا عین ساکن ہو گیا اسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا۔

مصحفی

مرض عشق سے گر ایکی سنبھل جاؤن گا	تو مین دو چار برس کو کہین ٹل جاؤن گا

عروض و ضرب مجنون محذوف مسکن ہے اور باقی تمام رکن پہلے شعر کی طرح ہین۔

رمل مثمن مجنون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن عین کے کسرے سے دو بار

فعلن مجنون محذوف ہے مثال۔

غالب

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نرہا	عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے

تقطیع ہوسے گل فعلاتن ک تصوّر فعلاتن م ب کھٹکا فعلاتن نرہا فعلن عجبارا فعلاتن م دیا بے فعلاتن پربالی فعلاتن ن مجے فعلن۔

کنور سین مضطر

خلل انداز وفا کو نہ تمنا زہوا	جوجواب خط مضطر قلم انداز ہوا

ان چارون وزنون کے واسطے ایک حکم ہے اور اجتماع ایک غزل مین روا ہے اور اگر سب مین پہلا رکن سالم ہووے یا صدر سالم ہووے اور ابتدا مجنون یا اُسکے برعکس تو بھی شعر ناموزون نہوگا اور یہ اکثر مستعمل ہے۔

عباس علی خان بیتاب

بھاگیا اپنے زلبس قتل کا ایما ہم کو	بعد مردن بھی ہے مرنے کی تمنا ہمکو

لمؤلفہ

یاد مین ہاے نگارین کے ترے اے گلرو	جس کو دیکھا کف افسوس ہی ملتے دیکھا

صدر و ابتدا ساکن ہے اور عروض وضرب مجنون محذوف مسکن۔

مولوی شاہ محمد عرف حافظ شبراتی طالب

قاصد اُسنتے ہی اُس عہد شکن کا پیغام	دل مرا آج پیمبر کی قسم ٹوٹ گیا۔

صدر و ابتدا ساکن ہے اور عروض مجنون مسکن مقصور اور ضرب مجنون محذوف۔

داغ

روکش اُس چین جبین سے خم گیسو نہوا	نہ ہوا مد مقابل بجز ابرو نہ ہوا

صدر سالم اور ابتدا مجنون اور عروض وضرب مجنون محذوف۔

منولال صبا لکھنوی

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری مین	کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

صدر و ابتدا سالم اور عروض وضرب مجنون مسکن مقصور۔

ناسخ

گو پہنتا نہین جز جامۂ رنگین تو آج | کفن اک روز ملے گا تجھے خود کام سفید

صدر سالم اور ابتدا مجنون اور عروض مجنون مسکن مقصور ہی اور ضرب مجنون مقصور ہی۔

مؤلفہ

نور رخ زلف سے چمکا تو جھکے سجدے کو | لیلۃ القدر سمجھ کر درِ دیوار تمام

صدر و ابتدا سالم ہی اور عروض مجنون محذوف مسکن اور ضرب مجنون مقصور۔
یہ بھی ہو سکتا ہی کہ حشو مین مفعولن بجاے فعلاتن لایا جاے مثال اسکی۔

اثنا

کیا فقط آنکے نچھاور کے لیے اے اثنا | اپنی مٹھی مین ہر اک غنچۂ زر لیتا ہے

پہلا مصرع بدستور ہی اور دوسرے مصرع کی تقطیع یہ ہے اَپنِ مٹ ٹی فاعلاتن م ہر کٹ غن فعلاتن چہ زر لے مفعولن تا ہے فعلن۔

ولہ

اردلی کے جو گراندیل ہین ہونگے سب جمع | کرنا ہوگا جسوقت کہ آسکہ درشن

جو وزن پہلے شعر کے دوسرے مصرع کا ہی وہی اس شعر کے دوسرے مصرع کا ہے تقطیع یون ہے
کرن ہو کے فاعلاتن گا جس وق مفعولن ت ک آ سک فعلاتن در شن فعلن۔

منیر

گل فشان ہو گئے یون عیسوی ہجری سال | خلد روح افزا مضمون و چمن پیر النظم

دوسرے مصرع کے حشو مین مفعولن واقع ہے۔ جبکہ حشو مین بجاے فعلاتن کے مفعولن لانا جائز ٹھہرا اور اساتذہ نے اسکا استعمال کیا تو ہم بکشادہ پیشانی کہہ سکتے ہین کہ ہمارے امانت سے ہرگز خطا و غلطی نہین ہوئی بلکہ جن لوگون نے اعتراض کیا ہے اُن کی غلطی و نافہمی ہی۔ اسکے اس شعر کو۔ ع

اُس بہ راضی ہو تو قرآن اُٹھا لاؤن مین | رکھ تو اے مصحف رُو ہاتھ قسم کھاؤن مین

ایک صاحب نے اپنے رسالے مین جرح کر کے زور طبیعت دکھایا ہے اور بے تکلف قلم اُٹھا کر لکھدیا ہی کہ ان مین اضافت زائد ہے ہم اُنسے کہتے ہین کہ اگر اضافت ہی نہ قرار دیجاے تو کیا مضائقہ ہے اُنکو چاہیے کہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے اس شعر فارسی مین بھی غلطی نکالین۔ ع

ندہد مرد سپاہی را تا سر بنہد | دگرش زر ندہی سر بنہد در عالم

تقطیع شعرابانت اس پہ راضی فاعلاتن وت فرِ اُا فعلاتن ن اُٹالا فعلاتن او مین فعلان ۂ رک مٔ
لے مُض فاعلاتن حق رُہا مفعولن ت قسم کا فعلاتن او مین فعلان ۂ تقطیع بیت فارسی زر بدہ مر فاعلاتن
وسپاہی فعلاتن راتا سر مفعولن بدہد فعلن ۂ وگرش زر فعلاتن ندہی سر فعلاتن نہد در فعلاتن عالم فعلن ح

وزن رمل مثمن مجنون کو خواجہ عصمت اللہ بخاری وغیرہ نے مضاعف بھی استعمال کیا ہے اور بسبب طوالت کے عوام اُسے بحر طویل کہتے ہین لیکن اُردو مین کم مستعمل ہے یہ قصیدہ شہید کا اُسی وزن پر ہے۔ س ۵

یہ سحر کیسی ہے پر نور کہ جمہور ہین مسرور ہر اک باغ مین معمور ہے سامان بہار
گل چمکتا ہے چمن نور رمھکتا ہے ٹپکتا ہے ہر اک شاخ تر و تازہ سے فیضان بہار
کیا جھکڑے سے چلی آتی ہے سرمست ادا مائل شوخی حیا نکہت گل دست گریبان بہار
تا کسی خار سے اُلجھے نہین پا نہ لگے گرد نہین ہاتھ مین پھولون کے ہے دامان بہار

پہلے شعر مین صدر مجنون ہے اور ابتدا سالم اور دوسرے شعر مین صدر و ابتدا دونون سالم ہین اور عروض وضرب دونون شعر کا مجنون مقصور اور حشو مجنون ہے۔

رمل مثمن مشکول فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن دو بار شکل مراد ہے اجتماع خبن وکف سے بسبب خبن کے الف فاعلاتن کا گرا اور بسبب کف کے ساکن ہفتم یعنے نون گرا پس فعلات مشکول رہ گیا مثال۔

الٹا

چلے بچھے حرم کو رہ مین ہوا اک صنم پہ عاشق	نہ ہوا ثواب حاصل نہ لیا عذاب اُلٹا

تقطیع چل تسرح فعلات رم کر رہ مے فاعلاتن ہوا اک صن فعلات نم پہ عاشق فاعلاتن ۂ نہوا ث فعلات واب حاصل فاعلاتن نہ لیا ع فعلات ذاب الٹا فاعلاتن۔

مرزا احمد بیگ قیس

دل مضطرب کا دیکھا عجب اضطراب اُلٹا	ہوا اور مضطر اُسنے جو دیا نقاب اُلٹا

غالب

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا	کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو	یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب	تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

تمام اشعار مین صدر و ابتدا مشکول ہے اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رکن مشکول اور ایک سالم ہے۔ اور عروض و ضرب مین فاعلیان مسبغ بھی درست ہے۔

بندرابن راقم

مری بدشراب ہونے کو ہین تو بہ گساران
ہے وہ عمل کہ ہووے سبب نجات یاران

صدر وابتدا مشکول ہے اور عروض وضرب مسبغ ہے اور حشو مین ایک رکن سالم ہے اور ایک مشکول ہے تقطیع مر بدش فعلات رابوے فاعلاتن کرتوب فعلات مے گساران فاعلیان ہے وہ عمل فعلات ک ہووے فاعلاتن سببے ن فعلات جات یاران فاعلیان ۔

انشا

یہ نگہ یہ منھ یہ رنگت یہ مستی یہ لعل خندان
غضب اور تسیہ لینا یہ زبان بزیر دندان

اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جائے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن لایا جائے بہر صورت مسبغ کی مثال یہ ہے ۔ ؎

امیر

کٹی عمر میری ساری جیسے شمع باد کے بیچ
یہی رونا جلنا گلنا یہی اضطراب تجھ بن

عروض مسبغ ہے اور ضرب سالم ۔

رمل مسدس سالم فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار مثال ۔

قتل عالم کرچکا غمزہ تو بولے
کیا کیا اے خانمان برباد تو نے

تقطیع قتل عالم فاعلاتن کرچکا غم فاعلاتن زہ تو بولے فاعلاتن ؛ کا کیا اے فاعلاتن خان ما بر فاعلاتن باد تو نے فاعلاتن ؛ اور عروض وضرب مسبغ یعنی فاعلیان بھی لا سکتے ہین جیسے ۔ ؎

بے محابا چاک کرتا ہے گریبان
کس کے آگے سے ہوا ہے گل پریشان

میر کی مثنوی زبان زد عالم کے اس شعر کی تقطیع بھی اس وزن مین ہو سکتی ہے ۔ ؎

جب بڑون سے مارنا ہموار کھائین
کج خرامی سے تب اپنی باز آئین

تقطیع ۔ جب بڑون سے فاعلاتن مارنا ہم فاعلاتن وار کھائین فاعلیان ؛ کج خرامی فاعلاتن سے تب اپنی فاعلاتن باز آئین فاعلیان ؛ اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جائے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن آئیگا مثال ذیل مین فاعلیان ہونے مین کوئی شبہ نہین ۔ ؎

فندقی انگشت سے وہ کرتا ہی رنگ
اور یہان دل پر ہی غم کے ہاتھ سے سنگ

رمل مسدس مقصور ۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوبار ۔

ناسخ

ہے بیان کسکو شب فرقت مین ہوش
ہو چکی ہوگی ہزارون بار صبح

تقطیع ہے یہا کس فاعلاتن کو شبے فرقا فاعلاتن قت م ہوش فاعلان ÷ ہو چکی ہو فاعلاتن گی ہزار فاعلاتن بار صبح فاعلان۔

للمؤلفہ

طاق ابرو پر نہین اُس بت کے خال | خانۂ حق مین موذن ہے بلال

رمل مسدس محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دو بار مثال۔

خواجہ وزیر

خط پہ خط لائے جو میرے نامہ بر | بولا ان مرغون کا ڈربہ کھل گیا

نواب یوسف علی خان ناظم

ہے لڑائی اب تو آؤ سامنے
صلح مین ہمسے بہت پردہ کیا

للمؤلفہ

ایک کو گالی ہے بوسہ ایک کو | ان بتون کا یہی ایدل کام ہے
چشم کے خس خانے مین ہر برق وش | سرو تر ہے خطۂ کشمیر سے
راہ گم کی زلف کے کوچے مین جب | آہ سوزان شمع دکھلانے لگی

عروض و ضرب مین ایک جگہ فاعلان مقصور اور ایک جگہ فاعلن محذوف بھی جمع کرنا درست ہے

نواب مصطفےٰ خان شیفتہ

کھول جلد اے شیفتہ آغوش شوق | یہ صدا آئی لب سوفار سے

للمؤلفہ

پائون کیون پڑتی ہی میرے بار بار | کیا خطا صادر ہوئی زنجیر سے

رمل مسدس مخبون فعلاتن فعلاتن فعلاتن دو بار مثال

تجھے عاشق کی بھی اے یار خبر ہے | کہ ترے واسطے وہ خاک بسر ہے

تقطیع تجع عاشق فعلاتن کب ہے اے یا فعلاتن رخبر ہی فعلاتن ÷ کہ ترے وا فعلاتن سطے وہ خا فعلاتن ک بسر ہے فعلاتن۔

رمل مسدس مخبون مسبغ فعلاتن فعلاتن فعلیان دو بار مثال سہ

نالے کا دیکھ مرے باغ مین انداز | کب نکل سکتی ہے بلبل سے پھر آواز

صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مخبون اور عروض و ضرب مخبون مسبغ۔
رمل مسدس مخبون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دُوبار۔

شہید

کبھی آنکھوں پہ بٹھالیتی تھی	کبھی سینے سے لگالیتی تھی

تقطیع کب ہ آ کو فعلاتن پ بٹھا لے فعلاتن تی تی فعلن الخ۔

مومن

نہ کچھ آشفتہ سری نے مارا	کہ مجھے چارہ گری نے مارا

رمل مسدس مخبون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلن بکسر عین دُوبار۔

شہید

درو دیوار سے آئی تھی صدا	کہ حلیمہ پہ ہوا فضل خدا

تقطیع۔ دَرُو دیوا۔ فعلاتن رس آ ئی فعلاتن ت صدا فعلن۔

مومن

خفگی پھر کسی صورت نہ گئی ہے	نہ گئی دل سے کدورت نہ گئی ہے

رمل مسدس مخبون مقصور۔ فعلاتن فعلاتن فعلان۔
رمل مسدس مخبون مشعث مقصور یا مخبون مسکن مقصور فعلاتن فعلاتن فعلان اول مین فعلان عین کے کسرے سے ہے اور دوم مین سکون سے مثال دونوں کی

مومن

سر مجنون پہ بھی تو ہے مشہور	کہ ہوا ناقۂ لیلےٰ کا عبور ہے

ایضاً

کسی کے لب پہ مین مرجاتا کاش	کسی کے چہرے پہ ناخن کی خراش

دونوں شعرون کے پہلے مصرعے دوسرے وزن کی مثال ہین اور دوسرے مصرعے پہلے کی ان اوزان کے صدر و ابتدا مین بجائے فعلاتن مخبون کے فاعلاتن سالم بھی آتا ہے۔

جرأت

ناصحو اب مین جرأت نہ رہا	اب مجھے کو اُسے سمجھایئے گا

خواجہ وزیر

کسکی پھر جھوٹی کھائیے گا		سر مرا کاٹ کے پچتائیے گا	

دونون شعرون مین صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مخبون اور عروض و ضرب مخبون محذوف ہے۔

مصحفی

چھیڑو مت کہ بھرے بیٹھے ہین		شیشۂ مے کی طرح ای ساقی	

ولہ

شوخیان ہم سے ہرن کرتے ہین		تم ذرا چشم نمائی کردو	

دونون شعرون مین عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن اور صدر و ابتدا سالم ہین

غالب

آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین		اہل تدبیر کی واماندگیان	

صدر و ابتدا سالم اور عروض و ضرب مخبون محذوف یعنی فعلن عین کے کسرے سے۔

لمؤلفہ

جان پر اپنی جفا کرتے ہین		دل کو ہم اُنپہ فدا کرتے ہین	

اس شعر مین عروض و ضرب دونون مخبون محذوف مسکن ہین باقی بدستور۔

راغب

دل کو پردے مین لبھایا اُسنے		منھ دوپٹے سے چھپایا اُسنے	

لمؤلفہ

دیکھ لے آکے بہار عارض		شوق ہو جسکو گلون سے بلبل	

ان دونون شعرون مین بھی عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن ہین۔

کشن پرشاد شاد

کس سے مین جاکے کرون اب فریاد		ہاے کیا جور ہے کیسی بیداد
فاعلاتن فعلاتن فعلان		فاعلاتن فعلاتن فعلان
آسمان نے کیا مجھکو برباد		دل دہاڑے مین لٹی ای لوگو
فاعلاتن فعلاتن فعلان		فاعلاتن فعلاتن فعلن

دے گیا داغ مرالخت جگر	مرا پیارا مرا آصف پرشاد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دیکھتا تھا جو تجھے باپ ترا	دل ہی دل میں وہ رہا کرتا تھا شاد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
ابتو وہ دام الم میں ہے اسیر	کہیں اس دام سے ہو جلد آزاد
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فعلاتن فعلاتن فعلان

جُرأت

پردہ مت منھ سے اٹھا یکبار	مجھ میں اوسان نہیں رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فاعلاتن فعلاتن فعلن
تو چلا اور رہ جی اس تن میں	کسی عنوان نہیں رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن
ہجر کے غم سے نہ گھبرا جرأت	اتنا حیران نہیں رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن

عروض پہلے شعر میں مخبون مسکن مقصور ہے اور باقی میں عروض اور سب میں ضرب مخبون محذوف مسکن ہے ہمنے ان تمام شعروں میں نون غنہ کو علیحدہ حرف ساکن نہیں مانا ہے اگر ضرورۃ حشو میں بجائے فعلاتن کے مفعولن ہو تو بھی درست ہے مثال اسکی۔

ادھر آؤ جانی اب نہ ستا	بس نہ اتنا بھی عاشق کو کڑھا

تقطیع اِدَر آؤ فعلاتن جانی اب مفعولن ن ستا فعلن ٭ بس ن اِتنا فاعلاتن بی عاشق فعولن ک کڑا فعلن ٭

رمل مربع سالم۔ فاعلاتن فاعلاتن دوبار مثال ـــہ

ریخ اٹھا کر دل پھنسا کر	جا ملا دشمن سے دلبر
ناصحا مت کر نصیحت ٭	ہوگیا دل مثل پتھر
ٹالتا ہے بات کو وہ	دیدہ و دانستہ سنکر

بروزن فاعلاتن فاعلاتن۔

رمل مربع مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلان یا فاعلن دوبار مثال۔

ظفر

بوسۂ رُخ دو ہمین	دل ہم اپنا دین تمھین
دو دل اپنا صنم	کیون نہ ہم تم سے کہین
چپ رہا جاتا نہین	کب تلک چپکے رہین
وہ عبث ہین کوستے	آ گئے بن کیونکر مرین
اس غزل پر سب ظفر	آفرین تجھکو کہین

ان تمام اشعار مین عروض وضرب کو محذوف قرار دینا چاہیے اور نون غنہ کو علحدہ ساکن نہ ماننا چاہیے جیساکہ محقق طوسی کا مذہب ہے مقصور کی مثال اشعار ذیل کے عروض ہین۔

شاد وزیر اعظم حیدرآباد

اس نے میرے ساتھ حیف	کیا کہون مین کیا کیا۔
اس نے صد ہا گھر کو آہ	دم مین ویران کر دیا
باپ سے بیٹے کو حیف	کر دیا اُس نے جُدا
باپ کا بیٹے کو رنج	اس ستمگر نے دیا
دے گا وہ دل کی مراد	کر دعا صبح و مسا
کیسی شادی کیا رنج	ہونا جو تھا ہو گیا

رمل مربع مجنون۔ فعلاتن فعلاتن دُو بار۔

انشا

اری موتی اِدھر آ تو	کہ سکھائے ہنر آ تو
مرے دل کی بھی خبر ہے	تجھے اے بیخبر آ تو

پہلے رُکن کا سالم ہونا بھی جائز ہے مثلاً۔

ولہ

مارے کیا ہی کودکے	جاوے اپنے جو گھر آ تو

ولہ

ہو جہان خوش دہن جاؤ	چٹکیون مین نہ اُڑاؤ

آگ دل مین نہ لگاؤ		بس نہ انشا کو کڑھاو

اور یہ بھی جائز ہی کہ ایک شعر کے صدر وابتدا مین رکن سالم ومخبون کو جمع کیا جائے جیسے۔

ولہ

رہ گئی دیکھ اُنھین کل		پکڑ لا اپنا جگر آ تو
کوئی کمبخت نہ ہو گی		کہین تجھ سی کٹر آ تو

ولہ

ادھر آؤ نہ ستاؤ		پاس اپنے نہ بلاؤ

ولہ

کیجیے کیا ہی اندین		دیوے چھٹی اگر آ تو
کہا ہو گر انشا تجھے ہان		دیکھ لے بھر نظر آ تو

رمل مربع مشعث مقصور۔ فاعلاتن فعلان بسکون عین دو بار یہ تمکو پہلے بتا دیا گیا کہ جمہور فعلان کو مشعث مقصور کہتے ہین اور محقق طوسی کی راے کے مطابق اسکو مخبون مسکن مقصور کہنا چاہیے مثال اسکی ؎

نازمت کراے سرد		لعبت چوب ہے تو

عروض مشعث مقصور ہے اور ضرب مخبون محذوف یعنی فعلن کسرہ عین سے کس لیے کہ فاعلاتن سے بسبب خبن کے فعلاتن ہوا اور اسکے آخر سے سبب خفیف گرا بسبب حذف کے پس فعلا کو فعلن سے بدل لیا۔

رمل مربع مشکول فعلاتُ فاعلاتن دو بار مولوی محمد اسمعیل نظم غیر مقفے مین کہتے ہین۔ ؎

وہ غریب کھیت والے		وہ اُمید وار دہقان
کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی		کہین کھیت کٹ رہا ہے
کہین گہ رہا ہے خرمن		نہین آنکھ اُن کی جھپکی
یون ہی شام سے سحر تک		ہین تمام رات جاگے

یہ چارون شعر اس وزن پر ہین فعلاتُ فاعلاتن دو بار اور آخر مین فاعلیان بھی درست ہے جیسے حکیم مظفر حسین اظہر دہلوی کی نظم غیر مقفے مینا۔

اے خداے پاک وبرتر		مرے ملک کو عطا کر

	وہ بہشت حریت تو		
	نہ جہان ہو خوف دل کو نہ جہان ہو پارہ پارہ	رہین سرفراز احرار یہ وسیع ربع مسکون	
	یہ تفرق و تقسم		
	جہان ہو طلب نہ عاجز	بڑھے دست شوق اُس کا	
	طرف کلام پیہم		
	اے خدائے جل واکبر کہ جہان فنا کا صحرا!	وہ بہشت حریت دے نہ سکھا سکے وہ دریا	
	جو ہے چشمۂ تعقل		
	جہان میرے سارے کامون	جہان میرے سب خیالون	
	ہین فقط تو ہی ہو رہبر		

(۳۲) بحر رجز

مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار رجز بفتح رائے مہملہ و فتح جیم و سکون زائے معجمہ اُن اشعار کو کہتے ہین جو معرکۂ جنگ مین اور فخر کے موقع پر اپنی قوم کی مردانگی اور شرافت کے جتانے کو پڑھتے ہین اور چونکہ اکثر ایسے اشعار اس بحر مین ہوتے ہین اس لیے اس بحر کا نام رجز رکھدیا یا رجز کے معنے اضطرابی اور شتابی کے ہین اور اشعار بہادری جو میدان جنگ مین پڑھے جاتے ہین وہ وقت اضطراب کا ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا نام رجز رکھا ہے اور بعض نے وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ رجز اونٹ کی ایک بیماری کا نام ہے جو اسکے چوتڑون مین ہوتی ہے اور اُسکی وجہ سے چلنے مین کانپتا ہے چلتا ہے اور کھڑا ہو جاتا ہے چونکہ اس بحر کے پہلے دو سبب خفیف ہین اس وجہ سے حرکت کے بعد سکون واقع ہے اس مناسبت سے اس بحر کا نام رجز رکھا ہے اس بحر کو فصحائے فارس و ریختہ نے اکثر مثمن سالم استعمال کیا ہے بخلاف شعرائے عرب کے کہ مثمن استعمال نہین کرتے مسدس اور مثلث اور مشطور بیشتر استعمال مین لاتے ہین اور شعرائے فارس و ریختہ مسدس مستعمل نہین کرتے لیکن بدیعی بلخی نے فارسی مین مثلث کا بھی جواب دیا ہے چنانچہ اول اُس کا یہ ہے۔ ؎

نو شد جہان زین نو بہار و سال نو

بروزن مستفعلن مستفعلن اور یہ تمام ایک بیت ہے جس مین دو مصرع نہین اور موحد اکی

بحر سے مخصوص ہے اور بحر موحد نہین ہوتی اور سوائے خبن وطے کے اور کسی زحاف کا استعمال کم کرتے ہین اور اس بحر مین پانچ زحاف آتے ہین خبن طے قطع۔ اذالہ۔ ترفیل۔

مومن خان

دنرات فکر جور مین یون رنج اٹھانا کب تلک	مین بھی ذرا آرام لون تم بھی ذرا آرام لو

تقطیع دنرات فک مستفعلن رے جورمے مستفعلن یورج اٹھا مستفعلن ناکب تلک مستفعلن مے بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن تم بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن۔

ولہ

مومن تم اور عشق بتان ای پیر و مرشد خیر ہے	یہ ذکر اور منھ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

میر تقی

مستی مین لغزش ہوگئی معذور رکھا چاہیے	اے اہل مسجد اسطرف آیا ہون مین بہکا ہوا

اور ہر رکن سالم کے مقابل رکن مستفعلان مذال بھی آسکتا ہے اذالت عبارت ہے ایک الف وتد مجموع مین بڑھانے سے ذوق کا ایک مخمس ہے۔ ؎

انوار عرفان سے ترا سینہ ہوا ہے ایسا صاف	جسکی پہونچتی روشنی ہے قاف سے لے تابہ قاف
خورشید و مہ کو روبرو تیرے کہان مقدور لاف	کرتے ہین دونون روز و شب آکر ترے در کا طواف

ای قبلۂ روشن دلان ای کعبۂ اہل صفا

تیری ثنا کب ہوسکے اے خسروِ والا نگاہ	اب یہ دعا ہے ذوق کی حق مین ترے شام و پگاہ
جب تک زمین پر ہی فلک اور ہین فلک پر مہر و ماہ	فرخ ہمیشہ عید ہو تجھکو شہا با عز و جاہ

بدخواہ ہو تیرا اسدا رنج و الم مین مبتلا

ہر اک بند کے چارون مصرعون کے عروض و ضرب مذال ہین۔ اسی طرح حالی کے قول ہین۔

آتا ہے وقت انصاف کا نزدیک ہی یوم الحساب	دنیا کو دینا ہوگا ان حق تلفیون کا وان جواب

اگر آخر مین نون غنہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ وہ تقطیع مین علیحدہ محسوب نہین ہوتا لیکن یہان نون غیر غنہ ہی اور اس صورت مین دائرے سے خروج لازم آتا ہے۔ اور اس مین کوئی مضائقہ نہین ایک جگہ رکن سالم دوسری جگہ مذال بھی درست ہے مثال۔

کشن پرشاد شاد

اُسنے کہا کیا کام ہے مین نے کہا ہر وقت دید	اُسنے کہا کیا شغل ہے مین نے کہا سودا تیرا

اُسنے کہا وہ کون تھا خلوت مین خواہان وصال	مین نے کہا یہ شاد ہے عاشق ترا شیدا ترا

امیر مینائی

پیری مین اے زاہد نہین یہ تیرے گیسوے سفید	ہین دوش پر یہ دو کفن اک اس طرف اک اُس طرف

حالی

یان تک تمھاری ہجو کے گائے گئے دنیا مین گیت	تمکو بھی ہے دنیا کی گھن کا آگیا آخر یقین

تمام اشعار مین ارکان عروض مذال ہین اور ارکان ضرب سالم بر عکس کی مثال۔

مولوی محمد حسن علمی بریلوی

مدت سے تھے ہم منتظر شکر خدا آیا تو پھر	پر حیف جلدی چلدیا ماہ مبارک الوداع
اب کوچ ہی پیش نظر آنکھون مین اشک آتے ہین بھر	کرتا ہے دل آہ و بکا ماہ مبارک الوداع
گر زیست ہی پھر پائینگے ورنہ بہت پچتائین گے	تو اب تو رخصت ہو چلا ماہ مبارک الوداع
رخصت سے ہی دلبر الم فرقت سے جانپر سخت غم	شدت سے ہے رنج و عنا ماہ مبارک الوداع

بلکہ اشباع درمیان مصاریع مین بھی جائز ہے جیسے داغ کے قول مین۔

ہے عید کا سامان دو چند آئینہ ہون پست و بلند	کر صاف اے باد صبا صحن زمین سطح فلک
مطلع بمضمون وسیع اک لکھون باشان رفیع	جس پر ہون شیدا و فدا صحن زمین سطح فلک

اُستاد عبد الواسع جبلی نے رجز مثمن کو دوچند بھی استعمال کیا ہی اور قصیدہ مسجع لکھا ہی اگرچہ ریختہ مین مستعمل نہین مگر مولوی غلام امام شہید نے ایک قصیدہ مسجع لکھا ہے اُسکے اشعار یہ ہین ؎

آئی بہار اب ہر چمن ہی بلبل و گل کا وطن دیر و حرم سے نعرہ زن آتے ہین شیخ و برہمن
زاہد سے کہدو یہ سخن ہی فصل گل توبہ شکن گر چاہے عیش جان و تن میخوار دنکا سیکھے چلن
آئی بہار جانفزا لائی گلستان مین صبا پیغام وصل دلربا گل کھل کھلا کر ہنس پڑا
موج ہوا نے وا کیا ہر غنچے کا بند قبا بلبل یہ کرتی ہی صدا اب مین ہون اور سیر چمن

رجز مثمن مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار طے اُسے کہتے ہین کہ رکن دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین ہون چوتھے ساکن کو گرا دینا پس مستفعلن سے مستعلن مطوی رہا اس کو مفتعلن سے بدل لیا مثال اُسکی ؎

خواب مین اک بوسۂ رنگ کف پا ہاتھ لگا	رات اندھیری مین مرے دزد حنا ہاتھ لگا

تمام ارکان مطوی ہین تقطیع خاب مِ اک مفتعلن بوسہ رن مفتعلن گے کف پا مفتعلن ہات لگا مفتعلن اسی طرح دوسرا مصرع ہے۔

رجز مثمن مطوی مرفل مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دو بار۔ ترفیل سے کہتے ہین کہ آخر رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف زیادہ کر دینا پس مفتعلن کے آخر مین کہ مطوی ہی تن بڑھایا تو مفتعلن تن ہوا اسکو مفتعلاتن سے بدل لیا۔

ذوق

تو سر دنیا ظل الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی	تخت ترا ہے تا بہ ثرے اور فوق ہے تیرا تا بہ ثریا
حکم پہ حاضر نظم پہ ناظر تیرے جلوس جشن کی خاطر	لوح سکندر لشکر دارا تخت فریدون سند کسرے
جلوے سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیونکر	مہر ہو دوا سے دیدۂ شپر مہر ضیا سے حیرت حربا
تیری شمیم خلق سے طاری تیری نسیم طبع سے جاری	باد بہاری مشک تتاری عود قماری عنبر سارا

تقطیع تو سر دنیا مفتعلاتن ظل الٰہی مفتعلاتن حکم ترا تا مفتعلاتن ماہ بماہی مفتعلاتن ؛ تخت ترا ہے مفتعلاتن تا بہ ثرے ا مفتعلاتن ر فوق ہ تیرا مفتعلاتن تا بہ ثری یا مفتعلاتن ؛ یہ وزن متقارب مثمن مضاعف اثرم سالم فعل فعولن سے ملتا ہے اور جہان ایسا اتفاق ہو کہ ایک بحر کا زحاف دوسری بحر کے زحاف کے مطابق پڑھا جائے تو فرق وہان اس طرح ہوگا کہ جہان ارکان اصلی مزاحفات مخصوصہ ایک بحر کے ساتھ پائے جائینگے تو وہ بحر ممتاز و متعین ہو جائیگی پس جبکہ بحر متقارب اثرم سالم مین رکن اصلی بھی رکن اثرم کے ساتھ موجود ہی تو بہتر یہ ہے کہ اس وزن کو اُسی مین داخل رکھنا چاہیے۔

رجز مثمن مطوی۔ مخبون مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دو بار مفتعلن مطوی ہی اور مفاعلن مستفعلن سے بدلا ہوا مخبون ہے۔ مثال۔

اویسی

باغ مین گلعذار ہو فصل بہار ہو نہ ہو	مین ہون غزل سرا وہان بلبل زار ہو نہو

تقطیع باغ مِ گل مفتعلن عذار ہو مفاعلن فصل بہار مفتعلن۔ ہو نہ ہو مفاعلن اسیطرح دوسرے مصرع کی تقطیع ہوتی ہے۔

لمؤلفہ

آئے نہ تم تو کبھی خستہ جگر کو لو بلا	کوئی تو بات مان لو یہ نہ سہی تو یہ سہی
ابھی بادہ کش سے کہدیوے ہمین بھی جام مے	کیونکہ تبنگ ہین بہت نشہ کے اب خمار سے

حشو یا عروض یا ضرب کا مخبون مذال یعنی مفاعلان لانا جائز ہے مثال۔

ذوق

تاکریہ گبر اور ہنود طاق پرست یوں باز		چھوڑیں شرک پوجنا آتش و آب و خاک باد

تقطیع۔ تاک یہ گب مفتعلن رار ہنود مفاعلان طاق پرس مفتعلن ت یوں باز مفاعلان ٭ چوڑد شر مفتعلن ک پوجنا مفاعلن آآتش آآ مفتعلن خاک باد مفاعلان ٭ مصرع اول کا حشو اور مصرع ثانی میں عروض و ضرب مخبون مذال واقع ہوئے ہیں یعنی مفاعلن مخبون میں بسبب ذالت کے سبب خفیف کے درمیان الف اور بڑھ گیا ہے

غالب

میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی		سنکے ستم ظریف نے مجھکو اٹھا دیا کہ یوں	
کھیل کھلاڑی کے یہ دیکھ کیا ہی بہم یہ ہو گئے	الشا	ایک یہ ایک مہربان آتش و باد و آب خاک	
جان پرستی خشی میں ہر ایسی کشاکشی میں ہے		ایکا کریں ہائے ہے زبان آتش و باد و آب خاک	

ایک رکن مطوی اور ایک مخبون یا ایک مطوی اور ایک مخبون مذال علی الترتیب واقع ہوئے ہیں

رجز مثمن مخبون مطوی — یعنے رکن مخبون کو مقدم اور رکن مطوی کو مؤخر لانا مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن دو بار شعرائے ریختہ نے اسکو استعمال نہیں کیا بہر نہج یہ شعر اس وزن پر ہے۔

جو اُٹھ گیا رشک پری دکھا نے مجھے اپنی ادا		تو کیا کہوں میرے وہیں حواس سے جاتے رہے	

تقطیع۔ ج اُٹھ گیا مفاعلن رشک پری مفتعلن دکانے مے مفاعلن اپن ادا مفتعلن ٭ تو کا کہو مفاعلن میروہی مفتعلن حواس سے مفاعلن جات رہے مفتعلن۔

رجز مسدس سالم مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار مثال۔ سہ

ہمکو ملا جو لطف کوے یار کا		اب وہ صبا کو لطف ہے گلزار کا

رجز مسدس مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار مثال۔

ظلم کا اب اس سے گلہ لطف ہے		جو نہ سُنے شکوے کا کیا فائدہ

رجز مربع سالم۔ مستفعلن مستفعلن دو بار۔

واجد علی شاہ اختر

	اس عشق نے رسوا کیا	میں کیا بتاؤں کیا کیا
	آہ دل ناشاد نے	اور آسمان پیدا کیا

رجز مربع مطوی مخبون مفتعلن مفاعلن دو بار عروض و ضرب میں مخبون مذال یعنی مفاعلان بھی

درست ہے۔ کنور حامد علی خان ناشاد کہتے ہین ؎

صبح نسیم کی بہار		ساتھ لے آئی بوے یار
ہوش وحواس پھر کہان		دل کو قرار پھر کہان ؟

اس بحر مین شعراے عرب ایسے ایسے زحاف استعمال کرتے ہین کہ شعراے فارسی اور خیال بندان ریختہ وہ صورتین استعمال نہین کرتے۔

(۴) بحر کامل

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن دو بار یہ بحر جیسی دائرے مین وضع کی گئی ہے ویسی ہی کمل مستعمل ہے اسلئے اسکو کامل کہتے ہین مثال۔

رفیق

رہ عشق کے کج وپیچ مین جو رفیق تھے سو جدا ہوئے		مگر ایک نالہ وآہ کو مرے دم سے ہم سفری رہی

تقطیع رہ عشق کے متفاعلن کج پیچ مے متفاعلن ج رفیق تے متفاعلن س جدا ہوے متفاعلن مگر ایک نا متفاعلن لہ اُ آہ کو متفاعلن مردم س ہم متفاعلن سفری رہی متفاعلن۔

نعیم

ہمین یہ اُمید نہ تھی صبا کہ یہ خاک یون اُڑے جا بجا		ترے دربدر کے پھرانے کو بھلا کیا مرا ہی غبار تھا

شیخ مداری

وہ ابھی ہی کو گل آئی رنہ وہ ہنوز تازہ بہار ہے		نہ کچھ آنے سے آسے خبر نہ حنا سے کچھ سروکار ہے

حسرت

یہ بھی اک ستم ہی کہ خواب مین مجھے شکل آ کے دکھا گئے		کبھی نیند برسون مین آئی تھی سواسی بہانے جگا گئے

عروض وضرب مذال بھی درست ہے جیساکہ مرزا جعفر علی فصیح کے اس شعر مین۔

ابھی اصغر ابھی تھا جان بلب جبث اُسکو مارا لعین نے تیر
وہ حباب سا سر آب تھا تھی ہوا سی جان حباب مین

عروض مذال ہے اور باقی اجزا بدستور ہین اگرچہ عروض وضرب کے مذال ہونے کی صورت مین دائرے سے خروج لازم آتا ہے مگر جبکہ اساتذہ نے استعمال کیا ہے تو اس مین مضائقہ نہین۔

اذالت مراد ہے وتد مجموع مین الف زیادہ کرنے سے پس متفاعلان مذال ہے اور یہ بحر زبان فارسی وریختہ مین مزاحف مستعمل نہین الاشاذو نادر بعض بعض شعرانے طبع آزمائی کی ہے مگر ایک دو بیت سے

زیادہ نہین اسکے زحافون مین مضمر بہتر ہے اگر تمام ارکان مضمر ہونگے تو رجز کی طرف رجوع کرجائے گی ہم بھی بطور مثال کے دو ایک وزن لکھتے ہین۔

کامل مثمن مضمر۔ متفاعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن دو بار اضمار سے تاے متفاعلن کا ساکن مراد ہے پس متفاعلن مضمر ہوا اسکو مستفعلن سے بدل لیا مثال۔

طالب

نہوئی کبھی مجھ سے خطا نہوا کرو مجھپر خفا	نہ دیا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھپر جفا

ایک رکن سالم اور ایک مضمر ہے علی الترتیب تقطیع۔ن ہُئی کبی متفاعلن مج سے خطا مستفعلن نہوا کرو متفاعلن مج پر خفا مستفعلن الخ اور اگر اسکو مقلوب کرین تو یہ وزن ہوگا مستفعلن متفاعلن مستفعلن متفاعلن دو بار بہر بحر بعض رکن سالم اور بعض رکن مضمر بلا ترتیب لانا اور کامل سالم و مضمر کا جمع کرنا بھی درست ہے مثال اسکی یہ ہے۔

اُس خوبرو کو جو دیکھ لے یہ مجال کیا ہے حور کی	کہ وہ سیتن نام خدا تصویر ہے ڈھلی نور کی

تقطیع اُس خوب رو مستفعلن کُ ج و یک نے متفاعلن یہ مجال کا متفاعلن ہے حور کی مستفعلن کہ وسیتن متفاعلن نامے خدا مستفعلن تصویر ہے مستفعلن ڈَل نور کی متفاعلن۔

ضامن

ہے مکان اپنا لامکان سو نشان اپنا ہے بے نشان	لب ضامن آگرے کیا بیان کہ خرد بھی وان پہ دھری ہی

تقطیع ہُ مکان اَپ متفاعلن نا لامکا مستفعلن سو نشان اَپ متفاعلن الخ باقی تمام ارکان سالم این

حامد علی رضوی بیتاب

حامد علی بیتوا کے گناہ بخشدے اے خدا	بطفیل احمد مجتبےٰ تری شان جل جلالہ

مصرع اول کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن متفاعلن متفاعلن۔

کامل مسدس مضمر مذال۔ متفاعلن مستفعلن مستفعلان دو بار مثال۔

ترے ہجر سے آئی ہے اب پر جان زار	یہ بتا نجھے تو تھا کہان اے گلعذار

تقطیع ترِ ہجر سے متفاعلن آ ای ہِ لَب مستفعلن پر جان زار مستفعلان ؛ یہ بتا نجے متفاعلن تو تا کہان مستفعلن اے گلعذار مستفعلان ؛ صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مضمر اور عروض و ضرب مضمر مذال ہے۔

کامل مربع متفاعلن متفاعلن دو بار کنور حامد علی خان ناشاد تخلص نے اس بحر کو بطور اہل عرب کے مربع بھی استعمال کیا ہے۔ ؎

	ے	
مرے دل نہین نہ دماغ ہے		مجھے ہوش ہی نہ حواس ہے
جو تجھے جانے والے چلے گئے		ابھی باقی حسرت دیاس ہے
دل وسینہ اپنے فگار ہین	لمولفہ	تری پلکین ہین کہ کٹار ہین
وہی خوش نصیب شہید ہین		ترے کو مین جنکے مزار ہین
کبھی ایک بھی نہ وفا کیا		ترے جھوٹے سارے قرار ہین
کہا مین نے ایک دن ای صنم		ترے غم مین زار و نزار ہین
لگا کہنے ہنسکے کہ تجھم سُن		یون ہی روتے پھرتے ہزار ہین

(۵) بحر وافر

مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دوبار وافر فا کے کسرے سے اسلیے کہتے ہین کہ اس بحر مین شعر بہت کہے گئے ہین یا اس بحر مین حرکات کثرت سے ہین یہ بحر عربی سے خصوصیت رکھتی ہے ریختہ مین مستعمل نہین بعض شعراے فارس نے بہ تکلف اس مین شعر کہے ہین۔

وافر مثمن سالم۔ طالب کہتا ہے۔ ے

ڈراکے کہا بھلا اب بھلا خفا جو ذرا ہوا وہ صنم		مرا بھی ذرا گلہ نہ رہا ہنسا جو گیا مجھے یہ ستم

تقطیع۔ ڈراک کہا مفاعلتن بلااب بلا مفاعلتن خفاج ذرا مفاعلتن ہواوصنم مفاعلتن ٭ مراب ذرا مفاعلتن گلہ نہ رہا مفاعلتن ہساجُ گیا مفاعلتن مجے یہ ستم مفاعلتن ٭

(۶) بحر متقارب

فعولن فعولن فعولن فعولن دوبار یہ بحر اکثر مثمن سالم مستعمل ہے اور تقارب اور متقارب اس لیے کہتے ہین کہ اس مین وتد اور سبب نزدیک ہین کیونکہ لغت مین تقارب تفاعل کے وزن پر باہم نزدیک ہونے کے معنی مین ہے اور متقارب ضم میم اور فتح تاے فوقانی اور کسر راے مہملہ ایک دوسرے سے نزدیک ہونے والے کو کہتے ہین۔

عروض وضرب اس بحر کے سالم یا مقصور یا محذوف ہر طرح مستعمل ہوتے ہین اور اسکو شعراے فارسی نے بہت استعمال کیا ہے اور شعراے ریختہ بھی اس کو پسند کرتے ہین اور اس کے زحاف چھ ہین قبض قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ بتر۔

متقارب مثمن سالم الاخر فعولن فعولن فعولن فعولن دو بار۔

انشا

سُنی تھی کسی سے جو بحر تقارب	اُسے کر لیا گمنگرودن کا تغنن
کر تولے ہے اپنے سبق پر یہ کسکر	فعولن فعولن فعولن فعولن

تقطیع سُنی تی فعولن کسی سے فعولن جُ بحرے فعولن تقارب فعولن ۲؎ اُسے کر فعولن لیاگُگ فعولن رودو کا فعولن تفن نن فعولن۔

رند

عدو غیر نے تجھکو دلبر بنایا	کوئی جوڑ مجھپر مقرر بنایا
نہ گنتا تھا کوئی حسینون مین او بت	تجھے دے کے دل مین نے دلبر بنایا
شکر لب کہا مین نے کڑوے ہوئے تم	عبث منھ کو مجھپر تمگر بنایا

لمولفہ

ہو ہے کس بار نگ رخسار تیرا	ہوا کیا کہین دل گرفتار تیرا
کٹی عمر مثل حباب آہ اپنی	نجانا کہ اس بحر فانی مین کیا ہے

متقارب مثمن مسبغ۔ فعولن فعولن فعولن فعولان دوبار شال۔

نواب سید جعفر علی خان جعفر شمس آبادی

لیے ہین سلیمان کی پے کے عدو بس	نہین تورہ جارہ بالکل تھی مسدود

عروض وضرب دونون مسبغ ہین۔

سید علمدار حسین واسطی

مبارک تمھین تاجداری شہنشاہ	مبارک یہ درباداری شہنشاہ
مبارک تمھین بختیاری شہنشاہ	مبارک زبان پر ہماری شہنشاہ

شہنشاہ کی عمر وعزت زیادہ!

چارون مصرعون کے عروض ضرب مسبغ ہین اور کاتب کا تصرف یہان نہ سمجھنا چاہیے یعنی یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ اصل مین شہنشہ تھا کاتب نے شہنشاہ لکھدیا ہے اسلیے کہ مصنف نے ریاست پٹیالہ کے قصبہ بنوڑ مین ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ایک جلسے کے اندر اپنی زبان سے شہنشاہ پڑھا تھا۔

سحاب

پڑا انکی چوٹی مین کوڑے کا سوباف	نظر آئے دو سانپ اک کیچلی مین

ناسخ

لب گنگ بیتابی ایسی ہے بے یار | کبھی دار مین ہون کبھی بار مین ہون

رند

چڑھاؤنگا گل گور مجنون پہ اے رند | نظر جب وہ لیلی شمائل پڑے گی

ولہ

کرم کیجیے آئیے حضرت عشق | ہے خون جگر میہمانی تمھاری

مطیر نواب جعفر علی خان لکھنوی

زبان مبارک سے ہو جلد ارشاد | مدینہ نبی کا تمھارا وطن ہے
سکینہ یہ کہتی تھی اللہ فریاد | بہت تنگ میرے گلے مین رسن ہے
ہر اک کہتا تھا دیکھ کر شان عباس | یہ حمزہ ہے یا حیدر صف شکن ہے

ان اشعار کے عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم اسکے برعکس کی مثال یہ ہے

جعفر

پسر کو پدر کا ملا ارث یک سر | حکومت ہو عثمان علی خان کو مسعود
وراثت کی آیت کو تقطیع مین لکھکر | نکالے ہین جعفر نے اعداد مقصود
یہ تاریخ بھی ترجمہ ہے اسی کا | سلیمان ہوا وارث تاج داؤد

محقق طوسی کہتے ہین کہ یہ ناپسندیدہ ہے اسلیے کہ حرف آخر عروض وضرب کا دائرے سے باہر ہے پس اسی وجہ سے عروض وضرب کے نون غنہ کو مع اُسکے ساکن ماقبل کے ایک حرف شمار کرتے ہین۔

امانت

کشش لذت شوق وصلت کی دیکھو | لبون تک وہ میری زبان کھینچتے ہین

منشی میر محمود جان اوج

کہون کیا مین اُس چشم جادو کی باتین | لڑایا مجھے آنکھ سب سے لڑا کر

شعرا نے متقارب مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ شعر ذوق کا اسی وزن مین ہے۔

تمنا نہین ہے کہ امداد دل کو تپش کا صلا ہو کہ مرغ قلق ہے | یہی حق ہے قاتل اگر حق دلا سکے یہ بسمل تڑپ یا نہ جان بحق ہے

نظام ساکن جادرہ

یہ معان معنی وہ ہے رشک مجنون کہ ہر حرف جسکا ہی اک دُرمکنون ‖ لگائی ہی غوطہ جو بحر طبع موزوں | نکالا نی ہی گوہر تازہ مضمون

متقارب مثمن محذوف الآخر فعولن فعولن فعولن فعل دو بار فعولن بسبب حذف کے فعو رہ گیا اسکا فعل سے بدل لیا مثال۔

میرحسن

یہ حسن وجوانی اور اس پر یہ غم ‖ ستم ہے ستم ہے ستم ہی ستم

تقطیع۔ یہ حسنو فعولن جوانی فعولن اراُس پر فعولن یہ غم فعل ‖ ستم ہی فعولن ستم ہے فعولن ستم ہی فعولن ستم فعل۔

امیرمینائی

تصور مژہ کا تری رات بھر ‖ رگ جان مین نشتر چبھوتا رہا

برہم

لہو مین ہمارے جو پیسی گئی ‖ بہت شوخ رنگ حنا ہو گیا
خدا تک یہ بُت بھی ہین پہونچے ہوے ‖ کہ جو کچھ زبان سے کہا ہو گیا

متقارب مثمن مقصور الآخر فعولن فعولن فعولن فعول دو بار شاہ رؤف احمد رافت مثنوی یوسف وزلیخا مین لکھتے ہین۔

پلا ساقیا مجھکو جام شراب ‖ وہ پانی کہ ہو جس مین معنی کی آب
یہی ہے مری آبرو کی سبیل ‖ لگاوے مرے لب سے دریائے نیل
نہانے کو جاتا ہے وہ سوے آب ‖ کہ ہر نقش پا جس کا ہے آفتاب

سب بیتون مین عروض وضرب مقصور ہے۔

اوج

نہ غیر ونپہ کراے ستمگار ناز ‖ اُٹھائین گے ہرگز نہ اغیار ناز

اجتماع قصر وحذف کا ایک شعر مین درست ہے۔ مثال۔

میر

کوئی ناامیدانہ کرتے نگاہ ‖ سو تم ہم سے مُنھ بھی چھپا کر چلے

عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف۔

سعید رامپوری

خدا جانے اب کیا دکھائے گی رات	سعید انکے غم مین ہوا دن بسر

عروض محذوف ہے اور ضرب مقصور۔ قدمائے اس وزن کے صدر و ابتدا کو اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی بہ ندرت استعمال کیا ہے لیکن شعرائے ریختہ کے کلام مین ایسے اشعار نظر سے نہین گذرے بہرصورت مثال یہ ہے۔

للمؤلفہ

خدا کو بھی یہ بات مرغوب ہے	مہمان نوازی بہت خوب ہے

تقطیع مہما فعلن نوازی فعولن بہت خو فعولن ب ہے فعل خدا کو فعولن ب یہ با فعولن ت مرغو فعولن ب ہے فعل۔

متقارب مثمن اثلم سالم الآخر فعلن فعولن فعلن فعولن دوبار فعلن مین عین ساکن ہی ثلم مراد ہے فعولن کے حرف اول کو گرانے سے پس عولن اثلم رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔

انشا

سونے نپائے ٹک پانون پھیلا	دست جنون سے ای وائے ویلا
مت روٹھ ساقی لا جام ئے لا	ابرو ہوا ہے چمکے ہے بجلی

صدر و ابتدا اثلم اور عروض و ضرب سالم ہے اور حشو مین بھی ایک جزو اثلم ہے اور ایک سالم۔
تقطیع دستے فعلن جنو سے فعولن ای وا فعلن ئے ویلا فعولن سونے فعلن نپائے فعولن ٹک پا فعلن نو پھیلا فعولن حشو مین بجائے فعولن سالم فعولان مسبغ لانا بھی جائز ہے خواہ ایک مصرع مین خواہ دونون مین جیسے

انشا

ہے ایک ہی گھونٹ کڑوا کسیلا	جام مئے عشق موند آنکھ پی جا

اس شعر کا وزن یہ ہی فعلن فعولان فعلن فعولن دوبار۔

ولہ

فرہاد و شیرین مجنون و لیلے	کرتے تھے مذکور میرا انھارا

اس شعر کے پہلے مصرع کا وزن یون ہی فعلن فعولان فعلن فعولن اور دوسرے مصرع کا وزن یہ ہے فعلن فعولن فعلن فعولن۔ **سوز**

ٹک چونک ظالم اتنا بھی غافل	ای سوز دیکھ آتا ہے قاتل

دین و دل و جان و صبر و تحمل	سب کچھ لیا چھین تس پر بھی بیدل
کس کس کو روؤن مین اب یاد کر کر	ای اشک ای چشم ای آہ ای دل
کوچے مین اسکے لاکھون پڑے ہین	مذبوح مجروح مقتول لبسمل

پہلے اور چوتھے اور چھٹے اور آٹھوین مصرع کا یہ وزن ہی فعلن فعولان فعلن فعولن باقی مصرعون کا یہ وزن ہے فعلن فعولن فعلن فعولن۔

متقارب مثمن اثلم فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دو بار میر جوشؔ عشق مین کہتے ہین۔ ؎

دیکھہ اُس رخ کی نورافشانی	شمع مجلس پانی پانی ؏

تقطیع دیکھس فعلن رخ کی فعلن نورف فعلن شانی فعلن ؏ شمع فعلن مجلس فعلن پانی فعلن پانی فعلن ؏

منہ

کیا ہے اُس کے آب وگل مین	خواہش اُس کی سب کے دل مین
خون باری سے چہرہ گلگون	طوق بسمل چشم پرخون

متقارب مثمن اثرم سالم الآخر فعل فعولن فعل فعولن دو بار یا فاع فعولن فاع فعولن دو بار فعل اور فاع کو خواہ اثرم کہین خواہ اثلم مقبوض یعنی اگر بسبب ثرم کے فا و نون فعولن کا گرا دیا تو عول لام کے ضمے سے اثرم رہا اُسکو فعل یا فاع مضموم الآخر سے بدل لیا اور اگر بسبب ثلم کے حرف اول یعنی فا کو گرایا اور بسبب قبض کے نون حرف پنجم ساکن کو گرا دیا تو بھی عول لام کے ضمے سے اثلم مقبوض رہا اسکو فعل یا فاع سے بدل لیا اور فعولن سالم ہے پس اس بحر کو خواہ اثرم سالم کہین خواہ اثلم مقبوض سالم کہین مثال۔

شاہ جہان بیگم شیرین

باغ دبہار جاہ ومناصب	نقش ونگار مسند وثروت

صدر و ابتدا اثرم اور عروض وضرب سالم اور حشو مین ایک رکن اثرم اور ایک سالم ہے۔

تقطیع باغ فعل بہارے فعولن جاہ فعل مناصب فعولن ؏ نقش فعل نگارے فعولن مسن فعل وثروت فعولن۔

مومن خان

شعر روان سے اشک روان ہو	آگ لگے سے شوق فغان ہو
درد روان نے پیسر نکالا	غمزہ ابد نے مار ہی ڈالا

چشم کر دا انصاف کی گردا	میر	یوسف و شیرین لیلی و عذرا
	مومن	
عیش بوطن اندوہ غریبان		دست جنون سے چاک گریبان
زلف مسلسل سلسلۂ جنبان		حلقۂ کاکل پا در زندان

اس وزن میں رکن فعل و فعولن اثرم و سالم کے ساتھ رکن اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی آتا ہے اور غلطان ارکان کا ایک وزن میں روا بلکہ کثرت سے شائع ہے چنانچہ میر کی مثنوی مسمیٰ بہ جوش عشق کے ان اشعار میں ؎

صبر نے چاہی دل سے رخصت	تاب نے ڈھونڈی اک دم فرصت
فعل فعولن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن
خواب و خورش کا نام نہ آیا	ایک گھڑی آرام نہ پایا
فعل فعولن فعل فعولن	فعل فعولن فعل فعولن
گل آشفتہ اس کے رو کا	سنبل اک زنجیری مو کا
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعلن فعلن فعلن فعلن
جب وہ چہرہ تابندہ ہو	ماہ دو ہفتہ شرمندہ ہو
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن
چشم برہ سارا چمن اُس کا	نقش قدم بھایا سمن اُس کا
فعل فعولن فعل فعولن	فعل فعولن فعل فعولن
چشم کرشمہ جان تغافل	شایان اُس کے شان تغافل
فعل فعولن فعل فعولن	فعلن فعلن فعل فعولن
سر پر اُس کے سنگ ہمیشہ	جی پر عرصہ تنگ ہمیشہ
فعلن فعلن فعل فعولن	فعلن فعلن فعل فعولن
تھا دیکھا ایک رہ پردے میں	برق حسن میں پردے میں
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعلن فعل فعولن فعلن
ہنسنے میں وہ صفائے دندان	برق حسن میں عالم امکان
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعلن فعلن فعل فعلن

خون صراحی اُس گردن پر	رشک سحر کو صافی تن پر
فعل فعولن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن

اس وزن مین عروض وضرب مین فعل بفتح عین وسکون لام اور فع اور فعول بھی واقع ہو-
ہین فعل قدرت ہے اور فع ابتر اور فعول مقصور ہے

ظفر

پوچھ نہ دلبر کیا کہوین	گذرے جو ہم پر کیا کہوین
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
تجھکو مقدر کیا کہوین	ہمواز ل سے غم کش ہین
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
خاک اور پتھر کیا کہوین	تیری کدورت سنگدلی
فعلن فعلن فعلن فع	فعل فعولن فَعَلُ فَعَل
یہ نہ کہین گر کیا کہوین	زلف و رُخ ہے شام وسحر
فَعَلُ فعولن فعلن فع	فعلن فعلن فَعَلُ فَعَل
ماہ انور کیا کہوین	رُخ کو تیرے خورشید کہین
فعلن فعلن فعلن فع	فَعَلُ فعولن فَعَلُ فَعَل
باتین ظفر پر کیا کہوین	جھوٹی وہ تو بناتے ہین
فعل فعولن فعلن فع	فعلن فعل فعولن فع

اولہ

درد جگر دو دن سے ہے	جی کا ضرر دو دن سے ہے
فعل فعولن فعلن فع	فعلُ فعولن فعلن فع
کوئی بشر دو دن سے ہے	اُس کو سکھاتا کیا ستہ
فاع فعول فعلن فع	فعلُ فعولن فعلن فع
خالی گھر دو دن سے ہے	پھرتا ہے وہ ماہ کہان
فعلن فعلن فعلن فع	فعلن فعلن فعل فعل

اشک فشانی کرتے کیون	یہ چشم تر دو دن سے ہے
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
پھرتا قاتل تیغ بکف	آٹھ پہر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فَعَل فعَل	فعل فعولن فعلن فع
بیٹھا عاشق مرنے پر	باندھے کمر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فعلن فع	فعلُ فعولن فعلن فع

صاحبقران

مت مجھکو بہکانا آج	صدقے جاؤن جانا آج
فَعلن فعَلن فعَلن فاع	فَعلن فعَلن فعَلن فاع
رونا کل کا بھول گیا	ہنستا ہے دیوانا آج
فعَلن فعَلن فاع فعل	فَعلن فَعلن فعَلن فاع
کرتے ہین اوقات بسر	نادان ہوکر دانا آج
فعلن فعلن فاع فعل	فعلن فعلن فعلن فاع
شمع رخون کی مجلس مین	کتنا تھا پروانا آج
فاع فعولن فعلن فاع	فعلن فعلن فعلن فاع
میرے دل کی خدمت مین	گر تجھکو ہے جانا آج
فعلن فعلن فعلن فع	فعلن فعلن فعلن فاع

یہ وزن دو چند بھی مستعمل ہے مثال اُسکی ۔ ؎

احمد مرسل کان رسالت جان ولایت ملک ملت	ساقی کوثر شافع محشر مجھکو دکھا دو اپنی زیارت ۔

بروزن فعل فعولن آٹھ بار ایک رکن اثرم ہر ایک سالم علی الترتیب ۔

میر تقی

عشق گیا سر دین گیا ایمان گیا اسلام گیا	دل نے ایسا کام کیا کچھ جس سے مین ناکام گیا
کن کن اپنی کل کو روؤے ہجران مین بیکل اُس کا	خواب گئی ہر تاب گئی ہر چین گیا آرام گیا

تقطیع عشق فعل گیا سر فعولن دین فعَلُ گیا ای فعولن مان فعل گیا اس فعولن لام فعل گیا فعل ہے
دل نے فعلن ایسا فعلن کام فعَلُ کیا کچھ فعولن جس سے فعلن مے نا فعلن کام فعَلُ گیا فعَل ہے

آغا لکھنوی

لوٹ لی میری دولتِ ایمان کعبۂ دلکو تونے ڈھا کے	ہاں ذرا بھی دبُت کافر تجھکو خدا کا خوف نہ آیا

تقطیع لُوٹ فعْلُ لی میری فعولن دو دل فعل ت ایما فعولن کعب فعل ہِ دل کو فعولن تونے فعْل ڈا کے فعل ۴ ہا ذ فعْل رابی فعلن او ب فعلُ ت کا فر فعولن تج کو فعلن خدا کا فعولن خوف فعل نہ آیا۔ فعولن ۴ جلد اول خمخانۂ جاوید میں پہلے مصرع کے ابتدا میں ہان ہی لکھا ہے جو حرف ایجاب ہے اگر ہائے ہو جو سخ وافسوس کا کلمہ ہے تو پھر تقطیع یون ہو گی ہائے فعل ذرا بھی فعولن۔

شاہ نصیر

شب کو کیونکر تجھکو ہی پھبتا سر پر طرہ ہار گلے مین		جون پروین وہالۂ مہ تھا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع شب کو فعلن کو کر فعلن تج ک فعلُ ہ پبْ تا فعولن سر پر فعلن طرّ رہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ۴ جو پر فعلن ۔ دینو فعلن ہا ل فعل ہ مہ تا فعولن سر پر فعلن طرّ رہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ۔

ولہ

رونق سر یان داغ جنون ہے اشک مسلسل زیب گلو ہے		چاہیے تجھکو غیرت لیلے اسر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع رون فعل ق سر یا فعولن داغ فعل جنو ہے فعولن اشک فعل مسلسل فعولن زیب فعل گلو ہے فعولن ۴ چاہ فعل ہے تج کو فعولن غیر فعل ت لیلی فعولن سر پر فعلن طرّ رہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن۔

ولہ

رشک چمن تو سیر کرے گا جب کہ کنار حوض لب جو		فوارہ اور پھول رکھے گا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع رشک فعل چمن تو فعولن سیر فعل کرے گا فعولن جب کہ فعل کنارے فعولن حوض فعل لب جو فعولن ۴ فو وا فعلن را اَر فعلن پول فعلن رکے گا فعولن سر پر فعلن طرّ رہ فعلن ہار فعلن گلے مین فعولن

ولہ

عکس شعاع مہر نہین یہ بیل چنبیلی لپٹی ہے		سرو چمن نے کیا ہی پیدا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع عکس فعل شعاعے فعولن مہر فعل نہی یے فعولن بیل فعل چنبیلی فعولن لپٹی فعلن ہے فع ۴ سرو فعل چمن نے فعولن کیا ہے فعولن پیدا فعلن سر پر فعلن طرّ رہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ۴

ایضاً

لالہ کھلا سو کوس سراسر رعد ہوا کا دہ عالم		ولولہ دل کا معرکہ آرا آہ گروہ اہل صلاح

تقطیع لال فعل کلا سو فعولن کوس فعل سراسر فعولن رعد فعل ہوا کا فعولن ؎ ہ عا فعلن لم فع ؛ دو فعل ا، دل کا فعولن مع فعل ک آ ا، را فعولن آ ہ فعل گرد ہے فعولن اہل فعل صلاح فعول۔

متقارب مثمن مقبوض اثلم فعول فعلن فعول فعلن دو بار قبض سے مراد ہے گرانا حرف پنجم ساکن کا پس فعولن سے فعول مقبوض ہے اور ثلم سے مقصود ہے گرانا حروف اول کا پس فعولن سے عولن اثلم ہوا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا۔

طالب

تڑپ رہا ہون مین نیم بسمل ۔ خبر لے میری شتاب قاتل

دو رکن مقبوض ہین دو اثلم **تقطیع** تڑپ ر فعول ہا ہو فعلن م نیم فعول بسمل فعلن ؛ خبر ل فعول میری فعلن شتاب فعول قاتل فعلن۔

یہ عشق اب کیا لبا ہے دل مین ۔ کہ بحر خون بہ رہا ہے دل مین

یہ وزن مولوی جامی کے دو چند سولہ رکن پر مبنی کیا ہے اور ریختہ مین بہت مستعمل ہے۔

انشا

جو کوئی ہم سے ستم کشون کو عبث ستا کر خفا کرے گا ۔ یہی کہینگے کہ جاؤ صاحب خدا تمھارا بھلا کرے گا

محب علی حالی

عوض مین بوسے کے دے ہے گالی سوال دیگر جواب دیگر ۔ یہ طرز تو نے نئی نکالی سوال دیگر جواب دیگر

للمولفہ

تماشا ایسا نہ دیکھا ہوگا کسی نے ہمدم کہین کبھی بھی ۔ کہ مے پلاتا تھا ہمکو ساقی نہ بہکے ہم وہ بہک رہا تھا

رؤف احمد رأفت

یہ کسکی مژگان کے آہ یا رب چبھے ہین برچھی ہماری برمین ۔ کہ شکل غربال پڑ گئے ہین ہزارون روزن دل و جگر مین

خواجہ امام الدین آثر

وہ ہمسے چھپ ہین ہم انسے چھپ ہین منانیوالے منا رہے ہین ۔ شکایتین دل کی ہو رہی ہین مزے محبت کے آ رہے ہین

شاہ نصیر

سدا ہے اس آہ و چشم تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران ۔ نکل کے دیکھو ٹک اپنے گھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

نہان ہے کب چشم ہر بشر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران ۔ ہے اس نگہ سے اس اشک تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ضیائی بیگم

تمھارا ہم سے ہمارا تم سے نہ اٹھ سکے گا عتاب ہرگز	اُٹھے تو کیونکر اُٹھے بتاؤ کہ تم ہو نازک مین ناتوان ہون

لمؤلفہ

نظر نہ آیا جو کوئی تجھ سا زمین کے اوپر فلک کے نیچے	اسی سبب سے ہے تیرا چرچا زمین کے اوپر فلک کے نیچے
بھووں سے تیری ہلال ترسان خرام سے زلزلہ ہی لرزان	کیے ہین تو نے یہ فتنے برپا زمین کے اوپر فلک کے نیچے

راقم الحروف نے اس وزن مین سے چار رُکن گھٹا کر بحر کو بارہ رکن پر بھی بنی کیا ہی۔

لمؤلفہ

حریف دلے مہر و شوخ و دل کا ستانے والا	صنم رکھائے ہین کیسے کیسے یہ نام تم نے
عجب نہین ہی فلک جو لیوے زمین کا بوسہ	کیا ہے نا ز و ادا سے جانان خرام تم نے

عروض و ضرب مین بجاے فعلن اثلم کے فعلان اثلم مسبغ اظہار نون کے ساتھ بھی لا سکتے ہین جیسے اکبر شاہ خان فرحت رامپوری کے شعر مین ؎

لگی ہی ہاتھون سے جا کسی کے یہ دست برد اسکا دیکھ آہ	پیون نہ خون ایک چلو کیونکر بھلا کھو تو مین لب حنا کا

عروض مین فعولان ہے۔ وسط مصرع مین بھی لاتے ہین مگر مصرع کا نون کو ناموزون معلوم ہوتا ہے اور اسکو سکتہ کہتے ہین مثال ؎

مین تیرے قربان مر کہا مان تو چل مرے ساتھ ذرا سے یار	کہ کھائین گلفام ہو گلزار شراب کا شغل رکھینگے دلدار

بر وزن فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان دو بار شیخ علی حزین مرحوم کی ایک غزل فارسی وزن متقارب مقبوض اثلم بد ہے اور اُسکے تین مصرعون کے درمیان فعول فعلان بجاے فعول فعلن واقع ہوا ہے چنانچہ یہ مصرع اُسی غزل کا ہے **مصرع** اگرچہ صد سال زبیخودیہا نجاک راحت فتادہ باشم **تقطیع** اگرچ صد سال فعول فعلان ز بے خد یہا فعول فعلن نجاک راحت فعول فعلن۔ فتادہ باشم فعول فعلن۔

خواجہ عصمت اللہ بخاری نے متقارب مثمن مقبوض اثلم مضاعف کو بھی دو چند کیا ہے اور ایک ایک مصرع کی بنا سولہ رُکن پر ڈالی ہے مگر اشعار اُردو اس وزن مین نہین دیکھے گئے۔

متقارب مسدس سالم

فعولن فعولن فعولن دو بار جیسے۔

محمد رضا برق

شرک کی جو تعریف کیجے	بجا ہے بجا ہے بجا ہے

مریضون کو صحت ہے چلنا	گُلِ پاکِ خاکِ شفا ہے
یہان کور ہوتے ہین بینا	غبارِ آنکھ کا طوطیا ہے
مسیحا نفس ہے ہوا سے	ہوا کھانی اُس کی دوا ہے
دل تنگ کھلتا ہے اس جا	فرح بخش ہے دل کشا ہے
عدو کو ہے ثعبان موسےٰ	براے محبان عصا ہے

عروض وضرب مین فعولن کی جگہ فعولان بھی درست ہے جیسے۔

ولہ

یہ مصرع کہا حسب ارشاد	عیان کیا خط استوا ہے

تقطیع۔ یہ مصرع فعولن کہا حسَ فعولن بارشاد فعولان + عیا کا فعولن خط اِسْ فعولن تواہے فعولن۔

بحر متدارک

متدارک بضم میم و فتح تاے فوقانی و کسر راے مہملہ کے معنے ملنے والے کے ہین چونکہ یہ بحر بعد خلیل بن احمد کے اخفش نے نکالی ہے اور خلیل کی بحرون مین ملگئی ہے اس لیے اس کا نام متدارک رکھا گیا اور اسکو رکض الخیل اور غریب بھی کہتے ہین اس بحر مین یہ زحاف بہت آتے ہین۔ خبن۔ قطع۔ تسکین۔ حذف۔ اور اسکے ارکان اصلی یہ ہین فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دو بار۔

متدارک مثمن سالم مثال میر کی غزل کے یہ اشعار۔

ہاتھ کیا پہونچے گیسوے خمدار تک	دور کھینچے لگا دامن یار تک
ہے نشان ضعف سے ہی تن زار تک	میرے جامے مین باقی نہین تار تک
دم گھٹا آکے میرے یہ خلوے مین	روشنی ڈھونڈھتی ہر شب تار تک
سخت جانی سے میری ہی فق نہ تھے	دانت پیسا کی غصے مین تلوار تک
فوج عصیان نے گھیرا کہ ہر سمت سے	توبہ کس طرح پہونچے گنہگار تک

تقطیع۔ ہات کا فاعلن پہُنچ گے فاعلن سوے خم فاعلن دار تک فاعلن + دور کھنچ فاعلن نے لگا فاعلن + دامنے فاعلن یار تک فاعلن۔

علی اوسط رشک

رشک نے مصرع سالِ رحلت کہا	شعر گوئی اُٹھی لکھنؤ سے۔ دلا

تقطیع رشک نے فاعلن مصرعے فاعلن سال رح فاعلن لت کہا فاعلن + شعر گوئی فاعلن ای اُٹھی فاعلن لکھ ن او فاعلن سے دلا فاعلن۔

عروض یا ضرب مین بجاے فاعلن کے فاعلان بھی درست ہے۔ جیسے۔

منیر

دل جو ہوتا حرم کا کبوتر منیر	میری عرضی پہونچ جاتی سرکار تک

عروض مین فاعلان ہے اور ضرب مین فاعلن سالم۔

متدارک مثمن مذال فاعلان فاعلن فاعلان فاعلن دو بار مثال

مؤلفہ

میرے ساتھ باغ کو کل وہ رشک گل گیا	بس تمام دفتر درد و رنج دھل گیا

تقطیع میر سات فاعلان باغ کو فاعلن کل و رشک فاعلان گل گیا فاعلن ایک رکن مذال ہے اور ایک سالم۔

متدارک مثمن محذوف۔ فاعلن فاعلن فاعلن فع دو بار مثال اسکی یہ اشعار غزل مؤلف کے۔ ؎

اپنی صورت ذرا تم دکھا دو	میرے دل کی لگی کو بجھا دو
مر رہا ہون خبر لو مسیحا	اپنے مردے کو آکر جلا دو
اُس کو جنت کی پروا ہی کیا ہے	جس کو تم اپنے کوچے مین جا دو
اُن کے در پر جو مین بیٹھتا ہون	تو یہ کہتے ہین اس کو اُٹھا دو

تقطیع اپن صو فاعلن رت ذرا فاعلن تم دکا فاعلن دو فع + میر دل فاعلن کی لگی فاعلن کو بجا فاعلن دو فع + یہ وزن مضاعف بھی مستعمل ہے اور چوتھا رکن ہر مصرع کے حشو مین محذوف آتا ہے مثال اسکی یہ اشعار نوحے کے۔ ؎

جان دیتی ہون روکے دیکھو آنکھیں کھولو ذرا آنکھ سے بولو	اپنی بیکس بہن کی خبر لو میرے ماجائے مظلوم بھائی
پیاس مین تمنے گردن کٹائی تمنے جنگل مین بستی بسائی	کربلا کی زمین تمکو بھائی میرے ماں جائے مظلوم بھائی

تقطیع جان دے فاعلن تی ہ رو فاعلن روک دے فاعلن کو فع آک کو فاعلن لو ذرا فاعلن

ستمگر سے بو فاعلن لو فع ؛ اپنے بے فاعلن کس ہین فاعلن کی خبر فاعلن لو فع میر ما فاعلن جالے کہ منظ فاعلن
لوم ہا فاعلن اٹھی فع ؛

متدارک مثمن مخبون - فعلن فعلن فعلن فعلن دو بار عین کے کسرے سے -

ظفر

مرادشمن اگرچہ زمانہ رہا
نہ تو اپنا رہا نہ بگانہ رہا
مرا سینہ و دل مرا جان و جگر
رہی کثرت داغ بدولت غم
گیا موسم گردش ساغر مے
رہین خانہ خرابیان جسکے لیے
ظفر اسکی توزیف مین دل ہی مرا

ترا یون ہی ہین دوست یگانہ رہا
جو رہا سو کسی کا فسانہ رہا
ترے تیر نگہ کا نشانہ رہا
مرے پاس ہمیشہ خزانہ رہا
نہ وہ دور رہا نہ زمانہ رہا
وہ رقیب کا رونق خانہ رہا
مرے پاس بلا سے رہا نہ رہا

جمیع اجزا مخبون ہین **تقطیع** - مرادش فعلن منّ گر فعلن چہ زما فعلن نہ رہا فعلن ؛ ترا یو فعلن وہ ہم دو فعلن ست یگا فعلن نہ رہا فعلن - یہ وزن دو چند بھی مستعمل ہے چنانچہ -

مرزا صادق شرر

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
گئے دونون جہانکے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

فعلن سولہ بار -

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہ گلو مین گلو نگی سی بوہ رہی نہ عزیزو نمین لطف کی خو وہ رہی
نہ وہ آن رہی نہ امنگ رہی نہ وہ رندی و نہد کی جنگ رہی
نہ جیبو نمین رنگ فاوہ رہا کہین اور کی کیا وہ ہمین ہے
سو قبلہ نگاہ ہو نکے رخ نہ رہے دید یہ نقش جبین نہ رہے

واجد علی شاہ اختر

دل و جان سے فدا تھا جو تجھپہ صنم گیا عشق مین وہ سوے ملک عدم
بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرین ہم مرے مرنے کا تجھکو بھی غم نہوا

سلیمان خان اسد

ہوے دلسے جو عاشق زار ترے یہ سمجھ لے انھین کہ مرے تو جیے
جو مریض محبت و عشق ہو نکہین انکو دعا و شفا سے غرض

فائدہ فعلن بکسور العین کی جگہ بعض کن فعلن ساکن العین بھی جائز ہے جیسے -

گویا

جو ہو نجد کے بن مین گذار مرا کے کانٹون سے جسم نزار مرا	کرو عضو ہر ایک فگار مرا انھین قیس برہنہ پاکی قسم

تقطیع کرعض فعلن (بکسر عین) وہر ے فعلن (بکسر عین) ک فگا فعلن (بکسر عین) ر مرا فعلن (بکسر عین)
تم قے فعلن (بکسر عین) س برہ فعلن (بکسر عین) ناپا فعلن (بسکون عین) ک قسم فعلن (بکسر عین) اور
اگر برہنہ پا کو اضافت کے ساتھ پڑھا جائے تو اگرچہ فعلن بکسر عین کے وزن پر ہو جائے گا مگر اضافت زائد ماننا پڑے گی
اور یہ عیب ہے کیونکہ ایسی ترکیب کی دو حالتین ہوتی ہین ایک قول کے مطابق پہلا اسم صفت مقدم ہے
اور دوسرا اسم موصوف مؤخر ہے اور ایسی صفت جو اپنے موصوف حقیقی پر مقدم ہو اس کا حرف آخر
ساکن ہوتا ہے اور دوسرے قول کے مطابق پہلا اسم تمیز مقدم ہے اور دوسرا ممیز موخر اور اس صورت
مین برہنہ پا کے معنے یہ ہونگے کہ برہنہ از روے پا جیسے بلند پایہ اور خوبرو اور بدشکل یعنی بلند از روے
پایہ اور خوب از روے رو اور بد از روے شکل - اور ممیز و تمیز کے درمیان بھی کسرۂ اضافت نہین
آتا یا یہ کہ ایسی ترکیب قائم مقام اضافت لفظی کی ہو اور یہان کسرہ آخر مضاف کا دور ہوجاتا ہے
بخلاف اضافت معنوی کے بہر صورت اسکی صاف مثال یہ ہے -

مؤلفہ

ہے چشمون سے ایسے لخت جگر ہوے دیکھ خجل جنھین لعل گہر	کیا نالے نے تب بھی نہ اُسنے اثر قسم ہجر کی سوز و بکا کی قسم

تقطیع ہے چش فعلن (بکسر عین) م س آئے فعلن (بکسر عین) سے لخ فعلن (بسکون عین) الی آخرہ -
متدارک مثمن مقطوع فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن دوبار عین کے سکون سے چونکہ قطع اواخر مصاریع
سے مخصوص سمجھا گیا ہے اور اس جگہ تمام بیت مین ہوتا ہے لہذا اس کو مخبون مسکن بھی کہتے ہین یعنی فعلن
مخبون مکسور العین کو ساکن العین کرلیا ہے - مثال -

طالب

ہر دم کرتا ہون مین زاری ٭	دیکھی بس بس تیری یاری

تقطیع ہر دم فعلن کرتا فعلن ہوین فعلن زاری فعلن ٭ دیکھے فعلن بس بس فعلن تیری فعلن یاری فعلن ٭

نواب جعفر علی خان رئیس شمس آباد

سُن تو باتین موزون گرگی	ٹکڑے ٹکڑے ہیے ہے ترکی

تنبیہ - یہ وزن متقارب مین بھی داخل ہوسکتا ہے اور وہان اسکو متقارب مثمن اثلم کہین گے

اسلیے کہ فعولن سے فعلن اثلم ہو کر آتا ہے پس دونون وزنون مین مابہ الامتیاز یہ ہے کہ متقارب مثمن اثلم مین فعلُ اور فعولن اور فعول بھی جمع ہو سکتے ہین فعولن رکن سالم ہے اور فعلُ اثرم ہے اور فعول مقبوض ہے اور متدارک مین نہ فعولن آسکتا ہے اور نہ فعل واقع ہو سکتا ہے اور نہ فعول کیونکہ رکن سالم اسکا فاعلن ہوا اور رکن فاعلن کی کوئی فرع نہ فعل آتی ہے اور نہ فعول اور نہ فعولن میر کی مثنوی جوش عشق بحر متقارب مین ہے اور اسکے بعض شعر پورے پورے وزن متدارک مثمن مقطوع مین تقطیع ہو سکتے ہین جیسے۔ ع

	شمع مجلس پانی پانی ؎		دیکھ اُس رخ کی نور افشانی
	سُنبل اک زنجیری موکا		گل آشفتہ اُس کے رو کا

متدارک مقطوع کو ہزج اخرم اور رمل مشعث کے مطابق بھی تقطیع کر سکتے ہین کیونکہ یہ دونون وزن مفعولن ہین جو دو فعلن کی برابر ہے پس جب متدارک مثمن مقطوع کو اخرم یا رمل مشعث کے مطابق تقطیع کرین گے تو ہر مصرع دو مفعولن اور ایک فعلن کے وزن پر ہوگا اور اس وزن کو ہزج مسدس اخرم محذوف یا رمل مسدس مشعث محذوف کہا جائیگا۔ حدائق البلاغۃ مین میر شمس الدین فقیر نے لکھا ہے کہ وزن متدارک مثمن مقطوع کا نام **صوت الناقوس** بھی ہے اور وجہ تسمیہ حضرت عبداللہ بن جعفر انصاری سے اس طرح منقول ہے کہ ایک سفر حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ ملک شام کو تشریف لیے جاتے تھے راہ مین ایک ترسا ناقوس بجا رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ناقوس کہتا ہے حقا حقا حقا حقا ؎ صدقا صدقا صدقا صدقا۔ اور یہی فعلن فعلن فعلن فعلن کا وزن ہے۔

یہ وزن مثمن مضاعف بھی مستعمل ہے اور بعض رکن کا مخبون اور بعض کا مخبون مسکن و مقطوع لانا بھی ہو سکتا ہے۔

	امانت	

ہمدم یہ پھڑکنے کی ہے جگہ ہم دام مین آکر دم سے چھٹے		صیاد کے جب پھندے مین پھنسے مرنیکا بہانہ کیا بننے

تقطیع صَیّا فعلن (مخبون مسکن) دکے جب فعلن (مخبون) پھندے فعلن (مخبون مسکن) ام پھنسے فعلن (مخبون) مرنے فعلن (مخبون مسکن) کبہا فعلن (مخبون) نکیا فعلن (مخبون) بننے فعلن (مخبون مسکن) ہمدم فعلن (مخبون مسکن) یہ پھڑک فعلن (مخبون) نے کی فعلن (مخبون مسکن) ہ جگہ فعلن (مخبون) ہم دا فعلن (مخبون مسکن) ام آ فعلن (مخبون) کردم فعلن (مخبون مسکن) سے چھٹے فعلن (مخبون)۔

	شیخ نبی بخش عاشق	

تو چلنا پھرنا سہو ہوا اور آنکھ لڑانا بھول گئے		جب اعضا گل کر خاک ہوے اور اڑ گیا بالکل نور نظر

تقطیع جب آئے فعلن (مخبون مسکن) ضاگل فعلن (مخبون مسکن) اکرخا فعلن (مخبون مسکن) اک ہوے فعلن (مخبون) اکثار فعلن (مخبون مسکن) گئے بل فعلن (مخبون) اکئی تو فعلن (مخبون مسکن) ارنظر فعلن (مخبون) تو جل فعلن (مخبون مسکن) نابد فعلن (مخبون مسکن) نا ہے فعلن (مخبون مسکن) وہ ہوا فعلن (مخبون) آئسا فعلن (مخبون مسکن) ک لم فعلن (مخبون) نابو فعلن (مخبون مسکن) ال گئے فعلن (مخبون)۔

متدارک مثمن مخبون مسکن محذوذ فعلن فعلن فعلن فع دوبار مثال۔

کیا کیسے کیسا کچھ تھا		القصہ ایسا کچھ تھا	

تقطیع کیاکہ فعلن یے کے فعلن ساکچ فعلن تاً فع ٭ القص فعلن صا اے فعلن ساکچ فعلن تا فع اس کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ بیت ذوق کی اسی وزن مین ہے۔ ؎

قطرہ قطرہ آنسو جسکی طوفان شدت ہے		پارہ پارہ دل ہے جس مین تودہ تودہ حسرت ہے	

تقطیع قطرہ فعلن قطرہ فعلن آانسو فعلن جسکی فعلن طوفا فعلن طوفا فعلن شددت فعلن ہے فع الخ۔ اوراس وزن کو اس طرح بھی مضاعف کرتے ہین کہ حشو مین بھی چوتھا رکن محذوذ ہوتا ہے۔

متدارک مسدس مخلع فاعلن فاعلن فعِلُ دوبار۔

انشا

بس مرا سر نکھا ارے سیر کا ہے مزہ ابھی ٭ توہی بتلاوے اے صنم دیکھ انشا مجھے بھلا	دور ہو چل تخخ پرے کھیت ہین سب ہرے بھرے کوئی اب تجھسے کیا کرے سانس ٹھنڈی نکیون بھرے	

تقطیع بس مرا فاعلن سرنکا فاعلن آرے فعل ٭ دور ہو فاعلن چل تخخ فاعلن پرے فعل۔

بحور مرکبہ کا بیان

(۸) بحر منسرح

منسرح بضم میم وسکون نون وفتح سین مہملہ وکسر راے مہملہ وسکون حاے حطی اسکے معنے آسان کیے ہوے کے ہین چونکہ یہ بحر آسان ہے اسلیے اسکا نام منسرح رکھا گیا اور مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ اس بحر کا نام اسلیے منسرح ہے کہ انسراح کے معنی کپڑے اتارنے کے ہین چونکہ اس بحر مین کبھی ایسا اختصار ہوتا ہے

کہ شعرائے عرب دو ہی رکن مستفعلن مفعولاتُ کو ساری بیت اعتبار کر لیتے ہین اس نقصان کو کپڑے اتار
سے تشبیہ دیکر اسکا نام منسرح رکھ لیا اور وزن اُسکا یہ ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات بضم تا
دو بار یہ بحر مزاحف مستعمل ہے نہ سالم اور شعرائے عرب نے مسدس استعمال کیا ہے مگر شعرائے فارسی و
ریختہ مثمن استعمال کرتے ہین اور اس بحر مین عروض و ضرب موقوف یا مکسوف یا مجدوع مجور آتے ہین اور اس مین
چودہ زحاف واقع ہوتے ہین منجملہ انکے پانچ مستفعلن سے متعلق ہین سطے۔ قبض۔ حذذ۔ تسبیغ۔ رفع۔ اور نو
مفعولاتُ سے علاقہ رکھتے ہین خبن۔ سطے۔ اجماع خبن و وقف۔ اجماع خبن وکسف۔ اجماع طے
وکسف۔ اجماع طے و وقف۔ رفع۔ جدع۔ نحر۔

منسرح مثمن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات دو بار مفتعلن مطوی ہے
مستفعلن کا اور بسبب وقف کے مفعولات بضم تا سے مفعولات بسکون تا رہا اور بسبب طے کے
اُس سے واؤ گر پڑی مفعلات مطوی موقوف ہوا اسکو فاعلات بسکون تا سے بدل لیا۔

نیاز

دل مین ہم اپنے نیاز رکھتے ہین سو طرح راز		سو نچھے ہے اُسکو یہ بھید جسکی نہو چشم کور	

تقطیع دل ہم ہمپ مفتعلن نے نیاز فاعلات رکھتِ ہ سو مفتعلن طرح راز فاعلات سوج ہ اُس
مفتعلن کو ہے بید فاعلات جس ک نہو مفتعلن چشم کور فاعلات۔

منسرح مطوی مکسوف مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دو بار فاعلن مطوی مکسوف ہے اسلیے کہ
مفعولاتُ مین سے بسبب طے کے واؤ گر پڑی اور بسبب کسف کے تے گر پڑی پس مفعلا رہا اس کو
فاعلن سے بدل لیا مثال۔

ناصر جنگ

یاس و غم و آرزو جمع یہ سب چیز ہے		بلبلے ترا حوصلہ دل بھی عجب چیز ہے	

اس شعر مین چار رکن مطوی ہین اور چار مطوی مکسوف **تقطیع**۔ یاس غمو مفتعلن آرزو فاعلن جمع
یہ سب مفتعلن چیز ہے فاعلن ہ بلبل ترا مفتعلن حوصلہ فاعلن دل ب عجب مفتعلن چیز ہے۔

محمد روشن جوشش

یار کو قاصد مرے جاکے اگر دیکھنا کل جو اُسے دیکھ کر ہو گئے ہم بے خبر		میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا ہنسکے وہ کہنے لگا پھر بھی ادھر دیکھنا	

یہ بھی جائز ہے کہ شعر مین دوسرا رکن فاعلن (مطوی مکسوف) واقع ہو اور عروض و ضرب مین فاعلات

(مطوی موقوف) آئے جیسے

الفت

کسکو سنا کر کہا آپنے ادب بے لحاظ	مجھسے نہ اتنے اجی ہوتے رہو بے لحاظ
ہونٹھ ہی مل ڈالیے ہی یہ ٹھنی دلمین خیر	اسکو مجھے ابکے تم کینے تو دو بے لحاظ

تقطیع کس ک سنا مفتعلن کر کہا فاعلن (مطوی مکسوف) آ اَپ ن او مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی موقوف) مجس ن اِاتْ مفتعلن ے اجی فاعلن (مطوی مکسوف) ہوت رہو مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی موقوف) دونون شعرون مین رکن مستفعلن مطوی یعنی مفتعلن آیا ہے اور رکن مفعولات عروض وضرب مین مطوی موقوف ہے اور حشو مین مطوی مکسوف ہے غرض کہ یہ بات جائز ہے کہ حشو مین یا عروض وضرب مین مطوی مکسوف فاعلن اسی طرح تینون جگہ مطوی موقوف فاعلات لائین اور انکو باہم جمع کرین۔

نیاز بریلوی

خاک کے پتلے نے دیکھ لیا ہی مچایا ہی شور	جن وملک کے اُپر کر رکھا ہے اپنا زور

تقطیع خاک ک پُتْ مفتعلن لے ن دیک فاعلات کا ہ مچا مفتعلن یاہ شور فاعلات جن ن ملک مفتعلن کے اُپر فاعلن کر رَک ہے مفتعلن اَپ ن زور فاعلات مصرع اول مین حشو مطوی موقوف یعنے فاعلات ہے اور مصرع ثانی مین حشو مطوی مکسوف یعنے فاعلن آیا ہے اور عروض وضرب مطوی موقوف ہے۔

نزاکت

کیون نہ مین قربان ہون جب وہ کہے ناز سے	ہمکو جفا کا ہی شوق اہل وفا کون ہے

یہان عروض وضرب مین بجاے فاعلات مطوی موقوف کے فاعلن مطوی مکسوف واقع ہی اور مصرع اول کے حشو مین بھی مطوی مکسوف ہی اور مصرع ثانی کے حشو مین مطوی موقوف ہی۔

سودا

سُنکے سپاہی سمات دلمین بہت خوش ہوا	لیک بظاہر یہ حرف تند ہوا اُسنے کہا

حشو مین دونون مصرعون کے فاعلات مطوی موقوف ہی اور عروض وضرب مین فاعلن مطوی مکسوف ہے اس وزن مین اختلاف زحاف کا بھی جائز ہے مثلاً ؎

حال دل خستہ آہ مین نے جو اُن سے کہا	تو بولے یہ چپ ہی رہ سُننے کی طاقت کہان

مصرع اول اس وزن پر ہے مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے

مفاعلن فاعلن مفتعلن فاعلات مصرع اول مین مفتعلن مطوی اور فاعلات حشو مین مطوی موقوف ہے عروض مطوی مکسوف اور مصرع ثانی مین ابتدا مخبون اور ایک رکن حشو کا مطوی مکسوف اور ضرب مطوی موقوف ہی تقطیع حال دے مفتعلن خست آہ فاعلات ہین ج اُن مفتعلن سے کہا فاعلن ہٗ ت بلول سیئے مفاعلن چپ ہ رہ فاعلن سُن ن ک طا مفتعلن قت کہا ن فاعلات ۔

منسرح مثمن مطوی منحور مفتعلن فاعلات مفتعلن فع دو بار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور نحر سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف اول و رالف کو گرا کر تا ے آخر کو ساکن کردین پس مفعولات سے لت منحور حاصل ہوا اسکو فع سے بدل لیا انشاء اللہ خان نے ایک غزل اس وزن مین لکھی ہے ۔ ؎

کوئی نہین اُس پاس خوف نہین کچھ	ہوتے ہو کیون ہیحواس خوف نہین کچھ
یہ نہین فتنے کا عطر جس سے کہ ڈر ہو	آتی ہی پھولون کی باس خوف نہین کچھ
کچھ یہ نہین چوکیدار جس سے جھجک ہو	ٹیلہ ہے اور اُسپہ گھاس خوف نہین کچھ
باندھیو انشا نہ دھیان آگ دھوین کا	پھولے ہوئی ہین پلاس خوف نہین کچھ

تقطیع ۔ کوئی نہی مفتعلن اُس پاس فاعلات خوف نہی مفتعلن ن کچ فع ہٗ ہوت ہ کو مفتعلن بے حواس فاعلات خوف نہی مفتعلن کچ فع ۔

غالب

آکہ مری جان کو قرار نہین ہے	طاقت بیداد انتظار نہین ہے
دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے	نشہ باندازۂ خمار نہین ہے
تو نے قسم مے کشی کی کھائی ہے غالب	تیری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے

تقطیع آک مری مفتعلن جان کو ق فاعلات رار نہی مفتعلن ہے فع + طاقت بے مفتعلن داد لات فاعلات ظار نہی مفتعلن ہے فع ۔

منسرح مثمن مطوی مجدوع مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع دو بار ۔ جدع اُسے کہتے ہین کہ مفعولات کے دو سبب خفیف کو ساقط کرکے وتد مفروق کے متحرک آخر کو ساکن کر دین اس صورت مین مفعولات سے لات بسکون تا مجدوع رہتا ہے اس کو فاع سے بدل لیتے ہین ۔ انشا کے چارون شعرون مین عروض و ضرب منحور ہے اسلیے کہ ہاے مخلوط التلفظ خواہ شعر کے آخر مین واقع ہو یا درمیان مین تلفظ مین نہین آتی اور تقطیع مین بھی ساقط کردیجاتی ہے مثال اسکی یہ ہے ۔ ؎

شعر تو ٹک اپنے کو دیکھ لیویگا یہ مول	یہ بھی ہوا لون تیل لے ہے جسے تول

تقطیع۔ موٹ ٹک پ مفتعلن نے ک دیک فاعلات لے دگ یے مفتعلن مول فاع ؛ یہ بھی ہوا مفتعلن لون تیل فاعلات لے ہے جسے مفتعلن تول فاع ؛ ان دونون وزنون مین حشو مطوی مکسوف یعنی فاعلن بھی درست ہے مثلاً۔ ؎

شعر تو بے ربط و پوچ کہنے سے ہی شوق	آپ انھین خلق مین شہرے سے ہی ذوق

تقطیع۔ شعرت بے مفتعلن ربط پوچ فاعلات کہن س ہے مفتعلن شوق فاع ؛ آپ انے مفتعلن خلق مے فاعلن شہر س ہے مفتعلن ذوق فاع۔

عروض و ضرب مین منحور و مجدوع کا جمع کرنا بھی جائز ہے جیسے۔ ؎

کان ہین اُسکے زبس نالون سے مملو	حال دل زار کب کرتا ہے مسموع

تقطیع۔ کان ہ اُس مفتعلن کے زبس فاعلن نال س م مفتعلن لو فع ؛ حال دلے مفتعلن زار کب فاعلن کرت ہ مَس مفتعلن موع فاع ؛ مفتعلن مطوی اور فاعلن مطوی مکسوف اور فاع مجدوع اور فع منحور ہے۔

منسرح مسدس مطوی مفتعلن فاعلات مفتعلن دو بار مثال۔ ؎

نالۂ دل نارسا ہے یار تلک	اپنی پہونچ کب ہے گلعذار تلک

تقطیع نالۂ دل مفتعلن نارساہ فاعلات یار تلک مفتعلن ؛ اپن پہونچ مفتعلن کب ہ گلع فاعلات ذار تلک مفتعلن اس بیت مین سب اجزا مطوی ہین۔

منسرح مسدس مطوی مقطوع مفتعلن فاعلات مفعولن دو بار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور مفعولن مقطوع ہی یعنے مستفعلن سے بسبب قطع کے حرف آخر وتد مجموع یعنی نون گر کر اُسکا ماقبل یعنی لام ساکن ہو گیا تو مستفعلن مقطوع رہ گیا اسکو مفعولن سے بدل لیا مثال اسکی۔ ؎

آنکھون مین مے کا خمار ابتک ہے	سچ کہین ہم کو تو آپ پر شک ہے

تقطیع آکھ م مے مفتعلن کا خمار فاعلات ابتک ہے مفعولن ؛ سچ کہہ ہم مفتعلن کو ت آپ فاعلات پر شک ہے مفعولن عروض و ضرب مقطوع ہے اور باقی مطوی اور یہ دونون وزن خواہ فارسی و ریختہ مین کم مستعمل ہین۔

(۹) بحر مقتضب

مقتضب بضم میم و سکون قاف و فتح تاے فوقانی و فتح ضاد معجمہ و سکون باے موحدہ اسکے

معنے ایک چیز سے نکلا ہوا اور کاٹا ہوا ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے نکالی اور کاٹی ہے یعنی اُس بحر کا عکس ہے اسلیے اسکا نام مقتضب رکھا گیا وزن اسکا یہ ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبارہ یہ بحر کلام عرب مین مجزو مستعمل ہے یعنے آخر کا جزاُس سے گرا کر استعمال کرتے ہین اور اس بحر مین اتنے زحاف آتے ہین۔ خبن۔ طے۔ قطع۔ صلم۔ وقف۔ کسف۔ جدع۔ پس ان مین سے خبن اور طے اور وقف اور کسف اور جدع اور صلم رکن مفعولات سے علاقہ رکھتے ہین اور قطع واذالہ مستفعلن سے تعلق رکھتے ہین۔ اس بحر مین مفعولات کے واو اور ف مین مراقبہ ہے یعنی معاً دونون کا گرانا یا ثابت رکھنا جائز نہین اگر ف ساقط کی جائے تو واو ثابت رکھینگے اور اگر واو ساقط کیجاے تو ف ثابت رہے گی شعرائے قدیم نے اس بحر کے ایک دو وزن مثمن اور مسدس مین طبع آزمائی کی ہے مگر وہ شعر ثقیل ہونے کے سبب سے پسند طبائع نہوئے نازک خیالان عرب وفارس نے اکثر اس بحر کو مربع استعمال کیا ہے اور خیال بندان ریختہ نے اس وزن کو مثمن بھی پسند فرمایا ہے۔

مقتضب مثمن سالم صفی کہتا ہے۔

ان بالو مین اب کیون نہین ہوتا شانہ کیا ہی گم	تیرے گیسو اُلجھے مرا دل آشفتہ ہے اے صنم

تقطیع ان بالوم مفعولاتُ اب کو نہی مستفعلن ہوتا شان مفعولاتُ کا ہی گم مستفعلن تیرے گیسُو۔ مفعولاتُ اُلجے مرا مستفعلن دل آشفت مفعولات ہے اے صنم مستفعلن۔

مقتضب مثمن مطوی فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار مفعولات سے فاعلات مطوی ہے اسلیے کہ مفعولات مین طے اس طرح واقع ہوتا ہے کہ سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کو دور کردیتے ہین اور مفعولاتُ فاعلات سے بدل لیتے ہین اور مفتعلن مستفعلن سے مطوی ہوکر آیا ہے کیونکہ مستفعلن مین طے سے یہ مراد ہے کہ دوسرے سبب خفیف کے ساکن کو گرادین اور مستعلن کو مفتعلن سے بدل لیتے ہین۔ مثال۔

سحر

تجھ بغیر رشک پری کب خوش آئی سیر چمن	گل ہو خار دل کو مرے دیتے ہین زیادہ الم

تقطیع تج بغیر فاعلات رشک پری مفتعلن کب خشای فاعلات سیر چمن مفتعلن ٭ گل ہ خار فاعلات دلکُ مرے مفتعلن دیتِ ہیَ زِ فاعلات یا والم مفتعلن ٭ اور یہ بیت بھی اسی وزن مین ہے۔ ع

یار بے وفا سے ہین کب امید وصل ہی کی	شوخ دلربا سے ہین کب امید وصل ہی کی

اس مین بھی جمیع اجزا مطوی ہین - **تقطیع** یار بے وفا علات خاس ہمے مفتعلن کب اُمید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن ۔ شوخ دل رفا علات باس ہمے مفتعلن کب اُمید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن ۔

مقتضب مثمن مطوی مقطوع فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن دوبار فاعلات مطوی ہے مفعولات سے اور مفعولن مقطوع ہے مستفعلن سے مثال ۔

غالب

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے		برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے	
ہمسے رنج بے تابی کس طرح اُٹھایا جائے		داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے	

تقطیع کارگاہ فاعلات ہستی مے مفعولن لال داغ فاعلات ساما ہے مفعولن ۔ برق خرم فاعلات نے راحت مفعولن خون گرم فاعلات دہقاہے مفعولن ۔ یاد رکھو کہ یہ بحر بحر ہزج مثمن اشتر سے مل جاتی ہے اسلیے کہ بحر ہزج مثمن اشتر کا یہ وزن ہے فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دوبار مثلاً شعر مذکور صدر کو بحر ہزج مثمن اشتر مین یون تقطیع کر سکتے ہین **تقطیع** ۔ کارگا فاعلن ہ ہستی مے مفاعیلن لال دا فاعلن غ ساما ہے مفاعیلن برق خر فاعلن منے راحت مفاعلن خون گر فاعلن م دہقا ہے مفاعیلن ہر خیال رہے کہ مقتضب مثمن مطوی مقطوع مین کبھی مستفعلن مطوی ہو کر یعنے مفتعلن بن کر اور کبھی سالم بھی آجاتا ہے اور یہی بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مطوی مقطوع مین باعث تمیز ہے چنانچہ دریائے لطافت مین مرزا قتیل کے کلام سے اور زر کامل العیار مین منشی مظفر علی اسیر کے قول سے یہی بات پیدا ہوتی ہے مثلاً اس شعر مین مہری شیرازی کے یہ بات صاف معلوم ہوجاتی ہے ۔ ؎

در فراق او مہری فرض کن کہ شبہارا		میتوان بروز آورد روز را کسے چہ کند	

تقطیع اسکی یہ ہے در فراق فاعلات او مہری مفعولن فرض کن ک فاعلات شبہارا مفعولن ۔ مے تواب فاعلات روز آور مفعولان د روز را ک فاعلات سے چ کند مفتعلن ۔ پس اگر ہم اس بحر کو ہزج مثمن اشتر مین کہین اور پچھلے مصرع کی یون تقطیع کرین **تقطیع** میتوا فاعلن بروز آور مفاعیلان د روز را فاعلن کسے چکند مفاعلتن ۔ تو ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ مفاعیلن کی فرع مفاعلتن کہان آئی ہے بلکہ مفاعلتن کی فرع بحر وافر مین مفاعیلن آتی ہے پس فرق درمیان بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع کے ظاہر ہوگیا اس مقام پر ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراض خان آرزو نے شیخ علی حزین کے چند اشعار پر باعتبار بحر ہزج مثمن اشتر کے کیا ہے اور مولوی امام بخش صہبائی نے قول فیصل مین اُس کا جواب دیا ہے ذکر کرین کیونکہ یہ بات فائدے سے خالی نہین شیخ کے اشعار یہ ہین ۔ ؎

شب کہ با ہزار افغان در فراق یوسف خویش — داشتم بسینہ دلے رشک پیر کنعانے
غیر تم صلا زد و گفت دامنے بزن بجہان — تا بکے فرو ماندہ در طلسم حیرانے
فکر زاد راہ طلب رسم رہ نوردان نیست — بس بود شکستہ دلی با درست پیمانے
زین سروش فرخندہ ہوش در سماع آمد — تن ز شوق جانان شد پاے تا بسر جانے
از ادب بجاے قدم دیدہ قطرہ زن کردم — ناگہان بہ پیش آمد سہمگین بیابانے

خان آرزو نے سب اشعار کو بروزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن بحر ہزج مثمن اشتر مین قرار دے کر شیخ کی غلطی نکالی ہے اور کہتے ہین کہ پہلے مصرع مین (یوسف خویش) کی فے اور دوسرے مصرع مین (بسینہ دلے) کی اور تیسرے مصرع مین (زد و گفت) کی اور چوتھے مصرع مین (شکستہ دلی) کی دال اور تیسرے مصرع مین (بجہان) کی جیم اور پانچوین مصرع مین (راہ طلب) کی طوے اور نوین مصرع مین (بجاے قدم) کا قاف ساکن ہون اور تیسرے مصرع مین (گفت) کی تے ساقط کی جاے جب یہ وزن درست ہو مولوی صہبائی کہتے ہین کہ ان اشعار کو بحر ہزج مثمن اشتر مین شمار کرنا بڑی غلطی ہے یہ ساری غزل بحر مقتضب مین ہے اور بحر مقتضب کے اصلی ارکان یہ ہین مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دو بار ان اشعار مین مفعولات مطوی ہو کر ہر جگہ فاعلات آیا ہے اور مستفعلن بعض مقام پر مطوی ہو کر مفتعلن ہے اور بعض جا مطوی مسبغ مفتعلان اور بعض جا مقطوع ہو کر مفعولن اور بعض جا مقطوع مسبغ ہو کر مفعولان آیا ہے اور یہ بات تمام عروضیون کے نزدیک جائز ہے اور تقطیع یون ہے **تقطیع** ۔ شب کہ باہ فاعلات زار فغا مفعولن در فراق فاعلات یوسف خویش مفتعلان ؛ داشتم ب فاعلات سین دلے مفتعلن رشک پیر فاعلات کنعانی مفعولن ؛ غیر تم ص فاعلات لاز د گفت مفتعلان دامنے ب فاعلات زن بجہان مفتعلان ؛ تا بکے ف فاعلات رو ماندہ مفعولن در طلسم فاعلات حیرانے مفعولن ؛ فکر زاد فاعلات راہ طلب مفتعلن رسم رہ ن فاعلات وردان نیست مفعولان ؛ بس بود ش فاعلات کستہ دلی مفتعلن با درست فاعلات پیمانی مفعولن علی ہذا القیاس اور شعرون کی بھی تقطیع ہوتی ہے یہان سے ثابت ہے کہ منبع الاشتباہ بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع مین مفتعلن مطوی و مفتعلان مطوی مسبغ وغیرہ کا آجانا ہے ورنہ بحر ہزج مین وہان پر مفاعلتن لانا پڑے گا حالانکہ مفاعلتن بحر ہزج کی فروع مین سے ہے ہی نہین ۔

(۱۰) بحر مضارع

مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دو بار جاننا چاہیے کہ مضارع بضم میم و فتح ضاد معجمہ و کسر راے مہملہ

وسکون عین مہملہ کے معنے مشابہ کے ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے اور بقول بعض بحر ہزج سے مشابہ ہے
اس لیے اسکانام مضارع ہے اس بحر مین فلاع لاتن منفصل ہے یہ بحر سالم مستعمل نہین مزاحف مستعمل ہے
اور اس بحر کو جب مجزو یعنے مسدس کرتے ہین تو فاع لاتن گراتے ہین نہ مفاعیلن کو جیساکہ مثمن سے مسدس
کرتے وقت معلوم ہوگا اور اس بحر کے رکن مفاعیلن مین یا اور نون مین مراقبہ ہے یعنی دونون کا ساقط
کرنا یا ثابت رکھنا جائز نہین اور اسکے زحاف سات ہین کف۔ خرم۔ خرب۔ قصر حذف۔ قبض۔ تسبیغ
بعض رسالون مین تین زحاف سلخ اور طمس اور تخنیق اور بھی لکھے ہین اس صورت مین بحر مضارع
کے زحاف دس ہوے۔ مخفی نرہے کہ سَلخ بفتح سین مہملہ وسکون لام وخاے معجمہ لغت مین پوست
کھینچنے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین مراد ہے فلاع لاتن مین دو سبب خفیف کے حذف کرنے
اور عین کے ساکن کرنے سے پس فلاع عین موقوف سے باقی رہے گا اور بعض
فلاع کو مجبوب موقوف کہتے ہین کیونکہ جب یہ ہے کہ دو سبب خفیف جو رکن کے
آخر مین ہون گرا دیے جائین پس جب کے بعد فاع بکسر عین رہے گا اور وقف
سے مراد حرف آخر وتد مفروق کا ساکن کرنا ہے اس صورت مین فاع سکون
عین سے باقی رہا اور طمس بفتح اول وسکون میم ونون بمعنے ناپدید کرنا اور مونڈنا
اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ فاع لاتن سے دو سبب خفیف کو مع عین کے
گرادین اس صورت مین فلاع سخا رہا اسکو فع سے بدل دیتے ہین پس بحر مین
فع مطموس ہے اور بحر ہزج مین ابتر ہے اور بعض اس کو مجبوب مکشوف کہتے ہین کیونکہ زحاف جب
کی وجہ سے فاع لاتن فاع رہجاتا ہے اور کشف عبارت ہے اس سے کہ وتد مفروق کا حرف آخر
ساقط کر دیا جائے اس صورت مین فارہ جائے گا جسے فع سے بدل لینگے اور تخنیق بفتح تاے فوقانی
وسکون خاے معجمہ وکسر نون وسکون یاے تحتانی وقاف موقوف لغت مین گلا گھونٹنے کے معنے مین
ہے اور اصطلاح مین خرم کا قائم مقام ہے اور وہ یہ ہے کہ مفاعیلن کے وتد مجموع کے حرف اول کا
گرا دینا پس مفاعیلن سے فاعیلن رہتا ہے اس کو مفعولن سے بدل لیتے ہین اشعار عرب مین خرم ابتداے شعر
کے سوا نہین آتا اور شعراے فارس نے جمیع اجزاے بیت مین اسکا لانا جائز رکھا ہے جو کہ مفعولن مفاعیلن
سے مشتق ہے اسلیے اگر شروع مین ہو تو اخرم کہینگے اور باقی اجزاے بیت مین مخنق بولا جاتا ہے
مگر متاخرین اس تفریق کی پابندی کم کرتے ہین اور یہ لفظ خاے معجمہ اور نون مشدد مفتوح کے
ساتھ ہے حدائق العجم وغیرہ سے اسی طرح ثابت ہے لیکن شرح خزرجیہ مین علامۂ نقشبند کے

کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ لفظ حائے حطی اور بائے موحدہ سے ہے اور تشتق سے ہے تجمیع سے جو جمع کرنے کے معنے مین ہے ۔ بہر صورت کف ۔ قصر ۔ سلخ ۔ طمس ۔ حذف ۔ فاع لاتن سے علاقہ رکھتے ہین اور کف ۔ خرم ۔ خرب ۔ قصر جب ۔ ذال ۔ تخنیق ۔ قبض ۔ تسبیغ رکن مفاعیلن سے تعلق رکھتے ہین ۔

مضارع مثمن اخرب ۔ مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن دو بار خرب کہتے ہین اجماع خبن و کف کو یعنی رکن کے حرف اول اور حرف ہفتم کا گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل بضم لام اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال ۔

راجہ بہادر

یہ زخم دل ہمارے مراہم تلک نہ پہونچے	ہم اُن تلک نہ پہونچے وہ ہم تلک نہ پہونچے

تقطیع یہ زخم دل ہمارے مفعول فاع لاتن مراہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن + ہم اُن تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن وہ ہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن رُکن مفاعیل اخرب ہے اور فاع لاتن سالم آیا ہے ۔

انشا

صاحب کے ہرزہ پن سے ہرایک کو گلہ ہے	مین جو نباہتا ہون میرا ہی حوصلہ ہے
دین گالیان ہزارون سن مطلع اس غزل کا	کہنے لگا کہ انشا اس کا یہی صلہ ہے

محشر

دل کا پتہ نپایا زلفون کو کھول دیکھا	گیسو کو ڈھونڈھ مارا طرہ ٹٹول دیکھا

المؤلفہ

اُلجھے ہوے دلون مین دیتے ہین اور گرہ مین	کاکل کو تاب دیکر سنبل سے بال والے
ہرگام پر دکھا کر ناز و ادا سے جلوہ	دل چھین لے چلے ہین غنج و دلال والے
اشعار کا سُنا نادان کو ہے حماقت	رمز سخن کو سمجھین نازک خیال والے

عروض و ضرب مسبغ یعنے بجاے فاع لاتن فاع لیان بھی آسکتا ہے خواہ ایک مین فاع لاتن اور دوسرے مین فاع لیان ہو مثال ۔

میر

رہیے بغیر تیرے اے رشک ماہ تا چند	آنکھوں مین یون ہماری عالم سیاہ تا چند

عروض و ضرب مسبغ ہین۔

ولہ

خط سے جو ہے گرفتہ وہ مہ نہین نکلتا	مانند چشم اختر ہم دیکھین راہ تا چند

عروض مین فاع لاتن اور ضرب مین فاع لیان ہے۔

میر

شرم و حیا کہان کی ہر بات پر ہے شمشیر	اب تو بہت وہ ہم سے بیباک ہو گیا ہے
زیر فلک بھلا تو روؤے ہے آپ کو میر	کس کس طرح کا عالم یان خاک ہو گیا ہے

ولہ

یوسف سے لیکے تا گل پھر گل سے لیکے تا شمع	یہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہونچا

تینون شعرون کے عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم۔

سودا

اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر	واژون ہے عقل تیری اوندھا ہے تو جنم سے

میر حسن

مین حال دل کہون ہون تم شکوہ سمجھو ہو واہ	کہتا ہون مین کہانی سنتے ہو تم کدھر کی
جون آئنہ سراپا کس کا ہون محو دیدار	نے پاؤن کی خبر ہے مجھکو نہ اپنے سر کی

حشو مین بھی فاعلیان آتا ہے مثال بحر۔

کیا جانے زاہد پیر ہے دردے بھی اکسیر	ادنی سی ہے یہ تاثیر عود شباب ہو گا

مضارع مثمن اخرب محذوف مفعول فاع لاتن مفعول فاع لن دو بار فاع لن محذوف ہے فاع لاتن سے۔ ہ

رکھتا نہین ہے مطلق تاب عتاب دل	پہلو مین ہو گیا ہے مثل کباب دل

تقطیع رکھتا ن مفعول ہی ہے مطلق فاع لاتن تابے ع مفعول تاب دل فاع لن پہلوم مفعول ہو گیا ہے فاع لاتن مثلے ک مفعول باب دل فاع لن۔

مضارع مثمن مکفوف مقصور مفاعیل فاع لات مفاعیل فاع لان دو بار بسبب کف کے مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف حاصل ہوا اور بسبب کف کے فاع لاتن سے فاع لات بضم تا مکفوف رہا اور بسبب قصر کے فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا رہا اسکی جگہ فاع لان رکھدیا مثال۔ ہ

ارے دل کہا تو مان نہ زلف دوتا کو چھیڑ	خبردار کیا کرے ہے نہ کالی بلا کو چھیڑ

تقطیع ارے دل ک مفاعیل ہا تُ مان فاع لات نہ زلفے دُ مفاعیل تاک چھیڑ فاع لان ۔ خبردار مفاعیل کا کرے ہ فاع لات نہ کالی ب مفاعیل لاکُ چھیڑ فاع لان یہاں پر مفاعیلن کی فرع مفاعیل مکفوف اور فاع لاتن منفصل کی فرع لات مکفوف اور اسی کی فرع فاع لان مقصور ہے اور اگر حشو میں بجائے فالات کے فلع لن آجائے تو بھی جائز ہے مثال ۔ ے

ہو مواج جبکہ دل میں غم کا شطِ سیاہ	ہو پھر کیوں نہ اُس میں دل کی شناور بط سیاہ

تقطیع ۔ ہ مُوداج مفاعیل جبک دل فلع لن م غم کاش مفاعیل طے سیاہ فاع لان ہ پھر کو مفاعیل اُس م دل کِ فاع لاتُ شناور ب مفاعیل طے سیاہ فاع لان ۔ اور عروض و ضرب میں بھی فاع لن درست ہے مثال ۔ ے

مرے استخوان پارۂ اخگر بجھ کے کیا	کہیں جل نہ جائے اُنسے یہ تیرا دہان ہما

تقطیع مرے است مفاعیل خان پار فاع لات ، اخگر س مفاعیل جھ ک کا فلع لن کہی جل نَ مفاعیل جا ے اِنْ س فاع لات یِ تیرا د مفاعیل ہا ہما فلع لن ۔

ایضاً

رہی سیر جب مقابلۂ چرخ پیر تھا	کہ گردون ہدف تھا اور مرا نالہ تیر تھا

مضارع مثمن اخرب مکفوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لاتن دو بار بسبب خرب کے مفاعیلن سے مفعول اخرب حاصل ہوا اور بسبب کف کے ساکن ہفتم نون گر کر فاع لاتن سے فاع لات اور مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف باقی رہا مثال ۔ ے

اے عشق تجھکو میرے ستانے سے فائدہ کیا	جب دل ہی جل چکا ہو جلانے سے فائدہ کیا

تقطیع اے عشق مفعول تجھکو میر فاع لات ستانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن جب دل ہ مفعول جل چکاہ فاع لات جلانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن ۔

دیگر

سینے پہ داغ آئینہ کے اس سبب سے آئے	پرچھائین پڑگئی یہ کسی رشک ماہ کی ہے

تقطیع سینے پ مفعول داغ آای فاع لات اِن کے اس سَ مفاعیل بب سِ آئے فاع لاتن پر چھائ مفعول پڑگئی ی فاع لات کسی رشک ب مفاعیل ماہ کی ہے فلع لاتن +

مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان دوبار مثال ۔

مکرم الدولہ غالب

رہتے ہین آئینہ سے ہمیشہ دوچار آپ | تنہا ہی لوٹتے ہین یہ ساری بہار آپ

تقطیع رہتے ہ مفعول آ ائینے س فاع لات ہمیشہ دُ مفاعیل چار آپ فاع لان ؛ تنہاہ مفعول لو ہ فاع لات یہ ساری ب مفاعیل ہار آپ فاع لان ۔

مولفہ

ساقی یہ لاش مست کی ہی متندرین مین داب | اسکو خم شراب کے توتہ نشین مین داب

ایک مصرع کے حشو مین بجاے فاع لات مکفوف کے فاع لاتن سالم اور بجاے مفاعیل مکفوف کے مفعول اخرب لائین اور دوسرا مصرع وزن سابق پر ہو تو جائز ہے جیسا کہ منیر کے شعر مین ہے

ہو حکم تو گرہ دل اعدا کی کھولدین | رکھتے ہین چشم ناخن سے انتظار ہاتھ

پہلا مصرع اسی وزن پر ہی مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن اور دوسرا اس وزن پر مفعول فاع لاتن مفعول فاع لان۔ تقطیع۔ ہو حکم مفعول تو گرہ دِ فاع لات ل اعدا ک مفاعیل کولدے فاع لن ؛ رکھتے ہ مفعول ین چشم ناخن فاع لاتن سے انت مفعول ظار ہات فاع لان ؛

انشاء اللہ خان

کیا کام ہمکو سجدۂ دیر و حرم کے ساتھ
مفعول فاع لاتُ مفاعیل فاع لان
وحشی تری نگہ کا بیابان کعبہ دیکھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
کم قوت ایسے ہم نہین اوقات اپنی یار
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

مستونکا سر جھکے ہی صراحی کے خم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
پھرنے لگا شلنگ غزال حرم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
بنجہ ہی کرتے گذرتے ہی شیر اجم کے ساتھ
مفعول فاع لاتُ مفاعیل فاع لان

مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن دو بار مثال۔

سودا

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا | کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا دل بنا

تقطیع۔ آ اُدم ک مفعول جسم جبک فاع لات عناصر س مفاعیل مل بنا فاع لن ؛ کچ آگ مفعول

رہ گگی ت فلع لات س عاشق ک مفاعیل دل بنا فاع لن -

منا صاحب

جسم صنم تو نازو نزاکت سے مل بنا	پر یہ بڑا غضب ہے کہ پتھر کا دل بنا

حسرت

نازک دلون کے زخم کو مرہم کبھو نہ ہو	پیراہن حباب پھٹے تو رفو نہ ہو

لمؤلفہ

قاتل نے جبکہ تن سے مرے سر جدا کیا	اتنا کوئی نہ بولا کہ ظالم یہ کیا کیا
ہرگز نہ آگ سینہ پر سوز کی بجھی	گو سیل اشک آنکھون سے میری بہا کیا
کیا مال تھا جو دل اُسے بخشی نہ دے سکا	ناچیز چیز کے لیے ناحق خفا کیا

تمام شعرون مین صدر و ابتدا اخرب اور عروض و ضرب محذوف ہے اور حشو مکفوف عروض فاع لن محذوف اور ضرب فاع لان مقصور اور بالعکس بھی درست ہے اول کی مثال جان صاحب طوماس کہتا ہے - ؎

سودا ہی زلف یوسف ثانی کا اسقدر	روتے ہین ہم کھڑے سر بازار زار زار

عروض فاع لن محذوف ہے اور ضرب فاع لان مقصور ہے بالعکس کی مثال سلیمان خان اسد کہتا ہے - ؎

کیا کیا نہ ذلتین ہوئین اس عشق مین نصیب	عزت گئی وقار گیا مال و زر گیا

مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیلن سے مفعول اخرب ہی اور اسی سے مفاعیل مکفوف ہے اور فاع لاتن سالم مثال -

شکوہ ہے کسی کا نہ ہمکو اید دل	دے بیٹھے جان ابتو اسکو دے دل

تقطیع شکوہ ہ مفعول کسی کا ن مفاعیل ہمک اے دل فاع لاتن ۂ دے بیٹ مفعول ھ جان ابت مفاعیل اُس کو دے دل فاع لاتن ۂ یہان پر ایک رکن فاع لاتن اصل مثمن سے حشو مین کم کر دیا ہے۔ مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر بطور دیگر - مفعول فاع لات مفاعیلن دوبار مثال ؎

پردہ اُٹھا جو اُس رخ روشن سے	دن کا گمان ہے سارے زمانے کو

تقطیع - پردہ اُ مفعول ٹھا جو اُس فاع لات رخ روشن سے مفاعیلن ؛ دن کا گ مفعول

ماہ سار فاع . لاتُ زمانے کو مفاعیلن + سہ

شیشے مین ہم پری کو اُتارین گے		چڑھ جائینگے کبھی تو وہ قابو مین

تقطیع شیشے م مفعول ہم پری ک فاع لات اُتارےنگے مفاعیلن + چڑجا مفعول ۔ کبی تُ فاع لات وقابو ے مفاعیلن ج آخرین مفاعیلن کی جگہ مفاعیلان بھی آسکتا ہے جیسے سہ

سُنتا ہون محتسب نے کیا ہے فرق		مے خانہ میکشان بلا نوشو

تقطیع سُنتا ہُ مفعول محتسب نِ فاع لاتُ کیا ہے فرق مفاعیلان + مے خان مفعول مے کشان فاع لات بلا نوشو مفاعیلن ۔

اسی مثال مین ہے یہ بیت بھی سہ

چھوٹے بڑے پہ کچھ ہے نہین موقوف		مے کش ہون مجھکو جام دے یا خم دے

تقطیع چھوٹے ب مفعول ڑے پہ کچ ہُ فاعلات نہی موقوف مفاعیلان + مے کش ہُ فاعلات مجکُ جام فاعلاتُ دیا خم دے مفاعیلن + یہان مفعول اخرب ہے اور فاع لات مکفوف اور مفاعیلن سالم اور مفاعیلان مسبغ اور پہلے بیان کردیا گیا ہے کہ اِس بحر کا جب کوئی جز گرائین گے تو فاعلاتن ہی گرائین گے نہ مفاعیلن ۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دوبار مفعول اخرب ہے مفاعیل مکفوف اور فاع لان مقصور اور عروض وضرب مین محذوف ومقصور کا جمع کرنا بھی جائز ہے یعنے عروض مین فاع لن اور ضرب مین فاع لان لانا ممکن ہے ۔ مثال ۔ سہ

کیون چاک گریبان گل نہ ہو		ہے تنگ قبائے شکست رنگ

تقطیع کو چاک مفعول گریبان مفاعیل گل نہو فاع لن ہے ہے تنگ مفعول قبا اے شِ مفاعیل کست رنگ فاع لان صدر و ابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض محذوف اور ضرب مقصور ہے ۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول فاع لاتُ فعولن دوبار ۔ مثال سہ

تا صبح نیند آئی نہ دم بھر		تو چکیان چلین مرے سر پر

تقطیع تا صبح مفعول نیند آئی فاع لات ن دم بھر فعولن + تو چک ک مفعولن یا چلی م فاع لات ر سر پر مفعولن ۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل دوبار ۔ سہ

بہتے ہین اشک چشم جگر یار	دل کھینچتا ہے آہ شرر بار
ہر بار چشم سے نگرے اشک	برسے نہین ہے ابر گہر بار
دل چھوڑ کر کے جاتا نہ ہر بار	ہوتا نہ بزم یار مین گر بار

(۱۱) بحر مجتث

مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دو بار اجتثاث لغت مین بمعنی جڑسے اکھاڑنے کے ہے چونکہ اس بحر کے مسدس کو بحر خفیف سے نکالا ہے اسلیے مجتث بضم میم وسکون جیم وفتح تاے فوقانی وسکون ثاے مثلث نام رکھا ہے گویا بحر مجتث بحر خفیف ہے کہ جڑسے اکھاڑی ہوئی ہے پس مجتث مثمن تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دو بار ہے اور مجتث مسدس مین مس تفع لن مقدم ہے دو فاعلاتن پر اور بحر خفیف مین مس تفع لن دو فاعلاتن کے بیچ مین ہے گویا بحر خفیف کے مس تفع لن کو بیچ مین سے اکھاڑ کر اور اول مین رکھکر مجتث مسدس کو حاصل کر لیا ہے بیان سے معلوم ہوا کہ مجتث اصل مین مسدس کا نام ہے لیکن مثمن کو مجازاً کہتے ہین اور اس بحر کو شعراے عرب مسدس اور مربع استعمال کرتے ہین اور فصحاے عجم مثمن کے سوا نہین لاتے پوشیدہ نرہے کہ اس بحر مین رکن مس تفع لن منفصل کی سین اور نون مین معاقبہ ہے یعنی معاً گرانا دونون کا جائز نہین اور اس بحر مین زحاف طے نہ آسکے گا اسلیے کہ طے اُسے کہتے ہین کہ دو سبب سے کہ رکن کے اول مین بے فاصلہ واقع ہوے ہون چوتھا ساکن گرادیا جائے اور اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے جس مین دو سبب خفیف کے درمیان ایک وتد مفروق ہے اور اس بحر مین نو زحاف آتے ہین خبن ۔ قصر ۔ حذف ۔ کف ۔ ربع ۔ جحف ۔ تسبیغ ۔ تشعیث ۔ شکل ان مین سے مس تفع لن کا ایک زحاف خبن ہے باقی سب زحاف فاعلاتن کے ہین اور قطع اگر اس بحر مین آئیگا تو فاعلاتن مین آئے گا نہ مس تفع لن مین ۔

مجتث مثمن مخبون مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن دو بار مس تفع لن بسبب خبن کے مفاعلن ہوا اور فاعلاتن بسبب خبن کے فعلاتن ہوگیا ۔ مثال ۔

رند

موافقت مین عناصر کی گر نفاق نہوتا	فراق روح کا قالب سے اتفاق نہوتا

تقطیع موافقت مفاعلن م عناصر فعلاتن ک گر نفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ۔ فراق رو مفاعلن ح کا قالب فعلاتن س اِ اتّ تفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ۔

مرزا غالب

تم اپنے شکوے کی باتین نہ کھود کھود کے پوچھو	حذر کرو مرے دل سے کہ اس مین آگ دبی ہے
دلا یہ درد الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر	نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

تمام اجزا مخبون ہین اور فعلاتن کی جگہ مفعولن بھی آسکتا ہے اسکو سکتہ کہتے ہین۔ مثال ہ ہ

تو ایک عمر سے بیچین و بیقرار پڑا تھا	سبب ہے کیا اب یہ دل جو اضطراب نہین ہے

تقطیع تے ایک عم مفاعلن رس بے چے فعلاتن ن بے قرار مفاعلن ر پڑا تا فعلاتن سبب ہ کا مفاعلن اب ایدل مفعولن جو اضطرا مفاعلن ب نہی ہے فعلاتن۔

محبتث مثمن مخبون مقصور۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان دوبار (فعلان بحرکت عین ہے)

ظفر

لگا نہ خط سے رخ شوخ پر عتاب کو عیب	وگر نہ لگتا کسی سے ہے آفتاب کو عیب
اگر شراب کی موجین نہین سراب مین سانپ	خط شعاع سے لہرائین آفتاب مین سانپ

تقطیع لگا نہ خط مفاعلن س رخے شو فعلاتن خ پر عتا مفاعلن ب ک عیب فعلان عین متحرک ہے ان عروض و ضرب مخبون مقصور ہے اور باقی مخبون۔

محبتث مثمن مخبون محذوف مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن عین کے کسرے سے دوبار۔

عالی

صریح اسکو اگر حال دل جتا نہ سکے	تو کیا غزل مین بھی پڑھ پڑھ کے ہم سنا نہ سکے

عروض و ضرب مخبون محذوف ہے۔

لمولفہ

جگر مین زخم کا شاید کہ اب نشان نہ رہا	جو اپنی چشم سے سیلاب خون رواں نہ رہا
جنون کی پردہ دری سے جہانمین پر فلک	کسی طرح سے مرا راز دل نہان نہ رہا

جہان ہم اسکے لیے جا کے جبہ سا نہ ہوے
کوئی زمانے مین ایسا تو آستان نہ رہا

محبتث مثمن مخبون محذوف مسکن مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دوبار فعلن عین کے سکون سے ابتر اور مقطوع بھی کہلاتا ہے مگر محقق طوسی اسکے مخبون محذوف مسکن ہی کہنے کو ترجیح دیتے ہین مثال۔

عشرت

غضب وصال مین دل پر قلق ابھی سے ہے کسی نے شام کے آنے کو کیا کہا عشرت		سحر ہے دور مرا رنگ فق ابھی سے ہے کہ پھول آپکے منھ پر شفق ابھی سے ہے	

دونون بیتون مین عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن ہے۔

محتبث مثمن مخبون مسکن مقصور مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان (عین کے سکون سے) دو بار مثال۔

ظفر

غضب ہی پنا ہے اُس شوخ خشمگین پر دانت رہا ہی شانہ صفت کش مکش مین وہ اک عمر		جو پیستا ہے سدا عاشق حزین پر دانت رکھا ہے جسنے تری زلف عنبرین پر دانت	

عروض و ضرب مخبون ہے جسے مشعث مقصور بھی کہتے ہین۔

یاد رکھو کہ یہ چارون وزن متحد شمار کیے جاتے ہین اور ایک غزل مین جمع ہونا انکا جائز ہے مثال

غلام محی الدین مبتلا

کہے ہے گنگے وہ یون مبتلا کے قصے کو		کہ خواب ناز کو تازہ یہ اک فسانہ ہوا

اس بیت مین عروض مخبون محذوف مسکن ہے اور ضرب مخبون محذوف۔

ظفر

جہان مین دل عاشق کو ہو کہان آرام		سمجھتا عشق مین ہر کون اضطراب کو عیب

عروض مخبون مسکن مقصور ہے اور ضرب مخبون مقصور۔

نعیم

شکست چرخ سے ہے اپنے آبگینے کی میان گلاب ہے یا عطر یا کہ نافہ مشک ہر ایک شخص کو دے بیٹھنا ہین دشنام		الٰہی ٹوٹے کہین گردن اس کمینے کی عجب ہی لطف کی بو ہے ترے پسینے کی میان یہ بات بھی ہے کچھ بھلا قرینے کی

مؤلفہ

یہ کسکی ساق بلورین کی تاب ورتہ آب پھڑک کہین ترے نیخنے کی دیکھ لی شاید		کرے ہے ماہی کا خانہ خراب ورتہ آب جو مچھلیون کو ہوا اضطراب ورتہ آب

نہین ہی ناف وہ آب روان کی کرتی ہین | اُلٹ گیا ہے کوئی پر حباب ودرتہ آب
سمجھ نہ تو عرق آلودہ اُسکے ٹکڑے کو | ہوا ہے جلوہ فزا آفتاب ورتہ آب
جلے ہوے کی جو آتی ہی بو یہ دریا سے | کلیجہ ہوتا ہے کسکا کباب ورتہ آب

ولہ

حرم مین کعبے مین بُت خانے مین کلیسا مین | تمھارے حُسن کا چرچا کہان کہان نہ رہا

ولہ

سمجھ کے ہاتھ لگانا کہ عاشق جانباز | نہو گا مجھ سا زمانے مین جانمن پیدا

جراَت

اجل گر اپنی خیال جمال یار مین آئے | تو پھر بجائے فرشتہ پری مزار مین آئے
بھلا پھر اُسکے اُٹھانے مین کیون نہ دیر لگے | کسی کی موت کسی کے جو انتظار مین آئے
فغان پھر اُسکی ہو لبریز یاس کیونکہ نہ آہ | بزیر دام جو مرغ چمن بہار مین آئے
نکلین نہ وانسے اگر ہمکو گالیان لاکھون | وہ دینے غیرت گل ایک کیا ہزار مین آئے

اُٹھے جہان سے نہ جراَت اُٹھا کے دردِ فراق
الٰہی موت بھی آئے تو وصل یار مین آئے

مجتث مثمن مشعث مخبون محذوف یا مسکن مقصور مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن بسکون عین یا فعلان بسکون عین دو بار فاعلاتن سے مفعولن کرنے کو تشعیث کہتے ہین اور اس زحاف کی کئی ترکیبین ہین بعض فاعلاتن کا عین ساقط کرتے ہین اور بعض لام حذف کرکے اُسکی جگہ مفعولن رکھ دیتے ہین اور بعض فعلاتن بسکون لام بنا کر اسکو مفعولن سے بدلتے ہین اور زجاج نحوی کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اول فعلاتن مخبون کیا جائے بعد اُس کے عین کو ساکن بکرین اس صورت مین فعلاتن عین ساکن سے حاصل ہو اسکو مفعولن سے بدل دیا جائے مثال اسکی۔

شاد بدایونی

کسی کو ہرگز اپنا نہ جانیو اے شاد | کہ دشمن جان ہوتا ہے بھائی بھائی کا

تقطیع کسی ک ہر مفاعلن گز اپنا مفعولن نہ جانیو مفاعلن، اے شاد فعلان بسکون عین ہے کہ دشمنے مفاعلن جا ہوتا مفعولن ہ بائی بھا مفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین ہے صدر و ابتدا دونون مصرعون مین

مخبون اور عروض مسکن مقصور اور ضرب مخبون محذوف مسکن اور حشو کا ایک جز مخبون ہے اور ایک مشعث۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک مصرع کے حشو مین فعلاتن ہو اور دوسرے کے حشو مین مفعولن مثال اسکی۔

شاد بدایونی

کسی کا جاہ و ثروت نظر نہین آتا	خراب ہو جیو خانہ یہ خود نمائی کا

مصرع اول مین حشو کا ایک جز مخبون ہے اور ایک جز مشعث اور دوسرے مصرع کا حشو مشعث نہین تقطیع کسی ک جا مفاعلن ہ و ثروت مفعولن نظر نہی مفاعلن آآتا فعلن بسکون عین ہے خراب ہو مفاعلن جیئ خانہ فعلاتن یہ خدنما مفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین ہے

المؤلفہ

بنا بجھ کے خم زلف عنبرین کا تو	اثر کرے نہ کہین زہر مار شیشے مین

تقطیع بنا بجھ مفاعلن کے خم زل مفعولن فِ عنبری مفاعلن کا تو فعلن بسکون عین ہے اثر کرے مفاعلن ن کہی زہ فعلاتن ر مار شی مفاعلن سے مے فعلن بسکون عین ہے

(۱۲) بحر طویل

فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دوبار اس بحر کا طویل اس سبب سے نام ہوا کہ اول واضع کے اس سے بڑی کوئی بحر وضع نہین کی تھی مثال کنہیالال مؤلف رسالہ بحر العروض کا شعر ہے

نکر تو جفا کاری نکر تو یہ عیاری	خدا سن سبھی مین ہے خدا سن سبھی مین ہے

تقطیع۔ نکر تو فعولن جفا کاری مفاعیلن نکر تو فعولن ے عی یاری مفاعیلن۔ خدا سن فعولن سبی مے ہے مفاعیلن خدا سن فعولن سبی مے ہے مفاعیلن ہے

صفی امروہوی

تمھاری جدائی مین لبون پر دم آیا ہے	کوئی تنگ جی سے یون مسیحا کم آیا ہے

تقطیع تمھاری فعولن جدائی مے مفاعیلن لبو پر فعولن دمایا ہے مفاعیلن ہے کُ ئی تن فعولن گ جی سے یو مفاعیلن مسیحا فعولن کمایا ہے مفاعیلن ہے اس بحر مین قبض۔ کف قصر۔ حذف۔ ثلم۔ شرم۔ تسبیغ یہ زحاف آتے ہین اور فعولن مین قبض ثلم۔ شرم۔ حذف یہ چار زحاف واقع ہوتے ہین اور مفاعیلن مین قصر قبض۔ کف۔ حذف۔ تسبیغ یہ پانچ زحاف آتے ہین ریختہ مین مستعمل نہین فارسی مین بھی

بہ تکلف بعض بعض نے اس مین اشعار کہے ہین یہ بحر عربی سے مخصوص ہے **فائدہ جلیلہ** جو لوگ تحقیق سے بہرہ نہین رکھتے وہ ہر اُس وزن کو بحر طویل کہتے ہین جس مین رکن زیادہ ہون مثلاً شہید کے اس شعر مین سے

یہ سحر کیسی ہے پُر نور کہ جمہور ہین مسرور ہر اک باغ مین معمور ہے سامان بہار
گل جھمکتا ہے چمن زور مہکتا ہے ٹپکتا ہے ہر اک شاخ تر و تازہ سے فیضان بہار

اسی طرح نظیر کے اس قول کو بحر طویل مین ایک مصرع سمجھتے ہین۔

اِک دن باغ مین جاکر چشم حیرت زدہ واکر جامۂ صبر قبا کر طائر ہوش اُڑا کر شوق کو راہ نما کر مرغ نظارہ اُڑا کر دیکھی رنگت جو چمن کی خوبی نسرین و سمن کی شکل بچون کے دہن کی تازگی لالے کے تن کی تازگی گل کے بدن کی کشت سبزے کی ہری تھی نہر بھی اہر بھری تھی ہر خیابان مین تری تھی ڈالی ہر گل کی ہری تھی خوش نسیم سحری تھی سرو و شمشاد و صنوبر سنبل و سوسن و عرعر نخل میوے سے رہے پھر نفس باد معنبر در و دیوار معطر کہین قمری تھی مطوق کہین انگور معلق نالے بلبل کے مدقق کہین غوغائی کی بق بق اسقدر شاد ہوا دل شل غنچہ کے گیا کھل غم ہوا کشتہ و بسمل شادی خاطر سے گئی مل خوری ہو گئی حاصل رُوح بالیدہ ہوا ئی شان قدرت دی دکھائی جان سی جان مین آئی باغ کیا تھا گویا اللہ نے اُس باغ مین جنت کو اُتارا۔

اور انشا کے اس قول کو بحر طویل جانتے ہین۔

بخداوندی ذاتے کہ رحیم ست و کریم ست و علیم ست و حلیم ست و حکیم ست و عظیم ست و سلیم ست و قدیم ست و شریف است لطیف ست و خبیر ست بصیر ست و نصیر ست و کبیر ست رؤف ست و غفور ست و شکور ست و ودود ست و مرا خلق نمود ست و بود خالق آفاق قسم ے خورم اکنون کہ مرا ہیچ زہیچ تو سر و کار بنود ست وے از طرفت گشت شروع این ہمہ اقوال مزخرف شنوا ے مردک نادان اندر دہنت شاشۂ عالم الخ۔

(۱۲) بحر مدید

فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دوبار مدید بروزن جدید کے معنے کھینچے ہوئے کے ہین چونکہ اس بحر کے رکن سباعی مین اول و آخر وتد مجموع کے ایک ایک سبب کھینچا ہوا واقع ہے اسلیے اسکو مدید کہا یہ بحر اکثر سالم آتی ہے شعراے عرب کے یہان کثرت سے اور شعراے فارس مین کمتر مستعمل ہے اور ریختہ مین

بالکل مستعمل نہین شاذونادر کسی کسی نے طبع آزمائی کی ہے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلن کے درمیان معاقبہ ہے ابن جنی وغیرہ اس بحر کو مسدس الاصل بتلاتے ہین مگر صحیح قول اول ہے۔

مدید مثمن سالم۔ قدیر کہتا ہے۔

اور تو باتین بُری چھوڑ دین سب خیر سے		پر نہ اُس کوچے کی باز آیا اب تک سیر سے	

تقطیع اور تو با فاعلاتن تے بری فاعلن چوڑدی سب فاعلاتن خیر سے فاعلن ٭ پر نہ اُس کو فاعلاتن چے کی با فاعلن ز آ ے ابتک فاعلاتن سیر سے فاعلن۔

صفی

ہجر مین یہ حال ہی زیست کی صورت نہین		آؤ جانی اب ہمین طاقت فرقت نہین	

تقطیع ہجر مے یے فاعلاتن حال ہی فاعلن زیس کی صو فاعلاتن رت نہی فاعلن آخ۔

اور عروض وضرب مین مذال یعنے فاعلن کی جگہ فاعلان بھی دُرست ہے۔

اور شعراے عرب اس وزن سے ایک فاعلن گرا کر مسدس بھی استعمال کرتے ہین اور اہل فارس نے بھی بہ تکلف اس وزن مین موافق اور بحور مخصوصۂ عرب کے شعر کہے ہین اور اس صورت مین عروض وضرب فاعلاتن سالم اور فاعلان مقصور اور فاعلن محذوف اور فعلن بہ تحریک عین مخبون محذوف اور فعلن بسکون عین ابتر مختلط اور غیر مختلط دونون طرح سے ہین اور معیار الاشعار مین ایک جگہ خواجہ نصیر الدین کے قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ عروض وضرب فعلان بہ تسکین عین بھی جائز ہے جیسے اس شعر مین۔ ؎

	خاک مین ملکر ہوے برباد		دل لگانے کی ملی کیا داد

بروزن فاعلاتن فاعلن فعلان دو بار لیکن اسیر صاحب میزان الافکار شارح معیار الاشعار اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ فعلان اگرچہ فاعلاتن کی فرع مین سے ہی لیکن بحر مدید مین نہین واقع ہوتا نہ کامل عیار ترجمہ معیار الاشعار مین منشی مظفر علی اسیر لکھتے ہین کہ فعلان مدید مین کیون نہین آتا کہ محقق علیہ مدید مین لکھتے ہین کہ در مجزو عروض محذوف یا مخبون محذوف وضرب مخبون محذوف یا ابتر بکار داشتہ اند پس فعلن اور فعلان ایک ہی اور الف اور نون آخر مین بجاے یک حرف ہے اور زیادت یک ساکن بھی مغیر وزن نہین ہے اور خود محشی لکھتا ہے کہ فعلان از فروغ فاعلاتن ست اور بحر مدید مین خود حاشیہ لکھا ہے کہ بعضے خبن در فاعلان مقصور جائز نمے دارند مگر صواب جواز آن ست اور تسکین وسط سبب جگہ جائز ہے اور رسالہ جد الواسع مین فعلان مقطوع مسبغ بحر مدید مین لکھا ہے فتامل۔ اور مربع اس بحر کا

بسبب اسکے کہ رمل سے ملتا ہوا ہے خوشنما ہے ظفر کی یہ غزل سہ اس غزل پر سب ظفر ؎ آفرین تجھکو کہین ؎ اسی وزن مین ہے۔

لمؤلفه

درد کی حالت مری	کہدو جا کے یار سے
رات بھر ٹپکا کیا	سر تری دیوار سے
پوچھتے ہو حال کیا	عاشق بیمار سے
فتنہ برپا ہو گیا	یار کی رفتار سے
شاد کیجیے ایک دن	وعدۂ دیدار سے
رات بھر تڑپا کیا	فرقت دلدار سے

بروزن فاعلاتن فاعلن دو بار یہ وزن بعینہ رمل مربع محذوف الآخر ہے اور فاعلان یہان آخر مین مذال ہے نہ مقصور۔

(۱۴) بحر بسیط

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دو بار بسیط بفتح اول اور طاے حطی آخر مین اسکے معنے بچھے ہوے کے ہین چونکہ اس بحر کے ارکان مین اول سبب بچھے ہوے ہین پھر وتد مجموع ہین اسلیے اسکو بسیط کہا ہے عوض اس بحر کی مخبون اور سالم اور مقطوع مستعمل ہے اور ضرب مخبون اور مذال اور سالم اور مقطوع بھی آتی ہے مگر فاعلن سے فعلن اور مستفعلن سے فعولن۔ اور میزان الافکار مین مولوی سعد اللہ مرحوم نے مخبول بھی لکھا ہے مگر مخبول اس بحر مین کوئی ضرب نہین بالجملہ یہ اوزان ریختہ مین مستعمل نہین زبان عربی مین اس مین اشعار کہے جاتے ہین۔

بسیط مثمن سالم مثال اسکی سہ

گھبرا گیا گھر مین دل الفت ہوئی دشت سے	بہلائین دل اے جنون جنگل کی اب گشت سے

تقطیع گبرا گیا مستفعلن گرم دل فاعلن الفت ہوئی مستفعلن دشت سے فاعلن ؎ بہلائے دل مستفعلن اے جنو فاعلن جنگل کب اب مستفعلن گشت سے فاعلن ؎

صفی

ناحق بلا مین پڑا کیون دل تجھے کیا ہوا	کاکل کی ہے یار مین کیا سودا ہوا

بسیط مثمن مخبون مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن (عین کے کسرے سے) دؤ بار مثال۔

	گویا	
دکھادے شکل ذرا صنم برائے خدا		یہ ہے سوال مرا گلہ رہے نہ ذرا

تقطیع دکا دِ شک مفاعلن ل ذرا فعلن صنم برا مفاعلن ئِ خدا فعلن یہ یہ ہے سوا مفاعلن ل مرا فعلن گلہ رہے مفاعلن ن ذرا فعلن تمام اجزا مخبون ہین۔

بسیط مثمن مخبون۔ مفتعلن فاعلن مفتعلن دؤبار مفتعلن مطوی ہی مستفعلن سے۔

	گویا	
دیکھ کے تجھکو پری ایک ذری		ہوگئی مجھکو وہین بے خبری

تقطیع دیک ک تج مفتعلن کو پری فاعلن ایک ذری مفتعلن ہو گئی مج مفتعلن کو وہی فاعلن بے خبری مفتعلن۔

(۱۵) بحر سریع

مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولاتُ دوبار سریع بروزن امیر مشتق ہے سُرعت سے سُرعت کے معنی شتابی کے ہین چونکہ یہ بحر جلد پڑھی جاتی ہے لہذا اسکا نام سریع ہوگیا اور یہ بحر مثمن سالم استعمال مین نہین آتی بلکہ مسدس مستعمل ہے اور اصل سے ایک رکن مفعولات کم کردیتے ہین اور مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ لاتے ہین اور شعراے فارسی و ریختہ اکثر مطوی لاتے ہین اور عروض و ضرب اکثر مطوی موقوف یا مکسوف ہوتے ہین اور اس بحر مین نو زحاف آتے ہین طے خبن خبل۔ وقف کسف صلم۔ نحر۔ جدع۔ قطع ان مین سے طے خبن خبل قطع مستفعلن سے متعلق ہین اور خبل کشف۔ وقف صلم۔ جدع نحر مفعولاتُ مین آتے ہین۔

سریع مسدس مطوی مکسوف مفتعلن مفتعلن فاعلن دوبار طے مُراد ہے اسقاط حرف ساکن چہارم دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین ہون پس مستفعلن بسبب طے کے مستعلن مطوی رہا اسکو مفتعلن سے بدل لیا اور مفعولاتُ کا واو بسبب طے کے گر کر مفعلات رہتا ہے اور بوجہ کسف کے اُسکی تاے فوقانی دُور ہوجاتی ہے اور مفعلا مطوی مکسوف رہجاتا ہے اسکو فاعلن سے بدل لیتے ہین مثال۔

	شیفتہ	
غیر بھی کیون تجھ سے نباہ بیٹھیگا گر		جُرم وفا قابل تعزیر ہے

تقطیع غیرب کو مفتعلن رج س بنا مفتعلن ہیگ گر فاعلن ثم وم دفا مفتعلن فابل تم مفتعلن تر یرہ ہے فاعلن ؎

نشاط	
سنگ سے بُت بُت سے خُدا ہو گیا	شرک سے دل جبکہ جدا ہو گیا

عجیب

مشک ختن زلف کو مین نے کہا	مجھ سے یہ اک کار خطا ہو گیا

للولفہ	
چشم کو جو اپنی نہین کھولتا	کس کا یہ دل طالب دیدار ہے
مارسیہ یا کہ ہے کالی بلا	زلف ہے یا کوئی شب تار ہے
مُردون کو ٹھوکر سے جلاتا ہے وہ	ہے یہ کرامات نہ رفتار ہے

سریع مسدس مطوی موقوف مفتعلن مفتعلن فاعلان دوبار مفعولات ہے بسبب طے کے مفعلات بضم عین وتار ہا اور بسبب وقف ے ساکن ہوئی مفعلاتْ رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال یہ دو شعر غفلت کے ایک قاضی کی ہجو مین ؎

مردسے بولے کہ نہ کردو نکاح	زن سے کہے چار ہین شوہر مُباح
دے کوئی ہندو گراسے ایک دام	گائے مسلمان پہ یہ کردے حرام

عروض وضرب مطوی مکسوف کے ساتھ مطوی موقوف جمع کرنا بھی درست ہے مثلاً تسلیم کے شعر مین ؎

آپ گئے وعدون کو ہمارا سلام	دیکھئے ہمکو خوب اجی جاؤ بھی

اس وزن مین زحافت بدل بھی جاتے چنانچہ غلام امام شہید کے اس قول مین ؎

جس گھڑی اللہ اکبر کہا	کٹتا تھا لوگون کا چھری سے گلا
مفتعلن مفعولن فاعلن	مفتعلن مفتعلن فاعلن

پہلا مصرع مطوی مقطوع مکسوف ہے اور دوسرا مطوی مکسوف مفعولن مستفعلن سے مقطوع ہے قطع سے مراد یہ ہے کہ مستفعلن کے وتد مجموع کے حرف ساکن کو گرا کر اُسکے ماقبل کو ساکن کردین پس نون گر کر لام ساکن ہوگیا مستفعل رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا تقطیع جس گھڑل مفتعلن لاہو اک مفعولن برکہا فاعلن ؎ کٹ تت لو مفتعلن گوک چری مفتعلن سے گلا فاعلن ۔ ظفر نے ایک غزل لکھی ہے جس مین زحافات کی بڑی تبدیلی واقع ہوئی ہے اور اُس مین بعض اجزا مرفوع بھی آئے ہین اور رفع رکن مستفعلن مین یہ ہے کہ اُسکی وجہ سے مستفعلن کا پہلا سبب خفیف حذف ہو کر تفعلن رہتا ہے

اور اسکی جگہ فاعلن سے آتے ہین پس صدر و ابتدا مین یا حشو مین فاعلن مرفوع ہوگا اور عروض و ضرب مین مطوی مکسوف اور کہین عروض صرف مکسوف اور کہین فقط موقوف واقع ہوا ہے اگرچہ اہل عروض نے زحاف رفع کے بحر سریع مین واقع ہونے کی تصریح نہین کی پھر لیکن ظفر کی غزل مین جبتک رفع نہ مانا جائے گا وزن درست نہوگا وہ غزل یہ ہے۔ ؎

کی تھی کیا مجھ سے مرے یار شرط مفعولن مفتعلن فاعلان	کچھ بھی ہے یاد ستمگار شرط مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر و ابتدا مقطوع ہے اور حشو مطوی اور عروض و ضرب مطوی موقوف۔ ؎

دین و ایمان و دل و جان لیکر مفعولن مفتعلن مفعولن ؎	دینا بوسہ بھی ہے اکیار شرط مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر و ابتدا مکسوف ہے باقی بدستور کسف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تاے مضموم کو ساکن کر کے حذف کر دیتے ہین پس مفعولا کو مفعولن سے بدل لیتے ہین۔

شمع کی طرح رہ الفت مین فاعلن مفتعلن مفعولن	سر کٹانا بھی ہے سو بار شرط فاعلن مفتعلن فاعلان

صدر و ابتدا مرفوع ہے اور حشو مطوی اور عروض فقط موقوف اور ضرب مطوی موقوف۔ وقف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تاے مضموم کو ساکن کردین پھر اسکو مفعولان سے بدل لیتے ہین

در پہ اسکے نہ فغان کر اتنی ؎ فاعلن مفتعلن مفعولن بچیو نہ رہ مرغ چمن دام مین مفتعلن مفتعلن فاعلن راز نہان گریہ سے کھل جائیگا مفتعلن مفتعلن فاعلن ؎	ہے ادب بھی دل بیمار شرط فاعلن مفتعلن فاعلان کچھ ہی نہ کچھ تجھکو ہے گفتار شرط مفتعلن مفتعلن فاعلان ہووے گا رسوا سر بازار شرط مفتعلن مفتعلن فاعلان

صدر و ابتدا اور حشو کا مخبون ہونا بھی جائز ہے اور خبن مستفعلن مین اس طرح ہوتا ہے کہ سین کو حذف کر کے مفاعلن سے بدل لیتے ہین مثلاً۔ ؎

دل و جگر سوز سے تھے داغ داغ	گھر مین نہ رکھتا تھا وہ گھر کا چراغ

تقطیع دلو جگر مفاعلن سوز سے تھے مفتعلن داغ داغ فاعلان ؎ گر مین نہ رک مفتعلن تات وگر

مفتعلن کا چراغ فاعلان ؛ واو عطف کو تلفظ مین لانے سے یہی بہتر ہے۔
سریع مسدس مطوی مقطوع مجدوع مفتعلن مفعولن فاع دو بار مفتعلن مطوی ہے اور مفعولن مقطوع اور یہ دونون مستفعلن کی فرع ہین اور جدع مراد ہے اس سے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف حذف کرکے تاے آخر کو ساکن کردیا جائے پس مفعولات سے لات بسکون تا مجدوع حاصل ہوا اسکو فاع سے بدل لیا۔ مثال۔ ؎

نالہ ہمارا ہے یہ زور ؛	سنگ کو بھی کرتا ہے چور

تقطیع نالَ ہما مفتعلن راہے یہ مفعولن زو ر فاع ؛ سنگ ک بی مفتعلن کرتا ہے مفعولن چور فاع۔ حدائق البلاغت مین لکھا ہے کہ بجاے مفعولن مقطوع کے مستفعل مضموم اللام مکفوف بھی جائز ہے تمکو اس بات سے تعجب ہوگا کہ مستفعلن کے زحافات مین ہمنے کف نہین لکھا ہے پھر یہان کیسے آسکتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ بعض محققین کا یہ مذہب ہے کہ کف رُکن کے ساتوین ساکن کے گرانے کا نام ہے جو سبب خفیف مین ہو اس صورت مین کف کا آنا سوائے مُس تفع لن منفصل کے نہین ہوسکتا ہے لیکن زمخشری اور صاحب مفتاح کے نزدیک کف سبب سے خصوصیت نہین رکھتا بلکہ مطلقاً رکن کے ساکن ہفتم کے حذف کرنے کا نام ہے خواہ وہ سبب مین ہو یا وتد مین پس اس صورت مین اُس کا آنا مستفعلن متصل مین بھی جائز ہے اور جبکہ مستفعلن کا ساتوان ساکن گرجائے تو مستفعلُ لام مضموم سے باقی رہیگا اور اس مذہب کے مطابق بحر سریع مین مستفعل مکفوف کا آنا روا ہوا ہے۔ جیسے اس بیت کے مصرع ثانی مین۔

از معیار البلاغت

تو ہے سراپا حسن اور ناز	مین ہون مجسم سوز و گداز

تقطیع تو ہ سراپا مفتعلن حسن ا مفعولن ناز فاع ؛ مے ہ مجس مفتعلن سم سوز گ مستفعلُ داز فاع +
سریع مسدس مطوی مقطوع منحور مفتعلن مفعولن فع دو بار نحر سے مراد ہے دو سبب خفیف اور حرف آخر کے گرانے سے پس مفعولاتُ سے مفعو اور تُ گر کر لا منحور باقی رہا اسکو فع سے بدل لیا
مثال۔ ؎

عشق کا دیوانہ ہے دل ؛	ابرو سے اُس کی جان بسمل

تقطیع عشق ک دی مفتعلن وانا ہے مفعولن دل فع ؛ ابرُس اس مفتعلن کی جا بس مفعولن مل فع
سریع مسدس مخبون مکسوف مستفعلن مستفعلن فعولن دو بار بسبب خبن کے مفعولاتُ

معولات ت بضم تا مخبون رہا اور بسبب کسف کے تے گر کر معولا مخبون مکسوف ہو گیا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال ؎

اے دل بخاز لفوں میں اُس صنم کی	ہر چین اُسکی قید ہے ستم کی

عروض و ضرب مخبون مکسوف ہے اور باقی سالم یہ وزن فارسی و اُردو میں مستعمل نہیں۔
تقطیع اے دل بخا مستفعلن زلفوم اُس مستفعلن صنم کی فعولن ہر چین اُس مستفعلن کی قید ہے مستفعلن ستم کی فعولن

(۱۶) بحر خفیف

خفیف کے معنے ہلکے کے ہین چونکہ اس بحر کے سب ارکان ہلکے ہین بسبب اسکے کہ دو سبب خفیف وتد مجموع کو گھیرے ہوے ہین اسلیے اس بحر کا نام خفیف رکھا ہے اس بحر کو متاخرین شعراے فارسی اور شعراے ریختہ نے سواے مسدس مزاحف کے اور کسی طرح استعمال نہین کیا ہے اور تمام اجزا سالم مستعمل نہین مگر صدر و ابتدا سالم بھی استعمال مین آتے ہین اور مخبون بھی اور عروض و ضرب کبھی مخبون کبھی مخبون مسبغ کبھی مخبون مقصور کبھی مشعث مقصور جسکو مخبون مسکن مقصور بھی کہتے ہین کبھی مخبون محذوف کبھی مقطوع جسکو مخبون محذوف مسکن بھی کہتے ہین آتے ہین اور اس بحر مین اتنے زحاف واقع ہوتے ہین خبن خشکل قصر حذف تشعیث جحف تسبیغ کف رکن مس تفع لن مین خبن قصر کف شکل واقع ہوتے ہین اور فاعلاتن مین خبن کف خشکل حذف تشعیث جحف اور تسبیغ آتے ہین چونکہ اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اسلیے زحاف طے نہین آسکتا کیونکہ اسکے لیے رُکن کے اول مین دو سبب خفیف کا ہونا ضرور ہے اور یہان اول مین ایک ہی سبب خفیف ہے اسی طرح قطع بھی اس بحر کے رُکن مس تفع لن مین نہین آسکتا اگر آسکتا ہے تو فاعلاتن مین آسکتا ہے اور اس بحر کے اصلی رُکن یہ ہین فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار متقدمین فارس نے مثمن بھی استعمال کیا ہے اور مزاحف لائے ہین اور مثمن ہونے کی صورت مین آخر مین ایک مس تفع لن کا اضافہ ہوتا ہے زبان اُردو مین اسکے استعمال کی جو صورتین ہین وہ ہم بیان کرتے ہین اور درمیان نون فاعلاتن اور سین مس تفع لن کے اسی طرح درمیان نون مس تفع لن اور الف فاعلاتن کے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلاتن کے معاقبہ ہے۔

خفیف مسدس مخبون فعلاتن مفاعلن فعلاتن دوبار فعلاتن مخبون ہے فاعلاتن سے اور مفاعلن مخبون ہے مس تفع لن سے مثال۔

لمؤلفہ

دل مضطر تڑپ رہا ہے ولیکن | نظر آئی نہین وصال کی صورت

تقطیع دل مضطر فعلاتن تڑپ رہا مفاعلن ہ ولیکن فعلاتن ؛ نظر آئی فعلاتن نہی وصا مفاعلن لک صورت فعلاتن ؛ اس بحر کے اوزان مین صدر وابتدا خواہ فاعلاتن سالم ہون یا فعلاتن مخبون آوین ایک حکم مین ہین چنانچہ یہ شعر اسی وزن مین ہے۔

لمؤلفہ

مثل گل رنگ چہرے کا ہوا فق ہے | غنچہ سان درد سے جگر ہوا شق ہے

تقطیع۔ مثل گل رن فاعلاتن گ چہرکا مفاعلن ہوفق ہے فعلاتن ؛ غنچ سا در فاعلاتن دسے جگر مفاعلن ہوشق ہے فعلاتن۔

مرزا غالب

وہ فراق اور وہ وصال کہان ہے | وہ شب و روز و ماہ و سال کہان ہے
فرصت کاروبار شوق کسے ہے | ذوق نظارۂ جمال کہان ہے

یہ دونون شعر مرزا غالب کے ہین اور درستی مثال کے واسطے اصل مصرعون پر لفظ ہے بڑھا دیا ہے۔

خفیف مسدس مخبون مسبغ فاعلاتن مفاعلن فعلیان دو بار خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسر عین ہو گیا اور اس مین تسبیغ آنے سے فعلاتان بن گیا جس کو فعلیان بہ تشدید یائے تحتانی سے بدل دیا مثال ؎

پاس سے اُسکے دُور کر کے فلک آہ | یون ہنسا کر ہمین رولاتا تھا اے واہ

تقطیع۔ پاس سے اُس فاعلاتن ک دور کر مفاعلن ک فلک آہ فعلیان ؛ یو ہسا کر فاعلاتن ہمے رُلا مفاعلن تا تھا اے واہ فعلیان۔

خفیف مسدس مخبون مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان بکسر عین دو بار مثال۔

قلق

مگر اُس جان بلبل کی سُنکے یہ بات | ابھی ہو جاتی ہے حضور حیات

تقطیع۔ مگر اُس جا فعلاتن بلبل کِ سن مفاعلن کے یہ بات فعلان ؛ اَبِ ہو جا فعلاتن تِ ہے حضور مفاعلن حیات فعلان ؛ صدر وابتدا سالم کی یہ مثال ہے۔

یار علی خان مستمند

ترچ تک وصل کی ہے یار اُمید	ہے مثل ایک دم ہزار اُمید

اسی مثال مین ہے یہ شعر مثنوی مہر وماہ مولفۂ نواب علی بہادر خان علی تخلص کا ع

صبح کے جب عیان ہوے آثار	ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی ابسار

خفیف مسدس مخبون محذوف فعلاتن مفاعلن فعلن دوبار عین کے کسرے سے۔

انھین باتون مین تھا وہ رشک چمن قلق	کہ جا تنے مین قبل قطع سخن

تقطیع ان باتو فعلاتن م تا در ش مفاعلن ک چمن فعلن ۴ کنج تنے فعلاتن م قبل قطع مفاعلن ع سخن فعلن صدر بدا ابتدا اسالم کی مثال۔

برہان الدین زار

چرخ کے کیسے انقلاب ہوے	پر کبھی ہم نہ کامیاب ہوے
آپ بار افضا کا نام گیا مولفہ	واہ جی واہ خوب کام کیا

خفیف مسدس مخبون محذوف مسکن فاعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دوبار۔

غالب

شکن زلف عنبرین کیون ہے	نگہ چشم سُرمہ سا کیا ہے

تقطیع شکن زل فعلاتن ف عنبری مفاعلن کو ہے فعلن ۴ نگہے چش فعلاتن م سُرمہ سا مفاعلن کا ہے فعلن ۴ اور صدر بہ ابتدا اسالم اس وزن مین یون ہے۔

حالی

سب کمالات اور ہنر ان کے	قبر مین ان کے ساتھ جائین گے
قوم کیا کہکے ان کو روے گی	نام پر کیونکہ جان کھوے گی

مست

آج دلبر کو خواب مین دیکھا	نور حق کا حجاب مین دیکھا

خفیف مسدس مخبون مسکن مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان بسکون عین دوبار۔

قلق

کہ گھڑی بھر مین چھوڑ کر گھر بار	نکل آئی تا اے جگر افگار

تقطیع کی کڑی بر فعلاتن م جوڑ کر مفاعلن گر بار فعلان پڑنکلائی فعلاتن ٹ اسے جگر مفاعلن افگار فعلان ،صدر وابتدا سالم کی مثال

تسلیم

چشم بد دور وہ نشیلی آنکھ		صنعت عینی ہے رسیلی آنکھ

اگر ایک مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین مکسور سے اور دوسرے مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین کے سکون سے لائے جائین تو موزون ہے اور ایک غزل مین جمع ہوتے ہین چنانچہ شعرا پر بخوبی روشن ہے۔ مثال اسکی۔

عنبر شاہ خان آشفتہ

زندہ مانند شمع پھر نہ اٹھا		اسکی محفل مین جا کے جو بیٹھا

عروض محذوف ہے اور ضرب مخبون مسکن محذوف۔

احمد علی نسبت

ہر کسی سے جو بل یہ کرتی ہے		کسی بانکے سے کیا لڑی ہے آنکھ

شاہ حاتم

اُسکے کوچے مین مجھکو پھرتا دیکھ		رشک کھاتی ہے آسیا میرا

عروض مخبون مسکن محذوف ہے اور ضرب مخبون مسکن مقصور ہے۔

درد

دیکھنے کو رہے ترستے ہم سب کے جوہر نظر مین آئے درد		نہ کیا تونے رحم پر نہ کیا بے ہنر تونے کچھ ہنر نہ کیا
ہو گیا جو فنا حباب آسا چشم سے اشک نے نکل کے کیا بحر ہستی مین جو کوئی آیا	مولف	وہی دریائے غم سے پار رہا دل کے جانے کا با تراب شتاب مٹ گیا جلد وہ بسان حباب

بحر خفیف مربع مخبون۔ فاعلاتن مفاعلن دو بار مفاعلن مخبون ہے مس تفع لن سے آخر مین مفاعلان بھی جو مس تفع لن سے مخبون مذال ہے آسکتا ہے۔ مثال۔

ہم ترستے رہین نگار منتظر ہم رہے ہزار		ہو نوا دردن سے ہم کنار وہ نگاہین ہوئین نہ چار

روتے تم کیون ہو زار زار		مجھ سے پوچھا رقیب نے	
ہے یہ آئینہ پر غبار		دل مکدر ہے یار سے	
بہت ہون دل مین شرمسار		موت آئی نہ ہجر مین	

تقطیع ہم ترستے فاعلاتن رہے نگار مفاعلان + موت آرزو فاعلاتن سے ہم کنار مفاعلان - فاعلاتن سالم ہے اور مفاعلان مخبون مذال -
پہلے دونون شعرون کے عروض وضرب مین مخبون مذال ہے باقی تینون شعرون کے عروض مین صرف مخبون اور ضرب مین مخبون مذال -

دیگر

پیش چشم اُس کا ہو جمال		ہے خدا سے یہی سوال	
ذکر اُس ماہ کا نکال ۂ		شب یہ گذرے کسی طرح	

کبھی رکن فاعلاتن بھی مخبون ہو کر فعلاتن آتا ہے جیسے -

نہ بچا اک قبا کا تار		اے جنون تیرے ہاتھ سے	

تقطیع - اے جنو تے فاعلاتن رہات سے مفاعلن +
نہ بچا اک فعلاتن قبا کا تار مفاعلان -

(۷) بحر جدید

فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو باراس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے - یہ بحر نئی ہے اور بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اسکو جدید کہتے ہین اور بزرجمہری بھی مشہور ہے اسلیے کہ بزرجمہر قمی نے ایجاد کیا ہے اس بحر مین فقط چار زحاف کف اور خبن اور قصر اور اذالہ آتے ہین فاعلاتن مین خبن وکف واقع ہوتے ہین اور مس تفع لن مین خبن وقصر واذالہ آتے ہین قدمائے عجم اسکو مربع بھی کرتے تھے مگر متوسطین اور متاخرین نے متروک فرمایا -
جدید مسدس سالم - فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار مثال -

للمؤلفہ

کچھ نہین باقی رہا اب جُز نام دل		لے گیا وہ بے مروت آرام دل	

تقطیع - لے گیا وہ فاعلاتن بے مروت فاعلاتن آرام دل مس تفع لن کچھ نہی با فاعلاتن

ی رہا اب فاعلاتن جز نام دل مس تفع لن ۔

جدید مسدس مخبون (فعلاتن فعلاتن مفاعلن) دو بار فعلاتن فاعلاتن سے اور مفاعلن مس تفع لن سے مخبون ہے اس وزن مین انشا نے ایک غزل لکھی ہے ۔

غزل

مجھے حاصل ہو جو ٹک بھی فراغ دل	تو رہے کیون تپش و درد داغ دل
نہ مجھے لازم ہے تغافل یہ ساقیا	مے عشرت سے تہی ہے ایاغ دل
نہ بجھے باد مخالف سے تو کبھی	یہ مرا بار خدایا چراغ دل
غزل اب اور بھی بحرون مین کہکے پڑھ	نہ ملا اس میں بھی انشا سراغ دل

تقطیع ۔ مجح حاصل فعلاتن ہُ جُ ٹک بی فعلاتن فراغ دل مفاعلن ۔ تُ رہے کو فعلاتن تپشو در فعلاتن دداغ دل مفاعلن ۔

انشا

نہ کرون شکوہ شکایت سو کیون بھلا	مری حالت پہ نہ تجھے کچھ نظر نہین
جو کبھی ایک گھڑی ہان بھی ہو گئی	تو رہی بھیر وہی دو دو پہر نہین
جو کہا مین نے کہ غش ہون تو وہ پری	یہ لگی کہنے کہ کچھ اس کا ڈر نہین
ابھی اڑنے لگے قاردن کی طرح	یہی افسوس ہے انشا کے پر نہین

جدید مربع مکفوف ۔ فاعلاتُ مس تفع لن دو بار فاعلاتُ مکفوف ہے کف اُسے کہتے ہین کہ فاعلاتن کا ساتوان حرف ساکن جو سبب خفیف مین ہے گرا دین پس فاعلاتن سے فاعلاتُ بضم تا رہ گیا اور مس تفع لن سالم ہے اور اصل بحر سے یہان ایک فاعلاتن کم ہو گیا ہے ۔ مثال ؎

اعتبار کچھ تو رکھو	اتنے بدگمان مت ہو

تقطیع ۔ اعتبار فاعلاتُ کچ تو رکو مس تفع لن ۔ اتن بدگُ فاعلاتُ مامت ہو مس تفع لن ۔

(۱۸) بحر قریب

چونکہ اس بحر کے ارکان بحر مضارع و بحر ہزج کے قریب ہین اسلیے اسکو قریب کہتے ہین ۔ اصل اس بحر کی مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دو بار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے اور یہ بحر مزاحف مستعمل ہے اور اس مین پانچ زحاف آتے ہین کف ۔ خرم ۔ خرب ۔ سقر ۔ حذف ۔ پہلے تین ۳ زحاف

مفاعیلن میں آتے ہیں اور دو پچھلے فاع لاتن میں۔
قریب مسدس مکفوف۔ مفاعیل مفاعیل فاع لاتن دو بار مفاعیلن سے بسبب کف کے مفاعیل بضم لام رہ گیا ہے مثال ؎

ترے غم میں پیارے نکل گیا دل		شرارے سے ہے فرقت کے جل گیا دل	

تقطیع ترے غم م مفاعیل پیارے ن مفاعیل کل گیا دل فاع لاتن ؛ شرارے س مفاعیل ہ فرقت ک مفاعیل جل گیا دل فاع لاتن۔
قریب مسدس مکفوف محذوف یا مقصور مفاعیل مفاعیل فاع لن یا فاع لان دو بار مثال ؎

کروں شکوہ شکایت نہ کیوں بھلا		مرے غم سے اُسے ہے خبر نہیں	

تقطیع کرو شکوَ مفاعیل شکایت ن مفاعیل کو بلا فاع لن + مرے غم س مفاعیل اُسے ہے خ مفاعیل بر نہی فاع لن۔
قریب مسدس اخرب مکفوف مفعول مفاعیل فاع لاتن دو بار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام مکفوف ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا اور فاع لاتن سالم ہے مثال ؎

کیوں کرتا ہے مجھکو تو یار رسوا		پھر تجھکو ملے گا نہ مجھ سا شیدا	

تقطیع کوکرت مفعول ہ مجھکو تُ مفاعیل یار رسوا فاع لاتن ؛ پر تجکُ مفعول ملے گا ن مفاعیل مجُ س سشیدا فاع لاتن ؛
قریب مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دو بار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام اسی سے مکفوف ہے اور فاع لاتن سے فاع لان مقصور ہے۔ ؎

اُس شوخ سے پیدا ہو کیسے ربط		گستاخ ہیں ہم اور وہ بد مزاج	

تقطیع۔ اُس شوخ مفعول س پیداہُ مفاعیل کیسِ ربط فاع لان ؛ گستاخ مفعول ہ ہم اَو وہ مفاعیل بد مزاج فاع لان۔
قریب مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول مفاعیل فاع لن دو بار فاع لن فاع لاتن سے محذوف ہے مثال۔ ؎

اے یار چلو باغ سیر کو		پر ساتھ نہ لے چلنا غیر کو	

تقطیع ای یار مفعول چلو باغ مفاعیل سیر کو فاع لن ۔ پر سات مفعول نہ لے چلن مفاعیل غیر کو فاعلن ۔

قریب مسدس اخرم اخرب مفعولن مفعول فاع لاتن دوبار خرم مراد ہو اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن آخرم رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور خرب مراد ہے اجتماع خرم و کف سے پس مفاعیلن مین حرف اول وتد مجموع بسبب خرم کے اور حرف ہفتم بسبب کف کے گر کر فاعیل لام مضموم سے حاصل ہوا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال ۔

دکھ بھگتے اس عشق کی بدولت	مدت تک پائی نہ ہم نے راحت

تقطیع دک بھگتے مفعولن اس عشق مفعول کی بدولت فاع لاتن ۔ مدت تک مفعولن پائی نہ مفعول ہم نے راحت فاع لاتن ۔

قریب مسدس اخرب اخرم مفعول مفعولن فاع لاتن دوبار مناسب یہ ہے کہ یہان اخرم کو مخنق کہین ۔

جانی چلو جلدی اٹھ کھڑے ہو	سن جاؤ اتنی خفگی نہ کیجے

تقطیع جانی چ مفعول لو جلدی مفعولن اٹ کرڑے ہو فاع لاتن الخ ۔

(۱۹) بحر مشاکل

اس بحر کی اصل فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار ہے اور مشاکل بضم میم و فتح شین معجمہ و کسر کاف و سکون لام اس سبب سے نام ہوا کہ مشاکل کے معنے مانند کے ہین اور یہ بحر قریب کی مانند ہے ۔ تھوڑا سا فرق ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے شعراے ریختہ نے اس بحر کو کم استعمال کیا ہے اور اس بحر مین تین زحاف کف ۔ قصر ۔ حذف ۔ واقع ہوتے ہین کف فاعلاتن اور مفاعیلن دونون کا زحاف ہے اور حذف و قصر صرف مفاعیلن کے ۔

مشاکل مسدس مکفوف مقصور فاع لاتُ مفاعیلُ مفاعیل دوبار مثال ۔

بار غم کو اٹھانا ہی پڑا آہ	داغ ہجر کو کھانا ہی پڑا آہ

تقطیع اس طرح ہے بار غم کُ فاع لاتُ اٹھانا ہ مفاعیلُ پڑا آہ مفاعیل ۔ داغ ہجر فاع لات کھانا ہ مفاعیل پڑا آہ مفاعیل ۔ بسبب کف کے مرکون فاعلاتن سے فاع لات بضم تا اور پہلے مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام رہا ہے اور دوسرے مفاعیلن سے بسبب قصر کے نون حذف ہوکر

اُس کا ماقبل یعنی لام ساکن ہوا ہے اور عروض وضرب مین فعولن محذوف بھی دُرست ہے
محمد بن قیس نے اپنے رسالے مین لکھا ہے کہ بعض شعراے قدیم اس بحر کو مثمن کر کے اشعار کہا
کرتے تھے مگر چونکہ وہ پڑھنے مین نہایت ثقیل ہوتے تھے اسلیے وزن مثمن کو ترک کر دیا۔
مثال مثمن مکفوف مقصور فاع لات مفاعیل فاع لات مفاعیل دُوبار فاع لاتن سے
فاع لات بضم تا مکفوف ہے اور مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہے اور پچھلا مفاعیل بسکون لام
مقصور ہے اور یہ بھی مفاعیلن کی فرع ہے مثال۔ ؎

لوٹتے ہین شب روز مست یون بسر خاک		جون بہار مین انگرائیان ہین شجر تاک	

تقطیع لوٹتے ہ فاع لات ہین شب روز مفاعیل مست یون ب فاع لات سرے خاک مفاعیل جو
بہار فاع لات مین انگرائیا مفاعیل ن ہین ش فاع لات جرے تاک مفاعیل۔
یہ اُن انیس بحرون کا بیان ہوا جو خلیل بن احمد کے عہد مین اور اسکے بعد اخفش اور بزرجمہر وغیرہ
نے ایجاد کی ہین اور شعراے فارسی و ریختہ نے انکو استعمال کیا ہے باقی گیارہ بحرین عریض و عمیق وغیرہ
جو عروضیان پارسی نے نکالی ہین چونکہ زبان ریختہ مین مستعمل نہین اسلیے اُن کا ذکر مجملاً کیا جاتا ہے
ارکان ان کے پہلے معلوم ہو چکے اب اس قدر جان لینا چاہیے کہ بحر صریم کے دو وزن نہایت
ہلکے ہین ایک مکفوف مقصور مفاعیل فاع لات فاع لان دوسرا اخرب مفعول فاع لاتن
فاع لاتن مگر پہلا وزن ہزج مکفوف اشتر مقبوض مسبغ مفاعیل فاعلن مفاعلان سے ملتا ہے اور
دوسرا مضارع اخرب اشتر مطموس مفعول فاع لاتن فاعلن فع سے ملتا ہے یاد رکھو کہ فع بحر مضارع
مین مطموس ہے نہ مجحوف کیونکہ اس بحر مین زحاف جحف واقع نہین ہوتا وجہ یہ ہے کہ اس مین فاع لاتن
منفصل ہے جس مین خبن نہین آتا اور جحف کے لیے اول خبن کا ہونا ضرور ہے پس جس نے یہان
فع کو مجحوف کہا ہے یہ اسکی سخت غلطی ہے ہان فع کو مجبوب مکشوف کہہ سکتے ہین اور اس صورت
مین یہ وزن مضارع اخرب اشتر مجبوب مکشوف کہلائے گا اور بحر کبیر کے بھی بہت خفیف دو وزن
ہین ایک مطوی۔ فاعلات فاعلات مفتعلن یہ وزن وافر اجم مقول فاعلن مفاعلن مفاعلتن سے
ملتا ہے اور دوسرا مخبون مذال مفاعیل مفاعیل مفاعلان یہ وزن بعینہ وزن ہزج مکفوف مقبوض مسبغ
ہے اور بحر بدیل کے خفیف ترین اوزان سے مخبون ہے مفاعلن فعلاتن مگر یہ وزن بعینہ وزن
کامل موقوص مقطوع ہے اور بحر قلیب کے دو وزن نہایت سبک ہین ایک مکفوف مقصور
فاع لات فاع لات مفاعیل اور دوسرا محذوف۔ فاع لاتن فاع لاتن فعولن پہلا وزن مدید مکفوف

مخبون مسبغ سے نکلتا ہے چنانچہ اُسکے یہ رکن ہین فاعلات فاعلن فعلیان اور دوسرا مدید مسبغ فاعلاتن
فاعلن فاعلیان کا ہموزن ہے اور بحر حمید کے بھی اخف یہ دو وزن ہین مطوی موقوف
فاعلات مفتعلن فاعلان سو یہ وزن بعینہ مقتضب مسدس کا وزن ہے اور مخبون مکسوف مفاعیل
مفاعلن فعولن یہ وزن اور بحر ہزج کا وزن مکفوف مقبوض محذوف ایک ہی ہین اور بحر اصیم کا سبک تر
وزن فعلاتن مفاعلن فعلاتن مخبون مقبوض ہے لیکن حقیقت مین یہ وزن خفیف مسدس مخبون سے
کسی طرح کا تفاوت نہین اور شعرا اس بحر کو کبھی اخرم مقصور یا محذوف یعنے فاع لاتن مفعولن فاع لان
اور فاع لاتن مفعولن فاع لن استعمال مین لاتے ہین اگر یہ وزن بحر رمل کو شعث مقصور اور محذوف
کر کے بھی نکال سکتے ہین اور مفعولن کو جو ہمنے یہان اخرم کہا ہے بہتر یہ ہے کہ اسکو مخنق بولین جیسا کہ
ہم بحر مضارع مین بیان کر آئے ہین اور بحر سلیم کا اخف وزن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات
فاعلان ہے مگر یہ وزن منسرح مطوی مکسوف مخبون مذال سے بھی پیدا ہوتا ہے جو یہ ہے مفتعلن
فاعلن مفاعلان اور مطوی مکسوف مفتعلن فاعلات مفعولن بھی آتی ہے مگر حقیقت مین یہ وزن
بحر منسرح کا مطوی مقطوع ہے اور اس بحر کا ایک وزن نہایت خفیف مخبون موقوف مفاعلن مفاعیل
مفعولان ہے جو بعینہ بحر ہزج کا وزن مقبوض مکفوف مقصور ہے اور بحر صغیر کا سب سے زیادہ
خفیف وزن۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن مخبون ہے لیکن یہ وزن مجتث مسدس سے بھی نکلتا ہے اسی طرح
اس بحر کے وزن سالم کا حال ہے اور بحر جمیم کا سُبک تر وزن مخبون ہے جسکے رکن یہ ہین فعلاتن
مفاعلن مفاعلن لیکن یہ وزن کامل مقطوع موقوص اور مشاکل مخبون مقبوض سے متحد ہے کچھ بھی تفاوت
نہین اور یہ بحر ایک رکن کی کمی سے مجزو بھی مستعمل ہے چنانچہ فاعلاتن مس تفع لن اور فعلاتن مس
تفع لن مگر یہ دونون وزن بحر خفیف کو بھی مجزو کیے سے حاصل ہو سکتے ہین اسی واسطے ہم نے
مثالین ترک کر دین۔

تتمہ عیوب عروض مین

(۱) تخلیع وزن نامطبوع و ناخوش وار کان ثقیل مین شعر لکھنا عیوب کلام سے ہے اور اس عیب کو تخلیع
بفتح تاے فوقانی و سکون خاے معجمہ و کسر لام و یاے معروف و عین موقوف کہتے ہین۔
(۲) توجیہ الوافی لمصطلحات العروض والقوافی مین لکھا ہے کہ تحرید بجاے حطی بروزن تفعیل بحر
کے اختلاف و تغیر کو کہتے ہین شاعر کو احتیاط چاہیے کہ ایک بحر سے دوسری بحر پر نقل نہ کر جاے کیونکہ

جو بحرین آپس مین متشابہ ہین اور جن مین تفاوت بہت کم ہے اُن مین شاعر دھوکا کھا جاتے ہین اور بعض شعر ایک بحر مین اور بعض دوسری بحر مین کہہ جاتے ہین جیسا کہ مرزا عظیم بیگ عظیم شاگرد شاہ حاتم سے شعرائے شاگرد بھی مشہور ہین ایسا ہو گیا تھا کہ بحر ہزج کے ساتھ بحر رمل کو ملا دیا تھا اور انشاء اللہ خان نے جلسۂ مشاعرہ مین اعتراض کیا تھا ہان اگر اشارہ کر دیتے تو کچھ مضائقہ نہین اور شعرا اکثر ایسا کرتے ہین۔

کہا لیلی نے کچھ شعلے سے جو اُسکو نہان لپٹے بدل کر بحر کو انشا غزل طرحی کی بھی اب پڑھ گلے سے تیرے کدھر کوئی اہل دل لپٹے اگرچہ ایسے وہ سو بار متصل لپٹے	انشا	یہ خوب ہے اُنکی ساد ےسی جہان لپٹے وہان لپٹے کہ اہل ذوق باہم جس لیے ہین خوشہ سان لپٹے یہان تو اُٹھ پہر رہتے ہین مخل لپٹے پر ایسے ڈھب سے نہ لپٹے کہ دل سے دل لپٹے	

گستاخ لکھتا ہے کہ وحشت کے اس شعر کا۔

سنبھالے ہین مرے نالون نے بھالے		فلک اپنی اپشت خمیدہ کو تھامے	

مصرع اول ہزج مسدس اور مصرع ثانی تقارب مثمن ہے مگر مؤلف کی دانست مین دونون مصرع موزون تقارب مثمن ہین ہین پہلے مصرع مین سے ایک سبب خفیف کا بتان کو رسواد کی غلطی سے قلم انداز ہو گیا ہے شاید یون ہو مصرع

سنبھالے ہین اب میرے نالون نے بھالے	

مولوی سید محمد عبدالرشید متخلص بہ رشید شعر غالب کے تکملے ہین کہتے ہین۔ ؎

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد دیار دو سرا ہی کب دہر مین بتا تو		عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے پھر کیا یہ تو تو مین مین ہی کیا قیل وقال ہے	

تیسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن اور باقی مصاریع کا وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن۔

(۳) اختلاف غیر معتاد۔ یعنی عروض بحر مین عیب ہے جیسے استعمال عروض محذوف یعنی فعولن کا بحر طویل مین اور عروض مقطوع یعنی فعلاتن کا بحر کامل مین کہ حسب مذہب سکاکی صاحب مفتاح کے معتاد نہین ہے اور اس عیب کا نام اقعاد ہے اور حسب مذہب صاحب قصیدۂ خزرجیہ کے اختلاف مطلق معتاد وغیر معتاد کو کہتے ہین بحر رمل مین پس نظیر معتاد کی یہ ہے کہ شاعر عروض سالم یعنی متفاعلن سے طرف عروض محذوف یعنی فعلن (بکسر عین) کے انتقال کرے۔

چھٹا شہر رباعی کے بیان مین

عرب مین رباعی کا دستور نہ تھا شعراے عجم نے یہ بحر ہزج مین سے نکالی ہے معیار البلاغت مین لکھا ہے کہ موجد اسکا رودکی ہے ایک روز راہ مین چلا جاتا تھا اثناے راہ مین امیر یعقوب بن لیث صفار کا بیٹا یازدہ سالہ لڑکون مین جوز بازی کر رہا تھا یعنی چند جوز کو گوچی مین ڈالنا چاہتا تھا ایک بار چھ جوز گوچی مین جا پڑے اور ایک جو باقی رہا تھا وہ بھی اٹک کر جا پڑا تب وہ خوش ہو کر کہنے لگا مصرع غلطان غلطان ہمے رود تا بن گو۔ استاد رودکی کو یہ کلمات فصیح بہت اچھے معلوم ہوے اور غور کیا تو علم عروض مین موزون پایا پھر اس سے چوبیس وزن اختراع کیے مگر بیان ایک امر قابل غور و تردد ہے وہ یہ کہ امیر یعقوب بن لیث صفار نے بقول مؤلف تذکرۂ خزانۂ عامرہ ۲۵۱ ھ ہجری مین نام وری حاصل کی تھی اور بروایت ضعیف عہد اسلام مین نظم فارسی کا موجد یہی ہے چنانچہ اُس کا ایک مصرع اور بقولے ایک شعر نقل کرتے ہین اور اُستاد رودکی نے چوتھی صدی کے اوائل مین عرصۂ ظہور مین قدم رکھ کر معماری طبع کی مدد سے اقسام شعر کی بنا ڈالی ہے۔ بعض کتابون مین اُس لڑکے کا نام نہین لکھا ہے مطلقا لڑکے کا لفظ لکھ دیا ہے اور رودکی کو رباعی کا موجد ماننے کے لیے یہی بہتر ہے تذکرۂ دولت شاہ مین یون بیان کیا ہے کہ یعقوب بن لیث صفار جسنے سب سے اول ملک عجم مین خلفاے بنی عباس پر خروج کیا تھا اُسکا بیٹا عید کے دن چند لڑکون کے ساتھ جوز بازی کرتا تھا امیر بھی اُسکے پاس کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگا امیر زادے نے جوز گوچی کی طرف پھینکے جن مین سے سات گوچی مین چلے گئے اور ایک اچھل کر باہر کی طرف آگیا امیر زادہ ناامید ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی اٹک کر اندر چلا گیا اس خوشی مین امیر زادے کے مُنھ سے یہ الفاظ نکلے مصرع غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو۔ یعقوب کو یہ کلام پسند آیا اور اپنے مصاحبون کو حکم دیا کہ اس کو جانچین کہ شعر کی قسم سے ہے یا نہین ابودلف اور زینت الکعب نے متفق ہو کر تقطیع کی تو بحر ہزج مین موزون پایا اور ایک مصرع اسکے سلسلہ لگا دیا پھر ایک بیت بڑھا کر دوبیتی کہنے لگے اور یہی نام مشہور ہو گیا تھوڑے عرصے کے بعد یہ نام موقوف کر کے رباعی نام مقرر کیا۔ شمس الدین محمد بن قیس نے المعجم مین بیان کیا ہے کہ ترانہ اسکو اسلیے کہتے ہین کہ ارباب موسیقی نے اس وزن پر اچھے اچھے راگ بنائے ہین عربی مین ایسے اشعار کو قول بولتے ہین اور کسی خاص راگ وغیرہ کے لحاظ کے بغیر صرف اشعار کے لحاظ سے دوبیتی کہتے ہین کیونکہ اس مین دو بیت سے زیادہ نہین اور عرب مستعربہ رباعے

بولتے ہین کیونکہ یہ بحر ہزج مین ہے اور وہ اشعار عرب مین مربع الاجزا ہے پس رباعی کی ہر ایک بیت عربی کے اعتبار سے بمنزلے دو بیت کے ہوئی لیکن وہ زحاف جو رباعی مین مستعمل ہین عرب کے اشعار مین نہ تھے اسلیے اس مین اگلے زمانے کے شعراے عرب سے شعر نہ کہے متاخرین عرب نے اسکی طرف خوب رغبت کی اور عربی مین اس کا بڑا رواج ہوگیا۔ ابن قیس نے یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ امام حسن قطان نے کہ ائمۂ خراسان سے ہے ان چوبیس اوزان کے منضبط ہونے کے لیے دو شجرے ایجاد کرکے اُن مین لکھا غرضکہ زحاف اس مین نو آتے ہین خرب۔ خرم۔ قبض۔ کف۔ ہتم۔ جب۔ تبر۔ شتر۔ زلل۔ اور ارکان مزاحف یا غیر مزاحف وسلم باہم مرکب ہوکر بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے نزدیک چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین اوران سب کا جمع کرنا جائز اور روا ہے اگرچہ بعضون نے لکھا ہے کہ پہلا مصرع وزن اخرب مین ہو تو اور دو سرے مصاریع بھی انہی اوزان مین چاہیین اور جو مصرع اول اخرم ہو تو اور تینون مصرعون کو بھی اسی وزن مین لکھین یعنی اخرم کو اخرب کے ساتھ جمع نہ کرین بعض عروضیون کے نزدیک جیسے اخرب کے بارہ وزن اخرم کے بارہ وزنون کے ساتھ جمع نہین ہوسکتے اسی طرح وہ اوزان جن کے عروض و ضرب مین فعول اور فاع ہین ان اوزان کے ساتھ بھی جن کے عروض و ضرب فعل اور فع واقع ہوے ہین جمع نہین ہوسکتے مگر اساتذہ کے کلام مین اس کی قید کم دیکھی گئی اور اُن کے نزدیک جائز ہے کہ اُن اوزان مین سے ایک وزن پر چارون مصرع ہون یا ہر مصرع اُن اوزان مین سے ایک ایک وزن پر ہو خواہ بعض مصرع ایک وزن پر ہون اور بعض ایک وزن پر ہون جیساکہ ان رباعیون مین۔

میر تقی

جانان نے ہمین کبھو نہ جانا افسوس	جو ہمنے کہا سو وہ نہ مانا افسوس
تب آلے مین دیر کی قیامت ابتو	آیا نزدیک جی کا جانا افسوس

پہلا اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع ؎

نواب یوسف علی خان ناظم

سجادہ ہے میرا فلک نیلی فام	تسبیح کواکب آفتاب اُس کا امام

تارے گنتا ہون مین سحر تک ناظم	تسبیح امام تک پہونچکر ہو تمام

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع اور دوسرا اور چوتھا اس وزن مین ہے مفعول مفاعلن مفاعیل فعول اور تیسرے کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فع ۔

منشی اسمٰعیل حسین منیر

جس روز سے دخل بے بسی نے پایا	ہونٹوں کا نہ قرب بھی ہنسی نے پایا
اپنا ساتھی تمام دنیا مین منیر	ڈھونڈھا تو مجھی کو بے کسی نے پایا

اس رباعی کا پہلا اور دوسرا اور چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعول۔

امانت

ہر گل کو خجل داغ جگر سے پایا	بلبل کو ندیم شور و شر سے پایا
دیکھا دم سرد سے صبا کو ٹھنڈا	پانی شبنم کو چشم تر سے پایا

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرا اور تیسرا اس وزن پر مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور چوتھا اس وزن پر مفعولن فاعلن مفاعلن فع ۔

غالب

جن لوگون کو ہے مجھسے عداوت گہری	کہتے ہین مجھے وہ رافضی اور دہری
دہری کیونکہ ہو جو کہ ہووے صوفی	شیعی کیونکہ ہو ماوراء النہری

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرے و چوتھے مصرع کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فع۔

الحاصل اس بحر کا نام بحر رباعی ہے کیونکہ رباعی سوا اس بحر کے اور بحر مین نہین کہی جاتی اور قصیدہ وغزل کا رباعی کے وزن مین کہا جانا درست ہے پس جو لوگ واقعہ مین وہ عوام کی طرح ہر اک وزن کی دوبیت قافیہ دار کو رباعی نہ کہین گے لیکن منتہے العروض کے مؤلف کا یہ قول کہ جو رباعی اوزان مذکورۂ بالا سے خارج ہو تو اسکو قطعہ کہنا چاہیے نہ رباعی تعریف قطعہ کے مقابلے مین تردد سے خالی نہین اور یہ جو کہا ہے کہ رباعی ان چوبیس وزن سے خالی نہین ہوتی تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ رباعی کا انحصار انہی مین ہے بلکہ رباعی اتحاد و اختلاف اوزان مصاریع کے اعتبار سے

بہت سے وزن رکھتی ہے مطلب اُس قول سے یہ ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی مصرع ان وزنوں سے خالی نہیں ہوتا اور مؤلف غیاث کی اس تعریف مین بھی کہ رباعی کا وزن خاص لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے اگر اس وزن مین نہو تو قطع کہین گے مسامحت ہے کیونکہ رباعی کے چوبیس وزن ہین اُن مین سے ایک وزن لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے پس وزن رباعی اس مین منحصر نہین جیسا کہ اُس نے سمجھا ہے۔

واسطی

عاشق مین ہوا ہون اک بُت کا ناکام	کچھ کام نہین ہے مجھکو جز نالۂ و آہ
اب کفر سے مطلب ہے نہ اسلام سے کام	لاحول ولاقوۃ الا باللہ ؕ

وہ دس ارکان جن سے باہم ترکیب ہوکر رباعی کے چوبیس[۲۴] وزن حاصل ہوتے ہین یہ ہین رکن مفاعیلن سالم ہے اور مفعولن اخرم ہے جسکو مخنق بھی کہتے ہین اور مفعولُ بضم لام اخرب ہے اور مفاعلن مقبوض ہے اور مفاعیل مکفوف ہے لام مضموم سے اور فعول اہتم ہے لام موقوف سے اور فعَلْ مجبوب ہے اور فع ابتر ہے اور فاعلن اشتر ہے اور فاع ازل ہے چوبیس اوزان مین سے بارہ وزن کا صدر و ابتدا اخرب ہے یعنی مفعول اور باقی بارہ وزن کا صدر و ابتدا اخرم یعنی مفعولن آتا ہے اور یہ چوبیس[۲۴] اوزان تشریح کے واسطے دائرون مین لکھے جاتے ہین اور بلحاظ اخرم و اخرب کے بارہ بارہ اوزان کے واسطے علٰحدہ علٰحدہ دائرے مقرر ہین۔

دائرہ اخرب الصدر والابتدا کے اوزان کی تفصیل یہ ہے

اوّل یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون دوم یہ کہ ایک جز حشو کا مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون سوم یہ کہ دونون جز حشو کے مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون چہارم یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور ایک اخرم اور عروض و ضرب ازل ہون۔ پنجم یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب ابتر ہون ششم یہ کہ حشو کا ایک جز مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ابتر ہون ہفتم یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرب اور عروض و ضرب اہتم ہون ہشتم یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرم اور عروض و ضرب ابتر ہون نہم یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور

دوسرا اخرب اور عروض وضرب مجبوب ہون دہم یہ کہ حشو مکفوف ہو اور عروض وضرب اہتم ہون یازدہم یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض ایک جز مکفوف ہو اور عروض وضرب اہتم ہون دوازدہم یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض اور ایک جز مکفوف اور عروض وضرب مجبوب ہون۔

دائرہ اخرب الصدر والابتدا

مفعولُ

مفاعیلن مفاعیلن فاع

مفاعیل مفاعیلن فاع

مفاعیل مفاعیل فَعَل

مفاعیلن مفعولن فاع

مفاعلن مفاعیلن فع

مفاعیل مفاعیلن فع
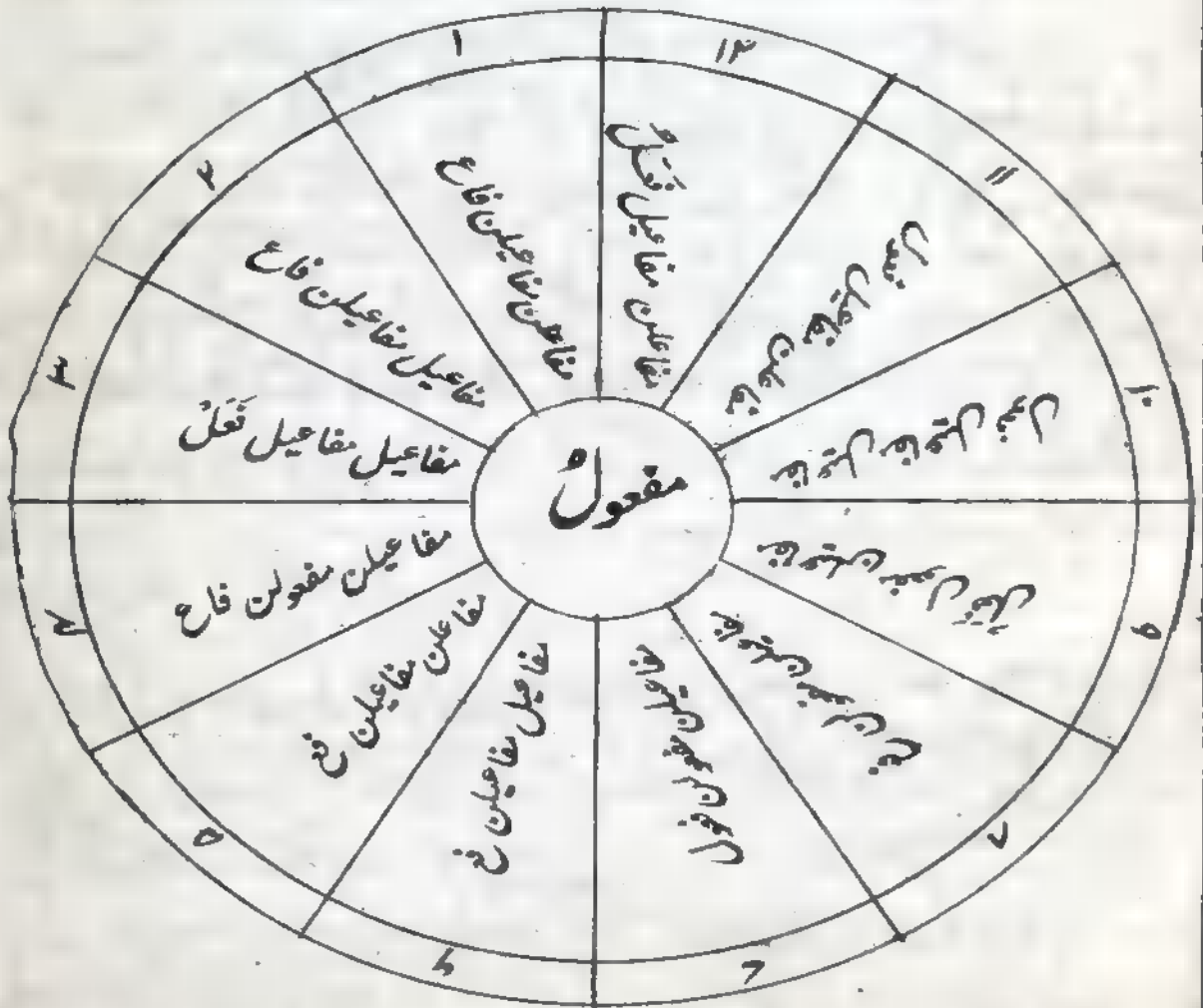
مثالون مین وہ نمبر لکھدیے جائینگے جو دائرون کے اوزان کے مقابل لکھے ہوے ہین۔

عزیز بریلوی

۷	ہے شبنم حیران کو مجھ سے یہ حجاب	آنکھون کو کرے چار نہین یہ اسے تاب	۱۰
۹	حیرت کو مری غور اگر کرتا ہے	آئینے کی آنکھون مین بھر آتا ہے آب	۲

تقطیع ہے شبنَ مفعول مِ حیرا کو مفاعیلن مج سے ے مفعول حجاب فعول ۱۲ اور دوسرے مصرع کی تقطیع یون ہے آ آکوک مفعول کرے چار مفاعیل نہی یے اُ مفاعیل س تاب فعول ۱۲ تیسرے مصرع کی تقطیع یون ہے حیرت کُ مفعول مری غور مفاعیل اگر کرتا مفاعیلن ہےُ فع اور چوتھے مصرع کی تقطیع یون ہے آ اَ ئی نِ مفعول ک آ آکوم مفاعیل برآتا ہے مفاعیلن آ اُب فاع۔

ایضاً

۳	سرمایۂ غفلت ہے تماشاے جہان	بینا ہے وہ جو نہ وا کرے آنکھ یہان	۱۲
۵	ہر پردۂ دید ہے حجاب غفلت	عارف ہی کو کھلتا ہے یہ راز نہان	۸

تقطیع سرمایے مفعول ءِ غفلت ہَ مفاعیل تماشاے مفاعیل جہان فعل + بیناہ مفعول وجہ نوا مفاعلن کرے آک مفاعیل یہا فعل + ہر پردَ مفعول ءِ دیدہ مفاعلن حجاب ءِ غف مفاعیلن لَت فع + عارف ہِ مفعول ک کھُلتا ہے مفاعیلن ے رازِن مفاعلن ہاں فع +

ایضاً

۱۱	ہے اہل سخا سے چرخ دون برسر جنگ	پایا ہے خسیسون نے تاج و اورنگ	۴
۹	غنچے سے چمن مین ہے یہ معلوم ہوا	زر جس کی گرہ مین ہے وہی ہے دل تنگ	۱۱

تقطیع ہے اہل مفعول سخا س چر مفاعلن خ دو برس مفاعیل سرجنگ فعول + پا یا ہَ مفعول خسیسون نے مفاعیلن تا جو اَو مفعولن رنگ فاع + غنچے س مفعول چمن مے ہے مفاعیلن ے معلوم مفعول ہوا فعل + زر جس کِ مفعول گرہ م ہے مفاعلن وہی ہے دل مفاعیلن تنگ فلع۔

امیر مینائی

۵	بالفرض حیات جاودانی تم ہو	بالفرض کہ آب زندگانی تم ہو	۵
۵	ہم سے نہ ملو تو خاک سمجھین تم کو	لین نام نہ پیاس کا جو پانی تم ہو	۵

چارون مصرع اس وزن پر ہین مفعول مفاعلن مفاعیلن فع تقطیع بالفر مفعول حیات جا مفاعلن ودانی تم مفاعیلن ہو فع ۱۲ بالفرض مفعول کہ آب زن مفاعلن دگانی تم مفاعیلن ہو فع +

ہم سے ن مفعول ملوت خا مفاعلن ک نجھے تم مفاعیلن کو فع ؛ لے نام مفعول ن پاس کا مفاعلن ج پانی تم مفاعیلن ہو فع ؛

مولوی محمد اسمٰعیل

۱۰	تیزی نہین منجملۂ اوصاف کمال	کچھ عیب نہین اگر چلو دھیمی چال	۱
۵	خرگوش سے لے گیا ہے کچھوا بازی	ہان راہ طلب مین شرط ہے استقلال	۱

تقطیع تیزی ن مفعول ہ نجمل مفاعیل ۂ اوصاف مفاعیلن کمال فعول ؛ کچھ عیب مفعول نہی اگر مفاعلن چلودی می مفاعیلن چال فاع ؛ خرگوش مفعول س لے گیا مفاعلن ہ کچوا با مفاعیلن زی فع ؛ ہاراہ مفعول طلب م شرط مفاعلن ط ہے استق مفاعیلن لال فاع ۔

ناسخ

۶	وہ خط نہین لکھتا تو ہو کیون دل تنگی	تازہ یہ زمانے کی نہین نیرنگی	۶
۲	ہمنے بھی کیا نامے کا لکھنا موقوف	اب اپنے قلم کو بھی ہے عذر لنگی	۵

تقطیع وہ خط ن مفعول ہ لکتاتُ مفاعیل ہُ کو دل تن مفاعیلن گی فع ؛ تازہ ی مفعول زمانے ک مفاعیل نہی نے رن مفاعیلن گی فع ہمنے ب مفعول کیا نام مفاعیل کَ لکنا مو مفاعیلن قوف فاع اب اپن مفعول قلم کُ بی مفاعلن ہ عذرے لن مفاعیلن گی فع ۔

ولہ

۶	ہے جسم مرا اور نہ جان ہے باقی	تربت مین نہ کوئی استخوان ہے باقی	۵
۱۱	کرتا ہے خدا تو امتحان تا دم زیست	بعد مُحبت کا ہنوز امتحان ہے باقی	۶

تقطیع ہے جسم مفعول مرا اور مفاعیل نہ جاہَ با مفاعلن قی فع ؛ تربت م مفعول ن کوی اس مفاعلن تخاہے با مفاعیلن قی فع ؛ کرتاہ مفعول خدات ام مفاعلن تحاتادَ مفاعیل م زلیست فعول ؛ بعد مُحبت ک مفعول ہنوز ام مفاعلن تحاہے با مفاعیلن قی فع ۔

رند

۱۱	عید رمضان ہے واہ کیا روز سعید	عالم مین ہین خرمی کے آثار پدید	۱۱
۱۱	اللہ وزیر ہند کو رکھے شاد	ہر شب ہو شب برات ہر روز ہو عید	۱۱

تقطیع ۔ عید ے رمفعول مضاہَ وا مفاعلن ہ کا روز مفاعیل سعید فعول ؛ عالم م مفعول ہ خرمی مفاعلن کِ آثار مفاعیل پدید فعول ؛ اَل لاہ مفعول وزیر ہن مفاعلن دکو رکے

مفاعیلن شاد فاع ﴿ ہر شب ہ مفعول شب برا مفاعلن ت ہر روز مفاعیل ہ عید فعول ﴿

تفصیل اوزان دائرہ اخرم الصدر والابتدا

اخرم الصدر والابتدا سے مراد وہ ہے جسکے صدر و ابتدا مین مفعولن آتا ہے پہلا یہ کہ حشو کا ایک جزا شتر ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہون دوسرا یہ کہ ایک جز حشو کا اخرب اور ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہون تیسرا یہ کہ حشو کا ایک جزا شتر اور ایک مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون چوتھا یہ کہ حشو اخرم اور عروض وضرب ازل ہون پانچوان یہ کہ حشو اخرم اور عروض ضرب ابتر ہون چھٹا یہ کہ حشو کا ایک جزا شتر اور ایک سالم ہو اور عروض وضرب ابتر ہون ساتوان یہ کہ حشو کا ایک اخرب ہو اور ایک مکفوف ہو اور عروض و ضرب اہتم ہون اٹھوان یہ کہ حشو کا ایک جزو اخرب اور ایک سالم اور عروض اور ضرب ابتر ہون نوان یہ کہ حشو کا ایک جزا خرم اور ایک اخرب اور عروض وضرب مجبوب ہون دسوان یہ کہ حشو کا ایک جزا خرب اور ایک جز مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون گیارھوان یہ کہ حشو کا ایک جزا شتر ایک جز مکفوف اور عروض وضرب اہتم ہون بارھوان یہ کہ حشو کا ایک جزا خرم اور ایک جزا خرب اور عروض وضرب اہتم ہون۔

صورت دائرے کی یہ ہے۔

دائرہ اخرم الصدر والابتدا

مفعولن

فاعلن مفاعیل فعل

مفعولن مفعولن فاع

مثالون مین یہان بھی مصرعون کا مقابلہ اوزان رباعی سے ہندسے لکھکر کیا جاے گا۔

غزیز

۱۰	لازم ہے انسان کو ہو سب سے جُدا		ہوتا ہے مشہور رہے جو تنہا	۰
۳	وحدت سے ہی فروغ خورشید فلک		شہرت غزلت مین ہے مثال عنقا	۶

تقطیع لازم ہے مفعولن انسان مفعول کُ ہوسب سِ مفاعیل جُدا فعَل ٭ ہوتا ہے مفعولن شہور مفعول رہے جو تن مفاعیلن ہا فع ٭ وحدت سے مفعولن ہے فروفا علن رغ خرشید مفاعیل فلک فعل ٭ شہرت غ مفعولن لت م ہِ فاعلن شالے عن مفاعیلن قا فع ٭

منہ

۷	دنیا مین ہنسنے سے بشر کون ہی پاک		لیکن ہی دیوانہ اگر ہو بے باک	۲
۹	دیکھو تو گلشن مین گل نے یہ کیا		ہنستے ہنستے دامن کر ڈالا چاک	۴

تقطیع۔ دنیا مے مفعولن ہنسنے سِ مفعول بشر کون مفاعیلُ ہ پاک فاع + لیکن ہے مفعولن دیوان مفعول اگر ہو بے مفاعیلن باک فاع + دیکو تو مفعولن گلشن مے مفعولن گل نے بے مفعول کیا فعل + ہنستے ہنس مفعولن تے دامن مفعولن کرڈا مفعولن چاک فاع ٭

ولہ

۱۲	ہین باغ عالم مین کیا کیا گُل و خار		لیکن ہے دیدۂ بصیرت درکار	۱
۵	بینائی آنکھون مین نرگس کے ہو		گلشن مین تب کرے تماشاے بہار	۱۱

تقطیع ہےَ باغے مفعولن عالم مے مفعولن کا کا گُ مفعول لُ خار فعول ٭ لیکن ہے مفعولن دیدے فاعلن بصیرت در مفاعیلن کا رفاع ٭ بینائی مفعولن آنکو مے مفعولن نرگس کے مفعولن ہو فع ٭ گلشن مے مفعولن تب کرے فاعلن تماشاے مفاعیل بہار فعول۔

ان اوزان مین سے وہ وزن خفیف اور مطبوع ہے جسکے اسباب و اوتاد مین اعتدال ہو اور جس وزن مین سبب و وتد زائد ہونگے وہ ثقیل و نامطبوع ہوگا یہی سبب ہے کہ دائرۂ اخرب کے اوزان دائرہ اخرم کے اوزان سے سبک اور مطبوع زیادہ سمجھے جاتے ہین اوزان اخرب مین سب سے زیادہ ثقیل مفعول مفاعیلن مفعولن فع ہے کیونکہ اس مین چھ سبب لگے در پے جمع ہوے ہین اور اخرم کے اوزان مین سب سے زیادہ ثقیل وزن مفعولن مفعولن مفعولن فع ہے کہ اسمین سب سبب جمع ہوئے ہین اور اخرب کے اوزان مین سب سے ہلکا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فعل ہے اور اخرم کے اوزان مین سب سے سبک یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعول کیونکہ

اس مین چار سبب اور چار وتد آئے ہین۔

یہ اُن چوبیس اوزان رباعی کی تشریح ہے جن کو اُستاد رودکی نے ایجاد کیا تھا اور اسکے بعد دوسرے شعرا نے بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف پر فعلن بکسر عین اور فعلن بسکون عین اور فعلات بسکون فعلن بڑھا کر تین وزن نکالے ہین وہ یہ ہین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین۔ مفعول مفاعلن فعولن فعلات علیٰ ہذا القیاس اگر بحر ہزج اخرم اشتر محذوف کے بھی تینون رکن بڑھائے جائین تو یہ وزن اور پیدا ہو سکتے ہین مفعولن فاعلن فعولن فعلن بکسر عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلن بسکون عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلات لیکن بنظر تامل دیکھا جائے تو یہ وزن اُن چوبیس اوزان سے علیحدہ نہین صرف تباین ارکان ہے چنانچہ مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فَعَل ہے بوجہ ناواقفی کے مفاعیل کے آخر سے لام کم کر کے فعولن بنا لیا ہے اور اُس لام کو فعل سے ملا کر فعلن بکسر عین کر لیا ہے اسی طرح مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فع ہے مفاعیلن کے آخر سے ایک سبب خفیف کم کر کے مفاعیلن کو فعولن بنایا ہے اور اس سبب کو فع سے ملا کر اُسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا ہے اور تعجب یہ ہے کہ غالب جیسے سخن سنج نے بھی یہان دھوکا کھا کر بحر ہزج مسدس مقبوض محذوف پر ایک فعلن کی زیادتی کو رباعی مین مان لیا ہے اور مفعول مفاعلن فعولن فعلات بر وزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع ہے اسی طرح اوزان اخرم مین قیاس کر لینا چاہیے جب ارکان مذکورۂ بالا مین اوزان رباعی کا انحصار ہو سکتا ہے تو انھین کے ہموزن نئے رکن بڑھانا بالکل فضول ہے۔

الغرض بارہ بارہ وزنون کے جو دو حصے کیے ہین ان مین ہر حصّے کی رباعیان اختلاف وزن اور ترتیب مصاریع سے اکتالیس[۴۱] ہزار چار سو بہتر ہو سکتی ہین تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب ایک حصّے کے بارہ وزنون مین سے ہر ایک وزن کے پہلے مصرع کے ساتھ دوسرا مصرع بارہ بارہ طرح سے بکہ جائے گا تو اس دوسرے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کو بارہ مین ضرب دینے سے ایک سو چوالیس ثنائی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

۱۲
۱۲
———
۲۴
۱۲
———
۱۴۴

اور جب ان ایک سو چوالیس شکلون مین سے ہر ایک شکل کے ساتھ تیسرا مصرع چوبیس چوبیس

طرح سے لگایا جائےگا تواس تیسرے مصرع کے ملنے سے یعنے چوبیس کوایک سو چوالیس مین ضرب دینے سے تین ہزار چارسو چھپن ثلاثی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے ۔

۱۴۴
۲۴
۵۷۶
۲۸۸
۳۴۵۶

اور جب ان تین ہزار چارسو چھپن شکلون مین سے ہرایک شکل کے ساتھ چوتھا مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائےگا تواس چوتھے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کوتین ہزار چارسو چھپن مین ضرب دینے سے اکتالیس ہزارچارسو بہتر کامل شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے ۔

۳۴۵۶
۱۲
۶۹۱۲
۳۴۵۶
۴۱۴۷۲

اور جب ایک حصے کی اکتالیس ہزار چارسو بہتر شکلین ہوئین توظاہر ہے کہ دونون حصون کی اُن سے دُگنی یعنے بیاسی ہزار نوسو چوالیس شکلین ہونگی جنکے وزن یا ترتیب مصاریع مین کچھ نہ کچھ فرق ہے الحمدللہ بحور کا اختتام ہوا ۔

دوسرا جزیرہ علم قافیہ مین

اس جزیرے مین پانچ شہر پُرلطافت ہین

پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان مین

علم قافیہ ایک ایسا علم ہے جس مین شعر کے لفظ آخر کے تناسب اور عیوب سے بحث کی جاتی ہے اور غرض اُسکی یہ ہے کہ ایسا ملکہ حاصل ہوجائے کہ شعرا ایسے قافیون کے ساتھ بنا سکین جو مقام کے مناسب ہون اور ایسے عیوب سے خالی ہون جن سے طبع سلیم کو تنفر نہ پیدا ہو اور غایت اُسکی یہ ہے کہ قافیہ مین خطا سے احتراز رہے اور مبادی اُسکے وہ مقدمات ہین جو اشعار کے قافیون مین تلاش کرنے سے حاصل ہوتے ہین اور بعض نے کہا ہے کہ قافیہ ایک ایسا علم ہے کہ اُس مین مرکبات موزون سے انکے اوراخیر ابیات کی حیثیت کے ساتھ بحث کی جاتی ہے حاشیۂ کبری

مین سید محمد منہوری نے لکھا ہے کہ اس علم کا موجد امرؤ القیس کا ماموں مہل بن ربیعہ ہے لغت مین قافیے کے معنے پیچھے آنے والے کے ہین اور اصطلاح مین قافیہ چند حروف معین کا نام ہے جو مطلع غزل و قصیدہ و ابیات مثنوی کے ہر مصرع کے آخر مین اور قطعہ و باقی اشعار غزل و قصیدہ کے مصرع ثانی کے آخر مین الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر آتے ہین اور مستقل نہین ہوتے جیسے ان شعرون مین امیر کے ؎

وقت رفتار ہے زر ریز عجب فیض قدم	نقش پا راہ مین بن جاتے ہین دینار و درم
در دولت کی وہ عظمت ہے کہ جس سے ہر دم	لو لگائے ہوے ہے لام ہو یا واو قسم
تنگدل وہ ہے عدو نام جو اُسکا ہو رقم	ساحت لوح یہ سمٹے کہ ہو میدان قلم

پہلے شعر مین لفظ قدم اور درم کے آخر کی میم اور دوسرے شعر مین لفظ ہردم اور قسم کی میم اسی طرح تیسرے شعر مین رقم اور قلم کے آخر کی میم حرف قافیہ مین سے ہے اور غیر مستقل ہے یعنی علٰحدہ نہین آسکتی بخلاف ردیف کے کہ وہ بعد قافیہ کے کلمۂ مستقل ہوتا ہے کہین متحد المعنے کہین مختلف المعنی مگر اختلاف لفظ ردیف کا روا نہین اور اسکا بیان مفصلاً آگے آئے گا الحاصل قافیے کا اطلاق نو حروف پر ہوتا ہے - ردف - قید - تاسیس - دخیل - روی - وصل - مزید - خروج - نائرہ لیکن ان سب حروف کا جمع ہونا ضرور نہین ایک خواہ دو خواہ تین یا زیادہ جس قدر چاہین جمع کرین اور یہ بھی خیال رہے کہ حرف روی اصل قافیہ ہے اسی پر قافیہ منحصر ہے باقی آٹھ حرفون کے لانے نہ لانے کا شاعر کو اختیار ہے بخلاف حرف روی کے کہ اُسکے لانے مین شاعر مجبور ہے اس کا ترک اُسکے اختیار سے باہر اور دُور ہے جیسے اشعار بالا مین میم حرف روی ہے غرضکہ حرف روی کی رعایت تمام ابیات مین ضرور ہے -

روی کا بیان

روی راے مہملہ کے فتح اور واو کے کسر اور یاے معروف سے لفظ کے اس حرف آخر کو کہتے ہین جو مصرع یا بیت کے آخر مین واقع ہوا ہو اور یہ حرف مکرر آتا ہے اور قافیہ کی بنیاد اسی پر رکھی جاتی ہے اور یہ حرف اکثر اصلی ہوتا ہے جیسے امیر کے اشعار مین حرف میم - کبھی حرف زائد کو بھی حرف اصلی کے حکم مین کر لیتے ہین مثلاً

مرزا محمد تقی خان ہوس

مزروع مین ہے میرے خشک سالی	جو کوئی صدف ہو در سے خالی

خشک سالی مین یاے زائد ہے اور خالی مین یاے اصلی۔

ولہ

محنت زدۂ ستم رسیدہ	از دفتر دوستان جریدہ

رسیدہ مین ہا زائد ہے اور جریدہ مین اصلی

میر حسن

نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی	ہر ایک عالم شوق مین تھی کھڑی

انیس

کس مرتبہ تھا لطف و کرم رب غنی کا	تھا نہر یہ اور زور تھا خیبر شکنی کا

دبیر

جنبش مین ہے اب روضہ رسولؐ عربی کا	اک ہاتھ نکل آیا ہے مرقد سے نبی کا

باقی اٹھ حرفون مین سے منجملہ نو حروف قافیہ کے چار حرف ردف۔ قید۔ تاسیس دخیل روی سے پہلے آتے ہین اور اصلی ہوتے اور وصل و مزید و خروج و نائرہ حروف روی کے بعد ملحق ہوتے ہین اور زائد ہوتے ہین پس جب تک کہ کوئی حرف بعد حرف روی کے ملحق نہ ہوگا حرف روی ساکن ہوگا اس صورت مین اسکو روی مقید کہین گے جیسے سرشار بریلوی کے ان اشعار مین۔ ~

مری جانب سے چھاتی تمنے کرلی یار پتھر کی	بنائی ہے دلو نکے درمیان دیوار پتھر کی
پگھلتا ہی نہین وہ سنگدل عاشق کی باتون سے	مگر کرلی ہے چھاتی صورت کہسار پتھر کی

یار دیوار کہسار مین حرف روی راے مہملہ ساکن ہے اور جس صورت مین کہ حرف روی متحرک ہو اسکے بعد حرف وصل مل جائے تو اسکو روی مطلق کہتے ہین مثال۔

سودا

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون	مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

اس شعر مین دال مہملہ متحرک روی مطلق ہے۔

انیس

پرسان کوئی کب جوہر ذاتی کا ہے	ہر گل کو گلہ کم التفاتی کا ہے

اس شعر مین تاے فوقانی متحرک روی مطلق ہے۔

المؤلفہ

مین دیوانہ ہون ای ساقی کسی کی چشم میگون کا	پلادے آج تو ساغر شراب ارغوانی کا
کیا خاموش وہی باتون مین اُس گل نے ای گلچی	بہت دعوی تھا بلبل کو بھی اپنی خوش بیانی کا

اُن حروف کا بیان جو روی سے قبل آتے ہین

ردف کا بیان

جاننا چاہیے کہ ردف بکسر اول و سکون دال مہملہ و فا دو قسم ہے ردف مطلق اور ردف زائد ردف مطلق اُسے کہتے ہین کہ ایک ساکن قبل حرف روی کے بلا فاصلہ واقع ہو اُسکے اور روی کے درمیان کوئی اور حرف واسطہ نہو اور وہ حرف ساکن حروف مدہ مین سے ہوتا ہے جیسے یار اور نور اور تیر مین الف اور واو اور یاے ساکن اور جو یاے تحتانی اور واو کے ماقبل فتح ہو تو ردف نہین جیسے واو دور اور جور کی اور یاے تحتانی خیر اور سیر کی مگر بعض اہل فن جیسے ابن قطاع وغیرہ نے واو اور یاے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی ردف شمار کیا ہے اور جمہور کا اتفاق مذہب اول پر ہے۔ **فائدہ** الف اور واو اور یاے ساکن کو حروف علت کہتے ہین پس اگر انکے ماقبل کی حرکت ان کے موافق ہو تو حروف مدہ ہین جیسے یار اور نور اور تیر اور جو موافق نہو جیسے دور اور بد مین تو لین بروزن دین کہلاتے ہین اور جہان کہین الف ساکن آئے گا اُسکے ماقبل فتح ہی ہوگا پس الف ہمیشہ ہی مدہ رہتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ جہان فتح ہو تو بعد اسکے الف ہی ہو بلکہ کبھی واو کبھی یا اور سوا اسکے اور حرف حروف صحیحہ مین سے آسکتا ہے خواہ ساکن ہو خواہ متحرک جس وقت الف کے ماقبل فتحہ ہوگا اُس فتحہ کو فتحہ طویل کہین گے جیسے باپ یار اور اگر بعد فتحہ کے کوئی اور حرف ہوگا تو وہ فتحہ قصیر کہلاتا ہے جیسے قلم کرم سفر حضر وغیرہ اور ردف واو اور یا کی دو صورتین ہین ایک معروف ایک مجہول واو معروف یا مجہول کے قبل ضمہ ہوتا ہے اور یاے معروف و مجہول کے قبل کسرہ فرق اس قدر ہے کہ معروف کا ضمہ اور کسرہ خوب کھینچکر پڑھا جاتا ہے اور مجہول کا ضمہ اور کسرہ زیادہ کھینچا نہین جاتا خلاصہ کلام یہ ہے کہ حروف ردف غالباً اصلی ہوتے ہین کیونکہ حروف روی بھی اصلی ہوتا ہے اور اگر حرف روی زائد ہو اور حکم مین حرف اصلی کے کرلیا جائے تو بالضرور حرف ردف بھی زائد ہوگا جیسے زرین اور قالین مین۔

قلق

چار سو فرش مخمل و قالین	بیچ مین ایک مسند زرین ہو

چونکہ نون غنہ زرین کا قالین کے نون کے مقابل حرف روی کے حکم مین معتبر ہوا تو یاے تحتانی زرین کی قالین کے مقابل ردف ٹھہری حالانکہ قالین مین یاے تحتانی اصلی اور زرین مین زائد ہے اور یہ دو نون حرف زر کی نسبت کے واسطے لاحق ہوے ہین۔

شوق سے نام صنم کو دل پہ کندہ کیجیے	للمولفہ	کیونکہ ہی وہ نقش زیبا اس نگین کے واسطے
عمر ضائع کی ہوا و حرص دنیا مین عبث		کام کیا اے دل کیا خلد برین کے واسطے
شانہ سان ہمنے کیا ہی دلکو اپنے چاک چاک		اُس پری پیکر کی زلف عنبرین کے واسطے
عشق سے دل کو جلا سینے مین خاکستر کیا		ہمنے اب رہنے کو آہ آتشین کے واسطے

اِس قسم کے ردف کو ردف مطلق اس لیے کہتے ہین کہ اسکے اور حرف روی کے درمیان کسی حرف کا واسطہ نہین ہے۔

ردف بالالف کی مثال۔

مظفر علی اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو
گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سُلطان کو

انسان اور سُلطان مین آخر کا نون حرف روی ہے اور اسکے ماقبل کا الف ردف اصلی۔

نواب میر محبوب علی خان آصف

انصاف اپنا اے بُت عیار ہو چُکا	جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چُکا

عیار اور یار مین راے مہملہ حرف روی ہے اور الف حرف ردف

ردف بالواو اور ردف بالیا۔ دو طرح پر ہے ایک معروف کہ اسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر پڑھا جائے جیسے نور اور تیر۔ واو معروف کی مثال۔

ذوق

شوق نظارہ ہی جب ہے اُس رُخ پر نور کا	ہے مرا مرغ نظر پروانہ شمع طور کا

نور اور طور کی راے مہملہ حرف روی ہے اور واو معروف ردف۔

حسرت

کوئی دشمن سے بھی کرتا ہی اس اسلوب سلوک	دوستی کر کے کیا ہے میان خوب سلوک

یاے معروف کی مثال۔

انداق

ہوئی جب جسم آدمؑ کے لیے تخمیر مٹی کی	فلک سے اور ملک سے بڑھ گئی توقیر مٹی کی

خمیر اور توقیر کی راے مہملہ حرف روی ہی اور یاے تحتانی ردف شاد۔

گر بن آتی مری تقدیر سے تدبیر نہین	کیا ہوا نالے کو اس مین بھی تو تاثیر نہین
کیا ترے دید سے غافل ہون کسی دم ایجان	کیا مری آنکھ مین پھرتی تری تصویر نہین

لمؤلفہ

پھر ہواے کوچۂ قاتل گریبان گیر ہے	کس طرح جائین نہ ہم وان خواہش تقدیر ہے
ہرزہ گردی دربدر کی دن کو رہتی ہی مجھے	رات بھر شور درون ہے نالۂ شبگیر ہے
کس طرح چھوٹے سے اُس کا ہو میسر پاے بوس	ہر قدم پر یان چھنکتی پانون کی زنجیر ہے

اُسکے در پر لیجلو اور کچھ دوا مطلق ندو
جو مریض عشق ہے اُسکی یہی تدبیر ہے

دوسرے مجہول کہ اُسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر نہ پڑھا جائے جیسے زور اور سیر۔ واو مجہول کی مثال۔

جوشش

توانائی تو کر بیٹھی جُدا آغوش سے ہم کو	گرامت دیجیو ای ناتوانی دوش سے ہمکو

آغوش اور دوش مین حرف شین روی ہے اور واو مجہول ردف۔

یاے مجہول کی مثال۔

سرشار بریلوی

پرہیز ہے اور آنکھین غیرون سے میل ہے	قدرت کا تیری قادر مطلق یہ کھیل ہے
آنسو مین میرے خون جگر کا جو میل ہے	دامان تر کے حاشیے پہ سرخ بیل ہے

میل اور کھیل اور بیل مین حرف لام روی ہی اور یاے مجہول ردف۔

واو اور یاے معروف و مجہول کا قافیہ مین باہم جمع کرنا

شعراے فارس نے اکثر بلکہ بیشتر معروف کو مجہول کے ساتھ قافیہ کر لیا ہے اور مجہول کو معروف پڑھ اُنکے یہان جائز ہے مگر ریختہ مین ایسا قافیہ کرنا معیوب ہے گو فارسی کی تقلید سے بعض بعض فصحاے ریختہ نے بھی ایسا کیا ہے لیکن بنظر غور و انصاف دیکھا جائے تو خالی عیب سے نہین کیونکہ ان کا لہجہ یہ ہرگز نہین کہ مجہول کو معروف پڑھتے ہون اس بارے مین ہمکو تحقیق مرزا قتیل کی پسند ہے یہانپر چند شعر بطور مثال کے قافیہ معروف و مجہول کے لکھے جاتے ہین جو کہگئے اُن سے تعرض نہین پند کہنے والون کو نصیحت ہے۔

ذوق

وادی ظلمت مین اپنی دخل ہے کب نور کا　　مہر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغ دُور کا

تیرے کوچے مین تن لاغر ترے رنجور کا　　اِک غبار ناتوان ہے کاروان مور کا

عشق کے مکتب مین ہو فرہاد سب سے تیز دست　　تین دن چاٹے اگر تعویذ میری گور کا

حافظ شیرازی طالب

ابتو یہ عزت ملی اس نالۂ پُرشور سے　　دیکھکر مجھکو اُٹھا شور قیامت دُور سے

احمد خان غفلت

علو شان ترے ہاتھی کی ہو رقم کیونکر　　نمود ارض و سماوات ہے یہ جسکے حضور

گر اُسپہ چڑھ کے تلے دیکھیے تو آئے نظر　　فرشتہ شکل عصا فیر آدمی جون مور

دبیر

خاموش دبیر اب نہین لکھنے کا ہی مقدور　　رن مین ہین تہتر شہدا بیکفن و گور

میر حسن

کھلے اُس کنوئین کے یکایک نصیب　　کہ آیا وہ اُس مین مہ دلفریب

مومن خان

وہ گردن دیکھ یہ حالت ہوئی تغییر شیشے کی　　کہ تھمتی ہی نہین ہچکی ہوئی ہے دیر شیشے کی

مدام اُس لب میکش کے مُنھ لگتا ہے اے ساقی　　بنائی ہاے کیا اللہ نے تقدیر شیشے کی

سودا

سالہا ہم نے صنم نالۂ شبگیر کیا	آہ اک روز ترے دل مین نہ تاثیر کیا
حشر مین بھی نہ اُٹھے بسکہ اذیت کھینچی	زندگانی نے دو عالم کی مجھے سیر کیا

ولہ

ہوے دیکھ حیران صغیر و کبیر	جب آگے سے اُٹھ بھاگے قالین کے شیر

ناسخ

ہم نمازون مین جو تا دیر کھڑے رہتے ہین	سامنے یہ بُت بے پیر کھڑے رہتے ہین

ظفر

زلف شب کس کی رہی دیر آنکھون کے تلے	آج سارے دن رہا اندھیر آنکھون کے تلے
آگئی جو یاد مجھکو ابروے پرخم تری	پھر گئی اک صورت شمشیر آنکھون کے تلے

کبھی اُس یاے تحتانی کو جو کلمات عربی مین الف کے امالے سے پیدا ہوئی ہو یاے ردف کے ساتھ جمع کرتے ہین جیسے اس شعر مین سودا کے۔ ؎

معشوق مثل عاشق جنکی رکیب مین تھے	اُس یار دل ستان کے دے بھی جلیب مین تھے

میر شمس الدین فقیر کا یہ قول ہے کہ جس الف کو امالہ کر کے یاے ردف کر لیتے ہین وہ معروف نہین آتی یہی مرزا تقی سپہر نے براہین العجم فی قوانین المعجم مین فرمایا ہے اور اس باب مین تاکید بلیغ کی ہے مگر صاحب انجمن آراے ناصری امالے کے بیان مین کہتا ہے کہ آزیر اور رادبیر جو آنا رواد بار کا امالہ ہین دونون کا تدبیر کے ساتھ قافیہ کیا ہے۔

ردف زائد وہ حرف ساکن ہے جو حرف مدہ یعنی ردف مطلق اور روی کے درمیان مین واقع ہو جیسے دوست کا سین مہملہ اور ناخت کی خاے نقطہ دار پس جو ردف ایسا ہے کہ اس مین اور روی مین حرف ساکن واسطہ ہوتا ہے اُسکو **ردف اصلی** کہتے ہین اور اُس حرف ساکن کو **ردف زائد** بولتے ہین اور جو ردف کہ اُس مین اور روی مین کسی حرف کا واسطہ نہو اُسکو علی الاطلاق ردف کہتے ہین اور خواجہ نصیر الدین محقق طوسی نے ردف زائد کو ردف مین داخل نہین کیا بلکہ روی مین داخل کیا ہے اور روی **مضاعف** یعنی روی دوچند نام رکھا ہے محمد بن قیس عروضی خوارزمی اور ملا جلال نے بھی یہی لکھا ہے اس صورت مین حروف قافیہ دس ہوتے ہین کیونکہ روی مفرد سمیت نو حرف پہلے ہی تھے جب ایک حرف یہ (روی مضاعف) بڑھا تو دس ہو گئے

غرض کہ خواجہ کے نزدیک ایک حرف والی روی کا نام روی مفرد ہے اور دو حرف والی روی کا نام روی مضاعف اور جمہور کے نزدیک حرف اول روی ہے اور دوم ردف زائد اور ردف زائد کے چھ حرف مخصوص ہین اُور ان کے سوا نہین آتے (۱) نون (۲) خاے معجمہ (۳) سین مہملہ (۴) شین معجمہ (۵) راے مہملہ (۶) فا۔ پس جبکہ ردف مطلق کے تین حرف ہوے واو۔ الف۔ یا۔ اور ردف زائد کے چھ اور جب چھ کو تین مین ضرب دیا تو اٹھارہ ہوے لیکن یہ اٹھارہ صورتین تمام علی الترتیب کسی زبان مین نہین آتین بلکہ فارسی مین سوا تیرہ کے اور نہین دیکھی گئین ہم اُردو کی مثالین لکھتے ہین اول **نون** مثال اُس نون کی جو الف کے ساتھ ہو چاند او ساند۔

انشا

کمون اُسکی جبین کو کس طرح چاند کہا ۔۔۔ کہ اُس سے لاکھ حصہ چاند تھا ماند

میر حسن

غلافون پہ باناتے کے پردہ ٹانک ۔۔۔ شتابی سے نقارون کو سینگ سانک

امین

خورشید ترا دیکھ کے مُنھ کانپ کے نکلا ۔۔۔ ہے چادر مہتاب مین مُنھ ڈھانپ کے نکلا

سودا

ٹھگ نہ تنہا چڑھے ہے اُسکے اَنٹ ۔۔۔ مل رہی ہے اَچکون سے بھی سانٹ

ولہ

مال صندوق مین رہے کس بھانت ۔۔۔ تن کے کپڑون پہ چورون کا ہے دانت

مثال اُس نون کی جو یاے معروف کے ساتھ ہو چھینک اور سینک۔

انشا

اور کچھ چھینکنا عبث مت چھینک ۔۔۔ تیز بینی کو دیکھ آئے چھینک

مثال اُس نون کی جو یاے مجہول کے ساتھ ہو سینگ اور بھینک۔

مرزا اختریار خان شباب ساکن جاورہ

چوٹ کا دل کے نہین اس کوئی بجز علاج ۔۔۔ آتش رخسار مہرویان سے اسکو سینک لو

بدنصیبی سے نہ یہ تدبیر ممکن ہو شباب	چیر کر پہلو سے بہتر ہی کہ دل کو پھینک دے

مثال اُس نون کی جو واو معروف کے ساتھ ہو لوند اور موند۔ سونس اور گھونس۔

میر تقی

رہ گیا مین پیکے لوہو کا سا گھونٹ	یعنی دیکھون بیٹھے ہی کس کل یہ اونٹ

ولہ

اُن نے جو ماریان ہین گھونسین دھونس	موش دشتی ہوا ہے کونے گھونس

ولہ

ان نے ماری ہین ایسی کتنی دھونس	گھونس دیکھے تو ہووے کونے گھونس

انشا

پی آب حیات عیش کے گھونٹ	یکبارگی ناچنے لگے اونٹ

مثال اُس نون کی جو واو مجہول کے ساتھ ہو گوند اور توند بمعنی بڑا پیٹ۔

انشا

ماری بلبل نےجون ہی اک چونچ	دامن مین گل کے لگ گئی کھونچ

ولہ

وہ جو میرے چھیڑنے کو مجھکو اگر چونپ دے	اُسکی دُم مین باندھ غدہ چاندنی کو سونپ دے

دوسرا ثے نقطہ دار۔ مثال اُس ثے کی جو الف کے ساتھ ہو شناخت اور تاخت بمعنی حاصل مصدر جو روزمرہ اُردو مین مستعمل ہے۔

شباب

آرزو حسرت و ارمان ہون پامال شوق	ملک دل پر غمزۂ ناز و ادا کی تاخت ہی
چھوڑنا ہرگز نہ دامن ہمت صبر و شکیب	ہان اسی کبات کی تو غور اور پرداخت ہے
ایسی بے بنیاد چیزون پر نہ دل لانا شباب	لاکھ جان سے اُس پہ ہو قربان کہ جسکی ساخت ہے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

بدنمائی اُسکی ہے بے ساختہ	کیا ہے یان میش کچھ انداختہ

اس شعر مین خاے معجمہ ردف زائد ہے۔ اور تاے فوقانی ردی اور ہاے ہوز حرف وصل جسکی تفصیل

آگے آتی ہے۔

مثال اُس نے کی جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے سُوخت اور دوخت بمعنی حاصل مصدر نہ بمعنی صیغۂ ماضی کہ یہ دونوں لفظ دونوں معنے مین زبان فارسی سے ہین لیکن اُردو مین حاصل مصدر کے مین الفاظ تاخت اور شناخت کی طرح استعمال کیے جاتے ہین چنانچہ کہتے ہین فلان نے ازراہ سوخت یعنے حسد کے یہ بات کہی۔ فلان درزی کی دوخت عمدہ ہے۔

شباب

سخت باتون سے جوانکی کبھی پھٹ جاتا ہے	سُوزنِ مژہ سے کردیتے ہین وہ دوخت دل
زاہد خشک اُسے کون کہے گا انسان	نہوا جس کو میسر شرف سُوخت دل

اسی قبیل سے ہے۔

بیدار

تیرے ہی رُخ سے یہ شمع نگہ افروختہ ہے	رشتۂ دیدے اورون کی نظر دوختہ ہے
نذر مین اُس شہ خوبان کی کرون کیا بیدار	دل ہی سوداغ ہی جان ہی سو غم اندوختہ ہے

یہ وہ نے کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو گوش زد نہین ہوئی اگر کوئی کہے کہ لفظ ریخت بھی ریختہ مین مستعمل ہے تو اسکے دو جواب ہین اول تو ریختہ کو اُردو مین علیحدہ بولتے ہی نہین بلکہ شکست و ریخت کہتے ہین دوسرا جواب یہ ہے کہ ریخت کے مقابل قافیہ کے واسطے کونسا لفظ اور ایسا لائین گے جو اُردو مین مستعمل ہو تیسرا سین مہملہ مثال اُس سین کی جو الف کے ساتھ ہو۔

انشا

مدت اُتنی ہی اور درخواست	تھی ویسی ہی صاف بے کم و کاست

میر حسن

دکھائی انکھون نے ہمین راہ راست	کہ تا ہو نہ اُس راہ کی بازخواست

سودا

اے زلف جو پوچھے تو سودا سے حرف راست	گنتون کے آپ چٹائیے تجھ منہ کو ملکے ماست

اور وہ سین جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے دوست اور پوست۔

محسن

وحدت ہی چمن مین مغز تا پوست	صادق ہے بہار پر ہمہ اوست

سودا

کل کیا بی چلا جو گھر کو دوست
پیاز کا اُسکے ہاتھ مین تھا پوست

ولہ

اور غذا اُسکو یہ بتلائی دوست
ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پوست

اور دہ سین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو سواے لفظ زلیست کے اور کوئی لفظ اُسکے مقابل زبان اُردو مین نہین سُنا گیا مگر میر کے بند کے ایک مصرع مین قافیہ بیست لفظ مستعمل فارسی ہے اور ایک مصرع مین زلیست مروجہ اُردو اور باقی دو مصرعون مین نیست اور یکرنگی ست قافیہ آیا ہے۔ ؎

میران مستون مین کوئی نہین پابستۂ زلیست
کیونکہ یہ زلیست بہت ہووے تو دہ روزہ کہ بیست
جتنے یہ ہست نظر آتے ہین اب سب ہین نیست
کہ ترا نیز باین فرقہ سر یکرنگی ست

محمد حسین علمی

دس برس کی عمر جسدن ہو گئی بلیست کی
آدمی کو چاہیے کچھ قدر سمجھے زلیست کی

چوتھا شین نقطہ دار دہ شین کہ الف کے ساتھ ہو جیسے برداشت بمعنی تحمل اور چاشت سورج نکلنے اور دوپہر کے درمیان کا وقت نو بجے کے قریب اور کاشت بمعنی کھیتی کرنا۔ بوت۔ زراعت۔ برداشت اور کاشت دونون ماضی کے صیغے ہین اور حاصل مصدر کے معنے مین مشتمل ہوتے ہین۔

شایان

غرض ایک دن بھیکم ودھر ترشت
بیاس وبدر اور سب وقت چاشت

شباب

خواہش وصل بتان ترغیب دیتی ہے اگر
آرزو وحسرت وارمان کی دل مین کاشت ہو
شیخ صاحب پھر نہین دشوار وصل مہوشان
خاطر اقدس مین اس سختی کی گر برداشت ہو

اور دہ شین کہ واو کے ساتھ ہو جیسے گوشت اگرچہ یہ لفظ زبان اُردو مین مروج بلکہ کثیر الاستعمال ہے مگر قافیہ کے واسطے کوئی اور لفظ اسکے مقابل نہین! اور دہ شین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو مثال اُسکی سننے مین نہین آئی **پانچوان رامہملہ** چونکہ یہ حرف اشعار اُردو مین ردف زائد کی جگہ نہین آیا اس کی مثال اُردو مین نہین اگر کوئی تکلف سے چھری کو کارد اور آٹے کو آرد باندھے تو تمام اشعار مین یہی رعایت کرنا ہوگی **چھٹا فے** دہ فے جو الف کے ساتھ ہو جیسے یافت بمعنی فائدہ پانا اور دہ فے جو واو کے ساتھ ہو

جیسے کوفت بمعنی اندوہ انکے مقابل کوئی لفظ دوسرا اُردو مین مستعمل نہین اور رہ فے جو یاے تحتانی کے ساتھ ہو اُسکی کوئی مثال نہین۔

قید کا بیان

یہ حرف بھی ساکن ہوتا ہے سواے ردف کے (یعنی سواے حروف مدہ کے) جو ساکن بے فاصلہ روی کے قبل آئے اُس کا نام قید ہے جیسے ابر کبر اور چتر ستر بفتح اول وسکون تاے فوقانی بمعنی چھپانا شرمگاہ کا ڈھکنا اور وحد نجد اور نحو محو اور بخت تخت اور صدر قدر اور جذب عذب بفتح عین مہملہ د سکون ذال نقطہ دار و باے موحدہ بمعنی آب شیرین خوش مزہ وخوش گوار اور ہر ایک کھانے پینے کی چیز جو خوش مزہ خوش گوار ہو اور سرد درد اور بزم رزم اور پست سست اور چشم خشم اور اصل فصل اور قطع نطع اور لعل جعل اور نغز مغز اور جفت مفت اور نقل عقل اور ذکر فکر اور حلم علم اور شمع جمع اور بند پند اور غور جور (ماقبل واو کے فتحہ سے) اور زہر قہر اور سیر خیر (ماقبل یاے تحتانی کے فتحہ سے) الفاظ مذکورہ مین سے عذب اور نطع بفتح نون وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ بمعنی فرش فرش چرمین اور وہ چمڑا جو درویش کمر پر باندھتے ہین اہل اُردو کی زبان پر جاری نہین پس شعراے اُردو مین باندھ لینے سے داخل اُردو نہین ہو سکتا کیونکہ لفظ کا شعر مین آنا معتبر نہین بلکہ مشہور ہونا شرط ہے پس اسکے اُردو کہنے مین تامل ہے۔

مخفی نہ رہے کہ بعض اہل فن نے واو اور یاے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی ردف مین داخل کیا ہے جیساکہ ہم ردف مطلق کی بحث مین بیان کر آئے ہین مگر تحقیق یہ ہے کہ جو حرف ساکن روی کے قبل بےفاصلہ آئے اور حرف مدہ سے نہو وہ قید مین داخل ہے خواہ واو ماقبل مفتوح اور یاے تحتانی ماقبل مفتوح ہو خواہ سوا انکے اور حرف اور جن لوگون نے حروف قید کا حصر صرف ان دس حرفون مین کیا ہے۔

باد خاو راو زاد سنین و شین	عین و خاو نون و یا میدان یقین

اُنکا استقرا ناقص ہے۔

فائدہ حروف مخصوصۂ فارسی یعنی پ چ ژ گ اور حروف مخصوصۂ ہندی یعنی ٹ ڈ ڑ بسبب ثقالت کے حروف قید نہین ہوتے اب حروف قید کی مثالین نظم مین بھی واسطے فائدہ کے لکھتے ہین۔

آتش

پاس رسوائی سے دلبر مردے کا ساجز ہے | ضبط نالہ ہجر کی شب مین فشار قبر ہے
صاف میرے آنسوؤن کا تار ہی اسکی جھڑی | دیدۂ تر کا کسی عاشق کے رومال ابر ہے
پہلے پروانے سے مغز شمع مین لگتی ہے آگ | بے تامل حسن بھی ہے عشق اگر بے صبر ہے

مومن حسین صفی

خرم وخرب اور قبض کف اور ہتم | اشتر ابتر وجب ذلل بس ختم

فصیح

طعنون یہ ذوالفقار کی چالونکو وجد تھا | لیلی تھی آپ قیس عدو دشت نجد تھا

حسن

بعد اسکے پڑھ تو علم صرف و نحو | لے سبق جتنا نہ کر تو اس کو محو

سودا

محبت کا جہان سر سبز ہو نخل | سن و تو کے ثمر کو کیا ہے وہان دخل

میر حسن

مبارک تجھے اے شہ نیک بخت | کہ پیدا ہو وارث تاج و تخت

مؤلفہ

بلبلو کیون کر نہو سر سبز بخت باغبان | لا رہا ہی کیا ہی پھول اور پھل درخت باغبان
سبزہ و گل دیکھ کر بلبل یہ مانگے ہی دعا | حشر تک قائم رہے یہ تاج و تخت باغبان
گل کی خاطر ہی مجھے بھی جو کچھ کہتا نہین | اسلیے سنتا ہون ہردم نرم و سخت باغبان

سودا

وہ بیٹھے جب صف محشر کے آ صدر | وفور اپنے سے آمرزش ہو بے قدر

دبیر

یہ جھوک یہ پیاس اور جہان کا ستم و غدر | ان عارضون مین عارضون کا پرتوہ ہی بدر

نفیس

اسی ثنا مین بشر اپنی عمر صرف کرے | سخن کو رشک وہ گوہر شگرف کرے
مثال آئینہ شفاف دل کا ظرف کرے | کلام صاف کرے پاک دل کا حرف کرے

عبرت

کسی نے ایسا دیکھا ہے اولوالعزم | کہ جانے رزم کو سمجھے ہے نت بزم

منشی

سُنی اور دیکھی بہت رزم و بزم | برابر مچھنیے سہراب و رستم کی رزم

امانت

رتبہ شانون کا بڑا جانتے ہین حسن پرست | واژگون جام کہون اُنکو تو مضمون ہے پست
اس سے بہتر کوئی مضمون نہین ملتا سرِ دست | تن کی کرسی پہ غضب مونڈھون نے پائی ہے نشست

میر حسن

آنا محال ہوش مین ہے مجھ سے مست کا | بیہوش ہو چکا ہون مین روز الست کا

الفت مظفر نگری

ہمیشہ کہتے تھے الفت کو لوگ زشت نصیب | سو آج کوچے مین تیرے ہوا بہشت نصیب

میر حسن

ہے شمع سان کیون کوئی اشک سے | جلے کس لیے آتش رشک سے

سوز

حاجیو طوف دل مستان کرو تو کچھ ملے | ورنہ کعبے مین دھرا ہی کیا بغیر از سنگ و خشت
ناصحا گر یار ہے ہمسے خفا تو تجھکو کیا | چین پیشانی ہی ہے اسکی ہماری سرنوشت
سوز نے دامن جو ہین پکڑا تو وہین چھین کر | کہنے لاگا ان دلون کچھ زور چل نکلا ہے زشت

مثنوی لیلی مجنون از تجلی

رہے تا کجا وادی فصل مین | جگہ دے اسے محمل وصل مین

مثنوی لیلی مجنون از ہوس

بے نشتر و بے طبیب و بے فصد | چھٹنے لگی اُسکے ہاتھ کی فصد

لاحد

جو شمع تھی شب کو زینت نطع | گلگیر نے اُس کا سر کیا قطع

نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جل | طائر بھی کہین نگلتے ہین لعل

میر حسن

لگور ے وہ نوبت لگے در اُنکے بعد	گرجنا وہ دھونسون کا مانند رعد

نشی

نہین اس سے چارہ کوئی اور نغز	کہ سانپون کو دے آدمی کا تو مغز

عبرت

تماشا ہاتھ آوے گا نہ تجھے مُفت	لے گا سہل مین تیرا وہان جفت

نشی

وہ یک دست تھا سُرخ و زرد و بنفش	رکھا نام پھر کاویانی درفش

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

کرتا نہ تھا اور اس لیے عقد	دو دزد مین کیا بچے دم نقد

مثنوی ظل ہما

ہو کس سے خدا کا ذکر مشکل	آسان نہین ہے یہ فکر مشکل
القصّہ یہ طول ہو گیا ذکر	مطلب سے اُڑا ہے طائر فکر

سود

جو دیکھی والدین کی اُسنے یہ شکل	حرام اُنپر ہوا کیا شرب کیا اکل

ولہ

اگر بالفرض تھی وہ عید کی سلخ	شب ماتم سے بھی گذری نپٹ تلخ

یار محمد خان شوکت

پڑے قافلے پر جو ترکان بلخ	لگا لُٹنے سامان ہوا عیش تلخ

جوہر

کہین ہے تمنائے تحصیل علم	کہین ہے خیال بزرگی حلم

عشرت

وہ دونون عاشق و معشوق ہو جمع
چلے یکبار جون پروانہ و شمع

مرزا محمد علی فدوی معروف بہ مرزا ہجو دہلوی

تجھ سے ہوتے ہین دردمند جُدا	اگر کرے کوئی بند بند جُدا

میر حسن

نہ گوہر مین ہے اور نہ ہی سنگ مین	ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ مین

المؤلفہ

بگڑی دھڑی بہا ہوا کاجل نہین فقط	بکھرے ہین بال چہرے کا کچھ رنگ اور ہے
مرقد پہ اپنے کشتے کے بیٹھے نہ کس لیے	اے کشتگان ناز یہ اور رنگ اور ہے
دشت جنون کی سیر کو پالے پڑ آبلہ	چلنا مجھے ابھی کئی فرسنگ اور ہے
دل کو ترے بزور لیا پھر دیا لیا	نجمی خیال کیجیو یہ جنگ اور ہے

محمد امان نثار

گردش کا اُس نگاہ کی اب طور اور ہے	لے ساکنان مے کدہ یہ دور اور ہے

میر حسن

وہ نزدیک پہونچے جب اُس شہر کے	کیا پاس جا خیمہ اک نہر کے

انیس

دریا جل تھا سبز بھرے ہین تھی یہ لہر	سبزہ بھی سکے عشق مین کھائے ہو کھار زہر

انشا

چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے	آؤ کعبے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہے
کس سبب کس لیے کیا فائدہ جھیڑ و ہو مجھے	جُرم و تقصیر و گنہ واسطہ کیون خیر تو ہے
دوستی کا جو گمان تمسے ہوا اس کا کیا دخل	ہان یہ سچ واقعی انشا سے تمھین بیر تو ہے

فائدہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض شعرا حرف قید کے مقابل قافیے مین غلطی کا خیال نہین کرتے ناجائز الفاظ لے آتے ہین حالانکہ یہ بات اُنکی سخنوری کو بٹہ لگاتی ہے جیسے نگار صاحب مثنوی اردو یوسف زلیخا کے اس شعر مین ہے

بدی کیا مجھ مین ہی اے سرو خوش قدر
جو دل مین مجھسے تو ہے گا مکدر

تھانیسری

ولیکن قوی ہے شریعت کی حد		اسی واسطے ان کو کہتے ہین عبد

یار محمد خان شوکت

پیاپے تھا حملہ کنان بے ادب		چلی ہاتھ سے اُسکے ہفتاد ضرب

ولہ

کہ موتہ مین اسدم ہے جنگ جدل		ز جیش محمد ز فوج ہر قتل

مفتون

آج ہے وہ شاہ والا زیب تخت		جس سے شاہان جہان کی ہیبت

تاسیس کا بیان

یہ الف ساکن کا نام ہے جو قبل روی کے ہو اور اس حرف کے اور روی کے درمیان ایک متحرک فاصل ہوتا ہے جیسے جاہل اور عاقل۔ داور اور جاکر تساہل اور تغافل قافیے مین تاسیس کی رعایت تمام ابیات مین واجب نہین بلکہ مستحسن ہے اگر نہ ہو تو قباحت نہین عاقل کا دل اور کافر کا سر قافیہ بہت آتا ہے۔

ذوق

ہے کان اُسکے زلف معنبر لگی ہوئی		رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

محکم

عطر سے جبکہ معطر سونگھی کاکل یک بیک		ہو گیا بس سونگھتے ہی مست سنبل یک بیک

محشر

وقت قتل اتنی ندی فرصت کہ کسلون دل لگی بات		سانس بھی لینے نہ پایا کیا کہون قاتل کی بات

ولہ

گر تجھ سے بیوفائی مین ہی گل کا اتفاق		ہے مجھسے داد خواہی مین بلبل کا اتفاق
دینے مین پیچ و تاب دل ناتوان کے		موے کمر کے ساتھ ہے کاکل کا اتفاق

الغرض قافیہ جو لفظ بلفظ مقابل ہو اس کو شعرا نے صنعت مین داخل کیا ہے اور اس صنعت کا نام اعنات دبکسر اول وسکون عین مہملہ و نون والف و تاے فوقانی

سوقوف) ہے اور لزوم مالا یلزم بھی کہتے ہین یعنے لزوم ایسی چیز کا جو لازم نہ ہو اور حرف لزوم بھی بولتے ہین منیر نے دو سو پندرہ شعر کا قصیدہ لکھا ہے جس مین اس حرف کا التزام ہے یہ دو شعر اُسی مین سے ہین۔

جب افیون شب سے ہوا چرخ تائب پُچنے مرغ زرین نے دانے کی صورت	ہوے تخم خشخاش انجم بھی غائب زمردکی دنیا سے حب کواکب

راحت صاحب مثنوی نلدمن اُردو

مثل کہتے ہین یہ اُستاد کامل	کہ دیوانہ بکار خویش عاقل

میر سوز

اہل ایمان سوز کو کہتے ہین کافر ہو گیا	آہ یارب راز دل اُنپر بھی ظاہر ہو گیا

سعید

عجب کیا ہے اگر مین بھی اسیر چاہ بابل ہون	کسی زہرہ شمائل کی ذقن پر دل سے مائل ہون

ناسخ

آج دعوے اُسکی یکتائی کا باطل ہو گیا	بحث کرنے کو جو آئینہ مقابل ہو گیا

فائدہ ۔ حرف تاسیس کا عربی مین ہونا ضرور بلکہ واجبات سے ہے۔

دخیل کا بیان

یہ وہی حرف متحرک ہے جو تاسیس اور روی کے درمیان حائل ہوتا ہے جیسے ہاے ہوز اور قاف جاہل اور عاقل مین اور واو اور کاف اور اور جاکر مین اور ہاے ہوز اور فا تساہل اور تغافل مین اور ایک شعر مین اگر حرف دخیل مختلف ہو تو کچھ قباحت نہین اس کی مطابقت مستحسن ہے نہ واجب مثلاً شامل و کامل و اصل و فاصل عاقل و ناقل نسیم دہلوی جلد دوم الف لیلے مین کہتے ہین۔

وہ بولی وہ قلندر یون ہے ناقل	کہ جب سب کہ چکے وہ مرد عاقل
طلب کی دل سے ہر اک نے اجازت	سبو اگر چلیے اب نہین اتنی تمازت

نفشی ہملک

تمنائے دل کچھ نہ حاصل ہوئی	عدم جان داخل ہوئی

انیس

ناخن تھے یہ نوسے جو بالاے انامل	سو قید مین بڑھ بڑھ کے ہو وہ مکلل
اعضامین عوض خون کے حرارت ہوئی شامل	تھی ضعف کی تصویر وہ دُکھ درد کی حامل

نواب یوسف علی خان ناظم

جو لوگ ہیں سرفیض کے ہین سائر	ہوتے ہین قبور اوصیا کے زائر
خورشید کو جس طرح سے ہو سیر بروج	حق بارہ اماموں مین ہی یون ہی دائر

تراب کی ساری غزل اسی قبیل سے ہے۔ سہ

شریعت پہ ہو جسکی خوب استقامت	وہ کیونکر نہو اہل کشف وکرامت
یہی کونون کام آتے ہین عاقبت مین	رہین دین وایمان اپنے سلامت

انکی یہ غزل بھی اسی صنعت مین ہے۔ سہ

یا الٰہی بانکی صورت پر کوئی مائل نہ ہو	زخمی تلوار ہوا برو کا پر گھائل نہ ہو
روے جانان دیکھ کر مہتاب کا ہو رنگ زرد	زلف کالی گورے مکھڑے پر اگر حائل نہ ہو

مولوی محمد اسمٰعیل

اک قطرہ جو تھا بڑا دلاور	دریاے محیط کا شناور

مؤلف نے ایک غزل کہی ہی جسکے ہر قافیے مین حرف تاسیس کے لانے کا التزام کیا ہی اور حرف دخیل کی موافقت کا بھی التزام رکھا ہے یہ اشعار اُسی غزل کے ہین۔ سہ

صاف سینہ ہی غضب قہر نکیلی پستان	طرفہ تر کرتی ہے محرم کی کساوٹ ہی نئی
پانی ہو جائے نہ کیون رشک سے ساونکی جھڑی	چشم خونبار کی بھی یہ ہماوٹ ہے نئی

اُن حرفون کا بیان جو بعد حرف روی کے آتے ہین اور زائد ہوتے ہین

اول وصل یہ حرف بعد روی کے بلا فاصلہ آتا ہے اور اگر سوا حرف وصل کے کوئی اور حرف خروج و مزید وغیرہ نہ ملا ہو تو یہ حرف وصل روی کو متحرک کر دیتا ہے اور خود ساکن ہو جاتا ہے

ورنہ قاعدہ کلیہ نہین متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی رہتا ہے اگر یہ حرف حذف کردیا جاے
تب بھی کلمہ بامعنی باقی رہتا ہے بخلاف روی کے کہ اگر اسکو دُور کردین تو کلمہ مہمل و بے معنی
ہوجائے گا جیسے پٹ اور لپٹ مین تاے ثقیل کے دُور کرنے سے لفظ بے معنے ہوجائے گا
مثال وصل کی بیقراری غفلت شعاری موڑا چھوڑا وغیرہ۔

امانت

رکھے محفوظ خدا عشق کی بیماری سے	موت بہتر ہے کہین دل کی گرفتاری سے

لفظ سے ردیف اور یاے تحتانی وصل و راے مہملہ حرف روی ہے۔

سودا

ہمیشہ جون رگ تاک بُریدہ	ہوا آنسو تا سر مژگان رسیدہ

میر

گہ گیے دست دے ہم آغوشی	ہم سری ہم کناری ہم دوشی

ولہ

بوسہ اُس بُت کا لیکے منھ موڑا	بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑا

ہوس

گھر بار سے تونے منھ کو موڑا	کیا جی مین ٹھنی جو سب کو چھوڑا

دونون شعرون مین راے ثقیل روی ہے اور الف حرف وصل۔

نسیم

مین نے دشمن سے دوستداری کی	اپنے ہاتھون سے اپنی خواری کی

ولہ

داد پائی نہ یہان گئے کسی فریادی نے	گھر دیے گھر کئی ویران تری بیدادی نے

دوسرا خروج یہ حرف بلا فاصلہ حرف وصل کے بعد آتا ہے جیسے آنا اور جانا کہ آ اور جا کا الف ساکن روی ہے اور نون حرف وصل اور اُسکے بعد کا الف خروج۔

مذاق

آج آتے ہین وہ کچھ آنکھو مین فرماتے ہوئے	سحر اور اعجاز اک پردے مین دکھلاتے ہوئے

فرماتے اور دکھلاتے مین الف حرف روی ہے اور حرف تا وصل اور یاے تحتانی خروج اور

لفظ ہوے ردیف -

میر

جواس شور سے میر روتا رہے گا	تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

روتا اور سوتا مین واو حرف روی اور تے حرف وصل اور الف خروج ہی اور رہو گا ردیف ہی -

ولہ

مرغ لڑتے ہین ایک دو لاتین	سیکڑون ان سفیہون کی باتین

لاتین اور باتین مین تاے فوقانی روی اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج -

ولہ

خون جگر ہو بہنے لاگا	پلکون ہی پر رہنے لاگا

بہنے اور رہنے مین ہا روی ہے اور نون وصل اور یا خروج -

سودا

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین	دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

مثنوی سعدین

ناخن غم کی کاوشین ہونگی	اشک ترکی تراوشین ہونگی

حالی

دیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا	دل مین کانٹا سا اِک کھٹکتا رہا

بھٹکتا اور کھٹکتا مین کاف حرف روی ہی اور تاے فوقانی حرف وصل اور الف خروج -

انیس

پروا تیغ زبان کو سنبھلنے کی نہین دربار ہے ابر طبع لیکن ہون خموش	حاجت طبل سخن کو بجنے کی نہین عادت ہے برسنے کی گرجنے کی نہین

مولانا یوسف عروضی نے خروج کا ذکر نہین کیا لہذا محقق طوسی نے اُنکی اتباع سے فرمایا ہی کہ درست ہے کہ خروج فارسی مین نہین ہے کیونکہ حرف وصل متحرک نہین ہوتا مولوی صہبائی کہتے ہین کہ مولانا یوسف عروضی نے حرف خروج کو حرف وصل مین شمار کیا ہے جس طرح جمہور متاخرین حرف بعد از نائرہ کو نائرہ کہتے ہین -

تیسرا مزید یہ حرف بعد خروج کے بلا فاصلہ آتا ہے جیسے کہے گا اور رہے گا مین ہاے ہوز

حرف روی اور یاے تحتانی حرف وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید ہے۔

انیس

پیارے تو اسی خاک پہ گھوڑے سے گرے گا	ہے ہے یہیں خنجر تری گردن پہ پھرے گا

گرےگا اور پھرےگا مین راے مہملہ روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید

میرحسن

اِدھر سے تم آئے کہان جاؤ گے	دیا انیں ہمیں پھر بھی فرماؤ گے

جاؤگے اور فرماؤگے مین الف روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید

ولہ

کہا ہم ہین مشتاق کچھ گائیے	سمان ہین کا ہمکو دکھلائیے

گائیے اور دکھلائیے مین الف روی ہے اور ہمزہ وصل اور یاے تحتانی متحرک خروج اور یاے تحتانی ساکن مزید۔

سودا

بولے مرزا بُرا نہ مانو گے	اپنا اُستاد مجھکو جانو گے

انوگے اور جانوگے مین نون روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید۔

ولہ

پراب اس حال سے گھر کیونکہ جاؤن	بھلا وان جاکے منھ کسکو دکھاؤن

جاؤن اور دکھاؤن مین الف روی ہے اور ہمزۂ مضموم وصل اور واو ساکن خروج اور نون مزید۔

ولہ

تری مہندی کو مین ململ کے دھوؤن	تری کلفت کو سرتاپا ہی کھوؤن

دھوؤن اور کھوؤن مین واو اول روی ہے اور ہمزۂ مضموم وصل اور واو ثانی خروج اور نون مزید ہے۔

منشی

ہوے حملہ آور جو تورانیان	تو پہونچے ادھر سے بھی ایرانیان

تورانیان اور ایرانیان مین پہلا نون روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور الف خروج اور نون ثانی مزید ہے۔

میر حسن

کہون کیا مین اُس اسپ کی خوبیان	پرندون مین کب ہون یہ محبوبیان

سودا

بلبل چمن مین کسکی یہ ہین بدشرابیان	ٹوٹی پڑی ہین غنچون کی ساری گلابیان

میر تقی

تلوار غرق خون ہین آنکھیں گلابیان ہین	دیکھیں تو تیری کب تک یہ بیحجابیان ہین

ان تینون شعرون مین باے موحدہ حرف روی یاے تحتانی وصل الف خروج نون مزید ہے۔

چوتھا نائرہ۔ یہ بعد مزید کے بلافاصلہ آتا ہے جیسے کہونگا اور رہونگا کہ یہان واو حرف وصل اور نون خروج اور گاف مزید اور الف نائرہ ہے۔

دبیر

ہم اُنکو نہ چھوڑینگے ہمین چھوڑینگے عباس	تم پوچھ لو بابا سے کہ توڑینگے عباس

راے ثقیل حرف روی ہے اور یاے تحتانی اول وصل نون مزید کاف فارسی خروج یاے ثانی نائرہ۔

ولہ

پرسش ہین اماموں کی علی جیکے رہینگے	قائل جو ہمارے ہین یہ وہ آپ کہینگے

رہینگے اور کہینگے مین حروف ہا روی یاے تحتانی وصل نون خروج کاف فارسی مزید یاے آخر نائرہ۔

انیس

تاریکی زندان مین نہ اس طرح گھٹینگے	یوسف تو چھٹے قید سے کیا ہم نہ چھٹینگے

گھٹینگے اور چھٹینگے مین تاے ہندی روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یاے آخر نائرہ۔

ولہ

ان باغیونکے زور کو دم بھر مین توڑینگے	ہم سایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے مین راے ہندی روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یاے آخر نائرہ۔

سودا

چار کے کاندھے جب یہ جاوے گا	توشہ کی روٹی کو بھی کھاوے گا

الف جاویگا اور کھاویگا مین روی ہی اور واو حرف وصل اور یاے تحتانی مزید اور گاف خروج اور الف آخر کا نائرہ ۔

میر

ناچار ہم تو تجھ بن جی مار کر رہینگے	پر اس روش کو تیری یہ لوگ کیا کہینگے

مولوی امام بخش صہبائی نے لکھا ہے کہ ان چار حرفون مین سے بجز حرف وصل کے اور کوئی حرف اشعار اُردو مین واقع نہین ہوتا اور وہ بھی اغلب کہ انھی الفاظ مین ہوتا ہے جو فارسی ہین جیسے خفتہ اور نہفتہ مین تے حرف روی ہے اور ہا حرف وصل مگر یہ قول تحقیق کے خلاف ہے مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین ثابت کیا ہے کہ زبان ہندی مین بھی چارون حرف زائد آتے ہین اور اسی پر محققین کا اتفاق ہے چنانچہ اساتذہ کے کلام مین دیکھا گیا ہے اور اوپر کی مثالون سے واضح ہوا بلکہ نائرے کے سوا ایک دو حرف اور بھی آتے ہین لیکن قافیہ کی فرع یہی چارون حرف ہین اور وہ حرف زائد نائرے کی فرع ہین اور بقول خواجہ نصیر الدین طوسی یہ حروف داخل ردیف ہین خواہ کلمہ مستقل ہو یا غیر مستقل (مثال ایک حرف زائد کی) جلادے گا اور گلادے گا مین جل اور گل صیغہ امر لازم ہے اور الف کی زیادتی سے متعدی ہو گیا پس لام روی ہے اور الف وصل اور واو خروج اور یاے تحتانی مزید اور کاف فارسی نائرہ کی فرع ہے ۔

عبدالرسول نثار

ہاتھ سے ان جامہ زیبون کے نکل جاوینگے ہم	یہ گریبان دامن صحرا کو دکھلاوینگے ہم

سودا

کیا ترے بعد کر کے کھاوین گے	جبکہ کسب اپنا بھول جاوین گے

میر حسن

بہت آپ اُس سے اُٹھاوینگے حظ	بہت ہین سے اُسکی پاوینگے حظ

میر تقی

نور نظر کو کھو کے مین سوکون گا دیکھیو	دل بھر رہا ہی خوب ہی رووُنگا دیکھیو

مثال دو حرف زائد کی جلاوینگے اور گلاوینگے الف حرف وصل اور واوُ خروج اور یاے تحتانی مزید اور نون نائرہ اور کاف فارسی اور یاے تحتانی آخر کی نائرے کی فرع ہین ۔

حالی

ہر آفت مین سینہ سپر کرنے والے	فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

کرنے والے اور ڈرنیوالے مین رائے مہملہ روی ہے اور نون وصل اور یاے تحتانی خروج اور واو مزید اور الف نائرہ اور لام اور یاے آخر نائرے کی فروع -

ایضاً

بہت آگ چلمون کی سلگانے والے	بہت گھانس کی گٹھریان لانے والے

اگر کوئی کہے کہ نون غنہ عروضیون کے نزدیک حرف مین داخل نہین ہے تو پھر نون غنہ جلاوینگے اور گلاوینگے وغیرہ مین کس طرح محسوب ہوا ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ اہل قافیہ اُن حرفون کو جنکو عروضی تقطیع مین نہین لاتے قافیہ مین معتبر سمجھتے ہین اور اگر ایسا نہوتا تو پھر کیون الفاظ سینک اور بھینک اور چاند اور ماند اور اونٹ اور گھونٹ اور جھینک اور چھینک اور چونچ اور کھونچ وغیرہ کو مثال ردف مرکب مین داخل کرتے -

روی کی قسمین

حرف روی جب ساکن ہو جیسے دہن اور ذقن مین نون تو اُسکو روی مقید[1] کہتے ہین کیونکہ اُس کا سکون اُسکے لیے ایک قید ہے کہ اُسکو جاری ہونے سے روکتا ہے اور جب حرف وصل سے ملکر متحرک ہو جائے جیسے کرے اور دھرے مین رائے مہملہ متحرک ہے تو اُسکو روی مطلق[2] بولتے ہین کیونکہ اُس مین اطلاق اور روانی ہوتی ہے جیساکہ اوپر بیان ہوا پس روی مطلق ہو یا مقید دو قسم پر ہے (۱) اگر اسکے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا شامل نہو تو اُس کو روی مجرد[3] کہتے ہین اُن حروف قافیہ مین سے یہ چار حرف ایسے ہین کہ روی کے اول مین آتے ہین - ردف - قید - تاسیس - دخیل اور یہ تین حرف روی متحرک کے آخر مین متصل ہوتے ہین مزید - خروج - نائرہ پس ایسی روی کو جس کے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا نہ آئے ساکن ہونے کی حالت مین روی مقید مجرد کہینگے اور متحرک ہونے کی صورت مین روی مطلق مجرد بولینگے -

[1] مفعول ہے تقیید کا ۱۲
[2] مفعول ہے اطلاق کا ۱۲
[3] مفعول ہے تجرید کا ۱۲

روی مقید مجرد کی مثال

بقاء اللہ خان بقا

بہت رات آئی نہ آیا پیارا
چھپا منھ کو دامن سے دیتے ہو بوسہ
ترازو ہوا نیم شب کا ستارا
یہ بوسہ ہے کیسا نہ آدھا نہ سارا

ان اشعار مین رائے مہملہ کے بعد الف روی مجرد ہی کیونکہ یہان روی کے سوا کوئی اور حرف قافیہ کا نہین ہے اور بسبب ساکن ہونیکے روی مقید بھی ہے اسلیے روی مجرد مقید کہینگے۔

شاہ حاتم

یار کا مجھکو اس سبب ڈر ہے
شوخ ظالم ہے اور ستمگر ہے

ڈر اور ستمگر مین رائے مہملہ روی مجرد مقید ہے۔

اشرف علیخان فغان

کباب ہو گیا آخر کو کچھ برا نہ ہوا
عجب یہ دل ہی جلا تو بھی بے مزا نہ ہوا

برا اور بے مزا کا حرف آخر روی مجرد مقید ہے۔

مصحفی

دعا دینے سے شب میرے وہ ترک تیغ زن بگڑا
سپاہی زادونکا بھی کچھ مین دیکھوں ہون چلن بگڑا

تیغ زن اور چلن مین نون روی مجرد مقید ہی۔

مثال روی مطلق مجرد

غفلت

کوڑی کوئی ہاتھ پر اس کے دھرے
نوح کی کشتی مین یہ رخنہ کرے

قلق

اُن سے سرگرم دلبری ہو گا
محو مشق ستمگری ہو گا

پہلے شعر مین دھرے اور کرے اور دوسرے مین دلبری اور ستمگری کی رائے مہملہ حرف یائے تحتانی کے ساتھ ملی ہوئی روی مطلق مجرد ہے۔

غلام حسین خان خیال

مژگان کی یہ کاوش نہین ناوک فگنی ہے ۔۔۔ ابرو کی اشارت نہین شمشیر زنی ہے

فگنی اور زنی کا نون یا کے ساتھ ملکر روی مطلق مجرد ہی۔

شوق شاگرد سودا

دامن کو تیرے خون سے رہے بن بھرے ہوے ۔۔۔ چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مرے ہوے

بھرے اور مرے مین راے مہملہ مع یاے تحتانی کے روی مطلق مجرد ہے۔

(۲) اگر کوئی حرف قافیہ کا اول یا آخر مین شامل ہو تو روی کو اُسکے ساتھ منسوب کردیتے ہین جسکی تفصیل یہ ہے۔

(الف) مقید مردف یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف ردف ہو اور مردف مفعول کا صیغہ ہے ارداف سے۔

مشیر

پہچان کے زینب کی صدا کو بدل زار ۔۔۔ دوڑا سوے ہمشیر ید اللہ کا دلدار

اس شعر مین زار اور دلدار کی راے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہے۔

محبت

ہوتا ہے ابھی حاصل سب کام محبت کا ۔۔۔ دے اُس کو خداوندا تو جام محبت کا

کام اور جام مین میم روی مقید مع ردف کے ہی اور محبت کا ردیف ہی۔

آتش

پری پسند طبیعت یہ ہے نہ حور پسند ۔۔۔ تمھارے بندے ہین ہم ہم کو ہین حضور پسند

راے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہی اور پسند ردیف ہے۔

جرأت

اے جنون آباد رہیو تو کہ وحشت نے مری ۔۔۔ بعد مجنون پھر لبایا خانۂ زنجیر کو
ہمکو بھی جرأت کے مرنیکا بڑا افسوس ہے ۔۔۔ کی بہت تدبیر لیکن کیا کرین تقدیر کو

ان اشعار مین راے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہی اور کو ردیف ہے۔ اور حرف قید بھی اس مین داخل ہے مثلاً۔

بقاءاللہ خان بقا

مژگان تر کے نیچے یون دل کا لخت دم لے	جون آنکر مسافر زیر درخت دم لے

لخت اور درخت مین تاے فوقانی روی مقید مع قید کے ہے اور دم لے ردیف۔

رافت

وہ گردن کا موتی صراحی کی شکل ہے	چھٹے جسکے نظارے سے شرب واکل

شکل واکل مین لام روی مقید مع قید کے ہے۔

انیس

کچھ کچھ کے جاے ساری زراعت مین آب نہر	محروم ابن ساقی کوثر یہ کیا ہے قہر
اُس مین یہ نہر بھی ہی جو ہے فاطمہ کا مہر	شہرہ ہی تازیون کی تواضع کا شہر شہر

نہر اور قہر اور مہر اور شہر مین راے مہملہ روی مقید مع قید کے ہی۔

قلندر

طالب نہین ہون دین کا دنیا پرست ہون	عاشق ہون دردکش ہون قلندر ہون مست ہون

تاے فوقانی روی مقید مع قید کے ہی اور ہون ردیف ہی۔

مومن

اب پریشان ہون مین خاطر جمع	رات دن تاب مہر و شعلۂ شمع

جمع اور شمع مین عین روی مقید مع قید کے ہے۔

محبت

گر باد سوز دل کو مرے کھینچی ایک آہ	دیکھا جو اُسنے شمع پہ جلتے پتنگ رات
شب تیری خوب کھائین محبت نے گالیان	کیا کہیے اُس کا جاتا رہا عار و ننگ رات

پتنگ اور ننگ مین کاف فارسی روی مقید مع قید کے ہے اور رات ردیف ہی۔

(ب) مقید موسس یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف تاسیس و دخیل ہو مثلاً۔

ہوس

تھا عشق سے یہ کچھ اُسکو حاصل	تھا چارہ عاشقان پہ مائل

اس شعر مین حاصل اور مائل مین لام روی مقید مع تاسیس و دخیل کے ہی۔

انیس

وہ شان وہ شوکت وہ تہور وہ جلالت	چھپتے ہیں کہیں جوہر شمشیر اصالت
طینت میں کرم طبع میں انصاف و عدالت	اقبال علی شان شہنشاہ رسالت

چارون مصرعون مین تاے فوقانی ردی مقید مع تاسیس دخیل کے ہے۔

(ج) مطلق مردف موصول غیر مخرج یعنے ردی متحرک کے ساتھ ردف و وصل ہو مگر حرف خروج نہ ہو۔

افغان

بتلاے عشق کو ای ہمدمان شادی کہان	آگئے اب تو گرفتاری مین آزادی کہان
کاش آجاے قیامت اور کہے دیوان حشر	وہ فغان جو ہے گریبان چاک فریادی کہان

شادی اور آزادی اور فریادی مین دال ردی مطلق ہے اور یاے تحتانی اور دال کے قبل الف ردف۔

داغ

دشمنون سے دوستی غیرون سے یاری چاہیے	خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے

اس مین بھی وہی صورت ہے۔

مومن

اک غلو ہوش ہے بیہوشی کا	عالم اک اپنی فراموشی کا

شین بیہوشی اور فراموشی مین ردی مطلق مع ردف کے ہے اور یاے آخر وصل۔

بیدار

رشتۂ دوستی اور دن سے جو چاہون ٹوٹے	پر کوئی بات نہیں تجھ سے مری الفت چھوٹے
مجھکو ہر روز یہی خوف ہے ای طفل مزاج	شیشۂ دل نہ کہین ہاتھ سے تیرے چھوٹے

ٹوٹے اور چھوٹے اور پھوٹے مین تاے ثقیل ردی مطلق مع ردف کے ہے اور یاے تحتانی وصل

محشر

نرگس کی طرح شوق مین سب تن مین دیدہ ہون	حیرت سے گل کے رنگ گریبان دریدہ ہون
قمری کی طرح طوق بگردن ہے دل مرا	ان خوش قدون کا بندۂ بے زر خریدہ ہون

دیدہ اور دریدہ اور خریدہ مین دال آخر کی ردی مطلق ہے اور یاے تحتانی ردف اور ہاے آخر وصل۔

انشا

تھی جو دریا کے گرد کی ریتی — وان ہوئی زعفران کی کھیتی

ریتی اور کھیتی مین تاے فوقانی روی مطلق ہے اور ماقبل کی یاے تحتانی مجہول ردف اور آخر کی یاے معروف وصل۔

خوشتر

نہ دکھلائے خدا رنج غریبی — کہ ہے رہنا وطن کا خوش نصیبی

غریبی اور نصیبی مین باے موحدہ روی مطلق ہے اور اُسکے ماقبل کی یاے معروف ردف ہے اور آخر کی یاے معروف وصل اور حرف قید بھی ردف کے شمار مین ہے۔

مومن

تکلیف کُن سیاہ مستی — مفتی طریق مے پرستی

مستی اور مے پرستی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی حرف وصل۔

خوشتر

برادر کی یہی ہے نیک بختی — رہے پیش برادر وقت سختی

نیک بختی اور سختی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی حرف وصل۔

تسلیم

ران کے باگچے مین نیرنگی — جلوہ پرداز شوخی دشنگی

نیرنگی اور شنگی مین کاف فارسی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی وصل۔

(د) مطلق مردف موصول مخرج یعنے حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ بھی ہون مثلاً۔

سودا

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین — دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

راتین اور باتین مین الف ردف ہے اور تاے فوقانی روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج۔

میر حسن

کہون کیا مین اُس اسپ کی خوبیان — پرندون مین کب ہون یہ محبوبیان

خوبیان اور محبوبیان مین واو ردف ہے اور باے موحدہ روی مطلق اور یاے تحتانی حرف وصل اور الف خروج اور نون مزید۔

سودا

اک سخن ہے تو لاکھ چھینکیں ہین	جھینکنا جاڑے کا جو چھینکیں ہین

دونون مصرعون کے قافیون مین یاے معروف ردف اصلی ہے اور نون ردف زائد اور کاف حرف روی مطلق یاے تحتانی دوم حرف وصل اور نون خروج۔

سودا

ٹوٹی پڑی ہین غنچونکی ساری گلابیان	بلبل چمن مین کسکی یہ ہین بد شرابیان

شرابیان اور گلابیان مین باے موحدہ روی مطلق ہے اور اُسکے ماقبل کا الف ردف اور یاے تحتانی وصل اور الف و نون خروج و مزید۔

انیس

ہم سایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑ ینگے	ان باغیونکے زور کو دم بھر مین توڑ ینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے مین واو ساکن ردف ہے اور راے ہندی روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور آخر کی یا نائرہ۔

تسلیم

اَڑی چوٹی یہ جان وارون گی	بات بگڑی ہوئی سنوارون گی

سنوارونگی اور وارونگی مین الف حرف ردف ہے اور راے مہملہ روی مطلق اور واو حرف وصل اور نون خروج اور گاف مزید اور یاے تحتانی نائرہ۔

(۵) مطلق موسس موصول غیر مخرج۔

نگار

تری یہ آرزو سب جاہلی ہے	کہا یوسف نے یہ بے حاصلی ہے

حاصلی اور جاہلی مین الف تاسیس ہے اور صاد وہا دخیل اور لام روی مطلق اور یاے تحتانی وصل

(۶) مطلق موسس موصول مخرج یعنی حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ دوسرے حروف بھی آئین جیسے

تسلیم

اشک تر کی تراوشین ہون گی	ناخن غم کی کاوشین ہونگی

کاوشین اور تراوشین مین الف تاسیس ہے اور واو دخیل اور شین روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج۔

تنبیہ قافیہ کے باعتبار حرفون کے یہ نام ہے۔
اگر قافیہ مین ردی کے ساتھ کوئی اور حرف جمع نہو ردی تنہا ہو تو اُسے **قافیہ مجردہ** کہتے ہین اور اگر ردی کے ساتھ کوئی اور حرف بھی قافیہ کا شامل ہو تو دیکھنا چاہیے کہ یہ حرف اُن حروف مین سے ہی جو ردی کے قبل آتے ہین یا اُن حروف مین سے ہے جو اُسکے بعد آتے ہین بس اگر اُن حروف مین سے ہے جو ردی سے پہلے واقع ہوتے ہین تو ایسے قافیہ کو **قافیہ مردفہ** اور **قافیہ موسسہ** کہتے ہین اور اگر اُن حروف مین سے ہے جو ردی کے بعد آتے ہین تو ایسے قافیہ کو **قافیہ موصولہ** بولتے ہین جو قافیہ حرف قید کے ساتھ ہو اُسکو بھی قافیہ مردفہ کہتے ہین کیونکہ قید بھی ردف کے قبیل سے ہی اور جو قافیہ دخیل کے ساتھ ہو اسکو بھی موسسہ کہتے ہین اسی طرح جو قافیہ خروج اور مزید اور نائرہ کے ساتھ ہو اُسکا نام بھی موصولہ ہے اور جس قافیے مین ردی ساکن ہو اُسے **قافیہ مقیدہ** کہتے ہین اور اگر ردی متحرک ہو تو **قافیہ مطلقہ** کہتے ہین خواجہ نصیر الدین طوسی رسالہ معیار الاشعار مین لکھتے ہین کہ جو کچھ وصل کے بعد ہو وہ ردیف ہے خواہ مستقل ہو خواہ غیر مستقل اور جمہور کا مذہب یہ ہی کہ جو کچھ ردی کے بعد آئے اگر مستقل نہو ردیف نہین ہے۔

استعمال قافیہ کی صورتین

قافیہ جو اُن حرفونکی ہیئت مجموعی سے مراد ہے جن کا ذکر اوپر ہوا تین حال سے خالی نہین۔

(۱) یا الفاظ اور معنی دونون مین مختلف ہوگا جیسے درد اور زرد وغیرہ۔

میر

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا عاشق ہین ہمتو میر کے بھی ضبط عشق کے	اب جس جگہ ہی داغ یہان پہلے درد تھا دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

واسطی

یہ اہل کبر مٹے یادگار تک نہ رہا ہوائے تند نے کیسا غضب کیا پس مرگ	مکان کیسے کسی کا مزار تک نہ رہا کہ اُس گلی مین ہمارا غبار تک نہ رہا

داغ

اب بھی گر پڑکے ضعف سے نالے مستعد ہوکے یہ کہو تو سہی ؎	ساتوان آسمان لیتے ہین آئیے امتحان لیتے ہین

(۲۲) یا لفظ معنی مین مختلف ہو اور الفاظ مین متفق اور یہ صنایع مین شمار کیا جاتا ہی۔

عظیم

اک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے ایسے طاق — دیوان شاعرون کے نظر سے رہے بہ طاق
ناصر علی نظیری کی طاقت ہوئی ہی طاق — ہر چند ابھی نہ آئی ہی فہمید جفت و طاق

وجیہ

تسکین درد دل کو نا آج ہو نہ کل ہو — بے یار بیکلی ہے وہ ہی ملے تو کل ہو

جرأت

حسرت مین مر گئے ہم ہمدم تلک نہ پہونچے — دم ہم تلک نہ پہونچا ہم دم تلک نہ پہونچے

غالب

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال — ہی لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال — ہی دولت و دین و دانش و داد کی دال

بیدار نے ایک غزل لکھی ہے اور اُس مین لفظ قافیہ مع التجنیس کا التزام کیا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔

کون ہے بازار خوبی مین ترے ہم سنگ ہے — حسن کی میزان مین تیرے مہر و مہ پا سنگ ہے
مین جو دیوانہ ہوا سر خیل ارباب جنون — ہاتھ مین پتھر لیے ہر طفل میرے سنگ ہے
جائے تکیہ عاشقون کا جامن ہر وقت خواب — زیر سر کوچے مین تیرے خشت ہی یا سنگ ہے

حسرت کی غزل مین قافیہ لفظ دم ہی مگر معنے مین تغایر ہے۔

کٹ نہین چکتی شب غم اور کوئی ہمدم نہین — یا یہ شب ہی سخت دل یا صبح تجھ مین دم نہین
جو لچکداری پڑھانے مین تری ابرو کے ہے — سچ کہون قاصد کسی شمشیر مین یہ دم نہین
دم مجھے دیتا ہی تو یعنی ترا ہون آشنا — غیر سے پھر بولتا کیون ہی اگر یہ دم نہین

قلق

کچھ پتہ ملتا نہین عشق ذقن کی چاہ کا — پانی نا پایا آشناؤن نے بہت اس چاہ کا

راقم الحروف نے بھی ایک غزل اسی صنعت مین لکھی ہی چنانچہ اُسکا مطلع یہ ہی۔

کس مصور نے بھرا پیکر مین تیرے رنگ ہے — آفرین ہی اُسکو او صنعت کو اُسکی رنگ ہے

جب سے تیرے حسن کی روشن ہوئی ہی ماہتاب
رخ سے خوبان دو عالم کے پریدہ رنگ ہے

برق

سینہ داغون سے رشک باغ ہوا	جسنے دیکھا وہ باغ باغ ہوا

(۳) قافیہ لفظون مین متغائر ہو اور معنے مین متفق ہو جیسے سرداد بر دبمعنے سرداور قرآن و فرقان اور زاغ اور کلاغ اور عجائب وغرائب۔

تپش

جلا تا تھا مردے کو عیسے نمط ؛	تھا اعجاز اُس کا مسیحا نمط

مذاق

واعظ بتون کے آگے نہ قرآن نکالیے	صورت سے اُنکی معنی فرقان نکالیے

میر

جگر کیا ہی پرزن ہوا اس بن مین زاغ	یہ زہرہ نہین رکھتے کوئی کلاغ

اشرف بیگ خان اشرف

اسی اُمید پہ کیا کیا ہے پر وتا گوہر	اسی اُمید پہ اپنا ہے دکھاتا جوہر

یہ بھی معلوم ہو کہ جہان ردیف نہین ہوتی وہان قافیہ آخر مین ہوتا ہے کیونکہ اسکے لغوی معنی آنے والے کے ہین مثال اسکی۔

انشا

صبح دم مین نے جولی بستر گل پر کروٹ	جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اُچٹ

اس مین قافیہ آخر مین ہے۔

درد

ہر طرح زمانے کے ہاتھون مین ستم دیدہ
گر دل ہو تو آزردہ خاطر ہو تو رنجیدہ

حسرت

ہوش جسکا ہو نکی عقل رسا طبع فہیم مقتضائے بشریت ہی ربس سہو خطا داد حق گرچہ ہے شیریں و معنے سخن	سمجھے بن بولے نہ ہرگز رکھے گو نطق کلیم منفعل سہو پر اپنے ہو بہت طبع سلیم فن وے شعر کا آتا نہیں ہے بے تعلیم

علم کتنے ہین کہ اس فن کے تئین لازم ہین	ورنہ بے علم کا احوال ہے مانند سقیم
نغز نشین لاکھ جگہ پاوے زبان شاعر کی	جب تلک صحت الفاظ سے ہووے نہ علیم
فن مہمل نہیں یہ اس مین جو لکھے واہی	رکھتے تھے پاس بلاغت وہ جو شاعر تھے قدیم

اور اگر بعد قافیہ کے ردیف بھی ہو تو قافیہ حکم اخیر مین ہوتا ہے مثال اسکی۔

نصر اللہ خان سلطان

اُس لب سے کیا لعل کا جب رنگ برابر	دیکھا تو نہین اُسکے یہ پاسنگ برابر

اس مین قافیہ حکم آخر مین کہا جاتا ہی اور ردیف آخر مین ہی۔

غالب

دھوتا ہون جب مین پینے کو اس سیم تن کے پانون	رکھتا ہی ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانون

الغرض قافیہ الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر واقع ہوتا ہی اور مستقل نہین ہوتا یعنی بغیر ملائے دوسرے لفظ کے نہین آسکتا کیونکہ مستقل ہونا ردیف کے واسطے لازم ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا مثلاً۔

انیس

خورشید نے جو رخ سے اٹھائی نقاب شب	در کھل گیا سحر کا ہوا بند باب شب

اس شعر مین نقاب و باب کے اندر بائے موحدہ اور الف قافیہ ہی اور یہ دونون علیحدہ نہین آسکتے دونون نقاب اور باب کے ضمن مین آئے ہین۔

آتش

امانت کی طرح رکھا زمین نے روز محشر تک	نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا
لگے منھ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب	زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

ان اشعار مین کفن اور دہن کے نون قافیہ ہین اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے نہین آسکتے۔

ذوق

رکھتا بہر قدم ہے وہ یہ ہوش نقش پا	ہو خاک عاشقان نہ ہم آغوش نقش پا

اس شعر مین ہوش اور آغوش کے اندر واو اور شین قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہین یعنی دوسرے حروف کے ساتھ آتے ہین۔

مولوی سید اکبر حسین اکبر

اونچا نیست کا اپنی زینہ رکھنا	احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر	لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

اس رباعی مین زینہ اور سینہ اور کینہ کا حرف آخر قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے یعنے تنہا مستعمل نہین ہو سکتا۔

وزیر

اجنت چھوا ترے گیسوے عنبرین کا سانپ	ہما ہے ہاتھ مرا میری آستین کا سانپ

عنبرین اور آستین مین یاے تحتانی اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہین کہ بغیر ملے اور الفاظ سے تنہا کام نہین دے سکتے۔

آغا علیخان مہر

ترے مُنھ کی کنہ پاے نہین ایسا مُنھ کسی کا	ترے پاؤنکی صفت ہو کسے طاقت بیان ہے
ترے مُنھ کے آگے بالکل نہین قدر سوسن و گل	وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان ہے

ان اشعار مین الف اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے۔

المولفہ

درد اُلفت کا ان آنکھوں مین اثر تھا کہ نہ تھا	قطرۂ اشک ہمارا ابھی گھر تھا کہ نہ تھا
تو ہی کہدے کہ کف پاے بت غیرت مہر	حُسنِ خوبی مین فزون تجھسے قمر تھا کہ نہ تھا
جبہ سا جبکہ نہ تھے ہم تو یہ تم ہی کہدو	سجدہ گاہ دو جہان آپ کا در تھا کہ نہ تھا
چیر سینے کو مرے ہو کے خفا یون بولا	اس سیہ بخت کے پہلو مین جگر تھا کہ نہ تھا

ان اشعار مین راے مہملہ قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے کہ بغیر ملے اور الفاظ سے تنہا کام نہین دے سکتا۔

میر

کہین اودھر یہ شیر جاتا تھا	پھیر تا منھ یہ نیچے آتا تھا

جاتا اور آتا مین تین تین حرف پچھلے قافیہ ہین یعنی دو دو الف ساکن اور ایک ایک تاے فوقانی مفتوح قافیہ مین شمار کیے گئے ہین مگر غیر مستقل ہین۔

گھر تے آئے داغ سیاہی	ولہ	کام جگر کا کرنی تباہی

سیاہی اور تباہی مین الف ساکن اور ہاے ہوز اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہے کہ تنہا مستعمل نہین ہو سکتے۔

ولہ

شب و روز فریاد کرنا اُسے	کئی بار اک دم مین مرنا اُسے

کرنا اور مرنا مین راے مہملہ اور نون والف قافیہ ہے اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے استعمال مین نہین آسکتے۔

امیر مینائی

ہماری بیخودی تمہید ہو تیرے نمایش کی	مٹا کر نقش ہم اپنا ترا نقشہ جماتے ہین
امیر افسردہ ہو کر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے	وہ میلے ہمکو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

جماتے اور آتے مین الف اور تاے فوقانی اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہے کہ بغیر ملے دوسرے حروف کے قابل استعمال نہین۔

ولہ

ہٹا دو آئینہ ہمکو بھی دیکھنے دو گے	کہ خود ہی دیکھو گے حسن اپنی خود نمائی کا
بہار آئی ہے پھر خیر ہو خداوندا	جنون کے ہاتھ نہین دامن ہے پارسائی کا

خود نمائی اور پارسائی مین الف ساکن مع یاے مصدری اور ہمزہ کے قافیہ ہے اور اس مین یہ صلاحیت نہین کہ بے ضم ضمیمہ کے آسکے یاے مصدری پر ہمزہ کے ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب یاے مصدری یا یاے نسبت ایسے کلمے کے آخر مین آتی ہین جس کے ما بعد کا حرف الف مدہ ہوتا ہے تو انکے الحاق کے وقت ایک ہمزہ ان سے پہلے بڑھا دیتے ہین۔

قافیہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام کلمہ تمام کلمے کے مقابل آتا ہے جیسے عاقل اور کامل۔

امانت

مثل ہاروت اسیر چہ بابل ہووے	دل گرفتار زنخ جبینون پہ نہ مائل ہووے

مومن

دیکھی جو ادھر سے یون لگاوٹ	سمجھا نہ کہ سب یہ ہے بناوٹ

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جزو کلمہ ایک کلمۂ مستقل کے مقابل آتا ہے جیسے قل عاقل کا دل کے مقابل مین۔

محمد علی خان عرف آغا حیدر

مرتبہ ادراک ہوگیا دل کا		مین تو قائل ہون عشق کامل کا

سودا

جب تلک پہونچے اُسکا اُس تک وار		آوے جو کھینچ سامنے تلوار

نثر و مثنوی مین دو قافیون کے سوا گنجایش نہین اسلیے کہ مثنوی مین ہر بیت جُداگانہ ہوتی ہے اور نثر مین دو فقرون سے زیادہ تلت کے ساتھ حاصل ہوتے ہین مگر اسکو نظم مین قافیہ اور نثر مین سجع کہتے ہین اور باعتبار اس لفظ کے نظم کو مقفے اور نثر کو مسجع کہا جاتا ہے اور قرآن شریف کی آیتون مین فاصلہ بولتے ہین اخفش کے نزدیک بیت کے آخر کا تمام کلمہ قافیہ مین داخل ہے۔ شرح خزرجیہ مین ملا غلام نقش بند نے لکھا ہے کہ قافیہ دو طور پر ہوتا ہے (۱) اصلی اور وہ یہ ہے کہ لفظ مفرد ہو جس کے اجزا ہو سکین جیسے۔

ذوق

ہے بڑے افلاک ثابت لفی خرق والتیام		تا زبان زود رو مین ہو فلسفی کا یہ کلام

کلام اور التیام کے اجزاے بامعنے نہین ہو سکتے۔ (۲) معمولہ اور وہ یہ ہے کہ مرکب ہو جیسے۔

امانت

جو مین کہتا ہون وہ اک دن ترے پیش آئی ہے		بانون آخر کو مرا اور تری پیشانی ہے

دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے بیان مین

قافیہ کی حرکتین چھہ قسم پر ہین۔ توجیہ۔ مجرے۔ رس۔ اشباع۔ حذو۔ نفاذ۔

بیان توجیہ

توجیہ بفتح تاے فوقانی و سکون واو و کسر جیم تازی و سکون یاے تحتانی معروف و ہاے ہوز ردی کے ماقبل کی حرکت کو کہتے ہین بشرطیکہ ردی ساکن ہو جیسے دہن اور ذقن مین حرکت ہاے ہوز اور قاف کی مثال

صادق عظیم آبادی

دیکھے تو خضر کے بھی بھر آئے دہن مین آب		وہ ہی عرق سے یار کے چاہ ذقن مین آب

آصف الدولہ

تری تیغ جب ہم علم دیکھتے ہین	وہین سر کو اپنے قلم دیکھتے ہین
جو جلوہ صنم تجھ مین ہم دیکھتے ہین	خدا کی خدائی مین کم دیکھتے ہین
گذرتے ہین سو سو خیال اپنے دلمین	کسی کا جو نقش قدم دیکھتے ہین

ان اشعار مین میم حرف روی ہے اور اُسکے ماقبل کے حروف کی حرکتون کا نام توجیہ ہے اور وہ فتحہ ہے

میر اکبر علی اختر

تماشے کی ہی جا مژگان سے جو لخت جگر نکلا	عجب یہ نخل ہی جس مین کہ شکل گل ثمر نکلا

ثمر اور جگر مین راے مہملہ روی ہے اور اُسکے ماقبل کے حرف کی حرکت کا نام توجیہ ہی اور وہ فتحہ ہی

داغ

عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجھکو	اور پھر ڈھونڈھتے گھبرائے ہوے تم مجھکو
غیرت ماہ کہے خسرو انجم مجھکو	نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجھکو

ان اشعار مین میم حرف روی ہے اور اُسکے ماقبل کی حرکت ضمہ کا نام توجیہ ہے۔

بیان مجرے

مجرے بفتح میم وسکون جیم تازی وفتح راے مہملہ اور آخر مین الف مقصورہ جو یاے تحتانی کی شکل پر لکھا جاتا ہے لغوی معنی اُسکے جاری ہونے اور روان ہونے کے ہین اصطلاح مین روی متحرک کی حرکت کو کہتے ہین جیسے۔

داغ

کہان تک آہ لکھون اسکا حال بربادی	کہان تک آہ لکھون آسمان کی جلادی
کسی کو قید محن سے نہین ہے آزادی	کہ داغ داغ ہی دل ہر کوئی ہی فریادی

دال مہملہ حرف روی ہی اور یاے تحتانی حرف وصل پس دال کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہی۔

غیور

تحسین بھی نکی شیرین نے کچھ تیشہ زنی پر	پتھر پڑین فرہاد تری کوہ کنی پر

نون حرف روی ہے اُسکی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے۔

بقا

ہے کشتی غیر کی محفل میں جو کرتی ہو تو یار	باخبر رہو کہ ہی بجری شیشے مین
محتسب ایسے نہو روزہ گری ماہ صیام	شام کو مے سے نرکھ لین سحری شیشے مین

دونون شعرون مین راے مہملہ کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے۔

سودا

تجھکو بخشی ہے خلق کی خوبی	حق نے ایسی کہ بہ ز محبوبی
ٹن کے باہم تری وفاداری	نبھے ہی عمر و خضر مین یاری

پہلے شعر مین باے موحدہ کی حرکت اور دوسرے شعر مین راے مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہی۔

میرحسن

شنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے	تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

مرے اور کرے مین راے مہملہ حرف روی ہی اور یاے تحتانی وصل جسکے متصل ہونے سے رے مکسور ہوگئی ہے اسی کسرے کو مجرے کہتے ہین۔

حالی

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا	نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

توڑا اور چھوڑا مین راے ثقیل حرف روی ہی حرف وصل کے ملنے سے مفتوح ہوگئی ہے اسی حرکت فتحہ کا نام مجرے ہے۔

میر

ناله پہ بیٹھا وہ سرگشتہ	دیکھے راہ عمر گذشتہ
آگے تھا کب ہجران دیدہ	آہ وہ تازہ ظلم رسیدہ

پہلے شعر مین تاے فوقانی کی اور دوسرے شعر مین دال مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہے۔

بیان رس

رس بفتح راے مہملہ و سکون سین مہملہ الف تاسیس کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے جیسے برابر اور سراسر مین حرکت پہلے راے مہملہ کی۔

ناسخ

ماہ نو سے جو وہ خورشید مقابل ہووے	یہ یقین ہے کہ نظر آتے ہی کامل ہووے

مقابل اور کامل مین قاف اور کاف کی حرکت کا نام رس ہی اس حرکت کا اختلاف ممکن ہی نہین

ہمیشہ فتح ہوتا ہے اور حرف میں موافقت کی قید نہیں۔

بیان اشباع

اشباع بکسر الف و سکون شین معجمہ و فتح بائے موحدہ و سکون الف و عین مہملہ موقوف لغت میں پیٹ بھرنے کے معنے میں ہے اور اصطلاح قافیہ میں حرف دخیل کی حرکت کا نام ہے جیسے حرکت واو اور دال مہملہ کی آنکھ اور چادر میں اور حرکت بائے موحدہ اور میم کی مقابل اور کامل میں

سودا

کہ اس حسن تکلم پر طوالت	مبادا ہو کسی دل کو ملالت

طوالت اور ملالت کی لام کے فتح کا نام اشباع ہے۔

بیان حذو

حذو بفتح حائے حطی و سکون ذال معجمہ و واو موقوف لغت میں اسکے معنے دو چیز کا باہم برابر کرنا ہیں اور اصطلاح میں ردف اور قید کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے پس یہ حرکت ردف میں الف کے قبل زبر اور واؤ کے قبل پیش اور یائے تحتانی کے قبل زیر ہوتا ہے۔

الف کی مثال۔

قدرت اللہ قاسم

میں مد نظر اپنے کچھ کام نہیں رکھتا	آغاز محبت یاں انجام نہیں رکھتا

کام اور انجام میں میم کے ماقبل کا الف ردف ہے اور الف کے ماقبل فتح ہے۔

ارمان پسر جعفر علی حسرت

تا سر بالیں آسے آنا قیامت شاق ہے	یہ دل بیمار جسکا نزع میں مشتاق ہے

شاق اور مشتاق میں الف ردف ہے اور شین و تا کے فتحوں کا نام حذو ہے۔

واو مجہول کی مثال۔

سراج

کیا شراب محبت لے دل کے خم میں جوش	عجب نہیں جو قیامت تلک نہ ہوں بہوش

واو ردف ہے اور اسکے ماقبل کے ضموں کا نام حذو ہے۔

واؤ معروف کی مثال۔

امیر

ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا

ناصبور اور نشور مین واؤ ردف ہے اور اُسکے قبل ضمہ ہے جسکو حذو کہتے ہین۔
یاے مجہول کی مثال۔

دبیر

گرتی تھی کوند کر جو وہ برق شرارہ ریز	دوزخ کھلی تھی بند تھے سب کوچہ گریز
چلنے مین تیغ تیز فرس تیز ہاتھ تیز	رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامۂ ستیز

ریز اور گریز وغیرہ مین یاے مجہول ردف ہی اور اُسکے ماقبل جو کسرہ ہے وہ حذو کہلاتا ہے
یاے معروف کی مثال۔

مرزا علی نقی محشر

جان منتظر ہی آنکھون مین وقت رحیل ہے	جلدی پہونچ کہ ترے ہی آنیکی دھیل ہے

رحیل اور ڈھیل مین یاے معروف ردف ہے اور اسکے ماقبل کا کسرہ حذو ہے یہ تمام مثالیں
اُس حذو کی ہین جو ردف کے ساتھ ہو۔ اب اُس حذو کی چند امثلہ پر غور کرو جو قید کے ساتھ ہوتا ہے

حالی

روح تھی بادۂ دوشینہ سے اپنی بدست	تھا ترقی پہ ابھی نشۂ صہباے الست

تاے فوقانی روی ہی اور سین ساکن قید میم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ولہ

ناتوان ٹھہرے کوئی کوئی تنومند بنے	ایک نوکر بنے اور ایک خداوند بنے

تنومند اور خداوند مین میم اور واؤ کی حرکت کا نام حذو ہی۔

خوشتر

کسی کا خوش نہین آتا اسے عیش
برائے جنگ پھرتا ہے لیے جیش

عیش اور جیش مین عین اور جیم کی حرکت کا نام حذو ہے۔

گلزار نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل	طائر بھی کہیں نگلتے ہیں لعل

جعل اور لعل میں جیم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

مومن

مجھ پہ بھی تجھکو رحم نہیں یہ کرخت دل	کم ہوئے گا جہان میں تجھ سا بھی سخت دل

کرخت اور سخت میں راے مہملہ اور سین کی حرکت کا نام حذو ہے۔

سودا

اٹھایا رخت غم وان سے بصد جبر	کیا صرف گریبان رشتۂ صبر

جبر اور صبر میں جیم اور صاد کی حرکت کا نام حذو ہے۔

محمد حسین آزاد

رنگ سنولائے ہوئے چہرے تھے گرد آلودہ	دل تھے کلفت زدہ اور سینے تھے درد آلودہ

درد اور گرد میں گاف اور دال کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ہاے نے کعبہ نے کنشت پرست	مومن بن گئے لیک سنگ و خشت پرست

کنشت اور خشت میں نون اور خا کی حرکت کا نام حذو ہے

جب ہوئی خاطر پریشان جمع ؎	ولہ پھر تو ہر شب بسان شعلۂ شمع ؎

جمع اور شمع میں جیم اور شین کی حرکت کا نام حذو ہے۔

مثنوی سعدین

ایسی اس ماوے میں صاحب فکر	ہر زبان ہر مکان میں اُن کا ذکر

فکر اور ذکر میں فے اور ذال کی حرکت کا نام حذو ہے۔

داغ

پئیں جو آب بقا بھی تو زہر ہو جائے	جو چاہیں رحمت باری تو قہر ہو جائے

زہر اور قہر میں راے معجمہ اور قاف کی حرکت کا نام حذو ہے۔

نساخ

نمایان ہوے اس قدر علم رزم	کہ تحسین کہتے تھے سب اہل بزم

ندم اور بزم مین راے مہملہ اور باے موحدہ کی حرکت کا نام حذو ہی۔

بیان نفاذ

نفاذ بفتح نون وفتح فا وسکون الف وذال معجمہ موقوف نام ہے حرف وصل و خروج و مزید کی حرکتوں کا اور چونکہ زبان اُردو مین نائرے کے بعد بھی ایک دو حرف آتے ہین اور نائرہ متحرک ہوجاتا ہی اسلیے نائرے کی حرکت بھی نفاذ کے قبیل سے ہوگی یہان چارونکی مثالین ترتیب وار بیان کی جاتی ہین۔

(۱) وصل کی مثال جیسے حرکت واو کی آوے اور جاوے مین۔

مرزا ابراہیم بیگ شرر

تقریر مین لکنت ہی کیون باتین بناتے ہو	جھوٹی ہی محبت تم یان کسکو جتاتے ہو

جتاتے اور بناتے مین تاے فوقانی مفتوح ہی اور یہ حرف وصل ہی اس کسرے کو نفاذ کہتے ہین۔

حالی

دیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا	دل مین کانٹا سا اِک کھٹکتا رہا

بھٹکتا اور کھٹکتا مین تاے فوقانی مفتوح ہی اور یہ حرف وصل ہی پس اس فتح کا نام نفاذ ہی۔

داغ

حسرتین لیگئے اس بزم سے چلنے والے	ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

چلنے اور ملنے مین نون حرف وصل ہی اور اسپر جو کسرہ ہی اسی کا نام نفاذ ہی۔

مومن

دام آیا ہے تو لب کو چاٹتے ہو	واو بڑھے تو ہونٹ کاٹتے ہو

کاٹتے اور چاٹتے مین تاے فوقانی حرف وصل ہی اور اسکی حرکت نفاذ کہلاتی ہی۔

(۲) خروج کی مثال جیسے حرکت یاے تحتانی کی جالیا اور آیا مین۔

مصحفی

سامنے آکے ہی مجھے سنگوا لیا	تیغ نے اُس کی کلیجہ کھالیا

کھالیا اور سنگوا لیا مین یاے تحتانی خروج ہی اُسکی حرکت کو نفاذ کہتے ہین۔

امیر

جو دم ٹھہرے تو آگے لیجا سیئے	کہین تجھکو سائے مین ٹھہرا ییئے

ٹھہرایئے اور لیجایئے میں الف روی ہے اور ہمزہ مکسور وصل اور اُسکے بعد کی یاے تحتانی مکسور خروج جسکے کسرے کا نام نفاذ ہے اور دوسری یاے تحتانی مزید ہے۔

میر حسن

یلا نوجوانو بڑھے جا ئیو	دو جانب سے باگین لیے آئیو

جائیو اور آئیو مین الف روی ہے اور ہمزہ مکسور وصل اور یاے تحتانی مضموم خروج اور واؤ مزید پس یاے مضموم کے ضمے کا نام نفاذ ہے

بولی اس رستے سے اُسکو لائیو	انگبین	آگے آگے اُسکے پر تو آئیو

(۳) مزید کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جاویگا اور آویگا مین۔

یہ کیا خبر تھی کہ پیغام اپنی بیعت کا	یزید ابن ہمیشہ کو یون سُنائے گا	مذاق
اُجاڑ ہوگی مدینے کی بستی آبادی	حسینؑ چھاؤنی کرب و بلا مین چھلائے گا	

(۴) نائرے کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جلاویگا اور گلاوے گا مین۔

کیا ترے بعد کر کے کھاوین گے	سودا	جبکہ کسب اپنا بھول جاوین گے

کھاوینگے اور جاوینگے مین واو حرف وصل ہے اور یاے تحتانی اول خروج اور نون مزید اور کاف فارسی نائرہ اور یاے دوم نائرہ کی فرع پس کاف فارسی کے کسرے کا نام نفاذ ہے۔

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ ازبسکہ حرف خروج کا اشعار اُردو کے قافیے مین خود ہی نہین واقع ہوتا اسی لیے یہ حرکت بھی نہین واقع ہو سکتی یہ قول سراسر تحقیق کے خلاف ہے اور اُسکی تفصیل اوپر ہو چکی ہے۔

تیسرا شہر عیوب قافیہ کے بیان مین

قافیے کے عیب مجملاً تین قسم کے ہین ایک قسم ایسی ہے کہ اُسکا استعمال عندالضرورت بھی جائز نہین ہے اور دوسری قسم ایسی ہے کہ عندالضرورت جائز ہے مگر قبیح ہے اور تیسری قسم ایسی ہے کہ بے ضرورت بھی روا ہے مگر قبیح ہے اور عیوب مذکورہ مین بعض کے القاب مخصوص ہین اور بعض کے القاب نہین ہین بہرکیف یہ نو ہین۔ اقوار۔ اکفا۔ اجارہ تحریف روی۔ سناد۔ ایطا۔ معمول۔ غلو تضمین۔ تغیر۔

بیان اقواء

اقواء بکسر اول و سکون قاف لغت مین بے توشہ ہونے کو کہتے ہین اور اصطلاح قافیہ مین توجیہ کے اختلاف کا نام ہے یعنی روی کے ماقبل کی حرکت کا مختلف ہونا چونکہ یہ عیب اسلیے ہوتا ہی کہ شاعر کا توشہ جو قافیہ صحیح ہے تمام ہو جاتا ہی اسلیے اقوا کہتے ہین جیسے گل بالضم کا قافیہ چل بالفتح سے کرنا اسطرح کا قافیہ لانا روا ہے جیسے مرزا غالب کے ان اشعار مین۔ ~

یاد ہی شادی مین بھی ہنگامۂ یارب مجھے	سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیرلب مجھے
دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے	عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

لفظ صاحب کی حاے حطی باعتبار قواعد صرف کے مکسور ہی اور لب و یارب مین لام اور رے مفتوح اگر کوئی کہے کہ محاورے مین صاحب کی حاے حطی بھی مفتوح ہی تو ہم جواب دینگے کہ شعراے متقدمین و متاخرین نے بکسر حاے حطی لکھا ہے۔

سودا

مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ	بات کہنی یہ نامناسب ہے
لیکن اسواسطے مین کہتا ہون	درد سُننے کا تو جو طالب ہے
ہے جو کچھ نظم و نثر عالم مین	زیبا براد میر صاحب ہے
ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح	لوگ کہتے ہین سہو کاتب ہے

انشا

ہین فارسی مین کلاک صاحب	وہ خاص حضور کے مصاحب

قلق

کہیے تو آپ کون صاحب ہین	کونسی شے کے مجھسے طالب ہین

انیس

دونون تھے اسی بھائی کے آرام کے طالب	جاتے ہی جب شخص یہ گذرین یہ مصائب
وسواس کا یہ کونسا ہنگام ہی صاحب	بیجان ہوے ہے علی اکبر کے مصاحب

راقم نے شہر رامپور مین ۱۳۰۲ہجری مین نواب مرزا خان صاحب داغ سے اس باب مین استفسار کیا تو جواب دیا کہ غالب نے مقولۂ غیر بیان کیا ہی اور مثال مین یہ شعر نواب یوسف علی خان ناظم کا

پڑھا۔ ؎

غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظم	مین جو آتا ہون تو کہتا ہے نواب آتے ہین

اور حق یہ ہے کہ اب روزمرہ اُردو مین صاحب اعلام کے ساتھ بفتح حاے حطی بیشتر مستعمل ہے ہمکو اس سے کیا مطلب کسی کی زبان مین کچھ ہو جو الفاظ ہم لوگون کی زبان پر جاری ہونگے وہی صحیح سمجھے جاینگے جیسے آتش کے اس شعر مین۔ ؎

دختر رز مری مونس ہے مری ہمدم ہے	مین جہانگیر ہون نور جہان بیگم ہے

لفظ بیگم کاف فارسی کے فتحہ سے واقع ہوا ہے اور اُردو مین یہی مروج ہے اگرچہ یہ لفظ ترکی ہے اور اہل زبان کاف پر کسرہ بولتے ہین اور امیر آدمی کی بی بی کو اور ہر عمدہ عورت کو بیگم کہتے ہین اور یہ لفظ کاف کے فتحہ سے امیر من کے معنے مین آتا ہے جیسا کہ غیاث اللغات مین لکھا ہے ہان جس وقت لفظ صاحب عربی عبارت مین لکھین یا تلفظ کرین اس وقت اُنکی زبان کی پابندی لازم ہے قافیہ مین البتہ صحت لفظی ضرور ہے۔

خواجہ الطاف حسین حالی

غالب ہے نہ شیفتہ نہ نیّر باقی	وحشت ہے نہ سالک ہے نہ انور باقی
حالی اب اسی کو بزم یاران سمجھو	یارون کے جو کچھ ہین داغ دلبر باقی

نیّر بفتح نون وتشدید یاے تحتانی مکسور مبالغے کا صیغہ ہے بسیار نور کنندہ کے معنے مین اس کو انور کے ساتھ قافیہ کرنا صحیح نہین۔

نثار شاگرد شاہ حاتم

یہ سودا تو دیکھو کہ دل بیچتا ہون	لے شیشے کو زیر بغل بیچتا ہون

گلزار نسیم

بولا کہ وہ رات کو اُفق مین	خورشید تھا آتش شفق مین

افق بضمتین ہے اور شفق بفتحتین۔

گویا

تھے جو نادان اس مین آکر گم ہوئے	تھے جو دانا وہ کنارہ کر گئے

شہیدی

پھٹینگے مثل تقویم کہن دیوان ہزاروں کے | ہوا عالم مین شہرہ میرے اشعار مجدد کا
زمین کے شاعرونکو کب مجال گفتگو مجھ سے | ترے صدقے سے مین محسود رہتا ہون عطارد کا

عطارد لغت کی روسے عین کے ضمے اور راے مہملہ کے کسرے سے ہے اور مجدد مین پہلی دال مہملہ مشدد و مفتوح ہے۔

مثنوی ناثر

درپیش ہے مجھکو ایک حاجت | دینار و درم کی ہے ضرورت

سودا

کہدیا مستسقی سے جا فصد کر | بھر دیا مجنون کو شیر شتر

ولہ

کردے لب میرے کو اس ساغر سے پُر | آگے پھر قدرت خدا کی سیر کر

میر

کہوں کیونکہ یکبارہ وہ جل گیا | کف خاک ہو خاک مین مل گیا

خوشتر

پھرے ہم چار سوائے نیک باطن | نپائی انتہاے فوج دشمن

افگار صاحب مثنوی یوسف زلیخا

تجھے گودی مین اپنی پرورش کی | ہمیشہ جان اپنی مین لے خوش کی

ولہ

یہ سچ ہے پوچھیے گر خوب در دل | کہ دل لگنے سے بس ہوتی ہے بیکل

ولہ

حکیموں نے کہا اب ہے یہ لازم | کرو نشتر بلا فصاد اسدم

ولہ

کسے ہے عاشقوں مین یہ میسّر
کہ معشوق اسکی خدمت میں ہو حاضر

ولہ

ولیکن اب بھی ہے یہ بات ظاہر ۔ رکھا ہے جو نہ مجھے اس قید اندر

حکیم سید اکبر علی گوالیاری

سر خیل دبیران جہان میرا قلم ہے ۔ رتبہ یہ ہے اسکو کہ وہ اوصاف رقم ہے
رستم لکھوں طاقت مین تو رستم سے زیادہ ۔ مدہوش ہوں اس جا پہ حواس اپنا بھی گم ہے

انشا

عداوت پر تو سب کی مستعد ہے ۔ خصوصًا عاشقوں سے اسکو کد ہے

انیس

اصحاب سے فرماتے تھے یہ احمد مرسلؐ ۔ جو حضرت جبریل ہوے عرش سے نازل

راحت صاحب مثنوی نلدمن اُردو

اسی صورت سے دل مین کر تصور ۔ جُدا کرلی دمن کی نصف چادر

علی

غرض ہر کہین سیر کرتی ہوئی ۔ چلی آئی ہر سمت پھرتی ہوئی

ولہ

کھڑی رہ گئی ہے یہ گرتی ہوئی ۔ دم سرد سینے سے بھرتی ہوئی

عشرت در مثنوی پدماوت

شہ زرین کلاہ چرخ چارم ۔ ہوا ارد و ق فزاے تخت عالم
کہ اس مین وہ پری پرواز طائر ۔ پدم کے پاس پہونچا نامہ لے کر

منشی طوطارام شایان در طلسم شایان

کہ جب تک آہ مین آؤنگا پھر کر ۔ یہ حمزہ آہ ۔ ہ جاے گا مر کر

اور اگر حرف روی متحرک ہو وے یعنی بسبب حرف وصل کے روی متحرک ہو جائے تو حرکت

توجیہ کا اختلاف مضائقہ نہین رکھتا جیسے

میر تقی

جو سیل سرشک کا چلے ہے	دریا کے بھی ہو تھم جا ملے ہے

اس شعر مین حرف لام روی ہے اور یاے تحتانی وصل ہے پہلے مصرع مین روی کا ما قبل مفتوح ہے اور دوسرے مصرع مین مکسور۔

میر حسن

کہ یہ سنگ اگر ٹرے یہان سے ہلے	کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے

فگار

نہین موج حوادث سے ٹلے وہ	کہ جب تک پیارے اپنے سے ملے دم

دبیر

غلہ جو مرے خیمے مین ہے آہ چلے گا	فاقہ شکنی کے لیے وہ تمکو ملے گا

میر

جنون میری کی باتین دشت و در گلشن مین جب چلیان	نہ چوب گل نے دم مارا نہ چڑیان بید کی ہلیان

فائدہ بعض کتابون مین اقوا اختلاف مجرے کا نام لکھا ہے۔

از مثنوی میر اثر کے یہ دو رختون بات بات مین پاپ افسوس ہاتھ ملے ہین ۱۲

بیان اکفا

اکفا بکسر الف وسکون کاف تازی و فتح فا اسے کہتے ہین کہ حرف روی مختلف ہو اور حرف روی کا اختلاف بہت معیوب ہے جیسے بال کو بان سے قافیہ کرنا مثنوی بدماوت مصنفہ میر ضیاء الدین عبرت کی اس بیت مین یہ عیب ہے۔

صنم کا ہو اگرچہ آہنین دل	یہ عاشق کا اگر ہو جذبۂ کامل
وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے	برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

ولہ

نہین کوئی محل مین اسکے فراق	بغیر از غمزۂ چشم ستمناک

چہار باغ رنگین

سن کے یہ بات زاہد نے کش	بولا کہ صب ہو پاے بند ہوس

مثنوی مدح فاطمۃ الزہرا

کسی ہاتھ بندوق ہے در سیاہ	زرہ پوش کا خون اُس پر مباح

اور یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ حروف عربی و فارسی و ہندی کو قافیہ مین جمع کرین مثلاً تب اور باج اور ناچ ۔ سگ اور شک ۔ غور اور دوڑ وغیرہ ۔

حشر

دل چاہے ہے پھر لینے کو بوسہ ترے لب کا	کیا کیجئے بے طرح پڑا اب تو یہ لپکا
دل لینے کا وہ اور ہی ہی شیوہ الفت	ہم یار برے کب ہین جو تو یار ہے سب کا

ستم

مفت اُٹھنے کے نہین یار کے کوچے سے ہم	ایک بوسے کیلئے باندھ کے ارسیٹھ گئے
پیر و مرشد کی قسم ہے کہ یہی لینگے دہی	جگہ بستر پہ جم آنکھول کر بیٹھ گئے

مثنوی پدماوت از عشرت

سوا اسکی رائے پر وہ رائے چتوڑ	غرض اب مستعد بیٹھا ہے ہر طور

یار محمد خان شوکت

عنان سمند صبا دم پکڑ	جو کاوے پہ ڈالا کمر راست کر

فگار

زمین تک سر سے جو سہرے کا لڑ تھا	خدا کے نور کا نوہ اک شجر تھا

سودا

ستون اسکے تلے یہ پانون ہین چار	رہے دو دانت آگے سو ہین اڑوار

ولہ

الغرض اس طرح سے کشتی لڑ	ڈال ٹہکا گلے کا پانون پر

نواب بہادر دکی

دن جو گذرا تو یہ دھڑکا ہے کہ شب آتی ہے	عشق کے نام سے ابتو مجھے تپ آتی ہے

میر حسن

اسی طرح مدت گئی جب اُسے	چڑھی گرمی عشق کی تپ اُسے

تپ باے فارسی سے مستعمل ہے اسلیے ان دونون شعرون مین شب اور جب کے ساتھ قافیہ نادرست ہے انشا نے ایک غزل مین اس کا قافیہ باے فارسی ہی سے کیا ہے ۔ ؎

شب خواب مین دیکھا تھا مجنون کو کہین نے ہی جنس پری سا کچھ آدم تو نہین چھلا	دل ہی جو کراہ آٹھی لیلی کو لیا تپ نے اک آگ لگا دی ہی اس مرد خوش گپ نے

تراب

اسکی چشم مست نے کیا مجھکو حیران کر دیا اے جنون وہ کیون نہ دامنگیر ہو تیرا کبھی	نرگس ادھر کو تکتی ہی کیون تو انکھین پھاڑ پھاڑ ہاتھ سے تیرے ہو جسکا گریبان تار تار

ولہ

لب پہ ہی تلخی فغان کی دل پہ ہی شیرین کا شور اب کرم کر کب تلک غم سے رہے رو تا رہے	تن مین ہی صفرا کا غلبہ من مین ہی سودا کا زور آستین رکھدے سری آنکھون پہ یا دامن نچوڑ

میر حسین تسکین دہلوی

رہتے ہین یون تو روز ہی اسکے کواڑ بند ہوتا نہ میرے ہاتھ لگانے سے گر غبار	کیا جانے آج کیا ہے جو کی ہی دراڑ بند تو باندھتے قبا کے نہ وہ چار چار بند

فرہنگ آصفیہ مین دراڑا اور دراڑ دونون طرح لکھا ہے۔

گو قدما نے کاف فارسی اور کاف تازی اور زاے فارسی اور زاے تازی اور باے فارسی و رتازی اور جیم فارسی و رتازی وغیرہ کو بعض جگہ قافیہ مین جمع کرلیا ہے مگر اہل بلاغت اُسے معیوب جانتے ہین اگر ایسا نہو تا تو نکاح اور گناہ ۔ اعتراض اور التذاذ اور احتراز احتیاط اور اعتماد ۔ الغیاث اور التماس اور اخلاص کہ ابتدا مین شعراے فارس جمع کرتے تھے درست ہوتے مگر درست نہین بلکہ ان کا جمع کرنا عیب فاحش ہی اگرچہ دونون حرف قریب المخرج ہون خاصکر ہاے ہوز اور حاے حطی کا اختلاف تو ہرگز مناسب ہی نہین۔

محقق طوسی کے نزدیک اختلاف حرف روی کا بے اختلاف قرب مخرج کے اکفا ہے یعنی اعتبار قرب مخرج کا اس مین ضرور نہین قریب المخرج ہون یا نہون اور یہی ابن حاجب نے مقاصد الجلیل مین کہا ہے اور باعتبار قرب مخرج کے اجازہ ہے اس صورت مین اکفا عام ہے اور اجازہ خاص لیکن صاحب مفتاح اور خزرجیہ کے نزدیک اکفا اختلاف روی کا ہی بشرطیکہ مخرج مین متقارب ہو اور جو قرب مخرج نہو تو اجازہ ہے۔

بیان تحریف روی

وہ یہ ہے کہ صیغۂ مستعمل سے حرف روی کو ایسے صیغے کے ساتھ تبدیل کرین جو شایستگی قافیہ کی پیدا کرے مثالین اس مقام کی صاحب رسالہ مطلع خورشید نے یہ لکھی ہین جیسے بائے موحدہ خواب کی واؤ کے ساتھ بدل کر گاؤ کے ساتھ قافیہ کرین۔

مولوی

گر خرے دیوانہ شد یک دم گاؤ	بر سرش چندان بزن کاید بخواد

عماد الدین اسفرائنی

بروزین معرفتہائے پر از ریو	سر بازار مکن اے شیخ کالیو
غلط کردم درین صورت کہ گفتم	زنخدان نگار خویشش راسیو

لفظ سیو کو کہ اصل مین سیب بباے موحدہ تھا واؤ کے ساتھ بدل کر سیو کر دیا اور ظاہر کر دیا ہے مین نے غلطی کی اس صورت مین کہ زنخدان یار کو سیو کہا اور یہ مصرع ذو معنے ہے مشترک باظہار اختلاف حرف روی و تشبیہ انتہے مؤلف کہتا ہے کہ اُسکی مثال اُردو مین مثنوی لیلی مجنون کے یہ شعر ہو سکتے ہین۔ ع

تا زیست جُدا نہین اُس سے کد ہون	وہ روح ہے اور مین جسد ہون
رحلت مین کرون گا دہر سے جد	ہووے گا تو جانشین مسند

کد اور جد کو کہ اصل مین باے موحدہ سے تھے بسبب جسد اور مسند کے دال کے ساتھ بدل کر کد اور جد کر دیا۔

انشا

آنے کا ترے خیال حد سے گذرا	دل صبر و حیا سے اپنی مدت گذرا
کب تک دیکھا کرون بھلا بیٹھا راہ	بس یار کہ انتظار حد سے گذرا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

عجب نہین ہی نجانے جو میر جاہ کی ریت	گھٹا نہین ہی مگر یہ کہ جوگی کس کے میت
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے	ہمارے عندیہ مین تو ہی وہ خبیث و پلیت

میرے نزدیک اشعار ذیل بھی تحریف ردی مین داخل ہو سکتے ہین۔

غالب

آمد سیلاب طوفان صداے آب سے ۔۔۔ نقش پا جو کان مین کھتا ہی انگلی جادہ سے

بزم مے وحشت کدہ ہی کسکی چشم مست کا ۔۔۔ شیشے مین نبض پری پنہان ہی موج بادہ سے

یہان پر دوسرے شعر پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قافیہ بادہ اور جادہ ہی لیکن پہلے شعر مین اُردو ترکیب کے اعتبار سے جادے سے چاہیے نہ کہ جادہ سے اور اسلیے قافیہ غلط ٹھہرتا ہے۔

تشنی

شکستہ کیے یکسر آتش کدہ ۔۔۔ کیا ژند و اُستا کو آتش زدہ

بیان سناد

بکسر سین مہملہ و فتح نون و سکون الف و وقف دال مہملہ اشباع (یعنے حروف دخیل کی حرکت) اور حذو (یعنے ردف و قید کے ماقبل کی حرکات) کے اختلاف کا نام ہے اسی نام سے مشہور ہے اختلاف حروف ردف اور قافیہ کا تفصیل اسکی یہ ہے۔

(۱) اشباع یعنے حرف دخیل کی حرکت کا اختلاف ہے۔

غلام سرور

کشتی جو ہوئی غرق تھی سالم نکل آئی ۔۔۔ ویسی ہی بحکم شہ عالم نکل آئی

فگار

کہا ہر ایک نے اُس دم یکایک ۔۔۔ عجب آدم ہے یہ شکل ملایک

ولہ

پریریان بہت گانے مین ماہر ۔۔۔ وہان تھین صف بہ صف حاضر سراسر

ایاز محمد خان بھوپالی

جواہر سبھی رام حاضر کیے ۔۔۔ نگل زر کو عاقل نچھاور کیے

سودا

زہے تقدیر ہے اُسکی سراسر ۔۔۔ ہے کیا دانش جو سوجھے اُسپہ دائر

تراب

کیا نام خدا درد بھری اُس کی صدا ہے	کوئی فکر کرے بجھے تو کیا کتنی ہی سارس
جو اہل ارادت ہین سو مرشد کی طلب مین	کوئی ہند کو آتے ہین کوئی جاتے ہین فارس

میر حسن

وہ ظاہر مین ہر چند ظاہر نہین	یہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہین

باہر محاورۂ اُردو مین ہائے ہوز کے فتحہ سے مستعمل ہی چنانچہ رند کہتے ہین۔ ع

باغ سے کونسا نکلا ہے گل تر باہر	آپ سے ہو گئے ہین سرو صنوبر باہر
شہر مین جی نہین لگتا کسی صورت میرا	مرد سودائی ہون پھرتا ہون مین باہر باہر

نامۂ قلق

پوچھے طرز لباس کیونکر ہے	کبھی جامے سے اپنے باہر ہے

مومن

سُنتے ہی اُس کے مین آنے کی خبر	پردے کے واسطے آیا باھر

داغ

رشک کہتا ہی کہ قاصد کے بلا اُسنے عطر	کہ مرے نام کا خط اسکے معطر آیا ؛
شب وعدہ نہوا ایک جگہ مجھکو قرار ؛	صبح تک مین کبھی گھر مین کبھی باہر آیا

اگر روی کے ساتھ حرف وصل ملکر متحرک ہو جائے تو حرکت اشباع کا اختلاف جائز ہی جیسے حاضری اور داوری۔

(۲) ردف کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف اور یہ ردف بالالف مین ممکن ہی نہین باقی صورتون مین ناسوا ہی جیسے نور بالضم کا قافیہ دور بالفتح سے اور دیر بالکسر کا قافیہ سیر بالفتح سے۔
مثال اختلاف حذو کی ردف بالواؤ و ردف بالیاء مین۔

اشرف مؤلف تفسیر سورۂ یوسف

کرامت ہی عبرت ہی ہیبت ہے زور	محبت امانت ہے کر تو یہ غور

یار محمد خان شوکت

سپہدار حارث نے بازو روشوز	ہمت جب کیا پست کرنے کا طور

غوث

کوئی مال چھینے کسی کا بزور	یا کسی پر کرے تھا کوئی ظلم وجور

علی مصنف خجستہ لقا

بٹیرون کے بیٹھے درختون پہ جوق	پھرین قمریان ڈال گردن مین طوق

سودا

ایک دن مرزا گئے کرنے کو سیر	ہوگئی اس مین ٹک اک طعمہ کو دیر

ولہ

تھا غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر	گر پرند اس سے بچا سو ہے وہ طیر

(۳) قید کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف جیسے۔

علی

وہ پشواز کی چین آفت کی لہر	گرے جس سے گرداب حیرت مین مہر

بلاقی داس مصنف رسالۂ دلشاد جہان

پوچھا کھانے کو کہا اُس نے کہ زہر	نوش باد اُسنے کہا از روے مہر

منشی

ہوئی بعد سلطان پوران دخت	وہ جس سے رہی زیب دیہیم وتخت

سودا

اُٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے	کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے

میر

نہ کلگ نہ تیتر رہا دشت مین	نہ غمخوار اک آیا نظر کشت مین

تنبیہ جو مثالین ہم نے ردف مین ذکر کی ہین وہ قید مین بھی وارد ہو سکتی ہین۔
اگر حرف روی متحرک ہوجائے تو اختلاف خذو خواہ ردف مین ہو یا قید مین مضائقہ نہین ورنہ ناجائز ہے۔

(۴) حرف ردف کا اختلاف اشعار عرب مین جائز اور شائع ہے لیکن زبان فارسی مین کسیطرح جائز نہین اور ریختہ مین بھی کارکو دُور کے ساتھ قافیہ نہین کرتے بلکہ اختلاف ردف کو بعید معیوب

سمجھتے ہین جیسے۔ ع

یار کے ساتھ غیر کو دیکھا	پہلوے گل مین خار کو دیکھا

(۵) حرف قید کا اختلاف معیوب ہے لیکن قدماے فارسی و ریختہ کے کلام مین بہت پایا جاتا ہے خواہ مدلون لفظ مختلف قریب المخرج ہون یا نہون اور ساول بہت معیوب نہین۔ مثال ؎

سودا

نہایت اک کینہ کہنۂ عصر	کہ دلکش نظم سے جس کی ہر اک نثر

ولہ

چنانچہ مین جو یہ قصہ کیا نظم	کہ ہووے تا قیامت رونق بزم

یار محمد خان شوکت

دو بالا ہوئی آتش جنگ گرم	نہ دیکھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

منشی

ہوا بلخ مین جیبیاں کو جو دخل	کیا بلخیون کو اسیر اور قتل

قلق

فرش کی جا ہے فرش دامن دشت	زیب دیتی ہے صدر بیخودی کی نشست

عبرت

برہمن کو وہان ہے رزق حاصل	ہے بدکار ونکو اُس سے فسق حاصل

علی

زمانے مین ہے آج یکتاے عصر	کرون کیا بیان خوبی نظم و نثر

محمد بخش مہجور مؤلف نورتن

اور جن کو نہین ہے اس مین دخل	اپنے نزدیک ہین وہی بے عقل

مرزا ابو القاسم ابن مولوی محمد عباس رفعت

ایک زبان کہتے ہین سب اہل عقل	ہوگی بہت خوب یہ واللہ نظم

عرش سے تا فرش یہ ہے غلغلہ
روح فزا نظم ہے تاریخ ختم

نگار

ہزارون اشتر وفیل سیہ مست	کہ ہو دریاے نیل اس فیل سے دشت

مثنوی سعدین

سب حسینون سے اُسکی وضع نئی	بخدا بانکپن کی قطع نئی

شایان

ورق روکش شعلۂ مہر ہو سمجھا تھا وہ ہر برہمن کی قدر	بھرا خالی نقطون مین اِک سحر ہو یکایک تھا جو کچھ کیا اُس کی نذر

انیس

بے سر تھا ازل سے تھی خطا اصل مین جسکی	مارا اُسے دیندار نہ تھا نسل مین جسکی

بعض اختلاف حذو اور اختلاف اشباع کو داخل اقوا کہتے ہین اور بعض محققین نے اختلاف توجیہ کو بھی اسناد مین داخل کیا ہے اور ہمنے جو اختلاف توجیہ کا نام اقوا لکھا ہے وہ اُن کے نزدیک اختلاف مجرے کا نام ہے۔

بیانِ ایطاء

ایطاے بکسر الف ویاے معروف وطاے مہملہ پائمال کرنا صاحب کشف اللغات نے جو ابطاء بباے موحدہ لکھا ہے خطا کی ہے اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ قافیہ مین معنی واحد پر تکرار حروف زوائد کی ہو بغیر موافقت ردی کے اور اُسکی دو قسمین ہین خفی اور جلی **ایطاے خفی**۔ وہ ہے کہ حرف زائد کی تکرار خوب ظاہر نہ ہو جیسے دانا اور بینا کہ اگرچہ الف ان مین زائد اور مکرر ہے لیکن بسبب کثرت استعمال کے جزو کلمہ معلوم ہوتا ہے اسی مثال مین صاحب غیاث نے آب و گلاب بھی لکھا ہے۔

سودا

دال روٹی اگر جو گھر مین پکے	تجھ بھر گھی کبھی نہ اُس مین رَلے

پکے اور رَلے مین یاے تحتانی حرف زائد ہے اُسکو حذف کردین تو ردی مین اختلاف ہو جائے گا۔ فرہنگ آصفیہ مین لکھا ہے کہ رَلنا مصدر لازم ہے اور ہندوؤن کا محاورہ ہے اسکے معنے ہین ملنا۔ آمیزش ہونا۔ شامل ہونا اور اس مین۔ راے مہملہ مفتوح ہے رَے سے ماخوذ ہے

مثنوی پدماوت

بلا اک برہمن ہشیار و دانا	بہ تحصیل علوم اس بُت کو سونپا

دان اور سونپ امر کے صیغے ہین ایک فارسی کا لفظ ہے دوسرا ہندی کا۔

ولہ

تر زلف اُسکے وہ کن پھول زیبا	گل شبو ہے جیسے شب کو پھولا

اصل مین زیب اور پھول ہین الف زائد ہین۔

ناسخ

معطر اُسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا	حباب بحر ہر اک شیشۂ گلاب ہوا

اور **ایطائے جلی**۔ وہ ہے کہ اُس مین تکرار ہوتی ہے جیسے چلتا ہے اور کہتا ہے۔ جانے والا اور رونے والا۔ قادران اور فاضلان دیوے اور جاوے چاہنا اور مانگنا پس تا ہے چلتا ہے اور کہتا ہے مین اور نے والا جانے والا اور رونے والا مین اور وے دیوے اور جاوے مین اور نا چاہنا اور مانگنا مین اور الف و نون قادران و فاضلان مین مکرر زائد واقع ہوئے ہین اگر ان کو حذف کردین تو حرف روی مین اختلاف ہوجائے گا اور ایطا مین یہی قاعدہ کلیہ ہے کہ جب حروف زوائد علامت کو کسی کلمے کے آخر سے دُور کردیا جائے تو قافیہ درست تر ہے اس طرح کے الفاظ کا ایک بیت کے قافیہ مین لانا درست نہین ہان اس طرح اگر قافیہ کیا جائے تو درست ہے جلتا ہے چلتا ہے جانے والا آنے والا دیوے لیوے چاہنا کراہنا فاضلان واصلان اس قسم کے الفاظ کا قافیہ بے عیب ہے اگر کوئی حرف زائد ان سے گرا دیا جائے تو بھی روی کی موافقت مین فرق نہ آئے گا دریائے لطافت مین لکھا ہے کہ جو حروف روی پر زائد ہون اُن کو گرا دینے کے بعد اگر روی دونون مصرعون مین موافق نہ رہے تو قافیہ کے معیوب اور غلط ہونے مین شبہہ نہین اس وجہ سے یہ کہنے کا حق حاصل نہین کہ متقدمین فارسی مین ایسا قافیہ لائے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ اختلاف تصریف کا نفی اور اثبات مین جیسے کر اور مت کر مقتضی تکرار قافیہ نہین۔

میرتقی

دیکھے سب لوگ پھر کے چارون دانگ شخص ہمت کے دل کے ہاتھ نہ مانگ	مردمی یا نکی ہے عجائب سوانگ مانگے ہی تو جو کچھ خدا سے مانگ

جو کنے ہے سو تو عرض کسی سے کہ

مرزا نوشہ غالب نے لکھا ہے کہ ایطا اُسے کہتے ہین کہ دو کلمے ایک صورت کے ہون جیسے الف فاعل گویا اور بینا اور شنوا کا اور ایسا ہی الف و نون جمع مثل چراغان و جوانان کے اور ایسا ہی الف و نون مانند گریان و خندان کے پس اگر یہ مطلع مین آپڑے تو ایطاے جلی ہے اور اگر غزل یا قصیدے مین بطریق تکرار قافیہ آئے تو ایطاے خفی ہے اہل خرد نے خاک اڑائی ہے اور بات بنائی ہے اور خفی و جلی کی تفسیر مین وہ لکھا ہے کہ صاحب طبع سلیم کبھی اُسکو نہ سمجھے چہ جائے آنکہ مانے مثال ایطاے جلی کی۔

سودا

آگ شرف کے گھر لگاؤن گا	اور پلیتھن ترا لگالون گا ہے

لگاؤن گا اور لگالونگا مین الف اور لام روی ہین کیونکہ در اصل لگا اور لگال ہین اور انکے مابعد کے حروف زائد ہین جنکے حذف کردینے سے حروف روی مین موافقت نہ رہے گی۔

شاہ رحمان

بوقت سحر اُس کو مارینگے ہم	لہو خاک مین اُسکا ڈالینگے ہم

مارینگے اور ڈالینگے مین (ینگے) حروف زائد ہین جنکے حذف کردینے کے بعد روی مین اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

اسی قبیل سے ہے یہ بند امانت کے مخمس کا۔

اُدھر سے اجڑے ہوئے کاروان جو گذرینگے	ہر اک کو اپنے مسافر کا ہم پتا دینگے
نہ کب تلک دل گم گشتہ کی خبر لینگے	پھرا جو کوچۂ کاکل سے کوئی بو بہ چھینگے

سنا ہے لٹ گیا رستے مین قافلہ دل کا

تلسی

کتنی ہی جھلیون مین لپٹا ہے	صدمون سے امن مین رہتا ہے

لپٹا اور رہتا مین تاے ثقیل و رہاے مختفی روی ہین اور مابعد انکے حروف زائد ہین۔

مثنوی پدماوت

جو بے مہری نکرتی زلف خوبان	تو ہوتی مجھکو کیون شام غریبان

غریب اور خوب پر الف و نون زائد ہین۔

منہ

ستارون کے بتاؤ نیک ساعات	رجال الغیب کے سیر و مکافات

ساعت اور مکان پر علامت جمع زائد ہین۔

مثنوی زلد من مولفہ نکہت

ہر ایک سے تھا مراد خواہان	مطلب جویان بکوچہ پویان

دونون قافیون مین الف و نون زائد ہے۔

سخن سخن مولف سروش سخن

لا ساقی وہ شراب کہ جس مین ہون مستان	پی کر جسے مین توڑون سبو اور گلابیان

مستان اور گلابیان مین (یان) حروف زائد ہین جو حذف کر دینے سے دونون قافیون کی ردی مختلف ہو جاتی ہے۔

میر شیر علی افسوس

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبون کے	چمن مین پھول گویا آج ہین تیرے شہیدون کے

عندلیبون اور شہیدون مین (ون) زائد ہین جن کے حذف ہونے کے بعد روی مین اختلاف آجائیگا

معصوم علی

تو انیس دل غمزدیان ہے	مرہم زخم سینہ ریشان ہے

دونون مصرعون مین الف اور نون جمع کی تکرار ہے۔

انقلاب رڑکی مولفہ ہاتف

نہین دیکھتے دوست دشمن کی آنکھین	لگی ہین رقیبون کی کیا کیا نہ گھاتین

عبرت

رکھین مالن نے پیش شاہ خوبان	یہ رکھ کے عرض کی پھولون کی چھڑیان

خوبان اور چھڑیان مین (ان) زائد ہین۔

سودا

یہ ٹکا گاڑھے کا کب تلک باندھون	موٹی شلوار تا کجا پہنون

باندھون اور پہنون کے حروف زوائد کو حذف کر دیا جائے تو روی مین موافقت باقی نہ رہے۔

ولہ

چیرا مین تیس گز کا باندھون گا	سر رخ ہی باندھو کا پہرون کا

اگر باندھونگا اور پہرونگا کے حرف زائد کو حذف کردیا جائے تو ردی مین موافقت باقی نہ رہے
ستعارف نسخون مین پہرونگا ہی اگر اسکی جگہ پہنون گا ہو تب بھی وہی قباحت باقی ہے۔

ولہ

تومین جامہ بھی اُس کا بنواؤن	اونچی چولی کا تنگ سلواؤن

بن اور سل مین نون اور لام حروف اصلی ہین باقی زوائد جنکے حذف کرنے کے بعد حروف ردی
کی موافقت باقی نہین رہے گی۔
اسی قبیل سے ہے۔

انیس

ہر سمت تھی سنان پہ سنان مثل خارزار	ہر صف مین تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

زار کلمۂ زائد ہے جس کے دُور کر دینے سے ردی کی مطابقت نہین رہتی اور زار کا زائد اور
مکرر ہونا خوب ظاہر ہے۔

ولہ

قربان صنعت قلم آفریدگار	تھی ہر ورق پہ صنعت ترصیع کردگار

گار کلمۂ زائد ہے جسکے دُور کر دینے سے ردی مین مطابقت نہین رہتی۔

منشی

لیا خسرو نامور نے خراج	دیا اُس کو ہر تاجور نے خراج

نامور اور تاجور مین ور کلمہ زائد کے دُور کرنے سے حرف ردی کی مطابقت نہین رہتی اور ور کا
زائد اور مکرر ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ایطاے جلی کے قبیل سے ہے کہ قافیہ مین کلمۂ واحد کی
معنی واحد پر تکرار ہو یعنی ایک لفظ ایک معنے مین مکرر لایا جائے جیسا کہ اس مطلع مین۔

میر درد

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا	ہم سبھی مہمان تھے وان وہ ہی صاحب خانہ تھا

دیوان نعیم کے قلمی نسخے مین ایک غزل دیکھی ہے جسکے مطلع مین ایطا ہے۔

جفا پیشہ ہو جو کوئی کسی کا درد کیا جانے	تکلف برطرف ظالم کسی کا درد کیا جانے

کسی نے اُس سے پوچھا میرے تئین یہ کون ہے سچ کہہ
کہا ہنسکر مین کیا جانون اُسے میری بلا جانے

بشیر خان لکنت

ہزارون ہمنے گل کھائے بدن پر	فدا جب سے ہوے اُس گلبدن پر

اور یہ کہنا کہ گل بدن اسماے معشوق مین سے ہی تفرقہ معنی ہو کر قافیہ جائز ہے دُرست نہین اسی قبیل سے ہے نادر علی نادر لکھنوی کی مثنوی کا یہ شعر۔

نہ ایسا کوئی شہر آباد ہے	کہ آباد جو فرخ آباد ہے

اگرچہ شعرا بسبب زور طبیعت کے ایک لفظ کو ایک ہی معنی پر قافیے مین کئی طرح سے لاتے ہین لیکن مطلع غزل و قصائد اور اشعار مثنوی و قطعات مین جائز نہین چنانچہ آتشؔ نے ایک غزل اسی قسم کی لکھی ہے لیکن اُس مین قافیہ کا مطلع مین مکرر نہ لانے کا اشارہ کر دیا ہے کہتے ہین۔ ع

اس زمین مین وہی اک باغ لگا دے آتشؔ	جو کہ طوبے کی بھی چوٹی کو کتر لیتا ہے
یعنی اور ایسی غزل لکھ کہ بس اک مطلع چھٹ	جس مین ہر بہر کے یہی آوے تبر لیتا ہے

میر یار علی تخلص بہ جانؔ صاحب اس غزل کے قافیہ مین ایک لفظ کو ایک ہی معنی مین بار بار رہا ہے۔ ع

مرجاؤن تو نہ آئے وہ بندی کی گور پر	کیا ہون گدھی مین جان دون بہرام گور پر
پروانے باجی صبح سے مرتے ہین شام تک	روتی ہی شمع رات کو عاشق کی گور پر

کل غزل کا یہی طور ہے بجز مطلع کے کہ اس مین لفظ گور تجنیساً واقع ہے اور مصرعون مین بجز معنی قبر کے نہین ہین۔ خواجہ محمد مرتضےٰ خان بقاؔ نے چودہ شعر کی غزل لکھی ہے جس مین تین مطلع ہین تیسرے شعر کے دوسرے مصرع مین سو قافیہ ہے اور جائیگا ردیف باقی تمام شعرون مین یہی قافیہ اور ردیف ہے اور اس قافیہ کو بارہ شعرون مین نئے نئے مضامین کے ساتھ باندھا ہے۔ ع

ہوش ہر مایہ افساد کا کھو جائے گا	آپ جاگینگے تو فتنہ ابھی سو جائے گا
دل کی بیتابی کا قصہ مین سناؤن کسکو	ایک ہشیار وہ عیار ہے سو جائے گا

مولوی عبداللہ کانپوری عزمؔ تخلص کی ایک غزل ہی جسکا مطلع یہ ہی۔ ع

سُنا جو تار عنقا کی لطف کا	یہی وہ بال ہے تیری کمر کا

گیارہ شعر کی غزل ہی باقی تمام شعرون مین قافیہ کر ہی ہی یہ دو شعر بھی اُسی کے ہین۔ ع

نہ ہو جو عضو وہ عیب بدن ہے	نہونا وصف ہے یان تو کمر کا
جسے کہتے عدم ہین وہ یہی ہے	مین سمجھا مرکے یہ نکتہ کمر کا

عبد الاحد متخلص بہ احد کے دیوان مین ۲۵ شعر کی غزل ہے مطلع کے مصرع اول مین بسمل قاتل آیا ہے باقی سب جگہ قاتل قاتل ہے یہ اشعار اُسکے ہین۔

بعد مرنے کے بھی یہ شوق شہادت ہے مجھے	پھر جو جی جاؤن تو کہنے لگون قاتل قاتل
اس قدر دید کی حسرت تھی پس مرگ مجھے	مردم دیدہ پکارا کیے قاتل قاتل
تو پئے قتل اگر تیغ بکف ہووے کبھی	سارے عالم سے صدا آئے کہ قاتل قاتل
یاد آئے گی جو لذت تہ شمشیر کی وان	روح جنت مین پکارے گی کہ قاتل قاتل
کشتۂ تیغ ادا ہون مری تربت سے احد	بعد مُردن بھی صدا آئے گی قاتل قاتل

امانت کی ایک غزل بین شعر کی ہے مطلع مین توجان اور ہڈیان قافیہ ہے باقی تمام شعرون مین ہڈیان قافیہ کیا ہے۔

رباعی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط کے بندون مین ایطا بالکل ناجائز ہے جیسے مرزا دبیر کے شعرون ان بندون مین۔ ع

اب عقل ہماری یہی کرتی ہے گوارا	لشکر پسر فاطمہؑ کا کٹ گیا سارا
عباس بھی پیارا ہے اور اکبر بھی ہے پیارا	ان دونون کا مرنا نہوا شہ کو گوارا

ولہ

کہنے لگا پکار کے یون شمر بد شعار	بس رو چکے اسیر ہون اونٹون پہ اب سوار
تاکید کر رہے تھے ہزارون ستم شعار	پر چھوڑتی تھین لاش کو بیبیان نہ زینہار

انیس

چار آئینہ والون کو نہ تھا جنگ کا یارا	جو رنگ تھا سینہ تو کلیجہ تھا دو پارا
کہتے تھے زرہ پوش نہین جنگ کا یارا	بچ جائین تو جانین کہ ملی جان دوبارا

جوشن کو سنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دام اجل ہے

امانت

عشق کے نام سے آگے نہ خبر تھی واللہ	حال یون دل کا نہ تھا حسن پرستی سے تباہ
جھیپتی آنکھ حسینون سے سدا تھی واللہ	دیکھتا تھا کسی معشوق کو بھر کر نہ نگاہ
کوئی کہتا تھا جو عاشق تو مین کٹ جلتا تھا	اچھی صورت پہ کبھی دل نہ تڑپ جاتا تھا

رباعی ناسخ

وہ موتمن افضال الٰہی سے ہین	خوش رات دن افضال الٰہی سے ہین
ہے مصرعۂ تاریخ بقول ناسخ	وہ موتمن افضال الٰہی سے ہین

اس رباعی کا مصرع اول وچہارم ایک ہے اسلیے ایطاے جلی واقع ہوا ہے اور مصرع ثالث
مین بقول ناسخ لکھدینے سے عیب کا تدارک کچھ ہوگیا ہے خواجہ نصیرالدین طوسی کے قول سے
معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط مین اگر ایطا واقع ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ فرماتے
ہین مع در قوافی بیجہا و مثنویہا و خانہاے مربع و مسمط استقصاے بسیار نکنند و استعمال بعضے عیوب را
روا دارند انتہیٰ غرض ایطاے جلی سخت عیب ہے اور ایسے قافیے کا استعمال بہت نازیبا و قطعًا ناروا ہے
لیکن غزل خواہ قصیدے مین چودہ شعر کے بعد لانے کا مضائقہ نہین اور تکرار ایسے قافیے کی ردیف
والی غزل مین ایکبار اور قصیدے مین تین بار تک روا ہے مگر مطلع مین قبیح محض ہے اور تکرار قافیے کی
جتنی زیادہ قریب ہوتی ہے اُتنی ہی معیوب زیادہ ہوتی ہے پس سات بیت سے کم کے بعد تکرار
قافیے کی نہ کرنی چاہیے اگر سات بیت کے بعد تکرار واقع ہو تو زیادہ معیوب نہین کیونکہ کم سے کم
قصیدہ کی تعداد سات شعر ہے پس جبکہ سات بیت کے بعد قافیہ مکرر آئے گا تو یہ
فرض کیا جائیگا کہ گویا اعادہ دوسرے قصیدے مین ہوا ہے اور اگر لفظ کی تکرار دوسرے معنے
مین ہو تو وہ ایطا نہین بلکہ تجنیس ہے جیسے۔

تسلیم

کبھی دیکھے گئے نہ ایسے کان	لکھون کانون کو نازکی کی کان

میر

وہین مچھلی بکتی تھی دمڑی کی سیر	ولیکن نہ کھاتا تھا ہو کوئی سیر

ہادیعلی نجود

یہ کافر ہی درخشان اُن مین وہ مانگ	دل مجنون کو جو لیلی سے لے مانگ

صاحب برہان قاطع شاگان خفی وجلی کی تفسیر کے بعد جو فارسی مین ایطاے خفی وجلی کے نام مین
لکھتا ہے کہ ایسا قافیہ غزل بلکہ قصیدہ بھر مین ایک جگہ لانا جائز ہے مثلاً جس قصیدے مین کہ قافیہ
بان اور گران اور جہان ہو روا ہے کہ اسبان لائین اسلیے کہ فقط ایک جگہ سے تکرار معنی لازم نہین آتی
پھر خران لانا جائز نہوگا کیونکہ الف ونون اسپان وخران مین ایک معنی مین ہے اور رضا قلیخان

ہدایت انجمن آرائے ناصری مین لکھا ہے کہ مفرد کو جمع کے ساتھ قافیہ کرلے کو شائگان جلی کہتے ہین
جیسے دلبران اور مردمان کو جان اور زبان کا قافیہ کرین اور مفرد کو اسم فاعل کے ساتھ قافیہ
کرنے کو شائگان خفی کہتے ہین جیسے گویا اور بینا اور شنوا کو سما اور زلیخا اور لیخا کے ساتھ قافیہ کرنا۔
محمد بن قیس کا قول ہے کہ جب قافیے مین روی حرف اصلی نہوگا وہ شائگان نہین ہے جیسے دلبرا اور
فنا اور حرف زائد اُس وقت شائگان ہے جب قوافی مقید مین واقع ہو نہ قوافی موصول مین۔
پس میر کے اس شعر مین ۔ ع

وقت یکسان تو نہین اے دوستان | اب یہی ہے ہر زمان وردِ زبان

ایطائے جلی ہے۔ کیونکہ دوستان جمع ہے اور زبان مفرد ہے۔

ولہ

بست ہمنے دیکھے وزیر و شہان | شکار ایسے دستور سے تھا کمان

شہان جمع ہے اور کمان مفرد۔

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سرگردہ کمان | ہین پیش راہوارون کی گویا کنوتیان

کمان مفرد ہے اور کنوتیان جمع ہے اور میرزا دبیر کے اس شعر مین ایطائے خفی ہے۔

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہے شناسا | فرزند ہون اُسکا جو نبی کا ہے نواسا

کیونکہ شناسا مین الف فاعلیت کیلئے ہے اور نواسا کا الف اصلی ہے۔

تسنیم

شہ نے کہا سُن وزیر دانا | بے دیکھے سُنے کو کس نے مانا

حالی

حنین ابن اسحاق قیس دانا | ضیا ابن بیطار راس الاطبا

ناسخ

تا نبات و شجر مین اے دانا | مادے میوون کے ہون سب پیدا

اور خواجہ نصیر الدین طوسی نے لکھا ہے کہ جب قافیہ مرکب سے ایک جز مکرر واقع ہو اور سب جگہ
معنی واحد پر آئے اُس قافیہ کو شائگان کہتے ہین جیسے الف و نون جمع اور الف فاعلیت کا اور
یائے تنکیر و مصدری وغیرہ اور مراد شائگان سے کثرت نامحدود ہے اسواسطے کہ گنج شائگان

اُس گنج کو کہتے ہین جس مین مال بہت اور بیحد ہو اور قافیہ شائگان مین بھی تکرار ایک معنی کی بکثرت ہے اور شائگان کے معنی لغت مین بیگار کے بھی ہین یعنی وہ کام جو حاکم کے حکم سے بے مزدوری کیا جائے اور جس طرح بیگار کا کام ناقص وخراب ہوتا ہے اسی طرح اس قسم کا قافیہ بھی بسبب بے اہتمامی اور نقصان وخرابی کے بیگار سے مشابہ ہے یا یہ امر بھی بے مزدوری کے کام کی طرح تحکم کا ہے اور تعلق شاہ وحاکم سے رکھتا ہے مردف شعر مین شائگان کا لانا حرف گیری کے قابل نہین رہتا کیونکہ ردیف عیب قافیہ کو چھپا دیتی ہے جیسے۔

حالی

فسون جب یہ پاتی نہین کارگرد ہ	تو کرتی ہے آخر کو دریوزہ گردہ

ولہ

پڑا غلغلہ جنکا تھا کشورون مین	وہ سوتے ہین بغداد کے مقبرون مین

پہلے شعر مین علامت فاعلیت کی تکرار ہے اور دوسرے شعر مین علامت جمع کی تکرار ہی اور دونون جگہ ردیف نے تکرار کے عیب پر پردہ ڈالدیا ہے۔ س

حالی

طاؤس کو ناچنا بتایا	کوئل کو الاپنا بتایا

ناچنا اور الاپنا مین علامت مصدر کی تکرار ہے غزل اور قصیدے مین قافیہ اول مصرع کا چاہیے کہ اور ابیات کے مصرع اول مین مکرر لائین کہ اسکو ذوالمطالع کہتے ہین اور یہ خارج ہی عیب ایطا سے جیسے۔

ذوق

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے	اُنکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے
چاہین گر چارہ جراحت کا محبت والے	بیچین الماس و نمک سنگ جراحت والے
گئے جنت مین اگر سوز محبت والے	تو یہ جانو رہے دوزخ ہی مین جنت والے

ناسخ

کہنے وہ صنم جو پیرہن زرد	ہوجائے سفید یاسمن زرد
پہنا ہے جو تونے پیرہن زرد	یان جہے یرقان غم سے تن زرد
مستی سے ہو رہا ہی جو اُس کا دہن کبود	ولہ یان سنگ کو دکان ہے سارا بدن کبود

رستی سے گر رہے ہو عبث تم دہن کبود	نازک یہ ہونٹھ ہین کہ کرے گا سخن کبود

داغ

دل نہ رہا سینے مین دم کی طرح تم مرے دل مین رہو غم کی طرح	ٹوٹ گیا تیری قسم کی طرح دم نہ سہی حسرت وغم کی طرح

لیکن مصرع دوم مین نہ چاہیے ورنہ ایطا ہوگا۔

بیان سمول

سمول اُسے کہتے ہین کہ ایک جگہ قافیہ لفظ واحد ہو اور ایک جگہ ترکیب سے حاصل ہو مرزا قتیل نے چہار شربت مین لکھا ہے کہ سمول مین بنا قافیہ کی تلفظ پر ہوتی ہے لہذا کمی وبیشی حروف کی کتابت کی رو سے قابل اعتبار نہین اور مرزاے موصوف نے دریاے لطافت مین کہا ہے کہ اگرچہ سمول کو آج کل صنائع مین شمار کرتے ہین مگر دراصل قافیہ کا عیب ہے بہرکیف یہ دو طرح پر ہے ایک ترکیبی دوسرا تحلیلی ترکیبی اُسے کہتے ہین کہ قافیہ پورے دو کلمون سے مرکب ہو مثلاً۔

مرزا دبیر

صادق مثال شمس وقمر کی نہ آئے نہ	کیا تاب منھ تو دیکھو جو برو ہو آئینہ

خوشتر

خوش آئی رام کو جب خاکساری	ملی اپنے بدن پر خاک ساری

امانت

یا نون آخر کو مرا اور تری پیشانی ہے	جو مین کہتا ہون وہ اک دن ترے پیش آنی ہے

غالب

نکتہ چین ہے غم دل اُسکو سنائے نہ بنے مین بلاتا تو ہون اُس کو مگر اے جذبۂ دل	کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

ضمیر

کس سے اے چرخ کہون جا کے تری بیدادی	جو ہے دنیا مین سو کہتا ہے مجھے ایذا دی

دبیر

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہے شناسا
فرزند ہون اُس کا جو نبی کا ہے نواسا

جان اُسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا	مین وہ ہون پدر جسکا ہے دو روز کا پیاسا

مومن

ایک دن جی زیادہ گھبرا آیا	جان بیتاب کو نہ صبر آیا

ناسخ

آیا نہین وہ ماہ مہینے گذر گئے	رویا مین اسقدر کہ سفینے گذر گئے
بہم جو اُسنے کی صف عشاق پر نگاہ	پیٹیون سے تیر توڑ کے سینے گذر گئے
ہی حشر سے زیادہ جلو خانہ آپ کا	مجرائیون کے سر سے پسینے گذر گئے
وہ یار ہم پیالہ وہ ساقی وہ مے کہان	سب اپنی میکشی کے قرینے گذر گئے
پوچھا جو روکے یار نے ناسخ کے حال کو	ہنسکر کہا رقیب شقی نے گذر گئے

منت

مدعی اُس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے	ہم تمنا کو یہان مژدۂ پابوسی ہے
تہمت عشق عبث کرتے ہین منت مجپر	ہان مگر ملنے کی خوبان سے کواک خوبی ہے

تحلیلی وہ ہی کہ ایک لفظ کے ٹکڑے کئے سے قافیہ حاصل ہوتا ہے یعنے ایک لفظ کے ایک جز کو قافیہ مین شمار کرین اور ایک جز کو ردیف مین داخل کرین جیسے قاتل قضا اور بسمل قضا اور بالقضا بس بل کو قافیہ قاتل اور بسمل کے مقابل کیا اور قضا کو ردیف مین داخل کیا جیسا کہ میر مہدی کی اس غزل مین شر اور نظر وغیرہ قافیہ ہی اور سے ردیف۔ ے

ہمچشمی ہے وحشت کو مری چشم شرر سے	آتی ہی نظر پھر وہین غائب ہو نظر سے
کیون تیغ تری دشمنی کرتی ہی مرے سلتے	مجھکو تو نہین کام کسو کی بھی کمر سے
اسطرح کے رونے سے تو دل آپنا رُکے ہے	ای کاش یہ ابر مژہ دل کھول کے برسے

بر قافیہ ہی مقابل نظر اور شر اور کمر کے اور سے ردیف ہی۔

دلاور خان بیرنگ

نہین مطلب مجھے کچھ باغبان اور	دوانا ہون مین گل کے رنگ و بو کا
سدا بیرنگ رہ غفلت سے بیہوش	مثل مشہور ہے سُو یا سُو چو کا

ذوق

ساقیا ہون جو صبوحی کی نہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اُٹھین نہ ترے متوالے

رہے جون شیشہ ساعت وہ مکدر دونون
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہین دوا یہ لب جان بخش ترے
جان بلب ہین ترے آزار محبت والے

مومن

کہے ہے چھیڑنے کو میرے گر سب ہین بے تمکینا
نہ دو دن ملنے کسی معشوق اور عاشق کو آپس مین

اگر مشہور ہوا افسانہ اپنی بُت پرستی کا
برہمن کیا عجب لیجان لے آئین بنارس مین

رقیب بوالہوس نے رونما مین تیرے کب جان دی
وہ نووارد ہے کیا جانے دیار عشق کی رسمین

نہ مین اپنا نہ دل اپنا نہ تم میرے نہ جان میری
اثر کس کس کو ہو ہو بھی اگر فریاد بیکس مین

ذرا سمجھو تو جان من وصال غیر پر ہر دم
مری جان کون ہے یہ کسکی جھوٹی کھاتے ہو قسمین

امانت

رفتار کے چلن سے غضب دل لبھایے
چھوٹے سے سن مین یار بڑے تم ہو چالیے

انشا

سمند ناز پہ وہ شہسوار جو نکلا
تو غل سا مچ گیا بازار پیچ پیچ کا

لچک سی آگئی ہر شاخ گل کے شانے مین
خدا کے واسطے اپنی کمر تو مت لچکا پہ

جو خوب سوچو تو ہے نام جسکا استغنا
وہی تو اصل ہے انشا ہزار لالچ کا

سوز

جو دل کہ تھا الٰہی اس دلربا کے گھر سا
خالی پڑا ہے اب یون اُجڑا ہوا نگر سا

ساتون فلک کے دل مین سوراخ دیکھ لیجو
نکلی اگر جگر سے یہ آہ عرش فرسا

شاید کہ اپنے گھر کی دی اسنے خاک سبکی
خورشید کی کلہ پر کچھ تو دھرا ہے پرسا

جرأت

دیکھو زخمی نہ مجھے اب کوچۂ قاتل والے
ہنسکے کہتے ہین کہ آ زخم جگر سلوا لے

عشق کا جو ہو دل افگار سو بچتا ہی نہین
گرچہ قسمت سے ہون جان بر مرض سل والے

اب بجز حشر ملاقات ہماری معلوم
ہنگام نزع کوئی اُس سے ہمین ملوا لے

آج گلشن مین سنا باد بہاری آئی
غنچۂ دل کو ہمارے بھی کوئی کھلوا لے

نوا

اُس بار حنائی پر رکھتا ہون جو مین کو	اُس نازسے وہ ہنسکر کہتا ہی کہ بس سرکو

آتش

ہاتھ سے جسکے لکھی ہی جو کوئی قاتل قضا	زندگی سے تنگ ہین ہم بھی زہے عینا یا قضا
دل نہ دونگا پیشتر سے دیکھا ہون یار کو	جان حاضر ہی جو مجھسے ہوتی ہی سائل قضا

ناسخ

دے دوپٹہ تو اپنا ململ کا	ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا
درد سر مین جو سر رگڑتا ہون	تیرا دروازہ کیا ہے صندل کا
لکھون تاریخ جو وصف چشم سیاہ	ہو سیاہی مین طور کا جل کا

میر حسین تسکین

مین نے جو رکھا پاؤن پر سر کو	بولے وہ نازسے کہ بس سرکو

آتش

آئے بہار جائے خزان ہو چمن درست	بیمار سال بھر کے نظر آئین تندرست
برچھا وان اُن کا عاشق و معشوق پر پڑے	برسون رہا معاملہ روح و تن درست
سجدہ کرین بچھے بت و زنار توڑکر	چاہین حقیقت اپنی اگر برہمن درست

ظفر

واہ کیا طرز ستم تجھکو ستمگر یاد ہے	اک جہان تیرے ستم سے کر رہا فریاد ہے
کھیلتا ہی تو جو اُس مار سیاہ زلف سے	کیا نہ تجھے اے دل کوئی کالے کا منتر یاد ہی

ایسا قافیہ ایطائی طرح غزل مین ایکبار اور قصیدے مین تین بار تک گنجایش رکھتا ہی اور مطلع مین بھی آجائے تو صحیح ہی بخلاف ایطا کے کہ مطلع مین اُسکا واقع ہونا نہایت معیوب ہی ۔

بیان غلو

غلو غین منقوطہ اور لام کے ضمون سے یہ ہے کہ ایک مصرع مین حرف ردی ساکن ہو اور دوسرے مین متحرک مثال ۔

مومن

مین اگر آپ سے جاؤن تو قرار آجائے	پر یہ ڈرتا ہون کہ ایسا نہو یار آجائے

گر ذرا کو بھی ہے جوش جنون خوار و ذلیل — مجھ سے ایسا ہو کہ ناصح کو بھی عار آجائے
ٹھہر جا جوش جنون ہے تو تڑپنا لیکن — چارہ سازون مین ذرا دم دل زار آجائے
حسن انجام کا مومن مر بارے ہی خیال — یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے

اس غزل مین رائے مہملہ ردی ہی اور تمام اشعار مین وہ ساکن ہی مگر مقطع مین مفتوح ہے۔

جرأت

کیونکہ بستر پہ کرے پانون وہ رنجور دراز — جسکی خود رفتگی بھی ہو سفر دور دراز

اس غزل مین رنجور دیجور بطور قافیہ اور دراز ردیف ہے اور اس شعر کے مصرع ثانی مین دُور و دراز جو قافیہ اور ردیف ہے اس مین یہ نقصان ہے کہ باعتبار محاورۂ اصلی کے دُور کی رے کا ساکن کرنا جائز نہین اسلیے کہ دُور و دراز عطف کے ساتھ ہی پس پہلے مصرع مین روی ساکن ہی اور دوسرے مین متحرک ہے جیسے اس شعر مین۔

میر دوست محمد صالح

بیای برق ہم نتوان رسیدن از حریم او — رہ دور و دراز ست ای کبوتر بال و پر بشکن

اور محاورۂ فارسی مین اُردو والے داخل نہین کر سکتے حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ مطلع ہے

صلاح کار کجا و من خراب کجا — ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اسی قبیل سے ہے لیکن چونکہ انھون نے آگاہ کر دیا پس وہ عیب جاتا رہا اور یہ ایک عجیب نکتہ ہے حاصل یہ ہے (ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا) یعنی فرماتے ہین دیکھنا کتنا تفاوت ہے ایک جگہ حرف روی ساکن ہی اور ایک جگہ متحرک مگر یہان معترض کو گنجایش ہے کہ کہے تفاوت کو آپ جانتے ہین سوال یہ ہی کہ تفاوت تمنے کیون رکھا اسکا جواب پہلا مصرع ہی (صلاح کار کجا و من خراب کجا) یعنی مین عاشق زار دیوانہ ہون صلاح کار سے مجھکو کیا کام شعرا کے یہان یہ قاعدہ علی العموم جاری ہے کہ اگر مطلع مین یا اور اشعار مین غزل و قصیدے کے کوئی نقص آجائے اور اسکی اطلاع کر دین تو وہ عیب جاتا رہتا ہے جیسا کہ مذاق بدایونی نے اپنی اس غزل کے مقطع مین ایک امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

گر مین شیخ و برہمن الله الله رام رام اگر — زیارت گاہ ہے وہ کعبۃ اللہی کنشتی کا
ترا نامی گرامی گھر تو ابن ساقی کوثر — خضر ہے نام ای خواجہ ترے گھر کے بہشتی کا

مذاق اعجاز خواجہ سے چلاؤن ناو خشکی مین	زمین شعر تر مین قافیہ لاؤن مین کشتی کا

مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ اصل لغت مین کشتی بفتح کاف تازی ہے اور قافیہ مین یہ لفظ یہان نہین آ سکتا لیکن اعجاز خواجہ سے مین قافیے مین لاؤنگا گویا ناؤ خشکی مین چلاؤن گا یعنے ناؤ خشکی مین چلانا اور ایسے الفاظ کا قافیہ ایسے موقع پر لانا دونون امر محال ہین لیکن اعجاز خواجہ سے یہ بات ممکن ہے مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ یہ بھی عیوب قافیہ سے ہے اور قریب غلو کے ہے کہ ایک مصرع مین وہی حرف اصلی ہو دوسرے مصرع مین حرف زائد کو حرف اصلی کے حکم مین کرلیا ہو جیسے کہ یاے تحتانی لالی کی بمقابلہ یاے اصلی کالی کے۔

فراست نامۂ رنگین

اگر حد سے زیادہ ہووے لالی	اور اُس لالی پہ جتی ہووے کالی

تحشیر

صف مژگان مین ترے چمکے ہے تیر دکنی	لگئے تاراج کو اُمڈی ہے یہ فوج دکنی

پہلے مصرع مین دکنی یاے اصلی ہے اور دوسرے مین یاے نسبت زائد

میر حسن

زبس شعر کہتے ہین وہ فارسی	ہر اک شعر اُن کا ہے جون آرسی

یاے تحتانی آرسی کی اصلی ہے اور یاے تحتانی فارسی کی زائد ہے کیونکہ نسبت کے واسطے لاحق ہوئی ہے۔

جرأت

اب بجا مین جان طلب سوقت ایجانہ ہون	ترے اُٹھ جانے سے کافر ہون اگر زندہ ہون
اپنا حال اپنے ہی سے کہتا ہون مین تنہائی مین	آپ ہی افسانہ گو ہون آپ ہی افسانہ ہون
اُسکی محفل مین اگر کچھ ڈھب بنے اے دوستو	کیجیو مذکور میرا اُس کےمین ہون یا نہ ہون
منھ نہ موڑون گا تری شمشیر سے قاتل لگا	نام ہے جرأت مرا اس بات کو مردانہ ہون

حالی

یہان اور ہین جتنی قومین گرامی	خود اقبال ہے آج اُن کا سلامی
تجارت مین ممتاز دولت مین نامی	زمانے کی ساتھی ترقی کی حامی

ولہ

طبیعت مین جو اُسکے جوہر تھے اصلی ۔ ہوے سب تھے مٹی مین ملکر وہ مٹی

میر

آفرین صناع لوگو آفرین ۔ کیا لگایا باغ آگر کا غذین

بقاء اللہ خان بقا

جب دل صد چاک تیرے عشق سے بتخانہ تھا ۔ گو جیاے زلف مین شبگیر شغل شانہ تھا
ہاے جس گلشن کی ہم کرتے تھے سیرین پر سال ۔ اب یہ ہوتا ہے گمان سبزہ ہی گویا دانہ تھا

نواب کلب علی خان والی رامپور

ملا ہزار دن سے مین تجھسے اک زمانہ ملا ۔ مگر خدا کی قسم تم سا بے وفا نہ ملا
ملا ہے یار تو نواب اتنے خوش کیون ہو ۔ خدا ملا کوئی دولت ملی خزانہ ملا

آتش

سودے رُخ آن آنکھون نے دلکو دکھا دیا ۔ صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا
تشبیہ دی جو چہرۂ قاتل کے خال سے ۔ گولی نے بے تفنگ نشانہ اُڑا دیا
کافر سے بھی نہو جو کیا ناز حسن نے ۔ عاشق کے دل کو توڑ کے کعبے کو ڈھا دیا
ٹھہرا حضور یار نہ ماہ چہاردہ ۔ دن ہو گیا نقاب جو شب کو اٹھا دیا
سودائے زلف یار کی سر مین جگہ ہوئی ۔ دام بلا مین دل کو قضا نے پھنسا دیا
خدا سے رہا نہ حسن رُخ یار کا فروغ ۔ بجھنے نے اس چراغ کے دل کو بجھا دیا

پوچھا ہے عارفون سے جو ہمنے وہ ہے کہان
آنکھون کو بند کر کے ہے دل کا پتا دیا

ان اشعار مین دکھا اور لڑا اور اُڑا اور ڈھا اور اٹھا اور پھنسا اور بجھا اور پتا قافیہ ہے اور دیا ردیف اور الف جو حرف روی ہے کہین حرف اصلی ہے کہین زائد یہ بھی غلو کے قبیل سے گنے کے قابل ہے کہ ایک جگہ روی حرف ملفوظ و مکتوب ہو اور دوسری جگہ حرف ملفوظ غیر مکتوب مثلاً بیش مصنف بہار دانش کے شعر مین ۔ س

بلا لایا گھر مین اُسے دختر ۔ کہا اے گنی کر کچھ اس کا جتن

ولہ

ہوا اُسنکے خوشنود شہ یہ سخن	کیا حکم خرگوش کو دفعتہً

شاعر نے تنوین کو جو نون حکمی ہے نون اصلی کے مقابل ردی بنایا ہے تنوین اصطلاح صرف مین نون ساکن زائد کا نام ہے جو لفظ کے آخر مین تاکید کے لیے آتا ہے علامت اُس کی ایک سی دو دو حرکتین ہین اس طرح کہ لکھنے مین کسی حرف پر دو فتحے یا دو کسرے یا دو ضمے کر دیتے ہین دونون حرکتین پڑھنے مین نون ساکن معلوم ہوتی ہین لیکن نون لکھا نہین جاتا میزان الافکار مین لکھا ہے کہ نون تنوین حقیقت مین حرف جُداگانہ ہے جسکو پڑھتے ہین اور لکھتے نہین ہین اور تنوین کے جتانے کے لیے جو دو حرکتین لکھدیتے ہین یہ مبتدیون کے سمجھانے کے لیے ہے حقیقت مین نون تنوین کی یہ شکل نہین بہرصورت اہل لغت نون تنوین کو نہین لکھتے بخلاف عروضیون کے کہ وہ نون تنوین کو لکھتے ہین اس طرح فعلُنْ (فعلٌ) آتش کے اس شعر مین بھی ردی کا مدار تلفظ پر ہے۔ ؎

ہاتھ سے تیرے لکھی ہے جو کوئی قاتل قضا	زندگی سے تنگ ہین ہم بھی ہمینا بالقضا

بیان تضمین

قافیہ کی اصطلاح مین تضمین جس عیب کا نام ہے وہ اُس تضمین سے جو شاعری مین متعارف ہے جُدا ہے یعنے ایک مصرع مین ایسا قافیہ لانا کہ اُسکے معنی مصرع ثانی پر موقوف ہون اگرچہ اس کا عیب مین داخل ہونا کوئی وجہ نہین رکھتا اور حق وہی ہے جو مولوی امام بخش صہبائی لکھ گئے ہین مگر ناچار بہ تقلید گذشتگان ہمنے بھی عیوب مین لکھدیا مثال اسکی۔

دبیر

ناچیز سہی کم سہی رُتبے مین مین اِلّا	بابا کے غلامون کے بھی حق مین کہا کیا کیا
ہاتھ اُن کا پکڑ کر حسنؑ پاک کو سونپا	عباس غلامون سے بھی کم مرتبہ ٹھہرا
میراث کی خواہش ہے نہ ورثے کی طلب ہے	پر بھائیون مین میری حقارت تو غضب ہے

لفظ اِلّا کے واقع ہونے سے دریافت ہونا معنے کا اُسکے مابعد پر منحصر ہے۔

مومن

کچھ نہ کچھ کر گئے اثر طعنے	کہ ہوا مہربان فلک یعنے

کئی دن بعد ایک شب تنہا	اتفاقاً بی بی وہ مہ سیما

انیس

صغرا کی تو دلمن سے کچھ آئی نہین خبر اکبر نے عرض کی کہ ہین سب خیر سے مگر	جلدی کہو کہ منہ سے نکلتا ہے اب جگر لٹتا ہے کوئی آن مین خیر النسا کا گھر

ملتی نہین رضا ہمین آنسو بہاتے ہین
بابا گلا کٹانے کو میدان مین جاتے ہین

میر

جگر مین اپنے باقی روئے روتے کبھی جو آنکھ سے چلتی ہے آنسو	اگرچہ کچھ نہین اے ہم نشین پر تو پھر جاتا ہے پانی سب زمین پر

منشی

تو مائل ہوا سو سے کشتی اگر نہین چاہتا یہ کہ تجھ سا جوان	تو ہان مین بھی کشتی کو حاضر ہون پر مرے ہاتھ سے کشتہ ہووے یہان

یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ ایک لفظ مفرد کے دو جز کر کے بعض کو مصرع اول کے قافیے مین اور بعض کو مصرع ثانی کے ابتدا مین لے آتے ہین اشعار عرب مین ایسا قافیہ کثیر الاستعمال ہی صاحب قصیدۂ بردہ فرماتے ہین۔

محمد سید الکونین والثقلی	ن والفریقین من عرب ومن عجم

مصرع پہلا یاے ثقلے پر تمام ہوا اور نون مصرع ثانی مین شامل ہے۔ مگر فارسی اور اردو مین یہ امر نہایت معیوب ہے ایسا کوئی نہین کرتا مگر بسبیل ظرافت اور ہزل کے جیسے مولوی جامی کی اس رباعی مین ؎

اے شادی عید چون بکام دل اع ذورم بر اہل دل کز آزادی مح	دایم شدہ محبوس درین غمکدہ مح بوس ست بر سم عید ہم از تو طمع

مصرع اول کے آخر اور مصرع دوم کے اول جز سے اعدایم اور مصرع دوم کے جزو آخر اور مصرع سوم کے جزو اول سے معذورم اور مصرع سوم کے جزو آخر اور مصرع چہارم کے جزو اول سے محبوس حاصل ہوتا ہے اُردو مین ایسی تو کوئی مثال نہین ملتی مگر اس کے قریب قریب مولوی محمد اسمعیل کا یہ شعر ہو سکتا ہے۔ ؎

جو ہین آفتاب تابان — نے چھپایا اپنا جلوہ

اسی قبیل سے ہے حکیم منظر حسین اظہر کی نظم غیر مقفے ہین۔

جہان میرے سارے کامون — جہان میرے سب خیالون

ہین فقط تو ہی ہو رہبر

بیان تغیر

یعنے اشعار مین قافیہ بدل ڈالنا یہ بھی عیب ہے مگر اشارہ کردینے سے کوئی عیب باقی نہین رہتا اور شعراے ریختہ اکثر مقطع مین اس امر کا اشارہ کردیتے ہین اسکی مثال یہ ہے۔ تیغ

آدمی چیز ہی کیا اسنے نہ چھوڑے پتھر — جو نکے حسن جلوے نے سب طور کے کوہ کر
لکھ غزل اور بدل قافیہ التشا کر شرار — نکل آئے ہین بہت تو نے یہ چھوڑے پتھر

ولہ

کھاوین ہر چند کہ بارش کے تڑ تڑ پتھر — پر نہین کب مرے اشکون کے دریڑے پتھر
لکھ غزل اور یہ تبدیل قوافی آتشا — تو نے آخر تو ہین اس بحر کے چھیڑے پتھر

ولہ

فوج لڑکون کی جڑے کیون نہ تڑا تڑ پتھر — ایسے خبطی کو چبا جائے جو کڑ کڑ پتھر

ولہ

غزل انشا اور بھی ایک لکھ اسی بحر اور ردیف کی — کہ زبر کے قافیے جسمین ہون مجھے نفرت لگی زیر سے
نہ تو کام رکھیے شکار سے نہ تو دل لگائیے سیر سے — بس اب آگے حضرت عشق جی چلے جاؤ گھر ہی کو خیر سے

جرأت

نہ جی کو دل کی خبر ہے نہ دل کو جی کی خبر — ترے بغیر کسی کو نہین کسی کی خبر
بدل کے قافیہ کہیے غزل اک اور ای طبع — جو ہو بچے شاعرون تک اپنی شاعری کی خبر

مطلع

بتائین ہم نغسان کیا مین گلستان کی خبر — قفس مین مجھکو نہین اپنے آشیان کی خبر
بسان شمع کرین سوز دل بیان کیا خاک — زبان رکھتے ہین لیکن نہین زبان کی خبر

حسن

آتے آتے آج گردہ گلبدن رہجائے گا — بیکلی سے مرکے تو یہ خستہ تن رہجائے گا
گر کہے گا یان بدل کر قافیہ اور اک غزل — شاعرون مین نام تیرا اے حسن رہجائے گا

مطلع

آشیان بسکہ باغ مین اپنا لشان رہجا ئیگا
ہم چلے جاوینگے اور یہ آشیان رہجائیگا

ہا اور الف کا قافیے مین جمع کرنا

شعراے ریختہ بعض جا ہاے آخر الفاظ کو قافیے مین الف سے بدل دیتے ہین جیسے۔

ہوس

ہون عشق پسر سے غم رسیدا
آگاہ کرو کہ یہ ہوا کیسا

دیگرہ

پردہ رہے نامۂ عمل کا
کھلجائے نہ قبر مین لفافا

رند

خار کرتا ہے جوانمردون کو سفلون کو عزیز
سن تو چرخ پیر کیا تو بھی کمینا ہوگیا

وقت فکر شعر اگر آیا بناوٹ کا خیال
گل رُخِ رنگین ہوا شبنم پسینا ہوگیا

کب محیط غم مین ڈوبا جسکا تو حامی ہوا
ہر حباب اُسکے لیے گویا سفینا ہوگیا

اس مہینے مین بھی ہر روسے رہا پہلو تہی
عید کا بھی چاند خالی کا مہینا ہوگیا

گھر ہوا ہے عشق کا اُس عرش مسند کے یہ دل
آسمان کو ٹھے کا جسکی ایک زینا ہوگیا

دوسرا مجھ سا نہوگا کوئی برگشتہ نصیب
کی محبت مین نے جس سے اُسکو کینا ہوگیا

اب کہان وہ اینڈنا مستو نکا وہ ہو حق کہان
ساقیا موقوف جب سے مے کا پینا ہوگیا

اب نہین دل مین کدورت رند حاصل ہے صفا
جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینا ہوگیا

لیکن یہ بھی شرط ہی کہ وہ لفظ کسی اور لفظ سے ترکیب نہ دیا گیا ہو ورنہ قافیہ غلط ہوگا جیسے ان شعرون مین مرزا دبیر کے۔

مین سوزن مژگان سے ترے زخم سیون گا
موجود مرا رشتۂ جان ہے پے بخیہ

ولہ

کہتی تھی کہ آئے نہ یہان شاہ مدینہ
گذرا ہمین رستے مین محرم کا مہینا

ولہ

ہنس کر جو مان کی گود مین چوتھا مہینا تھا
عابد کو تب تھی زرد جمال سکینہ تھا

ولہ

خاموش دبیر اب کہ ہے جی تن سے روانا	اللہ سے کر عرض کہ اے رب زمانا
از بہر حسینؑ و حسنؑ اے خالق دانا	جو مجھ سے جلین تو انھین دوزخ مین جلانا

سیونگا اور بے بخیہ۔ رب زمانہ اور دانا۔ شاہ مدینہ اور مہینا اور جمال سکینہ کا قافیہ جائز نہین بسبب مضاف الیہ ہونے بخیہ اور مدینہ اور زمانہ اور سکینہ کے (مستفاد از تحقیقات مولوی عبدالغفور خان نساخ۔)

میر

گئے پاس اُسکے وہ شیخ زمانہ	رکھا پھر اُسکے آگے لاکے کھانا

شیخ زمانہ اور کھانا کا قافیہ جائز نہین بسبب مضاف الیہ ہونے لفظ زمانہ کے۔

مرزا محمد سعید الدین احمد خان طالب

ملایک کو مری مٹی عزیز اور محترم ہوتی	اگر مین خاک در ہوتا معین الدین چشتی کا
نہ جچے میری نظر مین جلوہ کون و مکان کیونکر	کہ مین ہون محو نظارہ معین الدین چشتی کا

بات اور رات وغیرہ کو قافیہ مین ہاتھ اور ساتھ کے ساتھ جمع کرنا

شعرا بات اور رات اور ہیہات اور گات وغیرہ کا قافیہ ساتھ اور ہاتھ بھی کر لیتے ہین مگر غور کیا جائے تو ایسا قافیہ درست نہین کیونکہ ہاتھ اور ساتھ مین ہائے مختفی بھی ہے اور رات اور بات اور گات اور ہیہات مین نہین۔

علی محمد خان علی تخلص

دھیان مین لائے ہین جب بھری کسی کی گات ہم	مارتے ہین تب مین چھاتی پہ دونون ہاتھ ہم

رحمت رامپوری

عجب گردش مین اپنی ندنون اوقات کٹتی ہے	غنیمت ہے کوئی ساعت جو تیرے ساتھ کٹتی ہے

دلیر شاہ دلیر

پھر بھی یارب جو کبھی دن رات ہو
یار ہو ے ہو گلے مین ہاتھ ہو

دبیر

دیکھینگے حضور ایسی کوئی بات نہو گی	روح آپکی بیمار کے کیا ساتھ نہوگی

اسی قبیل سے ہی سودا کے ان اشعار مین باٹ کا قافیہ ٹھاٹھ کے ساتھ جسکے آخر مین تاے ہندی کے تلفظ مین ہا مخلوط ہی جیسا کہ نفائس اللغات مین مذکور ہے۔ ؎

مظہر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ	سودا یقین جان کہ روڑا ہی باٹ کا
آگاہ فارسی تو کہے اُسکو ریختہ	واقف جو ریختہ کے ذرا ہووے ٹھاٹھ کا

چوتھا شہر اقسام قافیہ مین باعتبار وزن کے

طلسم کشایان گنجینۂ سخن تحریر کرتے ہین کہ موافق قول خلیل بن احمد عروضی کے حد قافیہ کی باعتبار وزن شعر کے حرف آخر ساکن سے اُسکے ماقبل کے حرف ساکن تک ہی برابر ہی کہ کلمہ کا جز ہو یا پورا کلمہ ہو یا ایک کلمہ پورا اور دوسرے کلمے کا جز ہو یا پورے دو کلمے ہون پس مصحفی کے اس شعر مین۔ ؎

تیغ نے اُسکی کلیجہ کھالیا	اُس نے آپ ہی مجھے سنگوالیا

کھالیا اور سنگوالیا مین دو الف اور دو حرف متحرک کہ اُنکے درمیان مین واقع ہین قافیہ ہین چنانچہ کھالیا مین دو الف اور انکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک اور سنگوالیا مین دو الف اور اُنکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک قافیہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ خلیل کے نزدیک کھالیا مین کاف عربی کی حرکت اور سنگوالیا مین واؤ کی حرکت بھی قافیہ مین شمار ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاف عربی اور واؤ قافیہ سے خارج ہین مگر سکاکی اور صاحب خزرجیہ نے لکھا ہے کہ یہ دونون بھی خلیل کے نزدیک قافیے مین داخل ہین اور انیس کے ان شعرون مین بھی قافیہ کا یہی حال ہے۔ ؎

ہاتھون مین لے چلے جو اُسے شاہ اولیا	بانو پکار رہی لونڈی کو صاحب جلالیا
بجھانے پر حسین کے بانو نے رو دیا	دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکالیا

ولہ

یہ وہ ہے رہا راہ خدا مین جو مجاہد	یہ سابق الایمان ہے یہی عابد و زاہد
پیدا ہوا جب خلق مین اُسکا ہون مین شاہد	سجدہ نہ کیا اور کو جز خالق واحد

مجاہد اور عابد اور شاہد اور واحد مین الف اور دال اور اُنکے درمیان کے حروف قافیہ ہین اور

دوسرے قول کے مطابق جیم اور زاے معجمہ اور شین منقوطہ اور رداؤ کی حرکات بھی قافیے مین شامل ہین پس حرف ساکن تک جس قدر فاصلہ زیادہ ہوتا جائے گا قافیہ کا نام بھی علیحدہ بدلتا جائے گا جیسا کہ ہم آگے بیان کرینگے اور اس قول کے موافق قافیہ نُو حرفون مین منحصر نہ رہا اور ان حرفون کا کچھ نام نہین ہے اور اگر آخر بیت مین دو حرف ساکن واقع ہون تو وہ دونون ساکن اور اُنکے ماقبل کی حرکت قافیہ ہے جیسے۔

رضا

خواہ نزدیک رکھو خواہ رکھو دُور ہمین	دیکھنا ایک نظر تمکو ہے منظور ہمین

کہ بیان دور مین داو اور را اور دال کا ضمہ قافیہ ہے اور منظور مین داؤ اور را اور ظاے معجمہ کا ضمہ قافیہ ہے۔

خلیق

گُلرُخون مین وفا کا پاس نہین	جون گل کاغذی مین باس نہین

پاس اور باس کا الف اور سین قافیہ ہے اور باے عربی اور باے فارسی کی حرکت بھی قافیے مین داخل ہے۔ اور اخفش کے نزدیک شعر کا تمام کلمۂ آخر قافیے مین داخل ہے اور بعضے تنہا حرف روی کو قافیہ اعتبار کرتے ہین اور بعض حرف ماقبل روی کو بھی قافیے مین شامل کرتے ہین پس جبکہ خلیل کے نزدیک قافیہ دو ساکن مین منحصر ہوا تو اُسکی پانچ صورتین ہوئین **اول** مترادف یعنی لفظ قافیہ کے آخر مین دو ساکن بلافصل آدین جیسے نوک جوک۔ نور جور **دوم** متدارک جس مین درمیان دو حرف ساکن کے ایک حرف متحرک ہو جیسے دلبرا خگر۔ بہتر بدتر **سوم** متدارک جس مین درمیان دو حرف ساکن کے دو حرف متحرک واقع ہون جیسے طنطنہ۔ غلغلہ۔ حوصلہ ولولہ۔ باخبر بے ہنر **چہارم**۔ متراکب یعنی وہ قافیہ جس مین دو حرف ساکن کے درمیان تین حرف متحرک واقع ہون جیسے قبلۂ من کعبۂ من بسترِ غم خارِ الم **پنجم**۔ متکادس یعنے وہ قافیہ جس مین درمیان دو ساکن کے چار حرف متحرک واقع ہون اسکی مثال اُردو مین نہین یہ قسم عربی سے مخصوص ہے فارسی مین بھی مستعمل نہین۔

قافیہ مترادف

یہ قافیہ آٹھ بحرون مین آتا ہی ایک بحر ہزج اس مین جب آوے گا کہ عروض و ضرب مقصور

ہون یعنے مفاعیل یا اہتم ہون یعنی فعول یا ازل ہون یعنی فاع یا مسبغ ہون یعنی مفاعیلان یہان مجملاً مثال قافیۂ مترادف کی دیجاتی ہے۔

ضعیفی سے کرون اُسکی مین کیا بات (مفاعیل)	سودا کہ جسنے لہ بھی بڑھیا آگ کی مات (مفاعیل)

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

مرغان چمن ہین نغمہ پرداز (مفاعیل)	کرتے ہین بذوق وشوق پرواز (مفاعیل)

مومن

اے خواجۂ خواجگان دم ختم وعتاب (فعول)	کیا تاب کہ دیسکے کوئی تجھکو جواب (فعول)

ولہ

یہ کچھ رہ سُنت نہ طریق توحید (فاع)	پھر کیا ہے ضرور سبکی یکسان فہمید (فاع)

ذوق

قلم تا راستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین (مفاعیلان)	قلم زن تا ہو مشک افشان کاغذ خط سے مشک آگین مطلع (ن)
زبان پر تا سخن ہو اور سخن مین معنی رنگین (مفاعیلان)	سخن تا داد چاہے اور تا اہل سخن تحسین (مفاعیلان)

فائدہ یہ قول بعض مؤلفین کا کہ قافیہ مترادف بحر ہزج مین جب آئیگا کہ عروض ضرب مقصور یا اہتم ہون از راہ انحصار نہین ہے کیونکہ اس بحر مین جب عروض وضرب ازل یا مسبغ ہون تو بھی آسکتا ہے جیسا کہ اوپر کی مثالون سے واضح ہوا دوسرا بحر رمل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقصور یا مسبغ ہون اور قصر و تسبیغ رکن سالم مین ہون یا مزاحف مین **مثال** قافیہ مترادف کی بحر رمل مین۔

مومن

اُس ملنے کی نہین مرنا محال (فاعلان)	ہر طرح سے ہم ہین محروم وصال (فاعلان)

یہان قصر رکن سالم مین ہے اس لیے کہ فاعلاتن سے فاعلات مقصور ہے جس کو فاعلان سے بدل لیا ہے۔

ولہ

فکر واندیشۂ انجام و مآل (فعلان)	وہم ناکارہ و بے صرفہ خیال (فعلان)

یہان قصر رکن مزاحف مین ہے اسلیے کہ فعلاتن مخبون کو مقصور کرنے سے فعلات عین کے کسرے سے بنا ہے جسکو فعلان سے بدل لیا ہے۔

ولہ

کچھ پشیمان کہ کیون کی تھی چاہ (فعلان)	اُسکا انجام نہ کیون سوچے آہ (فعلان)

عروض وضرب مین تسبیغ رکن مزاحف مین واقع ہوئی ہے اس لیے فعلن (بسکون عین) مقطوع یا ابتر کو تسبیغ کرنے سے فعلان حاصل ہوتا ہے اسکو مخبون مسکن مقصور اور مشعث مقصور بھی کہتے ہین۔

۵

فندقی انگشت سے وہ کرتا ہی رنگ فاعلیان	اور یان دلبر ہی غم کے ہاتھ سے سنگ فاعلیان)

عروض وضرب مین فاعلیان سالم مسبغ ہے۔

فائدہ مولوی امام بخش صہبائی قافیہ مترادف کے بیان مین لکھتے ہین کہ بحر رمل مین جب ہوتا ہی کہ مقصور ہو یعنی فاعلات تے کے سکون سے یا مشعث ہو یعنی مفعولن فاعلتن سے بدلا ہوا کیونکہ فاعلتن بسبب سکون لام کے مستعمل نہ تھا بدانست ناقص مؤلف کے فاعلات مقصور کا ذکر تو بجا ہے لیکن مفعولن مشعث کا لکھنا سہو سے خالی نہین کیونکہ فاعلات کے آخر مین الف ساکن پھر تے ساکن ہے اور قافیہ مترادف کی بھی یہی تعریف ہے کہ اُسکے آخر مین دو حرف ساکن بلا فصل واقع ہوں پس مفعولن مشعث مین یہ بات نہین اس لیے کہ اس مین واؤ ساکن پھر لام متحرک وسط مین فاصل پھر نون ساکن ہے تعجب ہے کہ مسبغ یعنی فاعلیان اور مشعث مقصور یعنے فعلان بسکون عین سے ذکر کو توچھوڑ دیا اور مفعولن مشعث کو لکھدیا جو مفید مدعا نہین **تیسری بحر** مضارع اس مین جب آوے گا کہ عروض وضرب مقصور یعنی فاع لان یا مسبغ یعنے فاع لیان ہون مثال۔ قافیہ مرادف کے بحر مضارع مین آنے کی۔

میر تقی

لائق تری صفت کے صفت میری ہی محال (فاع لان)	آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال (فاع لان)

ولہ

یہ ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائین (فاع لیان)	اس چرخ نے کری ہین ہمسے بہت ادائین (فاع لیان)

فائدہ یہ تشریح بعض محققین کی کہ بحر مضارع مین قافیہ مترادف جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقصور یا مسبغ ہون کیونکہ بحر مضارع مسدس کا رکن آخر مفاعیلن مقصور ہو کر مفاعیل اور مسبغ ہو کر مفاعیلان ہو جائے گا کچھ ٹھیک نہین معلوم ہوتی اسلیے کہ اول تو بحر مضارع ریختہ مین مسدس مستعمل ہی نہین مثال کے طور پر کچھ وزن مسدس عروض کی کتابون مین لکھدیے جاتے ہین دوسرے اور جو

مشتمل ہے اُس مین رُکن فاع لاتن کو آخر مین لاتے ہین مفاعیلن آخر مین نہین واقع ہوتا تیسرے مثمن بہت مستعمل ہے اور اُس مین رُکن آخر فاع لاتن کے قصر و تسبیغ کی حالت مین قافیہ مترادف کا آنا ممکن ہے جیسا کہ اوپر کی مثالون مین معلوم ہوا چوتھی بحر سریع اس مین قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلان ہون یا مجدوع یعنے فاع مثال۔

غفلت

مردسے بولے کہ نکردو نکاح (فاعلان) | زن ہے کہے چار ہین شوہر مباح (فاعلان)

قدیر

عشق محمدؐ مین دن رات (فاع) | رہوے مری صرف اوقات (فاع)

پانچوین بحر منسرح اس مین قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلات یا مجدوع یعنے فاع ہون مثال۔

شاہ نیاز احمد

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہی شور (فاعلات) | جن و ملک کے اوپر کر رکھا ہی اپنا زور (فاعلات)

قدیر

کلبۂ احزان مین آپ آئے جو تشریف (فاع) | بندہ نوازی کی کیا ہو سکے تعریف (فاع)

چھٹی بحر رجز اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مذال یعنی مستفعلان ہون مثال۔

ظفر

واللہ بغیر از پنجتن یارا کسی کو یہ کہان (مستفعلان)
جو اس بلا کو ٹالدے ہووے شفیع عاصیان (مستفعلان)
باور نہ آتا ہو جسے دیکھے عیان کا کیا بیان (مستفعلان)
لکھتے ہین دروازے اپر تاگھر رہے دارالامان (مستفعلان)

ساتوین بحر تقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقصور یعنے فعول یا مسبغ یعنے فعولان یا اثلم مسبغ یعنے فعلان بسکون عین ہون۔

میر حسن

نہفتہ اُسی سے سوال و جواب (فعول) | سہ اردو بروا سکے غم کی کتاب (فعول)

لیلیٰ مجنون مؤلفہ میر تجلی

وے غور مین نے جو کی اے ندیم (فعول) | جواہر کا تھا وہ درخت عظیم (فعول)

مومن

صبح جدائی شام غریبان (فعولان) | کامِ دلِ ناکام رقیبان (فعولان)

میر

خون باری سے چہرہ گلگون (فعلان) | خلق بسمل چشم پر خون (فعلان)
ہنسنے مین وہ صفاے دندان (فعلان) | برق خرمن عالم امکان (فعلان)

آٹھوین بحر کامل اس مین اُس وقت آتا ہے کہ عروض و ضرب مذال یعنی متفاعلان یا مضمر مذال یعنے مستفعلان ہون جیسے۔

امیر مینائی

وہ نسیم گلشن کن فکان وہ شمیم روضۂ جاودان (متفاعلان)
وہ قمر خدم فلک آستان وہ قضا علم وہ قدر نشان (متفاعلان)

صبر رامپوری

کسی دوست کو شب غم نہ تھی مرے جینے کی ذرا بھی اُمید (متفاعلان)
جو سُنا دیا کہ وہ آتے ہین نہ مرض رہا ہوئی سب کو عید (متفاعلان)

لا اعلم

تیرے ہجر سے آئی ہے لب پر جان زار (مستفعلان)
یہ بتا مجھے تو تھا کہان اے گلعذار (مستفعلان)

قافیہ متواتر

چھہ بحرون مین آتا ہے ایک بحر ہزج اس مین جب آئیگا کہ عروض و ضرب سالم یعنی مفاعیلن یا محذوف یعنے فعولن ہون۔ مثال قافیہ متواتر کی بحر ہزج مین۔

ذوق

گلستان مین ہوتا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا (مفاعیلن)
نیستان مین ہوتا لے اور نے سے نغمہ ہو پیدا (مفاعیلن)
نہال تاک مین انگور ہو انگور مین صہبا (مفاعیلن)
نشہ صہبا مین ہو اور ہو نشہ جب تک نشاط افزا (مفاعیلن)

مومن

نگاہ لطف سے کیا کیا اشارے (فعولن) | کہ منظور نظر ہو تم ہمارے (فعولن)

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

اے مہر منور رسالت (فعولن) | دیباچۂ دفتر عدالت (فعولن)

دوسری بحر رمل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنی فاعلاتن یا مخبون یعنی فعلاتن یا مخبون محذوف مسکن یعنی فعلن عین کے سکون سے ہون مثال اول۔ سودا

میری آنکھ اب نہین مہر و محبت (فاعلاتن) | ہے فقط اک ڈور کی صاحب سلامت (فاعلاتن)
گرچہ ذرمیرا نہین ہے شیشہ خالی (فاعلاتن) | تیغ ہے آمین شراب پرتگالی (فاعلاتن)

ظفر

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت (فعلاتن) | نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت (فعلاتن)

مومن

مثال سوم۔

وہی صحبت وہی ہے عالم (فعلن) | وہی ہنسنا وہی رونا باہم (فعلن)

تیسری بحر رجز اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقطوع یعنے مفعولن ہون مگر ایسا وزن ریختہ مین دیکھا نہین گیا شاید کسی نے لکھا ہو **چوتھی** بحر مضارع اس مین قافیہ متواتر جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے فاع لاتن ہون مثال۔

میر

آیا ہے ابر جب کا قبلے سے تیرہ تیرہ (فاع لاتن)
مستی کے ذوق مین ہین آنکھیں بہت سی خیرہ (فاع لاتن)

پانچوین۔ بحر متقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے فعولن ہون جیسے۔

میر

سنو سرگذشت اب ہماری زبانی (فعولن)	گئی گرچہ جانی نہین یہ کمانی (فعولن)

مومن

لیگئی میرا چین وہ بالکل (فعولن)	ساتھ سدھارے صبر و تحمل (فعولن)

چھٹی - بحر متدارک اس مین جب آئیگا کہ عروض وضرب مقطوع یعنی فعلن بسکون عین ہون جیسے -

طالب

ہردم کرتا ہون مین زاری (فعلن)	دیکھی بس بس تیری یاری (فعلن)

اور رباعی مین بھی آتا ہے بشرطیکہ عروض وضرب ابتر یعنی فع ہون کیونکہ فع کے قبل مفاعیلن آتا ہے یا مفعولن پس ان دونون کا حرف آخر ساکن بمنزلۂ حرف ساکن ماقبل فاے فع کے ہوگیا اور دو سکونوں کے درمیان ایک فے متحرک ہوگئی مثال -

مومن

یہ چند منافق سراپا بدعت (فع)	ہے کفر و ضلال و فسق جنکی طینت (فع)
بتلاتے ہین بدعتی امام حق کو (فع)	گویا کہ جہاد ہے خلاف سنت (فع)

قافیہ متدارک

نو بحرون مین آتا ہے - ایک بحر ہزج اس مین جب آئے گا کہ عروض وضرب مقبوض یعنے مفاعلن ہون جیسے -

ظفر

مین ہون ضعیف و ناتوان گر رہی یار کی گلی (مفاعلن)	اسکی ہوا وصل بھر مجھکو اڑا کے لے چلی (مفاعلن)
میرا علاج درد سر یہ ہے جو تجھ سے ہوسکے (مفاعلن)	سر سے تو میرے باندھ دے اپنا دوپٹہ صندلی (مفاعلن)

دوسری بحر رمل اس مین جب آئیگا کہ عروض وضرب محذوف یعنی فاعلن ہون جیسے -

مومن

عاشقون پر ناصحون کا ولولہ (فاعلن)	محتسب کا میکدے مین غلغلہ (فاعلن)

دیوان سوم مصحفی

تب کہا اس نے اکھٹا لیجیو (فاعلن)	آدمی کل اپنا بھجوا دیجیو (فاعلن)

تیسری بحر رجز اس مین قافیہ متدارک جب آئے گا کہ عروض وضرب سالم یعنے مستفعلن یا مخبون یعنے مفاعلن ہون۔

مثال اول۔

نظیر اکبر آبادی

جو اور کی بستی رکھے اُس کا بھی بستا ہے پُرا (مستفعلن)
جو اور کے مارے چھُری اُس کے بھی لگتا ہے چھُرا (مستفعلن)

حافظ بانکی پوری

اے ابطحی ویثربی اے محتشم اے محترم (مستفعلن)
اے مخزن صدق وصفا اے معدن جود وکرم (مستفعلن)

مثال دوم۔

مومن

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری (مفاعلن)
کثرت درد سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری (مفاعلن)

چوتھی بحر کامل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے متفاعلن یا مضمر یعنے مستفعلن ہون مثال اول۔

امیر مینائی

شب جشن خالق بحر و بر جو طلب ہوئے تو بندھی کمر (متفاعلن)
صف انبیا تھی ادھر اُدھر وہ نجوم مین صفت قمر (متفاعلن)

ولہ

کیے خلق حق نے جو انبیا انھین ایک ایک شرف ملا (متفاعلن)
جو کلیم کو ید پُر ضیا تو مسیح کو دم جان فزا (متفاعلن)

مثال دوم۔

طالب

نہ ہوئی کبھی مجھسے خطا نہوا کرو مجھپر خفا (مستفعلن) — نہ دیا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھپر جفا (مستفعلن)

پانچوین بحر متقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب محذوف یعنی فعل عین مفتوح ولام ساکن سے ہون اور اس مین دو ساکن اس طرح ہوتے ہین کہ فعل کے قبل فعولن آتا ہی اُسکا نون ساکن ہے پس فعولن کا نون ساکن بمنزلے ساکن ماقبل فا کے ہی تو نون ساکن اور لام ساکن کے درمیان فا وعین متحرک ہووے جیسے اس شعر مین۔

میر حسن

وحوش وطیورون تلک سب بے محل (فعل) — پڑے آشیانون سے اپنے نکل (فعل)
وہ ہاتھون مین سونے کے موٹے کڑے (فعل) — جھلک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے (فعل)

چھٹی۔ بحر متدارک اس مین جب آتا ہی کہ عروض وضرب سالم ہون جیسے اس شعر مین قطعۂ تاریخ رحلت شیخ امام بخش ناسخ مرحوم کے۔

رشک

رشک نے مصرع سال رحلت کہا (فاعلن) — شعر گوئی اُٹھی لکھنؤ سے ولا (فاعلن)

ساتوین۔ بحر منسرح اس مین جب آتا ہی کہ عروض وضرب مطوی مکسوف یعنی فاعلن آوین جیسے۔

سودا

اتنے لیے صبا جو آگے یہ ہم سے اڑے (فاعلن) — تا کوئی جلائے انھین یہ بھی ہین شعلے بڑے (فاعلن)

آٹھوین بحر مضارع اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب محذوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

میر

آداب سلطنت سے نہ تھا مجھکو رابطہ (فاعلن) — حرکت ہوئی مجھ سے کوئی غیر ضابطہ (فاعلن)

نوین۔ بحر سریع اس مین قافیہ متدارک جب آتا ہے کہ عروض وضرب مطوی کسوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

شہید

مجھکو نہین چاہیئے باغ ارم (فاعلن)
سر ہو مرا اور وہ خاک قدم (فاعلن)

قافیۂ متراکب

یہ قافیہ دو بحرون مین آتا ہے۔

ایک بحر رجز مین جبکہ عروض وضرب مطوی یعنی مفتعلن ہون جیسے۔

قدیر

اب نہین طاقت کہ سہے خون شدہ دل رنج وتعب (مفتعلن)	
	لطف کرو لطف کرو چھوڑ دو سب قہر وغضب (مفتعلن)

دوسری بحر رمل اس مین اُس وقت آتا ہے کہ عروض وضرب مخبون محذوف یعنی فعلن بکسر عین ہون اور یہان دو ساکنون کے درمیان تین متحرکون کے جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ فعلن سے پہلے فعلاتن آتا ہے اوراس کا نون ساکن ہے پس فعلاتن کا نون ساکن بمنزلہ ساکن ماقبل فعلن کے ہی تو فعلاتن کے نون ساکن اور فعلن سے نون ساکن کے درمیان تین حرف متحرک یعنے ف ع ل ہوے۔ جیسے مومن کے اس شعر مین۔

جگر و سرزنش نشتر غم (فعلن)	سینہ وقف خلش خار الم (فعلن)

فائدہ ان چارون قسمون کا قافیہ بحور مذکورۂ بالا مین واقع ہونا برسبیل حصر کے نہین اور ابیات مردف مستثنٰے ہین اور قافیہ متکاوس چونکہ عربی سے مخصوص ہے اور اشعار فارسی مین بھی گنگنش وشنگنش قافیہ نہین کرتے اسلیے کہ فاصلۂ کبرے ہے لہٰذا اُس کا بیان فضول ہے یہ مثالین جو تمام قافیونکی دی گئین اور اشعار ہر قسم کے برعایت بحور لکھے گئے اس سے یہ مطلب نہین ہی کہ ایک قصیدہ یا غزل وغیرہ مین ایک ہی قسم کا قافیہ ہونا چاہیے نہین بلکہ یہ مُراد ہے کہ قافیہ عربی مین ان پانچ قسمون سے اور ریختہ مین پہلی چار قسمون سے زیادہ نہین ہوسکتا خواہ ایک غزل وقصیدہ مین چند طرح کا قافیہ لائین اور ایک مطلع مین ایک مصرع کا قافیہ ایک قسم کا ہو اور دوسرے مصرع کا قافیہ دوسری قسم کا جیسا کہ علی العموم شائع ہے۔

اوپر کی مثالون مین اس قسم کے اشعار تلاش کرکے لکھے گئے ہین جنکے دونون مصرعون مین ایک قسم کا قافیہ ہے اور شاعر اگر اسکا التزام کرے اور دونون مصرعون مین مطلع کے یا ہر ایک شعر مین غزل و قصیدہ کے ایک قسم کا قافیہ لائے تو لزوم مالایلزم کے قبیل سے ہے۔

تنبیہ یہان یہ سوال پیش آتا ہے کہ نون غنہ محققین اہل عروض کے نزدیک حرف مین داخل

نہین ہے اس وجہ سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے ہین پھر اس شہر مین نون غنہ کا کیون اعتبار کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اہل قافیہ کے نزدیک نون غنہ معتبر ہے اور اُسکو ایک علٰحدہ حرف سمجھتے ہین چنانچہ مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین کہا ہے کہ نون غنہ عروضیون کے نزدیک حروف مین داخل نہین اسوجہ سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے اسی طرح جو حرف تلفظ مین نہ آئے یا جہان کوئی حرف دو حروف کی ترکیب سے حاصل ہوا ہو ان مین سے ایک کو شمار نہین کرتے جیسے واو خود کی اور تا و دال راست دار کی اور نون چاند کا اور اہل قافیہ ان حروف کا اعتبار کرتے ہین ۔

پانچوان شہر ردیف کے بیان مین

پوشیدہ نرہے کہ ردیف کو شعراے عجم نے اختراع کیا ہی شعراے عرب کے یہان مانند رباعی اور تخلص کے اسکا دستور نہین لیکن سکاکی نے شعراے عجم کی اتباع سے چند غزلین مردف کہی ہین اور رباعی کو اُس سے بھی پہلے دوسرے شعراے عرب نے شعراے عجم کی تقلید سے اختیار کیا ہے ۔

ردیف اس لفظ کا نام ہے جو قافیے کے بعد آتا ہے اور دو قسم پر ہوتا ہی ایک مستقل کہ براہ استقلال حقیقی آخر ابیات مین بقید تکرر وارد ہو دوسرا غیر مستقل یعنی مستقل حکمی وہ ہے جو قافیہ معمول تحلیلی مین پایا جائے کہ نصف لفظ کو قافیہ اور نصف کو ردیف ٹھہرائین مگر باتفاق جمہور یہ لفظ خواہ کلمہ ہو یا کلام مستقل اور متحد اللفظ والمعنے ہوتا ہے اور معنے شہر کے اس سے ایسے متعلق ہوتے ہین کہ بے اُسکے تمام نہین ہوتے مثال ردیف متفق اللفظ والمعنے کی ۔

سودا

جو گذرے مجھپر اُسے مت کہو ہوا سو ہوا	بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر	مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

پہلے شعر مین کہو اور جو اور دوسرے شعر مین دھو قافیہ ہی اور ہوا سو ہوا ردیف ۔

نثار

زخمی کو محبت کے سیہ رہے راحت ہے
گریون بھی تو چھڑکے تو سنگ جراحت ہے

راحت اور سنگ جراحت قافیہ ہی اور ہی ردیف ہے ۔

نواب احمد علی خان رند

حشر کو جب حساب مانگینگے
اپنے ساقی لاابالی سے
الامان شیخ وشاب مانگینگے
رندوان بھی شراب مانگینگے

پہلے شعر مین حساب اور شاب اور دوسرے شعر مین شراب قافیہ ہی اور مانگینگے ردیف۔

حالی

ہین یار رفیق پر مصیبت مین نہین
اُس بات کی انسان سے توقع ہی عبث
ساتھی ہین عزیز لیک ذلت مین نہین
جو نوع بشر کی خود جبلت مین نہین

پہلے مصرع مین مصیبت اور دوسرے مین ذلت اور چوتھے مین جبلت قافیہ ہی اور مین نہین ردیف

لموٗلفہ

اس دل دیوانہ پر وحشت ہے طاری اندنون
چین دم بھر بھی ہمین لینے نہین دیتی ہی آہ
لاکوی موج ہوا زنجیر بھاری اندنون
کام کرڈالے گی اپنا بے قراری اندنون

ان دنون دونون شعرون مین ردیف ہے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی کے نزدیک لفظونکی تکرار مشروط ہے نہ معنے کی یعنے اگر دوسرے شعر مین یہ کلمہ دوسرے معنی مین آجائے تو درست ہی جیسا کہ مرزا سلیمان شکوہ کے ان دو شعرون مین۔ سہ

گالیان سیکڑون ہر بات پہ اب دینے لگے
کس طرح ان ہونٹون کی مین کرون کیونکر تعظیم
دیکھیو جھڑتے ہین کیا منہ سے مرے یار کے پھول
دست و پا اپنے گئے دیکھتے ہی یار کے پھول

غالب

صبحدم دروازۂ خاور کھلا
خسرو انجم کے آیا صرف مین
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ
بزم سلطانی ہوئی آراستہ
مہر عالم تاب کا منظر کھلا
شب جو تھا گنجینۂ گوہر کھلا
صبح کو رازمہ واختر کھلا
دیتے ہین دھوکا یہ بازی گر کھلا
کعبۂ امن و امان کا در کھلا

تاج زرین مہر تابان سے سوا
خسرو آفاق کے منہ پر کھلا

جرأت

پُراز گوہر سرشک چشم سے دامان تر پایا	تری دولت سے بس ہی عشق ہمنے خوب بھر پایا
بکھادی پردہ داری حُسن نے یہ اُسکو خاموشی	کہین قسمت سے ہمسایہ جو اُسکے ہمنے گھر پایا
جو ازراہ تلطف پانون وہ رشک ملک رکھے	تو پہونچے کُرسی دل کا ہمارے عرش پر پایا

خواجہ نصیرالدین طوسی کا یہ بھی قول ہے کہ مستقل ہونا ردیف کا بھی ضرور نہین ہے کلمۂ ردیف مستقل ہو یا غیر مستقل دونون طرح درست ہے لیکن ردیف غیر مستقل سے خواجہ کی مراد وہ حروف قافیہ ہین جو بعد حرف وصل کے آتے ہین مثل خروج اور مزید اور نائرہ کے مگر اتفاق جمہور قول اول ہی پر ہے یعنے مستقل ہونا ردیف کا شرط ہے پس ان اشعار مین ۔

حالی

وہ نبیون مین رحمت لقب پانے والا	مُرادین غریبون کی بر لانے والا
مصیبت مین غیرون کے کام آنے والا	وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

خواجہ کے نزدیک پانے والا اور لانے والا اور آنے والا اور کھانے والا کے حرف ی وال ردیف مین داخل ہین کیونکہ یاے تحتانی خروج ہے اور واو مزید اور الف نائرہ اور لام اور الف نائرے کی فرع ہین اور جمہور کے نزدیک یہ قافیے مین داخل ہین ۔

نواب کلب علی خان مرحوم والی رامپور کی ایک غزل ہے جسکے دو شعر یہ ہین ۔

وہ چشم و رخ دکھاتے ہین سیر گل و شراب	گیسو و لب ہین پیش نظر سنبل و شراب
واعظ نماز و روزہ مُبارک رہے تجھے	یان بزم مین ہے زمزمۂ قلقل و شراب

اس مین واو حرف عطف ردیف مین داخل ہے اور شراب کے شامل ہے حالانکہ حرف معنوی کلمۂ غیر مستقل ہوتا ہے لیکن اس مین کوئی مضائقہ نہین جبکہ ردیف کے لیے استقلال ضرور نہین حرف عطف معطوف علیہ اور معطوف دونون سے تعلق رکھتا ہے ۔

شیخ امام بخش ناسخ کے کلام مین غلطی کا گمان بہت کم کیا جاتا ہے ایک مرتبہ دیوان دوم کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ردیف الہا مین یہ غزل نظر پڑی ۔ عـہ

کر دیے خط نے ترے عارض پر نور سیاہ	ہوگیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ

غرض کہ اس ساری غزل مین حد طور کافور وغیرہ قافیہ اور سیاہ ردیف ہے دوسرا شعر ہے عـہ

عـہ مطبوعۂ مطبع نولکشور ماہ فروری ۱۹۰۰ء بار ہفتم ۱۲

یاد ساقی مین ٹپکتی ہی شراب اشک کی جا	ہین مرے دیدۂ تر یا کہ ہین بلور سیاہ

اس شعر مین رائے مہملہ بلور کی کسرہ توصیفی جاتی ہے مگر محاورہ اُردو مین بعض موقع پر ساکن پڑھنا بھی جائز ہی۔ جو قیاس لغوی کے خلاف ہے شیخ مقطع مین فرماتے ہین ؎

پاس جو بیٹھکے پڑھتے تھے غزل وہ گئے دن	اب تو ناسخ کبھی گر آتے ہین ہم دور سے آہ

مقام غور ہے کہ لفظ سیاہ مین لفظ آہ جز بھی نہین کیونکہ لفظ سیاہ مین یائے تحتانی متحرک اور الف ساکن ہے اور شیخ مقطع کی ردیف مین سے ان کا ترجمہ اور آہ الف ممدودہ سے لائے ہین۔ میر نے اس سے بھی ایک عجیب کام کیا ہے کہتے ہین ؎

اثر ہوتا ہماری گر دعا مین	لگ اُٹھتی آگ سب ارض و سما مین
کفن کیا عشق مین مین نے ہی پہنا	کھچے لوہو مین بہتیرے دن کے جامے
ضعیف و زار تنگی سے ہین ہر چند	ولیکن میر اُڑتے ہین ہوا مین

ساری غزل مین دعا اور سما اور ہوا وغیرہ قافیہ اور مین ردیف ہے مگر دوسرے شعر مین جامے کو لاکر جا کو قافیہ کے مقابل مانا ہے اور مے کو ردیف کے باوجودیکہ اور جگہ مین تین حروف کا کلمہ ہے اور آخر مین نون غنہ ہے ایسی ردیف نہایت معیوب ہے۔

میر سید حسین

کوچۂ ترا اے سرو روان رشک چمن ہے	بلبل کی روش کوچے مین عاشق کا وطن ہے گلزار ہے گویا
عاشق جو شب وصل ہوا طالب بوسہ	ہو جاتے ہین خاموش وہ ہر ایک سخن مین قرار ہے گویا

شعر اول مین لفظ ہے ردیف ہے اور باقی اشعار مین لفظ مین ردیف واقع ہوا ہے اور یہ بلحاظ ہے ہان اگر اس امر کا اشارہ کر دین تو مضائقہ نہین چنانچہ شعرائے ریختہ کے یہان یہ دستور ہی کہ مقطع مین غزل آخر کے اختلاف ردیف کا اشارہ کر دیتے ہین چنانچہ انشا کہتا ہے۔

بدل اب ردیف کو اک غزل کہو انشا بحر کوئی پڑھا	کہ پرے ہی جوش عظیم سے بھی کچھ اس گھڑی تو دماغ دل
غم و درد و تاسف و یاس و الم سے دلا مجھے آہ فراغ کہان	مری جانے بلا خراب یہ کیسے خم بادہ کدھر ہی ایاغ کہان

ولہ

کل بھی محفل سے تری ہم نہ اٹھے بیٹھ گئے	بولے اُٹھ اُٹھ سبھی یا سنگ کہ گلے بیٹھ گئے
کہہ دلا اور بہ تبدیل ردیف ایک غزل	قافیے جسکے بھی تجسیم مین لے بیٹھ گئے

تپش دل ہی سے ہم ملکے گلے بیٹھے ہین	جھیڑمت شعلۂ گل بسکہ جلے بیٹھے ہین

جائز ہے کہ تمام شعر یا تمام مصرع قافیہ اور ردیف ہو جائے۔

ظفر

صنما ہم کہین تو کیا کہوین مدعی کہنے ہی نہین دیتے	الجمدرا ہم کہین تو کیا کہوین مدعا ہم کہین تو کیا کہوین

گلزار نسیم

بے رخ ترے واسطے ہوئی چین	فرخ ترے واسطے ہوئی مین

ولہ

نہ بجور جو ہون تو مین تمھین کیا	مجبور جو ہون تو مین تمھین کیا

منشی انوار حسین تسلیم

زاہدون کے طفیل سے یارب	عابدون کے طفیل سے یارب

ولہ

سونا سوگند ہو گیا اُس کو	رونا سوگند ہو گیا اُس کو

درد

ای درد بہت تو نے ستایا ہمکو	بے درد بہت تو نے ستایا ہمکو

سیّد منصور علی رامپوری

کسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین بیچین کرے اُسے بھی کوئی یارب	اِسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین جسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین

مومن

کیا مناسب تھے یہ بے باک سخن	نامناسب تھے یہ بے باک سخن

ناسخ

عشق بد ہے اسے دل نادان سمجھ گم نہ ہو ظلمات کا کل مین نہ جا	یہ سند ہے اسے دل نادان سمجھ نابلد ہے اسے دل نادان سمجھ

قول ناسخ نہ شغل عشق مین — مستند ہے ای دل نادان بجھ

رنگین

شب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا — جب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا
دل تجھکو بہت چاہتا ہے ای رنگین — اب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا

ردیف کا جو لفظ زائد واقع ہو کہ معنے سے کچھ تعلق نہ رکھتا ہو اُسے **ردیف معیت** کہتے ہین خاقانی کے عہد سے مرزا صائب کے زمانے تک تمام شاعرون کے کلام مین یہ ردیف پائی جاتی ہے مگر متاخرین نے اسے فضول سمجھ کر یک قلم ترک کردیا خاصکر مطلع مین ایسی ردیف کا آنا زیادہ تر معیوب سمجھا ہے جیسا کہ اس شعر مین مرزا دبیر کے۔

چلائی سکینہ کہ خدارا ارے لوگو — بتلاؤ نہین ضبط کا یارا ارے لوگو

دونون مین مصرعون مین پہلی ردیف بیکار ہے۔

حافظ عمر دراز فائض

ساقیا بادۂ دوشینہ کا اک جام پلا — مین نہین معتقد کفر نہ اسلام پلا

پچھلے مصرع کی ردیف زائد ہی۔

محمد حسین آزاد

اس تیرہ شب مین شاعر روشن دماغ ہی — بیٹھا اندھیرے گھر مین جلائے چراغ ہے

پہلے مصرع مین ردیف زائد ہی اسلیے کہ شاعر روشن دماغ مبتدا ہی اور بیٹھا خبر ہے دوسرے مصرع مین ہی رابطہ ہی درمیان مبتدا و خبر کے پس پہلے مصرع مین ہے کی ضرورت نہین اور جلائے چراغ حال ہے اور اس تیرہ شب مین اور اندھیرے گھر مین خبر سے متعلق ہین۔

آتش

لکھ جو یوسف انھین کوئی تو یہ کہتے ہین — ہمین بھی مجھے ہو تم نہ بکنے کے قابل کا

لفظ کا کہ ردیف ہی بیکار ہی۔

خواجہ وزیر

کیون نہ انگشت شہادت سے ہون بسمل قاتل — تیر دستی ہی رہنا نہین تیری انامل قاتل
دل ترا قتل پہ کیونکر نہ ہو مائل قاتل — آب شمشیر عناصر مین ہی داخل قاتل

ایک ایک ردیف بیکار رہی۔

ولہ

اُس صنم کو خدا کہون نہ کہون | ہے سخن گو بگو خدا حافظ

ردیف زائد ہے۔

شمس النسا بیگم تخلص بہ شرم

ہجر مین مجھکو اگر ہوگی شفا کیا حاصل | لوگ کرتے ہین عبث میری دوا کیا حاصل

دوسرے مصرع مین عبث نے کیا حاصل کو بیکار کردیا ہے۔

میر وزیر علی صبا

نقد دل ہائے چُرا کر بُت پُرفن کیسا | چپکے بیٹھا ہی جُھکائے ہوئے گردن کیسا

دوسری ردیف بیکار رہی۔

ولہ

دیکھکر رنگین ترا رخسار قیصر باغ مین | گُل سے بُلبُل ہوگئی بیزار قیصر باغ مین

دوسری ردیف زائد ہی۔

منیر

مرجع روح ملک ثانی عقل اول | زائر حضرت شاہ شہدا ہے ہے واے

اُنکی تصنیف ہین کیا کیا کتب بسوطہ | باقیات الصلحا شمس ضحا ہے ہے واے

دوسرے شعر مین ردیف فضول ہے۔

حسرت

دل اُسکی سیہ زلف کا مارا نہ جیے گا | ابھی جوڑے سے کچھ نہین چارا نہ جیے گا

دوسری ردیف بیکار ہے۔

ضامن

چشم گریان سینہ بریان سیکڑون | ہین ترے کوچے مین جانان سیکڑون

دوسری ردیف فضول ہے۔

فائق

تیرے عارض سے ہین شرمندہ اے سیمین تن یانچون	گل و آئینہ و خورشید و ماہ و نسترن پانچون

جس شعر مین ردیف ہو اُسے مُردّف کہتے ہین اور یہ مفعول ہے تردیف کا اور جس مین ردیف نہ ہو صرف قافیہ ہو اسے مُقفّٰے بولتے ہین فائدہ واجب و لازم ہے کہ غزل و نظم مین ردیف پر ہرگز کفایت و حصر نکرے جس طرح پر دائم کے شعرون مین جو طبقہ شعرائے متقدمین مین سے ہے۔

تجھ قد کی طرح سرو گلستان ہین نہین ہے	مانند لبت لعل بدخشان مین نہین ہے
مست زلف ہلا اس مین غریبون کا ہی دل فیلے	کچھ آس بھی جینے کی غرض اس مین نہین ہے

بدخشان و خراسان و گلستان قافیہ اور مین نہین ردیف قرار دے کر مصرعہ رابعہ مین قافیہ نہ رکھا اور ردیف پر اکتفا کی۔

جُرأت

دیدۂ حُسن کو بھی دید کی ہو جسکے ہوس	ساق پا ہو یہ بلورین کہ جلے اُسپہ ہوس

اگر لفظ اُسپہ کو یون لکھین اُس پے تو عیب رفع ہو جائیگا۔ مگر بے معنی ہو جائیگا۔

سودا

عاشق تو نامراد ہین بس اس قدر کہ ہم	دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کے ہم

اس شعر مین بھی اگر لفظ اس قدر کہ ہم کی کاف کو یون لکھین (کے) تو عیب نہ رہے گا۔ مگر بے معنے ہو جائے گا۔

ولہ

محمدؐ باعث ایجاد افلاک	محمدؐ علت غائی افلاک

مثنوی طالب علی خان عیشی

ہے عشق سے داغ داغ لالہ	ہے عشق اثر طراز لالہ

مثنوی گلزار عشق

واہ رے ظالم تری بے باکیان
طُرفہ تر ہین کچھ تری بے باکیان

بُدھ سنگھ قلندر

نہین ہے وصل ہمارے نصیب یا قسمت	بنے ہین غیر کے ہی وے نصیب یا قسمت
تھی جن لبون سے طمع بوسہ کا گمان بھی نہین	اب ایسے پھوٹ گئے یہ نصیب یا قسمت
ملا تھا یار ٹک اک غیر اگر نہ بہکاوے	یہ دیسی میری کمان ہی نصیب یا قسمت
نہین جو فضل قلندر تو کیون ہون نو میل	کہین اُلٹ نہین دیکھے نصیب یا قسمت

فائدہ متقدمین کا قاعدہ تھا کہ واحد کے لیے وہ اور یہ ہا کے ساتھ استعمال کرتے تھے اور جمع کے لیے وے اور یے حرف اول کے کسرے سے لاتے تھے اسی بنا پر قلندر کی غزل کا قافیہ معلوم ہوتا ہے اور اس صورت مین عیب نر ہے گا۔ ان قافیون مین ایک غلطی یہ ہے کہ حرف ما قبل روی کی حرکت کا اختلاف ہے۔

آج کل جو لوگ انگریزی شاعری کی کورانہ تقلید کرتے ہین وہ تو سرے سے قافیہ ہی کو بیکار کہتے ہین ردیف کا ذکر کیا شاید انگریزی زبان کی ساخت اسی قسم کی ہو جیسا کہ عربی مین ردیف نہایت بدنما معلوم ہوتی ہے لیکن فارسی اور اُردو مین تو ردیف نہایت لُطف پیدا کردیتی ہے البتہ ردیف کے التزام کے لیے بہت بڑا قادر الکلام ہونا ضروری ہے ورنہ ردیف کے التزام کے ساتھ آمد اور بے ساختگی قائم نہین رہتی لیکن اگر یہ خوبی ہاتھ سے نہ جانے پائے تو ردیف سے شعر چمک جاتا ہے ان دونون شعرون پر غور کرو۔

ساقیا عید ہے لا بادہ مینا بھر کے	کر گئے آشام پیاسے ہین مینا بھر کے
ولہ	
چاہنا خلق کو صہبا و صنم سے محروم	ایسی نیت پہ بہشت آپکو واعظ معلوم

دونون شعر اپنی حیثیت سے لاجواب ہین لیکن پہلے شعر کو ردیف نے کسقدر چمکا دیا ہے۔

تیسرا جزیرہ فصاحت و بلاغت مین

امام فخرالدین رازی نے نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز مین کہا ہے کہ بلاغت یہ ہے کہ آدمی کا عبارت مین اُس باریکی کو پہونچنا جو اسکے دل مین ہے اور ساتھ اسکے خلل پیدا

کرنے والے اختصار اور ملال پیدا کرنے والی طوالت سے عبارت کو بچائے اور فصاحت یہ ہے کہ عبارت تعقید سے خالی ہو امام کا کلام نہایت مجمل ہے مین تفصیل کے ساتھ دوسری عبارت مین کہتا ہون کہ۔

فصاحت کلمہ اور کلام دونون مین پائی جاتی ہے یعنے کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام بھی۔ کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ اُس مین جو حروف آئین اُن مین تنافر نہ ہو اور مخالفت قیاس لغوی اور غرابت لفظی سے پاک ہو اور نہ ایسا ہو کہ اُسکے سننے سے کراہیت معلوم ہو اور کلام فصیح وہ ہے جو ضعف تالیف۔ تنافر کلمات۔ تعقید۔ لفظ واحد کی کثرت تکرار پے در پے اضافت ابتذال۔ تغیر اثقال۔ تناقض وغیرہ عیوب نہ رکھتا ہو اور ان عیوب کا ذکر مفصل انشاء اللہ ہم آگے بیان کرین گے۔

بلاغت سے کلام متصف ہوتا ہے نہ کلمہ۔ کلام بلیغ وہ ہے جو فصیح ہو یعنی عیوب سے خالی ہو اور مقتضائے حال کے بھی مناسب ہو **مقتضائے حال کے مناسب ہونا** ایسا جامع لفظ ہے جس مین بلاغت کے تمام انواع و اسالیب آجاتے ہین مثلاً جہان تاکید کی ضرورت ہو وہان اختصار نہ کیا جائے اور جس جگہہ اختصار و ایجاز چاہیے وہان اطناب و طوالت نہ ہو۔ مبتدا اور خبر کہان مقدم لائے جائین اور کہان مؤخر کہان معرفہ ہو کہان نکرہ کہان مذکور ہو کہان محذوف اسناد کہان حقیقی ہو کہان مجازی جملہ کہان خبریہ ہو کہان انشائیہ اور فقرون مین کہان وصل ہو کہان فصل غرضکہ کلام مناسب موقع و مقام کے ہو یہان سے معلوم ہوا کہ فصاحت کو بلاغت ضرور نہین ہے بلاغت کو فصاحت ضرور ہے یعنے جہان فصاحت ہو وہان بلاغت ضرور نہین اور جس جگہہ بلاغت ہوگی وہان فصاحت ضرور ہوگی لیکن کلام کی فصاحت کے مدارج مین اختلاف ہے بعض الفاظ فصیح ہین بعض فصیح تر بعض اُس سے فصیح تر لیکن کلام کی بلاغت مین صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی نہین بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترکیب مین آئے اُسکی ساخت ہیئت نشست سبکی اور گرانی کے ساتھ اُسکو خاص تناسب ا ۷۰ [illegible] توازن ہو زور طبع اور اصول شاعرانہ قائم ہو اور جو لفظ جس مصرع کا حق ہو اُس مین آئے ورنہ فصاحت قائم نہ رہے گی مثلاً میر کہتے ہین۔ سے

ابر اُٹھا تھا کعبے سے اور جھوم پڑا میخانے پر	بادہ کشون کا جھرمٹ ہیگا شیشہ اور پیمانے پر

اگرچہ اصل محاورہ ابر قبلہ ہے اور وہ یہان آبھی سکتا ہے لیکن کعبے سے ذرا مصرع کی ترکیب

گرم ہوگئی ہے۔

سودا

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہی سودا	ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

اگر یہان ساغر کی جگہ پیالے کا لفظ آئے باوجودیکہ دونون ہم معنی ہین تو شعر پایۂ فصاحت و بلاغت سے گرجائے گا میرانیس کا مصرع ہی ع۔

فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور

صحرا و جنگل دو ہم معنے الفاظ ہین لیکن اگراس مصرع مین صحرا کے بجاے جنگل کا لفظ آئے تو خود یہی لفظ غیر فصیح معلوم ہو اورانھی کا ایک شعر ہی۔ ہ

طائر ہوا مین مست ہرن سبزہ زار مین	جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار مین

یہان جنگل کے لفظ نے جو فصاحت پیدا کی ہی وہ صحرا سے نہین ہوسکتی اُنہی کا ایک شعر ہی

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا	تھا موتیون سے دامن صحرا بھرا ہوا

اوس اور شبنم ہم معنے ہین اور دونون فصیح ہین مگر یہان اوس کی جگہ شبنم کا لفظ لایا جائے تو یہی لفظ غیر فصیح ہوجائیگا لیکن یہی شبنم کا لفظ اس شعر مین نہایت فصیح ہے۔ ہ

خواہان تھے زیرگلشن زہرا جو آب کے	شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

اگر یہان شبنم کے بجاے اوس لائین تو فصاحت بالکل جاتی رہے۔

انشا

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی	تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

یہان لگ کی جگہ لے لکھنے سے شعر کی گرمی جاتی رہے گی۔ صاحب کمال کی یہ بات ہی کہ جو لفظ جس مقام پر اُسنے بٹھادیا ہے اُسی طرح رہے تو ٹھیک ہوتا ہے نہین تو شعر رتبے سے گرجاتا ہے۔ اور متکلم کی یہی فصاحت و بلاغت ہے کہ مضمون کو ایسے الفاظ مین بیان کرے جو عیوب کلام سے پاک اور مقتضاے حال کے موافق ہون اور اپنے زور طبعی سے لفظون کی پس و پیش سے اس بندوبست کے ساتھ ترکیب دے کہ پڑھنے سے لطف معلوم ہو۔

ایضاح مین لکھا ہے کہ مقتضاے حال مختلف ہوتا ہے کیونکہ مقامات کلام کے متفاوت ہوتے ہین چنانچہ نکرے کے مقام پر معرفے کے خلاف ہوتا ہے اور اطلاق کا مقام تقیید کے خلاف ہوتا ہے اور تقدیم کا مقام تاخیر کے خلاف ہوتا ہے اور ذکر کا مقام حذف کے خلاف ہوتا ہے اور قصر کا حال اسکے مخالف سے تباین رکھتا ہے اور وصل کا مقام مباین ہے فصل سے اور ایجاز کا مقام مخالف

ہوتا ہے اطناب و مساوات کے مقام سے وغیرہ وغیرہ۔
کلام فصیح و بلیغ مین کبھی کچھ صنائع لفظی و معنوی بھی پائی جاتی ہین جو زیادہ تر باعث خوبی کلام ہوتی ہین اور بلاغت کلام کا مرجع دو باتون کی طرف ہے جب تک وہ دونون باتین حاصل نہ ہون بلاغت حاصل نہین ہو سکتی جس طرح بغیر دولت کے حاصل ہوے سخاوت حاصل نہین ہو سکتی اُن دونون باتون سے ایک یہ ہے کہ معنی مقصود کے ادا کرنے مین غلطی سے بچے دوسری بات یہ ہے کہ کلام فصیح و غیر فصیح مین تمیز کر سکے۔ بغیر غلطی سے بچے اور لفظ فصیح و غیر فصیح مین تمیز حاصل ہوے کسی کا کلام بلاغت کے درجے کو نہین پہونچ سکتا۔
اگر کوئی شخص مضمون کو ایسے الفاظ مین ادا کرے جو مقتضاے حال کے مطابق نہون یا مقتضاے حال کے تو مطابق ہون لیکن فصیح نہون تو وہ بلیغ نہین سمجھا جائیگا۔
کلام فصیح اور غیر فصیح مین تمیز علم لغت۔ صرف۔ نحو۔ اور حس سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ علم لغت سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ لفظ فصیح ہے اور یہ غریب ہے اسی طرح علم صرف سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ لفظ کو اس طرح استعمال مین لانا قیاس لغوی کے مطابق ہے اور اس طرح استعمال کرنا قیاس لغوی کے مخالف ہے اور علم نحو سے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کی کیفیت روشن ہوجاتی ہے اور چیزون کو حس معلوم کر لیتا ہے چنانچہ حروف اور کلمات کا تنافر حس سے معلوم ہوجاتا ہے مگر ان چارون سے یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے کیونکر بچ سکتے ہین اور نہ تعقید معنوی کا حال معلوم ہو سکتا ہے اسلیے علما نے معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے بچتے رہنے کے لیے علم معانی ایجاد کیا اور تعقید معنوی کو جاننے کے واسطے علم بیان نکالا ان دونون کو علم بلاغت کہتے ہین۔ اور صنائع لفظی و معنوی کو پہچاننے کے واسطے بھی ایک علم علٰحدہ ایجاد کر کے اُس کا نام علم بدیع رکھا اور یہ علم معانی و بیان کا تابع ہے کیونکہ صنائع و بدائع بلاغت کے تابع ہین یہان پر تینون علمون کا بیان علٰحدہ علٰحدہ جزیرے کی مناسبت سے ایک ایک شہر مین کیا جاتا ہے۔
خیر البلاغت مین لکھا ہے کہ کلام مین دو قسم کا حُسن ہوتا ہے۔
(۱) ذاتی اور وہ یہ ہے کہ بدون اُسکے کلام صحیح نہ ہو اور اُسکو پسند نہ کرین اور یہ بات علم معانی سے معلوم ہوتی ہے۔

(۲) حُسن عارضی یہ ہے کہ اُس سے کلام فصیح و بلیغ کی رونق بڑھ جائے یہ تین طرح پر ہے (الف) لطافت (ب) رعایت نسبت (ج) اور صناعت۔

لطافت یہ ہے کہ کلام سے سوائے معنی مراد کے دوسرے معنے بطریق لطیفے کے نکلتے ہون جیسے انشا نے جرأت کے نام کا معما کہا تھا۔ ؎

سر مونڈی نگوڑی گجراتن ✦ گجراتن کا سر اور پانوٗن دور کرنے سے جرات پیدا ہوتا ہے لطیفہ اس مین یہ ہے کہ گجراتن جرأت کی مان کا نام ہے۔

رعایت نسبت یہ ہے کہ متکلم جس چیز کا بیان شروع کرے اول سے آخر تک اُسکی رعایت ملحوظ رکھے اور مناسبات کو جمع کرتا ہے۔

صناعت یہ ہے کہ ایسے ماہران سخن آرائش کلام کے لیے اختیار کرتے ہین اور علم بدیع مین اس کا حال مفصل مذکور ہوتا ہے۔

شہر پہلا علم معانی کے بیان مین

علم معانی ایسے قواعد کا نام ہے جن سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ لفظ مقتضاے حال کے مطابق ہے یا نہین۔

موضوع اس کا اُردو کے اہل بلاغت کی ترکیب مقتضاے مقام کی مطابقت کے ساتھ ہے اسی مطابقت کو جو کلام کی طرز سے سمجھی جاتی ہے خاصیت الترکیب کہتے ہین اسکی رعایت وہی کر سکتا ہے جو بلاغت سے بہرہ رکھتا ہو اور وہی اُسکو سمجھ سکتا ہے جس کا ذوق سخن فہمی صحیح اور دُرست ہو اسکی **غایت** یہ ہے کہ ذہن سخن کی مطابقت مین مقتضاے حال کے ساتھ خطا و غلطی سے محفوظ رہے پس اگر ان قواعد پر لحاظ رکھین تو کسی لفظ کے معنی مراد لینے مین خطا و غلطی واقع نہوگی اور یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ کلام فصیح و بلیغ ہے یا نہین کلام اُن دو یا زائد کلمون کو کہتے ہین جو باہم اسناد رکھتے ہون یعنی اُن کے درمیان مین نسبت ہو جیسے نسبت فعل و فاعل یا مفعول بہ کی یا نسبت مضاف و مضاف الیہ یا موصوف و صفت کی اور کلام دو حال سے خالی نہین یا سکوت متکلم کا اُس پر صحیح ہو اور سُننے والے کو اُس کلام سے فائدہ حاصل ہو جائے یا اُس پر سکوت دُرست نہو اور اسقدر

کلام سے کچھ مطلب نہ معلوم ہوتا ہو قسم اول **کلام مفید و تام** اور قسم ثانی کو **کلام غیر مفید و ناقص** کہتے ہین مثال کلام تام کی زید کھڑا ہے عمرو کو مارو مثال کلام غیر مفید کی زید کا گھوڑا صاحب کی گھڑی۔ چالاک گھوڑا بے حیا آدمی۔ کلام مفید و تام کو جملہ بھی کہتے ہین جیسا کہ مفصل مین زمخشری کے کلام سے ظاہر ہے لیکن تساوی کلام و جملہ مین اختلاف ہے شیخ جمال الدین بن ہشام مغنی مین کہتا ہے کہ کلام جملے سے خاص ہے مرادف نہین کیونکہ کلام اس قول کو کہتے ہین جو مفید بالقصد ہو اور جملہ عبارت ہے فعل اور فاعل اور مبتدا و خبر اور اُس چیز سے جو بمنزلے مبتدا یا خبر کے ہو اور عموم کی وجہ یہ ہے کہ جملے مین افادت شرط نہین ہے بخلاف کلام کے کہ اُسمین یہ امر شرط ہے اسی سبب سے جملۂ شرط اور جملۂ جزا اور جملۂ صلہ کہا کرتے ہین اور کلام نہین کہتے کیونکہ کہنے والے کو اُس سے فائدہ حاصل نہین ہوتا اور تہذیب النحو کی شرح مین لکھا ہے کہ کلام سے جملہ خاص ہے اسلیے کہ کلام خداے پاک کو جملہ نہین کہتے کلام کہتے ہین مگر اکثر نحاۃ کی راے یہی ہے کہ کلام اور جملہ مترادف ہین بالجملہ اُسکی دو قسمین ہین خبریہ اور انشائیہ خبریہ اُسے کہتے ہین کہ مدلول کلام ایک ہی وقت صدق و کذب دونون کا احتمال رکھتا ہو **صدق** سے مراد نفس الامر اور واقع کے مطابق ہونا ہے اور **کذب** یہ ہے کہ واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت نہو اور بعض نے خبر کی یون تعریف کی ہے کہ اُسکے کہنے والے کو ایک وقت مین جھوٹا یا سچا کہہ سکین اور فرق دونون تعریفون مین یہ ہے کہ پہلی تعریف کے مطابق غیر مصدق جملہ خبریہ ہوگا اسلیے کہ احتمال صدق و کذب جملۂ خبریہ کا وصف ہے اُسی کے نفس مفہوم سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری تعریف کے مطابق احتمال صدق و کذب جملۂ خبریہ کا وصف نہین ہو سکتا اسلیے کہ یہان صدق و کذب بالذات کہنے والے کا وصف ہے اور جملۂ خبریہ کا وصف کہنے والے کے ذریعے سے ہے بعض کہتے ہین کہ خبر صرف سچائی کے لیے بنی ہے اور جھوٹ اُس سے عقل کی دلالت کے ساتھ مادے اور مقام کی خصوصیت کے سبب سے معلوم ہوتا ہے نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ صدق یہ ہوگا کہ حکم واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابق ہو نظام معتزلی یہ کہتا ہے کہ خبر کا صدق و کذب متکلم کے اعتقاد پر مبنی ہے پس اگر وہ خبر کو سچا سمجھتا ہے تو صدق ہے اور اگر جھوٹا جانتا ہے تو کذب ہے اور جاحظ کا یہ مذہب ہے کہ واقع کے ساتھ مطابق ہونے اور نہونے کا نام خبر کا صدق و کذب ہے اسکے سوا نہ صدق ہے نہ کذب ہے اور ہر ایک مذہب پر دلیلین موجود ہین جو مطولات مین مذکور ہین مثال اسکی یہ ہے زید کھڑا ہے [illegible] چلا گیا۔ شیخ الٰہی بخش کو مارو **سوال** آفتاب ایک نورانی کرہ ہے اور زمین نارنگی کی طرح چپٹی ہے اور عالم حادث ہے اور اللہ معبود ہے اور خدا ایک ہے

اور محمد اللہ کے رسول ہین یہ تمام جملہ خبریہ ہین لیکن ان مین جھوٹ کا احتمال نہین پس ان پر
خبر کی تعریف صادق نہین آئی جواب ان مین لفظون کے معانی کذب کا احتمال رکھتے ہین
یا مسند الیہ یا مسند کی خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال نہین ہے اسی طرح کبھی کہنے والے کی
خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال اُٹھ جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
خبر مین کذب کا احتمال نہین ہے غرضکہ اگر صرف خبر کے مفہوم کو دیکھا جائے تو وہ ضرور ایک وقت
مین دونون احتمال رکھتا ہے اور مسند الیہ یا مسند یا متکلم کی خصوصیت اُمور خارجیہ مین سے
ہے اور خبر کے سچا ہونے کی دلیل تواتر ہے لیکن شرط یہ ہے کہ غرض اور استہزا سے خالی ہو کیونکہ
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اہل غرض اپنے فائدے کے لیے امیرون کے سامنے جو دن بھر مکان مین
بیٹھے رہتے ہین اور دوسرے مقامات کی خبرین سُنکر دل خوش کرتے ہین جھوٹی خبرین اپنی
طرف سے گڑھ کر بیان کرتے ہین یا بطور ظرافت کے گپین مارتے ہین مثلاً آج جامع مسجد
کے پاس ایک گھوڑی ہاتھی کا بچہ جنی ہے اور اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کی خبر عوام مین
مشہور ہو جاتی ہے اور لوگ تماشا دیکھنے کے لیے جاتے ہین **انشا** وہ ہے جسکے مضمون مین
صدق و کذب کا احتمال نہو کیونکہ مخبر عنہ نہونے کی وجہ سے اُس سے خبر مقصود نہین ہوتی اور
جس چیز مین خبر مقصود نہ ہو اس مین صدق و کذب کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ احتمال کا مدار
اس پر ہے کہ مخبر عنہ سے خبر دیجاوے اور جملۂ انشائیہ کا بولنے والا اپنی طبیعت سے ایک
مضمون ایجاد کرتا ہے چنانچہ کسی کو کہنا کہ یہ کام کر یا مت کر۔ اور ہر جملے مین مسند الیہ اور مسند
کا ہونا ضرور ہے خواہ وہ اسناد خبری ہو یا انشائی۔ **مسند الیہ** وہ جس کی طرف کوئی امر منسوب
ہو **مسند**۔ وہ جس کو کسی کی طرف منسوب کرین اور ان دونون مین جو نسبت ہوتی ہے
اُسکو **اسناد** کہتے ہین اور وقوع و لا وقوع کہ عبارت نسبت تامہ ایجابیہ و سلبیہ سے ہے حکم کہتے
ہین اگرچہ نسبت مرکب غیر مفید مین بھی ہوتی ہے مگر وہ مخاطب کو فائدہ تام نہین دیتی یعنی
سننے والا اُسکو سُنکر خاموش نہین رہ سکتا بلکہ اس سے مقصود دوسری چیز ہوتی ہے اور
مرکب مفید مین جو نسبت ہوتی ہے وہ مخاطب کو پورا فائدہ دیتی ہے اور اُسکو پھر کیا اور کون
کی احتیاج نہین رہتی۔ کیا کی احتیاج اُس وقت ہوتی ہے کہ ذات کو بغیر صفت کے بیان
کیا جائے یعنے کیا سے صفت کا سوال ہوتا ہے اور کون کی احتیاج اس حالت مین ہوتی
ہے کہ صفت کو بغیر ذات کے بیان کیا جائے یعنے کون سے ذات کا سوال ہوتا ہے پس

پورا فائدہ اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ ذات صفت کے ساتھ اُسی طریق سے بیان ہو اور بدون اسکے مطلب اور مفہوم بخوبی نہین سمجھا جا سکتا جیسے اس مثال مین زید کھڑا ہے زید مسند الیہ ہے اُسکی طرف کھڑے ہونے کی نسبت کی گئی ہے اور کھڑا مسند ہے کہ اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہے اور جو نسبت زید مین اور کھڑا ہونے مین ہے اس کا نام اسناد ہے یا جیسے زید عمرو کو مارتا ہے زید مسند الیہ ہے کہ اُسکی طرف مارنا عمرو کا منسوب کیا گیا ہے اور مارنا مسند ہے کہ اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہے اور نسبت جو زید اور مارنے مین ہے وہی اسناد ہے۔ مسند الیہ اور مبتدا اور مخبر عنہ تینون ایک چیز کے نام ہین اسی طرح مسند اور خبر اور مخبر بہ سے ایک چیز سمجھی جاتی ہے۔ سوا مسند الیہ اور مسند کے جملے مین جو اور کلمات ہون خواہ مفرد ہون خواہ مرکب ناقص یا تام اُن کو زوائد و توابع و لواحق و ملحقات کہتے ہین۔ مبتدا اور خبر ملحق بہ فاعل کہلاتے ہین اور حال و تمیز و مستثنے ملحق بہ مفعول کیونکہ یہ تینون مثل مفعول کے فضلہ ہین اور کلام ان کے بدون تمام ہو جاتا ہے اس وجہ سے انھین شبیہ بمفعول بھی کہتے ہین اور مبتدا و خبر و فاعل عمدہ ہین اور مبتدا شبیہ بفاعل اور خبر شبیہ بفعل بھی کہلاتے ہین۔

الحاصل علم معانی مین آٹھ چیزون سے بحث کی جاتی ہے۔ اسناد خبری۔ مسند الیہ۔ مسند۔ متعلقات فعل۔ قصر۔ انشاء۔ وصل و فصل۔ ایجاز و اطناب و مساوات۔ ان آٹھون چیزون کو شہر کے لحاظ سے ہم ایک ایک باغ مین بیان کرتے ہین۔

پہلا باغ اسناد خبری کے بیان مین

اسناد یعنی جو نسبت باہم کلمتین مین ہو اور اس سے مخاطب کو کوئی خبر معلوم ہوتی ہو اس خبر سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہین (۱) یا تو متکلم کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سامع ناواقف کو کسی امر سے مطلع کرے اسکا نام فائدہ خبر ہے جیسے کہے عمرو زید کا بیٹا ہے سامع کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون شخص ہے اسلیے اُسکو خبر دی یعنی مطلع کیا کہ وہ زید کا بیٹا ہے۔ شاہ نیاز کہتے ہین۔ ؎

میان ہمتو باشندے ہین پار کے	ادھر کی نہین جانتے رسم و راہ

اس مین خبر دی کہ ہم ادھر کی رسم و راہ سے واقف نہین غیر ملک کے رہنے والے ہین۔

اور یہ شعر مذاق صوفیہ مین اور ہی معنے دیتا ہے اور وہی منشا شاعر کا ہے مگر بیان اُس کے بیان کا موقع نہین۔

حالی

عرب کچھ نہ تھا اک جزیرہ نما تھا — کہ پیوند ملکون سے جس کا جدا تھا
نہ وہ غیر قومون پہ چڑھ کر گیا تھا — نہ اُس پر کوئی غیر فرمان روا تھا

تمدن کا اُس پر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا وان قدم تک نہ آیا

قبیلے قبیلے کا بُت اک جدا تھا — کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا — اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہان ابر ظلمت مین تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیون پر

(۲) یا متکلم کا اپنے علم سے مخاطب کو آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے اُسکو لازم فائدہ خبر کہتے ہین مثلاً کوئی شخص کسی آدمی کی تعریف کرے اور دوسرا شخص کہے کہ وہ آدمی بہت اچھا ہے یعنے مین بھی اُس سے واقف ہون۔

لمؤلفہ

اے چرخ تو گذر یو نہ کینے سے آجکل — واقف ہین ہم بھی تیرے قرینے سے آجکل

متکلم نے آسمان کو اس بات سے مطلع کیا کہ مین آجکل تیری کینہ پروازی کی روش سے واقف ہون جو کچھ تجھ سے میری خرابی کی تدبیر ہو سکے اُس سے درگذر نہ کرنا۔

غالب

جانتا ہون ثواب طاعت وزہد
پر طبیعت ادھر نہین آتی

میر

قدر والا تمھاری ہے معلوم — خلق خادم ہے اور تو مخدوم
اِس سعادت سے چور ہے محروم — ہے یقینی کہ وہ اُلاغ ہی شوم

حشر کو ہوگا مرکب دجال

عزت

پھرتے ہو ہم سے روٹھے نہیں مانتے ہو بات	ہم جانتے ہیں تم کو کسی نے سکھا دیا

(۳۳) یا فائدہ خبر اور لازم فائدہ خبر کے واقف کو انجان قرار دیکر کوئی بات کہی جاتی ہی جیسے کوئی شخص عبادت الٰہی میں تساہل کرے اور فوائد عبادت کرنے کے جانتا ہے اُس سے کہا جائے کہ عبادت کرنا بہت اچھی بات ہے۔

سودا

پیارے نہ بُرا مانو تو اک بات کہوں میں	کس لُطف کی اُمید پہ یہ جور سہوں میں

ہر چند یہ شخص جانتا ہے کہ معشوق کو عاشق پر لطف کرنا اور نہ کرنا اپنا معلوم ہے لیکن تنبیہاً اُسکو یاد دلاتا ہے گویا کہ وہ اپنے لطف کرنے اور نہ کرنے پر مطلع نہیں ہے اور یہ منظور ہے کہ شاید اسوقت تنبیہ ہو کر لُطف کرنے لگے۔

واجد علی شاہ

لگا ٹھوکر نہ پائے ناز سے تو	کبھی تاج سر ہندوستان تھے

انیس

قاسم کو عرض کیا جو شنیں گریہ وزاری	میں کون سکینہ ہی چچا جان کو پیاری
اللہ تو ہے گر کوئی غمخوار نہیں ہے	مٹی مری کچھ قبر کو دشوار نہیں ہے

یہ بات حضرت صغرےٰ نے کہی تھی حالانکہ جن لوگوں سے ایسا کہا تھا وہ اُن کو بہت عزیز رکھتے تھے چونکہ بیمار ہونے کی وجہ سے اُنکو ساتھ نہیں لیے جاتے تھے اسلیئے اُنھوں نے بطور شکوے کے ایسا کہا۔

غالب

تو نے مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں	کبھی فتراک میں تیری کوئی نخچیر بھی تھا

میرحسن

رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائیے	جھکے جو کوئی اُس سے جھک جائیے

ان باتوں کو بدر منیر جانتی تھی مگر چونکہ وہ اسپر عمل نہیں کرتی تھی اسلیئے نجم النساء نے اُسے انجان قرار دے کر ایسا کہا۔

سُنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے	ولہ	تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو | تو پھر چاہیے اُس کی پروانہ ہو

یہ بات نجم النسانے بدر منیر سے اُسوقت کہی تھی جب کہ بے نظیر کا آنا موقوف ہو گیا تھا۔

دبیر

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہی شناسا | فرزند ہون اُس کا جو نبی کا ہی نواسا
جان اُسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا | مین وہ ہون پدر جسکا ہی دو روز سے پیاسا

دلدار ہون خاتون قیامت کے پسر کا
ٹکڑا ہون محمدؐ کے کلیجے کے جگر کا

یہ بات حضرت علی اکبر بن امام حسینؑ نے فوج یزید سے کہی تھی۔

(۴) یا متکلم کو اپنی شان و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہی جیسے ایک مشہور و معروف آدمی کہے کہ ہمارے پاس ہزارون روپے ہین حضرت امام حسینؑ کی زبان سے انیس کہتے ہین۔ ؎

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین | مین ہون انگشتر پیغمبر خاتم کا نگین
مین ہون خالق کی قسم دوش محمدؐ کا مکین | مجھسے روشن ہی فلک۔ مجھسے منور ہی زمین

غالب

آج مجھ سا نہین زمانے مین | شاعر نغز گوے خوش گفتار

مصحفی

سب خوشہ رہا ہین مری خرمن کے جہا نمین | کیا شعر پڑھے گا کوئی موزون مرے آگے

چونکہ مصحفی مسلم الثبوت شاعر تھا اور اہل لکھنؤ اُسکو جہان اُستاد مانتے تھے اسلیے اُسکا یہ کہنا پہلی قسم مین داخل نہین ہو سکتا۔

دبیر حضرت امام حسینؑ کی زبانی

آگے جو رسولان ہدایت شیم آئے | لیکر خبر آمد خیر الامم آئے
گمراہ مگر راہ پر اُن سے بھی کم آئے | اللہ کو سب جان گئے جب کہ ہم آئے

ہر شرک کے طوفان رُکے اپنے قدم سے
بُت خاک پہ سجدے کو جھکے اپنے قدم سے

نفیس حضرت علی اکبر کی زبانی

صدا یہ دی کہ بڑھے رن سے لشکر گمراہ	وہ میں ہون جسکا ہی جد نائب رسول اللہؐ

(۵) یا تحزن و تحسر مقصود ہوتا ہے جیسے۔

منشی

مین افتادہ یارب سر خاک ہون	ستم دیدۂ دور افلاک ہون

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین	وفور درد یہانتک کہ ہون بشکل سطیح
تگرگ کی منطاب بس گلا ہی جلا ہون	بوضع برگ کے ہون مرتعش بصد مریح
نفس کو تنگ کیا ہے حرارت دل نے	ہلا دے مروحۂ لطف تک پئے ترویح

سودا

مین ہون گر قابل نار جہنم	یہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم

تپش

مین الکن ہون اور سخت عاجز بیان	تکلم مین الجھے ہے میری زبان

اگرچہ ان مثالون مین خبر کے الفاظ اپنے معنون مین مستعمل ہین لیکن نہ یہان مخاطب کو حکم کی خبر دینا منظور ہے اور نہ متکلم کا مخاطب کو اپنے علم سے آگاہ کرنا مقصود ہے کیونکہ مخاطب خدا ے تعالیٰ ہے جو ان دونون باتون کا عالم ہے پس یہ الفاظ تحزن و تحسر کے واسطے ہین۔

(۶) یا خبر سے شکرگذاری مقصود ہوتی ہے جیسے سودا جناب باری کی طرف خطاب کر کے کہتا ہے۔

عطا کی جب سے مشت خاک کو جان	فراوان ہے دم آب و لب نان
رکھے ہی کام مین جب تک زبان تر	نمک گاہے چکھا دے گاہ شکر
برائے پوشش تن بھی بہر حال	کبھی کمل اڑھاتا ہے کبھی شال
ہمارے واسطے اے رب معبود	کرم نان باپ سے تیرا ہے افزود
بیان کیا کیجئے تیری عنایت	دیے ہین چشم اور نور بصارت
کرتا معلوم ہو شام و سحر گاہ	چلین پستی بلندی دیکھ کر راہ

زبان کو ذائقے سے دی ہی تسکین	کیا معلوم جس نے ترش و شیرین

(۷) یا خبر مدح و ثنا کے لیے ہوتی ہے جیسے۔

انشا

نسیم فضل و کرم مین ترے وہ ہی بو باس	نہ پہونچے گرد کو جسکی کبھی شمیم مسیح

یہ خطاب جناب باری سے ہی۔

جرأت

محمدؐ ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا	کرے بندہ ثنا اسکی تو دعوے ہی خدائی کا

رند

شان ارفع ہے تری مرتبہ اعلیٰ تیرا	تو ہے یکتا کوئی ثانی نہین حقا تیرا

ظفر

پانی مین اُسنے راہ بری کی کلیم کی اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا	آتش مین وہ ہوا چمن آرا خلیل کا لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا

درد

ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے	میرا ہی دل ہی وہ کہ جہان تو سما سکے

(۸) یا خبر طنز کے طور پر استعمال کی جاتی ہے جیسے۔

میر حسن

یہ سُن سُن کے وہ نازنین مُسکرا مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش تمھین نے تو چھڑکا تھا مجھ پر گلاب	لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا بہانے تو کرتی ہے کیون مجھ پہ دھر ہوئی تھی اُسے دیکھ مین ہی تو غش بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

بدر منیر شاہزادے بے نظیر کو دیکھکر عاشق ہو گئی تھی مگر جب نجم النسا نے اُس سے کہا کہ بے نظیر کو بلا کر اس سے حظ جوانی حاصل کر تو بدر منیر نے جواب دیا کہ دل تو تیرا چاہتا ہے اور بہانے مجھ پر دھرتی ہے جس کا جواب نجم النسا نے بطور طنز کے یہ دیا کہ مین ہی بے نظیر کو دیکھکر غش ہو گئی تھی اور تمھین نے مجھ پر گلاب چھڑکا تھا پس یہان خبر سے بدر منیر کو واقف کرنا منظور نہین کیونکہ وہ اپنے غش ہو جانے اور نجم النسا کے اُس پر گلاب چھڑکنے سے بخوبی آگاہ تھی علی ہذا القیاس

اسناد خبری سے بہت سے فائدے نکلتے ہیں مگر ان میں سے پہلے دونوں معنے تو حقیقی ہیں اور
باقی سب مجازی۔

یاد رکھو کہ جب مخاطب حکم سے خالی الذہن ہو اور نہ اُسکو حکم میں تردد ہو تو اسناد پر مؤکدات
کو نہ لانا چاہیے کیونکہ حکم بغیر مؤکدات کے بھی اُس کے ذہن نشین ہو جائے گا اور اگر مخاطب کو
شک و تردد ہو تو اس وقت کوئی مؤکد لاکر اُس کو تقویت دینا جائز بلکہ مستحسن ہے کہ اس مؤکد
کی وجہ سے اُس کا تردد دُور ہو جائے اور حکم ذہن نشین ہو جائے اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہو
تو اس صورت میں حکم کی تاکید کرنا اور اسناد پر مؤکدات کا لانا واجب ہے پس جبکہ خبر کے ساتھ
کوئی تاکید کا لفظ نہ ہو تو اُسے ابتدائی کہتے ہیں اور جبکہ بطور استحسان کے تاکید آئے تو
طلبی بولتے ہیں اور جبکہ بطور وجوب کے اُس کی تاکید کی جائے تو انکاری نام رکھتے ہیں اور
اس قسم کا کلام مقتضائے ظاہر حال کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر بغیر تردد و انکار کے اسناد پر
مؤکدات لائیں تو ایسا کلام مقتضائے ظاہر حال کے خلاف ہوگا مگر ہاں کبھی غیر منکر کے ساتھ
منکر کا سا برتاؤ کرتے ہیں اور یہ اُس صورت میں ہوتا ہے جبکہ علامات سے یہ معلوم ہو جائے
کہ یہ انکار رکھتا ہے جیسے۔

منشی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان	کہ شاید تو ہے رُستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رستم نہیں	میں اُس کا ہوں اک چاکر کمترین

سہراب کو مخاطب کے رستم ہونے کا انکار نہ تھا مگر چونکہ وہ رُستم کے نشان اُس میں پاتا تھا
یہ علامت اس بات کی تھی کہ وہ اُسکے رُستم ہونے کا معتقد ہے اسلیے سہراب کو بمنزلے منکر کے
قرار دیکر زنہار کا لفظ تاکید کے لیے ذکر کیا تاکید کے الفاظ بہت ہیں جیسے بیشک اصلا ضرور ہرگز وغیرہ اور قسم و سوگند
کے تمام الفاظ مثال اسکی۔

میر

جوہر تمھاری ابرؤوں کے چلتے ہیں ہم	یکتا یہ تیغے ہیں قسم ذوالفقار کی

تیغوں کے یکتا ہونے کی تاکید ذوالفقار کی قسم سے کی ہے۔

ولہ

کوچے صبا سے مت تر تنویر	ہاتھ آئی ہے آب کی تصویر

اگرا ے شاہزادۂ عالم — دل نہین مانتا خدا کی قسم

شاہزادی نے اپنے عشق کا اظہار کیا ہے اور بنظر رفع شک قسم سے تاکید کی تاکہ بخوبی معلوم ہوجائے کہ شاہزادی عاشق ہوگئی اور کسی طرح کا شک نہ رہے۔

رنگین

الحق تری باتون مین نہین بھدرک — برحق تری باتون مین نہین بھدرک
رنگین تری زبان سے نیچے ہی زبان — مطلق تری باتون مین نہین بھدرک

سروش سخن

سرتک بھی اگر کاٹ کے پھینکوگے ہمارا — ہم آپ کے قدمون کی قسم اُف نہ کرینگے

اصغر علی آبرو

جو مین چشم سیاہ یار کی لکھون صفت اے دل — تو بیشک اے آبرو نہ ہو گمان چشم غزالان کا

ذوق

یہ تو یون مضطرب و سینے مین لکھون سوزن کا — جی کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

داغ

جو دکھاؤ بھی نہ دیکھون رخ پر حجاب ہرگز — یہ وہ آنکھ ہے کہ دیکھا نہین جسنے خواب ہرگز

بقا

مری چشم سے کیون نہ خونناب اترے — کہ البتہ دریا مین سرخاب اترے

مولوی سیّد حسین احمد بیباک

تو کوچۂ دلدار اگر دیکھ لے واعظ — واللہ کبھی نام نہ لے خلدِ برین کا

حالی

سات پردون مین اگر عیب کسی کا ہے چھپا — نہ ہوا آج تو کل ہوگا مقرر رسوا ہے

کمال

بل جو رخسارون پہ کھاتے ہین یہ دلبر گیسو — قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو

آفاق

خوب بل کھاتے ہین رخ پر ترے دلبر گیسو — ہے یقین پیچ کوئی ڈالینگے ہم پر گیسو

آصف والی دکن

کہو پھر تو گھبرا کے ذکر عدو پر	نہیں ہم تو واقف خدا جانتا ہے

آصف الدولہ

وہ قبر سے نہ نکل آئے گا مرا ذمہ	تمک اُسکی روح تو خوش ہو نہ دلمیں لاوسواس

مرا ذمہ تاکید کے لیے ہے۔

حکیم عبد الکریم برہم

صرف اک تار نفس پر ہے مدار	سچ تو یہ ہے کچھ نہیں انسان میں

لمؤلفہ

ہی سبب کچھ اور مستی کی دھڑی مطلق نہین	رنگ ہی نیلوفری جو لعل شکر بار کا

مطلق تاکید کے لیے ہی۔ کبھی منکر حکم کو غیر منکر مانکر خبر کو بغیر تاکید کے لاتے ہین بشرطیکہ منکر کو اُسکے ایسے دلائل و شواہد معلوم ہون کہ اگر اُن مین غور و تامل کرے تو انکار کی وجہ باقی نہ رہے مثلاً منکر اسلام سے کہا جائے کہ اسلام حق ہے اور اس کلام کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا جائے کیونکہ ظاہر ہے کہ منکر اسلام کو وہ دلائل معلوم ہین جو حقیقت اسلام پر دلالت کرتے ہین اور وہ قرآن کا معجزہ وغیرہ ہے اگر یون کہا جائے کہ تحقیق اسلام حق ہی تو مقتضائے ظاہر کے مطابق ہو جائے۔

سودا

جیسے کہ کہیے اولوالامر ہے حسینؑ شہید
امام برحق و معصوم پاک ابّا جداد

ایک شخص امام حسینؑ کو باغی اور یزید کو اولوالامر قرار دیتا تھا اُسکو حضرت امام حسینؑ کی اولوالامری کا غیر منکر مانکر قائل نے کہا مصرع

جیسے کہ کہیے اولوالامر ہے حسین شہید

اس خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا کیونکہ منکر ایک مولوی تھا جسے یزید کی بیدینی کا حال اور حضرت حسینؑ کے اولوالامر ہونے کے دلائل معلوم تھے جنپر وہ غور نہین کرتا تھا اگر غور کرتا تو ضرور اپنے عقیدے سے پھر جاتا۔

اسناد حقیقی عقلی و مجازی عقلی

حقیقت و مجاز جس طرح مفرد مین جاری ہوتے ہین جملے مین بھی جاری ہوتے ہین برابر ہے کہ جملۂ انشائیہ ہو یا خبریہ اور اس سے بحث علم معانی مین کرتے ہین جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان مین بحث ہوتی ہے کبھی مفرد مین حقیقت و مجاز کو لغوی کے ساتھ مقید کر دیتے ہین یعنی **حقیقت لغوی** اور **مجاز لغوی** کہتے ہین اور اس قید سے مقصود احتراز جملے کے حقیقت و مجاز سے ہوتا ہے۔ اور جملے مین حقیقت و مجاز کو عقلی کے ساتھ مقید کرتے ہین تاکہ مفرد کے حقیقت و مجاز سے احتراز ہو۔ اور جملے کے حقیقت و مجاز کو کبھی حکمی بھی بولتے ہین گو نسبت اضافی مین ہو کیونکہ حکم اشرف ہے جو اُسکی ایک فرد ہے یا یہ کہ حکم عقل کی طرف منسوب ہے اور کبھی حقیقت و مجاز فی الاثبات بھی کہتے ہین اگرچہ نفی مین واقع ہو اسلیے کہ بلغا کے کلام مین نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اور اکثر کی یہ رائے ہی کہ ہر ایک حقیقت و مجاز اسناد کی صفت ہی نہ کلام کی اور کلام کا اتصاف انکے ساتھ اسناد کی وجہ سے ہی۔

غرضکہ **حقیقت عقلی** ایک جملہ ہی کہ اُس مین فعل یا وہ چیز جو فعل کے معنے مین ہی جیسے مصدر و اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ اُس چیز کی طرف مسند ہو جو اُس فعل یا معنی فعل کے ساتھ بظاہر متصف ہو جیسے فعل معروف مین فاعل کی طرف مثلاً:

ذوق

نسیم صبح گلشن مین اگرچہ ہو دم عیسے	ترا بیمار غم سمجھے بن سموم جانگزا مجھے

اور فعل مجہول مین مفعول بہ کی طرف جیسے۔

غالب

سہرا لکھا گیا زرہ امتثال امر	دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے

پس یہ دونون مثالیں اسناد حقیقی کی ہین فعل مجہول مین مفعول بہ فاعل کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے پہلی مثال مین سمجھے کی اسناد بیمار غم کی طرف ہی جو اُسکا فاعل ہی اور دوسری مثال مین لکھا گیا کی نسبت سہرے کی طرف ہی جو مفعول بہ اور بمنزلے فاعل کے ہی پہلی مثال مین بیمار غم کو سمجھنے کا اتصاف حاصل ہی اور دوسری مین سہرے کو لکھے جانے کا پس یہ اسناد حقیقی ہی۔

ہوس

تجھے محرم راز قیس جو جو	سب حال کہا اُنھون نے رو رو
عاشق کا بھی ماجرا سُنایا	معشوق کا بھی پتا بتایا ؛

محرم راز سب حال کہنے اور عاشق کا ماجرا سنانے اور معشوق کا پتا بتانے کے فاعل ہین اور یہ سب فعل معروف ہین۔

انیس

مارا گیا سفر مین غلام شہ اُمم	فریاد ہی کہ رانڈ ہوئی ہین اسیر غم

مارا گیا فعل مجہول ہے اسکی نسبت غلام شہ امم کی طرف ہی جو مفعول بہ ہی اور بظاہر کی قید سے اس تعریف مین اقوال کاذبہ داخل رہتے ہین جیسے جاہل کا قول کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا اور یہ قول کہ زید آگیا اُس حالت مین کہ زید کے نہ آنے کو کہنے والا جانتا ہو نہ مخاطب پس یہ دونون قول بحسب ظاہر حال کے حقیقت ہین باوجودیکہ دراصل کاذب ہین نہ صادق کیونکہ پہلا قول واقع کے خلاف ہے اسلیے کہ درحقیقت اچھا کرنے کا فاعل خداے تعالے ہی نہ دوا مگر اتنا ہے کہ یہ قول جاہل کے اعتقاد کے مطابق ہے اور اُسکے نزدیک یہ صفت دوا مین پائی جاتی ہی اسلیے اُسنے اپنے اعتقاد کے مطابق اچھا ہونے کو دوا کی طرف منسوب کیا برخلاف دوسرے قول کے (یعنی زید آگیا ہے) کہ وہ نہ واقع کے مطابق ہی اور نہ اعتقاد کے موافق ہی خلاصۂ کلام یہ ہی کہ حقیقت عقلی کی چار قسمین ہین۔

(۱) وہ جو واقع اور اعتقاد دونون کے مطابق ہو جیسے ایک مومن کہے خدا نے بیمار کو اچھا کر دیا اسی قبیل سے ہے

ستایان

دکھائی خدا نے وہ قدرت کی شان	کہ مٹی کے پتلے کو بخشی ہے جان
بنایا سراپا مین ہر عضو خوب	نہین اسکی صنعت مین داخل عیوب
عنایت کیے دیدۂ دور بین	کہ آئینہ ہو حال روے زمین

مومن

ہر جا پہ ہے تیرا جلوہ لیکن	دیکھا تو کہین نظر نہ آیا
یان عقل ہے گم کہ بس تجھی کو	پایا ہر شے مین پر نہ پایا
تو واحد ویے نظیر و ہمتا	تو حاکم و خالق برایا ؛

تجھکو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل	یان تک نقش دوئی مٹایا

(۲) جو صرف اعتقاد کے مطابق ہو اور واقع کے مطابق نہو جیسے جاہل کا قول کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا۔

شایان

دیا آدمی کو شرف اس قدر	ہوے آپ ظاہر بہ شکل بشر
مٹا مچھ اوتار سے یہ فساد	ہوا دفع سنکھاسُر بدنہاد
جو کچھپ کا اوتار آیا پسند	کو مدھا اور کٹیک کو پہونچی گزند
جو ہرنا چھ نے ظلم کی راہ لی	سزا آپنے بن کے باراہ دی
جو نرسنگھ بنکر ہوے آشکار	مٹا نام ہرناکس بد شعار
ہوئی بل کی جسدم سخاوت عیان	بنے آپ باون پئے امتحان
پرسرام بن کے کھبا دکو	دیا صفحۂ دہر سے نام لکھو
میری رام بن کر ہوے جب عیان	مٹا صاف راون کا نام و نشان

ان اشعار مین بیان کیا ہے کہ خدا نے کبھی مچھ یعنی مچھلی کی شکل مین کبھی کچھپ یعنی کچھوے کی شکل مین کبھی باراہ یعنی سور کی شکل مین کبھی نرسنگھ یعنی ایسے جانور کی شکل مین کہ اُس مین کچھ حصہ شیر ہوا اور کچھ آدمی کا اور کبھی بونے کی شکل مین اور کبھی پرسرام کی شکل مین اور کبھی رام چندر کی شکل مین ظہور کیا اور یہ امور قائل کے اعتقاد کے مطابق ہین اور واقع کے مطابق نہین کیونکہ غیر مین حلول کرنا اور داخل ہونا صفات جسم سے ہی اور اللہ تعالے جسم سے منزہ ہی کیونکہ جسم کے واسطے مکان کا ہونا ضرور ہی اور جب واجب الوجود مکان مین ہوا تو اُسکا امکان اور مکان کا وجوب لازم آیا دوسرے جسم مرکب ہوتا ہی خدا تعالے ترکیب سے منزہ ہے اسلیے کہ ترکیب کو حدوث لازم ہے اور ہر مرکب اپنے اجزا کا محتاج ہوتا ہے اور اجزا مین اور اُس مین مغایرت ہوا کرتی ہے اور جسکو غیر کی طرف احتیاج ہو وہ خدائی کے شایان نہین تیسرے صفات اجسام کے ساتھ متصف ہونا لازم آتا ہے۔

(۳) وہ کہ نہ واقع کے مطابق ہو اور نہ اعتقاد کے جیسے اُس شخص کا یہ قول کہ زید آگیا ہی جو جانتا ہو کہ وہ ابھی نہین آیا ہی اسی قبیل ہے

ہوس

کب مین نے قصد بے سبب کیا ہے	لیلی انے تجھے طلب کیا ہے

حسرتین اکبر کی کہتی تھین یہ دل سے وقت مرگ	حیف ہے خالی یون ہی مقصد کا پیمانہ رہے

اور قرینے کا ہونا اسلیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ بغیر قرینے کے یہ معلوم ہوتا ہی کہ فعل اپنے مسند الیہ حقیقی کی طرف منسوب ہے جیسے نہر جاری ہے اس جگہ مسند الیہ غیر حقیقی ہے جو مسند الیہ حقیقی یعنے پانی کے ساتھہ فعل کے تعلق مین مناسبت اور ملابست رکھتی ہے پس جاری ہونے کا تعلق پانی کے ساتھ تو اس لیے ہے کہ پانی کے ساتھ اسکو قیام حاصل ہے اور نہر کے ساتھ اسلیے تعلق ہے کہ جاری ہونا نہر مین واقع ہوتا ہے اور غیر عام ہے اس سے کہ فی الواقع غیر ہو یا بظاہر متکلم کے نزدیک غیر ہو اور اس قید سے اقوال کاذبہ جو نہ واقع کے مطابق ہون نہ اعتقاد کے مجاز عقلی کی تعریف سے نکل گئے اور اگر کسی نے یون کہا کہ فصل خزان نے باغ کو سرسبز کر دیا تو یہ نہ حقیقت مین داخل ہے نہ مجاز مین حقیقت مین نہ داخل ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے اور مجاز مین اس لیے داخل نہین کہ مجاز کے لیے علاقے کا ہونا ضرور ہے پس ایسے قول کے قائل کے حق مین یہ کہا جائے گا کہ اُسنے اپنی بے عقلی اور حماقت سے یہ بات منھ سے نکالی ہے۔ مجاز عقلی کے علاقے بھی مجاز مفرد کے علاقون کی طرح ہوتے ہین اور یہ کثرت سے استعمال مین ہے۔

کبھی ملابست کی وجہ سے فعل کو مکان کی طرف منسوب کرتے ہین مثلاً۔

مولوی محمد اسمٰعیل

قطرون ہی سے ہوگی نہر جاری	چل نکلینگی کشتیان تمھاری

جاری ہونیکو نہر کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ درحقیقت پانی جاری ہوتا ہے۔ سو

پانی سے بھرے ہوے ہین جل تھل	ہے گونج رہا تمام جنگل

گونجنے کی نسبت جنگل کی طرف کی ہے ورنہ حقیقت مین جنگل کے رہنے والے گونج رہے تھے۔ سو

باغون نے کیا ہے غسل صحت	کھیتون کو ملا ہے سبز خلعت

غسل کرنے اور خلعت ملنے کی نسبت باغون اور کھیتون کی طرف کی ہے اور درحقیقت غسل درختان باغ نے کیا ہی اور سبز خلعت اُن نباتات کو ملا ہی جو کھیتون مین اُگے ہوے ہین۔

انیس

دنیا سے انتقال ہوا نورعین کا	ہنگامہ ظہر تھا لٹا گھر حسین کا

لُٹنے کی نسبت گھر کی طرف کی ہے اور مراد اس سے یہ ہی کہ گھر مین جو چیز تھی وہ ظہر کے وقت لُٹی اور وہ چیز فرزند ہے۔

حالی

شہر مین قحط کی دُہائی ہے	جان عالم لبون پر آئی ہے

لبون پر جان آنے کی نسبت عالم کیطرف ہی حالانکہ درحقیقت اُن لوگون کی جان لبون پر آئی ہے جو عالم مین رہتے ہین۔

مثنوی زائر

کیا ہوگا یہی تھی فکر ہر دم	کل اُمڈے کا یان تمام عالم

میرحسن

اُچھلتے تھے فوارے جو اُسکے دان	گیا سب نکل اُن کا تاب و توان

اُچھلنے کی نسبت فوار دن کی طرف کی ہی حالانکہ پانی اُچھلتا ہے جو اُنکے اندر ہوتا ہے۔

برکھا رت

دریا تجھ بن سِسک رہے تھے	اور بن تری راہ تک رہے تھے

سِسکنے اور راہ تکنے کی نسبت دریا اور بن کی طرف کی ہے جو مکان ہین حالانکہ دریا کے جانور بغیر برسات کے سِسک رہے تھے۔

ایضاً

ندی نالے چڑھے ہوے ہین	تیراکون کے دل بڑھے ہوے ہین

چڑھے ہوے ہونے کی نسبت ندی نالون کی طرف کی حالانکہ پانی چڑھتا ہے جو ان مین رہتا ہے۔

محمد حسین آزاد

یعنی زمین پہ جل رہے تیرے چراغ ہین	اور آسمان پہ کھلتے ستارون کے باغ ہین

جلنے کی نسبت چراغ کی طرف کی ہی حالانکہ بتی اور تیل جلتا ہی اسی طرح کہتے ہین پرنالہ بہتا ہی حالانکہ بہنے والا پانی ہی چونکہ پرنالے اور پانی مین مناسبت ہی مجازاً اُسی کی طرف منسوب کر دیا۔

ظفر علی خان

موسلادھار ہوئی ہوگی کم ایسی بارش	بام قدرت سے مگر بہنے لگے پرنالے

اسی قسم سے ہی آگ جلتی ہی حالانکہ جلنے والی لکڑی ہی ہانڈی پک رہی ہے حالانکہ پکنے والی وہ شے ہی جو اسکے اندر ہے۔

حالی

نصیب انکا اشبیلیہ مین ہے سوتا	سب ور وز ہے قرطبہ اُن کو روتا

رونے کی نسبت قرطبہ کی ظرف مجازاً ہے۔

منیر

دولت جو زمین مین تھی مخفی	آگے ترے اُسنے سب اُگل دی

دولت اُگلنے کی نسبت زمین کی طرف کی ہی جو اُسکا مکان ہی ورنہ درحقیقت یہ فعل اللہ کا ہی۔

امیر

جسطرف دیکھو زر گل باغ مین انبار ہے	شکل فوارہ اُگلتی ہی زمین گنج نہان

کبھی فعل زمانے کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

سودا

زمانہ دل کو مرے اور عہد یار کو اب	شکست سے نہین دیتا ہی ایک آن قرار

لمؤلفہ

زمانے نے کچھ قدردانی نہ کی	نظر جانب جان فشانی نہ کی

قدردانی نہ کرنے اور نظر نہ کرنے کے فعل کو زمانے کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ اُن شخصون سے جو زمانے کے اندر ہین قدردانی اور نظر نہین کی ہی۔

حالی

ایک ہین وہ کہ زمانہ کرے انصاف اگر	اور کھلجائین کمالات بھی اُنکے سب کم

بظاہر انصاف کرنے کی نسبت زمانے کی طرف ہے اور حقیقت مین اُن لوگون کی طرف ہی جو اُس مین موجود ہین۔

داغ

زمانے نے یکایک چھوڑ دی سب ظلم کی عادت
فلک نے یک قلم موقوف کی طرز ستمگاری

کبھی فعل سبب کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

منشی

نہ رستم نہ سیمرغ نے زال زر | کشندہ ہے تو پور کا اے پدر

اسفندیار کے باپ سے اسفندیار کی بہنون نے ایسا کہا تھا اسلیے کہ اسنے اسفندیار کو رستم کی جنگ کے لیے بھیجا تھا جہان وہ کام آیا پس باپ بیٹے کے قتل کا سبب ہی۔

ولہ

یہ سُن کر اُسے غیرت آئی یہین | وہ غیرت سر رزم لائی وہین

غیرت کسی کے لڑائی مین آنے کا سبب ہوتی ہے۔

ولہ

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ | ہوا رشک سے جسکے لالے کو داغ

باغ کا ترتیب دینا بادشاہ کا کام نہین ہے کیلیے کا کام ہے بادشاہ سبب ہی حکم دینے والا۔

آتش

اگر یہ شادی مینا سے ہے ظاہر ہوتا | حال پر صوفیوں کے خندہ زنی جام کرین

خندہ زنی کرنیکا فعل جام کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ جام خندہ زنی کرنیکا سبب ہی۔

میرحسن

سخاوت یہ ادنے سی اک اسکی ہے | کہ اک دن دو شالے دیے ساتسے

دو شالے دینے کا فعل ممدوح (یعنی نواب آصف الدولہ والی اودھ) کی طرف منسوب کیا حالانکہ اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے مگر ممدوح سبب ہے حکم دینے والا۔

ولہ

یہ چاہ کہ خلقت کسی ڈھب جیے | کئی لاکھ ایک ایک دن مین دیے

ــــ ایک دن مین کئی لاکھ دینے کے فعل کو ممدوح کی طرف منسوب کیا ہی جو سبب آمر ہی ورنہ حقیقت مین اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے۔

حالی

جسنے یوسف کی داستان ہی سُنی | جانتا ہوگا روئداد اُس کی
مصر مین قحط جب پڑا آکر | اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر
کھتیان اور کوٹھے کھولدیے | مفت سارے ذخیرے تولدیے

کھتیان اور کوئے کھول دینے اور ذخیرے تول لینے کی نسبت ذات یوسف علیہ السلام کی طرف کی ہے حالانکہ یہ کام اُنکے نوکرون نے کیا تھا وہ سبب آمر تھے۔

ولہ

کبھی نادر نے قتل عام کیا	کبھی محمود نے غلام کیا۔

قتل عام کرنے کی نسبت نادر کی طرف کی ہے اور غلام کرنے کی نسبت محمود کی طرف حالانکہ اُن کے حکم سے اُنکی سپاہ نے یہ کام کئے تھے۔

امیر مینائی

فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس	بر ہین ہے مردم گیا کے جامۂ آب روان

دراصل اللہ نے اشجار کو آبی لباس دیے ہین اور شبنم سبب ہی۔

کبھی فعل کی نسبت مصدر کی طرف ہوتی ہے جیسے۔

میر حسن

غضب سے غضب اُسکے کانپا کرے	تہور سے ہیبت بھی اُس کے ڈرے

کانپا کرے کی نسبت غضب کی طرف کی ہے اور ڈرنے کی نسبت ہیبت کی طرف کی ہے اور نسبت حقیقی یہ تھی کہ یہ دونون فعل شخص کی طرف نسبت کیے جاتے جو اُن کا فاعل حقیقی ہوتا یعنی یون کہتا کہ اُسکے غضب سے صاحب غضب کانپا کرتا ہے اور اُسکے تہور سے صاحب ہیبت ڈرا کرتا ہے مگر جو مبالغہ کلام مین اُس طرح کہنے سے پیدا ہوا وہ اس طرح کہنے سے پیدا نہوتا چونکہ غضب اور ہیبت فاعل سے مشابہت رکھتے تھے اس وجہ سے کہ فعل کا تعلق دونون سے ہو سکتا ہے اسلیے اسناد فعل کی دونون کی طرف مجازاً صحیح ہے۔

آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھائے	مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

سُننے کا جال بچھانے کی نسبت مجازاً آگہی کی طرف ہی اور حقیقت مین اُس شخص کی طرف ہوتی ہے جو اُسکا طالب ہے۔

اسناد مجازی خبر سے خصوصیت نہین رکھتی بلکہ انشا مین بھی جاری ہوتی ہے جیسے بہار دانش منظوم مین تپش کہتا ہے کہ بادشاہ نے وزیرون کو حکم دیا ؎

کرو اُس کا سامان جو کچھ کہا	کما شہ نے پھر اُس سے بہتر ہی کیا
در بارگہ پردہ تعمیر کی ہے	وزیرون نے فی الفور تدبیر کی

بادشاہ نے وزیرون کو مکان کی تعمیر کے لیے حکم دیا جو اُنھون نے تعمیر کیا اور ظاہر ہی کہ مکان کی تعمیر کرنا وزیرون کا کام نہین بلکہ عملے کا کام ہے وہ تو سبب ہین حکم دینے والے۔

قرینہ مجاز عقلی

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ مجاز عقلی کے لیے کوئی قرینہ ایسا ہونا ضرور ہے جس سے معلوم ہو کہ معنی حقیقی یہان مراد نہین کیونکہ بغیر قرینے کے معنی حقیقی مفہوم ہوتے ہین اور وہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہے کبھی لفظی ہوتا ہے جیسے سودا کے اس قول مین۔

تیغ اُردے[1] لے گیا ملک خزان مستاصل	اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل
دیکھ کر باغ جہان مین کرم عز وجل	سجدۂ شکر مین ہی شاخ ثمردار ہر ایک

ملک خزان کو مستاصل کرنے کی نسبت تیغ اُردے کی طرف مجازاً ہے اور قرینہ اس پر شعر ثانی ہے کیونکہ یہ شعر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالے نے اپنی مہربانی اور کرم سے بہار بھیج کر خزان کو دُور کر دیا پس اسناد مستاصل کرنے کی تیغ اُردے کی طرف تاول کے طریق پر ہے تاول اسے کہتے ہین کہ کلام کو ظاہر سے خلاف ظاہر کی طرف پھیرنا یہان تاول کی صورت یہ ہے کہ موسم بہار سبب ہے خزان کے جاتے رہنے کا ورنہ حقیقت مین خزان کا دُور کرنا اللہ کا کام ہے۔

[1] اُردے یاے مجہول سے سال شمسی کا دوسرا مہینہ ہندی کا جیٹھ مہینہ اس سے مطابقت رکھتا ہے اور یہ مخفف ہے اُردے بہشت کا جو مرکب ہے اُرد بمعنی نظیر اور بہشت بمعنی جنت سے وجہ تسمیہ یہ کہ ایران و توران مین اس موسم مین بہار کی کثرت ہوتی ہے پھول کھلتے ہین درختون مین نئے پتے آتے ہین کسرۂ اضافت کے کھینچنے سے یاے تحتانی پیدا ہوئی اور بہمن سال شمسی کا گیارھوان[2] مہینہ ہے اور ہندی کے مہینے پھاگن کے ساتھ تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اور دے بروزن مے سال شمسی کا دسوان[3] مہینہ ہے یہ مہینہ ہندی کے مہینے ماگھ یا ماہ سے مطابقت رکھتا ہی ۱۲ از تسہیل اللغات مؤلفہ نجم الغنی خان مصنف این کتاب

محمد حسین آزاد

اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان میں	اور روشنی تھی عام زمین آسمان میں

اس شعر میں آفتاب کی طرف خطاب ہے۔

ولہ

دولاب چرخ پر اگر اپنا مدار ہے	چلنا اسی پہ دور خزان و بہار ہے

ان دونوں شعروں میں اسناد مجازی ہی اور قرینہ لفظی اسپر شعر آئندہ ہے۔

ولہ

دن سے خدا نے ہمکو دیا کام کے لیے	اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

اور کبھی قرینہ معنوی ہوتا ہی اور اسکی بھی کئی صورتین ہین ایک یہ کہ عقل کسی طرح تجویز نہین کرتی کہ مسند الیہ مذکور کے ساتھ فعل حقیقۃً قائم ہو سکے جیسے۔

آبرو

تمھاری زلف بیچان نے مجھے بھی مار رکھا ہے	تماشا دیکھتے ہو کیا مرے حال پریشان کا

زلف کے ساتھ مارنیکا قیام محال ہے۔

جلیل

عشق گیسوے بتان نے سانس بھی لینے دی	اژدہا بیٹھا رہا گنج دل ناکام پر

عشق کے ساتھ سانس نہ لینے دینے کا قیام محال ہے۔

ظفر

دل نخچیر سے تیر اسکا یہ کہتا ہی کہ لے	جذبۂ شوق ترا کھینچکے لایا مجھکو

جذبۂ شوق کے ساتھ کھینچ کے لانیکا قیام محال ہی اسی طرح تیر کے ساتھ کہنے کا قیام محال ہے،

امیر مینائی

لالہ کہتا ہی کہان موسیٰ ہین آکر دیکھ لین	صاف جلوہ ہی چراغ طور کا مجھ مین عیان

کہنے کا قیام لالہ کے ساتھ عقلاً محال ہے۔

میر تقی

کیا کیا اے عاشقی ستایا تو نے	کیسا کیسا ہمین کھایا تو نے

اول کے سلوک مین کمین کا رکھا	آخر کو ٹھکانے ہی لگا یا تو نے

ان تمام افعال کا قیام عاشقی کے ساتھ عقلاً محال ہی۔

داغ

کون مرنے کو ترے کوچے مین خود آتا ہی	پر یہ بیتابی دل ہی کہ اُٹھا لاتی ہے
کوچۂ یار مین یہ حسرت دیدار مجھے	روز لیجا کے نئی سیر دکھا لاتی ہے

میر امانت علی ممنون

اے وائے کہ تیرے لیے اس خاک نشین کو	جون بادہ لیے پھرتی ہی گھر گھر تپش دل

دوسرے یہ کہ عادۃً فعل کا قیام مسند الیہ مذکور کے ساتھ محال ہی جیسے اس شعر مین حالی کے ہے

کبھی نادر نے قتل عام کیا	کبھی محمود نے غلام کیا

یہ بات عادۃً محال ہی کہ ایک فرد بشر قتل عام کرے پھر غلام بنالے اگرچہ عقلاً ممکن ہے۔

تیسرے یہ کہ صدور کلام کا موحد کی زبان سے ہو جیسے۔

برکھا رت

ہین شکر گذار تیرے برسات	انسان سے لے کے تا نبا تات
گلشن کو دیا جمال تو نے	کھیتی کو کیا نہال تو نے
طاؤس کو ناچنا بتا یا	کویل کو الاپنا سیکھا یا
امرت سا ہوا مین بھر دیا کچھ	اک رات مین کچھ سے کر دیا کچھ
جو دانے تھے خاک مین پریشان	سب آکے چڑھائے تو نے پروان
بنایا ہند کو گلشن بہار نے ایسا	کہ شوق سیر مین سرو چمن خرامان ہے
نہال گلشن تصویر تک ثمر لائین	بہار کا چمن دہر مین یہ فرمان ہے
بہار باغ مین کیا کیا کھلا رہی ہی گل	شگفتہ غنچۂ منقار خندہ لبیان ہے

(درمیان میں: گویا)

جونکہ یہ اقوال موحدون سے سرزد ہوے ہین اس لیے ثابت ہوا کہ انکے کہنے والون کا نکے ظاہر اسناد پر اعتقاد نہ تھا پس ان اسنادون کو مجاز سمجھا جائے گا ہان اگر یہ بات یقین کو پہونچ جائے کہ وہ انکے ظاہر کے معتقد تھے تو ان قولون کا وہی حال ہوگا جو جاہل کے اس قول کا تھا کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا گو احتمال اس بات کا ہی مگر یہ احتمال ضعیف ہی اسلیے کہ کوئی موحد ایسی اسناد کو

حقیقی نہین جانتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ برسات اور موسم بہاران کامون کے سبب ہین اور حقیقت مین یہ فعل اللہ کے ہین۔

مجاز عقلی کی شناخت

مجاز عقلی کی شناخت یہ ہی کہ اُسکے لیے فاعل ومفعول ہوتا ہی کہ جب اُنکی طرف اُس فعل کی نسبت کروی جاتی ہی تو اسناد حقیقی ہوجاتی ہی مگر اس فعل وفاعل کے ہونے کے دو طور ہین یعنے کبھی ایسا ہوتا ہی کہ یہ فعل وفاعل جلد معلوم ہوجاتے ہین جیسے۔

مولوی محمد اسمعیل

اغرا کے شیر کرتا ہے جب جوش اور خروش	جنگل تمام ہوتا ہی سنسان اور خموش

یعنے جنگل کے تمام جانور خاموش ہوکر سنسان ہوجاتا ہی۔

مولوی محمد اسمعیل

قطرون ہی سے نہر ہوگی جاری	چل نکلینگی کشتیان تمھاری

یعنے قطرون ہی سے جمع ہوکر پانی نہرین جاری ہوجائے گا۔

لمؤلفہ

زمانے نے کچھ قدردانی نہ کی	نظر جانب جان فشانی نہ کی

یعنی اہل زمانہ نے کچھ قدردانی اور جانفشانی کی طرف نظر نہ کی۔

اور کبھی بڑی غور وفکر کے بعد سمجھ مین آتے ہین جیسے۔

ذوق

کرے آہ رسا میری جو سیر عالم بالا	فلک کو بھی یون ہی اک آبلہ ساز یر پاسمجھے

یعنے جب مین آہ کھینچون تو اللہ تعالے اُس کو اتنی طاقت بخشے کہ وہ آسمان سے بھی آگے نکلجائے۔

ناسخ

اہل زمین نے کیا ستم تو کیا کوئی	نالہ جو آسمان کہن سے نکلگیا

یعنے اللہ تعالے نے نالے کو اتنی تاثیر وطاقت بخشی کہ وہ آسمان کے پار ہوگیا۔

ناسخ

جان بیٹھنے کوئی صورت نظر آتی نہین	لے چلی فردوس کو فرقت مجھے اک حور کی

یعنے دلربا کی جُدائی مین اللہ تعالےٰ نے مجھے مرنیکے قریب پہونچا دیا ہی۔

داغ

کیا شبِ ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہی	اپنے ہمراہ اجل کو بھی لگا لاتی ہے

یعنے اللہ تعالیٰ شبِ ہجر مین مجھپر بلا لاتا ہی اور اُسکے ساتھ اجل کو بھی بھیجدیتا ہے۔

مجاز عقلی اور استعارہ بالکنایہ مین فرق

سکاکی مجاز عقلی کو نہین مانتا اُسکے نزدیک اسکی تمام مثالین استعارہ بالکنایہ کے قبیل سے ہین جس مین مشبہ بہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ مذکور ہوتا ہے اور جو شے کہ مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اُسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرتے ہین مثلاً "دوا نے بیمار کو اچھا کیا" اس مین دوا سے استعارہ شافی حقیقی کی ذات کا کیا ہے اور غرض اس سے تشبیہ مین مبالغہ منظور ہے اور اچھا کرنے کی نسبت دوا کی طرف استعارے کے لیے قرینہ مانا ہے پس جب یہ کہتے ہین کہ "دوا نے بیمار کو اچھا کیا"، تو مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ شافی حقیقی نے بیمار کو اچھا کیا ہے اور اچھا جو فاعل حقیقی کی خصوصیات سے ہی اُسکو دوا کی طرف منسوب کر دیا ہے اسی طرح اور امثلہ کو قیاس کر لو خلاصہ کلام یہ ہے کہ فاعل مجازی کو فاعل حقیقی کے ساتھ فعل کے متعلق ہونے کی وجہ سے تشبیہ دیجاتی ہے یعنی جس طرح فاعل حقیقی کے ساتھ اچھا کرنے کا فعل متعلق ہے اُسی طرح فاعل مجازی کے ساتھ متعلق کیا جاتا ہے اگرچہ فاعل حقیقی کے ساتھ وہ فعل بطور ایجاد کے متعلق ہوتا ہے اور فاعل مجازی کے ساتھ بطور سبب کے یعنے خدائے تعالےٰ اچھا کرنے کا موجد ہے اور دوا اچھا کرنے کا سبب ہے پھر تنہا فاعل مجازی کو ذکر کر کے اس سے فاعل حقیقی مراد لیتے ہین اور جو چیز فاعل حقیقی سے خصوصیت رکھتی ہی اسکو فاعل مجازی کے لیے ثابت کرتے ہین۔ مگر یہ قول سکاکی کا صحیح نہین معلوم ہوتا اس لیے کہ اس قول مین

غالب

فلک نہ دُور رکھ اُس سے کہ ایک مین ہی نہین	درازدستی قاتل کے امتحان کے لیے

استعارہ بالکنایہ کوئی معنے محصل نہین رکھتا کیونکہ اگر اللہ تعالےٰ کے ناموں کو توقیفی مانا جائے یعنے اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہین تو اس صورت مین خدا کو فلک نہین کہہ سکتے جس کی طرف دُور رکھنے کی نسبت کی ہی اور اگر

توقیفی نہ مانا جائے تب بھی یہ شرط ہے کہ ایسے نام کا اطلاق جناب باری پر کرنا چاہیے جس سے کوئی برابری لازم نہ آئے اور ظاہر ہے کہ فلک برگشتہ اور متغیر و آشفتہ حال ہے اور نیز دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جنکے نزدیک مدار دُنیا کے کامون کا فلک پر ہے اور اُنکا اعتقاد ہے کہ جو کچھ جہان مین ہوتا ہے سب گردش فلکی سے ہوتا ہے اور خدا ے تعالیٰ کے وجود کے وہ قائل نہین پس اُن کے نزدیک دُور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف حقیقی ہو اور اہل حق کا قول ہے کہ قادر مطلق ایزد بیچون ہے اور فلک سبب ہو پس دُور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف مجاز عقلی مین داخل ہے۔

سوال۔ مجاز عقلی مین بھی دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

جواب۔ ایسا نہین اس لیے کہ استعارہ بالکنایہ مین فعل کی نسبت حقیقی ہے اور کلمۂ مستعار کی ذات سے دوسرے معنے مراد ہوتے ہین بخلاف مجاز عقلی کے کہ اس مین اسناد حقیقی نہین ہوتی۔

سوال عرف عام مین جو ایسے جملے مذکور ہوتے ہین کہ فلان آدمی کے مکان کو آگ نے جلایا یا طاعون نے اتنے آدمیون کا کام تمام کیا یا برف نے اِبکی سال بڑا نقصان پہونچایا وغیرہ۔ سہ

عشق نے غالب نکما کر دیا	ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ سب مجاز عقلی مین داخل ہین کیونکہ اہل حق کے نزدیک ہر کام کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ اہل عُرف مین سے کوئی بھی بولنے کے وقت اس بات کا خیال نہین رکھتا۔

جواب اس مین شک نہین کہ اکثر اہل عرف جاہل ہین فاعل حقیقی اور سبب مین فرق نہین کر سکتے اور جو لوگ کہ ذہن سلیم اور فکر مستقیم رکھتے ہین وہ ایسے جملون کے بولنے کے وقت ضرور اسکا خیال رکھتے ہین یا ایسے جملے فہمیدہ لوگون کے قصور کی وجہ سے حقیقت عرفی ہو گئے ہین یعنی عرف کے لحاظ سے حقیقت ہین ورنہ فی الواقع مجاز عقلی ہین۔

دوسرا باغ مسند الیہ کے حالات مین

مسند الیہ جس کی تعریف اوپر کی گئی (یعنے وہ کلمہ جسکی طرف دوسرا کلمہ منسوب ہو) اسکے حالات دو قسم کے ہین ایک یہ کہ مقتضاے ظاہر حال کے موافق ہوتے ہین دوسرے یہ کہ مقتضاے

ظاہر حال کے خلاف ہوتے ہین ہم انکو دو چمنون مین بیان کرتے ہین۔

چمن اول اُن اُمور کے بیان مین جو مقتضاے ظاہر حال کے موافق ہین

مسند الیہ کا ذکر جملے مین ضرور ہی یا بلحاظ اس امر کے کہ وہ جملے مین اصل ہی مثلاً۔

گویا

رات بیمار کو بیمار نے سونے نہ دیا	چشم جانان کو دل زار نے سونے نہ دیا

پہلے مصرع مین دل زار فاعل ہی اور چشم جانان مفعول اور سونے نہ دیا فعل ہی جسکی نسبت دل زار کی طرف واقع ہی اور دوسرے مصرع مین پہلا بیمار مفعول ہی اور دوسرا فاعل ہی۔

غالب

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحت دل کا	کہ اس مین ریزۂ الماس جزو اعظم ہے

چونکہ اپنی ایذا دوستی کا اظہار مقصود تھا اسلیے زخم دل کے مرہم مین ریزۂ الماس کا نام لیا کیونکہ ریزۂ الماس سے زخم اور بھی بڑھ جاتا ہی چونکہ ریزۂ الماس جملے مین اصل ہی اور کوئی مقتضی اُسکے اچھا کے عدول کا ہی نہین اسلیے اُسکو ذکر کیا ہے۔

یا اس سبب سے کہ اپنا مطلب بخوبی واضح ہو جائے جیسے۔

فضل الدین فیاض

رہگئے حضرت سید کے جو ارمان دلمین	پورے ہوتے وہ اب ارمان نظر آتے ہین

دوسرے مصرع مین ارمان کو ایضاح کے لیے ذکر کیا ہی۔

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین	مین ہون انگشتر پیغمبر خاتم کا نگین

دوسری جگہ ضمیر متکلم کو ایضاح کےلیے ذکر کیا ہے۔

سودا

خانہ پرورد چمن ہین آخر اے صیاد ہم	اتنی فرصت دے کہ ہولین گل سے ٹک آزاد ہم

دوسرے مصرع مین ضمیر متکلم ایضاح کا فائدہ دیتی ہے۔

یا اس خیال سے کہ سامع کند ذہن اور غبی ہو تو بھی مطلب سمجھ جائے جیسے۔

سودا

حدیث فاطمہ کے حق مین بضعۃ منی	ہوئی زبان محمد سے بار ہا ارشاد
حدیث یہ جو مکرر نبی نے فرمائی	سوا اس حدیث کے فرمانے سے یہی ہی مراد ہی کہ

دوسرے شعر مین لفظ نبی مقصود بالتمثیل ہی۔

یا ایسا ہوتا ہی کہ متکلم جانتا ہی کہ سامع مسندالیہ کو سمجھتا ہی مگر دوسرون پر اُس کا غبی ہونا ظاہر کرنے کو مسندالیہ کا ذکر کرتا ہے۔

شباب

پوچھا عدو نے یار نے کیا جھک کے دیدیا	مین نے کہا کہ یار نے بوسہ دیا مجھے

باوجودیکہ سامع کو سوال کے سُننے اور اُس کے سمجھنے سے غفلت نہ چاہیے مگر مجیب نے اس غرض سے کہ لوگون پر یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ شخص غبی ہے جواب مین مسندالیہ یعنے یار کا ذکر کیا تاکہ لوگ سمجھ لین کہ اس سے اسی طرح گفتگو کرنی چاہیے۔

یا مسندالیہ کے ذکر سے اُسکے مدلول کی تعظیم مقصود ہوتی ہے بشرطیکہ وہ تعظیم پر دلالت کرتا ہو جیسے۔

میرحسن

کسی شہر مین تھا کوئی بادشاہ	کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پناہ

سودا

بس اب تو کہہ دیل خیرالنساؑ ہی اُس سے خوش	حسین رضؓ کے جو کرے قتل سے دل اپنا شاد

داغ

نواب نے کی جو قدر دانی میری	اے داغ گذر گئی جوانی میری

غالب

بھیجی ہی جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال	ہی لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال

منشی

در دولتِ شاہِ عالم پناہ	فقیر و غنی کا ہے اُمید گاہ

خواجہ امام الدین اثر

معین بلبت معین ہو رہن ہو بھلے برے کے تمھین دھنی ہو	تمھارے قدمو کمین سر دیا ہی تمھاری بستی ہو آن اپنے بین

اُسکے ذکر سے اہانت مقصود ہوتی ہے جیسے -

سودا

ھدر کے بازار مین ہے اک دبنگ — عار اطبا و طبابت کا ننگ

ولہ

بھلا اس شان کا باقی کہین ہے — کہ جس پر ہر کوئی ایسا تعین ہے

ولہ

سجدہ کرے ہین مہر و ماہ در پہ آنکھونکے روز و شب — مبرہن اُس سے یون ہوا دا عی ہین یہ غلام دد

ولہ

غرض کہ مولوی سادہ نے اُسکو سُنی جان — عقیدے اپنے کی باتین سب اُس سے کین ارشاد

یا مسندالیہ کو تبرک کے لیے ذکر کرتے ہین جیسے -

میرتقی

ہادی علیؑ رفیق علیؑ رہنما علیؑ — یاور علیؑ محمد علیؐ آشنا سے علیؑ
مرشد علیؑ کفیل علیؑ پیشوا علیؑ — مقصد علیؑ مراد علیؑ مدعا سے علیؑ
جو کچھ کہو سو اپنے تو ہان مرتضیٰ علیؑ

سودا

محمدؐ کنت کنزاً کی گواہی — محمدؐ عالم علم الٰہی
محمدؐ جنگ مین سالار رسل ہے — محمدؐ ماہر ہر جزو و کل ہے

یا حظ طبع مقصود ہوتا ہی جیسے -

مذاق

جسکی طفلی جانیوالی اور شباب آنیکو ہے — مژدہ اے رندو کہ وہ مست شراب آنے کو ہے

خواجہ درد

اُن لبون نے نہ کی مسیحائی — ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

سوز

خدا کے لیے میرے اے ہم نشینو — وہ بانکا جو جاتا ہے اُسکو بُلا لو

یا کلام کو طول دینے کی غرض سے جہان سُنانا مطلوب ہو مسندالیہ کو ذکر کرتے ہین اور

اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ سامع اُسکے حال کو سُننے اور دیر تک اُس سے ہم کلامی حاصل رہے اسی لیے دوستون کے ساتھ اور نیز اُن لوگون کے ساتھ جنسے بات چیت کرنیکو اچھا جانتے ہین طول کلامی کی جاتی ہے جیسے۔ ع

کیسے لگا تھا یہ دل ایسے لگا تھا یہ دل — کچھ مین نے ابتدا کی کچھ تمنے ابتدا کی

پہلے مصرع مین دل کا لفظ کہ مکرر آیا ہے مقصود ہے۔

انیس

یہ سخن کہ کے مخاطب ہوا اعدا سے امام — اے سپاہ عرب و مصر و رے و کوفہ و شام
تم پہ کرتا ہے حسین آخری حجت کو تمام — پسر مصحف ناطق ہون سُنو مجھسے کلام

ولہ

سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام — جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
ترک آداب ہے ہر چند یہ بتلائیے نام — کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب و ناکام
قیدی ہون ظلم رسیدہ بھی ہون نادار بھی ہون
اس کٹے قافلے کا قافلہ سالار بھی ہون

یہ وہ موقع ہے کہ ہند یزید کی بیوی قید خانے کے دیکھنے کے لیے گئی ہے وہان امام زین العابدین قید مین دیکھ کر نام و نسب پوچھا تو امام نے جواب اس طول کلامی کے ساتھ دیا ہے تاکہ اس کی توجہ اپنی طرف کھینچین ع

ولہ

بولا کوئی کہ کون ہے تو اے نحیف و زار — دل ہو گیا ہے تیری صدا سُن کے بیقرار
اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ دل فگار — آفت زدہ اسیر و پریشان و سوگوار
چھوٹے سے سن مین قیدی زندان شام ہون
مین دختر حسین علیہ السلام ہون
پوتی ہون اُسکی جو کہ ہے کونین کا امیر — شیر الہٰ بادشہ آسمان سریر
ایسا کریم تھا وہ دو عالم کا دستگیر — جسنے ہزارون قید سے چھڑوا دیے اسیر
شہرت جہان مین ہمت مشکل کشا کی ہے
ہم آج ہین اسیر یہ قدرت خدا کی ہے

خطاب میں اصل یہ ہے کہ معین کے لیے ہو کیونکہ معارف اسلیے وضع ہوے ہیں کہ معین میں استعمال کیے جائیں دوسرے خطاب یہ ہے کہ کلام کو حاضر پر پہونچایا جائے مگر کبھی خطاب معین سے ترک کرکے غیر معین کے ساتھ کیا جاتا ہے تاکہ خطاب بطور بدل کے ہر مخاطب کو عام ہو سکے اور ہر مخاطب یہ سمجھ لے کہ متکلم نے یہ بات مجھسے کہی ہے۔

حالی

کام ہیں سب بشر کے ہم وطنو	تم سے بھی ہو سکیں جو مرد بنو
چھوڑو افسردگی کو جوش میں آؤ	بس بہت سوے اٹھو ہوش میں آؤ
قافلے تم سے بڑھ گئے کوسوں	رہے جاتے ہو سب سے پیچھے کیوں
تم اگر ہاتھ پاؤں رکھتے ہو	لنگڑے لولوں کو کچھ سہارا دو
تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر	نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر

جبکہ ضمیر مستتر کے سوا کوئی اور لفظ فعل کا فاعل ہو اُس وقت ضمیر کو صرف صیغے کی علامت اعتبار کرینگے جیسا کہ زید آیا۔ میں آیا۔ تم آئے۔ عورتیں آئیں۔ زید میں تم عورتیں فعل کے فاعل ہیں اور مستتر علامت صیغہ ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ ایک فعل دو فاعلوں کی طرف مسند ہو اور یہ محض غلط ہے بعضوں کے نزدیک ضمیر بارز اور اسم ظاہر ضمائر متصل کی تاکید کے واسطے مستعمل ہوتے ہیں اور فائدہ ضمیر بارز اور دوسرے اسم ظاہر کے ذکر کرنے میں یہ ہے کہ سامع کو معلوم ہو جاتا ہے کہ نسبت فعل کی بالضرور اسی فاعل کی طرف ہے۔

مسند الیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اور عَلَم وہ ہے کہ نام ہو شخص معین اور خاص چیز کا اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سامع کے ذہن میں ابتدا سے بعینہ حاضر ہو جائے تاکہ پھر کسی اور کے ساتھ شبہ باقی نہ رہے جیسے۔

ترانۂ شوق

اللہ کی حمد ہے زبان پر	ہے آج دماغ آسمان پر
وصف اُسکے لکھیں جو لکھنے والے	کونین کے دو ورق ہوں کالے

دوسرے شعر میں ضمیر سے اگر ذات معینہ الٰہی کو بعد علم کے دوبارہ حاضر کر دیا

کبھی علمیت سے مسندالیہ کی عظمت و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہے جیسے

انشا

وہ سعادت علی عالی اعلےٰ جو ہے — معدن جود و سخا لجۂ احسان و کرم

یہان یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ سعادت علی کو اظہار عظمت مین دخل نہین بلکہ اُسکے اوصاف اُس پر دلالت کرتے ہین کیونکہ عظمت ایک ایسا امر ہی جو کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اس صورت مین جو عظمت سعادت علی سے مستفاد ہوتا ہی صفات سے اس مین زیادتی پیدا ہوتی ہی۔

ولہ اگر کہین ہاتھ مین تو لیکے کسے جاو دپٹ — الامان بول اُٹھین قیصر روم و خاقان

سودا

شیر یزدان شہ مردان علی عالی قدر — وصی ختم رسل اور امام اول پا

علی سے جو عظمت مستفاد ہوتی ہی عالی قدر سے اس مین زیادتی پیدا ہوتی ہی۔

ہوس

کہان ہے جم اور کہان سکندر کہان ہے قیصر کہان ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

مصحفی

خامش ہین ارسطو و فلاطون مرے آگے — دعوی نہین کرتا کوئی موزون مرے آگے

گویا

ہے ایک تیرا آئینہ بردار سکندر — دارا ترے دروازے کے دربانکے برابر

کبھی۔ اظہار علمیت کا تعظیم نظیر کے لیے ہوتا ہے جیسے۔

مومن

تری غلامی کی دولت سے خاک پائے بلال
سفیدہ رُخ فغفور چین و قیصر روس

فغفور چین و قیصر روس جو عالی قدر بادشاہ ہین اس لیے مذکور ہوے ہین کہ خاک پائے بلال کی عظمت ظاہر ہو اور بلال کا اسلیے ذکر کیا گیا کہ ذات ممدوح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی بیان ہو۔

کبھی اظہار علمیت سے کنایۃً علم کے معنی حبلی کی طرف ہوتا ہے جیسے

بی بی سکینہ سے مجلس کے ایک محافظ نے نام پوچھا تو اُنھون نے اس وجہ سے کہ وہ اُنکے حال پر رحم کرے اس طول کلامی سے جواب دیا۔
یا اُسکے ذکر سے تخویف اور دھمکی منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر

اُسکی خاطر کہینگے خرد و کلان	سعی اس مین کرینگے عمدے بجان
دوست اُسکو رکھے ہین پیر و جوان	لے گا منت علی محمد خان

رکھنا ان پیسون کا ہے کسکی مجال

پہلے چارون مصرعون مین مسند الیہ کا ذکر تخویف کے لیے ہے۔

منشی

یہ کہکر لگا کہنے پھر یون ہجیر	کہ رستم ہے مرد شجاع و دلیر

رستم کے ذکر سے ہجیر کی غرض سہراب کو ڈرانا تھی۔
یا تعجب کے لیے ذکر کرتے ہین جیسے۔ ۵

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے	عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

مسند الیہ کی تعریف

اصل یہ ہے کہ مسند الیہ معرفہ ہو جیسا کہ خبر کی اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو اور غرض اس سے متکلم کی یہ ہوتی ہے کہ مخاطب کو کامل فائدہ حاصل ہوجائے اور مسند الیہ کی تعریف کئی طرح سے ہوتی ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ کی جاتی ہے اور یہ تین حال سے خالی نہین یا متکلم ہوتا ہے یا مخاطب یا غائب اگر مسند الیہ غائب ہو تو اُسکے لیے مفرد ہو یا جمع وہ اور وے ضمیر ہے اور بعض وے بھی جمع کے لیے استعمال کرتے ہین مگر فصحا کے نزدیک مقبول نہین وہ اُسکو مُلّا ہاے مکتبی کی زبان جانتے ہین اور واحد مخاطب کے لیے تو ہے اور یہی فصیح ہے اور قدما تین بھی بولتے تھے اور تم جمع مخاطب کے لیے ہے اور مین واحد متکلم کے لیے اور ہم جمع متکلم کے لیے ان

سائت الفاظ کے سوا اور بھی الفاظ ضمائر کے لیے آتے ہین مثلاً تجھے تجھکو تمھین تمکو مجکو ہمین ہمکو اُسے
اُس کو اُنھین اُن کو یہ بارہ الفاظ مفعول کی ضمیرین ہین اور مینے آپنے آتے اُنھون نے تو نے
تمنے ہین نے ہمنے یہ چھ لفظ فاعل کی ضمیرین ہین اور چھ لفظ ضمیر کے حروف سے تعلق رکھتے
ہین مثلاً اُس سے اُن سے۔ تجھسے تمسے مجھسے ہمسے اسی طرح چھ لفظ اضافت کے لیے آتے ہین
چنانچہ میرا ہمارا تیرا تمھارا اُس کا اُن کا اور مین نے کی جگہہ مین غیر فصیحون کا لفظ ہے جیسے مین نے
کیا یا کیا مین نے کی جگہہ مین کیا یا کیا مین بولین۔ ضمائر کا الف نے اور واسطے کے ساتھ
یاے مجہول سے بدل جاتا ہے اور اُردو مین یہ دونون لفظ مضاف شمار ہوتے ہین اور خاطر
کے ساتھ یاے معروف سے تبدیل ہوتا ہے جیسے تیرے لیے اور تیرے واسطے اور تیری خاطر
اور اس صورت مین یہ الفاظ ضمائر اضافی مین داخل ہین اور اُنھون کے واسطے اور اُنھون کی
خاطر کے بجاے اُن کے واسطے اور اُن کی خاطر زبان غیر فصیحون کی ہے اور کنے بعض نزدیک
بھی واسطے اور لیے کی طرح عمل کرتا ہے اور اُنھین سے دراصل اُن ہی سے ہے لیکن اب
اصل سے نقل کا استعمال اچھا ہے۔ ضمیر غائب کے لیے مرجع کا ہونا ضرور ہے۔ مرجع اس اسم کو
کہتے ہین جسکی جگہہ ضمیر آتی ہے اور یہ مرجع ہمیشہ ضمیر سے پہلے ہوتا ہے جیسے نیرنگ [illegible] کی اس
عبارت مین مسیح کا عجب حال ہے کہ اتنا تو اچھا ہے مگر پھر بھی لوگ اسے ہر وقت اچھا نہین
سمجھتے" اسے کا مرجع مسیح ہے۔

حالی

کہ کل فخر تھا جن سے ہندوستان کو ۔۔۔ ہوے آج سب ننگ ہندوستان دو

کبھی مرجع لفظاً مذکور نہین ہوتا بلکہ ذہن مین ہوتا ہے چنانچہ غزلیات مین معشوق کی طرف
جو ضمائر راجع ہوتی ہین وہ اسی قبیل سے ہین۔ مثلاً۔

جرأت

وہ گیا کس طرف اُٹھ جانے سے جسکے یارب ۔۔۔ دل کسی در طرف جانے ہی جان در طرف

وہ کی ضمیر معشوق کی طرف راجع ہی اور وہ عبارت مین مذکور نہین لیکن سیاق کلام اور قرینہ
مقام سے معلوم ہو جاتا ہی بخلاف اسماے ظاہر کے کہ اگرچہ غائب ہی کے لیے موضوع ہین لیکن اُن مین
یہ شرط نہین کہ اُس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو اور ضمیر غائب کا اسم ظاہر کی طرف رجوع کرنا وضع مذکور یہ
قرینہ ہی جیسے زید آیا۔

کبھی اظہار علمیت سے حظ طبع مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین میر حسن کے۔

کہا میری نجم النسا تو ہے جان	اری تیرے صدقے مری مہربان

یا بلکہ نجم النسا وزیرزادی بہت مدت کے بعد شہزادی بدر منیر سے آکر ملی تو اسنے یہ کہا تھا اس کلام مین نجم النسا کا نام صرف حظ طبع کے واسطے ذکر کیا گیا ورنہ درصورتیکہ وہ خود شاہزادی کے سامنے حاضر تھی اس قدر کہنا کافی تھا کہ اری مین تیرے صدقے جاؤن میری جان تو ہاں ایسے موقع پر نام لینا ضرور تھا چنانچہ یہ بات کتاب توبۃ النصوح مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی کے اس فقرے سے ظاہر ہوتی ہی معکلیم نے وہان جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب تنگ درتنگ جانگیہ پہنے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا آپ ہین معاف کیجیے گا مین نے سمجھا کوئی اور صاحب ہین" الخ آہا آپ ہین کہا کلیم کا نام نہ لیا۔

آتش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ	جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

انیس

علی اکبر مری محنت کیطرف دھیان کرو	امان واری مری بستی کو نہ ویران کرد

مان نے سامنے علی اکبر سے یہ بات کہی تھی۔

اسی غرض کے لیے شعر ذیل مین فرخ فرخ واقع ہوا ہے۔

گلزار نسیم

شہ نے جو وزیر آتے دیکھا	فرخ فرخ پکار اٹھا

کبھی اظہار علمیت بیان حسرت و افسوس کے لیے ہوتا ہے جیسے مرزا غالب اپنے ایک خط مین لکھتے ہین "وہی بالاخانہ ہے وہی مین ہون سیڑھیون پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف مرزا آئے وہ میرن آئے وہ یوسف علی خان آئے مرے ہوؤن کا نام نہین لیتا بچھڑے ہوؤن مین سے کچھ گنے ہین انتہیٰ"

گیا قیس ناشاد اس عشق مین | کبھی جان فرہاد اس عشق مین
ہوتی اس سے شیرین کی حالت تباہ | گیا اس سے لیلی نے خیمہ سیاہ
سنا ہو گا وامق پہ جو کچھ ہوا | نل اس عشق مین کس طرح سے موا

جو عذرا پہ گذرا سو مذکور ہے
دمن کا بھی احوال مشہور ہے

غالب

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف | کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

ہوس

بیٹھا تھا جہان یہ چشم پُر خون | وارفتہ عشق یعنے مجنون

دبیر

تم بھی نہ رہے عون و محمدؑ بھی سدھارے | اب کون اُٹھائے گا جنازے کو ہمارے

ولہ

لاشے سے پسر کے نہ جدا ہووے گی مادر | بیٹھون گی مین جس بن مین رہینگے علی اکبرؑ

داغ

میر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہان | داغ اب یہ ہین غنیمت ہمہ دان دہلی

اظہار علمیت تحقیر کے واسطے ہوتا ہے جیسے

انوار حسین تسلیم

سو کھے منھ باتین کرتی ہی روکھی | وہ فقیر و بھی بھک منگی بجُو کی

قلق

کس سڑی کا ابھی یہ تھا مذکور | کون مجنون جو قیس تھا مشہور

عاشقی کا مزہ وہ کیا جانے
نام مہر و وفا وہ کیا جانے

یعنے قیس کو عاشقی کا کیا سلیقہ تھا۔
کبھی سامع کو ترحم پر برانگیختہ کرنیکے لیے علم کو بیان کرتے ہین جیسے۔

مولوی محمد حسین آزاد

آزاد نے قدم نہ رکھا قید حرص مین	سچ ہے کہ دی خدا نے ہی کیا ہی سمجھ اُسے

آزاد اصل لغت مین غیر بندہ اور بے قید اور بے تعلق کو کہتے ہین پس یہان پر کنایہ ہے اسکے حرص دُنیا سے آزاد ہونے کی طرف وضع اول کی وجہ سے اور وضع ثانی کے اعتبار سے محمد حسین کا تخلص تھا پس معنی لغوی قرینہ ہین انتقال کے معنی ثانی کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دُنیا سے آزادی ہے پس ملزوم سے اور وہ ذات آزاد ہی لازم کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دُنیا سے آزاد ہونا ہے انتقال باعتبار وضع اول کے ہوتا ہی۔

حافظ عبدالرحمن احسان

حکم والا یہ ہوا قلعے مین احسان نہو	سُن کے اِس بات کو اک شہر کا دسان گیا
شہر دہلی یا کہ جس شہر مین احسان نہو	قلعہ وہ کیا ہی کہ جس قلعہ سے احسان گیا

یہ اُس قطعہ کا شعر ہے جو احسان نے اکبر شاہ ثانی کی خدمت مین اُس موقع پر پیش کرایا تھا جب دشمنون نے اُنکی طرف سے کان بھر کر قلعہ معلی مین آمد و رفت سلام و مجرا سب بند کرادیا تھا۔ قلمی دیوان احسان سے یہ شعر نقل ہوے۔

مومن

آج ہوتا کمال کو کہتا	اب تخلص بنا ہے نقصانی

کمال ایک ایرانی شاعر کا تخلص ہی اور یہان پر اس لفظ کے معنی اصلی کی طرف اشارہ ہی چنانچہ نقصانی کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی شعر ذیل مین مومن کا لفظ۔

مومن

گر ترے کوچے سے دی کعبے کو نسبت کیا گناہ	مومن آخر تھے کبھی اے دشمن اسلام ہم

اگرچہ مومن شاعر کا تخلص ہی مگر یہان اُسکے معنی اصلی کی طرف کنایہ ہی کہ اس چیز کے تصدیق کرنے کو کہتے ہین جسکی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ اُسے محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہین۔

ولہ

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دین	مومن نہون جو ربط رکھین بدعتی سے ہم

ولہ

ہے نام جو بہر تابع فرمان کردن مین	مومن ہون تو تجھکو بھی مسلمان کردن مین

وزیر

بچکارا اپنا گڑا لیکے مجھکو اے شہ حسن	فقیر ہون ترے در کا وزیر نام نہین

وزیر کا مقابلہ فقیر کے ساتھ دلالت اس بات پر کرتا ہے کہ اُسکے معنی اصلی کی طرف کنایہ ہی۔

احمد حسین مائل

روز بخشش پوچھ لینا یا حسین	کس جگہ مائل ہمارا رہ گیا

اسی قبیل سے ہی گویا کے اس مقطع مین اگرچہ علم مسند ہی نہ مسندالیہ۔

گر ترے اُٹھنے نہ دینے سے بگڑ بیٹھا وہ	تو تو گویا تھا کوئی بات بنائی ہوتی

واجد علی شاہ غلام رضا نام اپنے ایک مصاحب کے حق مین کہتے ہین۔

ظلم ایسا جگر کا ایسا سخت !!	تھا غلام رضا وہ کب کمبخت !!

اسی قبیل سے ہی بحر کا یہ مقطع جس مین علم منادی ہی۔

سنگ و دربانکے سبب کوچۂ جانان چھوڑا	بحر تم رک گئے خاشاک سے دریا ہوکر

سودا شاہ عالم کی تعریف مین کہتا ہے۔

ترقی ہو اُسے دنخواہ عالم	کہاوے تا ابد یہ شاہ عالم

جرأت

تسمہ نہ موڑونگا تری شمشیر سے قاتل در رو	نام ہی جرأت مرا اس بات کو مردانہ ہون

اس مقطع مین علم مسندالیہ نہین بلکہ مسند ہی۔

کبھی اظہار علمیت سے سامع کا حیران و مشوش کر دینا مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

غالب

اسد اللہ خان تمام ہوا	اے دریغا وہ رند شاہد باز

انیس

غل ہوتا ہی ہر سمت جدا ہوتی ہی زینب	ہر اک کے گلے ملتی ہی اور روتی ہی زینب

ولہ

علی اکبر کی جوانی کا ہے جانکاہ الم	زانو پر مارتے ہین دست تاسف ہر دم

مومن

گر ترے صدقے مری جان مومن	جان مومن ترے قربان مومن

ولہ

مومن زار کہ تھا گرم بیان	سوزش سینہ سے تھا شعلہ فشان

مظہر

لوگ کہتے ہین موا مظہر بیکس افسوس	کیا ہوا اُسکو وہ اتنا بھی تو بیمار نہ تھا

مظہر کے ساتھ بیکس کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ سامع رحم کے لیے زیادہ برانگیختہ ہو۔

انیس

تم پہ کرتا ہی حسین آخری حجت کو تمام	پسر مصحف ناطق ہون سنو مجھسے کلام

محشر

حال دل کچھ مختصر کہتا ہی محشر تنگ روزگار	ای بت سنگین دل اپنے عاشق بیدل کی بات

نظام رامپوری

ترے کرم سے ہو نومید کسطرح سے نظام	کہ حسب حال ہی یہ قول عارف باللہ

دبیر عباس کی زبانی

ناچیز سہی کم سہی رُتبے مین ہین آگا ہاتھ اُن کا پکڑ کر حسن پاک کو سونپا	بابا نے غلامونکے بھی حق مین کہا کیا عباسؑ غلامون سے بھی کم مرتبہ ٹھہرا

اسی فائدے کے لیے بکاؤلی کا ذکر دوسرے شعر مین ہے۔

گلزار نسیم مین بکاؤلی کی زبانی

گل کا سا لہو بھرا گریبان دکھلا کے کہا سمن پری کو	سبزے کا سا تار تار دامان اب چین کہان بکاؤلی کو

مسند الیہ کی تعریف خطاب و لقب و کنیت کے ساتھ

کبھی مسند الیہ کی تعریف کنیت و لقب سے کی جاتی ہے اور اس سے یا تو توصیف مسند الیہ

کی منظور ہوتی ہے جیسے اِس مثال میں۔

مذاق

مرتضیٰ و بوتراب بوالحسن بوالاولیا ‖ بوالائمہ سید والا علی مشکلکشا

اس مثال سے کنیت و لقب دونوں ظاہر ہیں۔

گویا

جو دوستوں کو سمجھتے ہیں دشمنانِ علیؑ ‖ تو اُنکے سر کو کرے تیغ بوتراب قلم

میر تقی

ہے کریم اب بھی وزیر ابن وزیر ‖ آصف الدولہ فلک قدر و جناب

حالی

یہی شفقت تھی کہ جب اُسنے سوجھلیا انجام ‖ شیخ فاروق نے بیٹے کا کیا کام تمام

یا تحقیر مسندالیہ کی مراد ہوتی ہی جیسے ان مثالوں میں۔

سودا

یہ کہا شیخ نے شیطان سے کہ آ ہم سے مل ‖ آشنا مت ہو تو سودا سے خرابی کا

ولہ

اتفاقاً بزم رندان میں ہوا وارد جو شیخ ‖ پنجہ اُنکا دم بدم داڑھی کا اُسکی شانہ تھا

ولہ

کام اُس گلی میں سر سے یہ سودا گذر چکا ‖ کیا تا اب یک قدم جو اُدھر بوالہوس چلے

ولہ

پیوند ہو زمین کا یارب شتاب ناصح ‖ سی سی مرا گریبان اُن نے تو جان مارا

نیاز

ٹھانی ہی یہاں مغبچوں نے اپنے یہ دل میں ‖ واعظ جو ملے اُسکے عمامے کو اتارد

ظفر

منہ پہ چڑھنا نہیں شمشیر ستم کے آسان ‖ بوالہوس بھاگے نہ کیوں عشق کے میدان سے دور

سودا

ٹھہرانہ گا کیوں آکے ترے کوئی بوالہوس ‖ اک میں ہی رہ گیا ہوں دعا گو قدیم کا

حافظ یہ حیا ہے عہد لیسے اُسکے براؤن مین	سو ولیا دے کو دے کے مین دیے تو دیے ہوا

شیخ اور ناصح اور واعظ اور بوالہوس اور حافظ الفاظ واسطے تحقیر کے ذکر کیے گئے ۔

مسندالیہ کی تعریف اسماے اشارہ کے ساتھ

مسندالیہ کی تعریف اسماے اشارہ کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اُسکی خوب وضاحت ہو جائے ۔
فرق معنوی ضمیر اور اسم اشارہ مین یہ ہے کہ اشارہ اُمور حسی کے لیے موضوع ہے اور ضمیر حسی اور غیر حسی دونون کے لیے بنی ہے جیسے کہتے ہین زید سے مین ملا تھا وہ نہایت عمدہ آدمی ہے لفظ وہ ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہے اور زید محسوسات سے ہے ۔ غیر حسی کی مثال ۔

از مثنوی سحر البیان

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے	قلم جو لکھے اُس سے افزود ہے و لے پرورش سب کی منظور ہے

دونون شعرون مین وہ لفظ ضمیر ہے اور خدا کی طرف راجع ہے جو غیر محسوس ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مرجع ضمیر کا ذہنی ہوتا ہے حسی نہین ہوتا یعنی اعضاے ظاہر سے تعلق نہین رکھتا اور اشارہ باعتبار معنی حقیقی اپنے کے صرف محسوس حاضر کی طرف ہوتا ہے اور یہ اعضاے ظاہر آنکھ بھون ہاتھ پاؤن اور دل وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور اگر کہین غیر محسوس غیر حاضر کی طرف اشارہ کیا جائے تو مجاز پر محمول ہوتا ہے کہ غیر محسوس کو محسوس حاضر تصور کر کے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہین چنانچہ تنی شاہنامہ اُردو کی نسبت کہتا ہے ۔

کرو اللہ یہ نامۂ دلپذیر	بہت خوب ہے بلکہ ہے بے نظیر

یعنی یہ کتاب کہ ذہن مین معقول و متصور ہے اور اب تک وجود مین نہ آئی ہے بشرطیکہ خطبہ الحاقی نہ ہو اسم اشارہ فاعل لازم اور مسندالیہ کے لیے واحد ہو یا جمع یہ مقرر ہے اور جمع کے لیے یہ بھی قدما کے محاورے مین تھا مگر اب متروک ہے اور فاعل متعدی اور مفعول اور متعلق بہ حرف کیلیے

اُس مستعمل ہے جیسے اُسنے مجھے بہت ستایا اور اُسکو مین بہت چاہتا ہون اور اُس سے مجھے کچھ غرض نہین اور فاعل کی جمع کے لیے اُنھون نے اور مفعول کی جمع کے لیے اُنھون کو اُنہین کو استعمال کرتے ہین اور یہ پچھلا لفظ افصح ہے اور متعلق بہ حرف کے لیے اُنھون اور اُن سے لاتے ہین اور پچھلا لفظ فصیح تر ہے اور اُس نے کی جگہ اُنھون نے بھی استعمال کرتے ہین اور لفظ یہ اشارہ قریب کے لیے ہے اشارۂ بعید کے لیے اُردو مین وہی لفظ مستعمل ہے جو ضمیر واحد غائب کے لیے آتا ہے انشاء اللہ خان سے دریاے لطافت مین یہ بات فروگذاشت ہو گئی ہے اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ اسم اشارہ مشارالیہ کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور اسم ضمیر مرجع کے ساتھ جمع نہین ہو سکتا۔ پس ان اشعار مین۔

سیّد اصغر علی آبرو ساکن ٹونک

اُس زلف سیہ کا ہے یہ نقشا مرے آگے	یا کھیل رہا ہے کوئی کالا مرے آگے

شاہ مُبارک آبرو

افسوس ہے کہ مجھکو وہ یار بھول جائے	وہ شوق وہ محبت وہ پیار بھول جائے

اسکا زلف اور وہ کا یار اور شوق و محبت کے ساتھ جمع ہونا دلیل ہے اس بات پر کہ یہ دو لفظ یہان اشارہ بعید کے لیے مستعمل ہوے ہین اور اِس اور اِن الف مکسور کے ساتھ اشارہ قریب کیلیے ہین اور اُس اور اُن الف مضموم کے ساتھ اشارہ بعید کے لیے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسند الیہ کی تعریف اسم اشارہ کے ساتھ یا تو زیادتی مدح کے لیے ہوتی ہے جیسے۔

عشرت

ارادہ سیر کا کرتا ہے جبکہ وہ گلرو	یہ نازکی کہ جبین پر عرق ابھی سے ہے

یعنی اُسکی نازکی بہت بڑھی ہوئی ہے۔

محمد افضل خان افضل

یہ قطع یہ بُرید یہ شوخی یہ شان تیغ	یہ گھاٹ یہ تراش یہ پہلو یہ آن تیغ

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب | تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

انیس

سب تھک گئے مگر نہ تھکے تیغزن کے ہاتھ | وہ معرکہ رہا اسی گل پیرہن کے ہاتھ

یعنی وہ معرکہ عظیم الخ۔

ولہ

وہ سرد ہوا نور کی وہ صبح کا عالم | اور زمزمے مرغان خوش الحان کے وہ باہم
وہ سبزۂ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم | اور صبح کی نوبت کی صدا آئے وہ ہر دم

ولہ

چلنا وہ باد صبح کے جھونکوں کا دم بدم | مرغان باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم
وہ آب و تاب نہر وہ موجوں کا پیچ و خم | سردی ہوا میں پر نہ زیادہ بہت نہ کم
وہ نور صبح اور وہ صحرا وہ سبزہ زار | تھے طائروں کے غول درختوں پہ بے شمار
چلنا نسیم باد سحر کا وہ بار بار | کوکو وہ قمریوں کی وہ طاؤس کی پکار
وہ دشت وہ نسیم وہ جھونکے وہ سبزہ زار | پھولوں پہ جا بجا وہ گہرہائے آبدار

میر حسن

وہ نکھر افلاک اور وہ مہ کا ظہور | لگا شام سے صبح تک وقت نور
وہ سنسان جنگل وہ نور قمر | وہ بُراق سا ہر طرف دشت و در
وہ اُجلا سا میدان چمکتی سی ریت | اُگا نور سے چاند تاروں کا کھیت

نظیر

تو وہ بہاریں وہ فضائیں وہ ہوائیں وہ سرور | وہ طرب وہ عیش کچھ جسکا نہیں حد حساب

یا کثرت منظور ہوتی ہے جیسے۔

انیس

بالو کو تسمین دے کے چلا شاہ نامدار | وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار

ذوق

نسیم عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگین | کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

یا تحقیر کے لیے جیسے۔

چھٹا اگر ترا تجھ سے شہر و دیار	یہ بندی ہی لائی ہے تقصیروار

مولوی محمد اسمٰعیل

یہ تن و توش اور یہ رفتار	ایسی رفتار پر خدا کی مار

پہلا اسم اشارہ تعظیم کے لیے ہے اور دوسرا تحقیر کے لیے۔

انیس

وہ نحس و بد کہ اُڑے جس کا سایہ دیکھ کے بوم	وہ تیرہ رنگ کہ جس سے کسود شام ہو روم

یا باعتبار قرب و بعد کے اُسکا حال بیان کرنا مقصود ہوتا ہی جیسے۔

احسن

اشک گلگون کو نہیں لعل و گہر سے پیوند	یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

وجاہت جھنجھانوی

زور کر سکتا نہیں جہل جو ہو علم سوا	جتنا یہ بڑھتا ہی وہ اتنا ہی گھٹ جاتا ہی

انیس

جنت انعام کر کہ دوزخ میں جلا	وہ رحم ترا ہے یہ عدالت تیری

مسند الیہ کا معہود ہونا

کبھی نکرہ معہود ہونے کی وجہ سے معرفہ ہو جاتا ہی اور معہود اُسے کہتے ہین جو ایک شے معین اور مقرر ہو اور وہ دو قسم پر ہی ایک معہود خارجی وہ نکرہ ہے کہ بقرینہ مقالیہ یا کسی خاص وجہ سے ذات خاص پر دلالت کرتا ہے مثلاً۔

منشی

گیا کیو وہین گذربانکے پاس	گذربان لگا کرنے گفتار یاس

مصرع دوم مین گذربان سے وہی گذربان مراد ہی جسکا ذکر مصرع اول مین ہوا ہی مگر اسقدر ہی کہ مصرع اول مین گذربان مسند الیہ نہین ہے۔

ناسخ

تاریخ اس ضریح کی مطلوب جب ہوئی	بولے ملک ضریح قبول امام ہے

مقصود بالتمثیل ضریح ہی جو مصرع اول مین مسندالیہ نہین -

ایجاد رنگین

ایک اندھا مرد بینا کا تھا یار	ربط تھا دونون مین باہم بے شمار
تھی پُرانی قمچی اک اندھے کے پاس	کچھ سفر کٹنے کی تھی جس سے نہ آس

اندھا معہود ہی جو دوسرے شعر مین مسندالیہ نہین -

اکبر

قدیم وضع پہ قائم رہون اگر اکبر	تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہی میلا

لفظ سید سے سید احمد خان سمجھے جاتے ہین اور اسکو اکبر کے سوا اور لوگ بھی جانتے ہین اور اس کا ہندوستان کے اہل علم پر ظاہر ہے -

والمعہود ذہنی وہ نکرہ ہے جو متکلم اور مخاطب مین معلوم اور معین ہو اور کوئی شخص اُس سے واقف نہو اور اُسکا ذکر بھی پہلے نہوا ہو مثلاً کسی کا دشمن سامنے سے آئے اور وہ دیکھکر کہے کہ موذی آیا اور اُس سے مراد ایک شخص معین ہو جسے متکلم اور مخاطب جانتے ہون تو لفظ موذی اگرچہ نکرہ تھا لیکن بسبب ہونے معہود ذہنی کے معرفہ ہو گیا اسی طرح بادشاہ وزیر سے کہے کہ دشمن کی فوج آپہونچی اگرچہ نام نہین لیا مگر دونون اُس دشمن کو اور اُسکی دشمنی کے کامون کو اچھی طرح جانتے ہین مرزا غالب ایک دوست کو لکھتے ہین کہ اُردو کا دیوان غاصب ناانصاف سے ہاتھ آگیا۔" غاصب نا انصاف سے شخص معین مراد ہی جسکو متکلم مخاطب جانتے تھے اور غاصب نا انصاف مجرور ہی۔ فرق معہود ذہنی اور خارجی مین یہی ہی کہ معہود ذہنی کو صرف متکلم اور مخاطب جانتے ہین اور کوئی نہین جانتا بولنے والا اگرچہ عام لفظ بولتا ہے مگر حقیقت مین ایک خاص معنی مراد لیتا ہی اور معہود خارجی وہ ہی جسے اور لوگ بھی جانین جیسے لفظ خلیل سے جسکے معنے دوست کے ہین حضرت ابراہیم سمجھے جاتے ہین -

داغ

نواب نے کی جو قدردانی میری	اے داغ گذر گئی جوانی میری

نواب سے مراد نواب کلب علی خان والی رام پور ہین جن کو اس شعر کے پڑھنے اور

سننے والے کبھی نہین سمجھ سکتے۔

امیر

ہے لکھنؤ کی جان تو کلکتے مین امیر	خاک آئے میری آنکھ مین اب لکھنؤ پسند

لکھنؤ کی جان سے واجد علی شاہ فرمان رواے اودھ مراد ہین اور اسکے معہود ذہنی ہونے مین کوئی شبہ نہین۔

غالب

مجھے جنون نہین غالبؔ ولے بقول حضور	فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو

غالب کے عہد مین حضور سے بہادر شاہ دوم مجھے جاتے تھے جو شاہان تیموریہ کے سب سے پچھلے براے نام تاجدار تھے اور لفظ حضور مضاف الیہ مجرور ہے۔

مسند الیہ کی تعریف موصول بناکر

کبھی مسند الیہ کی تعریف اُس کو موصول بناکر کی جاتی ہے اُردو مین اسم موصول کی علامت یہ ہے کہ جونسا واحد مذکر کے لیے اور جونسی واحد مؤنث کے لیے اور جونسے جمع مذکر کے لیے اور جونسیان جمع مؤنث کے لیے اور فصیح لوگ جمع مؤنث کے لیے بھی جونسی بولتے ہین اور جو اور جس نے اور جن نے اور جنھون نے اور جس کو اور جن کو اور جس سے اور جن سے بھی اسم موصول کے الفاظ ہین اور جسکی جگہ جس کسی اور جن کنھی بھی درست ہے اور جو کی جگہ سو بھی عورتون مین مستعمل ہے اور کوئی سا اور کوئی سی بھی موصولات کے لیے آتے ہین۔

اور اسم اشارہ بھی کاف بیانیہ کے لانے سے موصولات کے حکم مین ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت پر باقی نہین رہتا اور کبھی اسم اشارہ کے ساتھ جو بھی آتا ہے جو سواے شرط کے بیان کا بھی فائدہ دیتا ہے اور اس طرح تعریف کئی سبب سے کیجاتی ہے۔

یا تو اسلیے کہ سامع مسند الیہ کے دوسرے خاص خاص حالات سے واقف نہین ہوتا صرف صلے سے واقف ہوتا ہے پس اُسکے جتلانے کے لیے مسند الیہ کو اس طرح ذکر کرتے ہین تاکہ صلے کی وجہ سے جو ایک جملۂ خبریہ ہوتا ہے اور اُس مین بیان اُسی موصول کا ہوتا ہے سامع کو معلوم ہو جائے مثلاً جو لڑکا کل غیر حاضر تھا آیا جو لڑکا اسم موصول کل غیر حاضر تھا یہ جملۂ خبریہ اُسکا صلہ ہے۔

نظام رامپوری

تمھارے پاس جو گھوڑا کمیت رنگ کا ہی — وہ بخشیے مجھے للہ بخشیے للہ

جو کمیت رنگ کا گھوڑا موصول اور تمھارے پاس موجود ہی جملۂ خبریہ اُسکا صلہ ہی موصول صلے سے ملکر مبتدا خبر اسکی دوسرا مصرع ہی۔

ظفر

سوتا تھا جو شب رکھکے ترے سر کے تلے ہاتھ — بیٹھا ہی زنخدان کے سو وہ دھر کے تلے ہاتھ

جو موصول ہے سوتا تھا شب رکھکے ترے سر کے تلے ہاتھ صلہ ہی موصول صلے سے ملکر مبتدا دوسرا مصرع خبر ہے۔

امیر

دکھایا انقلاب تازہ عالم کے حوادث نے — جو مرتے ہین وہ جیتے ہین جو جیتے ہین وہ مرتے ہین

(یعنی) جو لوگ اسم موصول اور مرتے ہین اسی طرح جیتے ہین صلہ دونون اسم موصول صلے ملکر مبتدا اور مابعد اُنکی خبر۔

مسدس حالی

وہ خطہ جو تھا ایک ڈھورون کا گلہ — گران کردیا اُس کا عالم مین پلہ

یہان وہ اسم اشارہ مع خطہ کے موصول اور جو کاف بیانیہ کا قائم مقام ہے ڈھورون کا گلہ تھا صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا دوسرا مصرع خبر ہے۔

ولہ

وہ قومین جو ہین آج غمخوار انسان — درندوں کی اور اُنکی طینت تھی یکسان

منہ

نوکرون کی تمھارے جو ہے غذا — اُن کو وہ خواب مین نہین ملتا

شایان

مویشی جو چرتے تھے سوے شمال — بکڑے گئے اُن کو یہ بد خصال

ناسخ

دشت غربت مین مرے مر رہے تو — جو گڑھا آیا نظر وہ گور ہے

ولہ

جو غذا توڑتے ہین آگے ہین | جو چباتے ہین اُنکے پیچھے ہین

یا مسندالیہ کی تعظیم مطلوب ہوتی ہے جیسے۔

غالب

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب | وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

وہ کافر موصول جو بیان کے لیے اور ما بعد صلہ ہے۔

ولہ

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار مین | فرمان روائے کشور ہندوستان ہے

جو یعنی جو کوئی اسم موصول ہے سایۂ دیوار یار مین بیٹھا ہے صلہ اور یہان تعظیم مقصود ہے۔

انیس

چڑھائین عدو اسکو نیزے پہ آہ | محمدؐ کے زانو پہ جو سر رہے

جو سر مسندالیہ موصول ہے اور محمدؐ کے زانو پہ رہے صلہ رہے۔

قاسم علی شوکت

کاٹ ہے جو ابروے خمدار مین | ہے یہ برش کب کسی تلوار مین

جو کاٹ مسندالیہ اور موصول ہے اور ابروے خمدار مین ہے صلہ ہے اور یہان موصول کی تعظیم مقصود ہے۔

یا مسندالیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہے جیسے۔

امیر مینائیؔ

جو کربلا مین شاہ شہیدان سے پھر گئے | کعبے سے منحرف ہوئے قرآن سے پھر گئے

جو لوگ اسم موصول ہے شاہ شہیدان سے پھر گئے صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا ہوا اور دوسرا مصرع خبر ہے اور یہان موصول کی تحقیر منظور ہے۔

اقبال

قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے | موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے

جو قطرے اسم موصول اور میرے عرق انفعال کے تھے صلہ ہے اور یہان صلہ سے موصول

کی تحقیر نکلتی ہے -

تراب

جو گھر گھر پھرے سیم و زر کے لیے | مرے کون اُس سیم بر کے لیے

غلام دستگیر نامی

اُصول اُخوت سے جو بیخبر ہین | وہ اسلام کے واسطے پُر خطر ہین

یا اسلیے کہ اُسکا ذکر کرنا صراحت کے ساتھ اچھا نہین معلوم ہوتا جیسے -

حالی

پھر گئے بھائیون سے جب بھائی | جو نہ آئی تھی وہ بلا آئی ؛

یہان مسند الیہ کا ذکر صراحت کے ساتھ کرنا اچھا نہین معلوم ہوتا ہی کیونکہ وہ کوئی خوبی کی چیز نہ تھا اسلیے موصول بنا کر لائے۔

ولہ

سزا دار ہے اُن کو جو نا سزا ہے | روا ہی اُنھین سب کو جو نا روا ہے

ولہ

وہ جو کچھ کہ ہین کہہ سکے کون اُن کو | بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

ولہ

معلوم ہے جو مورد نیا اسپین مین گذری | جسوقت از بلا ہوئی وان صاحب افسر

یا اس بات کی طرف اشارہ منظور ہوتا ہی کہ خبر اس قسم کی ہوگی جیسے -

ذوق

زمین پہ نور قمر کے گرے مین صاف اظہار روشنی ہے | کہ جو ہین روشن ضمیر اُنکو فروغ اُنکی فروتنی ہے

جب یہ کہا کہ جو لوگ روشن ضمیر ہین تو اس موصول و صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ اس مبتدا کی خبر ایسی چیز پر مبنی ہوگی جو روشنی اور فروغ کی قسم سے ہوگی -

مومن

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو | وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جب یہ کہا وہ قرار جو ہم مین تم مین تھا تو اس موصول و صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا

کہ اس مبتدا کی خبر مین کوئی بات قرار کے یاد رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق بیان ہوگی۔

حالی

یا کبازون کو نہین عہد مین میرے کھٹکا	جو کنونڈے ہین وہی مجھسے کھٹکتے ہین سدا

موصول مع صلے کے یعنی جو لوگ کنونڈے ہین اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اسکے بعد کوئی ایسی چیز آئیگی جو مجرمون کے مناسب حال ہوتی ہی۔

ولہ

جو ہنرمند ہین دل انکا بڑھاتا ہون مین	خوبیان انکی زمانے مین جتاتا ہون مین

امیر

برہمن کو بت نے تو اے صنم	جس نے جو مانگا خدا سے مل گیا

واجد علی شاہ اختر

اے دل یہ نصیحت کسی ناصح کی ہی سن لے	بھولے جو تجھے اسکو بھی تو یاد نہ کرنا

ناسخ

جو ترے عشق مین ہلاک نہین	زندگانی کا لطف خاک نہین

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ایما کے ذریعہ سے شان خبر کی تعظیم بھی مستفاد ہوتی ہی مثلاً جو آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اُسنے ہمارے لیے مکان بنایا اس مثال مین موصول مع صلہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر مین کوئی تعمیر کا ذکر ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مکان عالی شان ہوگا کیونکہ اُسکا بنانے والا وہ ہی جسنے آسمان کو پیدا کیا ہے۔

حالی

جسنے صورت تک عدالت کی کبھی دیکھی نہ تھی	ہاتھ سے جسنے بڑونکی آن ابتک دی نہ تھی
بیگنا ہون کے لیے وہ رات دن جیل مین تھا	پانون اک اسکا عدالت مین تھا اور اک گھر مین تھا

شاعر کے اس قول مین دکہ جو شخص اتنی عظمت رکھتا تھا کہ اُسکو عدالت تک جانے کا کام نہ پڑا تھا اور وہ اپنے اسلاف کی طرح نہایت وقار سے رہتا تھا اور جس طرح اُسکے بڑے عدالت مین جانے کو عار سمجھتے تھے اسی طرح وہ بھی سمجھتا تھا) ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر جس چیز پر مبنی ہے وہ کوئی ایسا امر ہے جس مین عدالت کی قسم کی کوئی بات ہوگی پھر اس مین یہ بات بھی پیدا ہوتی ہی کہ جبکہ

ایسا عالیشان آدمی بیگناہ ہونے کے لیے رات دن چکر میں تھا اور عدالت میں پے در پے جاتا تھا تو وہ کوئی اہم معاملہ ہوگا۔

مصحفی

اُنھوں کو صاحب خرمن سبھی سمجھتے ہیں	جو مصحفی کے ہیں کملائے خوشہ چینوں میں

شاعر کے اس قول میں کہ جو مصحفی کے خوشہ چین یعنے شاگرد ہیں اس بات کی طرف ایما ہے کہ اس کی خبر میں کوئی ایسا ذکر ہوگا جو خوشہ چینی کے مناسب ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے لوگوں کے خرمن یعنے دیوان نہایت عمدہ ہوں گے کیونکہ وہ مصحفی جیسے شاعر کامل کے خوشہ چین ہیں۔

کبھی یہ ایما غیر خبر کی شان کی عظمت پر دلالت کرنیکا ذریعہ ہوتا ہے جیسے۔

دبیر

از بہر حسینؑ و حسنؑ اے خالق دانا	جو مجھسے جلیں تو انھیں دوزخ میں جلانا

جو مجھ سے جلیں موصول مع صلہ کے ہے اور اس میں ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر میں کوئی عذاب وعقاب کی قسم کا مضمون ہوگا اور اس ایما میں متکلم کی شان کی تعظیم سمجھی جاتی ہے کیونکہ اُسکے ساتھ حسد رکھنے کی وجہ سے حاسدوں کے عذاب دینے کی دعا کی گئی ہے۔

میر تقی

جو کہ خود سر رکھتے اُستادوں سے عار	اُنکے تئیں ہرگز نہ ہوتا اعتبار

موصول مع صلہ یعنی مصرع اول ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر کوئی ایسی چیز ہوگی جس میں تحقیر موجود ہوگی اور اس سے اُستادوں کی تعظیم بھی نکلتی ہے اس لیے کہ اُن سے عار رکھنے کی وجہ سے بے اعتباری پیدا ہوتی ہی۔

نفیس

مقابلہ مرا جس نے کیا وہ ہارا ہے	اسدکی اصل ہی کیا اژدہوں کو مارا ہے

جسنے میرا مقابلہ کیا یہ موصول مع صلہ ہے اور یہ ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر میں کوئی ایسی چیز جس میں مقابلہ کرنیوالے کی ناکامی کا حال ہوگا اور اس سے اُس شخص کی عظمت پیدا ہوتی ہی جس سے مقابلہ کیا جاتا ہی اور وہ متکلم ہی۔

ظفر

جو حب آل نبی اور صحابہ دل سے رکھے	ظفر اُسے نہیں ڈر حشر کی تباہی کا

کبھی یہ ایما شان خبر کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً۔

شباب

جنکو موزون شعر کا پڑھنا بھی ہے کار اہم	فکر دیوان نے بنا رکھا ہے دیوانہ انھین

پس بیان موصول مع الصلہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی ایسی چیز ہوگی جو شعر سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسے شخص کا دیوان مبتذل ہوگا۔

مسدس حالی

وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر	عفونت مین سنڈاس سے ہے جو بدتر
زمین جس سے ہے زلزلے مین برابر	ملک جس سے شرماتے ہین آسمان پر

ہوا علم دین جس سے تاراج سارا
وہ علمون مین علم ادب ہے ہمارا

وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر موصول ہے اور جو بیان صلہ کے لیے ہے اور عفونت مین سنڈاس سے بدتر وغیرہ صلہ ہے اور یہ موصول وصلہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خبر مین کوئی ایسی ہوگی جو علم انشاپردازی سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسے علم ادب نہایت خراب ہوگا۔

کبھی یہ ایما غیر خبر کی شان کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً جو لوگ شیطان کی اتباع کرتے ہین وہ عذاب پاتے ہین موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر خرابی اور بے بہرگی کے قبیل سے ہوگی اور اس سے یہ بات بھی پیدا ہوتی ہے کہ شیطان حقیر و ذلیل ہے اُس کی اتباع کرنا گناہ ہے کیونکہ جب اُس کی متابعت پر عذاب مترتب ہوتا ہے تو ضرور محقر ہوگا۔

مذاق

دنیا و دین مین رہتا ہے آلودہ جو فقیر	دھوبی کا کتا ہے وہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

جو موصول اور دنیا و دین مین آلودہ رہتا ہے اُس کا صلہ ہے موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایما ہے کہ خبر مین زیان اور ناکامیابی کی قسم کی کوئی بات ہوگی اور اس سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ دنیا و دین بری چیز ہین کیونکہ ان کی محبت مین مبتلا رہنا فقیر کے لیے

محرومی درجات کا سبب ہے۔

علمی

اور کیا ترک اسکو جنے ہو عذاب اسکو بڑا	ہے یہ مضمون احادیث شریف مصطفیٰ

جنے اسکو ترک کیا موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایما ہی کہ اسکی خبر مین کوئی تہدید اور سزا کا مضمون ہوگا اور یہ امر نماز جمعہ کے ترک کرنے کی برائی پر دلالت کرتا ہی۔

ولہ

ہو کے مومن جو ادا کرتا نہین اس فرض کو	ہو بھلا اُسکے جنازے کی ادا کیونکر نماز

موصول مع صلہ کے (یعنے جو شخص مومن ہو کر اس فرض کو ادا نہین کرتا ہی) اس بات پر ایما ہے کہ اسکی خبر مین پاداش بیان کی جائے گی اور پاداش کے ذکر لے فرض کے ترک کرنیکی برائی ثابت کی۔

ظفر

جو پینگے شراب بے موقع	وہی ہون گے خراب بے موقع

عذا فائدہ اگرچہ جملہ صلہ تقیید کی وجہ سے بظاہر موصول کے زیادہ واضح کرنیکا موجب ہوتا ہے لیکن یہ اُس تعیین و تشخیص کو جو اسم اشارے مین ہوتی ہے کم کر دیتا ہی سبب سکا یہ ہی کہ موصول مین تعیین عقلی ہوتی ہے اور اسم اشارے مین تعیین حسی۔ اسم موصول معنی کلی کے لیے موضوع ہے اور معنی جزدی پر مبہم طور پر دلالت کرتا ہے پس اسکا مدلول عقلی ہوگا اور اُمور کلی کے ابہام مین شک نہین غایت یہ ہی کہ اُمور مذکورہ کے جمع ہونے سے تعیین حاصل ہوجاتی ہی مگر تعیین حسی کے درجے کو نہین پہونچتی اس صورت مین بظاہر اسم موصول نکرہ موصوفہ سے بڑھکر اور اسم اشارہ سے کمتر ہوگا جیسا کہ معہود ذہنی و خارجی کی تعریف کا حال ہے۔

مسند الیہ کی اضافت

مسند الیہ کی تعریف اضافت کے ساتھ بھی کیجاتی ہے کیونکہ یہ طریقہ مسند الیہ کے ذہن مین لانے کا بہت ہی مختصر ہی اس سے متکلم یا سامع کا مقصود نہایت اختصار کے ساتھ مستفاد ہو جاتا ہے مثلاً۔

گلزار نسیم

رستے میں ہے گلشن نگارین | رہتا ہے وہین مرا وہ گلچین

گلچین مضاف ہے اور مرا مضاف الیہ یہاں اضافت کی وجہ سے اختصار پیدا ہوا کیونکہ بغیر اضافت کے یوں کہنا چاہیے جسنے میرا گل چنا ہے یا جو میرا گل چُننے والا ہے کیونکہ بوجہ جلدی اور رنج وملال کے بکاؤلی کو طول طویل عبارت لکھنے کی فرصت نہ تھی اور اختصار مطلوب تھا اسلیے گلچین کو کہ مسندالیہ ہے مضاف بناکر عبارت کو مختصر کردیا بکاؤلی کا مقصود یہ تھا کہ وہاں گلچین رہتا ہے پس اگر وہ تاج الملوک کا نام لیتی یا صرف یہ کہتی کہ وہ وہاں رہتا ہے تو علم کے لانے یا ضمیر کے ظاہر کرنے سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ میرا گلچین ہے۔

جرأت

ناتوانی سے گرے ایسے کہ پھر اُٹھ نہ سکے | ہو گیا جزو بدن ضعف سے بستر اپنا

بستر کی اضافت اپنا کی طرف ہے پس بستر اپنا کہنا یہ کہنے سے مختصر ہے کہ بستر جو اپنی ملک ہے گویا۔

تیرا ہی مکان کعبۂ ایمان کے برابر

مراد یہ ہے کہ جو مکان تیری ملک ہے اضافت سے جو اختصار پیدا ہو گیا وہ اس مین کہان ہے۔

میر حسن

جہانتک کہ سرکش تھے اطراف کے | وہ اُس شہ کے رہتے تھے قدمون تلے

اطراف کے سرکش اسقدر عبارت کا اختصار ہے جو لوگ اطراف مین سرکشیان کرتے تھے۔

یا مضاف کرنے سے مضاف کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور مضاف مسندالیہ ہوتا ہے جیسے

انیس

بندی چلی ہے شام کو آل رسول کی | دیکھو ہی بہو ہے علیؓ و بتولؓ کی

آل کی اضافت رسول کی طرف اور بہو کی اضافت علی و بتول کی طرف ہے اور یہان مضافون کی تعظیم مقصود ہے لیکن علیؓ و بتولؓ کی بہو مسندالیہ نہین بلکہ مسند ہے۔

برق

راجہ اندر کا اکھاڑا صحبت قدس ہے برق | نام رکھا ہے پرستان بزم عشرت گاہ کا

اکھاڑے کی اضافت سے راجہ اندر کی طرف اسکی تعظیم مقصود ہے اسی طرح صحبت کی اضافت سے

اقدس یعنے واجد علی شاہ کی طرف صحبت کی تعظیم مقصود ہی صحبت اقدس مسندالیہ ہی اور راجا اندر کا اکھاڑا مسند ہے۔

حالی

مگر حیف اے فخر عالم کی اُمت	ہوئی آدمیت بھی ساتھ اُسکے رخصت

فخر عالم کی اُمت جو منادےٰ ہی اس مین اضافت تعظیم کے لیے ہی۔
یا مضاف الیہ کی (یعنی جسکی طرف مسندالیہ مضاف ہوتا ہی) تعظیم منظور ہوتی ہی جیسے۔

میرحسن

عجب شہر تھا اُس کا مینوسواد	کہ قدرت خدا ہی کی آتی تھی یاد

شہر کی اضافت سے ضمیر غائب کی طرف مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہی کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُسکے تصرف مین ایک اعلےٰ درجے کا شہر تھا۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

ہون گداے پنجتن ای شاد دیتا ہون دعا	اوج پر آصف کا یہ دربار شاہانہ رہے

دربار شاہانہ کی اضافت آصف کی طرف ہی اور اس سے مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہی۔
یا مضاف یعنی مسندالیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہی جیسے۔

سودا

مظہر کا شعر فارسی ور ریختہ کے بیچ	سودا یقین جانیو روڑا ہے باٹ کا

شعر کی اضافت مظہر کی طرف ہی اور یہان مضاف کی تحقیر منظور ہے۔

غالب

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا	جام جم سے یہ مرا جام سفال اچھا ہے

جام کی اضافت سے سفال کی طرف مضاف کی تحقیر پیدا ہوتی ہی۔
یا مضاف الیہ یعنی اُس چیز کی جسکی طرف مسندالیہ مضاف ہو تحقیر نکلتی ہی جیسے۔

ہوس

اے بخیر ات مین یدبلا ہون	انسان خورندہ اژدہا ہون

یہان اژدہا مضاف الیہ ہے اور اسکی تحقیر اس اضافت سے نکلتی ہے مگر اس قدر ہے کہ

اڑدہا غیر مسندالیہ کا مضاف الیہ ہی۔

سودا

ہائے ایسا غم نہین ابتک ہوا	میرزا جی کا ولی نعمت موا

ولی نعمت مضاف ہی اور میرزا جی مضاف الیہ۔
اور یہان مضاف الیہ کی ہجو مقصود ہی اسلیے کہ چیپک کو ولی نعمت کے لفظ سے یاد کیا ہی۔
کبھی تھوڑی ہی مناسبت کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کر دیتے ہین یعنی تھوڑے سے تعلق کی وجہ سے مضاف مضاف الیہ کی ملک ہوجاتا ہے اور یہ کمال اختصاص کے ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے یا باعتبار مجاز کے ایسا کرتے ہین جیسے۔

شیخ محمد اقبال

سارے جہان سے اچھا ہندوستان ہمارا	ہم بلبلین ہین اسکی یہ گلستان ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسمان کا	وہ سنتری ہمارا وہ پاسبان ہمارا

دیکھو شاعر ہندوستان کے ایک شہر کے ایک محلے کے ایک مکان مین رہتا ہی اس ذرا سی مناسبت سے تمام ہندوستان کو اپنی ملک بنالیا۔ یہی حال سنتری ہمارا اور گلستان ہمارا اور پاسبان ہمارا کا ہے۔

ناسخ

یہ اعلیٰ مرے لکھنؤ کی ہے شان	زمین ہے جہان آسمان لکھنؤ

سودا

جو کچھ کہا ہی تو نے یہ تجھکو سب مبارک		مین اور میرے سر پر میرا لسنت جان ہو
تا غرہ ہوجائے ذکر کیا ہے	رند	قران ابوالظفر بہادر

داغ

کس مصیبت سے بسر ہم شب غم کرتے ہین	رات بھر ہائے صنم ہائے صنم کرتے ہین

شب غم مین اضافت بادنیٰ ملابست ہی۔ اور یہ مسندالیہ نہین ہے۔
فائدہ مضاف اور مضاف الیہ مین تغائر ضروری ہے لیس داغ کے اس شعر مین سے

مولا نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا	رہتا وگرنہ ایک زمانے کو داغ داغ

داغ جو مضاف ہے داغ کی طرف اس مین بھی نفس شے کی اضافت نفس شے کیطرف

نہین بلکہ معنا دونون لفظون مین تغائر ہے کیونکہ پہلے لفظ داغ سے مراد مرنے کے غم کا رنج اور صدمہ ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ مین کوئی دوسرا لفظ حائل ہوجاتا ہے۔

للمؤلفہ

انگھڑے پہ تیرے صل نہ قدرت کے خال کے	یہ بہر چشم زخم دے ہین نقط سیاہ

نقط سیاہ مرکب توصیفی مضاف ہے اور خال مضاف الیہ اور دونون مین مفعول لہ حائل ہے۔

مسند الیہ کا نکرہ ہونا

مسند الیہ نکرہ بھی ہوتا ہے اور نکرہ اسم غیر معین کو کہتے ہین جو ایک جنس کی تمام افراد پر بولا جائے اور اُسکے واسطے کئی لفظ مقرر ہین۔ کوئی۔ کسی۔ ہر۔ جو۔ ایک۔ کچھ۔ وغیرہ ان مین سے ہر اور جو حصر کا بھی فائدہ دیتے ہین اور تنکیر مسند الیہ سے کئی فائدے نکلتے ہین۔

یا اُن افراد مین سے جنپر اُس نکرہ کا مفہوم صادق آتا ہے ایک فرد غیر معین مراد ہوتی ہے جیسے۔

غالب

غیر پھرتا ہے لیے یون مرے خط کو کہ اگر	کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

یعنی اگر کوئی ایک بھی پوچھے تو چھپایا نہ جائے۔

انیس

کوئی سید کا نہین آہ بچانے والا	حربے لاکھون ہین در اک زخم اٹھانیوالا

ذوق

کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھ کر	عجب مزہ ہے جو مرے کسی کے سر چڑھ کر

مراد پتنگ غیر معین ہے۔

ولہ

اول سے ہی بشر کو ہے رغبت خلاف سے
لیتا تھا کام منھ کا شکم مین یہ نان ہے

حالی

اس عہد مین انسان ہی نہین ظلم سے محفوظ	مظلوم نہ اب بیل نہ گھوڑا ہے نہ نخچیر

یعنے اس عہد مین ہر آدمی ہی ظلم سے محفوظ نہین بلکہ کوئی بیل اور کوئی گھوڑا اور کوئی نخچیر بھی مظلوم نہین ہی اگر یہ نکرہ جمع کا صیغہ ہو تو اُسکے معنی ین سے جماعت غیر معین مقصود ہوتی ہی کیونکہ اُس جمع کے مفہوم کی ایک فرد ہوتی ہی جیسے ۔

حالی

جب بیٹیون نے زندگی اسطرح سے پائی	دی زندگی اک ور انھین علم پڑھاکر

یعنے بیٹیون کی ایک جماعت غیر معین نے ۔

محمد باقر

رہ مین سادات نے بھی تاخت کیا	اُس کا مال و متاع لوٹ لیا

یعنے سیدون کے ایک گروہ نے ۔

احسن

خال ابرو نے مار ڈالا	کعبے والون نے رہزنی کی

یعنے کعبے والون کی ایک جماعت نے ۔
یا اُس نکرے کی جو اسم جنس ہوتا ہی ایک نوع غیر معین مقصود ہوتی ہی جس طرح تنکیر وحدت شخصی پر دلالت کرتی ہی اسی طرح وحدت نوعی پر بھی دلالت کرتی ہی جیسے ۔

آرایش محفل

ہر اک گل کا ہے رنگ و عالم جدا	نہین لطف سے کوئی خالی ذرا

یعنی پھول کی ہر ایک نوع کا رنگ و عالم جدا ہی الخ ۔

آزاد

ہم بدم علم ہے کرتا عمل ایجاد نئے	آتے ہین کارگہ دہر مین اُستاد نئے

یا نکرے کی وہ تمام افراد جنپر وہ صادق آتا ہی مقصود ہوتی ہین جیسے ۔

انیس

اُس نور کے قطرون سے پیمبر ہوے پیدا	دریاے نبوت سے یہ گوہر ہوے پیدا

یعنے تمام پیغمبر پیدا ہوے۔
یا تعظیم مقصود ہوتی ہے جیسے۔

گلزار نسیم

ہر چند سُنا گیا ہے اُس کو	اُردو کی زبان مین سخن گو

افسانہ گل بکاؤلی کا نثر مین لکھنے والا خاص ایک شخص معین ہے پس سخن گو کا لفظ جو نکرہ ہے اُسکے نام کی جگہہ بغرض تعظیم کے لایا ہے۔

ذوق

چلتا نہین ہے پنجۂ مژگان کا کچھ عمل	ہے ایسی چشم ترسے بہم آشنا گرہ

گرہ مین تنکیر عظمت کے لیے ہی۔

ناسخ

تو نہین ساقی تو میخانے مین اک برپا ہی حشر	شیشۂ مے مین نظر آتا ہی نقشہ صور کا

اک حشر سے مراد حشر عظیم ہی۔

ولہ

بستر رنج و کنج تنہائی	رات کیا آئی اک بلا آئی

سیّد آغا علی خان مہر

حُسن بھا اُس کا بہت عالم فریب	خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا

ولہ

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے	مکّی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

یا تکثیر کے لیے۔ تعظیم مین اور اس مین یہ فرق ہی کہ وہان ارتفاع شان و علو مرتبہ مطلوب ہوتا ہے اور یہان مقدار اور تعداد مین زیادتی مقصود ہوتی ہی جیسے۔

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے	دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

یعنے دشت اسقدر ویران ہی کہ اُسکو دیکھکر گھر کی ویرانی یاد آتی ہی یا دشت اِس قدر

ویران ہے کہ اُسکو دیکھکر بوجہ خوف کے گھر یاد آتا ہے۔

آرایش محفل

ہے اس مملکت کی عجب گُل زمین — کہین پھول یان کے سے ہوتے نہین

یعنے پھول یہان نہایت کثرت سے ہوتے ہین۔

یا تحقیر کا فائدہ بخشتا ہے۔

ناسخ

ہوگئی ہی کر شمع تیرے سامنے خجلت سے آب — شعلہ ان کو یا تری محفل مین فوارہ ہوا

آتش

یون مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے — آتش غزل یہ تونے لکھی عاشقانہ کیا

میر

متصل ایسے کام کرتے حریص — کام اپنے تمام کرتے حریص

یا تقلیل کا فائدہ بخشتا ہے جیسے۔

انیس

یہ سب غلط سُنا تھا کہ ہے لشکر کثیر — کچھ نوجوان ہین کچھ طفل ہین کچھ ادھیڑ ہین کچھ پیر

ناسخ

آتش عشق وہ ہے جس مین سمندر جلجائے — اک شرر جائے جو پتھر مین تو پتھر جلجائے

اِک شرر مین تنکیر تقلیل کا فائدہ دیتی ہے۔

مصحفی

مصاحب ایسے اگر کچھ کسی سے لغزش ہو — تو اسکے رفع کی ہر گز نہ کر سکین تدبیر

یعنی ذراسی لغزش ہو۔ نواب یوسف علی خان ناظم کے اس شعر مین بھی تنکیر تقلیل کے لیے ہے۔ ؎

اِک مزہ البتہ ملتا ہے سو وہ بھی مشترک — بوسہ کیا شے ہے کہ جسکے دینے مین تکرار ہو

یا تنکیر اسواسطے ہوتی ہے کہ مخاطب ایک بات کو جانتا ہے مگر اسپر عمل نہین کرتا اُسکو بمنزلہ نادان کے ٹھہرا کر ایسا کہدیتے ہین جیسے مولوی رکن الدین بکمل کے شعر مین۔ ؎

اتنی بھی جفا نکر تو اے بُت	ہم بھی ہین کسی خدا کے بندے

مخاطب جو رحم نہین کرتا تو اسکو جتاتے ہین کہ تیرے عاشق ہین تو کیا ہوا آخر کسی خدا کے بندے ہین پس بندگان خدا پر رحم کرنا چاہیے مگر یہان تنکیر مسندالیہ مین نہین ہے دوسری مثال تنکیر مسندالیہ کی یہ ہے۔

غالب

ریختے کے تمھین اُستاد نہین ہو غالب	کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

یا تنکیر سے تجدید مقصود ہوتی ہے یعنی نیا شخص نئی چیز مُراد ہوتی ہے جیسے۔

مومن

کوئی کہتا ہے جانتا ہے یہ گرمی محبت خالص کی	ہے جانسوز شعلے نے دُھوان دلکا اڑایا ہے
کوئی کہتا ہے ترکیب در غالب خلط بلغم ہے	رطوبت گر نہین تو کیون پسینے مین نہایا ہے

یعنے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے ایک کہنے والا اور ہے اور دوسرا اور ہے۔

۳۔ کبھی مسندالیہ علم کو نکرہ کر لیتے ہین یعنی ذات معین اُس سے مراد نہین ہوتی مثلاً کہین ایسی لڑائی کہین کوئی رستم ہو جب فتح ہو یہان رستم سے مراد بڑا بہادر جری ہے یا ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ ہوتا ہے یہان فرعون و موسیٰؑ کی علمیت مراد نہین بلکہ فرعون سے مراد سرکش اور موسےٰ سے مراد سرکوب ہے۔

میر

زال دُنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے

قلندر

حاتم ہے یہ گرچہ ہے قلندر	پر خانہ خراب کر گیا دل

توصیف مسندالیہ

مسندالیہ موصوف بھی ہوتا ہے پس کبھی صفت کی قید اتفاقی ہوتی ہے جیسے اس شعر مین۔

غالب

تو ڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہمکو کیا
آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

حسرت

مین کہا جان بخش عیسےٰ یا ہے گلفام تجھ	بولا دونون سے زیادہ کچھ مری دشنام ہے

بادے اور مے کے ساتھ گلفام کی قید اتفاقی ہے۔

ذوق

زمین پہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ تمر	جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

تزویر قید اتفاقی ہے۔

دبیر

کیا کیا کمال رکھتی تھی شمشیر خوش نہاد	جوہر کمند نوک سنان خود دو برق دباد

خوش نہاد قید اتفاقی ہی۔

ولہ

دنبہ ریاض خلد سے لے آئے جبرئیل	فدیہ ہوا ذبیح کا حیوان بے عدیل

بے عدیل کی قید اتفاقی ہی۔

ولہ

کونین سے افضل ہی شہنشاہ خوش انجام	پڑھتے ہین درود اُنپہ ملائک سحر و شام

خوش انجام قید اتفاقی ہی۔

فیاض

الٰہی بخشدے فیاض کی خطاؤن کو	جمال احمد مختار باوقار دکھا

کبھی۔ وہ صفت کچھ فائدہ دیتی ہی پس اس سے اتنے فائدے حاصل ہوتے ہین۔
(۱) مسندالیہ کی توضیح کرتی ہی جیسے اس مثال مین۔

ناسخ

پڑے عکس اُسکے لب سرخ کا گر ساغر مین	ہو خجالت سے وہین بادہ گلفام سفید

اس مثال مین لب کے لیے سرخ کی اور بادے کے لیے گلفام کی قید توضیح کے لیے ہی اور ان کا ہونا ضروری ہی کیونکہ لب سرخ کے رشک سے شراب سرخ کا سفید ہوجانا فرض کیا ہی۔

مومن

اُڑ گئے ہی رنگ سرخ مرا نظر دن تھا نہان	اُس مرغ بر شکستہ کی پرواز دیکھنا

پر شکستہ کی قید مرغ کے لیے اسلیے ضرور ہی کہ اس سے پرواز مین مبالغہ اور تعجب پیدا ہوتا ہی اسلیے کہ باوجود پر شکستہ ہونیکے اُڑنا ایک تعجب خیز بات ہی۔

غالب

فلک سے ہمکو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہی	متاع بردہ کو سمجھے ہوے ہین قرض رہزن پر

عیش کے ساتھ رفتہ کی اور متاع کے ساتھ بردہ کی قید توضیح کے لیے ہی مگر موصوف مسندالیہ نہین۔

میرحسن

یہ خالق کی سُن قدرت کاملہ	تماشے کو نکلی زن حاملہ

حاملہ کی قید ضروری ہے اس لیے کہ شاہزادے کی سواری کا ایسا لطف تھا کہ زن حاملہ بھی دیکھے بغیر نہ رہ سکی۔

عصمت

پستان ہین جو نورس تو بس انگیا کو اُتارو	تھیلی نہین چڑھتی ثمر خام کے اوپر

ثمر کے ساتھ خام کی قید ضروری ہے کیونکہ پستان نورس کو ان کے ساتھ تشبیہ دی ہے مگر مسندالیہ نہین ہے۔

(۳) مدح وذم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ موصوف پہلے سے متعین ہو اور مخاطب اُسے جانتا ہو اور اگر متعین نہ ہوگا تو صفت تخصیص کے لیے سمجھی جائے گی اور یہ ہمیشہ معارف کے ساتھ آتی ہے۔

مثال اول

انیس

بولے ملازمون سے یہ عباس باوفا	دریافت تو کرو کہ ارادہ ہے اُن کا کیا

باوفا کی قید مدح کے لیے ہی۔

منشی

گیا پھر وہ سہراب فرخ نہاد
طرف اپنے لشکر کے خندان و شاد

مثال دوم

انیس

ابن رکاب سبز قدم سرگروہ تھا	ایک ایک پیل زور شتمن شکوہ تھا

سبز قدم مذمت کے لیے ہے۔

مصحفی

اگرچہ بازی انشاے بے حمیت کو	رہا خوش سمجھ کر مین بازی تقدیر

بے حمیت مذمت کے لیے ہی اور یہان موصوف مسندالیہ نہین ہی۔

منشی

سرنامہ حمد خداے کریم ہؔ	کہ ہے کردگار و غفور الرحیم

یہان کریم خدا کی صفت ہے اور اُس کی مدح کے لیے ہونے مین کوئی شبہہ نہین ہوسکتا۔ کیونکہ خدا مین تعدد کی گنجائش نہین بخلاف کسان مسمّٰے بہ عباس کے کہ اُن مین تعدد کو گنجایش ہے اور خدا مین تعدد نا پیدا ہی اسی قبیل سے ہے شیطان لعین اور ابلیس گمراہ کہ ان صفات کی مذ کے لیے ہونے مین کوئی شبہہ نہین کیونکہ ابلیس ایک ہی بس اُسکی صفت کے محض مذمت کے لیے ہونے مین کوئی کلام نہین۔

عین الدین احمد متخلص بہ احمد

ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر	صف آرا ہوا شاہ گردون سریر

مہر منیر صفت مدح کے لیے ہی اور مہر ایک ایسا علم ہی جس مین تعدد کی گنجایش نہین۔

محمد اکبر خان اکبر

دوش ملک پہ دیکھ کے نعش شہید عشق
حورون کو یہ گمان ہے عرش برین نہو

برین صفت مدح کے لیے ہے اسلیے کہ عرش مین تعدد کی گنجایش نہین۔

(۳) تخصیص کل فائدہ دیتی ہی بشرطیکہ مسندالیہ نکرہ ہو اور تخصیص سے مراد یہ ہی کہ مسندالیہ مین جو جو شریک ہوتے ہین اُنکو کم کرتی ہی جیسے۔

انیس

نکلی جو رن مین تیغ حسینی غلاف سے	اڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

تیغ موصوف اور نکرہ ہی اور یہ ہر قسم کی تیغ پر صادق آتا ہی جب تیغ حسینی کہا تو اُن تیغون سے امتیاز ہو گیا جو غیر حسینی ہون۔

سودا

نہ پوچھ مجھسے کدھر ہی خزان کہان ہی بہار	کہ بلبل قفسی کو ہی گل سے کیا سروکار

(۴) صفت محض ترحم کا فائدہ دیتی مگر جیسے فرہاد غمگین۔

مولوی محمد اسمٰعیل

اور کچھوا غریب آہستہ	چلا سینے کو خاک پر گھستا

انیس

ہے ہے سنان سے جان گئی مہمان کی	میت کدھر کو ہی مرے کڑیل جوان کی

ولہ

سُنکر یہ سخن بانوے ناشاد پکاری	مین کہتی ہون کیسا سفر اور کیسی سواری

میر تقی

ستایا میر بیکس کو کسی نے	کہ پھر اب عرش تک جاتے ہین نالے

میر موصوف ہے اور بیکس صفت اور یہ صفت ترحم کا فائدہ دیتی ہی اور یہ مرکب توصیفی مفعول ہی نہ مسند الیہ۔

(۵) صفت ضمیر مخاطب کی جگہ واقع ہوتی ہی جیسے ذات گرامی ختم ہی اور جب نام نامی زبان پر آتا ہے تو میر النطق میرے دہان کے بوسے لیتا ہی۔

میر

ربط کا دعوے تھا جنکو کہتے تھے مخلص ہین ہم	جانتے ہین ذات سامی ہی کو ہم سب خاکسار

یہان ذات سامی مفعول بہ ہی۔

سودا

ہے مرضی شریف قضا گر کرے کچھ امر	جاری کسو طرح نہو اُسکی زبان تلک

مرضی شریف مجرور ہی۔
(۶) صفت محض تاکید کے لیے آتی ہے اور یہ اُسوقت مین ہی کہ موصوف مین صفت کے معنی ضمناً موجود ہون جیسے شہد شیرین۔

لمؤلفہ

فرہاد کو کیا چاہیے تھا تیشۂ فولاد ۂ	مرنے کو تو عاشق کے لیے آہ بھی بس ہے

صفت فولاد تیشے کے ساتھ محض تاکید کے لیے ہی۔

سودا

خلاف اپنے بزرگون کا جو کرے اُسکا	اگر کٹا تو کٹا از خنجر فولاد ۂ

موصوف وصفت مجرور ہین۔

مثنوی سعدین

ناخن غم کی کاوشین ہونگی	اشک تر کی تراوشین ہون گی

اشک کے ساتھ تر کی قید محض تاکید کے لیے ہی۔

اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین تو تل ہی خال سیاہ	بجا ہے تل شکری کا گمان ہونٹون پر

خال کے ساتھ سیاہ کی قید محض تاکید کے لیے ہی۔
(۷) صفت صرف تفصیل کا فائدہ بخشتی ہی جیسے اکبر کے دربار مین علماے عربی وعجمی موجود تھے۔

داغ

یہ وہ سرکار عالی ہی کہ جس مین فیض پاتے ہین	بدخشانی و تورانی و شیرازی و بلغاری
یہ وہ درگاہ والا جاہ ہی جسکے سلامی ہین	حجازی اور عراقی رومی و چینی و تاتاری

بدخشانی وغیرہ صفات کا موصوف محذوف ہے اور اگر موصوف کو محذوف نہ مانا جائے تو ترکیب اضافی ہی اور اس صورت مین یہ مثال اس محل کے مناسب نہین مگر حق یہ ہے کہ موصوف کا محذوف ماننا ضرور ہے۔ اس کی صاف اور صریح مثال یہ ہے۔

وحید

ہنہنائے فرس ابلق و شکلی دکمیت	جُڑ گئے تیر صفین بڑھ گئین بوے کو میت

(۸) صفت محض استہزا کے لیے ہوتی ہی جیسے -

ذوق

راتون کو نہ ہو حق کرای شیخ مناجاتی ‌‌|‌‌ سوتے ہوے جو کہنے لگے رندان خراباتی

مناجاتی کی تقئید محض تمسخر کے لیے ہی -

غالب

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ ‌‌|‌‌ مبارک باد اسد غمخوار جان دردمند آیا

یعنے اسد تمکو غمخوار جان دردمند کا آنا مبارک ہوجیو کیونکہ اس سے تمکو جراحت بطور تحفے کے اورالماس بطور ارمغان کے اور داغ جگر بطور ہدیے کے ملے گا یا تحفے مین جراحت اور ارمغان مین الماس اور ہدیہ مین داغ جگر اے اسد تمکو مبارک ہوجیو اسلیے کہ تمھاری جان دردمند کا غمخوار آیا کہ اُس سے تمھین یہ چیزین حاصل ہونگی پس غمخوار جان دردمند صفت بطور استہزا کے واقع ہی اور موصوف محذوف ہی اور وہ معشوق کی ذات ہی -

سودا

اِک قصّہ مین سُنا تھا مردم سے یہ قضارا ‌‌|‌‌ بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

پیارا کی قید محض تمسخر کے لیے ہی اسوجہ سے کہ آگے چلکر بہت سخت اور مضحکہ انگیز ہجو کی ہی -

حالی

باپ کا حکم نہین مانتے فرزند رشید ‌‌|‌‌ اور نوکر نہین دیتے کبھی آقا کو رسید

رشید کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی -

ناسخ

دیکھیو ناسخ سر شیخ معمم کی طرف ‌‌|‌‌ کیا کلس مسواک کا ہی گنبد دستار پر

معمم کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی اور شیخ معمم مسند الیہ نہین -

حالی

طالع شفق کے پیغام عتاب آنے لگے
تیرہ بختی کے نظر یارون کو خواب آنے لگے

طالع کی صفت شفق کے ساتھ محض استہزا کے لیے ہی -

کبھی صفت و موصوف مین اجنبی کا فصل ہوتا ہی جیسے -

صورت وہ جو دیکھی پیاری پیاری ہوس	دل مین لگا تیر عشق کاری

یعنے وہ پیاری پیاری صورت۔

مسندالیہ کی تاکید

مسندالیہ مؤکد ہوتا ہے اور تاکید اُسکی **یا** تو اسلیے ہوتی ہے کہ سامع کو یہ گمان پیدا نہو کہ متکلم نے مجازاً مسندالیہ کا نام لے دیا ہی جیسے آب حیات مین میر درد کے حالات مین لکھا ہی شاہ عالم بادشاہ نے خود اُنکے ہان آنا چاہا اور اُنھون نے قبول نہ کیا "خود" کے لفظ سے یہ معلوم ہوگیا کہ شاہ عالم کی طرف آنیکی نسبت مجازاً نہین ہی پس اس لفظ نے یہ توہم اُٹھا دیا کہ آنیکی نسبت شاہ عالم کی طرف مجازاً ہی اُنکے کسی آدمی نے آنا چاہا ہوگا۔

مرزا جعفر اوج

پردہ اُٹھ جائیگا جب روے تجلی سے کلیم	آپ خود مُنھ سے کہینگے ابھی دیکھا کیا ہے

مصحفی

مین آپ فاقہ کش اتنا مجھے کہان مقدور	کہ فکر اور کرون کچھ بغیر آتش شعیر

سودا

کیا جب آپ تم نے یہ انصاف	مین بھی کرتا ہون عرض رکھیے معاف

یا یہ منظور ہوتا ہے کہ سامع کو یہ توہم پیدا نہو کہ کہنے والے نے سہواً مسندالیہ کا ذکر کیا ہے جیسے۔

انیس

ولی ولی کی صدا تھی جہان جہان پہونچا	علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

دوبارہ جو علی کا نام لیا تو اس سے یہ بات بخوبی یقین کو پہونچگئی کہ نظر آنے کی نسبت علی کی طرف سہواً نہین ہوئی ہی بلکہ ضرور علی نظر آتے تھے اور دوسرا ولی بھی پہلے ولی کی تاکید کرتا ہی اور اس قسم کی تاکید دفع توہم مجاز کے لیے بھی ہوسکتی ہی کیونکہ توہم مجاز تاکید لفظی و معنوی دونون سے دفع ہوسکتا ہے مگر توہم سہو صرف تاکید لفظی سے دفع ہوتا ہی۔

انشا

ضعف پیری مجھے دیا کن نے	اے جوان تو نے اے جوان تو نے

مہربانی یہ کن نے فرمائی	مہربان تو نے مہربان تو نے

قلندر

کیون توڑتے ہو آئینہ دل کو بیگناہ	یان دوسرا کسان ہی بیار سے تھین ہو تم

ولہ

ہم نہین تم ہو تم نہین ہم ہین	اور کوئی نہین ہمین ہم ہین

ولہ

گر جفا من مانتی اس بات سے بیغم ہین ہم	تو ہمین کوئی بوالہوس مت بوجھ آخر ہم ہین ہم

یا یہ مدعا ہوتا ہے کہ مسندالیہ کا مفہوم اچھی طرح متحقق اور ثابت ہو جائے بغیر کسے شبہہ کی گنجائش نہ رہے مثلاً اسی مثال مین مصرع

علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

یا تاکید اسلیے ہوتی ہی کہ سامع یہ نہ سمجھ جائے کہ مسندالیہ اپنے تمام افراد کو شامل نہین ہی جیسے ان اشعار مین گلزار نسیم کے۔ ع

شہزادے نے اک مکان بتایا	اک اک اُٹھا ادھر کو آیا
سب اُٹھ گئے پردہ چارون باغی	بیٹھے رہے فرش گل یہ داغی

سب کا لفظ تاکید کے واسطے ہی یعنی سواے اُن چارون کے سب اُٹھ گئے کوئی نہ بیٹھا رہا۔

ولہ

گذرا تھا جو کچھ بیان کیا سب	نہان تھا جو کچھ عیان کیا سب

ازاد

دفعتہً چاندنی دربار یہ چھائی یکسر	ہو گئے سب در و دیوار طلائی یکسر

منشی

دلیر و قوی پنجہ شہراب نام	زبون اُس سے ہین پہلوان سب تمام

سب کا لفظ کہنے سے قبل یہ احتمال باقی تھا کہ بعض پہلوان زبون ہون جب سب کا لفظ کہا تو یہ بات جاتی رہی پھر زبون ہونے مین تفرقہ کا احتمال باقی رہا جب تمام کہا تو اس تاویل کو بھی گنجائش باقی نہ رہی کیونکہ لفظ تمام اس بات دلالت کرتا ہے کہ سب پہلوان بالاجماع زبون تھے۔

عطف بیان

کبھی مسندالیہ کے بعد عطف بیان لاتے ہین تاکہ اُسکی وضاحت ہوجائے اور کوئی احتمال باقی نہ رہے اور جو اسم اسکی توضیح کرتا ہے وہ کبھی معرفہ ہوتا ہے کبھی نکرہ مگر اُس سے کچھ نہ کچھ خصوصیت ضرور رکھتا ہے اور یہ اختصاص حقیقی نہین ہوتا بلکہ نسبی ہوتا ہے۔ اور عطف بیان صفت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے یعنے جیساکہ صفت موصوف کو واضح کرتی ہے اسی طرح عطف بیان مبین کی توضیح کرتا ہے لیکن صفت یا تعریف کے لیے ہوتی ہے یا تخصیص کے لیے اور عطف بیان محض تفسیر و بیان کے لیے ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ ایک اسم کو ذکر کرتے ہین اور چونکہ وہ اسم مشہور نہین ہوتا اُس کو ظاہر کرنے اور روشن کرنے کے لیے ایک دوسرا اسم ذکر کرتے ہین جس سے پہلا اسم واضح ہوجاتا ہے اور عطف بیان کے لیے یہ ضرور نہین کہ اسم مسندالیہ سے زیادہ واضح ہو کیونکہ غرض ایضاح ہے اور جائز ہے کہ دونون کے مجموعے سے یہ بات حاصل ہوجائے اور عطف بیان علم یا کنیت یا لقب یا تخلص ہین حاصل ہوتا ہے مثلاً سودا کا تخلص زیادہ شہرت رکھتا ہے اور اُسکے نام کو جو مرزا رفیع ہے اتنی شہرت حاصل نہین اگر مرزا رفیع کہین تو معلوم نہ ہوگا کہ کون شخص ہے اور جبکہ علم کے بعد سودا ذکر کردین اور کہین مرزا رفیع سودا نے یہ قصیدہ لکھا ہے تو معلوم ہوجائے گا کہ وہی شاعر مشہور مراد ہے یا کہین "حضرت نعمان ابوحنیفہ نے فرمایا ہے" اور یہ اُس حالت مین ہے کہ کنیت علم سے زیادہ مشہور ہو اور اگر علم زیادہ مشہور ہو تو کہین گے "ابوحفص عمر دوسرے خلیفہ ہین" (اسی طرح) "جلال الدین اکبر بہت بے تعصب بادشاہ تھا" اور یہ اُس وقت ہے کہ لقب علم سے زیادہ مشہور ہو۔

منشی

گمان ہے مجھے یہ مرا ہے پدر	جہان پہلوان رستم نامور

یہ قول سہراب کا ہے بس مرا ہی پدر مبین ہے اور جہان پہلوان رستم نامور عطف بیان ہے۔

مؤلفہ

اُنکے پوتے بھی فضل خالق سے	بڑے لائق محمد اکمل خان

پوتے مبین ہے اور محمد اکمل خان عطف بیان۔

تلمیش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ	جو ہے وارث تخت وتاج وکلاہ

واجد علی شاہ

اِک زن فاحشہ تھی گنا نام	راحت جان بھی تھی وہ خوش انجام

اک زن فاحشہ مبین ہی اور گنا نام عطف بیان ہی۔

ولہ

یعنے گائن ہے ایک گنا نام	خوبصورت ہے اور ہے گلفام

یہی حال بعض اعلام مرکبہ کے جزو ثانی کا ہے جیسے سید علی شاہ قاسم کل جائین گے کبھی عطف بیان ایسے اسم کے ساتھ ہوتا ہے جو مبین یعنے مسند الیہ کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتا مثال۔

مہابھارت منظوم مصنفہ شُلیان

تخلص ہے مشہور عالم اسیر	نہین اُن کا ہندوستان مین نظیر

تخلص مبین ہے اور اسیر عطف بیان ہے اور اسیر تخلص کا ایضاح کرتا ہے اور اُسکا اسم مختص نہین اسلیے کہ تخلص اسیر پر بھی صادق آتا ہی اور غیر اسیر پر بھی چنانچہ بہت سے شاعرون کا تخلص ہی مگر اسیر نہین اسی طرح اسیر تخلص پر بھی صادق آتا ہی اور دوسری چیز پر بھی چنانچہ قیدی پر اسیر کا لفظ صادق آتا ہی اور تخلص یہان صادق نہین آتا پس دونون مین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہی مگر دونون کے جمع ہونے سے بیان حاصل ہوتا ہی۔

گلزار نسیم

سب اُٹھ گئے پردہ چارون باغی	بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی

چارون باغی مبین ہی اور داغی عطف بیان ہی اور داغی باغیون کا اسم مختص نہین البتہ اُن کا ایضاح کرتا ہی داغی اُن چارون باغیون پر بھی صادق آتا ہی اور اُنکے سوا دوسرون پر بھی اسی طرح ان داغیون پر بھی باغی ہونا صادق آتا ہی اور اُنکے سوا دوسرون پر بھی۔

ولہ

حمالہ نام دیو نی ایک چھوٹی بہن اُس کی تھی بڑی نیک

حمالہ مبین ہی اور دیو نی عطف بیان ہی اور دیو نی حمالہ کا اسم مختص نہیں اسلیے کہ حمالہ دیونی کا بھی نام ہو سکتا ہی اور غیر دیو نی کا بھی اسی طرح دیو نی حمالہ بھی ہو سکتی ہی اور غیر حمالہ بھی۔

ولہ

نز رخ کہنے تک آدمی تھی پھر وہ ہی بکاؤلی پری تھی

بکاؤلی مبین ہے اور پری عطف بیان غیر مختص ہی۔

غالب

لب خشک در تشنگی مردگان کا زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

دل آزردگان عطف بیان ہی اُن لوگوں کا جو تشنگی مین مر گئے ہین یعنی مین لب خشک ہون اسلیے کہ اُن لوگون کا جو تشنگی مین مر گئے ہین اور دل آزردہ ہین زیارت کدہ ہون۔

کبھی عطف بیان غیر ایضاح کے لیے بھی ہوتا ہی مثلاً داغ

میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

شہ فرخندہ شیم عطف بیان ہی میر محبوب علی خان کا اور مدح کے لیے آیا ہی نہ ایضاح کے لیے۔

میر

یہ قدر بھی تری مرے مولا ہوا تو جب رونق فزاے کعبہ محمدؐ کا جانشین

یہان عطف بیان یعنے محمد کا جانشین مدح کے لیے ہی نہ ایضاح کے لیے۔

مبدل منہ و بدل

کبھی مسند الیہ مبدل منہ ہوتا ہی اُسکے واسطے بدل لاتے ہین جس سے اُسکا مفہوم بہت اچھی طرح سامع کے ذہن نشین ہو جاتا ہی اور پھر غیر کے گمان کی گنجائش باقی نہین رہتی جیسے اس مثال مین۔

نسیم

دیکھا تو وزیر زادہ بہرام بوتے مین تھا شکل نقرہ خام

وزیر زادہ مبدل منہ ہی اور بہرام بدل ہی پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہی وہی بدل سے بھی مفہوم ہوتا ہی کیونکہ بہرام کی ذات عین ذات وزیر زادہ کی ہی اگرچہ تعبیر مین فرق ہی مگر مفہوم ملا رہتا ہی

پس اس تکرار نے سامع کے ذہن مین مدلول کو ثابت و متحقق کر دیا۔ اسی قبیل سے ہی۔

ولہ

حُسن آرا اُس پری کی مادر	باپ اُس کا بادشہ مظفر
قدمون پہ گرے کمال ادب سے	حُرمت رہی آپ کے سبب سے

ولہ

فردوس کا بادشہ مظفر	روح افزا جس کی ہون مین دختر
سردار کروڑ دیوؤن کا ہے	سُلطان ارم مرا چچا ہے

منشی

گمان ہے مجھے یہ مرا ہے پدر	جہان پہلوان ہر رستم نامور

جہان پہلوان مبدل منہ ہی اور رستم نامور بدل۔

داغ

صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم	میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

لفظ میر مبدل منہ ہی اور محبوب علی خان بدل ہی۔

تسلیم سہسوانی

بیڑی اور طوق اُس کا گہنا ہے	میان مجنون نے اسکو پہنا ہے

منیر

رکھتے ہین اور صنعتون مین بھی	قاری آغا علے نمو داری

ممنون

جرعۂ مے کے لیے یہ اضطراب	میر ممنون پارسائی ہو چکی

یاد رکھو کہ فائدہ بدل کل کا مبدل منہ کی توضیح اور اسناد مین مبالغہ اور سامع کے نشاط کو تازہ کرنا ہے اسلیے کہ اول جب کوئی عبارت اجمال کے ساتھ کہی جاتی ہے تو سامع کا ذہن آئندہ کا مشتاق ہوجاتا ہے اور اُسکے ذکر سے لذت حاصل ہوجاتی ہے مثلاً مثال اول مین جب وزیرزادی کہا تو طبیعت مشتاق اُسکے ذکر کی ہوئی کہ وہ کون ہے بعد اسکے بہرام نام اُس کا لیا گیا تو ایک قسم کا حظ حاصل ہوا اور بخوبی وضاحت ہو گئی اور تکرار اسناد سے مبالغہ اسناد مین حاصل ہوجاتا ہے۔

کبھی مدح کے لیے ہوتا ہی جیساکہ اس قول مین۔

سودا

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر | ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

ظفر

مرشد پاک روان فخر الدین | قبلۂ وکعبۂ جان فخر الدین ہے

غالب

شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہے | راز ہستی اُس پہ سر تا سر کھُلا

داغ

امیر المسلمین کلب علی خان خسرو دوران | وہ فیاض زمان جس سے ہے چشمہ فیض کا جاری

نعیم

ای ابر تو تو کیا ہے جو ہو مرے مقابل | رو لے کو میرے حضرت یعقوب جانتے ہین

یہ قسم بدل کل کہلاتی ہی اسلیے کہ بدل تمام اُس چیز پر دلالت کرتا ہی جس پر مبدل منہ دلالت کرتا ہے پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہے وہ تمام بدل سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ بدل کی ذات عین مبدل منہ کی ذات ہوتی ہی اگرچہ دونون کے مفہوم مختلف ہوتے ہین۔

اسکی تین قسمین اور بھی ہین (۱) بدل بعض (۲) بدل اشتمال (۳) بدل غلط۔ بدل البعض اور بدل اشتمال اُردو مین مستعمل نہین البتہ بدل غلط پایا جاتا ہے اسکی دو قسمین ہین ایک یہ ہی کہ سبقت لسانی اور بھُول چوک کی وجہ سے زبان سے ایک غلط لفظ نکل جاتا ہی پھر اُس کا تدارک دوسرا صحیح لفظ لاکر کرتے ہین یہ قسم عوام کے روزمرہ مین ہوتی ہے فصحا اور بلغا کے تلفظ مین نہین کیونکہ ایسا بدل غلطی کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اور فصحا و بلغا سمجھ کر کلام کرتے ہین اسلیے ایسی غلطی کرنے سے محفوظ رہتے ہین پس اس سے اجتناب واجب ہے اسلیے کہ نہایت مکروہ ہی دوسری قسم یہ ہے کہ فصحا و بلغا پہلے ایک معنے بیان کرتے ہین پھر اُس سے انحراف کرکے دوسرے معنی کا قصد کرتے ہین اس سے بظاہر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ اول غلطی کی تھی دوبارہ اُس کا تدارک کیا اور درحقیقت اس طرح بیان کرنے سے غرض ترقی ادنی سے اعلی کی طرف ہوتی ہی یہ قسم بلغا کے کلام مین بہت واقع ہوتی ہی شعرا بھی مبالغے اور تفنن کے طور پر اسکو کثرت سے استعمال کرتے ہین جیسے غلام امام شہید کی اس عبارت مین محراب کا خم ابرو سے اشارہ کررہا ہے کہ اندر

جاکر ذرا بہار کا عالم دیکھیے مجھسے نہین غلطی ہوئی بلکہ محراب کا اشارہ یہ ہی کہ پہلے حواس کو یہان طاق پر رکھ جائیے تب آگے قدم بڑھائیے۔

یار محمد خان شوکت

چھاڑ زنگ داکوان وہ عفریت تھا	غلط بلکہ جرأت مین اُن سے سوا

ولہ

صدا کوس کی تا بچرخ اثیر	غلط بلکہ تا گوش کیوان و تیر

آزاد

جہاز عمر روان پر سوار بیٹھے ہین	سوار خاک ہین بے اختیار بیٹھے ہین

شیخ رضی کہتا ہی کہ بدل کل اور عطف بیان مین مجھے کوئی فرق نہین معلوم ہوتا عطف بیان بھی میرے نزدیک بدل کل ہی اور تمام نحاۃ اس طرح فرق کرتے ہین کہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہے بغیر اپنے متبوع کے بخلاف عطف بیان کے اسلیے کہ عطف بیان اپنے متبوع کا بیان ہوتا ہی اور ظاہر ہے کہ بیان مبین کی فرع ہے پس عطف بیان مین مقصود اول ہے نہ دوسرا شیخ رضی کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ بدل مین صرف دوسرا مقصود ہوتا ہے اور سند یہ ہے کہ مبدل منہ منسوب الیہ ظاہر مین ہے اور اُسکے ذکر مین فائدہ ضرور ہے جو بدون ذکر کے حاصل نہین ہو سکتا تھا چنانچہ فصحا کے کلام مین لغو سے بچنے کے لیے مذکور ہوتا ہے سید شریف نے اسکے جواب مین فرمایا ہے کہ نحاۃ نے جو کہا ہے کہ مبدل منہ مقصود نہین ہوتا تو مراد اس سے یہ ہے کہ مقصود اصلی نہین ہوتا نہ یہ کہ اصلاً مقصود نہین ہوتا دریائے لطافت مین انشاء اللہ خان نے دونون مین اس طرح فرق بیان کیا ہے کہ عطف بیان مین قید علمیت کی واجب ہے جیسے ہندوستان کے بادشاہ اڈورڈ ہفتم ہین اور بدل مین ایسا نہین ہوتا اسلیے کہ تیرا بھائی زید آیا اور زید بھائی تیرا آیا دونون برابر ہین پہلی عبارت مین تیرا بھائی مبدل منہ ہے اور زید بدل ہے اور دوسری عبارت مین زید مبدل منہ اور بھائی تیرا بدل ہے لیکن اس قدر تفاوت سے طالب کی تشفی نہین ہو سکتی اس لیے کہ اس عبارت مین کہ مین رستم کی ناک مروڑنے والا حسن بیگ ہون اگر حسن بیگ کو کہ عطف بیان ہی بدل کہا جائے تو بھی جائز ہے۔

عطف حقیقی

کبھی مسندالیہ پر عطف ہوتا ہے یعنی ایک امر مین مسندالیہ کے ساتھ کسی دوسری چیز کو شریک کرتے ہین پہلے لفظ کو معطوف علیہ اور دوسرے کو معطوف کہتے ہین اور دونون کے درمیان اُن حروف مین سے جو عطف کا فائدہ دیتے ہین ایک حرف واقع ہوتا ہے اسی لیے اُسکو عطف بحروف بھی کہتے ہین اور جب مطلق عطف کا لفظ بولتے ہین تو یہی عطف مراد ہوتا ہی اسی لیے عطف بیان کے ساتھ بیان کی قید لگائی گئی ہے۔ زبان اُردو مین کبھی حرف عطف کو بوجہ ضرورت وزن کے نہین لاتے بلکہ اب اسی کو مزہ دار سمجھتے ہین اور سب سے آخر کے معطوف پر حرف عطف لے آتے ہین اور ریہ نثر مین ہر طرز مین لکھا ہی کہ مفردات کے عطف کے لیے یہ شرط ہے کہ بعض کی تقدیم مین بعض پر ملائمت اور مناسبت کی رعایت ہو اور یہ کئی طرح کا فائدہ دیتا ہے۔

یا تفصیل مسندالیہ کی اور اختصار مسند کا منظور ہوتا ہے جیسے زید و عمر و بکر آئے مسندالیہ تین ہین اور مسند ایک ہے۔

داغ

وہ تیرا عہد ہے علم و عمل سے شاد رہتے ہین
فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری

نسیم

شمول سے بزم مین ہو گئے جمع
مینا و کباب و مجمر و شمع

باقی

کالے کھاتے ہین غم ہجر صنم مین باقی
شمع سیارے ستارے شب یجور چراغ

انیس

اقبال و تندرستی و آسایش و قرار
امن و امان و صبر و توانائی و وقار

علم و سکون و راحت و آرام و اختیار
رعب و ثبات و سرکشی و قدر و اقتدار

آثار قہر حق انھین معلوم ہو گئے
سب تیغ کے چمکتے ہی معدوم ہو گئے

سودا

سب جن و انس و دیو و پری اور وحش و طیر
حاضر نہون رکاب سعادت مین کیا مجال

جب معطوف علیہ اور معطوف مین اختلاف تذکیر و تانیث کا ہوتا ہی یعنے جب ایک موَنث ہو اور ایک مذکر اس صورت مین اکثر مسند کو جمع لاتے ہین جیسے زید و زینب آ لڑکے تھے۔

یا مسندالیہ کے عطف سے حصر پیدا ہوتا ہے جیسے۔

حسرت

یون ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزارون ہین | بدنامی کو اے حسرت اک میر ہی اور ہم ہین

یعنے اور کوئی تیسرا بدنام نہین۔

مومن

عشق کے دیکھے ہین ہمنے عالم | عشق جانے ہمین اور عشق کو ہم

سودا

گر کیجئے انصاف تو کین زور وفا ئین | خط آتے ہی سب ٹل گئے اب آپ ہین یا ہین

انیس

زہرا ہین نہ حیدر نہ پیمبر نہ حسن ہین | اب اُنکی جگہ آپ ہین یا شاہ زمن ہین

بشارت اللہ بیتاب

جہان مین جس کا نہین اعتبار دم بھر کا | ہماری توبہ ہی وہ یا کسی کا پیمان ہی

حالی

کہیے دُنیا کا جسکو باغ جنان | وہ فرانس ہی آج یا ہے انگلستان

یا معطوف علیہ و معطوف مین التزام ہوتا ہی جیسے۔

میر شمس الدین شنا

چمن مین خندۂ گل ہی مے و مینا ہی اور تو ہی | فغان ہی نالۂ و فریاد ہی زاری ہی اور مین ہون

یعنے تجھکو وہ لازم ہی اور مجھکو یہ لازم ہی۔

زینت

شب مہتاب مین تا صبح زینت | خیال ماہرو ہے اور ہم ہین

ذوقی

ملنے سے تصور مین کچھ کم نہ مزہ دیکھا | گر وہ نہ ہوا اُسکی تصویر ہی اور مین ہون

کشن پرشاد شاد

تیر ہے اور سینۂ حساد | تیغ ہے اور فتح و نصرت ہے

غالب

تو اور آرائش خم کاکل | میں اور اندیشہائے دور دراز
لاف تمکین فریب سادہ دلی | ہم ہیں اور رازہائے سینہ گداز

ولہ

تو اور سوئے غیر نظرہائے تیز تیز | میں اور دکھ تری مژہ ہائے دراز کا

ظفر

تم ہو اور غیر ہیں اب اور ہے گلگشت چمن | ہم ہیں اور آبلہ اور خار بیابان کی خلش

سودا

ہے جو کچھ جس کنے ہے اُسکی عطا | آصف الدولہ اور جہان ہووے
دیکھ کر خلق جس کو بولے ہے | تو ہو اور عمر جاودان ہووے

مومن

بعد یک چندے گر خدا چاہے | میں ہوں اور تیرے در کی دربانی

لمؤلفہ

پوچھتے کیا ہو تم اوقات گذاری میری | دن ہے اور نالہ ہے اور رات ہے اور زاری ہے

یا تخویف کے واسطے ہوتا ہے۔ جیسے

منشی

اگر جنگ کی دل میں ہے کچھ ہوس | تو سر تیرا اور تیغ برّان ہے بس

اس موقع پر عطف حصر کا فائدہ دیتا ہے یعنی سوا اسکے کچھ نہیں صرف تیغ بران ہے اور تیرا سر ہے اس حصر سے جو عطف سے پیدا ہوا تخویف پیدا ہوتی ہے

ولہ

ترے شیدا نے مجھ سے چاہی نبرد | نہیں میں ہوں نامرد گروہ ہے مرد
سحر وہ ہے اور میں ہوں اور تیغ تیز | کروں ساتھ اُسکے میں تنہا ستیز

ذوقی شاہ ذوقی

سکر ہاتھ وہ قبضے پر برہم ہو لگا کہنے | اب تو ہی ترا سر ہی شمشیر ہی اور میں ہون

یا مسند الیہ کے عطف سے فائدہ تعجب و استبعاد کا نکلتا ہی جیسے۔

غالب

میں اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن | گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یعنے بڑے تعجب کی بات ہی کہ میں بزم مے سے تشنہ کام آیا۔

مومن

مومن تم اور عشق بتان ای پیر و مرشد خیر ہی | یہ ذکر اور منھہ آپکا صاحب خدا کا نام لو

یعنی مومن تمھاری ذات سے عشق بتان نہایت بعید ہے اور تمھارے منھہ سے یہ ذکر بڑے تعجب کی بات ہی۔

ولہ

در بتخانۂ عشق بتان اور آپ ای مومن | یہ حضرت آگئی یکبار کیا طبع مقدس میں

ضیاء الدین آزاد

دعوی آب و تاب اور اُس رشک مہر سے | منھہ کو بھی آئینے سے دکھایا نہ جائیگا

انشا

ناوان کہان طریق کا سر انجام اور عشق | کچھ بھی تجھے شعور ہے آرام اور عشق
پوچھا کسی نے قیس سے تو ہے محمدی | بولا وہ بھر کے آہ کہ اسلام اور عشق

حسرت

زنار اور بت ہے میرے دلخواہ | میں اور تسبیح استغفر اللہ

داغ

تم اور آرزو مرے ملنے کی روز حشر | میں اور گفتگو ستم بےحساب کی

قاسم علیخان قاسم

واہ کس ناز سے کہتا ہے وفا اور معشوق | لگیا ہون ارے قاسم تیری قسمت سے میں

قائمؔ

قائم اور تجھ سے طلب بوسے کی کیونکر کیجئے	ہے وہ نادان پر اتنا تو بدآموز نہین

یا مسندالیہ کے عطف سے مساوات و برابری مقصود ہوتی ہے جیسے ۔

حالیؔ

لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول	سو تکلف اور اُسکی سیدھی بات

یعنے لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول برابر ہین الخ ۔
یا مسندالیہ کے عطف سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مخاطب جو حکم مین خطا کرتا ہی اُسکو صواب کی طرف پھیرے ۔

مومنؔ

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین	لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

مخاطب کو اعتقاد تھا کہ متکلم قابل ترک ہے نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو ہے نہ رنجش بیجا یا اُسکا یہ اعتقاد تھا کہ دونون قابل ترک ہین اور دونون بھُول جانے کے لائق ہین اسلیے متکلم نے اُسکے اُس اعتقاد کے بدلنے کے لیے سمجھایا کہ ترک کے قابل خوے ستم آرا ہے نہ مین اور سہو کے قابل رنجش بیجا ہی نہ مین ۔

ولہ

لائق جور و جفا ہے وہ نہ مین	مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین

یا متکلم کو شک ہونیکی وجہ سے عطف کیا جاتا ہے یا متکلم کی غرض یہ ہوتی ہی کہ مخاطب شک مین پڑجائے اگرچہ وہ خود شک مین نہین ہوتا ہے ۔

میر حسنؔ

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن	جوانی کی راتین مرادون کے دن

مومنؔ

نکتہ سنجون سے جی مین ہی پوچھون	کہ مین شہری ہون یا بیابانی

بیباکؔ

عیش و عشرت مین گذرتی ہی عجب راحت مین ہون
محفل جانان مین ہون یا جیتے جی جنت مین ہون

امیر

دمبدم مرکر کے ہی منھ سے نکل پڑتی زباں | وصف اسکا کہ چمکے تو آرے یا کہئے کوئین

یا ابہام مطلوب ہوتا ہے جیسے۔

انیس

اصغر ہو یا کہ تم ہو مجھے سب سے پاس ہے | رخصت گلا کٹانے کی لو مان تو پاس ہے

حالی

تربیت یافتہ ہیں جو یاں کے | خواہ بی اے ہوں اس میں یا ام اے

ولہ

قوم کی خاطر اُن کے ہیں سب کام | خواہ اس میں سفر ہو خواہ مقام

سجاد

ایک دل رکھتے ہیں جو چاہے سو لیجائے اُسے | خواہ خط اور خواہ ابرو خواہ مژگان خواہ زلف

حالی

ہو کسی شے سے انکی گرمی بزم | داستان ہو و یا کہ نالۂ صور
ہے فقط روشنی سے انکو کام | موم ہو اصل شمع یا کافور

غالب

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کس جگہ کی بند
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

یعنے خواہ کوئی مسجد ہو یا مدرسہ ہو یا کوئی خانقاہ ہو ان میں سے اب جس مقام میں شراب ملجائے پی لیں۔

یا تخییر و اباحت مقصود ہوتی ہے تخییر میں مخاطب کو مختار کر دیا جاتا ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں میں سے جسکو چاہے اختیار کرے اور اباحت میں معطوف علیہ و معطوف کا جمع کرنا جائز ہے تخییر میں دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور یہ دونوں مقام انشا میں ہوتے ہیں نہ خبر میں اسلیے کہ انشا میں ابتدائً کلام ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے پس اُس میں شک کا احتمال نہیں ہو سکتا کیونکہ شک کا محل خبر ہے نہ انشا لیکن تخییر یا اباحت کی تعیین مدلول لفظ سے نہیں ہوتی بلکہ قرینۂ خارجیہ سے ہوتی ہے۔

مثال اول

امیر

زاہد اُسے تسبیح مین زنار کا ڈورا نڈال | یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمانکی طرف

سودا

کتنے سخن واقعی مین عرض کیے ہین | خواہ اُنکو گہر سمجھے تو اب خواہ اُنھین سنگ

کپتان الگزینڈر لی آزاد شاگرد عارف

جان تم اپنی بچاؤگے کہانتک آزاد | یا مرد عشق مین یا عشق کا دعویٰ چھوڑدو

مثال دوم

شاہ مبارک آبرو

خداوندا اُٹھاوے درمیان سے ہجر کے پردے | ہمارے دام مین صیاد کو لایا ہمین پردے

عباس علیخان بیتاب

یا بند ناصحون کی زبان کردے یا خدا | یا مجھکو دے یہ صبر کہ میٹھا سنا کرون

یا عطف سے یہ غرض ہوتی ہی کہ ایک محکوم علیہ سے حکم پھیر کر دوسرے کے واسطے ثابت کیا جائے جیسے زید آیا بلکہ عمرو یا نہ زید نہ آیا بلکہ عمر کیونکہ بلکہ اضراب کا فائدہ دیتا ہے یعنی معطوف علیہ سے اعراض کرکے حکم تابع یعنی معطوف کے لیے ثابت کیا جاتا ہی اور معطوف علیہ سے اعراض کرنیکے یہ معنی ہین کہ معطوف علیہ کو مسکوت عنہ کے حکم مین قرار دے لیا جاتا ہے اور یہ مطلب نہین کہ قطعی طور پر اُس سے حکم کی نفی کی جاتی ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ آنے کا حکم زید سے متعلق نہین اور متکلم کو اُس کے آنے اور نہ آنے کے حال سے کوئی خبر نہین اور زید کا لفظ متکلم کی زبان سے سبقت لسانی کی وجہ سے نکل گیا ہے اسی وجہ سے اس سے کلمۂ بلکہ کے ساتھ پھیر گیا اور آنے کا حکم عمرو سے متعلق ہی جمہور کا مذہب یہی ہے مگر ابن حاجب کا مذہب یہ ہی کہ اُس سے حکم کی قطعًا نفی کی جاتی ہے پس مثبت ہونے کی صورت مین تو حکم کے پھیرنے کے معنے دونون کے نزدیک ظاہر ہین اسلیے کہ معطوف علیہ جمہور کے

نزدیک تو مسکوت عنہ کے حکم مین ہوگا اور ابن حاجب کے نزدیک اُس سے حکم کی قطعی طور پر نفی ہوگی لیکن منفی ہونے کی حالت مین حکم کے پھیرنے کے یہ معنے مبرد اور ابن حاجب کے نزدیک تو بن سکتے ہین اور جمہور کے نزدیک اشکال سے خالی نہین وجہ اسکی یہ ہے کہ مبرد نے کہا ہی کہ منفی ہونے کی حالت مین حکم کی نفی معطوف سے کر کے معطوف علیہ مسکوت عنہ سمجھا جاتا ہی اور ابن حاجب کہتا ہے کہ معطوف سے حکم کی نفی کر کے معطوف علیہ کے لیے حکم کا ثبوت قطعاً ہوتا ہی پس زید نہین آیا بلکہ عمرو اسکے معنے مبرد کے نزدیک تو یہ ہونگے کہ تحقیق عمرو نہین آیا اور زید کا آنا اور نہ آنا احتمال مین ہی اور ابن حاجب کے نزدیک زید کا آنا قطعاً ثابت ہے اور جمہور کے نزدیک منفی ہونے کی حالت مین حکم کے پھیرنے کے معنے یہ ہین کہ معطوف علیہ سے حکم کی نفی ہو کر معطوف کے لیے حکم کا ثبوت ہوتا ہی پس ان کے نزدیک اس قول کے کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو یہ معنے ہوتے ہین کہ تحقیق عمرو آیا ہی اور اس تقدیر پر نہ آنے کا حکم زید سے عمرو کی طرف نہین پھرتا ہے اسلیے کہ عمرو سے نہ آنا پایا نہین گیا اس اشکال کا جواب یون ممکن ہے کہ یہان حکم کے پھیرنے سے مراد حکم کا متغیر کرنا ہے اور وہ یہان موجود ہی اسلیے کہ اس قول مین کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو معطوف علیہ کے حکم منفی کو مثبت کی طرف پھیرا جاتا ہے اور اس قدر کافی ہی۔ کتب فارسیہ مین لکھا ہی کہ کبھی اضراب مین حکم معطوف علیہ اور معطوف دونون سے متعلق ہوتا ہے اور معطوف مین ترقی کا فائدہ دیتا ہے جیسے۔

میر

بات شکوے کی ہمنے گاہ نہ کی	بلکہ اے جان اور آہ نہ کی

حکم نہ کرنے کا شکوے کی بات اور آہ دونون سے متعلق ہے لیکن آہ نہ کرنے مین ترقی ہی۔

مولوی محمد اسمٰعیل

ریل ہون برق ہون چھلاوا ہون	بلکہ مین ریل کا بھی باوا ہون

ظفر

کیا گریبان ہی بنا اُس ماہ کا شکل ہلال	بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہی اختر سا بنا

ذوق

فیض تعلیم سے جو تیرے ہو منکر انسان
احمق الناس اُسے مانیے بلکہ نسناس

ولہ

مدح اسکی ہو مناسب تجھے بلکہ انسب | یعنی توصیف کے لائق ہے وہ بلکہ الیق

بعض کے نزدیک ایسا بلکہ جسکے بعد مفرد ہو حروف عاطفہ مین سے نہین ہے بلکہ جو کچھ اُس کے مابعد ہے بدل غلط ہے ماقبل سے اور بدل غلط بغیر اسکے فصیح نہین اسلیے کہ بلکہ اس غلط کے تدارک کیلئے موضوع ہے جیسے۔

شوکت

صدا کوس کی تا بہ چرخ اثیر | غلط بلکہ تا گوش کیوان دتیر

اور جسکے مابعد جملہ ہو وہ حروف عاطفہ مین سے ہے اسی قبیل سے ہے یہ بھی۔

ظفر

پھیر نیکے مُنھ نہین ہین شعلہ خو ہم سخت جان | بلکہ تیری تیغ آتش دم کا مُنھ پھر جائے گا

ولہ

چشمۂ حیوان خجل ہے لب سے اُسکے کیا ظفر | بلکہ دیکھا تو لب کوثر پہ پانی بھر گیا

مسند الیہ کی ضمیر منفصل سے تاخیر

کبھی مسند الیہ کو ضمیر منفصل سے مؤخر کر دیتے ہین اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ مسند کی تخصیص مسند الیہ کے ساتھ ہو جائے یعنے جب مسند کی اسناد عقلاً افراد متعددہ کی طرف صحیح ہوتی ہے اگر اُسکی اسناد ایک کی طرف کر کے ضمیر منفصل لائی جائے گی تو یہ مسند خاص اس ایک پر مقصور ہو جائیگا جیسے۔

امیر حسن

رہ حمد مین تیری عز و جل | تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

یعنے مین سجدے کے لیے تجھکو مخصوص کراون سوا تیرے کسی کو سجدہ نہ کرون اور یہ مراد نہین کہ تو سجدے کے ساتھ مختص ہے اور اسی ایک چیز پر تو مقصور ہے اسکے سوا کوئی اور تیرا وصف اور حال نہین۔

لموٗلفہ

تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر | تجھی سے کرے عرض مافی الضمیر

مصرع اول	مصرع دوم
تجھے تجھے دن رات حاجت روا	تجھی سے کے جو کہے مدعا

مسندالیہ کی تقدیم

مسندالیہ مقدم ہوا کرتا ہے کیونکہ اسکا ذکر ضروری ہوتا ہے اور اسکی کئی وجہین ہین۔
یا تو اسلیے کہ اسکا پہلے لانا اصل ہے کیونکہ حکم اسی پر کیا جاتا ہے پس ذہن مین اُس کا حکم سے پہلے متحقق ہونا ضرور ہے اسلیے اسکو محکوم بہ سے پہلے لاتے ہین اور اس سے عدول کرنیکی کوئی چیز مقتضی بھی نہین ہوتی ہان اگر ایسا ہو تو اسکو مؤخر کر دیتے ہین جیسے زید آیا۔

میر حسن

مصرع اول	مصرع دوم
وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ	حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ

نجم النسا اور فیروز شاہ مسندالیہ ہین اور کیے مسند۔

نواب محبوب علیخان

آصف

مصرع اول	مصرع دوم
مین اگر غم کہون جدائی کا	شور محشر مین ہو دہائی کا
نالہ کیا لب تک آکے رہجاتا	پاس ہے عرش کبریائی کا

پہلے شعر کے مصرع اول مین ضمیر متکلم مسندالیہ ہے اور غم جدائی مفعول بہ اور کہون مسند اور دوسرے مصرع مین دہائی کا شور مسندالیہ ہے اور مچ جائے مسند محذوف ہے اور محشر مین مفعول فیہ ہے جو مچ جانے سے متعلق ہے اور دوسرے شعر کے مصرع اول مین نالہ مسندالیہ ہے اور آکے رہجاتا مسند ہے اور دوسرے مصرع مین مسندالیہ مقدر ہے اور عرش کبریائی کا پاس مسند ہے۔

بیرہر راجہ ہرکشن سنگھ بیدار

مصرع اول	مصرع دوم
آپ بیدار کو کہین کچھ بھی	ہم اُسے پارسا نہین کہتے

یا اسلیے کہ سامع کے دل مین محکوم بہ خوب جم جائے کیونکہ جب مسندالیہ کو پہلے لائینگے تو اسکے دل مین خبر کا شوق پیدا ہو جائیگا جیسے۔

سودا

مصرع اول	مصرع دوم
اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام	رہے گا سبز بہر جمع دہر یک دنگل

میرا سخن مسند الیہ ہی اور سبز رہیگا مسند ہے۔

عاشق

ترے فقیر نے وحشت مین کی مدت مال	اڑائین دامن دولت کی دھجیان کیا کیا

یا ذکر اُسکا اہم ہوتا ہی کیونکہ وہ مطلوب ہوتا ہی اسوجہ سے اسکو اول لاتے ہین جیسے۔

سودا

دماغ آشفتہ یان ہوتا ہی غنچے کے چٹکنے سے	چمن مین ہمسے ای بلبل برے ٹک جا کے چہ چہ کر

ولہ

علیؓ خلیفہ تھا عثمانؓ بعد یا کوئی اور	جو کوئی اور تھا تو لا کتب سے تو اسناد
علیؓ خلیفۂ چہارم درست ہی کہ نہین	محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

ولہ

محتسب سے چلے ہی مست رگڑ کر کندھا	مغبچہ آیا چلا قاضی کے آگے ندھڑک

مغبچہ کو اسلیے اول لائے ہین کہ اُسکا ذکر اہم تھا۔

ولہ

دل یار کی ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا

رند

یار اندھیرے مین نکل آتا ہی چھپ کر میرے پاس

انیس

قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بچا کے سر	اژدرھے گھتے تھے نکالے ہوے سپر

یا اُسکے ذکر سے لذت حاصل ہوتی ہی اسلیے اول لاتے ہین۔

میر حسن

کہا سب نے صاحب چلو تو سہی	یہ بیٹا تمھارا وہی ہے وہی

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہی۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ	جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

یا اظہار تعظیم کے لیے جیسے۔

انیس

عباس نامدار نے پہلو سے دی صدا | ہان اب نہ جانے دیجیو حسنت مرحبا

سودا

کرسی اُس گھر کی جو کچھ رکھے ہی قدر و منزلت | دیدۂ تحقیق مین یہ عرش کا پایہ کمان

گلزار نسیم

شہزادے نے کرکے پاس اُن کا | خلعت سا دیا لباس اُن کا

ولہ

نقطے ہون سپند خوش بیانی | جدول ہون حصار سحر خوانی

میر حسن

وہ ناخن جو تھے اُسکے مثل ہلال | سو وہ ہو گئے بڑھ کے بدر کمال

نگار

احمد جب ہوا پیدا جہان مین | سرایت عشق نے کی اُسکی جان مین

سودا

علیؑ ہی دین کے ارکان کی قوت | علیؑ ہے زور بازوے فتوت
علیؑ برحق نمونہ بے نمون ہے | علیؑ کے آگے ذوجگ سرنگون ہی
علیؑ ہے مظہر فیض فتوت | علیؑ کان سخا بحر مروت

داغ

مولا نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا | رہتا وگرنہ ایک زمانہ کو داغ داغ

یا۔ اظہار تحقیر کے لیے جیسے۔

ذوق

مفسد و حاسد و غماز و عدوے سرکش | زیر شمشیر غضب تیرے ہون شایدن خونگ

امانت

غیر نے جب سے ہی اُس گل کو پہنائی پوشاک | دل ہی جانے ہے وہ باہر کہ جسے کہتے ہین

شاہ مبارک آبرو

تمھین میان خفا ہین فقیرون کے حال پر | آتا ہے اُنکو جوش جمالی کمال پر

سودا

درد کس کس طرح ہلاتے ہین	اگر گے آواز مغنی وحسنزین

ولہ

خط نے ترے حسن سب گنوایا	یہ سبز قدم کہان سے آیا۔

تراب

تو ارباب ملامت کی صلاحیت سے کیا واقف	بغل مین جنکے شیشے اور ہاتھون مین پیالے ہین
تو کیا جانے کسے مجذوب کہتے ہین کسے مجنون	کہان اندھے کو سوجھے ہی یہ گورے ہین کہ کالے ہین

یا مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہی بطور نیک فالی کے جیسے۔

میر حسن

کہا رام جی کی ہے تجھپر دیا	چندرمان سا بالک ترے ہوئے گا

چندرمان سا بالک مسندالیہ ہی اسکی تقدیم تفاول کے لیے ہے۔

سودا

نوید زیر فلک یون ہوئی ہی شہرۂ عام	ہلال عید ہوا اور گیا یہ ماہ صیام
نشاط وجشن وطرب خرمی امن وامان	خوشی وخوشدلی وعیش وعشرت ایام
صباح عید یہ حاضر ہین تہنیت کیلئے	اُس آستانہ کہ ہیگا وہ سجدہ گاہ انام

ولہ

محبوب ورسنبت ولطافت تھے یکطرف	یک سو تھا میر سید علی مستعد کار

پہلے مصرع مین تینون مسندالیہ ایسے نام ہین جنکے معانی مین مسرت پیدا کرنیکی کیفیت ہی۔

انشا

جشن ونشاط وخوش دلی وعشرت ونعم	عیش وخوشی ہین چین سے خوش وقت ہو بہم
فرخندگی بخت یہ نازان تھے اپنے سب	ہر ایک نغمہ سنج تھا باطوطی ارم

ولہ

خوبی وخرمی وراحت وآرام وسرور	تیرے دروازے کی تا حشر نہ چھوڑین چوکھٹ

ولہ

فتح وفیروزی وشادی رہین سب اسکے نصیب	طبع اقدس کے ملالت نہ پھرے پیرا مین

ناسخ

ظفر و فتح مبارک ہو تجھے ای ناسخ — گر گیا معرکے سے دشمن غدار گریز

امیر مینائی

فصل گل آئی ہوا گلزار جنت بوستان — بڑھ کے رضوان سے ہے ان روزون باغ اتمان
فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس — برین ہے مردم گیا کے جامۂ آب روان

داغ

جشن نوروز ہے دربار شہ والا ہے — اہل دربار ہزارون ہین یہان کم سے کم

رند

سر دل سے بالطف کے فدا صدا دی — خوش اقبال مسعود پیدا ہوا آج

نظام رامپوری

یہ شادی یہ شادی کا سامان مبارک — تجھے ذوالفقار علی خان مبارک

۷ یا برائی مین تعجیل مقصود ہوتی ہے پس بطور بدفالی کے مسندالیہ کو پہلے ذکر کرتے ہین مثال۔

سودا

انگشتن خلق اُس کا سدا کام ہے — مرگ و قضا مفت مین بدنام ہے

مرگ و قضا کو کہ مسندالیہ ہین اسلیے پہلے بیان کیا کہ برائی مین تعجیل مقصود تھی۔

مردہ شو مولود یو تابوت گر — ولہ اُبھرتے ہین آن کے روز اُس کادر

یا اسکی تقدیم تخصیص کا فائدہ بخشتی ہے جیسے۔

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین — مین ہون انگشتر پیغمبر خاتم کا نگین

داغ

نواب نے کی جو قدر دانی میری — اے داغ گذر گئی جوانی میری
لیکن یہ خبر نہ تھی کہ وقت پیری
مر مر کے کٹے گی زندگانی میری

مقصود بالتمثیل لفظ نواب ہے۔

حذف مسند الیہ

مسند الیہ کو حذف بھی کر دیتے ہین اور اُسکے حذف کرنے مین یا تو یہ فائدہ ہوتا ہی کہ عبث چیز کے ذکر سے بچین مثلاً توبۃ النصوح مین لکھا ہی ضرورت کی کُل چیزین تو کہان سے بہم پہونچاتا تھا ہمارے توشۂ خانۂ عام سے مگر اسپر تیری ہیکڑی تھی کہ گویا ہم تیرے قرضدار ہین" اس عبارت کے اس جملے مین ہمارے توشۂ خانۂ عام سے لفظ تو مسند الیہ محذوف ہی اور ساتھ ہی مسند بھی محذوف ہی یعنی تو ہمارے توشۂ خانۂ عام سے ضروریات کی کل چیزین بہم پہونچاتا تھا چونکہ ضمیر مخاطب پہلے جملۂ سوال مین آچکی تھی اسلیے اب اُسکا ذکر عبث و بے فائدہ تھا۔

ظفر

جو تجھسے ہو سکے تو خانۂ عقبےٰ کو دے تزئین	نہ کر آرایش دُنیا کہ یہ گھر کیا ہی یون ہی سے

یعنے یہ گھر یون ہی ہی۔

میر حسن

سو وہ کونسی راہ شرع نبی	کہ رستے کو جنت کے سیدھی گئی

یعنے وہ راہ شرع نبی ہی۔

غالب

کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش	جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار
کچھ خریدا نہین ہی ابکی سال	کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار

چونکہ شاعر نے پہلے شعر مین اپنی ذات کو کھولدیا ہی اسلیے خریدا اور بنایا کے مسند الیہون کو ذکر نہین کیا کیونکہ دوبارہ ذکر کرنا عبث تھا۔

یا متکلم اس حذف سے سامع کے فہم و خیال مین ڈالنا چاہتا ہی کہ اُسنے دلیل قوی کی طرف عدول کیا ہی جو عقلی ہے کیونکہ مطالب کے سمجھنے اور سمجھانے کے لیے دو ہی دلیلین ہین ایک عقلی دوسری لفظی ان مین سے دلیل عقلی قوی ہے کیونکہ لفظ اُس کی طرف محتاج ہوتا ہے اور سامع کے فہم و خیال مین ایسا ڈالنا اُس کے لیے نشاط کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جب سامع مسند الیہ کے معلوم کرنے کے لیے عقل کو کام مین لاتا ہے تو اس فکر و غور کے بعد مسند الیہ معلوم ہو جانے سے اسکو ایک طرح کا نشاط حاصل ہوتا ہے اور اُس کو مسند الیہ کی طرف زیادہ توجہ

کرنا پڑتی ہے۔

غالب

رعے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ ‌ ‌ ‌ سودا نہیں جنون نہیں وحشت نہیں مجھے

یعنے مین روسیاہ ہوؤن۔

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو پہونچاؤ ‌ ‌ ‌ بولیں وہ چلو کہا قسم کھاؤ

کہا کا مسند الیہ کہ تاج الملوک ہی محذوف ہے۔

ولہ

کیا کہتی وہ دیو نی کہا جاؤ ‌ ‌ ‌ دیوؤن سے کہا کہ تخت کو لاؤ

ولہ

وہ چونک کے بول اٹھا کہ واللہ ‌ ‌ ‌ بتلاؤ کہان ہے وہ کہا آہ

ولہ

پوچھا کہ کدھر کہا بہت دُور ‌ ‌ ‌ بولا وہ کہ پھر کہا کہ مجبور

انشا

کیا ہاتھ ہلا کے پوچھتے ہو ہی خوش ‌ ‌ ‌ ہم جیسے ہین خوش کبھی نہو گا کے خوش

پہلے مصرع مین لفظ خوش کا مسند الیہ محذوف ہی۔

ناسخ

قاصدا جھوٹ کہا گھر مین وہ مغرور نہین ‌ ‌ ‌ کس طرح گلشن جنت مین بھلا حور نہین

کہا کا مسند الیہ محذوف ہے۔

مہر

سنبیہ زلف پریشان جو ہم بنانے لگے ‌ ‌ ‌ رکے ہین اُلجھے ہین بگڑے ہین مار بیٹھے ہین

فائدہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمنے جو مسند الیہ کے حذف کرنے کے یہ دو سبب مرجح بیان کیے ہین ایک یہ کہ عبث سے بچنا منظور ہوتا ہے دوسرے متکلم سامع کے وہم وخیال مین یہ واقع کرنا چاہتا ہے کہ مین نے زیادہ قوی دلیل کی طرف عدول کیا ہے سو یہ دونون سبب ایک مقام پر جمع بھی ہو سکتے ہین البتہ خالی ان سے نہین ہو سکتا مثلاً مثنوی ترانۂ شوق کے ان شعرون مین سے

پانی کو روان کیا روان ہے	آندھی کو دوان کیا دوان ہے
دو وقت ملاے ملتے ہین روز	بھول اگ سنے کھلائے کھلتے ہین روز

حذف اِن دونون سببون سے مانا جاسکتا ہے یعنی یہ جو نہین کہا کہ آندھی دوان ہے اور پانی روان ہے اور بھول روز کھلتے ہین اور دو وقت روز ملتے ہین اسکا سبب عبث سے بچنا بھی ہو سکتا ہی اور سامع کے وہم وخیال مین یہ ڈالنا بھی کہ اقوی الدلیلین کی طرف رجوع کیا ہی۔
یا متکلم کو یہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع کا امتحان کرے کہ آیا وہ باوجود قرینہ موجود ہونیکے مسند الیہ سے متنبہ ہوتا ہی یا نہین کیونکہ متکلم کو یہ گمان پہلے سے ہوتا ہے کہ سامع قرینے کی وجہ سے مسند الیہ کو جانتا ہے اسلیے اسکا امتحان کرکے اس بات کا یقین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مسند الیہ کے حال سے واقف ہو گیا ہے جیسے۔

شمس العلما آزاد

ایسا سیاہ ہے کہ نظر آتا کچھ نہین	لکھتا ہون سب حساب پڑھا جاتا کچھ نہین

چونکہ رات کی تاریکی کا بیان ہی اسلیے سیاہ کا مسند الیہ محذوف ہی۔

داغ

بچ رہی تھی کس کی جھوٹی جام مین	جنگ ہی ایک ایک مے آشام مین

ولہ

گدائے میکدہ ہون ہر طرح کی ہے پیالے مین	نہ کیون ہون لاکھ مستانہ ادائین میرے نالے مین

مولوی نذیر احمد

تو ایسی طب کو سلام اور سلام اور سلام	بنی جب آن کے جانون پہ اور رہے عاجز

چونکہ مرض کی وجہ سے جانون پر مصیبت کے آنے کا بیان ہے اس لیے عاجز ہے کا مسند الیہ محذوف ہے۔
یا مسند الیہ کے حذف کرنے سے سامع کی مقدار ذکاوت کا امتحان مقصود ہوتا ہے اسلیے کہ وہ حذف کرکے دیکھنا چاہتا ہے کہ قرائن خفیہ پر متنبہ ہو سکتا ہے یا نہین چنانچہ زید کے پاس دو شخص حاضر ہون جن مین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہو۔

اُس وقت زید یہ کہے خدا کی قسم سلوک کرنے کے لیے زیادہ استحقاق رکھتا ہی" اور مراد اس قول سے زید کی وہ شخص ہو جو زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہے اور اس طرح کا کلام کرنے سے زید کی یہ غرض ہو کہ مخاطب کی طبیعت کی ذکاوت معلوم ہو جائے کہ آیا وہ اس محذوف کو سمجھ سکتا ہی یا نہیں۔ اور قرینہ یہاں ہی مگر خفی ہی اور وہ قرینہ یہ ہے کہ سلوک اُسکے ساتھ کرنا لائق ہے جو قدیم الخدمت اور قدیم الصحبت ہے۔

(دوسری مثال) ایک امیر آدمی اپنے ایک مصاحب کے ساتھ ایک حوض کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اُس امیر نے مصاحب سے دریافت کیا کہ تمکو کونسا کھانا زیادہ پسند ہی مصاحب نے جواب دیا کہ بریانی دوسرے سال پھر اُس حوض کے کنارے پر دونوں جمع ہوے اور امیر نے مصاحب سے کہا کہ کس چیز کے ساتھ پسند ہی عرض کیا کہ بورانی کے ساتھ امیر ذکاوت اور تیز فہمی سے بہت متعجب ہوا۔

یا اس غرض سے اُسکا ذکر چھوڑا جاتا ہی کہ اگر موقع آجائے تو متکلم اپنی جان بچانے کے لیے کہدے کہ میری مراد اس قول سے یہ شخص نہ تھا جیسے کوئی زید کی نسبت کہے کہ فاسق و فاجر ہی بشرطیکہ قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ مراد اس سے زید ہی۔

یا اسوجہ سے مسند الیہ کا ذکر چھوڑتے ہیں کہ وہ متعین ہوتا ہی اور جو حکم کیا جاتا ہے اُس سے وہی مراد ہوتا ہے دوسرے کی طرف ذہن نہیں جاتا جیسے معبود ہے خلاق ہے یہاں اللہ کا نام محذوف کر دیا اسلیے کہ وہ متعین ہی ذہن اسکے سوا دوسری چیز کی طرف نہیں جا سکتا کیونکہ نہ کوئی اُسکے سوا عبادت کے قابل ہی نہ کوئی سوا اسکے پیدا کر سکتا ہی۔

مہابھارت مولفۂ شایان

نگارندۂ نقش لوح و قلم	خداوند ملک حدوث و قدم
علیم و خبیر و سمیع و بصیر	کریم و رحیم و غفور و قدیر

یا حکم کو اسکے متعین ہونیکا دعوے ہو جیسے کوئی شخص سلطان کو کہے لکھ بخش ہی متکلم نے یہاں مسند الیہ کو چھوڑ دیا کیونکہ اُنکی دانست میں وہ متعین ہی اسلیے کہ وہی اتنی دولت بخشتا ہی۔

انیس

وہ شاہ کہ شاہوں نے لیا باج نبی ؐ	اور عرش پہ تھا شریک معراج نبی ؐ

فرماتے ہین مین تن ہون علیؑ سر ہیں	اب کہیے کہ زیبا ہے کسے تاج نبیؐ

لیجیے نبی فرماتے ہین۔

حالی

جہالت کی رسمین مٹا دینے والے	کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دین پر جھکا دینے والے	خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت مین سینہ سپر کرنے والے	فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

یہان مسندالیہ کو چھوڑ دیا ہی کیونکہ متکلم کی دانست مین وہ متعین ہی اور وہ اصحاب رسول ہین کیونکہ یہ اوصاف وہی رکھتے تھے۔

یا یہ خیال ہوتا ہے کہ اغیار اُسکے حال سے واقف نہو جائین مثلاً کہین رات آیا تھا اور بوجہ قرینے کے مراد یہ ہو کہ یار آیا تھا۔

یا فرصت کے فوت ہو جانے کے خوف سے مسندالیہ کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے جیسے کوئی آدمی شکاری سے کہے ہرن ہے یعنے یہ ہرن ہے پس تم شکار کرو جلدی کی وجہ سے مسندالیہ کو حذف کر دیا۔

ناسخ

رات کو چوری چھپے بہو نچا جو مین	غل مچایا اُسنے دوڑو چور ہے

یا گھبراہٹ کی وجہ سے مسندالیہ حذف ہو جاتا ہے جیسے۔

مہابھارت

بلبلان سے اپنے تھا تر زبان	کہان ہی کہان ہی کہان ہی کہان

میدان جنگ مین گھبراہٹ کی وجہ سے ارجن کی زبان سے جرجودھن کا نام فوت ہو گیا۔

یا رنج وملال کی وجہ سے طول کلامی کو دل نہین چاہتا جیسے کوئی بیمار سے پوچھے تمھارا کیا حال ہی وہ جواب دے کہ علیل ہون اُسنے یہ نہین کہا کہ مین علیل ہون کیونکہ مرض کی وجہ سے جو ملال اور تنگدلی حاصل ہی اُسنے مسندالیہ کا ذکر چھوڑ دیا۔

انیس

پرسا تمھین شہید کا دینے کو آئے ہین	کس کس کے داغ آج جگر پر اُٹھائے ہین

یہ وہ موقع ہی کہ حضرت علی اکبر شہید ہو چکے ہین اور حضرت امام حسینؑ زنانے مین تشریف

لے گئے ہین اور حضرت زینب سے علی اکبر کی شہادت کا واقعہ بیان فرماتے ہین اس موقع پر بسبب رنج وغم کے مسندالیہ کے ذکر کو چھوڑ دیا ہی اور وہ ضمیر جمع متکلم ہے۔

ولہ

رخصت طلب ہی شاہ سے اکبر سلالۂ کرام	شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام

یعنے یہ غلام۔

یا وزن شعر اور رعایت قافیہ کی وجہ سے نظم مین یا رعایت سجع کی وجہ سے نثر مین مسندالیہ حذف کر دیا جاتا ہی جیسے۔

انیس

بیکس ہون تشنہ لب ہون فلک کی ستائی ہون	کچھ اپنا حال تجھسے مین کہنے کو آئی ہون

پہلے مصرع مین وزن شعر کی وجہ سے مین بیکس ہون مین تشنہ لب ہون مین فلک کی ستائی ہون نہ کہہ سکے۔

غالب

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہی ترک رسوم	ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہو گئین

بسبب رعایت وزن کے یہ نہ کہہ سکے ملتین اجزاے ایمان ہو گئین۔

میر تقی

ہے تو اللہ کا مجسم نور	جانتے ہین جنکو کچھ ہے عقل و شعور

یعنی وہ جانتے ہین۔

یا مسندالیہ فاعل ہو اُس کو حذف کر کے فعل مسند کو مجہول کر دیتے ہین اور مفعول پر اقتصار کرتے ہین جیسے۔

بات اب طول کھچی راہ گذر بند ہوئے	کھڑکیان چھائی گئین روزن در بند ہوئے

یہان صرف اس امر کا بیان مقصود تھا کہ کھڑکیان اور روزن در بند ہو گئے اب ملاقات غیر ممکن ہے اس سے غرض نہین کہ کسنے در بند کیے اور کس نے کھڑکیان چھائین اسلئے مسندالیہ فاعل کو ذکر نہ کیا۔

انیس

قاصد جو میرے نام کا خط لیکے آئے ہین	سر کاٹ کر درختون مین لٹکائے جائے ہین

فائدہ اس مین یہ ہی کہ سامع کو فقط قاصدون کا حال دریافت کرنا منظور تھا اور اس سے غرض نہ تھی کہ کون انکو مار کر درختون مین لٹکاتا ہی اسلیے فعل کو مجہول بنایا گیا۔

ولہ

مارا گیا سمر مین غلام شہ امم | فریاد ہے کہ رانڈ ہوئی مین اسیر غم

یا مسند الیہ فاعل کو اسلیے حذف کرتے ہین کہ فاعل عالی شان ہوتا ہے اور مفعول کم قدر ایسے موقع پر اُسکا ذکر مناسب نہین معلوم ہوتا جیسے۔

محسن

خرقہ ہے نصیب یاسمن کو | عمامہ ملا ہے نارون کو

نارون پھول ہی گلہاے چمن سے مدور بشکل عمامہ اُسکو عمامہ ملنا بسبب مشابہت کے کہا گیا ہے یعنی بارگاہ باری تعالیٰ سے اس پھول کو عمامہ ملا ہی پھول اک ادنی چیز ہے بمقابلے اُس فاعل حقیقی کے اسلیے کچھ ذکر فاعل کا ضروری نہ سمجھا گیا۔

غالب

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے | چشم نرگس کو دی ہے بینائی

نثر مین اسکی مثال یہ ہی کہ فلان مجرم بری کیا گیا اور فلان چوکیدار کو انعام ملا یعنی حاکم وقت نے مجرم کا قصور معاف کیا اور چوکیدار کو انعام مرحمت فرمایا۔
یا فاعل مسند الیہ کم مرتبہ ہو اور مفعول عالی مقدار تو مسند الیہ کو حذف کر دیتے ہین اور بخیال عظمت شان مفعول کے فاعل کو ذکر نہین کرتے جیسے کہین لارڈ میو صاحب بہادر جزیرہ انڈمان مین مارے گئے ظاہر ہے کہ اُنکو ایک ادنی قیدی نے مجروح کیا جس سے اُنھون نے وفات پائی پس بیان پر ذکر کرنا ادنے رتبے کے فاعل کا بمقابلے مفعول صاحب عظمت کے نامناسب سمجھا گیا۔

رند

نام کیا کیا آپنے رکھوائے ہین | بیمروت خود غرض نا آشنا

اور مقام تحذیر مین یعنی ڈرانے کے موقع پر بھی اکثر مسند الیہ محذوف ہوتا ہی اور محذر منہ کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہی جیسے کہین سانپ سانپ یا چور چور یعنی تم بچو سانپ سے یا تم چور کو پکڑو بیان پر فعل مسند اور مخاطب مسند الیہ کو ذکر نہ کیا۔

انشا

لہر مین چوٹی کے تیرے ڈر کے مارے کانپ		جو نگہ چونک اُٹھتی ہون پین را تو نکو مگر سانپ سا نپ

بہر نہج قرینے کا ہونا حذف مسند الیہ مین ضرور ہی۔

تاخیر مسند الیہ

کبھی مسند الیہ کو مسند سے موخر کر دیتے ہین اور جو نکات تقدیم مسند اور تاخیر مسند الیہ کے ہین انکو ہم مسند کے بیان مین بتائینگے کیونکہ یہ امر اُسی کے مقتضاے حال سے ہی۔

چمن دوم مقتضاے ظاہر حال کے خلاف مین

یہ جو کچھ بیان ہوا مقتضاے ظاہر حال کے مطابق تھا کبھی کلام مقتضاے ظاہر حال کے خلاف چلایا جاتا ہی کیونکہ باطن حال اُسکا مقتضی ہوتا ہی جسکی تفصیل اس طرح ہی۔

(۱) مضمر کے مقام پر مظہر کو لانا

جہان ضمیر لانے کی ضرورت ہے وہان اسم ظاہر لایا جائے تو اسے وضع مُظہر مَوضعِ مُضمَر کہتے ہین اس صورت مین کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جو اسم ظاہر پہلے آتا ہے اُسی کا اعادہ کیا جاتا ہی اسے وضع مظہر موضع مضمر بلفظ کہتے ہین جیسے۔

غالب

وہ نالہ دل مین خس کی برابر جگہ نپائے		جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب مین	
وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آے		جس سحر سے سفینہ رواں ہو سراب مین	

دوسرے مصرع مین نالہ اور چوتھے مصرع مین سحر وضع مظہر موضع مضمر من لفظہ ہے۔
اور کبھی غیر لفظ لاتے ہین جو پہلے لفظ کا ہم معنی ہوتا ہی اسکو وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ بولتے ہین جیسے۔

انیس

مقتل مین کیا ہجوم تھا اُس نور عین پر		پروانے گر رہے تھے چراغ حسین پر

دبیر

اُترا ہے نبی کے لیے یہ کاسۂ نعمت		ہم صحبت دہم کاسہ ہین جبود سے حضرت

پہلے شعر مین چراغ حسین اور دوسرے مین حضرت وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ ہے
بہر صورت مضمر کی جگہ مظہر کئی فائدون کے واسطے مستعمل ہوتا ہے (۱) سامع کو ثابت اور تحقیق
کرانے کے لیے تاکہ کسی طرح کا ابہام باقی نہ رہے کیونکہ مضمر کی دلالت ابہام سے خالی نہین ہوتی بخلاف
مظہر کے خصوصًا اُس حالت مین کہ مظہر ایسا لفظ ہو جو اشتراک کو بالکل دور کر دیتا ہو جیسے علم بس
جبکہ ایسا لفظ سامع کے سامنے بیان کیا جائے گا جس مین ابہام نہو تو اُسکے ذہن مین مسندالیہ
اچھی طرح جم جائے گا مثال ۔

ناسخ

مکتوب جو آیا تو ہوا مین بیتاب	پیراہن پیچیدہ ہی گویا مکتوب

انیس

تم جس کی ہو شیدا وہ برادر نہ ملیگا	بھر گھر مین جو ڈھونڈو گی تو اکبر نہ ملیگا

حسرت

رقیبون کے حوالے کر کے خط کو نامہ بر آیا	عزیزو کیا کہون قاصد تو میرا کام کر آیا

ضمیر

جا کے میدان مین کس طرح یہ محبوب لڑے	یہ تو کہیے کہ غلام آپ کے کچھ خوب لڑے

سودا

علی خلیفہ تھا عثمان بعد یا کوئی اور علی خلیفہ چہارم درست ہی کہ نہین	جو کوئی اور تھا تو لا کتب سے تو اسناد محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

اکبر

کیا اچھا جنون نے دار پر منصور کو کھینچا	کہ خود منصور کو جینا تھا شکل زندان ہو کر

مصرع اول مین منصور مفعول ہی ۔

(۲) سامع کے دل مین ہیبت اور رعب ڈالنا منظور ہوتا ہی جیسے ۔

منشی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان وہ بولا کہ زنہار رستم نہین	کہ شاید تو ہے رستم پہلوان مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

تیسرے مصرع مین لفظ رستم وضع مظہر موضع مضمر ہی اور مقصود اس سے سامع کے دل مین رستم

کے خوف و مہابت کا داخل کرنا ہی مگر اسقدر رہی کہ سند الیہ نہین بلکہ مسند ہی۔

(۳) تعظیم و تکریم کا فائدہ دیتا ہی جیسے۔

ضمیر

وہ سب تو ایک طرف ہر امام اچھے ہین	آنکھ حسین علیہ السّلام اچھے ہین

لفظ حسین وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ ہی اور یہ تعظیم کا فائدہ دیتا ہی۔

انیس

رخصت طلب ہی شاہ سے اکبر سالالہ فام	شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام

شہزادہ وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ تعظیم کے لیے ہے۔

خلیق

گذری بہار عمر خلیق اب کہینگے سب	باغ جہان سے بلبل ہندوستان گیا

اس شعر مین بلبل ہندوستان وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ تعظیم کے لیے ہے۔

مثنوی ناسخ

جب اُسکی صدا اُسنی علی نے	لکھے وہین چار سو ولی نے

(۴) مقصود اس سے تحقیر ہوتی ہے جیسے۔

رجب علی سرور

اگر ہے گا تو میرے نالون کی ہمسری بلبل	شعور آتنا تو کر جا کے جانور پیدا

لفظ جانور وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ ہی اور مقصود اس سے بلبل کی اہانت ہی۔

(۵) داعی مامور کی تقویت کے لیے ہوتا ہی مراد اس سے یہ ہی کہ ایک شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو جو امر شخص مامور کو حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنے والا ہوتا ہے مظہر ثانی سے اسکو تقویت ہو جاتی ہی اور وہ آمادہ کرنے والا امر داعی ہے اور مظہر ثانی اُسکو تقویت دینے والا ہی مثلاً بادشاہ اپنے کسی نوکر سے کوئی کام کرانا چاہے اور یون کہے کہ مابدولت واقبال تجھکو اس کام کے کرنیکے لیے حکم دیتے ہین تو یہان مابدولت واقبال وضع مظہر موضع مضمر ہی اور مقتضاے ظاہر کے خلاف ہی کیونکہ مقتضاے ظاہر تو یہ تھا کہ کہتا ہم حکم دیتے ہین اسلیے کہ مقام تکلم کا ہی پس اس شخص کو اُس کام کے کرنے پر آمادہ کرنے والی بادشاہ کی ذات ہے اسلیے کہ اُسکو یہ گمان ہی کہ اگر حکم کی تعمیل نہ کرون گا تو بادشاہ سزا دے گا اور بادشاہ کا اس طرح تعبیر کرنا کہ مابدولت واقبال

تجھکو اس کام کے کرنے کے لیے حکم دیتے ہین اُس حکم کی تعمیل کرنے کے خیال کو تقویت دیتا ہے پس داعی خوف سزا کا گمان ہے اور اُسکو تقویت بخشنے والا لفظ با بدولت و اقبال ہے۔

خلیق

مرتا ہے باپ ای علی اکبرؑ ابھی نہ جا	دل مانتا نہین مرے دلبر ابھی نہ جا
ای لال سوے نیزہ و خنجر ابھی نہ جا	ہے ہے نہ جا شبیہ پیمبرؐ ابھی نہ جا

دوسرے مصرع مین مرے دلبر سے علی اکبر مراد ہین موقع یہان ضمیر مخاطب کے لانیکا تھا مرے دلبر اسلیے لائے کہ اُنکو باپ کے حکم کی فرمانبرداری کی طرف رغبت ہو اور اُسکو ماننے کے لیے مجبور ہون اسی فائدے کے لیے تیسرے مصرع مین لال اور چوتھے مصرع مین شبیہ پیمبر کہا ہے۔

(۶) طلب رحمت و شفقت کے لیے جیسے۔

انیس

تم سے بڑی اُمید ہی زہراؑ کی جائی کو	بھیاؔ تمھین سے لیگی بہن اپنے بھائی کو

اول حضرت زینب نے اپنے آپ کو زہرا کی جائی کہا اور پھر کہا بہن اپنے بھائی کو تمھین سے لیگی پس یہان طلب شفقت منظور ہے اگر یہ منظور نہوتا تو کہتین مین تمھین سے اپنے بھائی کو لونگی۔

ولہ

اب کس پہ مین اس صاحب آزار کو چھوڑون	اس حال مین کسطرح سے بیمار کو چھوڑون

صاحب آزار اور بیمار مفعول ہین نہ مسند الیہ۔

ولہ

عابد کی طرف دیکھ کے دوڑے علی اکبر	آنکھون کو ملا ہاتھون سے قدمون پہ رکھا سر
سجاد نے فرمایا کلیجے سے لگا کر	گردن مین مری ڈالدو باہون کو برادر

(۲) التفات

علماے معانی کی اصطلاح مین التفات یہ ہی کہ ایک ذات کو ایک طریق سے منجملۂ طرق ثلثہ یعنی تکلم و خطاب و غیبت کے یاد کرکے ان تینون طریقون مین سے کسی دوسرے طریق پر یاد کرین بشرطیکہ مخاطب ایک ہو اور دوسری تعبیر مقتضاے ظاہر کلام کے خلاف ہو اور سامع مقتضاے ظاہر کا

انتظار کرتا ہو پس اس صورت مین یہ اقوال مین زید ہون تو عمر و ہی تعریف التفات سے خارج ہوجاتے ہین گوان مین سے پہلی مثال مین ایک ذات کو بطریق غیبت کے تعبیر کیا ہی بعد اسکے کہ اسکو پہلے دوسرے طریق یعنی تکلم کے ساتھ یاد کیا تھا اور دوسری مثال مین ایک ذات کو غائب کے ساتھ تعبیر کیا ہے بعد اسکے کہ اول اُسکو خطاب کے ساتھ تعبیر کیا تھا مگر یہان تعبیر ثانی مقتضا ظاہر کلام کے موافق ہے اور سامع اُسکا منتظر بھی تھا اسلیے کہ جب متکلم نے مین ۔ در تو ضمائر کے الفاظ زبان سے نکالے تو سامع کو سنتے ہی اس بات کا انتظار ہو گیا کہ ان کے بعد اسم ظاہر مذکور ہو گا جو انکی خبر ہو گا کیونکہ ضمیر کی خبر اسم ظاہر ہی واقع ہوتا ہے۔

انیس کہتے ہین ۔ ؎

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون	مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسینؑ ہون

مین کی خبر حسینؑ ہی۔

گلزار نسیم

تجھ سے مری خاطر اب کہان جمع	تو نشتر شعلہ مین رگ شمع
تو برق دمان مین خرمن خار	تو سیل روان مین خستہ دیوار
تو جوشش یم مین مور بے پر	مین نقش قدم تو باد صرصر

اسی طرح ان اقوال مین۔

غالب

اور وہ مین ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون	غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

میر نثار علی شہرت

تم وہ ہو علم مدن سارے جہان کو دیدیا	وہ ہی تو ہو حرفت صنعت سبھی بتلا گئے

غافل

کیا تعجب ہے اگر تیری کمر معدوم ہے
تو وہ ہی آئینۂ شفاف جس مین مو نہین

وزیر علیخان

ہم وہ نہ قلم تھے کسی مالی کے لگائے	نرگس کی نہالون مین تجھے آنکھ سے پلے ہم

داغ

مین وہ ہون آتش قدم جس سے پگھلتے ہین پہاڑ	موم ہو جاتا ہے جو آتا ہے پتھر زیر پا

التفات نہین گو پہلے شعر مین غائب سے انتقال تکلم کی طرف ہی اور دوسرے اور تیسرے شعر مین خطاب سے غیبت کی طرف انتقال ہی اور چوتھے اور پانچوین شعر مین تکلم سے غیبت کی طرف انتقال ہوا ہے اور وجہ اسکی کہ یہان التفات نہین یہ ہی کہ یہ مقتضاے ظاہر کلام کے موافق ہی اسلیے کہ اخبار ہی ظاہر کے ساتھ اور سامع کو جسکا انتظار تھا اُسکے خلاف بھی نہین ہی۔

التفات کے حُسن و خوبی کی وجہ یہ ہی کہ جب کلام ایک طریق سے دوسرے طریق کی طرف منتقل ہوتا ہی تو اس سے سامع کو نشاط تازہ پیدا ہو جاتا ہی اور اس صورت مین اُسکو کلام کے سُننے کی طرف ترغیب ہوتی ہی کیونکہ ہر تازہ بہ تازہ چیز مین لذت ہوتی ہی پس وہ لذت کی وجہ سے باقی کلام کی طرف ملتفت رہتا ہی اور التفات کی چھہ صورتین ہین ایک یہ کہ غیبت سے خطاب کیطرف التفات کرین دوسرے یہ کہ غیبت سے تکلم کی طرف التفات کرین تیسرے یہ کہ تکلم سے غیبت کیطرف متوجہ ہون چوتھے یہ کہ تکلم سے خطاب کی طرف توجہ کرین پانچوین یہ کہ خطاب سے تکلم کی طرف چھٹے یہ کہ خطاب سے غیبت کی طرف۔

غیبت سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدح مین کہتا ہے۔

بڑھا یہ پایۂ الہام راے صائب سے	کہ مشورے پہ ہوئی اُسکے وحی بھی نازل
یقین کہ راہ نمائی ہی پیروی اُس کی	نہین تو سایے سے کیون بھاگتا ہی دیو مضل
مثال عدل مین نوشیروان کو تجھسے غلط	کہ بُت پرست کہان فارق حق و باطل

اول ممدوح کو غائب فرض کرکے اوصاف بیان کیے پھر غیبت سے خطاب کی طرف التفات کیا یعنے حاضر فرض کرکے تعریف کرنا شروع کی۔

ایضًا در مدح امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

شبہہ کیا عصمت لخت جگر احمدؐ مین	جب مسلم ہی کہ معصوم ہی جزو معصوم
نہ وہ خالق ہی مگر ہی اثر باعث خلق	نہ وہ رازق ہی مگر قاسم رزق مقسوم

السّلام اے روش آموز طریق اسلام	السّلام ای خضر جادۂ جنت ملزوم
وہ ترا رتبہ ہے ای شاہ جوانان بہشت	کہ ہوئی حرمت پیری کی تمنا محروم

رند

سُنتے ہی پیر خرد سے وہین فی الفور کیا	اسکی شوکت مین زبان سے اسی مطلع نے ظہور
آستانے کا ترے ناصیہ سا ہے فغفور	ہیچ ہے ہمت حاتم تری ہمت کے حضور

غیبت سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

ان اشعار مین مثنوی طلسم اُلفت مصنفۂ قلق کے۔

میرا پیش نگاہ حال رہے	واری اتنا ذرا خیال رہے
کہ یہ مان گور کے کنارے ہے	بے سہارے ہے بے سہارے ہے
تمکو تو لائے گا خدا پھیر یہان	مین یہان چندون کی ہون مہمان

اول غائب فرض کرکے یہ کہا گیا کہ یہ مان گور کے کنارے ہے اور بے سہارے ہے پھر متکلم کی طرف التفات کرکے یہ کہا کہ مین چند دن کی مہمان ہون۔

ایضاً

تم سے اُمید یہ نہ تھی بیٹا	مان پہ کچھ رحم بھی نہین آتا
سہ سکون گی مین داغ فرقت کا	کیا نتیجہ یہی ہے اُلفت کا

اول مان کو غائب فرض کرکے کہا مان پر رحم نہین آتا پھر اُسی کو متکلم قرار دیا اور کہا کہ کسطرح داغ فرقت سہ سکون گی۔

غالب

جنس بازار معاصی اسداللہ اسد	کہ سوا تیرے کوئی اُسکا خریدار نہین
شوخی عرض مطالب مین ہے گستاخ طلب	ہے ترے حوصلۂ فیض پہ از بسکہ یقین

دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حسن قبول
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار امین

میر

تھا کتے کا بچہ اک درویش پاس	پاش و بود اُسکی تھی مجھ درویش پاس

انیس

تم یہ کرتا ہے حسینؑ آخری حجت کو تمام
پسر مصحف ناطق ہوں سنو مجھ سے کلام

دبیر

لاشے سے پسر کے نہ جدا ہوئے گی مادر
آنکھوں کی ہیں حسب بن بین رہینگے علی اکبر

تکلم سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

قلق

مجھکو اب رو کیے نہ ای خوش ذات
کہ خدا کو بری لگے گی یہ بات
یہ بھی تھا خانہ زاد کا مقدور
کہین جائے بغیر حکم حضور

ہوس

جاتا نہیں مجھسے غم کا آزار
تو جان کہ مرچکا یہ بیمار

سودا

کہیے کو نہ پوچھن میں ہنر مندون کے ہوتے
اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

شہید

مری اولاد سب اکبار مرے
یہ حلیمہؓ جگر افگار مرے

ذوق

خسروا میں جو کہوں سب ترے اوصاف نکو
تو سدا منہ سے مرے پھول جھڑیں یا گوہر
ذوق کرتا ہے دعائیہ یہ اب ختم سخن
تا کہ ہو سنگ سے لعل آب سے پیدا گوہر

میر

ابکے جو ترے کوچے سے جاؤنگا تو سنیو
پھر جیتے جی اس راہ وہ بدنام نہ آیا

انشا

نہ تو کچھ دین سے بہرہ نہ مجھے دنیا سے
سن لے اس بندۂ انشا کی بھی ای میرے حق

انیس

صغرا نے کہا آپکی باتوں کے میں قربان
تم جان بچا لو کہ میں لونڈی ہوں پھوپھی جان
بیٹی ہو علی کی مری مشکل کرو آسان
جیتی رہی صغراؑ تو نہ بھولے گی یہ احسان

سودا

خصوص میں کہ معقد ہے یہ مری خاطر	کہ ہر گرہ میں ہزاروں ہیں جوں انار گرہ
بس اب بتا کہ اس الجھیڑے کی سوا تیرے	کھلادے کس کنے جاکر وہ خاکسار گرہ

برق

اسی بہانے سے پونچھا تو جاؤں نگاہِ برق	ہزار شکر کہ بندہ گناہگار ہوا

تکلم سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن

رکھے مجھکو جیسا میں اُس کو عزیز	نہ معشوق و عاشق میں ہووے تمیز
مہیا ہوں عشرت کے سامان سب	نکالے مرے دل کے ارمان سب
بس اب چُپ کہ مومن دعا ہو چکی	بہت زاری و التجا ہو چکی

اول کہا گیا کہ مجھکو یہ بات نصیب ہو اور میرا یہ ارمان نکلے پھر خطاب کیا گیا اور کہا گیا کہ چپ رہ

وہ شوخ تو کاہے کو بھلا آئیگا ہم تک	رندا گر ہو سکے تو پہونچ تو ہی اُسکے قدم تک

نطق

چاہتا ہوں میں ترا قرب جوار حق میں	اے تو اُمید بر آری میں زمانے میں مثل
روز لون سے جو چھٹے نور وہ مجھپر برسے	اپنے ہمسائے میں دنیا کو کئی جنت میں محل
نطق رکھ خامہ بس اب ہاتھ سے تسبیح اٹھا	ثم بالخیر علے سیدنا احمد صل

ان اشعار میں پہلے متکلم بنکر یہ کہا گیا کہ میں ایسا چاہتا ہوں کہ یوں ہو اور ووں ہو پھر اُسی ذات کو حاضر فرض کرکے خطاب کیا کہ بس قلم ہاتھ سے رکھدے۔

خطاب سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

انشا

اب دعائیہ پہ کر ختم قصیدہ انشا	کہ بجھالے تھے مضامین بہت شاق آتش
پاسبانی کرو تم میرے متاع دین کی	کہیں ایسا نہو ہے چھکے سے سُراق آتش

اولاً خطاب کیا کہ قصیدے کو دعا پر ختم کر پھر متکلم بنکر عرض کیا کہ میرے متاع دین کی پاسبانی کرنا۔

انشا

بس اب دعا پہ کر انشا اس قصیدے کو ختم	الٰہی اُس سے نزاکت رہے سدا لپٹ پٹ
مدام عقدہ کشا رکھ اُسے زمانے مین	اُسی کے ہاتھ رہے میرے دل کی سلجھاوٹ

محسن

محسن اب کیجیے گلزار مناجات کی سیر	کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھر تا با دل
سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل	میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل

خطاب سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

مومن

مومن اب ختم کر دعا پہ سخن	تا کجا لافہاے طولانی

اس شعر مین خطاب ہی مومن کی طرف دو شعر کے بعد مومن غائب فرض کیا گیا کہتے ہین۔

ترا اقبال روز افزون ہو	جیسے مومن پہ لُطف رحمانی

ناسخ

مسیحا بہر بیعت آئے گا چرخ چہارم سے	نہین موسیٰ سے کم رُتبہ ترے جلوے کے بیخود کا
جو نزدیک اُس سلیمان زمان کا دور آئے گا	بیابانون مین ہوگا ایک مسکن دام اور دد کا

حالی

اے نازش برطانیہ اے فخر بزرگ	اے ہند کے گلّے کی شبان ہند کی قیصر
یہ سچ ہے کہ فاتح کوئی تجھ سا نہین گذرا	محمود نہ تیمور نہ دارا نہ سکندر
تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا	اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر
بندا پنے فرائض سے مسلمان ہین نہ ہندو	معمور مساجد ہین تو آباد ہین مندر
بجتا ہے فقط چرچ مین اتوار کو گھنٹا	سنکھ اور اذان گونجتے ہین روز برابر
گو منت قیصر سے ہے ہر قوم گرانبار	احسان مگر اسلام پہ ہین اُس کے گرانتر

مثنوی سعدین

سُن گورے دل مین کیا سمایا ہے	تو نے کس بات پر دھرایا ہے
چربی آنکھون مین تیری ہی چھائی	نہین دیتا ہے تجھکو دکھلائی

بعد اسکے مخاطب کو غائب کے ساتھ تعبیر کرنا شروع کیا۔

ہاتھ ٹوٹین جو مجھکو ہاتھ لگا ے	انچھیان ے تو میری بھتی کھائے
ٹوٹے اُس پر ستم جو نوچے امین	وہ اُجڑ جائے جو دلو چے امین

تنبیہ تعریف التفات مین جو وحدانیت مخاطب کی قید لگائی ہے یعنی ہمنے جو شرط کی ہے کہ مخاطب واحد ہو اس سے غزلیات اس قاعدے سے خارج ہوگئین خواہ پہلی بیت مین خطاب ہو اور دوسری مین غیبت اور تیسری مین تکلم یا اس کے برعکس وجہ خروج کی یہی ہی کہ مخاطب ایک نہین ہوتا۔ مثلاً۔

مومن

غیر کو سینہ کے سے سیم بر دکھلا دیا	جسنے کیا کچھ کسکو اتنی بات پر دکھلا دیا
بند منھ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا	آج ہمنے اُسکو اپنا زور و زر دکھلا دیا
صبح سے تعریف ہے صبر و سکون غیر کی	کسنے شب مجھکو تڑپتے بیش ور دکھلا دیا
موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آئے لاش تک	جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

پہلی بیت مین خطاب ہی اور دوسری اور تیسری بیت مین تکلم ہی اور چوتھی بیت مین غیبوبت ہے اور تکلم بھی ہے۔

امیر مینائی

گلشن مین سرو فوج مین مثل نشان رہے	عالم مین سر بلند رہے ہم جہان رہے
حاتم کا داستانون مین ابتکے ہی تذکرہ	وہ کام کر کہ نامورون مین نشان رہے

پہلے شعر مین تکلم ہی اور دوسرے شعر مین خطاب ہے۔

[illegible]

مجھے کیون نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا	کہ پڑا ہے آج خم مین قدح شراب اُلٹا
یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قربان	وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا
کھڑے جیب ہو دیکھتے کیا مرے دل اُجڑ گئے کو	وہ گنہ تو کہہ و جس سے یہ وہ خراب اُلٹا

پہلے شعر مین تکلم ہی اور دوسرے شعر مین غیبوبت ہی اور تیسرے شعر مین خطاب ہی۔
غزل مین اکثر یہ ہوتا ہی کہ پہلے ایک شخص کو خطاب کرتے ہین پھر دوسرے کو جو مخاطب ہی غیبت سے یاد کرتے ہین ہان اگر مخاطب ایک ہو تو وہ اشعار غزل کے بھی التفات کے قبیل سے ہونگے اور خلاف

مقتضاے ظاہر سمجھے جائینگے۔ بعض اہل فن کے نزدیک التفات یہ بھی ہی کہ مضمون تمام ہوجائے پھر تمثیل یا دعا کے ساتھ اُسے ختم کرین۔ مثال اول۔

سودا

اگالی نہین بے بوسہ مرے دل کو گوارا	جھوٹا کوئی کھاتا ہی تو میٹھے ہی کے لالچ

مثال دوم۔

ذوق

کتے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

مصرع دوم بیت اول مین اور خدا مغفرت کرے بیت دوم مین التفات ہی مگر خان آرزو موہبت عظمیٰ مین اسکے التفات ہونے سے انکار کرتا ہی۔

(۳) معنی مستقبل کی ماضی کے ساتھ تعبیر

یہ بھی خلاف مقتضاے ظاہر سے ہے کہ معنی مستقبل کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرین اور اس سے اس بات پر تنبیہ ہوتی ہی کہ اس معنی کا وقوع متحقق ہی جیسے مہر کے قول مین۔

آج یہ جوبن گیا یا کل گیا	اے مہ خورشید رو دن ڈھل گیا

یعنی آج یہ جوبن جائیگا یا کل جائیگا۔

نسیم

ذرا تاب جنبش نہین اب مجھے	درندون نے چھوڑا بھلا کب مجھے

یعنی درندے بھلا مجھے کب چھوڑینگے۔

نظام رامپوری

عادت ہی ہوگئی ہی اُنکی نظام کچھ اور	اُس بزم سے عدو بھی اب صبح و شام نکلا

غالب

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہان	دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

یعنی تم ان بستیون کو دیکھنا کہ ویران ہوجائینگی۔

حالی

ہو چکا خانۂ ہنر معمور	دل آباد مفت بے ہنران

یعنے خانۂ ہنر آباد نہ ہوگا۔

منشی ہیرالال شہرت

جو آج رہ گیا تو مقرر وہ کل گیا	جانا سبھی کو ہی عدم آباد کی طرف

میر حسن

گو آج ہم گئے نہ گئے سنیو کل گئے	کوچے سے اپنے ہمکو اُٹھاتا ہی جلد کیون

ہوس

دیکھیے گا کہ فتنہ پھر اُٹھا یا	جب اپنی حدود پر مین آیا

داغ

تو جہنم کو کیا دیا تو نے	مجھ گنہگار کو جو بخش دیا

کبھی رعایات وحکایات گزشتہ مین صیغۂ حال کو استعمال کرتے ہین جیسے فاتح بنگالہ محررہ دیوان کشن گوپال شیدا کی یہ عبارت غنیم ابتک منگیر کا محاصرہ کیے ہوے ہے ٹوڈرمل ابھی تک عقلمندی سے قلعہ کو بچاے ہوے ہین اندر ناتھ روز بروز کامیابی حاصل کر رہا ہے جب کبھی موقع پاتا ہے اپنے سوارون ہی سے دشمن کو پریشان کر دیتا ہے جہان کہین غنیم کی تھوڑی فوج سن پاتا ہے مہاراجہ کی اجازت لے کر بخبر اُس پر جا پڑتا ہے قبل ازانکہ کمک پہونچے اُن کو تباہ کر کے قلعہ مین آجاتا ہے اس طرح متواتر زکین پاکر دشمن گھبرا اُٹھے ہین قلعہ مین سنئے افسر کی جنگی لیاقت۔ حوصلہ اور جوانمردی کی ہر طرف تعریفین ہوتی ہین غرضکہ روز بروز اندر ناتھ کی بہادری مشہور ہوتی جاتی ہے۔

دبیر

ذبح ہونگی مجھے عید ہی خالق ہی گواہ	رو کے فرماتے ہین یہ فوج ستمگار سے شاہ

رو کے فرماتے ہین کہا اور در حقیقت یون چاہیے تھا رو کے فرماتے تھے۔

(۴) ضمائر مین وحدت وجمعیت کا اختلاف

مقتضاے خلاف ظاہر کی قسم سے یہ بھی ہی کہ ضمائر مین وحدت وجمعیت کا اختلاف کرین

مقتضائے ظاہر کے موافق تو یہ ہے کہ جب ایک قسم کی دو ضمیریں برابر واقع ہون تو وحدت اور جمعیت مین مطابقت ہو اور اختلاف کرنا مقتضائے ظاہر کے خلاف ہی جیسے۔

اختر

دل وجان سے فدا تھا جو تجھپہ صنم گیا عشق مین وہ سوے ملک عدم
بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرین ہم مرے مرنے کا تجھکو بھی غم نہ ہوا

مرزا فخر دہلوی رمز

مجھے کی پہلو تہی بے دردنے جس روز سے — درد پہلو مین ہمارے دم بدم پیدا ہوا

میر

قدر والا تمھاری ہے معلوم — خلق خادم ہے اور تو مخدوم

سوز

سر مشق ظلم تمنے کیا مجھکو واہ وا — تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا

انیس

بولا وہ اشہد باللہ کہ اکہتے ہین شاہ — محسن ومنعم وآقا ہے مرا وہ ذیجاہ

ایاز

قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم — حسرت یہ رہی جی ہی کی جی مین سگئے مرہم

اسی قبیل سے ہی۔

دبیر

اکبر نے کہا صبر کرو ای شہ عالم
بندے کو تو کچھ مرگ جوانی کا نہین غم
ہم آپکی آغوش مین مہمان ہین کوئی دم
افسوس کہ حضرت ہوے بے مونس وہمدم

ایک مصرع مین اپنی نسبت ہم اور ایک مصرع مین بندہ جو بمنزلے مجھکے ہے استعمال کیا ہے اگر غزلیات مین مختلف شعرون مین ایسا ہو تو وہ مقتضائے ظاہر کے خلاف نہ سمجھنا چاہیے جیسے۔

غالب

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی — مری وحشت تری شہرت ہی سہی

دوسری بیت مین کہتے ہین۔

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے	کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

(۵) ضمیر بے مرجع

ضمیر بے مرجع ذکر کرنا بھی خلاف مقتضاے ظاہر کے اقسام سے ہی جیسے۔

ناسخ

واہ کیا حسن ہے بال اُسنے لپیٹے سر سے	خوشنما ایسے نہ دیکھے کسی دستار کے پیچ

غالب

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے	کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

دونون شعرون مین ضمائر غائب کا مرجع کوئی نہین اور یہ غزلیات مین کثرت سے واقع ہی اور یہ اسوجہ سے ہی کہ مرجع ایسا مشہور ہوتا ہی کہ سامع کا ذہن اُسکے غیر کی طرف منتقل نہین ہو سکتا یا متکلم کے ذہن مین مرجع حاضر ہوتا ہے اُسی کی طرف خطاب کرتا ہی۔

(۶) اضمار قبل الذکر

کبھی ضمیر غائب اپنے مرجع سے مقدم آتی ہے اور اس مین عامہ نکتہ یہ ہے کہ جب مخاطب یا سامع ایک ضمیر سنتا ہے تو وہ متردد ہو جاتا ہے کہ مرجع اس کا مذکور نہین اور جب مرجع سن لیتا ہے تو نفس کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ انتظار کے بعد جب ایک چیز حاصل ہوتی ہے تو زیادہ تر لذیذ ہوتی ہے۔

غالب

دیا ہے اور کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے	بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لیے

اُسے کا مرجع تجمل حسین خان ہے۔

جرأت

کیا کیا اُسے دیکھ آئے ہی جرأت ہمین حسرت
مایوس جو پھر آتا ہے پیغام بر اپنا

اُسے کا مرجع پیغامبر ہے۔

ناسخ

نام اُسنے جو سُنا عشق کی بیماری کا | میرے در پر سے پھر آکے مسیحا اُلٹا

اُسنے کا مرجع مسیحا ہی -

ذوق

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو | جبکہ ہو اُسکی نوید غسل صحت جانفزا
وہ ولی عہد زمان مرزا محمد بوظفر ؎ | اُسکی قوت گر ضعیفون کو بناوے واقویا

راوی

اُس سے نہ ملے بوسہ وہ آغوش مین آئے | منحوس کہ ہے ہی زیادہ دہن اُس کا

احسان دہلوی

بل من مریض وہ کرے دم مین شفا یہ دے مجھے | آہ وہ چشم مے پرست واہ وہ لعل بادہ نوش

واجد علی شاہ

ساقی اُسی سے رکھتے ہین شمشیر خم کے وار | جام شراب سے کوئی بڑھکر سپر نہین

ذوق

وہ کہے صل علی یہ کہے سبحان اللہ | دیکھین مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

ولہ

یہ تو یون مضطرب اور سینے مین لاکھون سوزن | جی کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

مصحفی

مرے دم اُٹھنے کی جو خبر اُسکو دی کسی نے | وہین نیم رہ سے قاصد بصد اضطراب الٹا

سودا

کرین پاک اُسکو کب تک ہم کہ چشم زخم سا یارو | رکھے ہی ڈھب ہمارا دیدۂ خونبار رونیکا

ناسخ

ہون مین دست نگر اُسی کا ہر دم | مین مثل گدا ہون شاہ قاصد

نواب کلب علیخان

خوشبو ہو یارب اُسکی تو اُسکا سرور ہو | پیدا کر ایسی شے کہ ہم ہون گل شراب

وزیر

جنبش ادھر اسکو ہی تو گردش ادھر اسکو — ابرو ہی کہ شمشیر سپر ہے کہ پھری آنکھ

آتش

یار کو دیکھینگے پہنا کے شب مہ مین اسے — ملگیا کوئی اگر پھولون کا گہنا بہتر

کبھی اضمار قبل الذکر کراہیت طبع کی وجہ سے ہوتا ہی جیسے۔

میر

مین گریبان پھاڑتا ہون وہ سلا دیتا ہی میر — خوش نہین آتی نصیحت گر کی غمخواری مجھے

چونکہ طبیعت کو ناصح سے کراہیت تھی اس واسطے اس کا ذکر مؤخر کیا۔ اور اسی قسم مین داخل ہے یہ بھی۔

للمؤلفہ

ہے بجا اسکی جا رکھون سل کو — چیر سینے کو پھینکدون دل کو

دل کے واقعات سے چونکہ قائل آزردہ ہے اسلیے اُسکے ذکر کو مؤخر کیا۔

یونس

یہ حیات مین ہی دشمن وہ پس ممات دشمن — نہ کم آسمان زمین سے نہ زمین کم آسمان سے

چونکہ قائل آسمان و زمین کی دشمنی سے دل مین کبیدہ ہے اس لیے ان کے ذکر کو مؤخر کیا۔

مومن

وہ ہے خالی تو یہ خالی یہ بھرے تو وہ بھرے — کاسۂ عمر عدو حلقۂ آغوش ہوا

عدو سے چونکہ طبیعت ناراض ہی اسلیے اُسکی عمر کے ذکر کو مؤخر کر دیا ہے اور حلقۂ آغوش کا مؤخر کرنا صرف پہلے نکتے کی وجہ سے ہی۔

(۷) استطراد

استطراد بھی خلاف مقتضاے ظاہر کی قسم سے ہے اُسکے معنے یہ ہین کہ ایک کلمے کو ازدواج کی وجہ سے ذکر کرنا اس حیثیت سے کہ مطلب مین اُسکا دخل نہو جیسے۔

ہوس

اُلفت کا ہے جرم تیری گردن — در پے ہین ہزار دوست دشمن

دشمن در پے ہوتے ہین دوست کا لفظ استطراداً واقع ہوا ہی۔

تپش

نکل جاؤنگا دیس پردیس مین		اتیت اور جوگی کے ہو بھیس مین

پردیس مین نکلتے ہین دیس کا لفظ استطراداً ہے۔

نشی

اسکی اور دیکھی بہت رزم و بزم		براب ٹیپئیے سہراب و رستم کی رزم

چونکہ سہراب و رستم کی رزم دکھانا منظور ہی اسلیے پہلے مصرع مین رزم ہی کا ذکر کافی تھا مگر استرداً بزم کا ذکر بھی کر دیا۔

مصحفی

یہ افراسیے بنایا ہوا اسپ انشا کا		کہ بزم و رزم مین ہی پایۂ تخت کا وہ شیر

بزم ہر مجلس عموماً مجلس عیش و نشاط خصوصاً یہان لفظ رزم استطراداً واقع ہوا ہے مقصود صرف مجلس ہی ہے جسکے لیے لفظ بزم کافی ہی۔

آزاد

شغل مین اپنے ہر اک شخص تھا مشغول وہان		چنتا تھا راحت و آرام کے پھل پھول وہان

پھل کا لفظ استطراداً ہے کیونکہ چننا پھول مین مستعمل ہوتا ہی نہ پھل مین۔
یہ بھی کمال بیہنری پر دلالت کرتا ہے چنانچہ کہتے ہین "ہم اسکے بھلے برے کے ذمہ دار نہین" مدعا مخاطب کا اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ ہم اُس کی برائی کے ذمہ دار نہین اور کمال بیہنری کی راہ سے مدعا یہ کہ ہم دونون صورتون مین خواہ بھلا ہو خواہ برا ضامن نہین ہین حالانکہ بھلائی کی ذمہ داری ہر کوئی کر سکتا ہے لیکن یہان یہ امر جتانا منظور ہی کہ جب ہم نیک کے ذمہ دار نہین تو بد کے کیون بننے لگے اور بھلا زائد ہے صرف برے کے مقابلے کے لیے واقع ہوا ہے تاکہ زوجیت بھلے برے کی حاصل ہو جائے۔

انشا

تاکہ مشغول عبادت رہے انشاء اللہ		ضائع اوقات کو کھویا نکرے حق ناحق

حق لفظ ناحق کی زوجیت کے لیے استطراداً واقع ہوا ہے

---

(۸) کلام کو برخلاف مراد قائل کے حمل کرنا

خلاف مقتضاے ظاہر کے اقسام مین سے ایک یہ بھی ہے کہ کلام کو برخلاف مراد متکلم کے حمل کیا جاے بشرطیکہ وہ حمل کرنا صحیح ہو اور حمل کرنیوالے کا مدعا یہ ہو کہ اگر اس کلام کے یہ معنے تمھارے نزدیک ہون تو بہتر ہے۔

مثنوی قضا و قدر

اُسنے کہا آپ کا تکیہ کدھر	بولے کہ تکیہ مرا اللہ پر

سائل کی مراد تکیے سے وہ مکان ہے جس مین فقرا رہتے ہین اور مخاطب تکیے کو بھروسے پر حمل کرتا ہے اور قرینہ صارفہ اس مین اللہ پر ہے یعنے ہم اللہ پر بھروسا رکھتے ہین جہان اُسنے رکھا وہین پڑے جبکہ ہمارا بھروسا اللہ پر ہے تو رہنے کے لیے مکان کیون مقرر کرین کیونکہ اس صورت مین اللہ پر سے بھروسا اُٹھ جائیگا اور حق یہ ہے کہ یہ قاعدہ صنعت ایہام سے ماخوذ ہی جسکا بیان صنائع معنوی مین آئیگا۔

(۹) قلب

اسکی دو قسمین ہین ایک قلب مطّرد اور وہ قلب صفت و موصوف کا ہی اگرچہ موصوف کا حق یہ ہی کہ مقدم ہو کیونکہ وہ متبوع ہی مگر زبان اُردو مین فصیح یہ ہی کہ صفت مقدم ہو پس چالاک گھوڑا کہنے مین جو لطف ہی وہ گھوڑا چالاک کہنے مین نرہے گا۔

مہر

سیہ چوٹی زرافشان تا بتک سبز اسپر دوشالا	تماشا ہی پر طاؤس کے کالے کو پالا ہے

منشی

کواکب ہین سب اس سخن کے گواہ	کہ مشعلچی اُسکا ہے رخشندہ ماہ

سودا

تار نگہ مین اُسکی کیونکر پھنسے نہ یہ دل	آنکھون نے جسکی الجھون وحشی غزال باندھے

دوسرا قلب شاذ اور وہ کم مستعمل ہوتا ہی جیسے غالب کے اس شعر مین۔

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا	دل جگر تشنۂ فریاد آیا

جگر تشنہ یعنے تشنہ جگر یعنے آرزو مند مطلب یہ ہے کہ دیدۂ تر کی یاد نے پھر دل کو

فریاد کا آرزومند بنا دیا۔

شایان

ہوا دور ارجن پسر کا بھی غم	ہوئی ہر طرف فوج رنج و الم

یعنے پسر ارجن کا۔

حسرت

افسوس کہ اُسنے بن چھری ذبح کیا	قصاب پسر کہ اُسپر ہے جان فدا

نشاط

ترے تیر نگہ نے جس کو تاکا	بنا سینہ وہ فوراً خاک تودہ

ناسخ

تال کا سُننا ہماری جان کو سم ہو گیا	جان دین کیونکر نہ اُس مطرب پسر کے عشق مین

نکتہ عامہ ترکیب قلب مین یہ ہے کہ جب کلام دوسرے اسلوب پر اور ترکیب تازہ کے ساتھ لایا جاتا ہے تو سننے والے کو کسی قدر نشاط حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ارجن پسر۔ قصاب پسر اور مطرب پسر بہ نسبت پسر ارجن پسر قصاب اور پسر مطرب کے اور شکرین لب بہ نسبت لب شکرین کے زیادہ دلچسپ ہین۔

کبھی قلب سے تعقید پیدا ہو جاتی ہے جیسے غلام سرور کے اس قول مین ؎

کہ روشن ہو تمھارے نام سے دل کا نگین میرا	مرے سینے مین کرو نقش تم اسم محی الدین

یعنی میرے دل کا نگین تمھارے نام سے روشن ہو پس مقصود بالتمثیل دلکا نگین میرا ہے۔

ذوق

ثمر تلخ ہو حنظل کا سبوے شربت	نطق شیرین سے ترے عام حلاوت تا ہو

یعنی شربت کا سبو حنظل کا ثمر تلخ ہو جائے مقصود بالتمثیل ثمر تلخ حنظل کا ہے۔

(۱۰) تجرید

تجرید کے معنی یہ ہین کہ ایک کلمے کو معنون سے مجرد کرکے پھر وہی معنی زیادت الیضاح کے واسطے دوسرے کلمے مین ذکر کرین جیسے تعظیم کرنا۔ تعظیم کے معنی کسی کو بڑا جاننا ہین جب تعظیم خود مصدر ہے تو اسکے بعد کرنا کہ مصدر ہے کہنا داخل تجرید ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جزو معنی کی تاکید ہو۔

ناسخ

کرے گا جب کہ وہ اتمام اگر حجت حق کو ... زمانے مین رہے گا نام ملحد کا نہ تدکا

اتمام کو ہنگامین تجرید ہی -

ہوس

واکرکے درخزینہ فی الحال ... انعام کیا جو تھا زر و مال

انعام کیامین تجرید ہے -

ولہ

رمال و نجومیون کو بلوا یا ... خلعت دیے اُن کو از سراپا

سراپا خلعت کو کہتے ہین اور تمام کے معنے مین بھی آیا ہے یعنے اول سے آخر تک اور خلعت بکسر اول اُن سلے ہوے کپڑون کو کہتے ہین جو امرا اور ملوک دوسرے شخصون کو بخشین اور وہ کم تین کپڑون سے نہین ہوتے اور ظاہر ہے کہ سر سے پانون تک کے کپڑے اُس مین ہوتے ہین پس شاعر نے خلعت کے معنے مین تجرید کی اور صرف امیرانہ کپڑے اُس سے مراد لیے کر دوسرے معنی لفظ از سراپا مین ذکر کیے -

کبھی جمع کے صیغے کو مجرد کرکے پھر جمع اسکی بناتے ہین جیسے -

حسن مولف سمجھ بوجھ

مساکینون کو کردے صاحب تاج ... شہنشاہون کو کردے دم مین محتاج

ولہ

اپنے اعمالون سے گو مایوس ہون ... غم نہین کچھ غوث کا پابوس ہون

شیخ نیاز علی عجز

پھرتی ہے کرتی ہین یہ ساری حوریان ... آج نزہت پر ہی کیا باغ جنان

حور جمع حورا کی ہی اُسکو مجرد کرکے جمع بنائی ہی -

ناسخ

غلمان و حوریان ہین تصور مین بیشمار ... ہے روبروے وسعت دل مختصر بہشت

انیس کے اس مصرعہ مین بھی یہی بات ہی مصرعہ گرتے تھے طیوران ہوا کھولے ہوے پر

طیور جمع عربی ہے اُس کو مجرد کر کے فارسی کے طور پر جمع بنائی ہی جیسے حکیم حاذق کے شعر مین ہے

بدام زلف تو گہ آدمی و گاہ ملک	گہے وحوش گرفتار گہ طیوراند

اسی قبیل سے میر حسن کے شعر مین طیورون ہی

وحوش و طیورون تلک بے محل	پڑے آشیانون سے اپنے نکل

فائدہ اگرچہ اس چمن مین خلاف مقتضاے ظاہر کی بحث اُتنی ہی لانی تھی جتنی مسند الیہ کے حالات سے تعلق رکھتی تھی لیکن کئی باتین اس مقام پر ایسی بھی بیان کر دی گئین جو مسند الیہ کے حالات سے نہین ہین اور اس طرح خلاف مقتضاے ظاہر کے اکثر مباحث ایک جگہ جمع ہو گئے اسی طرح چمن اول کے بعض مباحث مین بعض بعض مثالین ایسی لکھدی گئین ہین کہ اُن کا تعلق مسند الیہ سے نہین ہے لیکن مناسب موقع سمجھ کر ایسا کیا گیا ہے کہین اشارہ کر دیا ہی اور کہین ناظرین کے فہم پر اعتماد کر کے اشارہ نہین کیا ہی اور غرض اس سے یہ ہی کہ ہر مطلب کے حالات بخوبی روشنی پڑجائے۔

تیسرا باغ مسند کے احوال مین

مسند جسکی تعریف اوپر ہو چکی یعنے وہ کلمہ جو مسند الیہ کی طرف منسوب ہو وہ یا اسم ہوگا یا فعل کے اقسام سے اگر اسم ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ یہ صفت مسند الیہ کی ذات مین ثابت ہے جیسے زید کھڑا ہے اس سے پایا گیا کہ زید مین کھڑے ہونے کی صفت ثابت ہے اور اس سے مبالغہ مدح و ذم وغیرہ مین پیدا ہوتا ہی۔

غالب

تاب لاتے ہی بنے گی غالب	واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

واقعہ مسند الیہ ہی اور سخت مسند ہی اسی طرح جان مسند الیہ ہی اور عزیز مسند ہی پہلے مسند سے مذمت مین مبالغہ منظور ہے اور دوسرے سے مدح مین۔

امیر اللہ تسلیم

دید کے قابل ہی جوبن سبزۂ رخسار کا	معجزہ ہی سبز ہونا آگ پر گلزار کا

سبزۂ رخسار کا جوبن مسند الیہ ہی اور دید کے قابل مسند ہی اور گلزار کا آگ پر سبز ہونا مسند الیہ ہے

اور معجزہ مسند ہے اور دونوں جگہ مدح میں مبالغہ منظور ہے۔

حالی

ہیں سراسر فریب و وہم و گمان	تاج فغفور و تخت خاقانی
لفظ مہمل ہے نطق اعرابی	حرف باطل ہے عقل یونانی
ایک دھوکا ہے لحن داؤدی	اک تماشا ہے حسن کنعانی

مصرع اول میں فریب و وہم و گمان مسند ہیں اور تیسرے مصرع میں لفظ مہمل مسند ہے اور چوتھے مصرع میں حرف باطل مسند ہے اور پانچویں مصرع میں دھوکا مسند ہے اور چھٹے مصرع میں تماشا مسند ہے اور اگر فعل ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ صفت مسند الیہ میں پہلے نہ تھی اب موجود ہوگئی جیسے زید سو گیا اس سے ظاہر ہے کہ پہلے جاگتا تھا اب سو گیا۔

آتش

ہزاروں حسرتیں ہمراہ جائیں گی میرے ساتھ دنیا سے	شرار و برق سے بھی عرصۂ ہستی کو کم پایا

اس سے ظاہر ہے کہ حسرتیں پہلے نہیں گئی تھیں اب جائیں گی اسی طرح عرصۂ ہستی کو پہلے نہ پایا تھا اب پایا ہے۔

امیر

نہال عشق کو رو رو کے ہم سرسبز کرتے ہیں	نہیں آنکھیں یہ دو نہریں ہیں اپنے گلشن دل کی

اس سے ظاہر ہے کہ نہال عشق کو آگے سرسبز نہیں کیا تھا اب کرتے ہیں۔

برق

دیکھیں ہم بھی کہ دل لیتا ہے کیونکر کوئی	ہاں اشارہ کرے وہ چشم فسونگر اپنا

دیکھیں مسند ہے ہم مسند الیہ و دل لیتا ہے مسند ہے اور کوئی مسند الیہ اور کرے مسند ہے اور چشم فسونگر مسند الیہ۔

الحاصل مسند اقسام مذکورۂ بالا سے خواہ کسی قسم کا ہو جتنی قیدیں اس میں بڑھائی جائیں گی اسی قدر زیادہ خصوصیت پیدا ہوگی اور یہ بات نہایت مستحسن ہے پس اکثر مسند فعل کو اور جو فعل کے مشابہ ہے جیسے اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ۔ اسم تفضیل، مفعول بہ مفعول مطلق مفعول فیہ مفعول لہ۔ مفعول معہ۔ حال تمیز۔ استثناء سے مقید کرتے ہیں اور اس سے زیادہ وقوف حاصل ہوتا ہے جیسے اس شعر میں۔

داغ

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہین | اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

رکھکر فعل مسند وہ ضمیر فاعل مسندالیہ شمع مفعول بہ رخ روشن بترکیب توصیفی مضاف الیہ آگے ظرف مکان مضاف پس مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ یعنی ظرف مکان فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول فیہ سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہوا یہ اسم اشارہ مشار الیہ اُسکا مضمون مصرع دوم کیونکہ جب اسم اشارہ ایسے جملے پر آتا ہے جو شروع مین کاف بیانیہ لفظاً یا تقدیراً رکھتا ہو تو اُسکا مشار الیہ اُس جملے کا مضمون ہوتا ہے پس اسم اشارہ مع مشار الیہ کے مفعول بہ ہے۔ کہتے ہین فعل فاعل اس کا ضمیر مستتر جو مسندالیہ مذکور کی طرف راجع ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا دوسرے مصرع مین جانے اور آنیکا فاعل پروانہ بطریق تنازع کے ہے اور اُدھر اور اِدھر ظروف مکان ہین اور دیکھیں اگرچہ فعل ہے مگر یہان شک کا فائدہ دیتا ہے اس لیے مجازاً یا تغلیباً حرف شک سمجھا جاتا ہے اور یہی فائدہ حرف عطف سے مقصود ہے اور چونکہ شک مین مبالغہ منظور تھا اس لیے تاکیداً دو حرف شک کو استعمال کیا۔

امیر مینائی

کہہ رہی ہے حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی | ہائے کیسی اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

کہہ رہی فعل اور حشر مین مفعول فیہ یعنی ظرف مکان اور وہ آنکھ ذوالحال اور شرمائی ہوئی حال ہے حال ذوالحال سے ملکر فاعل کہہ رہی کا ہے اور جملہ دوم مقولہ ہے کہہ رہی کا۔

میر حسن

یہ کہہ اُسنے رو رو اُتارا سنگار | کیا اپنی پشواز کو تار تار

یہ کہہ مین کر جو عطف کا فائدہ دیتا ہے محذوف ہے یعنے یہ کہکر مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ اول یہ کہا پھر اُسنے رو رو کر اپنا سنگار اُتارا اور اپنی پشواز کو تار تار کیا اُس نے ذوالحال ہے رو رو حال ہے حال ذوالحال سے ملکر فاعل ہے اوتارا کا سنگار مفعول بہ ہے جس کی علامت یعنی لفظ کو محذوف ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہے اور حرف عطف دونوں مصرعون کے درمیان سے محذوف ہے اپنی پشواز کو بترکیب اضافی مفعول اول کیا فعل ماضی مطلق مشتق کرنے سے ضمیر مستتر اس کی راجع ہے مسندالیہ کی طرف جو

اسکا فاعل ہے تار تار دوسرا مفعول ہے دونون مفعول مل کر مفعول بہ ہوا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ پہلے مفعول کے بعد علامت مفعولیت کی لاتے ہین اور دوسرے کے بعد نہین لاتے ہین بلکہ دونون کو ملا کر مفعول بہ سمجھتے ہین فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہوا معطوف معطوف علیہ سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا -

ذوق

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض	ہاتھ ملتی بھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

پر کترنے کے بعد کہ واسطے کے معنی مین ہے جو بیان علت و سبب کے لیے ہے پس پر کترنے مفعول لہ ہے اور جو حرف شرط ہے صیاد نے فاعل چاہی فعل مقراض مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور دونون مفعولون سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ہے اور دوسرا مصرع جزا ہے -

ظفر

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا	کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا

کسی نے فاعل اُسکو مفعول بہ سمجھایا تو ہوتا فعل پس فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا اسی طرح دوسرا جملہ فعلیہ ہے -

ناسخ

نہا رہے ہین وہ غیرون کے ساتھ گنگا مین	نہائین ہم بھی نہ کیون آنسوؤن کے دریا مین

نہا رہے ہین فعل وہ فاعل غیرون کے ساتھ مفعول معہ گنگا مین مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور مفعول معہ و مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا -

سودا

جھینکنا جاڑے کا جو چھینکین ہین	اک سخن ہے تو لاکھ چھینکین ہین

جھینکنا مفعول مطلق ہے چھینکین کا جھینکنا مضاف ہے اور جاڑا مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول مطلق ہے اور چھینکین ہین فعل حال ہے ہم فاعل مستتر ہے پس فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق کے ساتھ ملکر جملہ فعلیہ ہوا -

مثنوی سعدین

چل گئی یان چھری چلی وہ چال	دل بیتاب ہو گیا پامال

چال مفعول مطلق ہے چلی کا جو مسند ہے -

انشا

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیون بیٹنا پیسے		بڑا دانا جو ہو تیکی میں کیون چھوڑ ن کو دل ٹہے

مہر

مثال بت سب سینے مین بے حس یہ دیکھو قہر خدا کی نیندین
یہ جاگے تھے ابتدا مین کس دن جو سوئے ہین انتہا کی نیندین

دوسرے مصرع مین نیندین سوئے ہین کا جو مسند ہی مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے۔

مسند فعلی کی تقیید شرط کے ساتھ

مسند جبکہ فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے تو کبھی اُسکو جملہ شرطیہ کے ساتھ مقید کر دیتے ہین اور اُس سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے جو حرف شرط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین۔ یاد رکھو کہ علماے عربیت کے نزدیک کلام جزا ہے اور شرط کو کلام مین کوئی مداخلت نہین وہ صرف حکم جزا کے واسطے بطور قید کے ہی جیسے دوسرے فضلات پس جو حال ظرف اور مفعول وغیرہ کا ہی وہی اُس کا ہے پس کلام جزا ہی ہے شرط ایک قید ہی بمنزلے حال یا ظرف کے اور وہ کلام جس حالت پر شرط سے قبل ہوتا ہی اُسی حالت پر شرط کے بعد بھی رہتا ہی پس اگر جزا جملۂ خبریہ ہوگی تو شرط کی قید لگنے سے خبریہ ہی رہیگی اور اگر انشائیہ ہوگی تو شرط کے بعد بھی انشائیہ ہی رہیگی اور قید کے بعد جملہ شرطیہ خبریہ یا جملۂ شرطیہ انشائیہ بولینگے غرضکہ شرط کو جزا مین کوئی دخل نہین ہی وہ ایک قید ہی جزا کے لیے پس اس مثال مین۔

جرأت

اگر نہ دیکھو نگا تمھین تو اور ہونگا بیقرار		اس مین رسوائی ہی کچھ ملنے مین رسوائی نہین

یہان جزا (اور بیقرار ہونگا) ہی اور یہ جملۂ خبریہ ہی تو مع شرط کے بھی وہی جملہ خبریہ رہیگا۔

غالب

اے نفس انجمن آرزو سے باہر کھینچ		اگر شراب نہین انتظار ساغر کھینچ

یہان انتظار ساغر کھینچ جزا ہی اور یہ جملہ انشائیہ ہی۔

ولہ

فنا کو سونپ گر مشتاق ہی اپنی حقیقت کا		فروغ طالع خاشاک ہی موقوف گلخن پر

فناکو سونب جزا ہی اور یہ جملۂ انشائیہ ہی۔

	شکستہ	

قدوکاکل کے دلبر کے اگر مضمون باندھو گے	لسے لکھ کر الف اور لام کی تفسیر پر رکھدو

الف اور لام کی تفسیر پر رکھدو جواب شرط یعنی جزا ہی اور یہ جملۂ انشائیہ ہی۔
نفس شرط اگر جملۂ خبریہ ہو تو حرف شرط اُسپر داخل ہو کر اُس کو مرکب ناقص بنا دیتا ہی اسی طرح اگر جملۂ انشائیہ ہو تو اُسکو بھی مرکب ناقص کر دیتا ہے پس یہ دونون قسم کے جملے حرف شرط کے آنے کے بعد خبریت اور انشائیت پر باقی نہین رہتے بلکہ مرکب ناقص بن جاتے ہین جو کلام اور مرکب تام سے خارج ہی اور منطقین کے نزدیک شرط و جزا دونون خبریت سے خارج ہو جاتے ہین کیونکہ حرف شرط دونون کو اُنکی اصل سے خارج کر دیتا ہی پس ان کے نزدیک حکم جزا کا بھی اعتبار نہین رہتا بلکہ شرط و جزا دونون کا مجموعہ کلام خبری سمجھا جاتا ہے اور دونون مین ملازمت ہوتی ہی پس ذوق کے اس شعر مین۔ سہ

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ یداللہ کے ساتھ	ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ہوتا

اہل عربیت کے نزدیک ذوق کے عقدۂ مشکل کے حل ہونیکا حکم یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونیکے وقت یا حال مین ہی پس محکوم علیہ ذوق کا عقدۂ مشکل ہے اور حل ہونا محکوم بہ ہی اور شرط کو اس مین کوئی دخل نہین وہ ایک قید ہے محکوم علیہ و محکوم بہ کے حکم کے لیے اور منطقین کے نزدیک ذوق کے عقدۂ مشکل کے حل ہو[illegible]ے لزوم کا حکم یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونے کے ساتھ ہی پس اس وقت مین محکوم علیہ یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونا ہے اور محکوم بہ عقدۂ مشکل کا حل ہونا ہے۔ جملہ شرطیہ مین زمانے کی قید حکم ثبوت اور دوام کا رکھتی ہی اور ماضی و مضارع اپنے معانی کو چھوڑ دیتے ہین جب سورج نکلے گا دن ہے اور جب سورج نکلا دن ہے ان دونون جملون کے ایک معنی ہین مستفاد از موہبت عظمےٰ۔ یاد رکھو جملۂ شرطیہ مین پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جواب شرط کہتے ہین اور جواب شرط مین ایک حرف جزا کا ضرور آتا ہی اور وہ اُردو مین تو ہی جیسے اگر تم آؤ گے تو مین پانچ روپے دون گا اور کبھی اس حرف کو حذف بھی کر دیتے ہین۔

حروف شرط کی تفصیل یون ہے۔
اگر اور گر۔ ایسی چیز کے لیے لگاتے ہین جسکے ہونے یا نہونے کا یقین نہو اگر یقینی ہو تو اگر نہین لگاتے

انیس

اگر آنکھ سے نکل کے ٹھہر جائے راہ مین	پڑ جائین لاکھ آبلے پائے نگاہ مین

دیکھو آنکھ سے نکل کے راہ مین ٹھہر جانا یا نہ ٹھہر جانا یقینی نہین اگر یقینی ہوتا تو اگر نہین لگاتے یہی سبب ہے کہ اگر ہمیشہ فعل مستقبل پر آتا ہے اسلیے کہ جو چیز ابھی ظہور مین نہ آئی ہو اُسکے ہونے یا نہونے مین کلام ہوتا ہے۔

میر فتح الدین فخر

اگر یہ شوخ چشم آنکھین لڑائین اپنی آنکھون سے
تماشا پتلیون کا ہم دکھائین اپنی آنکھون سے

آنکھون کا لڑانا اور نہ لڑانا یقینی نہین ہے

منشی ریاض احمد ریاض

تو وہ آہو چشم ہے جائے اگر گلزار مین	گل وہین شاخین نکالین نرگس بیمار مین

گلزار مین جانا اور نہ جانا یقینی نہین۔

(۲) ماضی اور حال پر وہان آتا ہے جہان امر یقینی نہو بلکہ ہوجانا یا نہوجانا فرضی ہو جیسے ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی	تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ذوق

وہ از خود رفتہ ہون جسکی بیخودی نے	خدائی مین اگر ڈھونڈا نہ پایا

حسن

جی اگر اُس سے لگا یار شک سے دل جل گیا	دل اگر اُسکو دیا دل ہاتھ سے جاتا رہا

آتش

کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے	سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے

(۳) کبھی اگر کو یقین کے محل پر لاتے ہین مگر شک کا ادعا بھی بسبب نارسائی اور حسرت بسیار کے موجود ہوتا ہے جیسے ؎

ہمنشین گر مری یہ شب کٹ جائے	تو مین جانونگا اک پہاڑ کٹا

شب کا کٹ جانا یقینی ہے مگر درازی شب کی وجہ سے عاشق کو حسرت مایوسی پیدا ہوئی اس لیے ایسا کہا۔

مثنوی یوسف و زلیخا

اگر جان ہے ترے غم مین سراہی | دگر دل ہے سدا تجھپر فدا

جان کا اور دل کا ہونا یقینی ہے مگر چونکہ معشوق کا وصل حاصل نہین ہوتا تھا اس لیے حسرت بسیار کی وجہ سے ایسا کہا۔

ذوق

پھر اگر آسمان تو شوق سے تیرے ہی سرگردان | اگر خورشید نکلا تیرا گرم جستجو نکلا

مخاطب خداے تعالے ہے اور یہ دونون امر اگرچہ یقینی ہین مگر قائل نے اپنی نارسائی کی وجہ سے اگر شرطیہ کے ساتھ ذکر کیا اور یہ مطلب صوفیہ کے مذاق کے موافق پورا ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر شے مین باری تعالیٰ کا عشق مانتے ہین پس کسی منکر کو یہان ان باتون کے غیر یقینی ہونے کی نسبت اعتراض کرنے کی گنجایش نہین۔

یا تجاہل عارفانہ کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے مثلاً خالد زید سے دریافت کرے کہ تمھارا آقا کہان ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ مکان مین ہے مگر آقا کے خوف سے یہ کہے کہ اگر مکان مین ہو تو اطلاع دیتا ہون اسلیے کہ آقا نے اُس سے یہ کہدیا ہو کہ جو کوئی تجھ سے میرا حال پوچھے تو بغیر میرے مشورے کے اُس سے نہ کہنا۔

مومن

بچوڑینگے ہم اپنا دامن ترنہ | جہنم مین ہے اے واعظ اگر آگ

حالی

رکھتے ہین حضرت انسان جو بڑائی مین قدم | گاؤ خر اُنسے ہین کیا جانیے کس بات مین کم
مالکون کے اُنھین گر جھیلنے پڑتے ہین ستم | ذلتین انکے لیے بھی ہین مہیا ہردم

ولہ

قسمت سے اپنے بچھڑنے کا ہی گر اُنکو ملال | تر تین گذرین کہ لوٹا گیا یان عیش وصال

ولہ

اُنکی گردن مین اگر قید کی رسّی ہے پڑی
اپنی بے بال و پری کی بھی کہانی ہی بڑی

ولہ

یان اگر بزم تھی تو اُس کی بزم	یان اگر ذات تھی تو اُس کی ذات

سودا الاشۂ حضرت امام حسینؑ کی زبانی

قضا کی تیغ سے مین بھی جواب کٹتا تو کٹ	اگر کٹے تو کٹے رن مین دست و پائے حسین

ولہ

اگر مرا ہے محاسن سبھی ہوے لال	تو یہ دعا ہے کہ تو سرخرو ہو روز قتال

یہ تجاہل علم معانی کے نکات مین اسلیے شمار پایا ہے کہ حال اُسکا مقتضی ہی اور اگر اسکا ایراد بطور ظرافت کے ہوتا تو علم بدیع کے قبیل سے تھا۔

یا غرض اس سے عار دلانا اور توبیخ ہوتی ہی جیسے۔

حالی

ہین ملے تم کو چشم و گوش اگر	تو چلی جائے کور و کر کی خبر
تم اگر ہاتھ پانوٗن رکھتے ہو	لنگڑے لولون کو کچھ سہارا دو

ولہ

خلف اُنکے الحق اگر یان یہی ہین	سلف کے اگر فاتحہ خوان یہی ہین
اگر یادگار عزیزان یہی ہین	اگر نسل اشراف و اعیان یہی ہین
تو یاد اسقدر انکی رہجائے گی یان	کہ اک قوم رہتی تھی اس نام کی یان

یا اسوجہ سے اگر کو یقین کے محل مین لاتے ہین کہ مخاطب کو وقوع اور لا وقوع شرط کا یقین نہین ہوتا بس اُسکے اعتقاد کے مقتضا کے مطابق کلام کیا جاتا ہی جیسے۔

مومن

گر دیتی ہون اس ہین دم مین مجکو	ہو تیغ علیؓ کی مار مجھکو

خوشتر

قسم ہے رام کی گر جان مانگو	تو حاضر ہے نہین افسوس مجھکو

اِسی قبیل سے یہ قول درد کا بھی سمجھنا چاہیئے۔

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا	تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

یا وقوع ولا وقوع شرط کے عالم کو جاہل قرار دیکر اس طرح کلام کیا جاتا ہی اور یہ اُس حالت مین ہوتا ہے کہ وہ مقتضاے علم کے خلاف کام کرتا ہو جیسے کوئی اپنے باپ کو ستائے تو اُسکو سنا جلائے کہ اگر یہ تیرا باپ ہے تو اُسکو ایذا نہ دینا چاہیے مخاطب خوب جانتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے اور مقتضا اس جاننے کا یہ تھا کہ باپ کو نہ ستاتا مگر چونکہ ستاتا ہے تو اُسکو بمنزلے جاہل کے قرار دیکر اگر کے ساتھ تعبیر کیا - ایک شخص اپنے حریف کے ظلم سے نالان ہو کر کہتا ہی کہ "اگر خدا ہی تو تم بھی اپنے کیے کی سزا پاؤ گے" تم جانتے ہو کہ شرط امر مشکوک پر ہوتی ہے اسی واسطے امر یقینی پر شرط نہین لگاتے چنانچہ یہ نہین کہتے "کہ اگر آدمی ہی تو مین نے تجھکو بھائی بنایا" مگر جب اعتقادی یا مسلم امر کو شک مین ڈال کر تقریر کرتے ہین تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخاطب متنبہ ہو جائے کیونکہ وہ بھی اُن باتون کا معترف ہوتا ہے مگر جبکہ اپنے علم کے بموجب عمل نہین کرتا تو اُس کے ڈرانے کے لیے اس طرح اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہی "اگر خدا ہے تو یہ بھی اپنے کیے کی سزا پائے گا" ورنہ مطلب اسکا یہ ہی کہ جس طرح خدا مسلم ہے ایسے ہی اس ظالم کے لیے سزا مقرر ہے اسی قبیل سے ہی حالی کے ان شعرون مین ؎

برا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے	عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے	مقرر جہان نیک و بد کی جزا ہے

گنہگار وان چھوٹ جائینگے سارے
جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے

بُرے شعر کہنے والے شاعر اس بات کو خوب جانتے ہین کہ ایسے شعر کہنے کی سزا خدا کے ہان ضرور ملیگی اور عبث جھوٹ بکنا بیشک ناروا ہے مگر چونکہ وہ اپنے علم کے مقتضا کے خلاف کام کرتے ہین یعنی ایسے شعر کہنے سے احتراز نہین کرتے اسلیے انکو بمنزلے جاہل کے قرار دے کر اگر کے ساتھ بیان کیا -

ولہ

اُسی کے غضب سے ڈرو گر درو تم	اُسی کی طلب مین مرو گر مرد تم

علمی

ہین یہان در بغت کمخواب کے سو پیرہن	اور وہان لیجائیگا یان سے اگر کچھ تو کفن
منتہیہ بہ ہا یان پیرہن جسمین بے نظیر	ایک بھی وانپر نہین گر ہین تو مین شکر نکیر

(۴۷) جب صیغہ ماضی استمراری پر آتا ہی تو منفی کو مثبت اور مثبت کو منفی کر دیتا ہی جیسے۔

میرحسن

تمھاری اُسے چاہ ہوتی اگر | تو ابتک وہ تم کو نہ آتا نظر

یعنے اُسے تمھاری چاہ نہین ہی ورنہ وہ تمکو ضرور نظر آتا۔

غالب

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا | کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

تو نے عہد کو توڑ ڈالا اسلیے وہ استوار نہ تھا۔

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نجاتے اگر اعتبار ہوتا

خوشی سے نہ مرے اسلیے کہ اعتبار نہ تھا۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

یعنے نہ اور جیتے نہ انتظار ہوتا۔

ذوق

ذبح ہونے کا مزہ جانتا گر صید حرم | آپ گردن پہ چھری پھیر کے بسمل ہوتا

چونکہ صید حرم ذبح ہونے کا مزہ نہ جانتا تھا اسلیے آپ گردن پر چھری پھیر کر بسمل نہ ہوا۔

امانت

تری مژہ پہ نہ ہوتا اگر یہ دل مائل | جگر کا آبلہ کیون نوک خار پر ہوتا

مولوی قدرت اللہ قدرت

زلفون مین اگر دل یہ گرفتار نہ ہوتا | یون روز مرا آہ شب تار نہ ہوتا

جو یہ بھی استقبال مین وہی معنی پیدا کرتا ہے جو اگر کرتا ہے یعنے وہان آتا ہی جہان شرط کے واقع ہونے اور واقع نہونے کا یقین نہو جیسے۔

جرأت

کوئی آتش کا پرکالہ جو وقت خواب یاد آئے
تو بھیں کیون نہ انگارے یہ گلہائے نہالی ہم

سودا

جو ناتوان نہ کریں دستگیری دشمن — تو خار و خس نہ کریں شعلے کو کبھو برپا

اور جو ماضی و حال میں آتا ہی تو یقین کا فائدہ دیتا ہی مثلاً۔

آتش

ہوتا ہے سُن کے زرد جو نامرد مدعی — رستم کی داستان ہے ہمارا فسانہ کیا

جرأت

رکھا جو تو نے قدم سر پہ یار از رہ لطف — دماغ عرش پہ اس خاکسار کا پہونچا

چرکین

خیال زلف بتان میں جو پیچ کھاتے ہیں — مروڑے ہو ہو کے پیچش کے دست آتے ہیں

آتش

جبین پر اپنے افشان کو جو اُس محبوب نے چھڑکا — کتاب چہرہ نے نقشہ دکھایا لوح قرآن کا

اصالت

بوسہ جو مانگتا ہون تو انداز و ناز سے — مجھکو دکھاتے ہین وہ انگوٹھا ہلا کے ہاتھ

امیر

ذرّے افشان کے جبین پر جو دمکتے دیکھے — اخترِ طالع خورشید چمکتے دیکھے

اسیر

بحر عالم مین ہی آفت لازم ای اہل کمال — لوٹنے کا خوف ہی قطرہ جو گوہر ہوگیا

اور جب اسکا مدخول ماضی تمنائی ہوتا ہے تو اسکا وہی حکم ہے جو اگر کا ہی کہ مثبت کو منفی بنا دیتا ہے اور منفی کو مثبت کر دیتا ہے مثلاً۔

غالب

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہی وہ یکتا — جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

یعنے چونکہ اُس مین دوئی کی بو نہین اسلیے دوچار نہین ہوتا۔

امانت

نمو جو سبزۂ خط کا بہار مین ہوتا — نہ بند یار کا طوطی ہزار مین ہوتا

جب یہ کلمہ اگر استقبال پر آتا ہے تو وہی شرط کا فائدہ دیتا ہی اور اس سے تعین زمانی

مقصود ہوتی ہی اس مین اور اگر مین یہی فرق ہی۔

الستا

جب ہوا کھا کے گھر آئینگے تو دیکھینگے ناچ	وضع پر ہند کی ہی باغ مین جسکا سکن

ظفر

وہ شکار انداز جب لے ہاتھ مین اپنے تفنگ	برق تھرا جائے رنجک دیکھکے آتی ہوئی

اور جب ماضی وحال پر آتا ہی تو جزم ویقین اُس سے مطلوب ہوتا ہی جیسے۔

ذوق

مین اپنے ذوق کے قربان کہ مستی مین محبت کی	بلایا کسنے اُسکو جب وہ آیا بے طلب آیا

آتش

جب مین جاتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین	نیند آئی ہی ہمین آپ بھی آرام کرین

مومن

جب سے وہ گئے ادھر نہین یاد کیا	پوچھی نہین کچھ خبر نہین یاد کیا

میرحسن

گئی دن جب اُسپہ گئے اور بھی	بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی

جب تک عموم ازمنہ کے لیے ہی جیسے۔

میرتقی

جب تک کہ ترا گذر نہ ہووے	جلوہ مری گور پر نہ ہووے

ناسخ

جب تک نہ آب پاک دہان نبی پیا	اُس شیر کے نہ دل مین خیال آیا شیر کا

درد

مرا جی ہے جب تک تری جستجو ہے	زبان جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

جو ہین اس مین دونون امرون مین شدت التزام اور امر ثانی کا اول پر بشدت مترتب ہونا بھی مقصود ہوتا ہی جیسے۔

ناسخ

دم بلبل اسیر کا تن سے نکل گیا	جھونکا نسیم کا جو ہین سن سے نکل گیا

ظفر

سر تلک دست ستم جو ہیں ترا قاتل رہتا | خون جسم ناتوان تل تل گھٹا تل تل بڑھتا

جب کبھی یہ تعیین زمان کے واسطے آتا ہے اگر استقبال پر آئیگا تو وہی شرط کا فائدہ دیگا اور
اگر ماضی وحال پر آئیگا تو اس سے وقوع فعل مین یقین پایا جائیگا جیسے۔

جب کبھی جوش یہ آجاتا ہی دریائے الم | کشتی مے کے وسیلے سے گذر جاتا ہون

جسوقت ظرف زمان ہے مجازاً شرط کے لیے استعمال کرلیتے ہین مگر وقت اُس سے ساقط نہین ہوتا
بلکہ تعیین زمان کا فائدہ دیتا ہی جب شرط کے لیے ہوتا ہی تو جواب شرط پر جزا کا حرف ہوتا ہے
مذکور ہو یا مقدر جیسے جسوقت تم آؤگے مین بھی آؤنگا یعنے میرا آنا اُسوقت ہوگا جب تمھارا آنا وقوع مین آئیگا
مدعا یہ ہی کہ اپنے آنے کا زمانہ متعین کردیا اور اگر صرف زمانہ مقصود ہوتا ہی تو جزا کا حرف اُسپر نہین
آتا یہی حال حرف جب کا ہی۔ بعض یہ کہتے ہین کہ شرط کے لیے استعمال پاتا ہی تو وقت کا لحاظ نہین
ہوتا کیونکہ اگر وقت کا بھی لحاظ ہوگا تو حقیقت و مجاز کا ایک استعمال مین جمع ہونا لازم آئیگا مگر یہ
اعتراض صحیح نہین اسلیے کہ درحقیقت استعمال اُس کا وقت ہی کے لیے ہوتا ہے اور شرط کے معنے
بطور تضمن کے لازم آجاتے ہین اس طرح کہ طرز کلام سے ایک جملے کے مضمون کا حصول دوسرے
جملے کے ساتھ مقید ہوجاتا ہے۔

انیس

کچھ ہوگا نہ ہاتھ پانون مارے سے انیس | جسوقت گذر جائے گا پانی سر سے

اور جب یہ لفظ ماضی وحال پر آئیگا تو اس سے یقین پایا جائیگا۔

ذوق

تیرہ روزی نے تری مہر جہانتاب کا نور | ہو گیا جسوقت اڑا کر مگس شب تاب بنا

جہان تعمیم زمان کے واسطے آتا ہی جیسے میر کے اس شعر مین۔

کبھی دل کی نہ کہنے پائے اُس سے | جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس

یعنی جسوقت الخ کبھی تعمیم مکان بھی اس سے منظور ہوتی ہی جیسے غالب کے اس شعر مین۔

جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہین
خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

یعنے جس جگہ الخ۔

میر حسن

جہان بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے ۔ محبت مین دن رات گھٹنا اُسے

غالب

حریف جوشش دریا نہین خودداری ساحل ۔ جہان ساقی ہو تو باطل ہی دعوے ہوشیاری کا

ہر چند اور اگرچہ اور گو جس جملے پر داخل ہوتے ہین تو اُسکا مضمون متوہم ہوجاتا ہی اسلیے لیکن یا کوئی دوسرا لفظ اسکا مرادف استدراک کے لیے اُسکے جواب پر لفظاً یا تقدیراً لانا واجب ہوتا ہے ۔

طالب رامپوری

ہر چند رو سیہ ہین بے نور و بے بصر تھا ۔ لیکن برنگ سُرمہ منظور ہر نظر تھا

مظہر

گرچہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا ۔ لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

میر حسن

اگرچہ وہ بیفکر و غیور ہے ۔ و لے پرورش سب کی منظور ہے

غالب

گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار ۔ لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا

حالی

گو منت قیصر سے ہی ہر قوم گرانبار ۔ احسان مگر اسلام پہ ہین اُسکے گرانتر

فوائد متفرق حرف شرط کو کبھی حذف بھی کر دیتے ہین اسی طرح حرف جزا کو بھی مثلاً ۔

غالب

رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے ۔ کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

یعنے اگر زبان کٹے اور اگر جان نہ رہے تو ایسا ایسا کرنا چاہیے ۔

دلسوز

وہ منھ زلفون سے ڈھانکے ہین تو ہم آنسو بہاتے ہین
وہ دن کو رات کہتے ہین تو ہم تارے دکھاتے ہین

شاد حیدر آبادی

تم بھی بانکے ہوا دابھی ہی تمھاری بانکی	تم اگر بات نہین کہتے ہو سیدھی نہ سہی
کوزۂ وجام بنا ینگی تو بھی خاک مری	اسکے بھی کام کی گر یہ نہین مٹی نہ سہی

حسرت

سرو کرے جو سرکشی قدکشیدہ کو دکھا	گل جو دکھاوے پیرہن کھول قبا کہ اس طرح
گر کوئی تجھ سے یہ کہے رات کی دن ہو کس طرح	جلدے تو نقاب کو منھ سے اُٹھا کہ اس طرح
گر کہے کوئی بہشت مین کیونکہ یہ لوگ جائینگے	پیار سے عاشقون کو تو گھر مین بلا کہ اس طرح

پوچھے جو تیغ کیونکہ دل حسرت زار کا لیا
اُسکو بھی تو دکھاوے یار ایک ادا کہ اسطرح

ظفر

گرد جاے شہسوار آئی نظر اڑتی ہوئی	تیرے آنے کی ہین پہونچی خبر اُڑتی ہوئی

(ب) کبھی مسند کی شرط پر جزا کو مقدم کر دیتے ہین جیسے۔

غالب

تجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن ای ندیم	میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

صحت

محفل مین رہ گئے کف افسوس ملکے ہم	پردے مین ناز سے جو چھپالئے دکھا کے ہاتھ

محشر

تحفۂ لخت جگر جا یئو مجنون کو لیے	گر تو اے قاصد اشک بکے بیابان کو چلا

نحویان بصرہ یہ کہتے ہین کہ اگر جزا مقدم ہو تو شرط کے لیے اور جزاے مقدر مانتے ہین اور جزاے مقدم کو اس پر دلالت کرنے والا جانتے ہین اور کوفیون کے نزدیک جزاے مقدم ہی کو شرط موخر کی جزا مانتے ہین اور دونون کے نزدیک ایسی حالت مین کہ جزا مقدم ہو شرط کا ماضی ہونا لازم ہے لیکن یہ لزوم عربی زبان سے مخصوص ہے اُردو مین باوجود جزا کے مقدم ہونے کے شرط غیر ماضی بھی ہوتی ہے جیسے۔

الستاذ

اپنی نگینین چمکتی ہوئی دکھلائینگے	پڑے گی جو کہین نہر پہ سورج کی کرن

غالب

نہ سنو گر بُرا کہے کوئی	نہ کہو گر بُرا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی	بخش دو گر خطا کرے کوئی

(ج) کبھی بوجہ قرینۂ دالّہ کے جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اُسکے مؤکدات کو قایم مقام کر لیتے ہین۔ جیسے۔

حالی

چرخ کو دے اگر وہ حکم سکون	ہو غلط نسخۂ سنین و شہور

یعنے اگر وہ آسمان کو ٹھہرنے کا حکم دے تو ٹھہر جائے اور اُسکے ٹھہرنے سے سیارون کی گردش موقوف ہو جائے اسلیے سال و ماہ کا حساب جاتا رہے اور زمانے کا انتظام بگڑ جائے نسخۂ سنین و شہور کا غلط ہونا جزا کا مؤکد ہی۔

ولہ

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر	کہا اُسپہ بجلی کا گرنا ہے بہتر

پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہی اور مصرع دوم اُسکا مؤکد ہی۔

ذوق

ای ذوق شہید اُسکو کرنے ہین کئی عاشق	کرنی ہی اگر سبقت کیا دیر لگائی ہی

یعنی اگر سبقت کرنی ہے تو کیا دیر لگائی ہی جزا اس مین محذوف ہے اور کیا دیر لگائی ہی جو اُسکا مؤکد تھا اُسکی جگہ رکھا گیا۔

احسان شاہجہان پوری

کوچۂ یار مین مٹتا ہی تو پھر دیر ہے کیا	تجھکو سمجھا ئینگے ہم ای دل شیدا کب تک

عاشق

دانتون مین زلف کو جو دبانے ہو بار بار	کاٹیگا خاک سانپ کا جب سر کچل گیا

جزا محذوف اور دوسرا مصرع اُسکا مؤکد ہی۔

کبھی بغیر مؤکدات کے قائم مقام کیے ہوے باعتبار قرینۂ سابقہ کے حذف کر دیتے ہین جیسے۔

گلزار نسیم

جسوقت وہ گل چمن سے لایا کہنے لگی لو مراد پائی	محمودا خوش ہوئی کہ آیا بولا کہ جو یان سے ہو رہائی

یعنی اگر یہان سے رہائی ہو تو جانین کہ مراد پائی نہین تو نہین چونکہ جزا مقدم مذکور ہو چکی تھی اسواسطے اُسے حذف کر دیا تاکہ عبث سے احتراز ہو۔

امیر مینائی

جمع ہین سینے مین پیکان تیر کے	سیکڑون دل ہین اگر اک دل گیا

یعنی اگر اک دل گیا تو کیا ہوا۔

میر

اُس تیغ زن سے کہیو قاصد مری طرف سے	اب اک ہی نیم جان ہے گر قصد امتحان ہو

جب تک جزا کلام مین معتبر ہو سکے تو اُسکے حذف کا قائل نہونا چاہیے اسلیے کہ اصل ہے مگر جبکہ کسی طور پر معلوم ہو کہ یہ قائل کی مراد نہین ہے۔

کبھی جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اُسکی علت کو اُسکی جگہ رکھدیتے ہین زیادتی قوت کیلئے کہ گویا مفہوم مدلل ہے۔ جیسے۔

نسیم

بیچا تو ٹکے کا جانور ہون	اگر ذبح کیا تو مشت پر ہون

یعنے اگر بیچا تو کچھ فائدہ نہو گا کیونکہ ٹکے کا جانور ہون اور اگر ذبح کیا تو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ مشت پر ہون۔

غالب

جان دی۔ دی ہوئی اُسی کی تھی	حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یعنی اگر جان دی تو اچھا ہوا کیونکہ اُسی کی دی ہوئی تھی۔

ولہ

رزم کی داستان گر سنیے بزم کا التزام گر کیجے	ہے زبان میری تیغ جوہردار ہے قلم میری ابر گوہر بار

کبھی فعل شرط بھی محذوف ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

لازم ہے کرو مسافرون کا اعزاز | اعزاز نہین تو آؤ اضرار سے باز

یعنی اگر اعزاز نہین کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

امیر

نہین تو نے دیکھا ہے اُس بُت کو زاہد | یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا

یعنی اگر دیکھ لیتا تو یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا۔

چونکہ شرط ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ معلق کرتا ہے اسلیے یہ چاہیے کہ شرط و جزا مین اختلاف لفظی نہو اسطرح کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل و علی ہذا مگر کبھی کسی نکتے کے واسطے شرط و جزا کے صیغون مین اختلاف ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ ماضی کی طبیعت مضارع سے زیادہ تحقق وقوع پر دلالت کرنے والی ہے اور مضارع کی طبیعت ماضی سے زیادہ وقوع کی ہمیشگی اور اُسکے حدوث کے تجدد پر دلالت کرنے والی ہے جیسا کہ الخاطر الحسان فی المعانی والبیان مین ہے۔ جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) غیر حاصل کو معرض حاصل مین ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ استقبال کے معنی کو کہ ابھی حاصل نہین ہوے ہین ایسے لفظ کے ساتھ جو اُن معنی پر دلالت کرتا ہے جو فی الحال حاصل ہین مثلاً حال کا صیغہ یا زمانۂ گذشتہ مین حاصل ہو چکے ہین جیسے ماضی کا صیغہ ظاہر کرتے ہین اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ جبکہ غیر حاصل کے اسباب قوی ہوتے تو وہ حاصل مان لیا جاتا ہے مثلاً۔

غالب

یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہین | عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

شرط مین ماضی ہے اور جزا مین استقبال تو نکتہ اس مین یہ ہے کہ غیر حاصل کو حاصل ظاہر کرنا منظور ہے یعنے گو معشوق ابھی تک عدو کا نہین ہو لیا ہے مگر بوجہ قوت سبب کے یعنے عدو کا ہو لینے کے اسباب قوی موجود ہونے کی وجہ سے اُسکو عدو کا ہو لیا ظاہر کیا۔

حالی

تن آسانیان چاہین اور آبرو بھی | وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

(۲) یہ ظاہر کرنیکو کہ جزا کا وجود بخوبی ثابت و مقرر ہی جیسے۔

دبیر

کیا خوب دلیل ہی یہ خوبی کی دبیر | سمجھے جو برا آپ کو اچھا وہ ہے

یہان مناسب یہ تھا کہ جزا مین بھی استقبال کا صیغہ ہوتا مگر اُس نکتہ بدیعی کی وجہ سے ایسا کہا

شہر آشوب ناظم

پہلو جو تجھ پر کتا ہے تو آج آئے گا بشنی | اور ہاتھ کھچا تا ہے تو دیجایگا لشنی

وزیر

مر ہی جاؤنگا اگر صبح کا تارا نکلا | یاد آئے گا کسی مہ کا دُر گوش مجھے

مومن

بالطبع گر کرم ہو تو مفلس بھی ہی کریم | ہوتا ہے سائے کا شجر بے ثمر سے فیض

ظفر

لکھوں اپنا حسن مین گر تجھکو رشک ماہ کنعانی | تو جھوٹ اس مین بتا ای ماہ پیکر کیا ہے یون ہی ہے

(۳) معنی مستقبل کو جملہ شرطیہ مین ماضی کے ساتھ اس لیے تعبیر کرتے ہین کہ اُس معنی کی شان وقوع کی طرف مائل ہوتی ہے بس اُسے ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو واقع شدہ پر دلالت کرتا ہو کیونکہ جو ثمرہ اُس چیز سے جو واقع ہو مترتب ہوتا ہے وہی ثمرہ فی الجملہ اس سے بھی مترتب ہوتا ہو اور یہ بھی غیر حاصل کو معرض حاصل مین دکھانے کی ایک صورت ہے جیسے مریض کہے کہ اگر مین مر گیا تو اچھا ہوگا۔

مولوی نذیر احمد

دوا کا حیلہ ہی گر وقت ابھی نہین آیا | تو ہوتے دیکھا ہی چنگی سے خاک کی آرام

میر

کہان پھر شور و شیون جب گیا میر | یہ ہنگامہ ہی اُس ہی نوحہ گر تک

گلزار نسیم

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی
انسان کی ہے مرگ زندگانی

(۴) سننے والے سے تفاول منظور ہوتا ہے کیونکہ متکلم جس چیز کا خواہش مند ہوتا ہے اسکو ایسے لفظ سے تعبیر کرتا ہے جو اسکے حصول پر دلالت کرتا ہے جیسے کوئی کہے اگر حسن خاتمہ نو ہوا تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

مومن

ہو حق وفا ادا قضا نے چاہا	کعبے کا سفر بخت رسانے چاہا
ہے ترک علاج اُن بتوں کا مومن	دیکھو چاہینگے گر خدا نے چاہا

میر

باقی یہ داستان ہے اور کل کی رات ہے	گر جان میری میر نہ آ پہونچی لب تلک

امین تخلص حافظ محمد امین

امین اپنا رہا ثابت جو ایمان	یہ توشہ آخرت کے ہے سفر کا

رئیس الدولہ بیدار

گر عالم رویا مین ہوا وصل کا سامان	یارب ہو عیان خواب کی تعبیر کسی وقت

حالی

ہان مگر کچھ امید بندھتی ہے	تیرے زمرے مین گر ہوا محشور
جب ترے کاروان مین جا پہونچا	پھر رہا باب خلد کتنی دور

(۵) وقوع شرط پر اظہار رغبت کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔

فدا

وصف چشم شوخ کا آیا اگر مجھکو خیال	مرغزار طبع سے مضمون ہرن ہو جائے گا

سوز

جب تلک آنکھیں کھلی ہین دکھ یہ دکھ دیکھینگے ہم	مند گئین جب انکھڑیان تب سوز سب آنند ہین

میر بہادر علی محبت

گر حنا تیرا ہاتھون سے خون بہا دل کا	تو لونگا دست نگارین سے خونبہا دل کا

آتش

نالۂ بلبل شیدا مین اگر ہے تاثیر
دست صیاد مین گلچین کا گریبان ہوگا

ذوق

عبث جان منتظر ہونٹوں پہ ہی وہ شوخ کب آئے | اگر جیلم کو بھی آیا تو ہم جانینگے اب آیا

کبھی جزا میں وہی فعل آتا ہے جو شرط میں ہوتا ہے اور مفہوم مخالف پیدا ہوتا ہے اور جملۂ شرطیہ فرض پر محمول ہوتا ہے۔

وزیر

یار پھر جائے تو پھر جائے پر اپنا دل زار | صفت قبلہ نما رہتا ہے یک سو ہوکر

یعنے اگر بالفرض یار پھر جائے مگر اپنا دل زار الخ۔

رشک

الٰہی ابکے ساون میں اگر برسے نمک برسے | ہمارے زخم پھیلائے ہوئے بیٹھے ہیں دامن کو

یعنی بالفرض اگر برسے تو نمک برسے۔

میر

مر گئے ہم تو مر گئے تو جی + | دل گرفتہ تری بلا ہووے

یعنے بالفرض ہم مر گئے تو تو جیتا رہ حرف شرط اس میں محذوف ہے اسی طرح۔

میرحسن

دگر مر گئی تو بلا سے موی | تو یوں جانیو مجھ پہ صدقے ہوئی

سودا

دیکھی جبکہ چاٹ کر چھوڑے | منھ کو کھانے سے موڑے تو موڑے

ظفر

کیوں ستاتے ہو ناصحو مجھکو | گر ستا دے تو وہ ستانے دو
سر کی پروا نہیں ہے شمع صفت | گر جلا دے تو مجھے جلانے دو

ذوق

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا | جو آپی مر رہا ہو اسکو گر مارا تو کیا مارا

ولہ

اُسے ہمنے بہت ڈھونڈا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

ذکر مسند

مسند کا ذکر اس لیے کرتے ہین کہ وہ اصل ہے اور اس بات سے عدول کرنے کے لیے کوئی مقتضی نہین ہوتا۔

مولوی سید اکبر حسین

وہ دور چرخ آرہا ہی اکبر کہ اہل تقوے ہین زار و مضطر | بزرگ بھی طفل دل کو اپنے سکھارہے ہین گناہ کرنا

دور چرخ مسند الیہ ہی اور آرہا ہی مسند ہی اہل تقوے مسند الیہ ہی اور زار و مضطر مسند ہی بزرگ مسند الیہ ہی اور سکھارہے ہین مسند ہی اپنے طفل دل کو پہلا مفعول ہی اور گناہ کرنا دوسرا مفعول ان مین سے کوئی مسند ایسا نہین کہ قابل حذف و ترک ہوتا۔

یا قرینے پر اعتماد کمزور ہوتا ہی تو احتیاط ذکر کرتے ہین۔

غالب

کچھ خریدا نہین ہے ابکی سال | کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار

کچھ خریدا نہین ہی اور کچھ بنایا نہین ہی مین نے کی خبر ہین اگرچہ دونون قریب قریب ہین مگر یہان قرینے پر اعتماد کمزور تھا اسلیے ایک کو حذف نہین کر سکے۔

یا سامع کی غباوت پر تعریض منظور ہوتی ہے مثلاً کوئی پوچھے کہ تمھارے نبی کون ہین تو جواب دے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین پس یہان ہمارے نبیؐ کو کہ مسند ہی محمدؐ کے ساتھ جو علم ہے ذکر کیا حالانکہ قرینۂ سوال سے معلوم ہو سکتا تھا اس ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ منظور ہے کہ مخاطب غبی ہی قرینے سے نہین سمجھ سکتا۔

یا ترحم کے لیے مثلاً حضرت علی اصغرؑ کے پیاس سے جان بلب ہونیکے وقت اُنکی ماں کہنے لگین۔

انیس

کیا ہو گیا اس صاحب اقبال کو میرے | ہے ہے لیے جاتی ہی اجل لال کو میرے

ایضاً

کچھ حق ہین اس کنیز کے فرماکے جائیے | صاحب کسی جگہ مجھے بٹھلا کے جائیے

یہ بات حضرت امام کی رخصت کے وقت شہربانو نے فرمائی تھی۔

یا غیر سائل کے مثانیکے لیے مثلاً۔

انیس

شہ کی مظلومی پہ گریان ہوئی ظالم کی سپاہ | عمر سعد نے کی حر کے رُخِ حر پہ نگاہ
بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہین شاہ | محسن و منعم و آقا ہے مرا وہ ذیجاہ

حر نے جو مسند کو بیان کیا اُسکی وجہ یہ تھی کہ اُس کی بات کو غیر سائل بھی سُن کر امام کی طرفداری پر آمادہ ہوجائین۔

تہدید کے لیے ذکر کرتے ہین۔

منشی

جدھر قلب مین شاہ کاوس تھا | اُدھر جاکے سہراب نے یون کہا
سواران ایران کو میدان مین ہے | تہ تیغ کھینچون مین اک آن مین

مین مسند الیہ ہے اور تہ تیغ کھینچون مسند اور غرض مسند کے ذکر سے ایرانیون کو ڈرانا ہے۔

ولہ

وہ مین ہون دلاور یل نامجو | کہ دیو سپید سیہ کار کو
کیا کشتہ اِک دم مین ہنگام جنگ | نہ جانبر ہوے مجھ سے شیر و پلنگ

وہ مین مسند الیہ ہے اور دلاور یل نامجو مسند ہے اور تخویف کیلیے اسے یہان ذکر کیا ہے اور دوسرے شعر مین متکلم کی دلاوری کا بیان ہے۔

ہوس نوفل کی زبانی اقرباے لیلی کو

اے بیخبران مین بد بلا ہون | انسان خورندہ اژدہا ہون

بد بلا اور انسان خورندہ اژدہا مسند ہین کہ تہدید کیلیے ذکر کیا ہے۔

نفیس

کہا شقی نے ڈرین جن جو میری تیغ چلے | پکڑلون شیر کی گردن اگر تو سانس نہ لے
جسے مین غیظ سے دیکھون تو موت سے نہ ٹلے | جری وہ مین ہون کہ کانٹے ہین سکڑ کے گلے

ولہ

وہ مین ہون ضیغم نرسب سے نبرد مین بالا | علی کے شیر دہن آغوش مین جسے پالا
لہو بہاکے تجھے اب جہان سے کھوتا ہون | حسین کا ہون بھتیجا علی کا پوتا ہون

گلزار نسیم

کانٹون مین اگر نہ ہو اُلجھنا	تھوڑا لکھا بہت سمجھنا
آئیگا تو دو رگذر کر دن گی	ورنہ مین بہت سا شر کر دنگی

سایان

پھر دان اُسنے اُسوقت مین حیف ہی	یہ خنجر ہے یہ گرز یہ سیف ہے

یا اسواسطے ذکر کرتے ہین کہ معین کر دین کہ مسند اسم ہے یا فعل پس اگر فعل ہوگا تو تجدد کا فائدہ دے گا تجدد سے مراد حدث ہے یعنے نیا کام کرنا جو پہلے فاعل کی ذات مین موجود نہو اور فعل مسند کسی ایک زمانے کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور زمانے تین ہین ماضی مستقبل حال ماضی وہ زمانہ ہے جو زمان تکلم سے پہلے ہو اور مستقبل وہ جو زمان تکلم سے پیچھے ہو اور حال اجزا ے آخر ماضی و اول مستقبل ہے جو ایک دوسرے کے پیچھے بدون مہلت کے واقع ہون چنانچہ زید نماز پڑھتا ہے حالانکہ بعض اجزا نماز کے اُسنے ختم کر لیے ہین اور بعض باقی ہین پس جو فعل آنات بسیار یعنی بہت وقتون مین بدون فاصلہ اور مہلت کے واقع ہوتا ہے اُسکو حال قرار دے لیتے ہین فعل جسکی ذات سے ظہور پاتا ہے وہ اُس کا فاعل ہے اور جس زمانے مین ظاہر ہوتا ہے اُسکی طرف اور فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اُس مین حدث یعنی معنی مصدری مستقل ہوتے ہین اور نسبت غیر مستقل اور اس سے معلوم ہوا کہ فعل مین تین چیزین ہوتی ہین ایک معنی مصدری دوسرے زمانہ تیسرے نسبت فاعل کی طرف۔

ناسخ

جو دل ہی ٹوٹ گیا کیا ہو شعر تر پیدا	ہوا ہی شاخ شکستہ سے کب ثمر پیدا

دل ٹوٹ گیا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دل مین جو ٹوٹنے کی صفت پہلے نہین پائی جاتی تھی وہ اب پائی جاتی ہے۔

شیخ حیدر علی صفیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھو نمین	لبھا لیتا ہی دلکو وہ بت طناز آنکھو نمین

لبھا لیتا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُس بت طناز مین لبھا لینے کی صفت موجود ہے نہ یہ کہ پہلے نہ تھی اور اب ہو گئی۔

داغ

تاریکی لحد سے نہیں دل جلونکو خوف	روشن رہے گا تا بقیامت چراغ داغ

روشن رہیگا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ چراغ مین روشن ہونے کی صفت نہ پہلے پائی جاتی تھی اور نہ فی الحال موجود ہے بلکہ زمانہ آئندہ مین موجود ہوگی۔
اور اگر مسند اسم ہوگا تو ثبوت کا فائدہ دیگا ثبوت سے یہ مراد ہے کہ مقرر کردین کہ مسند الیہ مین یہ صفت ہے۔

اقبال

قوم گویا جسم ہے افراد ہین اعضائے قوم	منزل صنعت کے رہ پیما ہین دست و پائے قوم

قوم مسند الیہ ہے اور جسم مسند ہے اور یہ ثبوت کا فائدہ دیتا ہے یعنے مسند الیہ مین جسم ہونیکی صفت ثابت ہے اسی طرح اعضائے قوم مسند الیہ ہے اور افراد مسند ہے اسی طرح دست و پائے قوم مسند الیہ ہی اور منزل صنعت کے رہ پیما مسند۔

امیر مینائی

ہم ایک سیدھی نگاہ پر تیری	لاکھ بانکون کا بانکپن صدقے

بانکپن مسند الیہ ہی اور صدقے مسند اور بانکپن مین صدقے ہونیکی صفت ثابت ہی۔

امداد علی بحر

اُسکی نگاہ قہر ہے اپنی نگاہ مہر	ہم اُسکے ہین ہدف وہ ہمارا نشانہ ہی

اُسکی نگاہ مسند الیہ ہی اور قہر مسند ہے۔ اپنی نگاہ مسند الیہ ہی اور مہر مسند۔ ہم مسند الیہ ہے اور اُسکے ہدف مسند۔ وہ مسند الیہ ہی اور ہمارا نشانہ مسند ہی۔

بقا

اُس کف مین دیکھ ساغر نازک شراب کا	دریا مین سرنگون ہی پیالہ حباب کا

حباب کا پیالہ مسند الیہ ہی اور سرنگون ہے مسند ہے۔ فعل کبھی تجدد استمراری پر دلالت کرتا ہے چنانچہ حال مثلاً۔

ایک مہمان سرا ہے۔ دُنیا بھی	اک آتا ہے ایک جاتا ہے

یعنی دنیا ہی شخص آنیوالا ہے اور دنیا ہی جانے والا اور یہ آنا جانا استمراری یعنی ہمیشہ کے لیے ہے اور اسی طرح مضارع مین بھی تجدد استمراری کبھی پایا جاتا ہی چنانچہ۔

میر

جو آئے میر اس طرح روتا رہے گا | تو ہمسایہ کا ہے کو سوتا رہے گا

اور کبھی محض تجدد ہوتا ہے استمرار نہیں ہوتا چنانچہ۔

جرأت

جب نہ تب خون مرا ہی پیتا ہے | غم بہت اُسکا مجھ پہ شیر ہے کچھ

یعنی لحظہ بہ لحظہ میرا خون پیتا ہے۔ اور نفی اثبات کی تابع ہے یعنی جو حال فعل مثبت کا ہوگا وہی منفی کا ہوگا اگر کہا جائے کہ جب کسی کلام میں کوئی قید ملحوظ ہو اور اس کلام پر نفی آجائے تو وہ نفی قید کی طرف راجع ہوتی ہے ارباب تحقیق کا یہی قول ہے پس اس قاعدے کی رو سے کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے میں نفی تجدد یا استمرار کی ہوگی نہ نفی فعل کی کیونکہ مثال مذکور میں دو صفتیں ہیں ایک تجدد کی دوسرے استمرار کی سو نفی کرنے سے دونوں وصف زائل ہو گئے زیادہ توضیح کے لیے ہم کہتے ہیں کہ فعل کی تین حالتیں ہیں یا تو اُسمیں قید تجدد اور استمراری کی یا فقط تجدد کی ہوگی یا فقط استمرار کی ہوگی پس اگر ان تینوں حالتوں میں نفی کرینگے تو وہ نفی ان قیدوں کی ہوگی نہ نفی فعل کی ہم اسکا جواب دیتے ہیں کہ یہ قاعدہ درست اور مسلم ہے لیکن یہ بات بیان کرنی باقی ہے کہ اگر مسند میں تجدد یا استمرار ہو تو ایسا ہوتا ہے مگر اُسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ نفی تجدد یا استمرار کی مع نفی فعل کے ہو چنانچہ نہ کوئی آتا ہے نہ کوئی جاتا ہے دوسرے نفی فقط تجدد یا استمرار کی ہو نہ نفی فعل کی اور اگر مسند میں کوئی قید نہو تو دلالت کرتا ہے کہ واضع نے خود فعل منفی وضع کیا ہے۔

آصف

اتنی راہ ہو نیر نہ نکلی حسرت بسمل ذرا | سینہ تیرو ں سے ہی چھلنی تیغ سے دل چاک تھا

حسرت بسمل مسند الیہ ہے اور نہ نکلی مسند سو مسند میں نہ نفی تجدد کی ہے نہ استمرار کی بلکہ اصل واضع نے یہ فعل منفی وضع کیا ہے۔ کبھی مسند ایک فعل واقع ہوتا ہے اور ظاہر میں وہ زائد معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت وہ اثبات تردد اور محنت کا کرتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ متکلم پر اُسنے ظلم یا رحم کرنے میں کیا کیا تردد کیا ہے جیسے۔

ظفر

کاٹ کر رکھدوں سر اپنا اب یہ ہی مرضی ترے | تو نے رکھدی لا کے جو شمشیر میرے رو برو

جاننا چاہیے کہ لفظ کے اضافت کے واسطے آتا ہے اور کبھی قائم مقام عطف کے آتا ہی اس صورت مین فائدہ اختصار کا دیتا ہی چنانچہ زید آگے چلا گیا اور دیکھ کے کہنے لگا یعنی آیا اور چلا گیا اور دیکھا اور کہنے لگا اور کر بھی اسی قسم سے ہی اور اسی موقع پر بولا جاتا ہی پس تو نے رکھدی لا کے کے یہ معنی ہین کہ تو جو لایا اور رکھدی اور مطلب فقط اتنی عبارت مین ختم ہو سکتا تھا تو نے جو شمشیر رکھدی میرے سامنے لیکن لایا سے اثبات تردد وسعی کا منظور رہی یعنے میرے مارنے کے لیے شمشیر ڈھونڈھکر لایا اور مجھپر ظلم کرنیکے لیے اُسے یہ تکلیف اُٹھانی پڑی۔

مسند کا فعلی اور سببی ہونا

مسند دو قسم ہے۔ ایک فعلی وہ کہ بغیر توسط کسی دوسری چیز کے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید کھڑا ہے اور زید آیا۔ دوسرا سببی وہ کہ کسی دوسرے کے ذریعہ سے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید اُس کا باپ کھڑا ہے اس مثال مین کھڑا ہونے کی نسبت بالذات زید کی طرف نہین بلکہ اُسکے باپ کی طرف جو کھڑے ہونے کی نسبت ہے اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہی یعنی کھڑا ہونا۔ زید کی طرف اُسکے باپ کے ذریعہ سے منسوب ہوا ہے اور غرض اس سے حصول لذت ہی اسلیے کہ اسناد کسی فعل مین جب واضح اور مبین ہو اگر اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نفس کو سُننے کے بعد ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ مسند کا ذکر کیا جاتا ہے تو مخاطب کے نفس کو زعم ہوتا ہے کہ مسند فعلی ہی ہوگا جیسے کہ عادت روزمرہ کی ہے جب اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوتی ہے چنانچہ زید اُس کا باپ کھڑا ہے اگر فعلی ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید کا باپ کھڑا ہے سببی اسکو اسلیے کہتے ہین کہ سبب کی طرف منسوب ہے اور وہ سبب ضمیر ہے چنانچہ زید اُسکا باپ کھڑا ہے اس مین سبب لفظ اُس ہی لغت مین سبب رسی کو کہتے ہین چونکہ ضمیر سے صلات اور صفات ربط پاتے ہین جیسا کہ رسی سے چیزین باندھی جاتی ہین اسلیے ضمیر کو سبب کہنے لگے۔

ترک مسند

مسند کے ذکر نہ کرنے سے وہی فوائد منظور ہوتے ہین جو مسند الیہ کے باب مین ذکر کیے گئے یعنے

(۱) عبث کے ذکر سے بچنے کے لیے کسی قرینے کی وجہ سے اور اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مقام مین گنجایش ہو جیسے زید آیا اور عمرو بھی پس یہان عمرو کا مسند بوجہ عبث کے محذوف ہے

باوجودیکہ مقام مین گنجایش ہے (توبۃ النصوح) یہ دار المحن انسان کے رہنے کے لائق ہے
صد ہا مخمصے ہزار ہا بکھیڑے روز کے جھگڑے آئے دن کی مصیبت یہان مسند محذوف ہی اور رد
لفظ موجود ہے دوسری صورت یہ ہی کہ مقام مین گنجایش ہنو وزن اور قافیہ کی وجہ سے مسند
نہ آسکتا ہو اور قرینہ یہان یا محذوف سے پیچھے ہوتا ہے یا پہلے -

مثال اول

انیس

بیعت اُنھین تو صلح ہمین بھی نہین قبول	تب شمر نے کہا کہ فصاحت سے کیا حصول

یعنی اگر بیعت اُنھین قبول نہین تو قرینۂ ثانی کی وجہ سے مسند محذوف ہی -

ذوق

شمع گل گیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگ	تیرے انصاف کی ہی بزم جہان مین شاہا

مثال دوم

ولہ

ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تلک	طاقت ہو چکے دل مین وہ دو چار دن سے ہے

یعنے ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تلک رہین مصرع اول مین رہے آچکا تھا اس قرینے
کی وجہ سے دوسرے مصرع مین ترک کیا گیا -

مولوی محمد اسمٰعیل

وہی رونق وہی عظمت وہی شان	مگر دریا کی باقی ہے وہی آن

قرینۂ اول کی وجہ سے وہی رونق اور وہی عظمت اور وہی شان کا مسند محذوف ہی -

بحر

مزہ مردے کو تنہائی کا ہی زندے کو صحبت کا	حلاوت زندگی کی ہے ملاقات احبا مین

یعنی زندے کو صحبت کا مزہ ہی قرینۂ اول کی وجہ سے مسند محذوف ہی -

ممنون

عاجز ہے اس مرض سے دوا اور دعا سے ہم	ممنون کا وہ دیکھ کے فرما گئے ہے مسیح

یعنی ہم دعا سے عاجز ہین۔

امیر

دریا سے موج موج سے دریا نہین الگ | ہم سے جُدا نہین ہی خدا اور خدا سے ہم

یعنے دریا سے موج الگ نہین ہے اور خدا سے ہم جُدا نہین ہین پہلے مصرع مین قرینۂ ثانی کیوجہ سے مسند محذوف ہی اور دوسرے مصرع مین قرینۂ اول کے سبب سے۔

سودا

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل | تو اسطرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم
آشنا کہان ہے سوز طلب دل پتنگ کا | رکھتی نہین ہی شمع بھی ایسا جگر کہ ہم
سودا نہ کہتے تھے کہ کسی کو تو دل نہ دے | رسوا ہوا پھرے ہے تو اب دربدر کہ ہم

(۲) بلحاظ کثرت استعمال کے حذف کردیتے ہین جیسے مزاج مقدس بیان کیسا ہے بسبب کثرت استعمال کے حذف کردیا ہے۔

امیر مینائی

ہم سے کہتا ہی کہ گیسو نہ چھوؤ اُس بت کے | مار اللہ کی ناصح تیرے سمجھانے پر

یعنے اللہ کی مار پڑے۔

محسن

موقوف حدیث شب کی تصحیح | رکھ دیتے کتاب پر مصابیح

یعنی حدیث شب کی تصحیح موقوف کرد۔

سودا

سبزۂ و ابر و ہوا گل نہ سدا ہون اک جا | ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چار دن ایک

داغ

ہمت اے خاک ہان مدد اے ضعف | کوئی دامن بچائے جاتا ہے

مثنوی قضا و قدر

پھر یہ کہا آج کدھر کس طرف | بولے ہوا حکم خدا جس طرف

مرزا غالب ایک رقعے مین لکھتے ہین پیر و مرشد آداب۔

مولوی احمد آزاد

کیا کہوں سینے میں تھا جو دل بیتاب کا حال	جس گھڑی کہکے وہ اللہ نگہبان گئے

(۳) یا متکلم یہ چاہتا ہو کہ سامع کے خیال میں یہ ڈالے کہ دلائل عقلی و لفظی میں سے دلیل عقلی اختیار کی ہی جو دلیل لفظی سے قوی ہوتی ہی۔

غالب

لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب میں	لاکھوں لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا

یعنی دوست کی لاکھوں لگاوٹیں ایک طرف ہیں اور ایک نگاہ کا چرانا ایک طرف ہی اور لاکھوں بناؤ سنگار ایک طرف ہیں اور ایک عتاب میں بگڑنا ایک طرف ہی۔

سودا

لگے کہنے نہیں شراکت نیک	میرے سو تجھے اور تیرا ایک

یعنے میرے سو تجھے اور تیرا ایک تجھے برابر ہیں۔

(۴) رنج و ملال کی وجہ سے خبر کا نام منھ پر نہیں لاسکتے کیونکہ تحسر کی وجہ سے تنگی مقام ہوتی ہی۔

فسانہ آزاد

"جوگن بولی اچھا جاؤ معاف کیا کوئی اسطرح ہوتا ہی اللہ جانتا ہی ہم سمجھے کہ خدانخواستہ کوئی بیچارہ آپکے عزیزوں میں سے یہاں مرگیا کا لفظ جو مسند ہی تحسر مقام کی وجہ سے محذوف ہی۔

آزاد

اکبر نو دل یہ کہتا کہ سنان غلد کو گئے	شہ کہتے رہگئے مرے دلبر کہاں کہاں

یعنے کہاں گئے یا کہاں جاتے ہو۔

خواجہ وزیر

نہ کیا ذبح گیا چھوڑ کے بسمل قاتل	دہن زخم پکار اٹھا قاتل قاتل

(۵) بوجہ مخالفت وزن کے اختصار مطلوب ہوتا ہی اور ساتھ ہی اسکے مسند قریب الفہم ہوتا ہی۔

میر حسن

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن	کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن

یعنی کہیں نرگس و گل موجود تھے کہیں یاسمن موجود تھا۔

(۶) تکثیر فائدہ کے لیے یہ وہاں ہوتا ہی جہاں کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو کہ اس کو جس

چاہین حل کرسکین پس اگر ایک مسند ذکر کردیا جاے تو یہ فائدہ فوت ہوجاے۔

ناله تسلیم

اجازت او خیال قاصد دل	کہ آپہونچا دم تکلیف مشکل ہے

یہان مسندالیہ اور مسند دونون محذوف ہین یعنی اجازت چاہتا ہون مین یا اجازت دے مجھکو یا اجازت عطا کر۔

سودا

تم جنکی ثنا کرتے ہو کیا بات ہے اُنکی	لیکن ٹک ادھر دیکھیو اے یار بھلا مین

(۷) مسند واجب الستر ہوتا ہے اسلیے کلام مین ذکر نہین کیا جاتا۔

کیا پوچھتے ہو وصل کا جو شوق ہے مجھکو	قابو مین مرے پیارے تم آجاؤ تو پھر مین

مین مسندالیہ ہے اور اسکا جو مسند ہے وہ اس قابل نہین کہ علانیہ بیان کیا جاے۔

الشا

سر ہلانے سے بھروسا نہین پڑتا کس وقت	کس طرح کب وہ کدھر یان کہ دہن مجھ سے تو پھوٹ

ہم بستری اور مجامعت کا سوال کرتا ہے اور مسندالیہ و مسند دونون محذوف ہین۔

(۸) کراہیت کی وجہ سے حذف کرتے ہین چنانچہ آپ ہی یہ کہا کرتے ہین اور آپ ہی وہ یعنے بکتے ہین اور جھک مارتے ہین۔

سوز

دعا دی تو لگا کہنے کہ چپ ہو	گئی مین نے دعا تیری دعا کی

ولہ

کہا مین نے کہ کچھ خاطر مین ہے گلا	تمھارے ساتھ جو مین نے وفا کی
گریبان مین ذرا منھ ڈال دیکھو	کہ تمنے اس وفا پر ہم سے کیا کی
تو کہتا ہے کہ بس بس چپ بچ کر بند	وفا لایا ہے دست تیری وفا کی

(۹) کبھی مسند کو حذف کرکے اسم اشارہ پر اکتفا کرتے ہین تاکہ اوصاف متعددہ پر دلالت کرے اور یہ اکثر صفت و موصوف مین واقع ہوتا ہے کہ اس مین اختصار ہے۔

ذوق

جب تک تجھے گرہ مین تھے تو نکے پیسے	سب کہتے تھے انکو آپ ایسے ایسے

ایسے ایسے قائم مقام صفت کیلئے ہی اور فائدہ اس میں یہ ہی کہ اس میں اختصار کامل ہو سکتا ہے۔
(۱۰) مقام مدح میں مسند کو حذف کر دیتے ہیں جیسے آپ کا وعظ آپکا فرمانا یعنی آپکا وعظ اور آپ کا فرمانا بہت اچھا ہی یا بڑا پُر اثر ہے۔

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب	تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

یعنی یہ مسائل تصرف نہایت عمدہ ہیں اور یہ تیرا بیان غالب بڑا پُر اثر ہے۔

میر حسن

وہ دولھا کا مسند پہ آ بیٹھنا	برابر رفیقوں کا جا بیٹھنا

دونوں مصرعوں میں خبر کلیۃً محذوف ہی۔
(۱۱) مقام تعظیم میں مسند حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے

نسیم

پل مارنے کی ہوئی جو دیری اُشتر کئی جاتے تھے اُدھر سے	سُبحان اللہ شان تیری پر آرد و روغن و شکر سے

یعنی سبحان اللہ تیری شان بڑی ہی۔

مومن

اللہ ری تیری بے نیازی	یعقوب کو مدتوں رُلایا ؏

اللہ ری اگرچہ مرکب ہو حرف ندا اور منادی سے اسلیے کہ ری ندا کے لیے اور اللہ منادی ہی مگر یہاں اصلی معنوں پر محمول نہیں بلکہ کلمات تقدیس کا قائم مقام ہی اللہ اکبر کے معنی میں یعنی اللہ اکبر تیری بے نیازی بڑی ہی تیری بے نیازی مسند الیہ ہی اور بڑی ہی اسکی خبر ہی اور مصرع ثانی بیان ہے۔ بے نیازی کا۔ ۵

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں	اُسکا میں چاہنے والا ہوں بقا واہ رے میں

اللہ رے قائم مقام اللہ اکبر کا ہی تقدیس کیلیے میں مبتدا بڑا حسین ہوں خبر محذوف۔
(۱۲) تفخیم کے محل پر بھی محذوف ہوتا ہے جیسے بقا کے پچھلے مصرع میں واہ رے میں کیونکہ واہ رے تفخیم کے لیے ہی میں مسند الیہ ہی بڑا خوش نصیب ہوں اسکی خبر محذوف ہی۔

ذوق

بل بے وحشت اب تلک بھی شاخ آہو کیطرح | پیچ کھاتا ہے دھواں سیرے چراغ گور کا

بل بے کلمہ تفخیم ہی یعنی بڑی وحشت ہی۔

زین العابدین نجات

انکھیں بھر آئیں ابر نیسیہ بھی ٹپکے آنسو | بل بے ہجران تری وحشت کہ نچوڑے پتھر

غفلت

بن پیچ بیاہ مستی بلبل سے پوچھتا ہون | گلشن میاں گل ہی یا گل میان گلشن

(۱۳) تحقیر کے موقع پر محذوف ہوتا ہی جیسے۔

حالی

پر بچھا اک محمود خاں کے دم سے تھی پشت قوم کی | اٹھ گیا وہ بھی جہاں سے آہ قسمت قوم کی

یعنی قسمت قوم کی بُری ہی۔

سودا

اسکو ہرگز نہیں حیا سے لگاؤ | جائے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ

(۱۴) تحذیر کے موقع پر بھی محذوف ہوتا ہی جیسے۔

حالی

پانی ہے گھر مین جب دھواں تو | آگ آگ کا غل کرے ہی وان تو

فائدہ چونکہ حذف اصل کے خلاف ہے اسلیے کوئی ایسا قرینہ ہونا لابدہی جو محذوف پر دلالت کرتا ہو اور یہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہی۔

(الف) جواب سوال محقق مین واقع ہو جیسے کوئی کہے کون آیا اُسکے جواب مین کہا جائے زید یہاں آیا مسند بقرینہ سوال محذوف ہی۔

مثنوی قضا و قدر

نام جو پوچھا تو فدائے خدا | کام جو پوچھا تو رضائے خدا

اسی قبیل سے ہی سودا کے شعر مین۔ ع

سودا نہ کہتے تھے کہ کسی کو تو دل نہ دے | رسوا ہوا پھرے ہی تو اب دربدر کہ ہم

جرأت

اتنا بتلا مجھے ہر جائی ہون مین یار کہ تو	مین ہر اک شخص سے رکھتا ہون سرو کار کہ نہ

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن	دست حسرت ملکے بولا چند روز

(ب) یا جواب سوال مقدر مین واقع ہو جیسے۔

غالب

نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین	شب فراق سے روز جزا زیاد نہین

یہان سوال مقدر ہی گویا شاعر سے کسی نے سوال کیا تمکو قیامت کا اعتقاد نہین مخل جواب دیتا ہی کہ یہ قول صحیح نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین الخ۔

(ج) کبھی سوائے سوال کے دوسرا کوئی قرینہ لفظی یا معنوی ہوتا ہی معنوی کی مثالین تو اوپر بہت سی گذر چکین لفظی کی مثال یہ ہی۔

سودا

جا کے مطبخ پہ یہ پڑا اس طرح	مین بیان اس کا اب کرون کسطرح
لاٹھیان لے لے ہاتھ پیر و جوان	کرتے ہی رہ گئے سبھی ہان ہان

ہان کے بعد مسند مع مسند الیہ کے محذوف ہی اکثر ایسے جملے کے شروع مین ایک دو یا ہان واقع ہوتا ہی یا ہان یا اور کی تکرار ہوتی ہی۔

غالب

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے	جلاد سے لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

داغ

کیون صرف نگاہ مری جان ہو گیا	اک تیر اور مین ترے قربان ہو گیا

تنکیر مسند

کبھی مسند نکرہ ہوتا ہی اور کئی فائدے دیتا ہے۔

(۱) قائل کی یہ مراد ہوتی ہی کہ مسند منحصر مسند الیہ مین نہین اور نہ اُس مین تعین ہی جیسے زید شاعر ہی پس اس قول سے متکلم زید کے صرف شاعر ہونیکی خبر دیتا ہی شاعری کا اُس مین حصر نہین کرتا اور نہ یہ غرض رکھتا ہی کہ زید کسی خاص قسم کی شاعری سے متصف ہی۔

مثنوی زائرؔ

شمشیر عنا کا ایک گھائل	آکر ہوا شیر حق سے زائل

یہان مقصود بالتمثیل سائل ہی مگر سائلی کا حصر مسند الیہ مین منظور نہین اور نہ سائلی کا تعین مقصود ہے

مومنؔ

کب تلک چشم سے خون ہو جاری	کب تلک ضبط کرے دل داری

خون مسند الیہ ہی اور جاری مسند ہی جاری ہونیکا حصر مسند الیہ مین منظور نہین اور نہ تعین مقصود ہے

ذکیؔ

ہوا صفائے بناگوش سے وہ گوہر صاف	تجلی سحری سے ہون جیسے اختر صاف

گوہر و اختر مسند الیہ ہین اور صاف مسند ہے اور صفائی کا حصر گوہر و اختر مین منظور نہین اور نہ تعین مقصود ہے۔

ولہ

ایک دن ہم ہو حق معمول	تھے نشاط و سرور مین مشغول

ہم مسند الیہ ہے اور مشغول مسند ہے لیکن مشغولی کا حصر مسند الیہ مین مقصود نہین اور نہ تعین مقصود ہے۔

دردؔ

ہر چند کہ سنگدل ہے شیرین	لیکن فرہاد کوہ کن ہے

سنگدلی کا حصر شیرین مین اور کوہکنی کا حصر فرہاد مین مقصود نہین اور نہ تعین مقصود ہے۔

ثابتؔ

بہار سے فزون ہی حسن رخسار	بہار تازہ ترسے لطف اظہار

پہلے مصرع مین حسن رخسار مسند الیہ ہے اور فزون مسند ہی اور دوسرے مصرع مین لطف مسند الیہ اور اظہار مسند ہے اور فزونی کا حصر حسن دلدار مین نہین ہی اسی طرح اظہار کا حصر لطف مین نہین ہے اور نہ تعین مطلوب ہے۔

میرؔ

جانور رنگ باختہ سب ہین	یعنے حیران فاختہ سب ہین

رنگ باختہ ہونیکا حصر جانورون مین اور حیران ہونے کا حصر فاختہ مین مقصود نہین اور نہ تعین

مقصود ہے۔

سودا

سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول ۔۔۔ یہین سے جج اُنھون کا ہوگا مقبول

(۲) کبھی فائدہ تعظیم مسندالیہ کا دیتا ہی جیسے کہین احمد ایک عقلمند آدمی ہی یا صاحب بہادر ایک مدبر ہین۔

محشر

یہ کل کی بات ہے تھا طفل مکتب عشق کا محشر ۔۔۔ یہ اب دیکھا تو اس فن مین ہوا ہے ایک علامہ

حالی

مرد ہو تو کسی کے کام آؤ ۔۔۔ ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

یعنی اگر تم اعلی درجے کے مرد ہو۔

ولہ

تھا بساط سخن مین شاطر ایک ۔۔۔ ہم کو چالیس بتائے گا اب کون

شاطر ایک مسند ہی اور مسند الیہ مقدر ہے۔

(۳) کبھی فائدہ تحقیر کا نکلتا ہے جیسے کہین زید ایک بدمعاش ہے۔

میر

چورو گھر مین رکھے ہی اِک شتاہ ۔۔۔ کہین چشمک کرے کہین وہ نگاہ

ولہ

تیل کی کپی لیے ہین خوش کھڑے ۔۔۔ ایک بھڑوے ہوتے ہین چکنے گھڑے

غالب

اِک کھیل ہی اورنگ سلیمان مرے آگے ۔۔۔ اِک بات ہی اعجاز مسیحا مرے آگے

(۴) کبھی فائدہ تفخیم کا نکلتا ہے جیسے۔

مومن

سچ ہے کہ ایک بیوفا ہین ۔۔۔ جتنے ہین حسین بری بلا ہین

داغ

اِک کوہ گران ہے عشق لیکن ۔۔۔ اس کو دل ناتوان بہت ہے

تخصیص مسند

کبھی مسند کو مضاف یا موصوف بھی لاتے ہین اسکا نام تخصیص ہے اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ فائدہ اتم ہو کیونکہ خصوص کی زیادتی اتمیت فائدہ کا موجب ہے۔

مثال مسند کی تخصیص کی اضافت کے ساتھ

غالب کہتا ہے۔

جس جا نسیم نافہ کش زلف یار ہے | نافہ دماغ آہوے دشت تتار ہے

نسیم مسندالیہ جس جا مفعول فیہ نافہ کش مضاف زلف یار مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مسند ہے اور دوسرے مصرع مین نافہ مسندالیہ اور دماغ مضاف آہو مضاف الیہ اور پھر مضاف طرف دشت کے اور دشت مضاف الیہ ہوکر پھر مضاف ہے تتار کی طرف اور یہ مرکب اضافی مسند ہے

ناسخ

قیامت کیون نہ ہو جسدم چڑھائے آستین قاتل | صفائے ساعد سیمین صفائے صبح گردن ہے

صفائے ساعد سیمین مسندالیہ ہے اور صفائے صبح گردن مسند ہے۔

مہر

ناف ہے ساغر مراد اے گل | بادۂ حسن کا ہے مینا پیٹ

حالی

نطق مہمل ہے نطق اعرابی | حرف باطل ہے عقل یونانی

نالۂ تسلیم

دل مشتاق پابند الم ہے
حریف نالۂ بیداد ہون مین | نفس تار کمند صید غم ہے
شریک صحبت فریاد ہون مین

صبا

پے مزار جو مرکر مین اشکبار ہوا | سفینہ نوح کا ہر تختہ مزار ہوا

ہر تختہ مزار مسندالیہ ہے اور نوح کا سفینہ مسند ہے۔

درد

مر جاؤنگا جب ہمدمے مرے جی مین جی ہے | اتراؤ غم بیمار سے مر یار جانی

مرا یا رجائی مسند ہی۔

ولہ

گر خاک مری سُرمۂ ابصار نہووے | تو کوئی نظر قابل دیدار نہووے

مثال مسند کی تخصیص صفت کے ساتھ

سودا کا شعر ہے۔

نے بلبل چمن نہ گل نودمیدہ ہون | مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

مصرع اول مین مسند الیہ محذوف ہی بلبل چمن و رگل نودمیدہ مسند اول مین تخصیص اضافی ہی اور دوم مین تخصیص توصیفی اور دوسرے مصرع مین مین مسند الیہ ہی اور شاخ بریدہ مسند ہی۔

محشر

محشر سرشک خون نے دیا ہے مجھے بہا | کیا پوچھتا ہی کشتی طوفان رسیدہ ہون

مین مسند الیہ محذوف ہی اور کشتی طوفان رسیدہ خبر ہے۔

حکیم مرزا آغا حسن آزل

پیر ہون مین نہ دستگیر ہون مین | خانہ بردوش اک فقیر ہون مین

دوسرے مصرع مین مین مسند الیہ ہی اور اک فقیر خانہ بردوش مسند ہے۔

صاحبزادہ محمد سعید خان رئیس ٹونک سعید تخلص۔

کیا لکھون وصف مطلع ابرو + | مصرعۂ لاجواب ہین دو تون +

یعنے دونون ابرو مین مصرعۂ لاجواب ہین مصرعۂ لاجواب مسند ہے جو صفت کے ساتھ تخصیص رکھتا ہے۔

وزیر

آئینہ دیکھا تو اپنے خط پہ آنکھ اُسکی پڑی
کاغذی بادام اُس خط کا لفافہ ہو گیا

اُس خط کا لفافہ مسند الیہ اور کاغذی بادام مسند ہی۔

تعریف مسند

کبھی مسند کو معرفہ لاتے ہین اور غرض اس سے یہ ہوتی ہی کہ سامع کو جو امر معلوم ہی اُس پر ایک حکم کا اضافہ ایک ایسی چیز کے ساتھ کیا جائے جو مثل اُسکے ہو جو سامع کو معلوم ہی اور شل سے یہ مراد ہی کہ دونون متحد نہون کیونکہ اگر مسندالیہ اور مسند کے مفہومون مین مغایرت نہوگی تو کلام سے فائدہ حاصل نہوگا اور تعریف کے کئی طریق ہین مثلاً مسند علم یا ضمیر یا موصول یا اسم اشارہ ہو مگر جبکہ مسند معرفہ ہوگا تو مسندالیہ بھی ضرور معرفہ ہوگا مثال۔

انیس

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون ۔ مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسین ہون

مین مسندالیہ اور حسین مسند ہی۔

نسیم

بولی وہ ارے بشر بڑی ہے ۔ روح افزا کیا بکاؤلی ہے

حافظ عبدالرحمٰن خان احسان۔

اُس کو بھی حکم ہو نکل آئے ۔ صبر کب تک ہو مین نہین ایوب

قدرت

مرقدین دو تین بتلا کے لگی کہنے مجھے ۔ یہ سکندر ہی یہ دارا ہی یہ کیکاؤس ہے

جرأت

اُف نہ کردن نام کو جرأت ہو نہین ۔ چیرے اگر عشق کا آرا سے مجھے

انیس

ہرگز غلط نہین جو مجھے اشتباہ ہی ۔ زینب تمھین ہو خالق اکبر گواہ ہے

واجد علی شاہ

یہانتک دل و جان سے مفتون تھا مین ۔ کہ لیلی اگر تھی وہ اور مجنون تھا مین

امانت

مین وہ ہون رند اگر دیر و حرم مین جاؤن ۔ گبر آنکھو نپہ بٹھائین تو مسلمان سر پر

مین مسندالیہ ہی اور وہ رند ہون مسند ہی

ذوق

مین وہ ہون گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا
رہ گیا بس منشی قدرت جگہ وان چھوڑ کر

ناسخ

وہ ہمین ہین عشق سے لڑتے ہین جو خم ٹھونک کر
ورنہ ناسخ اسقدر کس پہلوان مین زور ہے

ظرفیت مسند

کبھی مسند کو ظرف لاتے ہین اور اختصار مسند کا مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین -

ناسخ

کونسا تن ہے کہ مثل روح اسمین تو نہین
کون گل ہے جو ترا مسکن برنگ بو نہین

یعنے وہ کونسا تن ہی جس مین تو مانند روح کے موجود نہین -

سودا

سجدۂ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک
دیکھکر باغ جہان مین کرم عزوجل

یعنی ہر ایک شاخ ثمردار سجدہ شکر مین مصروف ہے -

رشک

سامنے چشم تصور کے ہین او خانہ خراب
تری آنکھین تری پلکین ترے رخسار ابرو

یعنے چشم تصور کے سامنے موجود ہین -

یوسف علیخان عزیز لکھنوی

اب دل مین ہی خیال جو گیسوے یار کا
عالم ہی روز ہجر مین شبہاے تار کا

یعنی اب جو گیسوے یار کا دل مین موجود ہے تو شبہاے تار کی کیفیت روز ہجر مین پائی جاتی ہے -

نواب ظفریاب خان راسخ

بے خم ابرو ترے یہ ماہ نو
دیدۂ مشتاق مین خنجر ہوا

یعنی یہ ماہ نو دیدۂ مشتاق مین خنجر ثابت ہوا -

کشن پرشاد شاد

داغ الفت ہو جگر مین خانۂ دل مین ہو یاد
یہ چمن پھولا پھلا آباد ویرانہ رہے

پیچے داغ الفت جگر مین موجود ہو اور خانہ دل مین یاد موجود ہو۔
قفان بجیز جب نہ معنی سخن مین اور سخن حرف مین اور حرف خط مین اور خط جان قالب کتاب
سے کن ہو دانشمندان کا تعویذ جان اس کتاب کا ہر ایک باب ہویدا عاجز کی مستجاب ہو۔

عطف مسند

کبھی مسند معطوف ہوتا ہی اور عطف سے تفصیل مسند کی اور اختصار مسند الیہ کا پیدا ہوتا ہی جیسے۔

منشی

توانا ہے وہ آپ اور زور مسند	وہی ہے خداوند پست و بلند

وہ آپ مسند الیہ توانا اور زورمند معطوف علیہ اور معطوف مسند۔

ولہ

گنگار ہون اور عصیان شعار	وے تو ہے غفار و آمرزگار

حالی

عدالت کے زیور سے سب تھے مزین	بھلا اور پھولا تھا احمد کا گلشن

غالب

خانہ زاد اور مرید اور مداح	تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

انشا

فیض سحاب فرح سے تھی مزرع اُمید	گل گل شگفتہ تازہ و شاداب سبز و نم

مزرع اُمید مسند الیہ واحد ہے اور شگفتہ و تازہ و شاداب و سبز و نم معطوف علیہ و معطوف ہو کر مسند ہین۔

مومن

تو واحد و بے نظیر و یکتا	تو حاکم و خالق برایا

تو دونون مصرعون مین مسند الیہ ہی اور ان کا مابعد مسند ہے۔

تاخیر مسند

مسند جو مسند الیہ سے پیچھے ہوتا ہی تو اصلی وجہ یہ ہے کہ مسند الیہ کا ذکر نہایت ضرور اور مقدم ہوتا ہی جیسا کہ مسند الیہ کے بیان مین مذکور ہوا۔

میر حسن

درختوں کے پتے چمکتے ہوئے | خس و خار سارے جھمکتے ہوئے

رند

مرغان باغ بیٹھے ہیں تجھ بن مرے ہوئے | نرگس کھڑی ہے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے

انیس

سطح ہے سرد آگ کا اس میں نہیں ہے نام | نیچے ہوائے گرم سے بیتاب ہیں تمام

ظفر

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا | کوئی یا ننگ اسے لایا تو ہوتا

معصوم علی

میں سزاوار نار تو ہے نور | میں گنہگار تو خدا اے غفور

نقدیم مسند

کبھی مسند کو مسندالیہ پر مقدم لاتے ہیں اور اسکے مقدم لانے سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) زائدا اہتمام اُسکا مقصود ہوتا ہے یعنی اُسکا بیان ضرور و اہم ہوتا ہے تاکہ تقدیم ایسی چیز کی جسکا حق یہ ہے کہ مؤخر ہو اہمیت پر دلالت کرے چنانچہ۔

ناسخ

طائر روح کو کر دیتے ہیں کیونکر بسمل | تیر رکھتے ہیں پر یرو نہ کمان رکھتے ہیں

چونکہ بے تیر و کمان کے طائر روح کا بسمل کرنا ایک تعجب کی بات ہے اور اُسکا بیان اہم و ضرور تھا اسلیے اسکو اول بیان کیا اور پر یرو مسندالیہ کو پیچھے ذکر کیا۔

میر

شریف مکہ رہا ہے تمام عمر اے شیخ | یہ میر اب جو گدا ہے شراب خانے کا

مدعا یہ ہے کہ زمانہ سابق کی عظمت و قدر بیان کی جائے سو وہ شریف بننے سے پائی جاتی تھی اسواسطے اس کو مقدم کر دیا۔

ولہ

دوست اسکو رکھتے ہیں پیر و جوان | بے گمان ست علی محمد حسان

مومن

پیٹین نہ آسے یہ کھول کر بال		رد وین نہ یہ منھ پہ دھر کے رومال

غالب

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہے ہے		خوب وقت آئے تم اس مرغ گرفتار کے پاس

ولہ

مشہد عاشق سے جو اگتی ہی کو سون تک حنا		کسقدر یارب ہلاک حسرت پابوس ہے

ولہ

ہین زوال کا مادہ اجزا آفرینش کے تمام		مہر گردون ہے چراغ رہگذار بادیان

نظیر

تا ابد آزاد ہین دام و قفس کے جور سے		بلبل تصویر و طاؤس خیال و آئینہ

ذوق

ٹھانی تھی دل مین اب نہ ملینگے کسی سے ہم		پر کیا کرین کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

رجب ایک چیز مین دو وصف موجود ہون اور سامع سمجھے کہ یہ شے ایک ہی صفت رکھتی ہی نہ دو یہان تک کہ جائز سمجھے کہ یہ دونون وصف خارج مین متعدد چیزون کے ہین پس جس صفت کو سامع جانتا ہو اور بحسب زعم متکلم کے طالب اس بات کا ہو کہ دوسری صفت کا حکم اوسپر لگائے گا ایسے موقع پر واجب ہی کہ اُسی لفظ کو مقدم کرین مگر کسی نکتے کے واسطے چنانچہ اہتمام شان مسند وغیرہ اور یہ اس مثال سے روشن ہو سکتا ہے۔

سوز

مرقدون ہین دیکھتے ہین اپنی ان آنکھون سے ہم		یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہین

پس اگر مخاطب مشار الیہ کو جانتا ہو مگر یہ نہ جانے کہ یہ برادر ہی یا کوئی اور اسی طرح یہ نہ جانے کہ یہ پدر ہی یا کوئی اور یہ نہ جانے کہ یہ خویش یا فرزند ہی یا کوئی اور تو اس موقع پر کلمہ یہ مقدم ہوگا اور اگر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو تو جانے مگر یہ نہ جانے کہ برادر اور پدر اور خویش اور فرزند یہی ہین اس موقع پر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو مقدم کرینگے اور یہ کو مؤخر۔

محمد اسمعیل

عجب قدرتی شامیانہ ہے یہ		نظر کی پہونچ کا ٹھکانا ہے یہ

سامع یہ تو جانتا ہے کہ سرِدن پہنچلی نیلی ایک شے موجود ہی مگر اسکا قدرتی شامیانہ ہونا نہ جانتا تھا اسلیے اُس شے کو مقدم کر کے یہ کو مؤخر کیا۔

گویا

سرِ قلم کیجے ادا ہے یہ ۔ اپنی قسمت کا بس لکھا ہے یہ

معشوق سر کاٹنا تو جانتا تھا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ سر کاٹنا ادا ہے اسلیے ادا کو مقدم کر کے یہ کو مؤخر کردیا

ولہ

قدِ جانان نہین قیامت ہے ۔ زلفِ جانان نہین بلا ہے یہ

سامع معشوق کی زلف کو تو جانتا تھا مگر اُسکا بلا ہونا نہ جانتا تھا اسلیے بلا کے ذکر کو مقدم کر کے یہ کو مؤخر کیا۔

(۲) تفاول کے لیے مسند کو مقدم کرتے ہین تاکہ مخاطب اول ہی سے اُس شے کو سن لے جو اسکو خوشی پہونچائے گی۔

ناسخ

دے نامہ بر آکے در پر دستک ۔ پہونچے مجھے مکتوب یکایک یارب

محض تفاول کے لیے دونون مصرعون کی ترکیبون کو بدل دیا ورنہ اصل یون کہنا چاہیے تھا کہ نامہ بر در پر آکے دستک دے اور مکتوب یکایک پہونچے مگر تفاول کے لیے مسند کو مقدم کردیا۔

ولہ

بر آئے ترے قدم کی دولت ۔ اُمید اُمیدوار قاصد

ولہ

آئے یارب جلد در پر نامہ بر ۔ دے مجھے مکتوب دلبر نامہ بر

محمد اسمٰعیل

تھی قحط سے پائمال خلقت ۔ اُس مینہ سے ہوئی نہال خلقت

تفاول کے لیے خلقت اُس مینہ سے نہال ہوئی کو یون کردیا اُس مینہ سے ہوئی نہال خلقت

ہوس

مسرور ہوئی تمام خلقت ۔ ہر گرچہ بجی خوشی کی نوبت

میر حسن

اسی سال مین یہ تماشا سنو
گئے نو مہینے جب اسکو گذر

رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو
ہوا گھر مین شہ کے تولد پسر

انشا

مجھے سے ستمگر ہو کہا دولت بیدار ہون مین
خواب غفلت سے بس اب چونک گلے میرے لپٹ

مقصود بالتمثیل لفظ دولت بیدار ہی۔

رند

آن پہونچا وعدۂ دیدار یار
مژدہ باد اے عاشقان باوفا

سودا

ہے خوشی نام مرا مین ہون عزیز دلہا
نہ لگے شوق مین جسکے کبھی شائق کی پلک

امیر

ہے مبارک فال کوئی ہونے والی ہے خوشی
ہر چراغ لالہ جوش رنگ سے ہی گل فشان

داغ

کیا جوان بخت جوان سال جہاں ہی عالم
فلک پیر بھی کھاتا ہی جوانی کی قسم

راگھوندر راؤ جذب

کیا طرب خیز ہے ہنگام ربیع الاول
خلق کو ہے یہی پیغام ربیع الاول

مقصود بالتمثیل لفظ طرب خیز ہے جو ربیع الاول کی خبر ہے۔

(۳) کبھی برائی کے اظہار مین جلدی مقصود ہوتی ہی اسلیے سند مقدم کیا جاتا ہے جیسے۔

خوشتر

شعبدہ ہے عجب یہ پیر گردون
جفا پیشہ ستمگر فتنہ خو ہے

کہ ہردم اسکی ہے صورت دگرگون
برائے رنج ہر کس حیلہ جو ہے

شعبدہ اور جفا پیشہ اور ستمگر اور فتنہ خو خبر مقدم ہے اور غرض اس سے فلک کی برائی بیان کرنے مین تعجیل مقصود ہی۔

اگرچہ پیر ہے لیکن ہے بے پیر
ولہ ہمیشہ منقلب ہے اسکی تدبیر

کسی کا خوش نہین آتا اُسے عیش | براے جنگ پھرتا ہے پے جیش

مومن

کوئی اس دور مین بچے کیونکر | ملک الموت ہے ہر ایک بشر

قدر

خوش نہون دولت دُنیا سے زلانے والے | رو ئینگے صورت فوارہ خزانے والا

سودا

اِک قصّہ مین سُنا تھا مردم سے یہ قضارا | بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

نسیم

زنبور سیاہ خال اُس کے | برگد کی جٹا مین بال اُس کے

زنبور سیاہ مسند ہی اور خال اُسکے مسندالیہ اور برگد کی جٹا ئین مسند ہی اور بال اُس کے مسندالیہ مسندون کی تقدیم بیان بُرائی کے اظہار مین تعجیل کی غرض سے ہی۔

مومن

خرس کی پشم اشعار خمیدہ | تحت غبار الاثر ولیدہ

ہدایت اللہ شیدا

اچھے نہین اچھے نہین یہ ڈھنگ تمھارے | بگڑے ہوے آتے ہین نظر رنگ تمھارے

(۴) کبھی مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے۔

انیس

پہونچے انھین لیکر جو وہ ظالم سر دربار | خدام نے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار

چونکہ صاحبزادگان حضرت مسلم کی گرفتاری مین کدھی اسلئے دربار مین لیجاکر اُنکے حاضر ہونیکو پہلے ذکر کیا تاکہ گرفتار کرانے والا جلد مسرور ہو جائے۔

میرحسن

خواصون نے خواجہ سراؤن سے جا | دہین نذرین گذرانیان اور کہا
مُبارک تجھے اے شہ نیک بخت | کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت

چونکہ مسرت مین تعجیل مقصود تھی اس لیے پیدا ہوا کو جو مسند ہی اول بیان کیا اور وارث تاج تخت کو جو مسندالیہ ہی پیچھے ذکر کیا اور یہی وجہ لفظ مبارک کی تقدیم کی ہے۔

(۵) یا مسند کو مقدم کرنے سے سُننے والے کو مسندالیہ کا شوق دلانا مقصود ہوتا ہی کہ جبکہ مسند مین طول ہوتا ہی اسلیے کہ وہ مسندالیہ کے وصف پر مشتمل ہوتا ہی پس یہ طول سُننے والے کے نفس مین ذکر مسندالیہ کی طرف شوق پیدا کرتا ہے اسلیے مسندالیہ کو نفس مین وقعت اور قبولیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ جو چیز طلب کے بعد حاصل ہوتی ہے اُسکو بہ نسبت اُسکے جو بلا تکلیف حاصل ہوجائے زیادہ عزت حاصل ہوتی ہے۔

غالب

جام جہان نما ہی شہنشاہ کا ضمیر	سوگند اور گواہی کی حاجت نہین مجھے

جام جہان نما بترکیب اضافی مسند مقدم ہی اور شہنشاہ کا ضمیر بترکیب اضافی مسندالیہ موخر۔

رشک

سامنے چشم تصور کے ہین او خانہ خراب	تری آنکھین تری پلکین ترے خمدار ابرو

شیدا

مُنھ لگے ہین ترے رسا ہین بال	سر چڑھے ہین بری بلا ہین بال

غلام مصطفٰے فروغ

تجھپہ پڑتی ہے یار سب کی آنکھ	چشم بد دور رہے غضب کی آنکھ

حیدر علی ظفیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھون مین	لبھا لیتا ہے دلکو وہ بُت طناز آنکھون مین

لبھا لیتا ہی خبر مقدم ہی اور وہ طناز مسندالیہ موخر ہی۔

نشتی

کان اُس شوخ کے بھر دین تو عجب کیا ایدل	گوش جانانکے قرین رہتے ہین اکثر گیسو

اُس شوخ کے کان بھر دین اور گوش جانان کے قرین رہتے ہین مسند مقدم اور گیسو مسندالیہ موخر مسندون کو بیان مقدم اسلیے کیا ہی کہ سامع کو مسندالیہ کے سُننے کا شوق پیدا ہو کہ یہ کسکا ذکر ہی اور جب معلوم ہوا کہ یہ گیسو کا بیان ہی تو لذت حاصل ہوئی۔

آرائش محفل

خوش آیندہ ہے نکہت رائے بیل	رہے بزم مین اُس سے نت ریل پیل

خوش آیندہ مسند مقدم ہی اور نکہت رائے بیل مسندالیہ موخر۔

دو چیزین ہین یادگار دوران قائم	ابر اسم اپنی جالفشانی

پہلا سرع مسند مقدم ہی اور دوسرا مسند الیہ موخر۔

گلشن پرشاد شاد

آئینہ بھی تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی	اصل ہین ایک ہین سب تیری قسم غیر نہین

آئینہ اور شخص اور عکس مسند مقدم ہین اور مخاطب مسند الیہ موخر۔

محشر

ہم ترے کوچے مین سب چھوڑ کے تنہا بھاگے	دل و دین صبر و خرد طاقت و آرام تمام

امانت

ہے جو سرگرم سلیمان جہان یاد و پئیر	ٹوٹے پڑتے ہین پریزاد پریزادون پر

تنبیہ جو قواعد و فوائد ہمنے مسند الیہ اور مسند کے باب مین ذکر کیے ہین جیسے تعریف اور تنکیر اور تقدیم اور تاخیر اور اطلاق اور تقئید اور ابدال اور تاکید اور عطف اور ذکر اور حذف یہ انہی دونون کے ساتھ مخصوص نہین ہین بلکہ جو کوئی ماہر سخن غور و خوض کرے گا تو اُسے معلوم ہوجائے گا کہ یہ چیزین مفعول بہ اور حال اور تمیز اور مجرور اور مضاف الیہ مین بھی واقع ہوسکتی ہین۔

چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیان مین

بطور تمہید کے یاد رکھنا چاہیے جو کہ صلاحیت مسند ہونے کی رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علاوہ معنی مصدری کے جو کُو سکے جو بہ تین ہین تین زمانون مین سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جائے وہ **فعل** ہے اور ہر فعل کے لیے ضرور ہے کہ کوئی اُسکا فاعل یعنی کرنیوالا ہووے پس اگر فعل صرف فاعل ہی کو چاہے اور فاعل کے سوا اور چیز کا محتاج نہ ہے تو اُسے لازم کہتے ہین جیسے احمد آیا اس مثال مین آیا فعل احمد فاعل ہے فعل آنے کا احمد پر تمام ہوا جو کہ فاعل فعل تھا اور اگر فاعل کے سوا متعلق کا محتاج ہو اور متعلق لام کی فتح سے وہ شے ہے کہ فاعل کا فعل اُسپر واقع ہو یا بنرلے واقع ہونے کے ہو اور واقع ہونا فعل کا یا بنرلے واقع ہونیکے ہونا مفعول بہ ہوتا ہی) تو اُسکو **متعدی** کہتے ہین جیسے احمد نے اپنے بھائی کو مارا یہان سے معلوم ہوا کہ فاعل کو متعلق فعل کا نہین کہ سکینگے اور اسی واسطے فاعل کے حق مین کہتے ہین کہ فعل اُس سے سرزد ہوا یا اُسکے ساتھ قائم ہے یا اُسکی طرف مسند ہے اور یون نہ کہینگے کہ اُس سے متعلق ہی

اور یہ بات اصطلاح کی رو سے ہی نہ لغت کی رو سے اور ہمارا یہ کہنا کہ بمنزلے واقع ہونے کے
ہوا سلیے ہی کہ احمد فیروز کو لیگیا یا احمد فیروز کو نہ لے گیا یا احمد نے یہ بات کہی تینوں چیزین تعریف
مین داخل ہین پہلی مثال مین وقوع فعل کا فیروز پر ظاہر ہے اور دوسری مثال مین فعل لیجانیکا
خود واقع نہین ہوا کیونکہ اُسکی نفی کی گئی ہے بلکہ قائم مقام واقع ہونے کے ہے اس سبب سے
کہ اگر فعل مثبت ہوتا ہے تو یون کہتے ہین کہ فعل اُسپر واقع ہوا اور جب نفی کا حرف فعل پر
لاے تو وہ فعل منفی ہوگیا اور باعتبار تاویل کے یون کہا گیا کہ فعل منفی اُسپر واقع ہے اور تیسری
مثال مین کہنا بات کا ہے نہ کہنے کا واقع کرنا بات پر لیکن اُسکو بھی از روے تاویل کے وقوع
سے تعبیر کرتے ہین اور فاعل اُسکو کہتے ہین جس کی طرف فعل کی اسناد بطور قیام کے کیجاے
مراد اسناد سے یہ ہی کہ فعل قائم ہو فاعل کے ساتھ اور نہین کہ یہ فعل فلان شخص نے کیا بیہودہ کہ نہ والا
فاعل کہلائے گا **مفعول** بیہودہ ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہی یا قائم مقام واقع کرنے کے ہی بعض
فعل دو مفعولون کو چاہتے ہین جب فعل اپنے فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اُسے نسبت کہتے ہین
اور اگر کسی اور کی طرف منسوب ہوتا ہے تو **تعلق** بولتے ہین جیسے فعل متعدی کا تعلق مفعول بہ سے
ہر فعل کو فاعل سے ناگزیر ہے کیونکہ پیدا ہونا کسی امر کا بدون پیدا کرنے والے کے محال ہے
مگر اتنا فرق ہے کہ فعل معروف کا فاعل معلوم ہوتا ہے اور فعل مجہول کا نامعلوم یہان مفعول بہ
کو فاعل کا قائم مقام کرکے فعل کی اسناد اُسکی طرف کر دیتے ہین جس کو **مفعول مالم یسمّ فاعلہ**
کہتے ہین۔

کبھی ایک اسم کی طرف دو فعل مسند ہوتے ہین اسے **باب تنازع** کہتے ہین اور
تنازع چار حالتون سے خالی نہین۔

(۱) دونون فعل چاہتے ہون کہ اسم ظاہر اُن کا فاعل ہو مثلاً۔

ذوق	
گرتی ہی نہ پر قعہ فانوس تک جھانک	پروانے سے ہی شمع مقرر لگی ہوئی
فعل گرتی ہی اور لگی ہوئی کا فاعل شمع ہی اور یہ دونون فعل چاہتے ہین کہ شمع ہمارا فاعل بنے۔	
رند	
زلف اُس حور کی دکھلا لایا	دل مری جان پر بلا لایا
فعل دکھلالانے اور بلالانے کا فاعل دل ہے۔	

بیخود

اڑکر ہوائے آتی ہے ہر دم عذار پر — منھ چڑھتی ہی ترے نہ کہیں منھ کی کھائے زلف

اڑکر آتی اور چڑھتی اور کھائے کا فاعل زلف ہی۔

ظفر

ای ظفر جامۂ گل پر نہ کرے ناز کبھی — دیکھے رنگین اگر اُس شوخ کی پوشاک بہار

(۲) دونون فعل چاہتے ہون کہ اسم ظاہر اُنکا مفعول ہو۔

منشی

مرے ملک سے خصم کو دُور کر — الم سے چھڑا مجھکو سرد ر کر

چھڑا اور کر یہ دونون فعل چاہتے ہین کہ مجھکو ہمارا مفعول بنے۔

ذوق

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے — تو ہمنے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا
نظیر اُس کا کہان عالم مین ای ذوق — کہین ایسا نہ پائیگا نہ پایا

شعر اول مین کھویا اور پایا دو فعل ہین ان دونون کا مفعول کچھ بمعنی کوئی چیز ہی اور دوسرے شعر مین نپائیگا اور نہ پایا دو فعل ہین اور انکا مفعول نظیر ایک ہی۔

(۳) پہلا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر میرا فاعل ہو اور دوسرا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر مذکور میرا مفعول ہو جیسے۔

ناسخ

مرے ناحُسن کی برابر ہو سکے کیا ماہرو — حُسن مین کرتا ہی مدھم یہ ستارا چاند کو

چاند ہو سکے کا فاعل ہی اور کرتا ہی کا مفعول۔

غالب

وفاداری بشرطِ استواری اصل ایمان ہے — مرے بتخانے مین تو کعبے مین گاڑو برہمن کو

مرے کا برہمن فاعل ہی اور گاڑو کا مفعول۔

آصف

ہوتا چلا ہے رنگ گلابی نقاب کا — چھپتا ہے کب چھپائے سے چہرہ عتاب کا

چہرۂ عتاب چھپتا ہے کا فاعل ہی اور چھپائے کا مفعول ہی۔

امیر

جلتے ہین تمسے جان و دل و سینہ و جگر | چارون طرف ہی آگ بجھاؤن کہان تلک

آگ محل تنازع مین ہی کیونکہ اپنے جملے کا مبتدا ہی اور بجھاؤن کا مفعول ہی۔

(۴۷) پہلا فعل یہ چاہے کہ اسم ظاہر میرا مفعول ہو اور دوسرا فعل اُسکی فاعلیت کی خواہش کرے چنانچہ

احسان رامپوری

کھا تو لین ہجر مین مر تو رہے | زہر قاتل شکر نہو جائے

زہر قاتل کھالین کا مفعول ہی اور شکر نہو جائے کا فاعل ہی۔

گویا

پھینکدے گا ہاتھ سے اپنے اگر گل کرکے یار | سر کے بل گر گر کرے گی سجدہ شکرانہ شمع

گل کرکے پھینکدینے کا شمع مفعول ہی اور سجدہ کرنیکا فاعل۔

مرزا کاظم حسن

یہی اک رند باقی تھا صد افسوس | خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی

حسن بخشنے کا مفعول ہی اور قضا کی، کا فاعل۔

آصف

کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے | خلعت سے ہو زیادہ اُسکو کفن مبارک

کفن محل تنازع مین ہی کہ دے کا مفعول بھی ہی اور اپنے جملے کا مبتدا بھی واقع ہوا ہے۔

داغ

بات کی شاخ مین بھی آج ہے وہ استحکام | توڑنا چاہین تو ٹوٹین نہ کبھی قول و قسم

قول و قسم توڑنا چاہین کا مفعول ہین اور ٹوٹین کا فاعل۔

درد

دید و وادید ہوئی دور سے میری اُسکی | پر جو مین چاہے تھا وہ بات نہونے پائی

بات چاہے کا مفعول ہی اور نہونے پائی کا فاعل۔

ان صورتون مین تنازع کا رفع کرنا اگرچہ فعل اول و ثانی دونون کے عمل دینے کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے مگر اختلاف اختیار مین ہے چنانچہ بعض فعل ثانی کو عمل دیتے ہین جیسے ان شعرون مین ۔ ؎

تیرے ناخن کی برابر ہو سکے کیا ماہ نو	حسن میں کرتا ہی مدعم یہ ستارا چاند کو

ہو سکے کا فاعل چاند ہے اور یہی کرتا ہے کا مفعول ہے۔

غالب

وفاداری بشرطِ استواری اصل ایمان ہے	مرے بتخانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

برہمن مرے کا فاعل ہے اور گاڑو کا مفعول۔
فعل ثانی کو عمل دیا ہی یعنی علامت مفعول کی آئی ہی اور فعل اول میں فاعل کی ضمیر ہی اور اضمار قبل الذکر اردو میں جائز ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔

امیر

تڑپ کر رہ گئے اُس محفل میں دونوں بیکار سو	دل ناداں کو سمجھاتے کہ چشم تر کو سمجھاتے

سہیل

ضد سے عاشق کی یہ ہر بار اُلجھ جاتے ہیں	کہہ دو مشاطہ سے گیسو کو نہ سلجھائے بہت

اور بعض فعل اول کو عمل دیتے ہیں اور فعل ثانی کے واسطے ضمیر لاتے ہیں مثلاً۔

نادر

خاک شہید ناز سے جتنا اُٹھا غبار	قشقہ لگانے کو ترے سیندور ہو گیا

فعل اول یعنے اُٹھا کو عمل دیا جائے گا اور دوسرے مصرع میں ہو گیا کیلئے ضمیر لائی جائیگی یعنی وہ سیندور ہو گیا۔ غبار فعل اول کا فاعل ہے اور وہ کا مفعول۔

برق

بحر عالم میں رہی کشتی اُمید تباہ	دم بدم موج حوادث نے تپانچہ مارا

کشتی اُمید تباہ رہی کی فاعل ہے اور مارا کی مفعول پس فعل اول کو عمل دیا جائے گا اور فعل ثانی کے لیے ضمیر لائی جائے گی یعنی اُسکو تپانچہ مارا۔
یاد رکھو کہ فعل کو مفعول بہ کے ساتھ ذکر کرنا ایسا ہی جیسا کہ فاعل کے ساتھ اُسکو ذکر کرنا اسلیے کہ فعل کے ساتھ فاعل یا مفعول بہ کو ذکر کرنے سے سامع کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل کو فاعل اور مفعول بہ کے ساتھ تعلق ہی فاعل کے ساتھ تو اسوجہ سے تعلق ہی کہ فعل اُسکی ذات سے وقوع میں آتا ہی اور مفعول کے ساتھ اسلیے تعلق ہی کہ اُسپر واقع ہوتا ہے جیسے احمد بخش نے عبداللہ کو مارا احمد بخش سے مارنے کا فعل وقوع میں آیا ہی اسلیے وہ فاعل ہی اور عبداللہ پر یہ فعل واقع ہوا ہے اس لیے وہ مفعول ہے

اور فعل کے ساتھ ان دونوں کے ذکر کرنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ فعل فی نفسہ واقع یا ثابت ہی بغیر اسکے کہ یہ معلوم ہو کہ کس سے وقوع مین آیا اور کس پر واقع ہوا پس جب فاعل اور مفعول کو فعل کے ساتھ ذکر کرتے ہین تو یہ غرض ہوتی ہو کہ فعل اُس سے واقع ہوا ہی اور اس پر واقع ہوا ہی ایسا کبھی نہین ہوتا کہ ان دونون کا صرف جاننا منظور ہو یا صرف فعل کا وقوع اور ثبوت مقصود ہو اگر اس بات کا افادہ منظور نہو کہ فعل کس سے واقع ہوا اور کس پر واقع ہوا تو یہ کہا جائے گا کہ مارنا وقوع مین آیا یا مارنا پایا گیا یا مارنا ثابت ہوا اور فاعل و مفعول کا ذکر چھوڑ دیا جائے کیونکہ جب اُن کا جاننا منظور نہین تو انکا ذکر عبث ہی۔

پس اگر فعل متعدی کے ساتھ مفعول مذکور نہو اور غرض صرف یہ ہو کہ فعل کا فاعل کے لیے ثابت ہونا یا نہ ثابت ہونا معلوم ہو جائے تو فعل متعدی کو بمنزلے لازم کے بنا لیتے ہین۔

اور حذف مفعول کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسکو مقدر بھی ماننے کی ضرورت نہو کیونکہ مقدر مذکور کی طرح سمجھا جاتا ہی کیونکہ قرینہ اُسکے وجود پر دلالت کرتا ہے اور سامع جس طرح ترکیب مین صریح مفعول کو سمجھتا ہے اسی طرح دلالت قرینہ سے بھی مفعول مقدر کو سمجھ لیتا ہی پس ایسے فعل متعدی کو مفعول مقدر سے بھی تعلق کی احتیاج نہین ہوتی جیسے لفظ لو شعر ذیل مین۔

	وحید	
لو آمد اسد کا تلاطم سنو بس اب		مضطر زمین ہی خوف سے لرزان ہی فوج سب

		ولہ		
میدان مین لو وہ آگیا نیزہ لیے قلم			اُمڈی وہ فوج وادی قرطاس مین بہم	

		ہاتفی		
جو ترے کی اُس پری کے گرہ آج وا ہوئی			لو اور شلم تک کو قیامت بپا ہوئی	

		ذوق		
پیش دشمن نگذرحق سے نہین سالح کو آنچ			دیکھ ہی آتش نمرود گلستان خلیل	

دیکھ کو یہان مفعول کی احتیاج نہین صرف تنبیہ کیلئے ہی اِسی قبیل سے ہی دیکھو شعر ذیل مین۔

	وحید	
	دیکھو جو تھم رہا وہ نہ زندہ رہے گا آج کچھ رنگ کہہ رہا ہی کہ یان خون بہیگا آج	

ظفر

نہین دیکھ بہتر ستانا کسی کا ۔۔۔ کُڑھانا کِسی کا کُڑھانا کِسی کا

غالب

کہان تلک کہون ساقی کہ لا شراب تو دے ۔۔۔ نہ دے شراب ڈبوکر کوئی کباب تو دے

لا کے لیے مفعول مطلوب نہین ظاہر ہی کہ ان تمام افعال مذکورہ کے ساتھ کوئی مفعول مذکور نہین ہی اور نہ ہم مقرر کرسکتے ہین کہ انکا مفعول ہی پس لابد یہی کہنا پڑتا ہی کہ یہ فعل صرف مخاطب کے متوجہ کرنے اور حوصلہ دلانے اور سُست کو ہوشیار کرنے کے لیے آتے ہین مفعول کی ضرورت نہین **دوسری صورت** حذف مفعول کی یہ ہی کہ وہ عبارت مین مقدر ہو اور فعل کا تعلق مفعول غیر مذکور سے لابد ہو اور اس مفعول مقدر کے لیے دو شرطین ہین ایک یہ کہ اُسکے متعین کرنیکے واسطے کوئی قرینہ موجود ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اُس کے حذف کرنے کے لیے کوئی غرض بھی ہو پس تفصیل اغراض کی یہ ہے۔

(۱) مفعول کو اس وجہ سے حذف کردیتے ہین کہ ابہام کے بعد اسکا بیان کیا جاتا ہے اور اخفا کے بعد اُسکو ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ اکثر فعل چاہنے اور ارادہ کرنے اور کہنے اور فرمانے اور پسند کرنے اور محبت کرنے مین محذوف ہوتا ہے بشرطیکہ یہ افعال شرط واقع ہون پس شرط مین مفعول کو مخفی رکھکے جزا مین کھولدیتے ہین پس یہ جزا اُس پر دلالت کرتی ہے اور اُس کو بیان کردیتی ہے مثلاً اگر کہیے تو مین کل آؤن۔ اگر فرمایئے تو مین کھانا لاؤن۔ مین اگر چاہتا تو چلا جاتا اگر مین پسند کرون گا تو تم کو پڑھاؤن گا یعنی اگر آنے کو کہیے اور اگر کھانا لانے کو فرمایئے اور اگر مین چلا جانا چاہتا اور اگر مین تم کو پڑھانا پسند کرون گا۔ ظاہر ہے کہ مبہم ہونے کے بعد بیان زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔

محشر

گرتے ہوے گردون کو تو چاہے تو سنبھالے ۔۔۔ تجھ سا نہ کوئی صاحب و سامان سنا ہے

یعنی اگر تو گرتے ہوے گردون کو سنبھالنا چاہے تو سنبھالے جب چاہے فعل ذکر ہوا تو سامع نے جانا کہ کوئی ایسا مفعول ہے جو چاہنے سے متعلق ہے جب جواب شرط مین کہا سنبھالے تو سامع کو معلوم ہوگیا کہ وہان سنبھالنا محذوف ہوا ہے پس سنبھالے جزا سے توضیح مفعول کی ہوگئی۔

مومن

بعد یک چندے گر خدا چاہے	میں ہوں اور تیرے در کی دربانی

یعنے اگر خدا مجھسے تیرے در کی دربانی کرانا چاہے تو میں ہمیشہ تیرے در کی دربانی کرتا رہوں گا۔

لمؤلفہ

جو فرماؤ تو دکھلا دوں تماشا تمکو رونے کا	گماں رہوے نہ صاحب کو مری پنبہ دہانی کا

یعنے جو رونے کے لیے فرماؤ الخ۔

(۲) اس توہم کے دفع کرنے کے واسطے حذف کر دیتے ہیں کہ سامع پہلے سے اُس چیز کا ارادہ نہ کرلے جو مراد نہیں ہی یعنے اُسکے حذف سے یہ مقصود ہوتا ہی کہ سامع یہ نہ خیال کرے کہ اہم بیان کرنا اسی کا ہی پس جب اسکو حذف کر دیتے ہیں تو اُسکی اہمیت جاتی رہتی ہی جیسے۔

امانت

وہ سوختہ ہوں میں کہ نہ یاد بنیگے بعد مرگ	سگہاے کوے یار مرے استخوان تلک

یعنی گوشت کو ہڈی تک نہ یاد بنیگے پس گوشت جو مفعول بہ ہی اُسکو حذف کر دیا ہی اسلیے کہ اگر اسکو ذکر کیا جاتا تو سامع کو مابعد کے ذکر سے قبل یہ شبہہ ہوتا کہ سگہاے کوے یار ہڈی کو یاد بن سگے پس ہڈیاں نہ جلی ہونگی بلکہ گوشت کا کچھ حصہ جلا ہوگا اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ آتش عشق نے ہمیں پورا اثر نہیں کیا اور یہ نقصان ہی جو عاشق کامل کی شان سے بعید ہی اور جب یہ کہا کہ ہڈی تک نہ یاد بنیگے اور گوشت کا ذکر اُٹھا دیا تو اس توہم کی گنجایش نہ رہی کیونکہ کوئی چیز جب کسی چیز میں حائل ہو تو بغیر اُس حائل کے جلے دوسری چیز تک آنچ نہیں پہونچ سکتی پس معلوم ہوا کہ آتش عشق جبتک گوشت کو نہ جلا لیگی ہڈی تک نہیں پہونچ سکتی۔

یا کاظمین چرخ ستمگر کے ہاتھ سے	سودا	پہونچی ہی کارد آکے مرے استخوان تلک
روشن ہر اک چراغ سے جوں نخل شمعدان		پہونچا ہی داغ دل کا مرے استخوان تلک

ان شعروں میں بھی اول کے مطابق حالت ہے۔

ولہ

نشو و نماے سبزہ و ریحان ع دیا میں ہے	ہے طعنہ زن نمود خط گلرخاں تلک

یعنے اُن چیزوں کی نشو و نما دوسری چیزوں کو طعنہ زنی کرتی ہے کرتے کرتے خط گلرخان تلک طعنہ زنی کرنے لگی ہے پس دوسری چیزیں مفعول بہ ہیں۔

امیر مینائی

قاتل وہ لگا ہاتھ کہ دل تک اتر آئے		ہنس ہنس کے بہت زخم جگر چھیڑ رہے ہیں

یعنی سینے کے تمام حصوں کو کاٹ کر دل تک کاٹ ڈالے پس دوسرے اعضا کو جو مفعول تھے ہین حذف کر دیا ہے اگر ان کو ذکر کیا جاتا تو سننے والے کو مابعد کے ذکر سے قبل یہ شبہ ہوتا کہ عاشق دل کو کٹوانا نہین چاہتا اور یہ اُس کا نقصان ہے۔

(۳) اسلیے حذف کرتے ہین کہ اُس محذوف کا ذکر دوبارہ دوسرے محل پر دوسرے فعل کے ساتھ مقصود ہوتا ہے پس اسواسطے پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر نہین کرتے دوسرے کے ساتھ ذکر کرتے ہین اگر پہلے کے ساتھ ذکر کر دیا جاتا تو دوبارہ فعل اُسکی ضمیر پر واقع کرنا پڑتا اور چونکہ دوسرے فعل کے اُس پر واقع کرنے کا نہایت قصد و اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے اسلیے متکلم اس امر پر راضی نہین ہوتا کہ پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر کر کے دوبارہ دوسرے فعل کو اُسکی ضمیر پر واقع کرے گو ضمیر اُسی سے کنایہ ہوتی ہے جیسے کہین مین نے بہت ڈھونڈھا مگر سخاوت و شجاعت مین کہین آپکا نظیر نہ پایا یعنی مین نے بہت کچھ آپکے نظیر کو ڈھونڈا پہلے فعل کے ساتھ نظیر کو نہ لائے اگر اُسکے ساتھ ذکر کیا جاتا تو آگے یون کہنا پڑتا مگر مین نے اُسکو کہین نہ پایا اور اس سے وہ غرض فوت ہو جاتی جو یہان مدنظر تھی۔

میر

میرے اعمال آہ مت پوچھو		بھا کرم بر اُسی کے شرب مدام
بخشد داور گناہ مت پوچھو		تم بھی اے مالکان روز جزا

یعنے بخشد و گناہ پس بخشد کا مفعول کہ گناہ ہی حذف کر دیا کیونکہ اسکو دوسرے فعل کا دوسرے مقام پر مفعول بنانا منظور تھا اور وہ مت پوچھو ہے اگر پہلے لے آتے تو دوسرے فعل کو ضمیر پر واقع کرنا پڑتا جس سے غرض فوت ہوتی اور پوچھنے کی غرض نہی کا صریح لفظ گناہ پر واقع کرنا تھا پس اگر صریح لفظ گناہ پر بخشد کے فعل کو واقع کر دیتا تو مت پوچھو کے فعل کو گناہ کی ضمیر پر راجع کرنا پڑتا اور غرض یہ تھی کیونکہ قائل کو اپنے گناہون کی معافی مین انتہا درجے کی تاکید منظور ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اُنکی پرسش ہی نہو جو معافی سے بھی بڑھکر ہے اس صورت مین سزائے گناہ کا توہم بھی باقی نہین رہ سکتا اگرچہ ضمیر سے بھی یہ بات حاصل ہو سکتی تھی مگر جو مبالغہ معانی مین صریح لفظ گناہ پر مت پوچھو کا فعل واقع کرنے مین ہے وہ ضمیر پر واقع کرنے مین نہین ہو سکتا۔

سودا

مولوی جی سے اب کوئی جا کے مرا پیام	کہنے کہا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن علم دو
لکھ لکھائے ہر ایک کو صبح سے تا بہ شام دو	مجھسے جو پوچھو شعر ہی کہنے کو انصرام دو

گھوڑے کو دو دنہ دو لگام منھ کو ذرا لگام دو

پانچویں مصرع مین دو ندو لگام مین ندو کے بعد لگام کو ذکر کیا اسلیئے کہ اگر دو کے بعد ذکر کرتا تو غرض فوت ہو جاتی اور وہ یہ ہے کہ نہ دینے کا ایقاع صریح لفظ لگام پر ہو کیونکہ اُس مین مخاطب کی مذمت زیادہ ثابت ہوتی ہے اگر ضمیر ذکر کرتا تو اس مین یہ بھی احتمال تھا کہ شاید دوسری شے کی طرف پھرتی ہو اور اگرچہ معنی مراد مقام کی وجہ سے متعین ہو سکتے تھے مگر مبالغہ ہجو مین اسکے مناسب تھا کہ ندو کا واقع کرنا صریح لفظ مفعول پر ہوتا۔

انیس

تجھ سے یہ ہوویگا کہ اُمت کو سزا دو	اللہ سزا دیگا مین کیا اُنکو سزا دون

اللہ سزا دیگا کا مفعول بھی اُن کو ہے مگر اُس کو یہان حذف کر کے دوسرے فعل کے بعد اُسی فائدے کی غرض سے ذکر کیا ہے۔

ولہ

کتنے تھے اعدا کہ بچے بھی علیؑ کے شیر ہین	جب بڑھاتے ہین تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہین

یعنی جب قدم بڑھاتے ہین تو پھر اسکو پیچھے نہین رکھتے دیکھو پہلے فعل کے ساتھ مفعول کو ذکر نہین کیا

ساقیان

تمنا ہے یہی دے بے ستشش و پیچ	پلا دو آتشہ تا دُور ہو رنج

دے کے بعد دو آتشہ کو ذکر نہ کیا پلا کے بعد ذکر کیا اُسی نکتے کے واسطے۔

(۴۷) مفعول کے حذف سے تعمیم اختصار کے ساتھ مطلوب ہوتی ہے اگرچہ صیغۂ عموم کے ساتھ مفعول کو ذکر کرنے سے بھی تعمیم حاصل ہو سکتی ہے مگر اس صورت مین اختصار فوت ہوتا ہے۔

مثنوی قضا و قدر

آئے کو محتاج نہ جانے دیا	اُسنے دیا اُس کو خدا نے دیا

یعنے اُس نے عموماً تمام آنے والون کو دیا پس اس مثال مین عموم بطور مبالغہ کے مقصود ہے کیونکہ یہ مقام مبالغہ کا ہے۔

احسان شاہ جہان پوری

گئی ہین عرش تک آہین نیاز مندونکی	بتو سنی نہ تمھین نے خدا کے بندونکی

یعنے خدا کے بندونکی کوئی فریاد نہ سنی یہان عموم بطور مبالغے کے مقصود ہی۔

مہابھارت منظوم

عنایت کیے فضل سے وہ کمال	نمایان ہوئی قدرت ذوالجلال

یعنی تمام بندون کو فضل و کمال عنایت کیے پس مثال اول و دوم عموم کا فائدہ مبالغۃً دیتی ہی اور مثال سوم تحقیقاً یہ فائدہ بخشتی ہی مثال ذیل مین بھی تعمیم کے لیے مفعول محذوف ہی۔

غالب

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو	میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

یعنے میری تمام باتون اور نصیحتون کو سنو یہان عموم کا افادہ مبالغۃً ہوتا ہے۔

(۵) حذف مفعول سے صرف اختصار مطلوب ہوتا ہے کوئی دوسرا فائدہ معتبر نہین ہوتا جیسے مرزا غالب ایک خط مین لکھتے ہین "قبلہ آپ بیشک ولی صاحب کرامت ہین کم و بیش ایک ہفتہ گذرا ہوگا کہ ایک امر جدید مقتضی اسکا ہوا کہ آپ کو اُسکی اطلاع دون خانہ کاہلی خراب آج لکھون کل لکھون اب کون لکھے کل صبح کو لکھونگا صبح ہوئی غالب اسوقت نہ لکھو سہ پہر کو لکھیو۔

(۶) یا محافظت وزن اور رعایت قافیہ کی وجہ سے مفعول کو حذف کر دیا جاتا ہی۔

انیس

برچھیان کھائے چلے جاتے ہین تلوارو نکین	مار یو پیاسے کو ہے شور ستمگارون مین

مار یو کا مفعول وزن کی وجہ سے محذوف ہی اور اُسکی صفت مذکور ہی۔

تراب

گر نہ شوخی سے اُلجھتی اُس مین کنگھی بار بار	کیون نکلتی زلف کے منھ سے صدائے مار مار
کسطرح شانے سے چھیڑون زلف ناگن یار کی	یار کے منھ سے نکلتی ہے صدائے مار مار

ان دونون شعرون مین قافیہ وزن کی وجہ سے مار مار کا مفعول محذوف ہی۔

حالی

کھاؤ تو پہلے لو خبر اُن کی	جن پہ بپتا ہے بستی کی بڑی

پہنو تو پہلے بھائیون کو پنھاؤ	کہ ہے اُترن تمھاری جن کا بناؤ

کھاؤ اور پہنو اور پہناؤ کے مفعول محذوف ہین۔

(۷) مفعول کا چھپانا منظور ہوتا ہی تو اسلیے بھی حذف کر دیتے ہین جیسے۔

ظفر

مین خطاوار ہون خط کیونکر لکھون اے صاحب	جیسا کہ لوگون نے سکھایا مرا جی جلتا ہی

لوگون نے جو کچھ سکھایا چھپانے کی غرض سے اُسکا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ اُس کے ذکر سے قائل کو ندامت ہوتی تھی۔

(۸) اسلیے ذکر نہین کرتے کہ اگر کوئی دباؤ واقع ہو تو کہدیا جائے کہ ہمنے اسے بُرا نہین کہا ہی مثلاً جب خالد کے سامنے اُسکے دشمن زید کا ذکر آئے تو کہدے لعنت بھیجو اور مراد اس سے زید ہی ہے بوجہ قیام قرینہ کے تو یہان محض اس وجہ سے اُسکا نام ترک کیا گیا کہ ضرورت کے وقت کہدیا جائے کہ میری مراد اس قول مین زید نہین ہی۔

(۹) متعین ہونے کی وجہ سے بھی مفعول کا ذکر ترک کر دیا جاتا ہے اور اس تعین کی دو صورتین ہین۔

ایک یہ کہ حقیقۃً متعین ہو جیسے سجدہ کرتا ہون یعنے خدا کو سجدہ کرتا ہون۔

ناسخ

جب وہ مسجد مین ادا کرتے ہین	سب نماز اپنی قضا کرتے ہین

ادا کرتے ہین کا مفعول یہان متعین ہی اور وہ نماز ہے۔

میر محبوب علی خان آصف والی حیدر آباد

میخانے مین کیا لطف ہی کیا مال ہی ساقی	آواز چلی آتی ہے لا اور پلا اور

دوسرے یہ کہ ادعاءً متعین ہو جیسے اس عبارت مین فسانہ آزاد کی جلد اول کی "میان خوجی جو گرمائے تو جھٹ سے اٹھ ہی کھڑے ہوے اور لپک پڑے اب آؤ دیکھتے ہین نہ تاؤ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے ہین لینا لینا لینا" اُسی قبیل سے ہی ذوق کے دوسرے مصرع مین سمجھ کے مفعول کا حذف۔

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے	اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

(۱۰) ادب کی وجہ سے مفعول کو ترک کردین جیسے مین ہر وقت یاد کرتا ہون یعنی جناب سرورکائنات کو
(۱۱) اسلیے محذوف کر دیتے ہین کہ زبان اُس کے ذکر سے آلودہ نہو جیسے اللہ نے تکبر کی بابت کی
مین دائمی لعنت کا مستوجب کیا یہان شیطان کو محذوف کردیا ہی۔
(۱۲) مفعول کا ذکر بُرا معلوم ہونیکی وجہ سے متروک کردیتے ہین جیسے ۔

ذوق

یہ کھلے ملائک ہین فلک پر روتے	اے کاش کہ انسان سے ہم بھی ہوتے
غفلت مین بھی رہتا ہی یہ اتنا ہشیار	شیطان سے کے چلادیتا ہی سوتے سوتے

چلادیتا ہی کا مفعول بسبب کراہیت کے محذوف ہے یعنی شیطان کی شرمگاہ مین آلۂ تناسل
سوتے سوتے چلادیتا ہی بسا اوقات خواب مین شیطان آدمی کے پاس عورت سکے بھیس مین اپنے
آپکو پیش کرتا ہی یہی سبب احتلام ہونیکا ہی بعض افعال متعدی ایسے ہین کہ ایک مفعول کی خواہش
کرتے ہین اور بعض دو مفعولون کو چاہتے ہین متعدی بیک مفعول مین جو نسبت فعل کو مفعول کے
ساتھ ہوتی ہی ویسی نسبت متعدی بدو مفعول کو اپنے ہر ایک مفعول کے ساتھ ہوتی ہی پس معلوم
ہوگیا کہ متعدی بیک مفعول مین ایک نسبت ہوتی ہی اور متعدی بدو مفعول مین دو نسبتین۔

حالی

سکھائے معیشت کے آداب اُن کو	پڑھائے تمدن کے سب باب انکو

سکھائے کی پہلی نسبت انکو کیطرف ہی اور دوسری نسبت معیشت کے آداب کی طرف اسی طرح
پڑھائے کی پہلی نسبت انکو کی طرف ہی اور دوسری نسبت تمدن کے سب باب کی طرف۔

حالی

ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا	مزہ علم و حکمت کا سب کو چکھایا

بنایا کی پہلی نسبت ہر اک شہر و قریہ کی طرف ہی اور دوسری نسبت یونان کی طرف اسی طرح چکھایا
کی پہلی نسبت سب کی طرف ہی اور دوسری نسبت علم و حکمت کے مزے کی طرف

مثنوی لیلیٰ مجنون

گذرے بدِ حاجب اُسکو یک چند	بخشا اُسے حق نے ایک فرزند

بخشنے کی نسبت پہلی اُسے کی طرف ہے اور دوسری فرزند کی طرف۔

ولہ

کہتی نہین خامشی کا یارا	عقرب سے نجھے ہی نیش ملا

ناسخ

ہمنے نظارۂ دردندان یار سے	تار نظر کو رشتہ گوہر بنادیا

بنادیا کی نسبت پہلی تار نظر کی طرف ہی اور دوسری نسبت رشتہ گوہر کی طرف۔
اور جب ایک نسبت سے تجرید چاہتے ہین اور منفرد کرنا منظور ہوتا ہی تو پہلی نسبت بدی اکتفا کرتے ہین۔

غیاث الدین عزت مؤلف غیاث اللغات

پھرتے ہو ہمسے روٹھے نہین مانتے ہو بات	ہم جانتے ہین تمکو کسی نے سکھادیا

یہان سکھادیا کا مفعول ثانی یعنی کچھ ہمارے خلاف محذوف ہی تمکو مفعول اول ہے۔ اور جب مقام مقتضی مدح کا ہوتا ہے تو تعمیم اور شمول افراد کے واسطے مفعول ثانی کو حذف کردیتے ہین تعمیم اور شمول افراد سے یہ غرض ہی کہ جو کچھ سامع کے دل مین آجائے وہی اُس سے مراد لی جائے چنانچہ۔

جرأت

جرأت اب بندہ ہے تنخواہ تو یون کہتے ہین	کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے

دے کا مفعول مال ودولت زروجواہر رزق۔ انعام واکرام وغیرہ ہوسکتا ہی۔
کبھی ان دونون مفعولون مین سے کوئی ایک حقیقت مین صفت یا موصوف ہوتا ہی اور جو ان مین موصوف ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی یعنے اسم ذات ہوتا ہی اُسکو مفعول اول بناتے ہین اور جو صفت ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی یعنے اسم صفت ہوتا ہی اُسے دوسرا مفعول قرار دیتے ہین مگر لفظاً موصوف وصفت واقع نہین ہوتے۔

تپش

رُخ مہروسہ اُسنے تابان کیا

رُخ مہروسہ حقیقت مین موصوف ہی اور تابان اُسکی صفت۔

شایان

ہستی مٹی تو پردے مین یک رنگ ہوگیا	گو عشق نے کمر کے کیا بے نشان مجھے

مجھے مفعول اول موصوف اور بے نشان مفعول دوم وصفت۔

ظفر

صورت میری کیونکہ نہ ازردہ ہو وہ شوخ | تو نے فلک بنایا ہے اندوہگین مجھے

مجھے مفعول اول موصوف اور اندوہگین مفعول دوم وصفت۔

لمؤلفہ

دلکو میرے گل خندان جو کرنا تھا تجھے | اے فلک غنچہ تصویر بنانا کیون عبث

دلکو مفعول اول موصوف اور گل خندان مفعول دوم وصفت۔

ولہ

جیب و دامان کو سدا اشک سے گلگون دیکھا | تجھے دیکھا یہ جو کچھ دیدۂ پرخون دیکھا

جیب و دامان مفعول اول موصوف اور گلگون مفعول دوم وصفت۔

وفی

کیا جلوہ سبز خط سے رخ یار نے کیا | حیرت ہے روشن آئینہ زنگار نے کیا

آئینہ مفعول اول وموصوف اور روشن مفعول دوم وصفت ہی۔

بشیشر ناتھ انور لکھنوی

دیکھے جو باغ مین عرق آلودہ روے یار | شبنم گلونکو آب خجالت سے تر کرے

گلون کو مفعول اول وموصوف اور تر مفعول دوم وصفت۔

مولوی محمد اسمٰعیل

مجھکو غافل اگر نہ جانیے گا | بندہ پرور برا نہ مانیے گا

مجھکو مفعول اول موصوف اور غافل مفعول دوم وصفت۔

منشی

مرے خامے کو کر تو گوہر فشان | زبان کو مری کر فصیح اللسان

معمولات فعل کی تقدیم

فعل کے معمول سے مراد مفعول بہ اور مفعول لہ اور مفعول معہ اور مفعول فیہ اور جار مجرور اور ظرف اور حال اور تمیز ہین مگر یہان ان مین سے بعض کی تقدیم کا بیان کیا جاتا ہے اُس پر دوسرون کو قیاس کرسکتے ہین۔

تقدیم مفعول بہ

محل مفعول بہ کی یہ ہی کہ فعل کے بعد ذکر کیا جائے لیکن کبھی اس کو مقدم لاتے ہین اور اس سے ئی باتین مطلوب ہوتی ہین جنکی تفصیل یہ ہے ۔

(۱) مفعول کی تخصیص پیدا ہوتی ہی جیسے ۔

قلق

آپ کو دیکھ دیکھ کر بے آس	ہو ہی جاتی ہے سب غلامونکو یاس

یعنے خاص آپکو بے آس دیکھا ہم لوگ بہت گھبرائے جاتے ہین ۔

غالب

فلک کو دیکھ کے کرتا ہون اُسکو یاد اسد	جفا مین اُسکی ہے انداز کارفرما کا

یعنی خاص فلک کو دیکھکر وہ یاد آتا ہی کیونکہ جو کچھ ستم فلک کرتا ہی اسی کے حکم سے کرتا ہی ۔

ناسخ

خورشید کو دیکھو آسمان کو دیکھو	اُسکے بڑے خوان مین ہی اک گردہ نان

مصحفی

کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے	خلعت سے ہو زیادہ اُسکو کفن مبارک

گویا

گنہ گویا کے یارب بخشدے تو	بحق آل و یاران محمد

لیلی المجنون میر غلام علی تجلّی

تجھے بھیج مکتب مین پچھتائے ہم	ترے لکھنے پڑھنے سے باز آئے ہم

گویا

عروس فکر کو دکھلائے گا شباب قلم	کرے مداد سے کیونکر نہ اب خضاب قلم

مولوی نذیر احمد

سکنجبین کو فرمایا قاطع صفرا	مریض بیس کو بتلایا روغن بادام

منشی

شبستان دل کو مرے سربسر	چراغ خرد سے منوّر تو کر
مجھے اپنے گنجینۂ فیض سے	دُرِ دانش و گوہر عقل دے

سیدامداد امام اثر

ہمین بزم عدو مین وہ بلاتا ہے تمنا سے | اثر ایسا بھی ہوتا ہے ستم ایسا بھی ہوتا

انیس

بانو کو قسمین دیکے چلے شاہ نامدار | وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار

شیفتہ

جفا کو ترک کرو تم وفا کو مین چھوڑون | کچھ اشتہار تمھین ہو کچھ اشتہار مجھے

چونکہ جفا کو معشوق سے خصوصیت ہی اور وفا کو عاشق کے ساتھ اختصاص ہی اسلیے دونون کا ذکر مقدم کیا۔

شہادت استقراء اور حکم ذوق سے ثابت ہی کہ اکثر صورتون مین تقدیم مفعول سے تخصیص ضرور پیدا ہوتی ہی اور کبھی ایسا نہین بھی ہوتا ہی۔

(۲) مفعول کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی اور تخصیص منظور نہین ہوتی جیسے۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے | صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یہان صرف اہتمام شان مفعول مقصود ہی اسلیے کہ دیکھنے کا تعلق آئینے سے اہم ہی۔

صفی

جلاکے داغونکو اللہ یون جلاتا ہے | رقیب پر ہی وہ پروانہ شمع رو ہوکر

گویا

بے خوف شرع ہی ظاہر مین کوئی نام نہ لے | سدا شراب کو لکھتا ہے آفتاب قلم

مرزا احمد علی ندیم

صف مژگان کو چڑھایا ہی خدا خیر کرے | نوک رہجائے اگر نکلے ظفر کی صورت

مومن

مجھکو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل | یان تک نقش دوئی مٹایا

رند

دوش دایہ کو نہ جانون مین کنار مادر | پرورش یافتہ ہون دامن صحرا تیرا

کعبے کو نہ ہو جو ہمین ہندو کے ہوتے | اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

غالب

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود		قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہین

(۳) اس لیے مقدم کرتے ہین کہ تبرک مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اپنا محبوب کیا۔

(۴) تقدیم مفعول سے لذت حاصل کرنے مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے۔

غالب

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ		جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

آصف

نرگس جادو دکھا کر کوئی جادو کر گیا		دوستو لینا خبر میرا دل مضطر گیا

سودا

بادے کو ہاتھ سے زاہد کے نہ ہوے ملا		برے راضی ہی کہ کپڑو نپہ جو جھڑکے تو جھڑک

ولہ

تجھے دل مین تو رکھو نہین یہ ہے رشک		اسی مین جان ہو اُس مین ہی تو ہو

(۵) مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہی۔

میر

برقع کو اٹھا چہرے سے وہ بت اگر آئے		اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو پہونچاؤ		بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ

سودا

خوشدلی ایک سی مین پاتا ہون		ہم غریب و غریب پرور ہین

(۶) برائی مین تعجیل مقصود ہوتی ہی جیسے۔

غالب

غیر کو کیونکر دہ یارب منع گستاخی کرے		گر حیا بھی اُس کو آتی ہی تو شرما جائے ہے

سودا

یزید کو تو مسلمان گنے ہے ای نسناس		پھر اُسکو گنگے اولوالامر مین کرے ہو یاد

ولہ

الوحوالے کیا با تونگی میزان مین تول | قرض کے دو سو بچا سو کی جڑی در جھولا

(۷) کبھی مفعول کے مقدم لانے سے اُسکی شان کی تعظیم مقصود ہوتی ہی

میر حسن

پیمبر کو بھیجا ہمارے لیے | وصی اور امام اُسنے پیدا کیے

شاد

ذات کو اسم وصفت مین جو نہ دیکھے کوئی | دیدہ اُسکا بخدا دیدۂ بینا نہ ہوا

مقصود بالتمثیل لفظ ذات ہے۔

قصۂ حلیمہ سعدیہ

یعنے اُس شاہ کو لائی گھر مین | نور اللہ کو لائی گھر مین

نسیم

انسان کو کیا ہے حق نے فائق | ہے عقل سے اشرف الخلائق

(۸) تقدیم مفعول مین فاعل کی بڑائی وعظمت نکلتی ہی جیسے اس شعر مین قصۂ شاہ روم کے

جسے چاہے تو ہی دیتا ہے عزت | جسے چاہے تو ہی دیتا ہے ذلت

یعنے تو ایسا عالی شان وصاحب عظمت ہے کہ جسکو چاہتا ہی عزت دیتا ہی جسکو چاہتا ہی ذلت دیتا ہی خواہ بادشاہ ہو خواہ فقیر۔

ممتاز گنگوہی

مُردون کو زندہ غلامان نبی کرتے ہین | معجزہ آپکا اے حضرت عیسیٰ کیا ہے

سبحہ جوہر

مساکینون کو کردے صاحب تاج | شہنشاہون کو کردے دم مین محتاج

تپش

شرر کو چھپایا ہر اک سنگ مین | نہان بوے گل کی ہر اک رنگ مین
گل وشمع کو اُس نے بخشی نمود | دیا مُرغ وپروانہ کو بھی وجود

منشی

کبھی ناتوانون کو بخشے وہ زور | سلیمان کو گا ہے کرے مثل مور

جن و دیو و انسان و حور و پری	مہ و مہر اور زہرہ و مشتری
کیے اُسنے قدرت سے پیدا تمام	نہاں تھے ہوے سب ہویدا تمام
دلیروں کو اُس نے کیا ہے دلیر	کیا نرہ شیروں کو اُسنے ہے شیر

غالب

دونوں جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا	یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین

مثنوی زائر

عیسے کو جگہ ملی فلک مین ؛	قارون کو گرا دیا درک مین ؛
فرعون کو نیل مین کیا غرق	رکھا موسی کے تاج برفرق

مولوی محمد اسمٰعیل

بکرم کی سبھا کو تری ہیبت نے بھلایا	اور بھوج کا تھہو تری شہرت نے بھلایا
ارجن کو تری ہمت و جرأت نے بھلایا	اسکندر و جم کو تری شوکت نے بھلایا

گویا

اٹھائے سر جو ترے حکم کے بغیر کبھی	سر فلک کو کرے تیغ آفتاب قلم

مقصود بالتمثیل سر فلک ہی۔

(۹) تقدیم مفعول سے تخصیص کے علاوہ حصر بھی پیدا ہوتا ہی جیسے۔

میر حسن

تو وہ محمد مین تیری عزوجل	تجھے سجدہ کرتا چلوں سر کے بل

تجھے مفعول ہے جس سے مراد خدائے تعالےٰ ہے اور تخصیص کے لیے اسکو مقدم کیا ہی جیسا کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ سورۂ الحمد مین واقع ہے ایاک مفعول ہے جس سے خدا مقصود ہے اور نعبد جمع متکلم کا صیغہ ہی یعنی خاص تجھکو ہم عبادت کرتے ہین اسی طرح میر حسن کے مصرع مین کرتا چلوں واحد متکلم کا صیغہ ہے اور ضمیر صیغے مین مستتر ہے یعنی خاص تجھکو مین سجدہ کرتا چلوں اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ سجدہ اہل اسلام کے نزدیک سوا خدا کے دوسرے کے لیے ممنوع ہی۔

مذاہب الاسلام

تجھے تجھے د نرات حاجت روا	تجھی سے کیے جو کیے مدعا

تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر | تجھی سے کرے عرض مافی الضمیر

ذوق

تجھسے دیکھا سبکو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ | تو رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

تجھکو نہ دیکھا مقصود بالتمثیل ہے۔

غالب

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا | جو دوی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

اُسے کی ضمیر خدائے تعالی کی طرف پھرتی ہی اور مقصود بیان تخصیص وحصر ہے۔

تقدیم مفعول دوم کی مفعول اول پر

پہلے مفعول کا حق یہ ہی کہ دوسرے پر مقدم ہو مگر جہان مفعول دوم کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہے وہان اُسی کو مقدم کرتے ہین۔ جیسے۔

امیر

روتی ہی شبنم گلستان مین تو ہنس پڑتے ہین گل | پانی پانی جو کرے دل کو وہ آنسو اور ہے

حقیقت مین پانی پانی مفعول دوم ہے اور مفعول اول یعنی دل کی صفت ہے لیکن صفت بیان کرنا متکلم کے نزدیک اہم تھا اس واسطے مقدم کیا۔

ہوس

دولت یہ کسے کسو نے دی ہے | نعمت ہمین جو کہ تو نے دی ہے

دولت و نعمت کا بیان اہم تھا انکو پہلے بیان کیا باوجودیکہ مفعول دوم ہین اور کسے اور ہمین مفعول اول ہیں کو مؤخر کیا۔

صفیر

سحر بر آئے اگر جہان میتی کی صورت | پر کبوتر کو کرے پر کو کبوتر گیسو

پہلی جگہ پر مفعول دوم ہے اور کبوتر مفعول اول اور دوسری جگہ پر مفعول اول ہے اور کبوتر مفعول دوم۔

شیفتہ

جو بیگانہ جانے تجھے خلق کیا غم | اگر آشنا آشنا جانتا ہے

تپش

روانی مرے نطق کو کر عطا ۔ سلاست طلاقت سے کر آشنا

ایضاً

کشتۂ ناز آج سرد ہوا ۔ مژدہ پہونچاؤ میرے قاتل کو

نسیم

لیلی ہیں نے تجھے بنایا ۔ مجنون مجھے خطاب دیدے

ولہ

یہ سُنکے اشارے سے بٹھایا ۔ بادام بنفشہ کو دکھایا
طوق اُس کو طلسم کا پنھایا ۔ قمری اُسے سرو نے بنایا

گلزار علی اسیر

خط کبوتر کو دیا لاکھ طرح کے ہیں خیال ۔ خاطر وسوسہ پرداز کا دیوانہ ہوں

تقدیم حال کی صاحب حال پر

حال وہ لفظ ہی کہ فاعل یا مفعول بہ کی کیفیت اور حالت کو ظاہر کرتا ہی جبکہ فاعل سے فعل صادر ہو یا اسکی ذات سے قائم ہو اور مفعول پر فاعل کا فعل واقع ہو جسکی حالت معلوم ہوتی ہی اُسے ذوالحال یا صاحب حال کہتے ہیں اصل یہ ہی کہ حال صاحب حال سے پیچھے ہوا کرتا ہی کبھی حال کو صاحب حال پر مقدم کر دیتے ہیں اور اُس جگہ زیادہ اہتمام شان کا پایا جاتا ہی۔

نسیم

جب پردہ صبح ہو گیا فاش ۔ خندان خندان اُٹھا وہ بشاش

خندان خندان حال ہی اسی کا زیادہ ترجتانا منظور تھا اسلیے مقدم کیا۔

آصف والی حیدرآباد

گھلتے گھلتے عاشق بیمار تیرا مر گیا ۔ دل میں زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا

ہوس

آزردہ دگریہ ناک و پر خشم
سب آئے یہ حیف کرتے باہم

مولوی مظہر علی حضوری

کل جو غصے سے مجھے اُسنے دکھائی آنکھین | روتے روتے مری آشوب کر آئی آنکھین

ظفر

ہون وہ گلے کے ہار اگر اُسسے پوچھیے | بکھرے ہوے پڑے ہین یہ کیون ہار مین کے پھول

تقدیم ظرف

کبھی ظرف کو اُسکے متعلقات پر مقدم لاتے ہین اور ظرف کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی جیسے

لمولفہ

سچ تو یہ ہے اچھی سوجھی بیر مغان کو مستی مین | کعبے مین جا ناقوس بجایا دیر کا جا کے طواف کیا

کعبہ مکان متبرک عبادت گاہ اسلامیان ہی اُس مین ناقوس کا پھونکنا ایک امر عجیب تھا اور اُسکا بیان ضروری تھا اسلیے اُسکو مقدم کیا اور اُسکا ذکر اول مناسب سمجھا۔

نعیم

کعبہ مین نہین پایا تو دیر مین جاتا ہون | اکتا ہون کہ شاید وہ بیر حرم یہان ہوگا

ناسخ

باغ مین آج جو اُس گل کی سواری آئی | شور بلبل نے کیا باد بہاری آئی

غالب

بینس مین گذرتے ہین جو کوچے سے وہ میرے | کندھا بھی کہارونکو بدلنے نہین دیتے

ولہ

اُس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے | بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو | دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

ولہ

اپنی گلی مین دفن نہ کر مجھکو بعد قتل | میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

گلزار نسیم

واقف اُس بت کدے سے تھین وہ | سنگدیپ اُس کو لے گئین وہ
تبخانے مین تھا طلسم کا ڈر | شش در ہوا چار سمت پھر کر

ذوق

خواہ مین تھا مارنا یا چشم بد بین مین	فلک پر ذوق گر تیر دعا مارا تو کیا مارا

کشن پرشاد شاد

جو وابستہ ہین گیسو سے ترے یہ اُنکی زینت ہی	گلے مین طوق ہی اور پانون مین زنجیر رکھتے ہین

پانچوان باغ قصر کے بیان مین

قصر کے معنی روکنے کے ہین چنانچہ اللہ فرماتا ہی حورٌ مَقصُورَاتٌ فِی الخِیَام یعنی حورین ہین خیمون مین رکی ہوئین اور اصطلاح علم معانی مین یہ ہی کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ایک خاص طریق پر مخصوص کرنا اور اسکی دو قسمین ہین ایک **حقیقی** اور وہ یہ ہی کہ ایک شے کو دوسری شئے کے ساتھ نفس الامر اور حقیقت مین مخصوص کر دینا اس طرح کہ پہلی شے دوسری شئے سے غیر کی طرف کسی طرح متجاوز نہو جیسے خاتم الانبیا محمد ہی ہین اس مین ختم نبوت کا قصر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ہو گیا اور یہ کام اُن سے دوسرے کی طرف متجاوز نہین ہو سکتا **دوسرا غیر حقیقی** جسکو اضافی بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہی کہ ایک شئے کی تخصیص دوسری شئے کے ساتھ بہ نسبت کسی شئے کے ہو اس طرح کہ اس تیسری شئے تک وہ متجاوز نہو سکے اگرچہ یہ ممکن ہو کہ اُسکے سوا کسی اور چوتھی شے تک بعض امثلہ مین متجاوز ہو جائے پس قصر حقیقی مین ایک شئے دوسری شئے سے کبھی کسی کی طرف متجاوز نہین ہو سکتی اور قصر غیر حقیقی مین بھی اگرچہ ایک شئے دوسری شئے سے تیسری شئے کی طرف متجاوز نہین ہو سکتی ہی مگر اس کے سوا کسی اور شئے کی طرف متجاوز ہو سکتی ہے جیسے زید کھڑا ہی ہی اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف متجاوز نہین ہو سکتا اور یہ نہین ہے کہ کھڑا ہونا زید سے کسی اور کی طرف متجاوز نہو سکے عمرو کا یا خالد کا کھڑا ہونا جائز ہی کیونکہ یہان کھڑے ہونے کی تخصیص زید کے ساتھ بہ نسبت بیٹھنے کے ہوتی ہی کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف نہین پہونچ سکتا کو بیٹھنے کے سوا اور اشیا تک کھڑا ہونا متجاوز ہو سکتی ہی۔ اور اُن مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین۔

(الف) **قصر موصوف کا صفت پر** اور وہ یہ ہی کہ موصوف اُس صفت سے دوسری صفت کی طرف متجاوز نہو سکے لیکن یہ جائز ہی کہ اُس صفت سے اور شئے بھی متصف ہو سکے (ب) **قصر صفت کا موصوف پر** اور وہ یہ ہی کہ وہ صفت اس موصوف سے کسی اور موصوف کی طرف متجاوز نہ کر سکے لیکن یہ جائز ہی کہ اُس موصوف کے لیے اور صفات بھی ہون۔ اور قصر کی

بحث مین صفت سے مراد صفت معنوی ہی یعنی وہ معنی جو غیر کے ساتھ قائم ہون اور صفت نحوی مراد نہین۔ نحویون کے نزدیک صفت اُس تابع کو کہتے ہین کہ ایسے معنے پر دلالت کرتا ذات متبوع مین موجود ہون جیسے چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک نے اُس چیز پر دلالت کی جو گھوڑے مین موجود ہی یعنی چالاکی یا ایسی چیز پر دلالت کرتا ہی جو متبوع کے متعلق مین ہوتی ہی جیسے طفل خوبرو پس خوب اُس شے پر دلالت کرتا ہے جو طفل کے متعلقات مین سے ہی اور وہ رو ہے لیکن اس اعتبار سے کہ وہ طفل کا مُتمم ہی صفت طفل کی ہو گیا اسی کو نعت اور وصف بھی کہتے ہین۔

اقسام قصر حقیقی

اِسکی دو قسمین ہین (۱) وہ قصر حقیقی جس مین قصر موصوف کا صفت پر ہو (۲) وہ قصر حقیقی جس مین صفت کا قصر موصوف پر ہو۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر مولوی صاحب فقیہ ہی ہین یعنی صرف اسی صفت سے مخصوص ہین اور کوئی صفت اُن مین نہین ہی اس قسم کا قصر ایسے بلیغ سے جو صدق کا متلاشی ہو واقع نہین ہوتا کیونکہ کوئی چیز ایسی نہین کہ اُسکی صفات کا احاطہ ہو سکے تاکہ کسی صفت کا اُسکے لیے ثابت کرنا اور اُسکے ماسوا کا اُس سے بالکل نفی کرنا ممکن ہو بلکہ ایسا کر سکنا محال ہی اسلیے کہ صفت منفیہ کے لیے بھی نقیض ہی اور وہ ایسی صفات مین سے ہی کہ نفی اُسکی ممکن نہین اسلیے کہ نقیضین کا ارتفاع ممتنع ہی مثلاً جب ہمنے کہا کہ زید شاعر ہی ہے اور یہ ارادہ کیا کہ اور کوئی صفت اُس مین نہین پائی جاتی سوائے شاعر ہونے کے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ وہ کھڑے ہونے کے ساتھ اور کھڑے ہونے کے نقیض کے ساتھ بھی متصف نہو اور یہ محال ہے۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر اور یہ قسم بہت جگہ آتی ہے جیسے مکان مین سوائے زید کے کوئی نہین یعنی مکان مین موجود ہونا ایک ایسے معنے ہین جو زید پر مقصور ہین اسی طرح خدا ہی عالم الغیب ہے یعنے اور کوئی اس صفت سے موصوف نہین اسی طرح محمد ؐ ہی خاتم الانبیا ہین۔

کبھی قصر حقیقی کو مبالغے کے واسطے بیان کرتے ہین اور صفات متعددہ کو بمنزلے معدوم کے خیال کرتے ہین سو یہ کبھی قصر موصوف کا صفت پر ہوتا ہی چنانچہ کہتے ہین زید دیوانہ ہی ہی یعنی اور جتنی صفات ہین دیوانگی کی ایسی مغلوب ہو گئی ہین کہ گویا معدوم ہین اسی طرح میر صاحب مرثیہ گو ہی

ہین یعنے انکی تمام صفات مرتبہ گوئی کے مقابلے مین کالعدم سمجھی گئی ہین اور کبھی قصر صفت کا
صفت پر ہوتا ہی مثلاً میرہی شاعر ہین۔
اس حساب سے قصر حقیقی کی چار قسمین ہوئین۔
(الف) وہ قصر حقیقی جس مین موصوف کا قصر صفت پر غیر ادعائی ہو۔
(ب) وہ قصر حقیقی جس مین موصوف کا قصر صفت پر ادعائی طور پر ہو۔
(ج) وہ قصر حقیقی جس مین صفت کا قصر موصوف پر غیر ادعائی ہو
(د) وہ قصر حقیقی جس مین قصر صفت کا موصوف پر ادعائی طور پر ہو۔

اقسام قصر غیر حقیقی

اسکی دو قسمین ہین (۱) قصر موصوف کا صفت پر (۲) قصر صفت کا موصوف پر اور پھر ان مین سے ہر ایک مین مخاطب یا تو افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرتا ہی پس یہ چھ قسمین ہون گی۔
(الف) قصر موصوف کا صفت پر بطریق افراد کے۔
(ب) قصر موصوف کا صفت پر بطریق قلب کے۔
(ج) قصر موصوف کا صفت پر بطریق تعیین کے۔
(د) قصر صفت کا موصوف پر بطور افراد کے۔
(ر) قصر صفت کا موصوف پر بطور قلب کے۔
(س) قصر صفت کا موصوف پر بطور تعیین کے۔

قصر حقیقی اور غیر حقیقی مین فرق یہ ہی کہ حقیقی مین متکلم کے نزدیک جمیع صفات مسلوب ہوتی ہین اور یہ شرط اُس مین نہین ہوتی کہ مخاطب افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرے اور یہ سلب مقتضی اس بات کا ہی کہ تعدد صفات خواہ غیر حقیقی مین واجب ہی کہ ان تینون مین سے کسی ایک کا اعتبار کیا جائے اور عدم تعدد صفات کو اُس مین دخل نہین اور افراد اور قلب اور تعیین حسب مقام معلوم ہو سکتے ہین۔
اب ہم اسلیے کہ یہ امر بخوبی خاطر نشین ہو جائے ان چھوُن صورتون کو چھ مثالون مین بیان کرتے ہین (۱) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہی کہ زید منجم بھی ہی اور شاعر بھی ہی تو اُسوقت متکلم کے

سے کہنے سے کہ زید منجم ہی ہے اُسکا یہ اعتقاد باطل ہوجائے گا کہ زید دونون صفتون مین شریک ہی اور اُن سے موصوف ہی اس مثال مین قصر موصوف کا صفت پر باعتبار افراد کے ہی (۲) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید اور بکر دونون فقیہ ہین تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید ہی فقیہ ہی مخاطب کا یہ اعتقاد باطل ہوجائیگا کہ دونون صفت فقہ مین شریک ہین اور جان لیگا کہ بکر فقیہ نہین صرف زید ہی فقیہ ہی یہ مثال صفت کے قصر کی ہی موصوف پر باعتبار افراد کے ہی یہ دونون صورتین قصر افراد کی ہین (۳) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہی تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید بیٹھا ہی نہ کھڑا مخاطب کا یہ اعتقاد کہ زید کھڑے ہونیکی صفت کے ساتھ متصف ہی باطل ہوجائیگا اور یہ صورت قصر موصوف کی ہے صفت پر (۴) اگر مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے نہ خالد تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ خالد کھڑا ہے نہ زید مخاطب کا وہ اعتقاد باطل ہوجائے گا یہ مثال قصر صفت کی ہے موصوف پر۔ یہ تیسری اور چوتھی شکل قصر قلب کہلاتی ہی کیونکہ ان مین حکم مخاطب کا تمام حکم بدل ڈالتا ہی بخلاف قصر افراد کے کہ اُس مین بعض حکم مخاطب کا متکلم ثابت رکھتا ہی اور بعض کی نفی کرتا ہی (۵) مخاطب منجملہ دو صفتون کے کسی ایک صفت کے ساتھ زید کے متصف ہونے کا معتقد ہو مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہو کہ خاص اس ایک صفت کے ساتھ متصف ہی نہ دوسری کے چنانچہ ایک شخص یہ تو جانتا ہی کہ فن شعر یا فقہ کے ساتھ زید متصف ہی مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہین کہ ان مین سے خاص کس کے ساتھ متصف ہی تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہی ہی اُسکا یہ شبہہ رفع ہوجائے گا یہ قصر تعین کی وہ قسم ہی جس مین موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہی (۶) مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ فن شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونون مین سے ایک شخص بالضرور متصف ہے مگر صاف صاف یہ نہ جانتا ہو کہ خاص یہی ایک شخص متصف ہے پس متکلم کے کہنے سے کہ فقط زید ہی شاعر ہے اُسکو متعین ہوجائیگا کہ زید شاعر ہی خالد شاعر نہین یہ مثال قصر تعیین کی اُس قسم کی ہے جس مین صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہے اور یہ دونون قسمین قصر تعیین کہلاتی ہین کیونکہ ان مین اُس حکم کو جو مخاطب کے نزدیک معین نہ ہو معین کیا جاتا ہے اور اُس کا شبہہ دُور کردیا جاتا ہے۔

پس یہ چھ قسمین قصر غیر حقیقی کی ہین اور چار قسمین قصر حقیقی کی ہین سب ملکر دس قسمین ہوئی

سوال اگر کہا جائے کہ یہان ایک اور قسم بن سکتی ہے کیونکہ جب سامع کو تردد زید اور عمرو کے آنے مین ہو اور متکلم کہے کہ نہ زید آیا ہے نہ عمرو بلکہ بکر آیا ہے پس یہ نہ تو قصر قلب ہے نہ قصر تعیین کیونکہ قصر قلب مین شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور قصر تعیین مین شرط ہے کہ

تصور موجود ہو اور اشتباہ اس بات مین ہو کہ ایا کون شخص دونون مین سے آیا ہے سویہان تو بکر کا مخاطب کو تصور بھی نہ تھا۔

جواب اگر سامع کو تردد اس بات مین تھا کہ جو شخص آیا ہے وہ زید ہی یا عمرو ان دونون مین سے ایک کے سوا اور کوئی شخص نہین تو اس وقت یہ قصر قلب ہوگا کیونکہ متکلم کا کلام سامع کے اعتقاد کے برعکس ہی اور اگر مساوات کا ارادہ رکھتا تھا کہ زید آیا ہے یا بکر یا عمرو یا کوئی اور شخص پس بیشک یہ قصر تعین ہوگا کیونکہ اُسکا خاص یہ مطلب نہ تھا کہ زید ہی آوے یا عمرو یا بکر بلکہ اُسکا یہ مطلب تھا کہ کوئی ہو اور مطلب اُسکا طلب تعین اور رفع اشتباہ تھا سو وہ بکر کے کہنے سے حاصل ہوگیا مگر اُس صورت مین اُسکا جواب مشکل ہے کہ سامع خالی الذہن ہو اور ان دونون مین سے کسی کا تصور نہ رکھتا ہو پھر بھی کہ سکتے ہین کہ اس قسم کی مثالین بہت کم واقع ہوتی ہین۔ یہ مختصر طور پر بیان قصر افراد اور قصر تعیین اور قصر قلب کا ہے۔

شرائط قصر

قصر افراد مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو شرط ہے کہ دونون صفات باہم متنافی و متبائن ہون پس اس صورت مین یہ نہین کہا جائے گا کہ زید بینا ہے نہ نابینا کیونکہ قصر افراد مین شرط ہے کہ مخاطب اعتقاد شرکت کا رکھتا ہو اور کوئی عاقل یہ اعتقاد نہین کر سکتا کہ زید ایک ہی حالت مین بینا بھی ہو اور نابینا بھی اور قصر قلب مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو یہ شرط ہے کہ مخاطب ایسے معنون کا اعتقاد رکھتا ہو کہ ایک نوع کی تنافی اُن مین پائی جاے پس یہ نہین کہا جا سکتا کہ زید کھڑا ہے نہ شاعر ہے کیونکہ قصر قلب مین شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور یہ اُس صورت مین ممکن ہے کہ دونون امر ایسے ہون کہ اُن مین ایک نوع کی تنافی پائی جاے جیسا کہ کہین زید کھڑا ہے نہ بیٹھا اور شاعری ایک صفت علحدہ ہے اور کھڑا ہونا صفت علحدہ اور اُس قصر قلب مین جس مین قصر صفت کا موصوف پر ہو یہ شرط جاری نہین ہو سکتی پس جو شخص اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ زید آیا ہے نہ عمرو تو اُس کو یون جواب نہین دے سکتے کہ زید ہی آیا ہے نہ عمرو اسلیے کہ آنے کے وصف مین دو موصوفون کا جمع ہونا ممکن ہے پس اس مین تنافی ہونا شرط نہین بلکہ کبھی تنافی نہین پائی جاتی جیسے اس مثال مین کہ زید ہی آیا ہے نہ عمرو اور کبھی پائی جاتی ہے جیسے سوا عمرو کے زید کا باپ نہین اسلیے کہ یہ قصر صفت کا ہی موصوف پر قصر قلب کے قبیل سے اور یہ ممکن نہین کہ دو موصوف زید کا باپ بننے کی صفت مین جمع ہون

اور قصر تعیین میں کبھی قصر افراد کی شرط پائی جاتی ہے اور کبھی قصر قلب کی یعنی کبھی قصر قلب کی طرح دونوں صفات باہم متنافی ہوتے ہیں اور کبھی قصر افراد کی طرح متنافی نہیں ہوتے پس قصر تعیین کی مثالوں میں سے بعض مثالیں قصر قلب کی ہوسکتی ہیں اور بعض قصر افراد کی۔

قصر کے استعمال کے طریق

قصر کا استعمال سات طور پر ہوتا ہے (۱) عطف کے ساتھ (۲) نفی و استثنا سے (۳) کلمہ ہی کے ساتھ (۴) تقدیم و تاخیر سے (۵) مسند الیہ کی تکرار سے (۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شئے کو ثابت کرنے سے (۷) بعض الفاظ سے۔

اب اس اجمال کی تفصیل مفصل ذکر کیجاتی ہے۔

(۱) عطف کے ساتھ قصر

مثال قصر افراد میں قصر موصوف کی صفت پر یہ ہے کہ زید منجم ہے نہ شاعر۔

مصحفی

مزاج انکا تمسخر اسقدر پڑا ہے کہ وہ	ہنسی سمجھتے ہیں اس بات کو نہ جرم کبیر

وہ موصوف ہے اور ہنسی سمجھنا اور جرم کبیر سمجھنا صفات ہیں پس ان میں سے پہلی صفت پر موصوف قصر کیا ہے۔ اور عبد الحلیم شرر کی اس عبارت میں "برٹش حکومت نے اُردو کو عدالت کی کرسی تک نہیں پہونچایا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ خاک سے اُٹھایا اور آسمان پر پہونچایا" بلکہ جب نفی کے بعد آتا ہے تو تابع کے لیے اثبات کا فائدہ دیتا ہے اس وجہ سے حصر پیدا ہوتا ہے بخلاف اسکے کہ اثبات کے بعد آتا ہو تو متبوع سے اثبات کا رفع نہیں کرتا بلکہ اسکو مسکوت عنہ کے حکم میں کر دیتا ہے اسلیے قصر کا فائدہ نہیں بخشتا پس مثال مذکور میں عدالت کی کرسی تک پہونچنے کی اُردو سے نفی ہوتی ہے اور خاک سے اُٹھائے جانے اور آسمان تک پہونچائے جانے کا اسکے لیے اثبات ہوا ہے۔

ترجمہ مثنوی روم مؤلفہ راسخ

یہ نہیں اپنے لیے تیری قسم	بلکہ تیرے واسطے ہے رنج و غم

ظفر

رخ کو تیرے نہ کہوں برق نہ شعلہ نہ قمر	بلکہ خورشید جہانتاب کہے تو کہدوں

نوبہار اُمید

لکھنے کے وقت نہ تھا اُسکے قلم کا دہ صریر	بلکہ تھا اُسکے لیے بہجت و شادی کا صفیر

تپش

نہ مار اب مجھے بلکہ دے مجھکو کھوں	وہی گفتگو پیار کی مجھسے بول

میر

شہر مین جو نظر پڑا اُس کا	کشتۂ ناز یا تغافل تھا

کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ شہر کے لوگ بہت سے اوصاف سے موصوف ہونگے تو یہ کہنے سے کہ ہر شخص کو اُسکے ناز یا تغافل کا کشتہ پایا یہ اعتقاد اُس کا باطل ہو جائے گا اور تمام اہل شہر کا قصران دو صفات مین قرار پائیگا۔

قصر قلب مین قصر موصوف کا صفت پر

لمؤلفہ

گریہ زیبا ہے نہ خندہ تجھکو	حال پر میرے ارے او بدخو

معشوق موصوف ہے اور گریہ و خندہ دو صفات ہین اور ان دونون مین تنافی ہی پس ان مین سے صرف ایک ہنسنے کی صفت پر قائل نے معشوق کا قصر کر دیا۔

ہادی

دل ہوا ہادی نہ آگہ سُنکے حال رفتگان	بلکہ بہر خواب غفلت یہ بھی اک افسانہ تھا

دل موصوف ہی اور حال رفتگان سُنکر آگہ نہونا اور خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونا یہ دو صفات تنافی ہین کیونکہ خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونے سے مراد غافل ہو جانا ہے اور ظاہر ہے کہ آگہ یعنے ہوشیار نہونے اور غافل ہو جانے مین تنافی ہی۔

مولوی محمد اسمٰعیل

نہین قصّہ یہ دل لگی کے لیے	بلکہ عبرت ہے آدمی کے لیے

قصّہ موصوف ہے اور دل لگی اور عبرت یہ دو صفات تنافی ہین پس ان مین سے صرف دوسری صفت پر موصوف کا قصر کر دیا نسیم کا یہ شعر بھی اسی مثال مین ہی۔ ؎

سُوجھین وہ کہ یہ نہین سُجھتی	ہے بلکہ برنگ زلف اُلجھتی

بکاؤلی جسکی طرف وہ کی ضمیر راجع ہی موصوف ہے اور سُلجھتی اور اُلجھتی دو صفات تنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر اُسکا قصر کردیا ہے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

باہنر تو سرکشی کرتے نہین	بلکہ سر کو اور دیتے ہین جُھکا۔

سرکشی کرنا اور سر کو جُھکانا دو صفات منافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر باہنر کا قصر کیا ہے

ظفر

دیکھے دل اُس زلف کو ہمنے نہ دیکھا فائدہ	بلکہ اس سودے مین ہمکو ہمنشین گھاٹا ہوا

فائدہ اور گھاٹا دو صفات تنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر متکلم نے اپنا قصر کیا ہے۔

مولوی ظفر علی خان بی اے

لام کاف آپ ذرا چھوڑیئے اِسکا نہین وقت	بلکہ یہ وقت ہے اسکا کہ بندے شرق پہ لام

قصر افراد اور قصر قلب کے لیے ہمنے علٰحدہ علٰحدہ مثالین اسلیے ذکر کی ہین کہ موصوف سے صفت پر قصر مین قصر افراد کی مثال قصر قلب کے قابل نہین ہوسکتی اسلیے کہ قصر افراد مین یہ شرط ہے کہ دونون صفات مین باہم منافات نہو۔ اور قصر قلب مین یہ شرط ہے کہ دونون صفات مین کسی قسم کا تقابل اور منافات ہو گریہ اور خندہ ہوشیار ہونا اور غافل ہونا دل لگی اور عبرت سرکشی کرنا اور سر کو جُھکانا سُلجھتی اور اُلجھتی۔ فائدہ۔ اور گھاٹا۔ وقت ہونا اور وقت کا نہونا ایسے وصف ہین کہ باہم منافات رکھتے ہین اس لیے یہ قصر قلب کے قبیل سے ہین اور زید کے منجم وشاعر ہونے مین تنافی نہین اور نہ ہنسی سمجھنے اور جرم کبیر سمجھنے مین منافات ہے ۔ اور نہ قلم کا صریر ہونے اور بہجت وشادی کا سفر ہونے مین تنافی ہے اور نہ عدالت کی کُرسی تک پہونچا سےنے اور خاک سے اُٹھاکر آسمان پر پہونچانے مین منافات ہے اور نہ اپنے لیے ہونے اور تیرے لیے ہونے مین منافات ہے اور نہ رُخ کو برق وشعلہ وقمر کہنے اور خورشید جہانتاب کہنے مین اور نہ مارنے اور کھولدینے مین منافات ہے پس یہ تمام مثالین قصر افراد کی ہین اسی طرح میر کے شعر مین بھی کشتۂ ناز ہونے اور کشتہ تغافل ہونے مین منافات نہین اسلیے وہ بھی قصر افراد کے قبیل سے ہے۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر زید شاعر ہے نہ خالد یہ مثال قصر افراد مین بھی کام آسکتی ہے

اور قصر قلب مین بھی جیسا موقع ہوگا دہان ویسا اعتبار کر لیا جائے گا اگر قصر افراد کا موقع ہوگا
تو اس کو قصر افراد کی مثال مان لینگے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ صفت
شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونون متصف ہین تو متکلم نے یہ کہکے کہ اس صفت سے زید ہی
متصف ہے خالد کو شاعری نہین آتی اُسکے اُس اعتقاد کو باطل کر دیا کہ دونون شاعر ہین پس یہان
افراد کا قصر شاعری پر ہو گیا اور اگر قصر قلب کا موقع ہوگا تو اس کی مثال مان لینگے اور اس
کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ خالد شاعر ہے زید شاعر نہین تو قائل کے یہ کہنے
سے کہ زید شاعر ہے نہ خالد اُسکا وہ اعتقاد باطل ہو جائے گا اور اس مین قلب اور عکس اُسکے
اعتقاد کا ہے کیونکہ جس کو وہ شاعر جانتا تھا متکلم نے اُس کی شاعری کو باطل کر دیا اور جسکو
شاعر نہ جانتا تھا اُس کو شاعر مانا پس اس ایک مثال کے دونون جگہ کام آنے کی تفصیل
معلوم ہو گئی اسیطرح اور بھی وہ مثال قصر افراد کی ہوگی وہ قصر قلب مین اور بالعکس کام آسکے گی بشرطیکہ قصر صفت کا
موصوف پر ہو کیونکہ صفات کی تنافی قصر قلب مین اور عدم تنافی قصر افراد مین صرف موصوف کے صفت پر قصر مین شرط
ہے اور صفت کے موصوف پر قصر مین اس کی ضرورت نہین کیونکہ یہان خود دونون موصوفون
مین علانیہ تنافی موجود ہوتی ہے پس یہان دونون قصرون کا فرق مخاطب کے اعتبار
کے موافق ہوتا ہے۔ سہ

یون ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزارون ہین		بدنامی کو اک حسرت اک میر ہین اور ہم ہین	

جن لوگون کو یہ اعتقاد تھا کہ فن شاعری مین بہت سے لوگ کمال رکھتے ہین تو قائل نے یہ
کہکر کہ اس فن مین بدنام یعنی نامور ہم دو ہی شخص ہین اُنکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا اور اس فن کے
کمال کا قصر دو شخصون کے ساتھ کر دیا اور یہ قصر افراد کی صورت ہی اور قصر قلب کی صورت یہ کہ
کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ فن ریختہ گوئی مین میر اور حسرت نامور نہین اُنکے سوا دوسرے شاعر
نامور ہین تو قائل کے یہ کہنے سے کہ میر اور ہم اس فن مین نامور ہین اُسکا وہ اعتقاد باطل ہو جائیگا
اور اس مین اُسکے اعتقاد کو قلب کر دیا ہے۔

مومن

لائق جور وجفا ہے وہ نہ مین		مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین	

ہر مصرع مین موصوف وہ اور مین ہین اور انکا ماقبل صفت ہی پہلے مصرع مین لائق جور وجفا
ہونے کی صفت کا قصر اُسپر ہی اور دوسرے مصرع مین مفتری فتنہ بلا ہونے کی صفت کا قصر اُسپر ہی

اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ اور متکلم دونوں لائق جور و جفا اور مفتری فتنہ بلا ہیں تو اس اعتقاد کے مقابلے میں یہ قول قصر افراد ہوگا اور اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ لائق جور و جفا اور مفتری فتنہ بلا نہیں متکلم ایسا ہی تو اُس اعتقاد کے مقابلے یہ قول قصر قلب ہوگا۔

ولہ

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ میں	لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ میں

پہلے مصرع میں خوے ستم آرا اور میں دو موصوف ہیں اور قابل ترک ہونا ایک صفت ہے جس میں دونوں موصوف شریک سمجھے گئے ہیں اور دوسرے مصرع میں رنجش بیجا اور میں دو موصوف ہیں اور لائق سہو ہونا ایک صفت ہے جس میں دو شریک سمجھے گئے ہیں لیس قائل نے قابل ترک کا قصر خوے ستم آرا پر کردیا اور لائق سہو ہونے کا قصر رنجش بیجا پر کردیا۔

یہ صورت قصر افراد کی ہے اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ متکلم قابل ترک نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو تھا نہ رنجش بیجا تو یہ قصر قلب ہوگا۔

ولہ

چھوڑ دینا تھا تمھیں جھوٹ قسم کو نہ مجھے بھول جانا تھا جفاے بیجم کو نہ مجھے	دل سے کھونا تھا اس انداز ستم کو نہ مجھے نیست کردینا تھا اندوہ الم کو نہ مجھے

غالب

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر	دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

اور یہ ظاہر ہی کہ جو مثال قصر افراد اور قصر قلب کی ہی وہ قصر تعیین کی بھی مثال ہوسکتی ہی کیونکہ یہ باعتبار اختراط کے دونوں سے عام ہے۔

(۲) نفی و استثنا سے قصر

استثنا کے معنی لغت میں نکالنے کے ہیں اور اہل نحو کی اصطلاح میں استثنا نکالنا ایک چیز کا ہی اُس حکم میں سے جس میں اُس کا غیر داخل ہے کلمۂ استثنا کے ذریعہ سے تاکہ معلوم ہوجائے کہ اُس نکلی ہوئی چیز کی طرف وہ حکم منسوب نہیں ہے جو غیر کے ساتھ نسبت کیا گیا ہے جس میں سے نکالتے ہیں اُس کو مستثنیٰ منہ کہتے ہیں اور جس کو نکالتے ہیں اُس کو مستثنیٰ بولتے ہیں اور جن حرفوں سے استثنا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ حروف استثنا کہلاتے

ہین اور استثنا مین نفی سے اثبات اور اثبات سے نفی ہوتی ہے یعنے اول منفی ہو تو دوسرا مثبت ہوتا ہی اور اگر اول مثبت ہو تو دوسرا منفی ہوتا ہے مگر یہ نفی و اثبات ضمناً و اشارۃً سمجھے جاتے ہین الفاظ کلام سے مقصود نہین ہوتے مقصود تو صرف اُن افراد پر حکم ہوتا ہے جو استثنا کے بعد باقی رہتے ہین کیونکہ اہل نحو کا اتفاق ہے اس بات پر کہ استثنا مین تین چیزین ہوتی ہین ایک مستثنےٰ کا مستثنےٰ منہ سے نکالنا دوسرے استثنا کے بعد جس قدر افراد باقی رہتے ہین اُن پر حکم کا ہونا مقصود ہونا بغیر اسکے کہ قدر مستثنےٰ مین نفی و اثبات کا قصد کیا جائے اگرچہ یہ لازم ہوتے ہین تیسرے نفی سے اثبات کا اور اثبات سے نفی کا ضمناً و اشارۃً سمجھا جانا بغیر قصد و عبارت کے اور علماے معانی کہتے ہین کہ استثنا تشریک کی نفی کے لیے موضوع ہی یعنے مستثنےٰ منہ کے افراد مین سے جو کوئی مستثنےٰ سے غیر ہی وہ حکم مین مستثنےٰ کا شریک نہین ہوتا اور اس سے تخصیص لازم آتی ہے یعنی حکم کا ثبوت مستثنےٰ کے لیے لازم آتا ہی اور اُن افراد کے لیے جو مستثنےٰ کے ماسوا ہین حکم کی نفی لازم آتی ہے علماے معانی اس تخصیص کو قصر کہتے ہین پس قصر اُسی استثنا سے ہوتا ہے جو نفی کے بعد ہو اگر ایجاب کے بعد ہوگا تو وہ قصر کے لیے نہین بلکہ اُس سے حکم ایجابی کی تصحیح مقصود ہوتی ہے پس وہ صرف حکم کے لیے بمنزلے قید کے ہی پس جیسے مردان عالم آئے قصر کا فائدہ نہین بخشتا اسی طرح آدمی آئے مگر جاہل قصر کا فائدہ نہ بخشے گا اور اگر یون کہینگے کہ نہین آیا مگر زید تو قصر کا فائدہ حاصل ہوگا اسلیے کہ مقصود اس سے یہی کہ حکم زید پر مقصور کیا جائے اور اگر صرف تحصیل حکم منظور ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید آیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افراد مین

مثنوی عابد

راہ مین اُس کو نہ تھی کچھ فکر اور	ہان مگر ہر بات مین کرتا تھا غور

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی اس طرح کہ کسی کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ عابد کو راہ مین بہت سی چیزون کی فکر ہوگی پس یہ کہکر کہ صرف غور کرتا تھا اسکے سوا کسی چیز کی فکر نہ تھی اُس کے اعتقاد کو باطل کر دیا۔

مومن

نہ وہ خالق ہی مگر ہے اثر باعث خلق	نہ وہ رازق ہی مگر قاسم رزق مقسوم

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ خالق اور اثر باعث خلق ہے پس یہ کہکر کہ خالق نہین مگر اثر باعث خلق ہے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا اسی طرح سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ رازق بھی ہے اور قاسم رزق مقسوم بھی ہے متکلم نے جب یہ کہا کہ وہ رازق نہین مگر قاسم رزق مقسوم ہے تو اُس کا وہ اعتقاد باطل ہو گیا۔

قادر شاگرد طالب علی خان عیشی

جو کہ موسیٰ کو تجلی کا تماشا دکھلائے	کوئی شے دوسری ایسی نہین الا ہی وہ رخ

محشر

محشر نہین ہی عرصۂ عالم مین بالیقین	غیر از علی جوان بجز ذوالفقار تیغ

حالی

کچھ نہین زاد راہ پاس اپنے	مگر امید عفو رب غفور

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب مین

قلق

سب طرح خوش تھا وہ خجستہ نہاد	غم نہ تھا کچھ بجز غم اولاد

یہان قصر موصوف کا صفت پر اس طرح بنتا ہی کہ کسی کو اعتقاد اس بات کا ہو کہ غم اولاد کا اور اُسکے سوا دوسری چیز کا بھی ہو گا پس جب قائل نے یہ کہا کہ سوائے غم اولاد کے اور کوئی غم نہ تھا اولاد ہی کا غم تھا تو قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا اور چونکہ غم ہونے اور غم نہونے مین تنافی ہی اسلیے قصر قلب ہے

غلام حسین شکیبا دہلوی شاگرد میر

نیم بسمل اُسنے گر چھوڑا شکیبا غم نہین	پر یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اُٹھ گیا

شاعر نے مخاطب کے اس اعتقاد کو باطل کیا ہی کہ اس نیم بسمل کو متعدد چیزون کا غم ہو گا پس جب شاعر نے یہ کہا کہ سوائے اسکے اور کوئی غم نہین کہ دست قاتل کا اعتبار اُٹھ گیا تو قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا اور غم نہونے اور غم ہونے مین تنافی ہے۔

ذوق

نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ مین عمر رفتہ کا	مگر مجھے تو داغ معصیت کو نقش پا نہ مجھے

متکلم موصوف ہی اور سمجھ مین آگے اور سمجھ مین نہ آنا یہ دو صفتین ہین جو دونون باہم تنافی ہین پس استثنا کرنے سے قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا۔

غالب

حال دل نہیں معلوم لیکن اسقدر یعنی
ہمنے بارہا ڈھونڈا تمنے بارہا پایا

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی اسطرح کہ مخاطب کواس بات کا اعتقاد تھا کہ قائل کو دل کے سبب سے حال معلوم ہین تو اُسنے یہ کہکر کہ دل کا صرف یہی حال معلوم ہی اُن حالات کا قصر کر دیا اور دل کا حال معلوم ہونے اور نہونے مین منافات ہی - اسلیے قصر قلب ہی -

انیس

فضل حیدر سے جہان مین ہو تمین وہ روئین تن
کہ کبھی کھینچکے گر تیغ بھی دشمن مارے

تو مجھے کچھ نہو معلوم مگر اتنا ہو
چھڑی پھولون کی جیسے کوئی سمدھن مارے

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی کہ اگر مخاطب کا یہ اعتقاد ہو کہ قائل نہایت کمزور ہی کسی صدمے کی برداشت نہین کر سکتا تو یہ کہکر کہ مجھے دشمن کی تلوار سمدھن کی پھولون کی چھڑی کی طرح معلوم ہوگی اسکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا - معلوم نہونے اور معلوم ہونے مین تنافی ہی اس سبب سے قصر قلب ہی -

مثال قصر صفت کی موصوف پر خواہ قصر افراد ہو یا قصر قلب

میر حسن

نہین ہمسر اُس کا کوئی جز علیؑ
کہ بھائیؐ کا بھائی وصیؐ کا وصی

یہ اُس شخص کے اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے ہے جسکا اعتقاد یہ ہو کہ پیغمبر کا ہمسر علی اور کوئی اور بھی ہی یا صرف اور کوئی شخص اُنکا ہمسر ہی پس اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ پیغمبر کا ہمسر علی اور کوئی دوسرا شخص بھی ہی تو قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ اُن کا ہمسر فقط اور شخص ہی تو قصر قلب ہوگا -

مہر

جز آہوے چشم ابلق یار
ابلق کوئی ہرن نہ دیکھا

حالی

اُمید نہین ہند کے راحت طلبونکو
راحت کی کسی سائے مین جز سایۂ قیصر

ہوس

جز آہ نہ تھا رفیق کوئی
جز گریہ نہ تھا شفیق کوئی

سودا

واقف اسرار اُسکا کون چھُٹ اسرار حق　　راز کا اُسکے نہین جز راز حق کے راز دان

حسرت

فلک نے کوئی اسباب طرب باقی نہین چھوڑا　　مگر باقی ہی غم اُسکا بڑی یہ شادمانی ہے

ناسخ

سوائے مکر زمانے مین رسم و راہ نہین　　وہ کون جا ہی جہان چاہ زیر کاہ نہین

(۳۳) قصر کلمہ ہی کے ساتھ جو مفید حصر ہا کی

جب ہی کے ساتھ ضمائر منفصلہ اور اسم اشارہ کے الفاظ ملتے ہین جیسے یہ - وہ - اُس - تو اکثر حرف ہا گر جاتا ہے اور جب لفظ ہم اور تم اور اُن ملتے ہین تو آخر مین ایک نون غنہ اور بڑھ جاتا ہے -

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افراد مین

زید شاعر ہی ہی کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ زید شاعر بھی ہے اور فقیہ بھی ہی تو اسکے اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے کہا جائیگا کہ زید شاعر ہی ہی یعنے اس صفت کے سوا کوئی اور صفت نہین رکھتا -

جرأت

اس گلعذار بن تو عزیز و چمن کے بیچ　　کچھ لطف سیر ہمکو نہین ہے بہار کا
روتے ہی اور تڑپتے ہی گذرے ہی روز و شب　　بچنا محال ہے دل زار و نزار کا

عزیزون کو یہ اعتقاد تھا کہ متکلم کو روز و شب روتے اور تڑاپتے اور دوسرے کام کرتے گذرتا ہو گا تو اُنکے اس اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے متکلم نے کہا کہ مجھے روز و شب روتے اور تڑپتے ہی گذرتا ہی -

حالی

شاعرون مین بھی ہے یہی تکرار　　خوشنویسون کو ہے یہی آزار

لوگون کو اعتقاد تھا کہ شاعرون مین کئی قسم کی تکرار ہی اور خوشنویسون کو کئی آزار ہین تو قائل نے شاعرون کی تکرار اور خوشنویسون کے آزار کا ایک ایک چیز مین قصر کر دیا -

کہتے ہین اثر ہیگا روتے مین یہ ہین باتین
اک دن بھی نہ یاد آیا روتے ہی کٹین راتین

سامع کو اعتقاد تھا کہ متکلم کی راتین سوتے اور ہنستے اور روتے یا کسی اور طرح کٹی ہونگی قائل نے کہا کہ راتین روتے ہی کٹین اُسکے اعتقاد کو باطل کر دیا اور اپنی راتون کے کٹنے کا ایک صفت مین قصر کر دیا۔

ہوس

تا تشنہ جگر ہو کوئی سیراب	ہے بس یہی لطف چشمۂ آب

چشمۂ آب موصوف ہے اور تشنہ جگر کو سیراب کرنا صفت ہے سامع کو اعتقاد تھا کہ چشمۂ آب کے لطف متعدد ہین پس قائل نے یہ کہکے کہ اُسکا صرف یہی لطف ہے کہ تشنہ جگر اُس سے سیراب ہو۔ اس صفت مین اُسکے لطف کا قصر کر دیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب مین

غالب

روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون	دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ اُسکے دل نہین سنگ و خشت ہے پس متکلم نے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کرنیکے لیے کہا کہ دل ہی ہے سنگ و خشت نہین پس یہان قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا یہ قصر قلب ہے کیونکہ دل مین اور سنگ و خشت مین تنافی ہے۔

ولہ

غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی	ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے

معشوق یہ اعتقاد تھا کہ عاشق رقیب کو میرا دشمن جانتا ہے حالانکہ وہ مجھسے محبت رکھتا ہے پس عاشق نے یہ کہکر کہ ہم اسکو تسلیم کرتے ہین کہ عدو کو تجھ سے دشمنی نہین محبت ہے معشوق کے اُس اعتقاد کو باطل کر دیا چونکہ دشمنی و محبت مین منافات ہے اسلیے یہ قصر قلب ہے

قصر صفت کا موصوف پر

ذوق

ورنہ جائے داغ عصیان میرا دامان چھوڑکر	کام تیرا ہی تھا اے ابر رحمت تجھے

ابر کے اس اعتقاد کے باطل کرنے کو کہ داغ عصیان میرے سوا دوسرے سے بھی زائل ہو سکتے ہین شاعر نے اس کام کا قصر ابر پر کر دیا یہ قصر افراد ہے اور اگر یہ اعتقاد تھا کہ داغ عصیان دوسرے ہی سے زائل ہو سکتے ہین تجھسے زائل نہین ہو سکتے تو ابر پر اُسکا قصر کرنے سے قصر قلب ہو گا۔

درد

جگ مین آکر ادھر اُدھر دیکھا	تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

نظر آنے کی صفت کا قصر مخاطب پر کردیا ہی پس اگر اس اعتقاد کے مقابل سمجھا جائے کہ مخاطب اور اُسکے ساتھ دوسری چیزین متکلم کو نظر آتی ہین تو یہ قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ مخاطب تو نہین نظر آتا دوسری چیزین نظر آتی ہین تو اب قصر قلب ہوجائیگا۔

نسیم

تیرا ہی تو ہے فساد مردار	داماد کو گل دیا نہ مجھے خار

یعنے اور کسی کا فساد نہین تیرا ہی فساد ہے۔

انیس

خادم شہ دین کے ہین تو عباس علی ہین	اس عہدے کے لائق جو اگر ہین تو وہی ہین

ولہ

صورت یہی شوکت یہی اجلال یہی ہے	ثروت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی نقد یہی مال یہی ہے	گوہر یہی یاقوت یہی لال یہی ہے

ذوق

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا	دل بیمار کے ہین دو ہی عیادت والے

واجد علی شاہ

مجھی کو واعظا پند و نصیحت	کبھی اُس کو بھی سمجھایا تو ہوتا

سودا

فزود اُسکا سدا جاہ و حشم رکھ	اُسی کو صاحب سیف و قلم رکھ

قلق

بُرج شاہی دکھا کے کہنے لگا	یہی بُرج شرف ہے اُس مہ کا

غالب

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے	تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے
ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے	تمھین بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

داغ

جب کہا اور بھی دنیا مین حسین اچھے ہین
کیا ہی جھنجھلا کے وہ بولے کہ ہمین اچھے ہین

(۴) ایسی چیز کی تقدیم سے قصر حاصل ہوتا ہے جسکا حق یہ ہے کہ وہ موخر ہو

(الف) مسند کو مسند الیہ پر مقدم کر دینے سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ مسند الیہ معرفہ ہو اگر نکرہ ہو گا تو یہ فائدہ حاصل نہو گا۔

سودا

سودا جہان اپنی زبانی تو ہے
آفاق مین خاقانی ثانی تو ہے
ذی نطق کا ہر چند نہین تو خالق
پر نطق کا خلاق معانی تو ہے

اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی مسند ہین اور تو ضمیر مخاطب منفصل مسند الیہ ہے اور یہان اس تقدیم سے قصر مخاطب کا اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی پر ہوتا ہے اور یہ قصر صفت کا موصوف پر ہے اور یہان قصر افراد اور قصر قلب دونون بن سکتے ہین کیونکہ اگر متکلم کا یہ قول بس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے ہے کہ خاقانی ثانی اور خلاق معانی اور اپنی زبانی ہونے مین سودا کے شریک دوسرے شعرا بھی ہین تو یہ قصر افراد کی صورت ہے اور اگر اس اعتقاد کے رد کے لیے ہے کہ سودا خلاق معانی اور خاقانی ثانی اور جہان اپنی زبانی نہین ہے تو قصر قلب ہو گا کیونکہ اس مین متکلم نے اُس تمام اعتقاد کو بدل ڈالا ہے۔

حالی

جان اور مال سے نمرود کو کھویا تو نے
اور فرعون کو دریا مین ڈبویا تو نے
مصر مین قید سے یوسفؑ کو نکالا مین نے
اور ایوبؑ کے بیڑے کو سنبھالا مین نے

(ب) بعض معمولات فعل کی تقدیم سے دوسرے معمولات پر قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

کیا مگس بیٹھے بھلا اُس شعلہ رو کے جسم پر
اپنے داغوں سے جلا دیتے ہین پروانے کو ہم

جلا دیتے ہین کا فاعل ہم ہے اور پروانہ مفعول ہے اور مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ دیتی ہے۔

صفیر

کوئی تسخیر ہے افسون ہے یا اعجاز آنکھون مین
لبھا لیتا ہے دل کو وہ بت طناز آنکھون مین

دل کو مفعول ہی اور بت طناز اُسکا فاعل ہی

ظفر

چمن سے ڈھونڈھتا آوے ہزار تا بازار	نیا دے رنگ پریدہ کے پر سراغ کو گل

رنگ پریدہ کا سُراغ مفعول ہی گل فاعل ہے۔

امیر

توبۂ سے کیا پشیمان ہین	زاہد دیکھ کر گھٹا ئین ہم

بعض محققین کہتے ہین کہ مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ نہین دیتی یہی قول مرجح ہی۔

(ج) فعل پر مفعول کی تقدیم سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے۔

میر حسن

نہ حمد مین تیری عزوجل	تجھے سجدہ کرنا چلون سر کے بل

قصۂ شاہ روم

خدا کو یاد کر اے پتلۂ خاک	بنایا جسنے تجھکو ایسا چالاک

مصرع اول مقصود بالتمثیل ہی۔

(د) حال کی تقدیم سے بھی فعل پر قصر پیدا ہو جاتا ہی مثلاً۔

ہوس

روتا ہوا وہ بحالت وجد	فریاد کنان گیا سوے نجد

جواد علیخان ہوس

خندان خندان جدھر پھرا وہ	گریان گریان اِدھر سے گئے ہم

نواب محبوب علیخان آصف

گھلتے گھلتے عاشق بیمار تیرا مر گیا	دلمین زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا

(ر) فعل پر مجرور کے مقدم کر دینے سے بھی قصر پیدا ہوتا ہی جیسے۔

داغ

زلال لطف کی تاثیر سے مٹ جائے شور ایسا	یقین ہی اب نہ نکلے حشر تک کوئی کنوان کھاری

تاثیر مضاف زلال لطف بترکیب توصیفی مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مجرور ہی اور حرف سے جو سبب کا فائدہ دیتا ہی جار ہے اور یہ جار مجرور سے ملکر متعلق ہی مٹ جائے سے جو فعل ہی۔

شاہ غلام اعظم افضل

جب سے کہ ترے نور رخ صاف کو دیکھا | خواہش نہیں اب رشک مہ ماہ کسی کی

جب بمعنے جس وقت مجرور ہی اور سے حرف جار ہی۔

امداد

زلف میں کرتا ہی اغیار جو آ کے شانہ | پھر کہو دل یہ پریشان رہے یا نہ رہے

زلف مجرور اور میں جار ہی۔

میر علی سجاد

ان آنکھوں پہ دم نکل رہا ہے | مجھپر نہ نکال یار آنکھیں

ان آنکھوں مجرور ہی اور پہ حرف جار ہے۔

(۵) مسند الیہ کی تکرار سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہی

انیس

ولی ولی کی صدا اٹھی جہان جہان پہونچا | علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

علی مسند الیہ ہی اور نظر آئے مسند ہی اور علی کی تکرار قصر کا فائدہ دیتی ہے یعنی علی کے سوا کوئی نظر نہیں آیا۔

(۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شے کا ذکر بطریق اثبات کے کیا جاتا ہے تو وہاں بھی قصر پیدا ہوتا ہے

سراج

کیا خاک آتش عشق نے دل بینوائے سراج کو | نہ حذر رہا نہ خطر رہا مگر ایک بے خطری رہی

اس مثال میں کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مگر کے لفظ سے قصر پیدا ہوا ہی کیونکہ بغیر اسکے بھی قصر ثابت ہے بنظر مزید احتیاط دوسری مثال دیجاتی ہی۔

محسن

کشور کا کل پہ پیچ و خم سے سرور ہے
نہ خطا ہی نہ ختن تھے نہ یہ عنبر سر ہے

میر حسن

نہ سُدھ بُدھ گھر کی لی اور نہ منگل کی لی ۔ نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

(۷) قصر ان الفاظ سے ہوا کرتا ہے

فقط ۔ صرف ۔ تنہا ۔ اکیلا ۔ محض ۔ خاص ۔ وغیرہ ۔

نواب مرزا شوق

ناک میں نیم کا فقط تن کا پھٹا ۔ شوخی چالاکی مقتضا سن کا

انشا

کب چاہوں ہوا میں صرف ملاقات کی ٹھہرے ۔ تب خوش ہو مرا دل کہ جب اُس بات کی ٹھہرے

مومن

تھا میں اس گھات میں کہ گر اک آن ۔ ملے تنہا وہ راحت دل و جان

عذر تحریک اضطراب کرون ۔ شکوۂ جوش پیچ و تاب کرون

شہید

دیکھا کیلے کے درختوں میں چھپا ۔ ایک لڑکا ہے اکیلا بیٹھا

غالب

خاص وہ آم جو نہ ارزان ہو ۔ نوبر نخل باغ سلطان ہو

لمؤلفہ

ہے جو تجھکو اُمید وصل دلبر ۔ یہ محض تری خام خیالی ہے مگر

وہی چاہے تو اُس سے کچھ دُور نہیں ۔ نجمی رکھ تو خدا کی قدرت پہ نظر

تنبیہ جیسا کہ مسند الیہ و مسند میں قصر واقع ہوتا ہے ویسا ہی فعل اور فاعل اور فاعل و مفعول وغیرہ میں بھی قصر واقع ہوتا ہے فعل و فاعل میں قصر ہونے کی مثال یہ ہے ”نہیں آیا مگر زید“ اور فاعل و مفعول میں قصر کی مثال یہ ہے ”زید نے نہیں مارا مگر عمرو کو“ اور ”نہیں مارا عمرو کو مگر زید نے“ اور دو مفعولوں کے باہم قصر ہونے کی مثال یہ ہے ”میں نے نہیں دیا زید کو مگر گھوڑا“ پس استثنا میں مقصور علیہ کو مع حرف استثنا کے مقصور کے بعد لاتے ہیں پس اگر فاعل پر قصر مقصود ہوگا تو کہینگے ”نہیں مارا عمرو کو مگر زید نے“ یہان فاعل مقصور علیہ ہے اور مفعول مقصور اور اگر قصر مفعول بہ مقصود ہوگا تو کہین گے

نہین مارا زید نے مگر عمر کو یہان مفعول مقصور علیہ ہے اور فاعل مقصور۔
اگر کہا جائے کہ قصر کی دو صورتین ہین ایک صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہے دوسرے موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہے حالانکہ فاعل و مفعول دونون ذات ہین نہ صفت پس ان مین قصر کیسے صحیح ہو سکتا ہے تو ہم جواب دینگے کہ فاعل کے قصر سے مفعول پر اور مفعول کے قصر سے فاعل پر یہ مراد ہے کہ جو فعل فاعل کا مسند ہوتا ہے اور جس فعل کے ساتھ مفعول متعلق ہوتا ہے اُن کا قصر ہوتا ہے نہ یہ کہ فاعل یا مفعولون کی ذاتون کا قصر ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مقصور علیہ اور حرف استثنا کو مقصور پر مقدم کر دیتے ہین اور اسوقت مین بھی حرف استثنا مقصور علیہ سے مؤخر رہتا ہے جیسے "نہین مارا مگر عمرو کو زید نے" اس مثال مین فاعل کا قصر مفعول پر ہے اور "نہین مارا مگر زید نے عمرو کو" اس مثال مین مفعول کا قصر فاعل پر ہے اور مستثنےٰ منہ عام ہونا چاہیئے تاکہ اخراج اُس سے ثابت ہو جائے اور یہ بھی شرط ہے کہ مستثنےٰ منہ جنس و صفت مین مستثنےٰ سے مناسبت رکھتا ہو چنانچہ سوائے زید کے اور کسی کو نہین مارا اس مثال مین کسی کو مستثنےٰ منہ ہے اور وہ عام ہے زید کا اخراج اُس سے ہو سکتا ہے اور جب مستثنےٰ منہ کی نفی کی جاتی ہے تو قصر پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ سوائے مستثنےٰ کے جنس مذکور مین کوئی شامل نہین رہتا۔

چھٹا بلاغ انشا کے حال مین ہے

یاد رکھو کہ انشا کا اطلاق دو چیزون پر ہوتا ہے ایک اُس کلام پر جسکی نسبت کیلئے جو اُس سے مفہوم ہوتی ہے امر خارجی جسکے ساتھ اُس کلام کی مطابقت یا غیر مطابقت کا قصد کیا جا سکے نہو دوسرے اُسکا اطلاق متکلم کے فعل پر ہوتا ہے اور وہ اس کلام کا القا ہے اور یہان انشا سے مراد یہ دوسرے معنی ہین نہ پہلے معنی پس انشا طلب کو متضمن ہو تو اُس مین یہ لحاظ ضرور رکھنا چاہیے کہ طلب کے وقت مطلوب غیر حاصل۔ حاصل ہووے کیونکہ حاصل کی طلب محال ہے چنانچہ اگر مردے کو کہین کہ مر جا تو یہ محال ہے کیونکہ مرا ہوا کیا مرے گا یا بیٹھے ہوے آدمی سے کہا جائے کہ بیٹھ غرض یہ ہے کہ طلب کے جتنے اقسام ہین سب مین یہ رعایت ضرور ہونی چاہیے پس اگر مطلوب ایسا ہے کہ پہلے حاصل ہو چکا ہے تو ایسے موقع پر اسکو اُسکے حقیقی معنون پر حمل نہین کیا جاتا بلکہ اُس کے اور معنے لیے جاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری کہ فی الحقیقت خبر ہے لیکن بظاہر انشا ہے اور نکتہ عامہ اس مین یہ ہے کہ مطلب اس قدر واضح ہے کہ گویا مخاطب بھی اُس کو جانتا ہے یہان تک کہ متکلم اُس مطلب کا اُس سے سوال کرتا ہے اور طلب کی پانچ قسمین ہین تمنا

استفہام - امر - نہی - ندا -

بیان تمنّا

تمنّا اسے کہتے ہین کہ کسی شے کے حصول کی طلب محبت کے طور پر کرنا اور اُس مین شرط نہین ہے کہ متمنی ممکن الوجود ہی ہو کیونکہ اکثر اوقات انسان طلب محال کی بھی کر لیتا ہے اور وہ محال یا محال عقلی - ہوگا مثلاً -

جرأت

مالوف طبع جس سے ہو یارب حبیبؔ کی ۔۔۔ ہو جائے کاش شکل مری اس رقیب کی

ظفر

نسر طائر بھی انھین دیکھکے کہتا ہے کاش ۔۔۔ دیوے مجھکو بھی بنا داور دادار شہپر

انشا

پیا لیان گل کی جو دھوئین تو بلا سے باجی ۔۔۔ کاش دھبّے کو بھی دے لگے مرے کچھ دھوتی مین

ولہ

کاش مستونکو نہ ملتی داڑھی اُگتے اُسکی جا ۔۔۔ پنبۂ مینائے صہبائے کہن کے رونگٹے

مومن

ہو پہنچتے وان تو اُس پردہ نشین کو دیکھتے ۔۔۔ کاش ہوتے چشم نرگس دیدۂ بادام ہم

ناظم

ہے شب وصل نہو کاش سحر آج کی رات ۔۔۔ عمر ساری مری ہوجائے بسر آج کی رات

نواب کلب علیخان

آرزو ہے کہ خنجر ہی بسمل ہوکر ۔۔۔ کاش یہ بھی مرے پہلو مین ہے دل ہوکر

ذوق

جا سکتے ضعف سے نہین کوچے مین اُسکے آہ ۔۔۔ پہنچائین کاش گریہ کی طغیانیون مین ہم

یا محال عادی - ہوگا جیسے -

داغ

بیکسی عذر شب ہجران کی مجھے تاب نہین
کاش دشمن ہی چلے آئین جو احباب نہین

میر

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق مین ۔ ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین

درد

بدخواہ اگر ملاپ ہوتا سے ملتے ۔ ای کاشکے عشق اختیاری ہوتا

اور کبھی متمنی ممکن ہوتا ہی مگر اسوقت مین بھی بالضرور اُسکے وقوع کی اُمید اور توقع نہین ہوتی اگر ایسا نہو تو وہ تمنا نہین رہے گی ترجی ہوجایگی ہر صورت اسکی مثال یہ ہی۔

شہیدی

ہو گئی ہی ہمت عالی مری معراج کی طالب ۔ آستر ہو طواف ای کاش تجھکو تیرے مرقد کا

مومن

ای اجل کل تو اُلٹ جائین شب ہجران مین نا ۔ وہ دعائین کہ تری جان کو ہم دیتے ہین

ناسخ

اُسکی ہر دم کی نصیحت سے مین تنگ آیا ہون ۔ کاش ناصح سے کبھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی

غالب

کھیل سمجھا ہی کہین چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے ۔ کاش یون ہی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

انشا

یہ جو بوڑھا سا ہی دربان تمھارا ای کاش ۔ کوئی چور آئے اور اسکی کوئی گردن مارے

عاشق

سامنے میرے اگر وہ بے حجاب آئے سہی ۔ کاش یہ کہکر بلا لین آزردہ ہو گیا

خان آرزو نے موہبت عظمی مین لکھا ہی کہ جب کلمہ کاش یا کاشکے ماضی استمراری کے ساتھ جمع ہوتا ہی تو ندامت و حسرت کا فائدہ بخشتا ہے مثلاً۔

غالب

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے ۔ عرش سے اُدھر ہوتا کاشکے مکان اپنا

نواب کلب علیخان

غش مین بیٹھے رہے وہ سر کو لیے زانو پر ۔ کاش تا حشر نہ مین آپ مین آیا ہوتا

سوز

کاش ہین اُن کا نامہ بر ہوتا	جنکے نامے ہین پہنچتے ہین تجھ تک

اور بھید یہ ہی جو کہ ماضی ضروری الوجود ہی کہ معدوم ہوگئی اور امتداد رکھتی ہے پس جب تک سیاق دلالت اسکی نفی کی استمرار پر نہو گی طلب ثبوت فعل کی ایک بار بھی کہ مقتضا طلب بغیر حاصل کا ہے وقوع مین نہ آئیگی برخلاف حال و استقبال کے اسلیے کہ اول بضرورت معلوم ہی کہ نہین کیا ہے طلب کی وجہ سے اور جو کہ مستقبل ابھی تک نہین آیا ہی وہ بھی اسی قیاس پر ہی۔

بیان استفہام

ذہن مین حصول صورت شے کے طلب کرنے کا نام استفہام ہی اور حصول سے مراد ادراک ہے اور صورت سے مراد وہ مفہوم ذہنی ہے جو ذہن مین حاصل ہو کر انکشاف و ادراک کا موجب ہوتا ہی یہی علم ہے اسی کو صورت کہتے ہین یہی موجود ذہنی ہے کیونکہ جس طرح حقائق اشیا کا وجود خارج مین ثابت ہے اسی طرح ان اشیا کا وجود ذہن مین بھی ہوا کرتا ہے اشیا خارج مین اعیان ہین اور ذہن مین صورتین اشیا کے جسقدر آثار و احکام مترتب ہوتے ہین وہ سب وجود خارجی پر مترتب ہوتے ہین پس ہر ایک چیز کیلئے جو خاص مفہوم ذہن مین ہوتا ہے وہی اُس وجود ذہنی ہی جسکی وجہ سے وہ چیز ذہن مین معلوم و متمیز ہوتی ہی پس اگر وہ صورت نسبت ہو۔ درمیان دو چیزون یعنی مسند الیہ اور مسند کے خواہ واقع کے مطابق ہو یا نہو تو اس نسبت کے ذہن مین مدرک ہونے کو تصدیق کہتے ہین اگر وہ نسبت نہو بلکہ موضوع یعنی مسند الیہ یا محمول یعنی مسند یا نسبت یا ان مین سے دو چیزین یا تینون ہون بغیر لحاظ تعلقات باہمی کے تو اُسکو تصور بولتے ہین اور یہان نسبت سے مراد خالی نسبت ہے یعنی بغیر لحاظ درمیان دو چیزون کے۔

استفہام کی دو قسمین ہین حقیقی مجازی۔

(۱) استفہام حقیقی وہ ہی کہ متکلم مخاطب سے طلب خبر کرے عام اس سے کہ درحقیقت متکلم اُس سے علم نہ رکھتا ہو یا تجاہل عارفانہ کرتا ہو۔

مثال اول جیسے اس فقرے مین غالب کے "صاحب بہ وعدہ وفا کب کروگے علائی کو کب بھیجوگے ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنے کے دن آئین"

مولوی ہادی علی اشک شاگرد برق

باتون مین تھا جو سحر کا عالم کہان گیا	اب کیا ہوئی وہ آپکی آنکھوں کی موہنی

سودا

کسی کی دلشکنی سے جو خوش کرے دلکو — وہ کون قوم ہین کیسے ہین کیا ہین کچھ تو بتا

داغ

شریک دور کے بزم عدو مین خاک ہوتے ہم — کسی نے رات بھر اتنا نہ پوچھا تم یہان کیون ہو

ستایان

کہ تو کون ہے تیرا کیا کام ہے — نشان دے مجھے تیرا کیا نام ہے
کس اُستاد سے تو نے سیکھا یہ فن — بلا شبہ یکتا ہے ناوک فگن

مثال دوم جیسے اس شعر مین آتش کے۔

بہنیگے کس کا نہ یور چاند سورج — گھڑا کرتے ہین زرگر چاند سورج

شاعر کو معلوم ہی کہ معشوق کا زیور بہنیگے مگر بطور تجاہل عارفانہ کے سوال کرتا ہے۔

نوا

کھولی تھی چین زلف سے کسنے گرہ کنار بحر — موج روان مین ہر حباب نافۂ مشکبار تھا

شاعر خوب جانتا ہی کہ معشوق نے چین زلف سے گرہ کھولی تھی مگر تجاہل عارفانہ کرکے سوال کرتا ہے۔

مثنوی سعدین

کیا اسی کام کو بلایا تھا — اسی خاطر بھگل بنایا تھا

ولہ

کہو کس بات پر اڑے ہو تم — باتون بے وجہ کیون پڑے ہو تم

ولہ

کیون جی کیا تھا تمھین یہ عشق کا جوش — تن بدن کا نہ تھا تمھین کو ہوش

داغ

راہ مین وعدہ کرین جاؤن جو گھر پر تو کہین — کون ہے کسنے بلایا اُسے کیونکر آیا

احمد علیخان صادق

مین کہان وہ عاشقان باغ شعر — اب نہین سنتے ہین ہم اُنکی فغان
اے ذوق و غالب و داغ و امیر — چھوڑکر اسکو گئے ہین خود کہان

(۲) استفہام مجازی دو قسم پر ہے۔

(الف) اقراری یا تقریری یعنی اس سے مدعا ثابت کیا جاتا ہے اور مخاطب سے اُس بات کا اقرار طلب کیا جاتا ہے جو متکلم کے نزدیک ثابت ہوتی ہے اس مین بظاہر انکار ہوتا ہے اور حقیقت مین اثبات مقصود ہوتا ہے جیسے

شہید

لوگون نے کہا ہے شہید آپ کا مضطر | فرمایا کہ کیا وہ مرے ہمراہ نہین ہے

یعنے وہ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔

شاد حیدرآبادی

کب ترے بلوے نے حیران نکیا عالم کو | حشر کس دن ترے دیدار سے برپا نہ ہوا

دونون مصرعون مین استفہام ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔

شیفتہ

ہرجائی اپنے وحشی کو کس منھ سے کہتے ہو | کیا آپکا نشان قدم کو بگو نہین

یعنے آپکا نشان قدم بھی کو بکو ہوا اور آپ بھی ہرجائی ہین۔

اوج

سلامی سوز ماتم سے نہ سرگرم فغان کیون ہو | انھون آتش فشان نالے تو مجلس مین دُھوان کیون ہو

یعنی سلامی سوز ماتم کی وجہ سے ضرور سرگرم فغان ہو۔

ناسخ

کیونکر قسیم نار و جنان ہو نہ مرتضےٰ | نائب ہے وہ جناب بشیر و نذیر کا

(ب) انکاری جس سے انکار پایا جاتا ہے اس مین بظاہر اثبات معلوم ہوتا ہے اور در حقیقت نفی ہوتی ہے جیسے۔

آباد

سبزۂ خط ہے طلسم حسن سے رخ پر عیان | ورنہ کب ممکن ہے شعلے پر ٹھہرنا کاہ کا

یعنے کاہ کا شعلے پر ٹھہرنا ممکن نہین۔

محسن

کیسی پژمردگی کیا بات ہے مرجھا ئیگی ۔ غنچہ کہتا ہی بجا ہو سے کہ گلشن سے نکل

یعنی کوئی بات پژمردگی اور مرجھانے کی نہین ہے

نواب محمد علیخان یوسف

کون ہی نازک بدن تجھ سا ہر دو سا دوسرا ۔ پھول کی بدھی جو پہنی درد شانہ ہوگیا

کریم اللہ خان دردمند

کنارے سے کنارا کب ملے ہے بحر کا یارو ۔ پلک لگنے کا مضمون دیدۂ پُرآب کیا جانے

اگر غور سے دیکھا جائے تو استفہام انکاری و تقریری جملہ خبریہ کے اقسام سے ہین مگر چونکہ اُنین مطلب اسقدر واضح ہوتا ہے کہ متکلم اور مخاطب دونون خوب جانتے ہین اور متکلم بنظر اس کے کہ زیادہ وضاحت ہوجائے مخاطب سے استفہام اور استفسار کرتا ہی اسلیے داخل اقسام انشا ہوے کلمات جو استفہام کے واسطے موضوع ہین یہ ہین ۔آیا۔کیا۔کون۔کیون۔کیلیے۔کسواسطے۔کسطرح۔کیونکر۔کیسے۔کیسی۔کیسا۔کب۔کبھی۔کدھر۔کہان۔کے۔کتنی۔کتنا۔مگر۔وغیرہ۔

آیا۔الف ممدودہ سے کبھی طلب تصور کے لیے آتا ہی جیسے کہین آیا مکان مین زید ہی یا عمرو اور کبھی طلب تصدیق کے لیے آتا ہی جیسے کہین آیا تو نے زید کو مارا ہی یا عمرو کو اور فرق ان دونون مین بحسب قرائن کے ہوتا ہے اسلیے کہ اگر شک ذات فعل مین ہوگا یعنے مارنا کہ مخاطب سے صادر ہی اور زید پر واقع ہے اسکے طلب کرنیکا ارادہ کریگا اُسوقت مین مخاطب سے صدور فعل کی تصدیق مطلوب ہوگی اور طلب تصور اسکے خلاف ہوتا ہی اور ذوق طبیعت اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ کلمۂ آیا قضایاے شرطیہ منفصلہ پر آتا ہی اور بغیر ملاحظۂ انفصال کے نہین ہوتا اگرچہ دوسرا جزو درمیان مین نہ ہو اور وہ جزاول کے قرینے سے معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ آیا زید آیا ہی اس قول مین اگر شبہ فعل مین ہوگا تو دوسرا جز یا نہین آیا ہی ہوگا اور اگر شک فاعل مین ہوگا تو دوسرا جز یا عمرو ہوگا۔

التفا

کعبے کا کرون طوف کہ بتخانے کو جاؤن کیا حکم ہی مجھکو ۔ ارشاد مرے حق مین بھی کچھ ہو ویگا آیا اے پیر طریقت

میر

شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کیا طلب تصور کے لیے آتا ہی اور ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہی اور طلب عام اور طلب حقیقت کے لیے ہی خواہ حقیقی ہو جیسے انسان کیا ہی یعنی اُسکی حقیقت کیا ہی یا ادعائی یعنی باوجود علم کسی چیز کے اُسکی حقیقت سے سوال کیا جاتا ہی ذوی العقول کی مثال۔

غالب

نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا	تمھین بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

غیر ذوی العقول کی مثال۔

جرأت

شب کو زاری مری اُسن کہتے ہین یون ہمسایہ	کوئی پوچھو تو کہ اُس شخص کو آزار ہے کیا
طرفہ تر بات یہ سُنتا ہون کہون کس سے کہ یار	مرے ساتھ اُس بُتِ عیار کی گفتار ہے کیا

کون طلب تصور کیلیے آتا ہی اور ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہی جیسے۔

غالب

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے	کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

بدھ سنگھ قلندر

دیکھتے دیکھتے یہان سے کون	لے گیا دل کو مار آنکھون مین

کبھی غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

وہ کون جا ہے جہان جاہ زیر کاہ نہین

میر

کون گُل چہرۂ رنگین کا نہین دیوانہ	باغ غنچہ ہای ترے چاک گریبانون کا

کبھی لفظ سا بھی کون کے ساتھ ملتا ہی اور اسوقت مین اگر مجرد ہوتا ہے تو غیر ذوی العقول سے خصوصیت رکھتا ہی اور جب دوسرا لفظ اسکے ساتھ ملتا ہی تو ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مشترک ہو جاتا ہے بہر صورت دوسرے لفظ کے ملانے بغیر ذوی العقول پر صادق نہین آتا بخلاف غیر ذوی العقول کے مثلاً یہ کونسا ہے ،، اسکے معنی یہ کون آدمی ہے صحیح نہین بلکہ یہ کونسا پینڈھا ہے یا کونسا مرقع تصاویر ہی کے معنے مین لے سکتے ہین۔

ذوی العقول کے لیے آنے کی امثلہ۔

آزردہ

گیا کونسا صید افگن ادھر سے | کہ خالی پڑے آشیانے بہت ہین

لمؤلفہ

کونسا رشک چمن گلشن مین ہی آیا ہوا | جسکی گرمی سے صبا ہر گل ہی مرجھایا ہوا

خندان جو اگلے زمانے کا شاعر صاحب دیوان ہی کہتا ہے ؎

کونسا دشمن مرے اس دوست کو بہکائے ہے | تند ہو تیوری چڑھا ہر دم جو مجھپر آئے ہے

غیر ذوی العقول کے لیے آنے کی امثلہ

سہراب بیگ دہلوی

کس دن نہین خیال دہان و کمر مجھے | وہ روز کونسا ہی جو سیر عدم نہین

داغ

پڑگئی کیونکر الٰہی دل مین اُس بت کے گرہ | بچ رہا تھا کونسا عقدہ مری تقدیر سے

کبھی کیا اور کون طلب تصدیق کے لیے بھی آجاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری جو ادعاے مع وضوح طلب کے لیے آتا ہی یعنی مطلب یہان تک واضح ہوتا ہی کہ مخاطب بھی اُسکو جانتا ہی اور پھر اُس سے سوال کرتا ہے۔

آتش

طبل و علم ہی پاس ہی اپنے نہ ملک و مال | ہمسے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا
ترچھی نظر سے طائر دل ہو چکا شکار | جب تیر کج پڑیگا اُڑے گا نشانہ کیا

یوسف

کون ہی نازک بدن تجھسا ہر و ساو دسرا | پھول کی بدھی جو پہنی درد شانہ ہو گیا

کیون اور کسلیے اور کس واسطے طلب سبب کے واسطے آتے ہین۔

غالب

وعدہ آنیکا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے | تمنے کیون سونپی ہی میرے گھر کی دربانی مجھے

مضطر

ایجان غم دشمن مین یہ شوریدہ سری کیون ہے | ہم تو ابھی زندہ ہین تو یہ جامہ دری کیون ہے

قلق

تمھارا افعی گیسو تھا آگے کالا سانپ — بنایا کسلیے افشاں سے کوڑیالا سانپ

مومن

کہوں گر غیر سے مت مل تو کہوے طعن سے رک کر — یہ کیوں کس واسطے ہم ایسے تیرے ہو گئے بس میں

ذوق

شانہ کا دل چاک پسند آپ کو آیا — کس واسطے ان سینہ فگاروں سے تو کہیے

کسطرح اور کیونکر طلب وضع کے واسطے آتے ہیں۔ جیسے۔

میر حسن

کس طرح سے زیست ہوویگی بھلا ای دوستو — اب تو قاصد بھی اُدھر کو آنے جانے سے رہے

طپش

لگا کہنے طپش میں گھر سے باہر کسطرح نکلوں — اندھیری رات ہے برسات ہے بجلی چمکتی ہے

محبت

کسطرح آہ بنے اُس سے ملاقات کا ڈھب — جس سے ہرگز نہ ملا آہ کبھی بات کا ڈھب

غالب

کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقت سخن — جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کہے بغیر

امانت

اسپ جاناں کو لکھوں گرم عناں میں کیونکر — توسن فکر کو یارا نہیں جولانی کا

کیسا اور کیسے اور کیسی طلب وضع اور کیفیت اور حال ورکام کرنیکی روش کیواسطے آتے ہیں

شہیدی

دریدہ ستم ہم یہ وہ کر جاتے ہیں کیسے — جب پوچھو تو پھر صاف مکر جاتے ہیں کیسے

محسن

کیسی پژمردگی کیا بات ہے مرجھائیگی — غنچہ کہتا ہے بجا لو سے کہ گلشن سے نکل

مومن

وہ جو زندگی میں نصیب تھا ہی بعد مرگ رہا قلق — یہ قلق ہے کیسا کہ ہے ستم گئی جان پر نگیا قلق

ظفر

یہ کیسا زمانہ برا آگیا ہے | جہاں دیکھو ہیں واں برائی کی باتیں

کب طلب تعین زمانہ کے واسطے آتا ہی -

شاد

کب موسم بہاران آئے گا میر ساقی | رندونکے واسطے کب دور شراب ہوگا
دیر و حرم مین جلوہ دیکھینگے اُسکا کب ہم | ای شاد دور دل سے کب یہ حجاب ہوگا

رند

کب مٹا عشق کا نشان دل سے | زخم اچھا ہوا تو داغ رہا

مومن

عمر رفتہ کی جستجو کب تک | اپنے مرنے کی آرزو کب تک

اور کبھی بھی طلب تعین زمانہ کے واسطے آتا ہی جیسے معظم شاگرد نادر کے شعر مین -

یہ فیض اُسی زلف معنبر کا ہی سارا | ڈوبی تھی کبھی عطر مین باد سحر ایسی

کہاں اور کدھر طلب تعین مکان کے واسطے آتے ہین -

مشتاق

کہاں اتنی بلاؤں سے بچا سکتا ہی کوئی دل | قیامت قد غضب آنکھیں نگہ جادو بلا کاکل

میر

رہا کا خون جگر سب آپ جگر مین خون کہاں | غم سے پانی ہو کے کب کا بہ گیا مین ہون کہاں

میر وزیر علی صبا

نقاب الٹ کے وہ منھ پر سے اپنے کہتے ہین | کہاں ہی ماہ کہاں آفتاب ہتا ہی

مذاق

طریق دیر و حرم جا کے کل بگاڑ چکے | چلے ہو آج خدا کے لیے کدھر بنکر

نعیم

کیوں اب کدھر گئی وہ تیری شاعری نعیم | اُسکر تو اُسکی ایک ہی دشنام رہ گیا

میر حسن علیخان جولان

کنج قفس مین دیکھ کے بے بالی پر مجھے | اے ہم صفیر چھوڑ گئے تم کدھر مجھے

کس طلب تعین کے واسطے آتا ہی اگر تنہا ہو تو غیر ذوی العقول پر صادق نہین آتا اور جو دوسرا کوئی لفظ اسکے ساتھ ملادیا جائے تو ذوی العقول کے ساتھ خصوصیت باقی نہین رہتی جیسے

غالب

رشک کہتا ہی کہ اُسکا غیر سے اخلاص حیف		عقل کہتی ہی کہ وہ بے مہر کس کا آشنا
گرد راہ یار ہی سامان ناز زخم دل	ولہ	ورنہ ہوتا ہی جہانمین کسقدر پیدا نمک
شور جولان تھا کنار بحر پر کس کا کہ آج		گرد ساحل ہی بزخم موجۂ دریا نمک

نعیم

مانگا مین دل جو اُس سے تو کہنے لگا نعیم		کس کو دیا ہی تو نے کوئی ہی گواہ بھی

ذوق

کس دم نہین ہوتا قلق ہجر ہے مجھکو		کس وقت مرا مُنھ کو کلیجا نہین آتا

کن یہ بھی طلب تعین کے واسطے آتا ہی اور کس کے معنے مین ہی اور یہ مشترک ہے ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین بخلاف کس کے کہ ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے مگر دوسرے لفظ سے ملکر غیر ذوی العقول مین بھی استعمال پاتا ہے اور کن دونون مین مستعمل ہے مگر غیر ذوی العقول کے لیے یہ شرط ہی کہ مکرر آئے اول کی مثال۔

امیر مینائی

کون دیتا ہے مین دیکھے گا بہار		پھول جنگل مین کھلے کن کے لیے
بستۂ زلف سیہ فام ہین کن کے ان کے	لوطف	بندۂ بے درم و دام ہین کن کے انکے
حور و غلمان و پری تابع فرمان ہین تمام		کفش بردار گل اندام ہین کن کے انکے

دوم کی مثال دریائے لطافت مین ہے کن کن چیزون سے دنیا مین رہ کے پرہیز کیجیے اور تیری کن کن باتون کا گلہ لے بیٹھیے۔

میر

کن کن اپنی کل کو روو ے ہجران مین بیکل اُس کا		خواب گئی ہی تاب گئی ہی چین گیا آرام گیا

اور کنھون نے اسکی جمع ہی اور یہ ذوی العقول کے لیے مخصوص ہی جیسے مغلون کی جو آپ ہجو کرتے ہین یہ فرماتے کہ ہندوستان کو انکے سوا کنھون نے سر کیا ہی شیخون نے تلوار ماری ہی یا اور قوم نے یہ لفظ اصل مین پنجابی ہی اکثر فصیحان اُردو اس سے اجتناب رکھتے ہین اور اسکی جگہ کن اور کس استعمال

کرتے ہین استفادا از دریاے لطافت۔

کہین طلب تعیین وقت کا فائدہ دیتا ہی جیسے۔

ذوق

زیادہ ہوگا تو کل سے بھی کہین روزہ — کہ اس مین آیا تو روزی ہی اور نہین روزہ

یہان استفہام انکاری ہی۔

آبرو

آبرو تذکرہ زلف رسا خوب نہین — باتون باتون مین نہ دیکھو کہین اُلجھن ہو جاے

کرم

زلف مژگان سے لپٹی ہی خدا خیر کرے — مشک آلودہ کہین خنجر بُران ہو گا

کے اور کتنا اور کتنے اور کتنی طلب کیت عدد کے واسطے آتے ہین مثلاً کہتے ہین کے روپے ہین یا کتنے آدمی ہین۔

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن — دست حسرت ملکے بولا چند روز

غالب

ہوتی ہی تراویح سے فرصت کب تک — سنتے ہو تراویح مین کتنا قرآن

مولوی نذیر احمد

خدا ہی جانے ہوئین کتنی عورتین بیوہ — خدا ہی جانے ہوے بچے کسقدر ایتام

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہین کچھ اسکی پرسش اُلفت اللہ کتنی ہی — یہی سب پوچھتے ہین آپکی تنخواہ کتنی ہے

مگر یہ لفظ شکیہ ہی طلب تصدیق کے واسطے آتا ہی جیسے۔

غالب

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش — غالب اُسکا مگر غلام نہین

یعنی کیا غالب اُسکا غلام نہین ہی۔

اصل استفہام مین یہ ہی کہ حقیقی ہو مگر کبھی کلمۂ استفہام سے مجازاً کوئی اور معنی بھی مقصود ہوتے

جیسا کہ انکار چنانچہ اسکا حال اوپر معلوم ہو چکا اور اُسکے سوا اسناسب مقام اور بھی معانی کا فائدہ بخشتا ہے اور یہ معانی قرائن سے معلوم ہو جاتے ہین اور اُسوقت مین حرف استفہام اپنی حقیقت پر باقی نہین رہتا چنانچہ کبھی حرف استفہام افادہ تعظیم و عظمت کا دیتا ہے جیسے۔

محسن

کیسی تصویر کہ سب صل علیٰ کہتے ہین | کیسی تصویر کہ سب جل علیٰ کہتے ہین

یعنی بڑی صاحب عظمت اور بڑی مقدس تصویر ہے۔

کبھی حرف استفہام فائدہ تعریف و تحسین کا دیتا ہی جیسے۔

ناسخ

عبث ان غافلون کو رات دن فکر عمارت ہے | کرین عبرت کہ کیا کیا قصر و ایوان ہو گئے خالی

یعنے کیسے اچھے اچھے قصر و ایوان۔

انیس

کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمت عالی | دم بھر مین نمودار صفین ہو گئی تھین خالی

یعنی کیا اچھا ہاتھ تھا اور کیا اچھی تیغ تھی اور کیا ہمت بلند تھی۔

ولہ

حضرت نے مسکرا کے یہ ہر ایک سے کہا | دیکھو تو کیا ترائی ہے کیا سیر کیا فضا

نسیم

کیا پھول ہے کیا اثر ہے اس مین | ہو جاتی ہین روشن اندھی آنکھین

ولہ

بولا وہ فسردہ دل سحر گاہ | کیا ٹھنڈی ہوا ہے واہ واہ واہ

مومن

کیا تن تہ خاک اللہ اللہ | کیا صورت پاک اللہ اللہ

مشتاق

اشکون سے تری مژگان نکلے ہے آہ دل سے | بجلی کی کیا چمک ہے عالم ہے کیا گھٹا کا

امانت

نور رُخ کیا جلوہ گر ہے یار کی مندیل مین | ہے چراغ طور روشن یار کی قندیل مین

چھاتیان زیبا ہین کیا اُسکے چھریرے ڈیل مین | دو کنول بلّور کے روشن ہین اک قندیل مین

کبھی حرف استفہام سے اظہار تمسخر و خوش طبعی کا ہوتا ہے -

نسیم

بولا وہ چہ خوش تم ایسی کیا ہو | ڈرنے کا نہین مین کیا بلا ہو

کبھی حرف استفہام سے تحقیر ظاہر ہوتی ہے -

نسیم

بلبل اے رشک گل کی ہون مین ؟ | تم کیا ہو ہزار مین کہون مین ؟

ولہ

مرجاؤن اگر طلب مین تیری ؟ | مین کیا کہ خبر نہ پہونچے میری

طاہر

باغ عالم مین قد یار کا ہمسر کیسا | سرو کس باغ کی مولی ہے صنوبر کیسا

مرزا حاجی شہرت

کیا وہ جگر کہ جس مین نہین داغ جان گداز | کیا دل وہ بیقرار جو آٹھون پہر نہین

سودا

کیا مُنھ مرا اور کیا لب و لہجہ ہے کہ اُس کا | کون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈھنگ

غالب

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار | یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

ناسخ

بار ہا بیٹھ کے کعبے مین لنڈھائی ہے شراب | محتسب کیا ہے خدا کا ہمین جب پاس نہین

کبھی حرف استفہام سے زجر و توبیخ منظور ہوتی ہے جیسے -

معروف

کچھ تو سمجھ لیا ہے جو اُسکو دیا ہے دل | کیون ناصحا عبث ہمین سمجھائے جائے ہے

یعنے کیون سمجھاتا ہے چُپ کیون نہین رہتا ہے مت سمجھا -

ذوق

بغل سے لیگئے دل کو نکال کر وہ صریح
جو مانگا تو کہا آنکھین نکال کر کیسا

انشا

لوگون کے چرچے کا انشا جو تجھے ڈر ہو تا | تیری کیون آنکھیں بھلا پھوٹ نہین منھ سے تو بھوٹا

کبھی استفہام تجاہل کے لیے ہوتا ہی جیسے میان حسن علی شوق کے شعر مین ؎

مدت سے یہ بحث درمیان ہے | پر علم نہین کمر کہان ہے

کبھی حرف استفہام سے تعجب مقصود ہوتا ہی جیسے۔

غالب

کہان مے خانے کا دروازہ غالب اور کہان واعظ | پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

ولہ

عشق و مزدوری عشرتکدہ خسرو کیا خوب | ہمکو تسلیم نکونامی فرہاد نہین

نسیم

بولی کہو کیا کیا کہا خوب | اب کچھ کیے پھر بھی آئی گیا خوب

کیا خوب تعجب کے لیے ہی۔

کوکب

وصل کی شب کو تو چہرے سے ہٹا زلف ذرا | پہلی تاریخ کو یہ چاند گہن کیسا ہے

کبھی حرف استفہام سے تفصیل مطلوب ہوتی ہی جیسے غالب کی اس عبارت مین بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اُردو کیا فارسی کبھی کسی عہد مین میرے پاس فراہم نہین ہوا۔

مومن

کیا کرون اللہ سب ہین بے اثر | ولولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا

کبھی حرف استفہام سے دو متغائر چیزون مین برابری اور مساوات منظور ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ لفظ کیا کے خواص مین سے ہی کہ جب مکرر آتا ہی تو مساوات کا فائدہ دیتا ہی جیسے ذوق کے اس مصرع مین ؎

کیا صوفی ہو کیا میکش قائل مے دونون ہین

قلندر

مست ہی رہتے ہین دن کیا رات کیا
ہمسے بد مذہب کی یارب ذات کیا

سودا

کیا کبوتر کیا ٹٹیری کیا بزے — قمری اور تیتر لوے اور ابلقے

ولہ

کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند — جو ردیف و قافیہ کیجے پسند
آپ کہئے مجھکو بھی فرمائیے — جسکو جی چاہے اُسے دکھلائیے

کبھی۔ حرف استفہام سے دو چیزون مین تفریق منظور ہوتی ہی جیسے۔

برق

دولت دنیا کجا و جرأت ہمت کجا — شیر قالین فرش سے شیر زیان ہوتا نہین

حاجی سید محمد اکبر شاہ اکبر

لیلی ہی کہان اور ترا دشت کہان ہے — ای قیس تجھے عشق نہین ہی خفقان ہے

مصحفی

سو تاب ذرہ کہان نور آفتاب کہان — کہان وہ سطوت شاہی کہان غرور فقیر
مقابلہ جو برابر کا ہو تو کچھ کہیے — کہان دبیقی و دیبا کہان پلاس و حریر

صفا

بیجا ہے اُسکو سرو ریاض ارم کہون — قد صنم کہان شجر بے ثمر کہان

کبھی حرف استفہام سے کثرت مقصود ہوتی ہی۔

امیر

توبہ مے سے کیا پشیمان ہین — ناہدون دیکھ کر گھٹائین ہم

مجید

کتنے نازک خیال ہین ہم بھی — کمر۔ یار لفظ لا سمجھے

محمد حسن حسنی

اُس کے ہاتھ سے یک دم نہین چھٹتی ہرگز — کتنا وارفتہ ہی وہ شوخ بھی خود بینی پر

کبھی۔ حرف استفہام سے تاسف و تحسر منظور ہوتا ہی جیسے۔

سودا

کہان بہار کہان ساقی اور کہان ہی شراب — کہان مغنی و مطرب کدھر ہی ناخن و تار

رند

حیف بازار دہر مین اے رند | کیا مین لینے گیا تھا کیسا لایا

غالب

آہ کو چاہیے اِک عمر اثر ہونے تک | کون جیتا ہی تری زلف کے سر ہونے تک

مومن

کہان وہ ربط بتان اب کہ اسکو تو مومن | ہزارون سال ہوے سیکڑون برس گذرے

کبھی حرف استفہام کو حذف بھی کردیتے ہین کیونکہ جب قرینۂ دالہ موجود ہوتا ہی تو ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہین ہوتی جیسے۔

نسیم

تو قید جفا مین ہے کہ ہم ہین | تو دام بلا مین ہے کہ ہم ہین

یعنی آیا تو قید جفا مین ہی یا ہم ہین مراد یہ ہی کہ تو ہی قید جفا مین ہی۔

سیّد توفیق مہدوی حیدرآبادی

اُسنے کہا باران غم مین نے کہا رونا مرا | اُسنے کہا برق ستم مین نے کہا ہنسنا ترا

ہوس

مکتب کی طرف کبھی وہ آکر
لیلی کو نہین ہوئی رہائی | کہتا تھا انیسون کو سُناکر
پڑھنے کو وہ اب تلک نہ آئی

یعنے کیا لیلی کو رہائی نہین ہوئی۔

مثنوی سعدین

تمھین ہو جیب چاک کرتے تھے
تمھین آنسو بہاتے تھے صاحب | تمھین ہو آہ سرد بھرتے تھے
تمھین چھین لگاتے تھے صاحب

تمھین جی کھوتے جان گنواتے تھے
تمھین دن رات غل مچاتے تھے

قلق

مثال اُس شوخ کی آنکھون سے اندھا ہی کوئی دیگا | یہ چتون یہ شرارت یہ نگہ ہی چشم آہو مین

بیان امر

امر موضوع ہی کسی چیز کی طلب کے واسطے جو بطریق استعلا و بزرگی کے کی جائے اور دلیل استعلا و بزرگی کی یہی ہی کہ جب سامع امر کے صیغے کو سنتا ہے تو اُسکے ذہن مین فی الفور گذرتا ہی کہ متکلم مجھکو اس کام کے واسطے مامور کرتا ہی اور خود آمر بنتا ہے اور شک نہین کہ آمر مامور سے بزرگتر ہوتا ہی بعض علمائے جو یہ منقول ہی کہ امر اپنے صیغے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی اس سے مراد یہ ہوگی کہ جو لفظ وجوب فعل کا فائدہ دے وہی امر ہی اور اگر اُنکے قول سے یہ معنی سمجھے جائین کہ امر ایسے کلمے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی کہ جو طلب کے لیے موضوع اور اصطلاح مین امر کا صیغہ کہلاتا ہی تو یہ بات دُرست نہ ہوگی اسلیے آمر کا امر کرنا اس صیغے سے مخصوص نہین اور دوسرے لفظ سے بھی اُس کی مراد حاصل ہوسکتی ہی پس جو لفظ طلب فعل پر استعلاءً دلالت کرتا ہی خواہ اسم ہو یا فعل امر ہو یا فعل مضارع ہو وہ امر ہی چنانچہ صیغہ مصدر اس شعر مین طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُسنے کہا	مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی ہی مرے لیے

نسیم

سُنبل مرا تازیانہ لانا	شمشاد انھین سولی پر چڑھانا

اسی طرح شعر ذیل مین صیغۂ مضارع طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف	آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

رکھیو دراصل رکھے تھا کہ مضارع واحد غائب کا صیغہ ہی اُس مین واو زیادہ کردی ہی۔

ولہ

ناکردہ گناہون کی بھی حسرت کی ملے داد	یارب اگران کردہ گناہون کی سزا ہے

ملے صیغۂ مضارع ہی اور یہان دعا کے لیے مستعمل ہوا ہے۔

آتش

جب مین جاتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین	نیند آئی ہی ہمین آپ بھی آرام کرین

یعنے آرام کرو۔

میر

میر نہین پیر تم کاہلی اللہ ری	نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیے

امانت

فوق دیتے ہے قد دلدار کو شمشاد و نبر | کوئی آوازہ کسا چاہیئے آزادون پر

کیا چاہیے اور کسا چاہیے وغیرہ افعال کا نام صاحب دریاے لطافت نے فعل ایجابی اور فروری رکھا ہی ایسے افعال امر کی جگہ استعمال پاتے ہین اور ضرورت پر مشتمل ہوتے ہین اگر حاضر سے ساتھ کلام کرنے کا اتفاق ہو تو امر حاضر کے حکم مین ہین اور اگر غائب کے حق مین مستعمل ہون تو امر غائب کے حکم مین ہوتے ہین اور اگر متکلم کے نفس کی طرف اشارہ ہو تو کہنے والے کے نفس کی تحریک سمجھی جائے گی۔

تراب

اگر اسکو نہین باور کروگے | تو اک قصہ مین کہتا ہون سُنو گے

یعنی اگر اس کو باور نہین کرتے ہو تو اک قصہ مین کہتا ہون اُسکو سُنو۔ امر کا صیغہ مصدر کی علامت دُور کر دینے سے حاصل ہوتا ہی اور اس مین تذکیر و تانیث کی ایک صورت ہی جیسے کرنا سے کر اور جب اسکے آخر مین واو زیادہ کردین تو جمع کا صیغہ بن جائے جیسے کرو اور اگر صیغہ مفرد کے آخر مین واو یا یاے تحتانی مجہول ہو تو واو کو ہمزہ سے بدل دیتے ہین اور یا محذوف ہو جاتی ہی جیسے بو سے بوؤ اور سو سے سوؤ اور لے سے لو اور دے سے دو اور اگر یاے تحتانی معروف ہو تو وہ باقی رہتی ہی جیسے سی سے سیو اور پی سے پیو اور امر مفرد کے بعد ہمزہ اور یاے تحتانی مجہول لگانے سے بھی جمع کا صیغہ حاصل ہوتا ہے جیسے اُٹھ سے اُٹھئے اور بیٹھ سے بیٹھئے اور بعض صیغون مین ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور بھی اضافہ کر دیتے ہین جیسے لیجئے اور کیجیے اور دیجئے اصل کیجئے کی کرئے ہی ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور اضافہ کر کے راے مہملہ کو یاے معروف سے بدل لیا ہے اور چونکہ یاے معروف اور جیم مکسور کے قبل فتح کاف کا ثقیل معلوم ہوتا ہی اسلیے اُسکو کسرے سے بدل دیا ہی اور جیم مکسور کے بعد سے ہمزہ کو گرا بھی دیتے ہین بلکہ یہ زیادہ فصیح ہی جیسے کیجیے و لیجیے و دیجیے جب کیجیو اور لیجیے وغیرہ کے آخر مین گا لگا دیتے ہین تو صیغہ فعل مستقبل مفرد کے معنے دیتا ہے اور چونکہ اُن معنی مین تعظیم بھی ہوتی ہے اس لیے جمع کے ساتھ مشابہت رکھتا ہی۔ اور مصدر دینا کا امر بھی امر اور اُسکی ضد نہی کے صیغے کے آخر مین زیادہ کر دیا جاتا ہی جیسے پھینک دے اور جب امر کے آخر مین دیا لگا دیتے ہین تو وہ ماضی بن جاتا ہے جیسے پھینک دیا ڈال دیا بڑھا دیا یہ صیغہ فعل کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہی بخلاف پھینکا اور ڈالا اور بڑھایا کے مثلاً اس مقام مین اس نے

جس وقت کو ٹھے پر سے روپیہ پھینکا مین نے زمین پر گرنے نہ دیا ہاتھ مین لیا"۔ اگر پھینکدیا کنوین تو اچھا نہ ہوا اور اس جگہ کہ زید نے غصے کے مارے عمرو کو مجلس سے اُٹھادیا۔ اُٹھا یا مستحسن نہو۔

امر کا صیغہ کئی معنون مین مستعمل ہی جو قرینے سے معلوم ہو جاتے ہین۔

(۱) طلب فعل بر بطور علو شان کے جیسے۔

نسیم

حمالہ جلی ہون کیا کہون مین	دامادکو لا تو ٹھنڈی ہون مین

(۲) تسویہ کے لیے مگر اس مین یہ شرط ہی کہ نہی کا اُس پر عطف ہو جیسے۔

سودا

گھوڑے کو دو ندو لگام منھ کو ذرا لگام دو

(۳) دعا کے لیے جیسے۔

مومن

خدایا شکر اسلام تک پہونچا کہ آ پہونچا	لبو نبرد م بلا ہی جوش خون شوق شہادت کا

انیس

یارب چمن نظم کو گلزار ارم کر	اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر

(۴) تمنا کے لیے جیسے۔

قلق

جب نپاتا تھا راہ وہ دلگیر توہی اب مجھکو راستہ بتلا	ہر بگولے سے تھی یہی تقریر کشور یار کا پتا بتلا

چونکہ بگولہ راستہ نہین بتلا سکتا لہذا اسکو تمنا کہینگے نہ ترجی۔

نسیم

بلبل تو چہک اگر خبر ہے	گل تو ہی مہک۔ بتا کدھر ہے

بکاؤلی کو کمال اشتیاق ہی کہ گل کا سراغ کہین سے ملے اسلیے بلبل اور گل سے پتا بتانے کی درخواست کرتی ہی لیکن یہ محال ہی کہ یہ دونون پتا بتا سکین لیکن چونکہ کمال اشتیاق پر محمول ہے اسکو ہم اسلیے تمنا کہینگے نہ ترجی فرق تمنا اور ترجی مین یہ ہی کہ ممکن چیز کی آرزو کو ترجی

کہتے ہین اور محال وممکن دونون کی آرزو کو تمنا بولتے ہین۔

(۵) ترجی کے لیے جیسے۔

لالہ بہادر سنگھ دلخوش

ہون ترے ہجر مین جون دیدۂ نرگس حیران | چشم پوشی نہ کر اپنے گنہگار سے مل

آغا شاعر قزلباش دہلوی

آنکھون مین ہی دم آؤ خدا کے لیے آؤ | پھر یہ نہ گلہ ہو مرا رستا نہین دیکھا

عاشق

ایکباری تو خواب مین آؤ + | کب سے مشتاق ہم تمھارے ہین

(۶) تہدید یعنی غصے کے ساتھ خطاب کرنے کے لیے۔

ذوق

نہین یہ شیشۂ مے ہی کسی میخوار کا دل | محتسب دیکھ نہ کر دلشکنی خوب نہین

ہمارا مطلب دیکھ سے ہی (مستفاد از فائض المعانی)۔

سودا

یزید کیونکہ اولوالامر ہے بنا ملعون | کیا یہ فرض ہوئی اسکو جاہ جون شداد

نسیم

بیجا وہ ہوا کہا کہ جا جا۔ | اکیسی رانی کہان کا راجا

(۷) عرض کے واسطے مستعمل ہوتا ہے عرض اُس طلب کا نام ہی جو بخلاف استعلاء کے عاجزی وانکساری سے کیجائے مگر شرط یہ ہے کہ دعا کی حد تک نہ پہونچے کیونکہ دعا بارگاہ ایزدی سے مخصوص ہی مثال۔

نسیم

حمالہ کو بھیج آکے لیجا سے | شاید تجھے زندہ پاکے پہونچائے

ولہ

کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو | عاشق کی سزا جو بوجھتی ہو ؛

مشکین زلفون سے مشکین کسواؤ | کالے ناگون سے مجھکو ڈسواؤ

تلوار سے ہو جو قتل منظور | ابرو کے اشارے سے کرو چور

زندان میں جو زندہ بھیجنا ہو	اپنے دل تنگ میں جگہ دو

ہوس

گر تو ہی پدر کسی کو اپنا	کب بھاوے ہے درد و غم میں پھنسنا

(۸) کبھی امر برابری کے موقع پر بھی استعمال میں آتا ہی جیسے۔

حالی

بیٹھے بیفکر کیا ہو ہمسم وطنو	اٹھو اہل وطن کے دوست بنو
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ	ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

اس قسم کو علمائے تازی التماس کہتے ہین مگر محاورۂ اہل ہندو فارس مین التماس اُس طلب کو کہتے ہین جو بزرگون سے کرین۔

(۹) تخویف کے لیے لاتے ہین جیسے۔

تسنیم

حضرت یہ وہی تو ہین خبردار	جا ان سے نہ بولیو خبردار

یعنے یہان سے چلا جانہ بولیو اور خبردار کے کہنے سے ظاہر ہو گیا کہ امر یہان تخویف کے واسطے لائے ہین۔

امیر

چل سوے گور غریبان ای حریص مال جاہ	دیکھ کتنی آرزوئین نذر مدفن ہو گئین

کبھی محال چیز کی نسبت امر کیا جاتا ہی۔

انیس

و بکر صدا غور سے دی سر کے بل چلو	تو کی سلامتی کہ سلامت نکل چلو

سر کے بل چلنا محال ہی لیکن بسبب ادب اور تعظیم کے امر کیا گیا اور تمنا کے واسطے جو امر کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہی وہ بھی اسی قسم سے ہی۔

کبھی امر کو حذف کر دیتے ہین اور مفعول کو قائم رکھتے ہین مدعا اس سے یہ ہوتا ہے کہ اہمیت مفعول کی ثابت ہو۔

سودا

اسکو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ	جائے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ

لاؤ صیغہ امر کا محذوف ہی چونکہ لفظ پلاؤ کا ذکر کرنا اہم تھا اسلیے امر کو حذف کرکے اُسکی تکرار کی

کبھی بغیر اسکے بھی صیغہ امر محذوف ہوتا ہی۔

تراب

خاتمہ بالخیر اسکا بے تکلف ہو تراب | جو کہین مرجائے جھٹ پٹ کہتے کہتے یار یار

کبھی امر کو مکرر لاتے ہین اور اس سے علاوہ تاکید کے ایک لطف پیدا ہوتا ہی جیسے۔

دبیر

سر پانو نپہ پڑتا ہی ارے جلد سنبھل چل | گفارے دمادم یہی کہتے ہین کہ چل چل

رباعی

ادبار کا کھٹکا حشم و جاہ مین ہے | جاگو جاگو کہ خوف اسی راہ مین ہے
اٹھو اٹھو یہ خواب غفلت کب تک | دیکھو دیکھو اجل کمین گاہ مین ہے

انشا

مرتا ہون اجی زبان سے بولو | بولو مجھ نیم جان سے بولو

انیس

مرے پیارے مرے جانی مرے دلبر اٹھو | ہم پہ تنہائی ہی اٹھو علی اکبر اٹھو

تپش

الٰہی تپش کی مناجات سن | سن اس ملتجی عبد کی بات سن

بیان نہی

نہی اُسے کہتے ہین کہ بطریق استعلا و بزرگی کے قطعی طور پر ترک فعل کا طلب کرنا یا کسی فعل سے روکنا اس حیثیت سے کہ اسلوب کلمہ سے وہ ترک طلب اور روکنا سمجھا جائے اگر اسلوب کلمہ سے نہ سمجھا جائے گا تو وہ نہی نہوگی پس ہٹ جا جو اس شعر مین واقع ہی اس قسم مین داخل نہوگا۔

ذوق

سرد مہری سے کسی کی آگے ہی دل سرد ہے | ہٹ جا یان سے دھوپلا ہے ابر بہاران چھوڑ کر

کیونکہ بیان نہی ذات کلمہ سے مستفاد ہوتی ہی نہ اسلوب کلمہ سے بلکہ یہ صیغہ امر کا ہی اور مراد اس سے اپنے سامنے سے ہٹا دینا اور دور کر دینا ہی اور یہ رعایت امر مین بھی ملحوظ ہے اور بعض نے کہا ہی کہ نہی یہ ہی کہ غیر کو کہین کہ یہ کام مت کر اور بعض نے یون لکھا ہی کہ نہی عدم فعل کی طلب کو کہتے ہین مگر یہ صحیح نہین اس لیے کہ عدم فعل ازل سے مستمر ہی پس وہ مخاطب کی قدرت

مین نہو گا پھر مخاطب سے اُس کا طلب کرنا کیسے متصور ہو سکتا ہی اور استعلا سے مُراد یہ ہی کہ متکلم اپنی ذات کو بڑا سمجھے گو واقع مین بڑا نہو۔ نہی کا صیغہ امر کے قبل نون مفتوح کے بڑھانے سے بنتا ہی جیسے کر سے نکر اور مت کے ساتھ بھی نہی کے صیغے کو استعمال کرتے ہین کہ امر پر اسکے آنے سے امر نہی ہو جاتا ہی جیسے کر سے مت کر۔

انشاء اللہ خان دریاے لطافت مین لکھتے ہین ع بر زبان بلا یاے یکتی شاہ جہان آباد و بعضے ہنود مت حرف نہی باشد مانند مت جا اتتھے" مگر مین نے اسکو شعراے مستند کے کلام مین دیکھا ہے۔

نہی اُس طلب ترک فعل پر دلالت کرتی ہی جو فی الفور ظہور مین آئے پس یہی سبب ہی کہ حال مین مستعمل ہوتی ہی اور ماضی و مستقبل مین نہین۔ اور نہی کبھی اپنے اصلی معنون کے سوا اور معنون مین بھی مستعمل ہوتی ہی۔

(۱) دعا جیسے۔

لالہ ہندو لال طالع

مت پوچھ کچھ حساب یونہین بخشدے مجھے	مجرم تو ہون پہ عفو سراسر سے ہے غرض

ظفر

گر خوشی اس دل مغموم سے چاہی آمیز	وصل مین ہجر تو مت کیجو الٰہی آمیز

رند

نکر عوض مرے جرم و گناہ بیحد کا	الٰہی تجکو غفور الرحیم کہتے ہین

غالب

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد	مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

(۲) تسویہ کے لیے مگر اس مین یہ شرط ہی کہ امر کا اسپہ عطف ہو جیسے۔

میر محمدی بیدار

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ	اب تیرے شکار ہو گئے ہم

میرے نزدیک یہان تخئیر کے لیے ہی دوسری مثال۔

میر حسین تسکین

تم غیر سے ملو نہ ملو مین تو چھوڑ دون	اگر اس وفا پہ کوئی کہے بے وفا سنے مجھے

یہان بھی تخییر کا مطلب نکلتا ہے اور تسویہ کے ساتھ تخییر کے معنے بھی دوسرے شعر مین لیے جائین تو کوئی مضائقہ نہین مگر پہلے شعر مین خالص تخییر ہے جس کو خواہ کے لفظ نے ترجیح دیدی ہے۔

(۳) تہدید و زجر و توبیخ کے لیے جیسے۔

زور آور خان دل

مت پھرا سر مرا اے ناصح جاہل اگر	پھر بھی جاتا ہے نصیحت سے کہین دل اگر

نسیم

بھولے سے بھی کر نہ یاد آدم	پھر گھر وہی۔ تو وہی۔ وہی ہم

(۴) غرض کے لیے جیسے۔

مذاق

ہیبت سے ہجر کی دل و زہرا ہوا ہے آب	مت رکھ برروح فاطمہ زہرا فراق مین

عرض ہے جناب امیر علیہ السلام مین۔

ہوس مجھو کی زبانی باپ سے

بہتر ہے پدر اب یہ اے خردمند	بس مجھکو نہ کر نصیحت و پند
اب نوع دگر ہے حال میرا	زنہار نہ کر خیال میرا

(۵) برابری کے لیے ہم مرتبہ سے ترک فعل طلب کرنے کو جیسے۔ ؎

دوستو مجھسے جو کہتے ہو نہ تو یار سے مل	اُسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل

(۶) تخویف کے لیے جیسے۔

مسیح

آخانہ خرابی اپنی مت کر	سمجھ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

نہی کو امر کی طرح مکرر بھی لاتے ہین جیسے۔

وزیر

نہ پوچھو تم مرے آنسو نہ پوچھو	لے گا کوئی تمکو خوشہ چین ہے

بیان ندا

طلب توجہ کو کہتے ہین اور جس اسم کے مسمے کی توجہ طلب کی جاتی ہے وہ منادی کہلاتا ہے

اور وہ جملہ متضمن اظہار پکارنیکی غرض کا کہ منادیٰ کے ساتھ واقع ہوتا ہی مقصود بالندا یا جواب ندا کہلاتا ہی اُردو مین اسکے واسطے بہت سے حروف مقرر ہین - اے - او - ارے - اری - ابے - اوبے - ہوت - اجی اورے - اوری - اوجی - یہ حروف منادے کے ساتھ آتے ہین یعنے جس کو توجہ مطلوب ہوتی ہے اُسکے نام کے اول یا آخر مین اُن حرفون مین سے کوئی حرف لگایا جاتا ہے ان مین سے اجی معرفہ کے لیے آتا ہے جیسے اجی مرزا محمد علی صاحب باقی تمام نکرہ کے لیے آتے ہین یا ایسے معرفہ کے لیے آتے ہین جو غیر معلوم ہو اور معرفہ غیر معلوم عبارت ہی شخص کے کسی صفت کے ساتھ متصف ہونے سے یا دوسرے سے کسی نشان کے ساتھ ممتاز ہونے سے مثال نکرہ جیسے او بھیا یا او میان ارے آدمی یا اری لڑکی یا اور اے چھوکرے یا ابے لڑکے اور اے بھائی وا وجی بی صاحب اور جب منادے کی تحقیر و تذلیل منظور ہوتی ہے یا کم قدر کو منادے کرتے ہین تو یہ حروف معرفہ کے ساتھ بھی مستعمل ہوتے ہین جیسے اولے بیل اور اری رائے بیل اور ابے بیل ہوت یا اوجی بی کھو یا اے جنبیلی یا اوری یاسمن اسی طرح مذکر سے لیے مثلاً او مرطو اور ارے للو اور ابے کھو اور اوبے کریم بخش اور کریم بخش ہوت مثال معرفہ غیر معلوم کی او جانے والے یا اولال پگڑی والے یا ارے انا کے لڑکے یا ارے کٹلون والے ہوت یا انا جی ہوت یا اجی سرخ دوپٹے والی ذرا ادھر تو دیکھو اور فارسی کا الف ندا بھی زبان ریختہ مین مستعمل ہے جیسے ناصحا - ساقیا - جانا - یعنے اے ناصح - اے ساقی اے جان -

سودا

خدا کے واسطے خاموش ناصحا بیدرد	لگے ہی بات تری مجھکو تیر سی دل مین

درد

ساقیا یان لگ رہا ہی چل چلاؤ	جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

عبد السبحان خان سبحان

جان ودل سے قبول سب جانا	پر گلی ہین تری ہمین آنا

اور چونکہ ندا کے یہ معنی ہین کہ کسی کی توجہ کو اپنی طرف طلب کرنا تو شرط ہی کہ منادے حاضر نہ غائب مگر کبھی غائب کو بھی حاضر تصور کرکے ندا کرتے ہین جیسے اس شعر مین ناظم کے - ع

ای اہل شام تمکو خوف خدا نہ آیا	پر رحم کیا ظلم کا کس زلف عنبرین کو

نواب یوسف علی خان ناظم رام پور ملک روہیلکھنڈ کے رئیس تھے اور سنہ ۱۲۸۳ ہجری مین وفات پائی ہے اور حضرت امام حسین کو اہل شام نے سنہ ۶۱ ہجری مین شہید کیا تھا مگر نواب صاحب نے اہل شام کو حاضر سمجھ کے ایسا کہدیا۔

سودا

دماغ جھڑ گیا آخر ترانہ اے نمردد ۔ چلا نہ پشے سے کچھ بس تری خدائی کا

کبھی طلب کے صیغے کو غیر طلب کے موقع پر استعمال کرتے ہین جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) کبھی مدح منظور ہوتی ہی جیسے۔

حالی

ای نازش برطانیہ اے فخر بر ترک ۔ ای ہند کے گلے کی شبان ہند کی قیصر

غالب

ای شہنشاہ فلک منظر بے مثل و نظیر ۔ ای جہاندار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل

امیر

ای خوشا وہ سرزمین جائین جدھر اُسکے قدم ۔ ای خوشا کشور ہو پھرے جسکی طرف اُسکی عنان

داغ

تلافی ہو گئی عسرت کی عشرت آ ز ہے قسمت ۔ سبدل ہو گئی آسانیون سے میری دشواری

(۲) تاسف و تحسر منظور ہوتا ہی جیسے۔

انیس

ای روشنی خانۂ زہرا ترے صدقے ۔ ای باپ کے عاشق ترے شیدا ترے صدقے
ای تشنہ لب ای بیکس و تنہا ترے صدقے ۔ ای رہرو فردوس معلے ترے صدقے

اگر کہا جائے کہ ترے صدقے اور تشنہ لب اور بیکس و تنہا اور رہرو فردوس معلی سے تحسر و افسوس مستفاد ہوتا ہی پس لفظ ای کو اس باب مین دخل نہ ہوگا تو ہم جواب دینگے کہ تحسر و افسوس ایک ایسا امر ہی جو کمی بیشی کو قبول کرتا ہی اس صورت مین جو کچھ اُن الفاظ سے مستفاد ہوتا ہی لفظ ای سے اُس مین زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔

ولہ

بانو سر اصغر کے قریب آ کے پکاری ۔ ای لال جھنجھوٹے ترے بالو پہ مین واری

(۳) کبھی شفقت منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر حسن

ارے چاہون کے یہ ہین آشنا	ملا دل کو آخر کرے ہین جدا

(۴) کبھی تمسخر اور خوش طبعی کے واسطے آتا ہی۔

ارشد

اجی شیخ جی زر سے ہے میکشی	جو مفلس ہوا پارسا ہو گیا

یہان ندا تمسخر و استہزا کے لیے ہی۔

میر حسن

یہ سن سن کے وہ نازنین مسکرا	لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر	بہانے تو کرتی ہی کیون مجھپہ دھر

یہان ندا خوش طبعی کے لیے ہی۔

(۵) برانگیختہ کرنے کے لیے جیسے۔

قلق

ارے او بے مروت او جلاد	ارے او ظالم او ستم ایجاد

یہان ایک تو لفظ ارے ہی اور دوسرا او پس اگر ایک ندا کے لیے مانا جائے تو ایک لفظ کو زائد ماننا پڑے گا۔

طور

ارے ای بیمروت تجھکو دل دینا نہین لازم	کوئی پیدا تو کر لیوے ہمارا سا جگر پہلے

مرزا جابر جابر

دشمنون سے تری سازش ہی ارے او دشمن	گو کہ دشمن ہی ترا دوست ہی بد اپنا سا

ذوق

نفس کی آمد و شد ہی نماز اہل حیات	جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

(۶) کبھی حقارت و تذلیل منظور ہوتی ہے جیسے۔

جوش شاگرد مصحفی

مین نے جو کہا تجھ بن کیا کیا نہ الم گذرا	بولا کہ ابے تیرا رو کے ہی جنم گذرا

(۷) کبھی واسطے کمال بے طاقتی اور کثرت شوق کے کہ ایک قسم کا جنون اس سے ظاہر ہوتا ہے استعمال کرتے ہین اسی قبیل سے ہے یہ کہ صبا عشق نسیم اور دل وغیرہ کو مناجی ٹھہراتے ہین مثال اسکی۔

درد

جستا اہل صفا بتا تو ہمکو ❊ اے آئینہ کس کے گھر گئے ہم

حالی

اے نسیم بہار کے جھونکو ❊ دہرنا یا مدار کے دھو کو
اے لب جو کی ٹھنڈی ہوا ❊ اے پہاڑون کی دلفریب فضا
ہون تو ہر حال مین ہو اپنے عزیز ❊ پر وطن مین تھے تم کچھ اور ہی چیز

نسیم

سنبل مرا تازیانہ لانا ❊ شمشاد انھین سولی پر چڑھانا
اور خار پڑا ترانہ چنگل ❊ مشکین کس لین نہ تو نے سنبل
او باد صبا ہوا نہ بتلا ❊ خوشبو ہی سونگھا پتا نہ بتلا
بلبل تو چہک اگر خبر ہے ❊ گل تو ہی مہک بتا کدھر ہے

گفتگو مین منادے پر حرف ندا نہین لگاتے ہین۔ جناب خان صاحب۔ یا جناب قبلہ یا جیسا مخاطب ہو ویسا خطاب کرکے بولتے ہین کسی کے گھر جاکر پکارتے ہین جناب میر صاحب خان صاحب۔

مولوی غلام غوث وجد

زلف کی بو اور دماغ عدو ❊ باد صبا تجھکو یہ کیا ہو گیا

یعنی اے باد صبا تجھکو یہ کیا ہو گیا کہ اسکی بو دماغ عدو تک پہونچائی۔

شاطر

ہے مرغ دل کی اسیری کے واسطے گلدام ❊ نہین ہین لشہ کے ڈورے جناب آنکھون مین

صنعت

قتل ناحق کیا تو نے جسے تلوار گھسیٹ ❊ لاش کو اسکی نہ ظالم سر بازار گھسیٹ

زیادہ تر حرف ندا علم پر نہین لگاتے اسلیے کہ علم کثرت سے منادے ہوتا ہی پس اگر حرف ندا حذف

بھی ہو جائے گا تب بھی خصوصیت مین فرق نہین آیگا۔

انیس

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم | انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینون کو

میر صادق علی صفدری

صفدری قد کو کہین اُسکے کہا تھا گل سرو | سیدھی اُس شوخ نے کیا کیا نہ سنائین مجھکو

منادےٰ جمع ہو تب بھی حرف ندا نہین لاتے۔

ذوق

گلو یہ کہ گئی کیا کان ہین تمھارے صبا | کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہین سماتے ہو

حالی

مقبلو مدبرون کو یاد کرو | خوش دلو غمزدون کو شاد کرو

سوز

سوز سے مت دل لگاؤ مشفقو پچھتاؤ گے | کاہش جان ہے عزیزو مہمان کا اختلاط

کبھی منادےٰ بھی حذف ہو جاتا ہے اور اسکے کئی سبب ہوتے ہین یا رعایت وزن کے لیے بشرطیکہ قرینہ سیاق کلام موجود ہو۔

مصحفی

مصحفی آج دعا مانگے ہے تجھسے یارب | ای کہ ہے ذات تری سب پہ غفور و رحیم

یا اسلیے کہ سُننے والے کا ذہن جس طرف چاہے میل کرے۔

سودا

ای وہ ہے تیرے عدل کی نسبت کہاں بصد تمام | نوشیروان پہ عدل کا گویا ہے اتہام

یعنے ای ممدوح یا ای معظم یا ای نواب یا ای عادل دوران وغیرہ وغیرہ۔ اسی قبیل سے ہے۔

غالب

اے ترا غمزہ یک قلم انگیز
اے ترا ظلم سر بسر انداز

یعنے ای معشوق یا ای پیارے یا ای دلبر وغیرہ وغیرہ۔
کبھی جواب ندا محذوف ہوتا ہے جیسے۔

انیس

آمادری زمین نے کہ یا حافظ جہان	دہشت سے تھر تھرا گیا مریخ آسمان

اور تکرار منادے کے موقع پر ہمیشہ جواب ندا محذوف ہوتا ہی جیسے۔

تراب

خاتمہ بالخیر اسکا بے تکلف ہو تراب	جو کہین مر جائے جھٹ پٹ کہتے کہتے یار ہا

ہوس

لیلی لیلی جو تو پکارا ؎	تب راز ہوا یہ آشکارا

بیان دعا

خدا کے سامنے عاجزی اور انکسار ظاہر کر کے کوئی چیز مانگنے کو دعا کہتے ہین دعا کیواسطے جو صیغہ مخصوص ہی وہ بحث مضارع کے صیغہ واحد غائب سے بنتا ہی اکثر حرف آخر کے بعد واؤ اور لگا دیتے ہین جیسے کرے سے کریو اور سُنے سے سُنیو اور دیکھے سے دیکھیو وغیرہ اور جب کبھی آخر مین واؤ لگاتے ہین تو حرف سوم مضارع کو جیم سے بدل لیتے ہین مثلاً دیوے سے دیجیو اور لیوے سے لیجیو وغیرہ مثال دعا کی۔

غالب

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا	رکھیو یارب یہ در گنجینۂ گوہر کھلا

وله

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی	لکھد یجیو یارب اُسے قسمت مین عدو کی

کبھی دعا کے صیغون کو اور موقع پر بھی استعمال مین لاتے ہین چنانچہ امر بطریق استقبال کے معنی مین آتا ہی امر بطریق استقبال کے معنی یہ ہین کہ امر کے صیغے مین معنی امر کے بحال رہین مگر ظہور فعل کا آیندہ پر موقوف ہو اور صیغہ اُسکا دعائیہ یا مصدر ہوتا ہی۔

غالب

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف	آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی

اسی طرح نہی کے مقام پر دعا کا صیغہ آتا ہے جیسے جوشش۔

توانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے ہمکو
کرامت دیجیو اے ناتوانی دوش سے ہمکو

غالب

ہاں کھائیو مت فریب ہستی	ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

تکملہ

وجہ حصر انشاے طلبی کی یہ ہی کہ انشاے طلبی کا تقاضا یہ ہی کہ مطلوب ممکن ہو یا یہ کہ غیر ممکن پس دوسری قسم تمنا ہی اور پہلی صورت مین اگر اُس کے ساتھ کسی شے کا حصول مطلوب ہو صیغہ ترجی کے ساتھ تو اُسے ترجی کہتے ہین اور اگر بغیر ترجی کے طالب کے ذہن مین وہ مطلوب ہی تو استفہام کہتے ہین اور اگر اُسکے ساتھ کسی امر کا حصول خارج مین منظور ہی تو دو حالت سے خالی نہین کہ اگر وہ امر کسی فعل کا انتفا ہے تو وہ نہی ہے اور اگر کسی کا ثبوت ہے تو اُس صورت مین اگر کسی حرف ندا کے ساتھ اُس کا ثبوت ہے تو اُسے ندا کہتے ہین اور اگر حرف ندا کے ساتھ نہین تو دعا کہلاتا ہی اور دعا بھی علماے نحو کے نزدیک امر و نہی مین داخل ہے اور فرق علماے معانی و منطق نے کیا ہے نحوی اس فرق کو نہین مانتے یہ انکی خاص اصطلاح ہی-

کبھی جملۂ خبریہ جملۂ انشائیہ کے موقع پر آتا ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہی جیسا کہ کہتے ہین اُمید ہے کہ کل آپ کچہری مین ملین گے اور مطلب اس سے یہ ہی کہ تم کل کچہری مین ملنا اور اس حیثیت مین اسواسطے کہتے ہین کہ مخاطب کو گوارا نہین کہ مین دروغ گو ٹھہرون یعنی ملنے کا وعدہ کرون اور نہ مل سکون اور کبھی جملۂ شرطیہ دعا کے محل مین واقع ہوتا ہے چنانچہ تائیدات قصائد مین اِس قسم کے جملے بہت ہوتے ہین-

ذوق

سر ہفت آسمان جب تک کہ دور ہفت اختر ہو	الٰہی یہ بہادر شاہ شاہ ہفت کشور ہو

ساتوان باغ فصل و وصل کے بیان مین

فصل اصل ہی اور وصل اُسپر طاری اور عارض ہے اسلیے کہ کسی حرف کی زیادتی سے وصل پیدا ہوتا ہی لیکن ہم وصل کو اسلیے پہلے بیان کرتے ہین کہ وہ بمنزلے ملکے کے ہی اور فصل بمنزلے عدم کے اور ظاہر ہی کہ اعدام بغیر اپنے ملکات کے سمجھ مین نہین آسکتے پس جاننا چاہیے کہ عطف کبھی ایک مفرد کا دوسرے مفرد پر ہوتا ہی اور کبھی ایک جملے کا دوسرے جملے پر ایک مفرد کے دوسرے مفرد پر اور ایک جملے کے دوسرے جملے پر عطف کرنے کو وصل کہتے ہین-

جس پر عطف کیا جاتا ہے معطوف علیہ اور جسکا عطف کرتے ہین معطوف کہلاتا ہی اور فصل اسے کہتے ہین کہ جسکی شان سے عطف ہو اسکا عطف ترک کردینا مفرد کی مثال۔

ظفر

گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو	ترے دندان ولب نے کردیا بے قدر عالم مین

دندان معطوف علیہ ہی اور لب معطوف اور دونون فعل کردیا کے فاعل ہین اور یہی مناسبت عطف کی ہی۔

انس

آگئے جب ترے عارض پہ برابر گیسو	صبح اُمید وشب وصل کو یک جا دیکھا

صبح اُمید معطوف علیہ اور شب معطوف ہی اور یہ دونون دیکھا کے مفعول ہین اور عطف کی یہی مناسبت ہی۔

اور عطف ایک جملے کا دوسرے جملے پر چار حال سے خالی نہین۔

(۱) خبریہ کا خبریہ پر جیسے۔

حالی

اور دُنیا سے غلامی کو مٹا کر چھوڑا	لکھ دیا مین نے نشان سلطنت شخصی کا

اس شعر مین پہلا مصرع معطوف علیہ ہی اور دوسرا معطوف اور دونون جملے فعلیہ ہین۔

(۲) انشائیہ کا انشائیہ پر جیسے۔

تپش

لے اب جام مے اور مجھکو پلا	خدا جانیے اُسکے تھا دل مین کیا

جام مے لے معطوف علیہ ہی اور مجھکو پلا معطوف

مومن

چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا	نالہ اک دم مین اُڑا دوے دھوئنا

چرخ کیا معطوف علیہ ہی اور چرخ کی بنیاد کیا معطوف اور دونون جملے انشائیہ مین کیونکہ استفہام کو متضمن ہین۔

(۳) خبریہ کا انشائیہ پر۔

(۴) انشائیہ کا خبریہ پر۔ پہلی اور دوسری قسم تو بہت شائع ہی تیسری اور چوتھی قسم عربی

مین مختلف فیہ ہی اور فارسی مین قلت کے ساتھ قدما کے کلام مین پائی جاتی ہی اُردو مین بھی یہی حال ہے

میر

شست و شو کا اُسکے پانی جمع ہو کر مہ بنا — اور منھ دھونیکے چھینٹون کے یہ تارے دیکھیے

پہلے مصرع مین جملۂ خبریہ ہی اور دوسرے مین جملہ انشائیہ اور انشائیہ کا عطف خبریہ پر کیا ہے۔

ولہ

رونے کی ہے جا کہ آہ کریے — اور دل مین ترے اثر نہووے

پہلا جملۂ انشائیہ ہی کیونکہ کریے امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہی اور دوسرا جملہ خبریہ ہی کیونکہ ہووے مضارع واحد غائب کا صیغہ ہی جو اس جملۂ آخیر مین رابطۂ زمانی واقع ہوا ہی اور عطف جملۂ خبریہ کا انشائیہ پر درست نہین لیکن اُس صورت مین کہ انشا خبر کے معنے مین ہو چنانچہ ع

رونے کی ہی جا کہ آہ کریے

اس مصرع کے یہ معنی ہین رونیکی جا ہی کہ آہ کرین۔

جملون مین فصل اور وصل کس کس حالت مین واجب ہی

(۱) جب ایک جملہ دوسرے جملے کے بعد آئے تو دیکھنا چاہیے کہ پہلا جملہ اعراب کے محل مین ہے یا نہین اور محل اعراب مین ہونے سے یہ مُراد ہی کہ مبتدا کی خبر ہو یا حال ہو یا صفت یا مفعول ہو پس اگر اعراب کے محل مین ہی تو اُسوقت پھر خیال کرنا چاہیے کہ اگر اُس سے یہ مقصود ہی کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگائین مثلاً پہلا مبتدا کی خبر ہی اور دوسرے کو بھی اسی مبتدا کی خبر بنائین یا پہلا صفت ہی اور دوسرے کو بھی صفت بنائین یا پہلا حال ہی اور دوسرے کو بھی حال بنائین یا پہلا مفعول ہی اور دوسرے کو بھی مفعول بنائین تو ضرور ہی کہ پہلے پر دوسرے کا عطف مثل مفرد کے کرین پس اگر واو عطف یا کلمۂ اور کے ساتھ عطف کیا جائے گا تو شرط عطف قبول کرنے کی یہان ایک مناسبت ہوگی جسکی وجہ سے دونون جملے جمع ہو سکین گے اور مفردون کے عطف مین بھی یہی مناسبت ضرور ہوتی ہی اس مناسبت کو علماے معانی جہت جامع کہتے ہین اور اگر جہت جامع حکم اعراب مین نہوگی تو فصل متعین ہی عطف نہین کیا جائے گا مثال وصل کی۔

آزاد

لیجائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا — دیکھو کمایا کس نے ہی اور کون اُڑائیگا

کسنے کمایا ہی بر کون اترائیگا کا عطف کیا ہی کیونکہ دونون جملے دیکھو کے مفعول ہین پس یہان دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگانیکے یہی معنے ہین کہ پہلا مفعول ہی تو دوسرے کو بھی مفعول بنایا ہی یہی حال جرأت کے شعر مین ہی ع

دیکھا جو کل اُسنے میرے جی کا کھوتا	اور کھینچے آہ سرد ہر دم رونا

راسخ

کہدو بسمل سے کہ اک ہاتھ جگر پر رکھے	اور اک ہاتھ سے تھامے رہے دامن انکا

امیر

موت کہتی ہی کہ دیتے تو حسینون پہ ہین جان	اور مجھے مفت لیے مرتے ہین مرنیوالے

ذوق

تو جو ہو حامی اسلام تو بتخانے مین	بُت کرے قصد نماز اور کہے ناقوس اذان

کہے ناقوس اذان کا عطف بت کرے قصد نماز پر کیا ہی کیونکہ دونون ایک شرط کے جزا ہین۔ چونکہ واو عطف مین جہت جامع کا ہونا ضرور ہی اس بنا پر کہ سکتے ہین کہ نذر محمد خان بی اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس دہلی کے اس شعر مین۔

بینش جسے ہو اُسکا ہی عالم مین راج ہی	اُسکی مراد حاصل و روشن چراغ ہے

عطف معیوب ہی اسلیے کہ اُسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین کوئی مناسبت نہین پس یہ عطف غیر مقبول ہی یہی وجہ ہی کہ انشانے ان ترکیبون مین عطف نہین کیا ہی ع

فروغ مے سے نہ کیونکہ ہووے ایاغ روشن مراد حاصل	مثل یہ مشہور ہی جہان مین چراغ روشن مراد حاصل

اسی طرح فلان پانی پیتا ہی اور شعر کہتا ہی یہ عطف بھی نامقبول ہی فصحا کے کلام مین ایسا عطف نہین ہوتا اور جامع سے مراد وصف خاص ہے ورنہ اُسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین اسی طرح پانی پینے اور شعر کہنے مین بھی امر جامع موجود ہی لیکن ان مین کوئی خاص وصف پایا نہین جاتا۔

اِسی قبیل سے ہین یہ اشعار راسخ کے۔

لیتے چھلتا ہے کھوے سے وان کھوا	اور صدا لاتی ہی کانون مین ہوا
سود ہی نقصان مین اے خوش صفات **ولہ**	اور شہیدون کو فنا مین ہے حیات

(۲) اگر دوسرے جملے کو پہلے کے اعراب کا حکم لگانا اور دوسرے کو پہلے کے حکم مین شریک بنا

مقصود نہو تو اس موقع پر فصل کرنا چاہیے کیونکہ ایسے جملون مین دوسرے کا مقصود بالنسبۃ ہونا متصور نہین ہوتا اس لیے کہ یہان پہلے اور دوسرے کے درمیان کوئی نسبت نہین ہوتی جیسے ۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا مُنھ لیکے رہ گئے	صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

اس شعر مین مصرع ثانی کا عطف پہلے پر نہین تاکہ مفعول کے اختصاص مین شریک نہو جائے کیونکہ مفعول اور ظرف وغیرہ کی تقدیم اختصاص کا فائدہ بخشتی ہی پس اگر عطف کرینگے تو لازم آئے گا کہ معشوق کو خاص آئینہ دیکھنے کی حالت مین دل نہ دینے پر غرور تھا حالانکہ یہ مقصود نہین ۔

ولہ

مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب	مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے

مصرع ثانی پہلے مصرع پر معطوف نہین اگر معطوف کیا جائے تو لازم آتا ہی کہ اسکو مانا کا مفعول ٹھہرائین سو یہ ہرگز مراد نہین پس ترک عطف کیا گیا تاکہ یہ وہم نہو کہ متکلم کے ملنے ہو وعمین سے ہی

ولہ

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو	دینے لگا ہی بوسہ بغیر التجا کیے

بوسہ بغیر التجا کیے دینے لگا ہے پہلے جملے پر معطوف نہین تاکہ یہ دوسرا جملہ پہلے کے ساتھ اختصاص بالظرف مین شریک نہو جائے کیونکہ ظرف کی تقدیم نے پہلے جملے کو خصوصیت بخشی ہی یعنی بوسہ دینے کی عادت کا پڑنا غیر کی صحبت کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی دوسرے جملے مین یہ منظور نہین کہ بغیر التجا کے غیر کی صحبت مین وہ بوسہ دینے لگا ہی اسلیے کہ یہان بوسہ بغیر التجا دینا بغیر خصوصیت کے منظور ہے ۔

جان صاحب

کون کہتا ہے ہم سے بولو تم	مُنھ تو گھونگھٹ سے اپنا کھولو تم

دوسرے مصرع کا عطف ہم سے بولو تم پر نہین اسلیے کہ اگر اُسپر عطف کرینگے تو یہ بھی کون کہتا ہی کا مفعول ہونے مین اُس کا شریک ہوجائے گا اور قائل کا یہ مقصود نہین وہ تو یہ چاہتا ہے کہ معشوق اگر زبان سے نہ بولے تو مُنھ ہی دکھا دے ۔

(۳) اگر پہلے جملے کے لیے محل اعراب سے نہو اور پہلے جملے کا دوسرے کے ساتھ ربط مقصود ہو تو عطف کرتے ہین مگر اُس حرف کے ساتھ جو واو یا اور کے سوا ہو جیسے کہتے ہین زید آیا پس عمرو آیا زید گیا پھر عمرو گیا اور ایسے عطف کے لیے کوئی دوسری شرط نہین ہوتی کیونکہ حروف عاطفہ مین سے واو یا اور شرکت اور جمعیت کیلیے ہین اور ترتیب یعنی تقدیم و تاخیر مقصود نہین ہوتی اور نہ معیت مقصود ہوتی ہی مثلاً جب کہتے ہین میرے پاس زید اور عمرو آئے تو یہ فرق نہین کرتے کہ کون آگے آیا اور کون پیچھے اور نہ یہ لحاظ ہوتا ہی کہ ساتھ آئے اور واو یا اور کے سوا دوسرے حروف عاطفہ سوائے اشتراک کے دوسرے معانی بھی دیتے ہین چنانچہ پس فائدۂ جمعیت با ترتیب وبے مہلت کا دیتا ہی یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ معطوف بلحاظ ترتیب کے معطوف علیہ کی نسبت مین شریک ہی مگر مہلت اور تاخیر نہین ہوتی گو عرف مین اس ترتیب کو تاخیر خیال کیا جاتا ہی اور حکم کا ثبوت معطوف علیہ کے لیے معطوف سے قبل ہوتا ہی اور اس قبلیت کی دو قسمین ہین -

(۱) باعتبار وجود کے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ حرف تعقیب کے لیے آتا ہے دوسری صورت یہ کہ تفریع کے لیے ہوتا ہی تعقیب یہ ہی کہ معطوف باعتبار زمانے کے تاخیر ہو اور اول کو ثانی کے وجود مین کوئی دخل نہو جیسے زید آیا پس عمرو جبکہ اول زید آیا ہو اسکے بعد عمرو بغیر مہلت کے آیا ہو لفظ پس اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ عمرو بلحاظ ترتیب کے زید کی نسبت مین شریک ہی مگر ایک کا آنا دوسرے کے آنے کی شرط و علت نہین بلکہ تقدیم و تاخیر اتفاقی ہی تفریع یہ ہی کہ معطوف علیہ باوجود تقدم ذاتی و زمانی دونون کے معطوف کے وجود مین داخل ہو مثال اسکی -

امیر الدین شوخ

اولیا و قطب ہےہین فقیری بھیس مین	پس غریبوں سے بہت لازم ہی ملنا عید کا

اولیا و قطب کے فقیری بھیس مین رہنے کو غریبون سے ملنے کے اوپر تقدم ذاتی اور زمانی ہی اور اولیا و قطب کا فقیری بھیس مین رہنا سبب ہی غریبون سے ملنے کا -

(۲) صرف باعتبار ذکر لفظی کے معطوف علیہ معطوف سے قبل ہوتا ہی وجود زمانی کی وجہ سے تقدیم و تاخیر نہین ہوتی اور یہ وہان ہوتا ہی جہان عطف مفصل کا مجمل پر ہو جیسے فعل باعتبار اصالت کے دو قسم پر ہی ایک ماضی دوسرا مضارع پس ماضی وہ ہی جو گذرے ہوے زمانے پر

دلالت کرے اور مضارع وہ ہی جو زمانۂ موجودہ اور آیندہ پر دلالت کرے۔
پھر فائدہ جمعیت کا مع ترتیب ومہلت کے دیتا ہے اور یہ عام ہی اس سے کہ باعتبار عطف زمانے کے ہو جیسے زید گیا پھر عمرو گیا جبکہ عمرو کا جانا زید کے جانے کے بعد مہلت کے ساتھ وقوع مین آیا ہو۔

معبود شاہ رند

کہو کیا ہے فقیر کا جامہ	پھر بتا کیا ہی اُسکا عمامہ

یعنے پہلے یہ بتا پھر وہ بتا۔

نظیر

یہ کچھ بہروپ پن دیکھو کہ ہنگر شکل دیکھی	نکھرنا سنبرہونا لہلہانا پھر سمٹ جانا

ظفر

پہلے تو دل مین محبت کا شجر پیدا ہوا	پھر لگے حسرت کے گل غم کا ثمر پیدا ہوا

یا باعتبار ارتفاع مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے اس شعر مین میر کے۔

کیا کیا نہ گیا اُس بن صبر اور دماغ و دل	رونق گئی بشرے کی پھر نور بھی دیدہ کا

سودا

یزید کو تو مسلمان کہے ہی ناسپاس	پھر اُسکو کہئے اولوالامر مین کرے ہی یاد

یا باعتبار انحطاط مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے وزیر آئے آئے پھر انکا استاد آیا۔
فائدہ کلمۂ یا جو تردید کے واسطے آتا ہی جب دو جملۂ انشائیہ کے درمیان واقع ہو تو ہر چند دونون جملے صورت مین منفصلہ ہون لیکن پہلا جملہ بحال رہتا ہی اور حرف عطف کے حذف کر دینے پر دوسرا جملہ شرطیہ متصلہ بن جاتا ہی چنانچہ۔

مہتاب رائے تاب

یا تنگ نکر ناصح نادان مجھے اتنا	یا چلکے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

کیونکہ مطلب یہ ہی کہ یا تو مجھے تنگ نکر اگر تنگ کرتا ہی تو مجھے ایسا دہن اور ایسی کمر دکھا دے۔

خواجہ اکبر حسین اکبر

یا پھینک دیجے چیر کے پہلو سے دلکو آپ	یا دل کے سب نکل کے ارمان جائیے

مطلب یہ ہی کہ یا تو آپ پہلو کو چیر کے دل پھینک دیجئے اگر ایسا نہین کرتے تو دل کے سب ارمان

نکال کے جانیے۔
یاد رکھو کہ اگر جملے مین محکوم علیہ و محکوم بہ مفرد ہونگے تو اُس کو قضیۂ حملیہ کہین گے اور اگر مفرد نہ ہون تو اُس کی دو حالتین ہین اگر حکم اتصال کا ہی تو شرطیہ متصلہ کہین گے اور اگر حکم انفصال کا ہی تو شرطیہ منفصلہ بولینگے اتصال سے مراد یہ ہی کہ شرطیہ مین ایجاب کی حالت مین ایک نسبت کے ثبوت کا حکم دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر ہو جیسے اگر زید انسان ہی تو حیوان ہی اور سلب کی حالت مین ایک نسبت کی نفی کا حکم دوسری نسبت کی نفی کی تقدیر پر اور انفصال یہ ہی کہ دو نسبتون مین حالت ایجاب مین منافات کا حکم ہو اور سلب کی حالت مین نفی منافات کا حکم ہو مثلاً کہین کہ یہ عدد جفت ہے یا طاق ہے ظاہر ہے کہ کسی عدد مین زوجیت اور فردیت جمع نہین ہو سکتین اور نہ دونون مرتفع ہو سکتی ہین۔ خلاصۂ کلام یہ ہی کہ جب کہ دوسرا جملہ پہلے پر ایسے عاطف کے ساتھ جو واؤ یا اور کا غیر ہو عطف کیا جائے گا تو فائدہ حاصل ہو جائے گا اور وہ یہ ہے کہ ان حروف کے معانی ظاہر ہو جائین گے بخلاف واؤ کے کہ وہ صرف جمعیت اور اشراک کا فائدہ بخشتا ہے پس یہ اُسی مین ظاہر ہو گا جس کے لیے حکم اعراب ہو جیسے مفردات اور وہ جملے جنکے لیے محل اعراب ہو پس اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ عطف سوائے واو یا اور کے دوسرے حرف کے ساتھ اپنے فائدہ بخشنے مین درمیان معطوف علیہ اور معطوف کے اُس مناسبت کے ہونے کا محتاج نہین جس کا نام ہمنے جہت جامع رکھا ہے اور وہ فائدہ جو مناسبت کا محتاج نہین خود ان حروف کے معانی ہین بخلاف اُس عطف کے جو واؤ یا اور کے ساتھ ہو کہ اُس سے صرف معطوف علیہ معطوف کے درمیان جمعیت و اشتراک کا فائدہ حاصل ہوتا ہے پس جب پہلے جملے کے لیے اعراب سے محل ہو گا تو مشترک فیہ بھی ظاہر ہو جائیگا اور وہ حکم ہے جیساکہ مفردات مین پس اس کے عطف سے فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر اُس جملے کے لیے محل نہین ہوتا تو مشترک فیہ ظاہر نہین ہوتا پس اس وقت ایسے جامع مخصوص کی طرف محتاجی واقع ہوتی جو دونون جملون مین مشترک ہوتا ہے اور دونون کو جمع کرتا ہے اور اس جامع کا بھنا اتنی چیزون کے سمجھنے پر موقوف ہے کہ دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع یعنی انفصال یا کمال اتصال بدون ایہام خلاف مقصود کے ہے یا نہین اور خلاف مقصود کے ایہام نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب دو جملون مین فصل کیا جائے تو اُس سے خلاف مقصود کا ایہام حاصل نہو بلکہ فصل کرنے سے مراد بخوبی حاصل

ہوسکتی ہو یا اُن دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع اور کمال اتصال کے ساتھ مشابہت ہے یا نہیں اگر کمال انقطاع یا کمال اتصال کے ساتھ مشابہت اُن میں موجود ہے تو فصل کرنا چاہیے وصل نہ کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایک حیثیت سے مغائرت کو چاہتا ہے اور دوسری حیثیت سے مناسبت کو چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ مغائرت نہ تو کمال اتصال کو اور نہ کمال اتصال کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے اور مناسبت نہ تو کمال انقطاع کو اور نہ کمال انقطاع کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے یا اُن دونوں جملوں کے درمیان نہ کمال انقطاع ہے نہ کمال اتصال اور نہ ان دونوں کمالوں کے ساتھ مشابہت ہے بلکہ اوسط درجے کی حالت ہے تو وصل کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایسے ہی دو جملوں کے درمیان واقع ہوتا ہے جن میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ مغائرت اور مناسبت دونوں باتیں حاصل ہوں اور ان باتوں کا جاننا دقت سے خالی نہیں اور جس کے لیے حکم اعراب ہے اگرچہ وہ بھی جہت جامع پر موقوف ہے لیکن اسمیں دقت نہیں ہے کیونکہ اُس میں جہت جامع ایسی چیزوں کے جاننے پر موقوف نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب دو ایسے جملے جمع ہوں کہ نہ انکے لیے اعراب سے محل ہو اور نہ پہلے جملے کے لیے کوئی ایسا حکم ہو جسکا دینا دوسرے جملے کو مقصود ہو یا حکم ہو اور دوسرے کو بھی اس حکم کا دینا مقصود ہو یعنے جس طرح اس حکم کو پہلے جملے کے لیے لگا سکتے ہیں اسی طرح دوسرے جملے کے لیے بھی لگا سکیں تو ایسے جملوں کے چھ حال ہیں۔

(۱) اُن دونوں میں انقطاع (انفصال) اس بات کے ایہام کے بدون ہو کہ اگر فصل کیا جائیگا تو مقصود کا خلاف لازم آئیگا۔

(۲) دونوں میں کمال اتصال ہو۔

(۳) دونوں میں کمال انقطاع کی مشابہت ہو۔

(۴) کمال اتصال کی مشابہت ہو۔

(۵) کمال انقطاع اس بات کے ایہام کے ساتھ ہو کہ اگر فصل کیا جائے گا تو مقصود کا خلاف لازم آئے گا۔

(۶) دونوں کمالوں کے درمیان توسط ہو۔

پس ان میں سے چھٹی اور پانچویں حالت میں دونوں جملوں میں فصل کرنا چاہیے اور باقی پہلی چار حالتوں میں دونوں کے درمیان فصل کرنا چاہیے اب ان چھوں حالات کی تفصیل پر غور کرو۔

کمال انقطاع بدون ایہام کے

کمال انقطاع دو جملون مین کئی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک اس وجہ سے کہ دونون لفظاً و معناً مختلف ہوتے ہین مثلاً پہلا انشائیہ ہو اور دوسرا خبریہ یا پہلا خبریہ ہو اور دوسرا انشائیہ سُوان دونون مین وصل نہین ہوتا جیسے غالب کے اس قول مین جناب چودھری صاحب آؤ ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین پہلا جملہ انشائیہ ہی اور دوسرا خبریہ پس ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین گے آئینگے اور عطف نہین کیا اسلیے کہ یہ خبر ہی لفظاً و معناً اور او لفظاً و معناً انشا۔ ظفر کہتا ہے۔ مصرع۔

ہے خدا جانے کہان مدت ہوئی اُسکو گئے

اس مصرع مین دو جملے ہین پہلا استفہام استخباری کو متضمن ہی اسوجہ سے لفظاً و معناً انشائیہ ہی اور دوسرا لفظاً و معناً خبریہ ہی۔

ظفر

گر حیران دیکھکر عالم مین جگی تمھین بھی ہو	ہم اپنا عشق چمکائین تم اپنا حسن چمکاؤ

ہم اپنا عشق چمکائین جملہ خبریہ ہے اور تم اپنا حسن چمکاؤ جملہ انشائیہ ہی پس ان دونون کے درمیان عطف نہین کیا گیا اسی مثال مین ہی نسیم کا مصرع۔ ؎

سفر ہی دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہی

سفر ہے دشوار لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہے اور خواب کب تک لفظاً و معناً جملہ انشائیہ ہے اسلیے کہ استفہام استخباری کو متضمن ہی اور بہت بڑی منزل عدم ہی لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہی اسلیے ان تینون جملون مین عطف نہین کیا کیونکہ کمال انقطاع ہی۔

یہ مثالین دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع کی ہین کیونکہ دونون لفظاً و معناً خبر و انشا ہین اور نہ دونون کو اعراب سے محل حاصل ہی۔

دوسرے کمال انقطاع اس وجہ سے ہوتا ہی کہ دونون مین سے ایک معناً خبر ہو اور دوسرا معناً انشا اگرچہ لفظاً دونون صرف انشائیہ ہون یا صرف دونون خبریہ ہون یہان بھی وصل نہین ہو سکتا پس یہان چار صورتین متصور ہین۔

(الف) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور دونون لفظاً خبریہ ہون جیسے آج زید مرگیا اللہ اُسکو بخشے اللہ اُسکو بخشے کا عطف زید مرگیا پر نہین کیا کیونکہ معنے کی رو سے انشائیہ ہی

اور زید مر گیا خبریہ ہی اگرچہ لفظاً دونوں خبریہ ہیں۔

مرزا کاظم حسن

یہی اک رند باقی تھا صد افسوس	خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی

جملہ یہی اک رند باقی تھا معناً خبر ہی اور خدا بخشے معناً انشا ہی کیونکہ دعا ہی پس خدا بخشے کا عطف یہی اک رند باقی تھا پر نہیں کیا گو کہ دونوں جملے لفظاً خبر ہیں۔

قائم

بتوں کے دید کو جاتا ہوں دیر میں قائم	مجھے کچھ اور ارادہ نہیں خدا نہ کرے

جملہ مجھے کچھ اور ارادہ نہیں دوسرے جملے خدا نہ کرے سے نہایت منقطع ہے اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہیں کیا پہلا جملہ معناً خبریہ ہے اور دوسرا معناً انشائیہ ہے کیونکہ دعا ہے اور لفظاً دونوں خبریہ ہیں۔

غلام علی خان وحشت

میرے مرنے کی خبر غیر کو یوں دیتے ہیں	مر گیا وحشت جان باز تری جان بچے دو

حکیم میر محمد مہدی ظاہر

نہ بھاتی تھی جس شخص بن دل کو سیر	سُوا آیا ہے سب لو وہ یادش بخیر

(ب) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور لفظاً دونوں انشائیہ ہوں۔ جیسے

نواب کلب علیخان

ڈوب مرنے کو مرے داغ جگر کیا کم تھا	چشم تر لے کیے کیوں سات سمندر پیدا

اس شعر میں پہلا مصرع معناً خبریہ ہی اسلیے کہ استفہام انکاری ہی جو خبر کی تاویل میں ہوتا ہی اور بظاہر انشا ہوتا ہی اور دوسرا مصرع معناً انشائیہ ہی اسلیے استفہام استخباری ہی اور لفظاً دونوں انشائیہ ہیں۔

(ج) پہلا معناً انشائیہ ہو اور دوسرا معناً خبریہ ہو اور لفظاً دونوں خبریہ ہوں مثلاً۔

غالب

یہ لاش بیکفن اسدؔ خستہ جاں کی ہے	حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

پہلا جملہ حق مغفرت کرے دوسرے جملے عجب آزاد مرد تھا سے نہایت منقطع ہی اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہیں کیا پہلا جملہ معناً انشائیہ ہی کیونکہ دعا ہی اور دوسرا معناً خبریہ ہے اور لفظاً دونوں جملے خبریہ ہیں۔

(د) پہلا معناً انشائیہ ہو اور دوسرا معناً خبریہ ہو اور لفظاً دونوں انشائیہ ہوں جیسے۔

نواب کلب علیخان

کوسے کیوں ہو نہ مجھے آج کھڑے قتل میں ن | ذبح کرنے کو نہیں کیا کوئی خنجر پیدا

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں دونوں جملے استفہامیہ ہیں اس لیے لفظاً انشائیہ ہیں مگر پہلا معناً بھی انشائیہ ہے کیونکہ استفہام استخباری ہی بخلاف دوسرے کے کہ وہ معناً خبریہ ہے اسلیے کہ استفہام تقریری در اصل خبر ہی۔

تیسرے کمال انقطاع اسلیے ہوتا ہے کہ دونوں جملوں میں کوئی جامع نہیں ہوتا اور جامع سے مراد ایسا وصف ہی جو نہایت خصوصیت رکھتا ہو اور یہ جامع دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔

(الف) یا تو صرف جملوں کے مسندالیہوں میں نہیں ہوتا جیسے زید بڑا ہی جا قوچھوٹا ہی یہاں فقط مسندالیہوں میں کوئی جامع نہیں ہے اسلیے دوسرے کا عطف پہلے پر نہیں ہوسکتا حالانکہ دونوں جملے خبریہ ہیں اور بڑے اور چھوٹے میں جامع موجود ہے اور وہ یہ ہی کہ ایک دوسرے کی ضد ہے مگر مسندالیہوں میں جامع مفقود ہے۔

شہیدی

خندے کے کرتے ہیں جو صبح اُس گل کے لب ہوئے | غنچے کی چھاتی پھٹ گئی لعل میں ٹکڑے ہوا

دوسرے مصرع میں دو مسندالیہ ہیں ایک غنچہ دوسرا لعل ہیں اور ان میں کوئی جامع نہیں ہے البتہ مسندوں میں جامع ہی اور وہ یہ ہی کہ دونوں کا مصداق ایک ہی۔

انیس

دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے

یہاں دولت و اطفال مسندالیہ ہیں جن میں کوئی جامع نہیں اور مسندوں میں اتحاد جامع ہے۔

(ب) کبھی جامع فقط مسندوں میں نہیں ہوتا جیسے زید لمبا ہے عمرو سونیوالا ہے۔

یہاں صرف مسندوں میں جامع نہیں بشرطیکہ مسندالیہوں میں جامع فرض کر لیا جاے اور وہ یہ کہ زید و عمرو آپس میں دوست ہوں یا کسی اور قسم کا اُن میں تعلق ہو۔

فہمی

مرتا ہے دراز کا کلوں پر | فہمی کی حیات بڑھ گئی ہے

پہلے مصرع میں فہمی مسندالیہ ہی اور دوسرے میں حیات فہمی اور ان میں جامع ظاہر ہی اور پہلے

جملے مین مرتا ہی بھی عاشق ہے مسند ہی اور دوسرے مین بڑھ گئی ہی مسند ہی اوران مین کوئی جامع نہین

منھ دوپٹے سے چھپایا اُس نے | ولہ | دل کو پردے مین لبھایا اُس نے

دونون جملون کے مسندالیہون مین جامع یہ ہی کہ دونون متحد ہین اور مسندون مین کوئی جامع نہین۔

(ح) یا مسندالیہ اور مسند دونون مین کسی قسم کا جامع نہین ہوتا جیسے زید کھڑا ہی علم عمدہ ہے اسی قبیل سے یہ بھی ہوسکتا ہی کہ زید لمبا ہی عمرو شوقین الا اسی جبکہ زید و عمرو مین جامع نہو۔

گلزار نسیم

گوشے مین کوئی لگا نہووے | خوشہ کوئی تاکتا نہووے

پہلے مصرع کے جملے مین مسندالیہ کوئی محافظ ہی اور دوسرے مصرع کے جملے مین مسندالیہ خوشہ ہے اوران مین کوئی جامع نہین ہے اور پہلے جملے مین لگا نہووے مسند ہے اور دوسرے مین تاکتا نہووے اوران مین بھی کوئی جامع نہین ہے

دو ساز طرب ملے خوش آہنگ | ولہ | دو راز ادب کھلے بصد ننگ

پہلے مصرع کے جملے مین ساز طرب مسندالیہ ہے اور دوسرے مصرع کے جملے مین دو راز ادب مسندالیہ ہے اوران مین کوئی جامع نہین اور اول مین ملے اور دوم مین کھلے مسند مین اوران مین بھی کوئی جامع نہین۔

ایضاً

مرغان ہوا تھے ہوش راہی | | نقش کف پا تھی ریگ ماہی
اور آگے بڑھا وہ بحر اوہام | ولہ | ڈوبا خورشید ہوگئی شام
بڑھی تھی رُخ جنون کی کاکل | ولہ | پابوسی گل کو آیا سنبل

کمال اتصال

دو جملون کے درمیان کمال الاتصال چار طور سے پایا جاتا ہے:

ایک یہ کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید کرتا ہی۔ تائید کبھی معنوی طور پر ہوتی ہے کبھی لفظی طور پر اور تائید کی ضرورت یہ ہی کہ سامع جب ایک جملہ سُنکر گمان کرتا ہی کہ یہ حکم بطور مجاز کے یا غلطی سے کیا ہی تو اسکے اس گمان کے دفع کرنے کے لیے متکلم ایک جملے کا عطف پہلے جملے پر کر دیتا ہی تاکہ اس کا یہ توہم دفع ہوجائے یہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے معنی کو ثابت کرتا ہی پس تائید معنوی یہ ہی کہ دوسرے جملے کا مضمون پہلے جملے کے مضمون سے مختلف ہو لیکن ایک ہی معنی کے ثبوت سے دوسرے کے

معنے کا ثبوت لازم آئے ایسے جملون مین عطف نہین کیا جاتا کیونکہ تاکید اور مؤکد ایک شے کی
شل ہو جاتے ہین ۔

وحید

حاسد یہ دل مین کہتے ہین گھبرا کے یک بیک	سلطان ملک نظم ہی یہ کچھ نہین ہی شک

جب یہ کہا گیا کہ حاسد اپنے دل مین اس شخص کو سلطان ملک نظم سمجھتا ہین تو سامع کو یہ توہم
ہو سکتا تھا کہ یہ بطور مجاز کے یا غلط کہا ہوگا پس سامع کے اس توہم کے دور کرنے کے لیے ایک
دوسرا جملا اُسکے بعد ذکر کیا اور وہ کچھ شک نہین ہے اور کچھ شک نہین ہی کا رتبہ اس ترکیب مین تاکید
جیساکہ شعر ذیل مین خود کا رُتبہ ہے ۔

اوج

پردہ اُٹھ جائیگا جب روے تجلی سے کلیم	آپ خود منھ سے کہینگے کہ ابھی کیا دیکھا

شاد

سعی کی آسنے اک زمانے تک	نہین اس مین ذرا بھی شبہ و شک

مصرع دوم مصرع اول کی معنوی طور پر تائید کرتا ہے ۔

ناسخ

ہو ترا روے جہان سوز اگر عکس فگن	ہی یقین خانہ آئینہ ستمگر جلجائے

خانہ آئینہ ستمگر جلجائے شرط کا جواب ہی اور اُسکی تائید یقین ہی کرتا ہی ۔

امیر

سب سے بدتر ہوئے امیر اس مین نہین شک لیکن	لاج اسکی ہے ضرور آپ کا کہلاتا ہے

امیر کے سب سے بدتر ہونے کی تائید معنوی طور پر اس مین شک نہین کرتا ہے ۔
اور لفظی طور پر تائید کی یہ صورت ہی کہ دونون جملون کا مضمون ایک ہو پس ایسے جملون مین بھی
عطف نہین کیا جاتا اسلیے کہ تاکید اور مؤکد ملکر ایک شے کی مثل ہو جاتے ہین جیسے ۔

ناسخ

جو ہوا کو خدا نہ کرتا خلق	یعنے خالق ہوا نہ کرتا خلق

محمد باقر

اُلفت اُنکی ہی اصل مایۂ سود	اُلفت اُنکی ہی اصل ہر بہبود

شاد

میرے مذہب کے سب خلاف کیا	میرے مشرب کے سب خلاف کیا

میر حسن

تری ذات ہے وحدہٗ لا شریک	نہین تیرا کوئی نہ ہوگا شریک

مثنوی سعدین

وہ ملیدہ جو مین نے کھایا ہے	وہ ملیدہ جو وان سے آیا ہے
نام اُسی کا ہے نعمت دنیا	نام اُسی کا ہے لذّت دنیا

دوسرا شعر مقصود بالتمثیل ہے۔

دبیر

واللہ کلاہ سر شبیر یہی ہے	یہ تاج ہے اُسکا جو حسین ابن علی ہے

پانچون شعرون مین جو مطلب پہلے مصرعون کے جملون سے حاصل ہوتا ہے وہی دوسرے مصرعون کے جملون سے حاصل ہوتا ہے ایک ایک مصرع ایک ایک جملہ ہے ہر شعر مین دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید اور ثبوت کے استحکام کے لیے ہے تاکہ سامع کو یہ گمان نہ پیدا ہو کہ متکلم نے یہ بات مجازاً کہی ہے یا غلط کہی ہے۔

انیس

ظاہر ہین ان مین جس سے ہر ایک دور ہی	دونون کا ایک نور خدا سے ظہور ہے

جو مفہوم ظاہر ہین کا ہے وہی اُسکے جملہ مابعد کا ہی۔

مؤلف

ملحد کیا بے دین کیا کافر کیا ترسا کیا	زلف سیاہ یار نے اپنا دکھا جلوہ مجھے

دوسرے مصرع کے تمام جملے مضمون کے اعتبار سے متحد ہین اسلیے عطف نہین کیا۔

مضطر

مدتین گذرین زمانہ ہوگیا	میری اُنکی رسم اُلفت چھٹ گئی

جو مطلب مدتین گذرین سے حاصل ہوتا ہی وہی زمانہ گذرا سے حاصل ہوتا ہی۔

ضامن

اُلفت یار نے ہمین مارا	مار ڈالا کسی کی چاہت نے

اس شعر مین جو مطلب پہلے جملے سے حاصل ہوتا ہے وہی دوسرے سے حاصل ہوتا ہے۔

غالب

کہا تمنے کہ کیون ہی غیر کے ملنے مین رسوائی	بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیے کہان کیون ہو

جو مطلب بجا کہتے ہو سے حاصل ہوتا ہی وہی سچ کہتے ہو سے حاصل ہوتا ہے۔

ذوق

جس سے پوچھو کہ تو آگہ ہے کہیگا کہ بلے	انت تعرف کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم

پس تمام شعرون مین دوسرے جملے کا ویساہی مرتبہ ہے جیساکہ اس شعر مین دوسرے چھوٹے گا کا۔

صبا

دل سودازدہ میرا نہ چھوٹے گا نہ چھوٹیگا	ہر اک حلقہ ہی کالا جیل خانہ زلف شبگون کا

تنبیہ - جبکہ ایک جملہ دوسرے جملے کی تائید لفظاً کرتا ہو تو عطف نہین کیاجاتا پس اس صورت مین محمد حسین متخلص بہ حسین کے اس شعر مین۔

بچھوے ہین پھول باغ مین آئی بہار ہی	مطلع ہی صاف اور نہین گرد و غبار ہی

عطف درست نہین اسلیے کہ مطلع کے صاف ہونے سے بھی یہی مراد ہی کہ مطلع گرد و غبار نہین رکھتا اور مطلع صاف ہونے سے دوسرے معنے مقصود ہین تو اس صورت مین بھی عطف ناجائز ہی کیونکہ یہ کمال الانقطاع کی تیسری قسم ہی جیساکہ بہار آئی ہی اور مطلع صاف ہی مین کمال انقطاع ہی۔

دوسرا طور - یہ ہے کہ پہلا جملہ بیان مراد کے لیے کافی نہین ہوتا اُس مین کوئی کمی یا پوشیدگی ہوتی ہی اسلیے اسکے بعد ایک اور جملہ بطور بدل کے لاتے ہین جس سے تمام و کمال انکشاف مراد کا ہوتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہی کہ مقام اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ مراد کی شان کا بخوبی اہتمام کیا جائے اور نکتہ اس مین یہ ہوتا ہی کہ یا تو مراد فی نفسہ مطلوب ہوتی ہی یا شنیع ہوتی ہی یا عجیب ہوتی ہی یا لطیف اور مستحسن ہوتی ہے پس دوسرا جملہ مراد کے بخوبی کھولنے کے لیے بطور بدل کے لایا جاتا ہے تاکہ ظہور مراد مین کسی قسم کی کمی اور پوشیدگی باقی نہ رہے اور اسکی دو صورتین ہین۔

(الف) جملۂ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل ہو۔

مراد کے فی نفسہ مطلوب ہونے کی مثال - جیسے کہین خدانے ہمکو بہت سی نعمتین بخشی ہین آنکھین دیکھنے کو دی ہین کان سُننے کو دیے ہین زبان دل کا حال بیان کرنے کو دی ہے

یہان نعمت الٰہی کا جتانا مراد ہی اور وہ فی نفسہ مطلوب ہی اور عبادت و پرہیزگاری اختیار کرنے کا نتیجہ ہے اسلیے اسکا کھولنا ضرور تھا پہلے جملے سے مجملاً نعمات الٰہی کا حال معلوم ہوتا تھا دوسرے جملون کے لانے سے اُسکی تفصیل ہوگئی۔

رویاے صادقہ

اور جو ہم مین پہلوان کہلاتے ہین سینہ اُبھرا ہوا ہے۔ قبضے چڑھے ہوے ہین دیکھنے کو موٹے تازے داؤپیچ خوب رودان الخ یہان پہلوانون کا حال ظاہر کرنا اور اُنکے قوے کی حالت کا دکھانا مد نظر تھا کیونکہ یہ امر فی نفسہ مطلوب تھا اس لیے پہلے جملے کے بعد دوسرے جملے جو اُنکے حالات پر مشتمل تھے لائے اور اس طرح اُس مجمل کی تفصیل ذہن نشین کردی اور دوسرے جملون کے مفہوم پہلے جملے مین داخل ہین۔

داغ

ہماری آنکھون نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا	بُرائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا

یہان عجب عجب انتخاب تماشون کا بتانا منظور تھا اسلیے دوسرے مصرع مین اُن عجائب تماشون کو کھولدیا چونکہ پہلا جملہ یہان مراد کیلئے کافی نہ تھا اسلیے اُسکے بعد تین جملے دوسرے بطور بدل کے لائے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

تخم ریزی جنس اعلیٰ کی ہوئی	کھیت مین بویا گیا گیہون چنا

مصرع اول مین پہلا جملہ بیان مراد کیلئے کافی نہ تھا اُس کا اجمال دوسرے جملہ نے دُور کردیا اور اُس جنس اعلیٰ کو بتادیا جسکی تخم ریزی ہوئی تھی۔

اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو	گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سلطان کو

پہلا جملہ جو مصرع اول مین ہی انکشاف مراد کے لیے کافی نہ تھا اُسکے بعد دو جملے بطور بدل کے لائے جنھون نے اُسکا خفا دُور کردیا۔

جرأت

تیرے خیال مین دونون جہان سے ہم گذرے
نہ اس جہان کی خبر ہے نہ اُس جہان کی خبر

ظفر

جاتے ہین کیا کیا گھسیٹے رہرو راہ وفا	سر کے بل ہانون کے بل سینے کے بل بازو کے بل

جرأت

مشاطہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی	لب بند ہوے سب کے کچھ منھ سے نہ بات آئی

مراد کے شنیع ہونے کی مثال

کوئی عورت بدکار ہو اور نماز گذار بھی ہو تو اُس کو کہین دو باتین جمع نکر زناکاری چھوڑ دے اور نماز پڑھا کر جیسے واجد علی شاہ کے اس قول مین۔

عجب انداز کی تھی وہ گلرو	جو ترطون سے وہ کرتی تھی آلو
وہ اڑانے کا ذوق رکھتی تھی	اور پستان سے شوق رکھتی تھی
گنے سے آنکھ وہ لگاتی تھی	ٹور ایک ایک اُسکو بجاتی تھی

پہلے مصرع مین اُس عورت کے انداز فحش کاری کو دکھایا ہی چونکہ اس جملے مین معنی مراد کے ادا کرنے مین خفا ہی اسلیے دوسرے جملے اُسکے بعد لائے جس سے اُسکی توضیح ہو گئی اور پہلے جملے کے ساتھ دوسرے جملون کا عطف اسلیے نہین کیا کہ شے واحد کی طرح سمجھے جاتے ہین۔

میر حسن

لگے پینے باہم شراب وصال	ہوے نخل اُمید سے وہ نہال
ہونٹوں سے ملے لب دہن سے دہن	دلون سے ملے دل بدن سے بدن
لگی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو	گئین حسرتین دل کی پامال ہو

پہلے شعر مین صحبت جماع کو دکھایا ہی چونکہ معنی مراد بخوبی ادا نہین ہو سکتے ہین اسلیے بعد مین کئی جملے ذکر کیے جنھون نے خفا کو بخوبی دور کر دیا۔

صاحبقران

جتون غضب ہی شوخی مین ہے بیمثال آنکھ	چھوٹے سے سن مین اُسکی بڑی ہی چھنال آنکھ

مراد کے عجیب ہونیکی مثال

ذوق

شب ہجران بسر نہین ہوتی	نہین ہوتی سحر نہین ہوتی

شب ہجران کا بسر نہونا پہلا جملہ ہی اور سحر کا نہونا دوسرا جملہ ہی مگر پہلے جملے سے مراد بخوبی ظاہر نہین ہوسکتی تھی کہ کس طرح شب ہجران بسر نہین ہوسکتی دوسرے جملے نے مراد کو اچھی طرح کھولدیا کہ شب ہجران کا بسر نہونا یہ ہی کہ دن نہین نکلتا جو اجمال پہلے جملے مین تھا اُسکی تفسیر دوسرے جملے نے کردی اور چونکہ کسی شب کا بسر نہونا عجیب بات تھی کیونکہ کوئی شب ایسی نہین کہ بسر نہ ہوسکے پس اُسکی شان کا اہتمام زیادہ منظور تھا اور اس غرض سے وضاحت کی حاجت پڑی اور بطور بدل کے سحر نہین ہوتی اُسکے بعد ذکر کیا اور دونون مین حرف عطف نہ لائے کیونکہ دونون شئ واحد کیطرح سمجھے جاتے ہین

مراد کے لطیف ہونیکی مثال

کوئی شخص رحم دل اور خوش اخلاق ہو تو کہین کہ وہ خوبیون کا مجموعہ ہی رحم دلی و خوش اخلاقی اُسکے خمیر مین داخل ہین۔

حالی

راستی اور راستبازی اسمین تھی ضرب المثل | اسکے کامو نمین ریا تھی اور نہ باتو نمین دغل

امانت

تمھارے گیسوؤن کے ڈھنگ دُنیا سے نرالے ہین | پریشان ہون تو سنبل ہین جو بل کھائین تو کالے ہین

(ب) جملۂ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل نہین ہوتا بلکہ اُس سے مغایرت رکھتا ہی مثال۔

شباب

چُپ اے ناصح نکر مجھکو نصیحت دم بدم اتنا | مرے دلبر تو قبضہ ہی کسی مہوش کی گفتار کا

یہان چُپ پہلا جملہ ہی بطور بدل کے اُسکے بعد کہا مجھکو نصیحت نکر اور مقصود اس سے سرزنش ہی۔

نہ رندونمین ٹھہر تو زاہدا لے راستہ اپنا | ولہ ٹھہرتا ہی تو پہلے صاف کرلے اپنے باطن کو

زاہد کے ٹھہرنے پر کراہت ظاہر کرنے کو کہا کہ رندون مین نہ ٹھہر اور جب کہا کہ اپنا راستہ لے تو اُس نے اُس مضمون کو بخوبی خاطر نشین کردیا کیونکہ جب عرف مین اس طرح بات چیت کرتے ہین تو اس سے کمال کراہت کا اظہار مقصود ہوتا ہی نہ چلا جانا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ راستہ لینا باعتبار مفہوم کے نہ ٹھہرنے سے مغایر ہی اسلیے تاکید و بیان نہین ہوسکتا اور نہ راستہ لینا نہ ٹھہرنے مین داخل ہی اسلیے پہلی قسم سے بھی علیحدہ ہوا۔

اسی قبیل سے ہی۔

آفتاب رائے رسوا

رسوا کو کما دیکھکے کل شوخ نے گستاخ	چل دور ہو فی النار ہو کافور ہو چھو ہو

چل دور ہو کے بعد بطور بدل کے کہا فی النار ہو اسی طرح اسکے بعد کہا کافور ہو یہی حال چھو ہو کا ہے عرف مین جب کہتے ہین فی النار ہو جاؤ یا کافور ہو جاؤ تو ان سے معنی حقیقی مقصود نہین ہوتے بلکہ محض اپنے سامنے موجود ہونے پر کراہت کرنا مقصود ہوتی ہے۔

انشا

شور محشر یہ ہے کہ بیٹھے خرام اُسکا صاف	دال نے عین ابے دور ہٹ ہو چل ہٹ

تیسرا طور دو جملون مین کمال اتصال کا یہ ہے کہ دوسرا جملہ بطور بیان کے واقع ہو اور یہ بیان اسلیے لایا جائے کہ پہلے جملے مین کسی قسم کا خفا ہو جس سے مراد کی پوری پوری توضیح نہو سکتی ہو اور مقام یہ چاہتا ہو کہ بیان خفا دور کر دیا جائے جو جملہ بطور بدل کے آگر پہلے جملے سے معنی مراد کا خفا دور کرتا ہے اُس مین اور اُس جملے مین جو بطور بیان کے آکر معنی مراد کا خفا زائل کرتا ہے یہ فرق ہے کہ بدل مین مقصود دوسرا جملہ ہوتا ہے نہ اول اور بیان مین پہلا جملہ مقصود ہوتا ہے نہ دوسرا کیونکہ دوسرا فقط توضیح کے لیے ہوتا ہے پس اگرچہ جملہ بدل اور جملۂ بیان دونون توضیح کے لیے ہوتے ہین مگر بدل والے جملے مین جو ایضاح بدل سے حاصل ہوتا ہے وہ اُس سے بالذات مقصود نہین ہوتا اور بیان والے جملے مین جو ایضاح بیان سے حاصل ہوتا ہے وہ بیان سے بالذات مقصود ہوتا ہے۔ مثال۔

واجد علی شاہ

اِک مرض جاتا رہا تو دوسرا پیدا ہوا	قلب کے ہلنے کا مجھکو عارضہ پیدا ہوا

دوسرا مصرع بیان ہے دوسرا مرض پیدا ہونے کا چونکہ یہ کہدینا کہ دوسرا مرض پیدا ہوا ایک ایسا امر تھا کہ جس مین خفا ہے اور مقام مقتضی اس بات کا تھا کہ یہ خفا دور کیا جائے اسلیے یہ کہکے کہ دل کے ہلنے کا مجھکو عارضہ پیدا ہوا اُس پوشیدگی کو دور کر دیا۔

حالی

بند اپنے فرائض مین مسلمان ہین نہ ہندو	معمور مساجد ہین نہ آباد ہین مندر

یہ جملہ کہ اپنے فرائض مین مسلمان اور ہندو بند نہین خفا رکھتا ہے کیونکہ یہ معلوم نہین ہوتا کہ وہ کس بات مین بند نہین اور مقام اسکا مقتضی ہے کہ خفا دور کیا جائے پس دوسرے مصرع مین اُس بات کا

بیان کردیا۔

داغ

محبت میں جس جا گئے لٹ گئے ہم | لیا دل کسی نے دیا سر کسی کو

امانت

خدانے اختیار اُسکو دیا ہی روز محشر کا | وہی مالک ہی جنت کا وہی قاسم ہی کوثر کا

شوکھر راے بیتاب

نہ رہے باغ جہان میں کبھی آرام سے ہم | پھنس گئے قید قفس میں جو چھٹے دام سے ہم

سید محمد زکریا خان زکی

قتل ہوکر بھی تو رہتے ہین پریشان عشاق | سر جدا ہاتھ جدا پاؤن جدا ہوتا ہے

چوتھا طور کمال اتصال کا یہ ہی کہ دوسرا جملہ پہلے سے اہم ہو اور پہلے سے غرض متعلق نہو مثلاً کہتے ہین آئیے تشریف رکھیے یا کھانا کھائیے جاؤ سورہو ظاہر ہی کہ ان مثالون مین دو دو جملے ہین پہلے جملے سے کوئی غرض نہین اور مطلوب دوسرا جملہ ہی اسلیے کمال اتصال کے لحاظ سے فصل کیا گیا اور عطف سے احتراز ہوا جیسے آفتاب راے رسوا کے شعر مین چل دور ہو کہ چل سے کوئی غرض نہین اسی طرح نظام رامپوری کے شعر مین لو ابتو چھوڑ دے

وہ کسمسا کے شب وصل اُسکا کہنا ہاے | لے ابتو چھوڑ مجھے تونے خوب پیار کیا

اسی قبیل سے ہی اس قول مین میر حسن کے جا کہ اس سے کوئی غرض مطلوب نہین ہے

فقیرون سے آشنا نہ ہو تو خفا | چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا

اصغر

نشے مین ہے لیا بوسہ خفا کیون ہوتے ہو صاحب | چلو دل میں جانے دو کہ ایسا ہو ہی جاتا ہے

مقصود بالتمثیل چلو ہی کہ اس سے کوئی غرض متعلق نہین جیسے انشا کے اس شعر مین۔

چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے | آؤ کعبے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہے

حالی

ابھی اک نکتے مین تم دونون کو جھٹلاتی ہون | لو سنو غور سے مین کہتی ہون ور جاتی ہون

کمال انقطاع کی مشابہت

دو جملون کے درمیان کمال انقطاع کی مشابہت یہ ہی کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے ساتھ متصل ہونے کی مشابہت

رکھتا ہو پس دوسرے کو پہلے پر عطف کرنے سے یہ ایہام پیدا ہوتا ہی کہ دوسرے جملے کا عطف کسی غیر پر ہے حالانکہ وہ مقصود نہین ہوتا اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کرتے اگر عطف کیا جائے تو معنی مراد مین خلل پیدا ہوجائے پس خلاف مراد کا وہم پیدا ہونا عطف کو مانع ہی اسی وجہ سے اسکو کمال انقطاع کی طرح قرار دیا گیا ہی کمال انقطاع اور اس مین یہی فرق ہی کہ وہان مانع امر ذاتی ہی جس کا دفع کرنا کسی طرح ممکن نہین اسلیے کہ وہان دونون جملون مین سے ایک خبریہ ہوتا ہے اور دوسرا انشائیہ اور دونون مین کوئی جامع نہین ہوتا اور انقطاع کی مشابہت کے موقع پر عطف کرنے کا مانع ایک ایسا امر ہوتا ہے جو دونون جملون کی ذاتون سے خارج ہوتا ہی اور اسکا دفع کرنا کسی قرینے وغیرہ کے نصب کرنے سے ممکن ہوتا ہے اور کمال انقطاع کی مشابہت مین ترک عطف کو **فصل قطعی** کہتے ہین جیسے صاحب باغ و بہار لکھتا ہے "فقیر نے ناچار خاطر سے مہمان کی استقبال کرکے نہایت تپاک سے برابر اُس جوان کے لا بٹھایا جوان اُس کے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی" جملہ دوم یعنی جوان اُسکے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی پہلے جملے پر معطوف نہین کیونکہ معطوف ہونے کی صورت مین لازم آتا ہے کہ یہ بھی متکلم کے فعل سے ہو اور یہ منظور نہین اسی مثال مین سے یہ عبارت رویائے صادقہ کی ایک مصاحب کو یہ سوجھی کہ ان دنون ولایتی میوہ فروش آئے ہوے ہین کسی ولایتی کو ایک پہلوان سے لڑوایا جائے صاحب عالم اس ایجاد کو سن کر پھڑک گئے اور فرمایا بھئی واللہ تخت کی قسم کیا بات پیدا کی ہی" اس عبارت مین (صاحب عالم اس ایجاد کو سنکر پھڑک گئے) کا عطف اُسکے ماقبل پر نہین کیونکہ عطف کی صورت مین لازم آتا ہے کہ یہ بھی اُس چیز مین سے ہو جو مصاحب کو سوجھی تھی۔

کمال اتصال کی مشابہت

یہ ہے کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے ساتھ متصل ہونے کی مشابہت حاصل ہو صورت اسکی یہ ہے کہ دوسرا جملہ جواب ہو اُس سوال کا جسکا چاہنے والا پہلا جملہ ہو اور کلام کا قرینہ اُس پر دلالت کرتا ہو پس دوسرے جملے کا پہلے جملے سے فصل کیا جاتا ہی جس طرح سوال محقق مصرح سے جواب کا فصل کیا جاتا ہی کیونکہ دونون مین اتصال ہوتا ہی اگر سوال و جواب کے معانی کی طرف نظر کیجائے تو اُن مین کمال اتصال کی مشابہت ہوتی ہے اور اگر اُنکے الفاظ کو دیکھا جائے تو اُن مین کمال انقطاع ہوتا ہی کیونکہ سوال انشا ہے اور جواب خبر ہے اگر اُنکے قائلون پر لحاظ کیا جائے تو ہر ایک

ہ ایک متکلم کا کلام ہے اور ایک متکلم کے کلام کا دوسرے متکلم کے کلام پر عطف نہیں کیا جاتا پس ان تمام تقدیروں پر فصل متعین ہی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دوسرے جملے کا عطف پہلے جملے پر نہیں کیا جاتا چونکہ پہلا جملہ سوال کو مشتمل اور متقضی ہوتا ہے پس ایسی حالت میں پہلے پر دوسرے کا عطف کرنا ایسا ہے جیسے جواب کا سوال پر عطف کرنا اس قسم کے فصل کو **استیناف** کہتے ہیں اور دوسرا جملہ کہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے **مستانفہ** کہلاتا ہے اور اسپر استیناف کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور استیناف کی کئی قسمیں ہیں۔ اُن میں سے **پہلی قسم** یہ ہے کہ سامع بہ اُس حکم کا جو پہلے جملے میں ہوتا ہے سبب مبہم ہو اور سبب دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک عام دوسرا خاص۔

سبب عام یہ ہی کہ سامع کو کسیطرح بھی حکم کا سبب نہ معلوم ہو مطلقاً سبب سے جاہل ہو جیسے۔

سودا

زخم کا دل کے ترو تازہ ہے انگور سدا	جاری رہتا ہی مری چشم کا ناسور سدا

زخم دل کا انگور ترو تازہ ہے پہلا جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہی جسکا جواب دوسرا جملہ ہے یعنی جب قائل نے کہا کہ زخم دل کا انگور سدا ترو تازہ رہتا ہے تو سوال کیا گیا کہ اس ترو تازہ رہنے کا سبب کیا ہی اُسنے اس سوال مقدر کا یہ جواب دیا کہ میری چشم کا ناسور سدا جاری رہتا ہی اور یہ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی درد کی شکایت کرتا ہی تو اُس شکایت کے سبب اور مرض کا سوال کیا جاتا ہے اور یہ نہیں دریافت کیا جاتا کہ تمھاری تکلیف کا یہ سبب ہی یا یہ سبب ہی۔

مرزا حاجی شگفتہ

مشکل ہی میری اُسکی ہو صحبت برار آہ	میں جلد باز ہوں وہ تغافل شعار ہے

یہ جملہ کہ میری اُسکی صحبت برار ہو مشکل ہی ایک سوال کو چاہتا ہی جسکا جواب دوسرا مصرع ہے یعنی جب قائل نے کہا کہ میری اُسکی صحبت برار ہونا مشکل ہے تو سوال کیا گیا کہ اسکا کیا سبب ہے اس سوال مقدر کا یہ جواب دیا گیا کہ میں جلد باز ہوں اور وہ تغافل شعار ہے۔

عنایت حسین کیفی

بدلے گی نہ پیشانی کی تحریر کسی وقت	ٹلتا نہیں حکم خط تقدیر کسی وقت

پیشانی کی تحریر کا نہ بدلنا ایک جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہی اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ پیشانی کی تحریر کیوں نہیں بدلتی اس سوال کا جواب دوسرا مصرع ہے۔

نحیف

چھٹے کس طرح گیسوؤن کی محبت ۔۔ یہ کالے ہمارے کھلائے ہوئے ہین

گویا کہ کہا گیا کہ گیسوؤن کی محبت کیون نہ چھٹے اسکا جواب یہ دیا کہ یہ کالے ہمارے کھلائے ہوئے ہین

ظفر

زیادہ عشق کی آتش اگر بھڑکے تو جلتے ہین ۔۔ ہمارے استخوان کچھ خشک ہیزم سے نہین کم ہین

یہ قول کہ عشق کی آتش کے زیادہ بھڑکنے سے جلتے ہین ایک سوال کا مقتضی ہی جسکا جواب دوسرا جملہ ہی جو دوسرے مصرع مین مذکور ہے۔

سبب خاص یہ ہی کہ سامع پہلے جملے کے حکم کے تمام سببون کی نفی کو تصور کرتا ہو مگر ایک سبب خاص ایسا ہو کہ اسکے ثبوت مین متردد ہو اسلیے اُسکا سوال کرے جیسے۔

صاحبقران

مجھکو شہوت ہوئی تیمم سے ۔۔ تھی مقرر کسی چھنال کی خاک

پہلا جملہ جو پہلے مصرع مین واقع ہے وہ ایک سوال کا مقتضی ہی اور دوسرا جملہ یعنی دوسرا مصرع استیناف ہے اور سوال یہ ہے کہ تم کو تیمم سے کیون شہوت ہو گئی بس سوال سبب خاص سے ہے اور قرینہ اس پر تاکید ہے اسلیے کہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سائل سبب خاص کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور تیمم سے شہوت ہو جانے کے ثبوت مین متردد ہے اور تعیین کا طالب ہی پس گویا کہ کہا گیا کہ تم کو تیمم سے کیون شہوت ہو گئی کیا جس مٹی سے تیمم کیا تھا وہ کسی چھنال کی قبر کی تھی پس تاکید کے ساتھ جواب دیا گیا اور چھنال کی خاک ہونے کی تاکید لفظ مقرر سے کی گئی مطلق سبب کے جواب کو مؤکد نہین کیا جاتا بلکہ سبب خاص کے جواب کو مؤکد کیا جاتا ہے پس جواب کا مؤکد کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ سائل سبب خاص کا طالب ہے اور اس مین متردد ہی اور جسوقت مخاطب طالب متردد دیکھا جاتا ہی تو اُس وقت حکم کو مؤکد کرنا مستحسن ہے۔

امانت

دم مارنے کی جا نہین ای صاحب دراک ۔۔ حقا کہ وہان دخل نہین وہم و گمان کا

پہلا جملہ جو پہلے مصرع مین ہے سوال کو چاہتا ہی اور حقا کہ وہان دخل نہین وہم و گمان کا استیناف ہے اور سوال یہ ہے کہ کیون دم مارنے کی جا نہین ہی کیونکہ جب کہا گیا کہ دم مارنے کی جا نہین تو مخاطب کے دل مین اس حکم کے ثبوت کے متعلق تردد پیدا ہوا اور وہ اس بات کا سائل ہوا کہ اس عجز کا کیا سبب ہے

پس سائل جملۂ اول کے حکم کے ثبوت مین متردد ہے اور اُسکے سبب کے دریافت کرنے کا طالب ہے پس حقا کے ساتھ تاکید کرکے جواب دیا گیا کہ وہان وہم وگمان کو رسائی نہین۔ کیونکہ مطلق سبب کے جواب کو مؤکد نہین کیا جاتا۔

شاداب

وصف گیسو مین سرِ شانہ طلبی آئی ہے فکر	ہے یقین سب عقد ہائے زلف کھل جائینگے آج

گویا کہا گیا کس واسطے سر شانہ طلبی وصف گیسو مین فکر آئی ہے کیا آج زلف کے سب عقدے کھلجائینگے پس سائل متردد ہے اور یقین کا طالب ہی اور جواب مین جو یقین ہی کا لفظ تاکید کے لیے ذکر کیا ہی یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سائل کو سبب خاص کل دریافت کرنا منظور ہی اور اوراُس مین اُس کو تردد ہے اسی وجہ سے تاکید کے ساتھ اُس کو جواب دیا گیا۔

ظفر

پڑھ اور غزل کوئی پُر بدیع ظفر آئی	واللہ ظفر قافیہ بسیار ہے موجود

منشاے سوال مصرع اول ہی گویا کہا گیا کہ کیا قافیہ بہت سا موجود ہی اور سوال سبب خاص سے ہے۔ قرینہ اس پر تاکید ہی کیونکہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ سائل سبب خاص کو پوچھنا چاہتا ہی اور اُس مین اُسکو تردد ہی۔

دوسری قسم یہ کہ سامع پر سواے سبب کے کوئی اور چیز مبہم ہو جو پہلے جملے سے تعلق رکھتی ہو اور مقام سوال اُسکا مقتضی ہو اور اُسکی دو صورتین ہین۔

(الف) وہ شے عام ہو مثلاً۔

مثنوی شیرین خسرو

کہا شیرین مری حرم ہے خاص	کہا مجھکو بھی اُس سے ہی اخلاص

یعنے فرہاد نے خسرو کے اس قول کے جواب مین کہ وہ میری خاص حرم ہی کیا کہا پس کہا گیا کہ سنئے یہ کہا کہ اُس سے مجھے بھی اخلاص ہے اور ظاہر ہی کہ فرہاد کا قول خسرو کے قول کے لیے سبب نہین ہی

مومن

کہا اُس بُت سے جا مرتا ہی مومن	کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

یعنی اُس بُت نے اس قول کے جواب مین کہ مومن مرتا ہی کیا کہا پس کہا گیا کہ اُسنے کہا کہ مین کیا کرون خدا کی یہی مرضی ہے۔

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو ہو بچھاؤ ۔۔ بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ

یعنی تاج الملوک کے اس قول کے جواب مین اگر تمکو اپنی پوشاک لینی ہو تو مجھکو ہو بچھاؤ پریون نے کیا کہا پس جواب دیا گیا کہ پریان بولین چلو پھر یہان سوال پیدا ہوا کہ تاج الملوک نے پریون کے اس قول کے جواب مین کہ چلو کیا کہا پس جواب دیا گیا کہ اُسنے یہ کہا کہ قسم کھاؤ ۔

(ب) وہ شئے خاص ہو جیسے

مصحفی

زلف مشکین اُسکی شدت سے ہوئی خونخوار تر ۔۔ سچ ہے ہان ہوتا ہے دندان گزند مار تیز

تقدیر عبارت یہ ہے کہ گویا قائل سے کہا گیا کہ یہ بات سچ ہے یا غلط ہے کہ معشوق کی زلف شدت سے خونخوار تیز ہوئی ہے پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہے اور اُسکی تقویت اور احتیاط لازم سمجھنے کے لیے یہ بھی کہا کہ ہان سانپ کا دندان گزند تیز ہوتا ہے پس اُس زلف مشکین سے اپنے آپکو بچائے رکھنا چاہیے سوال جملۂ اول سے پیدا ہوتا ہے اسلیے کہ جب قائل نے زلف کے بشدت تیز ہو جانے کی شکایت کی تو اس سے سائل کو یہ تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ آیا زلف معشوق کا شدت سے خونخوار تیز ہو جانا سچ ہے یا غلط پس سائل کو صدق و کذب کا تصور تو ہے مگر دونون مین سے ایک کی تعیین چاہتا ہے اور یہ بات خاص ہے ۔

علمی

مت چھپا حق کو نہ کہہ ناحق کہ حق راضی ہے ۔۔ سچ تو ہے کیون جھوٹ بولے آشنا کے واسطے

تقدیر عبارت یہ ہے کہ گویا سائل سے کہا گیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ دوست اور آشنا کے واسطے بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیے یا غلط ہے پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہے سوال جملۂ اول سے پیدا ہوا ہے اسلیے کہ جب یہ کہا گیا کہ حق بات کو نہ چھپانے اور ناحق بات کو نہ کہنے سے اللہ راضی ہوتا ہے تو اس سے اس سوال کی تحریک ہوئی کہ کیا کسی اپنے دوست کے لیے بھی حق بات کو چھپانا اور ناحق بات کو نہ کہنا چاہیے ۔

غالب

کہا تمنے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی ۔۔ بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

گویا معشوق سے کہا کہ مین جو کہتا ہون کہ غیر کے ملنے مین رسوائی کیون ہوگی تو یہ قول میرا سچا ہے

یا غلط ہے اسپر عاشق نے جواب دیا کہ تم جو کچھ کہتے ہو درست کہتے ہو سوال کی تحریک معشوق کو اس خیال سے پیدا ہوئی کہ عاشق میری اس بات کو جھوٹ جانتا ہی یا سچ جانتا ہی -

ظفر

تجھسے دل لیکے دینگے اور کو ہم	غلط اے دلربا معاذ اللہ

جب یہ کہا کہ تجھسے دل لیکے ہم اور کو دینگے تو اس سے سائل کو تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ یہ جو تم کہتے ہو یہ بات صحیح ہے یا غلط ہی پس سائل کو صدق وکذب کا تصور تو تھا لیکن انمین سے ایک کی تعیین کرانے کے لیے سوال کیا قائل نے جواب دیا کہ غلط ہی اور اسکی تاکید معاذ اللہ سے کی -

از ڈاکٹر سعید احمد سعید

یہ کیا خبر تھی کہ ترکی تمام ہوتا ہے	خراب ہو کے گرفتار دام ہوتا ہے
ہمارے روز سعادت کی شام ہوتا ہے	جو حکمران تھے انھین خود غلام ہونا ہے
غلط کہ پستیٔ اقبال کا نتیجہ ہے	یہ سب ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے

جب پہلے چار ون مصرعون کا مضمون کہا تو سائل کو تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ یہ جو تم مصائب بیان کر رہے ہو یہ امر صحیح ہے یا غلط کہ یہ پستی اقبال کا نتیجہ ہے تو اُس نے جواب دیا کہ یہ بات غلط ہے بلکہ یہ سب ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے -

تیسری قسم استیناف کی یہ ہی کہ جسکے ذکر کے لیے استیناف واقع ہوتا ہی اُسکا اعادہ کیا جاتا ہی جیسے -

ظفر

عرق سے دو نہ خط مشکناب کو پانی	مٹا ہی دے ہی حروف کتاب کو پانی

یہان پانی کا اعادہ کیا گیا جسکی وجہ سے حکم کا استیناف ہوا ہی اور سوال جو بیان مقدر ہے وہ یہ ہی کہ کیون خط مشکناب کو پانی نہ دین -

ناسخ

مکتوب جو آیا تو ہوا مین دل شاد	پیراہن تجیدہ ہے گویا مکتوب

یہان دوسرے مصرع مین مکتوب کا اعادہ کیا اسی کے لیے حکم کا استیناف کیا گیا ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ مکتوب کے آنے سے تم دل شاد کیون ہوے -

ولہ

کیا ہے ذقن وہی نہین نسبت	مانند بہی ہے کب ذقن زرد

دوسرے مصرع مین ذقن ہی کا اعادہ کیا گیا ہے انھین کیلیے حکم استیناف ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ ذقن وہی ہین کیون نسبت نہین۔

سودا

نہین ڈرتا یہ لاٹھی والاٹھی سے	کیا کرے لاٹھی اسکی لاٹھی ہے

یہان دوسرے جملے مین لاٹھی کا اعادہ کیا ہے اسی کے لیے حکم کا استیناف کیا گیا ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ یہ لاٹھی سے کیون نہین ڈرتا۔

نظام رامپوری

دل لگے ہجر مین کیونکر مرا	دل ترا سا نہین تجھے مرا

کبھی صدر استیناف محذوف ہوجاتا ہے جیسے۔

حمد کی جاتی ہے حق کی رات دن	انبیا و اولیا و انس جن

گویا کہا گیا کہ رات دن کون حق تعالے کی حمد کرتا ہے تو دوسرے مصرع کے ذریعہ سے جواب دیا کہ انبیا و اولیا و انس و جن حق تعالے کی حمد کرتے ہین۔

اس طرح زبان اردو مین استعمال نہین ہوتا یہ عربی کا طریق ہے۔

کبھی جملہ استینافیہ کو حذف کر دیتے ہین جیسے

انشا

کیا ترے سر آچڑھے چارون کے چارون الامان	شاہ دریا شیخ سدو زین خان تھے میان

گویا کہ یہان سوال کیا گیا کہ کون چارون آچڑھے ہین اسکا جواب دیا گیا کہ شاہ دریا شیخ سدو زین خان تھے میان یعنی شاہ دریا شیخ سدو زین خان تھے میان آچڑھے ہین۔

آغا علیخان مہر

تیرے گریان کو نہین ڈر ہجر کی برسات مین	برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب کا

گویا یہان سوال کیا گیا کہ کس چیز کا ڈر نہین تو جواب دیا گیا کہ برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب یعنے برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب کا ڈر نہین ہی۔

وحید اللہ خان وحید

ہم چشم تمھارا نہین دنیا مین کوئی اور	باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ

گویا سوال کیا گیا کہ کون ہم چشم ہی تو جواب دیا گیا کہ باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ یعنی آنچہ چیزین ہم چشم ہین۔

جرأت

پھرتا ہون بجھ بغیر مین ہو کے دوانہ ہو بہو	شہر بہ شہر دہ بہ دہ خانہ بہ خانہ کو بکو

گویا سوال کیا گیا کہ کہان پھرتے ہو تو جواب دیا گیا کہ شہر بشہر دہ بدہ خانہ بخانہ کو بکو یعنی ان مقامات مین پھرتا ہون۔

منشی رام سہائے تمنا

ظہور صبح نے سب کارخانہ کردیا ابتر	فروغ شمع کا پروانہ کا ارباب محفل کا
فنا کے بعد رہتا ہے تمنا ذکر خیر اکثر	سخن دان کا سخن کا شعر کا استاد کامل کا

شاہ نصیر

تو نے اکبار نہ دیکھا شہ خوبان افسوس	ہم ترے مجرے کو سو بار اٹھے اور بیٹھے

گویا سوال کیا گیا یعنی یا کہ کیا نہ دیکھا تو جواب دیا گیا ہم ترے مجرے کیواسطے سو بار اٹھے اور سو بار بیٹھے

کبھی تمام استیناف حذف ہو جاتا ہے جیسے۔

قلندر

دل مین خیال ایک ہی دلبر کا خوب ہے	اُجڑے ہی ملک آوے ہی جب شاہ دوسرا

دل مین ایک ہی دلبر کا خیال خوب ہے اس سوال مقدر کا یہ جواب ہی کہ جب دل مین دوسرے دلبر کا خیال پیدا ہو جاتا ہی تو دل خود دلبرون کے خیالات کی کش مکش اور صدمات سے خراب ہو جاتا ہے بس یہ تمام استیناف حذف کرکے اُسکی جگہ یہ قول رکھدیا گیا کہ جب دوسرا بادشاہ آتا ہے تو ملک اُجڑ جاتا ہی تاکہ اُس محذوف پر دلالت کرتا رہے۔

جعفر زٹلی

وہ جو کہتے تھے کہ ہم ڈنڈون سے توڑینگے سپر	دوڑ کر کود پڑے تب بھی نہ ٹوٹا یا پڑ

گویا یہان سوال کیا گیا کہ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ہم ڈنڈون سے سپر توڑینگے وہ سچے تھے یا جھوٹے تھے اسکا جواب یہ دیا گیا کہ وہ جھوٹے تھے یہ سارا استیناف یعنی وہ جھوٹے تھے حذف کرکے اُسکی علت محذوف پر دلالت کے لیے اُسکی جگہ رکھدیا گیا۔

وصال مرتبہ انتہا ہے عاشق کو	امید گھر نہ ہاتھ لگین جب تلک نہ تھا ملے

گویا یہان یہ سوال کیا گیا کہ وصال کا مرتبۂ انتہا ہونا سچ ہی یا جھوٹ اسکا جواب یہ دیا کہ یہ بات سچ ہی پس یہ سارا استیناف حذف کر کے اُسکی علت کو اُسکی جگہہ رکھدیا۔

پاک رکھا پاک دامن سے حساب	**ولہ** بوسے بھی گن کے لیے گن کے دیے

تنبیہ یہ بیان اُن چارون حالتون کا تھا جو فصل کی مقتضی ہین اب اُن باقی حالتون پر غور کرو جو وصل کو چاہتی ہین۔

کمال انقطاع مع ایہام

یعنے انقطاع جسکے ساتھ اس بات کا ایہام ہو کہ اگر وصل نہ کیا جائیگا تو سامع متکلم کی مراد کے خلاف سمجھے گا پس ایسے موقع پر وصل کرنا واجب ہوتا ہے تاکہ سامع اُس وہم مین نہ پڑے جیسے کہا جائے کہ یہ گھوڑا سو روپے کو آیا ہے مخاطب کہے نہین اور اللہ تمھاری مدد کرے یعنی یہ بات درست نہین پس یہ جملۂ اخبار ہی اور اللہ تمھاری مدد کرے جملۂ انشائیہ دعائیہ ہی پس دونون مین یہ کمال انقطاع ہے لیکن باوجود اس انقطاع کے عطف کیا گیا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ مخاطب نے بددعا دی ہی اسلیے کہ جب کہا جاتا کہ نہین اللہ تمھاری مدد کرے تو یہ وہم ہوتا کہ بددعا کرتا ہی حالانکہ مقصود دعا دینا ہی اور جب اور کے ساتھ عطف کر دیا تو اس وہم کے لیے بالکل گنجایش نہ رہی اس جگہہ معطوف علیہ نہی کا مضمون ہی اور معطوف دعا ہے۔

کمال انقطاع اور کمال اتصال مین توسط

جملون کا کمال انقطاع اور کمال اتصال مین متوسط ہونا وصل کو چاہتا ہی اور توسط وہان ہوتا ہی جہان دو جملون کے درمیان نہ کمال انقطاع ہو نہ کمال اتصال اور نہ اُن دونون کمالون کی شابہت ہو پس جب ایسی حالت کے ساتھ دو جملے جمع ہو جائینگے تو اُن مین وصل کیا جائے گا اور دو جملون مین توسط وہان پایا جاتا ہی جہان دونون جملے خبر ہونے مین یا انشا ہونے مین متفق ہون اور یہ آٹھ صورت پر متصور ہی۔

(۱) دونون جملون کے لفظاً و معنےً خبر ہون جیسے۔

شاہ نصیر

وہ شعلہ رو ہی سوار توسن اور اُسکا توسن عرق فشان ہی

حالی

ہوئین یوسف کی سختیان جب دور | اور ہوا ملک مصر پر مامور

ظفر

وہان ہی عیش و عشرت باہم اور یہان ہی آہ و نالہ ہر دم | اُنکے ہمدم ایسے ہین اور اپنے ہمدم ایسے ہین

انیس

مائل بہ سفیدی ہوا رنگ رخ مہتاب | اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب
وہ سبزۂ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم | اور صبح کی نوبت کی صدا آئے وہ ہر دم

مولوی محمد اسمٰعیل

پنہان ہوئی قوس آخر کار | اور ظلمت شب ہوئی نمودار

نواب محبت خان

ظاہر ہی کہ تو مجھکو کہے جائے ہی سب کچھ | اور یہ بھی ہویدا ہی کہ مین کچھ نہین کہتا

(۲) دونون جملون کے لفظ و معنے انشا ہون جیسے۔

واسوخت قلق

اپنے کچھ دل کی ہی مجھسے کہو اور سنو | بات بھی میری کہین سنتے ہو لو اور سنو

کہو اور سنو دو جملۂ انشائیہ ہین اور یہ دونون جملے لفظاً و معناً انشا ہین۔

حالی

قوم سے جو تمھارے ہین برتاؤ | سوچو میرے پیارے اور شرماؤ

ظفر

کہے ہی صید افگن صید گہ مین کھینچکر خنجر | کہ گنتے رہ گئے جاندار اور بے جان کتنے ہین

تپش

کہا مین نے اے مادر نیک رائے | یہ گرد ہے کون اور کیسی ہے گائے

ولہ

یہ لو نیوتا اور جلدی چلو | توقف نہ چلنے مین ہر گز کرو

مفتون

ہاتھ مین لے جام اور بوتل سنبھال | جلوۂ جانان کو باتون مین نہ ٹال

(۳) دونون جملے معناً انشا ہون اور لفظاً خبر ہون جیسے -

سودا

ختم کرتا ہون دعائیہ یہ سودا یہ کلام	دوست ہون شاد ترے اور ہو دشمن پامال

تیرے دوست شاد ہون اور تیرے دشمن پامال ہون یہ دونون جملے دعائیہ ہین جو لفظاً خبریہ ہین اور معناً انشائیہ ہین

ولہ

یارب جو ترے دوست ہین از قلزم اسکے اور اُس مین جو بدخواہ ترا ہونے لگے غرق	ہوتے ہوے پار اُنکی نہ کشتی کو لگے دیر بوجھ اُسکو نکلنے نہ دے ہو پانون مین زنجیر

دوسرے شعر کے صدر مین اور عطف کے لیے ہی اور اُسکے ماقبل کا جملہ بھی دعائیہ ہی اور مابعد کا بھی جو معناً انشا ہین اور لفظاً خبر -

میر

رات دارو پیجیے غیرون مین بیٹھ گیت وغل	اور سحر سر دُکھنے کا ہمسے بہانہ کیجیے

پیجیے اور کیجیے بظاہر انشا ہین کیونکہ امر کے صیغے ہین مگر مرد ان سے خبر ہی اس لیے کہ پیتے ہو ادا کرتے ہوگے معنے مین مستعمل ہوے ہین -

مولوی نذیر احمد

جئین تو خوش جئین اور مرین عاقبت بخیر	جب آئے موت تو سب کا بخیر ہو انجام

ذوق

جو کہ ہون بدخواہ وہ ناشاد اور غمگین رہین	اور ہوا خواہون کے دل ہو دین ہمیشہ شاد کام

(۴) دونون جملے معناً انشا ہون اور پہلا لفظاً خبر ہو اور دوسرا لفظاً انشا جیسے -

سدا رہے وہ زمانے مین باشکوہ جلال	سعدی	اور اُسکے دشمنون کو رکھ تو یا کمال ملال

دونون جملے معناً انشا ہین کیونکہ دعا ہین اور پہلا لفظاً خبر ہے کیونکہ صیغۂ مضارع رکھتا ہی اور دوسرا لفظاً انشا ہی کیونکہ صیغۂ امر رکھتا ہی -

خرد ہو جلنے یارب یارے انداز	سعدی	اور اپنے عشق سے کر تو سرافراز

اس مین بھی وہی صورت ہی -

(۵) دونون جملے معناً انشا ہون اور لفظاً پہلا انشا ہو اور دوسرا خبر جیسے -

مدام عقدہ کشا رکھ اُسے زمانے مین	انشا	اور اُسکے ہاتھ رہے میرے دل کی سلجھاوٹ

دونون جملے معناً انشا ہین کیونکہ دعا ہین اور پہلا لفظاً انشا ہی کیونکہ صیغہ امر رکھتا ہی جو دعا کے لیے
لے اور دوسرا لفظاً خبر ہی کیونکہ صیغہ مضارع رکھتا ہی جو دعا کیلیے ہی -

(۶) دونون جملے معناً خبر ہون اور لفظاً انشا ہون جیسے -

مولوی محمد اسمٰعیل

ہے حرارت کی کمی بیشی فقط	ورنہ جاڑا کون اور گرمی ہے کیا

دوسرے مصرع کے دونون جملے لفظاً انشا ہین اور معناً خبر ہین کیونکہ استفہام انکاری کو مشتمل ہین
جو اگرچہ انشا ہین داخل ہی مگر خبر کی تاویل ہین ہی اسیلیے لفظاً انشا سمجھا جاتا ہی اور معناً خبر -

نور علی

ہم کیا لکھین وصف اُسکا ہی تحریر سے باہر	اور منھ سے کہین کیا کہ ہی تقریر سے باہر

دونون مصرعون کے دونون جملے استفہام انکاری کو متضمن ہین اسلیے معناً خبر ہین اور لفظاً انشا -

امیر حسن امیر سہارنپوری

کیا نہ تھی لونڈی تو اور کیا ہم ترے مولا نہ تھے	کیا نہ تھی محکوم تو کیا ہم ترے آقا نہ تھے

امو جان مفتون

خوف عصیان کیسا اور کیسا عذاب	آج روز عیش ہے دے بے حساب

(۷) دونون جملے معناً خبر ہون اور پہلا لفظاً انشا ہو اور دوسرا لفظاً خبر ہو جیسے ۔ ع

تانگی جسم و جان مین کب آئی	اور مخلوق ساری مرجاتی

پہلا جملہ بوجہ استفہام انکاری ہونے کے لفظاً انشا ہی اور معناً خبر ہی اور دوسرا جملہ لفظاً معناً دونون طرح خبر ہی

شیخ الٰہی بخش تبسم

حیف ہی یہ نہ مجھے آنکھ اُٹھا کر دیکھو	اور ہر وقت رہے پیش نظر جام شراب

دونون جملے معناً خبر ہین اور پچھلا لفظاً بھی خبر ہی اور پہلا لفظاً انشا ہی اسیلیے کہ دیکھو امر حاضر کی جمع کا
صیغہ ہے اور مراد اس سے یہ ہی کہ مجھے آنکھ اُٹھا کر نہین دیکھتے ہو -

(۸) دونون جملے معناً خبر ہون اور پہلا لفظاً خبر ہو اور دوسرا لفظاً انشا جیسے ۔ ع

ہین یہ سارے دوست اپنے جی کے واسطے	کون مرتا ہے بھلا پیچھے کسی کے واسطے

پہلے مصرع مین جملہ خبریہ ہی اور دوسرے مصرع مین جملۂ انشائیہ ہی جو معناً خبر ہی اور لفظاً انشا ہے
کیونکہ استفہام انکاری ہی جو معناً انشا ہوتا ہے اور لفظاً خبر -

ظفر

یہ خطا تسلی سے ہو برہم کرے وہ زلف کو	اور خطا واروں میں تم اس بے خطا کا نام لو

پہلا جملہ لفظاً خبریہ ہے اور دوسرا لفظاً انشائیہ ہے کیونکہ لو امر کی جمع کا صیغہ ہے مگر مراد اس سے حال ہے یعنے اس بے خطا کا نام لیتے ہو اس صورت میں معناً دونوں جملے خبریہ ہیں۔

جامع کی حقیقت

جو وصف دونوں جملوں کو جمع کرتا ہے اُسکے لیے یہ واجب ہے کہ دونوں جملوں کے مسندالیہوں میں کوئی مناسبت ہو اسی طرح دونوں جملوں کے مسندوں میں بھی مناسبت ہونا چاہیے یہ نہ ہو کہ صرف مسندالیہوں میں یا فقط مسندوں میں مناسبت ہو کیونکہ دو جملوں کے عطف کے لیے اسقدر کافی نہیں۔

(۱) اگر مسندالیہ دونوں میں متحد ہوں تو اُنکے لیے کسی اور مناسبت کی ضرورت نہوگی یعنی متحد ہونے کی نسبت کافی ہے جیسے۔

مثنوی بہار اُمید

تنگدستی میں کشایش کا دلاتی ہے یقین	اور بلاؤں میں ہے تو صبر کی کرتی تلقین
الم و رنج میں کام آتی ہے اُنکے اکثر	اور کٹھن وقت میں تو تھامتی ہے اُنکی کمر

چاروں جملوں میں اُمید مسندالیہ ہے۔

مرزا احمد بیگ ذاکر

چھوڑا اسلام کو اور کھینچکے قشقہ ذاکر	طالب کفر ہوا اور اُس بت عیار سے مل

دونوں جملوں میں ذاکر مسندالیہ ہے۔

حالی

موجود سخن گو ہوں جہاں واں ہیں طبیب آپ	اور جاتے ہیں بن آپ طبیبوں میں سخن گو

دونوں جملوں میں آپ مسندالیہ ہے۔

ولہ

گر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو	تو جلدی اُٹھو اور اپنی خبر لو

دونوں جملوں میں مسندالیہ مخاطب ہے۔

ذوق

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف	اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کیلیے

دونون جملون مین مسندالیہ خدا ہی۔

آزاد

اور جہان مین انھین فکر سحر و شام نہین	اہل تحصیل کو پڑھنے کے سوا کام نہین

دونون جملون مین مسندالیہ اہل تحصیل ہے۔

نظیر

اور آدمی کو تیغ سے مارے ہی آدمی	یان آدمی پہ جان کو وارے ہی آدمی

دونون جملون مین آدمی مسندالیہ ہی۔

(۲) اسی طرح اگر مسند متحد ہون تو اُن مین پھر کسی دوسری مناسبت کی ضرورت نہین یہی اتحاد کافی ہی صرف مسندالیہون مین کوئی مناسبت ہونا چاہیے۔

واسوخت قلق

ہم اودھر رونے لگے اور وہ اُدھر رونے لگے

دونون جملون مین مسند متحد ہین اور مسندالیہون مین عاشقی و معشوقی کی مناسبت ہی۔

میر

اور دنون کو قیامتین گذرین	راتون کے تئین مصیبین گذرین

دونون جملون مین مصیبتین اور قیامتین مسندالیہ ہین اور گذرین دونون جملون مین مسند متحد ہین

قدرت

تن سے جان چھوٹے ہی اور جان سے تن چھوٹے ہی	تسپہ ہجران کی مصیبت مین لکھون کیا قدرت

پچھلے مصرع کے دونون جملون مین مسند متحد ہین اور مسندالیہ بھی باہم مناسبت رکھتے ہین۔

تپش

خرابی اُٹھے اور قیامت اُٹھے	ابھی چونچ کھولون تو آفت اُٹھے

(۳) اگر دونون جملون کے مسندالیہ مختلف ہون تو اسوقت مین اُن مین کوئی خاص مناسبت ہونا چاہیے عام مناسبت کافی نہین مثلاً دو آدمی مسندالیہ ہون تو اُنکے مسندالیہ واقع ہونے کے لیے صرف انسان ہونا یا کھڑا ہونا یا بیٹھا ہونا کافی نہین بلکہ دوستی یا دشمنی یا رشتہ داری یا امیر ہونے یا تاجر ہونے کی مناسبت ہونا چاہیے یا اسی طرح کوئی اور مناسبت ہو اسی طرح مسند مختلف ہون تو ان مین بھی کسی قسم کی مناسبت کا ہونا ضروری ہی جیسے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

اور زمین تلووں کو دیتی تھی جلا		لو مسافر کا جھلس دیتی تھی منہ

پہلے جملے مین لو اور دوسرے مین زمین مسندالیہ ہین اور ان دونون مین ملابست کی نسبت ہے اور مسندون مین یہ نسبت ہے کہ جھلس دینا بھی جلادینے کے قبیل سے ہے کمی بیشی کا فرق ہے۔

مذہب عشق

بجھا پیاس کو میری جلد آن کر		تو دریا ہے اور مین ہون تشنہ جگر

دونون جملون مین عاشق و معشوق مسندالیہ ہین اور ان مین عشق کا ہونا یہان جامع ہے اور مسندون مین یہ نسبت ہے کہ پانی تشنگی دفع ہونیکا ذریعہ ہے۔

حالی

طبع غالب ہے اور مین مغلوب		نفس قاہر ہے اور مین مقہور

دونون مصرعون مین مسندالیہون مین جزو کل کی نسبت ہے اور مسندون مین تضاد کی۔

ظفر

کہ ہین انسان ان مین کتنے اور حیوان کتنے ہین		بظاہر سب ہین انسان لیک باطن کی خدا جانے

دونون جملون مین مسندالیہ انسان اور حیوان ہین اور ان مین جزو کل کی نسبت ہے۔

داغ

دل مین کیا خاک جگہ دون ترے ارمانون کو		کہ مکان ہے یہ خراب اور مکین اچھے ہین

دونون جملون کے مسندالیہون مین ظرفیت و مظروفیت کی مناسبت ہے اور مسندون مین تضاد کی نسبت ہے۔

میر

اور ہون مین وہی فسردہ پایہ		اب وہی گھر ہے بے سر و سایہ

مسندالیہ دونون جگہ وہی ہے اور مسندون مین ظرفیت و مظروفیت کی مناسبت ہے اور ملکیت کی مناسبت بھی کہہ سکتے ہین۔

انیس

ہے صاف تو یہ کہ قلب بے کینہ ہے		مضمون گوہر ہین اور صدف سینہ ہے

مضمون اور سینہ مسندالیہ ہین اور دونون مین مناسبت ہے کہ مضمون سینے سے پیدا ہوتا ہے

اور صدف و گوہر مین بھی یہی مناسبت ہے یعنی گوہر صدف مین پیدا ہوتا ہے۔

شیفتہ

سب اُس مین محو اور وہ سب سے علیحدہ	آئینے مین ہے آب نہ آئینہ آب مین

مسندالیہون مین خالقیت اور مخلوقیت کی مناسبت ہے اور مسندون مین تضاد کی جامعیت ہے۔

احمد علی صادق

تحسین تری غزلین قصیدے سے دلربا	اور تھا ہر شعر تیر اول پذیر

مسندالیہون مین جزئیت وکلیت کی مناسبت ہے۔ اور مسندون کا مضمون متحد ہے۔

مفتون

وہ غنی ہے اور وہ رحمان ہے	آیۂ لاتقنطوا ایمان ہے

ظفر

تیری مے نوشی کی خاطر ساغر سیمین ہے ماہ	اور گزک کے واسطے زرین رکابی آفتاب

آتش

میکدے مین چل کے سیر عالم نیرنگ کر	قلقل مینا ہے نغمہ اور دور جام رقص

انشا

رات وہ بولی مجھ سے ہنسکر جاہ میان کچھ کھیل نہین	مین ہون ہنسوڑ اور تو ہی مقطع میرا تیرا میل نہین

ناسخ

نشّا ہے ساقی کبھی بزم مے مین	وہ سرشار ہو اور ہشیار مین ہون

(۴) اگر مسندالیہون مین مناسبت نہو گی اور مسندون مین مناسبت ہو گی یا اسکے برعکس ہو گا تو عطف صحیح نہو گا جیسے کہین میرے موزے تنگ ہین اور میرا مکان تنگ ہے اسی طرح زید شاعر ہے اور عمرو کالا ہے۔

(۵) جامع تین قسم پر ہے ایک عقلی، دوسرا وہمی تیسرا خیالی۔ اور عقل ایک قوت ہے نفس کے واسطے جسکے سبب سے نفس علوم اور ادراکات کے لیے مستعد ہوتا ہے اور یہ قوت بالذات کلیات کا ادراک کرتی ہے بہت سے علما جیسے ارباب معانی و علم باطن و متکلمین کہتے ہین کہ عقل کی حقیقت کا علم ہمین نہین اور وصف اُسکا صحیح نہین باوجودیکہ ہم اُسکے وجود کا یقین ہے مگر ہم اُسکے علم سے ناواقف ہین۔

اور وہم سے مراد وہ قوت ہے جو خاص معانی کو جو خاص صورتون مین ہین ادراک کرتی ہی مثلاً کوئی بھیڑیا خاص ہو اُسکو جو کسی خاص بکری کے ساتھ عداوت ظہور مین آئی ہو اُس کو قوت واہمہ کے ذریعہ سے معلوم کر لے بغیر اسکے کہ وہ عداوت حواس ظاہرہ کے ذریعہ سے اُس کو ہوئی ہو کیونکہ حواس کے ذریعہ سے جو چیز پہونچتی ہے وہ **صورت** کہلاتی ہی مثلاً جب ہم کسی چیز کو چکھہ کر مزہ معلوم کرتے ہین تو یہ مزہ صورت کہلاتا ہے نہ معنی پس بھیڑیے کو بکری کے ساتھ عداوت کا معلوم کر لینا قوت واہمہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور یہ **معنی** کہلاتا ہے کسی حس کے ذریعہ سے یہ معنی بھیڑیے کو حاصل نہین ہوتے۔

اور **خیال** سے مراد وہ قوت ہے جس مین محسوسات کی صورتین جمع ہوتی ہین اور یہ **حس مشترک** کا خزانہ ہے حواس خمسہ سے جو چیزین محسوس ہوتی ہین اُنکو حس مشترک لے لیتا ہے اور انکو لیکر خیال مین رکھدیتا ہی پھر ایک اور قوت ان صورتون مین تصرف کرتی ہے اسطرح کہ کبھی ایک کو دوسرے سے مرکب کرتی ہی اور کبھی ایک کو دوسرے سے علٰحدہ کرتی ہی اور ایسے ہی ان صورتون جو معنی ہین مثلاً بھیڑیے کی دشمنی بکری سے ماں باپ کی دوستی بیٹے سے ان معنون کو مرکب کرتی ہے اور علٰحدہ کرتی ہی مثلاً ایک آدمی دس سر کا تصور کرین اس مین ترکیب ہی یا بے سر کا آدمی تصور کرین اس مین تفصیل ہی اور علٰے ہذا القیاس اس قوت کو **مفکرہ** کہتے ہین اور **متخیلہ** بھی اُسکا نام ہی مفکرہ اُس قوت کو اُسوقت کہتے ہین جبکہ عقل اس سے کام لے اور متخیلہ اس حالت مین بولتے ہین کہ وہم اُس سے اپنی خدمت لیوے چونکہ عقل انسان سے مخصوص ہی اس لیے یہ قوت بھی سوائے انسان کے اور حیوانات مین نہین ہوتی یہان خیالی سے قوت خیال کی صورتون اور اُنکے معانی مین قوت متخیلہ کا تصرف بطرز مذکور مراد نہین بلکہ صرف وہ صورت مراد ہی جو حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین پہونچتی ہی۔

جامع عقلی

وہ ایک امر ہے جس کے سبب سے عقل تقاضا کرتی ہے کہ قوت مفکرہ مین دو جملے جمع ہو جائین اور وہ امر کئی طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) دونون جملون کے مخبر عنہ یا مخبر بہ تصور عقل مین ایک ہون اور یہ اُسی صورت مین ہوتا ہے کہ دوسرے جملے کا مخبر عنہ یا مخبر بہ وہی ہوتا ہے جو پہلے جملے کا ہوتا ہی مثلاً۔

هوس

یون یاس سے گفتگو تومت کر	اور نجد کی آرزو تومت کر

دونون جملون مین مخبر عنہ متحد ہین۔

ظفر

میرے گریے نے نہ دھویا دل کا میرے ایک داغ	اور دل سے یار کے حرف محبت دھودیا

دونون جملون مین مخبر عنہ متحد ہین اور وہ متکلم کا گریہ ہے۔

ولہ

انسان کو کل کا پتلا بنایا ہے اسنے آپ	اور آپ ہی وہ کہتا ہے پتلے کو کل کے چل

هوس

جو لیلی سے دل تہی کردن مینا	اور چاہ سے کو تہی کردمین

دونون جملون مین مخبر عنہ ایک ہین اور وہ متکلم ہے۔

نعیم

مین اس دل کے جفا سہنے کے صدقے	اور اس کے تجیب ہنے کے صدقے

دونون جملون مین مسندالیہ متحد ہین اور وہ متکلم ہی اور مسند بھی متحد ہین۔

النسا

دائیون کے ہوے دوپٹے سُرخ ہوے یکبار ہاتھی گھوڑے سُرخ	اور بچون کے چھچے بنے سُرخ اور سوارونکے سارے جوڑے سُرخ

دونون شعرون مین مخبر بہ ایک ہین اور وہ سُرخ ہونا ہے۔

ظفر

ہوے دونون کچھ ایسا سوچ کر چُپ	کہ وہ چُپ ہین اُدھر اور ہم ادھر چُپ

پچھلے مصرع مین دو جملے ہین اور دونون مین مخبر بہ ایک ہین اور وہ چُپ ہونا ہے۔

عبدالغفور شہباز

وائے ناکامی رقیب روسیہ گھر لے چلا	اور مین یہ خوش کہ رہبر سوے دلبر لے چلا

دونون مصرعون مین دونون جملون کے مخبر بہ متحد ہین۔

(۲) کسی قید مثلاً صفت۔حال۔ظرف وغیرہ مین اتحاد ہو یعنی اگر ایک جملہ صفت یا حال

یا ظرف وغیرہ کے ساتھ مقید ہو تو دوسرا بھی ویسا ہی ہو مثلاً۔

نفیس

فلک کے پار غم و درد کی صدائیں تھیں	تمام خیمے میں ماتم تھا اور بکائیں تھیں

پچھلے مصرع کے دونون جملے ظرفیت کے ساتھ مقید اور متحد ہین۔

سودا

نسیم ہی ترے کوچے مین اور صبا بھی ہے	ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے

پہلے مصرع مین دو جملے ہین اور وہ قید ظرفیت مین اتحاد رکھتے ہین۔

ظفر

چشم و رخ کو دیکھ کر تیرے سدا ای سادہ رو	دنگ ہی نرگس یہان اور آئینہ حیران ہی

دونون جملے پچھلے مصرع کے قید ظرفیت مین اتحاد رکھتے ہین۔

کنا بیگم

ترے منھ کی تجلی دیکھ کر کل رات حسرت سے	زمین پر لوٹتی تھی چاندنی اور شمع جلتی تھی

پچھلے مصرع کے دونون جملے قید حسرت مین اتحاد رکھتے ہین۔

واجد علی شاہ

غم حسین سے سوسن کی ہی سیہ پوشاک	فلک بھی نیلا ہی اور جامہ گلستان سرخ

غم حسین مین پچھلے مصرع کے دونون جملے اتحاد رکھتے ہین۔

(۳) دونون جملون مین تماثل ہو اور تماثل یہ ہی کہ حقیقت یعنی نوع مین متفق ہون اور عوارض مین مختلف ہون اور باوجود اسکے کسی ایسے وصف مین بھی دونون شریک ہون جو انکے ساتھ ایک قسم کا اختصاص رکھتا ہو جیسے زید آیا اور عمر و گیا پس یہان زید اور عمر مین تماثل ہی اسلیے کہ دونون کی حقیقت ایکسی ہی کیونکہ دونون انسان ہین لیکن عوارض این مختلف ہین کیونکہ ایک کی صورت اور تمام وو دوسرے سے جدا گانہ ہی یہ مثال مسند الیہون مین تماثل کی ہی۔

میر

ہم تو لب خوش رنگ کو اسکے مانا لعل احمر آج	اور غرور سے اُن نے ہمکو جانا کنکر پتھر آج

پہلے جملے مین شخص متکلم یعنی عاشق اور دوسرے جملے مین شخص غائب یعنی معشوق کی ذات مسند الیہ ہے اور نوع دونون کی واحد ہی عوارض مین فرق ہی۔

مثنوی سعدین

صاحب عقل اُس کو جانتے ہین	اور منصف سب اُسکو مانتے ہین

صاحب عقل اور منصف دونون جملونکے مسندالیہ ہین جو نوع مین متفق ہین اور عوارض مین مختلف

اشرف بیگ خان اشرف

آسرا تیرا ہی بس رکھتے ہین کنگال سدا	اور بھروسے پہ ترے جیتے ہین بدحال سدا

کنگال اور بدحال دونون جملون ہین مسندالیہ ہین جو نوع مین متحد ہین اور عوارض مین مختلف۔

سید اکبر حسین اکبر

بتانِ مغربی سے ہین تعارف کی تمنا مین	ہین دیکھو نگا انھین اور وہ مرا ایمان دیکھینگے

حسرت

ملا لغت عشق کے معنے کو جو نہ سمجھے	دے پٹکے صراح اور وہ قاموس جلادے

صراح اور قاموس نوع مین متحد ہین اور وہ علم لغت ہی۔

ممتاز

گو تھے مشہور جہان حسن ہین یوسف ہمدم	اور عیسیٰ بھی بہر ذکر تے تھے اعجاز کا دم ہا

ولہ

یوسف اُٹھے تو مصر کے بازار مین بکے	اور اک نبی نے نار مین جلوے دکھادیے

میر حسن

یہ طرفہ تر کہ تیری سنبھلتی نہین زبان	اور تیرے سامنے مری چلتی نہین زبان

زبان خواہ متکلم کی ہو یا مخاطب کی سب درحقیقت ایک ہین اگرچہ بسبب اضافت کے اُن کا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہی مگر جب اضافت شخصہ سے مجرد کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہی۔
اور مسندون ہین تماثل کی مثال یہ ہی "زید بکر کا باپ ہے" اور "عمرو خالد کا باپ ہی" الیس باپ ہونا خواہ بکر کا ہو یا خالد کا یا اور کسی شخص کا سب درحقیقت ایک ہین اگرچہ بوجہ اضافت کے ان کا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہی مگر جب اضافت شخصہ سے مجرد کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہے۔

شباب

کس سمجھ مین ہی زاہد اک جرعہ دیکھ بیکر	یہ ہی شراب ہندی اور وہ ولایتی ہے

شراب خواہ ہندوستان کی ہو یا یورپ کی درحقیقت سب ایک ہی اگرچہ بوجہ نسبت کے اُسکا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہی۔

ولہ

دیکھکر کہتے تھے لاشون کو عدو مقتل مین	لاش اکبر کی یہ اور لاشہ اصغر یہ ہے

لاش اکبر اور لاش اصغر مسند ہین ان مین تماثل ہی کیونکہ دونون کی حقیقت ایک ہی لیکن تشخص مختلف ہین۔

تنبیہ اگر کہا جائے کہ عقل کلیات کا ادراک کر سکتی ہی اور جزئیات کا ادراک اُس کا کام نہین بلکہ جزئیات کا ادراک حواس سے علاقہ رکھتا ہی اور تماثل جزئیات مین سے ہی پس اس کا ادراک عقل کیونکر کر سکتی ہی اور تماثل جامع عقلی کی قسم مین کیونکر محسوب ہو سکتا ہی تو ہم کہتے ہین کہ یہ قول بیشک درست ہی لیکن قوت عاقلہ دو مثلون کو یعنے زید اور عمرو کو تشخص اور تعین خارجی سے مجرد کر لیتی ہے یعنے زید کو زید اور عمرو کو عمرو نہین جانتی بلکہ انسان مطلق اُنکو خیال کرتی ہی پس گویا زید آیا اور عمرو گیا کے یہ معنی ہین کہ انسان آیا اور انسان گیا۔

بعض فضلا کہتے ہین کہ تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہی **تجانس** کے یہ معنی ہین کہ دو چیزین ایک جنس کی ہون مثلاً آدمی اور گھوڑا جو جنس مین شریک ہین یعنے وہ بھی حیوان ہی اور یہ بھی اور **تشابہ** کے معنے یہ ہین کہ دو چیزین عرضیات مین متحد ہون مثلاً زید اور عمرو دونون سخاوت یا شجاعت مین شریک ہون یعنے یہ بھی سخی یا شجاع ہی اور وہ بھی پس تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہی مثلاً حیوانات کے بیان مین کہا جائے کہ طوطا ایسا ہوتا ہے اور بیل ایسا ہوتا ہے اور گھوڑا ایسا ہوتا ہے اور بہادرون کے ذکر مین کہا جائے کہ زید ایسا شجاع ہی اور عمرو ایسا شجاع ہے۔

اشرف بیگ خان اشرف

موسم خاص کا محتاج نہو جسکا ثمر	اور کسی رنگ سے خالی نہو جسکا گل تر

ثمر و گل دونون جملون مین مسند الیہ ہین اور جنس دونون کی ایک ہی یعنی وہ بھی نباتات مین سے ہی اور یہ بھی اور نوع مختلف ہی اور مسندون مین جو جامعیت ہی وہ بھی ظاہر ہی۔

انیس

اسوار بھی قلیل پیادے بھی تھوڑے ہین	کل بہتر تو آدمی ہین اور بیس گھوڑے ہین

اونٹ اور گھوڑے مسندالیہ ہین جنکی جنس ایک ہی یعنی دونون حیوان ہین اور نوع مختلف ہی

برکھا رت

کرتے ہین پپیہے پیہو پیہو ۴ | اور مور جھنگارتے ہین ہر سو

میر حسن

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن | کہین نرگس اور گل کہین یاسمن
چنبیلی کہین اور کہین موگرا | کہین رائے بیل اور کہین موتیا
کہین ارغوان اور کہین لالہ زار | جُدے اپنے موسم مین سبکی بہار

ظفر علی بی اے

تیری شجاعت نخل تناور | اور میری جُرأت اک اُسکی ڈالی

یعنے مخاطب اور متکلم کی شجاعت مین تشابہ ہی اور دونون مسندالیہ ہین۔

(۴۲) دونون مین تضائف ہو۔ **تضائف** کے معنی یہ ہین کہ ایک چیز دوسری کی نسبت سے معلوم ہو یعنی ایک کا تصور دوسرے کے تصور کو لازم ہو مثلاً کسی شخص کے باپ ہونیکا تصور اُسکے لیے بیٹا ہونیکے تصور کو لازم ہی جیسے کہین زید کا باپ لکھتا ہی اور اُسکا بیٹا پڑھ رہا ہی ان دونون جملون مین باپ اور بیٹا مسندالیہ ہین اور جامع ان دونون مین عقلی ہی اور وہ تضائف ہی۔

وحید

بن بن کے برق سایۂ تیغ ظفر گرا | وان مورچے سے باپ اُٹھایان پسر گرا

مقصود بالتمثیل مصرع ثانی ہی پہلے جملے مین باپ اور دوسرے مین بیٹا مسندالیہ ہین وان دونون جملون کے درمیان حرف عطف محذوف ہی اسی قبیل سے ہی اقل و اکثر کہ ان دونون کے مفہومون مین تضائف ہی کیونکہ جو عدد گنتی کے وقت دوسرے سے پہلے فنا ہو جاتا ہی وہ اقل ہی اور دوسرا اکثر ہے پس ہر ایک کا سمجھنا دوسرے کے اعتبار سے ہی مثلاً عمرو بڑا ہی اور زید چھوٹا ہی پس ان مین سے ہر ایک دوسرے کے اعتبار سے سمجھا جاتا ہی۔

حالی

کیا کہون حال درد نہانی | وقت کوتاہ و قصہ طولانی

پہلے جملے مین وقت اور دوسرے مین قصہ مسندالیہ ہی اور پہلے جملے مین کوتاہ اور دوسرے مین طولانی مسند ہے۔

ولہ

ایک بیمار اور سو آزار ایک رنجور اور سو ناسور

میر

اضطراب و قلق و ضعف میں کیونکر نہ مروں جان واحد ہے مری اور ہیں آزار کئی

ظفر

ہو وہی جان بر جسے دے شربت دیدار تو اک انار اور سیکڑوں بیمار اس میں کوئی ہو

محمد حسین متخلص بہ حسین

قصہ نہیں ہے طول یہ ہے مختصر کلام تھوڑا ہی وقت اور ہی باقی بہت سا کام

تھوڑا اور بہت کے مفہوموں میں تضائف ہے - اسی طرح علت و معلول کے مفہوموں میں بھی تضائف ہے اسلیے کہ جب ایک چیز سے دوسری چیز صادر ہوتی ہے تو پہلی علت ہوتی اور دوسری معلول ہوتی ہے پس اگر معلول کا وجود اس علت کے سوا کسی اور علت پر موقوف نہ ہے تو اسے علت تامہ کہتے ہیں اور اگر کسی دوسرے کے ذریعہ سے صادر ہو تو علت ناقصہ نام رکھتے ہیں مثال اسکی -

محمد حسین آزاد

ای دوست تیرا حکم تھا جاری جہان میں اور روشنی تھی عام زمین آسمان میں

خطاب آفتاب کی طرف ہے - آفتاب علت ہے اور روشنی معلول ہے اس مناسبت سے دونوں جملوں میں عطف واقع ہوا ہے -

ولہ

ہوتا زمانہ لپسکہ ہی وابستہ شام سے اور تو بھی ہے تھکا ہوا دنیا کے کام سے

مخاطب یعنی آفتاب سبب ہی اور زمانہ مسبب -

حالی

اُس کے مرنے سے مرگئی دلّی خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات

پہلے جملے کا مسند الیہ خواجہ ہی اور دوسرے کا شہر اور ان میں جو نسبت ہی وہ ظاہر ہی اور مسند پہلے جملے میں نوشہ ہی اور دوسرے میں برات اور ان میں یہ نسبت ہی کہ نوشہ سبب ہی برات ہونے کا

مولوی محمد سمٰعیل

ہند کی سرزمین ہے ان ماتا اور ہمالہ پہاڑ جل داتا

ہند کی سرزمین اور ہمالہ پہاڑ دونون جملون کے مسند الیہ ہین اور یہ جنسیت مین شریک ہین اسلیے کہ دونون جمادات کی قسم ہین اور ان ماتا اور جل داتا مسند ہین اور ان مین وجہ جامع سببیت ہی اسلیے کہ پانی ناج کے پیدا ہونے کا سبب ہی۔

انشا

مفت جل جائے گا پرے بھی سرک	ارے مین آگ اور تو ہے خس

مسندالیہون مین دونون جملون کے عشق جامع ہی اور مسندون مین جامع سببیت ہی اسلیے کہ آگ سبب ہی خس کے جلنے کا۔

جامع وہمی

وہ ہی کہ اُس کے سبب سے وہم خیال کرتا ہی کہ دو جملے قوت مفکرہ مین جمع ہو جائین پس جامع وہمی واقع مین کوئی جامع نہین بلکہ باعتبار اس بات کے جامع ہی کہ وہم نے اُس کو جامع بنا لیا ہی۔ اور جامع وہمی تین وجہ سے پایا جاتا ہی۔

(۱) اس سبب سے ہوتا ہی کہ دونون چیزون مین تماثل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہی یعنے دونون مین اتحاد نوعی معلوم ہوتا ہی جیسے سفیدی و زردی کیونکہ قوت واہمہ ان دونون کو دو مثل خیال کرتی ہے اس جہت سے کہ یہ دونون قریب قریب ہین زیادہ مخالفت باہم نہین رکھتے اسلیے وہم انکو نوع واحد سمجھتا ہی حالانکہ سفیدی و زردی دو متماثل چیزین نہین کیونکہ تماثل یہ ہی کہ دو چیزون مین حقیقت یعنے نوع مین اتحاد ہو اور تعین مین اختلاف ہو حالانکہ سفیدی و زردی مین اختلاف نوعی ہی اور نہ دونون متضاد ہین کیونکہ متضاد ایسی دو چیزین ہوتی ہین کہ اُن مین انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ سفیدی و زردی مین انتہا درجے کا خلاف نہین بلکہ ایسا خلاف سفیدی و سیاہی مین ہی البتہ عقل یہ جانتی ہی کہ سفیدی و زردی دونون نوع متباین ہین جو ایک جنس کے تلے داخل ہین اور وہ جنس رنگ ہے

ناسخ

سفید آگے ترے چاند اور سورج زرد ہی ظاہر	یہ ہی اکسیر سونے کی وہ ہی اکسیر چاندی کی

نصیر

قوس قزح نہین ہی کہ سیلی رکھے ہی چرخ	دو جس مین تار سرخ ہین اور ایک تار سبز

مصحفی

گلگونہ رنگ مین یک سان نہ دیکھا	نظر آئے کہین زرد اور کہین سرخ

سُرخ و سبز اسی طرح زرد و سُرخ مین تماثل کے ساتھ مشابہت ہے۔

فائدہ چونکہ وہم ایسی دو چیزون کو جن مین شبہ تماثل ہو ہم مثل قرار دیتا ہی اسلیے شعر ذیل کے دوسرے مصرع مین چار موجون کا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہی۔

غالب

چار موج اُٹھتی ہی طوفان طرب سے ہر سو	موج گل موج شفق موج صبا موج شراب

اسلیے کہ وہم نے یہ توہم کیا کہ چار موجین نوع واحد سے ہین وہ طوفان طرب ہی اور عوارض مین مختلف ہو گئی ہین اور عقل جانتی ہی کہ وہ متبائن چیزین ہین اسی طرح سودا کے شعرون مین چار چیزون کا جمع کرنا اچھا معلوم ہوتا ہی۔

جس کے تو پاس نہووے تو اُسے عالم مین	مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک

وہم نے مجلس اور شادی اور تنہائی اور غم کو جمع کر دیا ہی اور اشتراک ان مین معشوق کی مفارقت کا صدمہ قرار دیا ہی حالانکہ ان مین نہایت تباعد ہی۔

ولہ

کر دیا ہین کرشمے نے تری آنکھون کے	مسجد و میکدہ و دیر و حرم چارون ایک

وہم نے مسجد و میکدہ و دیر و حرم کو جمع کیا ہی اور اشتراک ان مین کرشمۂ معشوق کا فعل قرار دیا ہی حالانکہ ان مین نہایت تبائن ہی۔

ولہ

طبع انسان مین ترے عدل سے رکھتے ہین اثر	حنظل و آب بقا شربت و سم چارون ایک

جامع وہمی کی وجہ سے حنظل اور آب بقا اور شربت اور سم کا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہی اور وہم کو یہ توہم ہوتا ہی کہ چارون ایک نوع سے ہین اور وہ انسان کی طبع مین ایک سا اثر کرتا ہی صرف عوارض مین مختلف ہو گئے ہین چنانچہ حنظل ایک تلخ پھل ہی اور آب بقا ایک خاص قسم کا پانی ہے جو ظلمات مین موجود ہے اور شربت ایک سیال اور شیرین چیز ہی اور سم ایک حجری جسم ہی مگر یہ چارون عقل اور حس کے نزدیک متبائن ہین وہم ان کو ایک نوع سے مانتا ہی اور اگرچہ عدل ممدوح کا ضامن ہونے سے چارون چیزون مین ایک سا اثر پیدا ہو جانا ایک امر عقلی ہی لیکن وہم اس معقول کو بوجہ کمال ادعاے ظہور اُسکے کے بمنزلے محسوس کے قرار دے لیتا ہی۔

(۲) جامع وہمی تضاد کہو جس سے ہوتا ہی اور **تضاد** یہ ہی کہ دو ایسی وجودی چیزون مین جو

ایک محل میں متعاقب طور پر وارد ہو سکتی ہوں انتہا درجے کی مخالفت ہو پس ایجاب و سلب اور عدم و ملکہ کا تقابل تضاد میں داخل نہ ٹھہرے گا کیونکہ اگرچہ یہاں بھی مخالفت ہوتی ہی مگر یہاں دونوں چیزیں وجودی نہیں ہیں اور اس قید سے کہ دونوں ایک محل میں وارد ہو سکیں یہ ثابت ہوا کہ دونوں اعراض کے قبیل سے ہوں نہ اجسام کے اور اس قید سے کہ دونوں میں انتہا درجے کا خلاف ہو تعاند بھی نکل گیا کیونکہ تعاند میں انتہا درجے کا خلاف نہیں ہوتا چنانچہ سیاہی اور سُرخی اسی طرح سفیدی اور زردی میں تعاند ہی تضاد نہیں اگر تضاد کی تعریف میں انتہا درجے کا خلاف ماخوذ نہو تا تو تعاند بھی تضاد میں داخل رہتا کیونکہ تضاد حقیقی کی تعریف میں انتہا درجے کا خلاف ملحوظ ہے اور تضاد مشہوری میں یہ ملحوظ نہیں پس تضاد مشہوری تعاند کو بھی شامل ہی تضاد حقیقی کی مثال محسوسات میں سفیدی و سیاہی ہے جیسے کہیں کہ سفیدی اچھی ہے اور سیاہی بُری ہے اور معقولات میں اسکی مثال ایمان و کفر ہے جیسے ایمان اچھا ہے اور کفر بُرا ہے حق یہ ہی کہ ایمان و کفر میں تقابل عدم و ملکہ کا ہے کیونکہ ایمان اُس چیز کی تصدیق و اقرار کو کہتے ہیں جس کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہیں جیسے خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت اور حشر و نشر کا حال اور کفر عدم ایمان ہے اُس چیز سے جسکی شان سے یہ ہی کہ ایمان لائے پس ایمان ملکہ ہوا اور کفر اُسکا عدم ہوا اور کبھی یوں کہتے ہیں کہ اُن چیزوں میں سے جن کی نسبت علم ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ اللہ کے پاس سے لائے ہیں کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہی پس اس صورت میں دونوں وجودی ہونگے اور وہ بھی تضاد کے قبیل سے ہی جو ان چیزوں کے ساتھ متصف ہوں جیسے سفید و سیاہ اور مومن و کافر۔

ظفر

کوئی جانباز یونکو عاشق جانباز سے پوچھو	کہ ہیں یہ کام مشکل کتنے اور آسان کتنے ہیں
سمجھنا عشق کو آفت اور اس آفت میں جا پھنسنا	غرض دانا بھی ہم کتنے ہیں اور نادان کتنے ہیں
کسی دن کھینچکر تیغ امتحان کر اپنے بازو کا	کہ دیتے جان کتنے اور بچاتے جان کتنے ہیں

خرد

ہماری اُن کی صحبت آہ ابر و برق کی سی ہے	ہم اُنکو دیکھکر روتے ہیں اور وہ ہم پہ ہنستے ہیں

سودا

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر	ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

میر حسن

آہ غیرون کو میسر ہو ترے وصل کا دن | اور یون ہجر کی اس دل کو شب تار ملے

فیاض الرحمن خواجہ

اس بت کی طبیعت سے عداوت نہین جاتی | اور دل سے مرے اسکی محبت نہین جاتی

نظام رامپوری

نظام کس کا گلہ اپنی اپنی قسمت ہے | وصال غیر کو ہوا اور فراق یار مجھے

ناسخ

کوئی گردی ہے اور کوئی میٹھی | نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی

مذاق

جس کی طفلی جانے والی اور شباب آنے کو ہے | مژدہ اے رندو کہ وہ مست شراب آنے کو ہے

امیر

اے طول جدائی یہ نیا ہے ترا اندھیر | دن سارے زمانے مین ہے اور شب مرے گھر آج

ظفر

اگر غنچہ ہو دلگیر خندان گردش گل ہو | ظفر اس باغ مین تجھے ہے شادی و رغم پہلے

فضل الدین فیاض

سب ہی خواہ ہون کہ فیاض تو ہے خاطر جمع | اور بد خواہ پریشان نظر آتے ہین

اور اس شعر مین تضاد نہین۔

سید قطب الدین اشک

ہاے وہ مڑ کر نہ انکا دیکھنا وقت نزع | اور میرا یاس و حسرت کی نظر سے دیکھنا

اسلیے کہ تضاد وہ مقابلہ ہے جو دو ایسی وجودی چیزون مین ہو جو ایک محل مین وارد ہو سکتی ہون اور یہان مقابلہ سلب و ایجاب کا ہے اسلیے کہ پہلا جملہ موجبہ ہے اور دوسرا سالبہ۔

(۳) کبھی تضاد کی شباہت ہوتی ہے جیسے زمین و آسمان ظاہر ہے کہ دونون وجودی ہین انمین سے ایک نہایت پست ہے اور دوسرا نہایت مرتفع ہے اور تضاد کی شباہت کے یہی معنی ہین کہ ایک نہایت پست ہے اور دوسرا نہایت بلند ہے اور متضاد نہین اسلیے ایک محل پر دونون وارد نہین ہو سکتے کیونکہ دونون اجسام سے ہین اعراض نہین ہین اور نہ دونون سیاہ و سفید کی طرح ہین

کیونکہ پست ہونے اور بلند ہونے کا وصف زمین اور آسمان کے مفہوم مین داخل نہین بخلاف سیاہ و سفید کے کہ سیاہی وسفیدی کا وصف دونون کی ذات مین داخل ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر حالی کا۔ ع

اثر فیض عام سے اُسکے	کعبہ آباد و میکدہ معمور

کعبہ اور میکدہ مین شبہ تضاد ہے۔

راسخ

ہے زمین جائے قرار خاکیان	اور گردون مسکن افلاکیان

لطف

ہزارون رنج وغم ہین خانۂ دل مین نہین کھلتا	کہ صاحب خانہ ان مین کتنے اور مہمان کتنے ہین
سفر دنیا سے ہے درپیش سب کو پر خدا جانے	کہ بے سامان ہین کتنے اور باسامان کتنے ہین

کشن پرشاد شاد

پانون پڑنے سے نکر منع مجھے تو اے یار	غیر کا سر یہ نہین اور یہ قدم غیر نہین

سر و قدم مین شبہ تضاد ہے۔

مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

آسمان ایسا بلند اور زمین ایسی فراخ	خاک و باد و آب و ہوا روشنی شمس و قمر

تنبیہ تضاد اور شبہ تضاد مین اس سبب سے جامع پیدا ہوتا ہے کہ وہم اُسکو بمنزلے تضائف کے بنالیتا ہے پس یہی باعث ہے کہ جب ایک ضد خاطر مین گذرتی ہے تو دوسری بھی اکثر اوقات خیال مین آجاتی ہے اور یہ خاطر مین گذرنا وہم کی روسے ہے نہ عقل کی روسے کیونکہ عقل جب ان مین سے کسی ایک کا تعقل کرتی ہے تو دوسرے کو بھلا دیتی ہے بخلاف متضائفین کے کہ ان مین سے جب ایک عقل مین خطور کرتا ہے تو دوسرا بھی ضرور خطور کرتا ہے

جامع خیالی

وہ ایک امر ہے جسکے سبب سے خیال یہ چاہتا ہے کہ دو جملے قوت مفکرہ مین جمع ہوجائین اور یہ اِس سبب سے ہوتا ہے کہ عطف کرنے سے پہلے ان دونون کے درمیان خیال مین قرب ہوتا ہے اور اس قرب کے اسباب مختلف ہین یہی وجہ ہے کہ جو صورتین خیال مین ثابت ہوجاتی ہین وہ از روے ترتیب وضوح کے مختلف ہوجاتی ہین کیونکہ بعض صورتین ایسی ہین کہ ایک شخص کے خیال مین وہ ایک دوسرے سے

علحدہ نہین ہوتین اور دوسرے شخص کے خیال مین وہی صورتین آپس مین جمع نہین ہوتین
اور بعض ایسی صورتین ہین کہ ایک شخص کے خیال سے بالکل غائب ہی نہین ہوتین
اور دوسرے شخص کے خیال مین وہ ہرگز آتی ہی نہین جب یہ حال ہے تو ایسے دو جملوں
کے اجتماع کے واسطے اسباب بھی مختلف ہونگے پس ایسے خیال کا جاننا ضروری ہے
جو الفت طبیعت اور عادت سے پیدا ہوے مثلاً کہین یار کا قامت دیکھ
اور قیامت کے قائل ہوے اجتماع قامت اور قیامت کا خیال
مین فتنون کے سبب سے ہے۔

ہوس

غم دست افسوس مل رہا تھا	اور دور شراب چل رہا تھا

اجتماع غم کے دست افسوس ملنے اور دور شراب چلنے کا خیال مین بے فکری کی وجہ سے ہے۔

سودا

جو گوش ہوش تو رکھتا ہو تو برابر ہے	صدائے نغمۂ داؤد و نالۂ دل زار

اجتماع نغمۂ داؤد اور نالۂ دل زار کا خیال مین سوز و گداز کی وجہ سے ہے۔

ناظم

کلام سخت کہکر کیسے وہ ہم پر برستے ہین	اک اُنکے لعل ہین اور لعل سے پتھر برستے ہین

اُستاد

تصور عرش پر ہے اور سر ہے پاے ساقی پر	غرض کچھ اور دھن مین اس گھڑی میخوار بیٹھے ہین

اور یہ خیالی اُمور شاعری کے طریقے پر ہین اور اس قسم کے آدمیون کے دل مین خوب جمے
ہوئے ہوتے ہین اگر عام لوگ انکو سنتے ہین تو پسند نہین کرتے۔

جملہ حالیہ

اگر دوسرا جملہ متکلم کے زعم مین پہلے جملے کی قید ہو تو وہ دوسرا جملہ اس موقع پر حالیہ ہوگا اور جملہ حالیہ
کی شرط یہ ہے کہ خبریہ ہو نہ انشائیہ اسلیے کہ حال اگرچہ معنی کی رو سے مثل خبر مبتدا کے ہے لیکن چونکہ
حکم خبری کی قید ہی اسلیے چاہیے کہ مقید کے باقی رہنے تک ثابت اور باقی رہے اور انشا کے لیے
خارج کنین ہوتا بلکہ لفظ سے ظاہر ہوتی ہے اور لفظ کے زوال سے زائل ہو جاتی ہے اسلیے قید بننے کی

صلاحیت نہین رکھتی ہی وجہ ہی کہ جملۂ انشائیہ شرط اور ظرف اور صفت نہین ہوتا مگر بہت ہی کم۔

محمد اسحاق خان تمنا

اپنی تو یہ صورت ہی کہ جون بلبل تصویر	پرواز کی طاقت نہین اور پاس چمن ہے

جملہ پاس چمن ہی معطوف ہی جملۂ پرواز کی طاقت نہین پر اور حال بھی ہی چونکہ یہ دونون جملے افادے مین متصل ایک دوسرے کے ہین تو ربط کلام اور افادے کے واسطے عطف کیا گیا تاکہ جمعیت پر دلالت کرے یعنی پرواز کی طاقت کا نہونا اور چمن کا پاس ہونا دونون ایک وقت مین تھے۔

غالب

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے	سفینہ چاہیے اس بحر بیکران کے لیے

مدح باقی ہی جملہ حالیہ ہی یعنی ایسی حالت مین ورق تمام ہوا ہی کہ مدح باقی ہی۔

حالی

دربکنا ہون اور ہون بے آب چشمہ بیداو کاروان تشنہ	ماہ کامل ہون اور ہون بے نور بادہ پرزور و انجمن مخمور ہے

وصل کا حسن اور خوبی

یہ بات ضرور ہی کہ دونون جملون مین کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جو عطف کی صحت کو چاہتی ہو مثلاً دونون جملے لفظاً و معنًا انشائیہ ہون یا صرف معنًا انشائیہ ہون یا لفظاً و معنًا خبریہ ہون یا صرف معنًا خبریہ ہون اور ان مین کوئی جامع عقلی یا وہمی یا خیالی پایا جاتا ہو اور دونون جملون کی خوبی مین یہ بات داخل ہی کہ ان مین آپس مین تناسب قائم ہو اور تناسب یہ ہی کہ دونون اسمیہ ہون جیسے۔

ناسخ

پان دمسی کو دیکھکے بولا ہت ظریف	ثابت ہوا کہ مرد ہی سُرخ اور زن کبود

معصوم علی

تو رحیم اور گناہگار ہون مین	مغفرت کا اُمیدوار ہون مین

انعام

وقت سار خال چہرہ دست کو نسبت ہی کیا	روم ہی نزدیک زنگ اور زنگ ہی لندن کے پاس

نگار

کیا یوسف ہے گو تو مجھ پہ عاشق	اور اپنی عاشقی مین بھی ہے صادق

ظفر

ہو وہ جان جہان نہ ہرگز دوست		اور دشمن ہو اک جہان اپنا

ولہ

کیا تماشا ہی کہ ہو خرقہ سے آلودہ تمام		اور ہے اسیر غرور پاک دامانی مجھے

ولہ

جان ارادہ آج اُس قاتل کے دل میں اور ہی		اور یان کچھ آرزو بسمل کے دل میں اور ہے

امتیاز

سکونت ہند کی میرے ستانیکو نہ کچھ کم ہے		اور آسیر درپے آزار یارب چرخ اظلم ہے

محمد یحیٰی الیقین

ہی خواہش دل نامے کی تحریر سے باہر		اور پائے طلب جادۂ تقریر سے باہر

یا دونوں فعلیہ ہوں اور پھر فعلیوں کا تناسب یہ ہے کہ دونوں جملوں میں ایک سے فعل ہوں
مثلاً دونوں جملوں میں فعل ماضی مطلق ہو جیسے۔

سودا

دل یار کی ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا		اور اُس کو سر مار مجھے عشق نے کوٹا

حسرت

حسرت اب دیوانگی تیری ہی کا ہی دور دور		دن گئے فرہاد کے اور دور مجنون ہو چکا

گلزار نسیم

گلچین نے وہ پھول جب اُڑایا		اور غنچۂ صبح کھل کھلایا

یا دونوں میں فعل ماضی بعید ہو جیسے۔

آزاد

تھا اُنھوں نے ابھی دفتر نہ سمیٹا اپنا		اور نہ تھا علم سے طومار لپیٹا اپنا

یا دونوں جگہ فعل ماضی استمراری ہو جیسے۔

ولہ

تھا کوئی دوش پہ خورجین اُٹھائے آتا		اور بغل میں کوئی بیگ اپنا دبائے آتا

اگرچہ لاتا تھا اور آتا تھا ماضی استمراری کے صیغے ہین جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ فاعل سے وہ فعل چند مرتبہ صادر ہوا ہو مگر یہان اُنسے معنی اتفاق کے تراوش پاتے ہین یعنی اتفاقات سے کسی کا خود مین دوش پر اُٹھائے لانا اور کسی کا بغل مین اپنا بیگ بائے آنا دیکھا یا جسب اتفاق کسی کا دوش پر خود مین اُٹھائے لانا اور کسی کا بغل مین بیگ دبائے آنا واقع ہوا۔

حالی

اُسکے استغنا سے جھک جاتا تھا سر غرور کا	اور عنایت سے کنول کھل جاتا تھا دور کا

یہان جھک جاتا تھا اور کھل جاتا تھا سر کے کرر جھک جاتے اور کنول کے مکرر کھل جانے پر دلالت کرتے ہین

ولہ

پانون اُٹھتا تھا اُس کا بن کی طرف	اور کھنچتا تھا دل وطن کی طرف

یا دونون جگہ فعل مضارع ہو جیسے۔

بیان

سو برس مین نہ نکلے دل کی خلش	اور نکلے تو آن مین نکلے

ظفر

ساتھ غیرون کے پیے تو بادۂ عشرت کے گھونٹ	اور ہم تجھ بن پئین خونابۂ حسرت کے گھونٹ

میر حسن

یون رکھے تو اپنا زانو ناکسان کے زیر سر	اور نہو وے سنگ بھی مجھ ناتوان کے زیر سر

یا دونون جگہ فعل حال ہو جیسے۔

ناسخ

منھ کا سامان کرتی ہے پیدا	اور باران کرتی ہے پیدا

محی الدین فوق

سچ ہی کرنے ہی سے کچھ کام ہوا کرتا ہے	اور پھر کام ہی سے نام ہوا کرتا ہے

ظفر

یا تو وہ جانتا ہی جو ہی مرے جی کا خیال	اور یا یار خدایا مرا جی جانتا ہے

ولہ

مے گلرنگ ترے ساتھ عدو پیتے ہین	اور ہم رشک سے یان اپنا لہو پیتے ہین

غالب

بسکہ لیتا ہون ہر مہینے قرض | اور رہتی ہے سود کی تکرار

یا دونون جگہ استقبال ہو جیسے۔

ظفر

دوگے جو اک بوسہ برابر سو کے صنم ہم سمجھینگے | اور تمھین بھی حاتم عہداللہ کی قسم ہم سمجھین گے

مولوی عبدالرحمن راسخ

صبر پڑ جائیگا تیری جان پر | اور رہیگا قید خانہ تیرا گھر

مگر کبھی ایسا ہوتا ہی کہ معطوف علیہ یا معطوف مین سے کسی ایک کے ساتھ کوئی خاص مطلب متعلق ہوتا ہی تو اس تناسب لفظی کو ترک کر دیا جاتا ہی مثلاً ایک مین تجدد مقصود ہوا اور دوسرے مین ثبوت تو ایک جگہ فعل لائینگے اور دوسری جگہ اسم جیسے۔

انیس

مائل بہ سفیدی ہوا رنگ رخ مہتاب | اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب

پہلے جملے مین ثبوت مقصود تھا اسلیے اسم لائے اور دوسرے مین تجدد مقصود تھا اسلیے فعل ذکر کیا

ذوق

بزم رنگین مین تری رنگ طرب ہو ہر روز | اور تری خاطر اقدس پہ کبھی آئے نہ رنج

اس مین بھی وہی حال ہے۔

مومن

کب گل کھلے گا دیکھیے ہم فصل گل تو دور | اور سوے دشت بھاگنے مین کچھ ابھی سے ہم

اس مین بھی وہی حال ہی۔

جرأت

آہ غیرون کو میسر ہو ترے وصل کا دن | اور یون ہجر کی اس دل کو شب تار ملے

میر

جب ہوا کچھ شعر کا رتبہ بلند | اور مولانا لگے کرنے پسند

گویا

گولی سی لگی آکے جو ٹوٹا کوئی تارا | اور ہے مہ نو خنجر عریان کے برابر

یہان پہلے مین تجدد ہی اور دوسرے مین ثبوت۔

حالی

مصر مین قحط جب پڑا آ کر	اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر

کبھی ایک جگہ ماضی مقصود ہوتی ہی اور دوسری جگہ حال جیسے۔

اُسکی کمند زلف نے باندھے کسی کے پانؤن	ظلم اور کاٹتا ہے خنجر بُران کسی کے ہاتھ

باندھے صیغۂ جمع ماضی مطلق ہے اور کاٹتا ہے صیغۂ واحد حال ہے۔

غالب

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب	لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہی

کبھی ایک مین ماضی کا ارادہ ہوتا ہی اور دوسرے مین مستقبل کا جیسے۔

آزاد

لیجائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا	دیکھو کمایا کسنے ہی اور کون اُڑائے گا

کبھی ایک مین اطلاق اور دوسرے مین تقیید کا ارادہ کرتے ہین مثلاً ایک جگہ شرط کیساتھ مقید کردیتے اور دوسری جگہ مقید نہین کرتے اور ظاہر ہی کہ شرط جزا کے لیے قید ہوتی ہی جیسے۔

مولوی عبد الرحمٰن راسخ

رات کو کم سوا گر ہے تجھکو ڈر	اور وقت صبح استغفار کر
زہر اگر کھاوے ولی تو نوش ہو	اور طالب کھائے بھی ہوش ہو

دونون مثالون مین معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہی اور معطوف مطلق ہی۔

سودا

بس ہو تو رکھون آنکھون مین اُس آفت جان کو	اور دیکھنے دون مین نہ زمین کو نہ زمان کو

اس مین بھی معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہی اور معطوف مطلق۔

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے	اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

معطوف علیہ مطلق ہی اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہی۔

جرأت

بات ہی دل تو وہ کرتا نہین مجھ سے کبھی	اور جو بولے بھی کبھی منھ سے تو شرمایا ہی

معطوف علیہ مطلق ہی اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہی-

ظفر

بند رکھنا چشم کا غافل ہی عین مصلحت	اور اگر کھولے تو کھول آنکھیں خبرداری سے پھر

اس مین بھی معطوف علیہ مطلق ہی اور معطوف مقید ہی-

کبھی دونون کو مقید کرتے ہین جیسے-

حالی

سر سری فیصلہ تو یہ ہے اگر تم مانو	اور نہین مانتے گر بات مری تم جانو

درد

ہی خوف اگر جی مین تو ہی تیرے غضب سے	اور دل مین بھروسا ہی تو ہی تیرے کرم کا

ظفر

سوئے جو دل کھول کر ٹکڑے جگر ہونے لگا	اور اگر رونے کو روکا درد سر ہونے لگا

الناً

گر بھروسا ہی ہمین اب تو بھروسا ہے ترا	اور تکیہ ہے اگر تیرے ہی در کا تکیہ

متفرق فوائد

وصل مین یہ ضرور نہین کہ حرف عطف مذکور ہی ہو کیونکہ اکثر وزن شعر کی ضرورت سے ساقط کر دیا جاتا ہی اور کہین بغیر ضرورت کے بھی حذف کر دیتے ہین بعض مقام پر اس کے حذف سے حسن پیدا ہو جاتا ہے جیسے-

انیس

عنقا گوگرد سرخ پارس اکسیر	یہ سب ملتے ہین دوست کم ملتا ہی

ولہ

نازک مزاج نسترن اندام تیز رو	گردون مسیر بادیہ پیما و برق دو
صرصر سے تند بو سے سبک و ہوا سے تیز	چالاک فہم و فکر سے ذہن رسا سے تیز
ذی جاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا	رہوار کیا ہوا یہ سلیمان کا تخت تھا

سیماب جما اڑا ادھر آیا ادھر گیا
چمکا بھرا جمال دکھایا ٹھہر گیا

یار محمد خان شوکت

رنگ گل حسن چمن بوے سمن لطف بہار | چشم بددور مرے یار گل اندام مین ہین ۵!

امیر

دیکھے جس کو وہ ہے حسن مین یکتاے جہان | لب دہن چشم مژہ زلف جبہ عارض

خاص کر اعداد کے درمیان مین نہ لانا زیادتی فصاحت و بلاغت کا موجب ہے جیسے۔

انشا

ایک دو تین چار پانچ چھ سات | آٹھ نو دس ہوے بس اکتا بس

اگر اعداد مین حرف عطف لائین تو فصاحت مین فرق آجائے۔
واو عطف کو تلفظ مین نہین لاتے کیونکہ اسکا تلفظ مخل فصاحت ہی جیسے۔

سودا

یک دم ترے چچا کو نہ دیتی تھی خلق چین | دارالامارت آگے یہ کیتی تھی دن درین

ولہ

محمد عادل و کامل و عاقل | محمد ہے جو کچھ تھا اُس کے قابل

باوجودیکہ واوُ دو کلمون یا دو جملون کو ایک حکم مین شامل کرتا ہے اور یا تردید کے لیے آتا ہے یعنے دو مین سے ایک کے ہونے کو منع کرتا ہے مگر کبھی ان دونون کو جمع کر دیتے ہین اور اسوقت مین واو زائد ہوتا ہے جیسے۔

ظفر

منزل مقصود تک حسرت مجھے پہونچائیگی | اور یا ایدل مری قسمت مجھے پہونچائیگی

ناسخ

ہو رنج مرے دل کو دیا ہو آرام | جز ذکر خدا مجھکو نہین ہے کچھ کام

ضرورت وزن یا رعایت قافیہ کیلیے جس لفظ کے ساتھ رابطہ لگانا چاہیے اسکے ساتھ تو نہین لگاتے اور لفظ کے ساتھ لگا دیتے ہین اور سر جملہ پر بھی فقط وزن یا رعایت قافیہ کی وجہ سے آسکتا ہے جیسے ۔ ہ

سودا

ہے متوطن وہ لعین روم کا | بستی مین رکھتا ہے اثر بوم کا

ہو سکے وصف تری کرچ کا کس سے پورا | الشا ہے نمونہ اسی کا مہر درخشاں کی کرن

رابطہ کبھی تامہ ہوتا ہی یعنے موجود ہی کے معنے دیتا ہی جیسے۔

داغ

جشن نوروز ہے دربار شہ والا ہے | اہل دربار ہزاروں ہیں یہاں کم سے کم

اور رابطے کا بعد خبر کے ہونا ضرور نہیں جیسا کہ توبۃ النصوح کی اس عبارت میں "سوجا کہ چلنا اب تو رکتا نہیں پھر قلق سے فائدہ اور اضطراب سے حاصل"۔

حالی۔

اب نہ سید کا افتخار صحیح | نہ برہمن کو شدر پر ترجیح

میر

شور مطلق نہیں کسو سر میں | زور باقی نہ اسپ واشتر میں

بھوک کا ذکر اقل واکثر میں | خانہ جنگی سے امن لشکر میں

نہ کوئی رند ہے نہ کوئی اوباش

گہر

مزاج غریباں کو کیا پوچھتے ہو | خدا کا کرم مہربانی تمھاری

ہر جملے کے بعد رابطہ لانا ضرور ہی مگر یہ کہ تمام کلمۂ سابق کو رابطہ سمجھیں اور لاحق کو سابق پر معطوف کریں جیسے اس فقرے میں توبۃ النصوح کے "نہ تو ہر وقت گھر میں گھسے رہنے کی اسکی خو تھی نہ بال بچوں ہی سے بہت اختلاط کرنے کی عادت۔

ایضاً

"ادھر ان فرزند کا فریفتہ ای ادھر مال و متاع کا دلدادہ"

خواجہ حسن اللہ بیان

جز خدا آشنا نہیں کوئی | کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور

جب معطوف علیہ اور معطوف میں نہایت اتصال منظور ہوتا ہی تو بعض لفظ جو معطوف علیہ پر لگے ہوتے ہیں وہ دوبارہ معطوف پر نہیں لگتے جیسے۔

ذوق

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں | باشکوہ وحشم وجاہ و دلیم وصحت

اصل مین یون ہی با شکوہ و با حشم و باجاہ و بعر د بہ صحت لیکن چونکہ نہایت اتصال منظور ہی اسلیے سب معطوفون کے اوپر سے با کو الگ کر دیا۔

	ہوس	
با حشمت و جاہ و بُرد باری	خود چلیے براے خواستگاری	

آٹھوان باغ ایجاز و اطناب و مساوات کے بیان مین

اصل مراد کے بیان کرتے ہین جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہین یا تو مدعا کے مساوی ہوتے ہین اُسکو **مساوات** کہتے ہین یا اُس سے کم اور ناقص الفاظ سے مدعا ادا کیا جاتا ہے مگر اُن الفاظ سے مدعا نکل آتا ہی اسکو **ایجاز** کہتے ہین یا اداے مدعا مین کچھ الفاظ بڑھ جاتے ہین مگر بے فائدہ نہین ہوتے اسکو **اطناب** کہتے ہین طراز مین لکھا ہے کہ کلام اپنے معنے کے واسطے ایسا ہے جیسا لباس قد کے واسطے پس اگر لباس قد پر درست بیٹھے کہ نہ ڈھیلا ہو نہ تنگ ہو تو یہ حال مساوات کا ہے اور اگر قد سے بڑھ جاے تو یہ حال اطناب کا ہے اور جو قد سے کم اور اُس پر تنگ ہو تو یہ حال ایجاز کا ہے الخواطر الحسان مین بیان کیا ہے کہ ایجاز دو قسم پر ہے ایک ایجاز قصر اور وہ یہ ہی کہ معنے زائد ہون لفظ سے اور حذف وہان نہو دوسرا ایجاز تقدیر اور وہ یہ ہے کہ لفظ اپنے معنے کے مساوی ہو اگر الفاظ کم ہوے اور اداے مدعا کو بھی کافی نہوے تو اس کو **اخلال** کہتے ہین جیسا کہ اصغر کے اس مصرع مین۔ ع

	مانا شراب مین ہی تو طاعت مین ہی ریا	

اصل مراد متکلم کی یہ ہی کہ فرض کیا کہ شراب مین شر ہی تو طاعت مین بھی ریا موجود ہے الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہین کہ اُن سے وہ مدعا نہین حاصل ہو سکتا اسی قبیل سے ہی غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع۔ ع

ہمسے رنج بیتابی کس طرح اٹھایا جاے	داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے

مطلب یہ ہی کہ داغ بزبان حال اظہار عجز کر رہا ہے اور شعلہ بھی بزبان حال اظہار عجز کر رہا ہے اور دونون بیتابی کی تکلیف برداشت نہین کر سکتے تو بھلا ہم سے رنج بیتابی کیونکر اُٹھے گا۔

	ولہ	
متقابل ہے مقابل میرا	رُک گیا دیکھ روانی میری	

عود ہندی مین غالب کا ایک خط مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام نظر سے گذرا جس مین اس شعر کے متعلق لکھا ہی تقابل و تضاد کو کون نہ جانے گا نور ظلمت شادی و غم و راحت و رنج دد جو عدم لفظ مقابل اس مصرع مین بمعنی مرجع (دوست) ہے جیسے حریف کہ بمعنی دوست کے بھی مستعمل ہی مفہوم شعر یہ ہے کہ ہم اور دوست از روے خود عادت ضد ہمد گر ہین وہ میری طبع کی روانی دیکھکر رک گیا انتہٰے مگر الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہین کہ اُن سے مدعا حاصل نہین ہو سکتا۔ میرے نزدیک مرزا نے اس شعر کا اصلی مفہوم بیان نہ کر سکے متقابل سے مقصود بیان حریف اور عدو ہے اور مراد اس سے وہ ہے جو بتکلف مقابلے کو کھڑا ہو گیا ہو حقیقت مین قوت مقابلہ نرکھتا ہو مطلب یہ ہے کہ حریف چونکہ واقعی طور پر میرے مقابلے کے قابل نہ تھا اسلیے تاب مقابلہ نہ لاسکا اور میری روانی کے سامنے عاجز ہو گیا متقابل بتکلف مقابلہ کرنے والا اور مقابل بمعنے حریف و عدو ہے۔

ولہ

نقش ناز بت طناز بہ آغوش رقیب		پاے طاؤس پے خامۂ مانی مانگے

مرزا کا یہ مطلب ہی کہ آغوش رقیب مین اُس بت طناز کی تصویر ناز لینے کے لیے خامۂ مانی کے بجاے پائے طاؤس کی ضرورت ہی طاؤس حسین ہوتا ہے لیکن پاے طاؤس بدنما ہوتے ہین اسی طرح نقش ناز بت طناز خوب ہی لیکن بہ آغوش رقیب ٹھیک نہین اس مطلب کے ادا کرنے کے لیے الفاظ کافی نہین۔

ولہ

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما		کام گر رک گیا روانہ ہوا

یعنے اگرچہ ہمارا زخم دب گیا ہی لیکن ہنوز اُس سے خون جاری ہی اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا کام رکا نہین کیونکہ اگر زخم دب جاتا اور خون بھی تھم جاتا تو اُس وقت البتہ یہ سکتے تھے کہ کام اگر رک گیا تو بہتر نہوا یہ مضمون الفاظ کلام سے بخوبی ثابت نہین ہو سکتا اسلیے اخلال مین داخل ہے اگر لفظ مدعا سے زائد ہو اور کچھ فائدہ نہ دے تو اسکی دو صورتین ہین

ایک یہ کہ لفظ زائد متعین نہوا سے **تطویل** کہتے ہین الخواطر الحسان مین لکھا ہے کہ تطویل مین طوالت کے لیے نکتہ ضرور ہوتا ہی اور غیر متعین ہونے سے یہ مراد ہی کہ اُن مین سے کسی ایک کے گرا دینے سے معنی مطلوب متغیر نہون اور تطویل کبھی تکرار لفظی و معنوی دونون سے پیدا ہوتی ہے اس طرح کہ ایک لفظ کی بغیر کسی نکتے کے تکرار کی جاتی ہی۔

بہار دانش

چلا چل چلا چل کئی دن کے بعد	اٹھا رحمت دباد و باران و رعد

کبھی صرف تکرار معنوی سے پیدا ہوتی ہے اسطرح کہ دو مترادف بغیر کسی نکتے کے جمع کیے جاتے ہیں جیسے

منور علی آشفتہ

میرا ہی کیا قصور رہی بیتاب و بیقرار	جز غیر اور کون نہیں تیرے واسطے

بیتاب اور بیقرار ایک معنے میں ہیں انکی جمع کرنے میں کچھ فائدہ نہیں پس تطویل ہے اسی قبیل سے ہے میرانیس کا یہ شعر ۔؎

ہردم ہے عنایات خدا سے مدد غیب	شک اس میں نہیں بندہ شبیر ہوں لاریب

شک اس میں نہیں اور لاریب غیر متعین زائد ہیں ۔

بشارت اللہ بیتاب

عاصی و گنہگار و خطادار ہے بیتاب	ستار ہے تو دامن رحمت میں چھپا لے

عاصی و گنہگار و خطادار یہ تینوں ایک معنی میں ہیں ۔

داغ

خسرو نامور و بادشہ نام آور	شان میں جسکی کیا داغ نے مطلع یہ رقم

حالی

رہ گئے جو فے بندار کے تھے متوالے	بڑھ گئے پیشہ و مزدوری و محنت والے

منشی

بہت میں نے دیکھا فراز و نشیب	مگر مجھ سے گفتار مکر و فریب

ولہ

سوار اُس پہ ہو کر پل شیر زاد	نہایت ہوا دل میں مسرور و شاد

مثنوی سعدین

پاس احباب روز و شب رہتے	بات اندر زو پند کی کہتے

ہوس

بہتر ہے پر اب یہ اے خرد مند
سمجھ مجھکو نہ کر نصیحت و پند

واسطی

چھپا ہے مطبع مین دیوان امیر احمد کا	کہین زمانے مین جسکا نہین شبیہ و نظیر

مشتاق

دیکھ کر عقد ثریا کو فلک پر اے ماہ	سر پہ نور وضیا کا ترے جھوم جانا

مہر

ہمارے ہین ہارین اُنسے جیتے گا کوئی کیونکر	وہ اک اِک بات پر انکار کرتے ہین مکرتے ہین

ظفر

بنے جون طفل دبستان محبت مین ظفر	پھینکا آخر ورق دانش و فرہنگ مروڑ

ناسخ

ناز رفتار سے پاتے ہین جسد روح روان	گرد رہ خاک شفا ہے ترے بیمارون کو

داغ

نام لیجے اگر اُس کا تو اُسی دم کھلجائے	عقدۂ کار ہو کیسا ہی جو دشوار و اہم

دوسرے یہ کہ متعین ہو اور متعین ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر ایک کے گرا دینے سے معنی متغیر ہون اور دوسرے کے گرا دینے سے متغیر نہون تو دوسرا زائد ہوگا اور اس مین اس بات کا اعتبار نہین ہے کہ فلان آگے ہو اور فلان پیچھے ایسے لفظ کو **حشو** کہتے ہین حشو کے لغوی معنی بھرتی کے ہین جو تکیون کے اندر بھرتے ہین اور اصطلاح مین اُس لفظ سے مراد ہی جو قبل از اتمام کلام ذکر کرین اور معنی مقصود بے اُس کے بھی پورے ہو سکتے ہون یعنی مطلب کو ایسے الفاظ سے ادا کیا جائے کہ اُس سے کم الفاظ مین ادا ہو سکتا ہو بس وہ لفظ جو ادائے مدعا کے واسطے ضرور نہین یعنی مطلب بغیر اُسکے پورا ہو گیا وہی حشو ہی اور یہ بھی دو قسم ہی ایک **حشو مفسد** یعنی کلام مین فساد پیدا کرنے والا جیسے۔

میرحسن

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے	خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

سمجھ بوجھکر حشو ہے کیونکہ معنے بدون اُسکے تمام ہوتے ہین اور زیادتی کے لیے متعین بھی ہی اور مفسد اسلیے ہی کہ اس سے لازم آتا ہے کہ فاعل حقیقی کبھی بے سمجھے بوجھے بھی بنایا کرتا ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قسم کی مخلوقات سے ہین جسکو سمجھ بوجھکر اُسنے بنایا۔ دوسرا

حشو غیر مفسد اور اسکی تین قسمین ہین۔
(الف) حشو قبیح کہ کلام اُسکے سبب سے بے لطف اور کم رتبہ ہو جائے جیسے۔

مصحفی

سخن گو ے روشن دل ہوشمند ۔ یہ کہتا ہے زیر سپہر بلند

ولہ

دو عشرہ مین تو ہو پہو دان ملک ۔ زیادہ نہو دیر زیر فلک

ولہ

لگا کرنے صید افگنی بعد جنگ ۔ خوشی سے تہ چرخ فیروزہ رنگ

شعر اول مین زیر سپہر بلند اور شعر دوم مین زیر فلک اور شعر سوم مین تہ چرخ فیروزہ رنگ حشو قبیح ہے اور یہ زیادتی کے لیے متعین بھی ہی اور مفسد نہین۔

منہ

بنا چار چاہا کہ پھر جایئے ۔ طرف اپنے لشکر کے پھر آیئے

پھر آیئے حشو قبیح ہے۔

دبیر

دو حرف لفظ لب مین ہین اک لام ایک ب ۔ ہوتے ہین بس لام کے دو بے سے واہ وا

واہ وا حشو قبیح ہے۔

منہ

شہ نے کہا یہ ضربت ہوش و حواس ہے ۔ واللہ واہ حق ترا جوہر شناس ہے

واہ زائد محض اور حشو قبیح ہی۔

ولہ

تا سال ابد ہو نہ اس آیئنے کی تمثال

سال حشو قبیح ہے۔

منہ

آنکھون کی تری روغن بادام سے بہتر
عارض کا پسینہ ہی گلاب گل احمر

گل احمر حشو قبیح ہے

عباس

کرے گر خواب مین قندیل روشن	ترا ہو نام بے تمثیل روشن

بے تمثیل حشو قبیح ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا

کہا تب شاہ نے یون اُس گھڑی آہ	نہین یہ آدمی ہے حاشا للہ

آہ حشو قبیح ہے۔

آفتاب رائے رسوا

ہے زندگی کا لطف تب اے خضر خوش اوقات	جب ہاتھ مین ساقی کے صراحی ہو سبو ہو

خوش اوقات حشو قبیح ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ جب خضر کو یہ چیزین میسر نہین تو انکی اوقات خوش کب ہو گی۔

واجد علی شاہ

لینے لیکر طلاق وہ گلفام	میرے پاس آئی وہ بت خود کام

بت خود کام حشو قبیح ہے۔

رنگین

سراہین اپنی ہم قسمت کو رنگین	ہوے اُمت مین ایسے کی جو بے کین

لفظ بے کین حشو قبیح ہے۔

آتش

سودا ہے سر کو زلف گرہ گیر یار سے	دل بستگی ہے کافر خوش اعتقاد سے

ولہ

چہرۂ محبوب پر گیسو نہین لہرا رہے	بت کے آگے کرتے ہین کفار نافرجام رقص

نافرجام کا لفظ حشو قبیح ہے۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ ہے
جو ہے وارث تاج و تخت و کلاہ

جبکہ تاج کا لفظ موجود ہے تو کلاہ کا لفظ حشو قبیح ہے۔

منیر

از بلندی ہے اگر طاق سے شیشہ گر جائے — پہونچے بالائے زمین حشر مین بے عیب و خلل

لفظ بے عیب و خلل حشو قبیح ہے کیونکہ غرض یہان بلندی مین مبالغہ ہے اور وہ بالائے زمین حشر تک پہونچنے سے پورا ہو جاتا ہے اور شیشے کے ایسی بلندی پر سے بے عیب و خلل زمین تک پہونچنے سے کوئی غرض مقصود نہین ہے اور نہ اسکی کوئی وجہ بیان ہوئی ہے۔

(ب) حشو متوسط کہ نہ باعث قباحت کلام ہو نہ موجب خوبی کلام مثال اسکی۔

حالی

تندرستی کا شکر کیا ہے بتاؤ — رنج بیمار بچا ہو جو کا بتاؤ

جبکہ استفہام موجود ہے تو امر کے ذکر سے کچھ فائدہ نہین اور نہ زیادتی کے لیے متعین بھی ہے اور مفسد بھی نہین۔

وحید

کی پیمبر تو نہین نے یہ دعا بادل تغیر — کے جلوہ دہ شمس و قمر بالک تقدیر

بادل تغیر حشو متوسط ہے۔

(ج) حشو ملیح اور وہ وہ ہے کہ کوئی کلمہ زائد مبالغہ یا دعا یا مدح یا ذم وغیرہ کے لیے لایا جائے اور اسکے لانے سے ایک نوع کی خوبی حاصل ہوتی ہے۔

مولوی جلال الدین احمد خان جلالی

ہم جلالی کو سمجھتے تھے سدا کافر عشق — یہ تو لے واے برا گبر مسلمان نکلا

مقصود بالتمثیل لفظ لے واے ہے۔

سودا

کہنے لگا وہ مجھسے کہ سودا ہزار حیف — اخاہ مین نے تجھکو نہ سمجھا تھا یان تلک

اخاہ حشو ملیح ہے جو سودا کی نسبت مبالغہ اور تعجب کا فائدہ بخشتا ہے۔

ولہ

اس آستان فلک مرتبت کی تا بہ ابد — رہے کنیز شب قدر و روز عید غلام

فلک مرتبت کا کلام کے اتمام مین کچھ دخل نہین کیونکہ جملہ دعائیہ فقط اس قدر ہے شب قدر کنیز

ـعذ عید غلام اس آستان کا رہے مگر حسن کلام کا موجب ہی۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

آئینہ بھی ہے تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی | اصل میں ایک ہین سب تیری قسم غیر نہین

تیری قسم کو کلام کے پورا ہونے مین کوئی دخل نہین کیونکہ تاکید کیلیے ہی فقط اتنا ہی کہ اصل مین سب ایک مین غیر نہین مگر اس سے کلام مین خوبی پیدا ہو گئی کیونکہ تاکید سے معشوق کو وثوق پیدا ہو جاینگا

بیان مساوات

اس کو اس لیے مقدم کیا کہ یہ اصل ہی اس بات مین کہ اس پر ایجاز و اطناب قیاس کیے جاتے ہین مثال اس کی۔

ذوق

پہنے جانا تھا کف پا مین تمھارے خال ہے | لیکن اب دیکھا سو یدائے دل پامال ہے

اس شعر مین کوئی لفظ ایسا نہین جو اصل مراد سے زائد ہو یا کم بلکہ پورے پورے ہین۔

سودا

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا | ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

اگر کوئی کہے کہ اس شعر مین حرف ندا محذوف ہی اسلیے ایجاز کے قبیل سے ہوگا تو جواب یہ ہی کہ اس حذف سے معنی مراد کے سمجھنے مین کوئی حرج نہین ہے۔

ولہ

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین | تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

ناسخ

مرا سینہ ہی مشرق آفتاب داغ ہجران کا | طلوع صبح محشر چاک ہی میرے گریبان کا

مومن

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا | جب کوئی دوسرا نہین ہوتا

قائم

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہی جاکر کہان کمند | دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

بیان ایجاز

ایجاز دو قسم پر ہے ایک ایجاز قصر دوسرا ایجاز حذف۔

ایجاز قصر یہ ہی کہ حذف کے ساتھ التباس نہو یعنی عبارت مین کوئی ایسا لفظ محذوف نہو جو مل مراد کو ادا کرتا ہو جیسے۔

غالب

دہان ہر بُت پیغارہ جو زنجیر رسوائی

یعنے بُتان بیوفا کے حلقہاے دہن ملکر زنجیر رسوائی بنگئے ہین یا یہ کہ حدیث بیوفائی یار ایک بُت سے دوسرے تک اور دوسرے سے تیسرے تک پہونچی ہی اور اس طور پر ایک زنجیر رسوائی کی شکل نمودار ہو گئی ہے اس مصرع کے معنی تو بہت سے ہین اور لفظ تھوڑے سے ہین۔

ولہ

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہے	دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

تحصیل دشوار آسان نہین ہوتی مگر ممکن ہوتی ہے اور تحصیل محال سرے سے ممکن ہی نہین ہوتی شاعر کہتا ہی ملنا ترا آسان نہ ہو یعنے دشوار ہو تاہم سہل ہی مگر مشکل تو یہ ہی کہ دشوار بھی نہین محال ہے جس مین میرا کسی طرح قابو نہین مجبور ہون۔

ولہ

نکوہش مانع بے ربطی شور جنون آئی	ہوا ہے خندۂ احباب بخیہ جیب و دامن کا

یعنی نکوہش میرے شور جنون کی بے ربطی سے مانع آئی اور خندہ احباب کے خیال سے مین جیب و دامن کے چاک کرنے سے باز رہا پس گویا احباب کا خندہ جیب و دامن مین بخیہ ہوا ہی۔

ایجاز حذف وہ ہے کہ کوئی چیز محذوف ہو اور وہ محذوف دو حال سے خالی نہین۔

(۱) جزو جملہ ہو مثلاً **مضاف** محذوف ہو جیسے۔

نواب نیوتوی

ہون وہ بیمار محبت کہ نہین تاب و توان	پنج وقتہ مری آنکھون سے ادا ہوتی ہی

یعنی نماز پنج وقتہ۔

مولوی عبد الرحمٰن راسخ

صدقہ ہے یہ عیر کی خوشی کا	جلتا مری قبر پر ہے گھی کا

یعنی گھی کا چراغ۔

یا موصوف محذوف ہوتا ہی جیسے۔

جرأت

کافر وہ بلا زلف سیہ ہے تری کافر
جا تر بزمین جسکے چھپا خوف سے کالا

یعنے کالا سانپ۔

حالی

کال کیا شے ہی کس کو کہتے ہین بھوک
بھوک مین کیونکہ مرتے ہین مفلوک

یعنی مفلوک آدمی۔

نسیم

زنجیر جنون کڑی نہ پڑ جیو ٹا
دیوانے کا پانون درمیان ہے

دیوانے کا موصوف محذوف ہی یعنی عاشق دیوانہ کا پانون درمیان ہی۔

امیر

ساقیا ہلکی سی لا انکے لیے
تند مے اور ایسے کم سن کے لیے

یا مضاف الیہ محذوف ہو جیسے۔

نظیر

ہر چند بھی نشے مین وہ شوخ تو بھی اُسنے
ہرگز ہمارے لب کو آنے دیا نہ لب تک

یعنے اپنے لب تک۔

غالب

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا
جادہ اجزاے دو عالم دست کا شیرازہ تھا

جادہ سے مراد جادۂ وحشت ہے۔

انشا

وہ جو معمار کا اکڑے تنا
مین نے پتھر بھی ڈھوے پر نہ منا

یعنے معمار کا لڑکا۔

ہوس

یارب مرے سر مین شور غم رکھنا
بے غم مجھے صاحب الم رکھنا

یعنے میرے سر مین شور غم رکھ اور دوسری چیزون سے بے غم رکھ۔

خوشتر

توحاضر ہی نہین افسوس مجھکو	قسم ہے رام کی گر جان مانگو ؏

یعنی اگر میری جان مانگو۔

بیخود دہلی

منھ سے یہ ارشاد ہے دل مین ترا گھر ہو گیا	آنکھ کہتی ہی کہ اب برباد کرتے ہین تجھے

یعنی اُنکی آنکھ اور میرے دل مین۔

نشاط

پھر نہ محراب حرم پر دل ناشاد آیا	لطف ابرو کا تری جبکہ مجھے یاد آیا

یعنی میرا دل ناشاد۔

یا شرط محذوف ہو جیسے۔

ناسخ

اعزاز نہین تو آؤ اضرار سے باز	لازم ہے کہ ردمسافرون کا اعزاز

یعنی اگر اعزاز نہین کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

ذوق

کہ اس مین آیا تو روزی ہی اور نہین روزہ	زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہین روزہ

یعنی اگر نہین آیا تو روزہ ہی۔

یا جزا محذوف ہو اور یہ کبھی صرف اختصار کے لیے محذوف ہوتی ہے کوئی نکتۂ معنوی مد نظر نہین ہوتا جیسے۔

حالی

کہا اُسیہ بجلی کا گرنا ہے بہتر	کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر

پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہی اور وہ یہ ہے تو کیا کرنا چاہیے اور دلیل اسپر دوسرا مصرع ہے اور کبھی اس غرض سے حذف کرتے ہین کہ اُسکا حذف اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ جزا ایک ایسی چیز ہی جسکو کوئی وصف گھیر نہین سکتا یا سامع جس طرح ممکن ہو چاہے اختیار کرے جیسے۔

ذوق

کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے	ای ذوق شہد اُسکو کرتے ہین کئی عاشق

کرنی ہی اگر سبقت کی جزا محذوف ہی۔

یا مسند الیہ محذوف ہو چنانچہ انیس حضرت امام حسینؑ کی زبان سے حضرت زینبؑ کے سامنے کہتے ہیں۔ ؎

پرسا تمھیں شہید کا دینے کو آئے ہیں	کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہیں

ضمیر جمع متکلم کہ مسند الیہ ہے وہ یہاں محذوف ہے۔

یا مسند محذوف ہو جیسے۔

موقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہمدم	کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہیں گے

یعنی غم میر کا بیان موقوف کرتے ہیں۔

ظفر

کوئی کہتا ہے جو وہ آتے ہیں +	پوچھتا اُس سے جا نکر ہوں کون

یعنے کون آئے ہیں۔

منشی

غرض آب جیحون رہے درمیان	ادھر ہم ادھر تم رہو حکمران ۞

یعنی ادھر ہم حکمران رہیں اور ادھر تم حکمران رہو۔

مرزا جعفر علی شرر

اے عشق جگر سوز شرر کی تجھے سوگند	اک شعلۂ جان سوز کہ مشتاق فنا ہوں

حسرت

لخت دل گرنے لگے اب اشک گلگون ہو چکا	رحم اے آنکھو کہ جتنا تم میں تھا خون ہو چکا

یا مفعول محذوف ہو جیسے۔

جرأت

جرأت اب بندہ ہی تنخواہ تو یوں کہتے ہیں	کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے

خدا نہ دیوے اور سلیمان کب دے کے مفعول محذوف ہیں۔

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کوئی یوسف کی قیمت خوب جانے	زلیخا جانے یا یعقوبؑ جانے

زلیخا جانے یا یعقوب جانے کے مفعول محذوف ہیں۔

یا ظرف محذوف ہو جیسے۔

غالب

نکتہ چین ہی غم دل اُسکو سنائے نہ بنے	کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے

یعنی وہان کیا بات بنے۔

یا معطوف مع حرف عطف کے محذوف ہو جیسے۔

ناسخ

تو اے جراح پہلے باندھ پٹی چشم سوزن پر	کسی کا درد ہوتا ہی کسی کو کب زمانے مین

یعنی پہلے چشم سوزن پر پٹی باندھ پھر ٹانکے لگا کیونکہ کسی کا درد زمانے مین کسی کو کب ہوتا ہے

احسان رامپوری

گھر مین اللہ کے واعظ سے نہ بولو زندو	لیچلو اس کو اُٹھا کر مع منبر باہر

دوسرے مصرع کے بعد اور وہان اُسکو مارو یا اسکی خبر لو محذوف ہی۔

جرأت

قلق مجھے دل مضطر کا مارے ڈالے ہے	جو پیار سے جھوٹ سمجھتے ہو تم تو لاؤ ہاتھ

یعنی لاؤ ہاتھ اور دیکھ لو۔

مولوی محمد اسمٰعیل

یہ سنتے ہی چاندی کی انگوٹھی بھی گئی جل	اللہ ری طمع کی انگوٹھی تری چھل بل

پہلے مصرع کے بعد یہ عبارت محذوف ہی اور کسنے لگی۔

(۲) وہ محذوف پورا جملہ ہو بلکہ کبھی جملے سے بھی زیادہ حذف کر دیتے ہین۔

سوال شرط و جزا اور معطوف بھی تو جملہ ہوتے ہین پس یہان جملے سے کیا مراد ہی۔

اب یہان جملے سے ایسا کلام مراد ہی جو فائدہ پہونچانے مین مستقل ہو دوسرے کلام کا جز نہو اور ظاہر ہے کہ شرط و جزا کا مجموعہ فائدہ پہونچاتا ہی نہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ یہی حال معطوف مع حرف عطف ہی۔
اور جملۂ محذوف یا **سبب** ہوتا ہی مسبب مذکور کا جیسے۔

ناسخ

کہربا مین ہی کشش آہن ربا مین جذب ہے	دل نہ کیونکر ہمارا دلربا کے سامنے

یہان یہ جملہ محذوف ہی کیونکہ اُس مین بھی دکہربائی ہونا ضرور ہی پس یہ جملۂ محذوف سبب ہی اُس جملے کا جو دوسرے مصرع مین مذکور ہی۔

غالب

وہ خشمگین ہو تو گردون کیے خدا کی پناہ	وہ مہربان ہو تو انجم کہین اپنی شکر

ان دونون مصرعون مین سبب محذوف ہی مطلب یہ ہی کہ اگر وہ مہربان ہو تو ستارے خدا کا شکر ادا کرین کیونکہ اس سے ان کو ترقی حاصل ہوگی اور اگر وہ ناراض ہو تو آسمان خدا سے پناہ مانگے کیونکہ اسکو اپنی تباہی کا اندیشہ ہوگا۔

یا **مسبب** ہوتا ہی سبب مذکور کا جیسے۔

آتش

تسکین دل و قناعت و صبر و یقین	دین و دنیا و نام و عزو تمکین
اللہ مگر ہم ترے بندے ہی نہین	خلقت کو اپنی تو نے سب کچھ بخشا

چوتھے مصرع کا مسبب محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تو نے ہمکو یہ چیزین اس لیے نہین بخشین شاید ہم تیرے بندے نہین ہین۔

ناسخ

کٹتی ہے کہان شمع سر طور کی گردن	پروانہ کا خون شمع پہ ثابت ہے وگرنہ

پہلا مصرع سبب ہے اور مسبب اس کا محذوف یعنی پروانہ کا خون شمع پر ثابت ہی اسلیے اس کا سر کٹتا ہی وگرنہ الخ۔

کبھی بغیر سببیت اور مسببیت کے بھی جملے کو حذف کر دیتے ہین۔

گلزار نسیم

وعدہ کر آیا ہون کہا خیر	کل آپ بھی چلئے کیجیے سیر

یعنی کہا خیر ہم چلینگے۔

غالب

نقصان نہین جنون کے جو سودا کرے کوئی	ہر سنگ و خشت ہے صدف گوہر شکست

یعنی ہر سنگ و خشت (جو لڑکے دیوانونکو مارتے ہین) گویا ایک صدف ہی جس سے گوہر شکست حاصل ہوتا ہی اسلیے جنون سے معاملہ کرنے مین نقصان نہین

امیر

پھر کبھی جگہ جو مین نے کہا ہنسکے خواب مین	ملنے کا وعدہ منہ سے تو انکے نکل گیا

یعنی ہنسکے کہا کہ ہم خواب مین ملینگے۔

عبد الرحمن خان احسان

کسی نے پوچھا کہ احسان غلام ہے کس کا | لبون پہ لاکے تبسم کو یہ کہا میرا

یعنی وہ میرا غلام ہے۔

حالی

تندرستی کا شکر کیا ہے بتاؤ | رنج بیمار بھائیون کا بٹاؤ

استفہام کے بعد ایک جملہ محذوف ہے یعنی تندرستی کا شکر یہ ہے کہ رنج بیمار الخ۔

سودا

جب عزم کرون گھر سے کوے دوست کو یارو | دشمن ہی مرادہ جو کہے یہ کہ کہان کو

یعنی تم کہان کو جاتے ہو۔

دبیر

افزون ہوا ناکہ قلق تشنہ دہانی | اعدا کی طرف دیکھ کے فرمایا کہ پانی

یعنی تم مجھکو پانی پلادو۔

شیخ الٰہی بخش تبسم

اپنے میخوار کو یون دفن نکر اے ساقی | ہو ادھر قبر مین شیشہ تو ادھر جام شراب

یعنی اے ساقی متعارف طور پر جیسا کہ رواج ہی اپنے میخوار کو دفن نکر بلکہ یون دفن کر کہ اُسکی قبر مین ایک پہلو کو شراب کا شیشہ رکھا ہو اور دوسرے پہلو کو جام رکھا ہو پس (بلکہ یون دفن کر) جملۂ مبین محذوف ہے اور بیان اُسکا دوسرا مصرع ہی۔

فطرت

جب کہا دل سے نہو خوار کہا تجھکو کیا | زلف مین مت ہو گرفتار کہا تجھکو کیا

یعنی جب مین نے دل سے کہا زلف مین مت ہو گرفتار الخ۔

دو جملون کے حذف کی مثال۔

غالب

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی | اٹھا اور اٹھکے قدم مین نے پاسبان کیلئے

یعنی پہلے وہ گدا سمجھ کے خاموش تھا لیکن میری جو شامت آئی تو مین اٹھا اور مین نے اٹھکے قدم

پاسبان کے لیے (جس سے وہ مجھکو جان گیا اور مجھے اپنے روبرو نہ رہنے دیا)۔ کبھی شرط و جزا کے دونوں جملے محذوف ہوتے ہین جیسے میر حسین تسکین دہلوی کے قول مین ؎

اُس بزم مین آنا نہین توبہ کا ذرا پاس	ناصح مجھے ساقی نے دیا جام نہ ہوگا ؛

یعنی اگر جام دیتا تو توبہ کا پاس نہ کرتا۔
تکرار مفعول کے مقام پر بھی جملۂ محذوف ہوتا ہے جیسے پیا سا کہے پانی پانی یعنے مجھے پانی دو مجھے پانی دو۔ ؎

ساقی مے دے کہ اہل مجلس	پانی پانی پکارتے ہین ؛

سودا

اُس کو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ	جائے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ ؛

ناسخ

ساقیا دے مجھے شتاب شراب	کب سے کرتا ہون مین شراب شراب

داغ

ہم بادہ کشونکی خاک سے بھی	آئے گی صدا سُبو سُبو کی

اور محاورے مین روابط کا حذف اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے۔

میر

تر حلق دم آب سے اُس کا نہوا	اے آب فرات خاک تیرے سر پر

غالب

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ	سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

مولوی محمد اسمعیل

یہ تن و توش اور یہ رفتار	ایسی رفتار پر خدا کی مار

انیس

شہ نے کہا کہ بند ہین راہین بدر نثار	پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوج نابکار

بیان اطناب

اطناب کبھی ایضاح کے ساتھ کرتے ہین جو ابہام کے بعد واقع ہوتا ہے اور وہ اسواسطے ہوتا ہے کہ ایک معنی دو مختلف صورتون مین بیان کیے جائین یا اسواسطے ہوتا ہے کہ وہ معنی ذہن

مین خوب جم جائین یا تکمیل لذت کے واسطے ہوتا ہی جوان عنوان سے حاصل ہوتی ہے اور بیان مبہم کے بعد موضح عطف کے ساتھ نہین آتا۔

نسیم

ہر چند سُنا گیا ہی اس کو	اُردو کی زبان مین سخن گو

سُنا یا گیا ہی اسکو مبہم ہی یہ نہین معلوم ہوتا کہ کس زبان مین سُنا گیا ہی اور اسکی تفسیر اُردو کی زبان مین کرتا ہی۔

تپش

اُسی کا یہ فیض ہی عام کو	نباتات کو اور اجرام کو

عام مبہم تھا اُسکی تفسیر نباتات اور اجرام نے کر دی۔

ہوس

طبیعت کو تھا ایک تسب اضطراب	جگر تفتہ تھا اور انکھین پُر آب

اضطراب مبہم اور نکرہ ہے دوسرے مصرع نے اسکی تفسیر کی ای۔

مثنوی یوسف زلیخا

سدا اس ماہ روسے کام سے تو	پلنگ اور اُسے ہر شام سے تو

کام سے مبہم ہی اسلیے کہ نکرہ ہی دوسرے مصرع نے اسکی تفسیر کی ای۔

انیس

نکلا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا	پیدل ہو یا سوار ہو یہ دو وہ چار تھا

حالی

مجھ سے جو کام چاہیے لیجے حسد و بغض و غیبت و بہتان	جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور بخل و حرص و ہوا و فسق و فجور

اور الیضاح بعد الابہام کے قبیل سے توشیع بھی ہے **توشیع** شین معجمہ اور عین مہملہ سے لغت مین روئی کو دھن کر پونی بنانے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ ابتداے کلام مین کئی چیزین لفظ تثنیہ یا جمع کے ساتھ مبہم ذکر کرین پھر اُنکی تفسیر کی جائے اور مفسرین سے دوسری چیز پہلی پر معطوف ہو مثال اسکی۔

دو چیزاین یادگار دوران	قائم ایتر استم اپنی جانفشانی

اول دو چیزون کو مبہم ذکر کیا پھر اُنکی تفسیر کردی اور تیر اسم کے بعد حرف عطف محذوف ہی۔

صفدر

خدا جانے کہ کیا لذت ملی دونون کو مقتل مین	ادھر حیرت ہی بسمل کو اُدھر سکتہ ہی قاتل کو

حسرت

دو شے کا لطف نہایت دو شے بہت نکلف	طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ انکار
دو شے ہون مانع یک شے دو شے نہون مانع	بلا کو جود و سخا سیل کو در و دیوار

محمد عبد الودود داؤ حید

یہ دونون جا ملے اُس خاک رہ مین	ہوا اب فیصلہ دل کا جگر کا

مضطر خیر آبادی

قتل مین تیرے فوائد سوچ رکھے ہین کئی	غیر کی تسکین میری مشق تیرا امتحان

میر حسن

گئے دیکھتے ہی سب آپس مین مل	نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل

کبھی **اطناب** عام کے ذکر کے بعد خاص کے ذکر سے پیدا ہوتا ہی اور خاص کو عطف کے ساتھ ذکر کرتے ہین نہ بطریق بدل یا وصف کے اور اس سے غرض اُسکی مزیت کا جتانا ہوتا ہی کیونکہ باوجود اس بات کے کہ وہ ماقبل مین داخل ہوتا ہی پھر بھی اُسکو علٰحدہ ذکر کرتے ہین تو اُس مین اُسکی مزیت کی طرف تنبیہ ہوتی ہے گو وہ اُسکی جنس سے نکلجاتا ہے اور ایک مغائر چیز سمجھا جاتا ہی اور اسکا تغائر وصفی ذاتی مان لیا جاتا ہے کیونکہ جب وہ چیز عام کی تمام افراد سے اپنے اچھے یا بُرے اوصاف کی وجہ سے ممتاز ہوتی ہی تو اُسکو ایک علٰحدہ شے عام کے مغائر قرار دے لیا جاتا ہی اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ عام اُس خاص کو شامل نہین ہے پس خاص کا حکم عام سے معلوم نہین ہو سکتا ہے اور اس قدر تغائر کی بنا پر اس خاص کا عطف عام پر صحیح ہوتا ہی جیسے۔

منشی

گر نزان ہوے ترک وسالار ترک	ہوئی سرد گرمی بازار ترک

سودا

زبان پر اُسکی گذرے حرف جس جا گہ شفاعت کا	کرے دان ناز آمرزش بہر اک فاسق و زانی

اسی قبیل سے ہی وہ جو مولوی سید مہدی علی خان نے آیات بینات مین صحابہ کی نسبت
لکھا ہو کہ جس طرح اہل سنت اُنکو تمام اُمت سے مرتبے مین اعلی اور افضل اور ایمان اور اسلام
مین سب سے بہتر اور کامل جانتے ہین اسی طرح شیعہ و خوارج اُنکو سب سے بدتر اور خراب حتی
کہ کافر اور مرتد کہتے ہین سب سے بدتر اور خراب عام ہی کافر اور مرتد اس سے خاص ہی اور کافر عام ہی مرتد اس سے خاص
ہی حتی بھی حرف عطف ہی جو عطف کے ساتھ انتہا کے معنی بھی دیتا ہی اور ترتیب و مہلت کا فائدہ بھی بخشتا ہے
مگر اس مین مہلت بہ نسبت پھر کے کم ہے پس حتی بحسب معنی کے پس اور پھر مین متوسط ہی اور حتی کا
معطوف جز ہوتا ہی معطوف علیہ کا یا جز کی مثل ہوتا ہی حکم سابق مین داخل ہونے مین۔
کبھی **اطناب** تکرار سے حاصل ہوتا ہی اور یہ تکرار کسی نکتے کے لیے ہوتی ہی اگر نکتے کے لیے
نہ ہو تو وہ اطناب نہین **تطویل** ہی اور نکتۂ عامہ یہ ہی کہ اس سے فائدہ تاکید کا نکلتا ہی مثلاً۔

ذوق

بُرائی مین ہماری تو وہ اگر اپنا بھلا سمجھے	بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے

بُرا سمجھے کی تکرار نے یہان ڈرانے کی تاکید کا فائدہ بخشا ہی بُرا سمجھے جب کئی بار کہا تو اسبات کی
زجر و تہدید ہو گئی کہ بُرائی مین اپنا بھلا سمجھنا خطا ہی ایسا نہ سمجھنا چاہیے۔

ولہ

نہ کور تری بزم مین کس کا نہین آتا	پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

مومن

نہ جاؤنگا کبھی جنت مین مین نہ جاؤنگا	اگر نہووے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

ہری شنکر برق

آئینہ تمھارے روبرو ہے	سچ سچ کہو کون خوبرو ہے

شایان

چمک کر جدھر تیغ برقی چلی	اجل نے پکارا چلی مین چلی

انشا

دو چار سن کے تیرے سخن ہم کڑے کڑے	اُٹھے ہین کوئی در پہ ترے جب اڑے اڑے
جو رخزان سے آہ جوانان باغ دہر	اوراق منتشر کی طرح جو جھڑے جھڑے
انشا و رای عرش کا رتبہ ہی اُس طرف	ہین اب خیال اور بھی ہم کو بڑے بڑے

افسانہ

ایدل سدا اس شمع پر پروانہ ہو پروانہ ہو ؛ اُس نوبہار حُسن کا دیوانہ ہو دیوانہ ہو

ایدل اگر منظور ہے یان آشنائی عشق کی ؛ ہر آشنائے عشق سے بیگانہ ہو بیگانہ ہو

میر

دل ہین رہ دلمین کہ معمار قضا سے ابتک ؛ ایسا مطبوع مکان کوئی بنایا نہ گیا

غلام اکبر مسلم

تو اور آپ کا یہ ثنا خوان نہین نہین ؛ رہنے دے ریز بلبل بستان نہین نہین

جلدے حرم کو چھوڑ کے سب زرق دبرق سنل ؛ اس بات مین نکر دل نادان نہین نہین

انشا

کیا دخل تیرے غم مین رہے تن مین جان غلط ؛ حاشا غلط غلط غلط اے مہربان غلط

مین اور ترک عشق بھلا کچھ بھی ربط ہے ؛ ای مہربان غلط غلط ای قدردان غلط

جرأت

امشب کسی کاکل کی حکایات ہی واللہ ؛ کیا رات ہی کیا رات ہے کیا رات ہی واللہ

عالم ہے جوانی کا جو اُبھرا ہوا سینہ ؛ کیا گات ہی کیا گات ہی کیا گات ہی واللہ

جرأت کی غزل جسنے سنی اُسنے کہا واہ ؛ کیا بات ہی کیا بات ہی کیا بات ہی واللہ

کبھی کثرت مقصود ہوتی ہے جیسے۔

رند

ایک دو ساغر کرینگے نشہ کیا ؛ خم کے خم پیتا رہون مین ساقیا

انیس

صحرا صحرا ہین گو کہ عصیان میرے ؛ دریا دریا مگر ہے رحمت تیری

میر

تظلم کہ کھینچے الم بر الم ؛ ترحم کہ مت کر ستم بر ستم

جو سو سر کی ہو آزماؤن نہ مین ؛ عبث کھاتے ہو تم قسم بر قسم

کئی بار آنا ادھر لطف سے ؛ عطا پر عطا ہے کرم بر کرم

کبھی تکرار سے تعمیم نکلتی ہی جیسے۔

مرزا محمد رضا خان برق

وا جو گلشن مین ترا عقدۂ گیسو ہو جائے ؛ غنچہ غنچہ گرہ نافۂ آہو ہو جائے

سودا

برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے ‖ گُل کو دیکھے تو نگہ جائے ہی سنبل پہ پھسل

مؤلفہ

مانند روے یار نہ آیا کوئی نظر ‖ گُل گُل پہ عندلیب پھری گو چمن چمن

کبھی اطناب ایغال کے ساتھ ہوتا ہی لغت مین ایغال اُسے کہتے ہین کہ دُور دُور شہر و ملک مین۔ چلا جانا اور اصطلاح مین خواہ نظم ہو یا نثر اُس کو ایسے لفظ پر کسی نکتے کی وجہ سے ختم کرین کہ اصل معنے بغیر اُسکے تمام ہوتے ہون جیسے۔

میر

دلّی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب ‖ رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
اُسکو فلک نے لُوٹ کے ویران کر دیا ‖ ہم رہنے والے ہین اُسی اُجڑے دیار کے

چوتھے مصرع کے آخر مین اُجڑے دیار کا لفظ ایسا ہی کہ معنے بغیر اُس کے تمام ہو سکتے ہین کیونکہ تیسرے مصرع نے اس مطلب کو بخوبی ادا کر دیا ہی مگر یہان اُس کو اِس لیے ذکر کیا کہ سامعین کی ہمدردی اُس کی طرف بڑھ جائے۔

نلشی

مرے ملک سے خصم کو دور کر ‖ الم سے چھڑا مجھکو مسرور کر

مسرور کر یہان مخاطب کو کام پر آمادہ کرنے کی تاکید کا فائدہ بخشتا ہی۔

حالی

بجتا ہے فقط چرچ مین اتوار کو گھنٹا ‖ اشلوک اور اذان گونجتے ہین روز برابر

یہان برابر اس بات کی تاکید کا فائدہ بخشتا ہی کہ اشلوک اور اذان کا گونجنا کسی روز ناغہ نہین ہوتا۔

سودا

ہجو کی ہے اُن کی تو نے آج تک ‖ جون بھی جن سے مر نہین سکتی ہی چھٹ

رنگین

صبح کو صیاد نے اُٹھتے ہی بس ‖ جال کو پانی مین پھینکا کر ہوس

کبھی اطناب تذئیل کے ساتھ ہوتا ہے تذئیل لغت مین ایک چیز کو دوسری چیز کا دامن بنانے کے معنے مین ہی اور اصطلاح مین یہ ہی کہ ایک جملے کے بعد دوسرا جملہ بیان کرین اور

دوسرے جملے کے معنے قریب قریب پہلے جملے کے معنون کے ہون یعنی جو مقصود پہلے جملے سے ہوائسی کا افادہ دوسرا جملہ کرتا ہو اور یہ مراد نہین کہ جو معنے پہلے جملے کے ہون وہی بعینہ دوسرے جملے کے بھی ہون ورنہ یہ تکرار ہو جائے گی اور یہ بھی جملے کی تقویت کرتا ہے اور اس دوسرے جملے کے لیے محل اعراب نہین ہوتا اس مین اور ایغال مین یہ فرق ہے کہ یہ عام ہے اور ایغال خاص ختم کلام مین ہوتا ہے اور تذئیل ہر جگہ ہوتا ہے اور ایغال کے لیے یہ ضرور نہین کہ جملہ ہی ہو یا تاکید ہی کے لیے ہو اور تذئیل کے لیے یہ دونون باتین ضرور ہین اور یہ کئی قسم ہے۔

ایک یہ کہ دوسرا جملہ مراد کا فائدہ پہونچانے مین کہ مستقل نہو بلکہ اپنے ماقبل پر موقوف ہو جیسے میر کے اس مصرع مین۔ ع

شیوہ یہی سبھون کا یہی سب کا طور ہے

جو مضمون پہلے جملے کا ہے وہی دوسرے کا ہے مگر دوسرا جملہ یعنی یہی سب کا طور ہی اپنے ماقبل سے تعلق رکھتا ہی کیونکہ جس شیوے اور طور کا شاعر نے پہلے جملے مین حال بیان کیا ہی اُسی کا ذکر دوسرے جملے مین بھی منظور ہی پس دوسرا جملہ فائدہ پہونچانے مین مستقل نہوا اسی قبیل سے ہی۔

ناسخ

اس سے ہے نفع صحت انسان	اس سے ہے زندگانی ابدان

پہلے جملے مین جس بات کا بیان ہی اُسی خاص بات کا بیان دوسرے جملے مین بھی ہی اور وہ ہوا ہی

محمد باقر

اُلفت اُنکی ہے اصل مایۂ سُود	اُلفت اُنکی ہے اصل ہر بہبود

اگرچہ دوسرے جملے کے معنے پہلے جملے کے قریب قریب ہین اور جو مطلب پہلا جملہ رکھتا ہی وہی دوسرا بھی مگر فائدہ پہونچانے مین دوسرا جملہ پہلے جملے پر موقوف ہی کیونکہ تنہا اس سے یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ کس کی الفت ہر بہبود کی اصل ہی۔

دوسری قسم یہ ہے کہ جملۂ ثانی سے حکم کلی مقصود ہو اور ماقبل اپنے سے منفصل ہو بلکہ استقلال مین اُسکا قائم مقام ہو خلخالی نے شرح تلخیص المفتاح مین لکھا ہی کہ اُسکی دو قسمین ہین۔

(الف) جملۂ اول و ثانی مواد الفاظ مین متفق ہون یعنے جملۂ اول کے معنی کو جس مادے کے ساتھ بیان کیا جائے اُسی مادے کے ساتھ جملۂ ثانی کے مضمون کو بھی بیان کرین جیسے۔

مولوی عبدالحکیم

اے خدا تو رازق و خلاق ہے	اے خدا تو خالق و رزاق ہے

جو مضمون جملۂ اول یعنے مصرع اول کا ہی وہی جملۂ دوم یعنی مصرع دوم کا ہی اور دونون جملون کے مادے کے الفاظ متحد ہونے مین شریک ہین اور نسبت مین بھی متفق ہین کیونکہ دونون جملے اسمیہ ہین۔

(ب) جملۂ ثانی سے صرف جملۂ اول کے مفہوم کی تاکید ہوتی ہو یعنے دونون جملون کے مسند الیہ و مسند ایک مادے مین شریک نہون جیسے۔

شایان

بنا مجھکو زوجہ بنا مجھکو زن	یہی بھیم سے اسکا ہردم سخن

جو مضموم پہلے جملے بنا مجھکو زوجہ کا ہے وہی مضمون دوسرے جملے بنا مجھکو زن کا ہے مگر دونون جملون کے اطراف مادے مین شریک نہین باوجودیکہ صورت دونون جملون کی ایک ہی کیونکہ دونون فعلیہ ہین اسی قبیل سے امثلۂ ذیل ہین۔

بہار دانش

اجازت اُسی کی ہو تب پھر سکے	فلک بے رضا اُسکی کب پھر سکے

ناسخ

جتنے فضلات و خلط فاسد ہین	جو رطوبات و خلط فاسد ہین

کبھی اطناب تکمیل کے ساتھ ہوتا ہی اور اسکو احتراس بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہی کہ کلام مین خلاف مقصود کا شبہہ ہو تو اسکے ساتھ ایسی چیز لائی جائے جو اُس شبہہ کو دفع کرتی ہی پس یہ چیز تکمیل کہلاتی ہی اس مین اور تذئیل مین یہ فرق ہی کہ تذئیل مین تین باتون کی قید ہی ایک جملہ ہونا چاہیے دوسرے کلام کے آخر مین ہو تیسرے نسبت کے شبہہ کو دفع کرے اور تکمیل ان چیزون مین سے کسی کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتی اور تکمیل کی تین قسمین ہین۔

ایک وسط کلام مین ہو جیسے۔

تلشی

کہ بھیجا بجاہ و حشم مجھکو یان	ہوا ہم پہ بارے خدا مہربان

بجاہ و حشم مفعول معہ ہی جو مجھکو کی کہ مفعول بہ ہی مشارکت و مصاحبت کے لیے آیا ہے چونکہ بھیجا جانا ذلت کی حالت مین بھی ہو سکتا ہی اور یہ مقصود کے خلاف تھا اسلیے اس وہم کے دفع کرنے

کے لیے بجاہ وحشم لایا۔

مثنوی یوسف زلیخا

مین ہون مصنوع اُس صانع کا بے عیب	کہ کہتے ہین جسے سب شاہد غیب

یہان یہ وہم ہوتا تھا کہ شاید صانع کا مصنوع عیب دار ہو اسلیے بے عیب کہکر اس توہم کو دُور کر دیا

نسیم

بانون پہ فدا ہوا شہنشاہ	لایا بصد امتیاز ہمراہ

بصد امتیاز مقصود بالتمثیل ہے۔

ناسخ

جسم حیوان سے ہوتے ہین تحلیل	سب بتدریج پاتے ہین تبدیل

مقصود بالتمثیل بتدریج ہے۔

دوسرے اول کلام مین ہوتی ہے جیسے۔

نشی

ملادون گا تجھکو تہ خون وخاک	بنامردی آخر تو ہو گا ہلاک

بنامردی ضمیر مخاطب کا مفعول معہ ہے یہان دشمن کو اپنی مردی کے ساتھ ہلاک ہونیکا وہم ہوسکتا تھا اسلیے بنامردی کا لفظ لاکر اُسکے اُس وہم کو دفع کر دیا۔

غلام سرور

کشتی جو ہوئی غرق تھی سالم نکل آئی	ویسی ہی بحکم شہ عالم نکل آئی

یہان یہ توہم ہوسکتا تھا کہ شاید غرق شدہ کشتی ویسی ہی نہ نکلی ہو بلکہ کسی قسم کا تغیر وتبدل اُس مین آگیا ہو اسلیے ویسی ہی کا لفظ لاکر اس توہم کو دفع کر دیا اور سالم بھی اسی فائدے کے لیے ہے مگر وسط کلام مین واقع ہوا ہے۔

نشی

نہ پہونچا اُسے کچھ ضرر زینہار	سلامت وہ نکلا پھر انجام کار

تیسرے آخر کلام مین ہوتی ہے جیسے۔

نشی

خدا سے کیا عہد اب استوار	کہ تجھکو رکھون جاودان باوقار

پہلے جملے مین استوار اس توہم کے دفع کرنے کے لیے ہی کہ شاید عہد ناپائدار کیا ہو اور دوسرے
جملے مین یہ توہم ہوتا تھا کہ شاید بے وقری کے ساتھ رکھنا چاہتا ہو اس لیے باوقار کا لفظ اس
توہم کے دفع کرنے کے لیے لایا۔

ولہ

زنان شبستان گشتاسپ شاہ	ہوئین قید یک سر بحال تباہ

مقصود بالتمثیل بحال تباہ ہی۔

تلیش

دیا ہاتھ مین ایلچی کے شتاب	کہا جا جواب اس کا لایا صواب

مقصود بالتمثیل باصواب ہی۔

نسیم

کافوری جل اٹھی سراپا	اٹھنڈی ہوئین تھا جنھین جلاپا

مقصود بالتمثیل سراپا ہی۔

کبھی اطناب تتمیم کے ساتھ ہوتا ہے اور تتمیم یہ ہے کہ کلام مین ایک فضلہ یعنی مفعول
یا حال یا مجرور ایسا لاوین جو خلاف مقصود کا شبہہ نہ رکھتا ہو اور اس سے مبالغہ مقصود ہوتا
ہے مثلاً کہتے ہین کہ مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہی اور اپنے کانون سے سنا ہی اور اپنے
ہاتھ سے لکھا ہے الفاظ اپنی آنکھون سے اور کانون سے اور ہاتھ سے تتمیم کے لیے ذکر کیے گئے
ہین اور ان سے دیکھنے اور سننے اور لکھنے مین مبالغہ منظور ہی۔

حالی

ملک روندے گئے ہین بیرون سے	چین کس کو ملا ہے غیرون سے

لفظ بیرون سے تتمیم کے واسطے مذکور ہوا ہی اور ان سب مثالون مین فضلہ مجرور واقع ہوا ہی۔

سوز

جو جو سنا ہی کان سے دیکھا ہی آنکھ سے	چپکا ہی رہو تو لب اظہار دیکھنا

دبیر

بیچارگی کا وقت ہے اکبر خدا گواہ	مان ہنگی گھر مین باپ یہان نرغہ سپاہ

لفظ گھر مین تتمیم کیلیے مذکور ہے اور اس سے مان کے صاحب پردہ عصمت ہونے مین مبالغہ

مقصود ہے۔

منیر

خدا فرزند با اقبال بخشے میرے آقا کو | کرے فرمان روائی سارے عالم کی حکومت سے

لفظ حکومت سے تتمیم کے لیے اور فرمان روائی مین مبالغہ مقصود ہے۔

ہوس

ابر غم عشق دلپہ برسے | ریزان رہین اشک چشم تر سے

چشم تر تتمیم کے لیے ہی۔

تیغ

سلا یاد مین اُس کی مرغ سحر | مُؤلف ہے ہر شاخ وہر نخل پر

ہر شاخ وہر نخل پر تتمیم کے لیئے ہی اور یہ مجرور ہے۔

یکایک ایسا ہی عالم ہوا کہ عقل کے | **آتش** اکھاڑے پر یونکے گویا اتر پڑے جھٹ پٹ

جھٹ پٹ حال ہی۔ ناسخ کے شعر کے پہلے مصرع مین زیر پا بھی تتمیم کیلیے ہی۔ ہ

باغ مین روندے بہت پھولونکے خرمن زیر پا | لا کبھی اپنے شہیدون کے بھی مدفن زیر پا

اسی قبیل سے ہی آتش کے شعر مین ترازو مین۔ ہ

بوسۂ خال کے سودے مین ہوا ہون یہ زار | تو لیے مجھکو ترازو مین تو ہو تل بھاری

فقیر

ہم غیر ہوگئے و تمہارے ہوے ہین دوست | سرگوشی تم جو کرتے ہو غیرون سے کان مین

کان مین تتمیم کے لیے ہی اسلیے کہ سرگوشی کے خود کسی کے کان مین آہستہ بات کہنے کے معنے ہین

کبھی **اطناب** اعتراض کے ساتھ کرتے ہین اور **اعتراض** یہ ہی کہ کلام کے درمیان مین یا ایسے دو کلامون مین جو معنوی طور پر باہم اتصال رکھتے ہون مثلاً دوسرا جملہ پہلے جملے کا بیان یا تاکید یا معطوف ہو ایک جملہ یا جملے سے زیادہ لاوین جسکو اعراب سے محل نہو اور نہ پہلے جملے سے خلاف مقصود کا شبہہ دفع کرنے کے لیے ہو اور کلام سے مراد فقط مسندالیہ و مسند کا مجموعہ نہین بلکہ تمام وہ چیزین بھی مراد ہین جو مسندالیہ و مسند سے تعلق رکھتی ہون جیسے فضلات اور توابع اور یہ جملہ معترضہ کئی طرح کے فائدے کے لیے ہوتا ہے۔

(۱) تنزیہ کا فائدہ بخشتا ہے جیسے۔

منیر

یہ بات تو ہے مسلم دلیل کیا لاؤں | کہ مدح آپکی ہے از قبیل استحباب
مرا گواہ ہے حق لا الٰہ الا اللہؐ | نہیں ہے کوئی طمع مجھکو غیر کسب ثواب

لا الٰہ الا اللہ یہاں تنزیہ کے لیے واقع ہے۔

(۲) تعجب کے لیے آتا ہے۔

گویا

بوقت ذبح منھ کو پھیر کر تکبیر کہتا ہے | عدو قاتل ہے کیا اللہ اکبر اپنے بسمل کا

ولہ

جسے یہ ذبح کرتے ہیں نہیں پھر دیکھتے اُسکو | یہ بُت اللہ اکبر کسقدر بیداد کرتے ہیں

اللہ اکبر تعجب کے وقت یا عظمت کے مقام پر بولتے ہیں اور یہاں مقام تعجب کا ہے۔

(۳) دعا کے واسطے آتا ہے جیسے۔

شیخ نبی بخش حقیر

عین نور نظر گبر و مسلمان ہو تم | چشم بد دور ہتو قدرت یزدان ہو تم

تم عین نور نظر گبر و مسلمان ہو معطوف علیہ ہے اور تم قدرت یزدان ہو معطوف اور چشم بد دور ان مین جملۂ معترضہ ہے دعا کے لیے جو مسند اور مسند الیہ کے درمیان واقع ہوا ہے۔ ؎

نہیں معلوم اک مدت سے قاصد حال کچھ وان کا | مزاج اچھا تو ہے یادش بخیر اُس آفت جان کا

یادش بخیر جملۂ معترضہ دعا کے لیے ہے۔

میر

داغ ہے تابان علیہ الرحمۃ کا چھاتی پہ میر | ہو نجات اُسکو بچارہ ہمسے بھی تھا آشنا

علیہ الرحمہ جملۂ معترضہ ہے دعا کے لیے۔

ناسخ

ناسخ ہے میر سلمہ اللہ کی زمین | اک معنی شگفتہ کو باندھا ہزار رنگ

(۴) تعظیم کے لیے آتا ہے جیسے مذاہب الاسلام کے اشعار۔

محمد کہ اُلفت سے جنپر مدام | خدا بھیجتا ہے درود و سلام
کوئی اُن سے رتبے مین بڑھکر نہین | خدائی مین ایسا پیمبر نہین

محمد کے بعد درود و سلام تک جملۂ معترضہ تعظیم کے لیے واقع ہوا ہے۔

(۵) مدح و تحسین یا مذمت و نفرین کے لیے جیسے۔

منیر

نواب دولہ زینت ایوان سروری
مصروف جشن عیش ہی وہ آسمان شکوہ

ہے جسکے التفات سے نشو و نماے عید
ہوتا ہے گرد پھر کے تصدق ہماے عید

دوسرا مصرع جملۂ معترضہ ہے تعریف کے لیے۔

ولہ

حضرت کلب علی خان خسرو خورشید جان
جلوہ فرما جشن مین ہی آج وہ کیوان جناب

فرش پا انداز ہے جن کا رداے صبح عید
کیون نہ بزم پاک مین آنکھین بچھاے صبح عید

دوسرا مصرع جملۂ معترضہ مدح کے لیے ہی کیونکہ پہلا مصرع مبتدا ہے اور تیسرا مصرع اسکی خبر ہے۔

میر تقی

دلی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب
اسکو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا

رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
ہم رہنے والے ہین اسی اجڑے دیار کے

دلی کے بعد دوسرے مصرع کے آخر تک جملۂ معترضہ ہے مدح و صفت کے لیے۔

امیر مینائی

نعت مولا مین کہے شعر یہ تو نے امیر
واہ کیا صل علی حسن طبیعت پایا

صل علی تعریف کے لیے ہی۔

ولہ

کیا یہ بکتا ہی مستون کو تجھے ہوش بھی ہے
جو عطا پاش ہی واعظ وہ خطا پوش بھی ہے

تجھے ہوش بھی ہے کا جملہ مذمت کے لیے ہے۔

(۶) مخاطب کو تنبیہ کے لیے یعنی غفلت و بے پروائی پر آگاہ کرنے کے واسطے ہوتا ہے۔

غالب

ڈر نالہاے زار سے میرے خدا کو مان
آخر نواے مرغ گرفتار بھی نہیں

خدا کو مان جملۂ معترضہ تنبیہ کے لیے ہی کیونکہ یہان مخاطب محبوب ہی اسے تہدید نہین کی جاتی۔

(۷) تہدید کے لیے جیسے۔

مومن

ہم نکالینگے سُن اے موجِ ہوا بل تیرا ۔۔۔ اسکی زلفونکے اگر بال پریشان ہونگے

مقصود بالتمثیل سُن ہی۔

امیر

خواب مین آگے وہ بوسے کر مانون ۔۔۔ بے خبر کو نہ خبردار خبر ہونے دو

خبردار تہدید کے لیے ہے۔

(۸) تقویت اور تشدید کلام کے لیے ہوتا ہی جیسے۔

حالی

اب دعا یہ ہے اے شفیع امم ۔۔۔ بسکہ بیتاب ہے دل رنجور
جا لگے تیرے در پہ کشتی عمر ۔۔۔ جب کرون بحر زندگی سے عبور

اے شفیع امم منادے ہی اور دوسرا شعر جواب ندا ان مین مصرع دوم جملۂ معترضہ ہی تقویت کلام کیلیے

(۹) اظہار حسرت وافسوس کیلئے جیسے۔

ذوق

عدو آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبون کا ۔۔۔ کرینگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا مجھ

مقصود بالتمثیل لکھا نصیبون کا ہی۔

دوسرا شہر علم بیان مین

علم بیان ایسے قاعدون کا نام ہے کہ اگر کوئی اُن کو جانے اور یاد رکھے تو ایک معنی کو کئی طریق کسے عبارات مختلفہ مین ادا کر سکتا ہے جن مین سے بعض طریق کی دلالت معنی پر بعض طریق سے زیادہ واضح ہوتی ہی بس اگر کوئی شخص بعض معانی ایسے مختلف طریقون مین ادا کرے کہ اُن مین وضوح دلالت کا اختلاف نہو بلکہ صرف الفاظ کا اختلاف ہو اس طرح کہ الفاظ مترادف مین معنی کو ادا کرے جیسے کہے زید کریم ہے اور زید سخی ہے یا زید بہادر ہے اور زید جری ہے تو یہ بیان کے قبیل سے نہوگا اور موضوع (سبجکٹ) اُس علم کا لفظ ہے معنی مقصود پر دلالت کی حیثیت سے دوسری عبارت موضوع اسکا ایسی عبارت ہی جس مین وضوح اور غیر وضوح

دلالت کا تفاوت جاری ہو سکے اور غرض اسکی یہ ہے کہ دلالت عقلی کے ساتھ فائدہ دینے
ملکہ حاصل ہو جائے اور دلالت عقلی کے مدلولات کو سمجھ لے اور غایت اسکی یہ ہے کہ ذہن ایک
معنی کو متعدد طریقون کے ساتھ ادا کرنے مین خطا کرنے سے محفوظ رہے اور بعض مبادی اسکے عقلی
ہین جیسے دلالت کی قسمین اور تشبیہین اور علاقے اور بعض وجدانی ذوقی ہین جیسے تشبیہون کی
وجہین اور استعارون کی قسمین اور انکی خوبی کی کیفیت۔

علما نے علم بیان مین وضوح دلالت کو اسلیے اختیار کیا ہے کہ اسکی بحث دلالت عقلی یعنی تضمنی
اور التزامی پر موقوف ہے اور یہ دلالت خفی ہے خاصکر جبکہ لزوم عادت اور طبائع کے مطابق
ہو پس ان دونون کی تعبیر ایسے لفظون کے ساتھ کرنا واجب ہوا جو زیادہ واضح ہون نظیر اسکی یہ ہے کہ
جب کوئی شئے نہایت باریک ہو تو قوت باصرہ اسکے دیکھنے کے واسطے تیز روشنی کی محتاج ہوتی
ہے اور جبکہ موٹی چیز ہوتی ہے تو تیز روشنی کی ضرورت نہین یہی حال رویت عقلیہ
یعنے فہم و ادراک مین ہے حاصل کلام یہ ہے کہ علم بیان مین جو معانی معتبر ہین جیسے
استعارہ اور کنایہ اُن کا دقیق ہونا چاہیے اور ساتھ ہی اسکے جو لفظ ان معانی پر دلالت کرتا ہے
وہ دلالت کرنے مین واضح ہو۔

دلالت اصطلاح مین کسی چیز کے ایسی حالت پر ہونے کو کہتے ہین کہ اگر اُس چیز کو جان لین
تو اُس سے دوسری چیز کا جاننا لازم آجائے چنانچہ دھوان ایسی حالت پر ہی کہ اُسکے معلوم ہونے سے
یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہان آگ ہی پس دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے اور جو دلالت کرے اُسکو
دال کہتے ہین یعنی دلالت کرنے والا اور جس پر دلالت کرے اُسکو مدلول بولتے ہین یعنی دلالت
کیا گیا چنانچہ دھوان دال ہے اور آگ مدلول اور دلالت کرنے والا اگر لفظ ہو تو اُس دلالت کو
دلالت لفظی کہتے ہین اور اگر سوا لفظ کے کوئی اور شئے ہو تو اس دلالت کو **دلالت
غیر لفظی** کہتے ہین جیسے رقم لفظون پر اور منار فرسنگ سیر اور دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے
ان کی دلالت غیر لفظی ہی کیونکہ یہ سب چیزین لفظ نہین ہین اور دلالت لفظی تین قسم پر ہے۔
ایک قسم یہ کہ اُس لفظ کو جس شے پر دلالت کرنے کے واسطے واضع نے وضع کیا ہے وہ لفظ اُسی
شے پر دلالت کرے مثلاً شیر کہ مقابل جانور درندہ مشہور کے اصل مین بنایا گیا ہے اور اسی جانور پر
دلالت کرے اس دلالت کو **دلالت وضعی** کہتے ہین اسلیے کہ اس مین وضع کو دخل ہے۔
دوسرے یہ کہ طبیعت کے چاہنے سے وہ لفظ سرزد ہو جیسے بیمار آہ آہ کرتا ہے اور اس لفظ سے

معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے درد ہے پس طبیعت بولنے والے کی درد کے وقت خواہ مخواہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ لفظ زبان سے نکل جائے اس دلالت کو دلالت طبعی کہتے ہین کیونکہ اس لفظ کے بولنے مین طبیعت کے چاہنے کو دخل ہے۔

تیسرے یہ کہ نہ واضع نے اُسکو اُس شئے پر دلالت کے واسطے وضع کیا ہو اور نہ بولنے والے کی طبیعت کے تقاضے سے زبان سے نکلا ہو بلکہ جسوقت وہ لفظ بولا جائے تو عقل اُس سے کوئی شئے سمجھے مثلاً کوئی شخص دیوار کے پیچھے کھڑا ہو لفظ دیز کلکے اور اُس سے معلوم ہو کہ دیوار کے پیچھے کوئی شخص بولتا ہے پس دیز نے فقط بولنے والے کے وجود پر دلالت کی اس دلالت کو **دلالت عقلی** کہتے ہین کیونکہ اس مین عقل کو دخل ہے علوم مین زیادہ تر دلالت لفظیہ وضعیہ کام آتی ہے کیونکہ طبیعت اور فہم مختلف ہوتے ہین اُس سبب سے دلالت طبعیہ اور عقلیہ منضبط نہین ہوتین اور نہ اُنسے کوئی معتد بہ فائدہ متعلق ہے اب معلوم کرو کہ دلالت وضعیہ لفظیہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ سمجھنا معنی کا ہے لفظ سے جسوقت بولا جائے اور یہ سمجھنا بہ نسبت ایسے شخص کے ہے جو اُس لفظ کے اُس معنے کے لیے وضع ہونے پر آگاہ ہو کیونکہ اگر آگاہ نہوگا تو اُسکے نزدیک وہ معنے مجہول ہونگے اور یہ دلالت تین طرح پر ہے۔

(۱) یہ ہے کہ لفظ جس شئے کے مقابل مین وضع ہوا ہے اُس تمام شئے پر دلالت کرتا ہے جیسے انسان جب اُسکے بولنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مراد بولنے والے کی فقط حیوان ہے بلکہ یہ سمجھا جائے مراد اُس کی وہ شئے ہے جس مین حیوان ہونا اور ناطق ہونا جمع ہو اس دلالت کو **دلالت مطابقی** کہتے ہین اس لیے کہ لفظ اور معنے مطابق ہین۔

(۲) یہ کہ اُس شئے کے ایک جزو پر دلالت کرے مثلاً انسان سے حیوان کے معنی سمجھے جائین اسکو **دلالت تضمنی** کہتے ہین اسلیے کہ جزو اُسکے ضمن مین ہے جسکے واسطے لفظ بنایا گیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک معنے کسی شئے کا جز ہون اور کسی دوسرے شئے کے جز کا جز ہون مثلاً جسم حیوان کا جز ہے اور حیوان انسان کا جز ہے پس جسم انسان کے جز کا جز ہے۔

(۳) لفظ ایسے معنے پر دلالت کرے کہ نہ وہ اُس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اور نہ وہ معنی اُس لفظ کے سارے معنی کا ٹکڑا ہون بلکہ یہ معنی اُسکو خارج سے لازم ہو گئے ہون مثلاً انسان کا دلالت کرنا ہنسنے والے یا لکھنے والے پر کیونکہ ہنسنا اور لکھنا انسان کی ذات مین داخل نہین بلکہ خارج سے ایک امر اُسکو لازم ہو گیا ہے اس دلالت کو **دلالت التزامی** کہتے ہین بسبب لازم ہونے اس امر خارجی کے پھر اگر لوازم کسی شئے کے قریب ہونگے تو اُسکی دلالت واضح ہوگی اور اگر لوازم اُسکے بعید ہونگے تو دلالت

اسکی واضح نہوگی۔

یہ اصطلاح علمائے منطق کی ہی اور علمائے بیان کی اصطلاح مین مطابقی کو وضعیہ کہتے ہین اسلیے کہ واضع نے اُس لفظ کو اُس تمام معنی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے پس یہ دلالت وضع کی طرف منسوب ہے اور دلالت تضمنی و التزامی کو عقلیہ کہتے ہین تضمنی کو اس لیے کہ عقل اس بات پر حکم کرتی ہے کہ جب کل ذہن مین حاصل ہوجاتا ہے تو جز بھی ذہن مین حاصل ہوجاتا ہے اور التزامی کو اس لیے کہ عقل اس بات پر بھی حکم کرتی ہے کہ جب وہ شے جس کو کوئی اور شئے لازم ہو ذہن مین حاصل ہوجاتی ہے تو وہ شے لازم بھی ذہن مین حاصل ہوجاتی ہی دونون اصطلاحون مین فرق یہ ہے کہ منطقیون کے نزدیک وضعیہ اور عقلیہ دونون قسمین مطلق دلالت کی ہین اور یہ تینون قسمین جو علمائے بیان کی اصطلاح کے موافق ہین وضعیہ مین داخل ہین اور علمائے بیان کی تقسیم کے موافق وضعیہ اور عقلیہ ایک دوسرے کے مقابل ہین لیکن مطلق دلالت کی قسمین نہین ہین۔

یہ تمکو معلوم ہوچکا کہ دلالت التزامی مین لازم ایک امر خارجی ہوتا ہو اور دلالت تضمنی مین لازم کل کا جز ہوتا ہی جس طرح لوازم کو ملزوم کے ساتھ دلالت التزامی مین لزوم ہی اسی طرح جز کو کل کے ساتھ دلالت تضمنی مین لزوم ہی اور لزوم بعض موقعون پر دونون طرف سے ہوتا ہے جیسے امام اور مقتدی کا لزوم کہ امام جب کہین گے کہ مقتدی موجود ہونگے اور مقتدی جب کہین گے کہ امام موجود ہو کیونکہ اگر امام نہ ہو تو کسکے پیچھے کھڑے ہونے والے کو مقتدی کہین گے اور اگر مقتدی نہون تو کسکے آگے کھڑے ہونے والے کو امام کہا جائے گا اور بعض جگہ ایک طرف سے لزوم ہوتا ہی جیسے علم اور زندگی مین ایک طرف سے لزوم ہے علم کو زندگی لازم ہی جس جگہ علم ہوگا زندگی ضرور ہوگی کیونکہ علم بے زندگی کے نہین ہوتا اور زندگی کو علم لازم نہین کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جو زندہ ہو اسکو علم بھی ہو دلالت التزامی مین لزوم ذہنی شرط ہے اور لزوم ذہنی اُسے کہتے ہین کہ معنی خارجی اس طور پر ہون کہ جسوقت لفظ کے معنی موضوع لہ ذہن مین آئین تو وہ معنی بھی جو اس معنی موضوع لہ سے خارج ہین ذہن مین حاصل ہوجائین اور یہ حاصل ہونا دو حال سے خالی نہین اس طرح کہ اگر لازم و ملزوم مین واسطہ نہوگا تو ملزوم کے ساتھ لازم فورًا حاصل ہوجائے گا اور جو واسطے ہونگے تو اُن مین غور و تامل کے بعد حاصل ہوگا مثلاً جسوقت انسان کے معنی موضوع لہ کہ حیوان ناطق ہین ذہن مین آتے ہین تو یہ بھی ذہن مین آجاتا ہی کہ یہ ہنسنے والا ہے پس ہنسنا انسان کے لیے لازم ذہنی ہی لزوم ذہنی سے علمائے بیان یہی مراد لیتے ہین اور

منطقیین کے نزدیک لزوم ذہنی یہ ہے کہ شے کے تعقل سے مدلول التزامی کا تعقل ذہن مین سے
کسی طرح جدا نہو سکے اور یہ معنی علمائے بیان کے نزدیک معتبر نہین کیونکہ اس صورت مین بہت سے
مجازات وکنایات کے معانی مدلولات التزامیہ مین سے نکلجائینگے۔

اب معلوم کرو کہ ایک معنی کو کئی مختلف طریقون پر دلالت لفظی کے ساتھ ادا نہین کر سکتے
کیونکہ اس دلالت مین الفاظ ایک ہی طور پر دلالت کرتے ہین کمی بیشی متصور نہین اور یہ امر بھی
جبہی ہے کہ سُننے والا یہ جانتا ہو کہ یہ الفاظ ان معنے کے واسطے بنائے گئے ہین اور یہ اگر نہ جانتا
ہوگا تو وہ الفاظ دلالت ہی نہین کر سکینگے کیونکہ الفاظ کے معنے کا سمجھنا وضع الفاظ کے جاننے پر
موقوف ہے مثلاً جب ہم کہین کہ اس کے رخسار سیب کی طرح ہین پس اگر سننے والا رخسار اور
سیب اور طرح کے معانی جانتا ہوگا اور ہیئت ترکیب کو بھی سمجھتا ہوگا یعنے اُسے یہ معلوم ہوگا
کہ اس عبارت کا مفاد رخسار اور سیب کے درمیان مشابہت کا ثابت کرنا ہے تو ممکن نہین کہ
کوئی اور کلام اس معنی مین بشرطیکہ دلالت وضعی رکھتا ہو بہ نسبت کلام مذکور کے واضح ہونے
مین کم وزیادہ ہو کیونکہ جسوقت ان الفاظ کی جگہ دوسرے الفاظ لائے جائینگے جو اُن کے
مرادف ہونگے تو سُننے والا اگر ان مرادفات کی وضع سے واقف ہوگا تو معنے کے سمجھنے مین اُس کے
نزدیک کوئی تفاوت نہ ہوگا بلکہ کلام ثانی سے وہی معنے سمجھیگا کہ جو کلام
اول سے سمجھتا ہے اور اگر اس بات کو نہ جانتا ہوگا تو یہ نئے الفاظ بھی
وہی معانی رکھتے ہین جو پہلے الفاظ رکھتے تھے تو کچھ بھی نہ سمجھیگا اور دونون
صورتون مین زیادہ ظاہر ہونے اور کم ظاہر ہونے کے اعتبار سے تفاوت
نہوگا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دلالت وضعی کے ساتھ ایک معنی کا مختلف طریقون مین ادا کرنا ممکن
نہین ہے اور دلالت عقلی کے ساتھ ممکن ہے کیونکہ جائز ہے کہ لزوم کے مراتب ظہور مین مختلف
ہون مثلاً ممکن ہے کہ دلالت تضمنی مین کل کے لیے اجزا کا لزوم مختلف مراتب رکھتا ہو جیسے حیوان اور
جسم اور جواہر یہ تینون انسان کے جز ہین لیکن ان مین سے بعض بعض کے ذریعہ سے انسان کا جز ہے
اور بعض بغیر ذریعہ کے پس جو بغیر ذریعہ کے جز ہوگا اُس کا لزوم واضح ہوگا اور جو بذریعہ دوسرے کے
جز ہوگا اُسکا لزوم بہ نسبت اُسکے خفی ہوگا اسی طرح دلالت التزامی مین ملزوم کے لوازم کا لزوم مختلف
مراتب رکھتا ہے اس طرح کہ بعض کے لزوم کی دلالت بہت ظاہر ہو اور بعض کے لزوم کی
دلالت کم ظاہر ہو مثلاً وصف سخاوت کے لیے کئی لوازم ہین جن مین

بعض کی دلالت سخاوت پر زیادہ واضح ہے اور بعض کی دلالت اُس پر کم واضح ہی چنانچہ کہین زید کے یہان مہمان آتے ہین یا زید کے باورچی خانے سے راکھ زیادہ نکلتی ہی یا زید کے یہان گھی اور دوسری کھانے کی چیزین زیادہ خرچ ہوتی ہین یا زید رضائیان بہت تقسیم کرتا ہی یا زید کے مہمان اُسکی بڑی تعریف کرتے ہین یا زید نے راستون مین بہت سے کنوئین اور مسجدین بنوائی ہین پس اُن مین بعض لوازم کی دلالت سخاوت پر واضح ہی اور بعض کی خفی ہی۔

مراتب وضوح کا اختلاف دلالت التزامی مین ظاہر ہی اسلیے کہ جائز ہی کہ ایک شے کے لیے ایسے متعدد لوازم موجود ہون جن مین سے بعض لوازم بسبب کم ہونے واسطون کے اُس شے سے قریب ہون اور بعض بسبب زیادہ ہونے واسطون کے اس سے بعید ہون پس جس مین واسطے کم ہون گے وہ زیادہ واضح ہوگا اور جس مین واسطے زیادہ ہونگے وہ اُسکی بہ نسبت کم واضح ہوگا جیسے سخاوت کے لیے لوازم مختلف ہین مثلاً کہا جائے کہ زید بڑا مہمان نواز ہے یا اسکے یہان باورچی خانے مین ایندھن زیادہ جلتا ہے یا اُسکے باورچی خانے سے راکھ زیادہ نکلتی ہے ان لوازم مین سے مہمان نوازی ایسا لازم ہے کہ سخاوت کی طرف اُس سے ذہن جلدی انتقال کرتا ہے بخلاف اسکے کہ باورچیخانے مین لکڑیون کے زیادہ جلنے سے ذہن کا انتقال سخاوت کی طرف جلد نہین ہو سکتا کیونکہ اول مین واسطہ نہین ہے اور باورچیخانے مین زیادہ لکڑیان جلنے سے جتنی جلدی سخاوت کی طرف انتقال ہوتا ہے اُتنی جلدی باورچیخانے سے راکھ زیادہ نکلنے سے سخاوت کی طرف انتقال نہین ہو سکتا کیونکہ سخاوت مین اور باورچیخانے مین زیادہ لکڑیان جلنے مین دو واسطے ہین اور سخاوت مین اور باورچیخانے مین زیادہ راکھ ہونے مین تین واسطے ہین کیونکہ بہت لکڑیون کا جلنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی کثرت پر دلالت کرتا ہے اور مہمانون کی کثرت سخاوت پر دلالت کرتی ہے اور باورچیخانے سے بہت سا راکھ کا نکلنا موقوف ہے زیادہ لکڑیون کے جلنے پر اور زیادہ لکڑیون کا جلنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی کثرت کے سبب سے ہوتا ہے اسی طرح جائز ہی کہ لازم ایک ہو اور ملزوم بہت سے ہون پس اُس لازم کا لزوم بعض ملزوم کے ساتھ بہت واضح ہو اور بعض کے ساتھ کم واضح ہو جیسے گرمی سورج اور آگ اور حرکت کو لازم ہے اور ظاہر ہے کہ گرمی کا لزوم آگ کے ساتھ بہت ظاہر ہے اور بہ نسبت اُسکے سورج کے ساتھ کم ظاہر ہے اسی طرح گرمی کا لزوم جتنا سورج کے ساتھ ظاہر ہے اُتنا حرکت کے ساتھ ظاہر نہین۔

اور دلالت تضمنی مین اختلاف مراتب لزوم کا ظہور وخفا مین ظاہر نہین ہی بلکہ بیان کی طرف محتاج ہے کیونکہ جائز ہے کہ ایک معنی ایک شے کا جز ہون اور دوسری شے کے جز کا جز ہون پس اُس شے کی دلالت اُن معنی پر جو اُسکا جز ہین بہت ظاہر ہوگی اور اُن معنی پر اُسکی دلالت زیادہ واضح نہ ہوگی جو اُس کے جز کا جز ہین چنانچہ حیوان کی دلالت جسم پر زیادہ واضح ہے بہ نسبت انسان کی دلالت کے جسم پر کیونکہ جسم حیوان کا جز ہے اور حیوان انسان کا جز ہے پس جسم مین اور حیوان مین واسطہ نہین ہی اور انسان اور جسم مین واسطہ ہے اور وہ حیوان ہے اسی طرح دیوار کی دلالت مٹی پر جتنی واضح ہے اُتنی مکان کی دلالت مٹی پر واضح نہین۔

اس مقام پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جز اپنے کل سے پہلے سمجھ مین آتا ہے چنانچہ انسان سے اول جسم مفہوم ہوتا ہے پھر حیوان پھر حیوان ناطق جواب اس کا یہ ہی کہ اس قول کی صداقت مین شبہہ نہین مگر یہان مراد یہ ہی کہ ذہن اول جز کی طرف انتقال کرتا ہے اور علیحدہ ملاحظہ اُس کا کل کے سمجھنے کے بعد کرتا ہے پس جب آدمی کوئی لفظ سُنتا ہے اور اُسکی وضع سے واقف ہوتا ہے اور موضوع لہ کے تمام اجزا کو سمجھتا ہے تو اول وہ بر سبیل اجمال کے لفظ کے معنی موضوع لہ سمجھتا ہی پھر اُس کا ذہن اس معنے کے جز کی طرف بشرطیکہ جز ہو انتقال کرتا ہے اور اگر اس جز کے لیے بھی جز ہو تو پھر جداگانہ اُسکی طرف انتقال کرتا ہی پس اس تقریر سے ثابت ہی کہ ہمارا وہ قول صحیح ہی کہ لفظ کل کی دلالت جز پر نہایت واضح ہی اور اُسکی دلالت اپنے جز کے جز پر کم ظاہر ہے کیونکہ جز کا جز پیچھے سمجھا جاتا ہے اور جز پہلے سمجھ مین آتا ہے اس تمام بحث سے یہ بات ثبوت کو پہونچ گئی کہ علم بیان مین معنی کے لوازم کا اعتبار کرتے ہین

لفظ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اگر اس سے وہی معنی مراد ہون تو اُسکو حقیقت کہتے ہین اور اگر وہ معنی مراد نہون بلکہ ایک ایسے معنی مراد ہون جو معنی موضوع لہ کو لازم ہون پس اگر وہان کوئی قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ یہان معنی موضوع لہ مراد نہین ہین تو اُس لفظ کو مجاز کہتے ہین اور اگر معنے موضوع لہ کا بھی ارادہ جائز ہو تو اُسے کنایہ بولتے ہین اور مجاز کو کنایے کے ساتھ وہ نسبت ہی جو مفرد کو مرکب کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ مجاز مین ارادہ لازم کا عدم ارادہ ملزوم کے ساتھ شرط ہی اور کنایے مین دونون کا ارادہ معتبر ہے پس مجاز مثل جز کے ہی اور کنایہ مثل کل کے کیونکہ مجاز مین صرف لازم مراد ہوتا ہے اور کنایے مین دونون کا مقصود ہونا جائز ہے اور ہر جز اپنے کل پر مقدم ہوتا ہے اسلیے علم بیان مین مجاز کو کنائے سے پہلے بیان کرتے ہین اور مجاز مین معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان علاقے کا ہونا ضرور ہی پس اگر دونون مین تشبیہ کا علاقہ ہی تو ایسے مجاز کو استعارہ کہتے ہین اور اگر تشبیہ کے

سوا کوئی دوسرا علاقہ ہی تو اُسے **مجاز مرسل** بولتے ہین اس بیان سے واضح ہوا کہ **تشبیہ** مقدمہ ہی استعارے کا جو مجاز کی ایک قسم ہے - علم بیان کا مقصد اصلی صرف دو چیزین ہین مجاز اور کنایہ مگر استعارے کے سمجھنے کے لیے تشبیہ کا سمجھنا ضرور ہوا اور اُسکو تمام اقسام مجاز سے اسلیے پہلے بیان کرتے ہین کہ مجاز کی ایک قسم تشبیہ پر موقوف ہے اور چونکہ مجاز مرسل کو استعارے کے ساتھ اتصال حاصل ہے اسلیے اُسکو اور استعارے کو بمنزلے ایک باب کے قرار دیکر تشبیہ کو مجاز مرسل سے بھی پہلے لاتے ہین اور تشبیہ کو کنایے پر اسلیے مقدم کرتے ہین کہ خود مجاز کو کنایے پر تقدیم حاصل ہی اور چونکہ تشبیہ مین بہت سی فائدے کی باتین ہین اور اُسکے مباحث کثیر ہو گئے ہین اسلیے اُسکی بحث کو استعارے کا مقدمہ نہین بناتے بلکہ علم بیان مین ایک علٰحدہ مقصد ٹھہراتے ہین - اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ تشبیہ بھی علم بیان کا ایک مستقل مقصد ہی استعارے کا مقدمہ نہین کیونکہ دلالت کے بہت ظاہر ہونے اور کم ظاہر ہونے کا اختلاف اس مین بھی موجود ہے پس یہ بھی علم بیان کا مقصد اصلی ہے اور علم بیان کے بعض مقاصد اُسپر موقوف بھی ہین لیکن اس مین کچھ مضائقہ نہین کیونکہ بعض مقاصد کا بعض دوسرے مقاصد پر موقوف ہونا اسبات کو واجب نہین کرتا کہ متوقف علیہ فن کا مقدمہ بنجائے - اور حقیقت و مجاز دونون چار چار قسم پر ہین حقیقت لغوی حقیقت شرعی حقیقت عرفی خاص حقیقت عرفی عام یعنی کوئی لفظ اگر لغت مین کسی معنے کے واسطے وضع کیا گیا ہی تو اُسکو **حقیقت لغوی** کہتے ہین اور اگر شرع مین وضع کیا گیا ہی تو اُسکو **حقیقت شرعی** کہتے ہین اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح مین وضع کیا گیا ہے جیسے نحوی یا صرفی یا منطقی وغیرہ وغیرہ تو اُسکو **حقیقت عرفی خاص** اور **حقیقت اصطلاحی** کہتے ہین اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح مین وضع نہین کیا گیا بلکہ عام اشخاص اُس لفظ سے وہ معنی سمجھتے ہین اُسکو **حقیقت عرفی عام** کہتے ہین اسی طرح مجاز کی قسمین ہین یعنی اگر لفظ لغت کی اصطلاح مین موضوع تھا ایک معنی کے لیے اور اُسکو استعمال کیا کسی اور معنی مین تو وہ مجاز لغوی ہی اور اگر شرع کی اصطلاح مین موضوع تھا ایک معنی کے لیے اور اسی اصطلاح مین استعمال کیا گیا کسی اور معنی مین تو وہ **مجاز شرعی** ہی اور اگر اصطلاح خاص مین کسی معنی کے واسطے موضوع تھا اور اُسی اصطلاح مین اسکے غیر مین مستعمل ہوا تو وہ **مجاز عرفی خاص** ہے اور اگر عام کی اصطلاح مین موضوع تھا کسی اور معنی کے واسطے اور اسی اصطلاح مین مستعمل ہوا اور معنے مین تو وہ **مجاز عرفی عام** ہی اسکی مثال یہ ہی کہ شیر لغت مین جانور درندہ مشہور کے واسطے بنایا گیا ہے اسی معنی مین استعمال کرنے کو حقیقت لغوی کہتے ہین اور مرد بہادر کے معنے مین

استعمال کرنے کو مجاز لغوی اور لفظ صلوٰۃ شرع کی اصطلاح مین نماز کے واسطے موضوع ہی اور لغت مین دعا کے معنی مین آیا ہی شرع کی اصطلاح مین نماز کے معنی مین استعمال کرنا حقیقت شرعی ہے اور اسی اصطلاح مین دعا کے معنی مین مجاز شرعی اور لفظ فعل علم نحو مین اُس لفظ خاص کے لیے موضوع ہی جو مسند ہونے کی صلاحیت رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علاوہ معنے مصدر کے جو اُسکے جوہر مین تین زمانون سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جائے اور لغت مین لفظ فعل کے معنی کرنا ہین پس نحو کی اصطلاح مین لفظ خاص کے معنے مین حقیقت عرفی خاص ہی اور اُسی اصطلاح مین کرنے کے معنے مین مجاز عرفی خاص اور لفظ تعزیہ عام کے نزدیک تابوت حضرت امام حسین کے معنے مین ہی چنانچہ ؎

ہومنوز پر زمین تعزیے دفناتے ہین	آج دنیا سے حسین ابن علیؑ جاتے ہین

پس اُس معنی مین حقیقت عرفی عام ہے اور اُسی اصطلاح مین ماتم پرسی کرنے کے معنی مین مجاز عرفی عام ارزانی جو منسوب ہی ارزان کی طرف حقیقی معنے اُسکے ارزندہ کے ہین یعنے لائق ہونے والا لیکن یہ معنی متروک ہوکر مجازاً عرف عام مین نرخ اشیا کی گرانی کی ضد مین استعمال ہونے لگا۔ مجاز شرعی اگرچہ مجاز عرفی خاص مین داخل ہی مگر شرع کی تعظیم اور شرف کی وجہ سے اسکو جُدا گانہ قسم قرار دیا ہے۔

حقیقت و مجاز در اصل الفاظ کے عوارض مین سے ہین کبھی معنی اور استعمال کو بھی حقیقت و مجاز کے ساتھ متصف کردیتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ یہ معنی حقیقت ہین اور وہ مجاز ہین اور یہ استعمال حقیقت ہے اور وہ استعمال مجاز ہے۔

علمانے اس بات مین اختلاف کیا ہی کہ جو لفظ معنی مجازی مین مستعمل ہو اُسکے لیے معنی حقیقی مین مستعمل ہونا شرط ہی یا نہین مذہب تحقیق یہ ہی کہ یہ امر شرط نہین۔ اور حقیقت و مجاز جس طرح مفرد مین جاری ہوتے ہین جملے مین بھی جاری ہوتے ہین اور اس سے بحث علم معانی مین کرتے ہین جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان مین بحث ہوتی ہے اور مجاز کا یہ حکم ہے کہ جس چیز مین اُسکو استعمال کرین وہ ثابت ہو خواہ عام ہو یا خاص اور مجاز کے عام ہونے سے یہ مراد نہین ہی کہ ایک لفظ سے تمام علاقے جو مجاز و حقیقت مین ہونا چاہئین سمجھے جاتے ہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک قسم کے علاقے کی تمام فردون کو عام ہوتا ہے جو لفظ جس معنی کے لیے بنایا جاتا ہے اُس سے وہ معنی ساقط نہین ہوتے اور معنی حقیقی کی نفی اُس چیز سے جس پر وہ صادق آئے ہون نہین ہوتی اور غالب کے قول مین ؎

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا	آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

بشر سے جو بشریت کی نفی ہے اس سے غرض تحقیر ہے یعنی انسان کو لائق اور اچھا ہونا میسر نہیں معنی حقیقی کی نفی مقصود نہیں اسی قبیل سے ہے برق کا شعر ؎

سگ اصحاب ہوا صحبت انساں سے بشر	آدمی ہو کے بھی انساں تو انساں نہوا

بخلاف معنی مجازی کے کہ وہ اپنے مصداق پر صادق بھی آتے ہیں اور اُس سے منتفی بھی ہو جاتے ہیں چنانچہ باپ کو باپ کہتے ہیں اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ وہ باپ نہیں ہے برخلاف دادا کے کہ اُسکو باپ کہہ سکتے ہیں مگر یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ وہ باپ نہیں ہے اسی طرح اُس جانور درندہ کو جو لفظ شیر کا موضوع لہ ہے شیر کہنا صحیح ہے اور اس نام کی اُس سے نفی نہیں ہو سکتی یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ شیر نہیں ہے بخلاف بہادر آدمی کے کہ اُس کو مجازاً شیر کہتے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ شیر نہیں ہے۔

علم بیان کا مدار ان چار چیزوں پر ہے۔ تشبیہ۔ استعارہ۔ مجاز مرسل۔ اور کنایہ۔ ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک باغ میں بیان کرتے ہیں۔

پہلا باغ تشبیہ کے بیان میں

تشبیہ لغت میں دلالت ہے اس بات پر کہ ایک شے دوسری شے کے ساتھ ایک معنی میں شریک ہے اور علم بیان کی اصطلاح میں تشبیہ سے مراد دلالت ہے دو چیزوں کی جو آپس میں جدا جدا ہوں ایک معنے میں شریک ہونے پر اس طرح کہ بطور استعارہ کے نہ ہو اور نہ بطور تجرید کے ہو تجرید کا بیان علم بدیع میں آتا ہے اور تشبیہ کے بیان میں پانچ چیزوں سے بحث ہوتی ہے (۱) مشبہ بہ اور مشبہ ان کو طرفین تشبیہ کہتے ہیں (۲) وجہ تشبیہ (۳) غرض تشبیہ (۴) ادات تشبیہ۔ یہ چاروں تشبیہ کے ارکان کہلاتے ہیں (۵) اقسام تشبیہ۔ اور یہ پانچوں چیزیں ہم پانچ چمنوں میں بیان کرتے ہیں۔ اور تشبیہ کے قوت و ضعف کے حال کو علیحدہ چھٹے چمن میں ذکر کرینگے۔

پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان میں

طرفین تشبیہ دو چیزیں ہیں ایک مشبہ وہ جسکو تشبیہ دی جائے دوسرے مشبہ بہ وہ ہے

جس سے کسی چیز کو تشبیہ دیں اور شبہ سے اس صفت میں زیادہ ہو جسکی وجہ سے تشبیہ دی جائے اور یہ زیادتی خواہ ازروے حقیقت کے ہو خواہ ازروے ادعا کے اور اگر ایسا نہو بلکہ وہ صفت دونوں میں برابر ہو تو تشبیہ صحیح نہو گی کیونکہ تشبیہ میں ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہے اور جہان دونون کی مساوات کا قصد ہو تو اُسکو تشابہ کہتے ہین یعنی یہ اُسکے مشابہ ہے اور وہ اُس کے مثلاً۔

سودا

دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ	حکم رکھتے ہین ترے پیش کرم چارون ایک

تشبیہ دشمن کی بد سے اور دوست کی نیک سے منظور نہین بلکہ دونون چیزون مین مساوات منظور رہے۔

ولہ

انوری سعدی و خاقانی و مداح ترا	رتبۂ شعر و سخن مین ہین ہم چارون ایک

ان چارون شعرا مین سے کسی ایک کی دوسرے کے ساتھ تشبیہ منظور نہین بلکہ مساوات مقصود ہے

ولہ

سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چارون ایک	غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چارون ایک ہا

گویا

گھر ترا ہے جنت کے گلستان کے برابر	چاؤش ہین دروازے پہ رضوان کے برابر
ہے ایک ترا آئینۂ بردار سکندر	دارا ترے دروازے کے دربان کے برابر
قطرہ جو کبھی ابر کف جود سے ٹپکے	رتبے مین ہو وہ گوہر غلطان کے برابر
اک دم مین جسے چاہے فلک پر تو چڑھاوے	ذرّے کو کرے مہر درخشان کے برابر
گر خرمن بخشش سے کرے دانہ عطا تو	ہر مور کہے مین ہون سلیمان کے برابر

آتش

یہ خوش اسلوب جسم اُس نوجوان کا ہے کہ جو نا مین	برابر نکلے ڈورا اُس کمر کا لعد گردا۲) کا

ظفر

نہ گیسوے عرق افشان مین اور سحاب مین فرق	نہ تاب رخ مین ترے اور آفتاب مین فرق
نہ فرق یک سر مو مشک و بوے کاکل مین	نہ کچھ پسینے مین عارض کے اور گلاب مین فرق

نہ کچھ شراب و نگہ مین تری کمی بیشی ؀	نہ تیزی چشم مین اور ساغر شراب مین فرق

ولہ

نہ خون دل مین مرے اور ہے شراب مین فرق	نہ میرے سینۂ بریان مین اور کباب مین فرق
نہ میرے اشک مین اور تار چنگ مین دوئی	نہ میرے نالے مین اور نالۂ رباب مین فرق
نہ داغ سینہ مین اور آفتاب مین دوئی	نہ دود دل مین مرے اور کچھ سحاب مین فرق
نہ سوز سینہ مین اور برق مین ہی فرق ظفر	نہ کچھ ہی پارے مین اور دل کے اضطراب مین فرق

تشابہ مین عکس صحیح ہوتا ہی یعنی مشبہ بہ کو مشبہ بنا سکتے ہین جیسے۔

داغ

حُسن آئینۂ عشق ہو عشق آئینۂ حُسن	مین تجھکو نظر آؤن مجھے تو نظر آوے

مقصود بالتمثیل پہلا مصرع ہی۔

ظفر

خاک کو مسند کمخواب سمجھتے ہین فقیر	اور وہ جانتے ہین مسند کمخواب کو خاک

نصرت

جیحون کو دشت دشت کو جیحون بنائین یہ	گردون کو ارض ارض کو گردون بنائین یہ

یار محمد خان شوکت

سر کو سودائے زلف معنبر ہو گیا	گھر مجھے صحرا ہو صحرا مجھے گھر ہو گیا

صفیر

سحر پر آئے اگر پھان متی کی صورت	پر کبوتر کو کرے پر کو کبوتر گیسو ؀

مولوی محمد اسمٰعیل

حقیقت مین ہوگی دو رنگی کہان	جہان ذرہ ہی اور ذرہ جہان

ذوق

نیت نیک تری آئینۂ حُسن عمل	عمل خیر ترا جلوۂ حُسن نیت

امیر

زندے سب مردہ مردے زندہ ہو چلے	حشر برپا کر چلی رفتار یار

پس جہان وجہ شبہ مین مشبہ اور مشبہ بہ دو نعت کا برابر ہونا مقصود ہو اور یہ مقصود نہو کہ ایک زائد

اور دوسرا ناقص ہے عام ہے اس سے کہ زیادتی اور کمی پائی جائے یا نہ پائی جائے تو بہتر یہ ہے کہ وہان تشبیہ کو ترک کردین کیونکہ تشبیہ مین ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہے پس اس شعر مین۔

حالی

اُن کی عزت تمھاری عزت ہے	اُنکی ذلت تمھاری ذلت ہے

ایک کی عزت کی دوسرے کی عزت کے ساتھ اور ایک کی ذلت کی دوسرے کی ذلت کے ساتھ تشبیہ مقصود نہوگی کیونکہ دونون کا برابر ہونا مطلوب ہے۔

مشبہ اور مشبہ بہ دو قسم کے ہوتے ہین۔

(۱) حسی جسے حواس خمسۂ ظاہری سے دریافت کرسکین اور حواس خمسۂ ظاہرہ پانچ ہین۔ بصر۔ سمع۔ شم۔ ذوق اور لمس۔

(۲) عقلی جسے حواس ظاہرہ سے معلوم نہ کرسکین پس یا مشبہ اور مشبہ بہ دونون ایکسے ہونگے یا مختلف یہان مختصر طور پر مثال ہر ایک کی لکھی جاتی ہے۔

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق بباصرہ کی نادر کہتا ہے۔

بر طسم چلا رخ سے یہ انکے خط خضر کیسا	پر طاؤس ہی قرآن سے باہر کیسا

صبا

لوگ کہنے لگے کندن مین چڑھا ہے مینا	سبزۂ خط سے وہ خوش رنگ ترا گال ہوا

تصدق حسین خان

سرو سا قد تو گل سے رخسارے	شانے بازو بھرے بھرے سارے

صفدری

آنکھ اپنی کسی کے دُر دندان سے لڑی ہے	جو اشک مسلسل ہے سو موتی کی لڑی ہے

ناسخ

ذقن یار مین کی خط نے رسائی پیدا	چاہ یوسف مین خضر بھر تماشا اُترا

امانت

دیکھے اُن پستان پہ زلفون کو تو بچہ بھی کہے	دودھ پینے کے لیے بیٹھا ہی جوڑا سانپ کا

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق بہ سامعہ کی محسن کاکوردی کہتا ہے۔

نوبت ہے صدائے قمریان کی — تیاری ہے باغ مین اذان کی ہا

وزیر

نالۂ مرغ سحر ہوگی صریر خامہ — لکھنی ہے اب صفت دُرِّ بناگوش مجھے

سودا

بلبل خوش نغمہ ہون لیک اُس گلستان مین جہان — نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ ہا

مومن

دم مصاف ترے دشمنون کے لشکر مین — صدائے نوحہ و شیون ہے شور و غلغل کوس

غالب

پُر ہون مین شکوے سے یون راگ سے جیسے باجا — اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسّی متعلق شامہ علی کہتا ہے۔

علی بھرا ہے یہ عطر بہشت شیشے مین — تصور عرق روے یار دل مین ہے

یار کے عرق کی بو کو عطر بہشت کی بو سے تشبیہ دی ہے۔

گویا

کمو مین کیون نہ گل اندام ان حسینون کو — گلاب کی سی کچھ آتی ہے بُو پسینے مین

حسینون کے پسینے کی بو کو گلاب کی بو سے تشبیہ دی ہے

لگا یا مین نے جو شب زلف پُر شکن مین ہاتھ — قدری! شمیم مشک لگی گلشن ختن مین ہاتھ

زلف کو مشک کے ساتھ تشبیہ باعتبار خوشبو کے دی ہے۔

برق

عطر گلاب شیشے مین رکھا ہے کھینچ کر — دل مین خیال ہے عرق روے یار کا

ظفر

گرے جو اُس لب میگون سے قطرہ دریا مین — شراب کی سی حبابون کے ہو ایاغ مین بُو
دل برشتہ کی اس طرح بو ہے سینے مین — کہ جیسے سوختہ دانے کی ہو اُچلاغ مین بُو

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسّی متعلق ذائقہ سودا کہتا ہے۔

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پیین تو مزہ دے شراب کا

اچلاغ بفتح اول دل پو لھا دیگدان انگیٹھی ۱۲ (از تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب)

پانی کے مزے کو شراب کے مزے سے تشبیہ دی ہے۔

مومن

جھوٹی شراب پی نہ مجھے مرتے دم تو دے	یہ آب تلخ شربت قند و نبات ہے

ذوق

بدل گئی ہے حلاوت سے تلخی دارو	شراب تلخ بھی ہے میکشون کو شکر و شیر

شایان

مین کیون منت کش پیر مغان ہون	نہ آب تلخ کو کیون زہر سمجھون

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسّی متعلق لامسہ تلق کتا ہے۔

پیٹ نرمی مین ہے صورت مخمل	صاف مانند تختۂ صندل

پیٹ کو نرمی مین مخمل سے تشبیہ دی ہے اور صفائی مین تختۂ صندل سے۔

عبرت

کہون کیا جلد کی اُس کے صفائی	ہو جیسے دودھ پر ہلکی ملائی

پیٹ کو ملائمت مین ملائی کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

حریق

دل ہے جیسا سخت ہین ویسی ہی پتھر چھاتیان	کیا کرینگی جز جفا یہ اور ہم پر چھاتیان

بحر

آسیا سی ہین چکیا اور پتھر چھاتیان	مونگ چھاتی پر دلینگی یہ ستمگر چھاتیان

پستان کو سختی مین دل اور پتھر سے تشبیہ دی ہے۔

ذوق

یہ خار دشت بھی نرمی مین خواب مخمل ہے	ہر ایک تار رگ سنگ بھی ہے تار حریر

میر

جس کف پا کو برگ گل ہے خار	حیف ہے خار سے وہ ہووے فگار

مثال مشبہ اور مشبہ بہ عقلی کی۔

حالی

وہ طب جس پہ عش عش ہین ہمارے اطبا	سمجھتے ہین جس کو بیان [illegible] مسیحا

بتاتے ہین ہی بخل جسکے بہت سا		جسے عیب کی طرح کرتے ہین اخفا

علم طب کو عیب سے تشبیہ دی ہی اور ان دونون کے معلوم کرنے مین حواس کو دخل نہین بلکہ عقل سے معلوم ہوتے ہین اور علم طب سے مراد وہ ملکہ ہی جسکی وجہ سے آدمی اُسکے جزئیات کے ادراک پر قادر ہو جاتا ہے اور ملکہ سے مراد ایک حالت بسیط ہی جو کسی فن کی مزاولت سے حاصل ہو جاتی ہی اور جس شخص کو جس فن کا ملکہ حاصل ہوتا ہی جب اُسکے سامنے اُس فن کے جزئیات آتے ہین تو اُن جزئیات کے احکام کو بخوبی ادراک کر سکتا ہی۔

ہست مردمک دیدہ مین مجموعہ نگاہین		ہین جمع سویداے دل حشم مین آہین

نگاہ مشبہ اور آہ مشبہ بہ اور یہ دونون عقلی ہین۔

منشی چگنا تھ نظیر

نطق سے میرے ہی طبع سامعہ عاشق مزاج		شوخیان مضمون مین ہین نازحسینا نکی طرح

شوخیان مشبہ اور ناز حسینان مشبہ بہ اور یہ دونون عقلی ہین۔

مولوی محمد اسمٰعیل نے لکھا ہے جب انسان نے اپنے عیب کو سمجھ لیا تو گویا مرض کو پالیا اور جب مرض کو پالیا تو پھر علاج کرنا چندان دشوار نہین۔

عیب کو مرض سے تشبیہ دی ہی اور دونون عقلی ہین۔

مثال مشبہ حسّی اور مشبہ بہ عقلی کی۔

نسیم

جب نام خدا جوان ہوا وہ		مانند نظر روان ہوا وہ

وہ شخص یعنی تاج الملوک مشبہ اور نظر مشبہ بہ ہی۔

ولہ

گھر چھوڑ کے چل بسے سب انسان		پھر تن مین نہ آئے صورت جان

ولہ

پریان کہ ہزار ہا بھری تھین		ارمان سی سب وہان سے نکلین

ولہ

پھر پانسے نے کی نہ پاسداری		ہمت کی طرح وہ دل سے ہاری
پیارا یہ مرا ہے آدمی زاد	ولہ	رکھیو اسے جس طرح مری یاد

ولہ

ہیبت ساز مین کے دل مین آیا | اندیشے کی طرح سے سمایا

ولہ

یون سیج پہ آکے سوئی بیتاب | جس شکل سے آئے آنکھ مین خواب

ولہ

اُٹھی اُسے جی کی طرح چھوڑا | بدلا مانند رنگ جوڑا ؎

مقصود بالتمثیل مصرع اول ہی جس مین جی مشبہ بہ عقلی ہی اور تاج الملوک مشبہ حسی۔

مومن

بات کرنے مین رقیبون سے ابھی ٹوٹ گیا | دل بھی شاید اُسی بدعہد کا پیمان ہوگا ؎

انیس

گویا کہ تھا شبیہ الم سر بسر نشان | ڈر یا تھا خون سے پنجۂ پُر نور اور نشان

نشان مشبہ حسی ہی اور الم مشبہ بہ عقلی۔

دبیر

ان شیر و نکی شمشیرین ہین یا قوت غفار | یہ میان مین خوابیدہ اجل خوف سے بیدار ؎

شمشیر مشبہ حسی اور قوت غفار مشبہ بہ عقلی۔

فائدہ سوال تشبیہ محسوس کی معقول کے ساتھ ممنوع ہی اسلیے کہ محسوس معقول سے قوی ہی وجہ یہ کہ وہ معقول کے لیے اصل ہی کیونکہ علوم عقلیہ حواس سے مستفاد ہوتے ہین اور انھین کی طرف پر منتہی ہوتے ہین پس محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ دینا فرع کو اصل بنانا ہی اور یہ ناجائز ہی۔ **جواب** اسوقت مین معقول کو بھی محسوس مان لیتے ہین اور مبالغے کے طور پر اسکو محسوس کی اصل قرار دیتے ہین پس اس صورت مین تشبیہ تقدیری طور پر دو محسوسون مین ہوتی ہی۔

مثال مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی کی۔

ناسخ

بدن شراب کشی سے خم شراب بنا | ہے اپنی روح بدن مین برنگ بوے شراب

روح مشبہ عقلی ہی اور بوے شراب مشبہ بہ حسی۔

ولہ

متنفر یہ نہ ہو دماغ کبھی | گل نہ ہو عقل کا چراغ کبھی

عقل مشبہ عقلی اور چراغ مشبہ بہ حسّی۔

بیدار

آگئی دل مین ناگہان بیدار　　نگہ اُس کی خدنگ کے مانند

نگہ مشبہ عقلی اور خدنگ مشبہ بہ حسی۔

دبیر

فرعون کی مانند ہوا غرق حیا ظلم　　پڑھتا ہوا توبہ کی دعا بھاگ گیا ظلم

ظلم مشبہ عقلی اور رفرعون مشبہ بہ حسی ہے۔

مومن

رنگینی بزم کا بندھا دھیان　　جون بوے گل اُڑ گئے سب اوسان

اوسان مشبہ عقلی ہی اور بوے گل مشبہ بہ حسی۔

سرشار بریلوی

آثار نفس نے دی خبر کاروان عمر　　یعنی عدم کو چھوٹنے والی یہ ریل ہے

عمر مشبہ عقلی ہی اور کاروان مشبہ بہ حسی۔

ناسخ

فرقت کی بیکسی مین جو ساقی گزک نہین　　بے لینگے لخت دل کو ہم سیخ آہ سے

آہ مشبہ عقلی ہے اور سیخ مشبہ بہ حسی آہ اگرچہ سنائی دیتی ہی مگر بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہے۔

حالی

بس اگلے فسانے فراموش کر دو　　تعصب کے شعلے کو خاموش کر دو

تعصب مشبہ عقلی ہے اور شعلہ مشبہ بہ حسی۔

غالب

پاتے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے　　رکتی ہی مری طبع تو ہوتی ہی روان اور

طبع مشبہ عقلی ور نالے مشبہ بہ حسی ہین۔

ذوق

مثل گل گو کہ رکھے پردون مین　　بوے اُلفت چھپی نہین رہتی

اُلفت مشبہ عقلی ہی اور گل مشبہ بہ حسی ۔

امیر

شہر دیکھنے کا ہے انس فقط شکل آئینہ	کرتے ہین دل مرادہ مرے رو برو پسند

صدرالدین عاصی

جہان مین یہ ملی کیمیا ہمین عاصی ؔ	کہ خاک بن کے رہی اپنی کوے یار مین روح

روح مشبہ عقلی اور خاک مشبہ بہ حسی

وزیر

ہون وہ بلبل جو کرے ذبح خفا تو ہو کر	روح میری گل عارض مین رہے بو ہو کر

تنبیہ (۱) علم بیان والون نے تشبیہ خیالی کو حسی مین داخل کیا ہی اسلیے کہ حسی سے مراد وہ چیز ہے کہ یا وہ خود حواس سے ادراک کیجاتی ہو یا اُسکا مادہ پس خیالی سے تشبیہ کی بحث مین وہ مرکب مراد ہی کہ وہ خود تو حواس خمسہ ظاہرہ کے ذریعہ سے محسوس نہو لیکن جن اجزاے اُسکی ترکیب فرض کی ہو وہ تمام خارج مین موجود ہون اور حواس خمسہ ظاہرہ سے محسوس ہون جن مین قوت متخیلہ تصرف کرکے ایک ایسا مرکب تیار کرتی ہی جو خارج مین معدوم ہوتا ہی اور اس فرضی مرکب کو خیالی اسلیے کہتے ہین کہ اسکے اجزا کی صورتین حس خیال مین مرتسم ہوتی ہین یا یہ وجہ ہے کہ اسکی ترکیب دینے والی قوت متخیلہ ہی مثلاً ایک نیزہ تصور کرین جو یاقوت کا ہو یا ایسا جانور تصور کرین جسکے پر زمرد کے اور منقار یاقوت کی اور آنکھین موتی کی ہون پس یہ دونون چیزین خارج مین نہین پائی جاتین اور معدوم ہین لیکن متخیلہ نے اُن کو جن چیزون سے مرکب کیا ہے مثلاً نیزہ اور یاقوت اور مرغ اور پر اور منقار اور آنکھین اور زمرد اور یاقوت اور موتی یہ چیزین البتہ خارج مین موجود ہین حواس سے مدرک ہوتی ہین اور حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین پہونچی ہین ۔

نصیر احمد خان سحاب

پڑ گئی چوٹی مین کوڑی کا موباف	نظر آئے دو سانپ اک کیچلی مین

اک کیچلی مین دو سانپ کا ہونا اگرچہ خارج مین نہین پایا جاتا اور معدوم ہی لیکن متخیلہ نے اسکو جن چیزون سے مرکب کیا ہے وہ سانپ اور کیچلی ہی یہ چیزین البتہ خارج مین موجود ہین اور حواس سے ادراک کیجاتی ہین پس سانپ اور کیچلی جو حواس سے مدرک ہوے تھے متخیلہ نے اُن مین ترکیب دی ہی

شاداب

فریب مرغ کے جو دہ زلف پر شکن دیکھی	حلب کی صبح شب وادی مین دیکھی

حلب کی صبح اور شب وادی مین ایسے اُمور ہین کہ حواس سے مدرک ہوتے ہین تخیلہ نے اُن کا ترکیب دیکر جمع کیا ہی گو خارج مین ایک جگہ نہین پائے جاتے اور معدوم ہین۔

کوثر

سر کے تعویذ دنیہ تیرے مین کہون جیتی ہی	خوشۂ پروین ہی یہ ای مہربان بالاے سر

خوشۂ پروین کا سر پر واقع ہونا خیال محض ہی۔

شاداب

مانگ مین کب ہی یہ سیندور کا قشقہ ظالم	سامنے کھینچ کے لے آئے ہین خنجر گیسو

گیسو کا خنجر کھینچکر سامنے لانا خیال محض ہی خارج مین موجود ہونا اسکا ممکن نہین۔

منیر

ای پری زلفونکی اُلجھن مانگ سے موقوف کی	بعد مدت ملا ناگون مین کھنگھیرا ہو گیا

سید اصغر علی آبرو

زلف جانان ہو اگر سایہ فگن پانی مین	نظر آنے لگے سُنبل کا چمن پانی مین

تیغ

تشبیہ دے مجکا ہون مین مار دو سر کے ساتھ	زلفونکو اسکی ہاتھ لگاتا ہون ڈر کے ساتھ

آتش

چھپے ہین گیسوے مشکین جو اُس رخسار روشن پر	بغل مین ظلمت شب نے لیا ہی نور کا تڑکا

ظفر

ہی عشق کا دریا دل پُر سوز مین پنہان	حیران ہون کہ ہی آتش سوزان کے تلے آب

یہ مثالین ترکیب کی تھین تفریق کی مثال یہ ہی۔

شائق

زلف تیری تا کمر پہونچی نہ پھر آگے بڑھی	سورۂ واللیل کی تفسیر آدھی رہ گئی

سکندر

گرا ہے مانگ مین دل میرا آہ وہ سوئے گیسو نہ اُدھر	کہ آدھی رات اُدھر ہی اور آدھی رات اِدھر

(۲) تشبیہ وہمی کو عقلی مین داخل کیا ہی کیونکہ وہ بھی مثل معقولات کے حواس سے ادراک نہین کیجاتی لیکن ایسی ہی کہ اگر پائی جائے تو البتہ حواس سے مدرک ہو اور اسی وجہ سے عقلی اور وہمی مین امتیاز ہوتا ہے اور وہمی سے مراد وہ چیز ہے جس کو متخیلہ اپنی طرف سے اختراع کرے کہ اُسکی کچھ اصل نہو مثلاً سُنا جاتا ہے کہ غول ایسی چیز ہے کہ آدمیون کو راہ مین ہلاک کرتا ہے متخیلہ نے یہ اختراع کیا کہ وہ جانور درندہ کی شکل پر ہوگا اور اُسکے واسطے دانت تجویز کر لیے پس متخیلہ کے اختراع کی مثال دندان غول ہین -

زار

کون کرتا ہے لسون کے گور پر روشن چراغ	ہم کو چشم غول ہے گویا سر مدفن چراغ

چشم غول بھی دندان غول کی طرح متخیلہ کے مخترعات سے ہے -

شاداب

دود بالاے چراغ مہ کامل ہین یہ	یا نمایان ہین ترے رخ پہ پری رو گیسو

چراغ مہ کامل کے دھوین کی کچھ حقیقت نہین متخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہی

حیدر

دیدۂ افعیٔ اجل بن گیا	زلف کی افشان کا ستارہ ہمین

زلف کی افشان کے ستارے کو افعیٔ اجل کے دیدے سے تشبیہ دی ہی جس کی کچھ اصل نہین ہے متخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہی

امانت

صندل اُسکی ہے مانگ مین کیا خوب	راہ ظلمات مین یہ دلدل ہے

راہ ظلمات مین دَل دَل تصور کرنا وہم کا کام ہے اور یہ چیز حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین نہین پہونچتی ہے -

لطافت پسر امانت

پانون مین یار کے مہندی ہی تو سر پر گیسو	آتش رنگ حنا کا ہے دھوان ہر گیسو

عبد البصیر حضور

سنبل سی زلف چھوڑ کے رُخ پر وہ گلعذار
دکھلا رہا ہی آتش گل کا دُھوان مجھے

اصغر

تری اس مانگ سے کیا معنیٔ دلخواہ پیدا ہے	شب معراج کی اس خط سے گویا راہ پیدا ہے

مانگ کے خط کو شب معراج کی راہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ ایسی چیز ہے جسکا تصور کرنا وہم کا کام ہے اور خیال اس قسم کے تصور سے عاجز ہے۔

کلامی

حشر میں دیکھ کے وہ زلف سیہ کہدونگا	یہ سیہ نامۂ اعمال کا دفتر آیا

اسیر

گیسوے حور جنان ہے اسی توسن کی عنان	حلقۂ چشم ملک ہے اسی مرکب کی لجام

(۳۳) بعض چیزیں ایسی ہین کہ اُن کو انسان دل مین پاتا ہے مثلاً شیرین چیز کے کھانے سے یا ایک شے ملائم کے ہاتھ لگانے سے یا آواز ملائم اور پسندیدہ کے سُننے سے یا ایک خوشنما چیز کے دیکھنے سے یا خوشبو کے سونگھنے سے دل مین ایک مزہ اور لذت حاصل ہوتی ہے یا ان چیزون کے اضداد سے دل مین ایک الم بہم پہونچتا ہے اور مثلاً بھوکا ہونے یا سیر ہونے کو ادراک کرنا ان سب چیزون کو وجدانیات کہتے ہین علماے بیان نے ان کو بھی مثل وہمیات کے عقلیات مین داخل کیا ہے اور یہ چیزین ایسی ہین کہ ادراک ان کا نفس کی اُن قوتون سے ہوتا ہے جنکو وجدان کہتے ہین پس وجدان اندرونی قوتین ہین جو نفس کے ساتھ قائم ہین اور وہ قوتین یہ ہین مثلاً وہ قوت جو بھوک کو دریافت کرتی ہے اور وہ قوت جو سیری کو ادراک کرتی ہے اور وہ قوت جس سے خوف معلوم ہوتا ہے اور وہ قوت جس سے غم ورنج مدرک ہوتے ہین پس لذت الم بھوک سیری خوف غم اور رنج کے دریافت کرلینے کی قوتون کا نام وجدان ہے اور لذت الم بھوک سیری خوف غم رنج وجدانیات کہلاتے ہین اور ظاہر ہے کہ ایسے معانی ہین کہ نہ تو حواس ظاہرہ ان کا ادراک کر سکتے ہین اور نہ محض عقلیات ہین کیونکہ محض عقلیات معانی کلیہ ہوتے ہین اور لذت الم خوشی غم خوف غضب بھوک اور سیری ایسے جزئیات ہین جو حواس باطنہ کی طرف منسوب ہوتے ہین اور یہان لذت والم سے وہ لذت والم مراد ہین جو حس سے پیدا ہوتے ہین نہ وہ لذت والم جو عقلی ہین کیونکہ یہ وجدانیات سے نہین بلکہ محض عقلیات مین داخل ہین جو حس سے پیدا ہوتے ہین اُن کا شمار وجدانیات مین ہے۔ س

عشرت دیتا ہے لبالب جنت الفردوس کل واعظ	مے گلگون مین آتا ہے ہمین یان لطف کوثر کا

مے گلگون کا لطف وہ لذت ہی کہ اُسکے پینے کے بعد دل مین حاصل ہوتا ہے۔

دلگیر

وقت سر کٹنے کے یہ نکلی صدا شاہ دین	آبِ کوثر کا مزہ ہے خنجرِ بے آب مین

دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیان مین

وجہ شباہت وہ معنے ہین کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون اُس مین شریک ہون اور وہ معنی مقصود بھی ہون اور مشبہ اور مشبہ بہ سے بہت خصوصیت رکھتے ہون اُسکو وجہ شبہ بھی کہتے ہین اگرچہ شیر اور رستم بہت سی باتون مین شریک ہین مثلاً حیوانیت اور جسمیت اور وجود اور حدوث دونون مین پائے جاتے ہین مگر ان مین سے کوئی شے وجہ شبہ نہین کیونکہ ان چیزون کا قصد نہین کیا جاتا ہی پس وجہ مشابہت کے لیے قصد کا ہونا ضرور ہی۔ شایان نے ایک عابد کو شیر کے ساتھ فقط جنگل مین رہنے کی وجہ سے تشبیہ دی ہے پس یہان یہی چیز مقصود ہے بخلاف رستم اور شیر کی تشبیہ کے کہ وہان شجاعت مقصود ہوتی ہے۔

وہ جنگل مین رہتا تھا مانند شیر	چلے آتے تھے پاس اُس کے کبیر

مشبہ اور مشبہ بہ حقیقت مین مشترک ہون تو چاہیے کہ صفت مین جُدا ہون اور اگر صفت مین مشترک ہون تو چاہیے کہ حقیقت مین جُدا ہون اگر دونون کی حقیقت وصفت ایک ہوگی یا دونون کی حقیقت وصفت بالکل مغائر ہوگی تو تشبیہ باطل ہوگی **مثال** شریک حقیقت کی گدھا مانند ہاتھی کے ہی گدھا اور ہاتھی حقیقت مین شریک ہین یعنی دونون حیوان ہین مگر صفت مین علیحدہ علیحدہ ہین **مثال** شریک صفت کی زید گھوڑے کی طرح سو کوس راہ جاتا ہے **مثال** حقیقت وصفت متحد ہونے کی زید کا ایک گھوڑا جو کمیت ہے اور سو کوس راہ جاتا ہی ایسا ہی جیسا کہ زید کا دوسرا کمیت گھوڑا جو سو کوس جاتا ہے اس مثال مین دونون کی حقیقت وصفت ایک ہی کیونکہ دونون گھوڑے حقیقت مین جانور ہین اور صفت مین بھی یکسان ہین کہ سو کوس راہ چلتے ہین پس تشبیہ کا فائدہ کچھ نہین **مثال** حقیقت وصفت مین غیر ہونے کی بو علی سینا درخت چنار کی طرح اچھا ذہن رکھتا ہی اس صورت مین بھی تشبیہ صحیح نہین۔

وجہ مشابہت مشبہ بہ اور مشبہ کی حقیقتون سے یا تو خارج نہین ہوتی ہی یعنی دونون کی تمام ماہیت ہوتی ہی یا ماہیت کا جز ہوتی ہی تمام ماہیت ہونے سے مراد یہ ہی کہ دونون کی نوع ہوتی ہی جیسے

کہین یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کشمیرے کی ہی اور ماہیت کا جز ہونے سے مراد یہ ہی کہ اُن دونون کی جنس یا فصل ہوتی ہی جنس کی مثال یہ ہی کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کپڑے کی ہی اور فصل کی مثال یہ ہی کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح ریشم کی ہی یا دونون کی حقیقتون سے خارج ہوتی ہے اور یہ ایک صفت ہوتی ہی کہ دونون کی ذاتون کے ساتھ قائم ہوتی ہی اور اس صفت کی تین قسمین ہین

ایک حقیقی کہ ذات مین متمکن اور متقرر ہو اور پھر یہ بھی دو طور پر ہی۔

(الف) حسی اور وہ کیفیت جسمانی ہے کہ حواس خمسہ ظاہری سے مدرک ہوسکتی ہی جیسے رنگ اور شکل اور مقدار اور حرکات اور حُسن و قبیح اور ہنسنا اور رونا اور سیدھا ہونا اور ٹیڑھا ہونا اور آواز اور مزہ اور خوشبو اور بدبو اور سختی اور نرمی اور اونچا ہونا اور نیچا ہونا اور چکنا ہونا اور کھردرا ہونا اور گرمی اور سردی اور تری اور خشکی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وجہ شبہ مین طرفین تشبیہ شریک ہوتے ہین اور جو چیز ایسی ہو کہ اُس مین دو سرے شریک ہون وہ کلی ہے کیونکہ جزئی مین شراکت ممتنع ہے اور جو چیز حسی ہوتی ہے وہ کسی طرح کلی نہین ہوتی کیونکہ جو حسی ہی وہ جسم مین موجود ہے اور مدرک کے نزدیک حاضر بھی ہی اور ہر ایسی چیز جو جسم مین موجود اور مدرک کے نزدیک حاضر ہو وہ جزئی ہوتی ہی پس وجہ شبہ حسی کیسے ہوسکتی ہی تو ہم اسکا جواب یون دینگے کہ وجہ شبہ کے حسی ہونے سے مراد یہ ہی کہ اُسکے جزئیات اور افراد حواس ظاہرہ سے مدرک ہوتے ہین جیسے سُرخی کہ اُسکے جزئیات حس سے مدرک ہوتے ہین مثلاً گلاب کے پھول اور معشوق کے چہرے کی سُرخی کہ یہ مطلق سُرخی کے افراد ہین دیکھنے مین آتے ہین البتہ مطلق سُرخی کہ وہ کلی ہی نہ حس بصر سے مدرک ہوسکتی ہی نہ کسی دوسری حس سے۔

(ب) عقلی اور وہ وہ کیفیت نفسانی ہی کہ عقل سے ادراک کی جاتی ہی جیسے فہم کی تیزی اور علم اور معرفت اور قدرت اور کرم اور سخاوت اور حلم اور غضب اور شجاعت۔

دوسرے اضافی اور وہ وہ ہی کہ ذات مین متمکن اور متقرر نہو بلکہ دو چیزون سے متعلق ہو مثلاً کوئی شخص دلیل کو آفتاب سے تشبیہ دے اس نظر سے کہ دونون مین ازالہ حجاب کی صفت ہی اور یہ صفت دلیل اور آفتاب کی ذات مین ثابت نہین بلکہ دونون سے متعلق ہے۔

تیسرے اعتباری اور وہ وہ ہی کہ اُسکا مفہوم واقع مین نہو اور صرف عقل نے اُسکو اعتبار کر لیا ہو جیسے درندے کی شکل اور دانت کا اختراع کرنا غول کے واسطے کہ یہ صرف صورت وہمیہ ہی اور واقع مین اُس کے واسطے کچھ تحقق نہین۔

دوسری تقسیم وجہ شباہت کی یہ ہے کہ وہ یا تو واحد ہوتی ہی اور واحد سے مراد یہ ہی کہ اُس کو عرف مین واحد سمجھتے ہون نہ یہ کہ اُس کے لیے مطلقاً اجزا نہون یا بمنزلے واحد کے ہوتی ہی اور وہ وہ ہے کہ کئی چیزین ملکر ایک چیز کے حکم مین ہو جائین یا متعدد ہوتی ہے پہلی دونون قسمون مین سے ہر ایک دو حال سے خالی نہین یا حسّی ہے یا عقلی اور تیسری قسم کے تین حال ہین ایک یہ کہ حسّی ہوتی ہی دوسرے عقلی تیسرے یہ کہ مختلف ہوتی ہی کہ بعض حسّی ہوتی ہی بعض عقلی ہو وجہ شبہ حسّی مین لازم ہی کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسی ہون اسلیے کہ وجہ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ سے حاصل ہوتی ہے اور اُن دونون مین موجود ہوتی ہی اور جو چیز عقل مین موجود ہوتی ہی تو اُسکو حس سے ادراک نہین کر سکتے عقل ہی سے ادراک ہو سکتی ہے کیونکہ جو چیز حس سے مدرک ہوتی ہے وہ یا تو جسم ہوتی ہے یا جسم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اگر وجہ شبہ عقلی ہو تو مشبہ اور مشبہ بہ کا عقلی ہونا ضرور نہین بلکہ جائز ہی کہ دونون عقلی ہون خواہ دونون حسّی خواہ ایک عقلی ہو ایک حسّی اسلیے کہ یہ امر جائز ہے کہ کسی شئے حسّی کے ساتھ بعض وصف عقلی قائم ہو جیسے جرأت کہ ایک وصف عقلی ہے اور زید و شیر کے ساتھ قائم ہوتی ہے باوجودیکہ یہ دونون حسی ہین حاصل کلام یہ ہی کہ وجہ تشبیہ سولہ قسم پر ہے (۱) واحد حسی (۲) مرکب حسی (۳) متعدد حسی (۴) متعدد مختلف یعنے بعض حسی اور بعض عقلی (۵) واحد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۶) واحد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۷) واحد عقلی جس مین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۸) واحد عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی (۹) مرکب عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۱۰) مرکب عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۱۱) مرکب عقلی جس مین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۱۲) مرکب عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی (۱۳) متعدد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۱۴) متعدد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۱۵) متعدد حسّی جس مین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۱۶) متعدد عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسّی۔

تنبیہ واحد حسی اور مرکب حسی اور متعدد حسی مین ہمیشہ مشبہ اور مشبہ بہ حسّی ہوتے ہین۔

اب انکی امثلہ پر غور کرنا چاہیے۔

وجہ شبہ واحد حسّی جیسے حلقے کی صورت پر ہونا بالے اور ہالۂ مہ کی تشبیہ مین اور چمک بالے اور بجلی کی تشبیہ مین۔

ہالۂ مہ سا جو پہنا اُس نے بالا کان مین	تا در بالا بجلی سا چمک اُٹھا دو بالا کان مین

اور شکل غنچے اور عطردان کی تشبیہ مین۔

سودا

چمن مین کسکی مدارات ہے بتا تو نسیم	کہ صبح غنچون کے سب عطردان کھولدیے

اور رونا خزانے والون اور فوارے کی تشبیہ مین۔

نخوش نہون دولت دنیا سے زمانیوالے	رو ئینگے صورت فوارہ خزانے والے

اور پر آب ہونا چشمے اور چشم منتظر کی تشبیہ مین۔

نسیم

وان سے جو بڑھا تو ایک چشمہ	پر آب تھا چشم منتظر سا

اور ہلالی ہونا ابرو کی تشبیہ مین کمان اور تیغے کے ساتھ وجہ شبہ ہے۔

برق

دو کمانین ہین کہ ہین تیغے یہ ای قاتل	ہمنے دیکھے نہین اسطرح کے زنہار ابرو

اور قطع مسافت قاصد اور مرغ کی تشبیہ مین۔

وزیر

خط پہ خط لائے جو میرے نامہ بر	بولا ان مرغون کا دڑبہ کھل گیا

اور آواز کا بھاری ہونا گجنال اور رعد کی تشبیہ مین اسی طرح بھاری ہونا آواز شترنال اور آواز طاؤس کی تشبیہ مین۔

سودا

گجنال مثل رعد کڑکتے تھے دم بدم	آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار

اور خوشبو معشوق کے گیسو اور مشک و عنبر کی تشبیہ مین۔

مولوی سرور علی سرور

کیون معطر نہ کرے بزم ترا ہر گیسو	دونون مین ایک ہے مشک ایک ہے عنبر گیسو

اور تلخی شراب اور کف مار سیہ کی تشبیہ مین۔

مومن

بادہ کش ایسی تلخ کام کہ ہے	کف مار سیہ سے احمر

اور شہد بادہ اور شربت کی تشبیہ مین۔

ناسخ

ترے ہونٹوں کی دولت مثل شربت — ہوا ہے بادہ گلفام شیرین

اور مزیدار ہونا خون جگر اور شراب کی تشبیہ مین۔

سودا

خون جگر شراب ترشح ہے ابر تر — ساغر مرا گرد نہین ابر بہار کا

اور نرمی پیٹ اور مخمل کے تکیے کی تشبیہ مین۔

ناسخ

جی مین ہے رکھ کے سر مین سو جاؤن — تکیہ مخمل کا ہے تمھارا پیٹ

اور نرمی زانو کی تشبیہ مین تکیے کے ساتھ۔

مثنوی سحرین

آگے دل کو کوئی کرے گی گرم — زانو ہو گا کسی کا بالش نرم

اسی طرح نرمی پیٹ اور شیر کی تشبیہ مین۔

ناسخ

گو وہ رعنا غزال ہے لیکن — نرم ہے مثل شیر سارا پیٹ

اور نرمی دشمن اور موم کی تشبیہ مین اور سختی دشمن اور آہن کی تشبیہ مین۔

نسیم

لکڑی مین اثر یہ ہے کہ دشمن — بنجاتا ہے موم اگر ہو آہن

وجہ شبہ واحد عقلی اور اُسکے استعمال کی کئی صورتین ہین۔

(الف) مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسّی ہون۔

جیسے جرأت زید اور شیر کی تشبیہ مین اس لیے کہ وہ غیر محسوس متعلق عقل کے ہے اور یہان مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسّی ہین۔

نعیم

چتونون مین جان لے لی عاشق ناشاد کی
تیغ ابرو یار کی تلوار ہے جلاد کی

[illegible]

اسیر

لب شیریں کے وصف کرتے ہیں | بات گویا نبات اپنی ہے

بات اور نبات میں وجہ شبہ رغبت ہے۔

فدی

اپنی ہستی میں تو آثار فنا سارے ہیں | شام کو ذرے ہیں اور صبح کو ہم تارے ہیں

متکلم نے اپنے آپکو ذرے اور تارے سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ معدومیت ہے۔

ولہ

گلزار ہوا ہے پانی پانی | بلبل پانی کا بلبلا ہے

بلبل اور بلبلے کی تشبیہ میں قریب الفنا ہونا وجہ شبہ ہے۔

شہیدی

حدیث جان فزا کے ہیں مسخر انس و جان یکسر | تمھارا لعل لب ہے یا نگینہ اسم اعظم کا

لعل لب اور اسم اعظم کے نگینے میں وجہ شبہ تسخیر ہے۔

ناسخ

دیکھکر قبروں کو اے دل کوچ اپنا یاد کر | سب یہ گویا میل ہیں راہ فنا کیواسطے

قبریں مشبہ حسی اور میل مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ دونوں میں ہدایت ہے۔

شاداب

کہیں کیونکر نہ شاہ حسن تم کو | مشابہ زلف ہے بال ہما سے

زلف کی تشبیہ میں بال ہما کے ساتھ وجہ مشابہت عزت و شرف ہے اور یہ عقلی ہے اور مشبہ و مشبہ بہ دونوں حسی ہیں۔

سودا

تیرے پہلو سے جو مجلس میں ہیں جلے ہیں | شمع رو نظر دل سے جوں لگن شمع گئے جلے ہیں

عاشق مشبہ اور شمع مشبہ بہ وجہ شبہ بے عزتی ہے۔

خوشتر

زمیں پر اس طرح تھا شاہ کا حال
ہما غلطاں ہو جیسے بے پر و بال

شاہ کو ہما کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ہمایوں ہونا ہے۔

ذوق

مطبخ میں اُس کے پشۂ نمرود ہر ذباب	ہو مغز جان کافر نعمت کے واسطے

ذباب و پشہ مشبہ و مشبہ بہ حسی ہیں اور ہلاکت وجہ شبہ عقلی۔

امیر مینائی

بلبل کی طرح باغ میں ہے بے قرار گل	دیکھا نہیں ہے بسکہ کئی دن سے روے پاک

گل مشبہ حسی اور بلبل مشبہ بہ حسی اور بے قراری وجہ شبہ ہے اور یہ عقلی ہے۔

(ب) مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ واحد عقلی۔

سودا

ہے زہر مرگ حلال اُسکو شہد زیست حرام	بسر اب جہان میں کوئی کرے جو تجھسے کا بد خواہ

مرگ و زیست مشبہ عقلی ہیں اور زہر و شہد مشبہ بہ حسی اور اول میں فنا کرنا وجہ شبہ ہے اور دوم میں رغبت وجہ شبہ ہے اور یہ دونوں واحد عقلی ہیں۔

ذوق

سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گر رگ	مومیائی ہو حمایت تری حق میں اسکے

حمایت مشبہ عقلی ہے اور مومیائی مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ درستی ہے جو عقلی ہے۔

غالب

ابھی تو تلخی کام دہن کی آزمایش ہے	رگ و پے میں جب اُترے زہر غم تب دیکھیے کیا ہو

غم مشبہ اور زہر مشبہ بہ اور وجہ شبہ ہلاکت ہے ظاہر ہے کہ مشبہ اور وجہ شبہ عقلی ہے

احمد حسین خان بی اے

اسلام پاک نور ہے اور رشک طور ہے	اسلام ایک نور ہے اور پاک نور ہے

حالی

بزرگوں کا ہی نام روشن کریں گے	یہی شمع اسلام روشن کریں گے

پہلے شعر میں اسلام کو نور بمعنی روشنی سے اور دوسرے شعر میں اسلام کو شمع سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ہدایت ہے ان مثالوں میں مشبہ عقلی ہے اور مشبہ بہ حسی اسلام کے ساتھ مطلوب حاصل ہوتا ہے اور حق و باطل کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے جیسے نور و شمع کے ذریعہ سے مطلوب کا ادراک ہو جاتا ہے اور اشیا میں تمیز حاصل ہو جاتی ہے پس اسلام اور نور و شمع میں وجہ مشابہت

ہدایت ہی کہ ایسے راستے کی طرف دلالت کو کہتے ہین جو مطلوب کی طرف پہونچاتا ہے۔

ولہ

بس اگلے فسانے فراموش کردو | تعصب کے شعلے کو خاموش کردو

تعصب مشبہ عقلی ہی اور شعلہ مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہی۔

مثنوی سعدین

طعنۂ تلخ اقارب سے کے | نیش نیجائین کے عقارب کے

طعنۂ اقارب مشبہ عقلی اور نیش عقارب مشبہ بہ حسی اور ایذا وجہ شبہ واحد عقلی اگر کوئی کہے کہ طعنۂ اقارب بوجہ سنائی دینے کے چاہیے کہ مسموعات سے ہون تو جواب اسکا یہ ہی کہ سنائی دینا شان سے آواز کی ہی اور طعنۂ اقارب بذریعۂ اس آواز کے عقل سے مدرک ہوتے ہین اسی قبیل سے نسیم کا یہ شعر ہے

جو آکے سخن پکارتا تھا | پتھر سا کھینچ مارتا تھا

سخن پکارنا مشبہ عقلی اور پتھر کھینچ مارنا مشبہ بہ حسی کیونکہ چھونے کی چیزون سے ہی اور وجہ شبہ ایذا رسانی ہی۔

میر

پایا نہین جائے گا وہ دُر نایاب | گر ہو گر ہو کے عبث جان کو مت کھو یا کر

جان مشبہ عقلی ہی اور دُر نایاب مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ گرامی ہونا ہی۔

امانت

زہر کھائین نہ بات پر کیونکر | قند کی ہے ڈلی تمھاری بات

بات مشبہ عقلی ہی اور قند کی ڈلی مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رغبت ہی اور یہ بھی عقلی ہی۔

بیدار

آہ ہر آن گلرخان کی ادا | خار سی آہ دل مین کھٹکے ہے

ادا مشبہ عقلی ہی اور خار مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ الم ہی جو عقلی ہی۔

ناسخ

دوزخ تمام شہر ہے تیرا ہی گھر بہشت | ای حور جاؤن مین ترے دروازے سے کہان

شہر کی تشبیہ مین دوزخ کے ساتھ تکلیف وجہ شبہ ہی اور گھر کی تشبیہ مین بہشت کے ساتھ آسایش وجہ شبہ ہے۔

انیس

سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے	لنگر ہے جو دل تو ہر نفس باد مراد

ایمان مشبہ عقلی اور ناخدا مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رہبری ہے۔

ناسخ

گل ہو عقل کا چراغ کبھی	منتشر نہ ہو دماغ کبھی

عقل کو چراغ سے تشبیہ دی ہے مشبہ عقلی ہے اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ انکشاف ہے اور یہی عقلی ہے
(ج) مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے۔

ظفر

زبان سحر و بیان نور علی نور	قیامت قامت و رفتار آفت

رفتار کی تشبیہ میں آفت کے ساتھ مشبہ بہ حسی ہے اور مشبہ بہ عقلی اور تکلیف کا پہونچنا وجہ شبہ واحد عقلی ہے

تسلیم

یہ اگر جان تھی تو وہ ایمان دل رنجور وہ تھا یہ تھی سرور	وہ اگر جسم تھا تو یہ تھی جان چشم مشتاق یہ تھی وہ تھا نور

عاشق معشوق مشبہ حسی ہیں اور جان وایمان اور نور یعنی بینائی اور سرور مشبہ بہ عقلی ہے اور جان کے ساتھ تشبیہ میں وجہ شبہ مدار حیات ہونا ہے اور ایمان کے ساتھ تشبیہ میں ضروری ہونا ہے اور نور کے ساتھ تشبیہ میں وجہ شبہ ذریعۂ انکشاف ہونا اور سرور کے ساتھ تشبیہ میں وجہ شبہ موجب راحت ہونا ہے۔

حسرت

غضب تو ہے کہ فتنہ ہے بلا تو ہے کہ آفت ہے بلا کیسے کہ زلف اس کو یہ گیسو ہے کہ آفت ہے	تو بجلی ہے کہ شعلہ ہے تو مہر و ہے کہ آفت ہے نہ دل چھوڑے نہ جاں چھوڑے نہ دین و ایمان

معشوق مشبہ حسی ہے اور آفت و غضب و فتنہ و بلا مشبہ بہ عقلی ہے ۔ اسی طرح زلف مشبہ حسی اور بلا مشبہ بہ عقلی اور گیسو مشبہ حسی اور آفت مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تکلیف رسانی ہے اور یہ واحد عقلی ہے۔

گلزار نسیم

گلشن ہے جواہر ہیں کہ جادو	تختہ ہے زمرد یں کہ مینو

تاج الملوک نے جو شہر آباد کیا تھا اسکو جادو سے تشبیہ دی ہے اور وجہ مشابہت عجائبات پر مشتمل ہونا ہے۔

(د) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں عقلی ہوں اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے علم کو زندگی سے اور جہل کو موت سے تشبیہ دیں اور کہیں علم زندگی کی طرح ہی اور جہل موت کی مثل ہی پہلی مثال مین وجہ شبہ زندہ کرنا ہے اور دوسری مین مارنا۔

محمد حسین علی نسیم ساکن میسور

نگہ بدلی ہی مہوش یا بلاے آسمانی ہے
ستارہ میری قسمت کا تمھاری مہربانی ہی

بدلی ہوئی نگہ کو بلاے آسمانی کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت دونون مین تکلیف پہونچانا ہے اور یہ تینون عقلی ہین۔

مومن

رکھے مجھکو جیسا مین اُسکو عزیز
نہ معشوق و عاشق مین ہووے تمیز

قائل نے معشوق کے عزیز رکھنے کو اپنے عزیز رکھنے کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ محبت ہی اور یہ تینون عقلی ہین۔

امیر

میرے بالین پہ روتی ہی حسرت
عشق بھی مرگ نوجوانی ہے

عشق کو مرگ نوجوانی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ کثرت الم ہی اور یہ تینون عقلی ہین۔

ولہ

اس قدر غالب ہوای خواب مرگ
آچکا ہے وعدۂ دیدار یار

مرگ کو خواب سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ بیخبری ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

ہے زبان حضور کی جو بات
سحر و افسون ہی یا کرامت ہے

بات مشبہ عقلی ہی کیونکہ بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہی اور سحر و افسون و کرامت مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے۔

قلندر

اے قلندر یہ نظم ہا جادو
تونے تو لعل سا اُگا لدیا

نظم جو بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہی مشبہ عقلی ہی اور جادو مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے اور نظم کی تشبیہ مین لعل کے ساتھ مشبہ بہ حسی ہی دیکھنے کی چیزون سے اور وجہ شبہ عمدگی ہی۔

دیا شنکر نسیم

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی ‏ ‏ انسان کی ہے مرگ زندگانی

زندگانی کو موت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ عدم نفع ہے یعنی جس طرح کہ موت قابل نفع نہین اسی طرح ایسی زندگی بھی قابل نفع نہین -

احسان اللہ بیان

جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی ‏ ‏ ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی

نگاہ مشبہ عقلی ہے اور جادو اور سحر اور بلا مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ نگاہ اور سحر اور جادو کی تشبیہ مین اثر ہے اور نگاہ اور بلا کی تشبیہ مین ایذا و تکلیف دہی وجہ شبہ ہے اور وجہ شبہ دونون جگہہ واحد عقلی ہے -

مومن

عیش وطن اندوہ غریبان ‏ ‏ دست جنون سے چاک گریبان

وطن کے عیش کو مسافرون کے اندوہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ دونون عقلی ہین اور وجہ شبہ طبیعت کا مکدر رہنا ہے یہ بھی عقلی ہے -

حالی

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا ‏ ‏ نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملا کو چھوڑا

ورع مشبہ عقلی اور طلسم مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تلبیس ہے -

رسا

ای ستمگر تیری ابرو بھی دم شمشیر ہے ‏ ‏ جو کرشمہ ہے بلا ہے جو کشش ہے تیر ہے

کرشمے کو بلا سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ایذا رسانی ہے -

وجاہت جھنجھانوی

جہل ہے اک متعدی مرض اللہ بچائے ‏ ‏ یہ کبھی لکھے پڑھے کو بھی چمٹ جاتا ہے

جہل کو مرض متعدی سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ ہلاکت یا نقصان رسانی ہے اور یہ تینون عقلی ہین

وجہ شبہ مرکب اور یہ بھی کبھی حسی ہوتی ہے کبھی عقلی اول وجہ شبہ مرکب حسی اس کی دونون طرفین یعنی مشبہ اور مشبہ بہ مثل وجہ شبہ واحد حسی کے حسی ہوتی ہین کیونکہ وجہ شبہ جبکہ حسی ہوتی ہے تو ہر حالت مین اُس کی طرفین حسی ہوا کرتی ہین واحد اور متعدد اور مرکب ہونیکی وجہ سے فرق نہین پڑتا اور اُسکی چار قسمین ہین -

(۱) اس مین مشبہ اور مشبہ بہ دونون مفرد حسی ہون جیسے۔

سودا

رنجک ہی بہر شوق اڑا کرے ہی برق	گولی ہی ڈھالتا ہی سحاب تگرگ بار

مصرع اول مین رنجک اور برق دونون مفرد ہین اور اسی طرح مصرع ثانی مین گولی اور تگرگ مفرد ہین لیکن اول مین روشنی اور دفعۃً چمکنا اور پھر بعد اس کے جاتے رہنا اور اس کا انعکاس فضا مین اور اس سے دیکھنے والون کی آنکھون کا جھپکنا پانچ چیزین مرکبہ ہو کر وجہ شبہ واقع ہوئی ہین اور دوسرے مین مدور ہونا اور مقدار مخصوص فقط دو چیزین۔

رند

مہوش یار نے افشان جو چنی ماتھے پر	رخ خورشید پہ ہے عقد ثریا مجھکو

افشان مشبہ اور عقد ثریا مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہی جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہے جو افشان اور ثریا کے ساتھ قائم ہین اور وہ صفات یہ ہین قریب قریب واقع ہونا ایسی صورتون کا جو سفید اور براق اور گول ہین اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہین گو واقع مین بڑی بڑی ہین اور وہ صورتین نہ تو نہایت شدت کے ساتھ باہم ملی ہوئی ہین اور نہ زیادہ دور ہین اور یہ تمام صفات وکیفیات ایسی مقادیر سے منضم ہین جن مین سے ہر ایک مقدار کو طول وعرض حاصل ہے پس شاعر نے وجہ شبہ مین کئی ایسی چیزون کی طرف نظر کر کے جو عقد ثریا اور افشان کے ساتھ قائم ہین اور وہ قریب قریب ہونا گول ہونا اور چھوٹا ہونا ہے اُس ہیئت کی طرف قصد کیا ہی جو اُن سے حاصل ہوتی ہے یہی صورت ہی امین الدولہ مشتاق کے شعر مین عقد ثریا کی تشبیہ مین جھومر کے ساتھ۔ ہے

دیکھکر عقد ثریا کو فلک پر اے ماہ	سر پر نور وضیا کا ترے جھومر جانا

امیر

دار بست تاک مین خوشے نظر آنے لگے	جسطرح جھرمٹ ستارون کا فراز آسمان

خوشے اور ستارے مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہی جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوئی ہے جو خوشون اور ستارون کے ساتھ قائم ہین اور وہ یہ ہین قریب قریب واقع ہونا ایسی چیزون کا جو سفید اور براق اور گول اور متعدد ہین اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہین اور وہ نہ تو باہم بالکل متصل ہین اور نہ زیادہ منفصل ہین اور انمین سے ہر ایک چیز ذی مقدار ہے

ولہ

یہی دو چار دانے حاصل کشت محبت ہین		نہین اشک مسلسل بالیان ہین خرمن دل کی

اشک مسلسل مشبہ اور بالیان مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین وجہ شبہ ایک ہیئت ہے جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہی جو اشک مسلسل اور بالیون کے ساتھ قائم ہین یعنی دراز اجسام مین گول گول اجسام کا واقع ہونا اور ان گول اجسام کا چھوٹا چھوٹا نظر آنا اور ان گول اجسام کا نہ تو بالکل باہم پیوستہ ہونا اور نہ زیادہ منفصل ہونا۔

(۲) مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب حسی ہون جیسے

جرار

کیا سیماب کے چشمے مین مسکن آکے ناگن نے		پڑا ہی تیرے روے صاف پر کیا پیچ کاکل کا

روے صاف پر کاکل کے پیچ کا پڑنا مشبہ ہی اور سیماب کے چشمے مین ناگن کا رہنا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک چمکدار اور شفاف مسطح چیز مین ایک سیاہ اور دراز چیز کا رہنا ہی۔

رسا

کاکل مشکین نہین ہین چہرۂ گلنار پر		ہی بچھایا جال کاہی رنگ کا گلزار پر

کاکل مشکین کا چہرۂ گلنار پر ہونا مشبہ اور گلزار پر کاہی رنگ کے جال کا بچھانا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک رنگین اور خوشنما چیز پر ایک ایسی سیاہ چیز کا جسکے اجزا مین کشادگی ہو پھیل جانا ہی۔

امانت

دیوانہ تیرا سوکھ کے کانٹا ہوا ہے کیا		سر تن پہ یون ہے آبلہ ہو جیسے خار پر

تن اور اس پہ سر کا ہونا مشبہ ہی اور خار پر آبلے کا ہونا مشبہ بہ ہی وجہ شبہ ایک باریک اور لاغر اور دراز چیز پر ایک مدور چیز کا واقع ہونا ہی۔

لمؤلفہ

چین گیسو مین گوشوارہ ہے		برج عقرب مین یا ستارہ ہے

چین گیسو مین گوشوارے کا ہونا مشبہ ہی اور برج عقرب مین ستارہ کا ہونا مشبہ بہ وجہ شبہ ایک چمکدار اور روشن اور خوشنما چیز کا ایک ٹیڑھی اور پیچدار چیز مین واقع ہونا ہے رنگ کو یہان وجہ شبہ مین مداخلت نہین اسلیے کہ گیسو اگرچہ سیاہ ہوتے ہین مگر برج عقرب سیاہ نہین ہے بلکہ وہ روشن ستارون سے بنا ہے۔

ظفر

چشم مخمور تری سرخ اور اُس مین کاجل — واہ کیا ساتھ شفق کے ہی گھٹا سی چھٹی

سرخ آنکھ مین سیاہ کاجل کا واقع ہونا مشبہ ہی اور شفق کے ساتھ سیاہ بادل کا ملحق ہونا مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ ایک سرخ رنگ شے مین سیاہ شے کا واقع ہونا ہی۔

شوکت

خال ہے اُس کے روے تابان پر — حبشی جلوہ گر فرنگ مین ہے

خال اور گورا چٹا منھ مشبہ اور حبشی اور ملک فرنگ مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک سیاہ فام چیز کا ایک سفید چیز مین واقع ہونا ہے۔

سودا

سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر — ساغر لعل مین جون کیجے زمرد کو حل

وجہ شبہ یہان کئی چیزون سے مرکب ہے اور وہ ایک سرخ چیز کا سبز چیز کے درمیان مین واقع ہونا ہی اور مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب ہین۔

گویا

روتا ہون مرے ساتھ ذرا ہنستے رہو تم — بجلی بھی چمکتی رہے باران کے برابر

عاشق کے رونے کے ساتھ معشوق کا ہنسنا مشبہ ہے اور باران کے ساتھ بجلی کا چمکنا مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ ایک سیال اور روان چیز مین جسکی وجہ سے تاریکی پیدا ہو جاتی ہی ایک چمکدار چیز کا نمایان ہونا ہی۔

امیر اعظم علی اعظم

عرق اُس چہرۂ رخشان پہ پلکون سے عیان یون ہے — شعاع برق مین جون ابر گوہر بار ہو پیدا

ظہر

زلف اپنے رخ پہ دیکھ ذرا لے کے آئینہ — دریا پہ گر نہ دیکھا ہو تو نے سحاب صبح

جلال

آ رہی زلف ہوا سے جو تری پستان پر — ابر نے لے لیا آغوش مین کہسارون کو

خلیق

دو چراغ حسن ہین فانوس محرم مین نہان — کب ہین پیاری شمع رو انگیا کے اندر چھاتیان

ناسخ

جس طرح ہی شمع کو حاجت شب دیجور کی ہے | پڑتی ہی روشن دلونکو تیرہ جانون سے غرض

(۳) مشبہ مفرد حسی ہو اور مشبہ بہ مرکب حسی اور مفرد سے مراد وہ چیز ہی جو ایسی ہیئت پر نہ ہو کہ کئی چیزون سے منتزع ہو بخلاف مرکب کے کہ وہ کئی چیزون سے منتزع ہوتا ہی پس مقید و قید کا مجموعہ بھی مفرد سمجھا جائے گا۔

شباب

سبز نیزون پہ ہون جسطرح پھرہرے خوشرنگ | آجکل ہے گل لالہ پہ کچھ اس طرح بہار

گل لالہ مشبہ مفرد حسی ہی اور خوشرنگ پھرہرون کا سبز نیزون پر نصب ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہی اور ایسی ہیئت کہ سبز اور دراز اجسام کے سرون پر خوشرنگ اور بسوط اجسام کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہی وجہ شبہ ہی۔

معجز

لب رنگین نہین گلشن مین شفق پھولی ہے | نئی تشبیہ مری فکر نے پیدا کی ہے

لب رنگین مشبہ مفرد حسی اور گلشن مین شفق کا پھولنا مشبہ بہ مرکب حسی وجہ شبہ اس مین ایک سرخ چیز کا ایک ایسی فضا مین ہونا ہی کہ وہان طراوت اور شگفتگی ہو اسی قبیل سے ہین شہید کے یہ فقرے "دو حرف ہین یا کافور کے قرص پر مشک کے دانے پڑے ہین لفظ ہین یا نیلم کی تختی پر نگینے جڑے ہین"۔

شاداب

شبنم کی بوند ہے یہ گل آفتاب پر | کہتے ہین لوگ اُسکے مہاسے کو دیکھکر

مہاسہ مشبہ مفرد حسی اور شبنم کی بوند کا سورج مکھی کے پھول پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہے اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو ایک گول چمکدار چھوٹی سی چیز کے ایک خوبصورت اور مدور چیز کے درمیان مین واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔

ظفر

تنور چرخ مین یارب یہ کیون ہی نان سفید | سفید قرص قمر دیکھ شب خیال آیا

چاند مشبہ مفرد حسی اور تنور چرخ مین نان سفید کا ہونا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ اس مین ایک شے سفید رنگ مدور کا ایسی چوڑی چیز مین واقع ہونا ہی جو محدب ہو۔

پتلی نجانیو دُر مکنون صدف مین ہے | ساده نگین حدید کا دُر نجف مین ہے

پتلی مشبہ مفرد حسی اور سادہ نگین حدید کا در نجف مین ہونا اور دُرِ مکنون کا صدف مین ہونا یہ
دونون مشبہ بہ مرکب حسی ہین اور وجہ شبہ اس ہین ایک شے گول اور چمکدار اور عزیز الوجود کا
جسم مین کہ بیضاوی شکل پر ہو ہے۔

برق

ابرو بھی اک نمونہ ہی اُسکے کمال کا | کھینچا ہے آفتاب پہ نقشہ ہلال کا

ابرو مشبہ مفرد حسی ہی اور آفتاب پر ہلال کا نقشہ کھینچنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہی
جو ایک براق اور مدور چیز مین ایک باریک اور خمدار چیز کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

سودا

آگے نجم بحر کرم کے صدف پر گوہر | مٹھی اُسکی ہے جیسے نکلے بشدت چیچک

صدف پر گوہر کو اُس مٹھی کے ساتھ تشبیہ دی ہی جسکو نہایت سخت چیچک نکلی ہو یہان وجہ شبہ وہ
ہیئت ہی جو ایک مدور شے مین سوراخون کی وجہ سے بھڑونکے چھتے کے خانون کی طرح ہوتی ہے۔

وہ جھنڈیان نظر پڑین اک دم مین اسطرح دلہ | گاذر بچھا دین پارچہ جون نہر کے کنار

جھنڈیان مشبہ مفرد حسی اور گاذر کا پارچہ نہر کے کنارے بچھانا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ ظاہر

شاداب

حلقہ گیسو نہین یار کا ہی اک بلائے جان ستان | یا پئے تسخیر دل دام عنبر دوش پر

حلقہ گیسو مشبہ مفرد حسی ہی اور تسخیر دل کے لیے دام عنبر کا دوش پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہی
اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

محمود

خال ہے عارض جانان پہ کہ ہی آگ پہ عود | چشم مے گون ہی کہ کوثر پہ ہی خونبار گھٹا

سرخ آنکھ کو اُس گھٹا سے تشبیہ دی ہی جو کوثر کے چشمے پر خونبار ہو اور وجہ شبہ ظاہر ہی۔

دبیر

تیغین نہین کہ شق القمر احمد نے کیا ہے | اک ٹکڑا انھین ایک انھین حق نے دیا ہے

تیغین مشبہ مفرد حسی اور احمد کا شق القمر کرنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو فضا مین
دو اجسام ہلالی شکل کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

کوثر

اُسکے جوڑے کو بھلا کیونکر لگاؤن ہاتھ مین | سانپ گنڈلی مارے بیٹھا ہی وہان بالا سر

جوڑا مشبہ مفرد حسی ہی اور سانپ کا گنڈلی مار کر سر کے اوپر بیٹھنا مشبہ بہ مرکب حسی ہی اور وجہ شبہ اس مین ایک سیاہ اور مدور چیز کا ایک مسطح چیز پر واقع ہونا ہے۔

میر حسن

وہ دست حنا بستہ خوبی کا باب	شفق مین ہون جون بچۂ آفتاب

دست حنا بستہ مشبہ مفرد ہی اور شفق مین آفتاب کا موجود ہونا مشبہ بہ مرکب ہی اور یہ دونون حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہی۔ جو ایک ایسے گول اور براق جسم کے کہ جس مین سے چمکدار ندا ہوا جسام نکلے ہوے ہون ساتھ ایک سرخ جسم کے موجود ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔

عبرت

نظر آتا ہے اُس کا وہ پسینہ	جڑا کندن پہ ہیرے کا نگینہ

پسینہ مشبہ مفرد حسی اور کندن پہ ہیرے کا نگینہ جڑا ہونا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہی۔

(۴) مشبہ مرکب حسی اور مشبہ بہ مفرد حسی ہو۔

ظفر

برنگ خانۂ زنبور ہین اے ناوک انداز	تیرے تیرونکے میرے دل مین گھر نزدیک نزدیک

یار کے تیرون کے دل مین سوراخ نزدیک نزدیک ہونے کو بھڑون کے چھتے کے ساتھ تشبیہ دی ہی پس مشبہ مرکب حسی ہی اور مشبہ بہ مفرد حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو سوراخ دار شکل پر چھلنی کے خانون کی طرح ہوتی ہی یہی حال اس شعر مین ہے۔

دلگیر

جسوقت ہوا فرط جراحت سے بہت چور	اور سینہ پُر از زخمون ہے جون خانۂ زنبور

محشر

ہمسری کا ترے مُنھ کے ہے خیال رکھے	عبث نہ شمع نے سر پر دھوین سے بال رکھے

شمع کے سر پر دھوین کا دراز ہونا مشبہ مرکب حسی اور بال مشبہ بہ مفرد حسی اور اس مین وجہ شبہ ایک دراز اور راست اور گوری گوری چیز پر ایک سیاہ اور دراز چیز کا موجود ہونا ہی۔

داغ

ہی سیہ ابر مین اس رد پ پہ بگلون کی قطار
انجم کاہکشان کی ہو لڑی جیسے بہم

سیہ بادل مین سفید بگلون کی قطار کا ہونا مشبہ مرکب حسی ہی اور کاہکشان کے ستارے مشبہ بہ مفرد حسی ہین دراس مین وجہ یہ وہ ہیئت جو بہت سی چیزون کے سیاہ چیز مین مجتمع ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔

امانت

چوٹی مین متصل جو لپیٹا ہی یار نے	ہے کینچلی کا شبہہ چنبیلی کے ہار پر

کینچلی مشبہ بہ مفرد حسی اور چنبیلی کے ہار کا چوٹی مین متصل لپٹا ہونا مشبہ مرکب حسی ہی اور وجہ شبہ ایک دراز و سفید چیز کا سیاہ و دراز چیز پر لپیٹا ہونا ہی۔

غافل

یار نے افشان جو چھڑکی زلف مین تو غم نہین	کوڑیالا سانپ ہی کچھ اس مین اتنا سم نہین

یار کا زلف مین افشان چھڑکنا مشبہ ہی اور یہ مرکب ہی اور کوڑیالا سانپ مشبہ بہ ہے اور یہ مفرد ہی اور وجہ شبہ ایک سیاہ شے مین ایک سفید چیز کا موجود ہونا ہی۔

سید فضل حسین شاعر

فذرے افشان کے درخشندہ نہین بالو مین	توڑ کر لائے ہین یہ چرخ سے اختر گیسو

افشان کے سفید ذرون کا سیاہ بالون مین چمکنا مشبہ مرکب حسی ہی اور اختر مشبہ بہ مفرد حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

دوم وجہ شبہ مرکب عقلی اسکی مثال یہ ہے۔

مہر

اے مہر سچ مثل ہی جو عالم ہے بے عمل	گویا وہ اک گدھا ہی کتب سے لدا ہوا

اس شعر مین عالم بے عمل کی حالت یعنی اُس ہیئت کو جو علم کے پڑھنے اور اُسکی تحصیل مین محنت اُٹھانے اور اُس سے منتفع نہونے سے منتزع ہی گدھے کی حالت سے یعنی اس ہیئت سے تشبیہ دی ہی جو بڑی بڑی کتابون کا بوجھ اُسپر لدا ہونے اور اُن کتابون مین علم موجود ہونے اور اس گدھے کے اُنسے منتفع نہونے سے منتزع ہے اور جامع دونون مین فائدہ مند نہوتا ہی بڑا نفع کرنیوالی چیز سے باوجود متحمل ہونے مصائب کے اور کھینچنے تعب کے اور پاس رکھنے ایسی نافع چیز کے۔

میر

جھکا بسوے قدم سر خروس بے جان کا	زمین پہ تاج گرا ہدہد سلیمان کا

وجہ شبہ یہان ذلیل و خوار ہونا چیز خوب و گرامی کا ہی۔

ذوق

مطلب سے اپنے کون ہی آگاہ جز خدا	جون خط سرنوشت ہین پیشانیون مین ہم

متکلم نے اپنی حالت کو یعنی اُس ہیئت کو کہ ہم مطلب تو رکھتے ہین مگر سوا خدا کے کوئی اُس کو جان نہین سکتا اُس خط سے تشبیہ دی ہی جو قضا و قدر کی طرف سے پیشانیون پر لکھا ہوتا ہی اور وجہ شبہ دونون مین یہ ہی کہ باوجود موجود اور متعین ہونے کے کوئی حال اور راز کو معلوم نہین کر سکتا۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد متخلص بہ شاد

اس زمانے مین تو ہی ہے یکتا	جیسے کثرت مین ایک وحدت ہے

اس شعر مین وجہ مشابہت اقل کا اکثر پر فوقیت رکھتا ہے۔

غالب

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغ اسیر	کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے

وجہ شبہ یہان کوشش کا ایسے طور پر قائم ہوتا ہی کہ وہ کوشش کرنے والے کے حق مین فضول اور غیر مفید ثابت ہو۔

امانت

لڑکر رقیب یار کے گھر سے نکل گیا	مریخ آج برج قمر سے نکل گیا

وجہ شبہ یہان ایک منحوس اور بد وجود سے ایک مبارک اور اچھے وجود کا پاک و صاف ہو جانا ہے
تنبیہ جب وجہ شبہ کوئی ہیئت ہو مرکب کئی چیز سے عام اس سے کہ وہ اجزا حسی ہون یا عقلی اگر ان مین سے بعض اجزا کو لین اور بعض کو چھوڑ دین تو تشبیہ مین غلطی ہو جاتی ہی اسلیے سارے اجزا مین مشبہ کو مشبہ بہ سے تشبیہ دینا چاہیے۔

وجہ شبہ متعدد اسکی تین قسمین ہین اس طرح کہ یا حسی ہوتی ہی یا عقلی یا مختلف۔
مثال اول جیسے سیب کی تشبیہ مین بہی کے ساتھ رنگ اور مزہ اور خوشبو وجہ شبہ ہی اور زلف و سنبل کی تشبیہ مین درازی اور باریکی اور پیچیدگی۔

برق

گول گول اس تری پستان کے تصدق خورشید	جڑ دیے صانع عالم نے بدن مین مہتاب

پستان کو مہتاب سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ گولائی اور خوبصورتی ہی

کھل گئی نشہ کے عالم مین جو اسکی پستان	ولہ	تجھے میخوار کہ بلور کا ساغر چمکا

پستان کو ساغر بلور سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ گول اور ابھرا ہوا ہونا اور شفاف ہونا ہے۔

قلق

سرو سا قد تو گل سے رخسار ۔ شانے بازو بھرے بھرے سارے

قد کی تشبیہ مین سرو کے ساتھ راستی و بلندی وجہ شبہ ہے اور رخسار کی تشبیہ مین گل کے ساتھ رنگ کی سرخی اور ملائمت وجہ شبہ ہے۔

وزیر

مر ہی جاؤنگا اگر صبح کا تارا نکلا ۔ یاد آئے گا کسی مہ کا در گوش مجھے

در گوش اور صبح کے تارے مین گولائی اور چمک وجہ شبہ ہے۔

آباد

گیا معطر ہے پسینہ پھول سے رخسار کا ۔ جسکے آگے عطر مٹی ہو گیا گلزار کا

فارغ

قطرہ اشک جو نکلا سو وہ گوہر نکلا ۔ بعد مدت کے مری چشم کا جوہر نکلا

قطرہ اشک اور موتی مین گولائی اور آب داری وجہ شبہ ہے۔

سودا

یار کی بیت ابرو پر خال نہین وہ ہے نقطہ ۔ آفرین ہے صد آفرین صاحب انتخاب کو

خال کو نقطے سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ دونون مین رنگ کی سیاہی اور شکل مخصوص ہے۔

قلق

گیا وصف حسن کا مین کہون اسکے غسل سے ۔ موتی کا دانہ بنگیا ہر قطرہ آب کا

قطرہ آب کی تشبیہ مین موتی کے ساتھ مدور ہونا اور چمکدار ہونا وجہ شبہ ہے۔

مہدی علی زکی

جمال یار پہ مینے یہ ٹکٹکی باندھی ۔ کہ اپنی آنکھ کا تل اسکے منہ کا خال ہوا

آنکھ کے تل کی تشبیہ مین خال رخ محبوب کے ساتھ وجہ شبہ سیاہی اور شکل مخصوص ہے۔

جیسے کسی پرند کی تشبیہ مین کوے کے ساتھ نظر کی تیزی اور دشمن سے نہایت بچنا اور مجامعت کو چھپانا وجہ شبہ ہے اور یہ سب امور عقلی ہین۔

ضیاء الدین ضیا

جون چنار اس جا نہ پھولے ہین نہ پھل لاتے ہین ہم	جب مراد اپنی کو پہونچے ہین تو جل جاتے ہین ہم

وجہ شبہ اُس مین دو چیزین ہین ایک یہ کہ اُن چیزون کا حاصل نہ ہو سکنا جو موجب کمال و عزت ہین اور دوسرے سرحد کمال کے قریب پہونچکر ایسا نقصان اُٹھانا کہ جس کی تلافی ممکن نہین اور یہ دونون باتین علیحدہ علیحدہ ہین اور اپنے کام کے دونون حال کو چنار کے دونون حال سے جُدا جُدا تشبیہ دی ہے۔

سودا

بلسان دانہ روئیدہ ایک بار گرہ پا	کھلی جو کام سے میرے پڑی ہزار گرہ

وجہ شبہ اس مین ایک کام کا تھوڑا آسان ہونا پہلی دفعہ اور بعد اُسکے زیادہ تر دشوار ہو جاتا ہے اور یہ دو باتین علیحدہ علیحدہ ہین اور اپنے کام کے دونون حال کو دانے کے دونون حال سے جُدا جُدا تشبیہ دی ہے نہ مجموع کو مجموع سے۔

امیر مینائی

دل مین ہے مثل ہیزم و آتش	جو گھٹائے اُسے بڑھائین ہم

وجہ شبہ اس مین دو چیزین ہین ایک تو مخالف کے ہاتھ سے تنزل حاصل کرنا پہلی دفعہ اُس کے بعد اپنے تنزل کے ذریعہ سے مخالف کو ترقی کو پہونچانا اور یہ دو باتین علیحدہ علیحدہ ہین اور اپنے دونون حالونکو ہیزم و آتش کے دونون حالون سے تشبیہ دی ہے نہ مجموع کو مجموع سے۔

تنبیہ وجہ شبہ مرکب اور وجہ شبہ متعدد مین یہی فرق ہے کہ متعدد مین چند چیزین وجہ شبہ ہوتی ہین جن مین سے ہر ایک بنفسہ مستقل ہوتی ہے بخلاف مرکب کے کہ اس مین سب چیزون کے مجموعے سے جو حقیقت واحدہ نہین بن جاتا عقل ایک چیز یعنے ہیئت اختراع کر لیتی ہے۔

مثال سوم جیسے۔

مومن

بارانداز ہوا روز سپید	نکلی وہ گھر سے کہ نکلا خورشید

سراج

نہین ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانان
کہان سراج کہان آفتاب عالم تاب

معشوق کی تشبیہ مین سورج کے ساتھ دو چیزین وجہ شبہ ہین ایک منھ کی خوبصورتی اور یہ حسی ہی دوسرے شان کا شرف اور یہ عقلی ہی کیونکہ شرف کا ادراک حواس ظاہرہ مین سے کسی حس کے ساتھ نہین ہو سکتا بلکہ اسکو عقل ادراک کرتی ہی گو اُسکا سبب کبھی حس ہوتا ہے۔

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو	ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

ابرو کی تشبیہ مین عقرب کے ساتھ باریکی اور کجی اور ایذا رسانی وجہ شبہ ہین اور گیسو کی تشبیہ مین اژدر کے ساتھ سیاہی اور درازی اور ایذا رسانی وجہ شبہ ہین جن مین سے بعض حسی ہی بعض عقلی۔

رافت

نہانے کو جاتا ہے وہ سوے آب	کہ ہر نقش پا جس کا ہے آفتاب

نقش پا کی تشبیہ مین آفتاب کے ساتھ ایک وجہ شبہ تو خوبصورتی ہی اور دوسرے وجہ شبہ شرف رتبہ ہے۔

محتشم

ہی کھٹک دل مین جدا روح نکلتی ہی جدا	نیش عقرب ہی کہ موے مژہ ضیغم ابرو

ابرو کی تشبیہ مین نیش عقرب اور شیر کی مونچھ کے بال کے ساتھ وجہ شبہ دو چیزین ہین ایک نوکدار ہونا اور دوسرے ایذا رسانی۔

آتش

بالاے بام خانہ وہ عالی جناب ہے	منزل سے اپنی جلوہ نما آفتاب ہے

انوار حسین تسلیم

بیٹھے جلسے مین اس طرح نوشاہ	جیسے انجم کی انجمن مین ماہ

حسرت

وقت نظارہ کسی کی مردمک	عین گولی ہے مجھے بندوق کی

مردمک کو بندوق کی گولی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اس مین کئی چیزین ہین ایک گول ہونا اور یہ امر حسی ہی دوسرے جان لے لینا اور یہ امر عقلی ہی۔

نعیم

چتونون نے جان لے لی عاشق ناشاد کی	تیغ ابرو یار کی تلوار ہے جلاد کی

وجہ شبہ ابرو کی تشبیہ مین تلوار کے ساتھ ہلالی شکل ہونا اور جان لینا ہی اور اول حسی ہی اور دوم عقلی

سودا

یا وہ معجون بہی کی ہین ڈبیان دونون	آتی ہی جان مین چھونے سے جنھین روح ملک

پستان کو معجون بہی کی ڈبیا سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اس مین کئی چیزین ہین ایک مدور ہونا اور دوسرے اُبھرا ہونا یہ دوامر حسی ہین اور تیسرے رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہین۔

آفتاب صبح محشر داغ بر دل کے مرے	حکم رکھتا ہے طبیبو مرہم کافور کا

اس مین وجہ شبہ رنگ کی سفیدی اور گول ہونا ہی کیونکہ جب داغ پر مرہم لگاتے ہین تو پھاہا گول تراشتے ہین اور یہ دونون امر حسی ہین اور تیسری وجہ شبہ راحت کا پہونچانا ہی اور یہ عقلی ہی۔

انشا

اور سقنقور تر و مادہ ہین دونون ساعد	مست ہون دیکھ جنھین مرد سے لیکر تا زن

ساعد کو سقنقور سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اس مین ایک تو شکل ہی اور یہ حسی ہی اور دوسرے رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہی۔

وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرنا

علماے بیان کبھی ایسا کرتے ہین کہ وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرتے ہین اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ دو ضد کو باہم تشبیہ دیتے ہین اور اُن دونون مین جو معنی تضاد مشترک ہوتے ہین اُنھین وجہ شبہ اعتبار کرتے ہین اور ضدیت کو بمنزلے تناسب کے سمجھتے ہین اور اس قسم کی تشبیہ سے غرض دل لگی اور خوش طبعی یا تمسخر اور استہزا ہوتا ہی جیسے نامرد کو شیر سے تشبیہ دین اور کنجوس کو حاتم سے۔

میر

کیونکہ پہونچی ہے جن کو اُمرائی	سب وہ اولاد حاتم طائی

اُمراے بخیل کو حاتم طائی کی اولاد سے تشبیہ دی ہے اور اس مین ظرافت و استہزا دونون کی صلاحیت ہی اور فرق شاعر کے قصد پر منحصر ہی۔

حالی

نہ بد خواہ سمجھو پس اب یاورون کو	لٹیرے نہ ٹھہراؤ تم رہبرون کو

رہبرون کی تشبیہ لٹیرون کے ساتھ بطریق استہزا کے واقع ہوئی ہی۔

لبون کا بوسہ ترے لیکے جائے ہی مین ستم ظفر	یہ میرے واسطے تریاق زہر کیونکہ ہوا

تریاق کو زہر سے تشبیہ دی اور یہ تشبیہ بطور استہزا کے واقع ہوئی ہے۔
اس مقام پر بعض اہل علم نے یہ خیال کیا ہے کہ وجہ شبہ نامردی کی تشبیہ مین شیر کے ساتھ تضاد ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ مین باعتبار نامردی و شجاعت کے مشترک ہے اسی طرح کنجوس کی تشبیہ مین حاتم کے ساتھ وجہ شبہ تضاد ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ مین باعتبار کرم و بخل کے ساتھ مشترک ہے اور یہ راے اُنکی غلطی سے خالی نہین کیونکہ جب ہم کہینگے کہ نامرد شیر کی طرح ہے تضاد مین یعنی نامرد شیر کی طرح ہے اس وجہ سے کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں تو اس طرح کہنے سے کسی طرح ظرافت اور استہزا کا فائدہ حاصل نہ ہوگا اور یہ کہنا ایسا ہے جیسے کہین سیاہی سفیدی کی طرح ہے رنگ یا تقابل مین کیونکہ یہان تو ضدیت کو بمنزلے تناسب کے مانا گیا ہے اور نہ وجہ شبہ تضاد سے حاصل ہوئی ہے بلکہ نفس تضاد ہے اور اُن کی راے کے غلط ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ تشبیہ مین وجہ شبہ کی تصریح صحیح ہے اور تضاد کی تصریح نامردی کی تشبیہ مین شیر کے ساتھ ظرافت و استہزا کے طور پر اسی طرح کنجوس کی تشبیہ مین حاتم کے ساتھ ظرافت و استہزا کے طور پر درست نہین کیونکہ جب ہم اس طرح کہین گے کہ نامرد شیر کیطرح ہے تضاد مین اور کنجوس حاتم کی طرح ہے تضاد مین تو ایسی حالت مین ظرافت و استہزا نہ رہے گا اور جب یون کہین گے کہ نامرد شیر کی طرح ہے شجاعت مین اور کنجوس حاتم کی طرح ہے سخاوت مین تو اب یہ تشبیہ ظرافت و استہزا کے طور پر درست ہوگی اسی قبیل سے ہے ناسخ کے شعر مین کافور کی تشبیہ مین مشک کے ساتھ سیاہی کی تصریح ۔ ع

کر دیے خط نے ترے عارض پُر نور سیاہ	ہو گیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ

سوال وجہ شبہ کے لیے یہ ضرور ہے کہ اس مین مشبہ اور مشبہ بہ مشترک ہون اور ظاہر ہے کہ نامرد شجاع نہین ہوتا اور نہ کنجوس سخی ہوتا ہے پس جبکہ یہان اشتراک نہین ہے تو شجاعت کو نامرد اور شیر کی تشبیہ مین اور سخاوت کو کنجوس اور حاتم کی تشبیہ مین وجہ شبہ بنانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے وجہ شبہ کا تو حق یہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون پر صادق آئے اگر ایک پر صادق نہ آئے گی تو تشبیہ فاسد ہو جائے گی۔

جواب مشبہ اور مشبہ بہ کے معنی متضاد کو بمنزلے تناسب کے قرار دے لیتے ہین پس نامرد و شیر کی تشبیہ مین نامردی کو بمنزلے شجاعت کے مان لیتے ہین اور کنجوس و حاتم کی تشبیہ مین بخل کو بمنزلے سخاوت کے سمجھ لیتے ہین پس نامرد مان لینے کی وجہ سے شجاع ہے اسی طرح کنجوس سمجھ لینے کی وجہ سخی ہے اور اس طور پر اشتراک حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وجہ شبہ کے لیے یہ ضرور نہین کہ تحقیقی طور پر مشبہ و

مشبہ بہ مین پائی جائے جیسے شجاعت مرد شجاع اور شیر مین تحقیقی طور پر پائی جاتی ہی بلکہ کبھی تخییلی اور تاویلی طور پر پائی جاتی ہے دونون مین یا ایک مین جیسے کہین علم نور کی طرح ہی یا شرع اسلام نور کے مانند ہی اور جہل تاریکی کی طرح ہی یا کفر سیاہی کے مثل ہی پس یہان یہ خیال کر لیا ہی کہ علم اور شریعت اسلام ایسے اجسام مین سے ہین جو سفیدی اور چمک رکھتے ہین اسی طرح یہ خیال کر لیا ہے کہ جہل و کفر اُن اجسام مین سے ہین جو ظلمت و سیاہی رکھنے والے ہین پس بسبب تخییل کے علم شرع اور اسلام اُن چیزون مین سے ہو گئے جو سفیدی و چمک رکھتی ہین اور جہل و کفر اُن چیزون مین سے ہو گئے جو سیاہی اور تاریکی رکھتی ہین۔

تیسرا چمن غرض تشبیہ کے بیان مین

غرض تشبیہ وہ ہی کہ تشبیہ ایک چیز کی دوسری چیز سے اُسکے واسطے ہو اسلیے کہ اگر غرض تشبیہ کچھ نہو تو تشبیہ فعل عبث ہو گی چنانچہ ناسخ کے اس شعر مین غرض تشبیہ صاف طور پر معلوم نہین ہوتی۔ ؎

ڈھونڈھتے پھرتے ہین ہم اپنا دہن ان روز دنون		دہن یار کی مانند ہوا ہے معدوم

ناسخ کا دہن معشوق کے دہن کے مانند کیون ہو گیا اسکی غرض معلوم نہوئی۔ تشبیہ کی غرض دو چیزونکی طرف رجوع کرتی ہے۔

ایک مشبہ کی طرف یعنی اکثر غرض اُس سے یہ ہوتی ہی کہ مشبہ کا حسن و قبح یا کوئی دوسرا حال بیان کیا جائے اور تشبیہ مین زیادہ تر یہی ہوتا ہی اور یہ کئی حال سے خالی نہین۔

(۱) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ بیان کیا جائے کہ مشبہ کا وجود ممکن ہی اور یہ بات وہان ہوتی ہی جہان اُسکے ممتنع ہونے کا بھی دعوے کر سکتے ہین اور اس صورت مین یہ ہونا چاہیے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور اور امکانیت مین مسلم ہو تاکہ مشبہ کے ممکن ہونے پر دلیل ہو۔

ذوق

تجھسے دیکھا سب کو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ		تو رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

مراد شاعر کی یہ ہی کہ معشوق باوجود آنکھون مین ہونے کے آنکھون سے پوشیدہ ہی اور یہ ادعا ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہی اسلیے کہ محال ہی کہ کوئی چیز آنکھون مین رہے اور پھر دکھہ نہ سکے اسلیے شاعر نے نگاہ کے ساتھ اُسکو تشبیہ دے کر اس امر کا امکان بیان کر دیا اسلیے کہ نگاہ باوجود آنکھون مین ہونیکے آنکھون سے پوشیدہ ہے۔

ولہ

علم ہے کچھ اور شے اور آدمیت اور ہے		کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

شاعر نے دعویٰ کیا ہے کہ آدمیت کا حاصل ہونا علم کی تحصیل پر موقوف نہین اور یہ دعویٰ ظاہر مین ممتنع ہی اسلیے کہ محال ہے کہ علم کی تحصیل سے آدمیت حاصل نہو جب شاعر نے طوطے کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ امر ممکن ہو گیا کیونکہ طوطے کو کتنا ہی پڑھایا جائے مگر آدمیت حاصل نہین کر سکتا۔

آتش

برنگ شمع ہم دل سوختون نے بزم عالم مین		زبان کھولی نہ لیکن بات کرنے کا محل پایا

شاعر نے یہ دعوے کیا ہی کہ ہمنے زبان کھولی مگر بات کرنیکا محل نہ ملا اور یہ دعویٰ ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہی اسلیے کہ محال ہی کہ کوئی زبان کھولے اور پھر بات نہ کرے جب شاعر نے شمع کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ امر ممکن ہو گیا۔

درد

جون شمع جمع ہون اگر اہل سخن ہزار		آپس مین چاہیے کہ کبھو گفتگو نہ ہو

مراد شاعر کی یہ ہی کہ اہل سخن بہت سے جمع ہون اور بات نہ کرین اور یہ امر ظاہر مین ممتنع معلوم ہے اسلیے کہ محال ہی کہ اہل سخن جمع ہون اور بات نہ کرین اس لیے شاعر نے شمع کے ساتھ اس کو تشبیہ دے کر اس امر کا امکان بیان کر دیا ہی۔

(۲) تشبیہ سے غرض مشبہ کا حال بیان کرنا ہو یعنی یہ دکھانا مقصود ہو کہ وہ کس وصف کے ساتھ متصف ہی مثلاً سفید ہی یا سیاہ ہی یا سُرخ وغیرہ وغیرہ جیسے کسی چیز کو سیاہی یا سفیدی مین دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دین اور اس قسم مین یہ بھی شرط ہی کہ مشبہ بہ وجہ تشبیہ کے ساتھ مشہور ہو ورنہ تشبیہ بیان حال کے لیے نہو گی اور جب مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور ہو گا تو اُسکے حال سے مشبہ کے حال پر آگاہی ہو گی جیسے سودا آسمان کی مذمت مین کہتا ہی۔ ؎

رکھتا ہی پر غرور کو جون نیزہ سر بلند		جون جادہ خاکسار کو دے ہی زمین پہ ڈال

پر غرور کے سر بلند رکھنے کا اور خاکسار کے زمین پہ ڈالنے کا حال نیزے اور جادے کی تشبیہ سے واضح ہو گیا۔

نادر

چہرے سے بڑھکے خال ہی اُس خانہ جنگ کا		زلف سیاہ دود ہے گویا تفنگ کا

یہ شعر خال اور زلف کے گول اور سیاہ اور نیز جان ستان ہونے کے بیان مین ہی اور خال کے گول اور س

زلف کے سیاہ اور دونون کے جان ستان ہونیکا حال چہرے اور بندوق کے دھوین کی تشبیہ سے واضح ہوگیا

نسیم

اک شب کہ وہ زلف بہ رخان تھی | یا آتش مہر کا دخان تھی

یہان تشبیہ سے غرض شب کے اندھیرے کا حال بیان کرنا ہی پس زلف اور دھوین کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہوگیا۔

مومن

اک داغ سیاہ خال ساتھا | یہ لطف فغان شعلہ زا تھا

داغ کی سیاہی کا حال اُسکو خال سیاہ کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہوگیا۔

شہیدی

سوسن صفت کبود تھے لب آسکے بے کسی | تھا سرخ غنچہ سان وہ دہن رنگ پان تھا

لب کے کبود ہونیکا حال اور دہن کے سرخ ہونیکا حال سوسن اور غنچے کی تشبیہ سے ظاہر ہوگیا۔

سودا

جون سگ لیے پھرتا ہو ہڈی کسی لیتی مین | قاصد کنے ہے میرا یون نامۂ پیچیدہ پُ

انیس

لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیس | جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوئے

جوانی کے بالونکو سیاہی مین مشک سے اور بڑھاپے کے بالون کو سفیدی مین کافور سے تشبیہ دی ہی اور غرض اس سے دونون عمرون کے بالون کا حال بیان کرنا ہے۔

نادر

سیاہی ای پری رو یون عیان ہی تیرے پستان مین | سیہ زنبور ہوتے جیسے مخفی نار پستان مین

پستان کے سرے مشبہ ہین اور سیہ زنبور مشبہ بہ ہی اور وجہ شبہ سیاہی ہی اور غرض تشبیہ سے پستان کے سرون کی سیاہی کا حال بیان کرنا ہی۔

آتش

حلب رخ مین ترے خالون سے | لشکر زنگ رہا کرتا ہے

خالون کو لشکر زنگ سے تشبیہ دی ہی اور غرض خالون کی سیاہی کا حال بیان کرنا ہی۔

(۲) مشبہ کے حال کی مقدار بیان کرنا منظور ہو تاکہ مشبہ کا حال قوت او ضعف اور زیادت

اور نقصان مین معلوم ہو جائے اور یہ ایسی حالت مین ہی کہ سامع مقدار مشبہ بہ کی جانتا ہو نہ مشبہ کی اور اس صورت مین چاہیے کہ مشبہ بہ کے حال کی مقدار مشبہ کے حال کی مقدار کے برابر ہو نہ کم نہ زیادہ تا کہ مشبہ کے حال کی مقدار جیسی نفس الامر مین ہی ویسی ہی معین کی جائے مثلاً کالے کپڑے کو کوے کے پر سے تشبیہ دین سیاہی کی شدت مین یا سفید کپڑے کو برف سے تشبیہ دین سفیدی کی شدت مین اور دہن معشوق کو نقطے سے کمی مین اور زلف کو روز حشر سے درازی کی زیادتی مین اور کمر یار کو عنقا یا بال سے تشبیہ دین اور غرض اول سے نایابی مین اور دوم سے باریکی مین مبالغہ ہو اور شراب کو خون کبوتر سے تشبیہ دین اور غرض اس سے اُسکی سرخی مین مبالغہ ہو۔

میر

کہان ہی وہ خون کبوتر سی مے

سودا

تیری کتنی ہی بنی مجھکو مین چاہون سو کیا | داڑھی ایسی ہی تری روئی کا جیسے گالا

غرض تشبیہ سے یہان داڑھی کی سفیدی مین مبالغہ ہے۔

نظیر اکبر آبادی

وان کوئی آیا لیے ایک مرصع پنجرا | لال دستار دوپٹہ بھی ہرا جون طوطا

غرض تشبیہ سے یہان دوپٹے کی سبزی مین مبالغہ ہی۔

میر

سینہ کیا سینہ بال کیا پرو بال | جیسے چشم خروس آنکھین لال

آنکھ کی سرخی مین مبالغہ منظور ہے۔

نادر

اس قدر ہون زار اُسکی ابروے خمدار پر | جسم فرط لاغری سے بال ہی تلوار کا

یہان غرض تشبیہ سے جسم کی لاغری مین مبالغہ ہی۔

مومن

یہ حالت قامت خمیدہ | جیسے شجر خزان رسیدہ

غرض تشبیہ سے یہان کمزوری اور ناطاقتی اور لاغری مین مبالغہ ہے۔

جون ابر بنہایت اشکباری | **ولہ** | جون رعد بشدت آہ وزاری

جو نالہ کہ زینت زبان ہے | جون نوحۂ مرگ نوجوان ہے

ولہ

دم گلگشت وہ سبک رفتن | اہتزاز نسیم بستانی ہے
سوز جنگ اُسکے نیم جولان ہین | صرصر عاد کی سی طغیانی

سید شاہ محمد اکبر

کشیدہ تھا کبھی مثل الف جو قد سہی | وہ منحنی ہوا ایسا کہ بنگیا ہمزہ

نسیم

یہ کہکے بہم ملے وہ ایسے | صفحے خط تو امان کے جیسے

دبیر

بس شاعری مین ختم کمر کی یہ ثنا ہے | اصدمون کے سبب آئینہ مین بال پڑا ہے

برق

حسرت رہی کہ دام مین عنقا کو لایئے | مشتاق ہین ازل سے تمھاری کمر کے ہم

ظاہر

تیری کمر کو بال سے تشبیہ تام ہے | اس مین نہین ہے فرق سر مو کسی طرح

افضل

عنقا وہان یار کو سمجھا تو ہے بجا | ہے نام تو سنا نہین ملتا نشان مجھے

غرض تشبیہ سے مبالغہ دہن کی نا پیدی مین ہے۔

میر علی اوسط رشک

نام دہن سے جب نہ دہن کا پتا ملا | لفظ دہن کے نقطے کو سمجھا ترا دہن

وزیر

غدار یار یہ زلف سیاہ فام نہین | اگر یہ حشر کا دن ہے کہ جسکی شام نہین

نفیس

گوندہ یو بھی جس سے کرے وہ جثۂ اشوم | سیہ کلائی تھی یا فیل مست کی خرطوم

(۴) غرض تشبیہ سے یہ ہو کہ مشبہ کا حال سُننے والے کے ذہن نشین ہو جائے اس مین اور پہلی قسم مین یہ فرق ہے کہ اُس مین مطلقاً بیان ہوتا ہے اور اس مین بیان خاطر نشین کرنے کے ساتھ

ہوتا ہی اور اس قسم مین اکثر غرض تشبیہ بطور تمثیل کے واقع ہوتی ہی اور یہان یہ چاہیے کہ مشبہ سے مشبہ بہ اکمل اور اشہر ہووے کیونکہ طبیعت کامل اور مشہور کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہی جیسے مولوی ذکاءاللہ کی اس عبارت مین "ساری دنیا سمندرون بحرون بحیرون خلیجون دریاؤن ندیون نالون سے بھری پڑی ہی اسلیے پانی کاروبار تجارت اور آمدورفت مین تمام اُسکی کوششون کو نقش برآب بناتا" کوشش کو پانی پر کھچے ہوے نقش سے تشبیہ دی ہے اور اس مین کوشش کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح ثابت ہوتا ہے بے فائدہ ہونا اور جلد مٹنا اس نقشے کا ظاہر ہے جب کسی کام کو اس سے تشبیہ دی جائیگی تو اس کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح خاطرنشین ہوجائے گا کیونکہ بہ نسبت عقلیات کے حسیات اچھی طرح فکر مین آجاتے ہین کیونکہ حسیات کے ساتھ نفس کو زیادہ رغبت ہوتی ہی اور نفس کو وہ عقلیات سے پہلے حاصل ہوتے ہین۔

امیر

لے گئے ہین جہان کو سیلاب	نقش عالم کا نقش تھا برآب

عالم کی چیزون کو پانی کے نقش سے تشبیہ دی ہی۔

ذوق

مے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسمان سے ہم	کہ آخر جب اُسے دیکھا فقط خالی سبو نکلا

آسمان کا مے عشرت سے خالی ہونا خالی سبو کی تشبیہ سے دل نشین ہوگیا۔

نے بام کی ہین زیب نہ زینت کسی در کے	ولہ ہم باٹلے کے روڑے ہین ادھر کے نہ اُدھر کے

قائل کا بیکار محض ہونا باٹلے کے روڑے کی تشبیہ سے بخوبی ثابت ہوگیا۔

سودا

نہین ہون طالب رزق آسمان سے کہ مجھے	یقین ہی کاسۂ واژون مین کچھ نہین ہوتا

آسمان کا نعمت سے خالی ہونا کاسۂ واژون کی تشبیہ سے دل نشین ہوگیا۔

غالب

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغ اسیر	کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے

خیرالدین یاس

ہون وہ ثابت رہ اُلفت مین کہ جون نقش قدم	جب تلک مٹ نہین لیتا نہین اصلا ہلتا

درد

میں وہ فتادہ ہوں کہ بغیر از فنا مجھے	نقش قدم کی طرح نہ کوئی اُٹھا سکے

برق

شعلہ عالی مرتبہ بڑھنے سے پائے دخل کیا	جادۂ پامال خط کہکشاں ہوتا نہیں
اہل رفعت کے لیے برگشتگی بھی دُور ہے	گردشوں سے پست کوئی آسماں ہوتا نہیں
ظرف عالی ہو تو اعلیٰ سب سے نیچا ہے نہیں پست	کس جگہ نیچے زمیں کے آسماں ہوتا نہیں

(۵) تشبیہ سے غرض یہ ہو کہ مشبہ سننے والوں کی نظر میں اچھا معلوم ہو جیسے روے سیاہ کو آنکھ کی پتلی سے تشبیہ دی جائے۔

حیرت

جوں برگ شجر سے چھن کے نکلے مہتاب	یوں دیتے ہیں لطف اُسکے داغ سپید

محسن لکھنوی

داغ چیچک کے نہیں اے گل رعنا مُنھ پر	غنچے جوہی کے ہوے ہیں یہ شگفتا مُنھ پر

صفدری

چیچک کا ستمگر تری ابرو پہ یہ ہی داغ	یا قبضۂ شمشیر میں چنی یہ جڑی ہے

آباد

نظر آتے ہیں تجانے لب رنگین جاناں میں	گہر پیدا ہوے ہیں یا رہ لعل بدخشاں میں

امانت

خوں اُسکے مہاسے سے جو عارض پہ ہے نکلا	یا قوت کی چنی مہ کامل میں جڑی ہے

امیر

تن پہ کیا اسلحۂ جنگ نے پایا ہی فروغ	خود ہے مشعلۂ طور زرہ رخت حرم

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا	مثل خورشید درخشاں رُخ روشن نکلا

ضامن

گوہر نایاب دنداں ہیں دہان یار میں
سُرخئ لعل بدخشاں ہے زبان یار میں

برق

لال ہونٹوں سے نمایاں دانت موتی سے نہیں | کان ہیرے کی نہان یاقوت کی معدن میں ہے

آزاد شاگرد عارف

رُخِ روشن پہ جم گئی پتلی | سب کو ناحق گمان ہے تل کا

بیدار

لعل پر منصوب جیسے ہو گہر اس لطف سے | اس لبِ رنگین پہ خوش خوش حسن سے تبخالہ تھا

ذوق

اُس کی خرطوم کسی دلبرِ لیلیٰ وش کی | جعدِ شکین ہے کہ ہے کاکلِ عنبر افشان

(٦) تشبیہ سے یہ غرض ہو کہ مشبہ سننے والوں کو بُرا معلوم ہو جیسے بدصورت کی تشبیہ دیوے۔

انیس

زنبور سیاہ خال اُس کے | برگد کی جٹائیں بال اُس کے

اس مثال میں خال کو زنبور سیاہ سے اور بالوں کو برگد کی جٹا سے تشبیہ دی ہے اور غرض تشبیہ سے بُرائی بیان کرنا خال اور بالوں کا ہے۔

مومن

تفرقۂ لب چاک گریبان | رُخ کی سیاہی شام غریبان
خرس کی پشم اشعار خمیدہ | سخت غبار آلا ژولیدہ
نقش اجل تصویر وبا تھی | صورت فتنہ شکل بلا تھی
بات میں وہ آواز مسلسل | صور کا جیسے نفخۂ اول

میر

شکل مت پوچھ کھانے کا ہے بلی | مُنھ ہے چٹوں سے جیسے روٹی جلی
صدمنی دیگ ہے شکم اُس کا | نفس اژدہا ہے دم اُس کا
گال کلچے سے پھر توے سے سیاہ | کاسۂ سر ہے جیسے اوندھا کڑاہ
توند کالی جو کھول جاوے لیٹ | آہنی ہے تنور اُس کا پیٹ

میر

زرد و زنگاری کوئی ڈبہ ہے ہاتھ | حیض کے سے ایک دو لتے ہیں ساتھ

مصحفی

غوض دو پون کے ملین مجھکو گالیان لاکھون
عوض دوشالے کے خلعت لشکل نقش حصیر

سودا ضاحک کی ہجو مین

یہ تو ہین بوڑھے خرس وہ ہی شوخ اچپلی +
اماری بھو تو دھول کبھو ڈاڑھی نوچ لی

انشا

کسی حسین کا اک منھ تو تھا ہی کلچا سا
رچاوٹ اور ہوئی اب کہ اُسپہ تل لیٹے

ولہ

کچھ نہ پوچھو غرض کہ تھے کیسے +
سر تھا اُن کا چکوترا جیسے +
چڑھا رہتا تھا اُنپہ کالا بھوت
اُنکی دونون بھوین تھین جون شہتوت
چاٹ کھانا ہی اُن کا تھا پیشہ
اُنکی پلکین تھین آم کا ریشہ
رکھے تھے آپ کے وہ دونون گال
سوکھے ساکھے انار کی سی چھال
ہو بیان کس سے وہ شکوہ و شان
مثل اخروٹ تھے وہ دونون کان
مین کرون عرض آپ جو پوچھین +
تھین کسیرو کے بالون کی موچھین
جب اُنھین سوجھتا لطیفہ تھا +
تب وہ منھ کھلتا جون شریفہ تھا
بھٹے کی داڑھی جیسی تھی داڑھی
بلکہ کچھ اور اُس سے تھی گاڑھی
بسکہ بینگ کا اُن کو تھا آسیب
ٹھڈی جو ین گئی تھی جیسے سیب

(۷) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ مشبہ کا نادر اور طرفہ ہونا ثابت ہو جائے یعنی مشبہ تشبیہ کی وجہ سے ایسی صورت پر واقع ہو کہ عادت کے طور پر اُسکی صورت کا ذہن مین حاضر ہونا ممتنع ہو اور یہ بیشتر تشبیہ خیالی اور وہمی مین پایا جاتا ہی اور مشبہ کے نادر اور طرفہ ہونے کی دو صورتین ہین۔

(**الف**) مشبہ بہ جسکی وجہ سے مشبہ نادر اور طرفہ ہو جاتا ہے فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو۔

مجھو

جام مے مین ہے عکس چہرۂ یار
یا چراغ آفتاب مین روشن

اُسکے گورے بدن مین لال لباس
دیکھو آتش ہے آب مین روشن

چراغ کا آفتاب مین اور آتش کا آب مین روشن ہونا فی نفسہ نادر اور عجیب ہے۔

میر مہدی حسن مخلص

ہوا ہے حلقۂ زلف دوتا مین گھر جو ابرو کا | نظر آتا ہے افعی ان دونون ہم خانہ بچھو کا

حلقۂ زلف مین ابرو کے واقع ہونے کی حالت کو سانپ اور بچھو کے ہم خانہ ہونے کی حالت سے تشبیہ دی ہی اور یہ نہایت عجیب بات ہے۔

اسحاق

سوے سر بالو نپہ اے رشک صنوبر یہ نہین | سرو کی چوٹی سے نکلا ہے نہال کاکل

سرو کی چوٹی سے نہال کاکل کا نکلنا فی نفسہ نادر ہے۔

ضیا

کھلی عارض پہ زلف یار کیونکر | حلب سے مل گیا تاتار کیونکر

حلب سے تاتار کا ملنا فی نفسہ نادر ہے۔

شاداب

عارض و پیشانی وابروے قاتل دیکھنا | زیر خنجر چاند ہے بالاے خنجر آفتاب ہے

خنجر کے نیچے چاند اور اوپر آفتاب ہونا فی نفسہ نادر ہے۔

ظفر

دیکھے گر اپنی بھوین مہ جمال آئینے مین | کھیلین طاق اور جفت ملکر دو ہلال آئینے مین

دو ہلالون کا ملکر طاق اور جفت کھیلنا فی نفسہ نادر ہی۔

ولہ

خال مشکین آتش رخسار پر پیدا ہوا | چشمۂ خورشید مین بھی نیلوفر پیدا ہوا

جرم خورشید مین نیلوفر کا پیدا ہونا فی نفسہ نادر ہی۔

ذکی

اُسنے ہونٹون مین دبائی ناز سے زلف سیاہ | زہر گویا آب حیوان مین نچوڑا سانپ کا

آب حیوان مین سانپ کا زہر نچوڑنا فی نفسہ نادر ہے۔

انوار حسین تسلیم

سُنبلستان مین دکھائی دیے دو تازہ انار
آئے اُس گُل کے جو پستان کے برابر گیسو

سنبلستان میں دو تا نہ اناروں کا پیدا ہونا فی نفسہ نادر ہے۔

سودا

غنچہ بالگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا	سرو کی بیخ سے پھولا گل او رنگ ابتک

سرو کی بیخ سے گل اور رنگ کا کھلنا فی نفسہ طرفہ اور عجیب و غریب ہے۔

شاداب

آپ کہتا ہے کھلا ہے سرو پر لالے کا پھول	رکھکے تاج سرخ وہ خوش قد جوان بالائے سر

سرو پر لالے کا پھول کھلنا فی نفسہ نادر ہے۔

نصیر

ہے عجب جھومر کا عالم اپنے رشک حور کا	سر میں خوشہ لگا دیکھا نہ تھا انگور کا

سر میں انگور کا خوشہ لگنا فی نفسہ نادر ہے۔

(ب) مشبہ بہ فی نفسہ نادر اور طرفہ نہ ہو بلکہ جس وقت مشبہ حاضر ہو اسوقت مشبہ کی ندرت اور طرفگی متحقق ہو۔

محشر

عشق کیوں پارۂ دل ہاتھ میں آنسو کے دیے	بن کھلونے بھی کہیں طفل بہلتا دیکھا

بن کھلونے کے بچے کا نہ بہلنا فی نفسہ کچھ نادر نہیں لیکن جب عشق کے پارۂ دل آنسوؤں کے ہاتھ میں دینے کا اور کھلونے کے ساتھ بچے کے بہلنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتوں کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

اسیر

تری آنکھوں کی گردش دیکھکے سب لوگ کہتے ہیں	یہ پتلی پھر رہی ہے واہ کس انداز سے گل پر

پتلی کا گل پر پھرنا کوئی عجیب بات نہیں لیکن جب آنکھوں کی گردش کا اور پتلی کے گل پر پھرنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتوں کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

بیخود

یہ لٹکی ہوئی لٹ جو کاکل کی ہے	نئی شاخ پر نخل سنبل کی ہے

نئی شاخ کا نخل سنبل میں ہونا فی نفسہ کچھ نادر نہیں لیکن کاکل کی لٹ کی ہوئی لٹ کا اور نئی شاخ نخل سنبل کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتوں کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

قلندر

نہین ہے تل تری آنکھون کے نزدیک
یہ بھونرا پاس بیٹھا ہے کنول کے

بھونرے کا کنول کے پاس بیٹھنا فی نفسہ کچھ نادر نہین مگر جبکہ تل کے آنکھون کے نزدیک ہونیکا اور بھونرے کے کنول کے پاس بیٹھنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتون کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

قلق

سیندور اُسکی مانگ مین دیتا ہے یون بہار
جیسے دھنک نکلتی ہے ابر سیاہ مین

سودا

چشم و ابرو کو تری یون دیکھکر کہتی ہے خلق
تل رہے ہین کھینچکر آپس مین دو تلوار مست

ولہ

مژدہ وصل ترا یار مجھے یون پہونچا
جون مہ عید کی صائم کو خبر آخر شب

عقیل

شانہ نہین ہے زلف کے بل مین پڑا ہوا
لٹکا ہوا ہے سانپ پھن اپنا نکال کر

میر

پھرتی ہین ادھر اُدھر وے سُرخ انکھین ایسی
دو ترک مست جیسے ہون راہ مین بہکتے

انشا

بال اُس زلف بریدہ کے گرے یون وقت قطع
تیغ سے اُڑ جائے جون گردن معلق ساعب کی

بیخود

عیان یون موے سر تھے عنبر آلود
کہ جیسے شمع کے شعلے پہ ہو دود

ظفر

یون ترے لب سے خط مشک فشان اودہ ہے
ہوتا جس طرح سے آتش کے دھوان ودہ ہے

ولہ

دیکھنا انگشت مین اُس گل کی انگشت شستم
نیشکر کی شاخ چھوٹی نیشکر کی شاخ مین

ولہ

سبز خط مین کیا مہاسہ گال پر پیدا ہوا
بچہ طاؤس ہے بے بال و پر پیدا ہوا

ولہ

ہوے اس کھیل مین دل صید یون تکے بند ایسے
دام صیاد مین ہو جیسے گرفتار طیر

ولہ

زلف یون روے عرق آلودہ پہ لہراتی ہی — صبح جون ناگن گلون پر چاٹنے اوس آتی ہی

شاداب

چشم بد دور شمین موتیون سے مانگ بھری — شب تاریک مین ہین خوشۂ پروین نکلے

معروف

یون ہی دل زلف مین زلف اُس ستم ایجاد کے ہاتھ — صید جون دام مین ہو دام ہو صیاد کے ہاتھ

گستاخ

سانپ دو لہرا رہے ہین بہر حفظ گنج حسن — یا اگر افعی نکلکر جاتے ہین گلزار سے

رعجرت

کوئی کس طرح دیکھے وہ بناگوش — نظارے کا اُڑا جاتا ہے وان ہوش
کہ وہ زلف اور لڑیان موتیون کی — سیہ ناگن ہے جون انڈونپہ بیٹھی

جسقدر مشبہ بہ مخفی اور نادر تر ہوتا ہی اُسی قدر مشبہ کی ندرت اور طرفگی ہونیکی غرض زیادہ حاصل ہوتی ہی اور یہان پچھلی تینون صورتون مین وجہ شبہ کا نہ اکمل ہونا لازم ہی نہ بہت مشہور ہونا مثلاً ہندی کے چہرے کو کہ بہت سیاہ ہو آہو کی آنکھ سے تشبیہ و نیاز نیت کے واسطے صحیح ہے باوجودیکہ نہ سیاہی ہرن کی آنکھ مین کامل ہے اور نہ ہندی کے چہرے کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور زیادہ ہے۔

ذوق

اُسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلے کی مثال — تو ہین دندان صفا ساعد سیمین کی صفت

ہاتھی کی سونڈ کو طرۂ لیلے کے ساتھ سیاہی مین زینت کے لیے تشبیہ دی ہی اور اُسکے دانتون کو لیلے کے بازو کے ساتھ سفیدی مین اسی غرض سے تشبیہ دی ہی حالانکہ نہ سیاہی طرۂ لیلے کی ہاتھی کی سونڈ کی سیاہی سے اور نہ سفیدی لیلے کے بازو کی اُسکے دانت کی سفیدی سے کامل ہی اور نہ ان دونون کی سیاہی و سفیدی کی بہ نسبت اُنکی سیاہی و سفیدی مشہور زیادہ ہی۔

ولہ

پتلی سیاہ دیکھیو اُس چشم مست کی — بھونرا عجب ہی یون گل عنبر مین گھر کرے

سیاہ پتلی کو بھونرے سے زینت کیلیے تشبیہ دی ہی اور ظاہر ہی کہ بھونرے کی سیاہی پتلی کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور بھی زیادہ ہی اور اُس سے اکمل بھی ہی۔

دوسرے تشبیہ کی غرض مشبہ بہ کی طرف رجوع کرتی ہی یعنی تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہو کہ مشبہ کا حسن یا قبح یا اور امر بیان کیا جائے اور یہ دو قسم پر ہی۔

(۱) جس مین صفت کم ہوتی ہے اُسکو مشبہ بہ قرار دے کر بطور ادعا کے اُسکی زیادتی ثابت کر دیتے ہین جیسے

غالب

صبح آیا جانبِ مشرق نظر	اِک نگار آتشین رُخ سر کھُلا
تھی نظر بندی کیا جب رد سحر	بادۂ گلرنگ کا ساغر کھُلا

اوپر سے آفتاب کا ذکر ہی پہلے شعر مین آفتاب کو نگار آتشین رُخ سے اور دوسرے شعر مین ساغر بادۂ گلرنگ سے تشبیہ دی ہی اور اس تشبیہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہی کہ نگار آتشین رُخ کے چہرے کی تاب اور رونق اور زیادتی حسن یا بادۂ گلرنگ کی سُرخی اور جھلک اور روشنی اس مرتبہ پر ہے کہ آفتاب کو اُس سے مشابہت دے سکتے ہین غرض کہ اُن دونون مثالون مین نگار آتشین رُخ اور ساغر بادۂ گلرنگ کو جو صفت مین کم ہین اور حقیقۃً مشبہ بہ نہین ہو سکتے بطور ادعا کے مشبہ بہ قرار دیا ہی اور صفت کی زیادتی ثابت کی ہی۔

یون سر پہ ہو مہر آتشین خو	ٹوپی پہ کسی کی جیسے جگنو

وحید

سنبل پریشان زُلف پریشان ہے سر بسر	سکتے مین ہی کھُلی ہوئی نرگس کی چشم تر

اسیر

تشبیہ دی جو ہمنے لب لال یار سے	یاقوت آبدار کی رنگت چمک گئی

ناسخ

ماہ تو ہے مثل ابرو لیکن اُسکے رو نہین	ماہ کامل صورت رو ہی مگر ابرو نہین

(۲) جس شے کی شان کا اہتمام منظور ہو اُسکو مشبہ بہ بنا مین بیان تشبیہ سے غرض مشبہ بہ کی شان کا اہتمام بیان کرنا ہوتا ہی اور اسکو اظہار المطلوب کہتے ہین مثلاً ہلال عید کو روٹی کے ٹکڑے سے تشبیہ دین

سودا آسمان کی مذمت مین

اتنا ہے خست اُسکے جگ مین جیسے خاص و عام	حال رو شب ل کرے یون مطلع ثانی بیان
ماہ کی خاطر مقرر وقت شب ہی ایک نان	پر جو یہ چاہے سدا ساری وہ ہو دیکھو کمان

اِک لب نان کے لیے حیران ہوتے شہر شہر	مثل ماہ نو پڑے پھرتے ہین عالی ہمتان

مومن

صورت وہی عظمت ہی گردش ہی گیا	حیران ہے کیہ چرخ ہے یا آبلہ اپنا

غالب

ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام	مہر گردون ہے چراغ رہگذار باد یان

چوتھا چمن اداۂ تشبیہ مین

اداۃ لغت مین آنے کو کہتے ہین یہان وہ چیز مراد ہی جو ایک کو دوسرے سے مشابہ کرنے کا وسطہ ہو خواہ اسم ہو یا فعل یا حرف ادات تشبیہ اُردو مین یہ ہین سا مفرد مذکر کے لیے آتا ہی جیسے۔

آتش

لباس سُرخ سے کرتا ہے یار خونریزی	حسینون مین بھی ہی مریخ سا جوان ہنا

اور سے مجموع کے لیے جیسے۔

مومن

جلوے خورشید کے سے ہوتے ہین	نغمے ناہید کے سے ہوتے ہین

میر

رخنے ہمیشہ آتے رہے سر پہ تیر سے	ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے

اور سی واحد مؤنث کے لیے آتا ہی جیسے۔

نسیم

کافور سی جل اُٹھی سراپا وہ مست مئے فسانہ گوئی آغوش کی موج سے وہ مضطر	ٹھنڈی ہوئین تھا جنھین جلایا مہتابی پہ چاندنی سی سوئی مچھلی سی نکل گئی تڑپ کر

جمع مؤنث کے لیے بھی سی فصیح تر ہے جیسے۔

میر

ہین معذب عرض صغیر و کبیر	گھسیان سی گرین ہزارون فقیر

اور جمع مؤنث کے لیے سیان بھی لاتے ہین جیسے زہرہ اور مشتری سیان رنڈیان ہندوستان مین کسی نے دیکھی ہین اور سا غیر ذوی العقول کے آخر کے الف کو یائے مجہول سے بدل دیتا ہی جیسے

خربوزے سا لذیذ میوہ میرے نزدیک دوسرا نہیں" خربوزہ موافق قاعدۂ ہندی کے خربوزا لکھا جاتا ہے جب حرف تشبیہ اُس سے ملا تو الف یاے مجہول سے بدل گیا اور جہاں الف کو اپنے حال پر بحال رکھتے ہیں وہاں مشبہ اور مشبہ بہ کی عینیت بولنے والے کو منظور رہتی جیسے "وہ بوٹا سا قد کیا جانے کیا قیامت برپا کریگا یعنی" وہ قد کہ ایک بوٹا ہی کیا جانے کیا قیامت برپا کریگا قد مشبہ اور بوٹا مشبہ بہ۔

ذوق

عشق ہی اے ذوق وہ کافر کہ جسکے ہاتھ سے	شیخ صنعا سا مسلمان رند مشرب ہو گیا

یعنی شیخ صنعا کہ ایک مسلمان ہی الخ۔

ناسخ

نمازوں میں مسیحا سا پیمبر مقتدی ہو گا	وہی رتبہ ہی تیرا بھی جو رتبہ تمہارے جد کا

یعنی مسیحا کہ ایک پیمبر ہے الخ۔

نوازش

یہ سانس ہی پیکان ہی نشتر ہی کہ دل ہے	اک کانٹا سا کھٹکتا ہے یہ دیکھو مری بر میں

یعنی دل کہ ایک کانٹا ہے الخ۔

قاعدہ ہی کہ مشبہ بہ باعتبار وجہ شبہ کے مشبہ سے کامل تر ہوتا ہی اور اس مقام میں مشبہ اور مشبہ بہ کی عینیت مشبہ کے علو مرتبہ پر دلالت کرتی ہی اسی وجہ سے بلغاے اُردو کے نزدیک حرف تشبیہ کا عمل کہ آخر لفظ کے الف کو یاے مجہول سے بدل دیتا ہی لغو ہو گیا ہی اور اُسکے عمل کے لغو ہونیکا فائدہ یہ ہی کہ سا جو حرف تشبیہ ہی اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ دونوں لفظوں میں تشبیہ واقع ہوئی ہی بلکہ ایک دوسرے کا عین جانا جاتا ہی جوں بھی حرف تشبیہ ہی جیسے۔

مومن

گاہ آواز خوش سُنا دینا	جوں سحر گاہ مُسکرا دینا

سودا

بات اس طرح سے نکلی تھی دہن سے اُسکے	بادہ جوں ساغر لبریز سے جاتا ہی چھلک

اور یہ حرف گویا کے معنی میں بھی آسکتا ہی لیکن اس کا استعمال گویا کی جگہ اہل اُردو کے نزدیک ثابت نہیں بلکہ تشبیہ کے لیے بھی دہلی کا حرف نہیں ریختہ گویوں نے بزور اُردو کا لفظ بنا لیا ہے لیکن کسی کو اس حرف میں کلام نہیں بس اس کو اُردو کہہ سکتے ہیں۔ اور جیسا مفرد مذکر کے لیے اور

جیسے جمع مذکر کے لیے اور جیسی مفرد مؤنث اور جمع مؤنث دونون کے لیے اور جمع مؤنث
کے لیے جیسیان بھی لاتے ہین اور یہ سا کی طرح تشبیہ کے حروف ہین چنانچہ کہتے ہین ع ترے قد
جیسا ایک بوٹا باغ مین نہین ہو علیٰ ہذا القیاس۔

سودا

غرض انسان نہ کبھی ہوئے ہم تجھ جیسا — آسمان گر زرے خلقت کو جہان کی غربال

اور بعض کے نزدیک جیسے گویا کے معنی مین ہے مثلاً فلان ایسا آتا ہے جیسے شیر۔

شیخ نبی بخش عاشق

یون جنون سے اضطراب رگ ہے نشتر کے تلے — مضطرب ہو صید وحشی جیسے خنجر کے تلے

ظفر

بگولا دود دل کا خاک سے زلفون کی یاد مین — اُٹھا یون جیسے چوٹی دار مار اُٹھتا زمین سے ہے

رضا

سنہرے ہین اُسکے کانون مین اس آب و تاب کے — جیسے کہ برگ سبز ہون نیچے گلاب کے

حالی

کنیز اور بانو تھین آپس مین ایسی — زمانے مین ماں جائی بہنین ہون جیسی

لیکن صاحب فہم اس کو بھی تشبیہ کا اک حرف جانتے ہین اگرچہ گویا بھی اسی قبیل سے ہے۔
لیکن استعمال کے موقع جدا جدا ہین فارسی مین جہان چون استعمال پاتا ہے وہان گویا استعمال مین
نہین آتا اور جو لفظ چون کا مرادف ہے وہ چون کا قائم مقام ہوگا مثلاً اس عبارت مین کہ فلانے چون
شیر ژیان می غرد میتوان گفت کہ فلانے بسان شیر ژیان و برنگ شیر ژیان و مثل شیر ژیان و شیر ژیان
آسا و شیر ژیان وار مے غرد بخلاف اسکے فلانے گویا شیر ژیان مے غرد یا فلانے پنداری شیر ژیان مے
غرد اور گویا کے مقام مین جیسے اس عبارت مین کہ از پردہ برانداختن فلانے خانہ تاریک جگر
سوختگان روشن می شود گویا رویش شمع فروزان ست حرف تشبیہ لانا بجا ہے اگر گویا کی جگہ عبارت مین چون داخل
کیا جائے گا اس طرح کہ رویش چون شمع فروزان ست تو عبارت کی تالیف برہم ہو جائے گی اسلیے کہ
لفظ چون کے ذکر کرنے سے شمع فروزان دوسرا فقرہ جسکے شروع مین کاف بیانی ہوا اپنا تتمہ بننے کے لیے
چاہتا ہے اور لفظ گویا کی صورت مین اُسکو ماقبل کے ساتھ رابطہ ہوتا ہے بس یہان سے معلوم ہوا کہ گویا کا
موقع استعمال تشبیہ نہین ہے اور حق تحقیق یہ ہے کہ گویا بیان مشابہت کے لیے ہے جیسے زید ایسا غصے

سے چلا آتا ہے گویا کہ شیر چلا آتا ہے یعنی سر اور گلے اور ہاتھ اور بازو اور گردن و شانہ اور زور اور شجاعت مین شیر کی طرح ہے لیکن آدمی ہے شیر نہین۔

ناسخ

حقہ جو ہے حضور معلےٰ کے ہاتھ مین ۔۔۔ گویا یہ کہکشان ہے ثریا کے ہاتھ مین

اور مانند اور مثل اور ایسا بھی اردو مین تشبیہ کے لیے آتے ہین اور اکثر فصحاے اردو شعراے فارس کی اتباع سے لفظ برنگ اور بسان اور نظیر اور مشابہ اور مانا وغیرہ کو بھی استعمال کرتے ہین ادات تشبیہ کے استعمال کی مثالون پر غور کرو۔

سودا

ہما ایسا ہے پرواز منج اوج سعادت پر ۔۔۔ اگر سہے ہی مور چہ حکر سینہ ذرہ پر سلیمانی

دبیر

سبز مخرم مین دکھائے گر لطافت حسن کی ۔۔۔ خام انار ایسا بت رنگین کی پستان سبز ہو

محسن

نرگس کی طرح شوق مین سب تن مین دیدہ ہون ۔۔۔ حسرت سے گل کے رنگ گریبان دریدہ ہون

منیر

تا بخ مہ و مہر انھین آمون کے آگے ۔۔۔ بدرنگ برنگ ثمر خام ہوے ہین

غالب

مستی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیے ۔۔۔ سر پستان پریزاد سے مانا کہیے

سودا

یاسمن رنگ جو رکھتی ہے خزان سے مانا ۔۔۔ چاہتی ہی بسماجت کرے سبزے سے بدل

نعیم

گئے تھے کل ہم جو سیر کرنے عجب طرح کی بہار دیکھی ۔۔۔ مثال آتش کے کوہ و صحرا گلون سے سارا دہکتا تھا

گلزار نسیم

جب نام خدا جوان ہوا وہ ۔۔۔ مانند نظر رواں ہوا وہ

ترانۂ شوق

طاقت چٹکی مین صورت تیر ۔۔۔ نصرت قبضے مین مثل شمشیر

چشم سرمہ گین کی تشبیہ عنبر سے مقصود ہی اور چشم کو اداۃ تشبیہ کی جگہ استعمال کیا ہے۔

ولہ

کوئی کہتا ہی اک سیف کشیدہ ہی وہ دنبالہ | کوئی کہتا ہی جو مژگاں ہی وہ ناوک سے ہمسر ہی

مژگاں کی تشبیہ ناوک سے منظور ہی اور ہمسر اداۃ تشبیہ کی جگہ آیا ہے۔

پانچوان ؔمین اقسام تشبیہ کے بیان مین

کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دونون مفرد ہوتے ہین اور اُن مین کسی طرح کی قید بھی نہین لگی ہوتی یا مفرد ہوتے ہین مگر کوئی قید لگی ہوتی ہی پہلی شق کی مثال تشبیہ چہرے کی آفتاب سے ہے۔

ناسخ

اُسکے ہان آفتاب عارض ہے | دن ہی آٹھون پہر ہے رات نہین

رند

توڑین چوڑی کی طرح ہتکڑیان ہاتھ | کیا ہی زور و نیہ دست وحشت ہی

میر حسن

زبس مثل آئینہ تھا اُس کا تن | کہے تو کہ تھی ناف عکس ذقن

ولہ

کلیجہ پکڑ مان تو بس رہ گئی | کلی کی طرح سے بکس رہ گئی

نادر

ڈوب جائے دل عاشق تو تعجب کیا ہی | لب اگر ہین یم خوبی تو ہی گرداب ذقن

دوسری شق کی مثال۔

میر عارف علی عارف

وہ ہوا گرد سے جب وقت شکار آلودہ | تیر خاکی بنے مژگان غبار آلودہ

مژگان مشبہ مین غبار آلودہ کی قید اور تیر مشبہ بہ مین خاکی قید لگائی ہی۔

مومن

یہ حالت قامت خمیدہ | جیسے شجر خزان رسیدہ

ظفر

کوئی کہتا ہی وہ شفاف عارض صبح صادق ہی | کوئی کہتا ہی وہ در کان کا تابندہ اختر ہی

ضمیر

اس نیزۂ سیاہ سے تھا سب کو بیم جان
تھا اژدہائے موسیٰ عمران وہ زبان

منشی دیبی پرشاد ربط

ادا و عشوہ ناز و غمزہ ہین یہ چار رکن اُسکے
قد موزون جانان بھی عجب برجستہ مصرع ہے

شاہ نصیر

تو ہمکو دکھاتا ہے مہ نو عبث ای چرخ
ناخن جو تراشیدہ ہو کب عقدہ کشا ہو

یا صرف مشبہ مفرد ہوتا ہی اور مشبہ بہ مفرد مقید یا اُسکے برعکس مثال پہلی صورت کی۔

مہدی علیخان حسن

شعر برجستہ ہین ترے ابرو
کیونکہ نہ اُن پر پڑے ہماری آنکھ

ابرو مشبہ مفرد و شعر مقید بہ برجستہ مشبہ بہ۔

میر حسن

غرض وہ مُڑی جب دکھا اپنے بال
تو گویا کہ مارا محبت کا جال

بال مشبہ مفرد ہی اور محبت کا جال مشبہ بہ مفرد مقید ہے۔

آتش

واہ ری شانے کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا
پنجۂ شل سے کھُلینگے عقدہ ہاے موے دوست

شانہ مشبہ مفرد اور پنجۂ شل مشبہ بہ مقید۔

عاشق

اپنے باغ حسن کا اُسنے تماشا دیکھکر
آئینہ جب رکھدیا پھُولون کی چادر ہو گیا

آئینہ مشبہ مفرد ہی اور پھولون کی چادر مشبہ بہ مفرد مقید۔

دبیر

یہ رُخ ہے کہ آئینہ طاق دل زہرا
حُسن اپنا انھیں آئینون مین شرع نے دیکھا

رُخ مشبہ مفرد اور آئینہ طاق دل زہرا شبہ بہ مقید۔

ظفر

کوئی کہتا ہی اُسکی زلف کو ہے یہ شب یلدا
کوئی کہتا ہی اُسکے رُخ کو یہ خورشید محشر کا

رحمت اللہ رعد

ہاتھ عنقا کی طرح آئی نہ دلبر کی کمر
اگرچہ پھیلایا کیے جال مگر گیسو

ذوق

زلف افعی وش کو دھوئے گر وہ پرفن آب میں
ہو بجائے موج پیدا مار رہزن آب میں

بدھ سنگھ شگفتہ

پروانہ وار جلکر گو خاک ہو گئے ہم
پر شعلہ رو نہ چوکا اپنی شرارتوں سے

گلزار نسیم

ٹوپی جو بنائی چھیل کر چھال
دکھلائی نہ دی نظر کی تمثال

غلام دستگیر نامی

اے عید تو ہے شوکت اسلام کی دلیل
تیوہار ایک بھی تو نہیں ہے ترا عدیل

ظفر علیخان

مرے جدّ امجد شہنشاہ پٹیر
عدیل فریدون مثیل سکندر

عبداللہ خان خستہ

سایہ ساں پہونچے تو تھے پانوں تلک گر گر کر
اُس نے دامن کو بھی پر ہاتھ لگانے نہ دیا

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہیں
وفور درد یہاں تک کہ ہوں بشکل سطیح

ماہ

پیراہن سے پھوٹ نکلا یار کا جسم لطیف
حسن شکل بوئے گل جامے سے باہر ہو گیا

مجروح

مرا استاد کہ ہے جس کا سخن عالمگیر
ہے ظہوری کا ظہور اور نظیری کا نظیر

گویا

حروف سے خط مسطر ہوں جیسے پوشیدہ
اسی روش سے روش زیر سبزہ پنہاں ہے

انیس

یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشق رب کو
یعقوب نمط جاتے تھے یوسف کی طلب کو

ظفر

مشابہ ہم بھی سب ڈھنگ میں ہیں فرہاد سے دیکھو	اگر شیرین سے تم ایجان سب باتوں میں ملتے ہو

شاداب

کہیں کیونکر نہ شاہ حسن تم کو	مشابہ زلف ہے بال ہما سے

کبھی تنہا کاف جو حروف معنوی میں سے ہی حرف تشبیہ کی جگہ کام دیتا ہی جیسے۔

مولوی محمد اسمعیل

جب ستارہ طلوع ہو دُم دار	دُم ہو ایسی کہ چھوٹتا ہو انار

یہان کاف جیسے کے معنی میں ہی۔

کبھی دوسری عبارت کو اداۃ تشبیہ کے قائم مقام بنا دیتے ہیں۔

مفتون

اُس قمر نے جو پریشان کیے یکسر گیسو	ہو گئے دہر میں ہم طالع اختر گیسو

گیسو کو اختر سے تشبیہ دی ہی اور ہم طالع ہونیکو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہی۔

فہمی

دیکھکر سنبل گلزار کو ہمسر اپنا	بل پہ بل کاکل پیچان نے تری کھائے عبث

کاکل پیچان کی تشبیہ سنبل سے منظور ہی اور ہمسر دیکھنے کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام کیا ہے۔

طوبے

چہرہ یار پہ بکھری ہوئی کیا خوب ہے زلف	دستہ سنبل گلشن سے یہ منسوب ہی زلف

سودا

بلبل خوش نغمہ ہون لیک اُس گلستان میں جہان	نالۂ مرغ چمن سے کم نہیں فریاد زاغ

زاغ کی آواز کو مرغ چمن کی آواز سے تشبیہ دی ہی اور کم نہیں کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہی۔

اصغر

مضمون دقیق وصف سراپا میں ہی رقم	تار نظر کو باندھا ہی موے کمر کے ساتھ

موے کمر کی تار نظر کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے۔

ظفر

کوئی کہتا ہی مینی کو کہ ہی رشک گل رنگ	کوئی کہتا ہی چشم سرمگین ہمچشم عنبر ہے

زلف یار میں رُخ کا واقع ہونا مشبہ مرکب ہی اور دم دار ستارہ مشبہ بہ مفرد۔

اور جو کئی مشبہ ایک جگہ ذکر کریں بعد اس کے کئی مشبہ بہ لاویں تو ایسی تشبیہ کو تشبیہ ملفوف کہتے ہیں جیسے۔

ظفر

چھپے جو پانو میں ہیں نمایاں تو سر پہ داغ جنون فروزاں — نہ دیکھیں دیوانے تیرے کیونکر زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر
ذرا جبیں عرق فشاں ہے تو اپنی افشاں دکھا دے چن کر — اگر تا نظر آویں ماہ پیکر زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر

شاہ نصیر

غضب ہی چیں بر جبیں وہ کیا ہی بدن سے ٹپکے بھی ہی پسینا — عیاں ہی یا رونے ہنر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں
دوپٹہ سر پر ہی بادلے کا گلاب پاش اُسکے ہاتھ میں ہی — نہ کیونکہ چمکے نہ کیونکہ برسے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں

اکبر شاہ خان فرحت رام پوری

جو ہو وا کس آہ و اشک تر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں — تجھے یہ چمکے نہ اور برسے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں
ہنسے ہی گھوڑے پہ دیکھ مجھکو جلو میں اُنکے وہ اشک ریزاں — کہیں نکیوں سب اِدھر اُدھر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں
ہنسے نہانے میں وہ جو ہر دا اور آب اُسکے ہو تن سے ریزاں — تو بولیں سب آئے یہ کدھر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں
کناری چہرے پہ ہی نمایاں اور اُسکا چہرہ عرق فشاں ہی — یہ سیر دیکھے کوئی نظر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں
وہ برق وش بام پر ہی خنداں میں نیچے جوں ابر رو رہا ہوں — عجب ہی یہ لطف اک پہر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں

رسا

مُہاسے اور داغ چیچک اس روے منور پر — لب تنگ شکر پر مور قائم ہیں شکر پیدا

ناسخ

بندہ بالوں میں نہیں تعویذ بالوں میں نہیں — وہ ستارا صبح کا ہے یہ ستارا شام کا

میر وارث علی جوش

جبیں گیسو سے عیاں رُخ مانگ میں سلک گہر — یہ شب مہتاب ہی وہ کہکشاں بالاے سر

آشفتہ

ہے ہجوم داغ سوزاں اور دل مایوس ایک — ہر طرف جلوہ چراغاں کا ہی اور فانوس ایک

شاداب

یہ زلف و چشم غیرت شمشاد دیکھنا — نرگس کے پھول یہ ہیں وہ نافہ غزال کا

کبھی ایسا کرتے ہین کہ شعر مین ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ باہم ذکر کرین پھر ایک اور مشبہ بہ بیان کرین۔ اِسی طرح دو بار یا تین بار لائین اُسکو تشبیہ مفروق کہتے ہین مثال اسکی۔

محسن

نگہ پاک الف صاد ہے چشم زیبا	لام گیسو ہین سر مو نہین کچھ فرق اصلا

نسیم

تو برق دمان مین جنس مین خار	تو سیل روان مین خستہ دیوار
تو جوشش یم مین مور کے پر	مین نقش قدم تو باد صرصر

طور

وہ گیسو خط جدول ہین وہ ابرو مد بسم اللہ	وہ رخ قرآن ہے خط تفسیر ہے زیر و زبر یکسین

میر دوست علی خلیل

گل قند قین ہین دزد حنا موتیا کے پھول	گلدستہ جنان ہین ترے اے نگار ہاتھ

احمد

عارض ہین گل انار ہین پستان ذقن ہے سیب	ہین نخل قد یار سن گل بھی ثمر کے ساتھ

انیس

پھل وزن مین تھا پھول تجلی مین نخل طور	گرمی مین محض نار تو نرمی مین صاف نور
آسیب سایہ چال پری قبضہ چشم حور	خود مہر آب زہر تڑپ قہر شور صور

ناسخ

روز نور روز جبین ہے شب معراج ہے زلف	ذوالفقار ابروے محبوب ہے قرآن عارض

ولہ

اشک آتش حلکردہ ہے بجلی نالہ	ہر لخت جگر ہے آگ کا پرکالہ

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سر کردہ کمان	ہین پیش راہوار رہ نکلی گویا کنوتیان
تشدیدون پہ ہے طرۂ دستار کا گمان	حرفون کے سر پہ خود ہین یا جزم ہین عیان

سطرین تمام شان دکھاتی ہین فوج کی
مد ہین کہ بیرقین نظر آتی ہین فوج کی

مثال دوسری صورت کی

محمد عارف جوشش

جون آئینہ یہ ستم رسیدہ | رہتا ہے مدام آب دیدہ

یہ ستم رسیدہ مفرد مقید مشبہ اور آئینہ مفرد مشبہ بہ۔

داغ

لو کے چشمے ہین چشم پرآب کی صورت | شکستہ کاسۂ سر ہین حباب کی صورت

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہی جس مین کاسۂ سر شکستہ مشبہ مقید ہی اور حباب مشبہ بہ مفرد۔

ظفر

ہے یہ ڈر دل کو نہ چشم مست مہوش کھینچ لے | اپنے مذہب مین نہ اس صوفی کو میکش کھینچ لے

مہوش کی چشم مست مشبہ مفرد مقید ہی اور میکش مشبہ بہ مفرد ہی۔

نسیم

بدلی سی چھپی وہ ماہ روشن | بجلی سا عیان ہوا وہ پر فن

ماہ روشن مشبہ مفرد مقید اور بدلی مشبہ بہ مفرد۔

رسا

رنگ عارض سے ہی کیفِ مے گلرنگ عیان | یہ صراحی ہی کہ ساقی کی ہی گردن دیکھو

گردن ساقی مشبہ مفرد مقید اور صراحی مشبہ بہ مفرد۔

کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب ہوتے ہین اور مرکب ہونے سے یہ مراد ہی کہ ہر ایک ایک ایسی ہیئت ہوتا ہی جس مین چند چیزین مجتمع ہوتی ہین۔

صوفی

زلفون کا گورے گالون پہ کیا احتشام ہے | لندن پہ جا کے کالون نے باندھا یہ لام ہے

اس مثال مین زلفون کا گورے گالون پہ جمع ہونا مشبہ مرکب اور لندن کے ملک پر جہان کے باشندے سب سفید رنگ مین کالون کا چڑھ جانا مشبہ بہ مرکب ہے۔

لمؤلفہ

کاکل سے نہ ربط اُس رُخ تابان نے کیا ہے
کافر کو ہم آغوش مسلمان نے کیا ہے

ضمیر

پنہان زرہ مین ہوتی تھی اس طرح سے سنان
بجلی چمک کے ہوتی ہے جون ابر مین نہان

وحید

شاخ سنان سے ہوا اسطرح پھل جدا
پیرون کے قدسے جیسے جوانی کا بل جدا

ذوق

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ
کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

امیر

دل مین وہ سخت دلون کے بھی اثر کرتا ہے
سنگ پر جیسے پیمبر کے پڑے نقش قدم

ناسخ

سمجھے ہم ابر سیہ سے نکل آیا تارا
کھل گئی بالون کے جو تیری جبین تھوڑی سی

ولہ

حیران بیٹھے ہین گرد سارے مونس
تصویر کی جس طرح کھچی ہو مجلس

کبھی مشبہ مفرد ہوتا ہے اور مشبہ بہ مرکب جیسے۔

شاداب

کہتے ہین لوگ اُسکے مہاسے کو دیکھکر
شبنم کی بوند ہے یہ گل آفتاب پر

مہاسہ مشبہ مفرد ہے اور شبنم کی بوند کا سورج مکھی کے پھول پر ہونا مشبہ بہ مرکب۔

ظفر

مانگ ہے یا کوئی سیدھی راہ ہے ظلمات مین
یا عیان ہے کہکشان کا خط اندھیری رات مین

مانگ مشبہ مفرد ہے اور ظلمات مین سیدھی راہ کا ہونا اور اندھیری رات مین کہکشان کے خط کا ہونا دونون مشبہ بہ مرکب ہین۔

یا مشبہ مرکب ہوتا ہے اور مشبہ بہ مفرد جیسے اس شعر مین نطق کے مشعل مشبہ بہ مفرد ہے اور درختون کی چوٹیون پر سرخ پھولون کا مجتمع ہونا مشبہ مرکب ہے۔

چوٹیون پر جو نہالون کی ہجوم گل ہے
دور سے یون نظر آتے ہین وہ جیسے مشعل

ناسخ

ہے ستارہ ذوذنب یا رخ ہے زلف یار مین
خال ہے خورشید مین یا تل ہے یہ رخسار مین

میر محمود خان اوج

ابرو ہلال بدر جبین خال ہی زحل | کیونکر نہو فلک پہ تمھارا بھلا دماغ

ابرو

نرگس ہی چشم سرو ہی قد غنچہ ہے دہن | رُخ رشک گل ہی غیرت ابر بہار زلف
بابل ہی چشم ہو نٹھ بدخشان ہی رُخ ہی روم | گیسو ہی چین جعد ختن ہے تتار زلف

خالق بخش خالق

سرو قد زلف بنفشہ گل نرگس آنکھیں ہیں | تن سمن غنچہ دہن اور گلستان عارض

اگر کسی تشبیہ مین کئی مشبہ اور ایک مشبہ بہ ہو تو اُسے تشبیہ تسویہ کہتے ہین جیسے۔

سود

دلکو میان خط و زلف تو جو رکھے ہی عدو | ایک ہی مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو

مشبہ میان خط و زلف دو چیزین ہین اور مشبہ بہ یعنی دام ایک چیز ہے۔

حالی

بے حقیقت ہے شکل موج سراب | تاج جمشید و راح ریحانی ہا

مشبہ دو چیزین ہین تاج جمشید اور راح ریحانی مشبہ بہ ایک ہی یعنی موج سراب۔

ذوق

عجب نہین ہی کہ آرائش زمانہ سے | حنائی پنجہ ہون تاک و چنار و بید انجیر

حسرت

بدن کو جان کو دلکو جگر کو آگ لگی ہا | غم فراق مرے گھر کے گھر کو آگ لگی

مشبہ یعنی بدن اور جان اور دل اور جگر چار چیزین ہین اور مشبہ بہ یعنی گھر ایک چیز ہے۔
اگر اسکے برعکس ہو یعنی مشبہ ایک ہو اور مشبہ بہ متعدد تو اُسکو تشبیہ جمع کہتے ہین جیسے۔

کیا جگہ کوچۂ محبوب ہے سبحان اللہ | کوئی جنت کوئی کعبہ کوئی گلشن سمجھا

آباد

دل مین چبھ جاتی ہین اُس حور کی اکثر پلکین | کبھی خنجر کبھی ناوک کبھی نشتر پلکین

ظفر

کیا وصف جبین مین کہون اُس ماہ جبین کا | اک تختہ سراسر ہے وہ فردوس برین کا

یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے ید بیضا — یا صفحۂ رخسار کسی شوخ جبین کا
یا مشتری و زہرہ ہے یا مہر درخشان — یا جلوۂ پُرنور ہے یہ ماہ مُبین کا
یا تخت بلورین ہے کہ ہے لوح یہ سیمین — یا صفحۂ سادۂ کسی انمول نگین کا

انیس

دامن وہ سبز اور وہ نیچے کا اُسکے نور — کُھلا ہوا ہے قصر زمرد سے روے حور
فرق جناب خضر پہ روشن ہی شمع طور — بے شبہہ وہ امام کے ہے نور کا ظہور

حمد

تشبیہ کیون نہ ابروے قاتل کو دیجیے — خنجر کے ساتھ تیغ کے ساتھ اور تیر کے ساتھ

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی — خنجر سے زیادہ تر روان تھی
تھی یا کوئی تیغ آتشین دم — یا شعلۂ آتش جہنم

امانت

دوست کے حق مین رگ برگ گل تری ہی مژہ — مدعی کے رگ جان کے لیے نشتر ہی مژہ
شعبدہ باز ہی ساحر ہی فسونگر ہے مژہ — کبھی نیزے کی انی ہی کبھی خنجر ہی مژہ

کبھی ایسا کرتے ہین کہ سلسلہ بہ سلسلہ تشبیہ دیتے جاتے ہین یعنی ایک چیز کو ایک چیز سے تشبیہ دی پھر اس مشبہ بہ کو کسی اور چیز سے تشبیہ دی پھر اُس دوسرے مشبہ بہ کو بھی کسی اور چیز سے تشبیہ دی اگرچہ یہ قسم تشبیہ مفروق مین داخل ہو سکتی ہی مگر چونکہ سنسکرت کے علم بیان مین اسکو علحدہ بیان کیا ہی اور نام اسکا شرنکھلو پماکن (آخر مین نون غنہ سے) رکھا ہی اسلیے ہم بھی اسکو علحدہ بیان کرتے ہین مثال اسکی یہ ہی۔

ذوق

ہر ایک خار ہی گل ہر گل ایک ساغر عیش — ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر
ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوش آب — ہر اک نگہ گہر شب چراغ پر تنویر

کبھی ایک شے کو دوسری کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین پھر اُس سے رجوع کرکے مشبہ کو مشبہ بہ پر ترجیح دیتے ہین اس کا نام تشبیہ تفضیل ہے مجمع الصنائع مین اسی طرح لکھا ہے مثال۔

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی	خنجر سے زیادہ تر روان تھی

اول زبان کو خنجر سے تشبیہ دی پھر اُس سے رجوع کر کے زبان کو خنجر پر ترجیح دی۔

مثنوی پدماوت

لکھون کیا جس گھڑی وہ درۃ التاج	کرے زلفون مین اپنی شانۂ عاج
نمایان شانۂ و زُلف گرہ گیر	ہے ابیض فیل کے دانتون مین زنجیر
غلط مین نے یہ دی ساتھ اسکے تمثیل	کجا زنجیر و دندان و کجا فیل
سیہ زُلفون مین اُسکی شانۂ عاج	روان مانند مہتاب شب داج

کبھی ایسا کرتے ہین کہ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دیتے ہین اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قائل کا مقصود تشبیہ نہین بلکہ دوسری چیز ہے اور حقیقت مین غرض تشبیہ ہوتی ہے اس کا نام **تشبیہ اضمار** ہے جیسا کہ المعجم مین ہے مثال غلام علی خان وحشت کہتا ہے ؎

دل ترا سنگ ہے پر آگ نہ نکلی گا ہے	رُخ ترا آئینہ ہے پر کبھی حیران تو ہوا

مرزا نوشہ غالب چکنی ڈلی کی تشبیہات مین کہتے ہین۔

کیون اسے قفل درِ گنج محبت لکھیے	کیون اُسے نقطۂ پرکار تمنا کہیے
کیون اسے گوہر نایاب تصور کیجے	کیون اسے مردمک دیدۂ عنقا کہیے
کیون اسے تکمۂ پیراہن لیلےٰ لکھیے	کیون اسے نقش پئے ناقۂ سلما کہیے

اگرچہ بظاہر انکار معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین ان اشیا کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے چنانچہ ان کے اشعار ماقبل مین بھی تشبیہ بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہین۔

خاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھیے	سر پستان پریزاد سے مانا کہیے
صومعے مین اسے ٹھہرا ئے گرہ مہر نماز	میکدے مین اسے خشت خم صہبا کہیے

بیان تشبیہ قریب

بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ وجہ شبہ اُس مین جلد سمجھ مین آجاتی ہے اسکو **تشبیہ قریب** کہتے ہین ایسی تشبیہ مبتذل ہوتی ہے اور اُسکے کئی سبب ہین۔

(۱) وجہ شبہ واحد ہو جیسے۔

محسن

کہتے ہین حسرت سے خود بین دیکھکر اے سادہ رو
ہین مصفا تیرے تلوے یاکجل پانؤن مین

تلوونکی تشبیہ مین آئینے کے ساتھ وجہ شبہ واحد ہے اور وہ صفائی ہے۔

ناسخ

ہو مبارک اُسے دنیا مین سعادتمندی
زلف پیچیدہ جو ہے بال ہما ہو جائے

یہان زلف کی تشبیہ مین بال ہما کے ساتھ مبارک ہونا وجہ شبہ ہے شکل و وضع کو اس مین دخل نہین۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہین
بات گویا نبات اپنی ہے

بات کی تشبیہ مین نبات کے ساتھ وجہ شبہ فقط رغبت ہی۔

قلندر

اے قلندر یہ نظم یا جادو
تو نے تو لعل سا اُگال دیا

نظم کی تشبیہ مین جادو کے ساتھ وجہ شبہ فقط تاثیر ہی اور لعل کے ساتھ وجہ شبہ فقط عمدگی ہی۔

سودا

گجنال مثل رعد کڑکتے تھے دم بدم
آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار

آواز گجنال اور رعد کی تشبیہ مین اسی طرح آواز شترنال اور آواز طاؤس کی تشبیہ مین۔
مہیب ہونا وجہ شبہ ہے۔

قلق

پیٹ نرمی سے صورت مخمل
صاف مانند تختۂ صندل ہے

شکم اور مخمل کی تشبیہ مین وجہ شبہ فقط نرمی ہی اور شکم اور تختۂ صندل کی تشبیہ مین وجہ شبہ فقط صفائی ہی۔
(۲) مشبہ مشبہ بہ سے نسبت قریب کی رکھتا ہو جیسے ناشپاتی کی تشبیہ بہی سے یا بہی کی تشبیہ سیب سے اور لباس کی خلعت سے۔

نسیم

شہزادے نے کرکے پاس اُن کا
خلعت سا دیا لباس اُن کا

میر

اَنت شیطان کی ہے اُسکی اَنت
دانت اُسکے ہی ہاتھی کا سا دانت

مومن

لبریز بہار صد جنون تھا | ہر سنگ وہاں کا بے ستون تھا

ہر سنگ مشبہ اور بے ستون مشبہ بہ ہی اور بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہی۔

ولہ

خرس کی پشم اشعار خمیدہ | سخت غبار آلا ژولیدہ

رند

اب نہیں دل میں کدورت رند حاصل ہی صفا | جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینہ ہوگیا

امیر

ہے سپر پشت مبارک یہ کہ حمزہ کی سپر | ذو الفقار اسد اللہ کہ شمشیر دو دم

(۳) مشبہ بہ اکثر ذہن میں گذرتا ہو جیسے زلف کی تشبیہ سانپ سے۔

وصف

پھرتی ہی زلف یار آنکھوں میں | پیچ کرتے ہیں مار آنکھوں میں

اور آنکھ کی تشبیہ نرگس سے اور قد کی سرو سے۔

عشرت

رہوں دیدار کو لے مرتا چند | سراپا چشم میں نرگس کی مانند
اور اُن میں وہ صنم باعزت و شان | ادھر ادھر پھرے سرو خرامان

یاس

کہکشان رنگ کرے اُترے ہوے ہار دیکھ | چاندنی محو ہی ان پھول سے رخسار دیکھ

اور زلف کی تشبیہ زنجیر سے۔

زلف چھو کر اُس بت کافر کی قیدی ہم ہوے | جو ہر پارے دل میں پڑگئی زنجیر اپنے ہاتھ سے پا

اور ابرو کی تشبیہ ہلال و تیغ سے اور مژہ کی تشبیہ برچھی سے جیسے۔

فراست

گھائل تو ہو چکا ہی دل ابرو کی تیغ سے | مژگان کی کیوں لگاتے ہو اب برچھیاں مجھے

اور جبین کی تشبیہ ماہ سے جیسے۔

غنی

پریوں کو بھی ملی نہیں یہ نازنین جبین | ابرو تری ہلال ہے ماہ مبین جبین

اور بال کی تشبیہ سنبل سے جیسے۔

میر حسن

کسی نے دیے کھول سنبل سے بال	کیا پانچون سے جون گل کیے سرخ گال

اور زنخدان کی تشبیہ سیب یا بہی یا کنوین کے ساتھ۔

تسلیم سہسوانی

وہ زنخ اُسکی مثل سیب و بہی	بلکہ سیب و بہی کو اُس سے بہی

اور کاکل کی تشبیہ اژدہا کے ساتھ۔

عبرت

ذقن چاہ وصف مژگان وہ خونخوار	وہ کاکل اژدہا زلف سیہ مار

اور لب کی تشبیہ برگ گل سے اور رخسار کی تشبیہ لالہ سے اور زلف کی تشبیہ سنبل سے۔

میر حسن

تری چشم اور لب پیارے تری زلف اور رخسار	وہ نرگس ہی یہ برگ گل وہ سنبل ہے یہ لالہ ہے

اور دانتون کی تشبیہ موتی کے ساتھ جیسے۔

ضامن

گوہر نایاب ہین دندان دہان یار مین	سرخی لعل بدخشان ہے زبان یار مین

اور عقل کی تشبیہ چراغ سے جیسے۔

ناسخ

متضرر نہو دماغ کبھی	گل نہو عقل کا چراغ کبھی

اور رخ کی تشبیہ خورشید سے جیسے۔

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا	مثل خورشید درخشان رخ روشن نکلا

بیان تشبیہ بعید

بعض تشبیہ ایسی ہوتی کہ اُس مین وجہ شبہ بعد تامل کے معلوم ہوتی ہے اس کو تشبیہ بعید اور غریب کہتے ہین اور اُسکے کئی سبب ہین۔

(۱) وجہ شبہ متعدد ہو جیسے۔

جرأت

تشبیہ رگ گل سے انھین دون تو ہے زیبا ۔۔۔ ڈورے ہین تری آنکھ کے ای رشک چمن سرخ

آنکھ کے ڈورون کو رگ گل سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ ایک تو سرخی ہی اور دوسرے باریکی ۔

آتش

سرمہ منظور نظر ٹھہرا ہے چشم یار کو ۔۔۔ نیلگون گنڈا پنھایا مردم بیمار کو

سرمے کی تحریر کو نیلگون گنڈے سے تشبیہ دی ہی اس مین وجہ شبہ دو چیزین ہین ایک رنگ دوسرے باریکی

آتش

بل نہ نکلا تری زلفون کا صنم شانے سے ۔۔۔ واقعی زور نہین پنجۂ شل سے ہوتا

شانے کی تشبیہ مین پنجے کے ساتھ وجہ شبہ متعدد ہی ایک تو صورت شکل کہ اُس مین دندانے انگلیون کی طرح ہوتے ہین دوسری وجہ شبہ بے حس و حرکت ہونا ہے ۔

(۲) وجہ شبہ مرکب ہو جیسے ۔

سودا

یون منعکس صفائے عمارت سے ہو چمن ۔۔۔ جو ایک رو مکان ہو سو معلوم ہو دو رو
چادر تلے ہو آب کے یون سنگ آبشار ۔۔۔ چین بر جبین نقاب تلے جون رخ نکو
یون جلوہ گر ہو سرو کا سایہ کہ جس طرح ۔۔۔ کوئی سیاہ مست پڑا ہو کنار جو

ولہ

بخشتی ہے گل نورستہ کی رنگ آمیزی ۔۔۔ یو ستی جھینٹ قلمکار بر دشت و جبل
تا بارش مین پروتے ہین گہر ہائے تگرگ ۔۔۔ ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر ۔۔۔ ساغر لعل مین جون تیجے زمرد کو حل

آتش

ذقن یار مین کی خط نے رسائی پیدا ۔۔۔ چاہ یوسف مین خضر بہر تماشا کودا

انیس

یون برچھیان تھین چار طرف اُس جناب کے ۔۔۔ جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے

(۳) مشبہ کو مشبہ بہ کے ساتھ دو تین نسبت ہو جیسے ۔

آتش

گورے گالون پر ترے زیبا ہی خال عنبرین ۔۔۔ تھا یہی مینا سزاوار ایسی لوح سیم کا

ظاہر ہے کہ گورے گالون اور سیاہ خال کو لوح سیم اور مینا کے ساتھ عدم اعتبار تشبیہ کی صورت مین مناسبت نہین۔

سُرمے کا چشم یار کے دل گشتہ ہو گیا | ولہ لار اپڑا ہے زنگی ابلق سوار سے

لطف

جو پریزاد کا خال تہ گیسو ہو گا | جان لو سانپ کے نیچے کا وہ بچھو ہو گا

مصحفی

حق نے کیا اُس کو تازگی دی ہے | ہر پنا گوشِ گُل کی پتی ہے

وزیر

جا کے دل بھول گیا راہ نہ آیا پھر کر | کوچہ زلف ہی یا بھول بھلیان سر پر

(۴) شبہ بہ ذہن مین ندرت کے ساتھ آئے بسبب اُسکے کہ وہمیات سے ہو یا خیالات سے۔

رند

دہان یار مین دیکھی زبان تو یہ خیال آیا | کسی نے چھوڑدی ہی لال مچھلی حوض کوثر مین

خلیق

ہوے سر پانو نپہای رشک صنوبر تہ ہین | سرو کی چوٹی سے نکلا ہی نہال کاکل

امانت

جلوہ کا کل کا نہین رُخ پہ نظر آتا ہے | کان کی لو کا دھوان ناز سے بل کھاتا ہے

ولہ

بخشی کیا زیور نے اُس رشک چمن کو تازگی | کان کا پتا نہال تن کو کونپل ہو گیا

قلق

نظر آیا جو اُس کے کان مین یاقوت کا بندہ | کہی یہ بات دل نے بھین ہی مار زلف پیچان کا

وزیر

لگا مضمون ہاتھ اُس کان کی مچھلی کی بالی کا | یہ ہے منبع چشمہ خورشید سے مچھلی نکالی ہے

گوکل پرشاد رسا

بکھرے رخسار دو پہ گیسو جو ترے سیم بر آج
سانپ اُڑتے نظر آئے مجھے خورشید پر آج

کوکلا

نہین گیسوے عنبرین اُن کے	دود بخت سیاہ عاشق ہے

امانت

ناک کے پاس بھوین سر نہین موڑے ہین	شاخ بلورین مین تلوار کے پھل آئے ہین

تشبیہ مین وجہ شبہ جس قدر ترکیب زیادہ رکھتی ہوگی اُسی قدر اُس مین بعد اور غرابت زیادہ ہوگی اور جتنی کم تفصیل اور ترکیب رکھتی ہوگی اُتنی ہی زیادہ قریب اور مبتذل ہوگی۔ تشبیہ مین جس قدر بعد و غرابت زیادہ پیدا ہوتے ہین اُسی قدر زیادہ بلیغ ہوتی ہے اور بہ نسبت قریب و مبتذل کے اُس مین بہت لطف ہوتا ہے پس مولوی شبلی نے جو موازنہ مین تشبیہ قریب الفہم کو تشبیہ کا بڑا کمال سمجھا ہے تحقیق کے خلاف ہے۔

کبھی تشبیہ مبتذل تھوڑا سا تصرف کرنے سے غریب ہوجاتی ہی جیسے زلف کو شانہ پر افتادہ ہونے کے سبب سے دل خانہ بدوش کہین۔

ذکی

شانون پہ اُس پری کے پریشان جو زلف ہے	انداز اُڑائے ہے دل خانہ بدوش کا

یا زلف کے دونون رخسارون پر آویختہ ہونے کی وجہ سے اُسکو مار دو سر ہمسے کے ساتھ تشبیہ دینا۔

نفیس

تشبیہ دے چکا ہون مین مار دو سر کے ساتھ	زلفون کو اُسکی ہاتھ لگاتا ہون ڈر کے ساتھ

یا دونون ابرون کو دو ہلالون سے تشبیہ دے کر اُن کے یک جا نظر آنے کا ادعا کرنا۔

ظفر

ابرو مین تماشا ترے اے رشک قمر دو	یک جامہ نو سامنے آتے ہین نظر دو

مرزا محمد اسمعیل طپش

کہا دل سے کہ چل تجھکو تماشا ایک دکھلاؤن	تہ کاکل عرق آلودہ وہ گردن جھلکتی ہے
لگا کہنے طپش مین گھر سے باہر کسطرح نکلون	اندھیری رات ہی برسات ہی بجلی چمکتی ہے

اگرچہ تنہا کاکل کی تشبیہ اندھیری رات سے اور عرق کی برسات سے اور جھلکتی ہوئی گردن کی چمکتی ہوئی بجلی سے عامیانہ ہی مگر تینون کے ایک جا جمع ہونے سے نادر ہوگئی ہی۔

برق

جھکا بار پستان سے چلنے مین قد	انارون سے خم شاخ تر ہوگئی

بستان کو انار سے تشبیہ دی ہی اور یہ کوئی غریب تشبیہ نہین مگر تصرف کرنے سے غرابت آگئی ہی

کندن کی طرح جسم دمکتا ہے یار کا	ولہ	پھبتی کمر پہ سوجھی ہی سونے کے تار کی	

سونے کے تار کے ساتھ تشبیہ کمر یار کی تبذل تھی مگر کندن کیطرح دمکنے کی مناسبت سے نادر ہوگئی ہی

آباد

شک ہے کمر یار کے اور رگ جان کا	کیسی رگ گل رشتۂ باریک کمان کا

شاعر کو کمر یار کی تشبیہ رگ گل اور رشتہ باریک کے ساتھ بھی منظور ہے اور یہ تشبیہ تبذل تھی مگر استفہام انکاری کے طور پر بیان کرنے سے غرابت ہوگئی۔

عاشق

دانتون مین زلف کو جو دباتے ہو بار بار	کاٹے گا خاک سانپ کا جب سر کچل گیا

زلف کی تشبیہ سانپ کے ساتھ تبذل تھی مگر شاعر کے تصرف سے اُس مین غرابت آگئی۔

نجیب

مشک ختن زلف کو مین نے کہا	مجھ سے یہ اک کار خطا ہوگیا

تشبیہ زلف کی مشک کے ساتھ تبذل تھی مگر خطا کے ذکر سے غرابت آگئی۔

مملو

مصحف رخسار پر رکھتی قدم ہے بار بار	زلف کافر کو عبث سر پر چڑھایا آپنے

رخسار کی تشبیہ مصحف کے ساتھ اگرچہ تبذل ہی مگر کافر کے ذکر نے اُسے نادر کردیا۔

حسام

ہندوے زلف کی صحبت ہی آنکھین آٹھ پہر	نہین معلوم کہ کیسے ہین مسلمان عارض

زلف کی تشبیہ ہندو کے ساتھ ہے اور مسلمان کے ذکر کی وجہ سے اس مین غرابت آگئی ہے۔

میر قاسم علی شوکت

کسنے دکھلایا ہے یہ چاند سا تلوا مجھکو	ایڑیان گھستے ہی گذرا یہ مہینا مجھکو

اگرچہ تلوے کی تشبیہ چاند کے ساتھ تبذل ہی مگر ایڑیان گھسنے اور مہینے کے ذکر نے اسے بلیغ کردیا ہے۔

نسیم

موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جوان کا	ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا

لٹھ کی تشبیہ عصاے موسیٰ کے ساتھ غریب نہ تھی مگر جب یہ کہا کہ ایک ہی لاٹھی سے سب کو

ہانکا تو اس مین غرابت آگئی۔

آصف الدولہ

زلف مشکین ہین پریرو کے یہ دل کیون نہ پھنسے	ایسا صیاد ہو اور ہاتھ مین دام ایسا ہو	

زلف کی تشبیہ دام کے ساتھ اور معشوق کی تشبیہ صیاد کے ساتھ اگرچہ مبتذل ہی مگر ان کے اجماع سے غرابت آگئی۔

الہام

نگہ وہ دشنہ کہ طعنہ کٹار پر مارے	مژہ وہ تیر کہ خنجر کو دھار پر مارے

اگرچہ نگاہ کی تشبیہ دشنے کے ساتھ اور مژہ کی تشبیہ تیر کے ساتھ بلیغ نہین مگر کٹار پر طعنہ مارنے اور خنجر کو دھار پر مارنیکے ذکر سے غرابت آگئی۔

عاصی

دل مبتلا ہے عشق زنخدان یار مین	کافی ہے ڈوبنے کے لیے یہ کنوان مجھے

زنخدان کی تشبیہ کنوین کے ساتھ مبتذل ہی مگر ڈوبنے کے ذکر نے ندرت پیدا کر دی۔

عشقی

خدا جانے ہوا ای بت کیا بلا چاہ زنخدان مین	نہ مانگا اسنے پانی جو گرا چاہ زنخدان مین

پانی نہ مانگا کے ذکر نے اس تشبیہ مین ندرت پیدا کر دی ہے۔

رسا

دیتے ہین قد یار سے کیون سرو کو تشبیہ	وہ بے ثمر ہی اس مین ہی سیب ذقن کا پھل

سرو اور قد یار کی تشبیہ مین بوجہ اپنے مفردات کے کوئی غرابت نہین مگر ثمر کے ذکر کی وجہ سے غرابت ہی

سلام

حدیث زلف چشم یار سے پوچھ	درازی رات کی بیمار سے پوچھ

اگرچہ زلف کی تشبیہ رات سے اور آنکھ کی بیمار سے علحدہ علحدہ کوئی خوبی نہین رکھتی مگر ان کے اجماع سے ندرت آگئی۔

گویا

کیونکر کہون پیشانی کی افشان کو ستارے	جب ماہ نہ ہو چہرۂ تابان کے برابر

اور اگر تشبیہ مبتذل مین تصرف بطریق شرط کے ہو تو اسکو تشبیہ مشروط کہتے ہین جیسے یون کہین کہ تجھکو سرو کہہ سکتے ہین اگر سرو مین ماہ کا ثمر لگتا ہو یا تجھکو ماہ کہہ سکتے ہین اگر ماہ مین سرو کا قد ہو۔

شاب ساکن جاورہ

برگ گل کی طرح ہین لب اُسکے	اُس مین اعجاز کا اثر ہوا گر
اُس کی آنکھین ہین صورت نرگس	اُس مین بینائی کا گذر ہوا گر

اِسی قبیل سے ہے۔

وقار

اُس صبح رُخ کے ناخن پا کا جواب تھا	ہوتین بلندیان اگر ابروے شام مین

انیس

رُخسار کو قمر جو کہون اُس مین داغ ہے	خورشید ہی تو کیا ہو وہ دن کا چراغ ہے

غلام علیخان وحشت

دل ترا سنگ ہی پر آگ نہ نکلی گاہے	رُخ ترا آئینہ ہی پر کبھی حیران نہ ہوا

مفردات اُسکے تبدیل ہین مگر بوجہ استدراک کے غرابت پیدا ہو گئی۔

دبیر عون و محمد کے سراپا کے بیان مین کہتے ہین

سودا رہے خورشید یہ ابرو نہین رکھتا	ابرو مہ نور رکھتا ہے پر رو نہین رکھتا
قد رکھتا ہی طوبےٰ پہ یہ گیسو نہین رکھتا	سُنبل کے ہین گیسو قد دلجو نہین رکھتا

گر آنکھ ہی نرگس کی تو بینائی نہین ہے
غنچے کے دہن ہی تو یہ گویائی نہین ہے

گو ہے گل جنت مین یہ رخسار نہین ہے	ایمن مین تجلی ہی یہ دیدار نہین ہے
قد رکھتا ہی طوبےٰ پہ یہ رفتار نہین ہے	شیرین لب کوثر ہی یہ گفتار نہین ہے

آئینے مین رد ہے یہ خط سبز کہان ہی
غنچے کے دہن ہی نہ زبان ہی نہ بیان ہے

شامل پر پوشیدہ نہین ہی کہ ان اشعار مین چہرے کی تشبیہ خورشید کے ساتھ اور ابرو کی تشبیہ مہ نو کے ساتھ اور قد کی تشبیہ طوبیٰ کے ساتھ اور آنکھ کی تشبیہ نرگس کے ساتھ اور دہن کی تشبیہ غنچے کے ساتھ اور رخسار کی تشبیہ گل کے ساتھ اور ہونٹ کی تشبیہ لب کوثر کے ساتھ اور رو کی تشبیہ آئینے کے ساتھ ملحوظ ہی مگر اس طرح بیان کیا ہی کہ غرابت آگئی ہے۔

اسی قبیل سے ہی ناسخ کا یہ شعر۔

مشک مین خوشبو ہے پیچ وتاب مثل ہو نہین		پیچ ہین سنبل مین مثل ہو مگر خوشبو نہین	

المعجم فی معاییر اشعار العجم مین شمس الدین محمد بن قیس الرازی نے تشبیہ مشروطہ کے بعد تشبیہ معکوس لکھی ہے اور اُسکی تعریف مین کہا ہے کہ **تشبیہ معکوس** یہ ہے کہ اول ایک چیز کے ساتھ دوسری چیز کو تشبیہ دین پھر بعد اسکے مشبہ بہ کو دوسری وجہ سے مشبہ کے ساتھ تشبیہ دین جیسے گھوڑون کی ٹاپون سے میدان جنگ کی زمین ہلال کی طرح ہوگئی اور ہلال زمین کی طرح اول زمین کو گھوڑون کے نعل کی وجہ سے ہلال کے ساتھ تشبیہ دی پھر ہلال کو کثرت غبار سے زمین کے ساتھ تشبیہ۔ دوسری مثال۔ ممدوح کی تعریف مین کہے اُس کے حلم کے آگے بھاری زمین ہوا کی طرح ہلکی ہے اور اُسکی طبع کے مقابل ہلکی ہوا زمین کی طرح بوجھل ہے۔ تیسری مثال۔ روے زمین ہتھیارون کی کثرت سے پشت فلک کی طرح ہوگیا اور غبار کی وجہ سے روے فلک پشت زمین کی طرح بن گیا۔

ظفر

خاک کو مسند کمخاب سمجھتے ہین فقیر		اور وہ جانتے ہین مسند کمخاب کو خاک	

منیر

ثقالت آب دریا مین تری ہے سنگ ساحل مین		کلیجا پانی کا پتھر ہے پتھر کا جگر پانی	

بیان تشبیہ تمثیل و تشبیہ غیر تمثیل

اگر وجہ شبہ کئی چیزون سے حاصل ہوئی ہو تو اُسکو **تشبیہ مرکب** کہتے ہین اور **تشبیہ تمثیل** بھی اسی کا نام ہے مگر بغیر قید تشبیہ کے صرف تمثیل نہین کہتے اور سکاکی نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ وجہ شبہ وصف حقیقی نہ ہو بلکہ امر متوہم ہو اور شیخ عبد القاہر جرجانی کے نزدیک تشبیہ تمثیلی وہ تشبیہ ہے جس مین وجہ شبہ مرکب عقلی ہو اور اگر مرکب حسی ہو تو اُسکو **تشبیہ تمثیلی** اور **ضرب المثل** نہ کہنا چاہیے جیسے مہر کے اس شعر مین ؎

اے مہر ہیچ مثل ہی جو عالم ہے بے عمل		گویا وہ اک گدھا ہی کتب سے لدا ہوا	

اس مثال مین عالم بے عمل مشبہ اور گدھا کتابون سے لدا ہوا مشبہ بہ ہے اور محنت اُٹھانا اور پھر ایسے بڑے نفع کی چیز سے محروم رہنا صفت مجموعی کہ مرکب کئی چیز سے ہی وجہ شبہ ہے اور یہ صفت حقیقی نہین ہے اور عقلی بھی ہی پس یہ سب کے نزدیک تمثیل ہے سکاکی کے نزدیک باعتبار

غیر حقیقی ہونے کے اور شیخ کے نزدیک باعتبار عقلی ہونے کے اور جمہور کے نزدیک اس واسطے کہ اُن کے نزدیک یہ قیود معتبر نہین بلکہ عام ہے اس سے کہ حسی ہو یا عقلی اور حقیقی ہو یا غیر حقیقی پس اس شعر مین ۔

محشر

چمن مین گل پہ یون ہی قطرۂ شبنم پڑا چمکے	انگوٹھی پر گویا سونے کی اک الماس ہے دمکے

بقول شیخ کے تمثیل نہین ہی کیونکہ اس شعر مین ایک سرخ اور مدور چیز کے درمیان ایک سفید و براق چیز کا لحاظ ہونا وجہ شبہ ہی اور یہ امر مرکب حسی ہی اور چونکہ یہ وصف حقیقی ہی اس لیے سکاکی کے نزدیک بھی تمثیل نہین ۔

عبرت

دردندان دہن مین یون ہین باہم	نہان غنچے مین جون قطرات شبنم

اس شعر مین بھی وہی حال ہے کیونکہ ایک گول اور سرخ فام چیز مین ایک سفید اور براق چیز کا لحاظ ہونا وجہ شبہ ہی اور یہ مرکب حسی اور وصف حقیقی ہے ۔

سودا

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف	ہلال عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کشا
جو ناتوان نہ کرین دست گیری دشمن	تو خاروخس نہ کرے شعلے کو بھو بر یا
فتادگی مین یہ عزت ہی دیکھ ای سرکش	کہ نیک و بد لے کیا نقش پا کو راہ نما

سب کے نزدیک ان اشعار مین تمثیل ہے ۔

اور اگر وجہ شبہ مرکب نہو گی بلکہ واحد یا متعدد ہو گی تو اُسکو تشبیہ غیر تمثیل کہین گے مثال اول جیسے خوشبو معشوق کے گیسو اور مشک و عنبر کی تشبیہ مین اور جرأت زید اور شیر کی تشبیہ مین مثال دوم جیسے بہی کی تشبیہ مین سیب کے ساتھ رنگ اور مزہ اور خوشبو اور زلف و سنبل کی تشبیہ مین درازی باریکی اور پیچیدگی ۔

بیان تشبیہ مفصل و مجمل

جس تشبیہ مین وجہ شبہ مذکور ہو اُسکو تشبیہ مفصل کہتے ہین جیسے فلان آدمی شجاعت مین شیر کی طرح ہے

گلزار نسیم

دستور کہ عرض کر چکا تھا	اشتل دل بدگمان مرکا تھا

ولہ

وہ طفل بھی گر پڑا قدم پر — مانند سرشک چشم مادر

ولہ

لرزہ سا چڑھا وہ دیونی پر — مانند حواس اُڑی وہ مضطر

ظفر

اُس شعلہ خو سے بزم جہان مین لگاکے لو — مانند شمع آپ کو ہم نے گھلا دیا

دبیر

سیماب سا سینے مین تڑپنے جو لگا دل — گر گر کے کئی بار اُٹھی صورت بسمل

نفیس

چمک رہے ہین دُرِ نظم اخترونکی طرح — ادا ہے شاہد مضمون مین دلبرونکی طرح

ذوق

ہوا مین ہی یہ طراوت کہ دود گلخن بھی — برستا اُٹھتا ہے آتش سے مثل ابر مطیر

نسخ

ایسی تاریکی ہی مانند زحل ہووے سیاہ — آئے گر خورشید میرے بیت احزان کیطرف

ناسخ

جو یلی ہو گئی لنکا کی طرح اے یار سونے کی — ترے پرتو سے ہوتی ہے گلی دیوار سونے کی

اسی قبیل سے ہی وہ تشبیہ بھی جس مین وہ چیز مذکور ہو جسکو وجہ شبہ لازم ہو جیسے۔

ظفر

حلاوت اس شوخ لعل لب کے نہ پُوچھو بوسے کی ہی یہ شیرین
کہ جو کوئی انگبین خالص کو گھول دے سے کے آب خالص

ولہ

کھائے ہی کس کس حلاوت سے دل عاشق اسے — اشیرغم شیرین مثال نیشکر پیدا ہوا

بیت اول مین لب معشوق کے بوسے کو شہد مین گھلے ہوے آب خالص سے تشبیہ دی اور دوسری بیت مین شیر غم کو نیشکر سے تشبیہ دی ہی۔ اور وجہ شبہ دونون جگہ شیرینی بیان کی ہی اور درحقیقت وجہ شبہ دونون جگہ رغبت ہے اور وہ شیرینی کو لازم ہے اور یہ بوسۂ لب معشوق اور

شہد مین حل کیے ہوے آب خالص مین مشترک ہے اسی طرح غم اور نیشکر مین بھی رغبت مشترک ہے اور شیرین دونون جگہ وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ مطعومات کے خواص مین سے ہی پس شیرینی بوسے اور غم مین موجود نہو گی کیونکہ وہ کھانے کی چیزون مین سے نہین ہین اور جامع کے لیے یہ ضرور ہی کہ وہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین موجود ہو اور حق یہ ہے کہ ایسی چیز کو وجہ شبہ کی جگہ ذکر کرنا جو خود وجہ شبہ نہو بلکہ وجہ شبہ کا ملزوم تسامح اور تساہل ہے اسی قبیل سے ہی ان دو شعرون مین۔

شہیدی

کبھی عمدًا جو ہکلا کر وہ مجھ سے بات کرتا ہے	مزہ دیتا ہی اُس کا ہر سخن قند مکرر کا

وجاہت

کیا ذائقہ بیان کرون اُسکی بات کا	جو بات ہی پس اُس مین مزہ ہی نبات کا

ظفر

حرف جلنے کا زبان پر لانا اے جانان مرے	ہے وہ میرے حق مین جیسے موت کا پیغام تلخ

معشوق کے جانے کی بات کو موت کے پیغام کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور مذکور بیان تلخی ہے حالانکہ درحقیقت وجہ شبہ ناگواری ہے جو تلخی کو لازمی ہے۔

مومن

درد شراب و سختی قاتل	تلخ سخن مانند ہلاہل

سخن کی تشبیہ مین ہلاہل کے ساتھ وجہ شبہ ناپسندیدگی ہے اور وہ تلخی کو لازم ہے۔

عبرت

پر اُسکے سبز مثل بخت کامل	یہ منقار اُسکی پرخون صورت دل

پرون کی تشبیہ مین بخت کامل کے ساتھ وجہ شبہ عمدگی ہی اور وہ سبزی کو لازم ہی اور یہ پر اور بخت کامل مین مشترک ہی اور سبزی وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ اجسام کے عوارض مین سے ہی جو محسوسات مین داخل ہے اور بخت عقلیات مین سے ہی پس سبزی بخت مین موجود نہوگی۔

ولہ

اگرچہ سبز ہے ظاہر مرا رنگ	یہ باطن مین مرے آتش ہی جون سنگ

طوطے کے باطن کی تشبیہ مین سنگ کے ساتھ وجہ شبہ سوزش ہی جو آتش کو لازم ہے۔

غلام حسینخان قدیر

جلایا جو پروانہ سان اُسنے مجھکو	کہا مین نے بھی شمع رو اُس کو جلکر

متکلم کی تشبیہ مین پروانے کے ساتھ وجہ شبہ تکلیف ہے جو جلنے کو لازم ہے۔

ذوق

عقل مین شمس ہی تو علم مین کان گوہر	فضل مین کعبہ ہی تو حلم مین کوہ رحمت

انسان کی تشبیہ مین شمس کے ساتھ عقل وجہ شبہ نہین بلکہ انکشاف ہے جو عقل کو لازم ہی اور یہ انسان و شمس دونون مین موجود ہی اور عقل وجہ شبہ اسلیے نہین کہ وہ انسان سے مخصوص ہے اور اجرام علوی غیر ذی روح مین اسی طرح انسان کی تشبیہ مین کان گوہر کے ساتھ وجہ شبہ کثرت منفعت ہی جو علم کو لازم ہے اور یہ ذی علم انسان اور کان گوہر مین مشترک ہی اور علم وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ ذی روح وذی عقل کی شان سے ہی پس علم کان گوہر مین موجود نہوگا اور کوہ رحمت کے ساتھ تشبیہ مین وجہ شبہ برداشت کرنا ہے اور یہ امر انسان اور کوہ مین مشترک ہی اور حلم وجہ شبہ نہین کیونکہ حلم عذاب مین آہستگی کرنے کو کہتے ہین اور یہ امر پہاڑ مین پایا نہین جاتا۔

ناسخ

غمخانہ تیری یاد مین ہی ہم پر بہشت	زہر غم فراق مزے مین ہے دہشت

زہر غم فراق کی تشبیہ مین دہشت کے ساتھ کہ ایک قسم (مٹھائی) ہے وجہ شبہ درحقیقت مزہ نہین بلکہ مرغوبی ہی جو مزہ کو لازم ہے۔

اور وجہ شبہ مذکور نہو تو اس تشبیہ کو **تشبیہ مجمل** کہتے ہین اور یہ کئی طرح ہے۔

(۱) یہ کہ وجہ شبہ غیر مذکور اُس مین ایسی ہو کہ ہر ایک کو بے تامل معلوم ہوسکتی ہو جیسے۔

مرزا حاتم علی مہر لکھنوی

بھوین تلوار ہین تو تیری نگاہین ہین تیر	موے مژگان جنھین سب کہتے ہین دو بھالے ہین

جنون

کسی نے تارے نہین دیکھے چاند مین ابتک	تمھارا چاند سا چہرہ ہی اور تارے گال

گل سمائے نہین جامے مین خوشی کے مارے اِترا کر جب سے دیکھا ہی ترے پھول سے رخساروں کو

مومن

داغ اُسکے زبس مثال گل تھے	تھے ہاتھ کہان نہال گل تھے

نسیم

ہم بستر آدمی پری تھی ؎ اسا رے کی بغل مین چاندنی تھی

نادر

مسی ہی مثل سرکہ لب اُسکا انگبین ہے ؎ بوسہ جو آج لیجے لطف سکنجبین ہے

عبرت

نکل کر جب چلی گلشن سے وہ ماہ ؎ تدرو باغ بولا بھر کے اک آہ
مین کہتا تھا کہ سرو بوستان ہے ؎ نہ سمجھا یہ کہ تو سرو روان ہے

(۲) وجہ شبہ غیر مذکور پوشیدہ ہو اور سوا خواص کے اسکو کوئی اور معلوم نہ کر سکے جیسے۔

مومن

ہے رگ خواب سے غفلت محسوس ؎ ہوگئی طرز تجاہل کابوس

وجہ شبہ تشبیہ تجاہل ہین کابوس کے ساتھ نیند مین ڈر کر چونک پڑنا اور چلانا اور آواز مین اختلال آجانا ہی اور ظاہر ہے کہ یہ اُمور ہر آدمی پر فوراً ظاہر نہین ہو سکتے۔

اسرار

وہ جب ہنستے ہین یہ کہتا ہون یارب ؎ یہ بجلی دیکھیے گرتی کہان ہے

یہان ہنسنے کی تشبیہ برق کے ساتھ واقع ہوئی ہی ہنسنا معشوق کا بسبب شوخی کے واقع ہوتا ہو یا بسبب اسکے کہ ہنسنے مین دانت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہوجاتی ہی اسواسطے اسکو برق سے تشبیہ دیتے ہین اور یہ اُمور سواے خواص کے اور کوئی دریافت نہین کر سکتا۔

ذوق

واہ وا کیا معتدل ہی باغ عالم کی ہوا ؎ مثل نبض صاحب صحت ہی ہر موج صبا

موج صبا کو صاحب صحت کی نبض کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت ایسی چیز ہے جس کو سواے طبیب کے دوسرا نہین جان سکتا مثلاً صاحب صحت کی نبض طول مین چار اُنگل سے نہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ اور انگلیون کو اُسکی حرکت زور سے صدمہ نہین دیتی اور نہ جلد چلتی ہی نہ آہستہ اور چھونے مین نہ گرم معلوم ہوتی ہے نہ سرد اور نہ انگلیون کی چوڑائی سے اُسکی حرکت زیادہ ہوتی ہے نہ بہت کم اور اُسکی حرکت ایک ہی طور پر ہوتی ہی اور ڈاکٹرون کے قول کے مطابق بلوغت مین صاحب صحت کی نبض ایک منٹ مین نوے مرتبہ چلتی ہے اور جوانی مین پچھتر مرتبہ۔

ولہ

پاس دین تیرا جو زنار کی چاہے تبدیل	دورش گردون پہ خط منطقہ ہو خط نطاق	

خط منطقہ ایک دائرہ ہے کہ بارہون برج اسی دائرے پر واقع ہین اور نطاق کمر بند یعنے پٹکے کو کہتے ہین دائرۂ منطقۃ البروج کا اپنی حمائلی شکل جو پہنی ہوئی زنار سے مشابہت رکھتی ہے چھوڑ کر ایسے خط کی شکل اختیار کر لینا جو کمر سے بند ہے ہوئے پٹکے کی طرح جس مین زنار کی شکل ہمین ہوتی وجہ شبہ ہے اور یہ باتین عوام کی سمجھ سے دور ہین ۔

دل افگار کا ہے سودۂ الماس علاج	ولہ	سنگ ہی سنگجراحت بسر زخم جہان	

سنگ کو سنگجراحت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ زخم سے خون کا بند کرنا خشکی پیدا کرنا اور رطوبت کو سکھانا وغیرہ افعال ہین جنکو سوائے طبیب کے دوسرا نہین سمجھ سکتا ۔

ولہ

انھی زلف کے کاٹے کو ہی جون مہرۂ مار	اگوش خوبان مین نہ زلف سمن سا گوہر	

گوہر کو مہرۂ مار سے تشبیہ دی ہی جو ایک پتھر سے جسے سانپ کے کاٹے ہوئے زخم پر لگاتے ہین تو چپک کر زہر چوس لیتا ہی وجہ شبہ اپنی تاثیر سے سانپ کے زہر کو دفع کرنا ہی اور یہ امر سوائے طبیب کے دوسرے کو معلوم نہین ہو سکتا ۔

گر سحاب قہر تیرا ہو تگرگ افشان تو ہو	ولہ	حال اہل قاف وہ ای خسرو عالی مقام	
وادی بطحا مین جیسے بر سر اصحاب فیل		معجز طیرا ابابیل آیا وقت انہزام	

ممدوح کے سحاب قہر کی تگرگ افشانی کو اہل قاف پر اُس واقعہ کے ساتھ تشبیہ دی ہی جو کعبے کے پاس اصحاب فیل کو ابابیل سے پیش آیا تھا اور وجہ مشابہت اس مین جو بات ہے اُسکو عوام مشکل سے جان سکتے ہین ۔

امیر

دل صاف زبان صاف سخن صاف ہی میرا	موتی کی لڑی ہی کہ مسلسل ہری تقریر	

یعنی جسطرح لڑی کا ہر موتی اچھا معلوم ہوتا ہی اور لڑی کے کسی حصے مین چھوٹے بڑے ہونے کا تفاوت نہین پایا جاتا یہی حال میری تقریر کا ہی کہ اُسکے کسی حصے مین تفاوت اور نقصان نہین ہوتا وجہ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ مین ایسا تناسب ہی جس مین تفاوت ممتنع ہی مگر فرق اسقدر ہی کہ مشبہ بہ مین یہ تناسب فقط صورت کے اعتبار سے ہی اور مشبہ مین صورت یعنی لفظا اور معنے دونون کے اعتبار سے اور ظاہر ہے کہ اس وجہ کو سوائے خاص کے

دوسرا آدمی نہین جان سکتا۔

یہی دو چار دانے حاصل کشت محبت ہین	ولہ انہین اشک مسلسل بالیان ہین خرمن دل کی

(۳) تشبیہ مین مشبہ اور مشبہ بہ کا وصف مذکور نہو اور مراد وصف سے وہ چیز ہو جس سے وجہ شبہ پر دلالت ہوتی ہو۔

صبا

ہلال ابروے قاتل نے معرکہ مارا	نیام شب مین نہان تیغ آفتاب ہے کی

ابرو کو ہلال کے ساتھ اور شب کو نیام کے ساتھ اور آفتاب کو تیغ کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور کسی کے ساتھ کوئی ایسا لفظ مذکور نہین جس سے وجہ شبہ پر اشارہ ہوتا ہو۔

امانت

پیستا ہی دانت سوتے مین وہ دریاے مراد	خواب مین دیکھے نہ تجھے ہنسے تو گوہر پوتے

چونکہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین سے ایک کے لیے بھی کوئی وصف مناسب مذکور نہین ہے اس لیے وجہ شبہ پر ایما نہین ہوتا۔

عیشی

دندان ولب کے وصف مین تشبیہ ہی نئی	دو لعل ہین ازل سے یہ کان گہر کے ساتھ

قلق

یاقوت کان مین جگر سنگ مین ہی لعل	صورت پہ ہی صنم ترے منھ مین آگال کی

یہان مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین سے کسی کا وصف مذکور نہین اسلیے وجہ شبہ پر اشارہ کسی لفظ سے نہین ہو سکتا۔

سرفراز علی خان وحید

افعی کہو ناگن کہو اژدر نہ بتاؤ	اتنا نہ بڑھاؤ سخن مختصر زلف

(۴) صرف مشبہ کا وصف مذکور کرین جیسے۔

اختر

کبھی مرجان کبھی یاقوت کبھی لعل تھا	چوری کرتا ہون مین ای دست حنائی تیری

مشبہ یعنی دست کا وصف حنائی ہی اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجہ شبہ دست کی تشبیہ مین مرجان اور یاقوت اور لعل کے ساتھ سرخی ہی۔

دل یہ کہتا ہی بدخشان مین شفق پھولی ہے	سرخ جب ہونٹ ترے پان سے ہم دیکھتے ہین

ہونٹ مشبہ ہے اور شفق مشبہ بہ ہے اور سُرخی دیان وصف مشبہ کے ہین جن سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ وجہ شبہ یہان سُرخی ہی۔

نادر

گوندھا چوٹی کو جو مو بادِ صبا سے اے پری ۔ ہے ہوا تیار یہ اک اور جوڑا سانپ کا

مومن

تھی پشت خمیدہ یا کمان تھی ۔ تھا تیر کہ آہ خون چکان تھی

(۵) فقط مشبہ بہ کا وصف مذکور کرین جیسے۔

رند

دہان یار مین دیکھی زبان تو یہ خیال آیا ۔ کسی نے چھوڑ دی ہی لال مچھلی حوض کوثر مین

لال کہ وصف مشبہ بہ کا ہی اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ زبان کو مچھلی کے ساتھ تشبیہ سُرخی مین دی ہی۔

سید اصغر علی آبرو

کسی من اسطرف یارب ہو رُخ ابروے جانان کا ۔ کہ ہم بھی دیکھ لین جوہر کہین اُس تیغ بُران کا

ابرو مشبہ ہے اور تیغ بُران مشبہ بہ اور جوہر و بران مشبہ بہ کے مناسبات ہین جن سے معلوم ہوتا کہ ابرو کو تلوار کے ساتھ کاٹ کی وجہ سے تشبیہ دی ہی۔

امیر

عشق ابرو مین سر اُترا دوش سے ۔ چڑھ گئے ہم دم پہ اس تلوار کے

ابرو مشبہ اور تلوار مشبہ بہ ہے دم اور سر اُترنا جو مشبہ بہ کے مناسب ہین اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ یہان وجہ شبہ کاٹ ہے۔

ولہ

مجھکو قاتل ہی کے لعل لب خندان کی قسم ۔ نیمجان چھوڑ نہ اے تیغ تبسم مجھکو

تبسم مشبہ اور تیغ مشبہ بہ اور نیمجان چھوڑنا مناسب مشبہ بہ کے ہی اس سے معلوم ہوا کہ تبسم کی تشبیہ مین تیغ کے ساتھ وجہ شبہ قتل کرنا ہے۔

قلق

چمکی جو اُسکی برق تبسم تو شرم سے ۔ بجلی نے مُنھ پہ لے لیا دامن حجاب کا

تبسم مشبہ اور برق مشبہ بہ ہی اور چمکنا مشبہ بہ کے مناسب ہے جس سے اس بات پر ایما ہوتا ہے کہ

معشوق کے ہنسنے مین جو دانت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہوجاتی ہی وہ وجہ شبہ ہے۔

رند

مار سیاہ زلف سے ایدل پناہ مانگ | یہ سانپ تجھکو ڈسکے نہ جائے کہین اُلٹ

سیاہ اور ڈس کے اُلٹ جانا وصف ملائم مشبہ بہ کے ہین اور اس سے اس بات پر اشارہ ہی کہ زلف کی تشبیہ مار کے ساتھ سیاہی اور ایذا رسانی مین ہے۔

ولہ

جانبر نہین ہوتے ہین جنھین ڈستے ہین کالے | اللہ کبھی پیچ مین زلفون کے نہ ڈالے

زلف مشبہ ہی اور کالا سانپ مشبہ بہ اور کاٹنا اور ڈسنا وصف ملائم مشبہ بہ کے ہین اور یہ ایما اس بات پر ہے کہ زلف کی تشبیہ مار سیاہ کے ساتھ سیاہی اور ایذا رسانی مین ہے۔

میر انیس

روشن تھا مدینے کا ہر اک کوچہ و بازار | جو راہ تھی خوشبو جو محلہ تھا وہ گلزار
کھولے ہوے تھا آہوے شب نافۂ تاتار | معلوم یہ ہوتا تھا کہ پھولون کا ہی انبار

میر انیس اُس رات کا حال بیان کرتے ہین جس مین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوے تھے اس ہر گلی مین خوشبو پھیلنا بیان کیا پھر رات کو آہو سے تشبیہ دی اور نافۂ تاتار جو وصف ملائم مشبہ بہ ہی ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس تشبیہ مین وجہ شبہ خوشبو ہے۔

(۶) مشبہ اور مشبہ بہ دونون کا وصف ذکر کرین جیسے۔

سچ کہا ہی آگے کالے کے نہین جلتا چراغ | **ذوق** چھپ گیا مہ رُخ پہ تیرے زلف شبگون دیکھکر

زلف کے مناسب شبگون ہی اور سانپ کے مناسب کالا ہونا اور چراغ کا نہ جلنا اور یہ چیزین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ وجہ شبہ سیاہی ہی۔

دل ہو دوازدہ میرا نہ چھوٹے گا نہ چھوٹے گا | **صبا** ہر اک حلقہ ہی کالا جیلخانہ زلف شبگون کا

لفظ شبگون حلقۂ زلف کا وصف ہی اور جیلخانے کا وصف کالا ہی اور یہ دونون وصف اس بات پر دال ہین کہ وجہ شبہ سیاہی و تاریکی ہے۔

امانت

سنہری جب چُنی اُس مصحف رخسار نے افشان | جبین پر چھپتیان ہونے لگین لوح طلائی کی

لفظ سنہری صفت مناسب افشان کے ہی جو مشبہ ہی اور طلائی وصف مناسب لوح کے ہی اور یہ مشبہ بہ ہے

اور یہ دونون وصف اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ افشان اور لوح مین وجہ شبہ سنہرا رنگ ہی۔

شایان

عالم ہے تاب چہرہ سے چشم سیاہ پر	ہوتا ہے آفتاب سے کالا ہرن کا رنگ

چہرہ مشبہ ہے اور آفتاب مشبہ بہ اور تاب چہرہ کے مناسب ہی اور ہرن کا رنگ کالا ہونا آفتاب کے مناسب ہی اس سے معلوم ہوا کہ ان دونون مین وجہ مشابہت تابش حرارت ہی اور چشم مشبہ ہے اور ہرن مشبہ بہ اور سیاہ چشم کا وصف ہی اور کالا ہرن کا اور دونون اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ ان مین وجہ شبہ سیاہی ہے۔

بیان تشبیہ مرسل و مؤکد و مطلق و مردود و مقبول

جس تشبیہ مین حرف تشبیہ مذکور ہوتا ہی اُسکو تشبیہ مرسل کہتے ہین، اسی کا نام تشبیہ صریح بھی ہے جیسے۔

گلزار نسیم

دیکھا تو وزیر زادہ بہرام	بوتے مین تھا شکل نقرہ خام

غالب

خدا نے اُسکو دیا ایک خوبرو فرزند	ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوے ماہ

امیر

کُندن سا چہرہ دیکھو کبھی آئینے مین تم	سونا ملاؤ مہر کا چاندنی مین ماہ کی

تمنا

سر مو ہے وہ مثل تار نظر	کمر یار مثل مو نہ سہی

اور اگر حرف تشبیہ مذکور نہو تو اُسکو تشبیہ مؤکد کہتے ہین اور یہ دو قسم پر ہے

(۱) صرف حرف تشبیہ محذوف ہی ہو اسمین مین ایسی تشبیہ کا نام تشبیہ کنایت لکھا ہے۔

عاشق

روشن سواد زلف سیہ فام ہو گیا	دُر کان کا چراغ سر شام ہو گیا

دُر کو چراغ سر شام سے تشبیہ دی ہی حرف تشبیہ محذوف ہے۔

یہ حلقہ مار کے بیٹھا ہے پاس بالی کے	بنا ہے کان کا اُس ماہ رو کی بالا سانپ

رُسوا

زلفون سے چھوٹ کر دل عشاق لگے ہین | بالون مین بحرِ حسن کے یہ جھمکیان نہین

مومن

ابر رحمت تپ عذاب الیم
قطرہ قطرہ سرشک خال غمین | سایۂ مادر احتراق جحیم
دانہہاے سلاسل سجین

(۲) مشبہ بہ مشبہ کی طرف مضاف ہو جیسے۔

ناسخ

ہوا سے بال اُڑ کر آتے ہین جو اُسکے چہرے پر | غزال چشم شوخی کر رہے ہین چین گیسو مین

اس مثال مین چشم کو غزال سے تشبیہ دی ہی چشم مشبہ غزال مشبہ بہ اور مشبہ مضاف ہے طرف مشبہ بہ کے یہی حال چین گیسو کا ہے۔

خلیق

روتے تھے سے کے بوسۂ سیب ذقن کبھی | یوسف کا اپنے سونگھتے تھے پیرہن کبھی

ذقن کو سیب سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ مضاف ہی مشبہ بہ کی طرف۔

لالہ رادھا کشن شکر

دیکھ تو ای چشم سیل اشک طغیانی مین ہے | گھر سنبھال اپنا کہ دیوار مژہ پانی مین ہے

حرف تشبیہ اکثر حذف ہو جاتا ہی اُسکے ذکر کرنے سے حذف ابلغ ہی اسکا حال آگے آئیگا جس تشبیہ مین چارون رکن مذکور ہون اُسکو تشبیہ مطلق کہتے ہین جیسے زید کا چہرہ روشنی مین مانند آفتاب کے ہی چہرہ مشبہ آفتاب مشبہ بہ مانند حرف تشبیہ اور روشنی وجہ مشابہت کی۔

قلق

شاخ گل سے ہین ناز کی مین ستون | صورت سرو باغ ہین موزون

ستون مشبہ شاخ گل مشبہ بہ نازکی وجہ شبہ سے حرف تشبیہ۔ دوسرے مصرع مین صورت حرف تشبیہ ہے اور وہی ستون مشبہ اور سرو باغ مشبہ بہ اور موزون وجہ شبہ۔

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا | مثل خورشید درخشان رُخ روشن نکلا

رُخ روشن مشبہ خورشید مشبہ بہ مثل حرف تشبیہ اور درخشان وجہ شبہ ہے۔

آتش

شمع ساں اظہار کا یارا نہ آتش کو ہوا	سر گذشت اپنی زباں تک اپنی لاکر رہگیا

میر حسن

لے سر رہیگا جوش گل نے گلستاں ہجائیگا	داغ ہی اک اپنے دل پر لالہ ساں ہجائے گا

جس تشبیہ کی غرض اچھی طرح ظاہر ہوا اور اُس مین مشبہ بہ ایسا ہو کہ وجہ شبہ مین وہ مشہور اور کامل ہو اور اُسکا حکم مسلم ہو اور بیان امکان مین مخاطب کے نزدیک معروف ہو تو ایسی تشبیہ مقبول ہی ورنہ مردود۔

چھٹا چمن بیان مراتب تشبیہ مین باعتبار قوت و ضعف کے مبالغے مین

تشبیہ کا استعمال علی العموم آٹھ طور پر ہوتا ہی۔

پہلا یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ اور وجہ شبہ اور حرف تشبیہ چارون کو ذکر کرین جیسے زید جرأت مین شیر کی مثل ہی زید مشبہ شیر مشبہ بہ جرأت وجہ شبہ مثل حرف تشبیہ ایسے ہی اس شعر مین۔

غلام حسن خان خیال

جھلک ایسی کوئی دکھلا گیا مہ پارہ غرفے مین	کہ چون چلمن مشبک ہگیا نظارہ غرفے مین

نظارہ مشبہ اور چلمن مشبہ بہ اور مشبک وجہ شبہ اور چون حرف تشبیہ۔

دُلھن بیگم

نہ نے کم ظرف نہین ہم جو بہکتے جاوین	گل کی مانند جدھر جاوین مہکتے جاوین

ولی

نہووے چرخ کی گردش سے اسکی چال مین گردش	بجا ہی قطب کی مانند استقلال عاشق کا

وزیر

مین بیٹھ کے ہلکے وہ صدف ساں	موتی کی طرح نکل پڑی بات

غافل

اُسکے روے حیرت افزا کا پڑا ہی جب سے عکس	مثل آب آئینہ دریا کا آب استادہ ہے

دوسرا یہ کہ چارون مین سے حرف تشبیہ کو حذف کر دین جیسے کہین زید حسن مین چاند ہی۔

انیس

پھل مرنان مین تھا پھول تجلی مین نخل طور	گرمی مین محض نار تو نرمی مین صاف نور

ولہ

پستی مین سیل ہے تو بلندی مین ہی سحاب	سُرعت مین برق گرم روانی مین جوے آب

مشبہ گھوڑا ہے اور مشبہ بہ یہ تمام اشیا۔

ولہ

رفتار مین ہوا تھا اشارے مین برق تھا	سُرعت مین کچھ کمی تھی نہ چھل بل مین فرق تھا

ذوق

عقل مین شمس ہی تو علم مین کان گوہر	فضل مین کعبہ ہی تو حلم مین کوہ رحمت

تیسرا یہ کہ وجہ شبہ کو حذف کردین جیسے زید شیر کی مانند ہے۔

امیر علی حیرت

رُخ اُسکا تمام گرچہ ہی جون خورشید	اور اُسکے نہال قد سے جی کو اُمید

اسیر

گھٹا کے بدر کو ہر ماہ مین ہلال کیا	تمھارے چاند سے چہرے نے کبھی کمال کیا

جرار

گل سماتے نہین جامے مین خوشی کے مارے	جب سے دیکھا ہی ترے پھول سے رخساروں کو

چوتھا یہ کہ استخبار کے جواب مین مشبہ کو حذف کردین یعنی کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو جواب دیا جاے کہ شیر کی مانند ہے۔

پانچوان یہ کہ وجہ شبہ اور حرف تشبیہ دونون کو حذف کردین جیسے زید شیر ہے۔

مظفر علی اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین جو تل ہی خال سیاہ	بجا ہے تل شکری کا گمان ہونٹون پر

لب کو شکر سے اور خال کو تل سے تشبیہ دی ہی اور حرف تشبیہ و وجہ تشبیہ کو ذکر نہ کیا۔

مشتاق

نرگس ہے چشم سرو ہی قد گلعذار ہے	نام خدا وہ شوخ سراپا بہار ہے
لعل لب دانت گہر پاؤن عقیق یمنی	ولہ سر سے تا پا وہ صنم کان جواہر نکلا

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو	ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

ناسخ

روز نور رخ جبین ہی شب معراج ہی زلف	ذوالفقار ابروے محبوب ہی قرآن عارض

چھٹا یہ کہ مشبہ اور حرف تشبیہ کو حذف کردین جیسے پوچھین کہ زید کون ہی جواب دین چاند ہی حسن مین۔
ساتوان یہ کہ مشبہ اور وجہ شبہ کو حذف کردین مثلاً دریافت کرین کہ زید کیسا ہی تو کہین کہ شیر کی مانند ہے
آٹھوان یہ کہ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ اور مشبہ تینون کو حذف کردین مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو جواب دین کہ شیر ہے۔

اقسام مذکورۂ بالا مین سے آٹھوین اور پانچوین قسمین بہت بہتر ہین اور دوسری۔ تیسری۔ چھٹی اور ساتوین قسمین متوسط ہین اور پہلی اور چوتھی نہایت ضعیف وجہ شبہ اور حرف تشبیہ کے حذف کرنے مین قوت کی وجہ یہ ہی کہ جسوقت حرف کو حذف کیا مثلاً زید حسن مین چاند ہی تو گویا زید کو بعینہ چاند فرض کرلیا اور جس وقت وجہ شبہ کو حذف کیا اور کہا زید چاند ہی تو عمومیت حاصل ہوگئی بس جس تشبیہ مین ان دونون کو ترک کرین گے وہ بہت قوی ہوگی اور جس مین ان دونون مین سے کوئی مذکور ہوگا وہ بہ نسبت اول کے ضعیف ہوگی اور جس مین دونون مذکور ہونگے وہ زیادہ ضعیف ہوگی

دوسرا باغ استعارے کے ذکر مین

یاد رکھو کہ استعارے مین مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لیتے ہین یعنی بہادر کو بعینہ شیر سمجھ لیتے ہین مشبہ بہ خواہ مذکور ہو جیسے استعارۂ بالتصریح مین مثلاً شیر کہین اور اُس سے بہادر مراد ہو خواہ مشبہ بہ متروک ہو اور مشبہ مذکور ہو اور وہ شے کہ مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو اُسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرین جیسے استعارہ بالکنایہ مین جس کا دوسرا نام استعارہ مکنیہ بھی ہی۔

علماے فن بلاغت کا اختلاف ہی اس مین کہ استعارہ کونسا مجاز ہی آیا مجاز لغوی ہی یا عقلی یہان عقلی سے مراد یہ ہی کہ ایک امر عقلی مین تصرف کیا گیا ہو۔ جمہور کا یہ مذہب ہی کہ استعارہ مجاز لغوی ہی یعنی وہ ایسا لفظ ہی کہ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہی اس معنی کے غیر مین مستعمل ہوا ہی مشابہت کے علاقے سے اور اس بات پر دلیل یہ ہی کہ ہمنے کسی آدمی کو شجاعت کی وجہ سے شیر کہا تو اس سے مراد نہو گی کہ ہیکل مخصوص کا استعارہ اُسکے لیے ہی بلکہ مشبہ یعنی مرد شجاع کو مشبہ بہ یعنی شیر کی جنس مین بطریق تاویل کے داخل کرلیا جاتا ہی اور تاویل کی یہ صورت ہی کہ مشبہ بہ کے افراد کو دو قسم پر مقرر کیا جاتا ہی۔

(۱) ایک قسم متعارف و مشہور ہی یعنی جانور درندہ جو نہایت شجاعت کے ساتھ ہیکل مخصوص مین

پایا جاتا ہے۔

(۲) دوسری قسم غیر متعارف اور وہ ایسا شیر ہے کہ جس کو درندۂ معروف کی سی شجاعت حاصل ہے لیکن اُس خاص ہیکل مین ہوکر حاصل نہین مرد شجاع اسی قبیل سے ہی مگر لفظ شیر اصل لغت مین قسم ثانی کے لیے موضوع نہین ہی بلکہ قسم اول کے لیے موضوع ہوا ہی پس اس لفظ کا استعمال قسم ثانی مین باعتبار مجاز کے ہی اور یہ اطلاق اُس شے پر ہی جو معنی لغوی کی غیر ہی پس مجاز لغوی ہوا اور صحیح یہی مذہب ہے اور بعض نے کہا ہی کہ وہ مجاز عقلی ہی پس استعارہ امر عقلی مین تصرف کرنے کا نام ہی اس لیے کہ جب کسی کو شیر کہتے ہین تو اُسکو بعینہ شیر (جانور درندہ) ٹھہرا لیتے ہین نہ مثل شیر کے اس صورت مین گویا شیر کے لفظ کا وہ شخص موضوع نہ ہوا پس یہ دعوے کرنا عقل سے تعلق رکھتا ہی نہ لغت سے حاصل یہ ہے کہ زید واقع مین شیر نہ تھا اور اُسکو اپنے نزدیک شیر ٹھہرا لیا ہی اور جو چیز کہ واقع مین نہو اُسکو واقعی ٹھہرا لینے ہی کو مجاز عقلی کہتے ہین پس استعارہ مجاز لغوی نہوا بلکہ مجاز عقلی ہوا اگر مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ نہ ٹھہراتے ہوں تو آتش کے اس شعر مین معشوق کا کذب کیسے ثابت ہو۔ شعر

وعدۂ شب نہ کر ای ماہ تھا جھوٹھ نہ بول | جلوہ گر رات کو خورشید کہان ہوتا ہے۔

اس مثال سے مقصود یہ ہی کہ اگر قائل معشوق کو بعینہ خورشید نہ سمجھ لیتا تو معشوق کی وعدہ خلافی اور دروغ گوئی اس جگہ صحیح نہ ہوسکتی کیونکہ جلوہ گر ہونا ایسے آدمی کا کہ جو حُسن مین مشابہت خورشید سے رکھتا ہو شب مین ناممکن نہین ہی بلکہ طلوع خورشید ہی کا ناممکن ہے۔

بدھ سنگھ قلندر

جس جگہ خورشید ہی طالع نہ ہو | روسیہ روز دن کا دن اور رات کیا

یہان خورشید معشوق سے استعارہ ہی اور قائل نے معشوق کو بعینہ سورج سمجھ لیا ہی اسی طرح ناسخ کی اس رباعی مین خدا اور بت کا مقابلہ درست نہوسکتا۔

رباعی

ہے جسم مرا اور نہ جان ہے باقی | تربت مین نہ کوئی استخوان ہی باقی
کرتا ہے خدا تو امتحان تا دم زیست | پر بت کا ہنوز امتحان ہے باقی

مومن

دشمن مومن ہی رہے بُت سدا | مجھ سے مرے نام نے یہ کیا کیا

ناسخ

وقت بے وقت آگیا ہی بشستہ رو آفتاب | ہوگئی ہی بارہا شام شب دیجور صبح

اسی طرح اس شعر مین تعجب ثابت نہو سکتا کہ تلوار کی تعریف مین ہے۔ ؎

وان شور تھا پیدا مہ نو سے مہ نو ہے	یان غل تھا چہا شمع سے یہ شمع کی لو ہے

اسی طرح امانت کے اس شعر مین۔ ؎

فلک یہ تو ہی بتا دے کہ حسن و خوبی مین	زیادہ تر ہے ترا چاند یا ہمارا چاند

اگر قائل معشوق کو بعینہٖ چاند نہ سمجھ لیتا تو مقابلہ دونون چاندون کا درست نہوتا۔
محققین نے اس مذہب کو اس طرح رد کیا ہی کہ مشبہ کو بعینہٖ مشبہ بہ ٹھہرا لینے سے یہ لازم نہین آتا کہ مشبہ موضوع لہ ہو جائے کیونکہ یہ امر ظاہر ہی کہ لفظ خورشید جرم روشن معروف کے لیے بنایا گیا ہی اور شخص حسین کے معنی مین استعمال کر لیا گیا ہی اور تعجب کرنا اسلیے ہی کہ گویا مشابہت کو قطعاً فراموش کیا ہو تاکہ مبالغہ کما حقہ ادا ہو جائے یہی حال اور امثلہ کا ہے اس سے ثابت ہوا کہ استعارہ مجاز لغوی ہی یعنے موضوع لہ کے غیر مین استعمال کیا گیا ہی۔
حسن التوصل الے صناعۃ الترسل کے مؤلف نے کہا ہی کہ استعارہ اُسے کہتے ہین کہ تشبیہ مین مبالغے کی غرض سے حقیقت کے معنی کا کسی چیز مین ادعا کرنا اور مشبہ کے ذکر کو لفظاً یا تقدیراً ترک کر دینا دوسری عبارت مین استعارہ اسے کہتے ہین کہ تشبیہ مین مبالغے کی غرض سے ایک چیز کو دوسری چیز کر دینا یا ایک چیز کو دوسری چیز کے واسطے کر دینا پس اگر کوئی یون کہے کہ مین نے شیر کو دیکھا اور مراد اُسکی شیر سے مرد شجاع ہو تو یہ استعارہ ہی اور اگر یون کہے کہ زید شیر ہے تو یہ استعارہ نہوگا اسلیے کہ اس وقت لفظ مین ایک ایسی چیز ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ بعینہٖ شیر نہین ہے پس مبالغہ حاصل نہوگا یہان حرف تشبیہ محذوف ہی اور اس قسم کو تشبیہ مضمر الاداۃ کہتے ہین تشبیہ مضمر الاداۃ مین اور استعارے مین یہ فرق ہی کہ اول الذکر مین اداۃ تشبیہ کا ظاہر کرنا درست ہے اور آخر الذکر مین درست نہین اسلیے کہ استعارے مین مستعار لہ کا ذکر بالکل متروک ہوتا ہی لفظاً مذکور ہوتا ہے نہ تقدیراً کیونکہ اُسکے اظہار سے استعارے کی خوبی جاتی رہتی ہی پس صرف مستعار منہ کے ذکر پر کفایت کرتے ہین بخلاف تشبیہ مضمر الاداۃ کے کہ اس مین مشبہ اور مشبہ بہ مذکور ہوتے ہین مثلاً زید شیر ہے پس استعارے مین حرف تشبیہ کے اظہار سے کلام پایۂ فصاحت و بلاغت سے گر جاتا ہی اور تشبیہ مضمر الاداۃ مین فصاحت و بلاغت مین فرق نہین آتا بلکہ ذکر کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہین چنانچہ زید شیر ہے اور زید مثل شیر کے ہی ان دونون ترکیبون مین کوئی فرق نہین۔
سوال جو فرق تمنے بیان کیا یہ مسلم نہین بلکہ فرق کا مدار حرف تشبیہ پر ہے جس مین حرف

تشبیہ مذکور نہو گا وہ استعارہ ہے اور جس مین مذکور ہو گا وہ تشبیہ ہے اور اس تقدیر پر زید شیر ہے استعارہ ہی اور زید مثل شیر کے ہے تشبیہ ہے -

جواب اگر اس ترکیب کو کہ زید شیر ہی تشبیہ مضمر الاداۃ قرار نہ دیا جائیگا تو معنی مستحیل ہو جائینگے اسلیے کہ زید بعینہ شیر نہین بلکہ شجاعت مین شیر کی طرح ہی پس اداۃ تشبیہ کو مقدر ماننا ضرور ہوا تا کہ معنی مین استحالہ نہ پڑے اگرچہ اداۃ تشبیہ کی تقدیر استعارے مین بھی لابد ہی لیکن اُس مین اُسکا اظہار درست نہین بخلاف تشبیہ کے اس مین اداۃ کا اظہار درست ہی مثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر مین اسی طرح لکھا ہی اور توضیح کے مؤلف نے استحالے کی وجہ علماے بیان سے جو کچھ بھی ہی وہ یہ ہی کہ استعارہ ایسی چیز ہی جو اسم جنس جامد مین جاری نہین ہوتا مثلاً زید شیر ہے استعارہ نہین کیونکہ اس صورت مین حقایق اشیا کا انقلاب لازم آتا ہے اور وہ یہان یہ ہی کہ زید شیر ہے کہنے سے انسان کی حقیقت شیر کی حقیقت سے بدل جاتی ہے پس مثال مذکور تشبیہ کی قسم سے ہی جس مین حرف تشبیہ مضمر ہے البتہ مشتقات مین جاری ہوتا ہی جیسے میر حسن تسکین کے اس شعر مین ہے

ابھی اِس رہ سے کوئی گیا ہے	کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

(یعنی نقش پا کی شوخی دلالت کرتی ہے) جرأت کے شعر مین بھی -

میان جُرأت کسی پر تم نہین عاشق نمانون مین	کہے دیتی ہے خاموشی عبث صاحب لگے ہی ہین

(یعنی خاموشی دلالت کرتی ہی) بالاتفاق استعارہ ہی کیونکہ یہان استعارہ اسم جنس مین نہین اور پہلی مثال مین اسم جنس مین تھا پس دوسری اور تیسری مثال مین قلب حقائق لازم نہین آتا کیونکہ اس مین حقیقت کے لیے وصف کا ثابت کرنا مقصود ہی جو اُسکے لیے ثابت نہ تھا اور اس قول مین نظر ہی اسلیے کہ کہنے کا وصف نقش پا اور خاموشی کے لیے ثابت کرنے مین بھی جو استحالہ ہی وہ انسان کے لیے اسدیت ثابت کرنے سے کم نہین اس کا نام خواہ قلب حقائق رکھین یا نہ رکھین علاوہ اس کے محققین کے نزدیک قلب حقیقت یہ ہی کہ واجب وممکن وممتنع مین سے ایک دوسرے کے ساتھ بدل جائے اور اس مین شک نہین کہ نقش پا اور خاموشی کے لیے گویائی کا ثبوت ممتنع ہی پس ان کو کہنے والا قرار دینا ممتنع کو ممکن بنانا ہی - اور زید شیر ہی اور مین نے شیر کو تیر اندازی کرتے ہوے دیکھا ان دونون قولون مین سے پہلے کو تشبیہ اور دوسرے کو استعارہ ثابت کرنے کے لیے جو علماے بیان نے یہ توجیہ کی ہی کہ دوسرے قول مین اگرچہ استحالہ ہی لیکن وہ غیر مقصود ہے کیونکہ مقصود یہان دیکھنا ہے پس امر مستحیل کا دعوے قصداً نہو گا بخلاف پہلے قول کے کہ اُس مین زید پر شیر کے حمل کرنے سے

امر مستحیل کا دعوی قصداً ہوتا ہے یہ فرق بالکل واہی ہے کیونکہ جس کلام مین امر محال ہو خواہ وہ محال مقصود ہو یا غیر مقصود وہ کلام ہر طرح باطل ہے پس امر محال کے ایک جگہ مقصود اور دوسری جگہ غیر مقصود ہونے کا فرق نکالنا عقل و دانش سے بعید ہی اور یہ کہنا بھی خلاف تحقیق ہی کہ چونکہ امر محال وہان مقصود نہین ہی اسلیے اُسکو استعارہ مانا گیا ہی کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہی کہ استعارہ ایسے امر محال کو شامل ہوتا ہی جو مقصود ہوتا ہی مثلاً انیس بہادر کی تعریف مین کہتے ہین۔ ؎

پیاسا وہ کوئی اور ہی اس قتل کے بن مین	اس شیر کی شمشیر کا غل تھا ابھی رن مین

اور ظفر معشوق کی شان مین کہتے ہین۔ ؎

مین نے پوچھا اُس پری سے کیا ہوا حسن و شباب	ہنسکے بولا وہ صنم شان خدا بھی ہن ہی تھا

دیکھو یہان امر محال مقصود بھی ہی اور پھر استعارہ بھی ہی ورنہ ہر جگہ امر محال کا دعوی کرنا جائز ہوتا ہی کیونکہ اکثر اغراض اور اعتبارات لطیفہ کی وجہ سے اسکا دعوی جائز ہوتا ہی اگر اُس کے ساتھ اس بات کا کوئی قرینہ موجود ہو کہ واقع مین اُس کا ثبوت مقصود نہین ہے۔

اور علامۂ تفتازانی نے تلویح حاشیہ توضیح مین لکھا ہی کہ علماے بیان کے نزدیک استعارہ یہ ہی کہ مشبہ بہ کو مشبہ مین استعمال کرین اور کلام مشبہ کے ذکر سے خالی ہو اور قرینہ نہونے کے وقت مین مشبہ بہ کے ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہانتک کہ اگر مشبہ لفظاً مذکور ہو جیسے اس مثال مین کہ زید شیر ہی خواہ تقدیراً مذکور ہو مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو جواب دین کہ شیر ہی استعارہ نہین ہے کیونکہ زید پر شیر کا حمل ممتنع ہی اسلیے یہان حرف تشبیہ کا محذوف ماننا واجب ہی اور مبتدا کی خبر ہونے وغیرہ اُمورات کا علماے بیان کے نزدیک کوئی لحاظ نہین۔ اور اس مثال مین کہ اُس کے نقش پا کی شوخی کہے دیتی ہی یا خاموشی کہے دیتی ہے قطعاً استعارہ ہی اس لیے کہ یہان مشبہ بالکلیہ متروک ہی اور وہ دلالت کا لفظ ہی جسکی تشبیہ کہنے کے ساتھ واقع ہوئی ہی پس اس مثال کو اُس مثال سے یعنی زید شیر ہے سے کوئی تعلق نہین۔

مجمع الصنائع کے مؤلف نے کہا ہی کہ یہ بھی استعارے کی قبیل سے ہی کہ غیر ذوی العقول سے خطاب کرین اور شعرا جو مناظرات ان مین باندھتے ہین جیسے مناظرہ تلوار اور قلم کا اور عقل و عشق کا اور گل و مل (شراب) کا اور عدل و انصاف کا یہ سب استعارے مین داخل ہی مگر اس مین تامل ہے اسلیے کہ استعارے کا بنی تشبیہ پر ہے اور وہ یہان نہین۔

استعارہ اور کذب مین یہ فرق ہی کہ استعارے کی بنا تاویل پر ہی یعنی مشبہ کے مشبہ بہ کی

جنس سے ہونے کا دعوے کرتے ہین اور اُس مین اس بات کا قرینہ قائم ہوتا ہی کہ یہان معنی موضوع لہ
مراد نہین ہین اور کذب مین تاویل و قرینہ نہین ہوتا بلکہ جھوٹا آدمی اس بات کی کوشش کرتا ہے
کہ اپنے ظاہر قول کی صحت سامع کے نزدیک ثابت کرے بخلاف استعارے کے کہ اس مین اس بات کا
قرینہ قائم کیا جاتا ہی کہ یہان ظاہر کے خلاف مراد ہی۔

استعارے مین مشبہ بہ کے معنی کو **مستعار منہ** کہتے ہین اور اُس لفظ کو جو مشبہ بہ کے
معنی پر دلالت کرے **مستعار** کہتے ہین اور مشبہ کے معنے کو **مستعار لہ** کہتے ہین اور وجہ شبہ کو
استعارہ کی بحث مین **وجہ جامع** کہتے ہین جیسے اس مثال مین۔ ؎

مذاق

خرام ناز سے او بُت نہ آنا میرے مرقد پر	تری ٹھوکر مین ہی انداز اعجاز مسیحائی

لفظ بُت اپنے حقیقی معنی مین استعمال نہین کیا گیا بلکہ یہان بُت سے معشوق مراد ہے اور
علاقہ تشبیہ کا ہی یعنے بسبب سنگدلی کے معشوق کو بُت کہا گیا اس مثال مین بت یعنی صنم جسکی کفار
عبادت کرتے ہین اور جو اکثر پتھر کا ہوتا ہے اُسکے معنی مستعار منہ ہین یعنی اُن سے مانگا ہوا یعنی وہ
لفظ مستعار اُن سے مانگ کر لائے ہین کیونکہ واضع نے لفظ بُت کو انھین معنی کے واسطے وضع
کیا تھا اور خود لفظ بت مستعار ہی یعنی مانگا ہوا کیونکہ بت اصل مین خاص ہے اُس چیز کے واسطے
جس کی کفار عبادت کرتے ہین اور جب معشوق کے معنے مین کہا گیا تو گویا اس لفظ کو اس چیز سے
مانگ لیا اور معنی معشوق کے یعنے شخص خاص مستعار لہ ہے یعنی اُسکے واسطے مانگا ہوا کیونکہ
لفظ بت کا معشوق کے لیے مانگا گیا ہے اور معشوق کے لفظ کا کچھ نام نہین اور وجہ جامع وہ
سبب ہے جس سے علاقہ تشبیہ کا پایا گیا اور وہ سنگدلی ہے پس اتقان مین جو سیوطی نے
کہا ہے کہ لفظ مشبہ کو مستعار منہ کہتے ہین یہ صحیح نہین اسی طرح اُن کا معنی جامع کو مستعار لہ قرار دینا
بھی صحت کے خلاف ہے۔

استعارہ کی بحث کو ہم پانچ چمنون مین بیان کرتے ہین **پہلے** چمن مین طرفین استعارہ
یعنے مستعار منہ و مستعار لہ کا مذکور ہے **دوسرے** چمن مین وجہ جامع کا ذکر ہے **تیسرے**
چمن مین ان تینون کا مجموعی طور پر بیان ہے **چوتھے** چمن مین استعارے کی قسمون کی
تفصیل ہے **پانچوین** چمن مین استعارے کی حُسن و خوبی کے شرائط کا حال ہی۔

پہلا چمن طرفین استعارہ کے بیان مین

طرفین استعارہ دو چیزین ہین ایک مستعار منہ دوسرے مستعار لہ پس اگر مستعار منہ اور مستعار لہ اس قسم کے ہونگے کہ انکا باہم جمع ہونا ایک جگہ ممکن ہو تو اُسکو **استعارہ وفاقیہ** کہتے ہین کیونکہ دونون طرفون مین موافقت اور اتفاق ہوتا ہے جیسے ۔

میر سُوجھے نہ جسے اُسے کہتے ہین بصیر	اندھے ہین جہان کے لوگ سارا ہی میر

جاہل کا استعارہ اندھے سے کیا ہی نابینائی مستعار منہ ہی اور جہالت مستعار لہ ہی اور جہالت ونابینائی کا ایک شخص مین جمع ہونا ممکن ہی کیونکہ جائز ہی کہ جاہل ہو اور نابینا ہو ۔

حالی

وہ جادو کے جملے وہ فقرے فسون کے	تو سمجھے کہ گویا ہم ابتک تھے گونگے

اُن لوگون کا جوآتش زبانی اور شیوابیانی سے عاری تھے گونگے کے ساتھ استعارہ کیا ہی عدم فصاحت وبلاغت اور گونگا ہونا ایک شخص مین جمع ہوسکتا ہی

ولہ

ترقی کا جسدم خیال اُن کو آیا	اک اندھیر تھا ربع مسکون پہ چھایا

جہالت کا استعارہ اندھیرے سے کیا ہی اور ایک جگہ اندھیر کا اور جہالت کا جمع ہونا جائز ہی ۔

ولہ

یہ سُنتے ہی تھسرّا گیا گلہ سارا	یہ راعی نے للکار کر جب پکارا

پیغمبر کا استعارہ راعی سے کیا ہی اور ایک شخص مین راعی ہونا اور پیغمبر ہونا جمع ہوسکتا ہی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب کے کہنے سے بکریان چرائی تھین ۔

ولہ

مناقب سے بدلے گئے سب مثالب	ہوے بہرہ ور روح سے اُنکے قالب

کمال کا استعارہ روح سے کیا ہی اور ان دونون چیزون کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن ہے ۔

ولہ

گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر	گرہ مین لیا باندھ حکم پیمبر

روشنی سے مراد علم وحکمت ہی اور ان دونون کا ایک جگہ جمع ہونا جائز ہی ۔

ولہ

نہ دانِ مصر کی روشنی جلوہ گر تھی	نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہی	ولہ کوئی آن مین سوتا کوئی جاگتا ہے

غفلت کا استعارہ سونے سے کیا ہی اور ہوشیاری کا جاگنے سے اور ایک شخص مین غفلت اور سونا دونون جمع ہونا ممکن ہی اسی طرح ہوشیار ہونے اور جاگنے کا ایک شخص مین جمع ہونا ممکن ہے اور اگر جمع ہونا محال ہو تو اُسکو استعارہ عنادیہ کہتے ہین کیونکہ دونون طرفون کا اجتماع اُس مین ممتنع ہوتا ہی جیسے کسی شخص نابینائے محض کو باعتبار اُسکے کمالِ علم و عقل کے آنکھون والا کہین ظاہر ہی کہ اندھا ہونے اور آنکھون والا ہونے مین باہم عناد ہی ایک شخص مین یہ دونون امر جمع نہین ہو سکتے مرزا غالب اپنے ایک خط مین لکھتے ہین "والی رام پور نے بھی تو مرشدزادے کی شادی مین بُلایا تھا یہی لکھا گیا کہ مین اب معدوم محض ہون" باوجودیکہ مرزا موجود تھے مگر بوجہ کسرِ نفس کے اپنے آپ کو کسی کام کے قابل نہ سمجھ کر معدوم محض کہا اور ظاہر ہی کہ موجود معدوم مین باہم تنافی ہی یہ دونون باتین ایک شخص مین جمع نہین ہو سکتین۔

پہونچے اُنھین لیکر جو وہ ظالم سر دربار	خدام نے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار

یہ ذکر صاحبزادگانِ حضرت مسلم کا ہی وہ گنہگار یعنی مجرم نہ تھے لیکن قتل کرینگے واسطے لائے گئے تھے اسلیے گنہگار کہا گنہگاری اور بے گناہی مین عناد ہی۔

اور عنادیہ کے قبیل سے ہی کہ ظرافت اور خوش طبعی اور طنز کے طور پر دو ضدون یا دو نقیضون کا باہم استعارہ کرین ضدین اور نقیضین مین یہ فرق ہی کہ ضدین ایسی وجودی چیزون کو کہتے ہین کہ وہ جمع نہین ہو سکتین مرتفع ہو سکتین ہین اور دو نقیض باہم نہ جمع ہو سکتے ہین اور نہ مرتفع ہو سکتے ہین اور اُن مین سے ایک وجودی ہوتا ہی ایک عدمی اور ایک قسم کے استعارے مین بوجہ ظرافت واستہزا وغیرہ کے تضاد و تناقض کو تناسب کی جگہ سمجھ لیا جاتا ہی مثلاً نامرد کو شیر یا رستم کہا جائے اور بخیل کو حاتم بولا جائے یا ظالم کا استعارہ نوشیروان کے ساتھ کیا جائے اسی قبیل سے ہی میر کے اس شعر مین آسمان کی نسبت مہربان کا اطلاق کیا جاتا ہے

کوئی آج سے ہی فلک مدعی کیا	ہمیشہ مرے حال پر مہربان ہے
گالی ہی دھول ہے یہ عزت ہے	ولہ کہین غیرت کا سہین کچھ ہی خیال

ذلت کا استعارہ عزت سے کیا ہے۔

میر حسن

تم ہی کچھ ایسے نہ دنیا میں جفا کار ملے
جو نے مجھکو سو ایسے ہی وفادار ملے

بیوفا کا استعارہ وفادار سے کیا ہے۔

حالی

شریعت ہوئی ہے نکونام اُن سے
بہت فخر کرتا ہے اسلام اُن سے
نہ گفتار میں اُنکی کوئی خطا ہے
نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

بدنام کا استعارہ نکونام سے اور ننگ وعار کرنے کا استعارہ فخر کرنے سے اور خطا ہونے کا استعارہ خطا نہونے سے اور ناسزا ہونے کا استعارہ ناسزا نہ ہونے سے کیا ہے۔

درد

اُٹھ چلے شیخ جی تم مجلس رندان سے شتاب
ہمسے کچھ خوب مدارات نہونے پائی

مدارات اپنے خلاف سے استعارہ ہوا ہے اسی قبیل سے ہے سودا کے اس شعر میں معقول کا لفظ

سودا

اُنکا غرض اعتراض دیکھو تو معقول ہے
بات جو معروف ہے اُنپہ وہ مجہول ہے

نامعقول کا استعارہ معقول سے کیا ہے۔

ولہ

نہووے کیونکہ مرا رتبہ شعر میں یا نتک
میں کیسے پیر کی کرتا ہوں اب ثنا خوانی

ہجو و مذمت کا استعارہ ثنا سے کیا ہے۔ ــــہ

بات ہمسے تو نہ کرنی اور غیروں سے بیباک
ہم مگر اس بزم میں آئے تھے ذلت کیلیے

بزم میں آنے سے غرض تحصیل عزت تھی اس غرض کو بطریق استہزا کے ذلت کے لیے آنے سے استعارہ کیا جب حضرت عباس نے پانی لانے کے لیے نہر پر جانا چاہا تو حضرت زنیب نے خطرے کے لحاظ سے اُن کو روکنا چاہا امام حسینؑ بھی انکا جانا گوارا نہیں کرتے تھے اُس وقت حضرت عباس کی زوجہ حضرت زنیب سے کہتی ہیں۔

انیس

ہر وقت کبریا سے طلبگار خیر ہوں
آگے جو کچھ بہوں کی رضا میں تو غیر ہوں

زوجہ غیر نہین مگر اسوجہ سے غیر کہا کہ انکی بات کا نہ ماننا گویا غیر سمجھنا ہی۔

حالی

قید خانون مین جہان کے ہی پڑا غل شرا — جتنے قیدی ہین تری جان کو دیتے ہین دعا

دعا کا استعارہ بددعا کے لیے کیا ہے۔

دوسرا چمن وجہ جامع کے بیان مین

وجہ جامع کی چار صورتین ہین۔

(۱) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے معنی کا جز ہوگی جیسے۔

حالی

رجال اور اسانید کے جو ہین دفتر — گواہ انکی آزادگی کے ہین یکسر

مطلب یہ ہی کہ رجال و اسانید کے دفتر انکی آزادگی کے ثابت کرنیوالے ہین پس ثابت کرنیوالے کا استعارہ گواہ کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع یہان ثابت کرنا ہی اور وہ دونون کے مفہوم مین داخل ہی۔

ولہ

مجرمون کے جرم پر دیوار و در تھے سب گواہ — پر نہ تھا کوئی شفیع انکا کہ جو تھے بیگناہ

ولہ

ہین آنکھون کے گواہ حب وطن — در و دیوار پہ برسس دلندن

ولہ

تیری صناعی کا یہ سب ہے اثر — تیری قدرت پہ تیری صنع گواہ

میر

اس احوال کا رنگ رو بس ہی شاہد — جو دل مین ہی میرے سو منھ پر عیان ہے

برق

ای پری چشم سیاہ و رخ تابان ہی دلیل — دھوپ وہ پڑتی ہی جس سے کہ ہرن ہو کالا

یعنے چشم سیاہ اور رخ تابان اس بات کو ثابت کرنے والے ہین کہ دھوپ ایسی پڑتی ہی کہ جس سے ہرن کالا ہو پس ثابت کرنے والے کا استعارہ دلیل سے کیا ہی اور وجہ جامع یہان بھی ثابت کرنا ہی جو دونون کے مفہوم مین داخل ہے۔

قدیر

تقدیر نے کی بدد شتابی	اغیار کٹے بصد خرابی

کٹنا جو موضوع ہی اُن اجسام کا اتصال زائل ہونے کے لیے جن مین سے بعض بعض کے ساتھ متصل و رپیوستہ ہون اسکا استعارہ اجتماع اغیار کے متفرق ہوجانے اور اُن مین سے بعض کے بعض سے جُدا ہوجانے کے لیے کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین اجتماع اور اتصال کا زائل ہوجانا ہی اور یہ کٹنے اور متفرق ہوجانے کے مفہومون مین داخل ہی البتہ کٹنے کے مفہوم مین زوال اجتماع شدید ہی اور متفرق ہونے کے مفہوم مین کم ہی کیونکہ کٹنے کے متفرق ہونے سے قوی ہونے ہی کی صورت مین یہ بات صحیح ہوتی ہی کہ متفرق ہونے کی تشبیہ کٹنے کے ساتھ دیجائے اور کٹنے کا استعارہ متفرق ہونے کے لیے کیا جائے اگر کہا جائے کہ فن حکمت مین یہ بات ثابت ہوچکی ہی کہ جزو ماہیت شدت وضعف کے ساتھ متصف نہین ہوسکتا پس یہان جزو ماہیت یعنے زوال اجتماع کیسے جامع بن سکتا ہے اور حال یہ ہی کہ جامع کے لیے مستعار منہ مین اقوے ہونا واجب ہی تاکہ استعارہ مبالغہ کا فائدہ دے جواب اسکا یہ ہی کہ اختلاف کا ممتنع ہونا ماہیت حقیقی مین معتبر ہی جیسے انسان وحیوان اور جو ماہیت لفظ سے مفہوم ہوتی ہی اُسکا حقیقی ہونا واجب نہین بلکہ کبھی امر اعتباری ہوتی ہی یعنی ایسے اُمور سے مرکب ہوتی ہی جن مین سے بعض شدت کے قابل ہوتے ہین اور بعض ضعف کے قابل اس صورت مین جامع کا طرفین کے مفہوم مین داخل ہونا اور باوجود اس کے مستعار منہ کے مفہوم مین اشد واقوے ہونا جائز ہے۔

میر

طفل مطرب جو میرے ہاتھ آتا	چٹکیون مین رقیب اُڑجاتا

اُڑنے کا استعارہ نکل جانے کے لیے کیا ہی وجہ جامع اس مین قطع مسافت ہی جو اُڑنے اور نکلجانے دونون کے مفہومون مین داخل ہی کیونکہ نکل جانا اور اُڑنا حرکت ہی جس سے مسافت قطع ہوتی ہے لیکن اسقدر کہ مستعار منہ مین شدید ہی اور مستعار لہ مین بہ نسبت اُسکے ضعیف۔

وجاہت جھنجھانوی

قوم کے واسطے ملکو ہمین اُڑے پھرتے ہین	باوجودیکہ نہین رکھتے ہین پر آغاخان

جلد اور شتاب جانے کا استعارہ اُڑے پھرنے کے ساتھ کیا ہی وجہ جامع ان مین قطع مسافت ہی جو اُڑنے اور جلد جانے کے مفہومون مین داخل ہی کیونکہ جلد جانا اور اُڑے پھرنا ایسی حرکت کو کہتے ہین

جس سے مسافت جلد قطع ہو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اڑنا مسافت کا پرون کے ساتھ قطع کرنا ہی جلد ہو یا دیر مین اور سرعت اُسکے مفہوم مین داخل نہین بلکہ اغلباً لازم ہے جواب اسکا یون دیا جائے گا کہ اڑنا مسافت کو جلدی قطع کرنا ہے پرون کو اختیاری طور پر ہوا مین ہلانے کے ساتھ اور یون بھی جواب دے سکتے ہین کہ جامع مین ملتفت الیہ فقط مسافت کا قطع کرنا ہی نہ قطع کرنا مسافت کا سرعت کے ساتھ۔

حالی

چھوڑو افسردگی کو جوش مین آؤ	بس بہت سوئے اُٹھو ہوش مین آؤ

غافل رہنے کا استعارہ سونے کے ساتھ کیا ہی اور غفلت و بے پروائی وجہ جامع ہی جو دونون کے مفہومون مین داخل ہی فرق اس قدر ہی کہ مستعار منہ مین شدید ہے اور بہ نسبت اُسکے مستعار لہ مین ضعیف ہے۔

(۲) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم کا جز نہوگی جیسے منور چہرے کو آفتاب کہین اور بہادر آدمی کو شیر کہین ظاہر ہے کہ نورانیت سورج اور خوبصورت چہرے کو عارض ہین اُن کے مفہوم مین داخل نہین اسی طرح شجاعت شیر اور بہادر آدمی کو عارض ہی دونون کے مفہوم مین داخل نہین بس جامع دونون مثالون مین طرفین سے خارج ہی۔

غلام امام شہید

جب چلا چاند مدینے کا سوئے رب جلیل	بجھ گئی مہر درخشان کی فلک پر قندیل

پیغمبر خدا کا استعارہ چاند کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین خوبصورتی ہی اور یہ وجہ جامع دونون کے مفہومون کا جز نہین بلکہ اُن کو عارض ہی۔

انیس

ہشیار کہ وقت سازو برگ آیا	ہنگام یخ و برف و تگرگ آیا

بڑھاپے کو یخ و برف و تگرگ کے ساتھ استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع سفیدی ہی اور وہ دونون کے مفہوم سے خارج ہے۔

ذوق

خواب غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پیری	نہین مہتاب یہ ہی روشنی صبح رحیل

مہتاب یعنی چاندنی استعارہ سفید بالون سے ہی اور وجہ جامع سفیدی ہی اور وہ دونون کے

مفہومون سے خارج ہے۔

گلزارنسیم

سمٹی جو تھی محرم اُس قمر کی | برجون پر سے چاندنی تھی سرکی

یہان پستان مستعار لہ ہی اور برج مستعار منہ اور وجہ جامع دونون مین گول اور اُبھر ہونا اور وہ دونون کے مفہوم مین داخل نہین۔

ولہ

حاجت کے گمان سے جب ہوئی دیر | جھنجھلا کے پلنگ سے اُٹھا شیر

بحر

رنڈیون کو بھی پسند آیا ہی مردون کا لباس | اودی اودی ٹوپیان رکھتی ہین سر پر چھاتیان

چھاتی کے سرون کو اودی ٹوپی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ جامع گولائی اور رنگ ہی اور یہ دونون مفہوم سے خارج ہی یا جیسے نامرد کو روباہ کہین اس مین وجہ جامع بزدلی اور خوف ہی اور یہ ایک صفت ہے آدمی اور اُس جانور کی اُنکے مفہوم مین داخل نہین۔

انیس

اس شان سے غازی صف جنگاہ مین آیا | غل تھا کہ اسد لشکر روباہ مین آیا

(۳) وجہ جامع ایسی ہو کہ بہت جلد سمجھ مین آجاتی ہو جیسے محبوب کے رُخسارے کو چاند کہنا یا آفتاب سے استعارہ کرنا یہ بات ظاہر ہے کہ روشنی جامع ہی اسی طرح معشوق کے رخسارے کو گل سے استعارہ کرنے مین رنگینی جامع ہی ایسے استعارے کو عامیہ کہتے ہین اسلیے کہ بسبب ظہور کے اسکو عامۃ الناس جانتے ہین اور اسکو مبتذلہ بھی بولتے ہین کیونکہ ابتذال بہت صرف کرنے مین ہی اور ایسا استعارہ بہت مستعمل ہوتا ہی اور کچھ نادر نہین ہوتا کہ سوا ایک دو جگہ کے اور کہین استعمال مین نہ آیا ہو۔

مسکین

اُس صنم نے کیا پردے مین جہان کو بیتاب | بے پردہ ہوتا تو کیا جانے خدا کیا ہوتا

اس بیت مین صنم کا استعارہ معشوق کے واسطے ہی اور یہ نادر نہین بہت مستعمل ہی اسلیے وجہ جامع اسکی بسبب ظہور کے سب پر ظاہر ہے۔

نسیم

یہ سنکے اشارے سے بُلایا | بادام بنفشہ کو دکھایا

آنکھ کا استعارہ بادام سے کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین ظاہر ہی اور بنفشہ نام ہی مالن کا۔

ولہ

طوق اُسکو طلسم کا پنھایا | قمری اُسے سرو نے بنایا

روح افزا پری کا استعارہ سرو کے ساتھ کیا ہی جسنے بہرام وزیرزادے کو جو اُسکا عاشق تھا طلسم کے ذریعہ سے قمری بنایا تھا اور وجہ جامع روح افزا و سرو مین موزونی قامت ہی جو ظاہر ہی۔

ولہ

اے شمع نہ سوجی گر بدو نیک | رشتہ کاٹے گا تجھ سے ہر ایک

بکاؤلی کا استعارہ شمع سے کیا ہی اور وجہ جامع عیان ہی۔

نفیس

چھپے نگاہ سے نور نگاہ زینب کے | غروب ہوگئے دو مہر و ماہ زینب کے

نور نگاہ اور مہر و ماہ زینب کے فرزندون سے استعارہ ہی اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

مومن

در نایاب تو کیا خاک سے بھی منھ نہ بھرے | جسکے در پر مین کرون لولوے شاداب نثار

اس بیت مین اشعار بلیغ کا استعارہ لولوے شاداب سے کیا ہی اور وجہ جامع ظاہر ہی۔

ولہ

میرے گوہر تمام ناسفتہ | میرے یاقوت سب بدخشانی

اس شعر مین گوہر و یاقوت استعارہ اشعار سے کیا ہی اور وجہ جامع ہر شخص پر ظاہر ہے۔

ظفر

جسکے نالون کو مرے ہوگئے پتھر پانی | سر مژگان بھی ترا نم نہوا پر نہ ہوا

پتھر سخت دل بیرحم سے استعارہ کیا ہی اور پانی ہونا استعارہ ہی ترس کھانے اور غمخواری کرنے سے اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

غلام محمد خان رہا

شیر روباہ ہون کو ہم پر یا کردیا تونے فلک | ابتو جیتا ترا اے گردون گردان ہوگیا

شیر استعارہ بہادر سے ہی اور روباہ نامرد سے اور وجہ جامع دونون مین ظاہر ہی۔

نعیم

شکست چرخ سے ہی اپنے آبگینے کی | الٰہی ٹوٹے کمین گردن اس کمینے کی

دل کا استعارہ آبگینے سے کیا ہی اور وجہ جامع دونوں میں ہر شخص پر ہویدا ہے

الشا

بیکلی سے ترے کچھ دل کو سروکار نہو	تیری نرگس بھی الٰہی کبھی بیمار نہ ہو

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور یہ استعارہ تبذل ہی۔

فقیر

تو نے او بت دلکو اپنے کر لیا فولاد حیف	کچھ اثر کرتی نہیں تجھکو مری فریاد حیف

ولہ

ہو بہار چمن حسن پہ نازان نہ بہت	اے گل تر یہ رہیگا ترا جوبن کب تک

امجد علی اصغر

خوبرو بت کے آشنا ہین ہم	عاشق مذہب خدا ہین ہم

آباد

ماشاءاللہ کیا ہے حسن بت پر غرور کا	بندون کو شک ہوا ہی خدا کے ظہور کا

(۴) وجہ جامع بوجہ نادر ہونیکے ہر ایک پر ظاہر نہو سکے بلکہ بدقت سمجھ مین آتی ہو اور سوا خواص کے عامۃ الناس اُسکے سمجھنے سے قاصر ہون اس قسم کو **استعارہ غریبہ** کہتے این۔

میر

مغان مجھ مست بن پھر خندہ ساغر نہو ویگا	مے گلگون کا شیشہ ہچکیان لے لیکے رو ویگا

شیشے کی آواز کو ہچکی سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین شیشے کے اندر سے شراب وغیرہ کا نکلنا اور رُک رُک کر آواز پیدا ہونا ہی اور یہ بات یکایک خیال مین نہین آتی۔

ذوق

جس کی آواز سے ہون رونگٹے سوہان کے کھڑے	وہ محبت نے دیا سلسلۂ پا ہم کو

سوہان کے دندانے اُبھرے ہوے ہونے کو رونگٹے کھڑے ہونے سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین بُن مو کا اندک اندک اونچا ہو جانا ہی رونگٹے کھڑے ہونے کے وقت چنانچہ یہ امر تجربہ اور مشاہدہ پر موقوف ہی اور اسطرح کی حالت سوہان کے اندر بعینہ پائی جاتی ہی اور خفا اس کا ظاہر ہی۔

سودا

ہوا یہ جوش جنون سودا کہ میری آنکھون سے	بجاے لعل نکلتے ہین اب سلیمانی

جوش سودا سے سیاہ ہو نیکے سبب اشک خونین کو دانۂ سلیمانی سے استعارہ کیا ہی اور سودا ایک خلط ہی اُسکا رنگ سیاہ ہی اور چونکہ دانۂ سلیمانی قدرے سفیدی بھی رکھتا ہی اس مین اشک کی رطوبت کا بہنا بھی معتبر ہی یہ بات بجز خواص کے اور کسی کو معلوم نہین ہو سکتی۔

امیر

دم بدم رُک رُک کے ہی مُنھ سے نکل پڑتی زبان	وصف اُسکا کہہ چکے فوارے یا کھنے کو ہین

فوارے کے سوراخ سے پانی کی دھار کے نکلنے کو زبان کے نکل پڑنے سے استعارہ کیا ہی وجہ جامع اس مین دھار کا کبھی نیچا ہونا کبھی اونچا ہونا کبھی رُک جانا کبھی نکلنے لگنا ہی اسی طرح زبان کبھی منھ سے باہر نکل آتی ہی اور کبھی اندر چلی جاتی ہی کبھی زیادہ نکل آتی ہی کبھی کم نکل آتی ہی۔
کبھی استعارۂ عامیہ مبتذلہ مین تصرف کرنے سے غرابت حاصل ہو جاتی ہی جیسے۔

بجائے قصد ہی کس خون گرفتہ کا کہ رہتی ہی	علم تمشیر زہر آلودہ سر پر چشم فتان سے

ابرو کا استعارہ تیغ سے کیا ہی اور یہ استعارہ مبتذل ہی لیکن زہر آلودہ کہنے سے ایک طرح کی غرابت اس مین آگئی کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہی اور سبزی و سیاہی مین چندان تفاوت نہین پس ابرو کو بسبب سیاہی رنگ کے تیغ زہر آلودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہی۔

گلزار نسیم

غولون نے لئے بزور پھول اُڑایا	اُس خضر کو راستہ بتایا

تاج الملوک کے بھائیون کو غولون سے استعارہ کیا ہی اور چھین لینے کو اڑا لے سے اور تاج الملوک کو خضر سے استعارہ کیا ہے اور تاج الملوک سے پھول چھین کر بھگا دینے کا استعارہ راستہ بتانے سے کیا ہے حاصل معنی یہ ہین کہ تاج الملوک کے بھائیون نے زبردستی پھول اُس سے چھین کر وہان سے بھگا دیا اگرچہ یہ استعارہ اپنے مفردات کی وجہ سے مبتذل ہے لیکن ترکیب کی وجہ سے اس مین غرابت پیدا ہو گئی ہے۔

ولہ

آنکھون سے اُس انجمن کو دیکھا لعل و گہر ایک دُرج مین ہے	یک جا بُت و برہمن کو دیکھا شمس و قمر ایک برج مین ہے

تاج الملوک کا استعارہ برہمن سے کیا ہی اور بکاؤلی کا بت سے اسی طرح لعل و گہر اور شمس و قمر سے ان دونون کا استعارہ کیا ہی اور مٹھ کا استعارہ دُرج اور بُرج کے ساتھ کیا ہی اور یہ استعارے اگرچہ

اپنے مفردات کے اعتبار سے مبتذل ہین لیکن بسبب ترکیب کے غرابت حاصل کرلی ہے۔

ولہ

بولی وہ کہ بخت تھا زبردست	خورشید کو ذرے نے کیا پست

بکاؤلی کا استعارہ خورشید سے کیا ہی اور تاج الملوک کا ذرے سے اور یہ استعارہ اگرچہ اپنے مفردات کے اعتبار سے نادر نہین مگر بسبب ترکیب کے غرابت آگئی ہے۔

عاشق

تماشا دیکھتا ہون ہین تری قدرت نمائی کا	خدا کی شان دعوی ہے بتون کو بھی خدائی کا

بتون کا استعارہ معشوق کے لیے مبتذل ہے مگر یہ کہدینے سے کہ خدا کی شان بتون کو بھی خدائی دعوی ہی کسی قدر ندرت آگئی ہے۔

کیونکہ اس بت سے رکھون جان عزیز	کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

ایمان کے ذکر نے بت کے استعارے مین معشوق کے لیے غرابت پیدا کردی۔

تیسرا چمن استعارے کے بیان مین باعتبار مستعار منہ اور مستعار لہ اور وجہ جامع تینون کے

اور یہ چھ قسم پر ہی اسلیے کہ مستعار منہ اور مستعار لہ یا حسی ہوتے ہین یا ایک ان مین سے حسی ہوتا ہی اور ایک عقلی مثلاً مستعار منہ حسی ہوتا ہی اور مستعار لہ عقلی یا مستعار منہ عقلی ہوتا ہے مستعار لہ حسی لیں یہ چار صورتین ہوئین جن مین وجہ جامع ہمیشہ عقلی ہوتی ہے کیونکہ وجہ شبہ جسکا نام جامع ہی وہ طرفین کے ساتھ قائم ہوتی ہے پس جبکہ دونون عقلی ہونگے تو اُنکے ساتھ وجہ جامع قائم ہوگی اور اگر ان مین سے ایک عقلی ہوگا اور ایک حسی تب بھی وجہ جامع کا عقلی ہونا ضرور ہے اس لیے کہ عقلی کا قیام حسی کے ساتھ مستحیل ہی اور جبکہ مستعار منہ و مستعار لہ دونون حسی ہوتے ہین تو وجہ جامع کبھی عقلی ہوتی ہی کبھی حسی اور کبھی مختلف یعنے بعض حسی اور بعض عقلی اس طرح چھ قسمین ہوگئین تفصیل اسکی اس طرح ہی۔

(۱) مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع تینون حسی ہون اور چونکہ حواس پانچ ہین تو ان کی بھی پانچ حالتین ہون گی۔

(الف) حسی متعلق بباصرہ جیسے۔

دبیر

کی پشت سوے خیمہ رُخ اعدا کے سامنے	اُگلے دہن سے لعل شہ خاص و عام نے

منھ سے خون ڈالنے کا استعارہ لعل اُگلنے سے کیا ہی خون مستعار لہ لعل مستعار منہ اور یہ دونوں حسّی ہیں اور وجہ جامع یہان سُرخی رنگ ہی جو حس باصرہ سے متعلق ہی۔

غالب

بجلی اک کوند گئی آنکھون کے آگے تو کیا	بات تو کرتے کہ مین تشنۂ تقریر بھی تھا

معشوق کے صرف آن کر اپنی صورت دکھادینے کو بجلی کے آنکھون کے سامنے کوند جانے سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین بہت ہی کم ٹھہرنا ہی۔

(ب) حسی متعلق بسامعہ۔

ذوق

نہ موج مے کو ہو پیچش نہ شیشہ کی ہچکی	گئی جہان سے یہ بیماری فواق بہ خیر

ولہ

اگر ترے فریادیون کے نامۂ پیچیدہ کو	لب پہ رکھکر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا

ظفر

صراحی قہقہہ بھرتی ہی مینا مسکراتا ہے	ہمارا یار جس دم جانب میخانہ آتا ہے

پہلے شعر مین شراب کی آواز کو ہچکی سے اور دوسرے شعر مین دہن کی آواز کو صور کے نالے سے اور تیسرے شعر مین صراحی کی آواز کو قہقہہ سے استعارہ کیا ہی اور یہ سامعہ کے متعلق ہی۔

(ج) حسی متعلق بہ شامہ جیسے۔

امانت

صحن گلشن مین پریشان جو وہ سنبل ہو جائے	نافۂ مشک ختن غنچۂ ہر گُل ہو جائے

سنبل سے بالون کا استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع درازی اور باریکی اور پیچیدگی نہین بلکہ خوشبو ہے کیونکہ بالون کی خوشبو کی تحصیل سے ہر غنچے کے نافہ مشک ہو جانیکا دعوے کیا ہے۔

(د) حسی متعلق بذائقہ جیسے معشوق کے آب دہن کو شراب سے استعارہ کرین۔

معبود شاہ رند

کدھر ہے شتابی سے آ ساقیا	مجھے نوشدارو پلا ساقیا

شراب کو نوشدارو سے استعارہ کیا ہی اور یہان وجہ جامع مزہ ہی اور اگر شراب کا کمال مرغوب و مقبول ہونا مثل نوشدارو کے وجہ جامع ہو تو اس صورت مین وجہ جامع عقلی ہوتی ہی۔

(۲) حسی متعلق بلامسہ جیسے مخمل یا سطح آب سے شکم کا استعارہ کرین اور یہ چھونے کی چیزون سے ہے کیونکہ وجہ جامع اس مین ملائمت ہی۔

انیس

اِک پھول سے رکھتے ہین خلش خار ہزارون	اِک سر ہے فقط اور خریدار ہزارون

یہان پھول سے جسم شریف حضرت امام حسین کا استعارہ کیا ہی اور نرمی و نزاکت وجہ جامع ہے کیونکہ خار کا ذکر موجود ہی یہان سُرخی رنگ کی وجہ سے استعارہ نہین ہی ورنہ وہ حس بصر سے متعلق ہی۔

(۲) طرفین حسی ہون اور وجہ جامع عقلی جیسے شیر سے مرد شجاع کا استعارہ کہ جامع اس مین جرأت ہی اور وہ امر عقلی ہی میر صاحب نے کتے کی تعریف مین فرماتے ہین۔ ؎

چوہا کیا ہے جو سامنے آ جائے	اگھوس سے بھی یہ شیر بھڑ جائے

کتا مستعار لہ ہی اور شیر مستعار منہ ہی اور وجہ جامع ان مین جرأت ہی۔

آتش

نسبت اُس فتنہ دوران سے کوئی اندھا دے	یار کی آنکھ سیہ دیدۂ بادام سفید

شخص جاہل کا استعارہ اندھے سے کیا ہی اور جامع اس مین نافہمی ہے۔

ظفریاب خان راسخ

اُس آب حیات سے جُدا ہون	مچھلی کی طرح تڑپ رہا ہون

معشوق کا استعارہ آب حیات سے کیا ہی اور وجہ جامع نایاب و مرغوب و مطلوب ہونا ہے۔

انیس

اس شان سے غازی صف جنگاہ مین آیا	غل تھا کہ اسد لشکر روباہ مین آیا

سپاہ شام کا استعارہ روباہ سے کیا ہے اور وجہ جامع نامردی ہے۔

مثنوی فسانہ عشق

کدھر ہے تو اے ساقی نیک نام	پلا دے مجھے زہر گلگون کا جام
کہ پیتے ہی جی سے گذر جاؤن مین	یہی دل مین ٹھانی ہے مرجاؤن مین

شراب کا استعارے زہر سے کیا ہی اور وجہ جامع قتل ہے۔

مومن

ہے مجھے بھی خیال طوف حرم ۔۔ خضر رہ گر ہو فضل رحمانی

ممدوح کے قصر کا حرم سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین عظمت ہے۔

محسن

زلف پر ٹھہری نظر مائل ابرو ہو کر ۔۔ ہم پھرے کعبے سے استقبلہ تو ہندو ہو کر

مطلب کا استعارہ قبلے سے کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین علوشان ہی۔

(۳) مستعار لہ حسی اور مستعار منہ اور وجہ جامع عقلی ہون جیسے معشوق کو جان اور آفت جان سے استعارہ کرین

شیخ محمد زمان لسیل

قیامت سایہ بنکر پیچھے پیچھے ساتھ ہوئی ہے ۔۔ گذر جس راہ سے ہوتا ہے میرے آفت جان کا

مومن

اے غارت جان وجان مومن ۔۔ اے آفت خان ومان مومن

انیس

دنیا سے انتقال ہوا نور عین کا ۔۔ ہنگامہ ظہر تھا لٹا گھر حسین کا

فرزند کو آنکھ کے نور سے استعارہ کیا ہی۔

میر

عاشق ترے لاکھوں ہوے مجھسا نہ پیدا ہوا ۔۔ مجھبر کوئی اس کام جان دیکھا نہ یون مرتا ہوا

اور کوئی شخص ایک امر کی تلاش اور تردد کو نہ چھوڑے تو کہین وہ باز نہین آتا نہ چھوڑتا حسی ہے اور باز نہ آنا عقلی اور وجہ جامع ان مین عدم سکونت واطمینان ہے۔

میر

پھر جائے ہی غیر اس سے ملنے ۔۔ آتے نہین باز ایسے ویسے

ولہ

کیا تھا خانقہ مین وہ نور دیدگان کا ۔۔ تہ کر گیا مصلے غزلت گزیدگان کا

میر محمدی بیدار

جلوہ دکھا کے گذرا وہ نور دیدگان کا ۔۔ تاریک کر گیا گھر حسرت کشیدگان کا

نور دیدہ استعارہ معشوق سے ہی اور وجہ جامع لطافت ہے۔

(۴) مستعار منہ حسی ہو اور مستعار لہ و وجہ جامع عقلی ہوں جیسے کوئی شخص ایک امر کی تلاش سے بعد تردد کے مایوس ہو جائے تو کہیں اب اُس نے ہاتھ اُٹھا لیا ہاتھ اُٹھانا حسی ہی اور مایوس ہو جانا عقلی اور وجہ جامع اس میں انقطاع و عدم منفعت ہے۔

میر تقی

یوں تو سو بار آؤ جاؤ گے	چپسے تدریج ہی سے پاؤ گے
اور اِس پر بھی جو ستاؤ گے	اپنے پیسوں سے ہاتھ اُٹھاؤ گے

بوجھ میں آپنے سر سے دو ٹکا ٹال

اور جیسے قطع تعلق و ترک شے کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے استعارہ کریں ہاتھ دھو بیٹھنا حسی ہی اور قطع تعلق و ترک شے عقلی اور وجہ جامع اس میں سکونت و اطمینان ہے۔

خواجہ درد

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہیں کیا جی کو رو بیٹھے	بس اب اِک ساتھ ہم دونوں جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

یعنی دونوں جہان سے قطع تعلق کیا۔

صحرا میں جا صبا نے ہر چند خاک چھانی	ولہ	میرے غبار کا کچھ پایا نشان نہ ہرگز

تلاش اور جستجو کا استعارہ خاک چھاننے سے کیا ہی اور محنت و پریشانی وجہ جامع ہی۔

دبیر

سیدھی ہوئی جو تیغ تو دفتر اُلٹ گیا	میدان سے پاؤں جینے سے دل سپاہ کا ہٹ گیا

مہیا اور مستعد ہونے کا استعارہ سیدھے ہونے کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع تہیہ اور استعداد ہی۔

انیس

ثابت ہوا کہ چہرۂ خورشید کٹ گیا	غل تھا کہ فوج شام کا دفتر اُلٹ گیا

دفتر اُلٹ جانا استعارہ ہی برباد ہو جانے سے اور وجہ جامع بربادی و تباہی ہے

غالب

درماندگی میں غالب کچھ بن پڑے تو جانوں	جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

مشکلات کو رشتے سے اور اُنکے دفع کرنے کی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے استعارہ کیا ہی اور محنت و تردد اور تشویش وجہ جامع ہے۔

سودا

سُننے جو چونکتے اُسکو نجوابگاہ نیام		تری وہ تیغ کہ فتنے کا ردہو سوے عدم	

تیغ کے نیام مین چونکنے سے مراد نکلنے کے لیے مستعد ہونا ہی پس مہیّا و مستعد ہونیکا استعارہ چونکنے سے کیا ہی اور وجہ جامع استعداد و تہیہ ہی پس مستعار منہ حسّی ہی کیونکہ چونکنے سے مراد حرکت کرنا ہی اور اُس کے حسّی ہونے مین شبہ نہین نہ احساس کا پیدا ہونا اور آنکھ کا کھولنا اور مستعار لہ مہیا و مستعد ہونا ہے اور وجہ جامع تہیہ و استعداد ہی اور ان دونون کے عقلی ہونے مین کلام نہین -

(۵) مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع تینون عقلی ہون اور یہان جامع کا عقلی ہونا لازم ہے کیونکہ محسوس کا قیام معقول کے ساتھ صحیح نہین -

میر

ان چشم سیاہون نے بہتون کو سُلا رکھا		کیا کہیے کہ خوبان نے اب ہم مین ہے کیا رکھا	

یعنی بہت آدمیون کو فنا کر دیا فنا کر دینے کا استعارہ سُلا رکھنے سے کیا ہی مستعار منہ سُلا رکھنا ہے اور مستعار لہ فنا کر دینا اور وجہ جامع ان مین افعال کا نہ ظاہر ہونا ہے اور یہ تینون عقلی ہین اس لیے کہ فنا کرنے اور افعال کے ظاہر نہونے کا تو عقلی ہونا ظاہر ہے اور سُلا رکھنے سے مراد اس احساس کا منتفی کر دینا ہے جو بیداری کی حالت مین حاصل ہوتا ہی نہ اسکے آثار جیسے خراٹے لینا اور آنکھون کا بند ہو جانا پس تینون کے عقلی ہونے مین کلام نہین -

حالی

بس بہت سُوئے اُٹھو ہوش مین آؤ		چھوڑو افسردگی کو ہوش مین آؤ	

غافل رہنے کا استعارہ سُونیکے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع بے پروائی و غفلت ہی اور تینون عقلی ہین - اسلیے کہ غافل رہنے اور غفلت و بے پروائی کا عقلی ہونا ظاہر ہی اور سُونے سے مراد اس احساس کا باقی نرہنا ہے جو بیداری مین حاصل ہوتا ہی اور اُسکے عقلی ہونے مین بھی شبہہ نہین -

(۶) طرفین حسّی ہون اور وجہ جامع مرکب ہو بعض امر حسّی اور بعض امر عقلی سے چنانچہ شخص جلیل القدر کا استعارہ آفتاب سے کرین حُسن اور شان کی بزرگی کا مجموعہ وجہ جامع ہی ایسا استعارہ بہت کم واقع ہوتا ہی گویا درحقیقت دو استعارے ہین -

میر حسن

نہو ذرّہ تجھکو کبھی اضطراب ہا		وزیرون نے کی عرض کاے آفتاب	

ولہ

کروں مختصر یاں سے اب غم کی بات | لگا رہنے اُس میں وہ آب حیات

بے نظیر کا استعارہ آب حیات سے کیا اور وجہ جامع اس میں عزیزالوجود ہونا اور لوگوں کی نظروں سے مخفی رہتا ہے۔

نسیم

طالع سے کسے تھی ایسی اُمید | نکلا ہے کدھر سے آج خورشید

بکاؤلی نے تاج الملوک کا استعارہ خورشید سے کیا ہی حسن اور مطلوب ہونا یہ چیزیں وجہ جامع ہیں۔

مہاراجہ دیبی سنگھ متخلص براجہ

مدام اپنی بغل میں وہ آفتاب رہا + ہمارے دور میں دور شراب ناب رہا

آفتاب استعارہ معشوق سے ہی۔

یاد رکھو کہ جس صورت میں مستعار لہ مستعار منہ دونوں حسی ہوں تو وجہ جامع حسی اور عقلی دونوں طرح آسکتی ہے اسلیے کہ یہ امر جائز ہی کہ کسی شے حسی کے ساتھ بعض صفت عقلی قائم ہو جیسے جرأت زید اور شیر میں کہ وہ وصف عقلی ہے اور ان دونوں کے ساتھ قائم ہے باوجودیکہ وہ دونوں حسی ہیں اور اگر مستعار لہ اور مستعار منہ دونوں عقلی ہوں گے یا ایک عقلی اور ایک حسی تو وجہ جامع عقلی ہوگی نہ حسی کیونکہ وجہ جامع مستعار لہ اور مستعار منہ سے حاصل ہوتی ہی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عقل سے جو چیز حاصل ہوگی وہ عقلی ہوگی پس اگر مستعار لہ اور مستعار منہ عقلی ہوں اور وجہ جامع حسی یعنی ایسی چیز ہو کہ اُسکو حس کے ساتھ ادراک کرسکیں تو لازم آوے کہ حس سے اشیاے عقلی کو بھی ادراک کرسکیں حالانکہ حس غیر حسی میں سے کسی کا ادراک نہیں کرسکتا اور حال اسکا اوپر کی مثالوں سے بخوبی منکشف ہوتا ہے یعنی جب خون کو لعل کہا تو اس میں وجہ جامع سرخی رنگ کی ہے یہ حسی ہی یا جب شیشے کی آواز کو ہچکی اور صراحی کی آواز کو قہقہہ سے استعارہ کیا تو اُس میں رگ رگ کے آواز کا نکلنا وجہ جامع ہی یہ بھی حسی ہے اسی طرح جب معشوق کے صرف آن کر اپنی صورت دکھا دینے کو بجلی کا آنکھوں کے سامنے کوند جانا کہا تو اُس میں نہ ٹھہرنا وجہ جامع ہی اور یہ حسی ہی اور بالوں کے استعارے میں سنبل کے ساتھ وجہ جامع خوشبو ہے جو حسی ہی اور شراب کے استعارے میں نوشدارو کے ساتھ وجہ جامع مزہ مانا جائے تو یہ بھی حسی ہی اور جسم کے استعارے میں پھول کے ساتھ وجہ جامع نرمی ہے اور یہ بھی حسی ہی اور جب سخی کو شیر سے اور جاہل کو اندھے سے اور محبوب کو آب حیات سے اور قہر کو حرم سے اور سیاہ شام کو روباہ سے اور مخاطب کو

کعبے سے اور نہ چھوڑنے کو پا زنہ آنے سے اور معشوق کو دیدون کے نور اور آفت جان اور جان اور کام جان سے اور فرزند کو آنکھون کے نور سے اور مایوس ہوجانے کو ہاتھ اُٹھا لینے سے اور قطع و ترک شے کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے اور تلاش و جستجو کو چھاننے سے اور مشکلات کو رشتے سے اور اُن کے دفع کرنے کی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے اور برباد ہوجانے کو دفتر اُلٹ جانے سے اور مہیا اور مستعد ہونے کو سیدھا ہونے اور چونکنے سے اور مار ڈالنے کو سُلا رکھنے سے اور غفلت کو سونے سے استعارہ کیا تو ان سب مین وجہ جامع عقلی ہی۔

چوتھا چمن استعارے کی قسمون کے بیان مین

جس استعارے مین لفظ مستعار اسم جنس ہو اُسے اصلیہ کہتے ہین امام فخر الدین رازی کا مذہب یہ ہے کہ مجاز بالذات صرف اسم جنس جامد مین ہوتا ہی فعل و اسم مشتق مین مشتق منہ کی تبعیت کی وجہ سے واقع ہوتا ہی حرف اور علم مین مجاز کسی طرح بھی نہین ہوتا اور امام غزالی کی رائے یہ ہی کہ اگر معنی مجازی کی طرف انتقال صحیح ہونے کے لیے کوئی علاقہ موجود ہو تو علم مین بھی مجاز داخل ہوتا ہی اور حق یہ ہی کہ اسم جنس جیسے شیر اور گل اور سرو اور مرد مین مجاز بالذات واقع ہوتا ہے اور اسی مین داخل ہی مصدر مثل قتل اور ضرب جیسے ایذاے شدید کو مجازاً قتل کہین۔

امانت

مہندی لاتا تھا کوئی رنگ جمانے کے لیے	چھلّے دیتا تھا کوئی ہاتھ پھنسانے کے لیے

اس شعر مین ہاتھ پھنسانا اور رنگ جمانا مستعار منہ ہین اور اپنا استحقاق ثابت کرنا مستعار لہ اور یہ مصدر ہین۔

دکھلاتا ہی داغ اپنے چمن مین یہ طاؤس **امیر**	بے وجہ نہین ابر بہاری کا یہ رونا

برسنے کا استعارہ رونے سے کیا ہی اور یہ مصدر ہی اسی مثال مین ہی انشا کا یہ شعر ؎

کس طرح نہ بادلون کو رونا آوے	برسے برسے ہی منھ نہ کیونکر برسے

اسیر

دہر مین نیکون کی صحبت سے بدون کو ہے گریز
عدل ہی جس ملک مین فتنہ وہان رہتا نہین

اجتناب کا استعارہ گریز سے کیا ہی جو گریختن کا حاصل مصدر ہی۔

ظفر

مے سے ہے اجتناب زاہد کو	ہم تو پرہیز کچھ نہین کرتے	

اجتناب کا استعارہ پرہیز سے کیا ہی۔ اور اسم جنس کے قبیل سے ہی علم بھی جس کو بسبب کسی وصف کے تاویل کر کے اسم جنس مین داخل کرین مثلاً حاتم اور رستم کہ اول کو سخی کے معنی مین اور دوسرے کو بہادر کے معنی مین استعمال کرتے ہین چنانچہ متکبر آدمی کو کہین کہ وہ فرعون ہی یا بہادر کو کہین کہ وہ رستم ہی۔

حالی

وہ جو کچھ کہ ہین کہ سکے کون اُن کو	بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو	

میر

نال دُنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رُستم ہے	

قلندر

حاتم ہے یہ گرچہ ہے قلندر	پر خانہ خراب کر گیا دل	

اور بغیر اس تاویل کے جائز نہین کیونکہ علمیت جنسیت کے منافی ہی اور اعتبار افراد کا ہی اسلیے اعلام مین مجاز جاری نہین ہو سکتا اور اسم جنس مین اصالۃً مجاز کے داخل ہونے کی وجہ یہ ہی کہ یہان مجاز کی بنا تشبیہ پر ہی یعنے مستعار لہ کو مستعار منہ کے ساتھ مشابہت ہوتی ہی اور یہ ظاہر ہی کہ تشبیہ مشبہ کا وصف ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ مشبہ بہ کے ساتھ وجہ شبہ مین شریک ہی اور موصوف ہونے مین حقائق اور ذاتین اصل ہوتی ہین مثلاً جسم سفید اور آب صاف اور چونکہ شیر اور گل اور سرو وغیرہ ذاتین ہین اور تشبیہ کے وصف سے موصوف ہوئی ہین اسلیے ان مین مجاز اصالۃً داخل ہوتا ہی مثال اسم جنس مین استعارے کی۔

انیس

کیون فاطمہ زہرا کو رولاتا ہی کفن مین	دو پھول تو رہنے دے محمدؐ کے چمن مین	

صاحبزادگان حضرت مسلم کو پھول کہا ہی پھول اسم جنس ہی۔

مذاق

مین اُس گل کو پیغام کہتا ہزارون	ہوا ہو گئی پر صبا کہتے کہتے	

معشوق کو گل کہا ہے اور گل اسم جنس ہے۔

	نسیم	
بلبل اُسی رشک گل کی ہون مین	تم کیا ہو ہزارون مین کمون مین	

عاشق کا استعارہ بُلبُل سے کیا ہی اور بُلبُل اسم جنس ہی۔

دبیر

کس شیر کی آمد ہی کہ رن کانپ رہا ہے	رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

حضرت امام حسین کا استعارہ شیر سے کیا ہی اور شیر اسم جنس ہی۔

فعل اور شبہ فعل (یعنی اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل) اور حرف مین مجاز بالاتباع داخل ہوتا ہی کیونکہ فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نہی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ یا حرف کے معنی کو یہ صلاحیت نہین کہ تشبیہ کے وصف سے موصوف ہو سکین یعنی نہ فعل اور شبہ فعل کے معنی مشبہ ہوتے ہین اور نہ حرف کے معنے بلکہ فعل و شبہ فعل کا مصدر اور حرف کے معنی کا متعلق مشبہ ہوتا ہے اور حرف کے معنی کا متعلق وہ شے ہی کہ حرف کے معنے بیان کرتے وقت اُس معنی کو اُس چیز سے تعبیر کرین مثلاً کہتے ہین حرف سے ابتدا کے لیے ہی اور مین ظرفیت کیواسطے اور تک انتہا کیواسطے اور توتا سے مفتوح سے غرض کیواسطے پس ابتدا اور ظرفیت اور انتہا اور غرض ان حرفون کے معنے کے متعلق ہین یعنی اُن کے معنے اِن سے تعلق رکھتے ہین پس فعل اور شبہ فعل اور حرف کو مستعار کہنا بطور تبعیت کے ہی نہ بطریق اصالت کے یعنی فعل اور شبہ فعل و حرف مستعار ہونے مین مصدر اور متعلق کے تابع ہین اور خود مستعار نہین ہو سکتے۔ تفصیل فعل اور شبہ فعل اور حرف کے استعارہ نہونے کی یہ ہی کہ کبھی فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نہی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ کے ساتھ کسی معنی کو تعبیر کرتے ہین اور مقصود اس سے وہ معنی نہین ہوتے جن معنی کے واسطے وہ بنائے گئے ہین بلکہ اُن کا غیر مقصود ہوتا ہے اور اُن لفظون سے غیر معنے موضوع لہ کا مستعار ہونا باعتبار اُن کے مصدر کے ہوتا ہی فعل اور حرف کے مستعار ہونے کو استعارۂ تبعیہ کہتے ہین۔

(لفظ مستعار کے فعل ہونے کی مثال)

امانت

رنگ مین بو مین نزاکت مین جو یکتا پایا	اِک گُل تازہ سے دل ہم نے غرض اٹکایا

دل اٹکایا فعل ماضی ہی مگر دل اٹکانے اور عاشق ہونے مین استعارہ ہی جو مصدر ہین۔

حسرت

مارا مجھے کنجنی کے اس نخرے نے
کہتی ہی وہ کام میں ابھی چھوڑ دچی

ہر چند مارا فعل ماضی ہی لیکن استعارہ یہان مار ڈالنے اور تکلیف شدید پہونچانے مین ہی۔

گلزار نسیم

ہمت نے مری تجھے اُڑایا | غفلت نے تری مجھے چھوڑایا

اُڑایا سے مراد یہ ہی کہ عقل کھودی لپس یہان اُڑانے اور عقل کھودینے مین استعارہ ہی۔

امیر

بسی گور غریبان جس کسی کا گھر ہوا ویران | مسافر پڑکے سوئے جاگ اُٹھی تقدیر منزل کی

یہان استعارہ سونے اور مرجانے مین ہی۔

میر

تردامنون کو دیکھ کے لب خشک ہو گئے | احوال میکدہ پہ بہت ابر رو گئے

ابر کے برسنے کو رونے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل ماضی مثبت ہے۔

سودا

گل مت سمجھیو باغ مین اے عندلیب زار | غنچے کا دل دہن پہ کسی کے بکھر چلا

یہان بھی مستعار بکھر چلا فعل ماضی ہی اور استعارہ درحقیقت مصدرون مین ہی۔

حالی

علم والے علم کے دریا بہا کر چلدیے | واعظان قوم سوتون کو جگا کر چلدیے

یعنے مرگئے یہان استعارہ چلدینے اور مرجانے مین ہی۔

ذوق

کرتی ہی زیر برقعۂ فانوس تاک جھانک | پروانے سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی

یہان لگی ہوئی ماضی کا صیغہ مذکور ہی لیکن استعارہ مصدر مین ہی۔

ظفر

وہ رشک گل چمن مین اگر اے صبا ہنسے | پھر مُنھ ہی کیا جو غنچہ کوئی کھلکھلا ہنسے

غنچے کے کھلنے کو ہنسنے سے استعارہ کیا ہی اور ہنسے صیغہ مضارع کا ہی۔

الناسخ

اگرچہ تجھ تو جی کو رو سکتے ہین ؛ | لیک پرنالے سارے ادکتے ہین

پرنالون کے بہنے کو ادکنے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل حال ہی۔

اس موسم برسات مین کیون گھر نہ ہین ہم | ولہ آنکھین بھی برستی ہین مہادٹ کی برابر

رونے کو برسنے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل حال ہی۔

میر

گھر کی صورت جو اور ہوتی ہے ۔ چھت بھی بے اختیار روتی ہے

درد

روتا نہین ہی شاہد مینا یہ بے سبب ۔ گردن پہ اُسکی خون کسی کا سوار ہے

پہلے شعر مین ٹپکنے کا استعارہ رونے کے ساتھ کیا ہی اور دوسرے مین شراب کے اوندھنے کا استعارہ رونے سے کیا ہی اور دونون شعرون مین مستعار حال کے صیغے ہین۔

ظفر

صراحی قہقہہ بھرتی ہے مینا مسکراتا ہی ۔ ہمارا یار جسدم جانب میخانہ آتا ہے

صراحی سے شراب کے آواز کے ساتھ نکلنے کا استعارہ قہقہہ بھرنے سے کیا ہی اور شراب کے مینا سے آہستہ نکلنے کا استعارہ مسکرانے سے کیا ہی اور دونون لفظ حال کے صیغے ہین۔

سودا

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات ۔ اب آئی سحر ہونے کو ظالم کہین مر بھی

ولہ

ہوتی نہین ہی صبح نہ آتی ہے مجھکو نیند ۔ جسکو پکارتا ہون وہ کہتا ہے مر کہین

ان اشعار مین امر کا صیغہ ذکر کیا گیا ہی مرنے اور سونے مین استعارہ ہی۔

بھاگ ان بردہ فروشون سے کہان کے بھائی ۔ بیچ ہی ڈالین جو یوسف سا برادر پائین

بھاگنے اور اجتناب کرنے مین استعارہ ہی اور امر کا صیغہ مذکور ہی (شبہ فعل مین استعارے کی مثال)

امانت

سُرمہ دیتا تھا کوئی آنکھ لگانے والا ۔ مِسّی بھجواتا تھا کوئی کہ کرد منھ کالا

مومن

خندہ زن کس کا ہوا زخم درون ۔ شدت گریۂ پنہان کیون ہے

چمن زار عالم کی خوبی پہ مت جا ۔ امیرا گل اُس بے ثباتی پہ خندہ زنان ہے

ان شعرون مین آنکھ لگانے اور عشق کرنے مین اور خندہ زنی اور شگفتہ ہوجانے مین اور خندہ زنان ہونے اور کھلنے مین استعارہ ہی اور اسم فاعل کے صیغے مذکور ہین۔

میر

شہر مین جو نظر پڑا اُس کا بسمل | کشتۂ ناز یا تغافل تھا

آتش

رنگ زرد و لب خشک و تن گرد آلود | کشتۂ عشق ہین ہم ہے یہ کفارہ اپنا

صدمہ رسیدہ ہونیکا استعارہ کشتہ سے کیا ہے اور اسم مفعول کا صیغہ مذکور ہے۔

نواب جہانگیر محمد خان دولہ تخلص

ہووے گا میرا حشر شہیدون مین ہین جو یان | مقتولِ اُلفت خلف بوتراب تھا

مقتول اسم مفعول کا صیغہ ہے عاشق کے معنے مین پس اسم مفعول کا عاشق سے استعارہ کیا ہے۔

میر

غمِ محبت مین میر ہمکو ہمیشہ جلنا ہمیشہ مرنا | صعوبت ایسی دماغ رفتہ کہان تلک ہم اُٹھا سکینگے

بے کار ہونے کا استعارہ رفتہ سے کیا ہے جو صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہ اسم مفعول کا کیونکہ اسم مفعول فعل لازم سے نہین آتا۔

میر

تو وہ نہین کسو کا تہ دل سے یار ہو | یا تجھکو دل شکستون سے اخلاص پیار ہو

شکستہ صدمہ رسیدہ اور رنجیدہ ہوے کے معنی مین ہے۔

شہید

پس مصلے سے اُٹھکے وہ شہ دین | جا کے اس خستہ کے سرہانے بالین

خستہ سے مراد عاشق ہے خستہ زخمی کو کہتے ہین اور ستون حنانہ کو کوئی زخم نہ پہونچا تھا بلکہ وہ عشق رسول مین روتا تھا اور خستہ مشتق ہے خستن سے جو لازم ہے پس صفت مشبہ ہوگا نہ اسم مفعول (حرف مین استعارے کی مثال)۔

غالب

ظلم سے بازآئے پر بازآئین کیا | کہتے ہین ہم تجھکو منھ دکھلائین کیا

چھوڑدینے کا استعارہ بازآنے سے کیا ہے اصل مین چھوڑدینا مستعارلہ اور بازآنا مستعار منہ ہے

اور حرف سے چھوڑ دینے سے متعلق ہی مستعار لہ کو ترک کرکے حرف سے کے ساتھ استعارہ کیا ہی۔

درد

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہین کیا جی کو رو بیٹھے	بس اب اک ساتھ ہم دونون جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

یہان استعارہ حرف سے مین ہی اور اصل مین قطع تعلق کر دینا مستعار لہ ہی جو متعلق ہی حرف سے کا اور ہاتھ دھو بیٹھنا استعار منہ ہی مراد اس جگہہ یہ ہی کہ ہمنے دونون جہان سے قطع تعلق کیا اگرچہ بظاہر حرف سے مستعار لہ معلوم ہوتا ہی اور ہاتھ دھو بیٹھنا مستعار منہ لیکن واقع مین سے مستعار لہ نہین بلکہ اُسکا متعلق یعنے قطع تعلق کرنا مستعار لہ ہی پس واقع مین استعارہ ان دو معنی مین واقع ہوا ہے اور حرف سے متعلق کی اتباع سے مستعار لہ کہا گیا ہے۔

سودا

اُسکے کوچے مین تو کیون جاتا ہی ای سودا اگر	خلق کی سرا پنے لینے کو ملامت کے لیے

اس شعر مین لیے کا حرف غرض کے واسطے موضوع ہی جو بطریق استعارے کے واقع ہوا ہی اور استعارہ لیے مین نہین بلکہ معنی غرض مین ہی کہ لیے کا متعلق ہی اسلیے کہ غرض کوچۂ یار مین جانے سے راحت و عزت ہوتی ہی نہ لعنت و ملامت مگر بوجہ اس بات کے کہ انجام کار وہان کے پھرنے سے لوگ مطعون کرنے لگے ہین اسلیے راحت و عزت کو ملامت کے ساتھ استعارہ کیا ہی یعنے کوچۂ یار مین سودا کا واسطے حصول راحت و عزت کے جانا گویا کہ واسطے لعنت و ملامت کے جانا ہی اور مستعار لہ یہان راحت و عزت ہی اور مستعار منہ ملامت ہی اور لفظ مستعار لیے ہی پس استعارہ معنی غرض مین ہی کہ لیے کا متعلق ہی اور اطلاق اسکا لیے پر تبعیت کے طور پر ہی نہ اصالت کے طور پر یہ استعارہ بطریق استہزا کے واقع ہوا ہی۔

ظفر

کھانا اگر ہے زخم تو پانی ہی آب تیغ	مہمان کربلا کی ضیافت کے واسطے

اس شعر مین واسطے کا حرف غرض کے لیے موضوع ہی پس مستعار لہ ظاہر مین واسطے کا حرف ہے اور واقع مین غرض کے معنے ہین جو واسطے کا متعلق ہی اسلیے کہ غرض زخم اور آب تیغ سے ضیافت نہ تھی بلکہ بھوکا پیاسا قتل کرنا تھی اور مستعار منہ ضیافت ہی یہ استعارہ بطریق طنز کے واقع ہوا ہے۔

فائدہ انشاء اللہ خان نے دریاے لطافت مین لکھا ہی کہ واسطے اور لیے اُردو مین مضاف سمجھے جاتے ہین اور عربی مین لفظ کے جر کرنے والے حروف ہین۔

اور مولوی صہبائی نے حدائق البلاغت کے ترجمے مین حروف کی مثال مین لکھا تھا ہمنے بھی یہان اُنکی

اتباع کی ہے -
مگر تلخیص المفتاح کے مصنف نے متعلق کو کہ متروک ہی مشبہ بہ اور اُس لفظ کو کہ مذکور ہی مشبہ قرار
دیا ہی لیکن چونکہ اُسکے مذہب کے موافق استعارہ بالتصریح مین خواہ اصلیہ ہو خواہ تبعیہ مشبہ متروک ہوتا
ہے اور مشبہ بہ مذکور غایت یہ ہی کہ استعارہ تبعیہ مین بعینہ لفظ کے مفہوم مین تشبیہ نہین ہوتی اور اصلیہ
مین ہوتی ہی چنانچہ اوپر کی مثالون سے ظاہر ہے پس متعلق متروک کو مشبہ بہ قرار دینے مین استعارہ بالتصریح
متصور نہین ہوتا اسلیے کہ مشبہ کا متروک ہونا چاہیے اور مشبہ بہ کا مذکور البتہ استعارہ بالکنایہ ہو سکتا ہے
کیونکہ استعارہ بالکنایہ مین مشبہ مذکور ہوتا ہی اور مشبہ بہ متروک اور وہ چیز کہ مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت رکھے
اُسکو مشبہ کے ساتھ ذکر کرتے ہین اسی طرح یہان ہی کہ مشبہ بہ یعنی متعلق متروک ہے اور مشبہ یعنی باز آنا
اور دھو بیٹھنا اور ملامت اور ضیافت مذکور ہی اور جو چیز کہ مشبہ بہ کے واسطے مخصوص ہی یعنی حرف سے
اور لیے اور واسطے کہ اُس مشبہ بہ پر دلالت کرتے ہین مشبہ کے ساتھ ذکر کیے گئے ہین اس صورت مین
یہ استعارہ تبعیہ نہوا بلکہ بالکنایہ ہوا اور یہی مذہب سکاکی کا ہی علامہ تفتازانی نے مطول مین اسکو تبعیہ
مین داخل کرنے کے واسطے ایک تقریر کی ہی اُسکا بیان مثالون کے موافق یہ ہی کہ مثلاً دونون جہان سے
ہاتھ دھو بیٹھنا مشبہ ہی اور دونون جہان سے قطع تعلق کرنا مشبہ بہ ہی یعنے دونون جہان سے اس طرح ہاتھ
دھو بیٹھے جس طرح قطع تعلق کرتے ہین پھر مشبہ یعنی دھو بیٹھنے کے ساتھ وہ حرف ذکر کیا جو مشبہ بہ یعنے دونون جہان کو
چھوڑ دینے پر دلالت کرتا ہی یعنی حرف سے جو دُور کرنے اور اعراض کرنے کے معنے مین ہی نہ ابتدا کے معنی مین
جیسا کہ فارسی مین از اور عربی مین عن اعراض کے لیے آتے ہین اس صورت مین اول استعارہ اعراض اور
دُور کرنے مین جاری ہوا ہی یعنی دونون جہان کے تعلقات سے اعراض کرنا اور اُن کو ترک کر دینا مشبہ بہ ہے
بعد اُسکے اس استعارے کی اتباع سے حرف مین استعارہ ہوا یعنی حرف سے کو ایسی شے کے واسطے استعارہ کیا
جو قطع تعلق کرنے اور اعراض کرنے سے تشبیہ دی گئی ہی یعنے ہاتھ دھو بیٹھنا حاصل کلام یہ ہی کہ حرف سے سے
موضوع لہ نہ سمجھا گیا بلکہ وہ چیز سمجھی گئی جو اُس سے مشابہت رکھتی ہی جیسے شیر کے لفظ سے استعارے مین
جانور درندہ نہین سمجھا جاتا بلکہ وہ چیز سمجھی جاتی ہے جو اُس سے شابہت رکھتی ہی یعنی مرد بہادر اور خلاصہ
کلام یہ ہی کہ اگر تشبیہ اُس چیز مین فرض کرین کہ جس سے حرف سے متعلق ہی اور وہ قطع تعلق ہی تو استعارہ بالکنایہ
ہوا کیونکہ مشبہ بہ وہی ہی اور حرف سے کا ہاتھ دھو بیٹھنے کے ساتھ کہ مشبہ ہے مذکور ہونا استعارہ بالکنایہ کا
قرینہ ہو جائیگا اور اگر اس حرف کے معنے مین کہ وہ دور کرنا اور اعراض کرنا ہین اور یہان متروک ہین
تشبیہ فرض کرین تو استعارہ تبعیہ ہوگا -

استعارہ تبعیہ مین جہان مستعار فعل یا شبہ فعل ہو قرینے کا مدار فاعل یا مفعول پر ہی مثال اول۔

انیس

تھم گیا طبل وغا کے بھی وہ آواز کا جوش ۔ ہو گیا جوڑ کے ہاتھون کو جلاجل خاموش

حقیقی طور پر خاموش ہو جانا جلاجل کی طرف منسوب نہین ہو سکتا پس اس استحالے نے اس بات پر دلالت کی کہ خاموش ہو جانے سے یہان وہ چیز مراد ہے جسکی اسناد جلاجل کی طرف صحیح ہو سکتی ہے اور معلوم ہی کہ وہ بند ہو جانا ہے جو خاموش ہو جانے کے ساتھ سکون مین مشابہت رکھتا ہے۔

جرأت

میہمان جرأت کسی پر تم ہوے عاشق نہ مانو نہین ۔ کہے دیتی ہی خاموشی عبث صاحب مکرتے ہین

یعنی خاموشی دلالت کرتی ہی اسناد کہنے کی خاموشی کی طرف استعارے کا قرینہ ہی اسلیے کہ حقیقی طور پر خاموشی کی طرف مسند نہین ہو سکتا اگر کہا جائے کہ ان مثالون مین حاصل قرینہ یہ ہی کہ مسند کا قیام مسند الیہ کے ساتھ محال ہی اور یہ مجاز عقلی کے قرائن سے ہی جس کا مذکور علم معانی مین ہوتا ہے تو ہم جواب یہ دینگے کہ اس سے کوئی نقصان نہین کیونکہ مقصود قرینے سے وہ چیز ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ معنی حقیقی مراد نہین اور یہان ایسا ہی ہی گو وہ مجاز عقلی کی بھی صلاحیت رکھتا ہی پس چونکہ ہاتھ جوڑ کر خاموش ہو جانے کی صلاحیت جلاجل مین نہین اور کہنے کی صلاحیت خاموشی مین نہین اس سے معلوم ہوا کہ ان فعلون مین استعارہ واقع ہوا ہے۔

خلیق منشی عبدالخالق دہلوی

حسرت سے کہہ رہے ہین دالان ٹوٹے پھوٹے ۔ ہم پر بھی نقش کاری ہم پر بھی تھے بیل بوٹے

حالی

نصیب اُن کا اشبیلیہ مین ہی سوتا ۔ شب و روز ہی قرطبہ اُن کو روتا

سونا نصیب کی طرف مضاف نہین ہو سکتا کیونکہ سونا حیوان کا خاصہ ہی پس معلوم ہوا کہ سونا یہان بر سبیل استعارے کے واقع ہوا ہے یہی حال قرطبہ کے رونے کا ہے۔

ولہ

اُس کے مرنے سے مر گئی دہلی ۔ خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات

مثال دوم۔

نسلخ

پھولون کو جو باغ مین ہنساتی ہے بہار		دیوانہ ہزارون کو بناتی ہے بہار

ہنسانا حقیقۃً پھولون کے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ ان کے لیے روح نہین ہو مگر چونکہ پھول کا کھلانا ہنسانے کے ساتھ مشابہ ہو اور وجہ مشابہت دونون مین کھل جانا ہو اسلیے ہنسانے کا استعارہ کھلانے کیلیے کیا پس پھولون کو ہنساتی ہو استعارہ ہو پھولون کو کھلاتی ہے سے اور قرینہ اس مین پھولون کے ساتھ ہنسانے کا تعلق ہو اور ظاہر ہو کہ پھول مفعول ہو۔

حالی

ارسطو کے مردہ فنون کو جلایا		فلاطون کو پھر زندہ کرکے دکھایا

ظاہر ہے کہ جلانا حقیقۃً فنون کے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ اُنکے نہ روح ہو نہ جسم مگر چونکہ علم کا پھیلانا جلانے کے ساتھ ظاہر کرنے مین مشابہ ہو اسلیے جلانے کا استعارہ پھیلانے کے لیے کیا پس فنون کا جلایا استعارہ ہو فنون کو پھیلایا سے اور قرینہ اس مین فنون کے ساتھ جلانے کا تعلق ہو اور ظاہر ہو کہ فن مفعول ہو اسی قبیل سے ہو مذاق کا یہ مصرع ۔

شاعر و زندہ کیا ہو مین نے طرز میر کو

مردان علی خان رعنا

جگایا فتنۂ خواب عدم کو		قیامت ہو تری قم نے بپا کی

ظاہر ہو کہ جگانے کی نسبت فتنے کی طرف بطور استعارے کے ہو حقیقۃً جگانا فتنے کے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ سونا اور جگنا حیوانات کا خاصہ ہو مگر فتنہ پھیلانے کو فتنہ جگانے کے ساتھ مشابہت ہو اسلیے فتنہ پھیلانے کا استعارہ فتنہ جگانے کے ساتھ کیا ہے ۔

دبیر

کاٹا پلک مین آنکھ کو پتلی مین نور کو سینے مین بغض و کینہ کو دل مین فتور کو		پانون مین کجروی کو سرون مین غرور کو نیت مین معصیت کو طبیعت مین زور کو

ظاہر ہو کہ کاٹنے کی نسبت نور اور کجروی اور غرور اور بغض و کینہ اور فتور اور معصیت اور زور کی طرف بطور استعارے کے ہو حقیقۃً کاٹنا اُنکے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ یہ عقلیات سے ہین چونکہ دور کرنے کو کاٹنے کے ساتھ مشابہت ہو اسلیے دور کرنے کا استعارہ کاٹنے کے ساتھ کیا۔

اور کبھی مضاف الیہ بھی اس استعارے کا قرینہ ہوتا ہے مثلاً جب دشمن قید ہوجائے تو کہین کہ ہماری جرف

سے قید ہونے کی مبارکباد پہونچے اس مثال مین مبارکباد قید ہونے کی طرف مضاف ہی اور مبارکباد کی نسبت قید کی طرف ظاہر ہی باعتبار حقیقت کے ممکن نہین ہان استعارے کے طور پر ممکن ہی۔

مومن

ساقیا زہر پلادے مجھکو	شربت مرگ چکھادے مجھکو

اس شعر مین شربت مرگ کی طرف مضاف ہی اور شربت کی نسبت مرگ کی طرف ظاہر ہے کہ حقیقی طور پر ممکن نہین ہان استعارے کے طور پر ممکن ہے۔

ظفر

جہان عیش رہتی تھی راتدن وہان مسند دد ودام ہی

اس مثال مین مسند کی اضافت دد ودام کی طرف ہی اور ظاہر ہی کہ مسند کی نسبت دد ودام کی طرف بطور استعارے کے ممکن ہی اس طرح کہ مسند سے آرام گاہ یا مسکن مراد ہی۔

حالی

ہر اک شہر وقریہ کو یونان بنایا	مزہ علم وحکمت کا سب کو چکھایا

اس مثال مین مزہ حکمت کی طرف مضاف ہی اور نسبت چکھایا کی علم وحکمت کی طرف ظاہر ہے کہ باعتبار حقیقت کے ممکن نہین مگر استعارے کے طور پر پس چکھایا کا لفظ سکھایا کی جگہ واقع ہوا ہی اور قرینہ اسکے استعارہ ہونے پر مزے کا علم وحکمت کی طرف مضاف ہونا ہے۔

جس استعارہ مین مستعارلہ اور مستعارمنہ کے مناسبات کچھ نہ ذکر کیے جائین تو اُسکو استعارہ مطلقہ کہتے ہین جیسے کہین ہمنے ایک شیر دیکھا تھا اور مراد شیر سے بہادر ہو اور بہادر و شیر کا کوئی مناسب ذکر نہین ہوا۔

انیس

ہر منتے تو کبھی صورت شمشیر نہ رکتے	غصے مین کسی طور سے وہ شیر نہ رکتے

آدمی کو شیر سے استعارہ کیا ہے اور کسی کے مناسبات مذکور نہین ہین۔

حالی

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا	شہر مین اِک چراغ تھا نہ رہا

آدمی کا استعارہ چراغ سے کیا ہی اور دونون مین سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہین کیا۔

دل احباب پر نہین چلتا	ولہ	سحر میرا کہ رہو غیر سے دور

نصیحت کا استعارہ سحر سے کیا ہے اور دونوں ہیں سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہیں کیا ہی

ناسخ

ہیں یاد وہ بے مثال آنکھیں | کیا ہیں تری او غزال آنکھیں

معشوق کا استعارہ غزال سے کیا ہی اور مناسبات کسی کے مذکور نہیں۔
یا صرف مستعار لہ کے مناسبات کچھ مذکور ہوں اور اسکو استعارہ مجردہ کہتے ہیں جیسے۔

ناسخ

اب خدایا موت کا پیغام بھیج | بھیجنا خط کا کیا اُس بت نے بند

معشوق کا استعارہ بُت سے کیا ہی اور خط کا نہ بھیجنا جو مناسب معشوق کے ہی ذکر کیا ہے۔

یہ نگہ یہ تیوریہ رنگت یہ مستی یہ لعل خندان | الشا غضب ور تپہ لینا یہ زبان بزیر دندان

لب کا استعارہ لعل سے کیا ہی اور صرف لب کے مناسبات مذکور ہیں۔

انیس

ان پھولوں کو مقتل سے اُٹھا لینے دے مجھکو | مٹی میں ستاروں کو چھپا لینے دے مجھکو

آدمی کو پھولوں اور ستاروں سے استعارہ کیا ہی اور مقتل و مٹی کا لفظ جو مناسب آدمی کے ہی ذکر کیا ہی

ولہ

پیا ساوہ کوئی اور ہی اس قتل کے بن میں | اس شیر کی شمشیر کا غل تھا ابھی رن میں

آدمی کا استعارہ شیر سے کیا ہی اور شمشیر و رن مستعار لہ کے مناسب ہیں۔

مومن

اقرار ہے صاف آپکے انکار سے ظاہر | ہی مستی شب نرگس میخوار سے ظاہر

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور آنکھ کے مناسب جو مستی و میخواری ہی لے ذکر کیا ہی اور نرگس کے مناسب کو ذکر نہیں کیا۔

وحید

لو آمد اسد کا تلاطم سنو لیں اب | مضطر زمین ہی خوف سے لرزاں ہی فوج سب

اسد استعارہ آدمی سے ہی اور فوج کا ذکر مناسب مستعار لہ کے ہی۔

سودا

گل لے شبنم سے ہی الماس تو کھلا کیں نا | ہاتھ میں غنچہ لالہ کے ابھی افیون ہے

داغ کو افیون سے استعارہ کیا ہی اور فقط مناسب مستعار لہ کا مذکور ہی یعنے لالہ۔
یا صرف مستعار منہ کے مناسب ذکر کرین اس قسم کو **استعارہ مرشحہ** کہتے ہین جیسے۔

انیس

نانا سے چھٹے قبر حسنؑ چھوڑ کے آئے | اس دشت کے کانٹون مین چمن چھوڑ کے آئے

وطن کو چمن سے استعارہ کیا ہی اور اوسکے مناسب کانٹون کا مذکور ہی۔

ولہ

گرتی تھی کوند کر جو وہ برق شرارہ ریز | دوزخ کھلی تھی بند تھے سب کوچۂ گریز

برق شرارہ ریز سے مراد تلوار ہے برق کے مناسبات کو ذکر کیا ہی۔

امانت

ہے تنفر مجھسے ربط اوس گل کو ہی اغیار سے | سوکھ کر کانٹا ہوا ہون بلبلو اس خار سے

معشوق کا استعارہ گل سے کیا ہی اور بلبل اور خار جو اوسکے مناسب ہین ذکر کیے ہین۔

سودا

جب مین کچھ کونجڑی سے کہتا ہون | ہو بی بی کے اپنا رہتا ہون
بکتی ہے مجھسے یون وہ دو بدو | بیچو ترکاری کی جگہہ کدو

کدو عضو تناسل سے استعارہ ہی اور مستعار منہ کے مناسب ترکاری اور کونجڑی ہی۔

نسیم

فریاد نہ کرنے پایا مضطر | تابان ہوئی راکھ مین وہ اخگر

اخگر استعارہ بکاؤلی سے ہے مستعار منہ کے مناسب راکھ اور تابان ہونا ہے۔

ولہ

تھالے مین یہان اوگا صنوبر | وان شیشہ رہا ترس کے ساغر

صنوبر استعارہ عضو تناسل سے ہی اور ساغر استعارہ فرج سے ہی اور دونون مستعار منہ کے مناسبات مذکور ہین۔

مومن

معشوق کے پرہیز سے بیمار رہا ہین | بے جرم جفاؤن کا سزاوار رہا ہین

پرہیز سے مراد احتراز ہی اور پرہیز کے مناسب لفظ بیمار رہے۔

ولہ

یون شربت دیدار سم آمیز نہین تھا	کچھ نرگس بیمار کو پرہیز نہین تھا

پرہیز استعارہ ہی اجتناب سے اور مستعار منہ کے مناسبات شربت اور سم اور بیمار ہین یا دونون کے مناسبات مذکور ہون جیسے۔

ناسخ

جان بچنے کی کوئی صورت نظر آتی نہین	تجلی فردوس کو فرقت مجھے اک حور کی

معشوق کا استعارہ حور سے کیا ہی معشوق کے مناسب فرقت ہی اور حور کے مناسب فردوس ہے۔

چمن مین آتے سُن کر مجھکو باد سحر یہ گھبرائی	سودا ساغر جب تک لاوین ہی لاوین تو رطبو کو جلم کیا

مستعار لہ غنچہ اور گل اور مستعار منہ سبو اور جام ہی اول کے مناسب چمن اور باد سحر ہی اور دوم کے مناسب معشوق کا آنا کہ شراب نوشی اُسکو لازم ہی اور ساغر کا ذکر ہے۔

سودا

نہین جون گل طلب ابر سیاہ ہے گاہے	خار ہون خشک مین ای برق نگاہ ہے گاہے

معشوق کا برق سے استعارہ کیا ہی معشوق کے مناسب نگاہ اور برق کے مناسب خار خشک ہی۔

مرزا علی محنت

محنت جو خط تراشی کی اُس شعلہ رو نے رات	شکر خدا کہ چاند گہن سے نکل گیا

چاند استعارہ ہی چہرہ محبوب سے خط تراشی اور شعلہ رو مناسب محبوب کے ہی اور رات اور گہن مناسب مستعار منہ کے۔

امانت

زبان موج سے تشنہ دیا جو دریا نے	برس پڑی مری ہر آنکھ ابر تر کی طرح

رونیکا استعارہ برسنے کے ساتھ کیا ہی اور رونیکے مناسب آنکھ ہی اور برسنے کے مناسب ابر ہے۔

امیر

جان چھوکو نین پڑی زندہ ہوئی خاک چمن	ہی دم جان بخش عیسی یا نسیم بوستان

جان پڑنا استعارہ ہی تر و تازہ ہونے سے اور زندہ ہونا استعارہ ہی نباتات اُگنے سے مقابل ہونے کے اور دونوں کے مناسبات مذکور ہین

میر صفدر علی صفدر

شجر سوختہ شمع سے جب گل نکلے	چاہیے بیضۂ فانوس سے بلبل نکلے

شمع کی لو کا استعارہ گل سرخ سے کیا ہی اور لو کے مناسب شمع اور فانوس کا ذکر ہی اور گل سرخ
کے مناسب شجر اور بلبل کا ذکر ہے۔

سودا

واسطے خلعت نوروز کے ہر باغ کے بیچ	آب جو قطع لگی کرنے روش پر مخمل

سبزی کا استعارہ مخمل سے کیا ہی اور مخمل کے مناسب قطع کرنے کا ذکر ہی اور سبزی کے مناسب آب جو
اور روش اور باغ کا بیان ہے۔

گویا

کیون نہین تاکون دم گلگشت گلشن تاک کو	تا کنے والا ہون اُس کی نرگس مخمور کا

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور آنکھ کے مناسب مخمور کا لفظ ہی اور نرگس کے مناسب گلگشت اور
گلشن اور تاک کا ذکر ہے۔

ناسخ

جان پائے گا چمن اے گل تری گلگشت سے	ہر شجر مین مرغ جان کا آشیان ہو جائے گا

معشوق کا استعارہ گل سے کیا ہی اور دونون کے مناسبات مذکور ہین۔

نسیم

حاصل ہوئی اُن گلون کو بے خار	اسیر شب زلف و صبح رخسار

روح افزا اور بہرام کا استعارہ گلون کے ساتھ کیا ہی اور مستعار منہ کے مناسب بے خار ہی اور
مستعار لہ کے مناسب سیر شب زلف و صبح رخسار ہے۔

ان اقسام مین سے استعارۂ مرشحہ بہتر ہے اس لیے کہ استعارہ تشبیہ مین مبالغہ کرنے اور مشبہ کے
عین مشبہ بہ ادعا کرنے کو کہتے ہین پس ان اوصاف کے ذکر سے جو مشبہ بہ کے مناسب ہوتے ہین اس مبالغہ
مین تقویت آجاتی ہے۔

استعارے کی ایک صورت اور ہی کہ اس مین مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع کئی چیزون سے
حاصل ہوتے ہین اسکو استعارہ تمثیلیہ اور تمثیل بطریق استعارہ اور تمثیل اور مجاز مرکب کہتے ہین
اس مین اور تشبیہ تمثیلی مین اس طرح فرق کیا جاتا ہے کہ اسے تمثیل مطلقا بھی کہتے ہین اور وہان
تشبیہ تمثیلی اور تشبیہ تمثیل بولتے ہین پس جہان کہین مطلقاً تمثیل کا لفظ پاؤ تو اُسے استعارہ سمجھو نہ تشبیہ
اس مین چونکہ وجہ جامع کئی چیزون سے حاصل ہوتی ہی اسلیے تمثیل ہے اور چونکہ ذکر مشبہ بہ کا اور ارادہ مشبہ کا ہوتا

یہی طریق استعارے کا ہی اسلیے استعارہ ہی جیسے کوئی شخص کسی فعل کے ارتکاب کا کبھی اقرار کرے کبھی انکار اور اُس مین متردد ہو تو کہین کہ فلان اس کام مین لیت و لعل کرتا ہے اُسکے قبول و انکار اور شک و تردد کی مجموعی حالت کو ایسی حالت مجموعی سے استعارہ کیا ہی کہ کوئی شخص کسی جگہ جانے مین یا چلنے مین کبھی آگے کو بڑھے کبھی پیچھے کو آوے ۔

ذوق

پی بھی جا ذوق نہ کر پیش و پس جام شراب	لب پہ توبہ ترے دل مین ہوس جام شراب

ایسے ہی جس شخص کو ادنے تکلیف و سختی برداشت نہو اور نہایت نازک یا ضعیف ہو تو کہتے ہین کہ اُسکی ناک پکڑنے سے نکسیر پھوٹتی ہے

خندہ

کیا کوئی چھیڑے اُنھین اور کیا لگائے اُنکو ہاتھ	ناک کے پکڑے سے جن کی پھوٹتی نکسیر ہو

اسی قبیل سے ہی یہ مثل سر منڈاتے ہی اولے پڑے یہ اُسوقت مین کہتے ہین جب کوئی کام کرین اور اُسکے کرتے ہی یکایک کوئی امر ایسا واقع ہوجائے جس سے اُسکے نتیجہ برآنے مین فتور دل قع ہو علیٰ ہذا القیاس جب کوئی شخص ایک امر کی طرف توجہ کرے اور اُسکو ناتمام چھوڑ کر دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو یا ایک امر کے حصول مین سعی کرے اور قبل اس سے کہ مطلب حاصل ہو دوسرے مقصود کے حصول کی طرف متوجہ ہوجائے تو ایسے مقام پر کہتے ہین "دھوبی کا کتا ہی نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" یعنی ان سب حالات کو اُس کتے کے حالات سے استعارہ کرتے ہین جو دھوبی کے یہان رہتا ہو اور اُسکے ساتھ کبھی مکان سے دریا کو جائے اور پھر دریا سے مکان کو آئے اور سارا دن یون ہی گذر جائے ۔

مذاق

دنیا و دین مین رہتا ہے آلودہ جو فقیر	دھوبی کا کتا ہے نہ وہ گھر کا نہ گھاٹ کا

اسی قبیل سے ہے یہ مثل مشہور کہ "اُنکے انگلی کے پکڑتے ہی پہونچا پکڑا" یہ ایسے موقع مین کہتے ہین کہ کوئی شخص کسی سے اول ایک سہل بات چاہے جب وہ اُسکو پورا کردے تو وہ بعد اسکے اُس سے زائد ایک اور سوال کرے یا کہین کہ اُسکا "کھچڑی کھانے سے پہونچا اُترا" یہ ایسے مقام مین کہتے ہین کہ تھوڑے سے بوجھ اُٹھانے سے کمزوری پیدا ہوجائے یا کہین کہ "چلتی گاڑی مین روڑا اٹکا" یہ ایسے محل مین کہتے ہین کہ کوئی کام اچھی طرح سے جاری ہو اور ناگہان اُس مین ہرج واقع ہوجائے اسی قبیل سے ہی "چھاتی پہ مونگ دلنا" یعنے مشقت پہونچانا ۔

ظفر

مونگ چھاتی پہ جو دلتے ہین کسی کی دیکھنا	جو تیون مین دال اُنکی اے ظفر بٹ جائیگی

اور ہارا اور چل گیا یعنی ارادہ پورا ہوا اور اُسکا چراغ گل ہو گیا یعنی اقبال جاتا رہا اور بربادی آ گئی -

گلزار نسیم

جس کف مین وہ گل ہو داغ ہو جائے	جس گھر مین ہو گل چراغ ہو جائے

اور سنگ آمد وسخت آمد یعنی بہت مشکل درپیش آئی -

وجیہ الدین منیر

فرہاد سے کہتی تھی تیشے کی زبان ہر دم	مغموم نہونا دان سنگ آمد وسخت آمد

میر

تھی لاگ اُسکی تیغ کو ہمسے سو عشق نے	دونون کو معرکے مین گلے سے ملا دیا

تلوار کے گلے پر رکھنے کو گلے ملانے سے استعارہ کیا ہے -

محشر

خنجر سے اپنے کہکر گلے سے مرے ملے	کھینچے کھڑا ہے سر پہ مرے روزگار تیغ

خنجر کے گلا کاٹنے کو گلے ملنے سے استعارہ کیا ہے -

آتش

روے مژہ ان آنکھون نے دلکو دکھا دیا	صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا

شکار کے چھری سے ذبح کرنے کا استعارہ شکار کو چھری سے لڑا دینے کے ساتھ کیا ہے -

گلزار نسیم

انسان و پری کا سامنا کیا	مٹھی مین ہوا کا تھامنا کیا

مٹھی مین ہوا کا تھامنا استعارہ ہے کار بیہودہ ومحال کرنے سے -
جہان مرکب اپنے موضوع لہ کے غیر مین مستعمل ہوا اور علاقہ دونون مین مشابہت کا ہو تو وہ استعارہ تمثیلیہ ہے ورنہ مجاز مرسل مرکب ہے -

بیان استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخییلیہ

ان دونون کی تحقیق مین تین مذہب ہین ایک تلخیص المفتاح کے مؤلف کا دوسرا قدما کا تیسرا سکاکی کا

تلخیص المفتاح کا مؤلف کہتا ہی کہ استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخئیلیہ دونون امر معنوی ہین کیونکہ متکلم کے فعل ہین جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہین اسواسطے مجاز مین داخل نہین کیونکہ مجاز الفاظ کے عوارض مین سے ہے استعارے مین جو ان دونون کو بیان کرتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ استعارے کا اطلاق جن جن معانی پر ہوتا ہی اُن سب کا ایک جگہ جمع کرنا مقصود ہوتا ہی اور وجہ اُنکے افعال متکلم سے ہونے کی یہ ہی کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہی کہ ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ نفس مین تشبیہ دی جائے اور استعارہ تخئیلیہ یہ ہے کہ مشبہ بہ کے بعض خواص ولوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کیا جائے پس تشبیہ دینا اور ثابت کرنا نفس کے افعال ہین حاصل کلام یہ ہی کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہے کہ نفس مین تشبیہ دی جاتی ہے اور سوائے مشبہ کے کوئی چیز ذکر نہین کی جاتی اور بعض چیزین جو مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہین وہ مشبہ کے لیے ثابت کیجاتی ہین پس ان کا ثابت کرنا اُس تشبیہ پر جو نفس مین مضمر ہے دلالت کرتا ہی ایسی تشبیہ مضمر کو استعارہ بالکنایہ کہتے ہین یعنے ایسا استعارہ جو کنایے کے ساتھ ہو کیونکہ اس مین مشبہ بہ کی تصریح نہین ہوتی ہی اور وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہی اُسکو مشبہ کے لیے ثابت کرنے کا نام استعارہ تخئیلیہ ہی کیونکہ جب کوئی ایسی چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہی مشبہ کیلیے مانی جاتی ہی تو یہ خیال پیدا ہوتا ہی کہ مشبہ جنس سے مشبہ بہ کے ہی. مثلاً نظم سے

وہ نوک مژہ جب سے مرے دل مین گڑی ہی | ایسی تو کھٹکتی ہے کہ جینے کی پڑی ہی

مژہ کو سنان و تیر سے تشبیہ دی ہے۔

ظفر

نگاہ یار نے اک دم مین دو ٹکڑے کیے دل کے | نہ دیکھا ہمنے کاٹ ایسا کسی شمشیر ان کا

نگاہ کو شمشیر سے تشبیہ دی ہے۔

آباد

توڑا ایسا تو کسی تیر کا دیکھا نہ سُنا | نکلین پشت دل عشاق سے باہر پلکین

پلکون کو تیر سے تشبیہ دی ہے۔

صل علی

جو بل کھائے ہوئے گیسو طرف شانون کے جاتے ہین | یہ موذی کسی کے ڈسنے کے لیے لہراتے آتے ہین

یہان گیسو کو سانپ سے تشبیہ دی ہے۔

انشا

ادب گر حضرت جبریلؑ کا مانع نہو مجھکو | تو شاخ سدرہ سے میری یہ آہ ناتوان لپٹے

آہ کو طائر سے تشبیہ دی ہے۔

وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہے اور مشبہ کیلئے مانگی جاتی ہے تین حال سے خالی نہیں

(۱) وجہ شبہ بدون اُس لازم کے مشبہ بہ مین قائم نہین ہو سکتی مثال اسکی۔

میر

روشن ہے جیکے مرنا پروانے کا تو لیکن ‌ ‌ ای شمع کچھ تو تو کہہ تیرے بھی تو زبان ہے

شمع کو شخص متکلم سے دل مین تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور مشبہ بہ کے لازم مقوم کو کہ زبان ہے اُسکے لیے ثابت کیا ہے اس کا نام استعارہ تخئیلیہ ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے ‌ ‌ قصہ ہو نجایا زبان دار تک منصور کا

دار کو شخص متکلم سے تشبیہ دے کر زبان کو اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے انیس کے شعر مین تیغ کے لیے زبان کا ثابت کرنا ؏

اصحاب سے نبی نے یہ اُسدم کیا خطاب ‌ ‌ دیوے زبان تیغ سے اُسکو کوئی جواب

حالی

تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا ‌ ‌ اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر

اس شعر مین عالم مستعار لہ ہے اور شخص مستعار منہ اور یہی متروک ہے چونکہ عالم مین صلاحیت دل رکھنے کی نہین اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو بجائے شخص کے بسبب تشبیہ کے ذکر کیا ہے دل کو جسکی وجہ سے آدمی کو قوام حاصل ہوتا ہے عالم کے لیے ثابت کیا ہے پس اس مین عالم کی تشبیہ آدمی سے نفس مین استعارہ بالکنایہ ہے اور دل کو جو آدمی کے لوازم اور خواص مقومہ مین سے ہے عالم کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر

مری آہ کیا برچھیان مارتی ہے ‌ ‌ دل شب سے ہر دم صدا الامان ہے

شب کے لیے دل کا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے۔

عشقی

روشن ہے مہر سے تری ای مہ جبین جبین ‌ ‌ چشم فلک نے دیکھی نہ ایسی کہین جبین

یہان فلک کو دیکھنے والے آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو کہ آدمی ہے ترک کر دیا ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور چشم جو دیکھنے والے کے ایسے لوازم مین سے ہے جس کی وجہ سے وجہ شبہ اُس مین قائم ہے کیونکہ وجہ شبہ دیکھنا ہے اور دیکھنا بغیر چشم کے متصور نہین اُس کو فلک کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے۔

امیر

قتل عشاق سے باز آنیکی کھاتی ہین قسم	طاق ابرو کی طرف ہاتھ اُٹھا کر پلکین

پلکون کو شخص قائل سے تشبیہ دی ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور پلکون کے لیے ہاتھ کا ثابت کرنا جسکے ساتھ مشبہ بہ کو قیام حاصل ہے استعارہ تخییلیہ ہے۔

انیس

تھم گیا طبل وغا کے بھی وہ آواز کا جوش	ہو گیا جوڑ کے ہاتھون کو جلاجل خاموش

جلاجل کے لیے ہاتھون کا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر جو مشبہ بہ ہے چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تخییلیہ ہے۔

جُرأت

گر دست قضا تو دل عاشق نہ بناتا	تو پھر یہ غم عشق کسی جا نہ سماتا

قضا کو بنانیوالے آدمی سے تشبیہ دی ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور دست کا اُسکے لیے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے اور بنانے والے شخص کے قوام مین دست کو دخل ہے۔

نسیم

نرگس کی کھلی نہ آنکھ یک چند	سوسن کی زبان خدا نے کی بند

نرگس کو دیکھنے والے شخص سے اور سوسن کو بولنے والے شخص سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہے پس نفس مین یہ تشبیہ دینا استعارہ بالکنایہ ہے اور دونون کے لوازم کو کہ آنکھ اور زبان ہے مشبہ کے لیے ثابت کیا ہے اور یہ استعارہ تخییلیہ ہے اور دیکھنے والے اور بولنے والے شخص کے قوام مین آنکھ اور زبان کو دخل ہے اور یہان آنکھ کی تشبیہ نرگس سے اور زبان کی تشبیہ سوسن سے منظور نہین جیساکہ ماہرین فن پر واضح ہے۔

قلندر

دیکھے اُس زلف کے ہر پیچ مین سو سو دل بند	کھول کر آنکھون کےتئین رہ گئی حیران زنجیر

زنجیر کو دیکھنے والے شخص کے ساتھ تشبیہ دے کر اُس کے لیے آنکھون کا ثابت کرنا اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ ہے۔

کرے گوش فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار	جو گل آیا اس چمن میں ایک دن گل جائے گا

فہم عالم کو شخص سامع سے تشبیہ دیکر گوش اُسکے لیے ثابت کیا ہے

غازی

تحسین مژدہ ہی دیوانو نکو پھر بہار آئی	کہ بوے گل سحر دوش ہوا ہو پر سوار آئی

ہوا کو شخص حمال سے تشبیہ دیکر دوش اُسکے لیے ثابت کیا ہی۔

محسن رضا رضا

جگر غنچہ سے خون ٹپکے جو میری فریاد	دے ذرا نالۂ بلبل کو اثرا اپنا سا

غنچہ کو شخص سے تشبیہ دیکر جگر اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔

حالی

بطلیوس کو یاد ہے عظمت اُنکی	ٹپکتی ہے قادس میں سر حسرت اُنکی

حسرت کو آدمی سے تشبیہ دے کر اُسکے لیے سر ثابت کیا ہے۔

میر

آب بن کوئی بوستاں ہی نہیں	آسمان دیدہ کھولتا ہی نہیں

آسمان کو رونے والے شخص سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے دیدہ ثابت کیا ہی۔

ولہ

نئی گردش ہی اُسکی ہر زمان مین	خلل سا ہے دماغ آسمان مین

(۲) وجہ شبہ بدون اُن لوازم کے مشبہ بہ مین کامل نہین ہو سکتی مثلاً کہین کہ موت کے چنگل سے بچنا محال ہی موت کی تشبیہ جانور درندہ کے ساتھ منظور ہی اور جو چیز درندے کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اُس کو موت کے واسطے ثابت کیا ہی اور چنگل ایسی چیز ہے کہ اُس پر حیوان درندہ کا کمال موقوف ہے کیونکہ جب تک درندہ کے چنگل نہو شکار اچھی طرح پکڑ اور داب نہین سکتا پس موت کو جاندار درندہ کے ساتھ تشبیہ دینا نفس مین استعارہ بالکنایہ ہے اور چنگل موت کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے۔

انوار حسین تسلیم

سینے گرتے ہو عبث عطر لگا کر گیسو	اپنی بو باس سے ہین آپ معطر گیسو

گیسو کو اس بیت مین مشک وعنبر سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہے اور یہ استعارہ

بالکنایہ ہے اور بو باس کہ مشک و عنبر کے لوازم سے ہی اور اُن کی تکمیل کا موجب ہی اُس کو گیسو کے واسطے ثابت کیا ہی پس یہ استعارہ تخئیلیہ ہے

سحر

سونگھ پائے گا اگر تیری شمیم زلف کو	پیٹ پکڑے آئے گا نافہ ابھی تاتار سے

زلف کو عنبر سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور شمیم کا زلف کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہی اور شمیم عنبر کے لوازم غیر مقومہ مین سے ہی اور اُسکے کمال مین اُسکو دخل ہے

مومن

لطف سے اُسکے زمین غیرت باغ فردوس	خلق سے اُسکے زمان رشک دکان عطار

اس بیت مین لطف کو نسیم سے اور خلق کو مشک و عنبر سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور زمین کو غیرت باغ فردوس کرنا اور زمان کو رشک دکان عطار بنانا کہ مشبہ بہ کے لوازم سے ہین انکو لطف اور خلق کی طرف منسوب کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

ذوق

سنوارتی ہی جو شام اپنی زلف مشکین کو	سواد مشک ختن پر ہے لاکھ آہو گیر

شام کو معشوق کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور معشوق کا ذکر ترک کر دیا ہی اور زلف کو جو معشوقہ کے لوازم مکملہ مین سے ہی اُسکو شام کے لیے ثابت کیا ہی۔

میر

موے دلبر سے مشکبو ہے نسیم	حال خوش اُسکے خستہ حالون کا

یہان موے دلبر کو مشک و عنبر سے تشبیہ دیکر مشبہ بہ کے ذکر کو ترک کر دیا ہی اور نسیم کو معطر کرنا جو مشبہ بہ کے لوازم سے ہی اُسکے لیے ثابت کیا ہی۔

ظفر

بوے عرق سے یار کے خوشبو ہی یہ دماغ	ہم سونگھتے نہین کبھی عطر گلاب کو

یار کے عرق کو مشک و عنبر سے تشبیہ دیکر مشبہ بہ کا ذکر ترک کر دیا ہی اور خوشبو جو مشبہ بہ کے لوازم سے ہے اُسکو مشبہ کے لیے ثابت کیا ہے۔

نسیم

ہمنے جس دن کہ بال و پر دیکھا	پہلے صیاد کا ہی گھر دیکھا

شاعر نے اپنی ذات کو پرندے سے تشبیہ دی ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور بال و پر جو مشبہ بہ کے لوازم مکملات سے ہین اُسکے لیے ثابت کیے ہین یہ استعارہ تخئیلیہ ہے -

جرأت

کیا کرون بیرحمی صیاد کا جرأت گلہ	دام سے چھوڑا تو چھوڑا توڑ کر بازو مجھے

قاسم علی خان قاسم

رہے نہ اتنے بھی رونے جو تجھ پہ دھر پھیکے	رہا کیا مجھے صیاد نے کتر کے پر

سودا

بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز	تب سے ہم کنج قفس مین ہین گرفتار ہنوز

وله

آشیان سے نہ اُڑے پہونچے نہ ہم دام تلک	ہمتو بے بال و پری مجھے ہین پر سے بہتر

زین العابدین عارف

ہل کر کمان بھر تک مری نکلے ہی ہم صفیر	تنگ اس قدر قفس ہی کہ ہل سکتے پر نہین

میر

ناتوانی سے نہین بال فشانی کا دماغ	ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہی ایک

غالب

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نہ رہا	عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

محمد سلطان رمز

صیاد اب قفس سے ہمین چھوڑتا ہے کیا	گلشن مین ایک گل نہین ہان ایک نہین

ان تمام شعرون مین شاعرون نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہے اور بال و پر جو اُسکی تکمیل کا موجب ہین مشبہ کے لیے ثابت کیے ہین -

مومن

ہان جوش تپش چھیڑ چلی جائے کہ پر تو پر	جھڑ جائینگے فرسودہ اگر دام نہ ہوگا

شاعر نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہے اور پر جو اُس کی تکمیل کا موجب ہین اُنکو مشبہ کیلئے ثابت کیا ہے -

حالی

یاد ایام کہ ہر رنگ تھی تصویر جہان	دست مشاطہ نہ تھا محرم زلف دوران

دوران کو معشوقہ سے تشبیہ دی ہی اور زلف کو جو اُسکے لوازم مکملہ مین سے ہی دوران کے لیے ثابت کیا ہی

تجلی

اینٹھ مین آیا جو اُنکے تو اُسے دے پٹکا ہا
خوب ہی جانتے ہین کشتی کا جو ہر گیسو ہا

اس بیت مین گیسو کو پہلوان کے ساتھ تشبیہ دی ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور کشتی کرنے اور پیچ مار کر دے پٹکنے کو جو پہلوانی کے لوازم مکملہ سے ہین گیسو کی طرف منسوب کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر محمد ہاشم ہاشمی

دماغ آشفتہ ہوتا ہی صبا نکہت سے سنبل کی
مشام آرزو مین تو کسی کاکل کی بو پہونچا

اس شعر مین کاکل کو مشک و عنبر کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور بو کو کہ لوازم مشک و عنبر سے ہی کاکل کے لیے ثابت کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

اخگر

نہ کھلا ناخن تدبیر سے یہ عقدۂ دل
ہینے اُسکو گرۂ زلف معنبر جانا

روشن علی شوق

عقدۂ دل نہ کھلا ناخن تدبیر کے ساتھ
آخرش کام پڑا پنجۂ تقدیر کے ساتھ

(۳) اُن لوازم کو نہ وجہ شبہ کے کامل کرنے مین کچھ دخل ہو اور نہ قائم کرنے مین۔

محشر

اسم نوا یورہو خوش محشر لے
آشیان باندھا ہے صحرا کے پرے

شاعر نے اپنی فغات کو پرند سے تشبیہ دی ہی اور اُسکے واسطے آشیانہ ثابت کیا ہی اور گھونسلے کو وجہ شبہ کی تکمیل اور قوام مین کچھ دخل نہین کیونکہ وجہ شبہ یہان بیقراری اور جلدی پہونچنا ہے اپنے لیے گھونسلا ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے اسی قبیل سے ہی یہ شعر۔

جعفر علی حسرت

آشیان چھوڑ چلے ای چمن آرا ہم تو
تو ہی لیجائیو سر پر یہ گلستان اُٹھا

ظفریاب خان راسخ

ای نخل بند گلشن یان اپنا آشیان ہے
اسکی نہ فصل گل مین زنہار تو تڑوا لی

میر

قید قفس مین ہین تو خدمت ہے نالگی کی
گلشن مین تھے تو ہمکو منصب تھا روضہ خوان کا

ولہ

مزا دکھائینگے بیرحمی کا تری صیاد | گر اضطراب اسیری نے زیر دام لیا

ولہ

چمن کا نام سُنا تھا و لے نہ دیکھا ہائے | جہان مین ہمنے قفس ہی مین زندگانی کی

ولہ

ہمنے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم | اُڑتے ہی آشیان سے گرفتار ہو گئے

سودا

لذت دی نہ اسیری نے صیاد کی بے پروائی سے | تڑپ تڑپ کر مفت دیا جی ٹکڑے ٹکڑے دام کیا

ان تمام اشعار مین شاعرون نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہی اور اُسکے واسطے گھونسلا یا قفس یا دام وغیرہ ثابت کیا ہے۔

غلام محمد خان رسا

چلے ہین دل سلگتے یا ذلف شمر ویان مین | یقین ہی قبر سے اپنی دھوان محشر تلک نکلے

شاعر نے اپنے دل کو ہیزم سے تشبیہ دی ہی اور اُس کے ساتھ سلگنے اور دھوان نکلنے کو جو ہیزم کے لوازم سے ہین ذکر کیا ہے۔

درد

شام ہی ہو چکے کہین اب تو | آشیانے کو رات جاتی ہے

رات کو طائر سے تشبیہ دی ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور آشیانہ ثابت کرنا کہ مشبہ بہ کے لوازم غیر مقومہ و غیر مکملہ سے ہی استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر

جو ہو گئی قیامت تو آہ و فغان ہے | مرے ہاتھ مین دامن آسمان ہے

آسمان کو آدمی سے تشبیہ دیکے اُسکے لیے دامن ثابت کیا ہی جو مشبہ بہ کے ایسے لوازم سے ہی جو نہ مکمل ہے نہ مقومہ

مرزا حسام الدین حیدر نامی

کام اُسکو نہین کچھ رخ نیکو سے کسی کے | وابستہ ہی جو حلقۂ گیسو سے کسی کے

گیسو کو رسن سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور حلقہ اُسکے لیے ثابت کیا ہی یہ استعارہ تخئیلیہ ہے اور حلقہ رسی کے نہ لوازم مقومہ سے ہی اور نہ مکملہ سے۔

مرزا

اگر زلف دراز یار میں ہے صد گرہ مرزا	دل صد چاک ہم بھی یہ بسان شانہ رکھتے ہیں

زلف کو رسن سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو چھوڑ دیا ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور گرہ کو جو رسن کے لوازم غیر متقومہ و غیر مکملہ سے ہی اُسکے لیے ثابت کیا ہی یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

انعام اللہ خان یقین

کیا قیدی شروع گل میں اور پروازا دل میں	نہ دی فرصت زمانے نے ہمیں دھومیں مچانے کی

متکلم نے اپنی جان کو بلبل سے تشبیہ دے کر اُسکے واسطے قید کو ثابت کیا ہی اور اسی مناسبت سے گل کا ذکر لایا ہی مگر اُس کو بلبل کے قوام اور تکمیل میں کوئی دخل نہیں پرواز کو اُسکی تکمیل میں دخل ہے۔
بہرصورت ان مثالوں میں جو جو لوازم مشبہ بہ متروک کے مشبہ کے لیے ثابت کیے گیے ہیں وہ بسبب لفظ حقیقی طور پر اپنے معانی موضوع لہ میں مستعمل ہیں اور کلام میں مجاز لغوی نہیں کیونکہ مجاز یہ ہے کہ لفظ معنی غیر حقیقی میں استعمال کیا جائے اور استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخئیلیہ متکلم کے افعال میں سے دو فعل ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے نفس میں تشبیہ دیتا ہی اور دوسرے یہ کہ مشبہ بہ کے لوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کرتا ہے اور ان دونوں میں سے ایک کو دوسرا لازم ہی اسلیے کہ تخئیلیہ کے لیے واجب ہی کہ مکنیہ کا قرینہ ہو اور مکنیہ کے لیے واجب ہی کہ تخئیلیہ کا قرینہ ہو۔
قدما کا مذہب یہ ہی کہ جو چیز متروک ہوتی ہی وہ مشبہ بہ ہی اور جو مذکور ہوتی ہی وہ مشبہ ہی جیسے اس شعر میں میر سید حسین ایماکے۔ ؎

سنکر زبان تیغ سے مجھ سخت جاں کا حال	خنجر بھی تیرے جامے سے باہر نکل گیا

شخص متکلم کے ساتھ تیغ کو تشبیہ دی ہی پس لفظ مستعار شخص متکلم ہی اور مستعار منہ معنی اُسکے اور مستعار لہ تیغ بعینہ جیسے شیر کا استعارہ مرد شجاع کے واسطے مگر لفظ مستعار کی تصریح نہیں کی فقط اُسکا لازم ذکر کیا ہی اور وہ زبان ہے تاکہ لازم کے سبب سے ملزوم کی طرف ذہن منتقل ہو جائے اور تصریح نہ کرنا کنایے کی شان سے ہی پس اب متکلم استعارہ بالکنایہ ہوا نہ وہ تشبیہ جو دل میں ٹھہرائی ہوئی ہے اور سکاکی صاحب مفتاح العلوم نے کہا ہی کہ استعارہ بالکنایہ لفظ مشبہ مذکور ہی جو مشبہ بہ محذوف میں مستعمل ہے باین ادعا کہ یہ مشبہ عین مشبہ بہ ہے پس مثال مذکور میں تیغ سے مراد شخص متکلم ہی بسبب اس بات کے کہ متکلم کے ثبوت کا اُسکے لیے دعوے کیا جاتا ہی اور یہی سمجھ کر اُسکی طرف زبان کی نسبت کی جاتی ہی جو متکلم کے خواص میں سے ہی پس مشبہ یعنے تیغ کو ذکر کر کے مشبہ بہ یعنی متکلم کا ارادہ کیا جاتا ہے بخلاف

مؤلف تلخیص کے کہ اُسکے نزدیک تیغ سے تیغ حقیقی مراد ہی پس مثال مذکور مین سکاکی کے مذہب کے مطابق استعارہ بالکنایہ کی تقریر یون ہو گی کہ تیغ کو کہ وہ تیغ مجرد ہے حقیقی متکلم کے ساتھ تشبیہ دی ہی کیونکہ تیغ کے متکلم ہونے کا دعوے کیا ہے اور ہمارا دعوے یہ ہی کہ تیغ متکلم کے افراد مین سے ایک فرد ہی اور تیغ متکلم سے مغائر نہین اور متکلم کے لیے دو فرد ہین ایک فرد متعارف دوسری فرد غیر متعارف پس یہ دوسری فرد تیغ ہے جسکی نسبت متکلم ہونے کا دعوے کیا گیا ہی اور مشبہ یعنے تیغ کا لفظ اس فرد غیر متعارف یعنے تیغ کے لیے جسکے متکلم ہونے کا دعوے کیا ہی مانگا گیا ہے پس اس صورت مین یہ بات پایۂ صحت کو پہونچ گئی کہ تیغ جو تشبیہ کی ایک طرف یعنی مشبہ ہے بولے اور اس سے تغیبہ کی دوسری طرف یعنے مشبہ بہ کہ وہ متکلم ہی فی الجملہ مراد لی گئی سکاکی نے استعارے کی اس طرح تقسیم کی ہے ایک استعارہ بالتصریح جسکو استعارہ مصرحہ بھی کہتے ہین دوسرا استعارہ بالکنایہ استعارہ مصرحہ سے یہ مراد ہے کہ طرفین تشبیہ مین سے مشبہ بہ مذکور ہو اور پھر استعارہ مصرحہ کی دو قسمین ہین تحقیقیہ اور تخییلیہ تحقیقیہ یہ ہے کہ مشبہ متروک متحقق ہو خواہ باعتبار حس کے خواہ باعتبار عقل کے اور تخییلیہ یہ ہے کہ اُسکے معنے نہ باعتبار حس کے متحقق ہون نہ باعتبار عقل کے بلکہ محض صورت وہمی ہو جس کو تخیل نے وہم کی مدد سے اختراع کیا ہو مثلاً سید حسین ایا کے شعر مین جب تیغ کی تشبیہ شخص متکلم کے ساتھ حال کے بیان کرنے مین دی گئی تو وہم نے تیغ کو متکلم کی صورت پر سمجھ کر متکلم کے لوازم اسکے لیے اختراع کر لیے اور اسلیے اُسکے لیے متکلم کی سی زبان تجویز کی حالانکہ زبان کے معنے تیغ مین متحقق نہین نہ باعتبار حس کے اور نہ باعتبار عقل کے اور جبکہ وہم نے مشبہ کے لیے مشبہ بہ کی طرح زبان اختراع کر لی تو اس اختراعی صورت پر زبان کے لفظ کا اطلاق کیا گیا پس یہ استعارۂ تحقیقیہ کے قبیل سے ہوگا اسلیے کہ مشبہ یعنی زبان حقیقی کا نام مشبہ بہ پر کہ وہ صورت وہمی ہے اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ اس صورت وہمی کو زبان حقیقی سے مشابہت حاصل ہے اور اس بات کا قرینہ کہ یہان معنی حقیقی مراد نہین زبان کو تیغ کی طرف منسوب کرتا ہے سکاکی کے نزدیک تخییلیہ استعارہ بالکنایہ کے بغیر بھی پایا جاتا ہے پس اُسکے نزدیک تشبیہ تیغ کی متکلم سے واقع ہوئی ہے اور استعارہ فقط زبان مین ہے تیغ مین استعارہ بالکنایہ نہین مگر قدما کا یہ مذہب ہے کہ استعارہ تخییلیہ استعارہ بالکنایہ سے نہین چھوٹ سکتا اور اُنکے نزدیک زبان تشبیہ کے لیے ترشیح ہی نہ استعارہ تخییلیہ۔

بعض استعارہ تخییلیہ ایسا ہوتا ہے کہ اس مین احتمال تحقیقیہ و تخییلیہ دونون کا ہوتا ہی مثلاً۔

آغا شاعر قزلباش دہلوی

کہیں ایسا نہ ہو جو گل کا تھپیڑا لگ جائے	ہاں تری خیر رہے یار یہ بڑا لگ جائے

برطھارت

ناوین ہین کہ رنگ مگا رہی ہین	موجون کے تھپیڑے کھا رہی ہین

تھپیڑا ہاتھ سے وقوع مین آتا ہی اور ہاتھ شخص سے خصوصیت رکھتا ہی پس موجون کو اول دل مین شخص کے ساتھ تشبیہ دے کر انکے واسطے ہاتھ ثابت کیا اور قرینہ ثابت کرنے کا لفظ تھپیڑا ہی کیونکہ ہاتھ سبب ہے تھپیڑے کا یہان سے ثابت ہوا کہ استعارہ تخئیلیہ مین جو چیز کہ مشبہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہو اسکی جگہ اسکا مسبب ہے بھی قرینے کے واسطے مذکور ہوتا ہے پس اگر یہان استعارہ موجون اور شخص مین فرض کرین تو استعارہ بالکنایہ ہی اور ہاتھ انکے واسطے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر موجون کے صدمے کو تھپیڑے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہو جائے گا اور استعارہ بالکنایہ باقی نہین رہے گا کیونکہ یہان کسی کے واسطے ہاتھ ثابت نہین کیا۔

مولوی ذکاءاللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین آصف الدولہ کی طرف سے وارن ہسٹنگز کے نام لکھتے ہین کچھ تھوڑی سی سپاہ میرے پاس رہ گئی ہی جو ملک سے خراج وصول کرتی ہی سب کے گھر مین فاقے کا گھر رہتا ہی، اگر فاقے کو شخص فرض کرین اور اسکے واسطے گھر ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہی اور اگر خلقے کے اثبات اور تمکن کو گھر کرنے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

درد

پی گئی کتنون کے لہو تیری یاد	غم ترا کتنے کلیجے کھا گیا

اگر محبوب کی یاد اور غم کو جانور درندہ سے تشبیہ دین اور اسکے واسطے خون پینا اور کلیجہ کھانا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہی اور اگر لہو پینے اور کلیجے کھانے سے تشبیہ کے طور پر ہلاک کرنا مقصود ہو تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ہوش

تمھاری مانگ نے لوٹا ہی ہوش و صبر و قرار	لٹا ہے شام کے رستے مین قافلہ دل کا

اگر مانگ کو شخص فرض کرکے اسکے واسطے لوٹنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر صبر و قرار کے کھونے کو لوٹنے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

دل کسی یاد مخالف سے نہ کھلایا کبھی	حالی تلخی دوران سے جیتون بدمزہ سیل آیا کبھی

اگر دل کو کلی فرض کرین اور اُسکے واسطے نہ کھلانا ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے اگر دل کے رنجیدہ ہونے کو کھلانے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ولہ

کانٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے	گل ہین نظرون مین داغ بن تیرے

اگر باغ کو حیوان درندہ سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے کانٹا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر باغ کے بُرا معلوم ہونے کو کانٹے کھانے سے تشبیہ دی جائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

وحید

طاری ہے بسکہ خوف علمدار نامور	اُڑ اُڑ کے برگ بھاگ رہے ہین اِدھر اُدھر

اگر پتون کو ذی روحون سے تشبیہ دیکر اُن کے لیے بھاگنا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر پتون کے اُڑنے کو بھاگنے سے تشبیہ دیجائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

سودا

اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام	رہے گا سبز بہر مجمع و ہر یک نے نگل

اگر سخن کو درخت فرض کرین اور اُسکے واسطے سر سبز رہنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے اور اگر قدر و منزلت پانے کو سر سبز رہنے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

درد

نظر میرے دل کی پڑے درد کس پر	جدھر دیکھتا ہون وہی روبرو ہے

دل کو آدمی فرض کر کے اُسکے لیے نظر ثابت کی یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر دل کے ملتفت ہونے کو دل کی نظر پڑنے سے تشبیہ مانین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

میر

آہ جس وقت سر اُٹھاتی ہے	عرش پر برچھیان چلاتی ہے

اگر آہ کو شخص فرض کرین اور اُسکے واسطے سر اُٹھانا اور برچھیان چلانا ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر زور کرنے کو سر اُٹھانے اور اثر کرنے کو برچھیان چلانے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ولہ

بہت دُور کوئی رہا ہے مگر	کہ فریاد مین ہے جرس زور سے

اگر جرس کو شخص فرض کرین اور اسکے واسطے فریاد ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ وتخئیلیہ ہے اور اگر آواز کو فریاد سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

سودا

روز میدان قدم اپنا تو جہان گاڑے ہی
کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال

اگر قدم کی تشبیہ نیزے سے فرض کرین اور اسکے واسطے گاڑنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ وتخئیلیہ اور اگر قدم کے اثبات وتمکن کو گاڑنے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔
یاد رکھو کہ ایسی صورتون مین استعارہ تحقیقیہ کے احتمال کے وقت استعارہ بالکنایہ کا باقی نہ رہنا صاحب تلخیص کے مذہب کے موافق ہی کیونکہ اُسکے نزدیک استعارہ بالکنایہ کا قرینہ سوائے تخئیلیہ کے اور کوئی چیز نہین ہوسکتی اور جنکے نزدیک استعارہ تحقیقیہ بھی استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہوسکتا ہے اُن کے نزدیک استعارہ بالکنایہ باقی رہتا ہے مثلاً۔

ظفر

آکے در پر سے مرے پھر گیا وہ غیر کے گھر
عہد و پیمان تھا جو مجھسے وہ بالکل ٹوٹا

عہد کے ٹوٹنے سے عہد کا باطل ہونا مراد ہی شاعر نے عہد کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہی اور باطل ہونا امر تحقیقی ہی کہ عہد اور ٹوٹی ہوئی رسی دونون مین متحقق ہے۔

نسیم

ناتا پریون سے اُس نے توڑا ؛
رشتہ اک آدمی سے جوڑا ؛

یہان ناتے کے توڑنے سے اُسکا باطل کرنا مراد ہی یہان بھی ناتے کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہی

مثنوی سعدین

ضعف نے پکڑا نبض چھوٹ گئی
بڑھ گئی یاس آس ٹوٹ گئی

شاعر نے آس کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہی اور اُس کے ٹوٹنے سے مراد اُسکا باطل ہونا ہی۔

سودا

جوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے
ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

بشر کے پرکھنے سے بشر کی اچھی بُری طرح لیاقت کا معلوم کرنا مراد ہی شاعر نے ذہن مین بشر کو زر و جواہر سے تشبیہ دی ہی اور اچھا بُرا ہونا امر تحقیقی ہی کہ زر و جواہر اور بشر دونون مین متحقق ہے۔

میر

جب سے کہ تیغ رکھنے لگا اپنے پاس میر
اُمید قطع کی تھی تبھی اُس جوان سے

پانچوان چمن استعارے کے حُسن وخوبی کے شرائط مین

استعارۂ تحقیقیہ اور تمثیل بطریق استعارہ کی حُسن و خوبی اس مین ہی کہ وجہ شبہ مستعار لہا اور مستعار منہ کو شامل ہو اور تشبیہ غرض مقصود کے بیان کرنے کے لیے کافی ہو اور وجہ شبہ مبتذل نہو اور اُس کے الفاظ سے تشبیہ پر دلالت نہوتی ہو اگر الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہون گے تو استعارے کی غرض فوت ہوجائے گی کیونکہ استعارے سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مشبہ بہ کی جنس مین مشبہ کے داخل ہونے کا ادعا کیا جائے اور تشبیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مشبہ بہ وجہ مشابہت مین مشبہ سے اقوے ہے پس اگر استعارے کے الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہونگے تو مشبہ کے بعینہ مشبہ بہ ہونے کا ادعا صورت پذیر نہوسکے گا۔ اور وجہ مشابہت مستعار لہ اور مستعار منہ مین جلی ہونی چاہیے اگر جلی نہوگی تو استعارہ چیستان اور معما بن جائے گا کیونکہ جب کہ لفظ مین کوئی ایسی چیز نہوگی جو تشبیہ پر دلالت کرتی ہو تو تشبیہ مین پوشیدگی آجائے گی اور جبکہ وجہ شبہ مین بھی پوشیدگی ہوگی تو پوشیدگی پر پوشیدگی مستلزم تعلیہ مین نہایت اشکال پیدا کردے گی اسوجہ سے استعارے مین وجہ شبہ جلی ہونی چاہیے اگر کوئی کہے کہ مین نے شیر دیکھا ہی اور مراد لیگی ایسا آدمی ہو جسکے مُنھ سے بدبو آتی ہو تو یہان وجہ شبہ مستعار لہ اور مستعار منہ دونون مین مخفی ہی اسلیے کہ گو شیر کے منھ مین بدبو آتی ہے مگر جب انسان کو اُس سے تشبیہ دی جاتی ہو تو مشابہت کی وجہ یہ منظور نہین ہوتی بلکہ شجاعت جو اسکو لازم ہے وہ مقصود ہوتی ہی اور سننے والے کا ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہی پس انشا پردازون کو خیال رکھنا چاہیے کہ جہان وجہ مشابہت خفی ہو اُسے استعارے کے کلام مین نہ لائین تشبیہ کے طور پر استعمال کرین اس سے ظاہر ہوا کہ تشبیہ عام ہے اور استعارہ خاص ہی کیونکہ جن مواد مین استعارہ عمل مین آتا ہے وہان تشبیہ بھی ہوسکتی ہی اور بعض صورتین ایسی ہین کہ وہان تشبیہ تو بن سکتی ہی مگر استعارہ نہین بن سکتا کیونکہ جائز ہے کہ وجہ شبہ جلی نہو اور جب وہ جلی نہوگی تو وہان استعارۂ چیستان اور معما ہوجائے گا پس جہان وجہ شبہ جلی نہو وہان استعارہ بہتر نہین تشبیہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیے اور جبکہ وجہ شبہ طرفین مین نہایت قوی ہو یہان تک کہ اُسکی وجہ سے دونون ایک سے سمجھے جاتے ہون اور جو کچھ ایک سے سمجھا جاتا ہو وہی دوسرے سے سمجھ مین آئے تو ایسے موقع پر تشبیہ بہتر نہین استعارے کے طور پر کام مین لانا چاہیے کیونکہ تشبیہ سے کلام مین خوبی حاصل نہوگی اور استعارہ بنانے سے حُسن پیدا ہوجائے گا جیسے علم اور نور کہ ان دونون مین وجہ شبہ ہدایت ہے اور اُسکی وجہ

سے ان دونون مین بکثرت تشبیہ واقع کی جاتی ہے یہان تک کہ علم سے وہی معنی متبادر ہوتے ہین اور الٹے لیے جاتے ہین اس وجہ سے دونون لفظ متحد معلوم ہوتے ہین پس ایسے موقع پر استعارہ کرنا بہتر ہوتا ہے کیونکہ تشبیہ کی صورت مین بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شے کو اپنے نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اور استعارہ بالکنایہ کی خوبی اس مین ہے کہ وجہ شبہ طرفین کو شامل ہو اور تشبیہ افادہ غرض کیلیے کافی ہو اور استعارہ تخئیلیہ کی خوبی استعارہ بالکنایہ کی خوبی پر موقوف ہی کیونکہ وہ اسی کا تابع ہی علاحدہ اُس مین تشبیہ نہین ہی پس استعارہ بالکنایہ اچھا ہوگا تو یہ بھی اچھا ہوگا۔

تیسرا باغ مجاز مرسل کے بیان مین

مخفی نرہے کہ جو لفظ سوائے معنی موضوع لہ کے اور معنی مین مستعمل ہو اور وہان کوئی قرینہ ایسا پایا جائے جو اصلی معنی مراد لینے سے مخاطب کو روک دے اور اُن دونون معنی مین کوئی علاقہ سوائے علاقہ تشبیہ کے ہو اُسکو مجاز مرسل کہتے ہین اور جو علاقہ مجاز مرسل مین درمیان معنی اصل حقیقی اور معنی مجازی کے ہوتا ہے اُسکی قسمین ۲۴ کے قریب ہین اُن مین سے یہان تھوڑی سی کثیر الاستعمال قسمین ذکر کیجاتی ہین۔

(۱) جو لفظ کل کے واسطے وضع کیا گیا ہو اُسکو جز کے لیے استعمال مین لائین جیسے۔

ذوق

جون نبض شناخت تو نہ جلا اُنگلیان طبیب	رکھ رکھ کے نبض عاشق آشفتہ جگر پہ ہاتھ

ظاہر ہی کہ نبض پر سارا ہاتھ نہین رکھا جاتا صرف پورین ہی اُنگلیون کی رکھی جاتی ہین جنکا ذکر پہلے مصرع مین ہوا

مذاق

گر کہے کوئی یا علی حیدر	بھاگین کانون مین اُنگلیان رکھ کر

کان مین اُنگلیان ساری نہین رکھتے بلکہ پور رکھی جاتی ہی یا کہین فلان شخص کے ہاتھ مین سانپ نے کاٹا ظاہر ہے کہ کسی اُنگلی مین یا خاص ایک جگہ کاٹا ہوگا نہ سارے ہاتھ مین۔

ناسخ

مستی سے [illegible] رہا ہی جو اُسکا دہن کبود	پان سنگ کو دکان ہی سارا بدن کبود

دہن بوسے اور مراد اُس سے دندان و لب ہین کیونکہ انھین دندان کو کبود کیا جاتا ہی نہ سارے [illegible] کو۔

(۲) جو لفظ جز کے واسطے وضع ہوا ہو اُسکو کل کے واسطے لیوین جیسے سورۂ فاتحہ کو الحمد کہتے ہین۔

اور کلمے کا اطلاق اشہدان لاآلہ الا اللہ پر کرتے ہین -

ظفر

حق سے رسائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو	اپنی بھلائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
بگڑی بنائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو	غم سے رہائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

اور جیسے اس شعر مین عبرت کے لفظ سر سے سردار مراد ہی حالانکہ سر ایک جزہی سردار کا۔ ؎

سرو سر خیل مقبولان درگاہ	ہے اپنے عصر کا سید حسن شاہ

آتش

سر مرسلین سرور جزو و کل	شفیع الامم سرو باغ سبل

حسین علیخان محو

سنگ پھینکے ہے مری قبر پہ گل کے بدلے	گالیان دے ہے بس مرگ بھی قل کے بدلے

قل مراد ہی فاتحہ یعنی آیات وکلمات معروف سے اور قل ایک جزہی اُنکا۔

ظفر

نہین گر صورت اخلاص اُس سے تو پلاوے تو	ظفر پڑھکر قل اعوذ برب الناس پانی پر

قل اعوذ برب الناس سے پوری سورت مراد ہے۔

سلطان خان سلطان

جس جا ہجوم بلبل و گل سے جگہ نہ تھی	وان ہائے ایک برگ نہین ایک پر نہین

برگ سے مراد گل ہے اور پر سے مراد بلبل ہے -

رند

طول و عرض اتنا نہ دے تو آشیان کو عندلیب	مشت پر کے واسطے کافی ہی مشت خار و خس

مشت پر سے مراد تمام جسم بلبل ہے اور لفظ باروو شورہ کے معنے کیلئے وضع ہوا ہی اور اب اُس کا اطلاق اُس چیز پر ہوتا ہے جو شورہ اور کوئلے اور گندک سے ملکر بنتی ہے۔

سودا

تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے	بارود کا ہے تودہ زمین اور آسمان

اور بر کا اطلاق بدن پر بھی اسی قبیل سے ہی کیونکہ بر دراصل بغل اور سینے کے معنے مین ہے -

محمد حسین آزاد

جسم پُر نور مین پہنے ہوے جامہ کالا ۔ بر مین جبہ عربی سر پہ عمامہ کالا

(۳۳) جو لفظ مسبب کے واسطے موضوع ہو اُسکو سبب پر استعمال کرین اسی مثال مین ہی یہ فقرہ فسانہ عجائب کا گوشہ نشینی مین سالہاے دراز بسر کی گرم و سرد زمانہ دیکھا شام غم خوش ہوکے سحر کی " گرمی و سردی بسبب انقلاب زمانہ کے پیدا ہوتے ہین انقلاب سبب ہی اور گرم و سرد مسبب -

مومن

ساقیا دے جک آب آتش رنگ ۔ گرم و سرد زمانہ سے ہون بتنگ

حالی

ہنر کا جہان گرم بازار ہے اب ۔ جہان عقل و دانش کا بیوپار ہی اب

گرم بازاری سے مراد ترقی ہی ترقی سبب ہے گرم بازاری کا -

اس کا کوئی گود کا پالا نہ تھا ۔ گھر مین کوئی گھر کا اُجالا نہ تھا

گھر کا اُجالا فرزند کی جگہ لایا ہے فرزند اُجالے کا سبب ہی اُجالا مسبب ہی -

ذوق

ہر ایک خار ہی گل ہر گل ایک ساغر عیش ۔ ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر

ساغر شراب کی جگہ ساغر عیش بولا شراب سبب ہے عیش مسبب ہے -

میر

بھاگے پھرے پلنگ نمر ہانپنے لگے ۔ روکش جو ہونے کو تھے سو منھ ڈھانپنے لگے

ہانپنے سے مراد بھاگنا ہی ہانپنا بھاگنے کا سبب ہی اسی قبیل سے ہی یہ بھی جو بعض آدمی روزمرہ مین کہتے ہین کہ " ناج برستا ہی " ظاہر ہی کہ پانی برستا ہی لیکن پانی کا برسنا سبب ہی ناج کے اُگنے کا -

(۳۴) سبب کو بجائے مسبب کے بولین جیسے کہین کہ یہ بادل خوب برسا برسنا آسمان سے پانی کے ہے اور بادل پانی کے برسنے کا سبب ہے -

شہیدی

تو شہیدی ابر سیہ سے کہ وہ شراب پیتے ہون جس جگہ ۔ وہین جا برس وہین جا برس وہین جا برس وہین جا برس

یا کہین گرمیون مین اس مکان مین سورج آجاتا ہے یعنی دھوپ آجاتی ہی سورج سبب ہے اور دھوپ مسبب -

ناسخ

اس قدر کھایا تری فرقت مین غم | دل ہمارا زندگی سے سیر ہے

سیر ہونا بیزار ہونے کے معنی مین ہے اور سیری غذا سے بیزاری کا سبب ہوتی ہے۔

درد

عاشق بیدل ترا یان تک تو جی سے سیر تھا | زندگی کا اُسکو جو دم تھا دم شمشیر تھا

محمد بیگ شور

غضب آنکھین ستم ابرو عجب مُنھ کی صفائی ہے | خدا نے اپنے ہاتھون سے تری صورت بنائی ہے

ہاتھ سے مراد قدرت ہے قدرت مسبب ہے اور ہاتھ اُسکا سبب۔

میر

کچھ ہے آنکھ پھر حرف و حکایت اُن سے | بازو جانو ہوا نکھین چشم حمایت ان کے

بازو سے مراد مددگار ہے بازو سبب ہے مددگاری کا۔

وحید

ہے بازوے امام زمان عازم وغا | شیر آئے گا اسی طرف اے فوج اشقیا

جوانی اور پیری ایک رات اک دن کا وقفہ ہے | امیر خمار و نشہ مین دونون کو کھویا ہائے کیا سمجھے

خمار و نشہ سے مراد غفلت ہے اور یہ غفلت کا سبب ہین۔

(۵) کسی چیز پر کسی اسم کا اطلاق باعتبار زمانہ سابق کے کرین مثال اسکی یہ ہے کہ کوئی شخص ایران کا رہنے والا عرصۂ دراز سے ہندوستان مین بود و باش رکھتا ہو اسکو ایرانی کہین چنانچہ سودا کا شاگرد اُسکے حق مین کہتا ہے۔

تھا اہل ولایت سے وہ اور شاہ عالم | اُسکا جہان ہو نہ سکا کوئی اُگلو گیر

حالانکہ سودا نے دہلی مین پرورش پائی تھی اُنکے باپ مرزایان کابل سے تھے۔

اوج

اطاعت اور خداوندی کی جب نسبت ہم تھہری | تو اس ناچیز مشت خاک کا پھر امتحان کیون ہے

انسان کو مشت خاک سے تعبیر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ وجود حاصل ہونے سے قبل خاک تھا خاک سے بنایا ہے۔

معصوم علی

تو نے بر پا کیے ہین یہ افلاک | خاک کو تو نے دی یہ صورت پاک

شایان

عطا کی وہ مٹی کو عقل و تمیز	ہوئی شکل یوسف جو ہر دل عزیز

(۶) کسی شے پر کسی ایسے نام کا اطلاق کرین کہ زمانہ آیندہ مین وہ نام اُس پر صادق آجائے جیسے کسی طالبعلم کو اس نظر سے کہ زمانۂ آیندہ مین پڑھکر عالم ہوجائے گا مولوی کہین یا کسی مجرم کو جس کی نسبت سزاے موت کا حکم ہوگیا ہو تو مُردہ کہین یا کوئی شخص ارادہ سفر کا رکھتا ہو اُسکو مسافر کہین۔

انیس

بیزار ہین سب ایک بھی شفقت نہین کرتا	سچ ہے کوئی مُردے سے محبت نہین کرتا

یہ قول ہے حضرت فاطمہ صغرےٰ کا جو نہایت بیمار تھین اپنے آپکو مُردہ فرمایا ہے۔

ولہ

اب شہر مین اک دم ہے ٹھہرنا مجھے دشوار	مین پا برکاب اور ہو تم صاحب آزار

چونکہ قصد سفر تھا اس سبب سے پا برکاب فرمایا۔

(۷) ظرف کو بجائے مظروف کے استعمال کرین ظرفیت کے علاقے کی وجہ سے جیسے اس مثال مین

میر حسن

پلا ساقیا ساغرِ بے نظیر	پھنسی دام ہجران مین بدر منیر

ساغر سے مراد شراب ہے جو مظروف ہے۔

نظام احمد انداز

سوجھتی ہے نہین بوتل کے سوا کچھ ہمکو	لطف ہوتا ہے جو گھنگھور گھٹا ہوتی ہے

بوتل سے مراد شراب ہے۔

منشی عبدالخالق خلیق دہلوی

اور قومون کو ترقی ہے تنزل انکو	لا سکے راہ پہ قندھار نہ کابل انکو

قندھار و کابل سے مراد وہ لوگ ہین جو ان مقامون مین رہتے ہین۔

اور اسی قبیل سے ہے ہانڈی کا پکنا اور چراغ کا جلنا اور پرنالے کا چلنا اور نہر کا جاری ہونا اور ندی کا چڑھنا کیونکہ درحقیقت وہ چیز پکتی ہے جو ہانڈی کے اندر موجود ہوتی ہے اور چراغ مین تیل اور بتی جلتے ہین اور پرنالے مین پانی چلتا ہے اور نہر مین پانی جاری ہوتا ہے اور ندی کا پانی چڑھتا ہے۔

ناسخ

شب جلاتے ہین جس طرح پہ چراغ	باریاتے ہین جس طرح پہ چراغ

میرحسن

لب نہر پر صاف جو غور کی	کو پڑی تھی وہ ایک بلور کی
گرے اُس مین فوارے چھٹتے ہوے	ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوے

پریم ناتھ رام

خون آنکھون سے نکلتا ہی رہا	دل کا فوارہ اُچھلتا ہی رہا

میر

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا	اُس باد نے ہمین تو دیا سا بجھا دیا

مولوی عبدالحلیم شرر اپنے ایک مضمون مین لکھتے ہین وہ اُسکی کامیابیان زمانے کو چونکا چونکا کر بتانے لگین کہ انسان کا حوصلہ ان چھوٹے اور کمزور ہاتھ پیرون پر ترقی دینے سے کس درجہ وسیع ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل زمانہ کی جگہ زمانے کا استعمال کیا ہے یعنی اُسکی کامیابیان اہل زمانہ کو الخ۔

برکھا رت

ندی نالے چڑھے ہوے ہین	تیرا کون کے دل بڑھے ہوے ہین

میر

جیسے دریا اُبلتے دیکھے ہین	یان سو پرنالے چلتے دیکھے ہین

مولوی محمد اسمٰعیل

قطرون ہی سے ہو گی نہر جاری		جل نکلینگی کشتیان تمھاری
وان سے چشمے بہت اُبل نکلے	ولہ	ندی نالے ہزار چل نکلے

(۸) مظروف کو بجائے ظرف کے بولین جیسے۔

غلام مرتضیٰ جنون

تری چشم مست سے ساقیا یہ سیاہ مست جنون ہوا	کہ مے دو آتشہ طاق پر جو دھری تھی یون ہی دھری رہی

ظاہر ہے کہ شراب طاق مین نہین رکھی جاتی بلکہ اُس کا ظرف رکھا جاتا ہے پس ظرف مقصود ہے اور شراب مظروف ہے

گئے بتخانہ لوجہ آ ! کہ طرف حرم ہم سے نے	آتش	اڑائی تیری خاطر خاک کن کن رہگذارون مین

بتخانے سے مراد بت ہی۔

(۹) علاقۂ آلہ اور واسطہ ہونے کا ہو یعنی آلہ اور واسطہ کسی شے کا ذکر کرین اور اُس سے خود وہی شے مراد ہو جسکا یہ آلہ ہی مثال اسکی۔

رند

مرے بیان کو سن سن کے کانپ کانپ اُٹھا	غضب یہ ہی کہ سمجھا نہین زبان صیاد

زبان آلۂ سخن ہی اور بیان خود سخن اور بولی مراد ہی یعنی میری بولی نہین سمجھا۔

داغ

اُردو ہی جسکا نام ہمین جانتے ہین داغ	ہندوستان مین دھوم ہماری زبان کی ہی

اسیر

رزق مل جائیگا اے سائل یہ بیجا ہی سوال	دیکھ لے بے شیر طفل بے زبان ہوتا نہین

ایسے ہی خوشنویس کو خوش قلم کہنا تعریف اسکی تحریر کی مقصود ہی اور قلم آلہ ہی تحریر کا۔

میر حسن

ہوا جبکہ نو خط وہ شیرین رقم	بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

نو قلم سے مراد نو طرح کے خط ہین۔

(۱۰) جو نام مقید کے لیے موضوع ہی اُسے مطلق کے لیے استعمال کرین مثلاً حرف بولین اور کلمہ مراد ہو اور منیر اپنے شعر مین شہیدون کا لفظ لایا ہے اور مراد اُس سے کشتے ہین اور شہید ایسے کشتے کو کہتے ہین جو بیگناہ یا راہ خدا مین مارا جائے۔

ہو تری محراب مین سجدہ شہیدون کا قبول	طاق نسیان مین تو رکھدے زندگانی کی کتاب

ظاہر ہی کہ شہید مقید ہے اور کشتہ مطلق ہی یہ شعر حضرت علی کی تلوار کی تعریف مین ہی اور بیان غرض یہ نہین ہی کہ حضرت علی کی تلوار کے کشتے شہدا مین محسوب ہین۔

(۱۱) جو لفظ مطلق کے لیے وضع ہوا ہی اُسکو مقید پر اطلاق کرین مثلاً روز کہین اور مراد اس سے روز قیامت ہو یا کلمہ بولین اور مراد اس سے اسم یا فعل یا حرف ہو اسی قبیل سے ہر نامے پر کاغذ کا اطلاق

ناسخ

قاصدا لکھے ہین اسرار محبت مین نے	رکھیو اغیار کی نظرون سے تو پنہان کاغذ

(۱۲) مجاورت یعنی نزدیکی اس مین ایک قریب و نزدیک کا اطلاق دوسرے قریب و نزدیک پر ہوتا ہے جیسے صفت کا لفظ عربی ہے قطار کے معنے مین اور صف ماتم مجازاً اس فرش کو

کہتے ہین جس پر اہل ماتم بیٹھتے ہین چونکہ اہل ماتم فرش سے قربت رکھتے ہین اسلیے فرش کو مجازاً صف ماتم کہتے ہین۔

خواجہ حیدر علی آتش

واقعہ دل کا جو موزون ہے تو مضمون غم ہے۔
صفحہ ہر اک مرے دیوان کا صف ماتم ہے

(۱۳) مضاف کو حذف کرکے اُسکی جگہ مضاف الیہ کو ذکر کرین جیسے۔

حالی

کیا برطرف پردہ چشم جہان سے	جگایا زمانے کو خواب گران سے

یعنی اہل زمانہ کو یا زمانے کے آدمیون کو خواب گران سے جگایا۔

(۱۴) مضاف الیہ کو حذف کرکے مضاف کو اُسکی جگہ ذکر کرتے ہین جیسے۔

برق

سگ اصحاب ہوا صحبت انسان سے بشر
آدمی ہوکے بھی انسان تو انسان نہ ہوا

یعنی سگ اصحاب کہف۔

فائدہ معنی مجازی کے استعمال کی دلیل کلام فصحا سے ضرور ہی اس طور پر کہ سبب کو بجائے مسبب کے یا برعکس اسکے اور ظرف کو بجائے مظروف کے یا اسکے برعکس (وقس علی ہذا) فصحا استعمال مین لاتے ہین یا نہین اور یہ ضرور نہین کہ جب کوئی خاص صورت پیش آئے اور کسی خاص موقع پر ان طریقون مین سے کسی لفظ کے معنی مجازی لیے جائین تو اس لفظ خاص کے استعمال کی نظیر بھی تلاش کرین۔

چوتھا باغ کنائے کی تصریح مین

کنایہ لغت مین پوشیدہ بات کہنے کو کہتے ہین اور علم بیان کی اصطلاح مین کنایہ اُس لفظ کو کہتے ہین جو اپنے معنے موضوع لہ مین مستعمل ہو لیکن مقصود وہ معنے نہون بلکہ ایک دوسرے معنے ہون جو اُن پہلے معنے کے لوازمی ہون اور یہان دوسرے معنے کا مقصود ہونا معنی موضوع لہ کے ارادہ کرنیکے

منافی نہین کیونکہ استعمال اُس لفظ کا موضوع لہ مین ہوا ہی تو ان معنی کے مقصود ہونے کے دوسرے اور لازم کوئی حرج پیدا نہوگا پس کنائے مین لازم یعنی موضوع لہ بھی مراد ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے یہ بالعرض مراد ہوتا ہے اور دوسرے معنی جو ملزوم ہین وہ بالذات مراد ہوتے ہین کیونکہ موضوع لہ کا مراد ہونا محض اس غرض سے ہی کہ جب سُننے والے کے ذہن مین اسکی تصویر حاصل ہو جائے تو دوسرے معنی کی طرف جن سے کنایہ واقع ہوتا ہی انتقال ہو سکے جیسے۔

امیر

اس چمن مین طائر کم پر اگر مین ہون تو کیا	دُور ہی صیاد ابھی اور آشیان نزدیک ہی

کم پر اُس پرند کے معنی مین ہی جو پر تھوڑے رکھتا ہو پس کم پر سے اُسکے حقیقی معنی یعنی تھوڑے سے پر والا مقصود ہون گے تاکہ ان معنی سے ایسے معنی کی طرف انتقال کیا جائے جنکے لیے پرون کا کم ہونا لازم ہے اور وہ کم اُڑنا ہی بخلاف لفظ مجاز کے کہ اُس سے معنی موضوع لہ کا ارادہ کرنا جائز نہین کیونکہ اُسکا استعمال معنی غیر موضوع لہ مین ہوتا ہے پس اُس مین معنی غیر موضوع لہ بالذات مقصود ہوتے ہین اس لیے معنے موضوع لہ کا قصد کرنا اُنکے منافی ہوگا بعض کہتے ہین کہ کنایہ وہ لفظ ہے جسکے معنی حقیقی مراد نہون بلکہ معنی غیر حقیقی مراد ہون اور اگر معنی حقیقی مراد رکھین تو بھی جائز ہے جیسے کم پر سے کم اُڑنے والا مراد ہے اور اگر اس مراد کے ساتھ پرون کی مقدار کا تھوڑا ہونا مراد ہو تو بھی ہو سکتا ہے اسی قبیل سے ہی قلق کے اس شعر مین روشنی کا لفظ۔

جانے دو دُود بھی کرو اُٹھ آؤ	شعلہ بولی کہ روشنی تو منگاؤ

روشنی سے مراد شمع ہی جو شمع کو لازم ہی لازم کو ذکر کرکے شمع مراد لی ہی اگر اس مراد کے ساتھ روشنی بھی مراد ہو تو ہو سکتا ہے۔

مومن

چاک پردہ سے یہ غمزے ہین تو ای پردہ نشین	ایک مین کیا کہ سبھی چاک گریبان ہونگے

چاک گریبان سے مراد عاشق دیوانہ ہی عاشق کے لیے گریبان کا چاک ہونا لازم ہی اگر اس مراد کے ساتھ گریبان کا چاک ہونا بھی مقصود ہو تو ہو سکتا ہے۔ ابن سراج مالکی نے لکھا ہے کہ کنایہ یہ ہے کہ شے کی تصریح ترک کرے اُسکے لوازم مساوی مین سے کسی ایک کو ذکر کیا جائے تاکہ اُس سے ملزوم کی طرف ذہن منتقل ہو جائے اور لازم سے ملزوم کی طرف انتقال کرنے کی قید سے استعارہ نکل گیا اسی وجہ سے نہایۃ الایجاز مین لکھا ہے کہ کنایہ مجاز سے علیحدہ ہی اور حق یہ ہے کہ مجاز کو

کنایے کے ساتھ وہ نسبت ہی جو مفرد کو مرکب کے ساتھ ہوتی ہے۔
صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک مجاز اور کنایے کا بنی ملزوم سے لازم کے قصد کرنے پر ہے مگر فرق اس قدر ہی کہ مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہی ملزوم مراد نہین ہوتا جیسے طالبعلم کو مولوی کہنا کہ علم کا پڑھنا فضیلت کو لازم ہے اور فضیلت ملزوم ہے یہان ذکر لازم کا بے ارادہ ملزوم کے ہی اور کنایے مین لازم مراد ہوتا ہی اگر ملزوم مراد رکھین تو بھی جائز ہی جیسا کہ کم پر سے ملزوم اُڑنے والا ہی اور اگر اُس مراد کے ساتھ پرون کی کمی بھی مراد ہو تو بھی جائز ہی اسی طرح روشنی سے شمع اور چاک گریبان سے عاشق دیوانہ مراد ہے اگر ان مرادون کے ساتھ روشنی اور گریبان کا پھٹا ہوا ہونا مراد ہو تو بھی جائز ہے اور سکاکی صاحب مفتاح کے نزدیک مدار مجاز کا ملزوم سے لازم کی طرف ذہن کے انتقال کرنے پر ہی جیسے۔

حالی

ہم ہین نام وطن کے دیوانے	وہ تھے اہل وطن کے پروانے

پروانہ کہ عاشق کا ملزوم ہی اُس سے عاشق کی طرف انتقال کیا ہی اسی طرح۔

وحید

غل ہی کہ سوجھتا نہین اندھیر آگیا	ہیبت پکارتی ہی کہ اب شیر آگیا

شیر کہ شجاع کا ملزوم ہی اُس سے شجاع کی طرف انتقال ہوتا ہی۔ اور کنایے کا مدار لازم سے ملزوم کی طرف انتقال پر ہے جیسے کم پر کے حقیقی معنی وہ پرندہ ہے جسکے پر تھوڑے سے ہون اور ان معنی سے ایک ایسے معنی کی طرف انتقال کیا جاتا ہے جنکے لیے پرون کا اُڑنا لازم ہی اور وہ کم اُڑتا ہے جو ملزوم ہی پس کم پر کا اطلاق کم اُڑنے والے پر لزوم کی رو سے ہی اور حق مذہب اول ہے اسلیے کہ لازم بحیثیت لازم ہونے کے ملزوم پر دلالت نہین کرتا ہی جائز ہی کہ ملزوم سے لازم عام ہو اور عام کی خاص پر دلالت نہین ہوتی پس جب تک لازم ملزوم سے خاص نہو اُس سے ملزوم کی طرف انتقال حاصل نہ ہوگا اور ملزوم اصل و متبوع ہے اس لیے کہ اس سے انتقال ہوتا ہے اور لازم فرع و تابع اسلیے کہ اُسکی طرف انتقال ہوتا ہی اور نوع لازم کو بیان علاقہ کہتے ہین اور اگر اصلیت و فرعیت جانبین سے ہوگی کہ ہر ایک ایک وجہ سے اصل ہوگا اور دوسری وجہ سے فرع تو طرفین سے مجاز جاری ہوگا ورنہ استعمال اصل کا فرع مین مجازاً جائز ہے بدون عکس کے اول کی مثال علت و معلول ہے جیسے ملک و خریداری فرع مین اور دوم کی

مثال سبب محض ہاور سبب ہے اور لزوم سے مراد فی الجملہ انتقال ہی جیسے کل فی الجملہ جز کو لازم ہی
یہ سبب فی الجملہ مسبب کو لازم ہی اسلیے کہ کبھی عام ہوتا ہی پس لزوم سے یہ مراد نہین کہ ملزوم
لیے اسکا چھوڑنا ممتنع ہی جیسا کہ اہل منطق وحکمت کی اصطلاح ہی اور کنایے مین معنی موضوع لہ کا ارادہ
باعتبار وا قعہ کے ہے ہر چند کہ خارج مین نہو چنانچہ تنگ چشم کہین اور مراد اس سے کنجوس آدمی ہو گو کہ
شخص مذکور کی آنکھین نہون اور اگر ہون تو بڑی بڑی ہون

مرزا محمد تقی خان ہوس

نہین ہوس وقت جوش مستی قد خمیدہ سے تو حیا کر	بتون کا بندہ رہے گا کب تک خدا خدا کر خدا خدا کر

اس شعر مین قد خمیدہ کنایہ عالم پیری سے ہی گو قائل کا قد بظاہر سیدھا ہو۔
کنایے مین مجاز باقی نہین رہتا چنانچہ نہین کہ سکتے کہ تنگ چشم کنجوس کے معنی مین مجازی طور پر ہی
بخلاف استعارے کے جیسے مرد بہادر کو شیر کہتے ہین تو کہنے والے کو شیر کے اصلی معنی کہ حیوان درندہ
ہے ہرگز ملحوظ نہین ہوتے پس استعارہ مجاز کی ایک قسم ہوگا اور کنایہ اُس سے مباین باوجودیکہ یہ بھی
دراصل مجازی کی ایک نوع ہی نوعیت کنایے کی تو مجاز کے اس معنی عام کے اعتبار سے ہی جسکا وجود خارج مین نہین اور
اسکی مغائرت اسکی جنس کے ساتھ باعتبار مجازات مقید کے ہی جیسے انسان باعتبار حیوان کے جسکو
وجود ظاہر خارجی حاصل نہین نوعیت رکھتا ہی اور باعتبار حیوان مقید کے جیسے گھوڑا اور شیر وغیرہ ہین
مغائرت رکھتا ہی۔

بہرصورت کنایے اور مجاز مین دو طرح سے فرق ہی ایک تو یہ کہ کنایے مین لازم یعنی معنی غیر حقیقی
مراد رکھتے ہین اور اگر ملزوم یعنی معنی حقیقی مراد رکھین تو بھی جائز ہی اور مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہے
دوسرا فرق یہ ہی کہ مجاز مین معنی حقیقی اور غیر حقیقی مین کوئی قرینہ بھی پایا جاتا ہی اور کنایے مین قرینہ
نہین علی العموم کنایے کی تین قسمین ہین۔

ایک یہ کہ کنایے مین صفت سے موصوف کی ذات مطلوب ہو اور صفت سے مراد وہ معنی ہین
جو غیر کے ساتھ قائم ہون نہ وہ صفت جو اہل نحو کی اصطلاح ہی اور وہ ایک تابع ہی جو اُن معنے پر دلالت
کرتا ہے جو متبوع کی ذات مین ہون مثلاً چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک تابع ہے جو اپنے متبوع کی
چالاکی پر دلالت کرتا ہی اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین۔

(۱) صفت کو جو کسی موصوف معین سے خصوصیت رکھتی ہو ذکر کرین اور مراد اس سے
موصوف ہو اسکو **کنایہ قریب** کہتے ہین اسلیے کہ بسبب ایک ہونے صفت کے انتقال موصوف

تک دشوار نہین ہوتا جیسے -

گویا

لوئ گردوان تلک ہے وجد مین | رقص سے بس ہے اسی کا نام رقص

لوئ فلک سے مراد زہرہ ہے -

انشا

صبا یہ جا کے تو کہدیجو بید مجنون سے | کہ نافہ شاہد حی کا کھڑا اجاڑ مین ہے

شاہد حی کنایہ لیلی سے ہے -

منیر

چاہ سیہ مین گرا یوسف زرین قبا | دیو سیہ ہوگیا شاہد پر دین پرن ؟

چاہ سیاہ کنایہ ظلمت سے اور یوسف زرین قبا آفتاب سے اور دیو سیہ شب سے -

ولہ

خیمۂ زرباف مین لیلی مشکین لباس | زینت فانوس سبز شمع مرصع لگن

خیمۂ زرباف کنایہ آسمان سے اور لیلی مشکین لباس شب سے اور فانوس سبز آسمان سے اور شمع مرصع لگن آفتاب سے -

ناسخ

زیبا و رنگ ہوا ہی شہ عادل ناسخ | کیون نہ نوروز کو دترات برابر ہوجائے

شہ عدول کنایہ آفتاب سے ہی کیونکہ آفتاب اُس دن برج حمل مین تحویل کرتا ہی اور یہی اُسکی تخت نشینی ہے -

انیس

ہے دوش محمدؐ کا مکین خانۂ زین پر | اس ناز سے رکھتا ہی نہین پانوں زمین پر

دوش محمد کا مکین حضرت امام حسینؑ سے کنایہ ہی کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے دوش مبارک پر چڑھا کرتے تھے -

ولہ

اُٹھا جو ہاتھ کانپ گیا شیر آسمان | اگر دش جودی تو سب تہ و بالا ہو جہان

شیر آسمان برج اسد سے کنایہ ہی -

ولہ

وہ صبح اور وہ چھانون ستارون کی اور وہ نور | دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوج طور

ارنی گوے اوج طور سے مراد حضرت موسیٰؑ ہین۔

مومن

خون کے میرے ارادے سے ہوا ذابح سعد	قتل پر میرے کمر باندھے بہ شکل جبار

سعد ذابح سے قمر کی بائیسوین منزل مراد ہی اور وہ دو ستارے ہین کہ ستارہ جدی کے دونون سینگون پر واقع ہین اُن مین سے ایک کے پاس ایک چھوٹا سا تارا ہی اس ستارے کو شاۃ سعد یعنے سعد کی بھیڑ کہتے ہین وجہ اسکی یہ ہی کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ گویا یہ سعد اُس چھوٹے تارے کو ذبح کرتا ہی اور یہی سبب ہی اُس کے سعد ذابح کہلانے کا۔

داغ

غیرتِ ماہ کہے خسرو انجم مجھکو	نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجھکو

خسرو انجم کنایہ ہی سورج ہے۔

مومن

وہ قہرمان فلک توسن و نجوم حشم	کہ ترک چرخ غلام اُس کا مہر چاکر ہے

ترک چرخ کنایہ مریخ سے ہے۔

امیر

جسطرف دیکھو زر گل باغ مین انبار ہے	شکل فوارہ اُگلتی ہی زمین گنج نہان

زمین کا گنج نہان کنایہ ہی نباتات سے۔

قلق

نظر آتا تھا عالم بالا	وہ فلک سیر تھی کہ عرش نما

فلک سیر کنایہ بھنگ سے ہے۔

انشا

مرغان اولی اجنحہ مانند کبوتر	کرتے ہین سدا عجز سے غون غون غٹرگگے

مرغان اولی اجنحہ کنایہ فرشتون سے ہی کیونکہ اُنکے دو یا تین یا چار بازو اور پر ہوتے ہین جیسا کہ اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔

ولہ

جب تلک چرخ کہن شکل گور زمین رہے	صاحب شرق ہین جبتک ہی کہ جنرل کی چلین

صاحب شرق کنایہ ہے سورج سے۔

ذوق

طلسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردمان باندھا	کہ ہر اک اِک گرہ مین حاصل صدبحر و کان باندھا

وہ چیز کہ بحر و کان کا حاصل ہے زر و جواہر ہے۔

مثنوی پدماوت

شہ زرّین کلاہ چرخ چارم	ہوا رونق فزاے تخت عالم

مراد اس سے سورج ہے کیونکہ وہ آسمان چارم پر رہتا ہے۔

ناسخ

ساقی بغیر شب جو پیا آب آتشین	شعلہ وہ بن کے میرے دہن سے نکل گیا

آب آتشین کنایہ شراب سے ہی۔

ولہ

لادون اُسکی پشت پر اپنا اگر بار گناہ	ہے یقین ہرگز نہ گاوآسمان سے اُٹھ سکے

گاوآسمان کنایہ برج ثور سے ہے۔

غالب

کیون ردّ قدح کرے ہے ساقی	مے ہے یہ مگس کی قے نہین ہے

مگس کی قے کنایہ شہد سے ہے۔

(۲) کئی صفتین آپس ہین بلکہ سب کی سب ایک موصوف کے ساتھ مختص ہون اگرچہ الگ الگ اور چیزون مین بھی پائی جاتی ہون پس ایسی تمام صفات کا مجموعہ بول کر اُن سے وہ موصوف معین مراد لیا جائے اسکو کنایہ بعید کہتے ہین اسلیے کہ کئی صفات سے موصوف کی طرف انتقال سہولت سے نہین ہوسکتا اور موصوف مشکل سے سمجھ مین آتا ہی جیسے۔

شباب

ساقی نے آج چیز کچھ ایسی کری عطا	جس سے کہ اپنا رنگ طبیعت بدل گیا
آنکھین تو سُرخ اور معطر ہوا دماغ	بگڑا ہوا مزہ بھی تو مُنھ کا سنبھل گیا

ان تمام صفات کے مجموعے سے شراب مقصود ہے۔

ساقی وہ دے ہمین کہ ہون جسکے سبب بہم	محفل ہین آب و آتش و خورشید ایک جائے

ظاہر ہی کہ یہ ساری صفات شراب مین ہین کیونکہ شراب خود پانی ہی اور باعتبار سُرخی رنگ اور گرمی کے آتش ہی اور باعتبار روشنی کے اور پیالے مین شکل مدور پکڑنے کے آفتاب سے مشابہت رکھتی ہے۔

غالب

اِک نگارِ آتشین رُخ سَر کھُلا	صبح آیا جانبِ مشرق نظر

اِن تمام صفات سے سُورج مقصود ہی کیونکہ اُس مین یہ چارون صفات موجود ہین شرق کی طرف سے طلوع ہوتا ہے اور خوبصورت بھی ہی اور اُسکے رُخ مین سُرخی اور گرمی بھی ہی اور وہ کھلا ہوا بھی ہی

مفتون

اس پری کو قید خانے سے نکال	بند شیشے مین جو ہے یہ لال لال

ان صفات سے شراب مقصود ہے کیونکہ وہ شیشے مین بند بھی ہوتی ہی اور سُرخ بھی ہوتی ہی۔

دوسری قسم یہ کہ کنایہ سے فقط صفت مقصود ہو اس طرح کہ ایک صفت ذکر کی جائے اور اُس سے ایک اور صفت مراد لیجائے اور اُسکی بھی دو قسمین ہین۔

(۱) **قریب** کہ اُس مین لازم اور ملزوم مین کوئی واسطہ نہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین۔

الف وہ کہ کنایہ اس مین واضح ہو اس طرح کہ لازم سے ملزوم تک ذہن بے تامل پہونچ جائے جیسے سفید ریش اور موے سفید سے پیری کا سمجھنا۔

مومن

نیند آتی ہے بآرام مگر آخر شب	موسفیدی کے قریب اور رہی غفلت مومن

پنڈت برج نرائن

تمھارے ہاتھ ہی شرم ان سفید بالونکی	مٹے نہ بات کہین تم پہ مٹنے والونکی

میر

تھا اعتماد ہمکو بہت اس جوان پر	دامن مین آج میر کے داغ شراب ہے

داغ شراب کنایہ ہی شراب خواری و رندی سے اور دامن مین داغ شراب ہونے سے شراب خواری و رندی تک ذہن فوراً پہونچ جاتا ہے۔

ولہ

مدت ہوئی ہماری منقار زیر پر ہے	اے ہمصفیر بے گل کس کو دماغ نالہ

منقار زیر پر ہونا کنایہ ہے خاموشی سے اور یہ امر واضح ہے۔

انیس

راحت نہ ملی بادشہ جن و بشر کو | ہر اک نے کسا قتل محمدؐ پہ کمر کو

کمر کسنا کنایہ ہی مستعد قتل ہونے سے۔

محشر

جن نے یون عرصۂ ہستی کو کیا محشر تنگ | وہ کمر کستا ہے کچھ تو بھی بیان سمجھے ہے

ولہ

مرے غبار سے دامن کشیدہ جاتا ہی | ہوا ہون خاک مین جس شہسوار کی خاطر

دامن کشیدہ جانا کنایہ ہی محترز جانے سے۔

انیس

دل دشمنون کے خنجر ابرو سے کٹ گئے | الٹی جو آستین تو پرے سب الٹ گئے

آستین الٹنا بمعنی خشم و غضب مین ہونا ہی اور پرے الٹنا بمعنی پیچھے ہٹ جانا اور بھاگنے لگنا ہے۔

شیخ عبد الغنی غنی

پڑتی ہے نظر خس پہ دم چشم پر بدن | یان ہمنے پرکاہ بھی بیکار نہ پایا

خس پہ نظر پڑنے سے مراد یہ ہی کہ اسکی احتیاج واقع ہوتی ہے۔

داغ

دامن سنبھال باندھ کمر آستین چڑھا | خنجر نکال دل مین اگر امتحان کی ہے

پہلے مصرع مین تینون الفاظ مستعد ہوجانے کا فائدہ بخشتے ہین۔

جرأت

آستین اسنے چڑھائی تیغ کو عریان کیا | یہ ہمارے قتل کا سامان ہوا اچھا ہوا

میر

تمکو ہمسے آگ لگی ہی روتے ہین تو ہنستے ہو | ہمنے کمر کو کھول رکھا ہی اپنی کمر تم کستے ہو

مومن

چین بابرو ہوئی سماجت سے | سرگرانی بڑھی لجاجت سے

چین بابرو ہونا کنایہ ہی آزردگی و غضبناکی سے۔

ولہ

موے سر سے شام غربت رو سفید — ظلمت شبہاے ہجران روز عید

روز سفیدی کنایہ ہی شرمندگی سے۔

الٰہی بخش خان معروف

کی ٹک اک آب دم شمشیر قاتل نے کمی — ورنہ پیمانہ ہماری عمر کا لبریز تھا

عمر کا پیمانہ لبریز ہونا کنایہ ہی مرنے کے قریب پہونچ جانے سے۔

میر

شکر خدا کہ سر نہ فرو لاے ہم کہین — کیا جانے سجدہ کہتے ہین کس کو سلام کیا

سر فرو لانا کنایہ عاجزی کرنے سے ہی۔

ولہ

گر نظر اک دور سے مجھ داغ کو — آنکھ نیچی کر گیا گل باغ مین

آنکھ نیچی کرنا کنایہ ہی شرمندگی سے۔

ناسخ

باندھون ایسے مضمون رنگین — سُنکر ہو عدو مرا سخن زرد

غربت مین نہین ہے اور کچھ رنج — کرتا ہے مجھے غم وطن زرد

پہلے شعر مین زرد ہونا کنایہ شرمندہ ہونے سے ہی اور دوسرے شعر مین زرد کرنا کنایہ بیمار ونزار کرنے سے ہے۔

شرر ساکن جلیسر

مین اک تکلیف دینے کی غرض سے آج آیا تھا — مگر اب کیا کہون صندل لگا ہی آپکے سر مین

صندل لگا ہونا کنایہ ہی درد سر ہونے سے۔

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین — اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

آئینہ دیکھکر اللہ رے مین کہنا کمال غرور پر دلالت کرتا ہے۔

حسرت

پیون کیا جام مے اغیار بھی بیٹھے ہین مجلس مین — مری آنکھون مین انکو دیکھتے ہی خون اُتر آیا

آنکھون مین خون کا اُتر آنا کنایہ ہی غصہ آجانے سے۔ یہ تمام اُمور نہایت واضح ہین۔

(ب) وہ کہ کنایہ اُس مین خفی ہو یعنی ذہن بلزوم تک تامل کے بعد پہونچے جیسے کوتاہ گردن اور کرنجی آنکھون والا دونون سے شریر مراد ہی اور لمبے قد والا اس سے مراد احمق ہی کیونکہ کہتے ہین کہ جسکی گردن کوتاہ ہو یا جسکی آنکھین کرنجی ہون وہ آدمی شریر ہوتا ہی اور جس کا قد لمبا ہو وہ احمق ہوتا ہے اور یہ ہر اک کو نہین معلوم ہوتا لیکن ان مثالون مین یہ بھی شرط ہے کہ معنی حقیقی بھی پائے جاتے ہون اگرچہ کنایے مین یہ بات لازم نہین۔

ترانۂ شوق

ہونٹو نپہ تھے دانت سر پہ تھے ہاتھ	سر سے جو ہٹے جگر پہ تھے ہاتھ

دانتون کا ہونٹونپہ ہونا اور سر و جگر پر ہاتھ کا ہونا کنایہ ہی کمال مغموم ہونے سے اور یہ اُمور تامل کے بعد معلوم ہوتے ہین اور ایسے موقعون پر معنی حقیقی بھی پائے جاتے ہین کیونکہ غم و فکر کی حالت مین اکثر دانتون سے ہونٹ کو کاٹنے لگتے ہین اور ہاتھ سے سر اور جگر کو پکڑ لیتے ہین۔

شباب

بس اس سے تو ناصحا سمجھ لے وہ ہوگا کیا اور حُسن اُس کا	فرنگ کے مہ جبین بھی اُسکے ہی مُنھ پہ جب چاند دیکھتے ہین

مراد یہ ہی کہ فرنگ کے مہ جبین اُسکو بہت ہی گرامی جانتے ہین اسلیے کہ چاند ایسے شخص کے مُنھ پر دیکھتے ہین جسکو بہت ہی گرامی جانتے ہون۔

برکھا رت

لاہور مین شب ہوئی تھی لیکن	کشمیر مین پہونچے جب ہوا دن

لاہور مین شب ہونا کنایہ ہی اس سے کہ رات کو گرمی تھی کیونکہ لاہور مین سخت گرمی پڑتی ہی اور کشمیر مین دن ہونا کنایہ ہی دن مین سخت سردی ہوجانے سے کیونکہ کشمیر مین سردی زیادہ ہوتی ہے۔

انیس

مطبخ ہی سرد آگ کا اُس مین نہین ہی نام	بچے ہوائے گرم سے بیتاب ہین تمام

مطبخ کا سرد ہونا کنایہ ہی سب کے فاقے سے رہنے سے۔

محمد روشن جوشش

سفید ہوگئین آنکھین ہوا گریبان سُرخ	ہمین تو رونے نے آخر یہ رنگ دکھلایا

آنکھین سفید ہوجانا کنایہ ہی اندھا ہوجانے سے اسلیے کہ جب آنکھون پر جالا آجاتا ہے تو سفید

ہوجاتی ہین اور اس وجہ سے آدمی کو کچھ نظر نہین آتا اور گریبان سرخ ہوجانا کنایہ ہی اشک خونین کے زیادہ بہانے سے۔

انشا

بنی آدمؑ کی ٹولی کی ٹولی	بیٹھی بولے ہے شیر کی بولی

شیر کی بولی بولنا کنایہ ہی قے کرنے سے جب قے کرتے ہین تو حلق سے زور زور سے آواز رک رک کر نکلتی ہے۔

دبیر

کشتون کو اپنے فوج عدو روندنے لگی	جنگل مین برق قہر خدا کوندنے لگی

کشتون کو روندنا کنایہ ہی لڑائی مین شکست پانے سے کیونکہ جب آگے بڑھی ہوئی فوج پیچھے ہٹتی ہے تو اُس فوج کے مقتول زخمی جو پیچھے پڑے ہوتے ہین اُسکے قدمون سے کچلنے لگتے ہین۔

نسیم

جب دیکھتا ہون اُس بُت خونخوار کیطرف	وہ دیکھتا ہے جمدھر و تلوار کی طرف

جمدھر و تلوار کی طرف دیکھنا کنایہ ہی قتل کرنے کے ارادے سے۔

(۲) بعید یہ ہی کہ لازم و ملزوم مین کچھ واسطہ ہو یعنی اس طرح ہو کہ لازم سے اول کچھ اور چیز سمجھین اور بعد اُسکے ملزوم اس امر کا نام اِرداف ہے مثلاً سخی کو کہین کہ اُسکے باورچی خانے سے بہت راکھ نکلتی ہے اس مثال مین ملزوم تک واسطے بہت ہین اس سبب سے کہ بہت راکھ بہت لکڑی جلنے سے ہوتی ہے اور لکڑیون کا بہت جلنا بہت کھانا پکنے سے ہوتا ہی اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی زیادتی پر موقوف ہی اور مہمانون کی زیادتی سخاوت پر دلالت کرتی ہے یا کسی کی نسبت کہین کہ اُسکے باورچیون پر بہت محنت رہتی ہی بس باورچیون پر بہت محنت کا ہونا جب ہوتا ہی کہ اُن کو کام زیادہ کرنا پڑے اور یہ امر اس بات کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہی کہ باورچیخانے مین کھانا زیادہ پکتا ہی اور کھانے کا زیادہ پکنا بہت سے مہمانون کے واسطے ہوتا ہی اسی قبیل سے ہی۔

شہاب

کیا ہو بیان داد و دہش ایسے شخص کا	بندھوا تا ہو جو توڑون کا منھ کچے سوت سے

توڑون کا منھ کچے سوت سے بندھوانا کنایہ ہی اہتمام سخاوت مین نہایت تعجیل سے اور اس جگہہ انتقال توڑون کا منھ کچے سوت سے بندھوانے سے اس بات کی طرف ہی کہ توڑون کے منھ کا بند

مضبوط نہین ہوتا اور اس سے انتقال ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ توڑون کا منھ جلدی کھل جاتا ہے اور اس سے انتقال جلدی بخشنے کی طرف ہوتا ہے۔

سودا

تیرا ہی اب بروے زمین ای فلک جناب	بے قفل و بے کلید در فیض ہے مدام	

بے قفل و بے کلید در فیض کا ہونا کنایہ ہی فیض مین اہتمام اور تعجیل سے یہان انتقال در کے بے قفل و بے کلید ہونے سے دروازے کے بند نہونے کی طرف ہوتا ہی اور اس سے انتقال در فیض مین جلدی پہونچ جانے کی طرف ہوتا ہی اور اُس سے جلدی فیضیاب ہونے کی طرف انتقال ہوتا ہی۔

ولہ

وہ اُس کا خوان نعم ہی کہ جس کے مطبخ مین	صدا کھڑکنے کی ہی دیگ کے صدا عام ہا	

دیگ کے کھڑکنے کی صدا کا عام ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اُسکے مطبخ مین بے روک ٹوک ہر آدمی کھانا کھا سکتا ہی یہان دیگ کے کھڑکنے کی صدا کے عام ہونے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ اُس کے باورچیخانے مین چولھون پر دیگین ہمیشہ چڑھی رہتی ہین اور دیگون کا چولھون پر ہمیشہ چڑھے رہنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہی اور بہت کھانا پکنا کھانا کھانے والون کی زیادتی پر موقوف ہی اور یہان کھانا کھانے والون مین کسی خاص آدمی کی قید نہین بلکہ جو چاہتا ہی کھاتا ہی اور یہ انتہاے سخاوت پر دلیل ہے۔

حالی

بند اس قفل مین ہے علم ان کا	جس کی کنجی کا کچھ نہین ہے پتا	

نامعلوم کنجی کے قفل مین علم کا بند ہونا کنایہ ہی علم سے فائدہ نہ پہونچ سکنے سے اور اس جگہ علم کے قفل کی کنجی کا پتہ نہونے سے اس بات کی طرف انتقال ہوتا ہی کہ وہ قفل کھل نہین سکتا اور اس سے انتقال اس امر کی طرف ہوتا ہی کہ علم جو مقفل ہی اُس تک رسائی ممکن نہین اور اس سے انتقال اس امر کی طرف ہوتا ہی کہ اُس علم سے کوئی نفع نہین اُٹھا سکتا۔

انیس

مطبخ ہی سرد آگ کا اُس مین نہین ہی نام	بچے ہواے گرم سے بیتاب ہین تمام	

پہلا مصرع کنایہ ہی اس بات کی طرف کہ سب فاقے سے ہین کسی کو کھانا نہین ملا ہی یہان انتقال مطبخ کے سرد ہونے اور اُس مین آگ کا نام نہونے سے اس بات کی طرف ہوتا ہی کہ باورچیخانے مین ایندھن

بالکل نہین جلا ہی اور اُس سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہی کہ پکنے کے لیے چولھون پر کوئی چیز نہین رکھی گئی، ہی اور کسی چیز کے نہ پکنے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہی کہ سب فاقے سے ہین پس اُکی وبیشی وسائط کی وجہ سے مقصود پر دلالت مختلف ہوجاتی ہی اگر وسائط کم ہون تو دلالت واضح ہوتی ہے اور جو زیادہ ہون تو خفی ہوتی ہے۔

تیسری قسم یہ کہ کنایے سے کسی صفت کا اثبات یا نفی کسی موصوف کے واسطے مقصود ہو۔

اثبات کی مثال یہ ہی کہین کہ "فقر کا جامہ شیر کا ہی" یعنی فقیرون مین صفت شیر کی ہی اور یہ قدرت سے خالی نہین ہوتے یا جس وقت کوئی شخص کسی کی کمال حمایت اور رعایت کرے کہ ہر کلام اُسی کی بھلائی مین کہتا ہی تو کہین کہ یہ تو اُسی کا جامہ پہنے ہوے ہی" ایسے ہی تاریخ ہندوستان مؤلفہ مولوی ذکاءاللہ کی یہ عبارت ہے:۔ "حافظ رحمت خان شجاع الدولہ کی خدائی کا بے ایمان جانتا تھا اگر وہ قرآن کا جامہ پہن کر آتا تو بھی اُسے جھوٹا جانتا" قرآن کا جامہ پہن کر آنے سے مراد یہ ہی کہ صفت اتقاو پرہیزگاری سے متصف ہو کر آتا۔

میر

مت مانیو کہ ہوگا یہ بے درد اہل دین	گر آوے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا

اسی قبیل سے ہی ترجمہ تاریخ فرخ آباد کی یہ عبارت:۔

"بہادر خان چونکہ شجاعت کے باعث سب روہیلہ سردارون مین نمود رکھتا تھا یون اُٹھا پر کیا ایسے سردار دستار کے عوض زنانہ برقع کیون نہین پہن لیتے" زنانہ برقع پہن لینے سے مراد نامردی کا ثابت کرنا ہی

امانت

بتون کا نہ کلمہ پڑھا دوستو	امانت یہ فضل خدا ہو گیا

مثنوی سعدین

کلمہ اپنا ہی یہ پڑھاکے رہے	بول بالا مرا گھٹا کے رہے

اپنا کلمہ پڑھانا یعنی اپنا مطیع ومنقاد کر لینا۔

عشق کے ہین مقام سخت کڑے	ولہ	تجھکو بھرنے پڑینگے کچے گھڑے

کچے گھڑے بھرنا کنایہ ہی محال کام کرنے سے کیونکہ کچے گھڑے مین پانی ٹھہر ہی نہین سکتا۔

حالی

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر	تو کہا اُسپہ بجلی کا گرنا ہے بہتر

یعنی اُس کو مرجانا چاہیئے۔

سودا

روے نامحرم سے بہتر چشم کور	پر نہ دکھلائے خدا جز روے گور ہا

یعنی مرجائے۔

میر

اب کے جنون مین فاصلہ شاید نہ کچھ رہے	دامن کے چاک اور گریبان کے چاک مین

دونون چاکون مین فاصلہ نہ رہنے سے مراد یہ ہو کہ گریبان بہت پھٹ جائے۔

نفی کی مثال۔ جیسے اس فقرے مین کتاب توبۃ النصوح مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی کی بڑے بھائی نے کہا کہین گھر بھر نے متوالی کو دون تو نہین کھالی" یہ کنایہ اس امر کی طرف ہو کہ کسی مین عقل نہین رہی اسلیے کہ جب سب متوالی کو دون کھالین گے تو سب کو نشہ حاصل ہوگا اور نشے سے سب کی عقل زائل ہوجائے گی۔

حالی

غرض عیب کیجے بیان اپنے کیا کیا	کہ بگڑا ہوا یان ہے آوے کا آوا

آوے کا آوا بگڑا ہونے سے مراد یہ ہو کہ سب ایک ہی طرح کے ہین کسی کو تمیز وسلیقہ نہین یا کہا نہین مانتے سب نالائق ہین۔

انوار حسین تسلیم

باتین ایسی نکر تو اُوٹ پٹانگ	کہ کہین لوگ اسنے کھائی بھانگ

بھانگ کھانا ایسے محل مین کہتے ہین کہ کوئی امر نامعقول کا مرتکب ہو اور اُسکی قباحت اُس کے ذہن مین نہ آئے کیونکہ جب بھنگ پیئے گا تو اُس سے نشہ حاصل ہوگا اور نشے سے عقل زائل ہوجائیگی

آزاد آب حیات مین لکھتے ہین:-

مگر اس حمام مین سب ننگے تھے ان کے ہان بھی سوائے شہدپن کے دوسری بات نہین "اس حمام مین سب ننگے تھے کنایہ اس امر سے ہو کہ کسی مین تہذیب نہ تھی۔

بیان تعریض

اگر کنایے مین موصوف مذکور نہو تو اُسکو تعریض کہتے ہین طراز مین یحیی بن حمزہ بن علی نے لکھا ہے کہ تعریض یہ ہے کہ لفظ شے پر طریق مفہوم سے دلالت کرے نہ وضع حقیقی یا وضع مجازی کے طور پر جیسے کوئی

شخص پڑھے اور اُس پر عمل نہ کرے اُس وقت کہین وہ علم وہ ہی جو علم پر عمل کرے" اور مراد یہ ہو کہ شخص معلوم عالم نہین یا جیسے کوئی بادشاہ رعیت پر ظلم کرے تو کہین وہ بادشاہی اُسکو زیبا ہی جو رعیت کو آرام سے رکھے" مطلب یہ ہو کہ فلان بادشاہی کے لائق نہین یا کسی پر طعنہ زنی کے واسطے کہین کہ اُس زمانے کے یار آشنا کُش ہین" یعنی شخص معلوم ایسا ہے۔

بھرت رام چندر جی کا سوتیلا بھائی تھا جب اُنکے باپ نے اُنکو اپنی جگہ مسند نشین کرنا چاہا تو اُن کی سوتیلی مان کی کنیز نے جسکا منتھرا نام تھا اپنی بی بی سے جا کر یون کہا۔

خوشتر

زمانے مین یہ روشن ہے سبھون پر	کہ دشمن ہو برادر کا برادر
خصوصاً جبکہ ہووے بادشاہی	مقرر ہو برادر پر تباہی

مطلب یہ ہی کہ رام چندر جی بھرت کے دشمن ہین اور جبکہ اُنکو بادشاہی ہوگی تو بھرت پر تباہی آویگی

انوار حسین تسلیم

یہ تو سچ ہے کہ پارسا ہے تو	گندی پر چھوٹی تھی مری خوشبو
تھی چھڑی چوبدار کی مجھپر	تھی سواری سوار کی مجھپر
سدھور نگر پر میرے آتا تھا	نئی رنگت کے جوڑے لاتا تھا
کنگھی والون نے شلکے توڑے مرے	ہاتھ منہار نے مروڑے مرے
دی جلا مجھکو سان والے نے	جھنڈا گاڑا نشان والے نے
نوبتی کا مجھی کو تھا سودا	دل تھا اس کی ٹکور پر شیدا
مین کنواری کبڈی کھیلتی تھی	ڈنڈ لڑکون مین مین ہی بیلتی تھی

ان تمام اشعار مین موصوف مذکور نہین اور وہ مخاطب ہی بطور تعریض کے متکلم نے اپنی ذات کو ذکر کیا ہے۔

داغ

ہمین بدنام ہین جھوٹے بھی ہمین ہین بیشک	ہم ستم کرتے ہین اور آپ کرم کرتے ہین

یعنی آپ ہی بدنام ہین اور آپ ہی جھوٹے ہین اور آپ ہی ستم بھی کرتے ہین۔

قلق

وہ ظلم کرتے ہین ہم پر تو لوگ کہتے ہین	خدا بُرون سے نہ ڈالے معاملہ دل کا

مطلب یہ ہی کہ لوگ اُنکو بُرا جانتے ہین اور کہتے ہین کہ خدا اُن سے معاملہ نہ ڈالے۔

ظفر

مر جائیے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا | دنیا مین نہین کوئی مری جان کسی کا

یعنی تم ہمارے نہین ہو اور تمھین ہمارا دھیان نہین۔

ولہ

سوجھے ہی مجھے رونے سے دن رات کا اک دن | گھر دینگے ڈبو دیدۂ گریان کسی کا

یعنی میرا گھر ڈبو دینگے۔

خورشید

انگیا جو مسک گئی تو بولے | آنکھین پھوٹین جو دیکھتا ہو

یعنی جو تو دیکھتا ہو تو آنکھین پھوٹین۔

ناسخ

ناسخ نہین ہے کام مجھے عمر و بکر سے | بس جانتا ہون بعد نبیؐ بوتراب کو

یعنی مجھکو اصحاب ثلثہ سے کوئی غرض نہین۔

غالب

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیہ | سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

یعنی روے سخن ذوق کی طرف ہو تو روسیہ غالب نے جب سہرے مین یہ مقطع کہا۔

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین | دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

تو بہادر شاہ کو یہ خیال ہوا کہ اس مین ہم پر چشمک ہی کہ ہمنے جو شیخ ابراہیم ذوق کو اُستاد اور ملک الشعرا بنایا ہی یہ سخن فہمی سے بعید ہی بلکہ طرفداری ہی مرزا نے بادشاہ کا یہ خیال دُور کرنے کے لیے ایسا کہا ہی۔

رسوا

ہے زندگی کا لطف تبھی خضر خوش اوقات | جب ہاتھ مین ساقی کے صراحی ہو سبو ہو

یعنی تمکو زندگی کا لطف نہین کیونکہ تمھارے پاس یہ چیزین نہین۔

مومن

مین ہی تو رہا ہون کہین شب کو خوش و خرم | مین نے ہی تو کی بادہ کشی غیر سے باہم
میری ہی نظر سے تھا عیان نیند کا عالم | آتی ہی جمائی یہ جمائی مجھے ہر دم
انگڑائیان لیتا ہون یہ مین ہی تو بہم | میری ہی تو گردن مین پڑا جائے ہی کچھ خم

میری ہی تو آنکھون مین غضب نیند بھری ہی
مین ہی تو کہین رات کو بیدار رہا ہون
مین ہی تو مے وصل سے سرشار رہا ہون
ملک ہوس تازہ خریدار رہا ہون
میری ہی جبین ہی جو یہ گھٹنے پہ دھری ہی
مین ہی تو ہم آغوش طلبگار رہا ہون
مین ہی تو کف غیر سے میخوار رہا ہون
لذت دہ او باش ہوس کار رہا ہون

بدمستیان میری ہی تو آنکھون سے عیان ہین
میرے ہی تو ہونٹونپہ یہ دانتون کے نشان ہین

بیان تلویح

اگر کنایے مین لازم سے ملزوم تک مراد لینے مین واسطے بہت ہون تو اُسکو تلویح کہتے ہین جیسے ٹھنڈے چولھے والا کنایہ بخیل سے ٹھنڈے چولھے کو لازم ہی کھانا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو لازم ہی کسی مہمان وغیرہ کا نہ آنا اور اُسکا خود بھوکا مرنا اور خود بھوکا رہنے اور کسی مہمان کے نہ آنے سے بخل ثابت ہوتا ہی۔

سودا

الغرض مطبخ اس گھرانے کا
رشک ہے آبدار خانے کا

مطبخ کا رشک آبدار خانہ ہونا کنایہ ہی نہایت بخل سے کیونکہ آبدار خانہ ہونے کو آگ کا نہ جلنا لازم ہی اور آگ کے نہ جلنے کو لازم ہی کھانے کا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو یہ بات لازم ہی کہ صاحب مطبخ نہ خود کچھ کھاتا ہی اور نہ دوسون کو کھلاتا ہی اور اس سے بخل ثابت ہوتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی یہ شعر بھی۔

ولہ

شادی پہ شادی یان ہوئی ہی سدا
دستہ ہاون سے پر کبھو نہ بجا

بیان رمز

اگر کنایے مین واسطے بہت نہون لیکن تھوڑی سی پوشیدگی ہو تو اُسکو رمز کہتے ہین جیسے چھوٹے سر اور لمبی ڈاڑھی والا کنایہ ہے مرد احمق سے اور اُس مین لازم سے ملزوم تک بہت سے واسطے نہین ہین مگر کنایے مین تھوڑی سی پوشیدگی ہے جس کی وجہ سے ذہن کا انتقال ملزوم تک تامل کے بعد ہوتا ہے۔

مومن

بیٹھین لب آب جو یہ اک دم
پہونچا ئین سبو سبو پہ اِک دم

سبو پہ سبو پہونچانا کنایہ ہی کثرت میخواری سے۔

حافظ عبدالرحمن خان احسان

دخت رز سسکا میخانے مین شب ندوان تے	آج توخوب ہی خنکے تری سوگن کے گلے

یعنی بھنگڑخانے مین بھنگیرون نے خوب سبز پان گھونٹین۔

انیس

خاک اڑتی بھی نہر پہ حرم شیر خدا کے	تھاچین بہ جبین فرش بھی جھوکون سے ہوا کے

فرش کا چین بہ جبین ہونا کنایہ ہی سمٹ جانے سے۔

راجہ بینی بہادر

سیاہی ہو گئی گئی دل کی آرزو نہ گئی	ہمارے جامۂ کہنہ سے مے کی بو نہ گئی

جامۂ کہنہ سے شراب کی بو کا نہ جانا کنایہ ہے اس سے کہ بڑھاپے تک مے خواری کرتے رہے۔

بیان ایماو اشارہ

اگر کنایے مین واسطون کی کثرت نہو اور کچھ پوشیدگی بھی نہو تو اُسکو **ایماو اشارہ** کہتے ہین جیسے سفید ریش کے لفظ سے پیری کا سمجھنا اور یہ امر واضح ہی

حالی

جنھون نے مجسطی پہ ہین ڈیرے ڈالے	حواشی ہین تجرید کے سب کھنگالے

مجسطی پہ ڈیرے ڈالنا اشارہ ہی اُنکے مجسطی کی نہایت مزاولت کرنے سے اور تجرید کے حواشی کھنگالنا اشارہ ہی تجرید کے حواشی کی بخوبی تحقیقات کرنے سے۔

جو اُنکا دن رات کی دل لگی تھی	ولہ	شراب اُنکی گھٹی مین گویا پڑی تھی

شراب کا گھٹی مین پڑا ہونا اشارہ ہی ابتداے عمر سے نہایت شرابخواری مین مبتلا رہنے سے۔

ولہ

ہوئی ترکی تمام خاتون کی	کٹ گئی جڑ سے خاندانون کی

یہ اشارہ ہی اُنکی آبرو اور ثروت باقی نرہنے سے۔

میر

شرکت شیخ و برہمن سے میر	اپنا کعبہ جدا بنائین گے ہم

اپنا کعبہ جدا بنانا اشارہ ہی سب سے علاحدہ رہنے سے۔

حالی

یارون کو کرتی اغیار تو ہے | جلواتی گھر گھر تلوار تو ہے

گھر گھر تلوار جلوانا اشارہ عداوت اور جھگڑا پیدا کرنے سے۔

ولہ

لائق نہین تمھارے مژگان خون نگاہان | مجروح دل کو میرے کانٹون مین مت گھسیٹو

کانٹون مین گھسیٹنا اشارہ ہی ایذا رسانی سے۔

انیس

توڑا ہے علمدار کے ماتم نے کمر کو | چھوڑا ہے جو اُس بیٹے نے پیری مین پدر کو

کمر کو توڑنا اشارہ ہی صدمۂ عظیم پہونچانے سے۔

دبیر

خورشید نے دیکھا ہو نہ سایہ جس کا | عدھا وہی زینب سر بازار پھرے

خورشید کا سایہ نہ دیکھنا اشارہ ہی نہایت پردہ پوشی سے۔

ظفر

کھلی جو اُس بت بے مہر کی جھلک سے پلک | نہ ذرہ بھر کبھی میری لگی پلک سے پلک

پلک سے پلک نہ لگنا ایما ہے نیند نہ آنے سے۔ **فائدہ** العمدہ فی صناعۃ الشعر و نقدہ مین جو لکھا ہے کہ اشارہ کے اقسام سے حذف اور ایہام اور کنایہ اور تعریض اور ایما اور رمز ہے اور نہایت خفی اشارہ پہیلی اسوقت اشارہ آواز کے مقابل سمجھنا چاہیے نہ اشارہ مصطلح۔

تتمہ

علماے بلاغت کا اس امر پر اتفاق ہی کہ مجاز حقیقت سے اور کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہی اور استعارہ تشبیہ سے قوی ہی مجاز کے حقیقت سے اور کنایے کے تصریح سے زیادہ بلیغ ہونے کی وجہ یہ ہی کہ مجاز مین ملزوم سے لازم کی طرف انتقال کیا جاتا ہے مثلاً کوئی کہے کہ مین نے چاند کو دیکھا اور مراد اُس سے معشوق ہو تو یہ کہنا اس کہنے سے زیادہ بلیغ ہوگا کہ مین نے معشوق کو دیکھا اسلیئے کہ پہلا قول مثل ایسے دعوے کے ہی جسکے ساتھ گواہ موجود ہو کیونکہ ہر ملزوم کا وجود اپنے لازم کے ہونے پر گواہ ہی یعنی ملزوم کا ہونا لازم کے ہونے کو چاہتا ہی یہ نہین ہو سکتا کہ ملزوم ہو اور لازم نہو بخلاف اسکے کہ مین نے معشوق کو دیکھا کہ مثل ایسے دعوے کے ہی جسکے ساتھ گواہ نہو اور جس دعوے کے ساتھ گواہ موجود ہو وہ اُس دعوے سے بدرجہا ترجیح رکھتا ہے

ساتھ گواہ نہ ہو۔
استعارے کے تشبیہ سے قوی ہونے کی وجہ یہ ہی کہ وجہ شبہ مشبہ بہ مین مشبہ سے زیادہ کامل ہوتی ہے اور استعارے مین مشبہ کے بعینہ مشبہ بہ ہونے کا دعوے کرتے ہین یعنی معشوق کے بعینہ چاند ہونے کا دعوے کرتے ہین اور اُسکے الفاظ تشبیہ پر بھی دلالت نہین کرتے اور ایک قرینہ ایسا ہوتا ہی کہ معنی موضوع لہ کے مراد نہونے پر دلالت کرتا ہی پس یہ امر ایسے دعوے کی طرح ہوا جس کے ہمراہ گواہ موجود ہو۔

تیسرا شہر علم بدیع کے احوال مین

بدیع ایک علم یعنی ملکہ ہی جس سے چند اُمور ایسے معلوم ہوجاتے ہین جو خوبی کلام کا باعث ہوتے ہین مگر اول اس بات کی رعایت ضرور ہی کہ کلام مقتضاے حال کے مطابق ہو اور اُسکی دلالت مقصود پر خوب واضح ہو کیونکہ ان دونون خوبیون کے بعد ہی کلام مین محسنات سے حُسن وخوبی آسکتی ہے ورنہ بغیر ان اُمور کی رعایت کے علم بدیع پر عمل کرنا ایسا ہی جیسے بدشکل عورت کو عمدہ لباس اور زیور پہنا دینا اسوجہ سے اس علم کا مرتبہ علم معانی و بیان کے بعد سمجھا گیا ہے بلکہ بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ کوئی علم مستقل نہین اُنھین کے ذیل مین داخل ہی مگر یہ قول اُن کا تحقیق کے خلاف ہی اسلیے کہ اس علم کے رُتبے کے تاخر سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ مستقل ایک علم نہو اگر ایسا ہی سمجھا جائے تو بہت سے علوم ایسے نکلین گے کہ اپنے مراتب کے تاخر کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ علم نہ رہین گے اس تقریر سے علم بدیع کا موضوع اور غرض اور غایت اچھی طرح روشن ہوگئی خیر البلاغت کے ایک رسالے مین لکھا ہے کہ علم بدیع وہ ہے جس سے کلام بلیغ کی عارضی خوبیون کا حال معلوم ہوجاتا ہے اس کا موضوع کلام بلیغ ہے اپنی خوبیون کے اعتبار سے غایت اسکی یہ ہی کہ ذہن کلام کی عارضی برائیون سے محفوظ رہے انتہی اور سیوطی نے اتمام الدرایہ مین کہا ہی کہ بدیع سے کلام کی خوبی بعد رعایت مقتضاے حال اور وضوح الدلالۃ یعنی تعقید سے خالی ہونے کے معلوم ہوتی ہے اور منفعت اسکی یہ ہے کہ کلام مین ایسی خوبی پیدا ہوجائے کہ کانون کو بھلا معلوم ہو اور دل مین اثر کرجائے اول جس نے اُن قواعد کا نام علم بدیع مقرر کیا عبد اللہ بن معتز عباسی ہی کہ ۲۷۴ھ ہجری مین اُسنے علم بدیع کے قواعد اختراع کرکے ایک مستقل علم مقرر کیا۔ اسنے ایک کتاب مین سترہ قسم کی صنائع لکھی تھین پھر پچھلے آنے والے اُس پر اضافہ کرتے گئے۔ اس علم کو علیحدہ اس لیے مقرر کیا ہی کہ یہ بھی ایک بڑے کام کی چیز ہے

اگرچہ علم معانی اور بیان سے کلام مین حُسن ذاتی آجاتا ہی اور اُنکے ہوتے ہوے محسنات بدیعی کی تحصیل کی کوئی حاجت نہ تھی لیکن انشاپردازون نے کلام مین حُسن عارضی کی طرف بھی توجہ کی ہے اسلیے کہ اچھی چیز اگر مزیّنات سے خالی ہو تو اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ بعض کوتاہ فہم اُسکی ذاتی خوبیون کی تفتیش نہین کرتے اور اسلیے اُس سے فائدہ حاصل نہین کر سکتے اسکے بعد غور کرو کہ زائد خوبیان یا تو اصالۃً معنوی خوبیون کی طرف راجع ہوتی ہین گو بالاتباع لفظی خوبیون سے خالی نہین ہوتین یا لفظی خوبی کی طرف اصالۃً راجع ہوتی ہین پہلی صورت مین **معنوی**۔ کہتے ہین اور دوسری صورت مین **لفظی**۔

نثاری نے رسالہ چہار گلزار مین جو زبان فارسی کے قاعدون کے بیان مین ہی تھوڑی سی قسمین صنائع لفظی و معنوی کی بھی بیان کی ہین اور عجب خلط مبحث کیا ہی کہ لزوم مالایلزم اور تضمین المزدوج اور متلون اور مسمط اور مقطع وغیرہ صنائع لفظی کو صنائع معنوی مین ذکر کیا ہی حالانکہ کسی صاحب رسالہ نے ان صنعتون کو صنائع معنوی مین نہین لکھا اور کیونکر لکھتے کہ یہ سب صنعتین صنائع لفظی سے ہین ہان اگر نثاری گل اول صنائع لفظی مین اور گل دوم صنائع معنوی مین نہ قرار دیتا تب بھی ہم کہہ سکتے تھے کہ اُس نے صنعت کی قسمین بے ترتیب بیان کی ہین جیساکہ اکثر چھوٹے رسالے والون نے کیا ہی قطع نظر اسکے اُس رسالے کے اکثر مسائل غلط ہین اور بہت سی جگہ سہو و غلطی واقع ہوئی ہی جو نوآموزان مکتب فرہنگ سے بھی نہایت بعید ہی اس تقریر سے ہمارا یہ منشا نہین کہ نثاری پر خواہ مخواہ اپنی طرف سے عیب چپکا دین جیساکہ سید وارث علی نے کیا ہی بلکہ جو بات اصلی ہوتی ہی وہ منصفانہ بیان کی جاتی ہی چنانچہ اُس رسالے کے ملاحظے سے یہ بات ہر ایک پر واضح ہو سکتی ہے۔

الغرض اس شہر مین دو باغ ہین ایک باغ صنائع لفظی کے بیان مین دوسرا صنائع معنوی کے ذکر مین وجہ تقدیم صنائع لفظی کی صنائع معنوی پر یہ ہی کہ اول لفظ سُننے مین آتے ہین پھر معانی سمجھے جاتے ہین بعض مصنفین نے اسکے برخلاف معنی کو الفاظ پر تقدیم دے کر اول صنائع معنوی کو بیان کیا ہی پھر صنائع لفظی کو کیونکہ مقصود اصلی اور غرض اولی معانی ہین اور الفاظ اُن کے توابع و قوالب ہین۔

فائدہ اگر شعر مین کئی صنعتین مختلف ہون تو اُسے صنعت مرکب کہتے ہین اور غایت علم پارسی بھی نام رکھا ہے۔

پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان مین

صنعت تجنیس وہ ہی کہ دو لفظ تلفظ مین مشابہ ہون اور معنی مین مغائر اور اسکی کئی قسمین ہین۔ (۱) تجنیس تام اور وہ یہ ہی کہ دو لفظ انواع حروف اور اعداد حروف اور ترتیب حروف اور حرکات وسکنات مین متفق اور معنی مین مختلف آئین صلاح الصفدری جنان الجناس مین کہتا ہی کہ جناس کامل اور جناس معنوی یہی ہی اور اس کا مرتبہ سب اقسام جناس مین اعلی ہی پس اگر تجنیس کے دونون لفظون کی نوع علٰحدہ ہو یعنی ایک اسم ہو ایک فعل یا ایک اسم ہو اور ایک حرف یا ایک فعل ہو اور ایک حرف تو تجنیس تام مستوفی کہتے ہین جیسے پاٹ ایک جگہ امر ہو مصدر پاٹنا سے اور یہ فعل ہے اور ایک جگہ پاٹ اسم ہو چکی کے پاٹ یا دامن کے پاٹ کے معنے مین۔

حسرت

جب سیر گلستان کو وہ شوخ گیا تڑکے	دل چاک ہوا گُل کا غنچے کے جگر تڑکے

پہلے مصرع مین تڑکے صبح کے معنی مین ہی اور دوسرے مصرع مین ماخوذ ہی تڑکنے سے یعنی ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔

انشا

کہا دل نے مرے دیکھی جو وہ مانگ	کہ ہی یہ رات آدھی کچھ دعا مانگ

پہلے مصرع مین لفظ مانگ اسم ہی اور دوسری مین فعل امر۔

شاہ حاتم

جب سنا موتی نے تجھ دندان کے سوتی کا بہا	آب مین شرمندگی سون ڈوب جون پانی بہا

پہلا بہا اسم ہی اور دوسرا بہا فعل ماضی۔

امانت

آبداری سے جو ملحوظ نظر آیا وہ گلا	رشک کی برق سے کیا جسم صراحی کا گلا

اول مصرع مین گلا اسم ہی اور دوسرے مصرع مین فعل۔

رنگین

یکبیک گھبرا کے وہ اٹھا پکار	مار تیرے ہاتھ مین ہے اسکو مار

پہلا لفظ مار اسم ہی اور دوسرا فعل امر۔

حسن

کئی دن تیرے چھپ رہنے مین اشک آنکھون سے برسا ہے	نکل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب ترسا ہے
خدا نا ترس کیا کافر ہی دل تیرا کہ کیا کیجیے	نہ ایسا گبر کوئی ہے نہ ایسا کوئی ترسا ہے

پہلے شعر کے دوسرے مصرع مین ترسا ماضی ہی ترسنے کی اور دوسرے شعر مین اسم ہی نصارے کے معنے مین۔

ناسخ

بس نہ ترسا بہت ای کافر ترسا مجھکو	لب جان بخش دکھا بہر مسیحا مجھکو

ظفر

جگر کے داغ پہ اشکون کو ہینے ریل دیا	کہ یعنی جلتا نہین ہے بغیر تیل دیا

پہلا دیا ماضی ہی اور دوسرا دیا اسم ہے۔

خیراتی خان دلسوز

سب سہین گے ہم اگر لاکھ برائی ہوگی	پر کہین آنکھ لڑائی تو لڑائی ہوگی

پہلا لفظ لڑائی ماضی ہی اور دوسرا اسم۔

رحمت اللہ مجرم

چمن مین کسنے اکی نگاہ ڈالی آج	جو کھل کھلاتی ہی گل کی ہر ایک ڈالی آج

پہلا لفظ ڈالی ماضی ہی اور دوسرا اسم ہی۔

محمد اکبر اکبر

لازم ہی رحم بلبل شیدا کی جان پر	فصل بہار ہے نہ کتر باغبان پر

انیس

خیبر مین کیا گذر گئی روح الامین پر	کاٹے ہین کس کی تیغ دو پیکر نے تین پر

دونون شعرون کے پہلے مصرعون مین لفظ پر حرف ہی اور دوسرے مصرعون مین اسم ہی۔
اور اگر دونون لفظ ایک نوع سے ہون تو **تجنیس تام مماثل** کہتے ہین جیسے لفظ کل ایک جگہ بمعنی آرام و قرار اور دوسری جگہ بمعنی دیروز و فردا ہو۔

امانت

قرار سوز جگر سے بھلا مجھے کب ہی	تڑپ تڑپ کے گذاری فراق کی شب ہے

ہوا ہے کل سے بھی کچھ درد کل نہیں اب ہے | خدا ہی خیر کرے آج رنگ بے ڈھب ہے
تپک رہا ہے کئی دن سے آبلہ دل کا

ظفر

آدمی کہتے ہیں جس کو ایک پتلا گل کا ہے | پھر کہاں کل اسکو گر کل ہو ذرا بگڑی ہوئی

قلق

اسقدر زیست سے ہوا ہون تنگ | ہو گیا ہے پلنگ مثل پلنگ

جانصاحب

وصف مین چوٹی کے اک شعر نہ چوٹی کا کہا | جانصاحب نے بکی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی
کہتا ہی جو یاقوت زبان لال ہو اسکی | ولہ | گویا ہین مرے یار کے لب لال کی صورت

ناسخ

خط کے آغاز مین گر مجھ سے ہوا صاف تو کیا | لطف تب تھا کہ صفائی مین صفائی ہوتی

شایان

طلائی وہ بُندہ پڑا کان مین | زر خالص ایسا کہان کان مین

مثنوی سعدین

کبھی دیکھے سُنے نہ ایسے کان ہا | لکھون کانون کو نازکی کی کان

گویا

حروف سے خط مسطر ہون جیسے پوشیدہ | اسی روش سے روش زیر سایہ پنہان ہے

نظیر

وہ نیچی کافر سیاہ پٹی نہ دل کے زخمون پہ باندھی پٹی | پڑھی ہی جسنے کہ اُسکی پٹی وہ پٹی سے سر پٹک رہا ہے

داغ

سمندر مین سمندر ہون صدف مین ہون شرر پیدا | جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری

وزیر

خط عاشق سے جو نفرت تھی نکل آیا خط | کونسا جرم ہے جسکے لیے تعزیر نہین

آغا حسن انزل

اُسکو حجاب وصل مین بھی اسقدر رہا | محرم سے ہونے پائے نہ محرم تمام شب

عالم علیخان مست

بوسہ لیا ہے یار کی انگیا کے پان کا | اکھایا ہے آج پان نئے خاصدان کا

وحید الدین خان فرد

وہان چھائی ہے گدرائی سنو کیونکر یہان کھٹکا | درخت یار ور مین باندھتا ہی باغبان کھٹکا

ذوق

ماہ گہنے کے لیے ہے نہ کہ گہنے کے لیے | تیرے کنٹھے کا کہون کیا اُسے زیبا گوہر

پہلا گہنا خسوف ہونے کے معنی مین مصدر ہی اور دوسرا گہنا زیور کے معنی مین اسم جامد ہی

عبد اللہ خان مہر

یہ شان ناز کی ہے کہ شانہ اُتر گیا | آیا اُتر کے زلف سے جب شانہ دوش پر

حکیم میر محمدی ظاہر

مہر کی جس پر نظر کی مہر سان چمکا دیا | آپ چاہا جب تو جلوہ ذرے مین دکھلا دیا

انشا

نیاز و ناز کے عالم مین سب اُنکے کڑے بولے | اگر پانون پڑے چھوٹو گے اگر تم یان کڑے بولے

پہلے کڑے زیور کا نام ہی اور دوسرے کڑے سخت کے معنی مین۔

مومن

یوسف سے عزیز کو کئی سال | زندان عزیز مین پھنسایا

نسیم

بہرام ہے تو ارے وہی چور رہا | رہ تجھکو بتاؤن سحر سے گور
بد بین سمجھے کے گور کا نام رہا | نیچرہ اک لائی وہ گل اندام

پہلا لفظ گور صحرائی خر کے معنی مین ہی جیسے گور خر بھی کہتے ہین اور دوسرا لفظ گور قبر کے معنے مین ہی۔
(۲) تجنیس مرکب یعنی تجنیس کے ایک لفظ کو دو کلمون کی ترکیب سے حاصل کرین اور ایک لفظ مفرد ہو اور یہ دو حال سے خالی نہین اگر کتابت و خط مین موافق ہون تو تجنیس مرکب متشابہ کہین گے جیسے۔

ایاز محمد خان بھوپالی

قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم | حسرت یہ رہی جی ہی کی جی مین گئے مرہم

حسرت

روٹھے ہوئے جاتے ہو ہم سے جو تم اب لڑکے | ہم بھی نہ ملینگے پھر سُنتے ہو میاں لڑکے

امانت

دھیان آتے ہین مجھکو ترے جوبن کے برابر | معشوق یہان آتا ہے جوبن کے برابر

میر حسن

فقط موتیون کی پڑی پائے زیب | کہ جسکے قدم سے گھر پائے زیب

انیس

خالی نہ گیا وار کوئی تیغ دو سر کا | ہاتھ اُڑ گئے گر پائون بچا سر کوئی سر کا

رافت

لب لعل وہ رشک یاقوت بھتے | پیئے جان عشاق یاقوت بھتے

مجبور

باتین دیکھ زمانے کی جی بات سے بھی کہلاتا ہے | خاطر سے سب یارون کی مجبور غزل کہلاتا ہے

پہلا لفظ کہلاتا ہی کاہلی کرتا ہے کے معنے مین ہے۔
اور اگر خط وکتابت مین مخالف ہونگے تو تجنیس مرکب مفروق بولینگے مثال اسکی۔

لمؤلفہ

کچھ ہمکو نظر یار کا دل آتا ہے میلا | ساقی تو صفائی کے لیے شیشہ مے لا

پہلے مصرع مین میلا لفظ مفرد ہی اور دوسرے مصرع مین مرکب ہی لفظ مے بمعنی شراب اور لا صیغہ امر سے

ذوق

کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات | یقین ہے صبح تک دے گی نہ جینے

پہلے مصرع مین لفظ جی نے مرکب ہے اور دوسرے مصرع مین جینے لفظ مفرد ہے یہ
پھول بیتارے کا شعر ہے ؎

اے یار جو کوئی کسی کو کلیا دے گا | یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پاوے گا

نواب بر علیخان زائر

کیونکر نہ ہو منکر بدیہی ۴ | دل مین ہے بھری ہوئی بدیہی

پہلے مصرع مین لفظ بدیہی مفرد ہی اُس چیز کے معنی مین جسکا علم فکر پر موقوف نہ ہو اور دوسرے

مصرع مین بدی ہی مرکب ہی بدی اور لفظ ہی سے جو حصر کا فائدہ دیتا ہے۔
اسی کے قریب امثلہ ذیل ہین۔

انشا

وہ جو کھاتے ہین پان مین زردا ۔ گھس گئی اُن کے کان مین زردا

پہلے مصرع مین زردا تنباکوے خوردنی کے معنی مین ہی اور یہ لفظ مفرد ہی اور دوسرے مصرع مین زردا اور آدو لفظ ہین آ صیغۂ ماضی مطلق ہے اور زرد اس کا فاعل ہے زرد سے مراد پیلی بھڑ ہے

عزیز

آہو تو بھلا کیا ہے چکارہ ہے چکارہ ۔ دنیا مین کسی کی بھی نہین تجھ سے بچی آنکھ

مومن

وان سے جواب صاف ہی لائی ۔ بات بنائی پہ نہ بن آئی

رافت

وہ لب شیرین تھے جنکے آگے نبات ۔ انجل اس قدر ہو کہ آوے نہ بات

میر

نہ قشقل نہ سلتی نہ سرخاب ہے ۔ تمام اُنکے منھ سے سُرخ آب ہے

جرأت

کل آئی دل کو جو آئی تری کلائی ہاتھ ۔ خفا ہو مجھ سے چھڑاتا ہے کیون میان ہو جا

میرامن

خواہ تم پانون گھسو یا کہ رکھو سر پہ سجود ۔ بات پیشانی کی جو کچھ ہی سو پیش آئی ہے

دبیر

سوے صف آئی کرے صفائی روان ہوئی ۔ تن مین سمائی دل مین در آئی روان ہوئی

ولہ

صادق مثال شمس و قمر کی نہ آئی نہ ۔ کیا تاب کہ تو دیکھ جو بر رو ہو آئینہ

ولہ

ہوتی جو سیر یہ تو نہ کٹتے سر پر اُس کے ۔ پر حیف کہ پر تھے نہ بزیر سپر اُس کے

اگرچہ ان امثلہ مین غور کرنے سے اعداد حروف کے اعتبار سے بظاہر فرق معلوم ہوتا ہی مگر ہم نے بوجہ اسکے کہ تلفظ مین دونون لفظ ایک سے معلوم ہوتے ہین یہان لکھدیا ہے۔

(۳) تجنیس مرفو – وہ یہ ہے کہ ایک لفظ مفرد ہو اور دوسرا لفظ کسی دوسرے کلمے کے جزسے مرکب ہو بخلاف تجنیس مرکب کے کہ اُس مین ایک لفظ مفرد ہوتا ہے اور دوسرا متجانس پورے دو کلمون سے مرکب ہوتا ہی مثال تجنیس مرفو کی ۔

امانت

سینہ وہ سینہ کہ دیکھے تو تڑپ جائے بشر	ایسے سینے نہین دیکھے ہین کسی نے سن بھر

لفظ کسی کا لفظ (سی) لفظ (نے) سے ملکر متجانس سینے کے ہوا۔

عبرت

ہجوم اُس آستان پر مردمک کا	نہ ہو کیونکر کہ ہے وہ حشر دمکا

شاہ حاتم

ان سیم برون کے ساتھ سونا معلوم	قسمت مین لکھی ہی خاک سونا معلوم
حاتم افسوس دی وامروز گذشت	فردا کی رہی امید سونا معلوم

دبیر

غل تھا کہ اب مصالحت جسم وجان نہین	تو تیغ برق دم کا قدم درمیان نہین

لفظ برق کا قاف دم سے ملکر قدم کا متجانس ہوا۔

فائدہ یاد رکھو کہ یہ تینون بھی تجنیس تام کی قسمین ہین پس تجنیس تام کی کل پانچ قسمین ہونگی اور چونکہ اس مین دونون لفظون کا حقائق اور اعداد اور ہیئت مین متفق ہونا ضرور ہے پس اس وجہ سے تراب کا یہ شعر سے

گر دلی ہو یا لکھنؤ یا شہر بنارس	جس شہر مین الفت نہو وہ تو ہے بنارس

تجنیس مرکب متشابہ مین داخل نہوسکیگا کیونکہ مصرع اول مین بنارس ایک شہر کا نام ہی بائے موحدہ کے فتح سے اور دوسرے مصرع مین بنارس سے مراد بے لطف وغیرہ ہی۔

اور اس مین بائے موحدہ مکسور ہی پھر مرکب ہی لفظ بنا اور لفظ رس سے پس یہ دونون لفظ ہیئت حروف یعنی حرکات وسکنات مین متفق نہین ۔

(۴) تجنیس خطی یعنی دو لفظ متجانس بغیر رعایت نقاط وحرکات وانواع حروف کے مشابہ

شکل مین واقع ہون جیسے مشکین اور مسکین اور خط وخط اور زر اور رز اور غرق اور عرق -

انشا

لی چٹکیے مین نے جبکہ اُسکے چٹکی | بولی کہ پڑے جان پہ تیرے بٹکی

مقصود بالتمثیل چٹکیے اور چٹکی ہے -

ہوس

کوئی قطعۂ خط سے حظ اُٹھاتا | جون حرف غلط یہ مٹ ہی جاتا

دبیر

منھ غرق عرق دیکھکے خورشید ہوا تر | ابرو سے ٹپکتا ہی پڑا تیغ کا جوہر

سید درویش ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اُٹھانے کے ہم ذرا | ثروت نباہ ہی یہ اُس آفت پناہ کی

مقصود بالتمثیل نباہ اور پناہ ہے -

بیدار

کسو کو کس سے مین پوچھون نشان خانۂ دوست | کہ آشیانۂ عنقا ہی آستانۂ دوست

آشیانہ اور آستانہ مین تجنیس خطی ہے -

حالی

شیخ اور رند لہ سنج شوخ مزاج | رند اور مرجع کرام و ثقات

شیخ اور شیخ مین تجنیس خطی ہے -

شایان

خرابہ مین خزانہ جو ملا ہے | وہ صرف میکدہ ہو تو بھلا ہے

دبیر

تیاری تیغ و تبر و تیر ہوئی ہے | تدبیر گرفتاری شبیر ہوئی ہے

تبر و تیر مین تجنیس خطی ہے -

داغ

تلافی ہوگئی عسرت کی عشرت ای زہے قسمت | مبدل ہوگئی آسانیون سے میری دشواری

عسرت و عشرت مین تجنیس خطی ہے -

ذوق

شمیم عیش سے ہی یہ زمانہ عطراگین | کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

عنبر اور عبیر مین تجنیس خطی ہے ۔

ظفر

کھل گئی ہم پر کہ رندون سے کہین بگڑی ہے آج | سر پہ ہی پگڑی جو تیرے زاہدا بگڑی ہوئی

بگڑی اور پگڑی مین تجنیس خطی ہے ۔

نحیف

وہ گرمی نظر سے پسینے مین تر ہوے | مین غرق ہوگیا عرق انفعال مین

(۵) تجنیس محرّف اور وہ یہ ہی کہ دونون لفظ بہمہ وجوہ نوع اور عدد اور ترتیب حروف مین مشابہ ہون لیکن ہیئت یعنی حرکات و سکنات مین مخالف واقع ہون اور اسکو بعض تجنیس ناقص بھی کہتے ہین جیسے بیر بالکسر بمعنی میوۂ معروف اور بیر بالفتح بمعنی عداوت ۔

تراب

گر دلی ہو یا لکھنؤ یا شہر بنارس | جس شہر میں الفت نہو وہ تو ہی بنارس

احسان

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے | وگرنہ یاد تھیں ہمکو شکایتین کیا کیا

یہ اُس وقت مین ہی کہ گلے کی جمع یا سے لکھی جائے ۔

انیس

صدمون مین علاج دل مجروح بہی ہے | ریحان ہی بہی رَوح بہی رُوح بہی ہے

نسیم لکھنوی

مشکین زلفون سے مشکین کسوا دو | اُن کالے ناگون سے مجھکو ڈسوا دو

ناسخ

جب تک نہ آب پاک دہان نبی بیا | اس شیر کے نہ دل مین خیال آیا شیر کا

یہ بھی نہ پوچھا کبھی صیاد نے | کون رہا کون رِہا ہو گیا

علی احمد علی تخلص

چھوٹی ہے گالیون پر تری کس قدر زبان | چھوٹے سے منہ مین ہی یہ بڑی فتنہ گر زبان

نسیم دہلوی

مین تو کیا ہون کاروان کے کاروان ہونگے اسیر
بندہ لاکھون کو کرے گا آج بُندہ کان کا

کرم خان متخلص بہ کرم رامپوری کی ساری غزل اسی صنعت مین ہی جسکا مقطع یہ ہی ؎

ترے قدمون پہ جو گرا کرم تو یہ بوڑھی تھمہ پہ تمہارے ہین
ہوئی ریش سن بالخیر سن مجھے بھائے سُن ترے گھونگرو

پہلا سَن مفتوح الاول دوسرا مکسور الاول تیسرا مضموم الاول ہے۔

(۶) **تجنیس زائد و ناقص** یعنی ایک لفظ متجانس مین دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہو اور دوسرے مین کم۔ اسی سبب سے اسکو تجنیس زائد و ناقص کہتے ہین اور یہ تین حال سے خالی نہین یا اول مین کوئی حرف زیادہ یا کم ہوگا جیسے بات و نبات یا درمیان مین کمی اور بیشی ہوگی جیسے گل اور گال دم اور دام یا آخر مین جیسے جاہ اور جاہا اور پیمان اور پیمانہ۔

جیسے یہ شعر برشتہ تخلص شاگرد بھورے خان آشفتہ کا ؎

رشتہ توڑا برشتہ اُلفت کا
دیکھ اُسنے شکستہ حال ہین

ناسخ

یون نہ باتین چبا چبا کے کرو
مہربان بات ہے نبات نہین

آذر

باریک بال سے بھی ہی تیری کمر میان
ہوگا وبال زلف بڑھانی کمر کمر

ضامن

ترنج اسلیے ہی ترش اُس مین بھی ہے رنج
برنج خور بھی ہوتے ہین بتلائے رنج

دبیر

آزردہ جو تھی تیغ علی زندہ کے دم سے
دم ہو گیا اسوقت جدا لفظ عدم سے

ولہ

عارض سے بدر ہو وے معارض یہ کیا مجال
ابرو سے بڑھکے شہر بدر ہوا بھی ہلال

میر

گھول کر بال سادہ رو لڑکے
خلق کا کیون وبال لیتے ہین

داغ

جراحت کے عوض راحت ہوئی اس دور مین پیدا
بنا مرہم دل افگاران غم کا چرخ زنگاری

احمد خان غفلت رامپوری

جووان کا قطرۂ آب زلال لال پیئے | اگر وہ شرق مین بولے تو ہووے غرب مین شور

حالی

گلہ بانی کے لیے پایا جو ایماے شعیب | بکریان اُسنے چرائے من نہ سمجھا کچھ عیب

لمؤلفہ

جل گیا آتش فرقت سے تنِ زار تمام | حیف تو بھی نہ ہوا میرا یہ آزار تمام

دوسری قسم کی مثال۔

امانت

میرے نالون نے رقیبونکو جتایا راز عشق | شور کر کے کوچۂ جانان مین شر پیدا کیا

آتش

ٹپکا کے زخم ہجر پراے ترک کیا کرین | خالی ہین تیل سے ترے چہرے کے تل تمام

مثنوی نلدمن اُردو مؤلفہ راحت

ز بس رہتا ہے ہمدوش الم وہ | ہوا ہے نل سے اب نال قلم وہ

میر

نہ دو روز رکچھ نہ تھا تو ہارے میر | کس بھروسے پہ آشنائی کی

ناسخ

غیب سے آ کے طائر دیکھنا ہون گے اسیر | کھا کے بل ہوے کمر بنتا ہی پھندا بال کا

برق

وصف کس منھ سے کرون اُس ابروے خمدار کا | پھول سے ہلکا ہی پھل قاتل تری تلوار کا

مومن

ہم نکالین گے سُن اے موج ہوا بل تیرا | اُسکی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

ظفر

لال ہو جو نہین منھ ہے چمن مین گل کا | سیلی باد صبا سے ہی لگی گال پہ ضرب

درد

سلطنت پر نہین ہے کچھ موقوف | جسکے ہاتھ آئے جام سو جم ہے

غالب

دیر نہین حرم نہین در نہین آستان نہین | بیٹھے ہین رہ گذر پہ ہم کوئی ہمین اُٹھائے کیون

حسرت

ہندو بچہ وہ بُت برہمن خود کام | زنّار سے باندھ لیچلا حسب آرام
ہین نے کہا رم مجھسے نکر رام ہو تک | کہنے لگا کیا چیز ہے رم جانے رام

رام اور آرام پہلی قسم کی مثال ہین اور رم و رام دوسری قسم کی اور دونون رام تجنیس تام کی مثال ہین

تیسری قسم کی مثال یہ فقرہ کتاب الف لیلی اُردو مترجمہ منشی عبدالکریم لکھنوی کا شہزادہ امین امینہ کو بڑے اعزاز و اکرام سے لیگیا۔

ناسخ

میکدہ تک محتسب کو میکشو آنے تو دو | دیکھکر پیمانے کو پیمان شکن ہوجائے گا

ولہ

اُڑ نہین سکتی تری انگیا کی چڑیا اس لیے | جالی کی کُرتی کا اُسپرے پر یہ وجال ہے

حیدر را

تیرے عارض سے خاک ہو ہمسر | عارضی حُسن ماہ کامل کا

گلزار نسیم

اس نام کے اس لقب کے صدقے | اس نامے کے اس طلب کے صدقے

خواجہ وزیر

پریزادون نے مٹی دی جو مجھکو بعد مرنیکے | کوئی تختہ لحد مین ہی مگر تخت سلیمان کا ہی

ولہ

ہاتھ منھ پر رکھکے وہ گُل کھل کھلا کر ہنس پڑا | ہل گئے موتی سے دندان موتیا کے ہار ہین

صفیر

ہر رنگ قطرۂ صہبا ٹپک کر خوشے گرتے ہین | نگاہ قہر سے کسنے چمن مین تاک کو تاکا

امانت

ہوتا منھ دھوکے جو دریا سے روان وہ گُل تر | بلبلے شور و فغان صورت بلبل کرتے

جرکین

خیال زلف بتان مین جو پیچ کھاتے ہین | مڑوڑے ہو ہو کے پیچش کے دست آتے ہین

قلق

سر کا کے زلف چہرے سے ابرو دکھاتے ہین | ہوتی نہین ہی ابر مین رویت ہلال کی

نیاز

روان آنکھون سے ہی سیلاب گلگون | اکہی چشم ہے یا چشمۂ خون

شاداب

شب مہ مین جو افشان آپ چن کر بام پر آئین | قمر غیرت سے ڈوبے انجمن انجم کی برہم ہو

ذوق

مارے گر سیلی وہ زلف پہ عرق | جھڑ پڑین وندان وہان مارکے

آباد

اوصاف سلک گوہر وندان یار مین | درہو کے لفظ درج دہن سے نکل گیا

بعض اس قسم کی تجنیس کو کہ جس کے آخر مین بیشی ہوتی ہے تجنیس مُطرّف بھی کہتے ہین اور بعض کہتے ہین تجنیس مُطرّف وہ ہے جو بعض حرف کلمے کے تجانس ہون جیسے چین اور جنین ناے اور نواے۔

نیاز

کس کام کی یہ ہستی موہوم کائنات | سیراب کب کرے تجھے دھوکا سراب کا

تعشق

خال رخسار بتان کا جو خیال آتا ہے | کعبۂ دل بھی شوالہ ہے کسی ہندو کا

ولہ

کیا ہی ریاضت مین وہ بھابے ریا | جسم ہوا گھل کے نئے بوریا

مصحفی

مری آہ نے جو کھولی بعیوق بیرق آہ | دہین برق و رعد لیکر علم سحاب اٹھا

(۷) تجنیس مذیّل یعنی دو لفظ متجانس ہین سے ایک لفظ کے آخر مین دو حرف کی زیادتی ہو جیسے ملنگ و ملنگی ترس اور ترساتی قل اور قلقل مثال نثر کی یہ فقرہ نورتن مہجور کا:-

"میں اُسکے گلشن فراق میں شب کو شبنم کی طرح یون ہاتھ مل مل کے روتا ہون کہ اشکون سے میرا ترا اندام ہو جاتا ہے۔
مقصود بالتمثیل شب اور شبنم ہو اسی مثال مین ہی یہ شعر ذوق کا۔ ؎

محفل مین شور قلقل مینا و مل ہوا		لا ساقیا شراب کہ توبہ کا قل ہوا
	ولہ	
مانگ سے اُسکی مانگتی ہی بھیک		مہ کا کاسہ لیے شب تاریک
	خواجہ وزیر	
منتظر رکھتی ہی غمزہ کرتی ہی آتی نہیں		ادبہت ترساتی فرقت مین ترساتی ہی نیند
	سعید	
دیکھا نہیں ہی مار کو طاؤس مارتے		گیسو پڑا ہے پیچھے دل داغدار کے
	دبیر	
یہ شمس کہ روشن گراشیاے جہان ہے		اس مدرسۂ نور کا اک شمسیہ خوان ہے
	منشی	
ہر اک طرح تھا گرچہ گرگین بزرگ		وے کینہ آور تھا مانند گرگ
گئے جبکہ وہ سامنے سام کے	ولہ	تو پھر وون ہی تعظیم کے واسطے
سیامک کا اک پور ہوشنگ تھا	ولہ	کہ سرتا پا ہوش و فرہنگ تھا
	گویا	
کیون نہ مین تاکون دم گلگشت گلشن تاک کو		تاکنے والا ہون اُسکی نرگس مخمور کا
	منیر	
ای عزیزو ذقن یار سے کیا پوچھتے ہو		چاہ مین دیدۂ و دانستہ گرا چاہتے ہو
	ذوق	
چشم غضب سے نیم نگہ میرے واسطے		ایک نیچہ ہے زہر مین گویا بجھا ہوا

خلیفہ عبدالرزاق یمینی سے مقدمہ شرح سہ نثر ظہوری مین اس صنعت کی تعریف مین سہو واقع ہوا ہے کہ تجنیس زائد کی پچھلی قسم کو کہ اُس مین ایک لفظ متجانس کے آخر مین دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہوتا ہے مذیل قرار دیا ہے۔

(۸) تجنیس مضارع اور وہ یہ ہے کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف مختلف ہون مگر شرط یہ ہے کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہو ورنہ دونون لفظون کے تشابہ مین بُعد واقع ہو جائے گا اور اس مین یہ شرط ہے کہ حرف مختلف متحد المخرج یا قریب المخرج ہون اور یہ تین صورتون سے خالی نہین اختلاف اول مین ہوگا یا درمیان مین یا آخر مین۔

مثال اول

ذوق

عقل مین شمس ہے تو علم مین کان گوہر	فضل مین کعبہ ہے تو حلم مین کوہ رحمت

علم و حلم مین تجنیس مضارع ہے۔

دبیر

اب مطلب ہمزہ مین ذاکر یہ سنائے	حمزہ کی سپر پشت پہ مولا تھے لگائے

ہمزہ اور حمزہ مین تجنیس مضارع ہے۔

میر

ترے لعل جان بخش کو ہمنے بتلاؤ	گیا آب حیوان کو پانی سے پتلا

بتلا اور پتلا مین تجنیس مضارع ہے۔

نصیر

کبھی رخ اُس رُخ روشن پہ چھائیان دیکھین	گھٹائین چاند پہ سو بار چھائیان دیکھین

چھائیان اور جھائیان مین تجنیس مضارع ہے۔

ظفر

ہوگئی پرسون کی برسون تم نہ آئے کیا سبب	آپنے اچھا کیا وعدہ وفا ایسے تو ہو

پرسون اور برسون مین تجنیس مضارع ہے۔

منشی

مناسب ہے اب اور یون ہے صلاح	کرتوا و رطوس آوے یان مبے سلاح

صلاح اور سلاح مین تجنیس مضارع ہے۔

بیخود

نہ کیون اسکو ہو گلشن رُخ سے میل	نہین لٹ یہ ہے عشق پیچہ کی بیل

سیل اور سِیل مین تجنیس مضارع ہے لیکن یہان یہ بھی ہے کہ حرکات مین اختلاف ہے۔

ہاتھ مین تسبیح زبان پر عمل	قطع مگر رشتۂ طولِ امل

عمل اور امل مین یہ صنعت ہے۔

مومن

بن ترے بزم سور مین ہین یہ قیامتین کہ ہا	نغمۂ صور کا اثر نغمۂ نے نواز مین

سور اور صور مین یہی صنعت ہی۔

رجب علی سرور

ہر گام پر جو پھانس لیا مرغِ دل مرا	کیا چال جال ہے بُت محشر خرام کی

چال اور جال مین تجنیس مضارع ہی۔

میر مدد علی تپش

دین و دل عشق مین کھو بیٹھے تھے ہم پرسون سے	طاقت صبر بھی جاتی رہی کل پرسون سے

پرسون اور پرسون مین تجنیس مضارع ہے۔

انشا

اقرب نہ سمجھے اپنے سے وہ جائے تو مین لیے	عقرب کے نیش پر بھی جو رکھے حمل قدم

اقرب اور عقرب مین تجنیس مضارع ہے۔

مثال دوم

شوخ کے پان سے جب لال ہین دندان دیکھا	فقیہ اسطرح کا مین نہین لعل بدخشان دیکھا

راسخ

لال کرتا ہے وہ رستہ لعل کو	اور شعلہ بخشتا ہے نعل کو

مقصود بالتمثیل لال اور لعل ہین۔

مثال سوم

حسن

منظور ہے گر زخم جگر کا تجھے سینا	آسینے سے سینہ مرے اے ایجان لگا دے

سینا اور سینہ مین تجنیس مضارع ہی۔

زلفون کے ہاتھ دولت حسن صنم لگی	قلق دو سانپ خوب بیٹھ رہے مال لکر رکے

مال اور مار مین تجنیس مضارع ہے۔

ارحمین بے نظیر

قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہے | ہر تار مین بولا کہ ہر اک تان مین آیا

تار اور تان مین یہی صنعت ہے۔

انوار حسین تسلیم

ستھری آواز بجاؤ وہ انمول ہے | تان اور تال کا نئے ظین لو تول

محمد جان شاد

بدی بخت سے دانہ ملے نہ دانا کو | سپہر دون ہی کسے سفلہ پروری پہ کمر

دانہ اور دانا مین یہی صنعت ہے۔

فائدہ اقصاے حلق سے کہ سینے کے نزدیک ہی ظاہر لب تک جہان سے کوئی حرف نکلے اُس جگہ کو مخرج اُس حرف کا کہتے ہین اور اسکے دریافت کا ایک قاعدہ یہ ہی کہ جس حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو اُسکو ساکن کرکے اور ایک الف متحرک سے ملا کر تلفظ کرین جس مقام سے آواز نکلے اُس حرف کا وہی مخرج جانین چنانچہ حلق سے ء ہ ا ع ح غ خ نکلتے ہین اور تالو سے ق ک نکلتے ہین اور زبان کے سرے سے ص س ز نکلتے ہین اور زبان کی نوک سے ظ ذ ث نکلتے اور میانۂ زبان یعنی منہ کے اندر سے ج ش ی نکلتے ہین اور مسوڑھون سے ل ن ر نکلتے ہین اور مُنھ کے شکم اور تالو سے ط د ت نکلتے ہین اور زبان کے کنارے سے ض نکلتا ہی اور ب م ف و ہونٹھ سے نکلتے ہین اور خلیل بن احمد کہتا ہی کہ حروف علت یعنی ا و ی سکون کی حالت مین ہوائی ہین یعنی ہواے دہن سے پیدا ہوتے ہین مخرج نہین رکھتے اور پ چ گ حروف فارسی کے مخرج وہی مخرج ب ج ک حروف عربی کے ہین مگر ان کے تلفظ مین اندک ثقالت ہی اور ژ کہ فارسی کا حرف ہی شین منقوطہ کے مخرج سے نکلتا ہی لیکن اسکے تلفظ مین زبان کسی قدر ثقیل ہو جاتی ہی اور ٹ ڈ ڑ ان سے بھی زیادہ ثقیل ہین۔

(۹) **تجنیس لاحق** اور وہ یہ ہی کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف مین اختلاف ہو مگر یہان بھی شرط یہ ہی کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہو ورنہ دونون لفظون کے تشابہ مین بعد واقع ہو جائے گا پس ان اشعار مین۔

یار محمد خان شوکت

دو بالا ہوئی آتش جنگ گرم | نہ رکھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

سودا

نہایت اک کنیز کہنہ عصر | کہ دلکش نظم سے جسکی ہر اک نثر

مہجور

ور جن کو نہین ہے اس مین دخل | اپنے نزدیک ہین وہی بے عقل

الفاظ گرم و رزم ۔ عصر و نثر ۔ دخل و عقل مین تجنیس لاحق نہوگی کیونکہ ہر اک مثال مین دو حروف کا اختلاف ہے اور اختلاف حروف کا عام ہے خواہ اول مین ہو خواہ درمیان مین خواہ آخر مین اور وہ حروف مختلف متحد المخرج یا قریب المخرج نہون جیسے سنگ چنگ اور رام روم اور شاہ شاد وغیرہ ۔

پہلی شکل کی مثال ۔

نعیم

تجھ سے جدا ہو دل مرا ہو سکے یہ نہو سکے | تیری جفا سے ہو خفا ہو سکے یہ نہو سکے

محمد جعفر مخمور

خواب مین پہونچا جو دان دست خیال | نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

عبد الرؤف شعور

ذوق ہے اُسکو خود آرائی سے خود بینی کا شوق | آئینہ زانو پہ ہے زلف معنبر ہاتھ مین

انشا

تاک کے نیچے ہم اُس گل کی تاک لگائے بیٹھے ہین | کونسے منھ پر غنچہ زنبق ناک لگائے بیٹھے ہین

حسن

کئی دن تیرے چھپ رہنے مین اشک آنکھون سے برسا ہے | نکل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب ترسا ہے

ذوق

یہ بھی اُس نازک بدن کو بار ہو | گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نسیم

کمر کھلے بندون جی کی تنگی | بے ننگ ہوئی وہ شوخ ننگی

انیس

حقا کہ تھا ظفر کا وسیلہ سفر ترا | نام انکو قلم نے لکھا عرش پر ترا

دان بال سی وہ کمر ہے باریک | ہوگیا یان آنکھون مین وہ جہان ہے تاریک

وان لمعۂ نور ران اور ساق	یان ضعف سے جنبش قدم شاق

حالی

رعیت کا اُسے خوف نہ کچھ شاہ کا ڈر	نہ اُسے چور کا خطرہ نہ اسے شاہ کا ڈر

محمد شاکر ناجی

زُلف کے حلقے مین دیکھا جب سے دانہ خال کا	مُرغ دل عاشق کا تب سے قید ہی اُس جال کا

تمکشی

ہوا اُس کا گھوڑا وہان سے فرار	لیا فوج خاقان مین اس نے قرار

جُرأت

ناصح کتاب بندگی کر بند ہم سے آہ	یہ حرف عشق دل سے مٹایا نہ جائیگا

دوسری شکل کی مثال۔

مصحفی

انصاف کیا اُسکا مین اب شہ کے حوالے	جھکتی ہی جہان مار سے لے مور کی گردن

دبیر

یا فاطمہ کا لاڈلا مقتول ہوا ہے	یا ذبح کوئی بندۂ مقبول ہوا ہے

وله

یان تڑپی وان گری ادھر آئی اُدھر گئی	اس چال سے یہ موت کو بھی مات کر گئی

نسیم دہلوی

روے روشن کے شرار لیے پھکا جاتا ہی دل	آج مجھے نور مین بھی خاصہ ہی نار کا

ذوق

نیش کی جا نوش ہو دنبالۂ زنبور مین	کام مین افعی کے ہو مہرہ بجاے آبلہ

حالی

باپ کا حکم نہین مانتے فرزند رشید	اور نوکر نہین دیتے کبھی آقا کو رسید

ناسخ

غیر کوثر کسی دریا کا مین سباح نہین	بیٹۂ شیر خدا بن کہین سیاح نہین

امیر اللہ تسلیم

ملون جلوۂ حسن پُر نُور سے	کرون بندگی دیر کو دُور سے

خوشتر

خبر رکھتے ہین تیرے زور سے ہم	نہین ہے کوہ کو کچھ کاہ کا غم

تیسری شکل کی مثال

از محسن مؤلف تذکرہ سراپا سخن

کیا صباحت ہے کہ یہ چاند ہے وہ ہالہ ہے
نہین پہونچی مین ہے اس ماہ لقا کا پہونچا

مومن

سُرمۂ تسخیر سے ہم خود مسخر کیون نہون
آنکھ کی پتلی جو تھی جادو کا پتلا ہو گیا

سودا

نقد دل دیکر کہین جی کو ملامت مول لے
مان ای سودا نہین زنہار اس سودے مین سود ہے

مقصود بالتمثیل لفظ سودا اور سودے سے ہے

منشی

یہ سُنکر ہوا شاہ گشتاسب شاد
کہ حاصل ہوئی اُسکے دل کی مراد

امانت

شب مہ مین بچھا کر چاندنی بجتا کدارا ہے
چمک پر آج کل اُنکی ستاری کا ستارا ہے

ولہ

تری جالی کی کُرتی کے تصور مین یہ روتا ہون
مبصّر دیکھکر آنکھون کو کہتے ہین کہ جالا ہے

قلق

دشت وحشت کی خاک ہم چھانین
تلوے غربال خار سے کر لین

نطق

اُس آنکھ کا تل عاشق ہے پتلا ہے وہ پتلی
جلتا ہوا اُن آنکھون سے جادو نظر آیا

اصغر علی خان آبرو

مل کے طوبے سے خلد مین رویا
جب ہوا یاد قد یار مجھے

تنبیہ مطلوب طالب مؤلفہ رحم علی خان بن بہرہ مند خان سکندر پوری مین مذکور ہے
کہ تجنیس لاحق یہ ہے کہ اُس مین الفاظ منحدار آتے ہین اور دوسری عبارت مین یون سمجھو کہ تجنیس
لاحق مین وہ الفاظ دائرہ دار متواتر آتے ہین جیسے۔

مذاق

جان جانان جہان جان وجان دو جہان
سرور روح روحانی بجان انس وجانی علی ہے

حیف

پسند آئی ہے اُس بُت کی مجھے چین جبین ایسی | پہنتا ہون جو مین چُن کر گریبان آستین دامن

شاداب

تجھ سا حسین بجز جہان مین کہین نہین | نظر مین ہین لوح حُسن کی چین جبین نہین

میر تقی

کیا مین بھی پریشانی خاطر سے قرین تھا | آنکھین تو کہین تھین دل غمدیدہ کہین تھا

فائدہ یہ جتنی قسمین تجنیس کی بیان کی گئین باعتبار اتصال و انفصال کے یعنی جدا جدا یا پاس پاس واقع ہونے الفاظ متجانس کے دو قسم پر منقسم ہو سکتی ہین متصل و منفصل اور الفاظ متصل مین حرف ظرف یا عطف یا جر یا انکی مثل کا فاصل ہونا انکے اتصال کے منافی نہین۔

مثال تجنیس تام متصل کی۔

میری زبان سے مدح کہان اُسکی ہو سکے | **انشا** | توصیف مین ہے جس کی زبان قلم قلم

تجنیس تام منفصل یہ ہے۔

تسکین درد دل کو نہ آج ہو نہ کل ہو | جیسے | بے یار بیکلی ہے وہی سلے تو کل ہو

تجنیس زائد متصل کی مثال۔

دُور سے دیگی دکھائی روشنی جائے سواد | **ناسخ** | یاد رکھ قاصد نشان ہے یہ دیار یار کا

سراپا تن مین روشن آتش چشم | **تو شتر** | روان مانند دریا چشمہ چشم

ظفر

دیکھکر اُس مہ کو وقت بیحجابی آفتاب | ہو گیا مُنھ پر بجائے آفتابی آفتاب

المولفہ

دل کس سے اب لگائین یہان ہم چلے گئے | مینا بھی ہے بھی ساقی بھی اور جام جم کے ساتھ
اشراف کا کرم سے ترے تا دم حیات | یارب نہ ڈالے چرخ کبھی کام کم کے ساتھ

میر وزیر علی صبا

تو لہو مین گردش نگہ یار سے پسا | تل تیل ہو گئے یہ گیا چشم غزال کا

تجنیس زائد منفصل کی مثال۔

لب شیرین کے وصف کرتے ہین | **اسیر** | بات گویا نبات اپنی ہے

حیدر

تیرے عارض سے خاک ہو ہمسر	عارضی حسن ماہ کامل کا

راحت

زبس رہتا ہے ہم دوش الم دہ	ہوا ہے نل سے اب نال قلم دہ

تجنیس مضارع متصل کی مثال۔

سرور

ہر گام پر جو پھانس لیا مرغ دل مرا	کیا چال چال ہی بت محشر خرام کی

تجنیس مضارع منفصل کی مثال۔

منشی

مناسب ہی اب وریون ہی صلاح	کہ تو اور طوس آوے یان بے سلاح

تجنیس لاحق متصل کی مثال۔

مخمور

خواب مین ہو بجا جو دان دست خیال	نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

انشا

گا ہے جو اُسکی یاد سے غافل ہو ایک دم	مجھکو دہن مین اپنے لگے ہی زبان نیبون
طوفان نوح آنکھ نہ ہم سے ملا سکے	آتے نظر ہین چشم سے ہر جا عیان عیون

تجنیس لاحق منفصل کی مثال۔

ہوس

دان بال سے وہ کمر ہے باریک	یان آنکھون مین دو جہان ہی تاریک

ناسخ

غیر کوثر کسی دریا کا مین سبّاح نہین	بیشۂ شیر خدا بن کہین سیاح نہین

تجنیس محرف متصل کی مثال۔

سودا

کہدیا مستسقی سے جا فصد کر	لکھدیا مجنون کو نشیر شتر
سمجھے مرزا میر کو مرزا کو میر	میر لے وہ رگ زن جو نہ سمجھے شیر شیر

حسن

لبِ جو کے اڑنے لگی رُگرد گرد پا ۔ گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

احسان

کہے گی خاک تو پیغام ای صبا میرا ۔ ہوائے یار مین دم ہے ہوا ہوا میرا

تجنیس محرف منفصل کی مثال

نسیم دہلوی

مین تو گیا ہون کاروان کے کاروان ہونگے بسہر
بندہ لاکھون کو کرے گا آج بندہ کان کا ؎

منشی

گئے جبکہ وہ سامنے سام کے ۔ تو پھر وہین تعظیم کے واسطے

تجنیس مذیل منفصل کی مثال ۔

ذوق

مانگ سے اسکی مانگتی ہے بھیگ ۔ مہ کا کاسہ لیے شب تاریک

تجنیس خطی متصل کی مثال ۔

دبیر

منہ غرق عرق دیکھکے خورشید ہوا تر ۔ ابرو سے ٹپکتا ہے پڑا تیغ کا جوہر

ولہ

تیاری تیغ و تبر و تیر ہوئی ہے ۔ تدبیر گرفتاری شبیر ہوئی ہے

سلیمان خان اسد

مژگان ہی بس قتل پہ مردم کے مثل تیر ۔ ابروے یار پر ہے گمان کمان مجھے ؎

تجنیس خطی منفصل کی مثال ۔

ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اُٹھانے کے ہم ذرا ۔ ثروت نباہ ہے یہ اُس آفت پناہ کی

تجنیس مرکب متصل کی مثال ۔

آہو تو بھلا کیا ہے چہ کارہ ہو چہ کارہ ۔ **غریز** ۔ دنیا مین کسی کی بھی نہین تجھسے بڑی آنکھ

ولی

یاد کرنے کو لیا ہاتھ مین من کا منکا	دل اُپر بوجھ پڑے من کا پھر آنا مشکل

تجنیس مرکب منفصل کی مثال۔

رافت

وہ لب شیرین ہیتے جنکے آگے نبات	خجل اس قدر ہو کہ آوے نبات

فائدہ دیگر اگر اقسام مذکورہ بالا سے کسی قسم کی تجنیس کے الفاظ متجانس کلام مین مکرر واقع ہونگے تو **تجنیس مکرر** کہین گے کیونکہ صرف تجنیس کے یہ معنی ہین کہ دو لفظ ایک کیسے آوین پس دو لفظ متجانس جب مکرر واقع ہونگے تب تجنیس مکرر کہلائے گی۔ بعض نے اُسکی قید لگائی ہی کہ تجنیس خواہ کسی قسم کی ہو جب الفاظ متجانس مکرر متصل واقع ہونگے تب اُسکو تجنیس مکرر کہین گے اور جب متصل نہونگے تو اُسکو **تجنیس غیر مکرر** بولتے ہین۔ بہر صورت مثال یہ ہی۔

ضیا

لصاف تھا جب تک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا	ابتو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

اس مین تجنیس تام کی تکرار ہی۔

ذوق

کبھی ہمت تھی مری قاعدہ صرف مین صرف	کبھی تھی نحو مین ہر نحو مجھے محویت

اس مین بھی تجنیس تام کی تکرار ہی۔

نسیم دہلوی

لفظ تخنیق نہ تحقیق سمجھتے ہین کچھ	خرم اور خرم کی تحقیق مین اکثر حیران

اس شعر مین تجنیس خطی کی تکرار ہی۔

نفیس

علی کا دبدبہ و رعب جرأت و صولت	حسنؔ کا حُسن حسینؔ حسینؔ کی سب شوکت

یہان تجنیس محرف کی تکرار ہے۔

نادر

ہرتال کی تاثیر ہے ہر تال مین تیری	جو سم سے ترے ہوتا ہی وہ سم سے نہوگا

اس شعر مین تجنیس تام کی تکرار ہی۔

بعض رسالون مین تجنیس مکرر کے اسجاع نثر اور قوافی نظم مین آنے کی قید لکھی گئی ہے مگر یہ قید بے اصل ہی۔ بہر صورت مثال یہ ہے۔

فگار

گر بزان اُسکے ہووے شور سے شیر	اگر ے دیودن کو اپنے زور سے زیر

اس شعر مین اجناس لاحق کی تکرار ہی۔ اس صورت مین غزل اور قصیدے مین الفاظ متجانس کا سوا مطلع کے باقی شعرون مین ایکبار ضرب مین آنا ہوتا ہی اور مثنوی و مسدس وغیرہ مین ہر شعر کے عروض و ضرب مین مکرر آتے ہین۔ بعض نے کہا ہی کہ تجنیس مکرر کو تجنیس مُزدوَج اور تجنیس مُرَدَّد بھی کہتے ہین اور اکثر کا قول یہ ہی کہ الفاظ متجانس کے حرفون مین اختلاف کمی بیشی کا ہو تو اُس کا نام **تجنیس مزدوج** اور **تجنیس مُرَدَّد** ہے مثلاً۔

خوشتر

خوشی کے بیچ کیا شور و شر ہے	کہا سب نے یہ شر بجز بشر ہے

ولہ

زن و زور و زمین و زر سے مغرور	شراب و شور و بنگ شر سے مسرور

نوا

یہ ابرو مینا و جام مے بن پکڑ بجائے کمان کمانہ	ہماری چھاتی کے داغ دلکا کرے ہی تک کر نشان نشانہ

نصرت

پوشیدہ اُسکے ڈر سے مے و جام جم ہوا	عالم مین اور تیغ سے یہ کام کم ہوا

غزل بُدھ سنگھ قلندر

بسکہ حضرت شیخ ہی رونے سے مجھکو کام کم طرہ بطرار اور زلف سیہ پر پیچ و تاب	رہگیا آنکھون مین جچ لگو ہر برائے نام نم ہا بن پھنسائے دلکو لینے دین ہین کب یہ دام دم

مسدس دبیر

کھولا کسی نے جینے سے ہو کر تفنگ تنگ بے وقفہ ہوش اُڑگیا اور بے درنگ رنگ	گوشے مین کوئی رکھ کے کمان و خدنگ تنگ یہ کیا ہی منزلون ہوے پائے پلنگ لنگ

پچھلے قول سے معلوم ہوا کہ خواہ کسی قسم کی تجنیس ہو اگر الفاظ متجانس ہین حروف کی کمی بیشی نہو تو تجنیس مکرر ہے اور اگر کمی بیشی ہو تو تجنیس مزدوج و مردد ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ کوئی قسم علیحدہ

نہین اور جن لوگون نے تجنیس مکرر و مردود کو ایک ہی لکھا ہے وہ بہت درست ہی کیونکہ جس کو تجنیس مزدوج کہتے ہین وہ تجنیس زائد مکرر کی ایک شکل ہے اور تجنیس متصل و مکرر کو بھی علیحدہ علیحدہ قرار دینا کتب عربیہ کی اصطلاح کے خلاف ہی کیونکہ تلخیص المفتاح وغیرہ مین لکھا ہے کہ کسی قسم کی بھی تجنیس کے دو لفظ برابر واقع ہون اُسکو تجنیس مزدوج اور تجنیس مکرر اور تجنیس مردود کہتے ہین جیسے انیس کے اس قول مین تجنیس محرف متصل ہے۔ ع

گردون پر عاملان سحر کا ہوا نصب	پہونچا جو مہر پھر سے فرمان عزل سب

مُہر اور مِہر مین تجنیس محرف ہے اور دونون لفظ برابر واقع ہین۔

صنعت اشتقاق وہ یہ ہی کہ کلام مین ایک اصل کے چند لفظ لانا اس طرح کہ اُن لفظون مین اصل کے حروف ترتیب وار موجود ہون اور اصل مین جو معنی ہین اُن مین بھی باہم وہ اتفاق رکھتے ہون پس قمر اور رقم اس قبیل سے نہون گے کیونکہ گو دونون کلمے حروف مین متفق ہین مگر ترتیب مین متفق نہین مثال اشتقاق کی۔

احسان

جاگینگے نہ تا حشر جگائے سے کسو کے	اے بخت تو جاگ اور جگا ہمکو کہ پھر ہم

جاگ اور جگا اور جاگینگے اور جگائے یہ چارون لفظ جاگنا سے مشتق ہین۔

ولہ

چال سب چلتے ہین لیکن بندہ پرور دیکھکر	مجھکو مت ٹھکراؤ بس چلیے سنبھل کر دیکھکر

امین عظیم آبادی

عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری مین کٹی	دن کٹا فریاد مین اور رات زاری مین کٹی

ذوق

جاٹتا ہونٹ ہی لیلے کے جراحت کے	خنجر ناز نے کیا چاٹ لگادی دل کو

ولہ

تیرے انداز تغافل نہین غفلت والے	تو مرے حال سے غافل ہی براے غفلت کیش

رنگین

بھلا یون دیکھنا دیکھو تو دیکھا جائے ہی کس سے	اُسے مین چھپ کے دیکھون پر طلا وہ غیر کو دیکھے

آغا شاعر قزلباش دہلوی

آنکھون نے کبھی ایسا تماشا نہین دیکھا	کیا دیکھا ہی کیا دیکھینگے کیا کیا نہین دیکھا

فراق

اُنکھ اُس شوخ ستمگر سے لڑا بیٹھے ہین	بس چلے یا نہ چلے جی تو جلا بیٹھے ہین

غالب

مرحبا اے سرور خاص خواص	حبذا اے نشاط عام عوام

ولہ

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے	حیران ہون پھر مشاہدہ ہی کس حساب مین

جعفر علیخان فصیح

یہ تو قسمت مین کہان تھا کہ کرون کسب کمال	بے کمالی مین بھی افسوس ہین کامل نہوا

مذاق

نہ اُس سے نبھی مین نبھا ہا کیا	اُسی نے نہ چاہا مین چاہا کیا

صنعت شبہ اشتقاق وہ یہ ہی کہ کلام مین ایسے لفظ لائے جائین جو بظاہر نوعیت اشتقاق کی رکھتے ہون اور دراصل اُن کا ماخذ علیٰحدہ ہو یعنی اُن ہین بعض حروف یا کُل حروف اس طرح اتفاق کا ہون کہ جن کے دیکھنے سے بادی النظر مین یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ ایک اصل سے مشتق ہین اور حقیقت مین ایسا نہو اس لیے کہ نفس الامر مین اصل اُن کی مختلف ہو پس شبہ اشتقاق مین بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونون لفظ ایک ہی مادے سے نکلے ہین کیونکہ دوسرے لفظ مین پہلے لفظ کے سے حروف موجود ہوتے ہین مگر تامل کے بعد ظاہر ہوجاتا ہے کہ دونون ایک اصل سے نہین ہین تصوفی کے مستزاد مین یہی صنعت ہے۔

خیر یہ کہتا تھا کہ کچھ دُور نہین باغ ارم + کرین آرام سے رم بعد ہم سب کے نہین کوئی مددگار حسین + اور نہ کوئی یار ہے جن	دور البتہ ہوا گردش ایام سے یم + اس کا دل رہی الم سخت مشکل مین پڑے کثرت اوہام سے ہم جا کس طرح یہ غم

تمنّا لکھنوی

جو بُرا تون مین کھائین ہین برائی سب ہین +	دید کے منظر سے کم ان کا نہین جاہ و وقار

ذوق

جو دل قمارخانے مین بُت سے لگا چکے	وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

ناسخ

رہ گیا مین مُسوسس کر دل کو	کب میسّر مجھے مساس ہوا +

نظیر

عشق کا دُور کرے دل سے جو دھڑکا تو بلا | اُس دھڑاکے کا کوئی بھنے نہ دیکھا تو بلا

رشک

صبح سے روے صبیح یار پر آنسے لگی | کرتی ہی سورج گہن کی ظاہر اتدبیر ملت

مومن

کیا کیا جلی ہی بزم مین بجھو بن نہ جب بجھا | پروانے شمع شعلہ شمائل کے آس پاس

انیس

ہوجائینگے یاقوت کے نگ کوئی انگوٹھی کو | دانتون سے اڑا ئے کوئی سوتی کی لڑی کو

حسرت

گرچہ اس دل سے گیا ہی کرکے اب آرام رم | دُور کرتا ہے ولیکن کچھ ترا پیغام غم
شوق غنچے کو ہوا ہے بولنے کا باغ مین | بول مُنھ سے ہی کمان تیر ابت گلفام کم
شاعری کی صنعتون مین ہمسے ہو حسرت غزل | ورنا جی کی طرح لکھتے ہین کب ایہام ہم

واسطی

پہنو کانون مین نہ تم لے مرے جانی سونا | منفعل ہوگا بنا گوش سے کانی سونا

بالمکند بے صبر

سُن کے ذکر چشم دیوانہ ہوا | حیف افسون مجھکو افسانہ ہوا

انیس

کبھی زینب کا ہے غم گاہ سکینہ کا خیال | دن جو ڈھلتا ہی تو حضرت ہوے جاتے ہین نڈھال

میر

اُسکی پلیدی شہرہ ہر شہر ہی رہی | کتے کے کاٹے کی ہی سے لہری رہی

مولوی اسماعیل

رستے کو راستی کے نہ زنہار چھوڑنا | ہوتا ہے راستی ہی سے انسان رستگار

مذاق

سنو دیکھے گوشہ نشین تیرے عاشق
نہ بیٹھینگے چلّے مین چلّانے والے

واجد علیشاہ اختر

جب سے بنگلے میں کی ہمنے اقامت دیکھنا	ناوک سوزاں کا ہر بنگلہ نشانہ ہو گیا

میر

نگہت مشتاق یار ہے اپنا	شاعری تو شعار ہے اپنا

ولہ

دشمنوں کے روبرو دشنام ہے	یہ بھی کوئی لطف بے ہنگام ہے

ولہ

ناسازی طبیعت کیا ہی جوان ہوئے پر	اوباش وہ ستمگر لڑکا ہی تھا لڑاکا

صنعت تکریر یا تکرار - بدائع الافکار وغیرہ میں اس کی تعریف یوں لکھی ہی کہ دو لفظوں کو جو ایک ہی معنے رکھتے ہوں مصرعوں یا شعر میں برابر برابر جمع کرنا اور اس کی سات قسمیں گنوائی ہیں -

(۱) تکریر مطلق یہ اس طرح ہے کہ ایک شعر میں لفظ مکرر آویں خواہ دونوں مصرعوں کے اول میں جیسے

مائل احمد حسین حیدرآبادی

روتے روتے کون سویا خاک پر	ہلتے ہلتے کس کا جھولا رہ گیا

یا - صرف مصرع اول کے شروع میں جیسے -

قدر

آتے آتے ہونٹ تک ایسی جمی ہے	بات دانتوں سے بھی ہی کچھ سخت تر

یا صرف مصرع ثانی کے اول میں جیسے -

مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی

آپ کے اوصاف قرآن مبین سے پوچھیے	نکتہ نکتہ جس کا معیار فصاحت ہو گیا

یا مصرع اول کے حشو میں جیسے -

میجر جارج پیش تخلص بہ شور

مرے سوز جگر کا چرچا ہے گھر گھر یہ عالم میں	زمیں پھونکی زماں پھونکا اور اس نے آسماں پھونکا

یا دوسرے مصرع کے حشو میں جیسے

ولہ

پڑا ہے خواب مین جب سے نظر وہ ناوک مژگان	چبھوتا ہے جگر مین چپکے چپکے برچھیان کوئی

یا دونون مصرعون کے آخر مین جیسے۔

ذوق

جن دانتون سے ہنستے تھے ہمیشہ کھل کھل	اب درد سے وہی رُلاتے ہین ہل ہل

یا صرف مصرع اول کے آخر مین جیسے۔

ولہ

روشن شیشہ ہر اک سنگ ہو ریزہ ریزہ	پڑے البرز پہ گر گرز کی تیرے ضربت

یا صرف مصرع ثانی کے آخر مین جیسے۔

خسروا جلوہ ترا وہ طرب افزاے جہان	ولہ کہ جسے دیکھ کے ہو عید بھی قربان قربان

مثنوی عشر

خون دل سے پُر ہوا گل کا ایاغ	ہو گیا لالے کا سینہ داغ داغ

(۲) ہر مصرع مین علیحدہ علیحدہ دو دو لفظ آوین تو اسے۔ تکریر مثنیٰ۔ کہتے ہین جیسے۔

ذوق

قطرہ قطرہ آنسو جسکی طوفان طوفان شدت ہی	پارہ پارہ دل ہی جس مین تودہ تودہ حسرت ہی

(۳) تکریر مشتبہ اس طرح ہی کہ پہلے مصرع مین دو لفظ لاکر پھر اُن کی مناسبت سے دوسرے دو لفظ دوسرے مصرع مین لاوین پس یہ پچھلے لفظ اگلے لفظون سے علاقہ رکھتے ہین جیسے۔

خندان خندان جدھر پھرا وہ	سو گریان گریان اُدھر گئے ہم

پچھلے مصرع کے دونون لفظ اگلے مصرع کے دونون لفظون سے تضاد کا علاقہ رکھتے ہین۔

(۴) تکریر مستانف وہ یہ ہے کہ لفظ ایسے مکرر آئین کہ پہلے لفظ کے بعد دوسرا لفظ لانے سے معنے کی تجدید ہو جاے اسے تکریر مجدد بھی کہتے ہین اسلیے کہ لفظ تو وہی ہوتا ہی مگر اسکے آنے سے معنے مین نئی کیفیت پیدا ہو جاتی ہی جیسے۔

ذوق

ہم کافران عشق کو یہ ہے بڑا عذاب	دوزخ مین آتش آتش سنگ صنم نہین

دوسرے آتش کے آنے سے معنے مین نئی کیفیت پیدا ہو گئی۔

از دیوان سید حسین

نئے انداز و سنے کیے یہ ڈھنگ	دیکھ کر عقل عقل کل ہے دنگ

منیر

سر بگریبان فکر فکر کی دل مین جگہ	خامہ میان دوات شمع میان لگن
عقل نخستین کے نور دو پسین کے چراغ	طفل چہل روزہ کے مایۂ نور و بدن
خلق حسن پر نثار مشک فروشان دہر	عنبر لرزان کی مشک مشک جنان کی ختن
میری خطائین کرین صاحب انصاف عفو	قید مین خود مین ہون پاپوچ پاپوچ ہی میرا کفن

حکیم عبد الماجد بدایونی

غلام اسکے ہوے شاہ شاہ اسکے غلام	وہ بوریے پر تخت بخش عرش وقار

(۵) تکریر مع الوسائط یہ ہے کہ دو لفظ مکرر کے دو میان کوئی لفظ واسطہ واقع ہو جیسے مولوی عبد الحکیم سوز کے شعر مین۔

جان حاسد یہ برستی تھی پڑی نار یہ نار	دل پہ یان اپنے اترتا تھا سدا نور پہ نور

امیر احمد مینائی

وہ مست آے تو مے کش کیا ہین بے حس مست ہو جائین	صراحی پر صراحی خم پہ خم ساغر ہو ساغر پر

خلیل تخلص نواب براہیم علی خان والی ٹونک

تجھپہ فدا ہزار کلی ہر کلی کا رنگ	تجھپر نثار لاکھ چمن ہر چمن کے پھول

(۶) تکریر مؤکد اس طرح ہی کہ دوسرا لفظ پہلے لفظ کے معنی کی تاکید کرتا ہو جیسے۔

از دریاے لطافت

تو نے مجھے پیارے برا گر کہا کہا	یا مصلحت سے غیر کے منھ پر کہا کہا

امیر مینائی

غش ہین گر تخلۂ زلف سنگھاتے بھی نہین	جلیے جائیے ہم آپ مین آتے بھی نہین

میر سوز

جنبش لبوں کی دیکھی تو کرتا تھا جام جام	تھے وقت نزع منتظر کلمہ سوز سے

برق

تم کہتے رہے کوٹھے سے کہ اُترا اُترا	جان عاشق کی گئی نالے ہی کرتے کرتے

اُترا اُترا مقصود بالتمثیل ہے۔
(۷) تکرید حشو یہ کہ بعض الفاظ کی تکرار بے اعتبار معنے کے کرین اور یہ بات بطور ظرافت اور دل لگی سے ہوتی ہے پوربہائی جامی کا ایک قصیدہ فارسی مین اس طرح کا ہی جس کا مطلع یہ ہے۔

مست عاشق شود دوالہ و بے دل وِل دِل	ای بہ مجلس لبِ من ترکِ چہ گل گل گل

اُردو مین مثال اسکی منشی علی امجد حسین امجد بدایوانی کی نعتیہ غزل کا یہ شعر ہے۔

قربان اُس گلے کے ہون اَزہار ہار ہار	امجد ہو جسکے غنچۂ دل مین ولاے شاہ

اَزہار زہرہ کی جمع ہے جو پھول کے معنے مین ہے پس اسکے بعد کے دونون لفظ ہار تکرید حشو مین۔ عنایت علی نثار نے ایک نظم اُردو کی پوربہائی جامی کی تتبع مین لکھکر اس صنعت کا حق ادا کیا ہی اور وہ بطور انتخاب کے یہ ہی۔

دکھلا دو اپنا جلوۂ رُخسار سار سار	ہے کش کش مین نزع کی بیمار مار مار
زیبا نہین یہ آپ کو کردار وار دار	نامہ بھی بھیجا ہم کو تو اُس مدعی کے ہاتھ
اے مہربان نہین ہمین درکار کار کار ہے	اک بوسہ اور ہزارون ہون دشنام اُسکے ساتھ
کیا رشتہ جوڑا توڑ کے زنار نار نار	آخر تو رکھا دانۂ تسبیح مین چھپا ہے
بیٹھے ہین پانون توڑ کے ناچار چار چار	کیا کاہلون نے نام توکل کیا خراب
سر بر زمین ہے شاخ ثمردار دار دار	کس واسطے ہین کرتے یہ زردار سرکشی
جھوٹی ٹہ نہ کیجئے اجی گفتار تار تار	شب کو رہے رقیب کے ہم سے نگرتے ہو
جلنے کہین نہ لگ اُٹھے منقار قار قار	نالون کا میرے طرز اُڑاتی ہی عندلیب
نیکی سے زیر گنبد دوار وار دار	انسان اپنے نام کو قائم رکھے مدام
دنیا یہ دل نہ دیجیو زنہار ہار ہار	اس بے وفا نے کی نہ کسی سے کبھی وفا
دیکھا جسے وہ پھرتا ہے سرشار شار شار	دورے مین تیرے ساقی یہ دور شراب کے
جان کھوئی ہم نے رُو رُو کے بیکار کار کار	تونے نہ دیکھا او بت خود کام کام کام

کی دوستی مین دشمنی ہم کو مٹا دیا ۔ دل سا نہو گا دشمن غدّار دار دار
مانوس ہم سے ہونے لگا کیون مہِ بے وفا ۔ صحبت مین اُسکی رہتے ہین اغیار یار یار
دنیا مین کچھ خوشی ہے تو دولت سے ہے ضرور ۔ ہنستے نہ گل جو ہوتے نہ زردار دار دار
چمکی تھی کوہ طور پہ جو برق اے ندیم ۔ وہ بھی تھا ایک پرتو رُخسار سار سار
لپٹا مین خواب مین تو وہ بولے الگ الگ ۔ مُرجھا نہ جائین تازہ و تر ہار ہار ہار
آیا ہے ابر جھوم کے اے محتسب نزدیک ۔ رہتے ہین مے پیے کہین میخوار خوار خوار
لاتی سدا ہین دولت دیدار لوٹ کر ۔ آنکھین غضب ہماری ہین طرّار رار رار
اے دل حوادثات سے ہرگز نہو ملول ۔ دُنیا مین ہے کہان گل بے خار خار خار

اے زار ضبط گریہ سے ہم کو یہ خوف ہے
توڑے نہ سیل اشک یہ دیوار وار وار

صنعت تصحیف لغت مین تصحیف کے معنے یہ ہین کہ صحیفے کو غلط لکھنا اصطلاح مین یہ ہے کہ شاعر ایسے الفاظ لاے کہ تغیر نقاط سے دوسرے لفظ بن جائین اور اگر مدح ہو تو ہجو ہو جاے مطلوب طالب مین اسکی تعریف یون کی ہے کہ ایسے الفاظ لاوین جو بے ملاحظہ نقاط و حرکات کے مدح سے ہجو ہو جائین امیر خسرو اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین کہتے ہین کہ صنعت تصحیف اور تجنیس خطی مین یہ فرق ہے کہ تجنیس خطی مین دو لفظ ایسے مشابہ ہوتے ہین کہ حرکات و نقاط کے بدلنے سے اُن کے معنے بدل جاتے ہین جیسے مسکین اور مشکین لیکن ظفر کے اس قول مین۔ ؎

تصور اُسکی مژگان کا مجھے سونے نہین دیتا ۔ بچھا دیتا کوئی نشتر مرے بستر کے نیچے ہی

نشتر اور بستر مین تصحیف نہین لیکن جن لوگون نے بوسہ اور توشہ اسکی مثال مین لکھا ہے یہ اُنکی غلطی ہے اور تصحیف یہ ہے کہ تبدیل کے بعد مدح سے ہجو پیدا ہو جاتی ہو اور اول مین یہ بات نہین۔

فرائد غیاثیہ شرح فوائد غیاثیہ مین ملا محمود جونپوری نے اس صنعت کا نام تجنیس تصحیف لکھ کر عابث عائث (مفسد) مثال دی ہے حالانکہ اس کو جناس سے کوئی علاقہ نہین وہان دو لفظ ہم صورت آتے ہین یہان ایک ہوتا ہے جیسے نواب غوث محمد خان والی جاورہ کے سفرنامہ مسمے بہ سیر المحتشم مین ہے اگرچہ صاحب ریاست و حکومت ہین مگر نہایت عاقل لفظ عاقل کی تصحیف غافل کے ساتھ ہوتی ہے موقع ہجو ملیح کا ہے۔

حدائق السحر فی دقائق الشعر مین اس صنعت کے بیان مین اس طرح پر لکھا ہے کہ۔
مصحف وہ ہے کہ شاعر نظم یا نثر مین ایسے الفاظ لائے کہ اُن کے نقاط یا حرکات کو بدلدین تو مدح کی جگہ ہجو پیدا ہو جائے اور یہ دو طرح پر ہی ایک **مصحف منتظم** اور وہ یہ ہے کہ ہر کلمے کو علیحدہ تصحیف کے ساتھ پڑھ سکین اور کلمات کی ابتدا و انتہا تصحیف مین ظاہر و معین ہو جیسے اس عبارت مین تعجب ہے کہ اُس حبیب عاقل کو کبر پسند ہے اسکی تصحیف یہ ہے تعجب ہے کہ اس خبیث غافل کو کیر پسند ہے دوسرے **مصحف مضطرب** یہ ہی کہ حروف ملے جلے ہون اس وجہ سے کلمات کے جوڑ غور و فکر کے بعد سمجھ مین آئیں تصحیف حاصل ہو جیسے کنز ہست (بمعنی خزانہ ہے) کہ اسے غور کے بعد کیر اسپ (بمعنی گھوڑے کا عضو تناسل) بھی پڑھ سکتے ہین اور یہ ہجو ہے۔

صنعت توسیم لغت مین اسکے معنے ہین نشان کرنا اصطلاح علم بدیع مین اسے کہتے ہین کہ شاعر بنیاد قافیے کی ایسے حروف پر رکھے کہ ممدوح کا نام اُس مین آجائے اُسے توسیم اسلیے کہتے ہین کہ شاعر اپنا نشان قافیے مین دکھاتا ہی جیسے سودا کے اس قصیدے مین۔

کل حرص نام شخصے سودا پہ مہربان ہو	بولا نصیب تیرے سب دولت جہان ہو
گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دلمین	ظاہر ترے پہ ہر جا گنجینۂ نہان ہو
لعل و گہر کی ہووے تجھکو اگر تمنا	مصرف کے بیچ تیرے اشیائے بحر و کان ہو
جاہ و جلال یان تک دیوے تجھے زمانہ	جب ہو تری سواری صد فیل پر نشان ہو
سنکر یہ حرف بولا سودا کہ قدر و رتبہ	کب اشرفی روپے کا نزدیک عاقلان ہو
نام نکو سے بہتر دنیا مین کیا نشان ہے	یہ بھی کوئی نشان ہی جو فیل پر روان ہو
لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہین اور پانی	رتبہ نہ انکو بیش ارباب ہمتان ہو
جو کچھ کہا ہی تونے یہ تجھکو سب مبارک	مین اور میرے سر پر میر السنخان ہو

شاہ نصیر الطاف علی خان کی تعریف کے قصیدے مین کہتے ہین۔

اسر گرم صفت تیرا دنیا مین ہر انسان ہی	ای مظہر خوبی تو الطاف علی خان ہے

مرزا قربان علی بیگ سالک یاور علی خان کی مدح مین کہتے ہین۔

قدم بھر طے کرے مشکل سے وہ حیرت بیابان کو	بجائے سبزہ روندے جو کوئی خار مغیلان کو
عمل کی صفت دیکھی ہوا سے ہل نہین سکتا	لکھا ہے کلک نے جس صفحے پر یاور علی خان کو

له عروض مرزا حسین خان صاحب ۱۲

ایضاً محمد علی خان کی تعریف مین۔

لیے ساتھ عشرت کا سامان ہی سہرا | ترے سر محمد علی خان ہے سہرا

سودا نے حکیم میر محمد کاظم کی مدح مین کہا ہے۔

علم ظنی ہے طبابت تو یہ سُن رکھ ہمدم | متفق البتہ اطبا ہین جہان مین باہم

اس قسم کی باتین بیان کرکے پھر ایک شعر لکھا ہے۔

سو تو ان باتون مین ہی خوض طبیبون مین کسے | اس زمانے مین بجز میر محمد کاظم

جرأت

بسکہ گلچین تھے سدا عشق کے ہم بستان کے | ہوے نوکر بھی تو۔ نواب محبت خان کے

صنعت ایداع یاے تحتانی کے ساتھ لغت مین کسی کے پاس ودیعت رکھنا اور کسی کی ودیعت قبول کرنے اور قوم مین صلح کرانے کے معنے مین ہے۔ اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ ممدوح کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا کہ اُن سے اُس کا نام نکل آئے جیسے یوسف خان کی مدح مین کہین کہ رات جو مین نے تیرے مصحف حسن سے فال کھولی تو سورۂ یوسف فال مین نکلی حدائق الحقائق مین اسی طرح لکھا ہے سید غلام حسنین قدر بلگرامی نے ڈپٹی مرزا عباس کی مدح مین قصیدہ لکھا ہے اُس مین ہے۔

جو یا عباس کہکر مین اُٹھاؤن نیزہ و خامہ | جو کہکر یا علی مین کھینچ لون تیغ ثناخوانی
ابھی تو مدح کے میدان گڑتا ہے مرا جھنڈا | ابھی تو جھولتی ہے عرش سے تیغ زباندانی

ذوق ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ کی تعریف مین کہتے ہین۔

ابوظفر شہ والا گہر بہادر شاہ | سراج دین نبی سایۂ خدائے قدیر

انشا نے نواب سعادت علی خان کی مدح کے قصیدے مین لکھا ہے۔

چشم و چراغ ہند یہی اک وزیر ہے | یعنی جناب عالی مستحسن الشیم
کیسا وزیر جسکو سعادت علی نے دی | برہان ملک اشجع و منصور و محتشم

حافظ عبد الرحمن احسان تہنیت جشن شاہ عالم بادشاہ کے قصیدے مین لکھتے ہین۔

عروس طرب نے دکھایا اپنا جمال | خوشی سے ہو متبسم کہا کہ اُنظر فی الحال
بصد نیاز کہا مین نے اسے سراپا ناز | تو کون ہی مجھے بتلا یہ شکوہ و جلال
کہا کہ نام ہے میرا خوشی ہو تو | کہ میرے نام سے بھاگے ہی دعد رنج و ملال

یہ مژدہ ہے کہ توے مزد تہنیت اب لکھ		براے جشن شہ خوش خصال و نیک اقبال	
فلک جناب سحاب کرم شہ عالم		محیط فیض خجستہ سیر بلند اقبال	

ذوق اکبر شاہ کی مدح مین کہتے ہین۔

نام کو اللہ اکبر کیا ترے توقیر سے ہے		داخل ہر بانگ ہے شامل ہر تکبیر ہے

صنعت متتابع لغت مین متتابع پے درپے کے معنے مین ہی اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ بات مین سے بات نکالین اور الفاظ اس طرح آوین کہ ایک کی متابعت کی وجہ سے دوسرا آوے جیسے۔

منیر

سوے میخانہ جو وہ دیکھے نگاہِ قہر سے		تاک مین انگور انگورون مین نہیان ہو شراب
شیشہ پتھر مین چھپے پتھر نہان ہو کوہ مین		کوہ زیر خاک بھاگے خاک ڈھونڈے قعر آب

ولہ

یا الٰہی رہین جب تک فلک ماہ و نجوم		تاکہ ہی سبز زمانے مین چمن خلقت کا
تا چمن مین ہی نہال اور نہالون مین شاخ		تاکہ ہی شاخون مین گل گل مین اثر رنگت کا
تاکہ رنگت مین لطافت ہی لطافت مین صفا		تا صفائی کے سے رواق قافلہ ہے نکہت کا
تاکہ نکہت سے دماغون کو ہے کیفیت عطر		تاکہ ہو عطر سے روحون کو مزہ راحت کا
راحت و عیش بڑھے جاہ و حشم افزون ہو		تیرے قبضے مین خزانہ رہے ہر دولت کا

خلیق منشی عبدالخالق دہلوی

درگاہ قطب صاحب سنگ مزار دیکھے		شہرون مین پھول دیکھے پھولون مین خار دیکھے

شیخ محمد جان شاد

ملتجی شاد ثنا خوان ہے یہی تجھ سے مدام		تو ہے تا تیری خدائی ہی خلاو ندزمین
ابر مین برق ہی تا برق جند مین چمک		سیپ دریا مین ہی تا سیپ مین ہی دُرّ عدن
خاک مین ذرے ہین تا ذرون مین ہی مہر ضیا		پتھرون مین ہین شرر تا ہی شررون مین جلن
خال ہین چشم مین تا چشم مین ہی نور بصر		نافہ آہو مین ہی تا نافے مین ہی مشک ختن

آسمان قدر مسیحا کی طرح ہو ممدوح
بعلی و لنر ہرا و حسین و حسن

نشی ہیرالال شہرت

جوش بہار غم الفت تو دیکھہ ۔ داغ سے گل گل سے چمن ہوگیا

ذوق

نجلا ارض سے تا ابر ہوا در ابر میں پانی ۔ روان پانی سے تا دریا ہوا وہ دریا گنجیانی
زمین میں تا ہو کان اور کان میں ہو جوہر کانی ۔ پئے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی ؛

تری شمشیر جوہر دار میں نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضے میں بحر و بر ہو کان پر زر ہو

رکھیں تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر میں ؛ اگل تر تا ہو گلدان میں تری تا ہو گل تر میں
رہے نافے میں مشک اذفر اور بو مشک اذفر میں ۔ صدف میں تا ہو گوہر اور ہو تا آب گوہر میں

ترے ابر کرم سے باغ عالم تازہ و تر ہو
شمیم خلق سے تیرے جہان یک سر معطر ہو

گلستان میں ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا ۔ نیستان میں ہو تا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
نہال تاک میں انگور ہو انگور میں صہبا ۔ نشہ صہبا میں ہو اور ہو نشہ جبتک نشاط افزا

شراب عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشن جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو

ظفر

جی جلائیں کیوں نہ میرا یہ بتان سنگدل
دل ظفر ان کا ہی پتھر اور پتھر میں ہی آگ

صنعت تزلزل یا متزلزل ملا خیرالدین نے خیرالبلاغت کے ایک رسالے میں لکھا ہے کہ یہ صنعت اس طرح ہے کہ حروف کی حرکت کے تغیر سے مدح مذمت ہوجائے بجیسے

ہے دعا میری یہ تجھ سے کردگار
اُسکے سر کو رکھ ہمیشہ تاجدار

تاجدار میں اگر جیم کو ساکن پڑھیں تو مدح ہے اور اگر اُس کو مکسور پڑھیں تو مذمت ہوجائے سکون کی صورت میں مراد یہ ہے کہ سر پر تاج عکومت رہے اور دوسری صورت میں

یہ معنے ہوئے کہ مقتول ہو کر سر اسکا دار یعنی سولی پر ٹنگا رہے دوسری صورت مین سر مضاف ہے اور دار مضاف الیہ۔

صنعت قلب وہ یہ ہی کہ کچھ الفاظ اس طرح پر واقع ہون کہ دونون لفظون کے حروف ترتیب مین یکسان ہون اسطرح کہ نوع اور عدد اور ہیئت اُن کی متحد ہو مگر حروف کی تقدیم و تاخیر مین فرق ہو اس طرح کہ جو حرف پہلے لفظ مین مقدم ہون وہ دوسرے لفظ مین مؤخر ہون اسکو **تجنیس قلب** بھی کہتے ہین اور تجنیس کی قسم شمار کرتے ہین اور یہ صنعت کئی قسم پر مستعمل ہی۔

(۱) **مقلوب کل** یعنی سب حروف کلمے کے علی الترتیب منعکس ہون جیسے کاخ خاک اور قرش شرق اور عرش شرع اور حور روح اور تار رات اور زلزار رازلز اور فرفر فرف۔

میر محمد زکی

وصف اُس صرصر شیم کا کوئی لکھے یار جھے	ذہن وو دوڑے صورت رفرف چلے فرفر زبان

ناسخ

کوبکو دن بھر وہ ہرجائی پھرا کرتا ہی روز	رو رہی مانند خورشید درخشان پانؤن مین

ظفر

رات بھر مجھکو غم یار نے سونے نہ دیا	صبح کو خوف شب تار نے سونے نہ دیا

امانت

دُنیا مین ہے خزانہ لڑائی کا گھر سدا	از روے غور گنج کو اُلٹو تو جنگ ہے

خواجہ وزیر

خوبرویون کو ضرر سے بچا سکے کیا انقلاب	حور ہو جائے جو لکھے کوئی اُلٹا نام روح

انشا

ابھی جھڑ لگائے بارش کوئی مست بھر کے نعرہ	جو زمین پہ پھینک مارے قدح شراب اُلٹا

ولہ

جو تو باتون مین لگے گا تو مین جاؤنگا کہ سمجھا	مرے جان و دل کے مالک نے مرا کلام اُلٹا
مجھے مار کیون نہ ڈالے تری زلف الٹ کے کافر	کہ سکھا دیا ہے تو نے اُسے لفظ رام اُلٹا
سحر ایک ماش پھینکا جو مجھے دکھا کے اُسنے	تو اشارہ مین نے تاڑا کہ یہ لفظ شام اُلٹا
فقط اس لفافے پر ہو کہ خط آشنا کو پہونچے	تو لکھا ہی اُسنے انشا یہ ترا ہی نام اُلٹا

دبیر

آنکھین عقلا شرع کو تو عرش ہو پیدا	ایمان و شریعت پہ سدا قبضہ ہے ان کا

ولہ

سر تاج فلک فرش در شاہِ نجف ہے	اُس فرش کو دیکھا جو اُلٹ کر تو شرف ہے

ولہ

سلطان صبح نے رُخ آفاق فق کیا	اور دور نے قمر کو اُلٹ کر رمق کیا

(۲) مقلوب بعض اسے کہتے ہین کہ کلمے کے بعض حروف کی ترتیب منعکس ہو جیسے قریب رقیب اور رشک شکر اور کمال کلام اور رحیق حریق اور علم عمل اور مرحوم محروم اور حامی ماحی۔
جیسے "صبح کا ستارہ" کی یہ عبارت۔
"جو شخص اس کتاب سے فائدہ پاوے اور نفع اُٹھاوے اُس سے اُمید ہو کہ اس مغموم کو اور اُن دونون مرحوم کو اپنی دعا سے محروم نہ کرے"

ذوق

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد	حامی شرع بنی ماحی شرک و بدعت

قلق

اُٹھ گیا پاس اب قرابت کا	رشتہ پیدا ہوا رقابت کا

شرر

کمال بحث ہے علم کلام مین رہتی	دمن مین لوگ بہت قیل و قال کرتے ہین

مثنوی زائر

انسان کے لیے الم ہوا مال	جس نے پایا رہا وہ پامال

(۳) مقلوب مستوی یعنی تمام لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر مقلوب کرنے سے وہی لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر حاصل ہو الفاظ کی مثال جیسے باب بے عیب شاباش نادان کبک لعل گنگ بے زیب قنق رمان، دید، ددو دد (بمعنی دھوان) توت تخت دید گرگ لیل کمک تبت ہم الا ابا ماقرق ہد نالان نازان واماد سوم میم نون واو۔

ذوق

درد مین ہون لوٹتا ہون کس کو میرا درد ہو	ہون مین لفظ درد جب پہلو سے اُلٹو درد ہو

انشا

اُٹھتی ہے اپنے دل سے کچھ ایسی ہی ہوک سی	پڑجاتی جس سے دشت مین ہے ایک کوک سی

لموٴلفہ

سر قفس سے دم بدم بیفائدہ ٹکراے ہے	بلبل نادان نہین ہین ترے بس کی تیلیان

فقرے کی مثال۔

ظفر

یہ آناجانادم کا ہے فقط اُسکی عنایت پر	کسی کی آمد ورفت نفس مین کچھ نہین چلتی

آناجاناکو اگر آخر سے پڑھین تو یہی عبارت حاصل ہوگی۔

شعر کی مثال۔

نظام ساکن جاورہ

تم شدت کا ہے درد سا کت شمن آ	اشک ہر گاہ مر کا خاک رہا گرہ کشا

تمام شعر مقلوب مستوی ہے۔

ضامن علی جلالی

وہ شرابی آئے بارش ہو	یارب ابر آئے یارب آبر آئے
خوش ہو وہ شوخ خوش ہو وہ شوخ	یارب صبر آئے یارب صبر آئے

مقلوب مستوی کی ایک قسم اور ہے اور وہ یہ کہ ایک عبارت کے قلب کرنے سے اور ایک عبارت حاصل ہوجائے لیکن دوسری عبارت بھی ایسی ہو کہ اگر اُسکو قلب کرین تو عبارت اول حاصل ہوجائے جیسے۔

انشا

رواج اور یہ ہے وہ ہوا آشنا انشا	کہ ہو رہا ہو وہ آگاہ رسم اہل کلام

پہلے مصرع کے قلب کرنے سے یہ عبارت حاصل ہوتی ہے۔ آشنا انشا وہ ہو یہ ہے رواج اور۔ اور اس دوسری عبارت کے قلب کرنے سے وہی پہلی عبارت یعنی تمام مصرع حاصل ہوتا ہے۔

(۴) مقلوب مجنح۔ لفظ مجنح مشرف کے وزن پر مفعول کا صیغہ ہے اسکے معنی بازودار کے ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ الفاظ مقلوب مین سے ایک لفظ بیت کے اول مین واقع ہو اور دوسرا لفظ بیت کے آخر مین جیسے اس شعر مین سودا کے جو میر ضاحک کی ہجو مین ہے۔

ریم سوزاک پدر ہے توسشہ ریر		رحم مادر مین اُلٹ نکلا ہومیسر	

فائدہ اگر دو لفظ مقلوب پاس پاس علی الترتیب واقع ہونگے اور ان مین کسی دوسرے لفظ کا سوائے حرف عطف یا حرف جر یا اُنکی مثل کے فاصلہ ہوگا تو اُسکو **مقلوب مکرر** اور **مقلوب مُزدوج** اور **مقلوب مُردّد** کہین گے جیسے۔

داغ

وہ تیرا دور ہے علم وعمل سے تا در ہین		فقیہ ومفتی وصوفی وشیخ وحافظ وقاری	

علم وعمل مقلوب بعض ہین اور دونون پاس پاس واقع ہین۔

شباب

صدمۂ فرقت سے تھی اُس حور کے بیتاب روح		آنسوؤن کا آنکھ سے اِک دم نہ ٹوٹا تار رات	

تار اور رات مقلوب کل ہین اور دونون قریب قریب واقع ہوئے ہین اور حور روح بھی مقلوب کل ہین۔ اور یہ بھی ایک قسم قلب کل کی ہے کہ چار مصرعون مین لفظ اول مصرع ثانی کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع اول کا اور لفظ اول مصرع سوم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع ثانی کا اور لفظ اول مصرع چہارم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع سوم کا اور لفظ اول مصرع اول کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع چہارم کا مثال۔

از حسین بے نظیر

رات کو اُس گلبدن کے تھا گلے کے بیچ ہار	راہ مین تھا وصل کا مائل اگرچہ مثل مار
رام ہو کر آگیا وہ بر مین میری رشک حور	روح کو کھینچے تھا اُسکی زلف کا ہر ایک تار

از دریاے لطافت

رت پر پیدا ہمیشہ ہووے نوبر	رب کی قدرت سے ہوتے ہین اسب ور
رد جو کوئی یہ بات کرے اُس کا تن	نت کبھی قمچیان لگا خون سے تر

اسی کے قریب ہی یہ بند۔

یعقوب علیخان نصرت

صمصام آبدار ہے رشک پری وحور	روح عدوے شہ کو سرافیلؑ کا ہی صور
روس وعراق وشام مین ہے عالم نشور	روشن ہی سب پہ حشر ہی عالم مین دور دور
رود فرات ودجلہ سے بھی بڑھکے آب ہے	سر تیغ تیز وہ ہی کہ جو لاجواب ہے

صنعت رد العجز علی الصدر - ناظرین کو علم عروض کے بیان مین معلوم ہو چکا ہے کہ عروضی بیت کے مصرع اول کے جزو اول کو صدر اور جزو آخر مصرع اول کو **عروض** کہتے ہین اور جزو اول مصرع ثانی کو ابتدا اور جزو آخر مصرع ثانی کو **ضرب و عجز** بولتے ہین اور درمیان بیت مین جو کچھ رہا وہ **حشو** ہی پس اس صنعت مین یہ مراد ہی کہ جو لفظ عجز یعنی جزو آخر مصرع ثانی مین مذکور ہوا ہی صدر مین یعنی جزو اول مصرع اول مین مذکور ہو - ہر چند کہ لفظ صدر سے جزو اول مصرع اول کا سمجھا جاتا ہے لیکن یہان عام ہی اور اُس سے ہر جز ماقبل عجز کا مراد لیا گیا ہے خواہ حشو ہو خواہ عروض خواہ ابتدا اسی وجہ سے ابی ہلال حسن بن عبد اللہ نے کتاب صناعتین مین لفظ رد الاعجاز علے الصدور لکھا ہی اِس لحاظ سے اس صنعت کی چار قسمین قرار دی گئی ہین

پہلی قسم رد العجز علی الصدر یہ صنعت نثر و نظم دونون مین جاری ہوتی ہے نثر مین اس طرح کہ جو لفظ فقرے کے اول مین آوے وہی فقرے کے آخر مین آوے اور نظم مین اس طرح جاری ہوتی ہی کہ جو لفظ صدر یعنی جزو اول مصرع اول مین آیا ہو وہی عجز مین آوے اور یہ چار حال سے خالی نہین خواہ وہ لفظ بطور تجنیس کے ہون یعنی وہ دونون لفظ صنعت تجنیس کی رکھتے ہون خواہ بطور تکرار کے یعنی الفاظ مکرر بغیر رعایت تجنیس کے آوین خواہ رد العجز علے الصدر مع الاشتقاق ہو یعنی وہ لفظ ایک مادّے سے مشتق ہون خواہ رد العجز علے الصدر مع شبہ الاشتقاق ہو یعنے وہ لفظ مشابہت اشتقاق کی رکھتے ہون اور تجنیس مین کسی خاص قسم کی قید نہین بلکہ عام ہی کہ کسی قسم کی بھی تجنیس ہو -

رد العجز علی الصدر مع التجنیس -

ترابؔ

بال کھولے کیا تماشا کر گیا — ہو گیا عشاق پر جینا وبال
خال کو کس طرح چوے مُرغ دل — رُخ پہ اُسکی زلف نے ڈالا ہی جال

لال لب پر پان کی لالی غضب
وصف مین اُسکے زبان ہوتی ہے لال

چونکہ جزو اول اور جزو آخر اور جزو درمیانی سے مراد الفاظ کا اُس قدر حصّہ ہی جو کسی رُکن کے مقابل واقع ہو تو اس صورت مین یہ شعر مذاق کا بھی اسی صنعت مین ہو گا - ؎

پیر و مرشد خلق کا پیدا ہوا — خوش ہر اک طفل و جوان و پیر ہے

کیونکہ اسکے عجز مین جو لفظ پیر واقع ہی اگرچہ وہ رابطے سے بیشتر ہی مگر وہ اور رابطہ دونون فاعلن کے مقابل مین واقع ہوے ہین اسلیے پیر شعر کے جزو اخیر مین سمجھا جاتا ہی۔

ذوق

مارے گرسیلی وہ زُلف پُرعرق | جھڑ پڑین دندان دہان مارکے

ناسخ

دے گھٹا کو نہ مرے دیدۂ تر سے نسبت | آبرو میری نہ ہم چشمون مین ای یار گھٹا

ولہ

سودۂ الماس کھاکر سُور ہون پا | زندگانی ہجر مین بے سُود ہے

نور

آرہ تو سر پہ چلا میرے ولیکن اب تو | شوق مین تیرے کہے جاؤنگا آرے آرے

ردالعجز علی الصدر مع التکرار۔

النسیم دہلوی

خط نامہ بر کو پھیر دیا اور یہ کہا | کہنا کہ ہمنے جان لیا مدعاے خط

حالی

قیصر کے گھرانے پہ رہے سایۂ یزدان | اور ہند کی نسلون پہ رہے سایۂ قیصر

گویا

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی | خدا سے پوچھیے شان محمدؐ

مومن

دل ابکی بار ہوا ایسی بے جگہ مائل | کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھیگا دل

ظفر

نکالے ہین یہ اشک گرم ہمنے | کہ چشم تر سے ہین اخگر نکالے

ولہ

چرخ کی بے مہریون سے ڈر ہی یہ ای مہروش | تو جو آوے میرے گھر ایسا نہو سُن پائے چرخ

چرخ ساغر مین بھرے کس کے مے گلرنگ عشق
ہوگیا زہر آب غم سے سبزۂ مینائے چرخ

گویا

رقص کی اُسکے صفت گویا نہ پوچھ — دل کو کردیتا ہے بے آرام رقص

تشنی

دروغ آگے مردم کے ہی بے فروغ — بھلا کسلیے کوئی بولے دروغ

مؤلفہ

آئینہ خانے مین اُسکے دیکھ تو تجھی بشوق — ہے لگا دیوار و در سے کس ادب سے آئینہ

ردالعجز علی الصدر مع الاشتقاق۔

آشنا

مفرح اپنے شفاخانۂ عنایت سے — شتاب بھیج کہ آشنا کو جلد ہو تفریح

ظفر

نکل جائے ظفر دم ساتھ اُس کے — جو دل سے تیر وہ دلبر نکالے

ولہ

سنتے ہو جسکا ملک سلیمان مین شور حسن — دھوم اُس پری کی جاکے پرستان مین سنو

غلام حسینخان قدیر

جلایا جو پروانہ سان اُس نے مجھکو — کہا مین نے بھی شمع رو اُس کو جل کر

تلخ

بھیجنا خط کا کیا اُس بت نے ترک — اب خدایا موت کا پیغام بھیج

امراؤ مرزا ناداں

کھینچ کر نالہ مصور رہ گیا — جب کہا تو یار کی تصویر کھینچ

تراب

توڑکے پھر جوڑنا دشوار ہے ممکن نہین — شیشۂ دل کو مرے ای سنگدل ظالم نہ توڑ

ضامن

مار ڈالو جو مارتے ہو جی — چشم خونخوار نے ہمین مارا

حالی

تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا — اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر

ردالعجز علی الصدر مع شبہ الاشتقاق۔

ذوق

جنبش رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم	ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل میں جنبیت

ولہ

جنبش تو نے افشاں جوا سے مہ جبین ہے	ستاروں میں کیا کیا جہان اور جبین ہے

ناسخ

سودۂ الماس کھا کر مر رہوں ہے	زندگانی ہجر میں بے سود ہے

دوسری قسم ردالعجز علی الحشو یعنی جو لفظ عجز میں واقع ہو وہی حشو میں واقع ہو اور حشو یہاں عام ہے خواہ مصرع اول کا ہو خواہ مصرع ثانی کا اور ہر ایک میں وہی چار صورتیں متذکرہ قسم اول پیدا ہو سکتی ہیں۔ اولاً حشو مصرع اول کی صورتیں لکھی جاتی ہیں۔

ردالعجز علی الحشو مع التجنیس۔

حسن

مرد تم پری پر وہ تم پر مرے	اب اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے

اس شعر میں تجنیس محرف ہے مصرعۂ اول کے حشو میں پری یائے معروف سے اور مصرعۂ ثانی کے عجز میں پرے یائے مجہول سے ہے۔

حسرت

میں نے کہا رم مجھ سے نکر رام ہو ٹک	کہنے لگا کیا چیز ہے رم جائے رام

پہلے مصرع کے حشو میں ایک رم ہے اور ایک رام ہے اور عجز میں رام ہے پس رم اور رام میں تجنیس زائد و ناقص ہے اور رام و رام میں تجنیس تام ہے۔

ذوق

یہ آفتاب و کرسی خدا کرے فرخ	بحق سورۂ والشمس و آیۃ الکرسی

جانصاحب

وصف میں چوٹی کے اک شعر نہ چوٹی کا کہا
جانصاحب نے بکی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی ہے

ردالعجز علی الحشو مع التکرار۔

عشرت

اسیر الفت گل مثل بلبل ہے | بدل خار وصال حسرت گل

مولوی محمد حیات رامپوری شاگرد ذوق

مجھکو اُس چاند کے تصور نے | شب دیجور مین دکھایا چاند

ناسخ

وصل مین تھا صبح سے بیزار مین | ہجر کی شب مجھسے ہے بیزار صبح

نظیر

سو بار حریر اُس کا مسکا نہ گل سے | شبنم سے کب اے بلبل پیراہن گل مسکا

ظفر

تمھارے پانون بھی دھو کے پیے یہ عاشق زار | پہ اُس کو فائدہ کیا اور کیا سمجھ کے پیے

غالب

آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف ہے | ہے فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت

رد العجز علی الحشو مع الاشتقاق

غالب

ہم پکارین اور کھلے یون کون جائے | یار کا دروازہ پاوین گر کھلا

سودا

یقین تو جان گیا ٹوٹ دل مرا وون ہی | جو خار چُبھ کے ہوے پانون مین ذرا ٹوٹا

ظفر

تمنے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمین | ہمنے تمھاری یاد مین سب کچھ بھلا دیا

ولہ

بہت سی آپکے ملنے کی ہم گھاتین لگاتے ہین | کہین جب ہمسے تو کیا رسو گھاتو نہین ملتے ہم

سودا

کرے یہ گر منفعل انکے ہو تیرا خیال | سو تو غلط ہے کبھو ان کو ہو انفعال

رد العجز علی الحشو مع شبہ الاشتقاق

ظفر

مجھے ڈر ہے نہ پہونچے پہونچیون کے بوجھ سے صدمہ | کہ نازک ہی نہایت ہی ترا اے نازنین پہونچا

انشا

جو اہل فقر شاہ کُھاری کے ہین مُرید | پالے ہین اُن سبھون نے کبوتر کُھاریے

ان سب مثالون مین حشو سے حشو مصرع اول مقصود تھا اب حشو مصرع ثانی کی مثالین دی جاتی ہین

رد العجز علے الحشو مع التجنیس

دبیر

جس شب گئی سونا تھا وہ بندۂ حق بین | بھر عقد کو شیرین ملی کیا خواب تھا شیرین

ذوق

مثال خضر تو اے رہنماے ملت و دین | جہان مین پیر ہو پیر ہو گر اُمتون سے پیر

قلق

اس قدر زیست سے ہوا ہون تنگ | ہو گیا ہے پلنگ مثل پلنگ

نواب مصطفے خان شیفتہ

لیکن مبالغہ تو ہی البتہ اس مین کم | ہان ذکر خد و خال اگر ہی تو خال خال

شمس العلما مولوی نذیر احمد

اگر پناہ نہین آہوے حرم کو بھی | کہین جہان مین جس جگہ م قضا بچھائے دام

رد العجز علے الحشو مع التکرار

دبیر

یہ پوچھنا مین بھول گئی واے مقدر | تاریخ مقرر نہین آنا ہے مقرر

ناسخ

گلزار حسن یار کی بھی طرفہ ہے بہار | عارض پہ خط سبز نہین ہین یہ خار سبز

ولہ

ہوتا ہے قصد اور کسی بات کا اگر | کرتے ہین میرے ہونٹھ ہی بات ہاے ہونٹھ

امانت

نادان کی صحبت مین ہے سو طرح کا دھڑکا | دل دن کسی لڑکے کو مین ایسا نہین لڑکا

منشی

وہین پر جہاندار فیروز بخت | بچھا ایک تخت اپنے پہلوے تخت

داغ

توغمزدہ ہے آپ سے نادان کس لیے | گر تو بھی خوب عیش جو ہو سازگار عیش

ردالعجز علے الحشو مع الاشتقاق۔

صفیر

وعدے پر اُنسے جو مانگون تو یہ فرماتے ہین | طلب بوسہ نہ ٹھہری یہ تقاضا ٹھہرا

میر

جسکے ہے پال تو نہین قنات | جسکے ہے فرش تو نہین فراش

مومن

ہے طبع مین ہر روز فزدن سخ فزائی | اپنے مین سماتے نہین کیا دلمین سمائی
کیون ہاتھ سے جاتے ہو تم آسنا بھی نہ آؤ | جو تم کو ستایا کرین تم اُن کو ستاؤ

انیس

جو تیرا محب ہے ہمین اُس سے ہی محبت | جو تیرا عدو ہے ہمین اُس سے ہی عداوت

ردالعجز علے الحشو مع شبہ الاشتقاق۔

بیدل

سینے پہ آکے رکھتی ہین وہ دست رحمت | دیتی ہین دل کے گھاؤ کو آرام گھائیان

انشا

ران پر دھر ہاتھ میرے آگ سی اک پھونکدی | گُدگُدی آمیز چٹکی کا نیا تھا چٹکلا

انیس

حمّالون نے اونٹون سے قناتون کو اُتارا | میدان کو ادھر باد بہاری نے بہارا

جودھری محمد سعید الدین حسین رئیس کھیڑہ بداون

کیجیئے گا سعید آپ تصور مین زیارت | اچھا یہ قرینہ ہے اویس قرنی رح کا

تیسری قسم ردالعجز علے العروض۔ یعنی جو لفظ مصرع ثانی کے آخر مین واقع ہو وہی لفظ

جزو آخر مصرع اول مین ہو۔

ردالعجز علے العروض مع التجنیس

رقت

ہمارے سامنے مت ابر بار بار برس	جو ہم سے ہوسکے تجھ سے نہو ہزار برس

میر حسن

بھری تھی دلون سے زبس اُسکی مانگ	لبت دل پیے اُسکی کنگھی نے مانگ

دبیر

صدقے کیے بازو جو عملدار نے شہ پر	یاقوت کے بخشے اُسے غفار نے شہپر

ہدایت

سینے کے تیرے کھُلتے ہی ہی میری جان بند	آئینہ ساز کر گئے اپنی دُکان بند

الشا

نجیبون کے گھر مین نہین کوئی نر	چمارون کے جتے پڑی ہے نری

نسیم

بازو مین نہ تو مرے گرھ باندھے	سمجھاؤن جو پند اُسے گرہ باندھے

تسلیم

وہ زبان برگ گل سی اُسکی لال	جسکی تعریف مین زبان ہے لال

آغا اکبر آبادی

شوق زور و نپہ ہی ضعف دل بیمار گھٹا	آؤ میخانہ چلین آئی دھوان دھار گھٹا

ردالعجز علے العروض مع التکرار یہ صنعت ہر مطلع مردف مین ہوتی ہی۔

میر علی اوسط رشک

مجھکو نہین یقین کہ تجھکو ملا دہن	سچ بات ہی تو میرے دہن سے ملا دہن

ولہ

گردعارض کیون نہ رکھے وہ بت بسیر زلف	چہرہ ہی تصویرون کا رات کی تصویر زلف

معروف

حرم کے بننے سے تو ہر چند نباہی توبہ	پر مغون سے یہ خجل ہون کہ الٰہی توبہ

نظام رامپوری

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اُٹھا کے ہاتھ — دیکھا جو مجھکو چھوڑ دیے مُسکرا کے ہاتھ

واسطی

خزان کا خوف کہان ہے عجب بہار مین روح — بسی ہے جا کے کسی گلبدن کے ہار مین روح

ردالعجز علے العروض مع الاشتقاق

خواجہ وزیر

دہن یار مین ہستی کی اُوداہٹ دیکھی — چمن ملک عدم مین گلِ سُوسن دیکھا

بیان

بیان کا یہ پیغام لے جائیو — صبا اُسکے کوچے مین گر جائے گی

ظفر

ذرا بھی سامنے میرے اگر عدو بگڑے — تو مُنھ کو دون ابھی اُسکے مین ایک پل مین بگاڑ

قصۂ شاہ و گدا

جو دیکھا اُسکے تئین بس مضطرب حال — کہا پھر کر کے استفسار احوال

سودا

مضطرب برق سے نہو یون حال — بادلون سے جو اُس کا تھا احوال

نواب کلب علیخان

بجائے گردہ اعجاز تکلم اس کو تم جانو — اگر یون رنج مین نواب جانبر ہو تو مین جانون

ردالعجز علے العروض مع شبہ الاشتقاق۔

عشرت

تھی گہوارہ لوگون نے اُتارا — فلک سے جس طرح ٹوٹے ہے تارا

غفلت

فغان ہے بخت بد سے ایک تو بیمار خوبان ہے — بتاتے ہین اطبائے زمانہ اُسیہ خوبانی

ذوق

سمجھے شیر آپ کو ہزار غنیم — اُسکے بر سامنے ہے مثل غنم

چوتھی قسم رد العجز علے الابتدا یعنی جو لفظ مصرع ثانی کے جزو آخرین ہو وہی لفظ اُس مصرع

کے جزو اول مین ہو۔

ردالعجز علے الابتدامع التجنیس۔

خوشتر

بہت شادان ہوا شاہ زمانہ | خرابہ مین ملا اُس کو خزانہ

الفت

اِک گڑگڑی اور روپے کے پنکھے پہ تو ہرگز | پھبتی نہین اسکندر و داراب کی پھبتی

رنگین

یک بیک گھبرا کے وہ اٹھا پکار | مار تیرے ہاتھ مین ہے اسکو مار

میر حسن

خواصون نے گھر کو دیا انتظام | تمامی کے پردے لگائے تمام

ردالعجز علے الابتدامع التکرار

روشن بیگ امی

جی دھڑکتا تھا کہ پہونچے مین نہ آجائے لچک | ہاتھ سے چھوڑ دیا مین نے ترا جان کے ہاتھ

ہلال

پانوٗن تیرے کب ہمین پامال کرجاتے نہین | ایڑیان ہمکو رگڑواتی ہین اکثر ایڑیان

غالب

وہ بھی دن ہو کہ اُس ستمگر سے | ناز کھینچون بجائے حسرت ناز

ہوگیا آگے تمھارے رنگ پریون کا سعید آباد | رقص کہتے ہین اسے بس ہے یہی کا نام رقص

رند

قسم خدا کی جو عشق پاک ہے تم سے | غرض سے ہے مجھے مطلب نہ مدعا سے غرض

ناسخ

کر رہا ہے ایک کافر مجھکو قتل | الغیاث اے اہل ایمان الغیاث

ساری غزل اسی صنعت مین ہے۔

ظفر

جگر کے کرتے ہین ٹکڑے یہ پارہ الماس | پیے جو اشک کوئی بتلا سمجھ کے پیئے

ردالعجز علے الابتدا مع الاشتقاق۔

انشا

جو مجھ مین اور اُس مین دھما چوکڑی مچی | فراش بولے شور ہوئی یہ تو جنگ فرش

ولہ

نظر آئے مسّی آلودہ وہ دندان اُسکے | حسن کے سین کے دندانے بوجہ احسن

ذوق

جس طرح سے کہ ہنسا دینے کو بیدینوں کے | نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

آتش

خط سے رہا نہ حُسن رُخ یار کا فروغ | بجھنے نے اُس چراغ کے دل کو بجُھا دیا

سودا

عہد مین حسن کے تیرے جو پیمبر ہو کوئی | معجزات اُسکے مین ہر صبر بڑا ہی اعجاز

قلق

مجھ حزین پر تو اے قمر یہ سما | عقد کے بعد یہ کھلا عقدا

میر

جہان میں سر زیر و زبر ہو گیا | خرامان ہوا جب وہ محشر خرام

ردالعجز علے الابتدا مع شبہ الاشتقاق حکیم ضامن علی جلال نے شہر رامپور مین ۱۳۰۲ھ مین یہ رباعی اس صنعت مین راقم آثم کی درخواست پر لکھی تھی۔

رباعی

عید آتی ہے ہوگا غم ہجران رخصت | شہر رمضان سے ہی اسی کی شہرت
عاشق سے گلے ملے گا اپنے وہ ضرور | غیروں سے اگر نہ ملنے دے گی غیرت

امیر

نہین سونا ہی ممکن ہجر مین نیند آ نہین سکتی | طلا یہ پھیر رہا ہی آنکھ مین طوق طلائی کا

انیس

اُس مین یہ نہر بھی ہے جو ہے فاطمہ کا مہر
شہرہ ہے تازیون کی تواضع کا شہر شہر

مولوی محمد اسمٰعیل

عابد زاہد فقیر جوگی | صوفی کا بھی ہو گیا صفایا

ذوق

تراسمند رہے وہ تیز رو کہ وقت خرام | نظر ہو دیدۂ زرقا کی بھی نہ اس کا نظیر

بعض شعرائے یہ صنعت علیحدہ ہر مصرع مین لا کر نئی بات نکالی ہے یعنی جزو اول و آخر مصرع اول کا یکسان لاتے ہین اور جزو اول و آخر مصرع ثانی کا یکسان گویا ہر مصرع کے جزو اول اور جزو آخر کو صدر و عجز قرار دے لیا ہے اور اگر یہ کہین کہ مصرع ثانی مین ردالعجز علے الابتدا اور مصرع اول مین ردالعروض علے الصدر ہے پس صنعت علیحدہ ہو گی تو ہم کہین گے کہ اس صنعت کا علم بدیع کی کتابون مین کہین نام نہین پس بہتر قول اول ہے جیسے اس شعر مین۔

میر

آنت شیطان کی ہے اُسکی آنت | دانت اُسکا ہے ہاتھی کا سا دانت

انیس

شاد اس کو کیا جسنے مجھے اُسنے کیا شاد | بیداد ہوئی اسپہ تو مجھپر ہوئی بیداد

حالی

لگاؤ تو لو اپنی اُس سے لگاؤ | جھکاؤ تو سر اُسکے آگے جھکاؤ

ولہ

کفایت جہان چاہیے وان کفایت | سخاوت جہان چاہیے وان سخاوت

صنعت محاذی یہ صنعت بھی ردالعجز علے الصدر کے قبیل سے ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ لفظ آخر مصرع اول کا لفظ اول مصرع ثانی ہو اور لفظ آخر مصرع ثانی کا لفظ اول مصرع ثالث ہو اور لفظ آخر مصرع ثالث کا لفظ اول مصرع رابع ہو ایسے ہی جہان تک اتفاق پڑے۔
مثال اسکی۔

از دریائے لطافت

آتا نہین کیون میرا وہ آسائش جان | جان جسپہ فدا کرتے ہین سب اور ایمان

ایمان ہے میرا محبت اُس کی دائم
دائم اُس کو بھی مجھپہ ہے لطف نہان

رنگین

فرہاد کو شیرین جو بہت آتی یاد | یاد اُسکی ہین اپنے دل کو رکھتا وہ شاد
شاد اُس کا ہمیشہ ذکر رکھتا اُسکو | اُس کو کر یاد شاد رہتا فرہاد

اور حکیم ضامن علی جلال کی یہ رباعی بھی جو راقم کی تحریک سے لکھی ہے اسی صنعت مین ہے -

رباعی

گردن تری شیشہ آنکھ ہے پیمانہ | پیمانہ کی طرح چال ہے مستانہ
مستانہ ہر اک روش ادائین سرشار | سرشار نگہ ہے ساقی میخانہ

صنعت قطار البعیر یعنے شعر مین لفظ آخر مصرع اول اور لفظ اول مصرع آخر ایک سے ہون - جیسے -

لُطف

غربال ہوے پانون طلب مین تری ہیہات | ہیہات تو اے کعبہ مقصود کہان ہے

انشا

مفلسا بیگ جو عاشق ہین کہان یاد مین زر | زر ہو اُس پاس جو بارے کی رسائی مارے

ظفر

ہو گیا جس دن سے اپنے دل پر اُسکو اختیار | اختیار اپنا گیا بے اختیاری رہ گئی

تپش

سخن کو مرے بخش حسن قبول | قبول طبائع ہو مجھکو حصول

ناسخ

لازم ہے کرو مسافرون کا اعزاز | اعزاز نہین تو آؤ اضرار سے باز

ذوق

جوہر خوب کو درکار ہے آرائش خوب | خوب تو آب کی خوبی سے ہے ٹھہر اگوہر

ہوس

دندان وہ اسکے سلک شبنم | شبنم سے میان غنچہ باہم

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کر جلدی کر اب دل مین صبوری | صبوری اب تجھے تو ہے ضروری

منشی عبدالرحمن خان شاکر مالک مطبع نظامی کانپور

نام تیرا ہے یا الٰہی نور	نور سے اپنے کر اسے معمور

صنعت تفریع یعنی شعر مین جزو صدر کا حرف آخر عجز کے حرف آخر کے موافق ہو مثال اسکی۔

سوز

ہیہات وہ ساعت بھی عجب بدبختی کہ جبوقت	لائی تھی صبا یار سے پیغامِ محبت

ہیہات صدر مین واقع ہے اور محبت عجز مین اور دونون کا حرف آخر تاے فوقانی ہے۔

عنبر شاہ خان آشفتہ

آشفتہ نام عشق نہ لے پھر تمام عمر	دیکھے جو کوئی میرے دلِ زار کی تشبیہ

آغا علی نقی غنی

ہلجائے پے ستون دل فرہاد کی طرح	آئے جو اُس سمند کی ٹھوکر کے سامنے

صنعت مبادلۃ الراسین یعنی دو لفظون مین حرف اول باہم تبدیل ہو دین جیسے سبل مائل اور میل سائل کار بندگی اور بار گندگی۔ باغ سلامت اور داغ ملامت قطب احمد بریلوی ولد احمد رضا روپ پوری نے مبادلۃ الراسین کی مثال مین دو لفظ عقل نجیب اور نقل عجیب لکھے ہین اس کا رسالہ زبان فارسی مین ہے اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین اسکی بہت سی مثالین لکھی ہین۔

سحر

اگر حق نے بخشی ہے عقل نجیب	تو سن مجھ سے تو ایک نقل عجیب

صنعت تضمن المزدوج نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز مین یون تعریف کی ہے کہ رعایت قوافی کے بعد اثناے کلام مین ایسے دو لفظ جمع کیے جائین جو وزن اور ردی مین موافق ہون۔ جیسے

نثار

اُترے ملک فلک سے یوسف زمین سے نکلے	ممکن نہین کہ تجھ سا کوئی کہین سے نکلے

مراد ملک اور فلک سے ہے نہ زمین اور کہین سے کیونکہ یہ الفاظ قافیہ مین ہین۔

صفیر

جلاتا ہی مراد دل تل تمھارے روے تابان کا	اگر روغن اسی مین ہی چراغ داغ سوزان کا
سرا پردہ جو اُسکی رخ بے حجاب کا رمز	پیدا ہو رنگ سنگ مین لعل خوش آب کا

مخمور

خواب مین پہونچا جو دان دست خیال	نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا؂

محمد حسن خان

مکرم معظم جناب احمد	کہ اقلیم معنے کے ہین وہ امیر

صنعت ترافق یعنے چار مصرع اس طرح کے ہون کہ جس کو چاہین مصرع اول و دوم و سوم و چہارم کرلین جیسے۔

از دریاے لطافت

مفتون ہون مین اس شرم وحیا کا دل سے	عاشق ہون مین اس نازو ادا کا دل سے
شیدا ہون مین اس زلف دوتا کا دل سے	کشتہ ہون مین اس طرز وفا کا دل سے

صنعت نظم النثر یعنی نظم کو اس طرح پر بنائین کہ اُسکو نثر بھی پڑھ سکین مگر حالت نثر مین بندش و نشست الفاظ و صفائی کلام بھی شرط ہی ورنہ بقول مرزا قتیل ہر نظم کو نثر پڑھ سکتے ہین اس واسطے کہ واو اور ہاے مختفی کا تلفظ اور کسرۂ اضافت و کسرۂ صفت کے کھینچنے کو ترک کرنا ہر نظم کو نثر بنا دیتا ہی اور دوسری ضروریات شعر جیسے تقدیم بعض الفاظ کی بعض پر اور حذف بعض روابط کا اور اخفاے نون بھی ناجائز ہے اور نظم مین وزن کی ضرورت سے جائز رکھا ہی کیونکہ جو نثر ایسے تغیرات کے بعد نظم سے حاصل ہوتی ہی وہ صنعت نظم النثر مین معتبر نہین بلکہ نظم النثر وہی ہی جو نظم تھوڑے تفاوت سے نثر ہو جائے اور بعض نے کسرے کا کھینچنا اور روابط کا حذف اور نون کا اخفا جائز رکھا ہی مگر تقدیم و تاخیر جائز نہین اور یہ صنعت حضرت امیر خسرو دہلوی کی ایجاد ہی مثال اسکی یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا۔

نظم

جان اہل نیاز بندہ نواز؂	لبعد تعظیم اور عجز و نیاز
یہ گذارش ہے آپ سے کہ دعا	آپ کے حق مین رات دن کرنا
اور ہمیشہ فراق مین مرنا	دل کو ہر وقت مضطرب کرنا
کب تلک آخر ایک دن جو قضا	آئی تو بندہ بیگناہ مرا

حال سے اپنے مطلع کیجے
اور جلدی مری خبر لیجے؂

نثر جان اہل نیاز بندہ نواز بعد تعظیم اور عجز و نیاز یہ گذارش ہے آپ سے کہ دعا آپ کے حق مین رات دن کرنا اور ہمیشہ فراق مین مرنا دل کو ہر وقت مضطرب کرنا کب تلک آخر ایک دن جو قضا آئی تو بندہ بیگناہ مرا حال سے اپنے مطلع کیجے اور جلدی میری خبر لیجے

رقعۂ ثانی دریاے لطافت سے

اجی صاحب سنو تو تم نے کل ہاں	کیا کہا تھا اور آج کس لیے ٹل ہاں
گئے اپنے کلام سے صاحب	ایسی اُلفت بھی کچھ نہین واجب
ہم تو سر دینے تک بھی حاضر تھے	پر تمھارے تو ڈھنگ دیکھے نئے
واہ جی واہ آپ کے قربان	ہو چیے کیا ہی نخے اور نادان

بنگئے ہو خدا سے ٹک تو ڈرو
یاد تو کیجیے قرار دن کو

صنعت مثلث ۔ اسکو کہتے ہین کہ رباعی کے تین مصرع اس طرح لکھے جائین کہ اگر ہر مصرع سے بعض الفاظ کو اٹھالین تو اُن کو جمع کرنے سے چوتھا مصرع خود پیدا ہو جائے مگر اکثر وہ الفاظ ہر مصرع مین سرخی یا کسی علامت خاص سے لکھے جاتے ہین ۔ مطلوب طالب مین اس کا نام صنعت سکتہ لکھا ہے ۔ اور صنعت مثلث دریاے لطافت مین ہے جیسے ۔

رباعی لمؤلفہ

ہے مہر مین تیرے حسن سے پر تو نور	اور ماہ مین تجھسے روشنی ہے اے حور
تیرا ہی ظہور سارے عالم مین ہے	ہے مہر مین اور ماہ مین تیرا ہی ظہور

از دریاے لطافت

تجھسا نہین پیارا کوئی اے رشک قمر	محبوب کوئی نہوگا تجھسے بہتر
اے دلبر نازنین تجھے کہتے ہین سب	تجھسا نہین محبوب کوئی اے دلبر

صنعت مربع اسکو چہار در چہار بھی کہتے ہین یعنی چند سطر مین چار چار خانون مین ایسی لکھین کہ انھین طول اور عرض مین یکسان پڑھ سکین کسی طرح کا تفاوت نہ واقع ہو۔
مثال اسکی صفحہ مابعد مین درج ہے۔

از عقل و شعور			
کرون کیا	خفا ہے	الٰہی	وہ دلبر
خفا ہے	وہ مجھ سے	عبث کیون	سمن بر
الٰہی	عبث کیون	خفا ہے	غضب ہے
وہ دلبر	سمن بر	غضب ہے	ستمگر

از منشی علی امجد حسین امجد بدایونی			
کیون تجھے	عشق	ہوگیا	امجد
عشق	تجھکو کریگا	عاجز و	نزار
ہوگیا	عاجز و	نزار	امجد
امجدِ	نزار	امجدِ	ناچار

اور اگر آٹھ آٹھ خانون مین لکھ اور پڑھ سکین تو اُسے صنعت مثمن کہتے ہین۔

صنعت مدوّر۔ یعنی مصرع یا شعر ایسا ہو کہ اسکو ایک دائرے مین چار یا آٹھ رُکن کر کے دائرے کے حضور مین علٰحدہ علٰحدہ لکھین اور جس رُکن سے چاہین پڑھ سکین اور ایک مصرع یا بیت سے باعتبار تقدیم و تاخیر رُکن کے کئی مصرع یا بیتین حاصل ہون۔

مثال

مصرع کی مثال از دریاے لطافت　　　شعر کی مثال از عقل و شعور۔

صنعت اقسام الثلثہ - اگر مجملاً پڑھین تو ایک غزل ہو اور جو مطلع چھوڑ کر پہلے مصرعون کو پڑھین تو اور غزل ہو جائے اور جو مطلع چھوڑ کر پچھلے مصرعے پڑھین تو پانچ مرتب مطلع ہو جائین ۔

خندۂ لب سے ہی اُسکے شمع خندان بے فروغ	جلوۂ دندان سے ہی سرو چراغان بے فروغ
نور بینائی ہی کم زلف بُت گلفام سے	ہے اندھیری رات مین شمع شبستان بے فروغ
ٹمٹماتا ہے چراغ خانہ اپنا شام سے	ہے سواد خط مین یعنی روے جانان بے فروغ
جون امام سجہ گینے مجھکو سو کا پیشوا ؛	ہون تو مین دانا پہ ہون پیش ندیان بے فروغ
گرچہ مین گنتی سے باہر ہون پہ ہون آرام سے	جون چراغ کشتۂ گور غریبان بے فروغ
ہے نہورون سے ہمارے اُسکی کستوری زیاد	وصل کی شب مین بھی انجم بخت ہی یان بے فروغ
کام ڈالا ہی خدا نے کس بُت خود کام سے	ہے شرارت سے وہ کافر روبدامان بے فروغ
لگ گئی ہین اس مریض غم کی آنکھین چھپت کو آج	ہے وہ نور دیدہ اک گوشے مین نہان بے فروغ
دیکھ کر بالا خرامی اُس کی سمت بام سے	مردم چشم اپنی ہین یان زیر ایوان بے فروغ
کیا ہی ہو نکلا ہے ابتر جو پوچھو مین وہ شوخ	خجلت دشنام سے ہے روے انسان بے فروغ
لے کرم اودھم اُٹھا رکھی ہی اُسنے شام سے	اچپلاہٹ سے ہی اُسکی برق رخشان بے فروغ

اس صنعت کو رام پور کے رہنے والے کرم خان اور بقول کریم اللہ خان کرم تخلص عرف لکھو خان نے ایجاد کیا ہے ۔

صنعت براعتِ استہلال اُس صنعت کا نام ہی کہ جو قصّہ بیان کرنا منظور ہو خواہ نظم ہو خواہ نثر اُسکا دیباچہ یا اول داستان مین اشارہ کردین بہت مثنویان اور قصیدے اور اکثر قصّے نثر کے اس صنعت مین ہوتے ہین ۔ نسیم مثنوی گلزار نسیم مین فرخ یعنی بکاؤلی کے غائب ہوجانے اور حمالہ کے طلب کرنیکے موقع پر لکھتے ہین ۔ ع

کھُلنے پہ جو ہے طلسم تقدیر	اب خامہ نے یون کیا ہے تحریر

قلق گلشن آرا شاہزادی کی شادی کے بیان کے شروع مین لکھتے ہین ۔ ع

ساقیا ہے یہ وقت میخواری	دخت رز کر رہی ہے عیاری
دیکھ مینا ے چرخ کا نیرنگ	طرفہ دور زمانہ کا ہے رنگ
تاک کر اک پری صفت میخوار	سینہ زوری سے کرکے عشق اظہار

دختِ رز آج بیاہی جاتی ہے	پیر میکش تلک براتی ہے
یہ نیا چرخ داغ دیتا ہے	غیر معشوق بیاہ لیتا ہے
ایک کا تو بیاہ کرتا ہے	ایک کا گھر تباہ کرتا ہے

شراب نے عاشق وصنم کی مثنوی کے دیباچے مین کہا ہے۔ ؎

خدا گر عشق کو پیدا نہ کرتا	تو بندہ حسن پر کاہے کو مرتا
کوئی عاشق نہ دیتا جی صنم پر	نہ سر دھرتا کوئی اُسکے قدم پر

اور مثنوی کام وناکام مصنفۂ مولوی محمد نظام الدین صاحب مرحوم ناطق ہاشمی بدایونی ابن مولوی صدر الدین صاحب کا یہ شعر بھی اسی صنعت مین ہے۔ ؎

دلانا ہے سے پہلے لکھ تو وہ نام	کہ ناکام ان دل کو جس سے ہی کام

انشا نے اس قصیدے کے آغاز مین جو شاہ لندن کی سالگرہ کی تہنیت مین ہے کہتے ہین ؎

بگھیان نور کی تیار کرلے بوے سمن	کہ ہوا کھانے کو نکلینگے جوانان چمن
عالم اطفال نباتات یہ ہوگا کچھ اور	گورے کالے بھی پل بیٹھینگے نئے کپڑے پہن

نسیم تاج الملوک کے صحراے طلسم مین جانے اور طلسم کی چیزین حاصل کرنے کی داستان کے شروع مین کہتا ہے۔ ؎

بہرِ گہر طلسم اخلاص	ہے بحرِ سخن مین خامہ غواص

صنعت سیاق الاعداد یعنی کلام مین ذکر کرنا عددون کا خواہ ایک سے دس اور اس سے زیادہ تک خواہ بر عکس اسکے ایک تک اور عدد خواہ ترتیب وار ہون یا بے ترتیب مثال دل کی۔

انشا

مین جو شب اُن سے راہ مین لپٹا	بیم حاکم رہا نہ خوف عسس
ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ پھر	انکی انگلی کی چڑھ گئی جھٹ نس
لگی کہنے کہ میرے دامن کو	نہین ابتک کیا کسی نے مس
مفت جلجائے گا پرے بھی سرک	ارے مین آگ اور تو ہے خس
جب کہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہین	تب تو ٹھہری کہ بوسے دینگے دس
گن کے سو لیلے گیارھوان نہ سہی	مجھے بیٹھے کرے جو اور ہوس
ایک دو تین چار پانچ چھ سات	آٹھ نو دس ہوے بس اب تو بس

شاہ حسین حقیقت اپنی مثنوی ہشت بہشت مین کہتے ہین۔ ع

ایک دو تین چار پانچ چھ سات ۔ آٹھ نو دس تلک تو تھی اک بات

مستقیم خان وسعت

لوائے قسمت ایک گالی کی ہوئین دو تین چار ۔ وقت گفتن جب زبان اسکے لکنت آگئی ہا

انیس

کشتے ہوں ایک ضرب مین دو ہوں کہ چار ہوں ۔ شش در ہے سب کہ موت سے کیونکر دوچار ہوں

میر

مرے ایک دل مین جو غم ہے یہ سوز ہین سے میرے سمارہے ۔ نہ تو دس مین یہ نہ پچاس مین نہ تو سو مین یہ نہ ہزار مین

مثال عکس یا ترتیب کی۔

ایاز محمد خان ایاز بھوپالی

مجھ کو ملا ایاز سے بوسے دیے جو ناز سے ۔ بست پہ بست دہ بدہ پنج بہ پنج دو بدو

شایان

تمنا ہے یہی دے بے شش و پنج ۔ پلا سہ آتشہ تا دُور ہو رنج

اعداد بے ترتیب کی مثال

الٰہی بخش عشقی

نہ چھوڑو گے کسی کو ربع مسکون مین یہ ششدر ہون ۔ وہ دن ہے کونسا جاتے نہین دو چار کاندھے پر

نوازش

اس تندخو سے بوسے مین نے بصد تمنا جب ۔ جب سو پچاس مانگے تب تین چار ٹھہرے

مومن

جز نہ سپہر ہین مرے دشمن تو اور بھی ۔ لیکن بڑے غضب یہی دو تین چار ہین

ولہ

ہین قتل عام کرتے وہ اغیار کے لیے ۔ دس بیس روز مرتے ہین دو چار کے لیے

صفدر میر صفدر علی

بارہ بروج و شش جہت ہفت آسمان ۔ ماتم مین پنج تن کے ہین شش در جدا جدا

انشا کی یہ ساری غزل اسی صنعت مین ہے۔ ع

نو آسمان خور و مہ ساتون طبق زمین کے	روح و حواس خمسہ اور شش جہات تیسون
بارہ برج چودہ معصوم چار عنصر	ظاہر کرے ہین تیری لاکھون صفات تیسون

صنعت مُسَمَّط یعنے غزل یا قصیدہ وغیرہ مین سوائے مطلع کے تین تین یا زیادہ سجع یعنے فقرہائے ہموزن ایک طرح کے مذکور کرین اور چوتھا قافیہ اصل غزل یا قصیدے کا ہو مطلع کو اسلیے مستثنے کیا کہ اُس مین بسبب رعایت قافیہ وغیرہ کے یہ بات نہین ہو سکتی اور اس مین شاعر کی قوت طبع دیکھی جاتی ہے۔

نسیم دہلوی

سرچشمۂ ہمت ہی وہ سردفتر رحمت ہی وہ	سرمایۂ دولت ہی وہ باعزت وجاہ حشم
قسمت ہو یاری پر اگر آجائے جو پیش نظر	بخشے یہانتک سیم وزر سب بھولے گدونکے غم

غلام امام شہید

آئی بہار اب ہر چمن ہے بلبل و گل کا وطن۔ دیر و حرم سے نعرہ زن۔ آتے ہین شیخ و برہمن؎
زاہد سے کہدو یہ سخن۔ ہی فصل گل توبہ شکن۔ گرچاہے عیش جان وتن میخوارون کا سیکھے چلن؎
آئی بہار جانفزا۔ لائی گلستان مین صبا۔ پیغام وصل دلربا۔ گل کھل کھلا کر ہنس پڑا؎
موج ہوانے وا کیا۔ ہر غنچے کا بند قبا۔ بلبل یہ کرتی ہے صدا۔ اب مین ہون اور سیر چمن؎
ساقی جو شوخ و شنگ ہے مست مے گلرنگ ہی۔ مطرب جو خوش آہنگ ہے محو نوائے چنگ ہے؎
دل عیش کا اورنگ ہی۔ غم خستہ و دل تنگ ہی۔ بلبل ہی خوش دل رنگ ہی۔ شادی سے گل ہی خندہ زن؎

مرزا عباس بیگ

یہ مین نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہین رہے گا	مگر مین قاتل کی دستگر ہمیشہ تو بھی نہین رہے گا
چلیگا کبتک یہ کذب کاذب رہیگا کبتک فریب شیخ زاہد	لے ہتو نکلے مگر مصاحب رقیب تو بھی نہین رہے گا
ابھی تو زردی ہی رخ پہ کم کم عبث ہی دو ناغ یزد ہمدم	رہی جو چندے یوہین تپ غم تو پھر لہو بھی نہین رہے گا

حسرت

مجھ سے نہ کہنا خبر وہ نہین آتا اگر	سنتا ہے پیغام مین نے سنا اور موا
لب پہ ابھی جان زار آئی ہی ہو بیقرار	دل مین مرے ایکی بار درد اُٹھا اور موا

اُس سے لگے کہنے یار مرگیا عاشق وہ زار
کہنے لگا کتنی بار دو تو جیا اور موا؎

ناسخ

یہ نور ہے روے مہ جبین کا خجل ہو چاند چودھوین کا
اگر ہو چاہا پر سمند ریقین ہے ہو خاک دم مین جل کر

جو حلقہ ہے زلف عنبرین کا وہ ایک نافہ ہے مشک چین کا
سنا جو ہو آفتاب محشر گھر نڈھے ہے داغ آتشین کا

مذاق

جو گرم ہے حسن اُس حسین کا نہ وہ پری کا نہ حور عین کا
تو میری آنکھون سے ابر نیسان دوچار ہو کر نہو دُر فشان

نقاب اُٹھے روے آتشین کا تو چاند جلجائے چودھوین کا
اُٹھاؤن آب گہر کا طوفان نچوڑون گر تار آستین کا

انشا

ہوے باندھ کے تکیہ جو گوشہ گزین وہی ہینگے زمانے مین اہل یقین
سنبھل ایسے غرور مین ہے پہ خلیل کہ گرے نہ الجھ کہین منھ کے ہی بل
تجھے صدقہ خدائی کا میرے خدا بہ تصدق رتبۂ اہل ہدا

کوئی سلطنت اسکو پہونچتی نہین ہو وسایۂ بال ہما کی قسم
بس اب اس سے بھی آگے تو پیر جھکے نہ چل تجھے رفعت عرش علا کی قسم
نہ کر انپی عیال سے مجھکو جدا تجھے نیت صدق و صفا کی قسم

ناسخ

پاس یار جانی ہے بادہ ارغوانی ہے
منھ سے گر لگے مینا آب خضر ہو پینا
سننے والے روتے ہین ایسی نیند سوتے ہین

شغل شعر خوانی ہے عالم جوانی ہے
پی کے اک دم جیتا عمر جاودانی ہے
اپنے نوحے ہوتے ہین اپنی وہ کہانی ہے

بابو غلام محمد طور

ذرات ترے گوہر الماس ترے کنکر
لے خاک تری عظمت ثابت ہے بلا حجت
ہر آنکھ تری جو یا ہر سر مین ترا سودا

پتھر ترے سیم و زر کیا طرفہ تماشا ہے
مشتاق تری خلقت آنکھون کو کیے وا ہے
ہر لب پہ ترا چرچا ہر دل مین تری جا ہے

امیر

کیون بسملون کو بھا گئی لاکھون گلے کٹوا گئی
راہ عدم کی سیر سے کب رنج اُٹھائے خیر سے
ساقی کو حیرت ہو گئی مطرب کو وحشت ہو گئی

یارب کہان سے آگئی چھُونگی چھری قاتل کے پاس
پہونچے ہین یا رے غیر سے سوتے ہو منزل کے پاس
برباد صحبت ہو گئی پہونچا جو مین محفل کے پاس

ولہ

قافلہ سب ہے پیش و پس پر نہین کوئی ہمنفس
آئی نہ اپنے کام عمر غم مین کٹی مدام عمر

کون ترا ہے داد رس نالہ چیخ نہ اے درا عبث
تنکے چنے تمام عمر صورت کہربا عبث

حسن

دل و جان کا پوچھو ہو کیا نشان ہوئی رفتہ رفتہ یہ کل بیان
کہ اُجڑ گیا ابھی خانُ ومان نہ مکین رہا نہ مکان رہا

مجھے ربط کس سے ہے اسطرح تجھے چاہتا ہون مین جس طرح
مری زیست ہو سکے کس طرح ترے دل مین گر یہ گمان رہا

ولہ

بس فکر بوسہ مت کرو کیون لاف کرتے ہو چلو
جانے دو بس چپکے رہو تم دے چکے مین پا چکا

جھگڑا تھا جسکا سو اُٹھا کہدے کوئی یہ اُس سے جا
اے مرنے والا مر گیا قصہ مٹا جھگڑا چکا

ظفر

اُٹھائے سوز خم ہر سطر ہین یہ خون کے دعوے کوئی غلط ہین
کہ مثل قط گیر خط یہ خط ہین ہنوز نلقے کے استخوان پر

کہا یہ سو بار دل کو رو کر حریف مت ترک چشم کو کر
پر آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہا ہی مژگان کے ہر سنان پر

گویا

مجھے جہان مین عجیب نصیب ہے کہ ہم کہ سہا کیے تا دم زیست الم
ہمین کر چکے کشتہ تیغ ستم تو وہ کھاتے ہین جور و جفا کی قسم

اگر مستی مین شب چودہ ماہ تھا دہن ساقی کے ہوش بجے نہ بجا
شبو ہاتھ سے پیر مغان کے گرا اُسی مست کی لغزش پا کی قسم

جو ہو نجد کے بن مین گداز مرا کیے کانٹون نے جسم نزار مرا
کرو عضو ہر اک فگار مرا تمہین قیس برہنہ پا کی قسم

ولہ

بے بادہ ہے رنج و تعب آنسو روان ہین روز و شب
ہر گشتی مے کی طلب ساقی سے اس خمخان مین

اُس لب کی سُرخی دیکھکر سودا ہوا ہے اس قدر
ہے سب کو شوق نیشتر جتنی رگین ہین پان مین

للمؤلفہ

ترے یاد مین قد کی اے سرو روان مجھے قمری کی صوت صدا کی قسم
نہین دردِ جدائی سے تاب و توان تن زار مین رنج و عنا کی قسم

کیا رو رو کے چشمون نے راز عیان گئی تا بہ فلک مری آہ و فغان
ملا تو بھی نہ ہم سے وہ غنچہ دہان ہمین اُسکی ہر شرم و حیا کی قسم

نہین ہاتھون پہ اُسکے یہ رنگ حنا کسی کشتۂ ناز کا خون ہے لگا
سر مو نہین اس مین خلاف ذرا مجھے سرخی فندق پا کی قسم

بعض شعرا ایسا بھی کرتے ہین کہ ہر شعر مین بجائے قافیہ کے مطلع کا سجع آخر بطور ردیف کے لے آتے ہین بعضے غزل یا قصیدہ مین تین تین یا سات سات سجع ایک طرح کے اور چوتھا یا آٹھوان سجع ایک مطلع سے لے کر مقطع تک لایا کرتے ہین اور اس قسم کے مسمط مین قافیہ تکرار تقدیری قرار دیتے ہین۔ نظام الدین احمد صاحب مجمع الصنائع اور رشید الدین وطواط صاحب حدائق السحر اور صفی الدین حلی اور عزیز الدین موصلی اور دوسرے علماے نامدار کی جماعت کثیر نے صنائع بدیعی مین مسمط کو لکھا ہے لہذا حدود شرائط قافیہ سے خارج ہے۔

لگر محقق طوسی کلمات متشابہ مسمط کو بھی قافیہ محدود مین شمار کرتے ہین اور مولانا جمال الدین حسین صنعت مسمط کے منکر اور کلام قدما مین اعتراض لفر پاکر سہو قرار دیتے ہین مثال اسکی۔

جعفر زٹلی

ہر روز مجرا اٹھ کرین در کار یک سو گز بڑین	بے شرم ایسے لڑ مرین یہ نوکری کا ڈھنگ ہے
ترسے ہمیشہ گھیو کو ترسائے راکھے جیو کو	جیسے پپیہا پیو کو یہ نوکری کا ڈھنگ ہے

علے ہذا القیاس اس نوحے مین گدا کے۔

نوحہ

کرکے مجرا یہ زینب پکاری میرے مظلوم بھائی حسینا	تیرے لاشے کے مین جاؤں واری میرے مظلوم بھائی حسینا
اب مین کوفے کو جاتی ہون بھائی تجسے ہوتی ہے میری جدائی	یہ جدائی نہین آفت آئی میرے مظلوم بھائی حسینا

مجروح

رو کے کہتی تھی بالی سکینہ ظالمو میرے گوہر نہ چھینو	مین ہون بنت امام مدینہ ظالمو میرے گوہر نہ چھینو
مین لخت دل مصطفے ہون مین جگر گوشہ مرتضے ہون	گوہر گوش خیر النسا ہون ظالمو میرے گوہر نہ چھینو

احمد خان صوفی مصنف ذکر الشہادتین کا نوحہ ہے۔ ؎

ہائے جنت کو تم بھی سدھارے میرے بھائی کے فرزند قاسم	داغ فرقت ہے دل پر ہمارے میرے بھائی کے فرزند قاسم
کاش تم ساتھ میرے نہ آتے ہو کے رخصت میدان کو جاتے	ہوگے پیاسے نگر دن کٹاتے میرے بھائی کے فرزند قاسم

یوسف

اُموز آگاہ یزدانی محی الدین جیلانی	مدار فیض حقانی محی الدین جیلانی
گل گلزار وحدت ہین بہار باغ صفوت ہین	ہمارے حق مین رحمت ہین محی الدین جیلانی
سر دسردار مقبولان شہ افراد مجذوبان	ہین شمع جمع محبوبان محی الدین جیلانی

صنعت توشیح اس کو کہتے ہین کہ کچھ اشعار ایسے لکھے جائین جنکے ایک ایک حرف سر ہر مصرع یا شعر کے جمع کرنے سے کوئی نام یا عبارت پیدا ہو اور جو اشعار زیادہ ہون تو کوئی شعر ہو پیدا ہو مثال اسکی یہ اشعار منشی رام پرشاد ظاہر دہلوی کے۔ ؎

کر چکا جب تمام مین یہ کتاب	ایسی تاریخ کا خیال ہوا
نام ہو ساتھ ایک صنعت کے	تا کہ شائق جہان ہو اس کا

سلہ گھی یعنی روغن زرد در اصل گھیو بودہ از دریاے لطافت۔

اس لیے لکھ کے قطعۂ تاریخ	رغبت دل سے خوب فکر کیا
یک بیک یہ بصنعت توشیح	خوب برجستہ نام ہاتھ آیا

ان مصاریع کے حرف اول کے جمع کرنے سے کان تاریخ نام نکلتا ہے۔

منشی مظفر علی اسیر

ناظم مملکت جاہ وجلال	وارثِ تاج و سریر اقبال
آفتاب فلک جاہ وحشم	بدر تابندۂ الطاف وکرم
مالکِ کشور صد شوکت وشان	حاصل مزرع سرسبز جہان
معدن جود وسخا وہمت	داور عادل کسرلے رفعت
کرم وجود ہے پیشہ اُن کا	لُطف دستور ہمیشہ اُن کا
بارگہ اُن کی عجب عالی ہے	عرش پر جائے خوش اقبالی ہے
لبِ لعلین جو سخن مین کھولے	یار و اغیار سنے موتی رولے
خلق مین کون ہے ثانی اُن کا	اسم خلاق معانی اُن کا
نہ فصاحت نہ بلاغت مین جواب	بحر یہ اہلِ زبان قطرۂ آب
ہین ہر اک علم وہنر مین یکتا	ایک عالم مین نہین ہے ایسا
دل آفاق فدا ہے اُن پر	رحمتِ خاص خدا ہے ان پر
دین ودولت کو اُنھین سے ہی چمک	ابر رحمت ہین وہی زیر فلک
مادہ لُطف وعطا کا ہین وہ	آسرا خلق خدا کا ہین وہ
قالبِ خاک ہے ہر چند بدن	بزم دل نور خدا سے روشن
آب خضر اُن کی ہے گفتار فصیح	لب اعجاز نما رشک مسیح
ہاتھ مین دامنِ مقصود مدام	بس اِن اشعار سے آئینہ ہے نام

حرف سر ہر مصرع لینے سے (نواب محمد کلب علیخان بہادر دام اقبالہٗ) حاصل ہوتا ہے۔

سودا

تمہ جو بیان کیجئے انصاف کا اُسکے	جو خوبی ہی دُنیا مین لگے اُسکے نہ پاسنگ
الطاف وکرم کا جو شمار اُسکے کرون مین	عاری رہین امواج کو کنکر یہ لبِ گنگ
انصاف یہ اب عہد مین اسکے ہی کہ فریاد	لایا نہ لبون تک کوئی غیر از جرس و زنگ

دیکھا نہ مین یہ حوصلہ جز اُسکے بشر کا	وسعت بھی زمانہ کی حضور اُسکے ہی کچھ تنگ
لعل اُسکے تئین بخشنے کنکر سے ہین کمتر	ہمت کا جہان بیچ بھلا کس کے ہی یہ ڈھنگ
بازو کا اُسے زور شہ ہند کا کہیے	ہیبت یہ جہان اُسکی ہر صاحب ورنگ
آمد کی خبر اُسکی جو ہووے طرف روم	دہشت سے لرزتی ہی رہے مملکت زنگ

سر ہر مصرع کے حروف کے جمع کرنے سے شجاع الدولہ کا نام حاصل ہوتا ہی کبھی ایسا ہوتا ہی کہ سر ہر مصرع یا سر شعر پر ایسے حرف لائے جاتے ہین کہ معانی اُنکے علحدہ تو مقصود نہین ہوتے لیکن اُنکے عدد بحساب جمل جمع کرنے سے کوئی سنہ ہجری یا عیسوی یا فصلی یا سمت وغیرہ پیدا ہوتے ہین اور تاریخ بنی الفقہ کی ظاہر ہوتی ہی اور کبھی وہ حروف ایسے ہوتے ہین کہ اُنکے جمع کرنے سے کوئی فقرہ یا مصرع یا شعر بامعنی حاصل ہوتا ہی اور اُس فقرہ یا مصرع یا شعر کے اعداد تاریخ کے واسطے مراد ہوتے ہین اسکو تاریخ بہ صنعت توشیح کہتے ہین پس یہ صنعت بھی اسی قبیل سے ہی اور اسکا حال ہم صنعت تاریخ مین بھی بیان کرینگے۔
کبھی نام یا عبارتین کسی نظم یا عبارت الفاظ کے بیچ کے حروف سے حاصل کرتے ہین یہ بھی داخل صنعت توشیح ہی مثال اسکی یہ عبارت ہے۔ **لمؤلفہ**

حمد وثنا اُس خالق کون ومکان خداے پاک کو شایان ہی جو تمام عالم کُل مخلوقات کو بحکم کن عدم سے وجود مین لایا نعت وصفت اُس سرور جہان محمد مصطفےٰ کی زیبا ہے کہ جمیع بندگان خدا کو طریقۂ اسلام بتاکر اپنا تابع فرمان بنایا منقبت حضرات اہلبیت کرام نبوی کی واجب ہی جنھون نے رہ گم کردگان بادیہ ضلالت کو ہدایت کا چراغ دکھایا مدحت اصحاب واحباب یار مصطفوی کی لازم ہی جنھون نے کشتی امت کو طوفان بلاؤ گرداب عذاب سے بچایا امابعد مولف اس رسالہ کا یہ عبارت بطور مثال صنعت توشیح کے لکھکر درج کرتا ہے اور فصحاے عصر وبلغاے دہر سے داد اپنی محنت وغور کی چاہ کر عرض رساہے کہ اس ہیچ میرز ونادان کو ایک مدت سے نظم ونثر اُردو وفارسی کا کمال شوق ہے اور حسب استعداد ولیاقت خود تھوڑا بہت شعر گوئی اور عبارت آرائی کا بھی ذوق ہے بہت عرصے سے یہی فکر وخیال مین تھا کہ کوئی رسالہ فارسی خواہ اُردو فن شعر وسخن مین ترتیب دون اور مضامین جدید وقدیم تازہ وکہن متعلق عروض وقافیہ وصنائع وبدائع ومعانی وغیرہ یکجا جمع کردن الحمد للہ علی احسانہ کہ شاہد غیبی جلوہ گر ہوا یعنے یہ نسخہ نادر مرتب ہوکر قریب انجام واختتام پہونچا

جد	اب	ابن
عبد العلی خان	عبد الغنی خان	نجم الغنی خان

اس عبارت سے نام مؤلف و جناب والد ماجد مرحوم اور حضرت جد امجد مغفور کا اس طرح سے نکلتا ہے کہ وسط کلام سے ایک ایک حرف جائے معین سے جو بعلامت خاص لکھے گئے ہین لیکر جمع کیا جاتا ہے ایسے ہی ایک عبارت سے دوسری عبارت پیدا ہو سکتی ہے۔

محمود شاہ خان بی اے ال ال بی ساکن رام پور نے ایک عبارت لکھی ہے جس مین اس صنعت کو ادا کیا ہے مگر اُس مین تکلف بہت کرنا پڑا ہے نمونے کے طور پر اُس سے کچھ یہان نقل کرتا ہون سیدھی طرف سے اُلٹی جانب پڑھو تو ایک نظم ہے اس وزن پر مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن جو تھوڑی دور چل کر نثر ہو گئی ہے اسکے بعد پھر کچھ نظم ہے کچھ نثر ہے ان نظمون اور نثرون سے چار مثنویان مختلف اوزان اور مضامین کی نکالی گئی ہین جن کو اوپر سے نیچے کی طرف پڑھنا چاہیئے نام اس کا جوے شیر ہے۔

سیدھی طرف سے الٹی طرف پڑھنے مین یہ حاصل ہوتا ہے -

یاد خدا کی دل سے کر پھیر نہ منھ اِدھر اُدھر	عمر کر اس طرح بسر جیسے کسی کا ہو سفر
دہر کی ہی ہوا یہی رسم جہان بھی ہے یہی	جشن مین دل کہین لگا اور کہین ہے چشم تر
دست قضا سے مجھکو جب رہزن زندگی گیا	مایۂ لذت فنا دل کے لیے بنی سپر
آگ لگا کے شوق کی کس نے دل خراب مین	پھونک دیا کلیجہ کا ایک ہی آنچ مین جگر
عیش پہ خاک ڈال کر بام فلک کی سیر ہو	آج یہ افسون گری اے دل ناصبور کر
باغ وفا مین دیکھ آ کر کے نثار جان و دل	وعدۂ وصل یہ نہ جا مان یہ قول معتبر
شاخ نہال آرزو خشک ہی انتظار مین	باد سحر کو یہ خبر دے کہین جا کے نامہ بر
عہد قلم و است بھول گیا ہر ایک مست	حیف کہ دل سا رازدار وہ بھی خطا کرے اگر
دیکھیے یہ ادائی دلبر بے نیاز کی	پھول کو خود گرا دیا صحن چمن مین توڑ کر
رسم جنون کی دیکھکر ہم ہوے زلف مین اسیر	آب نشین کو کچھ نہین موجۂ بحر کا خطر
بخت رسا نے دلربا دیکھ لیے ہزار ہا	لیکن ادا و ناز مین کون ہے تجھ سے خوب تر
مست کمو قیس عامری سوے عدم رواں ہوا	وہ ہے اس ہی جہان مین زندہ ہے فرش خاک پر
دیر سے محفل صنم مجمع غیر سے ہے گرم ؛	گوشے مین دیکھ کون ہے اسکی طرف بھی ہو نظر
رشتۂ زندگانیم آن بت جنگ جو گسست	جان حباب یا بہ خاک یا بر باد شد مگر
وہ جو لیا تھا کل سبق تمنے وفور شوق سے	یاد کمان ہزار گو دو دن مین الست کی خبر

المعجم مین اس کا نام **موشح مُتَحَیِّز** لکھا ہے کیونکہ ہر حیز سے اُسکے ایک وزن نکلتا ہے لغت مین حیز جگہ اور مکان اور کنارے کے معنے مین ہے -

پہلا حیز

یاد ہے لذت پیمان الست ؛	دل نشین خوب ہے فرمان الست
فاعلاتن فعلاتن فعلان ؛	فاعلاتن فعلاتن فعلان

دوسرا حیز

دہر مین کس نے یہ افسون گری	خشک ہے سارا چمن ساری

مفتعلن مفتعلن فاعلن ؛

مفتعلن مفتعلن فاعلن ؛

تیسرا حیز

کسی نے مجھکو کل آکر خبر دی ٭	کہ مجنون آرہا ہی اس طرف بھی ٭
مفاعیلن مفاعیلن فعولن ٭	مفاعیلن مفاعیلن فعولن ٭

چوتھا حیز

لے مایۂ عیش جاودانی ٭	سیراب ہے بہہ سے زندگانی ٭
مفعول مفاعلن فعولن ٭	مفعول مفاعلن فعولن ٭

پہلے حیز سے تو صرف ایک شعر حاصل ہوتا ہی دوسرے اور تیسرے اور چوتھے حیز سے ایک ایک شعر پر کچھ الفاظ زیادہ حاصل ہوتے ہین جو آیندہ کے متعلق ہین۔

المعجم مین کہا ہی کہ جس کو پرند کی شکل پر لکھین وہ **موشح مطیر** ہی اور جس کو اشکال ہندسی مین سے کسی گرہ کی شکل پر بنائین وہ **موشح معقد** ہے۔

صاحب کتاب مثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر اپنی کتاب کے مقالۂ ثانیہ مین صنعت توشیح کو یون لکھتے ہین کہ شعر دو بحرون اور دو قافیون مین ہو اگر پہلے قافیے تک پڑھین تو ایک وزن ہو اور دوسرے قافیہ تک پورا شعر پڑھین تو دوسرا وزن ہو جائے مگر صاحب دریاے لطافت وغیرہ نے ایسی قسم کا صنعت منقوص نام رکھا ہی اور صنعت متلون کے قبیل سے شمار کیا ہے۔

صنعت مشجر وہ یہ ہی کہ اشعار کو بطور ایک درخت کے لکھا جائے یعنی ایک شعر کو درخت کی فرض کرکے اُس سے بہت سی شاخین موقع مناسب مصرعون کی نکالی جائین اور ہر جگہ سے ملا کر پڑھنا ممکن ہو اور شعر بامعنے حاصل ہو تا جائے بعض نے صنعت مشجر کو بھی صنعت توشیح مین داخل کیا ہی مثال اسکی یہ شجر منشی امجد حسین امجد بدایونی کا ہے۔

صنعت ترصیع - یہ صنعت اس طرح ہے کہ ایک مصرع موزون کرین اور اُس کے مقابل دوسرا مصرع اس طریق پر لاوین کہ پہلے مصرع کا پہلا لفظ دوسرے مصرع کے پہلے لفظ کا قافیہ ہو اور پہلے مصرع کا دوسرا لفظ دوسرے مصرع کے دوسرے لفظ کا قافیہ ہو اسی طرح پہلے مصرع کے اور الفاظ بھی ترتیب وار دوسرے مصرع کے الفاظ کا قافیہ ہون مثلاً -

از تاریخ بدیع

وحید یگانہ ریاضت مین تھے ۔ جنید زمانہ عبادت مین تھے

وحید کے مقابل دوسرے مصرع مین جنید ہے اور یگانہ کے مقابل زمانہ اور ریاضت کے مقابل عبادت ہے -

منشی

ادھر سے جہاندار کشور ستان ۔ ادھر سے سپہدار مازندران

نسیم

ہمت نے مری تجھے اُڑایا ۔ غفلت نے تری مجھے چھوڑایا

یعقوب علیخان نصرت

[illegible] ہین یہ عسلیم ہین باخبر ہین یہ ۔ حاکم ہین یہ حکیم ہین یہ دادگر ہین یہ

[illegible] ہین یہ حکیم ہین یہ راہبر ہین یہ ۔ سالم ہین یہ سلیم ہین یہ باہنر ہین یہ

باصر ہین یہ بصیر ہین اہل وفا ہین یہ

قادر ہین یہ قدیر ہین اہل سخا ہین یہ

اور اگر الفاظ مین رعایت تجنیس کی بھی ہو یعنے مصرع ثانی مین بعینہ وہی الفاظ ہون جو پہلے مصرع مین ہون مگر معنے جداگانہ ہون تو اسے **ترصیع مع تجنیس** کہتے ہین مثال اسکی یہ غزل کرم خان متخلص بکرم ساکن رامپور کی -

نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے ہات ۔ نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہیہات

برسے کیون جائے ہو رہ رہ برسات ۔ برسے کیون جائے ہو رہ رہ برسات

بول میٹھا تو سنا جائے نبات	بول میٹھا تو سنا جائے نہ بات
آپ بس جائین نہ گھر ہو تارات (تاراج ۱۲)	آپ بس جائین نہ گھر ہو تارات
کہ کرم سے وہ بساوے دیہات	کہ کرم سے وہ بس آوے دے ہات

صنعت متلون یہ ہے کہ ایک شعر کئی وزنون مین ہو مثال اس کی یہ بیت شیخ امداد علی بحر کی ہے۔ ؎

دود دل اپنا شرر افشان ہوا
ابر اٹھا صاعقہ رخشان ہوا

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن اور دوسرا وزن یہ ہے مفتعلن مفتعلن فاعلن مؤلف کا یہ شعر بھی انہی دو بحرون مین ہے۔ ؎

مجھ سے وہ جب سے جدا گلفام ہے
چین ہے دل کو نہ کچھ آرام ہے

سید آغا علی حسان

فرش ہے مجھکو سر خار فراق	داغ ہے شمع شب تار فراق

جب نظر آتا ہون مین لوگون کو مہر
کہتے ہین مجھکو سبھی زار فراق

یہ اشعار تین وزنون مین ہین ایک فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوسرا مفتعلن مفتعلن فاعلان تیسرا فاعلاتن فعلاتن فعلان۔

طالب علیخان عیشی لکھنوی

اس برس ننگ جوانی تھا جو زندان مین نہ تھا	کون پابند جنون فصل بہاران مین نہ تھا

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوسرا وزن یہ ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن اور انھین دونون وزنون مین ایک قصیدہ منشی مظفر علی اسیر کا ہے اُس کے دو شعر یہ ہین۔ ؎

عمر دشمن کا جو خالی ہو تو بھر دیتی ہے جام	آبدار ایسی ہے تیغ اُس کی کہ ہنگام نبرد
عقل دانا ہی وہ تیزی مین بلندی مین ہے نام	بخت منعم ہی چمکنے مین ضیا مین ہی وہ مہر

انشا

نرگستان کی بھی تک دیکھو بھین آئینے مین | باغ مت جاؤ کہ ہر امن و چمن آئینے مین

یہ تمام غزل دونون وزن مذکور مین ہے۔

ولہ

بیٹھے جہان مین غیر سب مجھکو بلاتے ہو عبث | دل کو کڑھا کر اور بھی جی کو جلاتے ہو عبث

اسکا ایک وزن یہ ہے مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دوبار دوسرا وزن یہ ہے مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار۔ نواب یوسف علی خان ناظم کی ایک غزل دو وزن پر ہے فاعلاتن فعلاتن فعلن اور فاعلاتن فاعلاتن فاعلن چنانچہ یہ شعر اُسی غزل کا ہے۔ ؎

تم نہ گھبراؤ نہ تہمت سے ڈرو | روز مرجانے کی عادت ہے مجھے

اور مولوی محمد علی بخش شرر بدایونی کی ایک غزل چار بحرون مین ہے یہ شعر اسکا بطور مثال کے بیان لکھا جاتا ہے۔ ؎

ضعف سے پانو نہ یہ سر آتا ہے آہ | ہو گئے نالون سے ہم اپنے تباہ

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوسرا وزن فاعلاتن فعلاتن فعلان تیسرا وزن فاعلاتن مفاعلن فعلان چوتھا وزن مفتعلن مفتعلن فاعلان۔ جلال نے ایک بڑا قصیدہ اس صنعت مین لکھا ہے یہ شعر اسی کا ہے۔

طرفہ موسم ہے مہکتے ہین گل نقش و نگار
نخل تصویر دن مین مانند شجر لائے ہین بار

کرم رام پوری نے اس صنعت مین کئی قسم کے تصرفات کیے ہین۔

(۱) پوری غزل اس بحر مین ہے فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن دوبار اور صرف اول مصرع اگر پڑھین تو یہ وزن ہے مفعول مفاعلن فعولن دوبار دوسرا مصرع پڑھین تو یہ وزن ہے مفاعیلن مفاعیلن فعولن دوبار۔

یہ زیست کے دن ہین بسکہ اندک سو وصل کی دل کو اب ہے چٹک
برب کعبہ تم آؤ یان تک + یہ مردہ جان پائے گا یکا یک
جو سینے سے تم ملاؤ سینہ + دل آتش غم سے پائے ٹھنڈک
ملادو لب میرے لب سے پیارے + نہ پایا ایک بوسہ مین نے اب تک

سرگشتۂ نیم جان ہین ہین + اک آفت تازہ ہے وہ چشمک،
ہوے ہین پار ایسے تیر مژگان + کہ سینہ اور دل ہے سب مشبک
وہ خلوتین جلوتین وہ جلسہ + وہ صحبتین پھر بھی ہون مبارک
عدوے جان پھرتے ہین ہزارون + کہو مین کس طرح جاؤن وان تک
وہ شعبدہ لاؤن اب کرم مین + جو تک رہین منھ بزرگ دکو چاک
مین توڑون شعر اپنی شکل کوئی + بناؤن ایک ایک کے پندرہ تک

شاعر نے اس کا نام قطب الفرقدین رکھا ہے -

(۲) پوری غزل اس وزن پر ہی فعول فعلن فعون فعلن فعول فعلن فعول فعلن دوبار صرف پچھلے مصرع پڑھین تو یہ وزن نکلے مفعول مفاعلن فعولن دوبار جو ایک غزل پوری ہو جائیگی اور تمام غزل بھی اس آخری وزن مین پڑھی جاتی ہے
یہ عاشق زار نیم جان ہے + اور آنکھون سے سیل خون روان ہے
اب اسکی ہی یاد ہر زبان ہے + وہ دلبر خوش ادا کہان ہے
لت و پیار سب بھلایا + اک آن ہی مین ہمین اُٹھایا ؛
دل آپنے جس سے جا لگایا + اب آمد و شد اُسی کی یان ہے
یہ دل شب و روز ہے خفا سا + اب آیئے کیجئے دلاسا
یہ سوختہ دل شرار آسا + اک آن کے آن میہمان ہے
وہ موے سر اور جبین پہ افشان + یہ رات مین تارے ہین نمایان
مین آپ کی آن پر ہون قربان یہ دیدۂ تر گہر فشان ہے
ہر کہ اُس بُت بادہ کش سے صحبت + کر اب لب نہر سے رغبت
جو دم ہے کرم سو ہے غنیمت + یہ زندگی اک حباب سان ہے

(۳) پوری بیت اس وزن پر ہے فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن دوبار اور ہر ہر مصرع علیحدہ علیحدہ بھی ایک بیت ہے مفعول مفاعلن فعولن -
یہ شیفتہ کشتۂ ادا ہے + بس اب حق دوستی ادا ہے
وہ کشتے کو دیکھ کر اپنے بولا + اک آن مین قصہ مٹ گیا ہے
مین صدقے ہون اس پری سے منھ پر دل ایک ہی جلوے مین لیا ہے
یہ قامت دلکش اور یہ گیسو + اک آفت تازہ اور بلا ہے

دل آنکھوں ہی آنکھوں مین چرا کر + یہ غمزہ بھی کیا الگ ہوا ہے
وہ زلف ہی کش مکش مین دیکھو + یہ شانہ تو دانت پیستا ہے
ہر اک مژہ ہے سو کی پیاسی + کن آفتوں سے یہ دل بھرا ہے
یہ مورچل اب جو خط نے باندھا + مین سوچ ہون کیا مری خطا ہے
یہ آئینہ بینی اور ہی ہے + کچھ اُسکو تو ہم سے عکس سا ہے
وہ آئینے مین دیکھتا ہی ہے منھ + یہ ہم سے تو اے کرم حیا ہے

صنعت محذوف صاحب دریاے لطافت نے لکھا ہی کہ یہ صنعت بھی صنعت متلون کے قبیل سے ہی محذوف اُس شعر کو کہتے ہین کہ اگر سر ہر مصرع سے کوئی لفظ دُور کر دیا جائے تو موزونیت مین فرق نہ آئے اور وزن دوسرا پیدا ہو جائے جیسے۔

دریاے لطافت

مجھکو رسوا نہ کر اے آفت جان بہر خدا اس مین کیا فائدہ گر مجھکو کیا تو نے قتل	بندہ تیرا ہون مین کر رحم میان بہر خدا کچھ بھی انصاف کر اے سرو روان بہر خدا

بعد حذف لفظ مجھکو اور بندہ اور اس مین اور کچھ بھی چارون مصرعون سے وزن رباعی کا باقی رہتا ہے۔ **رباعی**۔

رسوا نہ کر اے آفت جان بہر خدا کیا فائدہ گر مجھکو کیا تو نے قتل	تیرا ہون مین کر رحم میان بہر خدا انصاف کر اے سرو روان بہر خدا

صنعت منقوص دریاے لطافت مین لکھا ہی کہ یہ صنعت بھی متلون کے قبیل سے ہے اور منقوص مراد اُس شعر سے ہی کہ اگر لفظ آخر ہر مصرع کا دُور کر دیا جائے تو وزن دوسرا پیدا ہو جائے جیسے یہ رباعی دریاے لطافت کی۔

بیرحم چلا نہ جی کو میرے چپ رہ کس واسطے اسقدر ہتوے بس بس	معلوم ہین مجھکو مکر تیرے چپ رہ تو آوے گا ہاے میرے ڈیرے چپ رہ

لفظ بس بس مصرعۂ ثالث اور لفظ چپ رہ مصرعہ اول و ثانی و رابع کے آخر سے دُور کرنے سے اس وزن ہو جائیگی مفعول مفاعلن فعولن جیسا کہ۔

بیرحم چلا نہ جی کو میرے کس واسطے اسقدر ہتوے	معلوم ہین مجھکو مکر تیرے تو آوے گا ہاے میرے ڈیرے

اور اسی قبیل سے یہ رباعی آغا محمد احسن عرف نادر مرزا المخاطب بہ نور الدولہ متخلص بہ صفا کی۔

رباعی

اے حسرت وصل یار بس کر بس کر	دے صدمۂ انتظار بس کر بس کر
اتنا نہ تڑپ کہ سینہ شق ہو جائے	بس اے دل بیقرار بس کر بس کر

نظم

اے حسرت وصلِ یار بس کر	دے صدمۂ انتظار بس کر
اتنا نہ تڑپ کہ سینہ شق ہو	بس اے دل بیقرار بس کر

بروزن مفعول مفاعلن فعولن۔ صاحب شل السایر نے اس قسم کا نام توشیح لکھا ہے۔

صنعت تشریع اسے کہتے ہین کہ بیت کا ہر مصرع دو قافیے رکھتا ہو جن مین سے اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے تو معنی کی صحت درست ہو اسکو توشیح اور **ذوالقافیتین** بھی کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ توشیح مین یہ ضرور نہین کہ اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے تو شعر کا وزن بھی باقی رہے ہان اگر بیت ایسی ہو کہ اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے اور وزن مستقیم ہو اور معنی صحیح ہون تو جائز ہے اور یہی منقوص کی صورت ہے اس سے معلوم ہوا کہ توشیح عام ہے اور منقوص خاص ہے اس لیے کہ توشیح کے واسطے یہ ضرور نہین کہ پہلے قافیون پر توقف کرنے سے شعر باوزن بھی رہ جائے بلکہ معنے کا صحیح ہونا چاہیے باقی ماندہ الفاظ موزون ہون یا غیر موزون علامۂ تفتازانی اپنی شرح مین کہتے ہین کہ ایسا ہونا شعر ذوالقافیتین کی خوبی مین داخل ہے کہ آخر کے قافیون کے گرا دینے کے بعد باقی الفاظ جو رہین وہ کسی وزن پر ہون اور معنی دار ہون۔

ذوالقافیتین کی تعریف شعرائے عجم نے جو مقرر کی ہے وہ آگے معلوم ہو گی۔

• **صنعت ذوالقافیتین اور ذوالقوافی**۔ اُسے کہتے ہین کہ ایک شعر مین دو یا زیادہ قافیے لائین۔

(مثال دو قافیون کی)

نیاز علیہ الرحمۃ بریلوی کی یہ غزل ساری اسی صنعت مین ہے۔

جب بردہ دل حضرتِ عشق آن پکارے	جاتی رہی عقل اور ہوئے ہوش کنارے
گر حسن مین ہمسر ہین تمھارے مہ و خورشید	دن رات یہ کیون ہوتے ہین قربان تمھارے

جو سلسلۂ زلف کے ہین دست گرفتہ		پھرتے ہین سراسیمہ پریشان بچارے	
کل دورۂ مجنون تھا نیا آج ہین اپنے		نوبت کے بجے بر سر دوران نقارے	

اسی صنعت مین ہی یہ غزل انشا کی۔ سہ

ہمنے ساقی کے کہین ہونٹ جو ٹک چوس لیے		خوش ہو سب اہل خرابات کے پابوس کیے	
دل صد چاک کو فریاد سے وہ منع کرے		اے برہمن جو دہان و لب ناقوس سیے	

خوشتر

سکندر طالع و جمشید اقبال		ہمایون صورت و خورشید تمثال	
ندے گا تو یہان گر داد میری	ولہ	کرون گی حشر مین فریاد تیری	

نصرت

بندے ہین کہین حیدر و احمد ایسے		رتبے دیے اللہ نے بیحد کیسے	
یون احمد و حیدر ہین بہم لے نصرت		اللہ مین ہے لام مشدد جیسے	

مثال تین قافیون کی

جراُت

جب مین نے کہا او بُت خود کام ورے آ		تب کہنے لگا چل بے او بدنام پرے جا	
ہی صبح سے عاشق کا ترے حال بہت تنگ		معلوم یہ ہوتا ہے کہ تا شام مرے گا	
جب مین نے کہا ایک تو بوسہ تو مجھے دے		بولا وہ زبان اپنی کو تو تھام ارے ہا	
گرویدۂ و دل فرش کرون راہ مین جراُت		ممکن ہی نہین جو وہ دلارام دھرے پا	

ان اشعار مین تین تین قافیون کا ہونا ظاہر ہے۔

صنعت ذو قافیتین مع الحاجب۔ اُسے کہتے ہین کہ دو قافیون کے درمیان ردیف لائین حاجب نام اُس ردیف کا ہے جو اُن دو قافیون کے بیچ مین آتی ہی جس شعر مین حاجب ہو اُسے محجوب کہتے ہین یہ صنعت اشعار فارسی اور ریختہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہی عربی مین نہین پائی جاتی۔

مثال۔

آنکھین آنکھون سے خون ہو کے بہا	میر	کہین دل مین جنون ہو کے رہا	

پہلے مصرع مین خون اور بہا قافیہ ہی اور دوسرے مصرع مین جنون اور رہا قافیہ ہی اور دونون مصرعون مین ہو کے ردیف حاجب ہے۔

انیس

مضمون صفات قد کا قیامت سے لڑگیا	قامت کے آگے سرو خجالت سے گڑگیا

پہلے مصرع مین قیامت اور لڑگیا دو قافیے ہین اور دوسرے مصرع مین خجالت اور گڑگیا دو قافیے ہین اور دونون جگہہ سے ردیف حاجب ہے -

دبیر

خون مین ڈوبے ہوے شہ جو ابھی آئے ہین	شیر بیٹے ہی کا لاشہ تو ابھی لائے ہین

پہلے مصرع مین جو اور آئے ہین قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین تو اور لائے ہین قافیہ ہین اور دونون جگہ ابھی ردیف حاجب ہے -

راحت

کہا ہمدم ترا کوئی کہین ہے	کہا اب غم سوا کوئی نہین ہے

پہلے مصرع مین ترا اور کہین ہے قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین سوا اور نہین ہے قافیہ ہین اور لفظ کوئی دونون جگہہ ردیف حاجب ہے -

ترانۂ شوق

رنگین سخنی مین لعل احمر	شیرین دہنی مین حوض کوثر

مین ردیف حاجب ہے اور پہلے مصرع مین سخنی اور لعل احمر قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین دہنی اور حوض کوثر قافیہ ہین -

حالی

جو نکلے جہاز اُن کا بچ کر بھنور سے	تو تم ڈالدو ناؤ اندر بھنور کے

بھنور ردیف حاجب ہی اور پہلے مصرع مین بچ کر اور سے اور دوسرے مصرع مین اندر اور کے قافیہ ہین

انشا

وہ جو کھاتے ہین پان مین زردا	گھس گئی اُنکے کان مین زردا

پہلے مصرع مین پان اور زردا قافیہ ہے اور دوسرے مصرع مین کان اور زردا قافیہ ہے اور دونون مصرعون مین لفظ مین ردیف حاجب ہے -

صنعت لزوم مالا یلزم اور اسکو التزام اور تضمین اور تشدید اور اعنات بھی کہتے ہین یہ صنعت اس طرح ہی کہ شاعر ایک امر یا چند امور کا جو ضروری نہون غزل یا قصیدہ وغیرہ کے ہر شعر مین

التزام کرے جیسا کہ سودا نے ایک قصیدہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی منقبت مین لکھا ہی اور چار چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔ ؎

یار گر کلبۂ احزان مین نہووے تو ہین — خلوت و شمع و دل و داغ الم چارون ایک
آہ کس کس سے بچے دل کہ ہوے ہین تیرے — غمزہ و ناز و ادا عشوہ صنم چارون ایک
کر دیا پل مین کرشمے نے تری آنکھون کے — مسجد و میکدہ و دیر و حرم چارون ایک
جسکے تو پاس نہووے تو اُسے عالم مین — مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک

اور ایک قصیدے مین دو لفظ رنگ اور ڈھنگ کا ردیف مین لانا لازم پکڑا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔

مین نے در سخن کو دیا سنگ رنگ ڈھنگ — تھا ورنہ اس رقم مین کب ایس رنگ تنگ ڈھنگ
کس کو ہے فن شعر مین مجھ ساتھ ہمسری — قطرہ نیاوے پیش لب گنگ رنگ ڈھنگ

اور اس غزل کے قافیہ مین ایک امر کا التزام کیا ہی۔ ؎

خون کے مجھ بے گنہ کو بس نہین تیغ نگاہ — باندھ آیا ہی یہ کس کے قتل کو ہتھیار یار
باغ تو جاتے ہو تم لیکن خدا کے واسطے — گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زنہار ہار
مجھ مریض عشق کی دارو نہین کچھ غیر اجل — اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ یہ بیمار مار

فطرت نے اس غزل مین چشم کے ذکر کا التزام کیا ہی۔ ؎

چشم یہ رکھتی ہی میری چشم تیری چشم سے — کشتۂ چشم آئے جب یہ چشم بھر وہ دیکھ لے
سیر چشمی کس طرح ہو چشم کے دیکھے بغیر — چشم کو عاشق کے ہین وہ چشم چشمے فیض کے

اندرمن نے اصول دین احمد مین ایک نظم لکھی ہی جسکے ہر شعر مین لفظ خاک کا التزام ہی یہ دو شعر اُسکے ہین۔ ؎

جو ہووے خاک بیز کوے دلدار — اُسے ہے خاک سے ہر دم سروکار
جسے زر خاک سے حاصل ہوا ہے — بلے خاک اُسکے حق مین کیمیا ہے

مؤلف کے اشعار ذیل مین چار چیزون کے ذکر کا التزام ہے ساری غزل اسی صنعت مین ہے ؎

اِس عشق مین اُسکے دلا تو نے مجھے رسوا کیا — مجنون کیا وحشی کیا والہ کیا شیدا کیا
زُلف سیاہ یار نے اپنا دکھا جلوہ مجھے — ملحد کیا بے دین کیا کافر کیا ترسا کیا

جرأت نے بھی اس غزل کی ردیف مین رنگ ڈھنگ کا التزام کیا ہی۔

بد خوئی مجھ سے کرتا ہے ہر دم تری طرح — سیکھا ہی تجھ سے دل بھی مرا جنگ ننگ ڈھنگ

جو رنگ و معنی شعر مین جرأت کے ہی سو یہ ۔ پاوے نہ کوئی سیکڑون فرسنگ تنگ ڈھنگ

انشاءاللہ خان نے اپنے ایک قصیدے کی ردیف مین چار لفظون کے ذکر کا التزام کیا ہی ۔

نوع بشر مین تھے نہان آتش و باد و آب و خاک ۔ عشق نے کردیے عیان آتش و باد و آب و خاک

تن مین ہمارے جلوہ گر جب نہ تھے تب اِدھر اُدھر ۔ پھرتے تھے مثل ہکیسان آتش و باد و آب و خاک

ولہ

چشم و ادا و غمزہ شوخی و ناز پانچون ۔ دشمن ہین میرے جی کے بندہ نواز پانچون

تمام غزل مین پانچ چیز کا ذکر ہے۔

سج دھج نگہ اکڑ چھب حسن و ادا و شوخی ۔ **ولہ** تمام خدا ہین تجھ مین اے نوجوان آٹھون

اس غزل مین آٹھ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی ۔ اور یہ غزل بھی اسی صنعت مین ہی ۔

ولہ

چھبن اکڑ چھب نگاہ سج دھج جمال طرز خرام آٹھون ۔ نہو وین اُس بت کے گو بچاری تو کسون ہو میلے کا نام آٹھون

حسرت نے اس قصیدے مین سات چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی ۔

ہو وین کب پانچون حواس اور دل و جان ساتون ایک ۔ بزتجھے دیکھ کے ہوتے ہین ہیان ساتون ایک

قبر پوشی کو مری سبزہ و گل اور مخمل ۔ گزی و اطلس و کمخاب و کتان ساتون ایک

مع مین طوطی کے تیرے غزل و صوت و صدا ۔ نغمۂ و نالہ و آہنگ و فغان ساتون ایک

خم و مے جام و سبو شیشہ صراحی ساقی ۔ تجھکو سجدہ کرین ای پیر مغان ساتون ایک

اسی قبیل سے ہی حسرت کا یہ قصیدہ ۔

دو شے کا لطف نہایت دو شے نہ بہت لطف ۔ طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ انکار

دو چیز آکے نہ جاوے دو چیز جا کے نہ آوے ۔ بلائے فرقت و پیری جوانی اور بہار

دو نور ظلمت و دو ظلمت اس جہان مین نور ۔ وہ روز محشر و ہجران یہ زلف و شام حرار

دو غم خوشی دو خوشی غم ہی رند عاشق کو ۔ وہ غم غم دل و دین یہ خوشی عیش تبار

آغا علیخان مہر نے اس غزل کے مصرع ثانی مین پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی اور مطلع کے دونون مصرعون مین بھی رعایت ہے ۔

تیرے لب مین سرخی ایسے جن اُتر جاتا ہی رنگ ۔ لعل و مرجان عقیق و لالہ و عناب کا

میری چشم اشک افشان نے مٹایا نام تک ۔ نہر کا چشمے کا یم کا حوض کا تالاب کا

پیش طاق ابروے قاتل خم وچم کچھ نہین | قوس شمشیر وہلال وخنجر ومحراب کا

ظفر نے اس غزل مین ردیف متفق اللفظ اور مختلف المعنی لانے کا التزام کیا ہے۔

لخت دل شاخ مژہ سے گئے اس صورت جھڑ | موسم سردی مین گئے نخل کے ہون جیون پت جھڑ
ہمدم نالہ و فریاد سے ہان عاشق کی | در جانان پہ سدا سے ہے رہی نوبت جھڑ
طوق و زنجیر کو توڑا نہ یہ پر ٹوٹی وہ | قفل زندان کی ہے دیوانون کو بی آفت جھڑ
خانۂ دل مین مرے آن کے نور ہووے اگر | تو مکان جائے ابھی یہ بت مہ طلعت جھڑ
ابر و مژگان کے برسنے کا وہی عالم ہے | یعنی برسات مین کہتی ہے جسے خلقت جھڑ
پیچھا مجنون کا کوئی چھوڑتی ہے تو للہ | جب تلک گرد نجاوے گی تری وحشت جھڑ
مارے پتھر مری تربت پہ ظفر یہ اُس نے | کہ گیا صدمے سے تعویذ سر تربت جھڑ

اس غزل کے مصرع ثانی مین پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

ولہ

ہمیشہ کنج تنہائی مین یہ مونس سمجھتے ہین | الم کو یاس کو حسرت کو بیتابی کو حرمان کو
جگہ کن کن کو دون دل مین ترے ہاتون سے اے قاتل | کٹاری کو چھری کو بانک کو خنجر کو پیکان کو
نہین قلقل دعا دیتا ہے شیشہ دم بدم ساقی | سُبو کو خم کو مے کو میکدہ کو مے پرستان کو

اور حسرت نے اس غزل مین چار چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

پھرتا ہون تجھ بغیر مین ہو کے دوانہ ہو بہو | شہر بہ شہر دہ بدہ خانہ بہ خانہ کو بہ کو
واے نصیب ایک شب اُس سے ہوئی نہ آہ ہم | دست بدست لب بہ لب سینہ بہ سینہ رو برو
روئے ہین ہم جو نوحہ کو پہونچے ہین اشک چشم تر | بحر بہ بحر یم بہ یم دجلہ بہ دجلہ جو بہ جو

یہ غزل لالہ بلاقی رام فائق کی بھی اسی صنعت لزوم مین ہے۔

ترے عارض سے ہین شرمندہ اے سیمین تن پانچون | گل و آئینہ و خورشید و ماہ و نسترن پانچون
نہ رکھو فائق قدم کوے محبت مین کہ رہزن ہین | لب و دندان و خال و خط و زلف پرشکن پانچون

نظیر نے اس غزل کے مصرع ثانی مین چھ چیزون کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

اب دیکھین پھر ہم اے ہمدم کس روز منہ اُسکا دیکھین گے | وہ زلف وہ تل وہ خال وہ خندہ رنگ وہ نقشا دیکھینگے
جب پاس صنم کے بیٹھینگے خوش ہو توئے اُسکے لطف سے ہم | وہ بزم وہ خط وہ عیش وہ مے وہ جام وہ مینا دیکھینگے

اسی قبیل سے ہے نظیر کی اس غزل کا قافیہ۔

دیکھی جو اُس محبوب کی ہمنے جھلک ہیکل کی کل — پائی ہراک تعویذ مین اپنے دل ہیکل کی کل
جب ناز مین ہنسکر کہا اُسنے ارے چل کیا ہے تو — کیا کیا پسند آئی ہمین اُس نازنین چنچل کی چل
ہے وہ کف پا نرم تر اُسکی کرے وقت ہمسری — ڈالے کف پاے الم نرمی مین مخمل کی مل

شہیدی کی غزل مین لفظ دو کا ہرجگہ ذکر ہے۔

سو نہ دو تم دو ہی دو بوسے دے اس ڈھب سے دو — قول ہے مشہور ہی مطلب کے سو مطلب کے دو

ترانۂ شوق کے ان اشعار مین چار چیز کے ذکر کا التزام ہے۔

منظور نظر جو چار تھے یار رسُل — کاشانۂ دین کے تھے ستون چار
بحر رفعت کے چار تھے دُر — جسم ایمان کے چار عنصر
افلاک رضا کے چار اختر — دیوان قضا کے چار دفتر

حالی

افلاک جسے کہے اُم الجرایم — نہین رہتے ایمان پہ دل جس سے قائم
بناتی ہے انسان کو جو بہایم — مصلی مین دل جمع جس سے نہ صائم

ان اشعار مین حرف دخیل کی موافقت کا التزام ہے۔

حکیم ضامن علی جلال نے اس رباعی کے سرحرف مین ثاے مثلثہ لانے کا التزام کیا ہے

ثعبانِ کلیم گیسوے دلبر ہے — ثانیِ مسیحا لب جان پرور ہے
ثابت ہے کہ رخسار مین ماہ تابان — ثاقب ہے جو خال یار کا اختر ہے

اور اس رباعی مین ہر مصرع کے اول مین جیم فارسی کے لانے کا التزام کیا ہے۔

چال اُسکی ہے فتنہ زا شرارت آفت — چتون ہے ستم چشم عنایت آفت
چالاکی و چابکی و شوخی و ادا — چارون یہ بلا قہر قیامت آفت

انگریزی کی صنعت ایلی ٹرلیشن اس سے بھی فائق ہے جس مین یہ لازم قرار دیا جاتا ہے کہ فقرے کے تمام الفاظ ایک ہی حرف سے شروع ہون۔

مثلاً سردار سیام سنگھ۔ سکرٹری سنگھ سبھا لاہور۔ ایک صاحب نے آکر مولوی غلام رسول مہر سے کہا۔ مولانا۔ مہر۔ مقبول محمود۔ ممبر۔ منتخب ہو گئے۔

سید انشاء اللہ خان نے ایک داستان نثر مین جسکی مقدار ۵ صفحہ کی ہوگی لکھی ہے اُس مین یہ التزام کیا ہے کہ ایک لفظ بھی عربی فارسی کا نہین آنے دیا جائے باوجود اُسکے اُردو کے مرتبے سے

کلام نہین مگر تھوڑی سی عبارت نمونے کے طور پر لکھتا ہون ۔

”اب یہان سے کہنے والا یون کہتا ہی ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان چڑھی کوئی کتاب ایسی کہیے جس مین ہندوی چھٹ اور کسی بولی کی پُٹ نہ ملے باہر کی بولی اور گنواری کچھ اسکے بیچ مین نہو تب میرا جی پھول کر کلی کے روپ کھلے اپنے ملنے والون مین سے ایک کوئی بڑے پڑھے لکھے پُرانے دُھرانے ڈھاگ بڑ ڈھاگ یہ کھڑاگ لائے سر ہلا کر مُنہ تھوتھا کر ناک بھون چڑھا کر گلا پھُلا کر لال لال آنکھین تھیرا کر کہنے لگے یہ بات ہوتی دکھائی نہین دیتی ہندوی پن بھی نکلے اور بھاکا پن بھی ٹھس جائے جیسے بھلے مانس اچھون سے اچھے لوگ آپس مین بولتے چالتے ہین جون کا تون وہی سب ڈول رہے اور چھاؤن کسی کی نہ پڑے یہ نہین ہونیکا مین نے انکی ٹھنڈی سانس کی پھانس کا ٹھوکا کھا کر جھنجھلا کر کہا مین کچھ ایسا بڑبولا نہین جو رائی کو پربت کر دکھاؤن اور جھوٹ سچ بولکر انگلیان نچاؤن اور بے سُری بے ٹھکانے کی اُلجھی سُلجھی تانین لیے جاؤن مجھسے نہو سکتا تو بھلا مُنہ سے کیون نکالتا جس ڈھب سے ہوتا اس بکھیڑے کو ٹالتا اب اس کہانی کا کہنے والا یہان آپکو جتاتا ہی اور جیسا کچھ اُسے لوگ پکارتے ہین کہ سُناتا ہی اپنا ہاتھ مُنہ پر پھیر کر موچھون کو تاؤ دیتا ہون اور آپکو جتاتا ہون جو میرے داتا نے چاہا تو وہ تاؤ بھاؤ اور راؤ چاؤ اور کود پھاند اور لپٹ جھپٹ دکھاؤن آپکے دھیان کا گھوڑا جو بجلی سے بھی بہت چنچل اچپلاہٹ مین ہی دیکھتے ہی ہرن کے روپ اپنی چوکڑی بھول جائے ۔

	کرتب جو جو ہین سب دکھاتا ہون مین	جوتکا	گھوڑے پہ اپنے چڑھ کے آتا ہون مین	
	کہتا جو کچھ ہون کر دکھاتا ہون مین		اُس چاہنے والے نے جو چاہا تو ابھی	

اسی قبیل سے ہین وہ صنعتین جن مین ترک نقاط یا کسی حرف کے ترک یا وصل و قطع حروف وغیرہ کا التزام کرتے ہین چنانچہ انکو ہم بیان ذکر کرتے ہین ۔

صنعت حذف اسکو قطع الحروف بھی کہتے ہین یعنی نظم یا نثر مین کسی حرف کے نہ لانے کا التزام کیا جائے پس اگر عبارت مین الف نہو گا تو قطع الالف کہین گے اور جو بے نہو گی تو قطع البا کہینگے اور جو صنعت قطع الالف سب سے زیادہ مشکل ہی جیسے ۔

انور

	عشق ہی بوے گل و رنگ چمن		عشق ہی قفل م ل تنگ چمن	

ناسخ

	نوبت یہ صبح کی بجی ہے		کی مین نے جو غم سے سینہ کوبی	

	سب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف	میر	صحبتین جب تھین تو یہ فن شریف	

انیس

منظور ہی پھر دیکھ لین ہم شیر کی صورت	بھر لیگئی ہی گھر مین عزیزون کی محبت

ترک لون کی صنعت مین ایک عبارت نثر مرزا قتیل کی جو خالی از لطف و مذاق نہین ہی یہ ہی یا ظرین کیجاتی ہی کہ نثر جسکا جی چاہے ہمارے پاس آوے گھر ہی اُسکا اور کوئی آتا آتا یکبارگی رُک جائے تو ہمکو کیا غرض اگر چاہے کہ ہمسا بے لیاقت بھی کبھی کبھی آیا کرے تو یہ بات بہت مشکل ہی اسواسطے کہ یہ عاصی پراز معاصی ایسا عہد کر کر بیٹھا ہی کہ اس گوشے کے بیچ اس طرح جما رہے کہ اگر ہزار بار دورۂ کامل فلک ہشتم کا جسکو خلق خدا کی کرسی کہتی ہی سر پر سے گذر جائے تو بھی اس جگہ سے اُٹھکر جو بہت جاوے تو اس دوسرے حجرے تک جاوے سو بھی دیکھا چاہیے یہ بھی اسوقت کا ایک زٹل قافیہ ہی۔

صنعت عاطلہ اسکو مہملہ اور غیر منقوطہ بھی کہتے ہین یعنی ایسی عبارت یا نظم لکھین جس مین حروف منقوطہ نہون صرف حروف مہملہ ہون مرزا سلامت علی دبیر نے ایک مرثیہ تین سو شعر کا اس صنعت مین لکھا ہی یہ اُسکے اشعار ہین۔ ؎

ہم طالع ہما مراد ہم رسا ہوا	طاؤس کلک مدح اُڑا اور ہما ہوا

ولہ

اول سرور دل کو ہو اس دم وہ کام کر حاصل صلہ کلام کا دار السلام کر	ہر اہل دل ہو محو وہ مدح امام کر کر اس محل کو طور وہ اس دم کلام کر

کہ آہ آہ سرور والا گہر کا حال
حال وداع اہل حرم اور سحر کا حال

اور یہ بند دوسرے مرثیے کا ہے۔

ولہ

ہمدم دم حسام کا اعدا کا دم ہُوا صمصام سکہ اور سرا عدا درم ہُوا مداح حر کا سرور والا گہر ہُوا	درد و الم سوا ہوا آرام کم ہُوا وہ سرا گر درم ہوا مال عدم ہُوا اور رہرو عدم وہ گروہ عمر ہُوا

انیس

اس طرح کا والا ہمم اس طرح کا سردار وہ مصدر الہام احد محرم اسرار	اس طرح کا عالم کا ممد اور مددگار وہ اصل اصول کرم داور دادار

حاصل اگر اک مرد دل آگاہ کو مارا		مارا اگر اس کو اسد اللہ کو مارا	

انشا نے ایک دیوان تمام اس صنعت مین لکھا ہی یہ بیت ابتداے دیوان کی ہے۔ ؎

اور کس کا آسرا ہو سرگروہ اس راہ کا		آسرا اللہ اور آل رسول اللہ کا	

ولہ

سلسلہ گر کلام کا وا ہو +		سامع درد دل کو سودا ہو +	
دل کو سو سو طرح سرور رہو آہ +		وہ دلارام گر ہمارا ہو +	
کر موحد دعا کہ انشا کا		کار رہرو دوسرا آسا ہو	

ولہ

ہو عطر سہاگ لگا کر مسرور		آرام محل رکھو اسم دل کا او حور	
وہ طور دکھا کہ ہم کو کل ہو معلوم		ہوسے کا عالم اور روہ لمعہ طور	

اور ان کی ایک مثنوی اس صنعت مین ہی اور ایک قصیدہ منقبت بھی صنعت عاطلہ مین ہی اور اسکا نام طور الکلام ہے یہ شعر اسی کا ہے ؎

وہ مرد معرکہ آرا دور کوہ احد		دلاور رہ عالم محرک اعلام	

صنعت منقوطہ یعنی نظم و نثر مین تمام حروف ایسے لائے جاوین کہ سب نقطہ دار ہون اور یہ فارسی و عربی مین بہت مشکل ہی اور اردو مین زیادہ دشوار ہی اس صنعت مین جتنی بھی تکلف کے ساتھ پیدا ہوتے ہین مثال اسکی یہ فقرہ مولوی غلام امام شہید کا۔

فقرہ شفیق شیخ فیض بخش چشتی نے جتنے تخت ~~بیت~~ بخشی جی نے بنے بنے تخت چن چن بیچے جب تین تخت بچے تب نہ بیچے ایسے ہی یہ فقرہ سرد شن سخن کا بطور خلاصہ کے۔

فقرہ دیکھا کہ ایک شیخ جی چپ تخت نشین۔ نے جق جق نے بق بق۔ جنت بن بجین جین غضب نقش جبین فیض بخش غیب بین رشب خیز ذی فن الے آخرہ۔

نظم کی مثال یہ شعر نظام ساکن جاورہ کے قصیدہ اردو کا۔ ؎

پیش بین تخت نشین جنت بخش ذی فیض		بغضب تیغ زن چین جبین زیبا	

نصرت

نے تیغ نے شقی بچے نے تیغ زن بچے		مینی بھی بچین جبین نے ذقن بچے	
نیزے بچے نہ تب بچے جی نتن بچے		بیٹھے بچے نہ جین بھی نے ختن بچے	

نے بیش تیغ تخت شقی نے شقی بچے		شبث شقی نجث شقی نے شقی بچے

ازکتاب حیات دبیر جلد اول سے

تیزی تپ تیغ نے بخشی نئی زحمت چینی ختنی چین بجبین شبث بجنت		بے چین شقی بخت بنی جبین شنیت نے جی بچے نے تن بچے نے زین زینت

نے چین جبین نے ذقن زشت بینی ہا نے نبض بجنبش نہ تن زشت بنینی ہا

میر انشاء اللہ خان کے اس شعر کا ایک مصرع صنعت مہملہ میں ہی اور ایک صنعت منقوطہ میں سے

آہ کل دل کو ہوا درد کہ رکھا ہم کو		جنبش جبین جبین بشت چین نے بھین

صنعت رقطا یہ ہے کہ عبارت یا مصرع یا بیت یا پوری غزل میں ایک حرف بے نقطہ اور ایک حرف نقطہ دار علے الترتیب واقع ہو مثال اس کی نثر میں یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا۔

رقعہ حضرت میرے ابھی سنا ہی کہ تم فوج کے مقابل چلے سب کے سب آپ کی وضع پر بہت ہنسے کہ خیر رنگے خوب کیا شاباش کیا بات ہی خلق سب آپ کی قائل ہی" مثال نظم کی یہ قول نصرت کا۔ سے

کیا غرب شرق دچرخ ہی کیا فرش ان ہی کیا بس لبس یہ برق وش ہی دیا جان ستان وبا یہ برق کی ہی مثل بہت آب تاب ہے		دشمن کی ہی اجل یہ بری دیدی لقا صنعت ہی حق کی آب ہی کیا شان کبریا کیا قرب کیا بعید یہ برش عذاب ہے

صنعت خیفا یہ ہی کہ علے الترتیب ایک کلمے کے کل حروف مہملہ یعنی غیر منقوطہ اور ایک کلمے کے سب حروف نقطہ دار ہوں مثال نثر کی یہ رقعہ شہید کا۔

رقعہ "شفیق والا بخت معلی تخت سلمہ شیخ محمد بخش سوداگر جتنے مال بھیجیں کل چیزیں لو ٹیپ لکھدو جیب دام بیٹھے مال تب لو" مثال نظم کی یہ شعر مولوی صہبائی کا۔

شب کو جشن سرور تخت ہا		کار فیض مدار بخت رہا

انشا کے اس شعر کا مصرع اول صنعت رقطا میں ہی اور مصرع ثانی صنعت خیفا میں۔

شہ بلند نسب بجھے سبھی دیوے		جبین لامع زینت حصول جشن مرام

صنعت فوقانیہ اسکو فوق النقاط بھی کہتے ہیں یہ اسطرح ہی کہ عبارت میں یا نظم میں اس امر کا التزام کیا جائے کہ کوئی حرف ایسا نہ آئے جسکے نیچے نقطہ ہو بلکہ جسقدر حروف نقطہ دار ہوں سب کے اوپر نقطے ہوں مثال عبارت کی یہ رقعہ مؤلف کا جو ایک دوست کو لکھا تھا۔

رقعہ مخدوم من سلامت ۔ نوازش نامہ صادر ہوا حال معلوم ہوا امانت کو اگر نوکر رکھنا منظور تھا تو اول ضمانت داخل کرانا ضرور تھا نہ معلوم کون شخص تھا مسافرانہ وارد ہوا اور دغا کر کر فرار ہوا آدم معتمد کا ملنا دشوار۔ اگر کہو تو ملازم خاص مٹھو خان کو روانہ کر دون والسلام ۔ مثال نظم کی یہ شعر نظام کا ہے

منظر صدق وصفا قدر شناس ہر دم	معدن عدل و سخا منظر الطاف و عطا

نصرت

وہ خون فشان وہ شعلۂ آتش وہ دم وہ خم	وہ قہر حق وہ آفت تازہ وہ تازہ دم
وہ مکر اسکا اور وہ فن اس کا اور وہ دم	وہ غمزہ عشوہ قہر لگاوٹ ادا ستم
فخر ہلال و شمس و قمر شان کردگار	فرد زمانہ اہل ہنر شان کردگار

صنعت تحتانیہ جسکو صنعت تحت النقاط بھی کہتے ہین وہ یہ ہے کہ تمام عبارت یا نظم مین جتنے حروف نقطہ دار ہون ایسے ہون جو نیچے کا نقطہ رکھتے ہون اوپر کا نقطہ نہو مثال عبارت یہ رقعہ مؤلف کا رقعہ میرے پیارے لڑکے بعد دعا کے معلوم کر و آج کل میرا ارادہ بمبئی کی سیر کا ہے اُس جگہ سے ایک گھڑی بڑی عمدہ لیکر بھیجی جائے گی رسید سے مطلع کیجیو اور جو اسباب درکار ہو لکھو اللہ چاہے جلد اور اچھا ارسال ہوگا عبداللہ کو دعا اور بڑے بھائی صاحب کو سلام ۔ مثال نظم کی ۔

دبیر

مارا جو اُسے حیدر کرار کو مارا	سردار کو مارا جو علمدار کو مارا

تعشق

یہ سب جا کے کہہ آمرے یار سے	میرے دلبر و میرے دلدار سے

نصرت

جسدم چلی حسام عدو کی سپاہ پر	اک آگ سی لگی جو گئی کوہ و کاہ پر
چمکی کبھی گری کبھی ہر رو سیاہ پر	لپکی کبھی عدو پہ کبھی مہر و ماہ پہ

بجلی کی طرح دور کبھی گاہ پاس ہے
عالم کو اسکے ڈر سے عجب اک ہراس ہے

عبدالرحمن راسخ

لا الہ کہکے الا اللہ کہا	اور پھر احمد رسول اللہ کہا

اور یہ غزل مؤلف کی دو صنعتون مین ہے پہلا مصرع صنعت فوق النقاط مین ہے اور دوسرا مصرع

تحت النقاط مین۔

غزل بطور انتخاب کے

دل نگہ ہرگز نہ کر اُس نرگس سرشار کا	کیا اسے پروا ہے پوچھے حال جو بیمار کا
درد و غم سوز والم اور آہ نالہ رات دن	حال ہو اب آپکے یہ طالب دیدار کا
کون ہمسر ہو دلا اُس عامل کامل کا کہ	ورد ہو صبح و مسا جس کو کہ اسم یار کا
ترکش مژگان کمند زلف صمصام نگہ	ہے ارادہ کیا کسی سے آپکو پیکار کا
دل ندون اُسکو اگر وہ رشک حور خلد ہے	مکر و حیلہ ہو سدا سے کام جس عیار کا
امتحان طالع واژون ہو اہم کو ضرور	اس سبب سے ہے ارادہ کوچۂ دلدار کا

صنعت مواصل الشفتین یعنی ایسی عبارت یا مصرع یا شعر ہو کہ جسکے ہر کلمے مین لب سے لب لگ جاوین مثال اُسکی یہ عبارت مؤلف کی ۔

رقعہ شفق من سلامت۔ معلوم ہوا کہ بمبئی من مسٹر مین صاحب بہادر مریضون کا مداوا بہت عمدہ فرماتے ہین بدین وجہ تم کو بتاتا ہون کہ مقام بمبئی محلہ بھنڈی بازار مین صاحب ہین تم اپنے بیٹے کو صاحب موصوف کے پاس بمبئی مین بھیجو مگر تمھاری ہمراہی مناسب ہے مجھکو اُمید قوی ہے کہ بسبب تبدیل آب و ہوا بمبئی پہونچتے پہونچتے آرام معلوم ہوگا اور صاحب معالجے مین بہت محنت فرمائین گے نظم کی مثال۔

نظام

مرا ممدوح امیر ابن امیر ابن امیر ہے	مین کمر بستہ کمین خادم مدحت بمیسا

صنعت واسع الشفتین یعنی عبارت کو پڑھنے مین تو لب سے لب نہ ملے جیسے یہ شعر میر محمد امین بنارسی کا ہے

جی سے کہدو کہ آہ سرد کے ساتھ	ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے

میر نجف علی بیباک

داد خواہون سے گھر گئے رستے	اُس کا جس کوچے سے گذار ہوا

نظیر کی ایک غزل تمام اس صنعت مین ہے یہ شعر اُسکے ہین ۔ ؎

آیا نہین جو کر کر اقرار ہنستے ہنستے	ٹل دیگیا ہے شاید عیار ہنستے ہنستے
لے کر صریح دل کو وہ گلعذار یار د	ظاہر کرے ہے کیا کیا انکار ہنستے ہنستے

نظام

اس طرح کا ہے سخن سنج کہ جس کا ثانی	آج تک اہل جہان نے کہین دیکھا نہ سنا

الشا

ہو جو کوٹھے تلے کھڑا اُس سے	ٹھنڈے ٹھنڈے کہو کہ گھر جاے

صنعت معرب یعنی اگر عبارت متضمن فتحہ کی ہو تو اُس مین ضمہ اور کسرہ نہ لاوین اور اگر متضمن ضمے کی ہو تو اُس مین فتحہ اور کسرہ نہ لاوین اور جو کسرے کا التزام ہو تو ضمہ و فتحہ نہ لاوین مثال ضمے کے التزام کی۔

ہوشیار

گُلُ کُلُ سُنبُل گُل و بُلبُل	مجھکو جو ہون حصول خوب ہو یارا

لفظ یار مین فتحہ بسبب رعایت قافیہ قصیدہ کے ہے۔ التزام فتح کی مثال۔

از ملخص تسلیم

قبول اُسکی تاریخ پر فتح کرکے	خطاکار کا قول سارا چھپ آیا

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہے۔

سحر

کل کا وعدہ کر گیا ہے کل صنم	گر نہ آیا آج تو ہے بس غضب

کسرے کے التزام کی مثال۔

اسماعیل خان صبر

ضد سے کی یہ فکر بسمل کے لیے	تیر بھی تھے اس مرے دل کیلئے

ولہ

دل لیے تھے پھیر دینے کے لیے	پھینکنے کی چیز تھی یہ پھینکدی

از ملخص تسلیم

دل کی اقلیم کس نے کی اشعر سے زیر

صنعت افراد بدیع الافکار مین لکھا ہے کہ افراد لغت مین تنہا کرنے کو کہتے ہین اصطلاح مین یہ ہے کہ شاعر بیت کے آخر مین حروف مفردہ کو ذکر کرے اور الفاظ مرکب سے متعرض نہو اس قسم کے شعر کو **مفرد القوافی** کہتے ہین کہ گویا آخر ابیات کے حروف ترکیب سے تنہا رہ گئے ہین۔

یہ دو قسم پر ہے مطلق اور جامع **مفرد مطلق** یہ ہے کہ حروف تہجی مین سے جو حروف

قافیے مین مذکور ہوے ہون اُن کا مرکب کہین نہ آیا ہو **مفرد جامع** یہ ہے کہ جو حروف مفرد آئے ہون اُن کا مرکب پچھلے مصرع یا بیت کے اول مین آجاے چونکہ مفرد اور مرکب دونون اس مین جمع ہین اسلیے اسے جامع کہتے ہین اُردو مین یہ صنعت اس طرح پائی جاتی ہے کہ کسی اسم کے حروف تہجی کو ترتیب وار لکھتے ہین اور تلفظ مین اُن حروف کے اسما آتے ہین انکو سلسلہ وار جمع کرنے سے اسم مطلوب حاصل ہوتا ہے اور اُردو کے اشعار کے بیت اول مین اور درمیان مین اور آخر مین تینون جگہ ایسے حروف ذکر کیے جاتے ہین اسی کے قریب **صنعت مہجا** بھی ہے تہجی لغت مین شمار کرنے کو کہتے ہین مہجا کے معنے ہوے گنا ہوا اور خاص اس قسم کو جس مین آخر شعر مین حروف مفرد واقع ہون شعر **مفرد القوافی** کہتے ہین کیونکہ اسکے قوافی مفرد حروف سے قرار پاتے ہین مفرد جامع کی مثال یہ شعر ہے فاضل تخلص صاحب دیوان کا۔

سه

بن ترے ہون جان بلب ا ی ع د و س و ے		د ے ملاپ ہے مرے جلدی تو اپنے ل و ب

ل و ب سے مراد لب ہے اور اس کا مرکب اس سے پہلے مذکور ہوچکا چنانچہ مصرع دوم کے ملاحظے سے معلوم ہوتا ہے۔

مفرد مطلق مین سے ایسی مثال جس مین حروف مفردہ اول مصرع مین آئے ہون یہ ہے۔

انشا

مدرسے مین اہل حرف اس نحو سے کہتے تھے کل		ا ز و ل د ف سے ہی ترکیب مشتق سانپ کی

اور درمیان مصرع مین آنے کی مثال یہ ہے۔

ولہ

رہے گا چار سو ستر برس انشا زمانے مین ؎		کہ اُس پر سج سہا ہے ع د ش د ق کا جوڑا

آخر مصرع مین آنے کی مثال۔

فاضل

بن ترے ہون جان بلب اے ع د ی و س و ے		د ے ملاپ ہے مرے جلدی تو اپنے ل و ب
آرزو میری یہ ہے ساقی کہ پہلے دور مین ؎		ہاتھ سے پانون ترے لبریز جام م و ے
حسن ہے ایسا ترا دیکھے زلیخا گر تجھے ؎		بھول جاوے وہ جمال ی و س ف

جس کا ہووے یار ایسا پھر توہی اُسکو بتا
چھوڑ کر جاوے کہان فاضل ترا یہ دور

مؤلف نے بھی چند غزلین اس صنعت مین لکھی ہین یہ اُنکے اشعار ہین۔

پھر نظر دیکھا ہے جب سے ماہرو کا روخ
زرد ہی خجلت سے تب سے روے م وه ذ ر

یان تلک چپکے لبون سے لب کہ پھر نکلی نہ بات
لعل نوشین آپ کے ہین رشک ش ڈ ک د ر

ہین یہ عارض تیرے شیشہ بادۂ گلگون سے پر
ہین ذقن پھر گزک خوشتر ز س و ی و ب

کیون نہ ہر حلقے مین اُسکے دل پھنسین عشاق کے
دیکھ تو دام بلا ہے اُس کی ز د ل و ف

ایک مدت سے ہین سائل تجھ سے اے بحر سخا
کاش ہمکو بھی عطا ہو ب و د س د ہ

دل دیا تھا ہمنے تجھی جان بھی دینا پڑی
کچھ نہین چلتی یہان اب ف و ط د ر و ت

ولہ

کیون نہ ہون خجلت زدہ لے میرے م وه د ر
س ر و و قد سے ر و خ سے م و ه

م و ش و ک کو کیونکر نہ شرمندہ کرے
رنگ د ر و رکھتی ہے تیری اور ر ه د ل و ف

ع د ش و ق نے تیرے کیا دل کو کباب
اور رخ د و د ن کو بھی بنایا م د ے

ل و ب کو ل و ب پر شام سے رکھے رہون
جب تلک ہووے نہ اے دلدار ص و ب و ح

غ د ے ورنہ آنے پائے کوئی اس جگہ
ص و ن د م جلدی بند کر دے د و ر

ب د ر و ه د م د ن ہو جاوے وہین
ش د ے رخ ہمارا دیکھ لے گر ب د ت

صنعت موصل اسکو صنعت متصل الحروف بھی کہتے ہین یعنی عبارت یا نظم کے سب حرف ملکر لکھے جائین اور یہ کئی قسم ہی موصل دو حرفی موصل سہ حرفی موصل چہار حرفی اور زیادہ اس سے جہانتک ہوسکے مثال دو حرفی کی یہ شعر مثنوی نالۂ شوق کا۔

نالۂ شوق

غمِ فرقت سے کوفت ہے جی پر
ہم سے غافل ہے تو بُت کافر

مثال سہ حرفی کی۔

ظلم کیا کیا جفائین کیا کیا ہین
منہ عشق مین بھی بلائین کیا کیا ہین

مثال موصل چہار حرفی کی۔

نالۂ شوق

چپکے چپکے کبھی مجھے کہنا
ہمپہ کیسا پھبا سبھی گہنا

علے ہذاالقیاس پنج حرفی فقرہ اور نظم بھی لکھتے ہین بلکہ ایک فقرہ یا ایک مصرع یا ایک بیت پوری موصل ہوتی ہی جیسے یہ دو شعر میر کے۔

عشق ہی عشق ہے نہین ہے کچھ عشق حق ہے کہین نبی ہے کہین	عشق بن تم کہو کہین ہے کچھ ہے محمدؐ کہین علیؑ ہے کہین

ان شعرون کے مصرع ثانی مین ایک ایک حرف ایسا ہی کہ جس سے حرفون کی علحدگی ہوجاتی ہی۔

یعقوب علیخان نصرت

مقتل مین سب سے کہتی تھی یہ تیغ بے بہا کہتے ہین یہ فلک سے ملک تمنے کچھ سنا	یہ جنگ کی ہی مین نے فلک سے ہی کی ثنا تم سب کے حق مین بس غضب حق ہے یہ بلا

کہتی تھی تیغ مجھ سے نہ جسم لعین بچے
کیسے لعین جنگ مین جن بھی نہ کہین بچے

کرم رامپوری

بے تکلف بھی شب عجب تھے ہم بخشی صحت کسی کی صحت نے چشم مغنے کے کھلنے سے چھیتے خط کے نکلے سے کم ہی عشق کی تپ	کس بت چین سے لب بلب تھے ہم عشق کی تپ سے چنگے کب تھے ہم یعنی غفلت مین کس سبب تھے ہم غش کسی بت پہ جب نہ تپ تھے ہم

ان اشعار کے سب حروف متصل لکھے جاتے ہین ناسخ کے اس شعر کا پہلا مصرع صنعت متصل الحروف مین ہے۔

مفلسی مین ہے مغتنم شب ہجر	ہے طلبگار سیم و زر شب وصل

صنعت منشاری اسکو کہتے ہین کہ کوئی فقرہ یا مصرع یا سارا شعر ملکر لکھا جاوے اور اس کے حروف دندانۂ آرہ کی شکل پیدا کرین۔

کیفیتین تھی ہین جو ہوتا ہو تال پر	تن تن تنن تنن تننن در تنن ہین رقص

پچھلے مصرع کی تقطیع اس طرح ہی تن تن ت مفعول تن تنن ت فاعلات تنن و در ت مفاعیل تن رم رقص فاعلان۔ اور پورا شعر امجد کا۔

سب سمٹتے ہین یان سمٹے سے	سب سمیٹین گے جب شہ ابرار

ملاکر لکھنے سے آرے کے دندانے پیدا ہوتے ہین۔

صنعت مقطع اسکو منفصل الحروف بھی کہتے ہین کہ نثر یا نظم کے تمام حروف کتاب مین علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا لکھے جائین - جیسے -

یعقوب علیخان نصرت

وہ آبدار اور وہ دم دار واہ واہ	وہ درد وار اور دل آزار واہ واہ
وہ زوردار اور وہ اک دار واہ واہ	وہ رن وہ بزم اور وہ دوار واہ واہ

وہ آب اور وہ موم وہ دوان داہ واہ وا
وہ آن وہ ادا وہ روان واہ واہ وا

امجد

دو دوا ے درون آزاری	یوک دو درد اور وہ آزار ہے

اور مصرع ثانی نسیم کے اس شعر کا بھی مقطع ہے -

کہنے لگا کیا مزا ہے دل خواہ	اے آدم زاد واہ وا واہ

منشی

ولیکن بروز جزا بے گمان	کرے داوری داور داوران

دوسرا مصرع مقصود بالتمثیل ہی - اور سوز کے اشعار کا چوتھا مصرع اس صنعت مین ہی -

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے	سلام اللہ خان صاحب کے ڈیرے
وہان دیکھے کئی طفل پریرو	ارے رے رے اے [illegible]

فیض کے اس شعر کا مصرع اول صنعت مقطع کی مثال ہے اور دوسرا مصرع صنعت موصل کی -

درد و داغ و رخ زرد اور وہ دل	فیض بٹی مین گئے ہین سب مل

صنعت تلمیع جسکو ذولسانین اور ذو لغتین بھی کہتے ہین یہ صنعت اس طرح پر ہی کہ کلام مین زبانہاے مختلف کو جمع کرین اگر ایک شعر ہو تو دو زبانین اور مخمسہ مین پانچ اور غزل وغیرہ مین ایک شعر زبان اُردو مین دوسرا فارسی مین تیسرا عربی مین وقس علی ہذا یا ایک مصرع مین بعض ارکان فارسی زبان مین بعض اُردو مین یا کسی اور زبان مین غرض کہ جہانتک جتنی زبانین چاہین غزل خواہ قصیدہ وغیرہ مین جمع کر سکتے ہین مگر اکثر زبانین مروج و مستعمل ہندوستان کی لکھی جاتی ہین پس اگر ایک شعر مین دو زبانین جمع ہون تو اُسے ملمع مکشوف کہتے ہین چنانچہ راقم الحروف کی ایک تمام غزل اسی صنعت مین ہی کہ ایک مصرع فارسی ہی اور ایک اُردو -

غلمان ترے غلام کنیزک تری پری	ای سرو خوش خرام گلستان دلبری
رہتی ہے شاخ نخل تمنا سدا ہری	درگلشن دلم بامید بر وصال
کر دینا وانپہ ذکر ہمارا بھی سرسری	باد صبا بکوچۂ جانان چو بگذری
تجھی نہین زمانے مین مجھ سا کوئی جری	ہر دم بسینہ تیغ ادائش ہمے خورم

حسرت

قَالَ اُحْیِیْتُ عِظَامًا ہِیَ قَدْکَانَ رَمِیْم	پوچھا اعجاز سے تیرے جو مسیحا نے سخن

ترجمہ مصرعہ دوم عربی

کہا مین ایسی ہڈیون کو زندہ کرتا ہون جو گل جاتی ہین

ولہ

یا من خلق الخلق ولیلاً ونہارا	کیا حمد کہون تیری مجھے کچھ نہین یارا

ترجمہ مصرعۂ دوم عربی یعنی ای وہ ذات کہ جس نے مخلوق کو اور شب و روز کو پیدا کیا ہے۔

امیر

رہتا نہین کسی کا زمانے مین کام بند	وہ در شود کشادہ اگر بستہ شد درے

رند

فقط بحر جہا مین نہ غافل دم کی مہلت ہے	حباب ہر سر موج زبنیاد چہ مے پرسی

شاہ نصیر

اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ نَہْرٌ لَبَنٍ	لکھی ہین ہر ورق گل پہ بقول شخصے

یعنی تحقیق جنت مین دودھ کی نہر ہے۔

والا بلمع محجوب کہتے ہین چنانچہ معز نے ایک مستزاد مین کئی زبانین اس طرح جمع کی ہین کہ ہر شعر جداگانہ زبان مین ہی مگر چونکہ پنجابی و پشتو وغیرہ زبانین غیر مانوس ہین اس لیے اُسکا لکھنا فضول سمجھا۔

سوز

ادھر بھی دیکھنا ٹک مڑ کے آہا	مروت دشمنا غفلت پناہا
خداوندا کرامت دستگاہا	گئی اوقات سب بطلان مین افسوس
فاٰہا ثم آہا ثم آہا	صرفت العمر فی لہو و لعب ترجمہ

مین نے اپنی عمر کھیل کود مین برباد کی ہے پس افسوس ہے پھر افسوس ہے پھر افسوس ہے

میر انشاء اللہ خان نے ایک قصیدہ مدح نواب سعادت علیخان مین لکھا ہے اُس مین بہت سے اشعار مختلف زبانون مین پائے جاتے ہین یہان پر بطور مثال کے فارسی عربی مارواڑی اور بھاشا کے اشعار درج کیے جاتے ہین اور ترکی پنجابی خراسانی انگریزی سنسکرت کشمیری اور مرہٹی کے اشعار غیر مانوس ہونے کے ترک کیے گئے ہ

شاہ ایران یہی لکھتا ہے تجھے عرضی مین	بوکہ من ہم ز عنایات تو حظے ببرم

ترجمہ مصرعہ دوم اُمید کہ مین بھی تیری مہربانیون سے کوئی فائدہ اُٹھاؤن

بخداوندی آنکس کہ مرا شاہی داد	بندۂ حلقہ بگوش تو و چاکر استم

اُس ذات پاک کی خداوندی کی قسم جسنے مجھکو شاہی دی ہے کہ مین تیرا غلام مطیع اور خدمت گذار ہون +

مدح مین تیری زبان عربی مین اشعار	شعرا پڑھتے ہین مسرور ہوا پس مین بھی
مثلہ لیس شجاع و امیر فی الدھر	خصہ اللہ مغیثا لجمیع العالم +

ترجمہ شعر دوم اُس کی طرح کوئی بہادر اور امیر دنیا مین نہین ہے اللہ نے تمام عالم کی فریادرسی کے لیے اُسکو مخصوص کیا ہے۔

حق مین دشمن کے ترے تو نہین کہین مین جیوت	کائین باندھا چھری بیری جو نہو جائے بھسم

ترجمہ مصرعہ دوم کیا چھری باندھی جبکہ دشمن تباہ و فنا نہو جائے ؟

تیری آنکھون کو کنھیا سمجھ اور اُسکا عکس	گوپین برج کی کرتی ہین یہ منتی ہر دم

تری آنکھون کو کنھیا (نام کرشن) سمجھ رکھا ہے اور گوپین (برج کی عورتین) ہر وقت یہ آرزو کرتی ہین -

ڈھونڈری ورم کی سنگھٹ ہون تجی آئی جو	جھومیں شیام برن کیسے چھپے چھٹ کے تم
یعنی تمام سنگھٹ کو ڈھونڈھکر آئی ہون	اپنا نندرانہ لے لقب کنھیا۔
اور دولت جو وہ مجھی ہم سو کہتی ہے یہ	تورے چرنون لگی ہون چھاڑ دو نے سگرو کٹم

ترجمہ مصرعہ دوم یعنی تمھارے قدمون سے لگی ہون تمام کنبہ گھر بار وہان چھوڑ کر۔

اور جو اشعار اسطرح کے ہین کہ آدھا مصرع زبان فارسی مین اور آدھا اُردو مین یا آدھا فارسی مین آدھا بھاکا وغیرہ مین ہے یہ ایجاد امیر خسرو دہلوی کی ہے مثال اسکی ہے

مولوی سلامت اللہ کشفی

کیا فدخدا از رخ خوب تو عیان ست	کہتے ہین اسی رو سے عیان راچہ بیان ست
کیا یوسف مصری ہے نظیر شہ بطحا	وہ چشم کہان اور کہان جان جہان ست

یہ صورت حق ہے کہ مصور بہ بشر شد — اُس کا ہی ظہور این ہمہ در کون و مکان ست
اب تاب نہین ہجر کی از پردہ بدر آ — مشتاق ترے وصل کا ہر پیر و جوان ست
اب آگے بھلا کشفی دل خستہ چہ گوید — تو جلد خبر اسکی کہ بیتاب و توان ست

ز تیغ عشقش شہید گشتم نہ تاب ہجران قسم خدا کی **ضامن** خراب وحشی بنادے ساقی شراب وحدت پلا کے ہم کو
تو سرو آزاد و ناز نینی تمھارے قامت کا ہون مین سایہ — بزیر پایت ہون اوفتادہ گرانہ چندان اُٹھا کے ہم کو
چو عشق آمد درون جانم تو شور برپا ہوا قیامت — جگایا تو نے جنون وحشت مزار مین بھی سُلا کے ہم کو

اور یہ ایک شعر امیر خسرو کا زبان فارسی مین ہے اور ترجمہ اُسکا باعتبار زبان ہندی کے ایک عجیب طرح ہوتا ہے

ماہ در فرقت نماندست ز ہجر تو مرا — دم بہ یک موے خدا را کہ چہ حال ست ترا

ماہ کو ہندی مین ماس کہتے ہین اور ماس کو گوشت بھی بولتے ہین پس ماہ سے گوشت مراد ہے فرقت کو دہ کہتے ہین اور دہ یہ ہندی مین بدن کو کہتے ہین وہی یہان مراد ہے مطلب یہ ہوا کہ گوشت بدن مین نہین رہا تیرے ہجر مین ـ دم کو ہندی پونچھ کہتے ہین اور پونچھ صیغہ امر کا بھی ہے پرسیدن کے معنی مین موے کو ہندی مین بار کہتے ہین اور بار بمعنی مرتبہ اور دفعہ کے بھی ہی پس مصرع ثانی کا یہ مطلب ہوا کہ پونچھ ایکمرتبہ خدا کے واسطے کہ تیرا کیا حال ہے ۔

صنعت جامع الحروف یعنی ایک بیت یا فقرہ ایسا لکھین کہ جس مین تمام حروف تہجی سما جائین مثال اسکی یہ شعر نظام کا ۔ ؎ ۔

مظہر فیض و عطا منعم ذی جود و سخا — صلح کل شرب و ثابت قدم روز وغا

اس شعر مین حرف عربی سب جمع ہین ۔

صنعت تنسیق الصفات یعنی کسی چیز یا کسی شخص کا ذکر صفات متواترہ کے ساتھ کرین خواہ وہ صفات مدح کی ہون یا مذمت کی کیونکہ صفت وہ چیز ہی جو کسی چیز کے اُن معنی کو بیان کرے جو اُس مین ہون خواہ وہ معنے اچھے ہون یا بُرے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صفت سے فقط خوبی ہی مراد ہوتی ہے بلکہ بُرائی ہو تو بھی صفت کہلائے گی ۔ جیسے مُنیر گھوڑے کی صفت مین کہتا ہی ۔ ؎

سُنبلہ دم ماہ سم لاغر میان فربہ کفل — طالع شہباز اقبال ہما اوج عقاب
کہکشان تنگ آسمان سنگ ابر سایہ برق تک — تیز دم آتش قدم گیسو لجام ابرو رکاب

اُسی کا یہ شعر بُراق کے وصف مین ہے ۔ ؎

اسد ہیبت فلک پیکر قمر سم — عنانین دو نون جوزا سُنبلہ دم

ذوق

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسرے انصاف	خسرو جم خدم دعا و روا را حشمت
قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد	حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

انیس

ہے ہے مرے سعید و رشید و متین جوان	خوشرو جوان غریب جوان مہ جبین جوان

تپش

بوسہ لیتا ہے جو منھ چڑھکے برابر گیسو	کتنا گستاخ ہی بیہودہ ہی خودسر گیسو

میر

کہ وان اک جوان تھا پرسرام نام	خوش اندام و خوش قامت و خوش خرام

سودا

بس ید اللہ بے شک و لاریب بازو کنی	قوت ہر اک ضعیف و طاقت ہر ناتوان
گوہر بحر حقیقت لعل کان معرفت	نور مہر لامکان چشم و چراغ قدسیان

صنعت مافی الضمیر اسکو اظہار مضمر بھی کہتے ہین یعنی پرائے دل کی بات ظاہر کرنا یہ صنعت مشکل ترین صنائع لفظی سے ہی اور یہ اس طرح پر ہی کہ اول ایک مصرع پندرہ حروف کا کہین اور اسمین کوئی حرف مکرر نہو پھر ایک رباعی خواہ سوا وزن رباعی کے اور وزن مین چار مصرع کہین اور اس امر کا لحاظ رکھین کہ وہ پندرہ حروف جو اس ایک مصرع مین جمع ہین وہ متفرق طور پر اُن چار مصرعون مین بھی موجود ہون نیز کوئی حرف کسی مصرع مین کوئی حرف کسی مصرع مین اور کسی مصرع مین مکرر کوئی حرف اُن مین کا رہ نہ جائے اور اُن کے تحریر کرنے کی یہ صورت ہے کہ اول وہ مصرع پندرہ حروف والا اوپر لکھا جائے اور پھر رباعی و قطعہ کے طور پر وہ چارون مصرع لکھین اور مصرع اول کے کنارے پر (۱) کا ہندسہ اور دوسرے مصرع پر (۲) کا ہندسہ اور تیسرے مصرع پر (۴) کا ہندسہ اور چوتھے مصرع پر (۸) کا ہندسہ یہ کل عدد پندرہ ہوے اور پندرہ ہی حروف مصرع اول کے تھے اور طریقہ بتانے مافی الضمیر کا یہ ہے کہ مخاطب سے کہے کہ ایک حرف مصرع اول جامع الحروف (یعنی پندرہ حرف والے مصرع) مین سے ذہن مین لے لو پھر اُن چار مصرعون کو پڑھے اور پوچھے کہ جو حرف تمنے ذہن مین لیا ہی وہ کون کون سے مصرع مین ہی وہ اگر جواب دے کہ دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہی تو اُن مصرعون کے سرے پر جو عدد مین اُن کو جمع کرنا چاہیے جو حاصل جمع ہو اُسی کے مطابق مصرع جامع الحروف مین سے حرف گن لے

وہی حرف اسنے لیا ہے مثال اُسکی یہ مصرع اور یہ رباعی ہے مصرع

ہے لب دوست مخزن شکر

رباعی

عاشق سا مہر دار راز دل زار
سو طرح کا زیور اور خال رخسار
شب آؤ کرد غور نشان دو صاحب
مشتاق کا عزم جان کر آخر کار

مخاطب سے پوچھے کہ تمنے اُس مصرعۂ مرقومۂ بالا مین سے جو حرف ذہن مین لیا ہے وہ رباعی کے کون کون سے مصرعون مین ہے اگر وہ کہے کہ پہلے اور دوسرے مصرع مین ہے تو چاہیے کہ مصرع اول اور دوم کے آغاز کے عددون کو جمع کرین پس ایک اور دو تین ہوے اور تیسرا حرف مصرع جامع الحروف کا (ل) ہے معلوم ہوا کہ مخاطب نے لام لیا ہے کیونکہ دیکھا جاتا ہے تو لام سواے مصرع اول اور دوم کے اور کسی مصرع مین نہین اور اگر کہے دوسرے اور تیسرے مصرع مین یا تیسرے اور چوتھے مین یا پہلے اور چوتھے مین ہے تو انھین مصرعون کے سرے کے اعداد جمع کر کے اُسکے مطابق حرف مصرع جامع الحروف سے گِن لینگے اور قاعدہ اس صنعت کی ایجاد اور برتنے کا یہ ہے کہ ایک مصرع پندرہ حرف کا ایسا کہا جاوے کہ اُس مین کوئی حرف مکرر نہو اُسکے بعد رباعی یا اور کسی وزن پر چار مصرع کہے جاوین اور اُن مین یہ التزام کیا جاوے کہ مصرع جامع الحروف کا پہلا حرف اُن چار مصرعون مین سے پہلے مصرع سے خصوصیت رکھتا ہو تین مصرعون مین نہو اور اُس مصرع کا دوسرا حرف اُن چارون مصرعون مین سے دوسرے سے خصوصیت رکھتا ہو پہلے اور تیسرے چوتھے مصرع مین نہو تیسرا حرف اُس پندرہ حروف والے مصرع کا اُن چار مصرعون مین سے پہلے اور دوسرے سے مخصوص ہو تیسرے اور چوتھے مین نہو اور چوتھا حرف اُس مصرع کا تیسرے مصرع مین ہونا چاہیے پہلے دوسرے اور چوتھے مین نہو اور پانچوان حرف اُس مصرع کا پہلے اور چوتھے مصرع مین ہو اور کسی مصرع مین نہو چھٹا حرف اُس مصرع کا رباعی کے دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہو ساتوان حرف پہلے دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہو آٹھوان حرف صرف چوتھے مصرع مین ہو نوان حرف پہلے اور چوتھے مصرع مین ہو دسوان حرف دوسرے اور چوتھے مصرع مین ہو گیارھوان حرف پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع مین ہو بارھوان حرف تیسرے اور چوتھے مین ہو تیرھوان پہلے تیسرے اور چوتھے مین چودھوان دوسرے تیسرے اور چوتھے مصرع مین پندرھوان حرف اُس مصرع کا اُن چارون مصرعون مین واقع ہو تعجب ہے کہ مرزا قتیل نے صنعت اظہار مضمر کو دریاے لطافت مین صنائع معنوی مین لکھا ہے حالانکہ یہ صنعت اصالةً معنوی خوبی کی طرف کسی طرح راجع نہین ہو سکتی سواے سہو کے اور کیا کہا جاوے۔

صنعت مُعمّا امیر خسرو نے اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین لکھا ہی کہ موجد اس کا مولانا بہار بخاری ہی معما اُس صنعت کو کہتے ہین کہ کلام سے باشارۂ لفظی یا بدلالت حرفی وغیرہ کوئی نام یا عبارت حاصل ہو مگر اکثر وہ کلام موزون ہوتا ہے اور نثر شاذ ونادر اور اکثر نام حاصل ہوتا ہی عبارت کبھی کبھی۔ سید وارث علی نے جو اعتراض نثاری پر کیا ہی اور معما کو اسماء الرجال ہی پر منحصر رکھا ہی بالکل بجا ہی ہان اکثر اسم ہوتا ہی اور یہی زیادہ تر رائج ہے لیکن یہ غلطی نثاری کی بہت بڑی ہے کہ مُعمّا کو صنائع معنوی مین لکھا ہی جیسا کہ ہفت قلزم کے جامع نے کیا ہی۔ الحاصل معما مین اسم مقصود بدلالت حروف و باشارت الفاظ حاصل ہوتا ہی اور اسم حاصل ہونے کی بہت سی صورتین ہین ایک یہ کہ حروف اسم مطلوب بترتیب موجود ہون اور حرکات وسکنات اسم پر بھی اشارہ ہو دوسرے یہ کہ حروف اسم مطلوب بترتیب پائے جائین مگر حرکات وسکنات کی طرف کوئی اشارہ نہو تیسرے یہ کہ حروف اسم مطلوب مُعما مین مذکور ہون لیکن ترتیب نہو اور حرکات وسکنات کا بھی کچھ اشارہ نہو چوتھے یہ کہ حروف اسم بھی مذکور نہ ہون بلکہ کسی اور طرح سے اُن حروف کی جانب اشارہ ہو اور اخراج وحصول اسم کی الفاظ سے کئی صورتین ہین ازانجملہ ایک یہ ہے کہ ہر ایک لفظ تین حال سے خالی نہوگا اول اوسط آخر اگر حرف مطلوب سر کلمہ مین ہوگا تو اُسکی تعبیر مطلع۔ تارک۔ سر۔ لب۔ اول۔ تاج۔ افسر۔ کلاہ۔ رُخ۔ مبتدا۔ فرق وغیرہ سے کرتے ہین جیسا کہ اس معمے نثر مین کتاب فسانۂ عجائب کی نثر شہزادی نے کہا طبیعت کی جودت اس شخص کی مشہور ہی۔ ایک معما پوچھتی ہون بدیہہ اگر جواب ملا تو شک بے شک رفع ہوا بھلا وہ کیا شے ہے جسکو گبر ومسلمان یہود ونصارے سب فرقۂ انسان کا آشکارا کھاتا ہے مگر جب سر کاٹ ڈالو تو زہر ہو جائے کوئی نہ کھائے اور جو غصے مین کھائے تو فوراً مر جائے جوان نے ہنسکے کہا شہزادی قسم ہے حرف قاف کو سر قرار دیا ہے۔ امیر اللہ تسلیم نے اس معمے کے مضمونکو مجرد کرکے یون باندھ دیا ہے ؎

آتے آتے تا زبان پیدا کرے تاثیر سم	گر عدو کھائے سر شہ کی کبھی جھوٹی قسم

اور اگر حرف مقصود وسط کلمہ مین ہو تو قلب۔ درون۔ دل۔ مغز۔ مرکز۔ میان۔ توسط۔ کمر۔ موضع۔ مقام وغیرہ کہتے ہین اور انتہائے کلمہ مین ہو تو لفظ پا۔ قدم۔ سحد۔ دامن۔ سور۔ پلپان۔ انجام۔ انتہا۔ آخر۔ ذیل۔ غایت۔ تمام وغیرہ سے اشارہ کرتے ہین اور غرہ وسلخ۔ اوج وحضیض۔ فراز ونشیب۔ پود وجامہ۔ بالا وزیر۔ صاف ودرد۔ شاخ وبیخ۔ جیب ودامن وغیرہ الفاظ سے فن معما مین حرف اول وآخر مراد ہوتے ہین۔ سید انشا نے جرأت کے نام کا معما کہا تھا مصرع

مصرع ۔ سر مونڈی لنگوڑی گجراتن ترجمہ لنگوڑی وہ عورت جس کے پانو کٹ نہون ۔
لطیفہ اس مین یہ تھا کہ گجراتن جرأت کی مان کا نام تھا اور لفظ جانب ۔ لب ۔ سو ۔ طرف ۔ گوشہ ۔ کنار ۔ اور پہلو سے کبھی حرف اول کبھی حرف آخر مراد لیتے ہین اور الفاظ ناقص ۔ مختصر ۔ کوتاہ ۔ ابتر حرف آخر کے نقصان پر دلالت کرتے ہین اور الفاظ مجوف ۔ تہی ۔ خالی مابین الطرفین کے نقصان پر اور سر نیزہ ۔ علم ۔ نخل ۔ خدنگ ۔ ناوک ۔ تیر ۔ خار ۔ قد سہالا حرف الف سے کنایہ ہی اور دندان ۔ آئنہ ہشت سنگ ۔ حرف سین مہملہ سے کنایہ ہی اور ابرو ہلال وغیرہ نون و جیم و دال سے کنایہ ہے اور خال ۔ ستارہ ۔ قطرہ ۔ گرہ ۔ گوہر ۔ ذرہ نقطون سے عبارت ہے ۔ اور کبھی صرفیان عرب کے طریق پر کلمے کے حرف اول کو فا اور دوم کو عین اور سوم کو لام کہتے ہین ۔ کبھی کوئی لغت عربی بیان کر کے فارسی مین اُسکے معنی مراد رکھتے ہین اور کبھی فارسی بیان کرنے سے عربی مقصود ہوتی ہی جیسے مومن کے اس معمامین ۔

معما باسم مومن

کیفیت وصال لب اب کچھ نہین رہی
کیونکر نہون ملول مین شب کچھ نہین ہی

الفاظ (ملول مین) مین سے شب کا نکلنا بیان کیا ہی شب فارسی ہی اُس کا مرادف لیل عربی ہی جب لام اور ی اور لام الفاظ مذکور مین سے نکالے تو مومن رہ گیا مگر ایک عیب اس معمامین واقع ہوا ہے وہ یہ کہ کلام سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ ملول کے لفظ مین شب نہی اور مراد یہ ہے کہ (ملول مین) کے لفظ مین سے لیل نکلی غرضکہ ایک مین اور چاہیے ۔
کبھی لفظ فارسی سے ترکی کبھی فارسی سے ہندی مراد لیتے ہین ۔ جیسے : ۔

سامنے رکھدے سر و پا کاٹ بوتیمار کو
ہی اگر ای باغبان تو مہربان عندلیب

بوتیمار کو ہندی مین بگلا کہتے ہین جب اُسکے سر و پا کو کاٹ ڈالا یعنی حرف با اور الف کو دور کر دیا تو گل رہ گیا کبھی عدد بیان کر کے اُس سے بہ حساب جمل کوئی حرف بنا لیتے ہین جیسا اس شعر مین ۔

گرچہ ہے نام اُسکا تین حرف سے ترکیب لیک
تین سو چالیس و ساٹھ مول ہے یہ ایک ایک

تین سو عدد شین نقطہ دار کے ہین اور چالیس میم کے اور ساٹھ سین بے نقطہ کے پس تینون حرف لیکر شمس حاصل ہوا کبھی نجومیون کی اصطلاح سے کام پڑتا ہی اور سبعہ سیارہ کا حرف آخر مراد ہوتا ہی مثلاً شمس سے (س) اور قمر سے (ر) اور مشتری سے (ی) اور عطارد سے (د) اور زہرہ سے (ہ) اور زحل سے (ل) اور مریخ سے (خ) اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ حروف ابجد کے اُن حروف سے جو

ہفتے کے دنوں سے کے شمار کے موافق ہوں ہفتے کا دن مراد لیتے ہیں جیسے (الف) سے یکشنبہ اور (ب)
سے دوشنبہ اور (ج) سے سہ شنبہ اور (د) سے چہارشنبہ اور (ہ) سے پنجشنبہ اور (و) سے جمعہ اور
(ز) سے ہفتہ۔ کبھی سال بولتے ہیں اور تین سو ساٹھ مراد لیتے ہیں اور ماہ سے تیس مقصود ہوتے ہیں
علےٰ ہذا القیاس اعراب وغیرہ بھی اسی طرح ثابت کرتے ہیں چنانچہ کھولنے کو عربی میں فتح کہتے ہیں اور
فتح صرفیوں کی اصطلاح میں زبر کا نام ہے اور شکستگی عربی میں کسر کو کہتے ہیں اور کسر صرفیوں کی اصطلاح
میں زیر کا نام ہے اور تسکین سکون سے مراد ہوتی ہے اور سکون صرفیوں کی اصطلاح میں جزم کو کہتے ہیں
جیسے اس بیت میں قتیل کے آگے لانے سے پیش دینا مراد ہے یعنے مضموم کرنا حرف کا۔

کوئی سر نیشکر کا آگے لاؤ ؛	کہ ظاہر ہو پری ہندوستان کی ؛

نیشکر کو ہندی میں گنا یا ایکھ کہتے ہیں اور سر اسکا گاف ہے اسکو ضمہ دینے سے گُنا ہوتا ہے اور یہ نام ہے
محبوبۂ قتیل کا۔ کبھی لفظ کا مقلوب مراد ہوتا ہے جیسے یہ معما مومن خان کا۔

بنے کیونکر کہ ہے سب کار اُلٹا	ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

ہم کا مقلوب مہ اور بات کا مقلوب تاب اور یار کا مقلوب رای ہے پس مہتاب رای ہوگیا۔ کبھی
کبھی کسی لفظ کا ہم عدد دوسرا لفظ اسی لغت کا یا کسی اور لغت کا مقصود ہوتا ہے جیسے اس شعر میں مومن کے۔

قید بیحد ہے خانہ بیدر ہے	تو بھی صاحب غلام سے بیلے

قید بیحد ہے حد سے مراد حرف آخر دال ہے جب دال کو دُور کیا قے رہ گیا اُسکے ایک سو دس عدد
ہوتے ہیں اور اتنے ہی عدد لفظ علی کے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے خانہ بیدر ہے در سے حرف آخر (ہ)
مراد ہے جب ہائے ہوز کو گرادیا تو خان رہ گیا اور غلام کا لفظ جو مصرع ثانی میں ہے وہ ان لفظوں کے
اول میں بلادیا غلام علیخان ہوگیا۔ یہاں مختصر طور پر صنعت معما کا بیان کیا گیا اگر غور کیا جائے تو برا سے
یہ ایک علم علیحدہ ہے اور نہایت طوالت اور تفصیل چاہتا ہے بخوف طول کتاب اور بلحاظ کم مروج
ہونے اس فن کے اسقدر پر اکتفا کی گئی۔

صنعت لُغز[۱] اسکو چیستان و پہیلی بھی کہتے ہیں اس میں باعتبار علامات اور صفات اور خواص
کے کوئی چیز دریافت ہوتی ہے فرق معما اور چیستان میں یہ ہے کہ مقصود اصلی معما میں حروف و الفاظ
ہیں اور چیستان میں مقصود اصلی اشیا کی ذاتیں ہیں۔ جیسے۔

پہیلی افیون۔

سلہ بضم لام و فتح غین معجمہ و سکون زائے معجمہ ۱۲

منشی اسمٰعیل حسین منیر

گو وہ طبع اہل خرد اس کی کم سنی ہے	پیری میں اُسکی قدر جوانی سے بھی سوا
ہے بیگناہ پر یہ تعجب کی بات ہے	اُسکا ہی پوست کھینچتے ہیں اُسکے آشنا

پہیلی لفظ آہ۔

انشا

ہے نصف تو اسم ذات کی سی صورت	دن کی صورت نہ رات کی سی صورت
کام آوے وہ درد میں جو لکھے انشا	تو ہو قلم و دوات کی سی صورت

پہیلی گھڑیال۔

مومن

نہ بولے وہ جب تک کہ کوئی بلائے	نہ لفظ اور معنے سمجھ میں کچھ آئے
نہیں چور پر وہ لٹکتا رہے	زمانے کا احوال بکتا رہے
شب و روز غوغا مچایا کرے	اسی طرح سے مار کھایا کرے

پہیلی چراغ۔

امیر خسرو

بالا تھا تو سب کو بھایا ہے	بڑا ہوا تو کام نہ آیا ہے
میں نے کہدیا اُس کا ناؤں	ارتھ کہو یا چھوڑو گانوں

پہیلی موری۔

ولہ

ساون بھادوں گھنی چلت ہے ماہ پوہ میں تھوڑی	میر خسرو یوں کہیں بتا پہیلی موری

پہیلی قلمدان۔

ایک تابوت اور کتنے مُردے	ظفر	کٹے کٹے کیا دل گردے
تال میں پیویں کالا پانی ہے		یہ ہے ظفر اُس کی نشانی

پہیلی آسمان اور تارے۔

ظفر

ایک تھال موتیوں سے بھرا	سب کے سر پر اوندھا دھرا

چارون طرف وہ تھال پھرے	موتی اُس سے ایک نا گرے

پہیلی چشم و مژگان۔

مجمل سوال خان مجمل

دو تالاب اور کتنی تریان تال کے اوپر دن بھر سنکین رات کو وہ سب مل جُل کر	جب دیکھو جب ننگی کھڑیان نظرون مین وہ سب کی کھٹکین سوتی ہین اُن تالابون پر

پہیلی پالا۔

کان مین رکھ تو یہ ایہام	سے	نیچے لٹکے اوپر نام

پہیلی خرگوش۔

آدھا رہے کمہار کے آدھا سب کے پاس	سے	جو مجھے مارا چاہے جنگل اُس کا باس

پہیلی آئینہ۔

فارسی بولی آئی نا ہندی کہون عارسی آئے	سے	ترکی ڈھونڈھی پائی نا خسرو کہے کوئی نہ پائے

صنعت تاریخ مولوی غلام علی آزاد صاحب سبحۃ المرجان کہتے ہین کہ ادیبان عرب نے تاریخ کو بدائع مین جگہ نہین دی ہے اصطلاح مین تاریخ اسکو کہتے ہین کہ کوئی لفظ یا فقرہ یا عبارت مصرع یا بیت ایسی تجویز کرین کہ اُسکے مکتوبی حروف کے عددون سے بہ حساب جمل سنہ اور سال کسی واقعہ شادی یا وفات کے معلوم ہون یا نکاح خواہ تولد فرزند یا تصنیف کتاب خواہ لڑائی یا بادشاہ کے جلوس یا کسی اور امر کے وقوع کا زمانہ سمجھا جائے حروف مکتوبی کی قید اسلیے ہی کہ جو حروف لکھنے مین نہین آتے اُنکے عدد محسوب نہین ہوتے اور جو لکھے جاتے ہین اگرچہ پڑھے نہ جاوین عدد اُنکے لیے جاتے ہین مثلاً لفظ اللہم اور فرخ مین ایک میم اور ایک رے کے عدد لیے جائینگے اور نصیر الدین اور عبد اللہ مین الف کا ایک عدد علیٰحدہ لیا جائیگا اور الف ممدودہ کے بھی دو عدد لیے جائینگے اسلیے کہ وہ ایک الف متحرک اور دوسرا الف ساکن ہی اور بعض محققین الف ممدودہ کا ایک عدد لیتے ہین اور ہمزہ کا کہ اُسکی یہ صورت ہی (ء) بعض ایک عدد شمار کرتے ہین بعض بشکل یا لکھکر دس عدد محسوب کرتے ہین بعض مہمل چھوڑ دیتے ہین عدد نہین لیتے تینون صورتین جائز ہین چہ اور کہ مین ہاے مختفی کے بھی عدد لیے جاوینگے۔ اور حرف تا کے عدد دو طرح کے لیے جاتے ہین

جو (ت) دراز لکھی جاتی ہی خواہ جمع کی ہو خواہ ضمیر کی خواہ مصدری اُسکے چار سو عدد لیتے ہین جیسے عنایات وحشمت وغیرہ مین اور جو (ۃ) باملا ے عربی یا فارسی مدور بہ شکل ہاے ہوز لکھی جاتی ہی اُسکے پانچ عدد ہاے ہوز کے سے لیے جاتے ہین جیسے ت جنۃ اور صلوٰۃ وزکوٰۃ وغیرہ کی اور معنی تاریخ کے لغت مین وقت ظاہر کرنا ہین پس تاریخ سے بمقابلۂ زمانۂ حال کے مدت اُس واقعہ گذشتہ کی ظاہر ہوتی ہے اور مادۂ تاریخ عام ہے خواہ نظم ہو خواہ نثر اور تاریخ دو قسم ہوتی ہے - ایک صوری اور ایک معنوی اور معنوی فن معما کے قبیل سے ہی صوری وہ ہے جس سے لفظا کوئی زمانہ معلوم ہو - مثال اسکی -

تاریخ بدیع مصنفہ تسلیم

ہزار وصد و شصت و دو مین بمرض	اجل کا بہانہ ہوا وہ مرض
منہ	
گیارہ سو اکیاسی ہجری کی تھی	یہی سال تاریخ رحلت کی تھی
منہ	
گیارہ سو اسی مین تھے چار رکم	کہ پیدا ہوے تھے وہ انجم حشم

اور معنوی وہ ہی جسکے عددون سے بحساب جمل کوئی سنہ و سال پیدا ہو اگر مادہ تاریخ معنوی سے عدد مطلوب بغیر کمی و بیشی کے نکل آوین تو اُسکو تاریخ بے کم و کاست کہتے ہین اور تاریخ کامل بھی بولتے ہین - تاریخ کامل و بے کم و کاست کی مثال یہ تاریخ نتیجۂ فکر جناب مخدومی مولوی نورالدین احمد صاحب ابن مولوی نظام الدین مرحوم ہاشمی بدایونی کی ہی - سہ

حضرت صولت نے لکھی یہ کتاب	مدح حضرت مین عجب نادر غریب
لائق تعریف اور تحسین ہے	صاحب ممدوح کی رائے مصیب
قطعۂ تاریخ لکھنے کے لیے	مجھکو بھی ایما ہوا جاگے نصیب
جب ہوئی تاریخ کی مجھکو تلاش	ہاتف غیبی نے آ میرے قریب
مصرع تاریخ یون موزون کیا	نعت محبوب خدا ہے یہ عجیب ۱۲۹۸ ہجری

اس مین بارہ سو اٹھانوے عدد بے کم و کاست نکلتے ہین -

محمد رضا خان برق

فصل گل ہے گلشن ایجاد کی	دھوم ہے ہر سو مبارک باد کی

خسرو عادل کا ہوا اب دور دور	داد بلبل پاتی ہے فریاد کی
قمریون کو سرو کی پرواہے کیا	قدر بندون کو نہین آزاد کی
بے خطر عاشق ہین جو رعشق سے	جان شیرین بچتی ہے فرہاد کی
قدسئہ عالم نے طبع پاک سے	آج کل کوٹھی عجب ایجاد کی
برق نے تاریخ اُسکی یہ کہی	خُلد ہے کوٹھی حسین آباد کی

۱۲۵۶ ہجری

محققین فن کا اتفاق ہے کہ صوری و معنوی تاریخون مین ترجیح اُس تاریخ کو ہے جس مین بھرتی کا کوئی لفظ نہو واو عاطفہ کو بھرتی نہین کہہ سکتے اور اس کا ترک کرنا جائز نہین۔

سنہ یا سال کا لفظ اُس وقت قابل اعتراض نہوگا جبکہ مصرع مین داخل اور الفاظ بیانیہ مادہ سے متعلق نہو۔ مہینے کے عوض لفظ ماہ یا شہر اسی طرح ایام کے عوض لفظ روز یا یوم داخل مادہ ہوسکتا ہے علےٰ ہذا شب یا صبح کے الفاظ کے ساتھ ان کے موزون اور مناسب الفاظ کا استعمال بھی خوبی مین داخل ہے۔ مثلاً اول شب یا شب یا آخر شب یا شب قدر یا شب برات یا صبح عید وغیرہ باعتبار لفظ تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) تاریخ مفرد (۲) تاریخ مرکب۔

تاریخ مفرد۔ وہ ہے جو کسی حرف کے عدد جمل سے حاصل ہو فرض کرو کہ کسی کا نام غالب ہو اور اُسکی وفات ۱۲۸۵ھ ہجری مین واقع ہو اور سرنام حرف کو سال قرار دیا جاے یا کسی کے نام سے حرف اول و آخر لیکر اُسکے متعلق کسی واقعہ کی تاریخ قرار دی جائے جیسے ایک حکیم کی معزولی کی تاریخ ہے ؎

اُٹھ جاے حکیم سے تو لے لے	سہ مرتبہ نصف نصف کم کر

حرف ح کے عدد جمل ۸ ہین اسکی تنصیف کیجئے تو ۴ ہوے پھر تنصیف کیجئے تو ۲ اور تنصیف سوم مین ۱ رہ گیا ان چارون ہندسون کو ایک سطر مین لکھیے ۸۴۲۱ سنہ واقعہ کا مساوی ہے۔

تاریخ مرکب وہ ہے جو ایک یا کئی الفاظ کو شامل ہو جیسے۔

لمؤلفہ

گو چھپی تاریخ اسکی بحجی سے ہے	جب ہوئی یہ کتاب چھپکے عیان
لب ہاتف سے یون ہوا ارشاد	گنج مقصود و مخزن درمان

۱۳۱۹ ہجری

باعتبار کلام تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) تاریخ منثور (۲) تاریخ منظوم۔

تاریخ منثور - وہ تاریخ ہے جو ایک یا کئی جملون یا فقرون کی عبارت سے حاصل ہو
جیسے نواب رام پور کے بیاہ کی تقریب مین فروز شاہ خان فیروز رام پوری نے ایک چھوٹا سا رسالہ
بنام تحفۂ تحریر اس طرح کا نثر مقفےٰ مین لکھا ہے اس مین ہی عجب موسم خوش ہے عجیب ڈھنگ
ہے۔ آرائش بازار کا نرالا رنگ ہے۔ اچھے اچھے مناسب جوڑے تقسیم ہو رہے
ہین۔ اچھے اچھے اصیل گھوڑے تقسیم ہو رہے ہین۔ جا بجا بازار کی بے مثل دکانین
سج رہی ہین۔ گھر گھر دل آویز نوبتین بج رہی ہین۔ شہر مین دل پسند نفیس زیور
بنائے ہین۔ اور دستکاری سے کیسے گلیلے سجائے ہین۔ شادی مین عجیب عید ہے اور
طرفہ بات ہے۔ کیا عالی قدر دن ہے کیا لطف کی رات ہے۔ فوج کا اور ہی بوستان
ہے اور ہی بہار ہے۔ یہ نوشہ کی سیاہ ہے یا شان کردگار ہے۔

تاریخ منظوم وہ تاریخ ہے جو ایک مصرع یا جزو مصرع یا شعر سالم سے پیدا ہو جیسے
قطعۂ تاریخ میر گھسیٹا نتیجہ فکر شیخ امام بخش ناسخ۔

جب میر گھسیٹا مر گئے ہائے	ہر ایک نے اپنے منھ کو پیٹا
ہاتف نے کہی یہ اُسکی تاریخ	افسوس کہ موت نے گھسیٹا

مادہ تاریخ منثور پر منظوم کو ترجیح ہے۔
باعتبار مادہ بھی تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) مستقل (۲) غیر مستقل۔
مستقل مادّہ وہ ہے جو بنفسہ کامل ہو عام اس سے کہ مفرد ہو یا مرکب منثور ہو یا منظوم
جیسا کہ اوپر کے مادون ہین۔
غیر مستقل مادّہ وہ ہے جو تعمیہ یا تخرجہ کا محتاج ہو۔

تعمیہ و تخرجہ

صاحب معدن الجواہر کہتا ہے کہ جمل کا اصطلاحی لفظ تعمیہ ہے اور نیز اُس کا قول ہے
کہ اصطلاح اہل بدیع مین معما کہنے کو تعمیہ کہتے ہین اور اصطلاح اہل جمل مین تعمیہ وہ ہے جسکے
ذریعے سے تاریخ کے اعداد کو درست اور برابر کرین خواہ زیادتی کے ذریعے سے یا کمی کے
ذریعے کے پس اُسکے قول کے بموجب تعمیہ کی تین قسمین ہین (۱) اگر مادۂ تاریخ مین کمی ہو تو

اُسکو پُورا کریں جس کا نام تدخلہ ہے (۲) یہ کہ اگر مادہ تاریخ مین اعداد کی زیادتی ہو تو اُسکو کم کرین جس کا نام تخرجہ ہے ایک یہ کہ مادے کی تکمیل عمل تخرجہ و تدخلہ دونون سے کرین۔ الے آخرہ۔

بعض اہل جمل نے کہا ہے کہ تعمیہ کی قسم اول کا نام تعمیہ داخلی ہے اور قسم دوم کو تعمیہ خارجی کہتے ہین اور یہ صرف لفظی اختلاف ہے تعمیہ داخلی کہین یا تدخلہ۔ تعمیہ خارجی کہین یا تخرجہ بہرحال دو اقسام ہین تعمیہ کے بعض کا قول ہے کہ اہل جمل نے تدخلہ کا نام تعبیہ رکھا ہے۔ تعبیہ کے لغوی معنے آراستہ کرنے اور ڈھانپنے اور عجیب چیز بنانے کے ہین اور تعمیہ کے معنے اندھا کرنے اور چھپانے اور چھپنے اور عجب چیز بنانے کے ہین اگرچہ تعبیہ اور تعمیہ کے معنے قریب قریب ایک ہین لیکن اہل جمل نے کسی مادۂ تاریخ کی کمی کو مٹانے اور اُسکے عیب نقص کو ڈھانپنے کا نام تعبیہ رکھا ہے اس کا عکس تخرجہ ہے جس کی تعریف اوپر بیان ہو چکی ہے۔

بہرحال ہماری رائے مین تعمیہ اور تعبیہ کو مرادف قرار دے کر اس کے ذیلی اقسام کا نام تدخلہ اور تخرجہ رکھین یا تعبیہ اور تخرجہ کو بنفسہ دو مستقل اصطلاح قرار دین دونون کا نتیجہ معناً ایک ہے صرف لفظی فرق ہے اگرچہ ان الفاظ کی حقیقت کی بنا کسی قدیم تصنیف سے نہین ملتی لیکن یہ عمل قدیم الایام سے عربی اور فارسی اور اُردو شاعری مین لضمن تاریخ جاری ہے۔ تاریخ گوئی مین عمل تعمیہ مستحسن نہین اور مجبوری کی حالت مین کیا جاتا ہے تاہم تاریخ مستقل کو اس پر ترجیح ہے اسلیے کہ مادۂ غیر مستقل غیر کا محتاج ہوتا ہی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر مادۂ تاریخ مین کچھ عدد کم ہون تو کوئی حرف اُن عددون کا ملا دیتے ہین اور اُسکو باشارۂ لطیف بیان کرتے ہین اور اس عمل کو تعمیہ کہتے ہین مثلاً تاریخ شادی یا تولد فرزند وغیرہ مین خوشی کے مقام پر ایک عدد مادۂ تاریخ مین کم ہو تو سرِ انبساط اور دو عدد کم ہون تو از روے بہجت یا بشارت وغیرہ اور علےٰ ہذا القیاس رنج کے مقام مین ایک کے واسطے از سرِ آہ اور دو کے واسطے از روے بکا اور چار کے واسطے از سرِ درد لکھکر تعمیہ کرتے ہین مثال تاریخ تعمیہ کی یہ اشعار قطعۂ تاریخ تولد ایک لڑکے کے نتیجہ طبع جناب مکرمی مولوی نورالدین احمد صاحب۔

چودھوین تاریخ تھی پندرھوین شب	چپکہ دُنیا مین قدم اُس نے رکھا

ہوتے ہین جیسے اس تاریخ مین جو کسی دکنی کی طبع زاد ہے۔

نوکری ٹھوکر سے بنے محتاط آپ ۔۔۔ دشمنون نے آپ کو چوکس کیا
کردکھایا ایک تنکے کو پہاڑ ۔۔۔ ان حریفون نے تمھین بے بس کیا
جو ہوا قاصد تری امداد کا ۔۔۔ دیکھے مُجَل بیرنگ سے واپس کیا
پھنس گیا آفت مین بے چارہ غریب ۔۔۔ گھر گیا حملون مین اور بس بس کیا
صنعت تنقیط مین ہے اس کا سال ۔۔۔ ایک کو نقطہ لگا کر دس کیا

مصرع تاریخی مین صرف طا کے عوض ظا محسوب ہوئی ہے اور ر کے عوض زا اور د کے عوض ذا اور س کے عوض ش حروف معینہ سے صرف اسی قدر حروف اس مصرع مین قابل تنقیط تھے

کبھی - حروف نقطہ دار سے نقطے کو سلب کر لیتے ہین مثلاً مادۂ تاریخ مین ج یا خ واقع ہو تو اس کا نقطہ سلب کر کے دونون کے لیے ح کے عدد محسوب ہونگے اسی طرح ذ کو د فرض کرتے ہین اور ز کو را اور ش کو س اور ض کو ص اور ظ کو ط اور غ کو ع۔

کبھی ایسا کرتے ہین کہ حروف تاریخی کے اعداد جدا جدا ایک سطر مین ترتیب کے ساتھ لکھتے ہین اور بغیر میزان دینے کے سنہ مطلوب حاصل ہوجاتا ہے جیسا کہ نواب عبد الباری خان مدراسی نے نواب محبوب علی خان والی حیدرآباد دکن کی سالگرہ چہل سالہ کی تاریخ لفظ جُبلی سے پیدا کی ہے جو زبان انگریزی کا کلمہ ہے کہ چارون حروف لفظ جبلی کے اعداد سے تاریخ حاصل ہے اس طرح کہ عشرات کا صفر دُور کر دیا ہے۔
ج، ب ۲ ل ۳ ی - صفر دُور ہونے کے بعد سنہ ۱۳۲۳ رہتے ہین اس سے بھی صاف مثال اس مقام کی یہ ہے۔

شہ نے کیا جو قلعہ مفتوح دشمنون سے ۔۔۔ احباب کے دلون کو یک لخت ہوئی تسکین
ہاتف سے جبکہ مین نے تاریخ اسکی پوچھی ۔۔۔ بتلانے کی غرض سے چار انگلیان اٹھا دین

چار انگلیون کو جو حرف الف سے مشابہ ہین اٹھا دینے سے ۱۱۱۱ کی شکل معلوم ہوتی ہے اور یہی سنہ مطلوب ہین۔

مثال دیگر

شہ نے جو کیا حصار مفتوح ۔۔۔ حاصل ہوئی سب دلون کو تسکین
ہاتف سے جو پوچھی مین نے تاریخ ۔۔۔ دو انگلیان چار مین سے خم کین

اگر چار انگلیون مین سے دو کو کھڑا رکھین اور دو کو خم کر دین تو ہر کھڑی اُنگلی کی شکل ایک کے عدد ۱ کی سی ہو گی اور خم شدہ کی آٹھ ۸ کے عدد کی سی اسی طرح دو کے کھڑے اور دو کے خمیدہ ہونے سے سنہ ۱۱۸۸ کی شکل پیدا ہوتی ہے۔

کبھی بطریق جمع وتفریق وضرب تاریخ نکلتی ہے چنانچہ حافظ محمد ممتاز علی خان حافظ تخلص نے دیوان مہتاب داغ کی تاریخ بطریق جمع کہی ہے۔

مین نے جب چاہا لکھون انددسے جمع
دارد خاطر ہوے الفاظ ذیل
سال طبع اس گلشن اشعار کا
خوش بیانی حُسن معنے جو چلا

سنہ ۱۳۱۰ ہجری

بطریق تفریق

ولہ

چھپا دیوان ثالث داغ کا ہے انتجاح سے
سنہ فصلی اگر درکار ہے تفریق کی رو سے
حسد کا داغ دل سے شاعران ہند کے دھوئے
سیاہی - داغ سے - لاف عدد - اشعار سے کھوئے
(۹۶) (۱۰۰۵) (۱۹۱) (۵۷۲)

سنہ ۱۳۰۲ فصلی

بطریق ضرب

الم

شاہ اقلیم سخن اُستاد شاہ
تیسرا دیوان ہے اُن کا زیر طبع
محو تھا مین فکر مین تاریخ کی
سال فصلی یون بھی نکلے لے الم
داغ عالی قدر صاحب اختیار
انتخاب وہ ہے مثال و پُر بہار
یہ ندا ہاتف کی آئی ایک بار
تین چکر لگا سوئے روزگار

تین کو روزگار کے اعداد مین کہ ۴۳۴ ہین ضرب دینے سے ۱۳۰۲ حاصل ہوتے ہین اور یہی مطلوبہ سنہ فصلی ہے۔

نصیر احمد خان شوق کی یہ تاریخ بھی اسی قبیل سے شمار ہونے کے قابل ہے۔

ولہ

جب یہ دیوان جہان معنے ہے
نکلے ہر چیز سے زمانے کی
پہلے اُس چیز کے عدد لکھ لے
پھر اُسے ضرب کر تو بارہ سے
بعد ازان اُسکو چھ پہ کر تقسیم
اسکی تاریخ ہو وہ مشفق من
شوق سے سن لے یہ شگرف سخن
جس سے ہو شکل مدعا روشن
اور تاریخ اُس مین جوڑ لے پُرفن
اور باقی کو لے وحید زمن

دو سے باسٹھ مین ضرب دے بے شک ۔ حاصل ضرب ہوگا ہجری سن

تصریح مثلاً لفظ آب سے اگر تاریخ نکالنی منظور ہے تو اس کے تین عدد ہین تین کو بارہ مین ضرب دیا تو ۳۶ ہوئے اس پر پانچ بڑھائے اکتالیس ہوئے اکتالیس کو چھ پر تقسیم کیا پانچ بچے پانچ کو دو سو باسٹھ مین ضرب دیا تو حاصل ضرب سنہ ۱۳۱۰ ہجری ہوئے یہی سال مطلوب ہے ۔

کبھی مادہ تاریخ کے اعداد کو دوچند کرنے سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے ۔ جیسے ۔

ضیائے حیدرآبادی

مبارک ہو دُلہن کو رونمائی ۔ حبیب اللہ مسرت سے ہین مخمور

ضیا نے عرض کی جلوے کی تاریخ ۔ مضاعف ہوگیا نورٌ علےٰ نور

نورٌ علےٰ نور کے اعداد ۶۲۲ ہین جنکو مضاعف کرنے سے ۱۲۴۴ حاصل ہوتے ہین اور یہی سنہ مطلوب ہے ۔

رفعت حیدرآبادی

سرکار کو ملی ہے وکالت حضورؐ کی ۔ دربار شہ مین آپ کا رتبہ ہوا بلند

جب نذر دی تو شاہ نے تلوار کی عطا ۔ ہاتف نے دی ندا کہ مراتب ہوے دوچند

لفظ مراتب کے عدد ۶۴۳ کو دوچند کرنے سے سنہ مطلوب ۱۲۸۶ حاصل ہوتا ہے ۔

کبھی مادہ تاریخ کی تنصیف سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے جیسے ۔

جب کمان اُتری تو سرداری رفو چکر ہوئی ۔ حور بعد الکور کے معنے ہوے سب پر عیان

کی جو فکر جان گزا تاریخ کا بیو گل بجا ۔ گھٹ کے آدھے رہ گئے بخشی ذکاء اللہ خان

بخشی ذکاء اللہ خان کے اعداد ۲۳۵۰ ہین جن کی تنصیف سے سنہ ۱۱۷۵ ہجری حاصل ہوتا ہے اور یہی سنہ مطلوب ہے ۔

کبھی ایک مادے سے ایک سے زیادہ تاریخین پیدا کرتے ہین ملک الشعرا ذکی نے اُردو کا ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے ہر مصرع سے سنہ ۱۲۴۴ ہجری نکلتے ہین اور ہر شعر کے حروف منقوطہ سے بھی یہی سنہ برآمد ہوتے ہین اسی طرح ہر شعر کے غیر منقوطہ حروف سے بھی اور ہر مصرع کے منقوطہ سے دوسرے مصرع کے غیر منقوطہ کے ساتھ بھی یہی تاریخ پیدا ہے ۔

کبھی دائرے سے تاریخ حاصل کرتے ہین اور اس سے بہت سی تاریخین نکلتی ہین ہر ایک خانے مین ایک لفظ اور ہر لفظ کے نیچے خانے مین اس کا عدد لکھا جاتا ہے مثلاً ۔۔۔ مادہ تاریخ

یہ مصرع ہے۔

از غرائب الجمل

نونہال گلشن شاہی گرامی ہین بیدو نون

یہ مصرع اس دائرہ مین تقسیم پاتا ہے۔

دائرہ مثمنہ

گرامی
شاہی
ہین

اس دائرے سے قاعدۂ مقررہ سے بے شمار تاریخین حاصل ہوتی ہین جن کے حاصل
کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ ان خانون مین سے کسی ایک خانے کو مبدء قرار دیا جاے یعنی شمار اس خانۂ
مبدء سے شروع کیا جاے اور ایک ایسا عدد دل مین فرض کیا جاے جو ۱۱۴ اور چودہ کے اضعاف
(پہاڑون) اور نیز پندرہ کے سوا ہو بعد ازان عدد مفروض کو دیکھا جاے اگر وہ طاق ہے تو
شمار کا آغاز خانۂ مابعد مبدء سے ہوگا پس جس خانے پر عدد مفروضہ کا شمار ختم ہو اُس خانے کا عدد
ایک کاغذ پر لکھ لو پھر اسکے مابعد کے خانے سے شمار کا سلسلہ جاری کرو جس خانے پر شمار ختم ہو

اُس کا عدد اسی کاغذ پر لکھتے جاؤ پھر اسکے بعد کے خانے سے شمار کا سلسلہ جاری رکھو یہ دور شمار اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ شمار کی انتہا خانۂ ماقبل مبدء پر نہو پھر ان سب اعداد کو جو آپ الگ کاغذ پر لکھتے رہین جمع کرو تو سال مطلوب حاصل ہوگا۔

اگر عدد مفروضہ جفت ہے تو شمار کا آغاز ہمیشہ اُسی خانے سے ہوگا جس خانے کو مبدء قرار دیا ہے اور یہ دور شمار اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک شمار کا اختتام خانۂ مبدء پر نہو۔

بہرصورت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو عدد فرض کیا جائے گا اُسی کے مطابق خانون کا شمار ہوگا اگر پانچ کا عدد فرض کیا ہے تو پانچوین خانے کے اعداد لیئے جائینگے اور چھ کا عدد فرض کیا ہے تو چھٹے خانے کے عدد لیے جائینگے مثلاً ہم نے ایک فرضی عدد (۵) قرار دیا اور نقشۂ بالا سے خانہ (۳) کو مبدء تجویز کیا اور بدین وجہ کہ عدد مفروضہ طاق ہے شمار کا آغاز خانۂ مابعد مبدء یعنی خانۂ (۴) سے کیا تو پانچ کا شمار خانۂ (۸) پر ختم ہوا یعنی چوتھے خانے سے آٹھوان خانہ پانچوین نمبر پر ہے اور اسکے عدد (۳۱۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے مابعد کے خانہ سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانہ (۵) پر قرار پایا کیونکہ آٹھ کے بعد پہلے نمبر سے پانچ تک پانچوان نمبر ہے جس کے اعداد (۵۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے بعد کے خانے سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانۂ (۲) پر ہوا کیونکہ یہ پانچ کے بعد چھٹے خانے سے پانچوین نمبر پر ہے جسکے اعداد (۶۵) محفوظ کیے۔ غرضکہ اسی طرح خانہ مبدء کے بعد سے چار چار خانے چھوڑکر پانچوین خانے کے اعداد لیے جاتے ہین چنانچہ دو کے مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ (۷) پر ہوا جسکے اعداد (۴۰) محفوظ کیے گئے۔ پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ (۴) پر ہوا جسکے اعداد (۱۱۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۱) پر ہوا جسکے اعداد (۲۷) محفوظ کیے گیے پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۶) پر ہوا جسکے اعداد (۸۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۳) پر ہوا جو ماقبل مبدء ہے اور اُسکے اعداد (۱۵) محفوظ کیے گئے اب شمار کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ مبدء پر اختتام ہوا بس جملہ اعداد محفوظ کو جمع کیا تو ۳۱۶ + ۵۶ + ۶۵ + ۴۰ + ۱۱۶ + ۲۷ + ۸۶ + ۱۵ مساوی ہین ۱۳۲۵ اسکا اور یہی مطلوب ہماری۔

اب ہم نے دوسرا عدد فرض کیا جو (۶) ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عدد جفت ہے اور مبدء خانہ (۵) کو قرار دیا اور حسب قاعدۂ متذکرۂ بالا اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو چھ کا شمار خانہ

(۲) پر ختم ہوا جسکے اعداد (۶۵) کو ہم نے محفوظ کیا کیونکہ اب چھٹا خانہ لیا جاتا ہے اور بیچ مین پانچ خانے چھوڑ دیے جاتے ہین اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۷) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۴۰۰) محفوظ کیے گئے کیونکہ دوسرے نمبر سے ساتوین خانے کا نمبر چھٹا ہے۔ اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانۂ (۴) پر شمار ختم ہوا جس کے اعداد (۱۱۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۱) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۲۷۱) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانۂ (۶) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۸۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۳) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۱۵) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۸) پر شمار ختم ہوا اور اسکے اعداد (۳۱۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز ہوا تو خانہ (۵) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۵۶) بھی جو محفوظ کیے گئے۔ چونکہ شمار خانہ مبدء پر ختم ہوا لہذا اب شمار زائد کی ضرورت نہین پس ہم نے اعداد محفوظ کو جمع کیا تو ۶۵ + ۴۰۰ + ۱۱۶ + ۲۷۱ + ۸۶ + ۱۵ + ۳۱۶ + ۵۶ مساوی ہین ۱۳۲۵ کے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

تنبیہ

مورخ مجاز ہے کہ چاہے کسی طرح تاریخ کہے لیکن اسکی تصریح کردینی ضرور ہے اور یہ سب صورتین خالی از تکلف نہین جس قدر تاریخ صاف الفاظ مین ہو اُتنی ہی محوش آئندہ و مرغوب و مطبوع ہوگی اور اظہار زور طبیعت کے واسطے ممکن ہے کہ کوئی ایک قاعدہ فرضی مقرر کر کے اس مین تاریخ کہے جیسے میر نادر علی رعد تخلص مؤلف گنجینۂ تواریخ نے اپنی کتاب کی تاریخ نکالی ہے اور وہ یہ ہے۔

صد شکر کہ یہ کتاب نادر
مطبوع ہوئی بزیب و زینت

مطلوب ہوا جو سال اس کا
سوجھی اسے رعد طرفہ صنعت

جتنے الفاظ ہین جہان مین
پیدا ہو ہر اک سے سال ہجرت

جو دیکھے گا یہی کہے گا
تاریخ نہین یہ ہے کرامت

ایسی تاریخ ہم کو کہنی ہے
آسان ہے ریاضی کی بدولت

جو چاہو فرض کر لو الفاظ
قلت سے ہون یا کہ ہون بکثرت

جس طرح سے چاہو اُن کے اعداد
محسوب کرو نہوگی دقت

جتنے تم چاہتے ہو حضرت ؛	کچھ نقطے بڑھاؤ سیدھی جانب
مجموعہ یہ پانچ پر ہو قسمت ؛	چار اُس پہ زیادہ کرکے فوراً
جو کچھ بچ جائے بعد قسمت	باقی پہ بڑھاؤ نصف اُس کا
محسوب ہو اُسکی چوتھی قوت	حاصل جو ہو اس عمل سے آخر
پیدا ہو جائے سال ہجرت	اور اُس پر بڑھائے جو سترہ

تصریح فرض کرو لا مساوی ہے ۲۷ کے اگرچہ صحیح عدد اُسکے اس سے بہت کم ہین پھر اس دو سو چہتر پر ایک نقطہ بڑھایا تو ۲۷۰ ہوے اس پر چار زیادہ کیے تو ۲۷۴ ہوے اسکو پانچ پر تقسیم کیا باقی رہے (۴) اس پر چار کا نصف زیادہ کیا تو (۶) ہوے اب ۶ یعنی چھہ کی چوتھائی قوت مساوی ہے ۶×۶×۶×۶ کے اور یہ مساوی ہے ۱۲۹۶ کے اس پر ۱۷ کا اضافہ کیا تو ۱۳۱۳ ہجری حاصل ہوے۔

مرزا قربان علی بیگ سالک نے ایک تاریخ نئی وضع کی لکھی ہے جس کی تصریح کردی ہے۔

تو نے اے چرخ کی یہ کیا بیداد	ہے غضب رحلت ثناء اللہ
دشمنون کا گھر نشاط آباد	خانۂ دوستان ہے غم خانہ
ہاتف غیب نے کیا ارشاد	مجھکو سال وفات کی تھی فکر
بلی بے شبہہ سلے خجستہ نہاد	جان لے جبکہ نکلی جان عزیز
پانی مین پانی اور ریاد مین باد	خاک مین خاک اور آگ مین آگ
تو یہ سکتہ اُس سے سلے سخن نقاد	گر کہے کوئی کیا ہوئی تاریخ ؛
ایک سے ایک پر بڑھا اعداد	یہ عناصر کیے جو مین نے بیان
لکھو وے اور سال مرگ کرایجاد	جتنے جان عزیز کے ہین عدد

دوسرا باغ صنائع معنوی کے ذکر مین

صنعت طباق اسکو صنعت تضاد اور مطابقت اور تکافو بھی کہتے ہین یعنی ایسے الفاظ استعمال مین لائین جن کے معنی آپس مین ایک دوسرے کے فی الجملہ ضد اور مقابل ہون۔ اور فی الجملہ کی قید اسلیے لگائی ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہان متضاد سے مراد ایسی دو

چیزین ہین جو ایک محل مین وارد ہو سکتی ہین اور اُن مین انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہے جیسے سیاہی و سفیدی بلکہ صنعت طباق مین تضاد سے مراد معنے عام ہین اور وہ یہ کہ دونون مین تنافی و تقابل ہو اگرچہ بعض صورتون مین ہو اور وہ تقابل عام ہی اس سے کہ حقیقی ہو جیسے قدم و حدوث مین یا اعتباری ہو جیسے جلانے اور مارنے مین اور نیز عام ہی اس سے کہ تقابل تضاد ہو جیسے حرکت و سکون مین یا تقابل ایجاب و سلب ہو جیسے ہونے اور نہ ہونے مین یا عدم وملکہ کا تقابل ہو جیسے بینائی اور نابینائی مین یا تقابل تضائف ہو جیسے باپ ہونے اور بیٹا ہونے مین یا کسی اور قسم کا تقابل ہو جیسے گرمی و سردی وغیرہ۔

اور یہ دو قسم ہے ایک ایجابی دوسرے سلبی **طباق ایجابی** وہ ہے کہ الفاظ متضاد کے ساتھ حرف نفی نہو جیسے آیا اور گیا کہ ان مین طباق کے واسطے نفی و اثبات کی حاجت نہین انکا اختلاف خود طباق کے باب مین کافی ہے اور لفظ متضاد خواہ دو حرف ہون یا دو فعل یا دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل مثال دو حرفون کی سے اور تک کہ سے ابتدا کے لیے ہے اور تک انتہا کے لیے اور ابتدا و انتہا مین تضاد ہے۔

سودا

یہ غزل سودا لکھی ہے تو نے اس انداز سے ‏— ہند سے پہونچے گی ہاتھون ہاتھ نیشاپور تک

ناسخ

یکجہ تری بات کو ثبات نہین ‏— ایک ہان ہی تو پانچ سات نہین

ہان اقرار کے لیے ہی اور نہین انکار کے لیے اور اقرار و انکار مین تضاد ہے۔
مثال دو فعلون کی گیا آیا اور مارا جلایا۔

آتش

دل دیکے بوسۂ لب لعلین کیا خرید ‏— بازار عشق مین سے یہ آکر لیا دیا

وله

دن رات کھیلتے ہین باہم قمار الفت ‏— وہ ہمسے جیتتے ہین ہم اُن سے ہارتے ہین
پوشاک ہر طرح کی حاضر ہی کشتیون مین ‏— اِسکو پہنتے ہین وہ اُسکو اُتارتے ہین

ظفر

نے گل کو ہان ثبات نہ شبنم کو ہی قرار ‏— کیا روئے اس چمن مین کوئی اور کیا ہنسے

ہوتے ہین جیسے اس تاریخ مین جو کسی دکنی کی طبع زاد ہے۔

نوکری کھوکر سب نے محتاط آپ	دشمنون نے آپ کو چوکس کیا
گرد کھایا ایک تنکے کو پہاڑ	ان حریفون نے تمھین بے بس کیا
جو ہوا قاصد تری امداد کا	دیکے جُل بیرنگ اسے واپس کیا
پھنس گیا آفت مین بے چارہ غریب	گھر گیا ملون نین اور بس بس کیا
صنعت تنقیط مین ہے اس کا سال	ایک کو نقطہ لگا کر دس کیا

مصرع تاریخی مین صرف طا کے عوض ظا محسوب ہوئی ہے اور ر کے عوض زا اور د کے عوض ذا اور س کے عوض ش حروف معینہ سے صرف اسی قدر حروف اس مصرع مین قابل تنقیط تھے کبھی۔ حروف نقطہ دار سے نقطے کو سلب کر لیتے ہین مثلاً مادۂ تاریخ مین ج یا خ واقع ہو تو اس کا نقطہ سلب کرکے دونون کے لیے ح کے عدد محسوب ہونگے اسی طرح ذ کو د فرض کرتے ہین اور ز کو ر اور ش کو س اور ض کو ص اور ظ کو ط اور غ کو ع۔

کبھی ایسا کرتے ہین کہ حروف تاریخی کے اعداد جدا جدا ایک سطر مین ترتیب کے ساتھ لکھتے ہین اور بغیر میزان دینے کے سنہ مطلوب حاصل ہوجاتا ہی جیسا کہ نواب عبد الباری خان مدراسی نے نواب محبوب علی خان والی حیدر آباد دکن کی سالگرہ چہل سالہ کی تاریخ لفظ جبلی سے پیدا کی ہے جو زبان انگریزی کا کلمہ ہے کہ چارون حروف لفظ جبلی کے اعداد سے تاریخ حاصل ہی اس طرح کہ عشرات کا صفر دُور کر دیا ہی۔

ج ، ب ، ل ، ی - صفر دُور ہونے کے بعد سنہ ۱۳۲۳ رہتے ہین اس سے بھی صاف مثال اس مقام کی یہ ہے۔

سنہ شہ نے کیا جو قلعہ مفتوح دشمنون سے	احباب کے دلون کو یک لخت ہوگئی تسکین
ہاتف سے جبکہ مین نے تاریخ اسکی پوچھی	بتلانے کی غرض سے چار انگلیان اٹھا دین

چار انگلیون کو جو حرف الف سے مشابہ ہین اٹھادینے سے ۱۱۱۱ کی شکل معلوم ہوتی ہے اور یہی سنہ مطلوب ہین۔

مثال دیگر

شہ نے جو کیا حصار مفتوح	حاصل ہوئی سب دلون کو تسکین
ہاتف سے جو کی بھی مین نے تاریخ	دو انگلیان چار مین سے خم کین

اگر چار انگلیون مین سے دو کو کھڑا رکھین اور دو کو خم کر دین تو ہر کھڑی انگلی کی شکل ایک کے عدد ا کی سی ہو گی اور خم شدہ کی آٹھ ۸ کے عدد کی سی اسی طرح دو کے کھڑے اور دو کے خمیدہ ہونے سے ۱۸۸۱ کی شکل پیدا ہوتی ہے۔

کبھی بطریق جمع و تفریق و ضرب تاریخ نکلتی ہے چنانچہ حافظ محمد ممتاز علی خان حافظ تخلص نے دیوان مہتاب داغ کی تاریخ بطریق جمع کہی ہے۔

مین نے جب چاہا لکھون اندوہ جمع ۔۔۔ سال طبع اس گلشن اشعار کا
وارد خاطر ہوے الفاظ ذیل ۔۔۔ خوش بیانی حسن معنے جو چلا
۸۴۳ ۱۶۶ ۳۰۹
سنہ ۱۳۱۱ ہجری

بطریق تفریق

ولہ

چھپا دیوان ثالث داغ کا ہے انتجاح سے ۔۔۔ حسد کا داغ دل سے شاعران ہند کے دھوئے
سنہ فصلی اگر درکار ہے تفریق کی رو سے ۔۔۔ سیاہی ۔ داغ سے ۔ لاف عدد ۔ اشعار سے کھوئے
(۲۶) (۱۰۰۵) (۱۹۱) (۵۷۲)
سنہ ۱۳۰۲ فصلی

بطریق ضرب

الم

شاہ اقلیم سخن استاد شاہ ۔۔۔ داغ عالی قدر صاحب اختیار
تیسرا دیوان ہے اُن کا زیر طبع ۔۔۔ انتخاب وہ بے مثال و پُر بہار
محو تھا مین فکر مین تاریخ کی ۔۔۔ یہ ندا ہاتف کی آئی ایک بار
سال فصلی یون بھی نکلے لے الم ۔۔۔ تین چکر کر لگائے روزگار
۴۲ ۳ ۴

تین کو روزگار کے اعداد مین کہ ۴۳۴ ہین ضرب دینے سے ۱۳۰۲ حاصل ہوتے ہین اور یہی مطلوبہ سنہ فصلی ہے۔

نصیر احمد خان شوق کی یہ تاریخ بھی اسی قبیل سے شمار ہونے کے قابل ہے۔

ہ

جب یہ دیوان جہان معنے ہے ۔۔۔ اسکی تاریخ ہو وہ مشفق من
نکلے ہر چیز سے زمانے کی ۔۔۔ شوق سے سن لے یہ شگرف سخن
پہلے اُس چیز کے عدد لکھ لے ۔۔۔ جس سے ہو شکل مدعا روشن
پھر اُسے ضرب کر تو بارہ سے ۔۔۔ اور تاریخ اُس مین جوڑ اے پُر فن
بعد ازان اُسکو جمع یہ کر تقسیم ۔۔۔ اور باقی کو اے وحید زمن

دو سے باسٹھ مین ضرب دے بے شک	حاصل ضرب ہوگا ہجری سن

تصریح مثلاً لفظ آب سے اگر تاریخ نکالنی منظور ہے تو اس کے تین عدد ہین تین کو بارہ مین ضرب دیا تو ۳۶ ہوے اس پر پانچ بڑھائے اکتالیس ہوے اکتالیس کو چھ پر تقسیم کیا پانچ بچے پانچ کو دو سو باسٹھ مین ضرب دیا تو حاصل ضرب سنہ ۱۳۱۰ ہجری ہوے یہی سال مطلوب ہے۔

کبھی مادہ تاریخ کے اعداد کو دوچند کرنے سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے۔ جیسے

ضیاے حیدرآبادی

مبارک ہو دُلہن کو رونمائی	حبیب اللہ مسرت سے ہین مخمور
ضیا نے عرض کی جلوے کی تاریخ	مضاعف ہوگیا نورٌ علےٰ نور

نورٌ علےٰ نور کے اعداد ۶۲۲ ہین جنکو مضاعف کرنے سے ۱۲۴۴ حاصل ہوتے ہین اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

رفعت حیدرآبادی

سرکار کو ملی ہی وکالت حضور کی	دربار شہ مین آپ کا رتبہ ہوا بلند
جب نذر دی تو شاہ نے تلوار کی عطا	ہاتف نے دی ندا کہ مراتب ہوے دوچند

لفظ مراتب کے عدد ۶۴۳ کو دوچند کرنے سے سنہ مطلوب ۱۲۸۶ حاصل ہوتا ہے۔

کبھی مادہ تاریخ کی تنصیف سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے جیسے

جب کمان آخری تو سرداری رفو چکر ہوئی	حور لعبہ الکور کے معنے ہوے سب پر عیان
کی جو فکر جان گزا تاریخ کا بیوگل بجا	گھٹ کے آدھے رہ گئے بخشی ذکاء اللہ خان

بخشی ذکاء اللہ خان کے اعداد ۲۳۵۰ ہین جن کی تنصیف سے سنہ ۱۱۷۵ ہجری حاصل ہوتا ہے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

کبھی ایک مادے سے ایک سے زیادہ تاریخین پیدا کرتے ہین ملک الشعرا ذکی نے اُردو کا ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے ہر مصرع سے سنہ ۱۳۲۲ ہجری نکلتے ہین اور ہر شعر کے حروف منقوط سے بھی یہی سنہ برآمد ہوتے ہین اسی طرح ہر شعر کے غیر منقوط حروف سے بھی اور ہر مصرع کے منقوط سے دوسرے مصرع کے غیر منقوط کے ساتھ بھی یہی تاریخ پیدا ہے۔

کبھی دائرے سے تاریخ حاصل کرتے ہین اور اس سے بہت سی تاریخین نکلتی ہین ہر ایک خانے مین ایک لفظ اور ہر لفظ کے ذیلی خانے مین اُس کا عدد لکھا جاتا ہے۔ مثال اسکی مادہ تاریخ

یہ مصرع ہے۔

از غرائب الجمل

توںنہال گلشن شاہی گرامی ہین یہ دونون

یہ مصرع اس دائرہ مین تقسیم پاتا ہے۔

دائرہ مثمنہ

اس دائرے سے قاعدۂ مقررہ سے بے شمار تاریخین حاصل ہوتی ہین جن کے حاصل کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ ان خانون مین سے کسی ایک خانے کو مبدء قرار دیا جاے یعنی شمار اس خانۂ مبدء سے شروع کیا جاے اور ایک ایسا عدد دل مین فرض کیا جاے جو ۱۱۴ اور چودہ کے اضعاف (پہاڑون) اور نیز پندرہ کے سوا ہو بعد ازان عدد مفروض کو دیکھا جاے اگر وہ طاق ہے تو شمار کا آغاز خانۂ مابعد مبدء سے ہوگا پس جس خانے پر عدد مفروضہ کا شمار ختم ہو اُس خانے کا عدد ایک کاغذ پر لکھ لو پس اسکے مابعد کے خانے سے شمار کا سلسلہ جاری رکھو جس خانے پر شمار ختم ہو

اُس کا عدد اسی کاغذ پر لکھتے جاؤ پھر اسکے بعد کے خانے سے شمار کا سلسلہ جاری رکھو یہ دور شمار اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ شمار کی انتہا خانۂ ماقبل مبدء پر نہو پھر اُن کے بعد اُن اعداد کو جو آپ الگ کاغذ پر لکھتے رہین جمع کرو تو سال مطلوب حاصل ہوگا۔

اگر عدد مفروضہ جفت ہے تو شمار کا آغاز ہمیشہ اُسی خانے سے ہوگا جس خانے کو مبدء قرار دیا ہے اور یہ دور شمار اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک شمار کا اختتام خانۂ مبدء پر نہو۔

بہر صورت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو عدد فرض کیا جائے گا اُسی کے مطابق خانوں کا شمار ہوگا اگر پانچ کا عدد فرض کیا ہے تو پانچوین خانے کے اعداد لیے جائینگے اور چھ کا عدد فرض کیا ہے تو چھٹے خانے کے عدد لیے جائینگے مثلاً ہم نے ایک فرضی عدد (۵) قرار دیا اور نقشۂ بالا سے خانہ (۳) کو مبدء تجویز کیا اور بدین وجہ کہ عدد مفروضہ طاق ہے شمار کا آغاز خانۂ مابعد مبدء یعنی خانۂ (۴) سے کیا تو پانچ کا شمار خانۂ (۸) پر ختم ہوا یعنی چوتھے خانے سے آٹھوان خانہ پانچوین نمبر پر ہے اور اسکے عدد (۲۱۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے مابعد کے خانہ سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانہ (۵) پر قرار پایا کیونکہ آٹھ کے بعد پہلے نمبر سے پانچ تک پانچوان نمبر ہے جس کے اعداد (۵۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے بعد کے خانے سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانۂ (۲) پر ہوا کیونکہ یہ پانچ کے بعد چھٹے خانے سے پانچوین نمبر پر ہے جسکے اعداد (۶۵) محفوظ کیے مختصر یہ کہ اسی طرح خانہ مندرجہ کے بعد سے چار چار خانے چھوڑ کر پانچوین خانے کے اعداد لیے جاتے ہین چنانچہ دو کے مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ (۷) پر ہوا جسکے اعداد (۴۰) محفوظ کیے گئے۔ پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ (۴) پر ہوا جسکے اعداد (۱۱۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۱) پر ہوا جسکے اعداد (۲۷) محفوظ کیے گیے پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۶) پر ہوا جسکے اعداد (۹۰) محفوظ کیے گئے پھر اسکے خانہ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۳) پر ہوا جو ماقبل مبدء ہے اور اُسکے اعداد (۱۵) محفوظ کیے گئے اب شمار کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ مبدء پر اختتام ہوا پس جملہ اعداد محفوظہ کو جمع کیا تو ۲۱۶ + ۵۶ + ۶۵ + ۴۰ + ۱۱۶ + ۲۷ + ۹۰ + ۱۵ مساوی ہین ۶۲۵ کے اور یہی مطلوب ہے۔

اب ہم نے دوسرا عدد فرض کیا جو (۶) ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عدد جفت ہے اور مبدء خانہ (۵) کو قرار دیا اور حسب قاعدۂ متذکرۂ بالا اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو چھ کا شمار خانہ

(۲) پر ختم ہوا جسکے اعداد (۶۵) کو ہم نے محفوظ کیا کیونکہ اب چھٹا خانہ لیا جاتا ہے اور بیچ مین پانچ خانے چھوڑ دیے جاتے ہین اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۷) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۴۰۰) محفوظ کیے گئے کیونکہ دوسرے نمبر سے ساتوین خانے کا نمبر چھٹا ہے - اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۴) پر شمار ختم ہوا جس کے اعداد (۱۱۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۱) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۲۷۱) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۶) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۸۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۳) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۱۵) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۸) پر شمار ختم ہوا اور اسکے اعداد (۳۱۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز ہوا تو خانہ (۵) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۵۶) ہین جو محفوظ کیے گئے - چونکہ شمار خانہ مبدء پر ختم ہوا لہذا اب شمار زائد کی ضرورت نہین پس ہم نے اعداد محفوظ کو جمع کیا تو ۶۵ + ۴۰۰ + ۱۱۶ + ۲۷۱ + ۸۶ + ۱۵ + ۳۱۶ + ۵۶ مساوی ہین ۱۳۲۵ کے اور یہی سنہ مطلوب ہے -

تنبیہ

مورخ مجاز ہے کہ چاہے کسی طرح تاریخ کہے لیکن اسکی تصریح کردینی ضرور ہے اور یہ سب صورتین خالی از تکلف نہین جس قدر تاریخ صاف الفاظ مین ہوا تنی ہی خوش آئندہ و مرغوب و مطبوع ہوگی اور اظہار زور طبیعت کے واسطے ممکن ہے کہ کوئی ایک قاعدہ فرضی مقرر کر کے اس مین تاریخ کہے جیسے میر نادر علی رعد تخلص مؤلف گنجینۂ تواریخ نے اپنی کتاب کی تاریخ نکالی ہے اور وہ یہ ہے -

صد شکر کہ یہ کتاب نادر — مطبوع ہوئی بزیب و زینت
مطلوب ہوا جو سال اس کا — سوجھی اسے رعد طرفہ صنعت
جتنے الفاظ ہین جہان مین — پیدا ہو ہر اک سے سال ہجرت
جو دیکھے گا یہی کہے گا — تاریخ نہین یہ ہے کرامت
ایسی تاریخ ہم کو کہنی — آسان ہے ریاضی کی بدولت
جو چاہو فرض کر لو الفاظ — قلت سے ہون یا کہ ہون بکثرت
جس طرح سے چاہو ان کے اعداد — محسوب کرو نہوگی دقت

کچھ نقطے بڑھاو سیدھی جانب ॥ جتنے تم چاہتے ہو حضرت
چار اُس پہ زیادہ کرکے فوراً ॥ مجموعہ یہ پانچ پر ہو قسمت
باقی پہ بڑھاو نصف اُس کا ॥ جو کچھ بچ جائے بعد قسمت
حاصل جو ہو اس عمل سے آخر ॥ محسوب ہو اُسکی چوتھی قوت
اور اُس پر بڑھائے جو سترہ ॥ پیدا ہو جائے سال ہجرت

تصریح فرض کرو لا مساوی ہے ۲۷۴ کے اگرچہ صحیح عدد اُسکے اس سے بہت کم ہین پھر اس دوسو چوہتر پر ایک نقطہ بڑھایا تو ۲۷۴۰ ہوے اس پر چار زیادہ کیے تو ۲۷۴۴ ہوے اسکو پانچ پر تقسیم کیا باقی رہے (۴) اس پر چار کا نصف زیادہ کیا تو (۶) ہوے اب ۶/۴ یعنی چھ کی چوتھائی قوت مساوی ہے ۶×۶×۶×۶ کے اور یہ مساوی ہے ۱۲۹۶ کے اس پر ۱۷ کا اضافہ کیا تو ۱۳۱۳ ہجری حاصل ہوے۔
مرزا قربان علی بیگ سالک نے ایک تاریخ نئی وضع کی لکھی ہے جس کی تصریح کردی ہے۔

ہے غضب رحلت ثناء اللہ ॥ تو کے اے چرخ کی یہ کیا بیداد
خانۂ دوستان ہے غم خانہ ॥ دشمنون کا گھر نشاط آباد
مجھکو سال وفات کی تھی فکر ॥ ہاتف غیب نے کیا ارشاد
جان سے جبکہ نکلی جان عزیز ॥ ملی بے شبہہ سے خجستہ نہاد
خاک مین خاک اور آگ مین آگ ॥ پانی مین پانی اور باد مین باد
گر کہے کوئی کیا ہوئی تاریخ ॥ تو یہ کہہ اُس سے اے سخن نقاد
یہ عناصر کیے جو مین نے بیان ॥ ایک کے ایک پر بڑھا اعداد
جتنے جان عزیز کے ہین عدد ॥ کھووے اور سال مرگ کر ایجاد

دوسرا باغ صنائع معنوی کے ذکر مین

صنعت طباق اسکو صنعت تضاد اور مطابقت اور تکافو بھی کہتے ہین یعنی ایسے الفاظ استعمال مین لائین جن کے معنی آپس مین ایک دوسرے کے فی الجملہ ضد اور مقابل ہون۔ اور فی الجملہ کی قید اسلیے لگائی ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھ کہ یہان متضاد سے مراد ایسی دو

چیزین ہین جوایک محل مین وارد ہوسکتی ہین اورُان مین انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہے جیسے سیاہی وسفیدی بلکہ صنعت طباق مین تضاد سے مراد معنے عام ہین اور وہ یہ کہ دونون مین تنافی وتقابل ہو اگرچہ بعض صورتون مین ہو اور وہ تقابل عام ہے اس سے کہ حقیقی ہو جیسے قدم وحدوث مین یا اعتباری ہو جیسے جلانے اور مارنے مین اور نیز عام ہے اس سے کہ تقابل تضاد ہو جیسے حرکت وسکون مین یا تقابل ایجاب وسلب ہو جیسے ہونے اور نہ ہونے مین یا عدم وملکہ کا تقابل ہو جیسے بینائی اور نابینائی مین یا تقابل تضائف ہو جیسے باپ ہونے اور بیٹا ہونے مین یا کسی اور قسم کا تقابل ہو جیسے گرمی وسردی وغیرہ۔

اور یہ دو قسم ہے ایک ایجابی دوسرے سلبی **طباق ایجابی** وہ ہے کہ الفاظ متضاد کے ساتھ حرف نفی نہو جیسے آیا اور گیا کہ ان مین طباق کے واسطے نفی واثبات کی حاجت نہین انکا اختلاف خود طباق کے باب مین کافی ہے اور لفظ متضاد خواہ دو حرف ہون یا دو فعل یا دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل مثال دو حرفون کی سے اور تک کہ سے ابتدا کے لیے ہے اور تک انتہا کے لیے اور ابتدا وانتہا مین تضاد ہے۔

سودا

یہ غزل سودا لکھی ہے تونے اس انداز سے	ہند سے پہونچے گی ہاتھون ہاتھ نیشاپور تک

ناسخ

کچھ تری بات کو ثبات نہین	ایک ہان ہے تو پانچ سات نہین

ہان اقرار کے لیے ہے اور نہین انکار کے لیے اور اقرار وانکار مین تضاد ہے۔

مثال دو فعلون کی گیا آیا اور مارا جلایا۔

آتش

دل دیکے بوسۂ لب لعلین کیا خرید	بازار عشق مین سے یہ آکر لیا دیا

ولہ

دن رات کھیلتے ہین باہم تمام الفت پوشاک ہر طرح کی حاضر ہے کشتیون مین	وہ ہمسے جیتتے ہین ہم اُن سے ہارتے ہین اِسکو پہنتے ہین وہ اُسکو اُتارتے ہین

ظفر

نے گل کو یان ثبات نہ شبنم کو ہے قرار	کیا روئے اس چمن مین کوئی اور کیا ہنسے

مہربان خان رند

بہے کب تلک چشم تر جائے گی | یہ ندی چڑھی ہے اتر جائے گی

عزت

ضعف سے ہر رگ تن جسکے ہوتار بستر | کیونکہ بستر پہ وہ بیمار اٹھے اور بیٹھے

محمد حفیظ

محبت آہ کیا کیا رنگ عاشق کو دکھاتی ہی | اگر اک دم ہنساتی ہی تو پھر پہروں رُلاتی ہی

حالی

شریعت کے جو ہمنے پیمان توڑے | وہ لیجا کے سب اہل مغرب نے جوڑے

ذوق

اگر اٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے | لگا یارو گ جی کو اپنے جب سے دل لگا بیٹھے

رند

سانس دیکھی تن بسمل مین جو آتے جاتے | اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

وحید

غیر ہم بزم تھا ہم پھر گئے شکوہ کیا ہی | ہمسے بیٹھا نہ گیا تمسے اٹھایا نہ گیا

بقا

تو نے اس طرح کا اے چرخ گرایا مجھکو | کہ موے پر بھی کسی نے نہ اٹھایا مجھکو

جرأت

گاہ مرتا ہون گاہ جیتا ہون | آنا جانا ترا قیامت ہے

پہلا مصرع مقصود بالتمثیل ہے۔

ولہ

جبکہ روتا ہون مین اُسکے ہجر مین بے اختیار | دیکھکر ہنستا ہی یار و اپنا بیگانہ مجھے

دو اسمون کی مثال شبک اور بار اور اپنا اور بیگانہ اور آنا اور جانا۔

فدا حسین

تیری جو نگاہ مین سبک ہین
ہر ایک کے جی پہ بار ہین ہم

ناسخ

ابتدا و انتہا موج ازل ہے اور ابد | کیا بتاؤں ہیں نشان ساحل دریائے دل

تسلیم

تھا یہ سنجوگ ناد ُ نارے کا | بیٹھنا اُٹھنا کیا ہے چھارے کا

شیدا

کرتے ہو کیوں سُبک تم در سے مجھے اُٹھا کر | کیا میرے بیٹھنے کا خاطر پہ بار گذرا

عاشق

موتیوں سے دردندان نہ لڑاؤ گے اگر | مُنھ پہ سچا کہینگے لوگ تو جھوٹا دل میں

انشا

آنے جانے میں کبھی تو دھیان مجھپر کیجئے | بندہ پرور مُفت کا احسان مجھپر کیجئے

ولہ

جو دم کہ کٹے خوشی سے سو بہتر ہے | آخر تو یہ لگ رہا ہے مرنا جینا

ولہ

شادی و غمی وصل و ہجر اے انشا | کیا کیا دیکھینگے اور کیا کیا دیکھے

سودا

اُنکا غرض اعتراض دیکھو تو معقول ہے | بات جو معروف ہے اُنپہ وہ مجہول ہے

رشک

زہر پائیں تمنے آنکھیں قند پائے تمنے ہونٹھ | نرم پائے سارے اعضا سخت پائیں چھاتیاں

عبرت

نہیں خاطر میں لاتا عشق سر کش | کہ ہیں کیا خاک و بادو آب و آتش

اربع عناصر متضاد ہیں۔

میر کفایت علی تنہا

ہر گھڑی مجھکو ترقی و تنزل ہے نصیب | درد سر کم ہو تو درد جگر افزوں ہو جائے

نسیم

دائیں دیکھا نظر نہ آئی | بائیں دیکھا کہیں نہ پائی

حشمت علیخان حشمت

ستم شعار جفا جو یہ کیا غضب ہی کہ تو | بعید مجھسے ہو بیٹھے قریب غیرون کے

مومن

جب تلک باعث نشاط و ملال | ہے وصال و فراق جانانی

دبیر

اوسے جو سر جھکائے اعلیٰ وہ ہے | جو خلق سے بہرہ ور ہی زیادہ ہے
کیا خوب دلیل ہی یہ خوبی کی دبیر | سمجھے جو بڑا آپ کو اچھا وہ ہے

سعد اللہ شاہ متخلص بہ شاہ

کبھی ہی اسقدر آنکھون مین خوبصورت یار | کہ رہ گیا نظر آنے سے خوب تر شت مجھے

مثال ایک اسم اور ایک فعل کی۔

عبد الحلیم بسمل ہوشیارپوری

گھٹنے سے بڑھ گیا ہی اور اقتدار تیرا | مقصد زوال سے تھا رتبہ ترا بڑھانا

گھٹنا اسم ہے اس وجہ سے کہ مصدر ہی اور بڑھ گیا ہی فعل ماضی قریب ہے اور دونون کے معنی مین تقابل ہے۔

نظام رامپوری

مین اسی آرزو مین مرتا ہون | اُنھین دعوے ہو پھر جلانے کا
مجھے کیا بیٹھے روتے ہین احباب | کرین سامان اب اُٹھانے کا

مرتا ہون فعل ہی اور جلانا اسم اسی طرح بیٹھے فعل ہی اور اُٹھانا اسم۔

ولہ

شب وصل ہوتا سبب کوئی ایسا | کہ اگر یہان اُس کا جانا نہ ہوتا

ماہر کنتوری

ہاتھ اب بڑھتے نہین اپنے گریبان کیطرف | ہنستی ہی خلق خدا آتا ہی جب رونا ہمین

میر

جینا کیا ہے جہان فانی کا | مرتے جاتے ہین کچھ مرے کچھ تو

طباق سلبی وہ ہی کہ دو لفظ ایک مصدر سے مشتق ہون ایک مثبت ہو دوسرا منفی جیسے

ایک مصدر کے دو فعلون مین طباق بجز نفی اور سلب کے ممکن نہین اسلیے اسکو طباق سلبی کہتے ہین اور پہلی قسم مین نفی و سلب کو طباق مین کچھ دخل نہین ہوتا اسلیے اُسکے مقابل مین اسکو طباق ایجابی کہتے ہین اور طباق سلبی کے قبیل سے ہے امر و نہی کا ایک جگہ جمع کرنا۔ مثبت و منفی کے ساتھ طباق سلبی کی مثال۔

امداد

زُلف مین کرتا ہی اغیار جو اُسکے شانہ
پھر کہو دل یہ پریشان رہے یا نہ رہے

رہے اور نہ رہے اگرچہ ایک ہی مصدر سے مشتق ہین مگر ایک مثبت ہی اور دوسرا منفی۔

مومن

بات اپنی وہان نہ جمنے دی
اپنے نقشے جمائے لوگون نے

نہ جمنے دی اور جمائے ایک ہی مصدر سے مشتق ہین مگر ایک کے معنی مین اثبات ہی اور دوسرے کے نفی

سہراب

ہم آئے بتنگ زیست سے پر
اے خانہ خراب تو نہ آیا

آئے اور نہ آیا مین بسبب اثبات و نفی کے تضاد ہے۔

حسرت

تجھسے رخصت ہو چلا جیوے نہ جیوے دیکھیے
یار اب حسرت کا ملنا پھر خدا کے ہاتھ ہے

شیفتہ

کوئی بیجان جہان مین نہین جیتا لیکن
تیرے رنجور کو جیتے ہوے بیجان دیکھا

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
جو اسپر بھی نہ وہ سمجھے تو اُس بُت سے خدا سمجھے

میر

ہوتا جہان کا اپنی آنکھون مین ہی نہونا
آتا نہین نظر کچھ جاوے نظر جہان تک

ولہ

صبر کہان جو تمکو کہیے لگ کے گلے سے سو جاؤ
بولو نہ بولو بیٹھو نہ بیٹھو کھڑے کھڑے ٹک ہو جاؤ

صادق رامپوری

یون تو تمھین سب عیش زمانے کے ملینگے
پر چاہنے والا کوئی مجھ سا نہ ملے گا

مثنوی یوسف زلیخا

مری قسمت اسے یاد وے نہ یاد وے — مرے ہاتھون مین یہ آوے نہ آوے

غالب

دل سے نکلا نہ نکلا دل سے — ہے تیرے تیر کا پیکان عزیز

مثال امر و نہی کے ساتھ طباق سلبی کی۔

غالب

پلادے اوک سے ساقی جو ہمسے نفرت ہی — پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

نہ دے نہی ہی اور دے امر ہے۔

نعیم

دل تو کہے ہی نہ ملِ عقل کہے ہے کہ نہ مل — سخت خرابی مین ہون کس کا کہا کیجیے

نطق

ہم غریبون کے تو دل ہین کیے کیا پائیگا کچل — چل پرے سرو روان ناز سے یہ چال نہ چل

حسرت

ہمین تو ہاتھ سے کھوتا تو ہی پر پھر مناویگا — سمجھ یا مت سمجھ تو ہم تجھے آگاہ کرتے ہین

میر محمدی بیدار

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ — اب تیرے شکار ہو گئے ہم

طباق کی ایک قسم اور ہے جس کو **صنعت تدبیج** بائے موحدہ سے کہتے ہین لغت مین اسکے معنی آراستہ کرنے کے ہین اور اصطلاح مین یہ ہے کہ کوئی مطلب رنگون مین بطریق کنایہ یا بطور ایہام کے بیان کرین اور رنگون کی کثرت شرط نہین بلکہ ایک سے زیادہ رنگ آدنا چاہیین جو باہم تقابل رکھتے ہون۔ جیسے۔

امانت

گل کو ہان زرد کردے اے رخ یار — کر کے منھ لال لال آتا ہے

زرد اور لال مین طباق ہی اور مقصود بطریق کنایہ کے حاصل ہوتا ہی کیونکہ زرد کرنا کنایہ ہی شرمندہ کرنے سے اور منھ لال لال کرنا کنایہ ہی بشاش ہونے سے۔

مثل گل احباب تیرے اس چمن مین سرخ رو — میر یارب دشمن زرد یارب صورت باد خزان

سُرخ و زرد مین طباق ہی اور مقصود بطور کنایے کے حاصل ہوتا ہی کیونکہ سُرخ رو ہونا کنایہ ہی عزت و آبرو اور حُرمت حاصل کرنے سے اور زرد رُو ہونا کنایہ ہی مغموم اور پژمردہ ہونے سے۔

ناسخ

گلعذارونکی جو محفل مین گیا وہ گلِ تر	ہوگئے زرد جو دو چار تو دو چار سفید

زرد اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہونے سے ہے۔

خمِ شتر

ہوا لڑکی پر اپنی لال پیلا	بنا رنگ بدن بھی غم سے نیلا

لال پیلا ہونا کنایہ ہی نہایت ناراض اور غصہ ہونے سے۔

میر حسن

اُٹھے پیکے باہم شراب اُمید	کوئی سُرخ رو اور کوئی رو سفید

سُرخ و سفید مین تضاد ہی سُرخرو کنایہ ہی بشاشت سے اور سفید رو کنایہ ہی شرمندہ سے۔

محتشم

سفیتی آئی تھی بہت ناز سے گلشن مین سحر	ہوگئی دیکھ ترا چہرۂ گلفام سفید

گلفام یعنی سُرخ و سفید مین تضاد ہی اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہوجانے سے ہے۔

مولوی صہبائی

دیکھنا مُنھ لال ہوجائینگے کس کس کے ابھی	سامنے میرے جو برگ سبز پان تونے دیا

یہان مقصود بطریق ایہام کے حاصل ہوتا ہی اسلیے کہ مُنھ لال ہونے کے ۲ دو معنی ہین ایک قریب یعنے مُنھ کا سُرخ ہونا بسبب پان کے آور دوسرے بعید یعنی مُنھ کا لال ہونا طپانچون سے اور ایہام اسی کو کہتے ہین کہ سامع کا خیال معنی قریب کی طرف جاوے اور قائل کی مراد معنی بعید ہون۔

شباب

کیا بیان اُس کی نزاکت کا ہو مجھ سے ہمنشین سبز مہندی ملنے سے ہوجاتے ہین سُرخ ہاتھ پاؤن

اور یہ بھی طباق کے قبیل سے ہی کہ کلام مین دو لفظ ایسے جمع ہون جنکے معنے مین آپس مین تضاد و مقابلہ نہو لیکن ایک کو دوسرے کی ضد کے ساتھ سببیت یا لزوم وغیرہ کی وجہ سے علاقہ ہو جیسے۔

غالب

مہربانی ہاے دشمن کی شکایت کیجیے	یا بیان کیجے سپاس لذت آزار دوست

از روے معنی کے آزار مہربانی کے مقابل نہین بلکہ آزار کو ایک علاقہ نامہربانی وعداوت کے ساتھ ہی

تسلیم

آپ کو دعوے مسیحائی | اور مین مرگ کی تمنائی

مرگ اور مسیحائی مین کچھ تضاد نہین بلکہ مرگ اور زندگی مین تضاد ہی اور زندگی کے ساتھ مسیحا کو علاقہ ہی یعنی زندہ کرنا حضرت مسیحا کا معجزہ ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال

خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہون مین | محمد اللہ مین مجھکو رولاتی ہی یاد فصل بہار

رولانے اور خوشی مین کچھ تضاد نہین بلکہ رونے اور ہنسنے مین تضاد ہی اور ہنسنے کے ساتھ خوشی کو علاقہ ہی۔

صنعت ایہام تضاد اسے کہتے ہین کہ کلام مین دو معنی ایسے جمع کیے جائین جن مین باہم تضاد وتقابل نہو لیکن جن الفاظ کے ساتھ اُن کو تعبیر کیا جائے اُنکے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے اور یہ عام ہی اس سے کہ ایک کے معنے مجازی دوسرے کے معنی حقیقی کے ساتھ جمع کیے جائین اور اُن مجازی معنی کو حقیقی معنی کے ساتھ تضاد ہو یا دونون کے معنے مجازی کو جمع کیا جائے اور اُن دونون کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہو اور اس صنعت کا شمار بھی اقسام تضاد مین ہی مثال اسکی۔

غلام محمد خان رہا

اللہ ری عداوت کہ بگڑنے لگے ہنس کر | کچھ وصف کیا مین نے جو بیساختہ پن کا

بناوٹ سے مراد تصنع ہی اور بگڑنے سے مراد خفا ہونا ہی اور ان دونون معنے مین کوئی تضاد نہین البتہ بناوٹ مین جس کے ساتھ تصنع کو تعبیر کیا ہے اور بگڑنے مین جسکے ساتھ خفا ہونے کو تعبیر کیا ہے باعتبار معنے حقیقی کے تضاد ہے۔

نوازش

نوازش برق بھی ہنستی ہی میری بیقراری پر | مجھے رونا نہ اپنے حال پر کس طرح سے آوے

اگرچہ برق کے چمکنے اور آدمی کے رونے مین کچھ تضاد نہین مگر درصورتیکہ برق کے چمکنے کو ہنسنے سے تعبیر کیا تو تضاد پایا گیا۔ اور یہ معنی مجازی ہین اور اسکے مقابل والے حقیقی۔

امیر اللہ آزاد

خندۂ گل نے ہمین خوب رُلایا ہوتا | ہین ترے سیر چمن کو نہ گئے ہم ورنہ

گل کے کھلنے کو ہنسنا قرار دیا ہی اسلیے ہنسنے اور رونے مین تضاد واقع ہو گیا اور پہلے معنی مجازی

ہین اور دوسرے حقیقی۔

چار دیواری سو جگہ سے خستم | میر ترذرا ہو تو سُوکھتے ہین ہم

خوف کھانیکو سوکھنے سے تعبیر کیا ہی اسلیے تر ہونے مین اور اس مین تضاد ہو گیا۔

گویا

بس ایک رات کا مہمان چراغ ہستی ہی | سرہانے روئیگی اب شمع گو ہنستی ہے

شمع کی چربی کے پگھل کر بہنے کو رونے کے ساتھ اور اُسکے روشن ہونے کو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ہی اس لیے دونون مین تضاد پیدا ہو گیا ہی۔

کشن نرائن بیتاب

کون ہوتا ہے وقت بد مین شریک | ابر روتا ہے برق ہنستی ہے

ابر کے برسنے کو رونے کے ساتھ اور برق کے چمکنے کو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ان دونون لفظون کے معنی حقیقی مین تضاد ہے۔

حسرت

کہے ہی گل سے شبنم باغ مین دونون تھے ہم لیکن | تری قسمت مین ہنسنا تھا مری قسمت مین رونا تھا

پھول کے کھلنے اور شبنم کے ٹپکنے مین تضاد نہین لیکن چونکہ اول کو ہنسنے اور دوسرے کو رونے سے تعبیر کیا ہی اسلیے دونون مین تضاد ہو گیا ہے۔

گلزار نسیم

بولا جب اُسنے باندھے بازو | کھلتا نہین کس طرح یہ ہے تو

باندھنے اور بیان کرنے مین کچھ تضاد نہین لیکن چونکہ بیان کرنے کو کھلنے کے ساتھ تعبیر کیا ہی اس لیے باندھنے اور کھلنے کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہو گیا۔

فدا

مین لگے کیون اُس رشک گل سے سرو کو تشبیہ دی | راست ہی ٹیڑھا جو وہ شمشاد بالا ہو گیا

سچ اور غصّے مین تضاد نہین مگر چونکہ سچ کو راست کے ساتھ اور غصّہ ہونے کو ٹیڑھا ہونے سے تعبیر کیا اس لیے ان مین تضاد ہے۔

صنعت ایہام اسکو **توریہ** بھی کہتے ہین ایہام کے معنی وہم مین ڈالنے اور توریہ کے معنی چھپانے کے ہین جیسا کہ تجرید البنانی مین لکھا ہی اور اصطلاح مین ایہام اسکو کہتے ہین کہ ایک لفظ

ایسا کلام مین واقع ہو جسکے دو معنی ہون ایک قریب ایک بعید کے اور سامع کا گمان معنی قریب کیطرف جائے
اا ارشاعر کی مراد معنی بعید ہون معنی قریب سے مراد یہ ہی کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب ہون اور
معنی بعید سے یہ مراد ہے کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب نہون لیکن اُن کا مقصود ہونا باعتبار کسی
قرینۂ خفی کے ہو یہان تک کہ وہم تامل سے قبل معنی قریب کی طرف جاوے پس اگر قرینہ واضح ہوگا
تو لفظ توریہ نہو گا کیونکہ معنی قریب معنی بعید کو نہین چھپا سکین گے۔
جیسے مثنوی ترانۂ شوق کے اس شعر مین ۔

میکشی کو ہوس ایاغ کی ہے		پروانے کو لو چراغ کی ہے	

لفظ لو کے دو معنی ہین ایک شوق و آرزو دوسرے شعلہ پہلے معنی بعید ہین اور دوسرے قریب
مگر یہان یہ لفظ توریہ نہین کیونکہ صرف شوق کے معنی ہین ہونے پر قرینہ واضح ہی اور وہ یہ ہی کہ پروانہ
عاشقی مین ضرب المثل ہی اور پہلے مصرع مین ہوس کا جو لفظ ہو وہ بھی ان معنی پر دلالت کرتا ہے۔
پس اگر معنی قریب کے (جو مراد نہین ہوتے) کچھ مناسبات کلام مین مذکور نہون تو اسکو
ایہام مجرد کہتے ہین اور اگر مذکور رہون تو **ایہام مرشحہ** ہوتے ہین۔ کبھی ایک لفظ دوسرے لفظ
کے ساتھ ملنے سے ایہام کا فائدہ دیتا ہی۔ ایہام مجرد کی مثال ۔

ظفر

نشہ ہو جس کو محبت کا سبزہ رنگوں کی		عجب نہین جو وہ مشہور سب مین بھنگی ہو	

بھنگی کے دو معنی ہین ایک قریب اور وہ حلال خور کو کہتے ہین دوسرے بعید اور وہ وہ شخص ہے جو
بھنگ کا استعمال رکھتا ہو اور مناسبات حلال خور کے کہ معنی قریب ہین کچھ مذکور نہین۔

واسطی

تشبیہ تیرے چہرۂ روشن سےکاک دین		ہم دیکھتے ہین شمع کا سارا بدن سفید	

بدن کے سفید ہونے کے دو معنے ہین ایک قریب اور وہ بدن کا چٹا اور بھورا ہونا ہی دوسرے
بعید اور وہ بدن کا مبروص ہونا ہی کیونکہ برص اُن سفید داغون کو کہتے ہین جو ظاہر جلد مین پیدا ہوتے
ہین اور گوشت کے اندر گھسے ہوتے ہین اور مناسبات معنی قریب کے کچھ مذکور نہین۔

درد

بستے ہین ترے سائے مین سب شیخ و برہمن		آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا	

سائے کے معنے قریب دھوپ کی ضد ہین اور معنی بعید حمایت ہین یہی معنی یہان مراد ہین۔

ناجی

محبت سے علی کی دیکھ ناجی | ہوا ہے دل مرا اب حیدرآباد

ایہام مرشحہ کی مثال۔

وزیر

ہجر مین گھل گھل کے آدھا ہو گیا | اے مسیحا اب مین موسیٰ ہو گیا

لفظ موسیٰ سے وہم اسم پیغمبر علیہ السلام کا ہوتا ہے اور یہان وہ معنی مقصود نہین ہین۔ بلکہ مو کے معنے بال ہین اور سا حرف تشبیہ ہے یعنی مین بال کی طرح ہو گیا اور مناسبات مین سے پہلے معنے کے لفظ مسیحا ہے۔

میر تقی

کعبے مین جان بلب تھے ہم دوری بتان سے | آئے ہین پھر کے یارو اب خدا کے ہان سے

خدا کے ہان سے پھر کر آنے کے دو معنی ہین ایک قریب اور وہ بیت اللہ سے واپس آنا ہے دوسرے بعید اور وہ جان بلب ہو کر جی جاتا ہے اور یہان یہ دوسرے معنی مراد ہین نہ پہلے اور پہلے معنی کے مناسب کعبہ ہے۔

ناسخ

کیونکر زبان سے اسکی نزاکت کا ہو بیان | مہندی ملے سے لال ہون جس مہ لقا کے ہاتھ

رنگ مہندی سے ہاتھون کا سرخ ہونا مراد نہین جو معنی قریب ہین بلکہ ملنے کے صدمے سے ہاتھون کا سرخ ہو جانا مقصود ہے اور یہ معنی بعید ہین جو مقصود ہین اور مہندی کا ذکر معنی قریب کے مناسب ہے۔

بقا

سیلاب اشک اپنا گر سر باوج مارے | طوفان نوح تنہا گوشے مین موج مارے

دبیر

تیغین ہین نیامون ہین مگر آب نہین ہے | ناوک ہین ملے چلون سے پر تاب نہین ہے

ترانہ شوق

آنکھین دکھلاتی تھین تماشا | ارباب نظر کو تیلیون کا

ولہ

سلطان نے غبار اسکا تاڑا | دامن کی طرح سے خوب جھاڑا

امانت

سُنی کسی نے نہین غم کی داستان میری ۔ وہ کم سخن ہون کہ گویا نہین زبان میری

قائم

جو تیری چشم کے گوشے مین تل ہی اے پیارے ۔ نظر پڑا ہے کہین خال خال آنکھون مین

سودا

ہوئی ہی بیخوری یہ دور مین ساقی ترے رائج ۔ بجا ہی اب جو ہر مُلّا کو کہیے مولوی جامی

وله

داڑھی مُلّا کی جون گیہون کا کھیت ۔ رہ گئے لڑکی لڑکے اِک اِک بال

گویا

چھیڑنا زلف کا مشاطہ بُرا ہوتا ہے ۔ ہاتھ اس جرم پہ شانے سے جُدا ہوتا ہی

ریاض

تو وہ آہو چشم ہی جائے اگر گلزار مین ۔ گل رہین شاخین نکالین نرگس بیمار مین

شاہ مبارک آبرو

نہ دیوے لیکے دل وہ مجھ مسکین ۔ اگر باور نہین تو مانگ دیکھو

نسیم

داغا تو چلے تفنگ سے وہ ۔ چھوٹے قید فرنگ سے وہ

اکبر

بنو گے خُسروِ اقلیم دل شیرین زبان ہوکر ۔ جہانگیری کریگی یہ ادا نور جہان ہوکر

درد

ہر غنچہ کو گل کے ساتھ بنی ہے اتصال ۔ دریا سے در جُدا ہی پہ ہی غرق آب مین

عبدالرحمن خان احسان

نہین ہی خسمی زیر نگین تاجداران بھی ۔ اگر شاہ جہان یان ہی برائے نام محرم ہی

میر

شفق سے ہی در و دیوار زرد شام و سحر ۔ ہوا ہی لکھنؤ اس رہگذر مین پیلی بھیت

انیس	
ایسا کوئی طفلی مین نمودار نہ ہوگا	ہاتھ ایسا تو جعفر کا بھی طیار نہ ہوگا
ولہ	
اصغر سے اگر اکبر مہرو نہ ملے گا	تم ہاتھ سے جاؤ گے تو بازو نہ ملیگا
ولہ	
کونسا باغ تجھے شاہ نے دکھلایا ہے	کہین کوثر کے تو چھینٹون مین نہین آیا ہے
غالب	
ہمسے عبث ہے گمان رنجش خاطر	خاک مین عشاق کی غبار نہین ہے
امیر	
کبوتر نہ ہوتا تھا جانے پہ راضی	تو بھیجا اُسے روغن قاز مل کر
ذوق	
ہو کے اک بوسے پر ترش ابرو	بات کو ڈالنا کھٹائی مین ہا
گویا	
عالم ہون علم عشق کا مین کر نہ ہمسری	ای عندلیب تو ہی پڑھی بوستان تلک
لمؤلفہ	
آرسی اُسکے پیار پر مت بھول	بس یہ منھ دیکھنے کی اُلفت ہے

صنعت مراعات النظیر اسکو **تناسب** اور **توفیق** اور **ایتلاف** اور **تلفیق** بھی کہتے ہین یعنی ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنے آپس مین ایک دوسرے کے ساتھ سوا‌ے نسبت تضاد کے کچھ مناسبت رکھتے ہون جیسے چمن کے ذکر کے ساتھ گل و بلبل و باغبان و سرو و قمری وغیرہ کا ذکر کرنا یا اور کسی چیز کے ذکر مین اُسکے مناسبات کو بیان کرین شیخ قلندر بخش آفرین سہارنپوری مصنف رسالۂ تحفۃ الصنائع کہتا ہی۔

نہ جا چمن مین تو اب آفرین کہ جون غنچہ	ہون مین اُسکے نہان ہی بہار خندۂ گل
خواجہ عاصمی	
چمن کے تخت پر جسدن شہ گل کا تجمل تھا خزان کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن مین	ہزارون بلبلونکی فوج تھی اور شور تھا غل تھا بتاتا باغبان رو رو کے یان غنچہ یہان گل تھا

خواجہ وزیر

جبین والفجر ہی واللیل گیسوے معنبر ہے | خطِ رُخ سورۂ یوسف ہی اُنکے مصحفِ رُخ مین

مصحف کی رعایت سے سورۂ والفجر اور واللیل اور یوسف کا ذکر بسبب مناسبت کے کردیا۔

ولہ

چشم بادام دہن پستہ زنخدان ہی سیب | کتنے پھل ایک نہال قدِ جانان مین لگے

درخت کی مناسبت و رعایت سے بہت سے میوون کا ذکر کیا۔

نواب کلب علیخان

شبنم ہی عرق کان ہی گل غنچہ دہن | نسرین ابرو نسترن گلو لالہ ذقن
بینی شبو لب ارغوان سُنبل زُلف | آنکھین نرگس بنفشہ خطِ رُخ ہی سمن

میر مہدی جنون

رُخسار دونون مہر ہین ابرو ہلال ہین | گو مانگ کہکشان ہی تو ماہِ مبین جبین

حسرت

موچن لگی نرم چرم جب دکھلانے | مین نے کہا شاید میرا کہنا مانے
اتنا کہا جوڑا چودھوان مجھکو پہنا | کہنے لگی چلیے میری جوتی جانے

ذوق

ہوا ہے مدرسہ بھی درسگاہ عیش و نشاط | کہ شمس بازغہ کی جا پڑھین ہین بدر منیر
اگر پیالہ ہے صغرے تو ہے سبو کبرے | نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہین صغیر و کبیر

امانت

سیہ موباف پاجامہ گلابی چینپئی نیفہ | دوپٹہ سرخ انگیا سبز کُرتی زعفرانی ہے

انیس

دُنیا دریا ہے اور ہوس طوفان ہے | مانند حباب ہستی انسان ہے
لنگر ہے جو دل تو ہر نفس باد مراد | سینہ کشتی ہی ناخدا ایمان ہے

مصحفی سقنی کی تعریف مین

پانی بھرے ہی یاریان قرمزی دوشالہ | لنگی کی سج دکھا کر سقنی نے مار ڈالا
کاندھے پہ مشک لیکر جب قد کو خم کرے ہے | کافر کا نشۂ حسن ہوجاے ہی دوبالا

دریائے غم میں کیونکر ہم نیم قد نہ ڈوبیں	لنگی کے رنگ سے جب دان تا کمر ہو لالا

وحید

زیر و زبر ہیں ناوک سرکردۂ کمان	ہیں پیش راہوارون کی گویا کنوتیان
تشدیدون پہ ہی طرّۂ دستار کا گمان	حرفون کے سر پہ خود ہین یا جزم ہیں عیان
سطرین تمام شان دکھاتی ہین فوج کی	مدہین کہ بیرقین نظر آتی ہین فوج کی

المؤلفہ

کس کمان ابرو پہ تو قربان ہوا	نالے سر کرتا ہے جو تو تیر سے

ولہ

کاکل ہی رشک لام تری زلف جیم ہے	مثل الف ہی قد دہن تنگ میم ہے

ولہ

پستہ لب غنچہ دہن سرو قد لالہ غدار	سیم بر سیب ذقن نام ہین کتنے انکے

صنعت ایہام تناسب یعنی دو لفظ ایسے بیان کرین کہ انکے معنی مین کچھ مناسبت مقصود نہو یعنی ایک لفظ کے معنی دوسرے لفظ کے معنی سے اس کلام مین کچھ مناسبت نہ رکھتے ہون لیکن ان مین سے ایک لفظ کے اور معنی ایسے بھی ہون کہ دوسرے لفظ کے معنی سے مناسبت رکھتے ہون جیسے ایک کلام مین لیلی و مجنون دونون لفظ مذکور ہون اور مجنون دیوانہ اور سڑی کے معنی مین لایا گیا ہو پس ظاہر ہی کہ وہان لیلی و مجنون کے معنے مین کچھ مناسبت نہو گی لیکن مجنون کے ایک معنی اور بھی ہین یعنی قیس عاشق لیلی کا لقب بھی مجنون ہی اس معنی کو لیلی کے معنے سے مناسبت ہی اور چونکہ بادی النظر مین وہم ہوتا ہی کہ مجنون بمعنے عاشق لیلے مراد ہو گا اس جہت سے اس صنعت کا نام ایہام تناسب رکھا کیونکہ دوسرے معنی تناسب کا وہم دلاتے ہین یہ صنعت مراعات النظیر کے ملحقات سے ہی چنانچہ مثال مذکور مین مجنون کا ذکر لیلی کی مناسبت سے مراعاۃ النظیر ہی اور اسوجہ سے کہ یہان اس سے دیوانے کے معنی مراد ہین نہ قیس ایہام تناسب ہی غرضکہ ایہام تناسب کو مراعاۃ النظیر کے ساتھ وہ نسبت ہی جو ایہام تضاد کو طباق کے ساتھ ہی صنعت ایہام مین اور ایہام تناسب مین یہ فرق ہی کہ ایہام مین دونون معانی کا ارادہ جائز ہوتا ہی اور ایہام تناسب مین دوسرے معنی منظور و ملحوظ نہین ہوتے مثال اسکی

امانت

نہ کیونکر بید مجنون تازہ ہو مثل دل لیلی	کہ ہر جا دشت وحشت مین کمر اشکون کا تھالا ہے

بید مجنون درخت مشہور کے معنی ہین ہی قیس مُراد نہین لیکن لیلی کے معنی سے مجنون کے دوسرے معنی مناسبت رکھتے ہین۔

ولہ

گندمی رنگ کو بنکر نہ کھرا کرتے تھے	دھانی جوڑے سے کبھی دل نہ ہرا کرتے تھے

ہرا کرنے سے مراد خوش کرنا ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اُسکو گندمی اور دھانی رنگون کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ ہرے کو اپنے معنی حقیقی کی وجہ سے انکے ساتھ مناسبت ہی۔

نسیم

کر یاد کہین چہ ذقن کو	اکودے نہ کنوئین مین باؤلی ہو

باؤلی سے مراد دیوانی ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو کنوئین کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ باؤلی کے ایک اور معنی ہین اُنکے اعتبار سے دونون مین مناسبت ہی۔ اور وہ یہ ہے کہ باؤلی ایک قسم کا لمبا اور چوڑا کنوان ہوتا ہے جس مین سیڑھیان بنی ہوئی ہوتی ہین۔

ناسخ

رسم ملک حُسن ہی یہ گلفروشون کی طرح	داغ سودا بیچتے ہین لالہ رو بازار مین

سودا کے معنے کہ سیاہ کے ہین لالہ سے مناسبت رکھتے ہین لیکن یہان سودا عشق کے معنی مین ہے ان معنی کو لالہ سے کچھ مناسبت نہین۔

محزون

اہل دُنیا تو نہین دیتے ہین محزون غم کی داد	کوہکن کو خواب شیرین سے جگاؤن تو سہی

اس شعر مین شیرین سے جو معنی مقصود ہین ان معنی کو کوہکن کے معنی سے کچھ مناسبت نہین مگر شیرین معشوقۂ مشہور کا نام بھی ہی اس وجہ سے فرہاد کے ساتھ مناسبت ہی۔

امیر

بید سا کانپتا تھام کے وقت	اُمیر کو کھیو مجنون کے تکیے

اس شعر مین درخت مشہور اور مجنون کے معنی یعنی عاشق لیلی کو باہم جمع کیا ہی اور ان دونون مین کچھ مناسبت نہین لیکن مجنون کے دوسرے معنی یعنی ایک قسم بید کی جسکو بید مجنون کہتے ہین بید کے ساتھ البتہ مناسبت رکھتی ہے۔

ولہ لسیدان کارزار سے رُستم برنگ زال	یون دیکھ ایک دو کو کنارا کرے شتاب

خوشتر

بہ اُنکے عدل کی ہے حکمرانی | کہ رستم زال کا بھرتا ہے پانی

دونون شعرون مین زال بمعنی پہلوان معروف پدر رستم نہین ہی بلکہ پیرزن مراد ہے۔

میر انیس

مجلس کو اشک نظم سے رشک چمن کرون | مداحی حسینؓ بوجہ حسن کرون

حسن سے مراد خوب ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو حسینؓ کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ حضرت امام حسنؓ کا نام ہونے کی وجہ سے حسینؓ کے ساتھ مناسبت ہے۔

صنعت تشابہ الاطراف اُسکو کہتے ہین کہ کلام کو ایسے الفاظ پر تمام کرین کہ اُنکے معنی اُن معنی سے مناسبت رکھتے ہون جو ابتدائے کلام مین مذکور ہوے ہین مثلاً انتہائے کلام کے الفاظ علت ہون ابتدائے کلام کے یا اُسکے معلول ہون یا اُسپر دلیل ہون یا اور اسی طرح سے ہون پس گویا دونون طرفین کلام کی یعنے ابتدا اور انتہا باہم مشابہت و مناسبت رکھتی ہون اور انتہائے کلام کے الفاظ خواہ جملہ ہون یا جملے سے زیادہ ہون جیسے۔

وزیر

رہی یان گردش اور جامہ دری | کاش لاتے نہ دست و پا ہمراہ

مصرع ثانی کے آخر مین پا کا لفظ ذکر کیا ہی اور یہ مناسب ہی گردش کے جو مصرع کے اول مین واقع ہوا ہی ایسے ہی ہاتھ کو جامہ دری سے نسبت ہی لیکن اِس قدر ہی کہ ان دونون کا ذکر بطریق لف و نشر معکوس الترتیب کے ہی۔

مومن

زبان گنگ ہی عشق مین گوش کر ہے | برا سنتے سنتے بھلا کہتے کہتے

برا سننا مناسب ہے کان کے اور بھلا کہنا مناسب ہی زبان کے یہان بھی دونون کا ذکر بطریق لف و نشر معکوس الترتیب کے ہی۔

ذوق

تجھسے دیکھا سب کو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ | نور رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

آنکھون مین رہنا مناسب ہی اس قول کے تجھسے دیکھا سب کو اور آنکھون سے پنہان رہنا مناسب ہے اس قول کے تجھکو نہ دیکھا اسلیے کہ جو چیز ایسی ہو کہ اُس سے سب کو دیکھین تو چاہیے کہ وہ آنکھون مین

رہے اور آنکھون مین رہنا اُردو مین محاورہ ہی قریب کے معنی مین اور جو چیز دیکھی نہ جائے چاہیے کہ وہ آنکھون سے پنہان ہووے۔

غالب

ایمان مجھے روکے ہی تو کھینچے ہی مجھے کفر	کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

کعبہ مرے پیچھے ہے مناسب ہے اس قول کے ایمان مجھے روکے ہے اور کلیسا مرے آگے ہے مناسب ہی اس قول کے کفر مجھے کھینچے ہے۔

بلونت سنگھ متخلص براجہ

وہ پیام یار لایا اُسنے کھولی فال نیک	پاے قاصد چومیے اور دست عامل چومیے

پیام یار لانے کے مناسب پاے قاصد کا چومنا ہی اور فال نیک کھولنے کے مناسب دست عامل کا چومنا اور پیام یار لانا علت ہی پاے قاصد کے چومنے کی اور فال نیک کھولنا علت ہے دست عامل کے چومنے کی۔

مولوی غضنفر علی ضیغم

وہ در گذر کرے گا شفاعت کرینگے وہ	اللہ سے کہے کام پیمبر سے ہی غرض

اس مین اور مراعاۃ النظیر مین یہ فرق ہے کہ مراعاۃ النظیر مین الفاظ متناسب کو مطلقاً جمع کر دیتے ہین خواہ اُن مین سے ایک انتہا مین ہو اور دوسرا ابتدا مین خواہ دونون ساتھ ساتھ ابتدا مین واقع ہون یا اختتام مین آئین یا درمیان مین ہون بخلاف تشابہ الاطراف کے کہ اُس مین یہ ضرور ہی کہ دو متناسب مین سے ایک ابتدا مین ہو اور دوسرا انتہا مین بہر صورت تشابہ الاطراف کو مراعاۃ النظیر کے قبیل سے سمجھتے ہین۔

صنعت سوال وجواب یہ صنعت کبھی ایک مصرع مین ادا ہوتی ہی کبھی ایک بیت مین کبھی دو بیتون مین مطلع السعدین مین لکھا ہی کہ صنعت سوال وجواب کو مراجعہ بھی کہتے ہین۔

مثال پہلی قسم کی۔

پوچھا کہ طلب کہا قناعت	نسیم	پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت
وہ کہتا ہی مین توڑونگا مین کہتا ہون اسے مت توڑنا آہ		وہ کہتا ہی کھلونا ہی مین کہتا ہون مرا دل ہے

سیّد توفیق مہدوی حیدرآبادی

اُسنے کہا جاتا مرا مین نے کہا میری اجل	اسنے کہا پھر زندگی مین نے کہا آنا ترا

اُسنے کہا شام بلا مین نے کہا گیسو ترے ۔ اُسنے کہا صبح صفا مین نے کہا چہرا ترا
اُسنے کہا تو کون ہی مین نے کہا نقش قدم ۔ اُسنے کہا منزل تری مین نے کہا کوچا ترا
اُسنے کہا کیا کام ہی مین نے کہا خدمت تری ۔ اُسنے کہا کیا نام ہے مین نے کہا بندا ترا

فطرت

جب کہا دل سے نہو خوار کہا تجھکو کیا ۔ زلف مین مت ہو گرفتار کہا تجھکو کیا

مثال دوسری قسم کی۔

صفدر

اُسنے جب پوچھا کہ تو نے قتل عاشق کو کیا ۔ غمزہ بولا وہ نزاکت تھی ادا تھی مین نہ تھا

قصۂ شیرین خسرو

کہا شیرین مری حرم سے خاص ۔ کہا مجھکو بھی اُس سے ہے اخلاص
کہا چُپ چپ گدا بحال تباہ ۔ کہا بس بس نہ مغز کھا اے شاہ

حسرت

مین کہا جان بخش عیسی یا مے گلفام ہے ۔ بولا دونون سے زیادہ مجھ مری دشنام ہے
مین کہا مشہد ہی یا ہی کربلا مقتل بڑا ۔ بولا دونون سے مرے کوچے مین قتل عام ہے
مین کہا بلبل کا نغمہ خوب یا صوت رباب ۔ بولا ان دونون سے بھی بہتر مرا پیغام ہے
مین کہا مجنون ہوا تھا خوار یا کوہکن ۔ بولا ان دونون سے کچھ بدتر ترا انجام ہے

میر محمدی بیدار

جب کہا مین کہ نہین بولتے بن گالی تم ۔ یار یہ کون زبان ہی تو کہا تجھکو کیا
جب کہا مین نے کہ ای سرو ریاض خوبی ۔ کس کلی تو آفت جان ہی تو کہا تجھکو کیا
چشم گریان سے شب وصل مین مین نے پوچھا ۔ ابتو کیون اشک فشان ہے تو کہا تجھکو کیا
جب کہا مین نے کہ ای شوخ تری صورت کا ۔ شیفتہ پیر و جوان ہے تو کہا تجھکو کیا
دل سے بیدار نے پوچھا کہ ترے سینے پر ۔ کسکے ناوک کا نشان ہی تو کہا تجھکو کیا

مثال تیسری قسم کی۔

غفلت

آیا سواد نجد سے جو کوئی اس طرف ۔ مین نے کہا کہ قیس کے کیا کیا نشان ملے

کہنے لگا کہ لپٹے ہوے برگ بید سے	جیون تار عنکبوت کئی استخوان ملے

ظفر

رخ نے جو زلف سے کہا شب کو	تو شب تار ہے سحر مین ہون
زلف بولی کہ صید تو مین دام	بیچ مین تو ادھر ادھر مین ہون

کامل

مژگان سے گر بچے دل ابرو کرے ہی ٹکڑے	یہ بات مین نے کہکر جب اُس سے داد چاہی
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی	تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

داغ

کہا جو مین نے کہ مجنون اگرچہ عاشق تھا	پر اُس پہ تو کبھی لیلی کے یہ ستم نہوے
مرے جلانے کو کہنے لگے شرارت سے	ہزار حیف کہ لیلی کے پاس ہم نہوے

صنعت اطراد یعنی جس شخص کی مدح یا مذمت بیان کرنا منظور ہو تو اسکے آبا و اجداد کے نام بترتیب ولادت یا معکوس الترتیب یا غیر مرتب بیان کرین اور جہان تک ممکن ہو اس بات کا خیال رکھین کہ درمیان مین اُن اسما کے کوئی ایسا لفظ فاصل واقع نہو جو نسبت پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے زید فاضل بن عمرو یا زید بن عمرو تاجر بن خالد پس پہلی مثال مین فاضل کا لفظ اور دوسری مین تاجر کا لفظ فاصل ہی اگرچہ اِس سے کوئی حرج نہین مگر نظم الفاظ مین تکلف پیدا ہوتا ہی۔

مثال علی الترتیب کی جس مین کوئی فصل نہو۔

دبیر

یہ رتبہ مظلوم حسین ابن علی ہے	مداح کا مداح خدائے ازلی ہے

ولہ

اب راوی صادق سے یہ ہی وارد اخبار	فضل ابن شعیب ابن اویس ایک تھا دیندار

اگر کہا جاوے کہ دوسری مثال مین اضافتین کے درپے آئی ہین جو عیب مین داخل ہے پھر کیون محسنات بدیعی مین شمار کیا ہے تو ہم اس کا جواب یہ دین گے کہ اضافات کا پے درپے آنا اسوقت مخل فصاحت ہے کہ اُس مین ثقل و استکراہ ہو اور جبکہ اس سے سالم ہو تو اُس کی خوبی مین کلام نہین اور اس مثال مین نہ ثقل ہے نہ استکراہ علاوہ اس کے اس مین صرف دو ہی اضافتین ہین۔

مثال معکوس الترتیب کی۔

مذاق

حسین و عابد و باقر سے جعفر اور کاظم تک
ہر اک معصوم ہی دادا معین الدین چشتی کا

ہین ورسیں اور ابراہیم اور عبدالعزیز اجداد
ہے طاہر جد پاکیزہ معین الدین چشتی کا

ہین نجم الدین غیاث الدین احمد جد داب اسکے
یہ ہے نام جد و آبا معین الدین چشتی کا

غیاث الدین و ماہ نور سے زہرا و حیدر تک
عجب پُرنور ہی شجرہ معین الدین چشتی کا

آباد نے ایک نظم مین جناب سرور کائنات اور حضرات علیؑ کی اولاد کو سلسلہ وار بیان کیا ہی اور یہ ترتیب معکوس ہے۔

محمدؐ کا بے فصل حیدر وصی ہے
ہم اُمت ہین اُسکی وہ سرور ہمارا

حسنؑ کی غلامی مین ہین بعد حیدر
سمجھتے ہین آقا ہے شبیرؑ ہمارا

امام سوم۔ ہے حسین ابن حیدر
فدا ہے ازل سے دل اُسپر ہمارا

امام چہارم ہے سجاد بے شک
نثار اُسپہ دل ہو نہ کیونکر ہمارا

پسر اُس کا باقر امام ہدیٰ ہے
غلام اُسکے ہم ہین وہ سرور ہمارا

نہین اس مین ہرگز تفاوت سرمو
دو عالم مین مولا ہے جعفر ہمارا

غلامی مین موسیٰ کاظم کی ہین ہم
عجب کیا کہ جنت مین ہو گھر ہمارا

امام رضا کے ہین اوصاف بے حد
قلم تنگ ہے ذہن ششدر ہمارا

تقی پیشوا ہین نقی سب کے ہادی
سلام اُنپہ پہونچے مقرر ہمارا

حسن عسکری مقتدائے جہان ہے
سوا خضر سے بھی ہے رہبر ہمارا

امام دو عالم ہے مہدی ہادی
ہے قائم زمانے مین سرور ہمارا

غیر مرتب کی مثال چنانچہ منیر نے ایک قصیدہ امام علی رضا ابن موسیٰ کاظم کی مدح مین لکھا ہی اور انکے بزرگون کے نام سلسلہ وار درج کیے ہین جو غیر مرتب ہین۔

امام ضامن و معصوم و طیب و طاہر
کریم ابن کریم و رحیم ابن رحیم

نسب مین پاک مقدس حسب مین سرو گل
فروغ عرش و مجسم رضائے رب کریم

علی کے نور نظر فاطمہ کے لخت جگر
خدا کے نور ریاض رسول حق کے شمیم

حضور کے جد امجد ہین سید الشہدا
قتیل جور و مراد صحیح و ذبح عظیم

مہ سپہر کرم دلبر حسینؓ و حسنؓ	چراغ خانہ سجاد و واجب التکریم
نگاہِ دیدۂ حق بین باقر معصوم	نہال گلشن صادق امام ہفت اقلیم
جناب موسیٰ کاظم ہین والد ماجد	اُمیدگاہ مسیحا و افتخار کلیم ہے

الشانے اس صنعت مین یہ لطیفہ پیدا کیا ہے کہ نواب سعادت علی خان والی اودھ کے باپ دادا کو ذو معنے الفاظ مین لکھا ہے معنی قریب لفظی معنے ہین اور معنی بعید نواب کے اسلاف کے نام ہین اور سب غیر مرتب ہین۔

کیساد زیر حبس کو سعادت علی نے دکی	بُرہان ملک و اشجع و منصور و محتشم
اُس سے جلال دین محمد ہی آشکار	اُسکو کیا ہے حیدر و صفدر نے محترم

نواب سعادت علی خان کے باپ کا نام جلال الدین حیدر اور شجاع الدولہ خطاب ہی اور ابوالمنصور خان صفدر جنگ نام ہے شجاع الدولہ کے باپ کا اور بُرہان الملک صفدر جنگ کے چچا اور خسر کا خطاب ہی جو ریاست اودھ کے بانی ہین۔

صنعت ارصاد اسکو کہتے ہین کہ نثر کے فقرے اور نظم کی بیت مین کلمۂ آخر کے قبل ایسا لفظ لاوین کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ نثر مین پچھلا لفظ یہ ہوگا یا بیت کا قافیہ یہ ہوگا بشرطیکہ روی کا حرف پہلے سے معلوم ہو پس ارصاد کی وجہ سے اُس کلمۂ آخر کا مادہ معلوم ہو جاتا ہے اور روی کی وجہ سے اُسکی صورت معلوم ہو جاتی ہے اور ذہن آدمی کے قیاس مین جاتا ہے کہ ایسا حرف ہونا چاہیئے۔ صاد لغت مین راستے مین نگہبان مقرر کرنے کے معنے مین ہے جیسے ڈاکو اپنی جانب سے راستے پر آدمی اسلیئے مقرر کر دیتے ہین کہ وہ اس بات کی اطلاع دے کہ قافلہ جو آرہا ہے اُسکے آدمی ان سے مقابلہ کر سکتے ہین یا نہین اور وہ ہتھیار بھی رکھتے ہین یا نہین اور یہان معنی لغوی اور اصطلاحی مین مناسبت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لفظ جو کلمۂ آخر سے قبل آتا ہی وہ اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اس نظم کا قافیہ یہ ہے اور اس نثر کا لفظ آخر یہ ہی۔ اس صنعت کو تسہیم بھی کہتے ہین لغت مین تسہیم دھاری دار چادر بُننے کے معنے مین ہی۔ اس صنعت کو تسہیم اسلیے کہتے ہین کہ جیسے چادر کے خطوط ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہین اسی طرح اس صنعت مین بھی الفاظ کلام کے ایک دوسرے کے ساتھ ملائم اور موافق ہوتے ہین مثال اسکی۔

نہین قول سے فعل تیرے مطابق	رنہ کہون کس طرح تجھکو ای یار صادق

نہ جنت کے قابل نہ دوزخ کے لائق	مجھے کیون کیا خلق اے میرے خالق
کہا سُن کے افسانۂ قیس و لیلےٰ	عبث کرتے ہو حال مین ذکر سابق
گیا وہ زمانہ وہ لوگ اُٹھ گئے سب	نہ معشوق ویسے رہے اب نہ عاشق
عبث فوق دیتا ہے تو خود کو نادان	کیا ایک کو ایک پر اُسنے فائق

ان اشعار مین شعر اول کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قاف حرف روی ہی پس دوسرے شعر مین خلق کے لفظ سے خالق اور چوتھے شعر مین معشوق سے عاشق اور پانچوین مین فوق سے فائق خود بخود معلوم ہو گیا پس خلق اور معشوق اور فوق ارصاد ہین۔

واسطی

جو بعد مرگ پھر اوے یار سے قاصد	تو دوستون نے مرے رکھدیا مزار مین خط
مجھے یہ ڈر ہے کہ قاصد بکمال مضطر ہی	کہین کمر سے نہ گر جائے اضطرار مین خط

دوسرے شعر کے پہلے مصرع مین مضطر کا لفظ ارصاد ہے۔

مومن

نہین مروت ہے آنکھ وہ دکھا دیکھین	زہر چشم دکھلائین پھر ذرا مزا دیکھین
کچھ نظر نہین آتا آنکھ لگتے ہی ناصح	گر نہین یقین حضرت آپ بھی لگا دیکھین

تیسرے مصرع مین لگتے کا لفظ ارصاد ہے۔

ولہ

نہ تن ہی کے ترے بسمل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین	ہی پاش پاش جگر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین
درازدستی یہ کس بے ادبنے کی دم قتل	تمام دامن قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین
کہے نہ ملنے کی اُس سنگ دل کے گر قاصد	تو سنگ و سر ابھی یہان مل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

دوسرے شعر مین قتل کا لفظ اور تیسرے شعر مین نہ ملنے کا لفظ ارصاد ہی۔

(۲) یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ نظم کے ایک مصرع سے دوسرے مصرع کی طرف ذہن منتقل ہو جائے جیسے۔

ذوق

لاشے کو دفن کیجے میرے کہ پھینک دیجے	مردہ بدست زندہ جو چاہے سو کیجے

پہلے مصرع کے سُننے سے دوسرے مصرع کے مضمون پر خود بخود ذہن منتقل ہو جاتا ہے

ایضاً

پلائے آشکارا کس کی ہمکو ساقیا چوری	خدا کی جب نہین چوری تو پھر بندے کی کیا چوری

امیر احمد مینائی

کل کوچ ہے کچھ لیتے ہوے بن پڑے گی	لینا ہے مسافر کو تو لے زاد سفر آج

صنعت تاکید المدح بما یشبہ الذم یعنی تعریف کی تاکید ایسے لفظون کے ساتھ کرنا کہ وہ ہجو سے مشابہت رکھتے ہون یعنی وہ لفظ ظاہر مین تو ہجو پر دلالت کرتے ہون لیکن فی الحقیقت مدح پر تاکید کرتے ہون اور اسکی (۲) دو قسمین ہین۔

(۱) یہ کہ کسی چیز مین سے تمام بُری باتون کی نفی کیجائے جس سے اُسکی مدح ہو پھر ادات استثنا کے ذریعہ سے ایک اچھی بات کا جو مدح پر دلالت کرتی ہو اُن بُری باتون مین سے استثنا کیا جاوے اس طرح کہ اس اچھی بات کو اُن بُری باتون مین داخل مان لیا جائے مثال اسکی یہ شعر مثنوی پدماوت مصنفہ عبرت کا ہے ؎

نہین کوئی عمل مین اُسکے قزاق	بغیر از غمزۂ چشم ستمناک ؎

شاعر نے مصرع اول مین بیان کیا کہ ممدوح کے عہد مین ایک بھی قزاق نہین پس تمام قزاقون کی نفی کرنا مدح ہی پھر غمزۂ چشم تمناک کو ان قزاقون مین داخل ٹھہرا کے اسکا استثنا کیا ہی حالانکہ چشم ستمناک کا غمزہ کسی کے عہد مین موجود ہونا برائی نہین بلکہ مدح مین داخل ہی اسلیے کہ معشوقون اور خوبرویون کا موجود ہونا امنیت اور آسائش اور حسن خیزی پر دال ہی اور یہ طریقہ تاکید المدح کا نہایت عمدہ ہی اور اسکی عمدگی کی (۲) دو وجہین ہین ایک یہ کہ اس طرح مدح کا ثابت کرنا ایسا ہی جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اسلیے کہ شاعر نے اپنے مطلوب کے نقیض کو اور وہ ممدوح کے عمل مین قزاق کا موجود ہونا ہے ایک محال شے سے معلق کیا ہی اور وہ محال یہ ہی کہ غمزۂ چشم ستمناک قزاق ہی اور جو چیز محال پر معلق ہوتی ہی وہ محال ہوتی ہی پس قزاق کا نہ موجود ہونا ممدوح کے عمل مین محقق ہی کیونکہ غمزۂ چشم ستمناک کا جب قزاق ہونا محال ہوگا تو ممدوح کے عہد مین قزاق کا موجود ہونا بھی محال ہوگا۔ یاد رکھو کہ تعلیق بالمحال اُسی صورت مین بن سکتی ہی کہ غمزۂ چشم ستماک کو قزاقون مین داخل ٹھہرا لیا جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مطلق استثنا مین اصل اتصال ہی یعنی مستثنیٰ منہ اس طرح کا ہو کہ مستثنیٰ اُس مین داخل ہو اور اسکی لزوم مین بے لیکن ہو اور اگر ایسا نہو تو وہ استثنائے منقطع ہے اور اسکو مجازاً استثنا سمجھتے ہین اور مجاز اصل کے خلاف ہی اور شاعر کے اداۃ استثنا کو مستثنے سے پہلے ذکر کرنے سے یہ بات خیال کی گئی تھی کہ شاید اُن قزاقون

مین سے جنکی اس سے قبل نفی کی گئی ہے کوئی قزاق خارج کرکے ممدوح کے عمل مین قزاق کا ہونا ثابت کرے گا تاکہ ممدوح کی مذمت ثابت ہو جائے اور یہ خیال اسلیے پیدا ہوا تھا کہ جب تمام قزاقون کی نفی کرکے حرف استثنا کو ذکر کیا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ استثنا متصل ہی اور اب مستثنےٰ منہ کے افراد مین سے کوئی فرد مستثنےٰ کرکے ممدوح کے عمل مین اسکا موجود ہونا ثابت کیا جائے گا مگر جبکہ شاعر نے حرف استثنا کے بعد کسی ایسی چیز کا ذکر نہین کیا جو واقع مین مستثنےٰ منہ کی فرد ہوتی بلکہ بجائے اُسکے ایک مدح کی بات کو ذکر کیا تو سامع کو معلوم ہو گیا کہ یہان استثنا متصل نہین منقطع ہی اور بارادۂ استثنا کے بعد شاعر کا اُس چیز کو اختیار کرنا جو باعث مدح ہی شاعر کی جانب سے اس بات کی طرف اطلاع ہی کہ مین نے ممدوح کے عہد مین کسی قزاق کا وجود نہ پایا جسکا مین اُن قزاقون مین سے استثنا کرتا جن کا اُسکے عمل مین نہونا بیان کیا ہی اسلیے مین نے مجبور ہو کر کلام کے پورا کرنے کو صفات مدحیہ کیساتھ استثنا کیا اور ایک خوبی کی بات کو مستثنےٰ قرار دیا اور استثنا کو اُس کی اصل سے پھیر کر استثناے منقطع کے ساتھ بدل دیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصل مدح تو یہ ہی کہ شاعر نے ممدوح کے عہد مین تمام قزاقون کے وجود کی نفی کی ہی اس حیثیت سے کہ کہا ہی مصرع ؎

نہین کوئی عمل مین اُس کے قزاق

اور اس مدح کی تاکید اسطرح استثنا کرنے سے ہو گئی۔ اسی قبیل سے ہی یہ بیت دبیر کی ؎

بے مہری افلاک سے گو خاک بسر ہون ہان عیب بڑا یہ ہی کہ مین اہل ہنر ہون

گویا شاعر نے تمام عیبون کی اپنی ذات سے نفی کی ہی پھر ایک اچھی صفت کو اُن بُری صفتون مین داخل ٹھہرا کر اُن سے استثنا کیا ہی۔ ہنرمندی کا عیب سے ہونا محال ہی پس ہنرمندی کو عیب بنا کر اپنی ذات مین عیب ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہی اسلیے کہ اُسکے اس قول کے ؎

ہان عیب بڑا یہ ہے کہ مین اہل ہنر ہون

یہ معنی ہین کہ مجھ مین مطلقاً کوئی عیب نہین مگر ہان بڑا عیب مجھ مین یہ ہی کہ مین صاحب ہنر ہون اگر ہنر عیوب مین داخل ہو لیکن ہنر کا عیوب مین داخل ہونا محال ہی تو اس صورت مین عیب کا ثبوت بھی میری ذات مین محال ہوگا اور اسطرح مدح کا ثابت کرنا ایسا ہی جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اور یہ اُسکی خوبی کی ایک وجہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہی کہ اس طرح مدح کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاعر بے عیبی مین اتنا کامل ہی کہ کوئی فرد عیب کی ایسی نہین نکلی کہ اُسکے ذریعہ سے استثنا کیا جاتا اس لیے کلام کے تمام کرنے کے واسطے مجبور ہو کر ایک تعریفی بات کو مستثنےٰ بنا لیا۔ اگرچہ مستثنےٰ منہ اور ارادۂ استثنا کو

ذکر نہین کیا لیکن سوق کلام سے شامل پر ظاہر ہے یہ مضمون ماخوذ ہی میر کے اس شعر سے۔

سب چاہتے ہین رشتہ وا یون تو پرای میر	شاید یہی اک عیب ہے طالع کہ بہتر ہے

(۲) دوسری قسم تاکید المدح بمایشبہ الذم کی یہ ہی کہ ایک صفت بیان کی جائے پھر حرف استثنا مذکور کرین جس سے یکایک یہ معلوم ہو کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون جملۂ اول کے لکھے گا لیکن جو جملہ استثنا کے بعد لائے وہ مدح کا متضمن ہو جیسے۔

انیس

زوج اُسکا ہے اقلیم امامت کا شہنشاہ	پر دولت دُنیا سے ہی ان دونون کو اکراہ

پر استثنا کا حرف ہی وجہ تاکید مدح کی اس مثال مین یہ ہی کہ اول اُسکے زوج کو اقلیم امامت کا شہنشاہ بتایا اور ظاہر ہی کہ یہ صفت مدح کی ہی اور جب حرف استثنا لایا تو اس سے شبہہ جاتا تھا کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون اول کے مذکور ہوگا لیکن جبکہ اُسکے بعد یہ ذکر کیا کہ دنیا کی دولت سے اکراہ ہی تو مدح کو تاکید حاصل ہو گئی اور یہ صورت مدح بمایشبہ الذم اسلیے کہلاتی ہی کہ اصل حرف استثنا مین یہ ہی کہ اُسکا مابعد ماقبل سے مخالفت رکھتا ہو اور یہ بات یہان ہی نہین بلکہ یہان مابعد ماقبل کے موافق ہی پس یہ طریقہ ایسی مدح ہوگا جو مذمت کی صورت رکھتا ہی اس قسم مین بھی استثنا منقطع ہوتا ہی مگر فرق اتنا ہی کہ پہلی قسم مین اُسکو متصل ٹھہرا لیتے ہین اور یہان اپنے حال پر باقی رہتا ہے اسلیے کہ یہان کوئی ایسی بُری عام صفت نہین ہوتی کہ جس کی نفی کر کے اس مین ایک اچھی صفت داخل ٹھہرا سکتے اور جبکہ ایسا نہین تو یہان تعلیق بالمحال بھی پیدا نہین ہو سکتی کیونکہ اُسکے لیے مستثنیٰ منہ کا عام ہونا چاہیے جس مین مستثنیٰ کو داخل ٹھہرا سکین پس یہ قسم اُس دعوے کی طرح نہین سمجھی جاسکتی جسکے ساتھ گواہ موجود ہون اسی وجہ سے پہلی قسم کو افضل سمجھتے ہین اسی قبیل سے ہی۔

مثنوی سعدین

نظم مین خوبیون کی ہے تقریر	مثنوی ہے مگر پری تصویر

حالی

تم ہر اک حال مین ہو یون تو عزیز	تھے وطن مین مگر کچھ اور ہی چیز

فائدہ تاکید المدح بمایشبہ الذم کے باب مین افادۂ مرادین استدراک بھی استثنا کی طرح سمجھا جاتا ہی کیونکہ دونون کی حالت قریب قریب ایک سی ہی کیونکہ دونون اُس چیز کے نکالنے کے لیے ہین جو اپنے ماقبل مین حقیقۃً داخل سمجھی جاتی ہی یا وہم ہوتا مثلاً کسی شخص نے ایک صفت بیان کی

پھر حرف استدراک کے بعد ایک دوسری صفت ذکر کی تو اُس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ متکلم نے صفت اول کے خلاف کوئی ایسا حال نہ پایا کہ اُسکا استدراک صفت اول پر کرتا اسلیے کلام کے تمام کرنے کے لیے دوسری صفت کے ساتھ استدراک کرنے پر مجبور ہوا۔ یاد رکھو کہ مگر استثنائے منقطع مین لیکن کے معنی مین ہوتا ہی اور بعض کے نزدیک لیکن فقط استدراک کے واسطے آتا ہی اور مگر استثنا کے واسطے اور حق یہ ہی کہ لیکن اور مگر مین نازک سا فرق ہی۔

فائدہ دیگر فصحاے فارسی و اُردو نے اس قسم پر ایک دوسرا لطف بڑھایا ہی اور وہ یہ ہے کہ دوسری صفت جو اداۃ استثنا یا استدراک کے بعد مذکور ہوتی ہی وہ ایسی ہوتی ہے کہ جو مدح مین صفت اول سے کامل تر ہوتی ہے جیسے۔

ناسخ

رفتار مین اور رنگ سلیمان ہے یہ گھوڑا	پر صورت و سیرت مین تو انسان ہی گھوڑا

پر استثنا کا حرف ہی اول گھوڑے کو رفتار مین تخت سلیمان بتایا اور ظاہر ہی کہ اورنگ سلیمان کی رفتار نہایت تیز تھی پھر اداۃ استثنا کے بعد ایک ایسی صفت بیان کی جو صفت اول سے بھی کامل تر ہے اور وہ گھوڑے کا صورت و سیرت مین انسان قرار دینا ہی اور ظاہر ہی کہ تخت سلیمان پر انسان کو بدرجہا افضلیت حاصل ہے۔

ممنون

تفاوت قامت یار اور قیامت مین ہی کیا ممنون	وہی فتنہ ہی لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے

لیکن حرف استدراک ہی پہلے کہا وہی فتنہ ہی اور بعد اسکے کہا لیکن اس سے وہم ہوا کہ اب شاید کچھ اُس سے کم کہنا منظور ہے جب بعد اُسکے کہا کہ یہان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے بھی زیادہ ہے۔

تسلیم

عام انعام پر نوازش ہے
پر نوازش کو اُسپہ نازش ہے

فائدہ دیگر شعراے فارسی و اُردو نے اس قسم مین ایک اور لطف پیدا کیا ہی اور وہ یہ ہی کہ دوسری صفت اسطرح کی لاتے ہین کہ بادی النظر مین ہجو معلوم ہوتی ہی لیکن ادنے تامل سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی تعریف ہے مثال اسکی۔

شباب

عدل سے اُسکے زمانے مین ہی گو معموری	اپنے اعداکو مگر رکھتا ہی برباد مدام		

کسی کو مدام برباد رکھنا ہجو معلوم ہوتی ہی لیکن جب غور کیا تو عین مدح نکلی کس لیے کہ اپنے اعدا کو برباد رکھنا نہایت کامیابی پر دلیل ہے ۔

سودا

انصاف یہ اب عہد مین اُسکے ہی کہ فریاد	لایا نہ لبون تک کوئی غیر از جرس و زنگ

ولہ

میخانۂ جہان مین کرم سے ترے نہین	کوئی شکستہ حال بجُز توبہ و خمار

صنعت تاکید الذم بما یشبہ المدح یہ ضد ہی تاکید المدح بما یشبہ الذم کی یعنی ہجو کی تاکید ایسے لفظون کے ساتھ کرنی کہ وہ مدح سے مشابہت رکھتے ہون اور جب غور کرین تو ہجو و مذمت کی تاکید ہوتی ہو اور اسکی بھی کئی صورتین ہین ۔

(۱) کسی شے کی اچھائی کی نفی کی جائے جس سے ہجو ثابت ہو پھر اور ایک بُری بات کو اُس اچھی بات مین داخل ٹھہرا کر بذریعۂ کلمۂ استثنا کے اُس مین سے مستثنےٰ کرین کلمۂ استثنا کو سُننے سے سامع کو یہ معلوم ہو کہ اب تعریف مقصود ہے لیکن بعد کو کوئی بُرائی کی بات معلوم ہونے سے وہ استثنا عین ہجو ہو جائے مثال اسکی ۔

میر تقی

کہے ہر اک کو دینے سو سو بار	پر نہ دے جز فریب تا دہ سال

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہی شاعر نے اول اُس شخص سے جسکا ذکر اوپر کے شعرون مین ہی تمام اُن چیزون کے دینے کی نفی کی جن کے دینے کے لیے ہر اک کو سو سو بار کہتا ہی پھر اُن چیزون مین سے فریب کے دینے کو مستثنےٰ کر لیا جب حرف استثنا کو ذکر کیا تو متوہم ہوا کہ شاید اسکے ذریعہ سے اُن چیزون مین سے جن کے دینے کی نفی کی ہے کسی چیز کا دینا ثابت کرے گا اور جب فریب کا ذکر کیا تو فی نفسہ مذمت نکلی فریب کا اُن چیزون مین سے ہونا محال ہے جنکے دینے کا وہ ہر ایک کو سو سو بار وعدہ کرتا تھا پس فریب کو اُن چیزون مین سے بتا کر اُسکے دینے کو ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہے اسلیے کہ شاعر کے اس قول کے مصرع

یہ معنی ہین کہ وہ جن چیزون کے دینے کے لیے سو سو بار کہتا ہی اُن مین سے مطلقاً کوئی چیز نہین دیتا
مگر فریب دیتا ہی اگر فریب اُن چیزون مین داخل ہو لیکن فریب کا اُن چیزون مین داخل ہونا محال ہی
تو اس صورت مین اُن چیزون مین سے دینے کا ثبوت کسی شی کی نسبت بھی محال ہی جنکے دینے کے لیے وہ کہتا ہی اور اسطرح
مذمت کا ثابت کرنا ایسا ہی جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اور اس مثال کی تاکید کا
فائدہ بخشنے کی یہ ایک وجہ ہی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ استثنا مین اصل یہ ہی کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ مین
داخل ہو اسی کو استثناے متصل کہتے ہین بخلاف استثناے منقطع کے کہ وہ اصل نہین
پس جبکہ شاعر نے اداۃ استثنا کو ذکر کرکے استثنا کرنا چاہا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ اب ایسی چیز
کا ماقبل سے استثنا کرے گا جس سے اُس شخص کی نسبت اُن چیزون مین سے کسی چیز کا دینا ثابت
ہوگا جنکے دینے کے لیے سو سو بار کہتا ہی پھر جبکہ فریب ناداں سال کہا تو اس سے مذمت کی تاکید
ہوگئی سُننے والے کو جو استثنا متصل کی اُمید تھی اُسے چھوڑکر شاعر نے استثناے منقطع کا طور اختیار
کیا تاکہ سُننے والا سمجھ جائے کہ اُس شخص نے جن چیزون کے دینے کے لیے سو سو بار کہا تھا اُن مین سے
ایک چیز بھی نہین دیتا اگر اُن مین سے ایک چیز بھی دیتا تو شاعر اُس کا استثنا کرکے اپنے کلام
کو استثناے متصل بناتا ناچار کلام تمام کرنے کی غرض سے اُن چیزون مین سے
فریب کا استثنا کر لیا گیا اور اگر ایسا نہ کرتا تو کلام غیر مفید رہتا کیونکہ جب شاعر نے یہ کہا پر ندے جز تو اُس
سے کوئی فائدہ حاصل نہوگا اسی کے قریب ہی نوازش کی یہ بیت ؎

کسے تیغ جفاے چرخ سے اُمید ہنسنے کی	جو ہووے بھی تو ہان شاید دہانِ زخم خندان ہو

اول چرخ سے ہنسانے کی نفی کی اور اس امر کا بیان کیا کہ اُسکی جفا سے کسی کو امید ہنسنے کی نہین اور
پھر دہان زخم کے ہنسنے کا اُس سے استثنا کیا چرخ کی جفا سے کسی کو ہنسنے کی اُمید نہونا کھُلی ہوئی مذمت
ہے پھر کہا ہان جو ہووے بھی تو سامع کو اس سے توہم ہوا کہ اب کسی اچھی بات کا پہلی بات سے
استثنا کیا جائے گا اُسکے بعد شاعر نے بیان کیا ہان شاید دہان زخم خندان ہو اور یہ مذمت ہے اسلیے
دہان زخم کا ہنسنا یعنی اُس کا شگافتہ ہونا اور جراحت کا بڑھنا نہایت موجب تکلیف ہے پس اس
قول سے بھی آزار دہی اور جفا کاری چرخ کی ثابت ہوئی اول چرخ کی جفا کاری بیان کی اور یہ مذمت
ہے اور جب دہان زخم کے شگافتہ ہونے کو مستثنیٰ کیا تو یہ جفا کاری کی تاکید ہوگئی کیونکہ اس
صورت مین مذمت اوپر مذمت کے ثابت ہوتی ہے اور بیان بھی تاکید کا فائدہ دو طور پر اسیطرح
حاصل ہوتا ہے جس طرح میر کے شعر مین بیان ہوا کہ ایک وجہ تعلیق بالمحال ہی اور دوسری وجہ

استثنائے منقطع کا طور اختیار کرنا اور اگرچہ اداۂ استثنا کو شاعر نے ذکر نہین کیا ہی لیکن سیاق کلام سے متامل پر ظاہر ہے۔

(۲) دوسری صورت تاکید الذم بمایشبہ المدح کی یہ ہی کہ اول کسی شے کی مذمت کیجائے پھر استثنا کا کوئی حرف مذکور ہو اُسکے بعد اور برائی کا ذکر کرین اور بظاہر حرف استثنا کے مذکور ہونے سے یہ شبہہ جاتا ہو کہ آگے کوئی تعریف بیان کیجائے گی لیکن وہ جملہ بھی ہجو ہی کا متضمن ہو مثال اسکی مصرع چہارم اس بند کا۔

میر

در پہ عمدون کے روز و شب شر و شور — صرف یک سر فریب و رشوت خور
بے لیے دیکھین نہ کسی کی اور — مُردہ شو پر وہ سب کفن کے چور

رحمۃ اللہ بر اولین نباش

مُردہ شو ہجو ہی اُسکے بعد پر حرف استثنا کے مذکور ہونے سے یہ شبہہ گیا کہ اُسکے بعد کوئی جملہ متضمن تعریف کا ہو گا مگر دیکھا تو وہ بھی ہجو ہی اور یہ استثنائے منقطع ہی اور چونکہ اُسکو متصل نہین ٹھہرایا ہی اسلیے یہان تاکید ایسی نہین جیسے دعوے شے کا گواہی کے ساتھ ہوتا ہی کیونکہ یہ تعلیق بالمحال پر مبنی ہی اور تعلیق بالمحال استثنائے متصل پر مبنی ہی پس اس مین تاکید مذمت کی صرف ایک وجہ سے ہی اور اُسکی تقریر یہ ہے کہ جب مستثنےٰ منہ یعنی مُردہ شو کے بعد حرف استثنا کو ذکر کیا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ اب کوئی دوسری مذمت کی بات بیان کر کے اُسکی نفی مستثنےٰ منہ سے کرے گا کیونکہ اثبات سے استثنا نفی ہوتا ہی پس جبکہ یہ بیان کیا کہ وہ سب کفن کے چور ہین تو اس سے معلوم ہوا کہ شاعر عمدون مین ایک اور عیب کہ وہ کفن کا چُرانا ہے ثابت کرنا چاہتا ہی اور اس سے اُنکی مذمت کو تاکید حاصل ہو گئی اور اس اسلوب کلام سے سامع کی سمجھ مین یہ بھی آگیا کہ شاعر کے لیے ممکن نہ تھا کہ عمدون مین سے کسی مذمت کی بات کی نفی کر سکے اسلیے اُسنے کلام کے تمام کرنے کے لیے مجبوراً مذمت سے مذمت کی طرف استثنا کیا اور استثنائے متصل کو منقطع کی طرف پھیر دیا۔

(۳) تیسری صورت تاکید الذم بمایشبہ المدح کی اور ہی جو شعرائے فارسی و اردو نے اس صنعت مین تصرف کر کے نکالی ہی اور وہ یہ ہی کہ اول ایک شے کی تعریف و خوبی بیان کرین پھر دوسری تعریف اسکے ساتھ ایسی شامل کرین جس سے وہ مضمون بالکل ہجو و مذمت ہو جائے جیسے میر کے مخمس کے اس

ایک مُدت تھی آج کل پر بات		ابتو ہے صبح اب ہوئی ہے رات	
ہے بہت شیخ کی غنیمت ذات		جمع آدم میں اتنے کب ہون صفات	

مفتری و دروغی و محتال

مصرع سوم و چہارم سے صفت ثابت ہوئی مصرع پنجم میں جو صفات بیان ہوئیں ایسے بالکل ہجو ہو گئی۔

حالی

مجھ سے جو کام چاہیے لیجیے		جُھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور	
حسد و بغض و غیبت و بُہتان		بُخل و حرص و ہوا و فسق و فجور	

اول جو یہ کہا کہ مجھسے جو کام چاہیے لیجیے تو اس سے تعریف پیدا ہوئی کیونکہ یہ امر ہمہ دانی اور ہر فن مولا ہونے پر دلالت کرتا ہی مگر دوسرے اور تیسرے اور چوتھے مصرعون کے مضمون سے وہ تعریف مذمت سے بدل گئی۔

جُراَت

کب وہ صیاد اسیرون کی خبر لیتا ہے		اور جو لیتا ہی تو مقراض سے پر لیتا ہے	

اسیرون کی خبر لینا صفت مدح کی ہی جب پھر بیان کیا مقراض سے پر کترتا ہی تو وہ مدح بعینہ ہجو ہو گئی۔

مہر

اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہین		کسی کو ذبح کرتے ہین کسی کے پر کترتے ہین	

میر

پھر آج میر مسجد جامع کے تھے امام		داغ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا	

مسجد جامع کا امام ہونا ایک امر عظیم ہی دوسرے مصرع کے ذکر کرنے سے وہ تعظیم مبدل بہ تحقیر ہو گئی۔

فائدہ یہ پچھلی صورت ہر چند لوگون نے تاکید الذم بما یشبہ المدح کی اقسام مین داخل کی ہے لیکن غور کیا جاتا ہے تو یہ شکل الذم بما یشبہ المدح ہی نہ تاکید الذم بما یشبہ المدح۔

صنعت الحاق الجزی بالکلی شرح بدیعیہ ابن حجراور انوار الربیع فی انواع البدیع تصنیف سید علیخان مین مذکور ہی کہ اطلاق کل کا جز پر تعظیم کے لیے کرتے ہین جیسا کہ اس آیت مین ان ابراہیم کان اُمۃ اسکے معنی مفسرین نے یہ بیان کیے ہین کہ ابراہیم بوجہ اس بات کے جمیع صفات خیر ان مین جمع تھین تنہا اُمت تھے متنبی کہتا ہے۔

[illegible]		[illegible]	

یعنی اے ممدوح تو تنہا خلائق ہے اسلیے کہ اوصاف کثیرہ تجھ مین جمع ہین اسی قبیل سے ہے نواب اور میران کا اطلاق ایک شخص پر یا کسی کو بندگان حضور کہنا اسی طرح اولاد حسن اولاد علی نظام الدین دلیا بابا حسن ابدال کعب احبار عبید اللہ احرار۔

دبیر

ارباب سخن پر جو سخن ور ہے ہمارا	القاب سخن سنج سخن ور ہے ہمارا

پہلے مصرع مین ور غالب کے معنی مین ہے اور القاب کا اطلاق ایک لقب کی جگہ کیا گیا ہی۔

میر

سُنیو یارو بلا سرائے کا حال	ایک یکجا ہے وہ عجائب مال

بلا سرائے کو مجموعۂ عجائب ہونے کی وجہ سے عجائب کہا۔

غلام سرور تخلص بہ سرور

صدق دل سے جو پکڑے تیرے قدم	ایک ہی دم مین اولیا بن جائے

یعنے ایک شخص مین تمام ولیون کی خوبیان اور کمالات جمع ہونیکی وجہ سے اولیا ہو جائے۔

فگار

کہا پھر ایک نے اُسدم یکایک	عجب آدم ہے یہ شکل ملائک

صنعت تجرید یہ صنعت اس طرح ہی کہ ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے اُسی طرح کی ذی صفت حاصل کرین اور غرض اس سے مبالغہ ہوتا ہی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ پہلی شے اُس صفت مین ایسی کامل ہے کہ اُس سے ایک اور شے اُسی طرح کی حاصل ہو سکتی ہی اور یہ صنعت کئی طرح مستعمل ہوتی ہے۔

(۱) جس چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرین اُسکے ساتھ حرف سے کہ اُردو مین از کا ترجمہ ہے ذکر کرین جیسے۔

صہبائی

آتش غم ایسی کچھ بھڑکی کہ دل مین ہو گیا	داغ دل سے آفتاب روزِ محشر آشکار

اس جگہ دل کے داغ کی سوزش مین مبالغہ منظور ہے یعنی داغ دل کا سوزش مین اس مرتبے کو پہونچا ہی کہ اُس سے آفتاب حاصل ہو گیا ہے۔

غلام محی الدین

چہرۂ انور سے تیرے ماہ کامل آشکار	اور گیسوے معنبر سے شب یلدا عیان

چہرے کو نورانیت مین کامل مانا ہی اور اس سے ماہ کامل حاصل ہوسکتا ہی ایسا ہی گیسو معنبر سے
شبِ یلدا کو حاصل کیا ہے۔

داغ

گو فرق صبح و شام ہے ظلمت کو نور سے ہوجائے رات دود دلِ ناصبور سے	دونون کا ہی ظہور ہمارے ظہور سے دکھلائین روزِ حشر کو بین السطور سے

اپنے سیاہ نامے کی طولانیون مین ہم

پہلے شعر کا مفاد یہ ہی کہ اپنے آپ کو نور و ظلمت مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اپنے سے نور و ظلمت کو حاصل کیا ہی اور تیسرے مصرع کا مفاد یہ ہی کہ اپنے دل ناصبور کے دود کو تاریکی مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے رات کو حاصل کیا ہی اور چوتھے مصرع کا حاصل یہ ہی کہ سیاہ نامہ ایسی طوالت کو پہونچا ہی کہ اُسکے بین السطور سے روزِ حشر حاصل ہوتا ہے۔

رمضان علی

اشک جاری رات دن ہی چشم گریان سے مری	اسقدر رویا کہ اشکون سے گہر پیدا ہوا

اس جگہ اشکون سے گہر کو حاصل کیا ہی اور اس سے اشکون کی حالت مین مبالغہ منظور ہے۔

وزیر

اسکی شمع رُخ سے ہی روشن چراغ آفتاب	ان دنون کچھ آسمان پر ہی دماغ آفتاب

معشوق کے رُخ کو نورانیت اور حُسن مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے آفتاب تحصیل روشنی کرتا ہے۔

دوست

روش گریہ مری چشم سے سیلاب نے لی	بیقراری دل بیتاب سے سیماب نے لی

نصرت

خورشید نے ضیا رُخِ انور سے پائی ہے رنگت عقیق نے لبِ احمر سے پائی ہے	بو مشک نے یہ زلف معنبر سے پائی ہے موتی نے آب دانتون کے گوہر سے پائی ہے

یہ قسم ظاہر مین تشبیہ معلوم ہوتی ہی لیکن جو معنی مشابہت کے بطریق تجرید کے مستفاد ہون انھین اصطلاح مین تشبیہ نہین کہتے۔

(۲) جس شے سے کوئی اور شے حاصل کرین اُس شے کو حاصل شدہ شے کا ظرف مقرر کرین جیسے اِس شعر مین۔

حسرت

پیارے عاشقون کو توگھر مین بُلاکہ اُس طرح	گر کہے کوئی بہشت مین کیونکہ یہ لوگ جائینگے

مُراد یہ ہے کہ مخاطب یعنی معشوق کا مکان خود بہشت ہی لیکن معشوق کے گھر سے بہشت کو حاصل کیا ہے گویا بہشت اُس مین تیار و مُہیّا ہے۔

نظیر اکبرآبادی

آتی ہے جس مین گلشن فردوس کی ہوا	جو صحن باغ کا ہی وہ ایسا ہے دلکشا

آزردہ

وہ دیکھ لے مری چشم پُرآب مین دریا	نہ دیکھا ہو جو کسی نے حباب مین دریا

مُراد یہ ہی کہ چشم پُرآب خود دریا ہے لیکن چشم پُرآب سے دریا کو حاصل کیا ہی گویا وہ اُس مین آمادہ رہتا ہے۔

مومن

اک مشت خاک اور یہ کین ای فلک دریغ	سوز غضب سے ہے کرۂ نار سینے مین

اس جگہ سینے کی سوزش مین مبالغہ منظور ہی یعنی سینہ سوزش مین اس مرتبے کو پہونچا ہی کہ اس سے کرۂ نار حاصل ہوگیا ہے۔

ناسخ

ہے مگر خانۂ خمار ترے کُوچے مین	روز یان سیکڑون بیہوش پڑے رہتے ہین

باعتبار بیہوش کردینے کے معشوق کے کوچے کا مبالغہ مقصود ہی یعنی معشوق کا کوچہ بیہوش کردینے مین ایسا کامل ہی کہ گویا خانۂ خمار اُس مین آمادہ و موجود ہے۔

محمد اشرف اشرف

کہ مرے سینے مین ہووے نہ سمندر پیدا	آتش دل سے ہوا ہی یہ مجھے ڈر پیدا

آتش دل کی وجہ سے سینے کی سوزش مین مبالغہ منظور ہی یعنے آتش دل سینے مین ایسی جڑ پکڑ گئی ہے کہ اُس مین سمندر کے پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہی سمندر ایک جانور ہی کہ جسکی نسبت مشہور ہی کہ ایسی آگ مین جو عرصۂ دراز سے روشن ہو پیدا ہوجاتا ہی اور آگ مین رہتا ہے۔

(۳۲) حرف نے کے ساتھ جو علامت فاعلیت ہے ایک شے سے دوسری شے اسی صفت کی حاصل کرتے ہین۔ جیسے

ظفر

تیرے دندان نے کیے گوہر غلطان پیدا	لب رنگین سے ہوے لعل بدخشان پیدا

اس جگہ دانتون کی صفائی اور آبداری مین مبالغہ منظور ہی یعنی دانت صفائی اور چمک مین اس درجہ کو پہونچے ہین کہ اُن سے گوہر غلطان حاصل ہوگئے ہین اور دوسرا مصرع پہلی قسم کی مثال مین ہے۔

(۴) ایک شے ذی صفت سے دوسری شے ذی صفت حرف کو کے ساتھ جو مفعولیت کی علامت ہے حاصل کرین جیسے یہ شعر دبیر کا ہے

فردوس مین پہونچے جو نجف مین پہونچے	جنت کو دیکھا جو کربلا کو دیکھا

مُراد یہ ہی کہ کربلا خود جنت ہی لیکن کربلا سے جنت کو حاصل کیا ہی گویا جنت اُس مین تیار و مہیّا ہے اور پہلا مصرع دوسری قسم کی مثال مین ہے۔

(۵) کسی حرف کا واسطہ نہو جیسے۔

امیر مینائی

یاد جو وقت مدینے کی فضا آتی ہے	سانس لیتا ہون تو جنت کی ہوا آتی ہے

فضاے مدینہ کو ایسا کامل قرار دیا ہے کہ اس سے ہواے جنت کو حاصل کیا ہے مطلب یہ ہی کہ فضاے مدینہ ایسی عمدہ ہی کہ جب وہ یاد آتی ہے تو سانس سے ہواے جنت کی کیفیت معلوم ہونے لگتی ہے۔

ولہ

جس مسافر کو مدینے کا دیار آئے نظر	جیتے جی روضۂ جنت کی بہار آئے نظر

ناسخ

وہ شوخ فتنۂ انگیز اپنی خاطر مین سمایا ہے	کہ اک گوشہ ہی صحراے قیامت جسکے دامان کا

معشوق کے دامن سے صحراے قیامت کو حاصل کیا ہے۔

ضوء

جلوۂ طور دکھاتا ہی تمھارا عارض	سچ تو یہ ہی کہ ہے مرآت تجلّے عارض

عارض کو تجلی مین ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طور کا جلوہ حاصل کیا۔

رام پرشاد تجرید

آفتاب حشر بجز تو ہے جبین یار کا	روز رستاخیز ہے سایہ قد دلدار کا

ناسخ

قدرت سے دیکھی جھلک جو عارض پرُ نور کی بام جانان پر نظر آئی تجلی طور کی

معشوق کے عارض کو نورانیت مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے کوہ طور حاصل کیا ہی۔

داغ

عشق کے کوچے نے ہمکو وہ دکھایا ہی بہشت حضرت آدمؑ نے جو دیکھا نہ اپنی یاد مین

مُراد یہ ہے کہ کوچۂ عشق خود بہشت ہے کوچۂ عشق کو ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے بہشت حاصل کی ہے۔

ظفر

نہ ہوتا گر یہ ترا خط سبز و خال سیاہ نشان نہ طوطی کا ہوتا کہین نہ زاغ کا نام

معشوق کے خط کو سبزی مین اور خال کو سیاہی مین ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طوطی اور زاغ کو حاصل کیا ہے۔

ولہ

کوچۂ یار مین تو بھرتا ہے جسدم دم سرد ای ظفر آئے ہی اک باد کا جھونکا ٹھنڈا

عاشق نے اپنے دم سرد کو تاثیر سردی مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے ہوائے سرد کو حاصل کیا ہی

ولہ

جلا جی نہ دل مُفت لیکر کسی کا کہا بھی تو مان اے ستمگر کسی کا

یعنی غرض یہ ہے کہ میرا جی نہ جلا حاصل یہ ہی کہ اپنے آپ کو ناحق جی جلنے کی صفت مین ایسا کامل قرار دیا کہ اپنے سے اور شخص حاصل کیا اور یہان واسطہ کسی حرف کا نہین نہ حرف سے کا نہ مین کا نہ سے کا نہ کو کا اسی طرح دوسرے مصرع مین لفظ کسی کا حال ہی کہ یہان بھی اپنی ذات کو معشوق کا ملتفت الیہ نہونے کی صفت مین ایسا کامل قرار دیا کہ اپنے سے اور شخص حاصل کیا اور یہان بھی کسی حرف کا واسطہ نہین اگر کہا جائے کہ یہ مثال التفات کے قبیل سے ہی یعنی تکلم سے غیبت کی طرف رجوع کیا ہے پس اس صورت مین تجرید نہو سکے گی کیونکہ التفات مین پہلے طریق کے ساتھ جس معنی کی تعبیر کی جاتی ہی وہ وہی ہوتے ہین جن کی تعبیر دوسرے طور پر کی جاتی ہی اور تجرید مین جو لفظ اُس شے پر دلالت کرتا ہے جس سے کوئی شے حاصل کیجاتی ہی اُسکے معنی وہ نہین اعتبار کیے جاتے جو معنی اس لفظ کے اعتبار کیے جاتے ہین جو اُس شے پر دلالت کرتا ہی جو حاصل کیجاتی ہی کیونکہ مقصود یہ دکھانا ہوتا ہی

جو شے حاصل کی گئی ہے وہ اور ہے اور جس شے سے حاصل ہی وہ اور ہے تو ہم جواب دین گے کہ التفات تجرید کے منافی نہین ہے کیونکہ التفات مین ایک ہونے سے مراد ہی کہ نفس الامر مین ایک ہون نہ یہ کہ نفس الامر اور اعتبار دونون مین ایک ہون اور تجرید مین علٰحدہ علٰحدہ ہونا اعتباری طور پر ہی نہ نفس الامر اور اعتبار دونون مین تا کہ التفات کے منافی ہو حاصل کلام یہ ہے کہ تجرید مین دونون کا علٰحدہ علٰحدہ ہونا ادعائی طور پر ہوتا ہے اور التفات مین دونون واقعی طور پر ایک ہوتے ہین اور جبکہ یہ بات ہے تو تجرید کا التفات کو جامع ہونا نامناسب نہین ۔

(۶) کوئی شے بطریق کنائے کے حاصل ہو جیسے اس شعر مین ۔

شباب

آئینہ رہتا ہی کیون ہر وقت اُنکے سامنے
وہ بھی کھو بیٹھے ہین دل کیا کوئی صورت دیکھکر

آئینہ دیکھکر کسی صورت پر دل کھو بیٹھنا ظاہر ہی کہ اپنے اوپر دل کھو بیٹھنا ہی کیونکہ آئینے مین اپنی صورت نظر آتی ہی پس معشوق سے ایک اور صورت خوب ایسی حاصل کی کہ وہ اُسپر عاشق ہوا ہی ۔

جرأت

دیکھکر روتے مجھے پوچھے ہی وہ آپ ہی ہنسکر
تو نے دل جسکو دیا ہی وہ ستمگار ہے کیا

ظاہر ہی کہ جس ستمگر کو دل دیا ہی وہ خود سائل ہی مگر سائل نے ستمگاری مین اپنے آپکو ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے ایک معشوق ستمگار حاصل کیا ۔

وحید

ہمچشم تمھارا نہین دُنیا مین کوئی اور
باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ

جو باریک کمر اور تنگ دہن اور بڑی آنکھ معشوق کے ہمچشم ہین یہ سب چیزین اُسی کی ہین مگر معشوق کو باریکی کمر اور تنگی دہن اور کلانی چشم مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے ان صفات کے ساتھ متصف ایک اور ذات حاصل کرکے اُسے معشوق کا ہمچشم قرار دیا ہی ۔

(۷) کوئی اپنے سے آپ باتین کرے مثلاً پہلے کسی ایسی شے کا عزم کرے کہ وہ ممکن الحصول ہو اور پھر اُسکو محال سمجھکر اپنے آپ کو کہے کہ تیری مجال کیا ہی کہ اُسکو حاصل کرے اسی قبیل سے ہی یہ بھی کہ شعرا مقطع مین اپنا تخلص ذکر کرکے اپنی ذات سے خطاب کرتے ہین جیسے اس مقطع مین ۔

غالب

لون وام بخت خفتہ سے اک خواب خوش ولے
غالب یہ خوف ہی کہ کہان سے ادا کرون

انعام اللہ خان یقین

تو نہ تھا حیف یقین ورنہ دوانا ہوتا | آج اس طرح کا دیکھا ہی طرحدار کہ بس

مومن

ترکِ صنم بھی کم نہین سوزِ جحیم سے | مومن غمِ مآل کا آغاز دیکھنا

حسرت

پھنسایا تو نے حسرت دلکو اس چاہِ زنخدان مین | مرا جی خوش ہوا ایسی ہی جا اسکو ڈوبنا تھا

سودا

کب سے ای سودا شراب اس بزم مین پیتے ہین ہم | تو ہی ای کم ظرف کہ پہلے ہی پیالے مین جھوم

صنعت مقابلہ اُس کو کہتے ہین کہ دو یا زیادہ معانی متوافق لائے جائین پھر بعد انکے اُسی قدر معانی ذکر کرین اور یہ تمام معانی پہلے معانی کی ضد ہون اور بیان اُن کا علے الترتیب ہو یعنی اس طرح کہ جو معنے اول بیان کیے جائین اُنکے مقابل کے معنی بھی اول لائے جائین اور جو معنے دوسرے نمبر پر بیان ہون اُنکے مقابل کے معنی بھی دوسرے نمبر پر مذکور ہون اور جو معنی تیسرے نمبر پر ہون اُنکے مقابل کے معنی بھی تیسرے نمبر پر واقع ہون اور متوافق ہونے سے یہ مُراد ہی کہ وہ باہم تقابل نہ رکھتے ہون اور یہ شرط نہین کہ باہم تماثل و تناسب ہون پس پہلے جو دو یا زیادہ معانی ذکر کیے جائین اُن مین سے ایک دوسرے کی ضد نہونا چاہیے اور یہ ضرور نہین کہ باہم تماثل یا تناسب رکھتے ہون بخلاف مراعات النظیر کے کہ اُسمین معانی کا تناسب و تماثل ہونا شرط ہی پس صنعت مقابلہ مین اور مراعات النظیر مین یہی فرق ہی سکاکی نے اس صنعت کو ایک علیحدہ قسم قرار دیکر طباق سے علیحدہ بیان کیا ہی اور صاحب تلخیص نے اس کو طباق مین داخل کیا ہی کیونکہ اس مین بھی دو یا زائد معانی کو جو فی الجملہ یعنی بغیر تعیین اور تفصیل کے باہم تقابل رکھتے ہین جمع کیا جاتا ہی اور یہی حال صنعت طباق کا ہی۔

دو دو کے مقابلے کی مثال۔

اسیر

رات گذری دن ہوا وہ ماہ پہلو سے گیا | دل جلانے کو نقطاب داغ پہلو رہ گیا

رات اور گذری دو لفظ ذکر کیے پھر دن اور ہوا دو لفظ اور بیان کیے رات کے مقابل دن اور گذری کے مقابل ہوا ہے۔

مر گئے ہم وہ روانہ ہو گئے | قربرا رات بھر جاگے تھے دن کو سو گئے

رات کے مقابل دن جاگنے کے مقابل سونا ہے۔

امیر اللہ تسلیم

تھے اُس دم سے دانائے راز صمد	کہ صبح ازل تھی نہ شام ابد

صبح کے مقابل شام اور ازل کے مقابل ابد ہے۔

ناسخ

اے دل زار نذر کوہ غم عشق سے تو	کہ اواخر ہیں سُبک اور اوائل بھاری

اواخر کے مقابل اوائل ہیں اور سُبک کے مقابل بھاری۔

قلق

کہ ارے او ستمگر او پُرفن ہا	او جفا دوست او وفا دشمن ہا

جفا کے مقابل وفا ہیں اور دوست کے مقابل دشمن۔

اوج

چونکا تو نہ ابتک اوج سوتے سوتے	دن ڈھلگیا اور رات ہونے آئی

اس شعر میں دن کے مقابل رات اور ڈھلنے کے مقابل ہونے آیا ہے۔

شمس الدین دل

صبح ہو آئی ہی اور رات چلی جاتی ہے	تیری ابتک بھی ہی بات چلی جاتی ہے

سودا

چہرۂ مہروش ہی ایک سُنبل شک فام دو	حسن بتان کے دور مین ہی سحر ایک شام دو

سحر کے مقابل شام ہی اور ایک کے مقابل دو ہے۔

دبیر

یہ مطلع اقبال ہے یہ مقطع ادبار	دن کو وہ ہلال آج دکھائینگے یہ اکبار

مطلع کے مقابل مقطع ہی اور اقبال کے مقابل ادبار ہے۔

مومن

ہون مین سیہ روز کہ وہ شمع رو ہا
شام کو آیا تھا سحر کو گیا

اول شام اور آیا کو ذکر کیا پھر شام کے مقابل سحر اور آیا کے مقابل گیا کو ذکر کیا۔

لمؤلفہ

ہر کام بس آتنا ہی ولا ترک جہان مین	جب ہاتھ لیا کھینچ دیا پانون کو پھیلا

ہاتھ اور پانون مقابل ہین اور لینا اور دینا بھی مقابل ہین۔

ولہ

پھینک کے پگڑی جھاڑ کے داڑھی ہاتھ کو پھیلا پانون کو کھینچ	وجد مین آئے شیخ جی صاحب مطرب کی آہنگون سے

اور تین تین کا مقابلہ نظام کے اس شعر مین ہے۔

اُسکے احباب کی آبادی ہو گلشن گلشن	اُسکے بدخواہ کی ویرانی ہو صحرا صحرا

احباب کے مقابل بدخواہ آبادی کے مقابل ویرانی گلشن کے مقابل صحرا ہے۔

سودا

بس اب جہان مین کوئی ہو جو تجھسے کا بدخواہ	ہو زہر مرگ حلال اُسپہ شہد زیست حرام

زہر کے مقابل شہد ہی اور مرگ کے مقابل زیست اور حلال کے مقابل حرام۔

انیس

جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا	جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

آکے مقابل نہ ہو اور جائے کے مقابل آئے ہو اور بڑھاپے کے مقابل جوانی ہی اور ظاہر ہی کہ تین تین کا مقابلہ ہے۔

اور مرزا غالب کا یہ شعر جس مین چار چار لفظ کا مقابلہ ہی تمام صنعت مقابلہ مین ہے۔

ہے ازل سے روائی آغاز	ہو ابد تک رسائی انجام

ازل اور ابد سے اور تک روائی اور رسائی آغاز اور انجام سب باہم مقابل ہین۔

صنعت محتمل الضدین اسکو صنعت توجیہ بھی کہتے ہین یعنی نظم یا نثر مشتمل بر مدح یا ذم وغیرہ کسی قسم کے کلام مین دو وجہ مختلف کا احتمال ہو سکتا ہو اور وہ دونون جہتین باہم تضاد کا علاقہ رکھتی ہون اور کسی کو ترجیح نہو اور برائی اور بھلائی اُن کی یعنی مناسبت اور نامناسبت مقام ہونا کسی قرینے سے معلوم ہو سکے اور بعض جگہ قرینہ بھی گم ہو جائے اور سامعین کو دو معنی بر سبیل اختلاف کے دریافت ہون مثال اس کی۔

آتش

جب سنبھالا آہ سیہ بگڑنے کچھ حسن و شباب	شیعہ سنی ہو گئے ہندو مسلمان ہو گئے

دوسرے مصرع مین دو وجہین ہین ایک یہ کہ شیعہ نے مذہب اہل سُنت کا اختیار کیا اور ہندوٗن نے اسلام قبول کر لیا دوسری یہ کہ اہل سنت نے مذہب تشیع اختیار کر لیا اور مسلمانون نے اسلام چھوڑ دیا ہندو ہو گئے ۔

میرحسن

کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کتاب		لکھا اُسکے نامہ یہ اک درجواب

یعنی عاقل ایک نکتے کو کتاب کی برابر سمجھتا ہے اور اُس سے اتنا فائدہ اُٹھاتا ہی جتنا دوسرے کتاب سے اُٹھاتے ہین اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہین کہ عاقل کے نزدیک کتاب ایک نکتے کی برابر وقعت رکھتی ہے وہ کتاب کو نکتے کی برابر سمجھتا ہے ۔

جُرات

ہو جائے کاش شکل مری اُس رقیب کی		مانوس طبع جس سے ہو یارب حبیب کی

یعنی یار جس رقیب سے اُنس رکھتا ہی مین اُسکی شکل پر ہو جاون تاکہ یار مجھسے محبت کا برتاؤ کرنے لگے اور دوسرے معنی یہ ہین کہ وہ رقیب میری شکل پر ہو جائے تاکہ یار اُس سے نفرت کرنے لگے ۔

غالب

دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا		کوئی ویرانی سی ویرانی ہے

ایک معنی یہ ہین کہ دشت اس قدر ویران ہی کہ اسکو دیکھکر خوف معلوم ہوتا ہی اور گھر یاد آتا ہی اور دوسرے معنی یہ ہین کہ ہم تو اپنے گھر ہی کو سمجھتے تھے کہ ایسی ویرانی کہین نہوگی مگر دشت بھی اس قدر ویران ہے کہ اسکو دیکھکر گھر کی ویرانی یاد آتی ہی پہلی صورت مین گھر کی آبادی ثابت ہوتی ہی اور دوسری صورت مین ویرانی ۔

منہ

ہنسکے بولے کہ ترے سر کی قسم ہی مجھکو		سر اُڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا

اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ تیرے سر کی قسم ہی ہم ضرور سر اُڑا وینگے اور دوسرے یہ کہ ہمکو تیرے سر کی قسم ہے یعنی کبھی ہم تیرا سر نہ اُڑا وینگے جیسے کہتے ہین کہ آپکو ہمارے ہان کھانے کی قسم ہے ۔

حالی

تیرے بر تاؤ مین سو تی بن گجلتے تھے سفال		آگے بن جاتا تھا یان نقص ان انسان کا کمال
جو تاج شاہ ہو کاسہ مری گدائی کا	امیر	امیر جھکی گئی کاہون مین عجب کیا ہے

صنعت ہجو ملیح یہ بھی صنعت محتمل الضدین کے قبیل سے ہی مگر ہر کلام محتمل الضدین ہجو ملیح نہین ہو سکتا اسلیے کہ محتمل الضدین عام ہی خواہ مدح و ہجو پیدا ہوتی ہو یا اور کبھی مضمون جو باہم تضاد رکھتے ہون اور ہجو ملیح مین ہجو کا ہونا ضرور ہی جیسے اس بند مین میر کے مخمس کے جو ہجو مین ہے۔

یک بیک گر کسی کی موت آئی
کیونکہ پہونچی ہے جن کو امرائی
اُسکے مُردے کی پھر ہے رُسوائی
سب وہ اولاد حاتم طائی
کون دیکر کفن اُٹھاوے لاش

اولاد حاتم طائی مراد بخل و فقر سے ہی پس یہ ہجو ملیح ہے۔

ولہ

ایک صف خاک دُھول اُڑاتی ہے
لُو ہے پتھر کی اُس کی چھاتی ہے
سنگ و خشت ایک صف چلاتی ہے
اِک قیامت جسلو مین آتی ہے

جعفر علی فصیح

مجھ مین اک عیب بڑا ہے کہ وفادار بھی ہون
تم مین دو وصف ہین بدخو بھی ہو مغرور بھی ہو

سودا

وارد احمد نگر ایک ہین مرد عزیز
شعر پہ ہر ایک کے کرتے ہین وہ اعتراض
فہم مین سر تا قدم اور سراپا تمیز
جامی کے دیوان سے خوب جانتے ہین اپنی بلض

ہجو ملیح کی سب سے بہتر مثال منیر کا یہ شعر ہے۔

عدالت ان دنون ایسی بڑھائی ہی زمانے نے
کہ شمشیر و گلو پیتے ہین ایک ہی گھاٹ پر پانی

صنعت تدارک و استدراک اسکی تعریف خیر البلاغت مین یون کی ہے کہ شاعر مدح اس طرح کرے کہ گمان ہو کہ مذمت کرتا ہی پھر جان لین کہ مدح کرتا ہے جیسے ذوق کے شعر مین ہے۔

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظے مین تو یہ
نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور کی تقصیر

دبیر

بے مہری افلاک سے گو خاک بسر ہون
ہان عیب بڑا یہ ہی کہ مین اہل ہنر ہون

المعجم مین یون لکھا ہی کہ کسی مطلب کو نفی مطلق یا اثبات صریح کے ساتھ مخصوص کرین پھر ایک خاص وجہ کے ساتھ اُس کا تدارک کرین اور ایسی شرط درمیان مین لاوین کہ وہ وصف اُسی شرط

کے ساتھ متبدل ہو سکے جیسے۔

قدیر

نہین ہی اُنکی سزا کا کسی طرح مقدور	وے اگر ہون مددگار بندگان حضور

ایضاً

مین کہان جلوہ گہ کوچۂ دلدار کہان	ہان اگر لطف سے وہ اپنے بلا لیوے وہان

ظفر

آپ غصے ہون تو غصہ مرے سر آنکھون پر	بشرطیکہ نہو اور کسی کے باعث

ولہ

سیکڑون ہین جگر افگار ہزارون دلریش۔ تیرے ہاتھون لیکن
پاس تیرے کوئی خنجر کوئی تلوار نہین۔ ہان مگر ناز و ادا ہے

اسی کے قریب ہے یہ بات بھی کہ شاعر اپنی مدح کے بعد حرف استثنا لاے جس کو سُنکر آدمی سمجھین کہ بعد اُسکے مذمت کرے گا اور اُسکے بعد دوسری صفت مدح کی بیان کرے جیسے۔

میر

سب چاہتے ہین رشد ابون تو پر میر	شاید ہی اک عیب ہے کہ ہنر ہے

غالب

گرچہ از روے ننگ بے ہنری ہے	ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار
کہ اگر اپنے کو کہون خاکی ہے	جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار
شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون	بادشہ کا غلام کارگذار

صنعت قبیح و ملیح یہ بھی صنعت تحمل الضدین کے قبیل سے ہی وہ یہ ہی کہ ایک کلام متضمن ہزل کا ہو دوسرا کلام ایسا مذکور ہو کہ وہ ہزل کے شبہہ کو دُور کرے اکثر یہ بات اشعار مین پائی جاتی ہے جیسے۔

مطلب

مارتا ہون تمھاری مین ہر بار	آشناؤن مین سب بڑائی یار
تمکو لازم ہے پکڑوگے میرا	ہاتھ مین ہاتھ باجبت و پیار

مجھے پیاری لگی تمھاری رات ہائے	چال دیکھی اے سروخوش رفتار
خوب کروایا ابتو مست کروا ہائے	مجھکو رسوا بکوچہ و بازار ہائے
حکم ہووے تو آج مارون مین ہائے	کھینچ کر پیٹ مین عدو کے کٹار
گرچہ مطلب کا خوش لگے تم کو	توڑ جو ریختہ سجن للکار ہائے

صنعت تجاہل عارف اور سکا کی نے مفتاح العلوم مین اسکا نام **سوق المعلوم مساق غیرہ** یعنی روان کرنا معلوم کا بجائے روان کرنے غیر معلوم کے رکھا ہے۔ اور تجاہل العارف کہنا مناسب نہ سمجھا ہے اس سبب سے کہ اس طرح کا کلام قرآن شریف مین بھی واقع ہے پس تجاہل سے نام زد کرنا اچھا نہین کتاب صناعتین مین **مزج الشک بالیقین** اس کا جو نام رکھا ہے شاید وہ بھی اسی بنا پر ہو اور یہ صنعت اس طرح سے ہے کہ کسی چیز کی نسبت باوجود علم کے اپنی بے خبری ظاہر کی جائے بہر صورت جاننے والے کے تجاہل سے کوئی فائدہ اور نکتہ منظور ہوتا ہے اور یہ دو قسم ہے ایک حرف تردید کے ساتھ۔ دوسرے یہ کہ بے حرف تردید کے ہو۔ مثال حرف تردید کے ساتھ تجاہل العارف کی۔

منظفر الدولہ صاحب تخلص

ہے زلف حلقہ زن خط دلبر کے آس پاس	یا اژدہا ہے فوج سکندر کے آس پاس

ہر چند یہ شخص خوب جانتا ہے کہ خط دلبر کے آس پاس زلف حلقہ زن ہے مگر اپنے آپکو انجان قرار دیا ہے اور فائدہ یہان زلف کے خط دلبر کو احاطہ کرنے مین مبالغہ ہے۔

فرد

پازیب نرگسی ہے ترے یار پاؤن مین	یا ہے ہجوم چشم طلبگار پاؤن مین

مقصود اس تجاہل سے پازیب کی مدح مین مبالغہ ہے۔

ناسخ

ہے ستارہ ذوذنب یا رخ ہے زلف یار مین	خال ہے خورشید مین یا تل ہے یہ رخسار مین

یہان تجاہل سے غرض رخ اور خال کی تعریف مین مبالغہ ہے۔

ابرو

اُس زلف سیہ کا ہے یہ نقشا مرے آگے	یا کھیل رہا ہے کوئی کالا مرے آگے

تجاہل سے زلف کی سیاہی مین مبالغہ ہے۔

وقار

گیسوؤن مین ہے کمر یا ہین کمر پر گیسو	موشگافی نوبت کی نہوا پر معلوم

یہان تجاہل تحیر و تعجب کا فائدہ دیتا ہے۔

دبیر

یا برق جدا ہو گئی بادل کے دھوین سے	چمکا وہ ہلال ابروے یوسف کا کنوئین سے

نعیم

عجب ہی لطف کی بو ہی ترے پسینے مین	سیان گلاب ہی یا عطر یا کہ نافہ مشک

المؤلف

یا ابر سیہ مہ کے اِدھر اور اُدھر ہے	عارض پہ ترے زلف ہی یا سنبل تر ہے

ولہ

بالے مین لٹکتا ہوا کچھ اُسکے مگر تھا	معلوم نہین مچھلی تھی یا تھا دل بیتاب

مثال بغیر حرف تردید کے تجاہل العارف کی۔

جرأت

کمان ہے کس طرف ہی اور کدھر ہے	صنم کتے ہین تیری بھی کمر ہے

یہان تجاہل ہے کمر کے باریک ہونے مین مبالغہ منظور ہے۔

شاہ تجلی

پھیلا رہا ہی سرو لب جوئبار ہاتھ	دامن کا عکس کسکے پڑا ہی کہ آج تک

ہر چند شاعر یقینی طور پر جانتا ہی کہ سرو لب جوئبار معشوق کے دامن کا عکس دیکھ کر تمناے ہم آغوشی مین ہاتھ پھیلا رہا ہی مگر انجان بنکر پوچھتا ہی اور یہان تجاہل نکتہ تحیر کیلیے ہی۔

ثابت

یہ گول گول ہی کیا سخت تیرے سینے مین	ٹٹولتے ہین شب وصل دست شوق تجھین

یہان بھی وہی نکتہ منظور ہی۔

غالب

تجھ سے جو اتنی ارادت ہی تو کس بات سے ہے	نصرة الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے

یہان تجاہل مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور اپنی غایت عقیدت کو جتلانے کے لیے ہے۔

جلال الدین عاشق

یہ کس کی نوک مژگاں سے پڑا ناسور سینے میں | کہ بندھنے کا بھی نپایا زخم کا انگور سینے میں

نصیر احمد خان سحاب

سودا ہے کسکی زلف پریشان کا ای سحاب | پھرتے ہو ساری رات جو آشفتہ حال ہے

مومن

تارے آنکھیں جھپک رہے تھے | تھا بام پہ کون جلوہ گر رات

نواب یوسف علیخان ناظم

نہیں محرم ہوں میں محرم کے اندر | چھلکتے کیا ہیں دو شمس و قمر سے

صنعت لف و نشر لف سے یہ مراد ہے کہ چند چیز کا ذکر کیا جائے اور نشر کا یہ مطلب ہے کہ اُن چیزوں کے مناسبات کو بغیر تعیین کے بیان کریں بغیر تعیین کی قید اس لیے ہے کہ تعیین کی قید تقسیم میں ہوتی ہے اور یہ صنعت تین قسم پر ہے۔

ایک لف و نشر مرتب اس میں تفصیل ترتیب کے ساتھ ہوتی ہے اس لف و نشر کی دو دو قسمیں ہیں **الف** اول ایک لف اور اُسکے بعد ایک نشر بیان کریں مثلاً۔

میر محمدی بیدار

سرو و گل پر نظر قمری و بلبل نہ پڑے | آوے گر باغ میں وہ سرو گلستان میرا

سرو گل دو چیزوں کا ذکر کیا اور پھر علے الترتیب سرو کی رعایت سے قمری اور گل کی مناسبت سے بلبل کو بیان کیا

ولہ

تیرے رخسار و قد و چشم کے ہیں عاشق زار | گل جدا سرو جدا نرگس بیمار جدا

رُخسار کے مناسب گل ہے اور قد کے مناسب سرو اور چشم کے مناسب نرگس۔

میر

شرکت شیخ و برہمن سے میر | کعبہ و دیر سے بھی جائیے گا

شیخ کے مناسب کعبہ ہے اور برہمن کے مناسب دیر ہے

محشر

سحر گھر سے وہ رشک ماہ و شمع و گلستان نکلا | ہنسا کبک اور جلا پروانہ بلبل سے فغان نکلا

ماہ کے مناسب کبک اور شمع کے مناسب پروانہ اور گلستان کے مناسب بلبل ہے۔

نظیر

دیکھو اُسے رنگ بہار و سرو و گل اور جوبار | اِک اوڑا اک گڑ گیا اِک جل گیا اک بہ گیا

شاداب

الف و مُصحف و آئینہ و نون حلقہ لام | بینی و عارض و پیشانی و ابرو گیسو

غالب

آتش و آب و باد و خاک نے لی | وضع سُوز و نم و رم آرام

مُنیر

آئینے مین کان مین گلشن مین دل مین آنکھ مین | عکس ہے آواز ہے نکہت ہی اندیشہ ہی خواب

نواب جہانگیر محمد خان والی بھوپال دولہ تخلص

گمان ہے خال و دُرِ گوش و پیشانی و عارض کا | سہا کا مشتری کا مہر کا ماہِ درخشان کا

(ب) ایک لف و نشر بیان کرین پھر اُسی لف و نشر کو لف قرار دیکر اُسکا نشر مذکور کرین اسی طرح دو تین یا زیادہ جہانتک ہو سکے جیسے۔

امانت

چشم و گوش یار سے دُنیا مین تا دعوے نہو | نرگس و گل کو خدانے کور و کر پیدا کیا

اول چشم و گوش کو ذکر کیا پھر چشم کی مناسبت سے نرگس کو اور گوش کی رعایت سے گل کو مذکور کیا پھر چشم و نرگس کے سبب سے کور کو اور گوش و گل کی وجہ سے کر کو بیان کیا۔

ناسخ

عیان ہی مہر و مہ کا فرق تجھ مین اور یوسف مین | بھلا سُونے کے آگے خاک ہو توقیر چاندی کی

اول مہر و مہ کو ذکر کیا پھر مہر کی مناسبت سے معشوق کو اور ماہ کی مناسبت سے یوسف کو ذکر کیا پھر مہر اور معشوق کی رعایت سے سُونے کو اور ماہ و یوسف کی رعایت سے چاندی کو بیان کیا۔

ظفر

نماز فجر و مغرب ہی یہ عاشق کی کہ اُٹھ اُٹھ کے | بلائین اُس رُخ و گیسو کی صبح و شام لیتا ہے

اول فجر و مغرب کو ذکر کیا پھر فجر کی مناسبت سے رُخ کو اور مغرب کی مناسبت سے گیسو کو بیان کیا پھر فجر و رُخ کے سبب سے صبح کو اور مغرب و گیسو کی وجہ سے شام کو لایا۔

یہ ہین رات یا کہ ہندو و ترک نیاز　　کہ ہمدوش ہین زلف و رُخسار کے

اول رات کو ذکر کیا پھر رات کی رعایت سے ہندو کا ذکر کیا اور دن کی رعایت سے ترک کا پھر رات اور ہندو کی مناسبت سے زلف کو ذکر کیا اور دن اور ترک کی مناسبت سے رُخسار کو۔

بیدار

سرو و گل تیرے قد و عارض رنگین کے حضور　　نظر قمری و بلبل سے گلستان مین گرا

دوسرا لف ونشر غیر مرتب۔ اس مین مناسبات ہر ایک چیز کی بلا ترتیب درہم وبرہم مذکور ہوتی ہین مثال اسکی۔

نیاز

نہ تو کچھ بولو نہ دیکھو نہ سُنو مثل نیاز　　دیدہ و گوش و زبان یار دیہی سب لائے

بولنے کی مناسبت سے زبان کا ذکر اور دیکھنے کی رعایت سے دیدہ کا اور سُننے کی مناسبت سے گوش کا ذکر کیا مگر بے ترتیب ہے۔

نظیر

رُخ و جبین و مژہ تیر و چشم و ابرو کو　　سنان و بدر و سہ و نرگس و ہلال لکھا
تن و دل و لب و دندان کو رو کے فکر سے　　عقیق و سیم و سنگ کی مثال لکھا
ذقن کو چاہ زنخدان کو گوش و گردن کو　　صراحی سیب و گل و چشمۂ زلال لکھا

انیس

چھپتی تھین بھاگی جاتی تھین گرتے تھے خاک پر　　قبضون سے تیغین جسم سے روحین تنون سے سر

چھپتی تھین کے مناسب جسم سے روحین ہی اور بھاگتی تھین کے مناسب قبضون سے تیغین ہے اور گرتے تھے خاک پر کے مناسب تنون سے سر ہے۔

تیسرا لف ونشر معکوس الترتیب اس مین ہر ایک چیز کی مناسبات کی ترتیب اُلٹی ہوتی ہے مثال اسکی یہ قول انیس کا ہے۔

مصرع

واللیل و والضحیٰ رُخ روشن خط سیاہ

اول واللیل کو ذکر کیا پھر والضحیٰ کو اور یہ لف ہی بعد اسکے رُخ روشن اور خط سیاہ کو ذکر کیا یہ نشر ہے واللیل کو خطِ سیاہ سے مناسبت ہے اور والضحیٰ کو رُخ روشن سے۔

مرزا محمد دہلوی

کبھی جو زلف اٹھاوے تو منہ نظر آوے ۔ اسی امید پہ گذری ہی صبح و شام ہین

اول زلف کا ذکر ہی اور پھر منہ کا اور دوسرے مصرع مین اول صبح کا پھر شام کا زلف کو شام سے اور چہرے کو صبح سے مناسبت ظاہر ہے۔

حسرت

باغ مین جا کر تو نے ظالم حسن سے قد اور عارض کے ۔ گل اور بلبل سرو اور قمری کا کام تمام کیا

اول قد اور عارض کو بیان کیا پھر قد کی مناسبت سے سرو و قمری کو ذکر کیا اور عارض کی رعایت سے گل و بلبل کو لایا۔

صنعت جمع یعنی کئی چیزون کو ایک حکم مین جمع کرنا جیسے۔

شاہ گھسیٹا عشق

تری چین ابرو مرا غنچۂ دل ۔ یہ عقدے ہین وہ جنکو کھلتے نہ دیکھا

چین ابرو اور غنچۂ دل کو نہ کھلنے کے حکم مین جمع کیا ہے۔

شیخ کلیم اللہ کلیم

درازی شب ہجران و زلف یار کلیم ۔ مجھی سے پوچھ کہ کاٹی ہی رات آنکھوں مین

شب ہجران اور زلف یار کو درازی کے حکم مین جمع کیا ہے۔

غالب

بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل ۔ جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

تینون چیزون کو پریشانی کے ساتھ نکلنے مین جمع کیا ہے۔

شاد

ایک ٹالک کے ٹھکانے ہین یہ دونون واعظ ۔ مشرب شاد مین کچھ دیر و حرم غیر نہین

منظفر خان گرم شاگرد ذوق

واعظ کا روزہ اور مرا ہجر ایک ہے ۔ ہم دونون پوچھتے ہین کہ دن کسقدر رہا

آتش

عشوہ و غمزہ بدند بہت ناز و انداز ۔ واسطے تیرے گنہگارون کے جلاد ہین سب

اوج

روے گل رنگ خزان جوش جنون فصل بہار ۔ جا بدن کے لیے اس باغ مین کیا کیا دیکھا

احمد حسین خان جوش

سنبل و گل و دل عشاق و نسیم و بلبل ۔ ہو گئے زلف تری دیکھ پریشان پانچون

حسرت

حسن مین لیلی و عذرا و ایاز و شیرین ۔ دمن و یوسف و وہ جان جہان ساتون ایک
عشق مین وامق و محمود و زلیخا و نل ۔ قیس و فرہاد یہ ہین خاک نشان ساتون ایک

بسمل

عشوہ کرشمہ شوخی و غمزہ ادا و ناز ۔ قاتل یہ ایک ایک ہی قاتل برا دل کے

جوہر

مہ نو ابروے پر خم نگہ برگشتہ ۔ ہمنے ٹیڑھا جسے دیکھا اُسے خنجر جانا

سودا

دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ ۔ حکم رکھتے ہین ترے پیش کرم چار دن ایک
خلق سمجھے ہی کہ ہین نزد تری بخشش کے ۔ اشرفی روپیہ او ر دام و درم چارون ایک

رہنے کے کچھ یہان سے خوشی ہے نہ دان کا غم ۔ **مولف** ۔ وحشت زدون کو بستی و ویرانہ ایک ہے

جب سے اتحاد پایا ہی دوئی کو نگاہ سے ۔ نزدیک اپنے کعبہ و بتخانہ ایک ہے
جلوہ نظر پڑے ہی اُسی کا ہر ایک جا ۔ اپنی نظر مین مسجد و میخانہ ایک ہے

صنعت تفریق یعنی ایک نوع کی دو چیزون مین فرق ظاہر کرین جیسے اس شعر مین۔

جعفر علیخان زکی

عشق مین نسبت نہین بلبل کو پروانے کیساتھ ۔ وصل مین وہ جان دے یہ ہجر مین جیتی رہے

بلبل و پروانہ نوع عشق مین شریک ہین اُن مین فرق بیان کیا کہ پروانہ وصل مین جان دیتا ہے اور یہ ہجر مین بھی جیتی رہتی ہے۔

تو بہائے اشک خون اور یہ پانی وہ برسائے ۔ **قطعہ ظفر** ۔ رونے مین کب ابر و چشم پرنم ایک ہی طور کے ہین بھلا

مرزا احمد علی کوکب

آدمی کا ہے لکھا وہ خط تقدیر ہے یہ ۔ خط گلزار جدا ہے خط رخسار جدا

شمیم

سیاہ داغ وہان یان نہ داغ چیچک تک
فروغ پائے گا کیا رد برو عذار کے چاند

سحر

تری آنکھون کی شوخی ہی کمان چشم غزالان مین
زمین و آسمان کا فرق ہی انسان و حیوان مین

نبی بخش حقیر

مجھ مین اور قیس مین ہے فرق حقیر
وہ مقید ہے اور مین وارستہ

میر

تجھکو مسجد ہے مجھکو میخانہ
واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

احسن علی

اشک گلگون کو نہین لعل و گہر سے پیوند
یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

خواجہ وزیر

رگ گل سے کمر ہے کچھ نازک
فرق دونون مین اک سر مو ہے

غالب

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب
فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

ناسخ

سر عشاق یہان بکتے ہین معشوق وہان
کوے قاتل ہی جدا مصر کا بازار جدا

حکیم مرزا آغا حسن زل

قیس مین ہم مین فرق اتنا ہے
پیشوا وہ تھا رہنما ہین ہم

آصف

عاشق و معشوق کی دلگی مین ہی یہ فرق
شمع گھلتے ہی گھلی پروانہ پل مین خاک تھا

آتش

کوچۂ محبوب مین ہین خانۂ کعبہ مین شیخ
بتکدے مین برہمن آتش کدے مین گبر ہے

عاشق اور شیخ اور برہمن اور گبر عشق اور پرستش مین مشابہ ایک دوسرے کے ہین لیکن ان مین باعتبار اسکے کہ ہر ایک کا منظور نظر علیحدہ ہی فرق ظاہر کر دیا۔

ایما

مین صبح کر کے اٹھونگا محفل سے شمع رو
پروانہ مین نہین ہون کہ آتے ہی جل گیا

نظیر

مری اس چشم تر سے ابر باراں کو ہی کیا نسبت
کہ وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل ہی برساتی

حسرت

حیف احمق کا کماں اور تری بات کہاں
آب زمزم ہے ترا شعر وہ ہی نار جحیم ؎

سودا

ای ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
ٹپکا تری آنکھوں سے کبھی لخت جگر بھی

آنکھ اور ابر پانی کے گرانے مین مشابہ ایک دوسرے کے ہین مگر ان مین باعتبار لخت جگر کے ٹپکنے کے فرق کرد

قلق

مثال اُس شوخ کی آنکھوں سے اندھا ہی کوئی دیگا
یہ چتون یہ شرارت یہ نگہ ہی چشم آہو مین ؎

ولہ

ابروے جاناں مین اور کعبے مین ظاہر ہی فرق
یہ خدا کی ہے بنا بندے کی وہ تعمیر ہے

صنعت تقسیم یعنی چند چیزون کا ذکر کرنا اس طرح پہ کہ ہر ایک کو اُنکے منسوبات پر بقید تعیین کے تقسیم کرنا اس مین اور لف ونشر مین یہی فرق ہی کہ لف ونشر مین تعیین متکلم کی طرف سے نہین ہوتی مخاطب اپنے ذہن سے ہر چیز کے مناسب کو اُس سے متعلق کر لیتا ہی اور تقسیم مین خود متکلم مناسبات بتا دیتا ہے جیسے اس بیت مین ۔

ذوق

تیرا ہاتھی ہی فلک کا کہکشاں ہے خرطوم
کان دونوں مہ وخور دم ہی ذنب سر ہی راس
ذنب و راس ہو جس سے ہوں سیہ بخت عدو
ماہ وخور وہ کہ ہوا خواہ ہوں روشن انفاس

اول مہ وخور اور ذنب و راس کا ذکر کیا پھر ذنب و راس کی طرف اعدا کا سیہ بخت ہونا بطور تعیین کے منسوب کیا اور ماہ وخور کی طرف خیر خواہونکا روشن انفاس ہونا بطور تعیین کے منسوب کیا ۔

ولہ

بوٹی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آوے
بلبے ہمت ترے نزدیک یہ پتھر وہ گھاس

یہاں کوئی یہ نہ خیال کرے کہ تعیین نہین کیونکہ یہ اور وہ دونون اسم اشارہ متساوی نہین ہین بلکہ یہ اشارہ قریب کے لیے ہی اور وہ اشارہ بعید کے لیے پس یہ کا مشار الیہ پارس ہی جو اس سے قریب ہی اور وہ کا اکسیر کی بوٹی جو ذکر مین بعید ہے ۔

حالی

نفس امّارہ اور دیو مرید ہ ٭ یہ ہے افعی تو وہ ہے کلب عقور

شوریدہ

سینے کے داغ سوزان آنکھونکے اشک خونین ٭ اس نخل عاشقی کے وہ گل ہین یہ ثمر ہین

صہبائی

زلف اُس مہوش کے رُخ پر اک دُخان ہی آگ پر ٭ اور رُخ اُس مہروش کا شعلۂ زیر دخان ہی
ہائے یون ہوا اُس دُخان سے تیرہ اپنا روز عیش ٭ اور اُس شعلے سے یون روشن ہو شام دشمنان

مقصود بالتمثیل اس قطعہ مین مذکور ہونا دخان اور شعلے کا اور پھر مذکور ہونا تیرہ ہونے روز عیش کا دخان سے اور روشن ہونا شام دشمنان کا شعلے سے ہی۔

دریائے لطافت

وہی دیوے گا مجھے صبر و سکون جس نے دیا ٭ رُخ زیبا تجھے اور دیدۂ گریان مجھکو ہ

مورد قسمت رُخ زیبا اور دیدۂ گریان ہی۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے ٭ جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا ٭ غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ ایک ایسی شے کو جو اجزا رکھتی ہو ذکر کرنا اور پھر ہر ایک جز کو اس کے منسوبات پر تقسیم کرنا جیسے۔

اکبر

چلا آتا ہے تنہا کیا سجیلا میرا قاتل ہے ٭ دہن پان خوردہ آنکھین شرمگین رُخسار پر تل ہے

سجیلے قاتل کو ذکر کرکے اُسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک چیز کو منسوب کیا ہی چنانچہ پان خوردہ ہونا دہن کے ساتھ منسوب کیا ہی اور شرمگین ہونا آنکھون کے ساتھ اور رُخسار پر تل کا ہونا بیان کیا ہی۔

حسینی

جب لکھی حق نے تری تصویر اپنے ہاتھ سے ٭ ہاتھ ملتی رہگئی تقدیر اپنے ہاتھ سے
والضحیٰ رُخ کو لکھا والقمر پیشانی لکھی ٭ زلف کو واللیل کی تفسیر اپنے ہاتھ سے
دانت کو گوہر لکھا لب کو لکھا آبحیات ٭ چشم کو کوثر کیا تحریر اپنے ہاتھ سے

معشوق کی تصویر کا لکھنا ذکر کرکے اُسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک ایک چیز کو منسوب کیا ہی۔

تقسیم کی دو قسمین اور ہین ۔
ایک یہ کہ کسی شے کے احوال بیان کرین اور ہر حال کی طرف ایک ایسی چیز جو اُس حال کے مناسب ہو مضاف کرین جیسے کریم خان مشتاق کے اس شعر مین ۔

ولہ

کہان اتنی بلاؤن سے بچا سکتا ہی کوئی دل	قیامت قد غضب آنکھین نگہ جادو بلا کاکل

قد اور آنکھین اور نگہ اور کاکل معشوق کے حالات ہین ان مین سے ہر ایک حال کی طرف اُسکے مناسب ایک چیز کو منسوب کیا ہی چنانچہ قد کی طرف قیامت کو منسوب کیا ہی اور آنکھون کی طرف غضب کو نسبت کیا ہی اور نگہ کی طرف جادو کو اور کاکل کی طرف بلا کو منسوب کیا ہی ۔

مہر

غضب کا سامنا ہی آج ہمکو وہ نکھرتے ہین	دھڑی جمتی ہی مہندی ملتے ہین گیسو سنورتے ہین

معشوق کے نکھرنے کے احوال بیان کیے ہین دھڑی جمانا مہندی ملنا گیسو سنوارنا یہ سب اُس کے حالات ہین پھر ہر ایک حال کی طرف ایک چیز کی نسبت کی ہی چنانچہ دھڑی کی طرف جمنا منسوب کیا ہے اور مہندی کی طرف ملنا اور گیسو کی طرف سنورنا ۔

نظیر

نظیر حضرت دل کا نہ کچھ کھلا احوال	خدا ہی جانے یہ ندرت مآب ہی کیا چیز
جو سخت ہووے تو ایسا کہ کوہ آہن کا	جو نرم ہووے تو برگ گلاب ہی کیا چیز

دل کے احوال بیان کیے ہین سختی کو اُسکی کوہ آہن سے نسبت دی ہی اور نرمی کو برگ گلاب سے ۔

ذوق

تیرا آوازۂ دولت ہے مقام اُمید	تیرا ایوان عدالت ہے محل عبرت

بیان

تغس مین ہین ہائے کسے لیے کیا کیا نہین کرتا	تڑپتا ہون پھڑکتا ہون کوئی پروا نہین کرتا

ناصر

ایک سے ایک زیادہ ہی جفا کاری مین	کج ادا یار کی چتون ہی تو خود سر پلکین

حجاب

عجب جوڑے کی بندش ہی قیامت قد بالا ہی	ستم چتون پری مکھڑا بدن سانچے مین ڈھلا ہی

مولوی غضنفر علی ضیغم

ہوا ہی زرد چہرہ خشک لب ہین اشک جاری ہین | ترے ہاتھون یہ صورت ایدل اندوہگین دیکھی

دوسری قسم یہ ہی کہ ایک شے کو ذکر کرین پھر اُسکی قسمین ایک جگہ بیان کرین جیسے۔

الشا

شادی کے شادیانے ترے در پہ نت بجین | قرنا و طبل و بوق و دہل جھانجھ زیر و بم

پہلے مصرع مین شادیانے کا ذکر کیا دوسرے مصرع مین اُسکے اقسام بیان کیے۔

احسان رامپوری

تمھین چاہا ہی بیشک ہون اُسی تعزیر کے قابل | جگر ہے تیر کے قابل گلا شمشیر کے قابل

تعزیر کی قسمین مصرع ثانی مین مذکور ہین۔

حالی

رہا کوئی اُمت کا ملجا نہ ماوا | نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملا
رہا کوئی ساماں نہ مجلس مین باقی | صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی

پہلے شعر کے مصرع دوم مین ملجا و ماوا کی قسمین بیان ہین اور دوسرے شعر کے دوسرے مصرع مین سامان مجلس کی قسمین مذکور ہین۔

داغ

مجھ سا ندرے زمانے کو پروردگار دل | آشفتہ دل فریفتہ دل بیقرار دل

دوسرے مصرع مین دل کی قسمین مذکور ہین۔

ولہ

پھر دین عجب ادائین اُس شوخ سیم تن مین | ایک ٹیڑھ سادگی مین ایک سیدھ بانکپن مین

دوسرے مصرع مین ادا کی قسمین بیان ہوئی ہین۔

انیس

کٹ کٹکے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر | پہونچون سے ہاتھ شانون سے بازو تنون سے سر
قبضے سے تیغ بر سے زرہ ہاتھ سے سپر
برچھی سے پھل کمان سے زہ زین سے تبر

کٹ کٹکے گرنیوالی چیزونکی تمام قسمون کو تینون مصرعون مین بیان کیا ہے۔

حسن

کس کس سے ہون مین عہدہ برآ ناتوان عشق | حسرت سے غم سے درد سے یا داغ یاس سے

سوز

کوچے مین اُسکے لاکھون پڑے ہین | مذبوح مجروح مقتول بسمل

نظیم

تیرے بھی مُنھ کی روشنی رات گئی تھی مہ سے مل | تاب سے تاب رُخ سے رُخ نور سے نور ظل سے ظل
یوسف مصر سے مگر ملتے ہین تیرے سب نشان | زلف سے زلف لب سے لب چشم سے چشم تل سے تل

صنعت جمع و تفریق یعنی دو یا زائد چیزونکو ایک حکم مین جمع کرکے پھر اُن مین کچھ فرق ظاہر کرنا گویا صنعت جمع اور صنعت تفریق کو یکجا کرنا جیسے ۔

غالب

کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت | یہی نقشہ ہے وے اسقدر آباد نہین

کوچے محبوب اور بہشت کو جلوہ گری مین یکسان قرار دیا پھر فرق یہ نکالا کہ بہشت اسقدر آباد نہین ہے

تاریخ بدیع

اُکیے خلق دو راز دان قدیم | نبی بہر دین بہر دنیا حکیم

مہر

ترے سینے سے تو نسبت برابر کی ہے سینے کو | وہان جوبن اُبھرتا ہے یہان چھالے اُبھرتے ہین

داغ

شوخ تم شیفتہ ہم دونون ہین بے چین مگر | پھر ذرا صبر جو کرتے ہین تو ہم کرتے ہین

ناظم

منظور ہے بیان درد کی ثنا خوانی ایک | ہے نام و نشان مین ایک کا ثانی ایک
یعنے حسنؑ و حسینؑ اللہ اللہ | پانی سے موا ہے ایک بے پانی ایک

حسنؑ و حسینؑ کو پانی کی وجہ سے مرنے مین جمع کرکے یہ فرق نکالا کہ ایک پانی پانے سے مرے اور دوسرے پانی نہ پانے سے مرے ۔

ذوق

نگہ گیا اور مژہ کیا ہے تو دونکو بلا سمجھے | اسے تیر قضا اُسکو بہ تیر قضا سمجھے

نگہ اور مژہ کو بلا ہونیکے حکم مین جمع کیا اور پھر یہ فرق نکالا کہ نگہ قضا کا تیر ہی اور مژہ تیر قضا کا پر ہے۔

مومن

آئینہ ہے صفا سے دل میرا	کیا ہوا اگر نہین ہے حیرانی

اول دل کو صفائی مین آئینے کی برابر قرار دیا اور پھر دونون مین یہ فرق قرار دیا کہ آئینے مین حیرانی ہے اور دل مین حیرانی نہین۔

آتش

صاف آئینہ سا رخسار ہی اُس دلبر کا	یہ خدا کا ہے بنایا تو وہ اسکندر کا

رخسار اور آئینے کو وجہ تشبیہ یعنی صفائی مین جمع کر کے دوسرے مصرع مین فرق بتایا ہی۔

امیر

غنچہ و سوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار	وہ زبان بے دہن ہی یہ دہان بے زبان

ظفر

دل و مسجد مین دونون گھر خدا کے فرق یہ ہی	وہ تعمیر اُسکے ہاتھونکی یہ تعمیر اپنے ہاتھون کی

حالی

ایک ڈالی کے سب ہین برگ و ثمر	ہے کوئی اُن مین خشک اور کوئی تر

آتش

اسیر اے یار تیرے عاشق و معشوق دونون ہین	گرفتار آہنین زنجیر کا یہ وہ طلائی کا

صنعت جمع و تقسیم اور وہ یہ کہ کئی متعدد چیزون کو ایک حکم مین جمع کرین پھر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کر دین جیسے اس مثال مین۔

ظفر

یہ دو ہی نور چشم رسالت پناہ تھے	سو اُنکو ظالمون نے کیا جا بجا شہید
یان یون حسین ابن علی پر چھری چلی	وان زہر سے ہوے حسن مجتبےٰ شہید

دونون نور چشم مصطفےٰ کو شہادت کے حکم مین جمع کیا پھر اُنکی تقسیم کر دی کہ ایک حسین انکا یہ حال ہوا دوسرے حسن مجتبےٰ اُن کا وہ حال ہوا۔

گویا

ہے حیات و موت مین بار گران بالائے سر	وان زمین بالائے سر یان آسمان بالائے سر

پہلے مصرع مین صنعت جمع ہی اور دوسرے مین صنعت تقسیم۔

صفدر

قضا تیغ دونون اُسی کی طرف ہین	یہ قاتل کے آگے وہ بسمل کے پیچھے

مصرع اول مین قضا اور تیغ کو قاتل کی طرفداری کے حکم مین جمع کیا اور دوسرے مصرع مین ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کیا۔

دریاے لطافت

تیغ و افسر کا ہی تو مالک عنایت سے تری	تیغ رستم لے گیا افسر سکندر لے گیا

انیس

جنت انعام کرکے دوزخ مین جلا	وہ رحیم ترا ہے یہ عدالت تیری

جنت کے انعام کرنے اور دوزخ مین جلانے کو خدا کے اختیار مین ہونے کے حکم مین جمع کیا پھر دوسرے مصرع مین ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کر دیا ہے۔

صہبائی

تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہی اوج عالم مین	تجھے تخت خلافت پر اُسے دار سیاست پر

یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ کئی چیزون کو اول تقسیم کرین یعنے ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کرین پھر اُنکو ایک حکم مین جمع کر دین جیسے۔

ناسخ

اُس سے پاتے ہین حلاوت ہونٹ میرے اس سے کام	کیون نہ مین سمجھون برابر بوسہ و دشنام کو

اول بوسہ کی طرف حلاوت کو منسوب کیا اور دشنام کی طرف کام کو پھر دونون کو برابر سمجھنے کے حکم مین جمع کیا۔

روشن ہی اس مین عارض تابان تو ہمین داغ	ولہ کیا کم شب فراق ہے زلف سیاہ سے

شیخ امداد علی امداد خیرآبادی

وہان سینہ پہ وہ اُبھرے یہان دل مین یہ اُبھرے ہین	ہمارے داغ ملتے ہین تمھارے اُٹھتے جوبن سے

ٹیکچند بہار

تھی زلیخا مبتلا یوسف کی اور لیلٰی کا قیس	یہ عجب منظر ہی جسکے مبتلا ہون مرد و زن

ذوق

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا ہے — دلِ بیمار کے ہین وہی عیادت والے

میر

اِک رہا مژگان کی صف مین ایک کے ٹکڑے ہوئے — دل جگر جو میر دونون اپنے غمخوارون مین تھے

مومن

دوست کرتے ہین ملامت غیر کرتے ہین گلہ — کیا قیامت ہی مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہین

امیر

جان بر صدمہ جگر مین درد دل کا حال زار — گھر کا گھر بیمار کس کس کے پرستارون مین ہون

لمؤلفہ

وہ گُل پہ مبتلا ہی یہ عاشق ہے شمع کا — اے دل خیال بُلبل و پروانہ ایک ہے

صنعت جمع و تفریق و تقسیم - یعنی کئی چیزون کو اول ایک حکم مین جمع کرین پھر اُن مین تباین و فرق ظاہر کیا جائے پھر ان مین سے ہر ایک کی طرف ایک چیز کو منسوب کرین اور ان تینون باتون کا کلام مین جمع کرنا صعوبت سے خالی نہین مثال اسکی یہ ہی۔

غلام محی الدین مؤلف تقویم زبان اُردو

سب سخی ہین ابر و دریا اور وہ عالیجناب — پائین فیض ان سے نباتات اور غواص و گدا
پر کرے ہی نالہ دریا ابر روئے وقت فیض — با لب خندان وہ بخشے لعل و گوہر دائما

اول ابر و دریا اور ممدوح کو سخاوت مین جمع کیا بعد ازان سخاوت مین تفریق کر دی پھر تقسیم منسوبات کو بیان کیا۔

شباب

صورت یار و دل زار ہین دونون تابان — آتش عشق سے یہ حُسن سے وہ ہی روشن
روشنی اُسکی تو پہونچاتی ہی راحت دل کو — اور اس آگ سے جاتا ہے جلا اپنا بدن

شعر اول کے مصرع اول مین صنعت جمع ہی اور دوسرے مصرع مین صنعت تفریق ہے اور دوسرے شعر مین صنعت تقسیم ہے۔

انیس

نکلا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا — پیدل ہو یا سوار ہو یہ دو وہ چار تھا

پہلے مصرع مین اجل کا شکار ہونے کے حکم مین ہر ایک نکلنے والے کو جمع کیا ہی پھر اُن نکلنے والون مین پیدل اور سوار ہونے کی بابت تفریق کی ہی پھر اُن دونون کو یون تقسیم کیا ہی کہ پیدل کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے اور سوار کے چار۔

صنعت رجوع اس طرح ہی کہ ایک شے کی کوئی صفت بیان کرین اور پھر اس صفت کو باطل کرکے دوسری صفت پر کہ اگلی سے بہتر ہو رجوع کرین کسی فائدے اور نکتے کی غرض سے۔

المعجم فی معاییر اشعار العجم مین صنعت تفریع کی نسبت لکھا ہی کہ شاعر ایک چیز کی نسبت کہے کہ ایسی ہے پھر انکار کرکے کہے کہ ایسی نہین مثلاً چہرۂ معشوق کی نسبت کہے کہ چاند ہے پھر کہے کہ چاند نہین آفتاب ہے اور یہ صنعت اشعار عرب مین بہت جاری ہے فارسی مین ایسا کرتے ہین کہ نفی تشبیہ سے کرتے ہین اور غلط کہکر پہلی بات کو رد کردیتے ہین اس تعریف سے ثابت ہی کہ صنعت رجوع اور یہ ایک چیز ہے چنانچہ امثلۂ آیندہ سے یہ بات ذہن نشین ہوتی ہے۔

سودا

جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق کی ہو وے	بجا ہی کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی
معاذاللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد	جو اُسکو پھر کہون تو ہون مین مردود مسلمانی
کدھر اب فہم ناقص لے گیا مجھکو نہ یہ سمجھا	کہ وہ مہر الوہیت ہی یہ ہی ماہ کنعانی

اول ممدوح کو بوجہ حسن صورت و سیرت کے یوسف ثانی کہا پھر اس قول سے رجوع کرکے یوسف پر ممدوح کی فوقیت ثابت کی اور مقصود رجوع سے یہان ترقی مدح مین ہے۔

انیس

اختر سے بھی ابرو مین بہتر ہین اشک	اللہ ہے مشتری وہ گوہر ہین اشک
آنکھون سے لگا کے انکو کہتے ہین ملک	گوہر نہین نور چشم کو تر ہین اشک

اول اشکون کو گوہر کہا پھر اس قول سے رجوع کرکے نور چشم کو تر قرار دیا اور غرض رجوع سے یہان اشکون کی مدح مین ترقی ہے۔

عبرت

کہون کیا جس جگہ ملی وہ درۃ التاج	کرے زلفون مین اپنی شانہ لعاج
نمایان شانہ و زلف گرہ گیر	ہے ابیض فیل کے دانتون مین زنجیر
غلط مین نے یہ دی ساتھ اسکے تمثیل	کجا زنجیر و دندان و کجا فیل

سیہ زلفون مین اُس کی شانۂ عاج | روان مانند مہتاب شب داج

دبیر

باقی نہ تھا دم خوف سے تیغین یہ گھٹی تھین | تیغین نہ کہو بضین نیلمون کی چھپٹی تھین

فائدہ رجوع کا یہان خوف مین ترقی ہے۔

رؤف احمد رافت

وہ آنکھین کہ آہو پہ جادو چلائین | نہ آہو پہ جادو چلائین

غرض رجوع سے یہان ترجیح چشم معشوق کی آہو پر ہے۔

گوہر

نظر بھر جسنے دیکھا ہو کے وحشی وہ گیا بن کو | بجا ہے گر کہون آہو مین اُسکی چشم پرفن کو
خطاے عین ہے حیوان مطلق سے جو نسبت دین | گل نرگس کہون تازہ کرون حسنی کے گلشن کو

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی ؛ | خنجر سے زیادہ تر روان تھی ؛

یار محمد خان شوکت

زمین مثل شنجرف از جوشش خون | غلط بلکہ گلنار سے بھی فزون ؛

صنعت حسن التعلیل یعنی ایک چیز کو کسی چیز کی صفت کے لیے علت ٹھہرانا اور در اصل وہ اُسکی علت نہو اور وہ صفت معلول ہین خواہ فی نفسہ ثابت ہو یا نہو اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت ہوتی ہے تو وہان اس صفت کیواسطے فقط علت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت نہین ہوتی تو وہان علت کے بیان سے اُس صفت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت ہو اور اُسکے واسطے علت کا ثابت کرنا مقصود ہو وہ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ سوا اُس علت ٹھہرائی ہوئی کے اُس صفت کے واسطے کوئی اور علت بھی ظاہر ہو دوسرے یہ کہ سوا اُسکے کوئی اور علت ظاہر نہو اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت نہین اور علت کے بیان کرنے سے اُس صفت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے وہ بھی دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اُس صفت کا موجود ہونا ممکن ہو دوسرے یہ کہ محال ہو پس اس صفت کی یہ چار قسمین ہین اور اُسکے لطائف مین سے یہ ہے کہ تشبیہ اور استعارے کے ذریعہ سے حاصل ہو۔

(۱) وہ صفت ثابت ہو اور علت مذکورہ کے سوا اور علت بھی ظاہر ہو مثال اسکی۔

پیاسی جو تھی سپاہ خدا تین رات کی | ساحل سے سر پٹکتی تھین موجین فرات کی

ساحل سے موجون کے ٹکرانے کو اس بات کی علت بتایا ہی کہ ہمراہیان حضرت حسین ع کی تشنگی کی وجہ سے بیتاب تھین اور یہان دوسری علت بھی موجود ہی اور وہ یہ ہے کہ ہوا لگنے سے موجین پانی مین پیدا ہو کر کنارے سے ٹکراتی ہین۔

ولہ

ڈر سے ہوا فرات کی موجون کو اضطراب	اور آب مین سرون کو چھپانے لگے حباب

موجون کے اضطراب اور حباب کے سر چھپانے کی علت ڈر اور خوف کو قرار دیا ہی لیکن موج کے اضطراب اور حباب کے پانی مین سر چھپانے کی علت اور بھی ہی اور وہ ہوا لگنا ہی ہوا کے جھکورون سے موج کو حرکت ہوتی ہی اور ہوا کی ضرب اور موجون کی حرکت سے حباب بھی ٹوٹ جاتا ہی مگر شاعر نے اپنی طرف سے موج کی حرکت کو خوف کی وجہ سے اضطراب قرار دیا ہی اور حباب جو ٹوٹ جاتا ہی تو اُسکی یہ علت قرار دی ہی کہ وہ ڈر کی وجہ سے پانی مین منھ چھپاتا ہی۔

ولہ

ہر غول مین علم سے علم جھک کے لڑگیا	جو رہ گیا نشان وہ خجالت سے گڑ گیا

شاعر نے نشان کے زمین مین گڑ جانے کی یہ علت بیان کی ہی کہ وہ خجالت سے ایسا ہو گیا تھا اور اُس کے لیے دوسری علت بھی موجود ہی کہ سپاہی علم کو کھڑا رکھنے کے لیے گاڑ دیتے ہین۔

انیس علی اکبر کی تلوار کی تعریف مین کہتے ہین۔

دریا نہ تھمتا خوف سے اس برق تاب کے	لیکن پڑے تھے پانوٴن مین چھالے حباب کے

شاعر کا مطلب یہ ہی کہ دریا اُس تلوار کے خوف سے بھاگ جاتا مگر اسلیے نہ بھاگ سکا کہ اُس کے پانوٴن مین چھالے پڑ گئے تھے حباب کو شاعر نے دریا کے چھالے فرض کر کے اُسکے نہ بھاگ سکنے کی علت قرار دیا ہی حالانکہ اسکی علت حقیقی دوسری ہی اور وہ یہ ہی کہ دریا چارون طرف اونچی زمین سے گھرا ہوتا ہی اسلیے اپنا مقام نہین چھوڑ سکتا۔

میر حسن

نہ لے جب تلک شمع پروانگی اگر آپ سے آ سیہ وہ آگرے گرا جیا نا اُس کے جلین بال و پر	پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی تو فانوس مین شمع چھپتی پھرے تو گلگیر لے شمع کا کاٹ سر

شمع کے فانوس مین چھپنے اور گلگیر کے شمع کا سر کاٹنے کی شاعر نے جو وجہ بیان کی ہی اُسکے سوا

دوسری وجہ جو حقیقی اور اصلی ہی وہ بھی ظاہر ہے۔

ناسخ

کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشق جانباز کا	دیکھہ روتی ہی بروے لاشۂ پروانہ شمع

پگھلی ہوئی چربی کے ٹپکنے کا استعارہ رونے کے ساتھہ کیا ہی اور یہ صفت شمع مین ثابت ہی اور علت اسکی حرارت ہی اور شاعر نے علت اسکی یہ ٹھہرائی ہی کہ پروانے کے غم مین شمع روتی ہے۔

ولہ

وہ سہی قد شانہ بنواتا ہے اُسکی چوب کا	اسلیے رکھتی ہی اُلفت فاختہ شمشاد سے

ظاہر ہی کہ فاختہ کی الفت شمشاد سے بسبب عشق کے قرار دیگئی ہی اور شاعر نے اسکے لیے اپنی دوسری علت ادعا کیا ہی۔

ولہ

عاشق کو رنج ہو تو معشوق کو بھی رنج	یوسف گرا کنوئین مین زلیخا کی چاہ سے

حضرت یوسف کے کنوئین مین گرنے کی علت انکے بھائیون کا حسد سے ڈالدینا ہی اور شاعر نے اسطرح معلل کیا ہی کہ وہ زلیخا کے عشق مین گرے تھے۔

مولوی حبیب الرحمان خان بیدل

رہتا ہی سیہ پوش سدا خانۂ کعبہ	اس غم مین کہ تھا پہلے جلو خانہ کسی کا

خانہ کعبہ کا سیاہ پوش رہنا بسبب سیاہ غلاف کے ہی اور شاعر نے اسکی علت اور بیان کی ہی۔

میر جواد علی ہادی

کچھہ آج شکستہ ہی بہت رنگ رُخ گل	صیاد نے کس بُلبُل شیدا کو ستایا

رنگ گل کا شکستہ ہونا صفت ثابت ہی اور علت اُسکی گل کا مُرجھانا ہی اور شاعر نے یہ علت بیان کی کہ بُلبُل شیدا کے غم مین گل کا رنگ شکستہ ہوا ہے۔

جوہر

دل شکنجے مین جو کھینچے تھے یہ تیز بہت	خوب موباف سے باندھے گئے کسکر گیسو

گیسوؤن کو موباف سے کسکر باندھنا وصف ثابت ہے اور علت اسکی معشوق کی آرائش اور تزئین ہے مگر شاعر نے اُسکے لیے دوسری علت کا ادعا کیا ہے۔

امیر

بے سبب زلزلہ عالم مین نہین آتا ہے	کوئی بیتاب تہ خاک تڑپتا ہوگا

زلزلے کا آنا فی نفسہ ثابت ہی لیکن جو علت شاعر نے اسکی بیان کی ہے وہ اُس کا خیال ہے
درحقیقت اسکی علت یہ ہے کہ زمین کے اندر آگ ہے پس جہان اُسکی سطح کمزور ہے اُس مین سے
گذر کر بعض چیزین آگ مین پہونچ جاتی ہین جس سے وہ بھڑک اُٹھتی ہی اور وہان کی زمین ہلنے لگتی ہے
(۲) وہ صفت ثابت ہو اور جو صفت شاعر نے ٹھرائی ہی اُسکے سوا کوئی دوسری علت
ظاہر نہو جیسے اس شعر مین -

میر عبدالحی

گل زمین سے جو نکلتے ہین برنگ شعلہ	کون جان سوختہ جلتا ہی تہ خاک ہنوز

گل کا زمین سے یعنی درختہاے زمن سے برنگ شعلہ سُرخ نکلنا فی نفسہ ثابت ہی لیکن علت اسکی
شاعر نے یہ بیان کی کہ کوئی جان سوختہ تہ خاک جل رہا ہی حالانکہ یہ علت محض شاعر کے تخیل پر مبنی ہے
اور کوئی دوسری علت بھی اس جگہ ظاہر نہین -

بیان

نکلا ہی لالہ خاک کے نیچے سے سُرخ سُرخ	رنگین ہوا شہیدون کے خون مین نہا نہا

مومن

خمیدہ کس لیے نو آسمان بنے تجھے بھلا	نہ تھا ازل سے جو مد نظر ترا پابوس

آسمانون کا خمیدہ ہونا صفت ثابت ہی اور علت اُنکے خمیدہ ہونے کی بظاہر معلوم نہین اور
شاعر نے اس خمیدگی کی یہ علت ٹھرائی ہی کہ ممدوح کی پابوسی کے لیے خمیدہ بنے ہین -

قلندر

رنج وغم اہل ہنر ساتھ لگے پھرتے ہین	دامن گل کو نہین ہاتھ سے کانٹون کے فراغ

گل کے ساتھ کانٹون کا ہونا صفت ثابت ہی اور علت اسکی بظاہر معلوم نہین لیکن شاعر نے گل کو
اہل ہنر سے تشبیہ دیکر یہ علت بیان کی کہ جس طرح اہل ہنر کو رنج وغم سے چھٹکارا نہین اسی طرح گل کو کانٹون سے
جو اُس کے لیے رنج وغم کا موجب ہین فراغ نہین -

خمیدہ فلک دیدۂ مہر ومہ سے رسا	جہان مین تمھاری کمر ڈھونڈھتا ہے

اس شاعر نے فلک کے خمیدہ ہونے کی یہ علت بیان کی ہی کہ وہ میرے معشوق کی کمر ڈھونڈھنے
کے لیے جھکا ہے -

(۳) وہ صفت ثابت نہو اور موجود ہونا اُس صفت کا ممکن ہو جیسے -

مومن

اُس نقش پا کے سجدے نے کیا کیا ذلیل کیا | مین کوچۂ رقیب مین بھی سر کے بل گیا

معشوق کے نقش پا کو سجدہ کرنا اُسکی تعظیم ہی اور ظاہر و متعارف ہی کہ کسی معتقد فیہ کی تعظیم سے ذلیل نہو پس تعظیم سے ذلیل ہونا ایک صفت ہے کہ فی نفسہ ثابت نہین لیکن محال بھی نہین بلکہ ممکن ہی کہ وہ امر کسی کے حق مین موجب ذلت کا ہوجائے چونکہ یہ امر غیر ثابت تھا اسواسطے مصرع ثانی مین اُسکی علت بیان کی یعنی معشوق کوچۂ رقیب مین تھا اور جب عاشق نے اُس جگہ نقش پا ے معشوق کو سجدہ کیا تو رقیب کے کوچے مین سر کے بل جانا واقع ہوا اور ایسے مقام مین اس طرح کا امر ظہور مین آنا ننگ کا موجب ہی۔

برق

سر پہ اعلےٰ کے بلا آئی تو ادنے بڑھگیا | دھوپ جب بڑھنے لگی قامت سے سایا بڑھگیا

ادنے کا بڑھ جانا صفت غیر ثابت ہی کیونکہ متعارف یہ ہی کہ اعلےٰ درجے والون پر خرابی وارد ہو تو ادنے بدرجۂ اولے خراب ہوجائین جس چیز کی اعلیٰ زد نہین اُٹھا سکتے ادنے اُکب اُٹھا سکینگے۔ لیکن یہ امر ممکن ہی اور اس کی علت دوسرے مصرع مین بیان کی ہی اور وہ یہ ہی کہ جب دن ڈھلنے لگتا ہی تو سایہ قامت سے بڑھ جاتا ہی اور قامت کے مقابلے مین سایہ ایک ادنے چیز ہے۔

سودا

جفاے دہر کرے سنگدل کو نازک دل | بنے ہی شیشہ جہان مین گداز ہو خارا

جفاے دہر سے سخت مزاج آدمی کا نرم مزاج ہوجانا صفت غیر ثابت ہی کیونکہ متعارف یہ ہی کہ آدمی جس قدر سختی پڑتی ہی اُتنا ہی سخت ہوتا جاتا ہی لیکن یہ بات ممکن ہی اور اسکی علت مصرع دوم مین بیان کی ہی یعنی پتھر کو گلا کر شیشہ تیار کیا جاتا ہی پس جفاے دہر سے سنگدل کا نازک دل ہونا ثابت ہوگیا۔

ناسخ

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہوگیا | آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہوگیا

رفعت کی حرص سے مرتبے کا کم ہونا صفت غیر ثابت ہی کیونکہ متبادر یہ ہی کہ رفعت کی حرص کرنے سے افزونی ہو لیکن یہ امر ممکن ہی اور اسکی علت مصرع ثانی مین مذکور ہی یعنی جب آفتاب اپنی حد سے اور زیادہ اونچا ہوجائے تو البتہ بہت چھوٹا معلوم ہونے لگے گا پس حرص رفعت سے مرتبے کا کم ہونا ثابت ہوگیا۔

ولہ

کرتے ہین سالک ترقی سے تنزل اختیار | جبکہ منزل پر سوار آیا پیادہ ہوگیا

حیدر حسن تصور

تصور گرم جوشی یار کی مجھکو رولائے گی — بہت گرمی کا ہونا مینھ برسنے کی علامت ہے

(۴) وہ صفت ثابت نہو اور موجود ہونا اُس کا محال ہو جیسے اس شعر مین۔

ناسخ

ٹلتا ہی نہین ہجر کا دن کیا ہی اُلٹی دھوپ — خورشید قیامت نے مرے گھر مین جڑی دھوپ

ہجر کے دن کا نہ ٹلنا محال ہی کیونکہ زمین یا سورج کی گردش کی وجہ سے ایک حالت پر وقت رہ ہی نہین سکتا مگر پچھلے مصرع مین جو علت بیان کی وہ اس بات کو ثابت کرتی ہی۔

شوری

پھرتا رہے ہی چار پہر مضطر آفتاب — روشن ہی یہ کہ محو ہوا تجپر آفتاب

آفتاب کا محو ہونا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی اور اُسکے چار پہر گردش کرنے کو محویت کی علت قرار دے کر اس بات کو ثابت کیا ہے۔

افضل

قاتل خلق ہو کیونکر نہ ترا ہر گیسو — حسن شمشیر ہے شمشیر کے جوہر گیسو

گیسو کا قاتل ہونا صفت ہی غیر ثابت اور ممتنع ہی اور اُسکے اثبات و امکان کے لیے اسکی علت یہ قرار دی کہ حسن شمشیر ہے اور گیسو شمشیر کا جوہر ہے۔

سودا

مے پرستی ہی مری باعث آمرزش خلق — توبہ صد قوم نے کی ہی مری میخواری سے

کسی کی مے پرستی کا خلق کی بخشش کا باعث ہونا ایک صفت غیر ثابت اور محال ہی مگر شاعر نے دوسرے مصرع مین جو علت بیان کی اُسنے اُس صفت کو ثابت کر دیا ہی۔

امیر

وقت رفتار ہی زرریز عجب فیض قدم — نقش پا راہ مین نبجاتے ہین دینار و درم

کسی کی رفتار مین زرریزی ہونا ایک صفت غیر ثابت و ممتنع ہی مگر مصرع ثانی مین جو نقش پا کا دینار و درم نبجانا بیان کیا ہی اس علت سے رفتار مین زرریزی کا ثبوت ہوتا ہی۔

میر

شہر مین کس منھ سے آئے سامنے تیرے کہ شوخ — چھائیون سے بھر رہا ہی سارا چہرہ ماہ کا

چاند کا معشوق سے شرما کر سامنے نہ آنا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی اور اُسکے اثبات و امکان کیلئے
چاند کے داغون کو چھائیان مان کر اُسکی علت قرار دیا ہے۔

مصحفی

جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون | بگہ غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا

حضرت علی کا حکم فلک پر نافذ ہونا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی مگر وہ علت کہ مصرع ثانی مین مذکور
ہوئی اُس صفت کو ثابت کرتی ہے۔

امیر

مجھکو زاہد نہین شراب حرام | تیسرے دن میسر آئی ہے

اور حسن التعلیل سے ملحق ہی یہ امر بھی کہ کلام مین علت بطور شک کے مذکور ہو چونکہ اس مین
علت مشکوک طور پر ہوتی ہی اور حسن التعلیل مین اُسکا ادعا ہوتا ہی اور علت کو علت حقیقی ٹھہرانے مین
اصرار ہوتا ہے اسلیے یہ قسم اخیر حسن التعلیل مین داخل نہین بہرصورت مثال اسکی یہ ہی۔

انشا

کیا کسی باغ مین ہی آج پڑی سوتی صبح | کیون مرے سامنے کمبخت نہین ہوتی صبح

صبح کے سامنے نہ ہونے کی علت اُسکا سونا بطور شک کے بیان کیا ہی۔

ناسخ

سنسان مثل وادی غربت ہے لکھنؤ | شاید کہ ناسخ آج وطن سے نکل گیا

غلام مصطفےٰ التحیر

فکر اطفال کو ہی سنگ اُٹھا لانے کی | آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانے کی

قدرت اللہ قدرت

کچھ دیر ہوئی اشک نہین آنکھون سے گرتے | شاید تہ مژگان کوئی لخت جگر آیا

گویا

قلم مین لیٹے ہی بالیدگی سے وقت رقم | ہر اک سطر نگر شاخ عشق پیچان ہے

صنعت مشاکلہ وہ یہ ہی کہ دو چیزین ذکر کرین اور اُن دونون کو ایک جگہ مذکور ہونے کی
مناسبت سے ایک ہی لفظ سے تعبیر کرین اگر کوئی یہ کہے کہ صنعت مشاکلہ کو صنائع لفظی مین
داخل کرنا چاہیے کیونکہ اسکا تعلق لفظ سے ہی تو ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ مشاکلہ مین ایک معنی کو

ایک ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہی جو اُس سے غیر ہوتا ہی اگرچہ اُس معنی کے لفظ کو بدلا جاتا ہی مگر یہ امر تابع ہے جیسے۔

ناسخ

خط مجھے لشکر سے بھیجا یار نے ‖ فوج غم پر آج دل فیروز ہے

لشکر کی مناسبت سے غم کو بھی فوج کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

واجد علی شاہ

لگا کر کبھی پان لاتی تھی وہ ‖ محبت کا بیڑا اُٹھاتی تھی وہ

محبت کے اقرار اور وعدے کو پان کی مناسبت سے بیڑے کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہی۔

میر

گئی دن مین ہندوزن آنے لگی ‖ کیے پانی اس راہ جانے لگی
نگاہین ہوئین ہمدگر آشنا ‖ محبت کا دونون نے پانی بھرا

پانی کے ذکر کی مناسبت سے محبت کرنے کو پانی بھرنے سے تعبیر کیا ہے۔

ولہ

مین وہ رونے والا جہان سے چلا ہون ‖ جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

ابر کے برسنے کو رونیکے ساتھ تعبیر کیا ہی اسلیے کہ رونے والے کے ساتھ اسکا مذکور ہوا ہے۔

روشن

اُسکی آنکھوں سے بھلا کرتی ہی کیا ہم چشمی ‖ جاکے بنوائے کہین نرگس بیمار آنکھین

آنکھوں کی مناسبت سے برابری کرنے کو ہم چشمی کرنے سے تعبیر کیا ہے۔

انشا

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیون پینا پیسے ‖ بڑا دانا جو ہو چکّی مین کیا مجھ ٹوٹن کو دل ڈالے

چکی اور دانے کی مناسبت سے نصیحت کرنے کو پیسنے سے تعبیر کیا ہے۔

شیفتہ

کیا کہون احباب کی آہن دلی ‖ پانون مین فولاد کی زنجیر ہے

فولاد کی زنجیر کی مناسبت سے بے مہری کو آہن دلی کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

نسیم

مین جاکے جلی تو غم نہین ہائے ‖ ڈر ہے کہ نہ تجھپہ آنچ آجائے

جلنے کی مناسبت سے صدمہ پہونچنے کو آنچ آنیکے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

یاس

زانوے یاس کمان اور سر دلدار کمان	ہمنشین بات وہ کر چکا ہو کچھ بھی سر پانون

زانو اور سر کی مناسبت سے بات مین کچھ سچ ہونے کو سر پانون سے تعبیر کیا ہے۔

صنعت مزاوجہ یعنی دو معنی شرط وجزا مین ایسے واقع ہون کہ جو امر پہلے معنی پر مترتب ہو وہی دوسرے پر بھی مثال اسکی۔

داغ

وہ جو بولین تو بات جاتی ہے	چپ رہون مین تو رات جاتی ہے

بولنا اور چپ رہنا دو معنی اور ان دونون پر کسی شے کا جانا مترتب ہوا ہی یعنی اول پر بات کا اور دوسرے پر رات کا۔

رنگین

آہ کیجے تو آن جاتی ہے	ورنہ کیجے تو جان جاتی ہے

آہ کا کرنا اور نہ کرنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا جانا مترتب ہوا ہے یعنی اول پر آن کا اور دوسری پر جان کا۔

محمد حسین تجلی

جب رات تھی دراز ملاقات کم ہوئی	ملنے کے دن جو آئے تو پھر رات کم ہوئی

رات کا دراز ہونا اور ملنے کے دنون کا آنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا کم ہونا مترتب ہوا ہے یعنی اول پر ملاقات کا کم ہونا اور دوسری پر رات کا کم ہونا۔

میر

اچنبا ہے اگر چپکا رہون مجھپر عتاب آوے	وگر قصہ کہون دل کا تو سنتے اسکو خواب آوے

چپکا رہنا اور دل کا قصہ کہنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا آنا مترتب ہوا ہے یعنے اول پر عتاب کا آنا اور دوسرے پر خواب کا آنا۔

ظفر

روئے جو دل کھولکر ٹکڑے جگر ہونے لگا	اور اگر روئے کو روکا درد سر ہونے لگا

صنعت عکس یعنی کلام کے بعض اجزا کو مقدم و مؤخر کر کے دوسرا فقرہ یا مصرع وغیرہ بنالین اور

وہ معنی دیتے چلے جائیں بہنے عکس کو محسنات معنویہ مین اسلیے شمار کیا ہی کہ اس مین اول عکس معنی کا اور اُسکی تبدیل ہی پھر لفظ مین تبدیل کا واقع ہونا اُسکے اتباع سے ہی بخلاف ردالعجز علے الصدر کہ اُس مین دو لفظ وارد کیے جاتے ہین جن مین سے ایک کلام کے اول مین ہوتا ہی اور دوسرا کلام کے آخر مین صنعت عکس کبھی دو لفظون مین ادا ہو جاتی ہے کبھی دو فقرون مین اور کبھی ایک بیت مین۔

مثال دو لفظ کی۔

غالب

وفور اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ	کہ ہو گئے مرے دیوار و در در و دیوار

نصرت

جیحون کو دشت دشت کو جیحون بنائین یہ	گردون کو ارض ارض کو گردون بنائین یہ
پستی کو اوج اوج کو پستی بنائین یہ	ہستی کو نیست نیست کو ہستی بنائین یہ

شایان

درختون کی باہم ہوئی حرب و ضرب	لڑے خوب باہم ہوئی ضرب و حرب

نسیم

باقی ساقی جو کچھ ہووے سے	ساقی باقی شراب دیدے

انیس

استادہ آب مین یہ روانی خدا کی شان	پانی مین آگ آگ مین پانی خدا کی شان

مثال دو فقرون کی۔

نعیم

کس طرح تجھے یا دین اب ہم کو بتا ظالم	یان کہتے ہین وان ہوگا وان کہتے ہین یان ہوگا

ناسخ

وہ خدا کا دوست ہی اور دوست ہے اُسکا خدا	کیون نہو ناسخ محبت حیدر کرار کی

امیر مینائی

گلا کٹوا مزے لے لیکے پھر ایدل کہان یہ دن	کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

ولہ

دونون بیتاب ہین حضرت کی زیارت کے لیے	دل کو سمجھاتا ہون مین دل مجھے سمجھاتا ہے

دبیر

قابل ہیں سخن کے ہوں سخن میرے ہی قابل	لیکن سخن شہرۂ فگن میرے ہے قابل

جرأت

تو موج پر تو ماہ ساں کیوں اضطراب میں دل گیا	کبھی پار تھا کبھی وار تھا کبھی وار تھا کبھی پار تھا

صبا

صبا یہ اُس کا ہی موجد وہ اُسکا موجد ہے	بشر ہے غم کے لیے اور غم بشر کے لیے

مثال پوری بیت کی۔

ظفر

یہی ایک غم ہے یہی اک الم ہے مری چشم نم ہے اسی رنج و غم میں خفا کیوں صنم ہے نہیں بھید کھلتا	یہی اک الم ہے یہی ایک غم ہے اسی رنج و غم میں مری چشم نم ہے نہیں بھید کھلتا خفا کیوں صنم ہے

ساری غزل اسی صنعت میں ہے۔

منشی

ہوا پہلوان عاشق دل ستان	ہوئی دل ستان عاشق پہلوان

ذوق

بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے	بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے

میر حسن

یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہیں	پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہیں

سودا

شفا کو ہر طرف اس طرح سے کرے نہ اجل	اجل کو ہر طرف اس طرح سے کرے نہ شفا

ان تمام اشعار میں دوسرا مصرع پہلے مصرع کا عکس ہے اور اسی صنعت کے قبیل سے ہے یہ امر بھی کہ ایک بیت کو تقدیم و تاخیر الفاظ سے کئی وزن کر لیں جیسے یہ مصرع۔

بتاؤ مرے جانی ہوئے کیوں خفا مجھسے

اسکی تقطیع یون ہی فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن ۔وزن دوسرا ع

جانی بتاؤ مرے مجھسے ہوے کیون خفا

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن یہ بحر بسیط مثمن سالم ہی۔وزن تیسرا ع

مرے بتاؤ جانی خفا کیون ہوے مجھسے

تقطیع مفاعلن مفعولن مفاعلن مفعولن یہ وزن بحر بسیط مثمن مزاحف ہی۔ وزن چوتھا ع

جانی بتاؤ مرے مجھسے ہوے کیون خفا

تقطیع مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن۔ وزن پانچوان ع

جانی مرے بتاؤ مجھسے خفا ہوے کیون

مفعول فاع لاتن مفعول فاع لیان ۔ سدیایے لطافت مین اس صنعت کو صنائع لفظی مین لکھا ہے۔

صنعت القول بالموجب یہان موجب جیم کے کسرے اور فتحہ دونون طرح سے جائز ہی مراد اس سے یہ ہی کہ کسی شخص کے کلام مین کوئی لفظ واقع ہو تو اُس لفظ کے معنی کو خلاف مراد اس کہنےوالے کے محمول کرین۔

لطیفہ ایک امیر کی دولتسرا مین محفل رقص وسرود گرم تھی اور ایک رنڈی خوش الحانی مین غیرت ناہید حسن صورت مین رشک خورشید زلیخا طبیعت مجنون صفت اپنے ناچ کی چمک دمک دکھارہی تھی ہر ایک ساز اس اصول وقانون کے ساتھ بج رہا تھا کہ صوفیان صافی مذاق بیخود ہوکر وجد مین آتے تھے دفور مذاق اور حصول ذوق وشوق مین سرون کو جنبش گویا اضطراری ہوگئی تھی سارنگیون کی آواز خوش انداز پر عاشق زار دل افگار دست وحشت سے اپنا گریبان تابدامان تار تار کرتے تھے اور طبلے کی تھاپ پر دائین بائین کے لوگ عالم حیرت مین بیٹھے تھے حالت رقص مین اُس ماہ رو کا کبھی آگے بڑھنا اور کبھی پیچھے ہٹنا اور ہاتھ دراز کرنا اور پھیری لینا اور سمٹ کر بیٹھ جانا دل ہاے عشاق کو تہ وبالا کرتا تھا اتفاقاً ایک جوان پری پیکر زیبا شمائل شیرین خصائل اُس محفل مین ناز وانداز سے سج دھج بنائے بیٹھا ہوا تھا اس مغنیہ کا دل اُس شمع جمال پر پروانے کی مانند قربان ہوا اور ذرے کی طرح اُس خورشید آسمان خوبی پر دل وجان سے فریفتہ ہوئی بار بار اُس کے مُنھ کو تکتی اور لاکھ جی سے اُس پر فدا ہوکر اُسکے خط وخال کا تماشا دیکھتی اہل مجلس مین سے ایک شخص یہ حال دیکھکر صاف تاڑگیا اور چرب زبانی سے بولا کہ بی جی آپکی تو آنکھ لگ گئی وہ مسکراکر بولی کیا کیجے صاحب نیند آئی ہی اُس شخص کی مراد آنکھ لگ گئی کہنے سے یہ تھی کہ تم عاشق ہوگئین مگر مغنیہ نے اخفاے حال کے واسطے اس بات کو خواب کی طرف لیجا کر اُسکے مزاج جواب دیا

نیند آئی ہے ۔مثال نظم کی۔

داغ

آنکھ لگتی ہے تو کہتے ہین کہ نیند آئی ہے	آنکھ اپنی جو لگی چین نہین خواب نہین

لوگونکی مراد آنکھ لگنے سے نیند آنا ہوتی ہے اور قائل نے آنکھ لگنے کے معنے عاشق ہونا لیے ہین۔

نعیم

کہتے ہین مرگ کو وصال نعیم	ہنوز وصل ہئنے مرد یکھا ؛

قائل نے وصال سے معشوق کی ملاقات مراد رکھی ہے اور لوگ حق سے واصل ہونا مراد رکھتے ہین۔

ولہ

جب کہا اُن سے کہ مرتا ہون تو ہنسکر بولے	مُنھ تو دیکھو یہ بڑے آئے ہین مرنیوالے

عاشق کی مراد مرنے سے یہ تھی کہ مین جان سے جاتا ہون اور معشوق نے مرنے سے مراد عاشق ہونا رکھا ہے

جرأت

وہ نہ آئے تو یہ ہو جائے غلط ؛	کہ بن آئے نہین مرتا کوئی ؛

بن آئے مرنے سے مراد یہ ہے کہ بغیر موت کے آئے کوئی نہین مرتا اور قائل نے اس شعر مین بن آئے مرنے سے بغیر معشوق کے آئے مرنا مراد رکھا ہے۔

ذوق

جب کہا مرتا ہون وہ بولے مرا سر کاٹ کر	جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

مرنے سے عاشق کی مراد یہ تھی کہ مین تجھپر شیدا ہون معشوق نے اس سے حقیقی موت مراد لی۔

ذوق

گر ابکے پھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے	تو جانون پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

شاعر کی مراد اللہ کے گھر سے پھرنے کی یہ ہے کہ مرتے مرتے بچے اور لوگ کعبے سے پھرنا سمجھتے ہین۔

کرم رام پوری

بولا مین نہ بیٹھو وان اُٹھ جائین جہان سے ہم	بولے کہ جہان سے تو اُٹھ جاے حسرت ہے

آبحیات مین لکھا ہے کہ نواب جھجر نے شاہ نصیر سے کہا کہ وعدہ فرمایئے کہ آپ جھجر مین کب آیئے گا سنکے بولے کہ جھجر کی جاہ تو وہی گرمی ہین ۔

صنعت احتجاج بدلیل یعنے کسی دلیل سے کلام کو مدلل کرنا اور اُسکی دو صورتین ہین۔

(۱) بطور متکلمین کے کلام مین نتیجۂ مطلوب کا حاصل ہونا کیونکہ متکلمین کا کلام دلیل اور برہان پر مشتمل ہوتا ہی اس قسم کو مذہب **کلامی** کہتے ہین غرضکہ صنعت ہونا اسکا اسوجہ سے ہر کہ دلیل اہل کلام کے طریق پر لائی جائے اور اہل کلام کے طریق پر دلیل لانے سے یہ مطلب ہی کہ دلیل کی صورت قیاس استثنائی یا اقترانی کے طور پر ہو کہ جسکے مقدمات کے تسلیم کر لینے سے عقلی طور پر مطلوب کا تسلیم کر لینا لازم آئے پس جو حجت اسطرح نہ لائی جائے کہ قیاس استثنائی یا اقترانی کی صورت اُس سے پیدا ہو سکتی ہو وہ صنعت مذہب **کلامی** مین داخل نہوگی لیکن مراد اس سے کہ حجت اہل کلام کے طریق پر ہو یہ ہی کہ اُس کلام سے دلیل اقترانی یا استثنائی کی صورت پر مقدمات کا ترتیب دینا صحیح ہو نہ یہ کہ صورت بالفعل بھی پائی جاتی ہو مثال اسکی یہ شعر شاہ جہان بیگم عالیہ بھوپال شیرین تخلص کا ہی ــ ہ

دنیا مین بڑا شور رہی شکر شکنی کا	شیرین جو تخلص مین ہوا نام ہمارا

اس شعر سے مطلوب اسطرح ثابت ہوتا ہی کہ دُنیا مین متعلق محمول یعنی بڑا کہ کلمہ ہے شور موضوع ہے رابطہ غیر زمانی **شکر شکنی کا** مرکب تقییدی اضافی متعلق یعنی مضاف الیہ موضوع قضیہ حملیہ خارجیہ ثبتیہ دلیل اسپر مصرع آیندہ قیاس اقترانی حملی شکل پہلی اور تیسری اور چوتھی سے اور اشارات اس دلیل پر لفظ جو تو اس تقریر پر حاصل مصرع ثانی یہ ہوا اسلیے کہ نام ہمارا شیرین تخلص ہوا اور یہ قضیہ حملیہ موجبہ شخصیہ صغرے ہوا اور شیرین تخلص کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہے کبرے اور یہ شکل اول نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہے اور ترتیب شکل ثالث کی اس طرح ہے شیرین تخلص نام ہمارا ہوا صغرے اور شیرین تخلص کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہی کبری نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہی اور تقریر شکل رابع کی اس وضع پر ہے شیرین تخلص نام ہی ہمارا صغرے اور شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہی شیرین تخلص کا کبرے نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا اور یہی مطلوب تھا۔

مومن

شب کیا عصمت تخت جگر احمد مین	جب مسلم ہی کہ معصوم ہی جزو معصوم

شاعر نے اپنا مطلب یون ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہین اور حضرت امام حسین ع انکا جز ہین اور معصوم کا جز معصوم ہوتا ہی تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امام حسین بھی معصوم ہین ۔

سودا

اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا	تو آب و دانہ کو بیکر گہر نہ ہو پیدا

اس شعر مین دلیل کی صورت اس طرح پر ہی کہ اگر عدم سے فکر روزی کا ساتھ نہو تو گوہر آب و دانہ کو لیکر

عدم سے پیدا نہو لیکن وہ آب ودانہ کو لیکر پیدا ہوتا ہے اس سے نتیجہ حاصل ہوا کہ فکر روزی کا عدم سے
ساتھ ہی اسی طرح ہین یہ دو شعر اسی قصیدے کے۔

ولہ

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف	ہلال عید ہو عالم مین کیونکہ روزہ کشا
جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن	تو خار و خس نہ کرے شعلے کو کبھو برپا

(۲) جو کلام تمثیل پر مشتمل ہو اس کو **مذہب فقہی** کہتے ہین فقہا یعنے علماے اصول اپنی اصطلاح
مین سے قیاس بولتے ہین تمثیل مین استقرار اور قیاس منطقی کچھ کچھ دونون پائے جاتے ہین اس کو ناکامل
استقرار سمجھو استقرار مین جزئیے سے کلیت پر دلیل لاتے ہین مثلاً جب چند مرتبہ ہمنے دیکھا کہ جب ایک امر ہوتا ہی تو
اُسکے ساتھ فلان صورت بھی ہوتی ہی پس اس سے ہم نتیجہ نکال لیتے ہین کہ اس قسم کی جتنی باتین ہین
سب ہمیشہ اسی طرح پر ہوتی ہین اور ایک عام قاعدہ ان سب باتون کے واسطے نکل آتا ہی چنانچہ
ہم دیکھتے ہین کہ سیسہ لوہا چاندی وغیرہ جب خوب گرم کیے جائین تو پگھل جائین پس قاعدہ عام یہ
نکلا کہ دھاتین پگھل جاتی ہین دوسری مثال ہمنے دیکھا کہ گاے بھینس بکریان اور سینگ والے
جانور جگالی کرتے ہین پس قاعدہ عام نکلا کہ سینگ والے جانور جگالی کرتے ہین قیاس مین کلی کے قرینے
سے جزئی پر حکم صادر کیا جاتا ہی اور یہ ٹھیک استقراء کے برعکس ہے استقراء سے ہمکو یہ بات معلوم ہوتی
ہے کہ فلان چیزین زہردار ہین پس اس عام قاعدے سے جو ہمکو معلوم ہوا ہی یہ حکم لگائین گے کہ اگر ان
زہردار چیزون مین سے کوئی بھی کسی شخص نے کھائی ہی تو اُس پر زہر نے اثر کیا ہوگا اسے قیاس کہتے ہین
اسی طرح اگر کوئی نیا جانور سینگدار کہین ملے تو ہم رائے لگائین گے کہ یہ جگالی کرنے والا ہی کیونکہ یہ عام
قاعدہ دلیل استقراء سے معلوم ہوچکا ہی کہ سینگدار جانور جگالی کرتے ہین غرضکہ قیاس کلی سے جزئی پر
دلیل لانے کو کہتے ہین اور استقراء جزئی سے کلی پر دلیل لانے کو بولتے ہین اور تمثیل مین جزئیے سے
جزئیت ثابت کی جاتی ہی یعنی ایک چیز سے دوسری چیز پر حوالہ دیا جاتا ہی مثلاً کوئی نتیجہ نکالے کہ فلان
مشرک کا انجام برا ہوگا کیونکہ ابوجہل مشرک کا انجام برا ہوا یہان پر استقرار اور قیاس دونون پائے
جاتے ہین کیونکہ تمثیل ابوجہل مشرک سے استقراء کے طور پر یہ بات نکلتی ہی کہ کل مشرکون کا انجام
برا ہوتا ہی پس چونکہ یہ آدمی مشرک ہی اس سبب سے اُس عام قاعدے سے قیاس کے طور پر یہ بات
نکلتی ہی کہ اسکا انجام برا ہوگا یہ طریقہ دلیل لانے کا بہت صاف اور صحیح ہی کہ حاجت اور مثال
لانے کی یہان پر نہین ہی مگر جب تک وجہ مناسبت جس کو علت اور وجہ جامع کہتے ہین قطعی نہو

تمثیل یقین کا فائدہ نہین بخشتی جب علت قطعی ہوتی ہی اُس وقت قیاس کی طرف رجوع کرکے یقین کا فائدہ دیتی ہی جیسے کہین بھنگ حرام ہی اس وجہ سے کہ مسکر ہی اور ہر مُسکر حرام ہے پس علت حرمت کی سکر ہی جو خمر مین تھا نہ سبزی نہ سیلان نہ بو کہ اور چیزون مین بھی جو حلال ہین پائے جاتے ہین لہذا متعین ہوا کہ نشہ بوجہ محرمت کے ہی جو خمر مین تھا اور یہ علت قطعی ہی قیاس ایسے دو قضیون سے بنتا ہی کہ اُن کے مان لینے سے ایک دوسرا قضیہ لازم آجاتا ہے اور اس دوسرے قضیہ کو نتیجہ کہتے ہین اور پہلے دو مقدمات کہلاتے ہین بھنگ مسکر و ہر مسکر حرام ہے دو قضیے ہین کہ جنکے مان لینے سے یہ نتیجہ لازم آیا کہ بھنگ حرام ہی مثال نظم کی۔

سید محمود علی برترؔ

ہم آپکے کوچے سے جو نکلے تو عجب کیا؟	آدم بھی ہوے خلد کی تعمیر سے باہر

اپنی ذات کو آدم پر قیاس کیا ہی ۔

ظفرؔ

کہین ہو یہ دل دیوانہ وان پہونچے ہی گا	شمع ہووےگی جہان پروانہ وان پہونچے ہی گا

دل دیوانہ کے حال کو پروانے کے حال پر قیاس کیا ہی ۔

ولہ

بے شرارت کوئی ہوتے ہین ہم دو سنگدل	دیکھو تیھر پر گرا تیھر شرر پیدا ہوا؟

مؤلف عفی عنہ نے رامپور مین حکیم ضامن علی جلال سے اس مثال مین شعر کہدینے کی استدعا کی تو اُنھون نے نمونے کے لیے فارسی کی مثال طلب کی راقم نے یہ رباعی ابوالفرج رونی کی دیدی۔

رباعی

گفتم کہ زخردی دل من نیست پدید	اندوہ بزرگ تو درو چون گنجید
گفتا کہ ز دل بدیدہ باید نگرید	خردست بدو بزرگہا بتوان دید

جلال نے اسی رباعی کا ترجمہ کردیا اور کہا کہ ترجمہ بھی صنائع مین داخل ہی۔

رباعی

مین نے جو کہا کہ تو ذرا سا ہے دلا	کیونکر غم بسیار سمائے تجھ مین جاتا؟
دل بولا کہ آنکھ بھی ہی اک چھوٹی سی شے	اور اُس مین سما جاتا ہے دیکھو کیا کیا

دل کو دیدہ پر قیاس کیا ہی جلد ہفتم ہفت قلزم وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ کسی مضمون کا ایک

زبان سے دوسری زبان مین قصداً ترجمہ کرنا اور پھر رعایت نظم و موزونیت کا رکھنا اصل لہٰ معنوی مین داخل ہے اور نام اسکا صنعت ترجمہ ہی بدر جاجرمی شاگرد محمد ہمگر فارسی نے ابوالفتح بستی کے قصیدۂ عربی کا ترجمہ فارسی مین نہایت عمدہ موزون کیا ہی کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک ایک بیت واقع ہوئی ہے مطلع اُن دونون قصیدون کا بیان درج کیا جاتا ہی۔

زیادۃُ المرءِ فی دنیاہُ نقصان	وَ رِبحُہٗ غیرُ محضِ الخیرِ خُسران
ہر کمالے کہ زدنیاست ہمہ نقصان ست	سود کان محض نکوئی نبود خسران ست

اور شیدا نے سعدی کے قصیدۂ فارسی کا ترجمۂ اُردو مین کیا ہی کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک ایک بیت واقع ہوئی ہی چنانچہ۔

ترا زکوے اجل کے قرار خواہد بود	قرار گاہ تو دارالقرار خواہد بود
اجل کے کوچے مین تیرا گذار ہووے گا	ترا قرار بدارالقرار ہووے گا
ترا بہ تختہ و تابوت درکشند از تخت	گرت خزانۂ و لشکر ہزار خواہد بود
دھرینگے تجھکو جنازے مین تخت شاہی سے	اگر خزانہ و لشکر ھزار ہووے گا
ترا بہ کنج لحد سالہا بباید خفت	تن تو طعمۂ ہر مور و مار خواہد بود
لحد کے گوشے مین تجھکو زمین پہ سونا ہے	بدن ترا خورش مور و مار ہووے گا

عمر خیام

درچشم محققان چہ زیبا و چہ زشت	منزل گہ عاشقان چہ دوزخ چہ بہشت
پوشیدن بیدلان چہ اطلس چہ پلاس	زیر سر عاشقان چہ بالین و چہ خشت

منشی مام سہاے تمنا لکھنوی یون ترجمہ کرتے ہین۔

محققون کی نظر مین ہی خوب و زشت سب ایک	ہی عاشقون کے لیے دوزخ و بہشت سب ایک
لباس ٹاٹ کا اطلس کا بیدلون کو ہی ایک	سر فدا کو ہین بالین اور خشت سب ایک

عمر خیام

عشقے کہ مجازی بود آبش نبود	چون آتش نیم مردہ تابش نبود
عاشق باید کہ سال و ماہ و شب و روز	آرام و قرار و خورد و خوابش نبود

تمنا

ہو عشق مجازی مین نہ رونق کا ظہور	جو آگ بجھی ہوئی ہے کب ہو پُر نور

خواب و خور و تاب ضبط و آرام ہو ودا	عاشق وہ ہی جس سے سال و ماہ و شب روز

صنعت استتباع اسکو المدح الموجہ بھی کہتے ہین اور یہ اصطلاح ہی کہ ممدوح کی تعریف اس طور پر کرین کہ اُس سے ضمناً دوسری تعریف اور ثابت ہوتی ہو جیسے اس مثال مین۔

ذوق

چھیڑ دے ایک ذرا اُسکو جو وقت صف جنگ	زیر ران تیرے ہی وہ توسن چالاک کہ تو
مُنھ سے اُڑجائے حریفوں کے ترے خوف سے رنگ	یون کرے جست کہ جیسے سر میدان نبرد

اس قطعہ کے مضمون سے ایک تو یہ تعریف پیدا ہوئی کہ گھوڑا ممدوح کا نہایت عمدہ و تیز و چالاک ہے جست ایسی بھرتا ہی جیسے چہرے سے رنگ اُڑتا ہی دوسری یہ نکلی کہ تو ایسا بہادر ہی کہ دشمن کے چہرے کا رنگ تیرے خوف سے اُڑجاتا ہی۔

سودا

اور ہو تری نگاہ مین اعمال عاصیان	خوگر تو خلق و حلم و حیا سے اگر نہ ہو
بارود کا ہے تو وہ زمین اور آسمان	تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے

غرض اس قطعہ مین مدح حلم اور خلق اور حیا سے ہی اور اُسکو اس طرح سے بیان کیا کہ مدح غضب کی بھی حاصل ہو گئی۔

میر

بُت توڑ توڑ شرک کی صورت دیے مٹا	تو ہے کہ تو نے دوش نبی پر قدم رکھا

اس سے دو مدح نکلین ایک بتون کا توڑنا دوسرے شرک کا مٹانا۔

صنعت ادماج (بکسر الف و سکون دال مہملہ) یعنی کلام سے دو معنی حاصل ہون اور تصریح دوسرے معنی کی نکی ہو یہ بہ نسبت استتباع کے عام ہی یعنی استتباع سے تو یہ مراد ہی کہ ایک مدح سے دوسری مدح پیدا ہو اور ادماج مین مدح کا ہونا کچھ ضرور نہین اور ایہام و ادماج مین یہ فرق ہوا کہ ایہام مین ایک لفظ دو معنی رکھتا ہی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین اور ادماج مین پورے کلام کے دو معنے ہوتے ہین اور توجیہ یعنے محتمل الضدین اور ادماج مین بھی فرق ہی یعنے وہ بہ نسبت ادماج کے خاص ہی اسلیے کہ اُس مین ایک کلام سے ایسے دو معنی پیدا ہوتے ہین کہ دوسرے معنے پہلے معنی کی ضد ہوتے ہین چنانچہ اُسکے بیان مین معلوم ہوا اور ادماج مین ایک معنی دوسرے معنی کی ضد نہین ہوتے مثال ادماج کی یہ شعر قصیدہ نطق مسمیٰ بہ خیابان خلد کا ؎

جود نے دود بے معنی مرے اس مصرع کو | اب فقیر ونکے ہین گھر معدن دریا وجبل

ایک معنی یہ ہین کہ اسقدر بخشش کی کہ فقیرونکے گھر معدن دریا وجبل ہو گئے یعنی وہ لوگ زرو گہر ولعل سے مالا مال ہو گئے دوسرے معنی یہ کہ اتنی داد ودہش کی زرو گوہر ولعل کے صرف ہو جانے سے معدن دریا وجبل خالی ہو کر فقیرون کے سے گھر ہو گئے اُن مین کچھ نہ رہا یہ شعر مدح مین ہے اور ایک کلام سے دو معنی نکلتے ہین مگر ایک مدح سے دوسری مدح نہین نکلتی ورنہ استتباع کی مثال مین لکھا جاتا۔

غالب

کیونکہ اُس بت سے رکھون جان عزیز | کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

ایک معنی تو یہ ہین کہ اس سے جان عزیز رکھونگا تو وہ ایمان لے لیگا اسلیے جان کو عزیز نہین رکھتا تاکہ ایمان بچ جائے دوسرے معنے یہ ہین کہ اُس بت پر جان قربان کرنا عین ایمان ہے پھر اُس سے جان کیونکر عزیز رکھی جاسکے۔

ولہ

اُٹھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ | جو تم سے شہر مین ہون ایک دو کو کیونکر ہو

اسکا ایک مطلب تو یہ ہے کہ تم جیسے نازک مزاج ایک دو شہر مین اور ہون تو شہر کا کیا حال ہو اور دوسرے معنی یہ ہین کہ جب تمکو عکس کا بھی اپنی مانند ہونا گوارا نہین تو شہر مین اگر فی الواقع تم جیسے ایک دو حسین موجود ہون تو تم کیا قیامت برپا کردو۔

ولہ

مجھکو دیار غیر مین مارا وطن سے دور | رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ دیار غیر مین میرا کوئی شناسا نہ تھا پس اگر وہان بیکسی اور کس مپرسی کی حالت مین موت آئی تو کچھ زیادہ ذلت نہوئی دوسرے معنے یہ ہوتے ہین کہ وطن سے دور مارنے مین بیکسی کی شرم رہگئی کیونکہ اگر وطن مین موت آتی تو بیکسی کی تکمیل نہوتی۔

ولہ

زندگی مین تو وہ محفل سے اُٹھا دیتے تھے | دیکھون اب مر گئے پر کون اُٹھاتا ہے مجھے

اسکے دو معنی ہین ایک تو یہ کہ زندگی مین تو مجھے محفل سے اُٹھا دیتے تھے اب مرنیکے بعد دیکھون مجھے وہان سے کون اُٹھاتا ہے اور دوسرے معنی ہین کہ محفل سے تو اُٹھا دیتے تھے دیکھون اب جنازہ میرا کون اُٹھاتا ہے۔ اسی قبیل سے ہے یہ شعر۔

مومن

تیرا اقبال روز افزون ہو — جیسے مومن پہ فضل رحمانی

ولہ

لو یک دن یون ہجوم یاران تھا — جیسے اب مجمع پریشانی

ناسخ

رسلک گوہر سخن اپنا ہے ولیکن ناسخ — دہن یار کے مانند نہان کیا کیجے

کافی ہی فقط ظل الٰہی کا اشارہ ولہ ناسخ کی طرح تابع فرمان ہی یہ گھوڑا۔

میر

دولت اسکی موج زن جیسے محیط — خاک بر سر مدعی جیسے سراب

معیار البلاغة مین ادماج کی مثال دینے مین غلطی کی ہی یعنی ادماج مین ایہام کی مثال دی ہی۔

صنعت مبالغہ یعنی کسی امر کو شدت وضعف مین اس حد تک پہونچا دینا کہ اس حد تک اُس کا پہونچنا محال ہو یا بعید ہو تاکہ سُننے والے کو یہ گمان نہ رہے کہ اس وصف کا اب کوئی مرتبہ باقی ہی۔ اور مبالغے کی تین قسمین ہین تبلیغ اغراق۔ غلو۔

تبلیغ۔ اُسے کہتے ہین کہ مدعا یعنی کسی امر کا انتہا تک پہونچا دینا عقل وعادت کے نزدیک ممکن ہو مثلاً۔

شہیدی

وعدۂ شام پہ کی ہمنے عبث جاگ کے صبح — وہ اسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا

یہ بات عقل وعادت کی رو سے ممکن ہی کہ عاشق اپنے معشوق کے انتظار مین رات بھر جاگے۔

مومن

دم مصاف ترے دشمنون کے لشکر مین — صدائے نوحہ وشیون ہی شور وغلغل کوس

ممکن ہی کہ لڑائی کے وقت ایک سمت کے لشکر کو ہزیمت ہو اور بہت سی فوج ماری جائے اور رونا پیٹنا مچے۔

سودا

پہونچے ہم آرزوے وصل مین نزدیک مرگ — سو جیسے ہی شکل ملاقات بہت دور ہمین

معشوق کے وصل کی آرزو مین قریب مرگ ہو جانا عقلاً وعادةً ممکن ہی۔

اغراق اُسے کہتے ہین کہ مبالغہ قریب العقل بعید العادت ہو مثال اسکی۔

مومن

گرگ لے دور عدل مین اُسکے	سیکھ لی راہ ورسم چوپانی

ممکن ہی کہ بھیڑیا گوسفند وغیرہ کو نہ مارے اور محافظت کرے مگر عادۃً یہ بات محال ہی۔

ولہ

آشیان عقاب وشاہین ہین	روز گنجشک کی ہے مہمانی

قلق

یہ عدالت سے ہے جہان معمور	باز سیتا ہے بچۂ عصفور

شمس الدین قسمت

مقدور ہے کس کا جو ترے حکم کو ٹالے	رستم جو نہ آوے تو وہین اُس کا سر آوے

رستم کا سر کاٹ کر لانا باعتبار اُسکی بہادری کے عادۃً محال ہی لیکن ممکن ہی کہ کوئی شخص اُسکا سر کاٹ لائے۔ یہ دونون قسمین مبالغے کی مقبول ہین اور یہی محسنات بدیعی مین سے ہین۔

غلو ایسے مبالغے کو کہتے ہین کہ خلاف قیاس وبدیہی البطلان اور عقل وعادت دونو نکے نزدیک ممتنع اور محال ہو۔ مبالغے کی یہ قسم نامقبول ہے جیسے۔

منشی

غرض اس طرح ترک کشتے ہوے	کہ کشتون کے تا چرخ پشتے ہوے

لاشون کے انبار چرخ تک لگ جانا نہ از روے عقل کے ممکن ہی نہ از روے عادت کے۔

مظفر علی اسیر

برق پہونچے نہ کبھی دور مین ہمراہ رکاب	گرد کی طرح رہے سائے کے پیچھے صرصر

برق وہوا کا گھوڑے سے رہجانا عادت وعقل دونون کے نزدیک محال ہی۔

ولہ

چمکے جو تیغ قہر کسی روز جنگ مین	ٹھہرے نہ سایہ خوف کے مار بدن کے پاس

ولہ

یہ ریزہ ریزہ کیا اُسنے جسم اعدا کو	کہ روز حشر ہوا اُس کا اجتماع محال

احمد خان غفلت

خوان انعام ترا مہر اگر سر پر اُٹھالے	نان نہ کردہ کی صورت ہو دوتا اُسکی کمر

انشا گھوڑے کی تعریف مین

ہی اس آفت کا سبک سیر کہ راکب اُسکا	حاضری کھائے جو کلکتہ تو لندن مین ٹفن

آزاد

ہے جس جا پہ مسافر کے لیے گھر ہی وہین	شیر گنجشک جو چاہو تو بسر ہی وہین

دبیر

سب زور رہے تھے زور کو وان سن بھی گھٹ گیا	مانند ناف خوف سے سینہ سمٹ گیا

بہرصورت مبالغہ غلو محسنات بدیعی مین سے نہین ہان جبکہ مقبول ہوجائے اور یہ اُس صورت مین مقبول ہوتا ہی کہ جب ایسا کوئی لفظ ذکر کرین جس سے وہ مقرون بہ صحت ہوجائے اور امکان کی صورت پیدا ہو۔ جیسے ۔

سودا

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن	جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہی خزان کا

مقصود بیان اس امر کا بیان ہی کہ بہار اس گلشن دنیا کی آنکھ کھولنے کے عرصے مین جاتی رہتی ہی اور یہ امر قرین صحت کے نہین ہوسکتا کس لیے کہ ایک ساری فصل کا عرصہ قلیل مین بسر ہوجانا نہ باعتبار عادت کے ممکن ہی اور نہ عقل مین آتا ہی لیکن جب آنکھ کھلنا گل کی طرف منسوب کیا تو وہ امر صحت سے مقرون ہوگیا کیونکہ گل بعد کھلنے کے ٹوٹ کر گر پڑتا ہی اور یہ امر اُسکے واسطے خزان ہے ۔

ولہ

عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہین	ایک سا احوال یان بھی ہی گدا و شاہ کا

عشق کی منزلت اور مرتبے مین مبالغہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور یہ امر قرین صحت کے نہ تھا جبتے کہا کہ یہان بھی گدا اور شاہ کا ایک سا احوال ہی تو وہ امر صحت کے قریب ہوگیا کیونکہ اللہ جل شانہ کے نزدیک بھی گدا و شاہ برابر ہین ۔

یا خیالات نازک و لطیف اُس سے ظاہر ہون جس سے مقبول و پسند طبائع ہو جیسے اس شعر مین مومن کے قصیدے کے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح مین ہی ۔

دست یاقوت فشان دھووے کب جود اگر	کوہ سیلان پہ ہنسنے خاک فضاے گلزار

یعنی ممدوح اپنے ہاتھون کو جن سے جواہر جھڑتے ہین اگر لب جود دھووے اور پانی ہاتھون کا

دریا مین گرے اور دریا کے پانی سے گلزار کی آبیاری ہو تو خاک گلزار مین اس قدر یاقوت وغیرہ جواہر پیدا ہون یا یہ کہ وہ خاک بالکل جواہر ہو جائے اور کوہ سیلان یعنی لنکا کے پہاڑ جو معدن لعل و یاقوت ہین اُن پر وہ خاک ہنسے کہ تجھ مین کچھ بھی نہین ہے یہ بات عقلاً و عادۃً محال ہے لیکن چونکہ خیالات نازک و لطیف ہین طبیعت کو پسند ہے۔

اِسی قبیل سے ہے یہ شعر امیر کا۔

اُمّیدِ کُشتگی کا نہ تیار بھی ہونے پائے ۔۔ ہو چکے تیغ و قضا مین بر رضا بیع و سلم

اسی عالم سے ہے انیس کا یہ بند تلوار کی تعریف مین۔

کاٹا پلک مین آنکھ کو پتلی مین نور کو ۔۔ پانوُن مین کجروی کو سرون مین غرور کو
سینے مین بغض و کینہ کو دل مین فتور کو ۔۔ نیت مین معصیت کو طبیعت مین زور کو
ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو
کیسی زبان زبان مین یہ کاٹ آئی بات کو

یا مبالغہ بطور ہزل کے ہو جیسے سودا گھوڑے کی ہجو مین کہتا ہے۔

کم رو ہے اس قدر کہ اگر اُسکے نعل کا ۔۔ لوہا بنا کے تیغ بنائے کبھی لوہار
ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ ۔۔ رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار
اگر باندھ کر سر منزل سے پھینک دین اُسے ۔۔ جھٹکے بغیر تین نہ اُترے گا زینہار

پہلے دو شعرون مین مبالغہ کمروی مین ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا نہین ہو سکتا کہ کمروی کی تاثیر سے نعل مین وہ اثر ہو جائے کہ اُسکے لوہے کی تلوار بنی ہوئی چل نہ سکے اور تیسرے شعر مین مبالغہ ہے گھوڑے کے ضعف مین اور یہ ظاہر ہے کہ باندھ کر ڈال دینے کے وقت بسبب ضعف کے تین جھٹکے لیکر اُترنا ممکن نہین کیونکہ اُس وقت گرنا بے اختیاری ہے اور ضعف مین توقف کرنا اختیاری ہوتا ہے لیکن چونکہ یہ بطور ہزل کے ہے اسلیے طبیعت کو پسند آتا ہے۔

صنعت تعجب یعنی کسی چیز پر تعجب ظاہر کرین کسی فائدے اور غرض کے واسطے جیسے۔

محمد پناہ خان حکیم

کہتے ہین حکیم آیا میخانے سے مسجد مین ۔۔ ہمکو تو تعجب ہے وہ گبر مسلمان ہو

اس شعر مین قائل نے تعجب کیا کہ حکیم اتنا تو بڑا رند تھا پھر وہ کیسے تائب ہو کر مسجد مین آیا۔

فائدہ تعجب کا حکیم کی رندی مین مبالغہ ہے۔

مومن

زخم کھایا زہر کھایا تو بھی کچھ ہوتا نہین	دیر گذری مرگ کو کیا جانیے کیا ہوگیا

موت کے نہ آنے پر تعجب ہے اور گران جانی مین مبالغہ۔

مرزا مہر

سیہ چوٹی زرافشان مانگ سبز اُسپر دوشالہ ہی	تماشا ہی پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

یہ بات تعجب کی رو سے بیان کی گئی کہ کالے کو پر طاؤس نے پالا ہی۔
فائدہ تعجب کا مبالغہ عداوت مار و طاؤس مین ہے۔

آباد

پیاس بجھ جاتی ہی دیکھے سے عجب حیرت ہے	بوند بھر بھی نہین رکھتا ہے مگر آب ذقن

اس امر پر تعجب ظاہر کیا ہی کہ چاہ ذقن مین پانی ایک بوند بھی نہین اور پیاس اُس سے بجھ جاتی ہے

سودا

فندق پا لگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا	سرو کی بیخ سے پھولا گل او رنگ ابتک

برق

شہرہ ہوگیا دل بنہ ابروے جانان کے خال کا	دیکھا کسی نے نہ داغ کمان ہلال کا

صنعت جامع اللسانین یعنی ایسی عبارت یا فقرہ یا مصرع ہو کہ اُسکو پڑھین تو دو زبانون مین معلوم ہو جیسے یار آجائے تو بہتر یہ فقرہ فارسی اور اُردو دونون زبانون مین معلوم ہوتا ہی اور معنی بھی دیتا ہی فارسی مین الف مقصورہ ساکن سے یہ معنی ہوے کہ اے یار تیری جگہ بہتر ہے اور اس شعر مین۔

احسان دہلوی

فائدہ تم جو مجھے نزع مین یار آے نظر	ہے نہ یارا ے سخن اور نہ یارا ے نظر

مقصود بالتمثیل لفظ یارا ے نظر ہے۔

مہر

موت بھی آئے کہین جاے فراق	گوشۂ دل مین نہین جاے فراق

اس شعر مین مقصود بالتمثیل جاے فراق ہے۔

	نسیم	
اس جنگلے مین جا پڑا جہان گرد		صحراے عدم بھی تھا جہان گرد

مقصود بالتمثیل لفظ جہان گرد ہے۔

صنعت ذو ردیتین اُسے کہتے ہین کہ کلام کو باعتبار صورت حروف کے بغیر لحاظ نقاط کے دو زبانون مین پڑھ سکین مرزا غالب اپنے ایک خط مین لکھتے ہین "تازہ شے بہتر بارہ سے بہتر" عربی و فارسی اور عربی و ہندی مین بھی یہ صنعت جاری ہوتی ہے مثلاً عربی اِنَّ بَانِیْ بَابَ بَیْتِ جَاءَنِیْ یعنی تحقیق مکان کے دروازے کا بنانے والا میرے پاس آیا ہندی ان پاپی پاپ بیت جانی۔ (از رسالۂ عبدالواسع)۔

صنعت ذو ثلثہ اُسے کہتے ہین کہ کلام بہ تغیر نقاط و حرکات تین زبانون مین پڑھا جائے جیسے یہ فقرہ۔

عربی بَنِیَّۃٌ خود تُرِیْدُ یعنے خوبصورت نازک اور نوجوان عورت میرے گھر آنے کا ارادہ کرتی ہے۔

فارسی بینی خود برید **ہندی** بیٹی چو دیزید (از رسالۂ عبدالواسع)

اس صنعت کو **محتمل اللغات** بھی کہتے ہین بعض نے ان تینون صنعتون کو صنائع لفظی مین داخل کیا ہے۔

فائدہ اس بحث سے ایک اور صنعت نکلتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک زبان کے شعر کا کوئی لفظ بدل دیا جائے تو وہ شعر دوسری زبان مین ہوجائے لیکن مطلب مین فرق نہ آئے بشرطیکہ وہ لفظ پہلے لفظ کا ترجمہ ہو مثال اسکی مرزا نوشہ غالب کا یہ شعر۔

شمار سُبحہ مرغوب بُت مشکل پسند آیا ؎
تماشائے بیک کف بُردن صد دل پسند آیا ؎

اگر دونون مصرعون سے لفظ آیا کو نکال کر اُس کا ترجمہ آمد لکھا جائے تو شعر فارسی کا ہو جائے ؎

شمار سُبحہ مرغوب بُت مشکل پسند آمد
تماشائے بیک کف بُردن صد دل پسند آمد

صنعت ترجمۃ اللفظ ایک لفظ کے بعد دوسرا لفظ ایسا لاوین جو اُس کا ترجمہ ہو اسکی دو صورتین ہین۔

(۱) یہ کہ بطور لطیفے کے پہلے کا ترجمہ ہو جیسے۔

میر محمد سوز

کہتے تھے پہلے میر میر تب نہ موے ہزار حیف		اب جو کہے ہین سوز سوز یعنی سدا جلا کرو

ابتدا مین میر محمد سوز میر تخلص کرتے تھے بعد کو سوز تخلص اختیار کیا اس ترجمے مین یہی لطیفہ ہے کہ اسکے دونون زمانون کے تخلصون کی طرف بھی اشارہ ہی۔

منیر

اگر اسکی ٹھوکر دلون کو ہلادے	ضمیر ایک بھی پاے اپنی نہ غائب

دل کا ترجمہ ضمیر ہے اور بیان غائب کے لفظ سے اس سے ایک لطف پیدا ہوگیا ہی کیونکہ ضمیر صرف ونحو کی اصطلاح مین وہ اسم ہے جو اسم ظاہر کا قائم مقام ہو تاکہ جس اسم کا نام پہلے لے چکے ہین دوبارہ نہ لینا پڑے اور یہ تین قسم پر ہے اسلیے کہ اگر بولنے والا اپنی ذات کے لیے اُسے لائے تو ضمیر متکلم کہتے ہین اور جو دوسرے سامنے والے کو اُس سے مخاطب کرے تو وہ ضمیر مخاطب ہی اور جو شخص غیر حاضر کی ذات کے لیے استعمال کرے تو ضمیر غائب ہی۔

ذوق

تیرا ہاتھی ہی فلک کا کہکشان ہے خرطوم		کان دونون ہہ و خورد م ہی ذنب سو ہی راس

لطیفہ اس مین یہ ہی کہ ذنب وراس ایک شکل ہے آسمان پر بصورت اژدہے کے اسکو تنین فلک بھی کہتے ہین اسکی ایک طرف کو راس اور دوسری طرف کو ذنب کہتے ہین۔

ایضاً

یہ روز بہ سے ترے ہے جوان جہان کہن		کہے نہ کوئی دوشنبے کو بھی جہان مین پیر

یہان لطیفہ ہی کہ پیر ہندی مین دوشنبے کا ترجمہ ہے اور پیر بوڑھے کے معنے مین بھی ہی جسکی یہان جوان کے مقابلے مین ضرورت ہے۔

(۲) معمولی طور پر ترجمہ ہو جیسے۔

نسیم

موسم گل مین چمن کیسا پری میخانہ تھا	پھول جو تھا وہ کسی محبوب کا پیمانہ تھا

قدر

جو ہاتھ ہمکو خدا بناتا تو دست افسوس ہوتے اپنا
جو پاؤن ہمکو خدا بناتا تو اپنا پاے نگار ہوتے

مرزا اسد اللہ خان غالب

لیتا ہون مکتب غم دل مین سبق ہنوز	لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

شیخ امان علی سحر

میل اپنے ہاتھ کا سمجھے روپے پیسے کو ہم	کام تھیلی سے نکالا کیسہ دلاک کا

صنعت مسلسل لغت مین مسلسل ملے ہوے کے معنے مین ہے اصطلاح مین مراد اس سے یہ ہے کہ شاعر چند الفاظ ملے ہوے لاوے پھر آسکے جدا کر اُن کو دوسرے معانی ساتھ لاوے جیسے۔

ذوق

ہے آج جو یون خوشنما نور سحر رنگ شفق	پرتو ہے کس خورشید کا نور سحر رنگ شفق ہے
حسن گل مہتاب مے جوش گل سیراب نے	کیا باغ مین چمکا دیا نور سحر رنگ شفق ہے
دیکھے چمن مین برگ گل آلودہ شبنم جو گل	خجلت سے پانی ہو گیا نور سحر رنگ شفق ہے
ہے شوق کو بالیدگی ہے ربط کو چسپیدگی	کس رنگ ہون ملکر جُدا نور سحر رنگ شفق
جشن بہادر شاہ ہے روز علو جاہ ہے	ہے اسلیے بہجت فزا نور سحر رنگ شفق
وہ خسروِ والا گہر جسکو خجل ہون دیکھ کر	ماہ و ثریا و سُہا نور سحر رنگ شفق

شاعر مصرع اول مین نور سحر رنگ شفق کو متصل لایا پھر اسکے اگلے مصرعون مین ان دونون لفظون کو ہر ایک جگہہ علیحدہ علیحدہ معانی کے ساتھ لایا ہے سید غلام حسین قدر بلگرامی نے لکھا ہے کہ میری یہ غزل اسی صنعت مین ہے مگر اصطلاح کے موافق اسپر مسلسل کا اطلاق صادق نہین ہوتا البتہ ناواقف لوگ ایسے اشعار کو بھی مسلسل کہتے ہین۔

جو ہاتھ ہمکو خدا بناتا تو دست افسوس ہوتے اپنا	جو ناخن ہمکو خدا بناتا تو ابنا پاے فگار ہوتے
جو پہلو ہمکو خدا بناتا تو ہوتے ہم چاک چاک پہلو	جو ہمکو سینہ خدا بناتا تو سینۂ رخنہ دار ہوتے
جو گرد کرکے خدا اوڑاتا تو اوڑتے گرد ملال ہو کر	جو سنگ کرکے خدا جماتا تو جمکے لوح مزار ہوتے
خدا کسی کے گلے لگاتا تو پڑتے اپنے گلے اُلجھ کر	خدا کسی کا جو ہار کرتا گلے کا اپنے ہی ہار ہوتے
خدا جو اُلفت کو آگ کرتا تو آگ کے بنتے ہم سمندر	خدا جو اُلفت کو سنگ کرتا تو اُلفت کے ہم شرار ہوتے

صنعت تقسیم مسلسل طرز اس صنعت کا یہ ہے کہ شاعر ایک مصرع یا ایک بیت مین چند چیزین درج کرے دوسرے مصرع یا بیت مین چند لفظ لاوے کہ ہر ایک کی تطبیق مناسب ہو جاے جیسے

معیار البلاغۃ

تیری مجلس مین زہرہ و کیوان
اک دعاگو دوم ہے خدمتگار

حسرت

وہ غم خوشی وہ خوشی غم ہے رند عاشق کو
وہ غم غم دل و دین یہ خوشی خویش و تبار

میر محمد رضا ظہیر

عُریان بدنی اشک عزا طوق سلاسل
وہ رخت یہ پردہ ہی یہ زیور ہے ہمارا

امیر مینائی

مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بُولا
یہ ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

ولہ

ظاہر گل و بلبل سے ہی نیرنگ گلزار جہان
یہ نوحہ گر وہ خندہ زن اک اس طرف اک اُس طرف

ذوق

ہی ہے کافر کوئی مُسلمان جدا ہر ایک کی ہی راہ ایمان
جو اُسکے نزدیک رہبری ہی وہ اسکے نزدیک رہزنی ہے

ضامن علی جلال کے یہ اشعار بھی اسی قبیل سے ہین۔

اب لکھے جائین ہم وصف دُلھن دولہ کے
ایک ہے کوکبۂ بخت تو اک کوکبۂ جاہ

بُرج اقبال مین ہی آج قران السعدین
دو مہ حُسن ہین رونق [illegible] منزل گہ شاہ

وہ ہی جوہر تو یہ آئینہ وہ گوہر تو یہ لعل
آرسی وہ تو یہ مصحف وہ ستارہ تو یہ ماہ

وہ صنوبر ہی یہ شمشاد وہ نرگس یہ ہی گل
جو وہ ہی سرو سمن پوش تو یہ لالہ کلاہ

وہ اگر فخر زلیخا تو یہ رشک یوسف
اُسکو بلقیس حشم کہیے تو اسکو جم جاہ

شمع خلوت ہی وہ مہر و یہ چراغ خلوت
بوے گلشن ہی دلھن رنگ گلستان نوشاہ

عباس علی خان بیتاب رام پوری

محمد اور علی لطف و کرم سے اپنے دیتے ہین
اِدھر سے ساغر تسنیم اُدھر سے جام کوثر کا

ظفر

تیر نگہ و مژگان کیون کر نہون اب قاتل
یہ ناوک پران ہی وہ خنجر بران ہے

لخت دل و اشک اپنی آنکھون سے روان کیسے ہین
یہ لعل بدخشان ہی وہ گوہر غلطان ہے

کیا کہیے دلا کیا ہی اُس کا دہن و قامت
یہ غنچہ شگفتہ ہے وہ سرو گلستان ہے

زلف و رخ جانان کا مت پوچھ ظفر مجھسے	یہ ابر بہاران ہی وہ برق درخشان ہے

صنعت ابداع لغت مین ابداع بائے موحدہ کے سکون سے ایجاد کرنے اور نیا بنانے کے معنے مین ہے اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ شعر مین معنی خوب اور الفاظ مرغوب لائے اگر سچ پوچھو تو حقیقت مین یہ کوئی صنعت نہین بلکہ اُستادون کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے۔

سودا

ناوک نے تیری صید نہ چھوڑا زمانے مین	تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانے مین

ولہ

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا	ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجیو کہ چلا مین

منیر

جمع ضدین اگر عدل سے منظور ہو	ہو نہ سکے سنگ سخت دہر مین مینا شکن

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین	اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

ذوق

اتنا عالم مین حذر خون سے ہے خونخوارون کو	خون فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے نوش علق ہے

برق

کف نگار مین جام شراب ناب رہا	ہمیشہ ماہ کی منزل مین آفتاب رہا

امیر

دے کہین حکم نہ وہ گھر سے نکلوانے کا	بےخودی جلد مجھے آپ سے باہر کر دے

ناسخ

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا	طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

یاد رکھو کہ صنعت ایداع جو صنائع لفظی مین مذکور ہوئی وہ یاے تحتانی سے ہی۔ بدائع الافکار کے مؤلف نے غلطی کی ہے کہ بائے موحدہ کے ساتھ ابداع لکھ کر اور اُسکے لغوی معنی بتا کر تعریف ایداع بیاے تحتانی کی کر کے مثالین اسکی دی ہین۔

صنعت سحر حلال یہ ہے کہ بیت کے اندر ایک لفظ یا زیادہ جو بظاہر کلمات سابقہ کا تتمہ ہو اور کلمات آئندہ کے مقدمات سے شمار ہو سکے لا دین۔ سحر حلال اسے یون کہتے ہین

کہ سحر مین عجیب غریب چیزین ظاہر کی جاتی ہین اور شرع مین اُسے حرام قرار دیا گیا ہے لیکن ایسے موقع پر اُس لفظ کا لانا سحر کاری سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اُسکے سننے سے طبائع کو تعجب ہوتا ہے اور باوجود اسکے حرام نہین شعر مین حلال ہے غرضکہ ایسا لفظ بمنزلے جادو کے ہوتا ہے۔

نواب یوسف علی خان ناظم

پڑھتا ہے شراب پیکے لاحول | ناظم رندون مین پارسا ہے

لفظ لاحول سحر حلال ہے۔

آصف نواب حیدرآباد

عاشق و معشوق کی دل کی لگی مین ہی یہ فرق | شمع گھلتے ہی کھلی پروانہ پل مین خاک تھا

دل کی لگی کا لفظ سحر حلال ہے۔

خاکسار

کیا ہے حاصل تجھے ناصح مرے سمجھانے مین | آہ جون شمع ہی راحت مجھے جل جانے مین

لفظ راحت سحر حلال ہے۔

ذوق

خط بڑھا زلفین بڑھین کاکل بڑھے گیسو بڑھے | حسن کی سرکار مین جتنے بڑھے ہندو بڑھے

لفظ سرکار سحر حلال ہے۔

برق

روبرو سوختہ جانون کے نہ آؤ صاحب | گرمیان خوب نہین طیش نہ کھاؤ صاحب

گرمیان سحر حلال ہے۔

منہ

حسن وہ رکھتے ہو جسکا نہین عالم مین جواب | آنکھو زیبا ہی سب اس سن مین کہ ہی عہد شباب

سن کا لفظ سحر حلال ہے۔

صنعت موقوف لغت مین موقوف ٹھہرا گیا اور تھانبا گیا کے معنے مین ہے اصطلاح مین یہ ہے کہ ایک مصرع یا شعر کا مضمون دوسرے پر موقوف ہو جیسے۔

ذوق

رہی اس طرح بعد از مرگ دنیا کی ہوسنا کی | شرابی گر کے تو یہ جسم طرح ہو جائے تریاکی

ولہ

آبلے دکھلائے جب اس دل رنجور نے | دانتون مین تنکا لیا خوشۂ انگور نے

امیر

مرے پھولون مین جو آتے تو نئے وہ گل کھلاتے | کہ کلائیون مین گجرے تو گلے مین ہار ہوتا
تری ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت | جگر اُس سے آگے ہوتا جو جگر کے پار ہوتا

شعر کی مثال۔

ذوق

ابر ہے گرچہ مثالِ نمدِ نمدیدہ | گر تری برق غضب جھاڑدے اُس پر چقمق
تو شتابے سے بھی جل اُٹھے زیادہ وہ شتاب | آگ لگ جانے مین دیر اُسکو نہووے مطلق

صنعت تصلیف ۔ لغت مین تصلیف کہتے ہین شیخی مارنے کو اصطلاح مین مراد یہ ہے کہ شاعر اپنے حق مین نہایت مبالغہ اور تعلی کرے حیدر تخلص حیدر علی خان بن نواب یوسف علی خان والی رام پور اپنی تعلی مین کہتے ہین۔

اللہ نے بخشی ہے زبان کو مری تاثیر | الہام کے مضمون ہین اعجاز کی تقریر
مین طوطی شکر شکن ہند ہون گویا | ہے بُلبُل شیراز کو واجب مری توقیر
سُلطان فصاحت ہون شہنشاہ بلاغت | باتین مری جوہر ہین زبان ہے مری شمشیر
ہر شعر پہ اصلاح ہے استاد ازل کی | ہے نظم پہ میری نظر ناظم تقدیر
آلودگی دہر سے دامن ہے مرا پاک | ہے بادۂ کوثر سے مری خاک کی تخمیر
پہونچے نہ تعلی کو مری عقل فلاطون | جاتی ہے کہین عرش پہ آواز عصافیر
آزاد ہون باایں ہمہ اسباب تعلق | پابند ہون بے سلسلۂ لنگر و زنجیر
ہمنام ہون اُس کا جو ہے اژدر کا درندہ | گردون کو ہلاتی ہے مرے نام کی تاثیر

سودا

کرون چمن مین اگر جا کے مین غزل خوانی | تو بُلبلین ہون مرے چہچہے کی دیوانی
نہال میرے سخن کا اگر یہ کھینچے قد | برنگ سایہ پڑے پانوٗن سرو بستانی
کرے طلوع اگر مہر فلک کا میری | نہ آفتاب مین ذرّہ رہے درخشانی
ہوا نہین وہ مری صیت شعر کو سُنکر | زمین مین شرم سے اب گڑگیا ہے خاقانی

مری یہ فکر سخن صفحۂ زمانہ پر ؛	کرے ہی مدح و مذمت مین جو ہزارانی
ضیاے مہر پہ کھینچے ہی نقش تاریکی	کرے ہے ظلمت حیوان کو پل مین نورانی

لمؤلفہ

اس گلستان سخن کی زیب و زینت کے لیے	اے چمن پیرا ہوے چننے ہمین کس کس کے پھول
جو سناتھا وہ ہی لکھا ہم نے بخمی واقعی ؛	بُلبل بزم سخن ہو نطق کی مجلس کے پھول

صنعت سلب وایجاب ابی ہلال حسن بن عبداللہ نے کتاب صناعتین مین لکھاہے کہ سلب وایجاب یہ ہی کہ کلام مین ایک شے کی نفی ایک وجہ سے اور اُس کا ثبوت دوسری وجہ سے ہو مثال اسکی ۔

شکیبا

نیم بسمل اُسنے گر چھوڑا شکیبا غم نہین	پر یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اُٹھ گیا

قائل نے غم کی نفی نیم بسمل چھوڑنے کی وجہ سے کی ہے پھر غم کو ثابت اس وجہ سے کیا ہی کہ قاتل کی ضرب کا اعتبار جاتا رہا ۔

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کوئی یوسف کی قیمت خوب جانے	زلیخا جانے یا یعقوب جانے

اگرچہ دوسرے مصرع مین کئی لفظ محذوف ہین مگر اس مین شک نہین کہ پہلے مصرع مین یوسف کی قیمت کی نفی عام آدمیون کی ناشناسی کی وجہ سے کی گئی ہے اور دوسرے مصرع مین اس کا اثبات زلیخا اور یعقوب کی یوسف شناسی کی وجہ سے کیا گیا ہے ۔

غالب

جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو	تو وا کرے اُس عقدے کو سو بھی باشارت

اول عقدے کی کوشش سے وا ہونے کی نفی کی ہی پھر اُس عقدے کے ممدوح کے اشارے کی وجہ سے کھلنے کا اثبات کیا ہے ۔

صنعت کلام جامع یعنی شاعر افسوس و تاسف و غم و رنج و شکایت ایام اور اپنی تکالیف بیان کرے چنانچہ شہر آشوب اور دہر آشوب اسی مضمون مین ہوتے ہین ۔

منیر

رُخ احباب سے ظاہر ہوا ہی بغض نہانی	صفائی کے گواہون مین ہی کاذب صبح پیشانی

حکایت بخت کج کی لکھنے پر آئین جو زندانی
الف آزادون کے ماتھے سے مانگے خط پیشانی

ملوث ہو چلے اہل صفا بھی صحبت بد مین
نہین رہنے کی آب صبح دم مین پاک دامانی

سوا آتشخوان زانوے فکرت مین نہین باقی
بھلا کس تکیے پر سر رکھ کے سوئے بخت پیشانی

سیہ کارون کے سر پر افسر عزت نظر آئے
بنے ہین مرغ عیسیٰ ان دنون مرغ سلیمانی

پھنسا ہے موذیون کے قبضے مین حسن جہان آرا
قمر در عقرب ان روزون بنا ہے ماہ کنعانی

غنی ہین اژدہا و سیل و جغد و بوم ان روزون
کیے دینگے سلاطین جہان جاگیر ویرانی

چنے کھانے کو ترسین صاحبان گوہر عالی
صدف کو دے نوالہ موتیون کا ابر نیسانی

پھنسے مین یک جا ادنے و اعلیٰ واہ ری قسمت
برابر خانۂ زنجیر مین ہے سب کی مہمانی

بچھونا ٹاٹ کمبل اوڑھنا ٹھہرا ہے ان روزون
کوئی اوڑھے بچھائے لیکے ایسا رحم سلطانی

امیرون کے بلاے عذر پہونچی ان غریبون تک
کہ بے قدری و ضعف حال مین جنکا نہین ثانی

مٹا ہے نام شاہی ہند سے اس درجہ ان روزون
نہین ممکن کہ اب بانات بھی کہلائے سلطانی

جو کل مزدور تھے وہ آج ٹھہرے راج کے مالک
جو شب کو مہترانی تھی ہوئی دن کو مہارانی

عدالت ان دنون ایسی بڑھائی ہے زمانے نے
کہ شمشیر و گلو پیتے ہین ایک ہی گھاٹ پر پانی

ہوا جتر ہما عنقا سے بھی معدوم ان روزون
پڑے ہین دھوپ مین محتاج سایہ ظل سبحانی

پڑے ہین ٹھوکرون مین کاسۂ سر بادشاہون کے
الٰہی روئے کس کا سر پکڑ کر تاج سلطانی

کسی نے کوڑیون کے مول بھی پوچھا ان روزون
چڑھی نیلام پر سلطانی و نوابی و خانی

محمد جان شاد ریاست اودھ کی ضبطی کے متعلق لکھتا ہے۔

زوال پر جو ہوا انجم شاہی اختر
رہا نہ تخت سلیمان نہ تاج اسکندر

ایک اہلکار جواری کی بدقماشی سے
تمام گنجفہ شاہی کا ہو گیا ابتر

بلند چرخ سے جو قصر خسروانی تھے
وہ کھود کھاد سے ٹیلے ہوئے ہین ڈھے ڈھے کر

چقین پڑی ہوئی رہتی تھین جن مکانون مین
تو مکڑون کے ہین جالے وہان کے پردۂ در

سوائے خاک بچھونا وہان نہین کوئی
جہان تمام تمامی کے تھے بچھے بستر

ٹپک رہی ہے در و دیوار سے اداسی ہے
برس رہی ہے خرابی ہر اک عمارت پر

ہمیشہ رہتے جہان جھمگھٹے تھے پریون کے
مدام بھوت پریتون کا اب وہان ہے گذر

بجا کی رات دن آٹھ پہر یا جہان نوبت
نفیر جغد ہے شہنا نواز شام و سحر

پرندہ پر نہیں جس جا پہ مار سکتا تھا
وہاں پڑے ہوئے ڈھیر دن ہیں زاغ و بوم کے پر

چھتین وہ جن مین تھین چھت گیریان لگی تصویر
اب آشیان ہین چمگادڑون کے ہین یک سر

اب اُس مکان ہین جاروب تک نہین ہوتی
جہان سدا تھے مگس ران ہما کے پر

چمن چمن جو بساتھا گلون کی خوشبو سے
روش روش ہی وہان خاک اُڑا رہی صرصر

جہان تھے پھول وہان خار و خس کے ہین انبار
جہان تھے نخل وہان جھنڈیان بجائے ثمر

سوائے عجب نہین یاد کچھ امیرون کو
جو مالدار ہین بھولے ہوئے ہین دولت پر

بدی بخت سے دانہ ملے نہ دانا کو
سپہر دون ہی کسے سفلہ پروری پہ کمر

عزیز رکھتے کمینون کو ہین کمینہ پرست
ذلیل کرتے ہین ذی آبرو کو بدگوہر

شراب عیش ہی بے جوہرون کے پینے کو
برنگ تیغ ہی خون شرب صاحب جوہر

ہنر پسند نہ جوہر شناس ہے کوئی
نہ ذی کمال کی عزت نہ قدر اہل ہنر

لبون پہ مہر خموشی دیے ہین اہل سخن
زبان دراز ہین خونخوار صورت خنجر

سکوت مین صفت مردمک ہین عالی ظرف
چھلک رہے ہین تنک ظرف مثل دیدۂ تر

سماؤن کیا مین گدا چشم اہل نخوت مین
غرور و کبر کے پردے پڑے ہین آنکھون پر

مفتی صدرالدین خان آزردہ

جنکو دُنیا مین کسی سے بھی سروکار نہ تھا
اہل نااہل سے خلطہ جنھین زنہار نہ تھا

اُنکی خلوت سے کوئی واقف اسرار نہ تھا
آدمی کیا ہی فرشتہ کا بھی وان بار نہ تھا

وہ گلی کوچون مین پھرتی ہین پریشان در در
خاک بھی اُن کو نہین ملتی کہ ڈالین سر پر

زیور الماس کا سب جن سے نہ پہنا جاتا
بھاری جھومر بھی کبھی سر پہ نہ رکھا جاتا

کاج کا جن سے دوپٹہ نہ سنبھالا جاتا
لاکھ حکمت سے اُٹھاتے نہ اُٹھایا جاتا

سر پہ وہ بوجھ لیے چار طرف پھرتی ہین
دو قدم چلتی ہین مشکل سے تو گر پڑتی ہین

طبع جو گہنے سے پھولون کے اذیت پاتی
مہندی ہاتھون مین لگا سوئی کو کیا گھبراتی

شام سے صبح تلک نیند نہ جن کو آتی
ایک سلوٹ بھی بچھونے مین اگر پڑ جاتی

اُن کو تکیہ کے بھی قابل نہ خدا نے رکھا
سنگ پہلو سے اُٹھایا تو سرہانے رکھا

روز وحشت مجھے صحرا کی طرف لاتی ہی
ٹکڑے ہوتا ہی جگر جانپہ بن جاتی ہے

سر ہی اور جوش جنون سنگ ہے اور چھاتی ہی
مصطفےٰ خان کی ملاقات جو یاد آتی ہی

کیون نہ آزردہ نکل جائے نہ سودائی ہو
قتل اس طرح سے بے جرم جو صہبائی ہو

صنعت ایراد المثل اسکو ارسال المثل بھی کہتے ہین یہ ہی کہ شعر مین مثل کو باندھین جیسے۔

نادر

دھیان آیا جذ لقون کا غذا کھانے مین مجھکو
مین کیا کون کیا دال مین کالا نظر آیا

ولہ

زلف کی ناگن سے دل ڈرتا نہین
بھوت بھاگے ہے وگرنہ مارسے

تعشق

جو کہ دانا ہین بچا جاتے ہین وہ گولی کی چوٹ
عین نادانی ہی اُسکی آنکھ کا تل دیکھنا

فراق

تم گالیان جو دوگے مین کیا چٹکیان لون
پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زبان چلے

اسیر

دہان یار سے غنچے کو دعوے
مثل سچ ہے کہ چھوٹا منھ بڑی بات

قلق

پھر گئی آنکھ بھی ہمسے تری ثر گانکی طرح
یہ مثل سچ ہی کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے

ذوق

سوال بوسہ کو ٹالا جواب چین ابرو سے
برات عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہین

حسرت

دشمن کو نہین تیغ تو مُکّا تو ہے
حسرت پھینک اُس طرف کو تو نالہ و آہ

یہ بھی نہین تو خاک کا بُکّا تو ہے
لگ جائے تو تیر ورنہ تکّا تو ہے

میر محمدی مائل

کیا کیا کہون مین تجھسے دل نار کی ہوس — مشہور ہی جہان مین بجار کی ہوس

ذوق

مجھ مین کیا باقی ہی جو دیکھے گا تو آنکے پاس — بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس

نوا

رات کو کہنے لگا جورو کے منھ پر ہاتھ پھیر — قدرت حق سے لگی ہی ہاتھ اندھے کے بٹیر

میر نصیر رنج

کھڑکی نکال جانبِ دشمن نہ بام پر — کوٹھے چڑھی جو بات کھلی خاص و عام پر

کرم رام پوری

چرخ کج باز کے حق مین یہ مثل سیدھی ہے — اونٹ رے اونٹ تری کونسی کل سیدھی ہی

انشا

اے اشک گرم کر مرے دل کا علاج کچھ — مشہور ہی کہ چوٹ کو پانی سے دھاریے

صنعت استخدام وہ یہ ہی کہ ایک لفظ ایسا کلام مین لاوین جس کے دو معنے ہون اور ان مین سے ایک معنی مراد ہون پھر اُسی کلام مین بسبب ضمیر کے پھیرنے کے دوسرے معنے بھی اُس لفظ کے لیے جاوین مولوی غلام یحییٰ بہاری میرزاہد رسالہ کے حاشیہ مین لکھتے ہین کہ صنعت استخدام اُس صورت مین محسنات معنویہ سے ہی کہ مراد دریافت ہونے کے لیے کوئی قرینہ بھی پایا جائے اور یہ بھی یاد رکھو کہ لفظ کے دونون معنی عام ہین اس سے کہ حقیقی ہون یا مجازی یا مختلف ہون یعنی ایک حقیقی ہون اور دوسرے مجازی مثال اسکی آغا مرزا شاغل برادر خرد و شاگرد نواب مرزا خان داغ کا یہ شعر ہے

نہ اُس گلی سے اُڑا اے صبا غبار مرا — کہ اُسکا خاطر دلدار مین کبھی گھر تھا

اول مصرع مین غبار سے خاک مراد ہی پھر دوسرے مصرع مین اسی غبار سے کدورت مراد لی گئی ہی اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہین پہلے معنے حقیقی ہین اور دوسرے معنی مجازی۔

حالی

یہ جشن مبارک ہی بہت جشن سدہ سے — وہ آگ نکلنے کا یہ بجھنے کا ہی مظہر

دوسرے مصرع مین بجھنے کے قبل ضمیر واحد غائب محذوف ہی اسطرح کہ وہ آگ نکلنے کا اور یہ آگے

بجھنے کا ہی مظہر۔ پہلی جگہ آگ سے آتش مراد ہی اور دوسری جگہ فتنہ وفساد مقصود ہی۔

داغ

زبان دے نہ عدو کو کہ یہ تو وہ شے ہے | ترے دہن مین رہے یا مرے دہن مین رہے

اول مصرع مین زبان دینے سے مراد وعدہ کرنا ہے۔ جیسے محمد شیر علی خان سرور جنگ تخلص بہ شرر کے اس مصرع مین مصرع۔

دلا سا خاک دو گے جب زبان اصلا نہین دیتے

پھر دوسرے مصرع مین زبان سے مراد عضو مخصوص ہی اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہین پہلے معنی مجازی ہین اور دوسرے حقیقی۔

ولہ

لے مجھ سے تو فرمایا تمھین کو داغ کہتے ہین | تمھین ہو ماہ کامل ہین تمھین تھے ہولاے ہین

اول مصرع مین داغ سے شاعر کا تخلص مراد ہی پھر اُس داغ سے دوسرے مصرع مین نشان کے معنی مراد لیے گئے ہین اور یہ معنی ضمیر مخاطب کی وجہ سے حاصل ہوسکے ہین۔

صنعت الہزل الذی یراد بہ الجد۔ ہزل بفتح اول وسکون زاے معجمہ ولام سخن بیہودہ اور مسخرگی کے معنی مین ہی اور جد جیم کے کسرے سے ہزل کی ضد ہی لغوی معنی اس کے یہ ہین کہ ایسی ہزل جس سے جد مقصود ہو اور اصطلاح مین یہ ہی کہ کلام ظاہر مین بطور تمسخر اور ہزل کے ہو لیکن مراد اُس سے ہزل نہو بلکہ کوئی اور امر مقصود ہو استہزا مین اور اس مین یہ فرق ہی کہ استہزا مین بظاہر جد ہوتی ہی اور باطن مین ہزل ہوتی ہی اور اُس مین ظاہر مین ہزل ہوتی ہی اور باطن مین جد مقصود ہوتی ہے جیسے۔

قلق

اُلجھا سکا اعتبار نہین بیوفا ہے یہ | نازان نہو جو زن دنیا کی جاہ پر

ظاہر مین یہ کلام بطور ہنسی اور مذاق کے معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت ایک نصیحت ہی۔

آتش

دُنیا سی خانگی کوئی ہوگی نہ بیسوا | شوہر سے اپنے رہتی نہ دیکھی یہ زن درست

میر

دُنیا کی نہ کر تو خواستگاری | اُس سے کبھی بہرہ ور نہ ہوگا

آخا نہ خرابی اپنی مست کر — عجب ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

چرکین

تبرا بھیج دنیا پر عدم کی راہ لے ناداں — نہ کر اس مزبلے مین بیٹھ کر آلودہ داماں کو

صنعت تلمیح جسکو تملیح بھی کہتے ہین اور یہ مناسب نہین اسلیے کہ تلمیح میم کی تقدیم کے ساتھ لام پر شے ملیح کے لانے کے معنی مین ہی جیسے تشبیہ و استعارہ مین اور تلمیح تقدیم لام سے میم پر کسی چیز کی طرف نظر کرنے کو کہتے ہین پس یہ معنی خاص ہین اسلیے کہ شے ملیح کا لانا عام ہی کسی شعر یا قصے یا مثل کی طرف نظر کرنے سے تلخیص المفتاح مین تلمیح کو اُن چیزون کے ضمن مین لکھا ہی جو سرقات شعریہ سے اتصال رکھتی ہین اور یہ مناسب نہین اسلیے تلمیح مین عیب کی کون سی بات ہی اطول مین جو بیان کیا ہے کہ سرقات شعری کے ساتھ اسکو جو جمع کیا ہی تو جامع ان مین یہ ہی کہ دونون اُن چیزون مین سے ہین جن سے مزید احتیاط واجب ہی مگر یہ جامع نہایت رکیک ہی پس رائے اُنھین لوگون کی درست ہے جنھون نے اُسے صنائع مین شمار کیا ہی۔ بہر صورت یہ صنعت اصطلاح ہی کہ شاعر اپنے کلام مین کسی مسئلہ مشہورہ یا کسی قصے یا مثل شائع یا اصطلاح نجوم وغیرہ کسی ایسی بات کی طرف اشارہ کرے جسکے بغیر معلوم ہوے اور بے سمجھے اس کلام کا مطلب اچھی طرح سمجھ مین نہ آئے۔

آتش

عاشق اُس غیرت بلقیس کا ہون مین آتش — بام تک جسکے کبھی مُرغ سلیمان نہ گیا

اس شعر مین اشارہ ہی قصۂ بلقیس کی طرف جو مفصل کلام الٰہی مین مذکور ہی ہُدہُد کا خبر دینا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس والیۂ ملک سبا تک پہونچانا اور پھر بلقیس کا حاضر آنا یہ مشہور قصہ ہی۔

ناسخ

حکم خدا سے حق ہی اُدھر ہی جدھر علی — کیا غم سقیفہ بندی جم غفیر کا

سقیفہ کا واقعہ یہ ہی کہ جناب سرور کائنات کے انتقال کے بعد آپکی تجہیز و تکفین کا سامان ہو رہا تھا کہ اس اثنا مین انصار بنی ساعدہ کے چبوترے پر جسکو سقیفہ کہتے ہین سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو جمع ہو گئے اس امر کی اطلاع حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو ہوئی یہ دونون بزرگ سقیفے کو روانہ ہوے اور وہان جا پہونچے اور جب یہ دلیل بیان کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہی الائمۃ من قریش کل امام قریش سے ہونگے عام انصار نے اسکو تسلیم کیا اور سب کی رائے حضرت ابو بکرؓ کے

ہاتھ پر بیعت کی ہوگئی حضرت علیؑ اُس موقع پر موجود نہ تھے اور آنحضرتؐ کی تدفین کے بعد بھی لیکن ابتداً اُنھون نے اُس بیعت سے تخلف کیا کیونکہ اُنکو یہ شکوہ تھا کہ سقیفے مین میری عدم موجودگی مین بیعت کیون کی گئی اور مجھ سے مشورہ تک نہ لیا گیا۔

غالب

دُر منھ سے مرا صفحہ لقا کی داڑھی | غم گیتی سے مرا سینہ عمرو کی زنبیل

مشہور ہی کہ لقا کی داڑھی کے ہر ہر بال مین موتی پروئے جاتے تھے اور عمرو کی زنبیل مین جو کچھ پڑتا تھا غائب ہو جاتا تھا وہ کبھی پُر نہوتی تھی۔

ولہ

کاوِ کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ | صبح کرنا شام کا لانا ہی جوئے شیر کا

اشارہ ہی فرہاد و شیرین کے قصے کی طرف فرہاد کا شیرین پر عاشق ہونا اور کوہ بے ستون سے نہر کاٹنا تاکہ اس مین دودھ بھر کر آوے اور فرہاد کا غلط خبر پانے سے تیشہ مار کر مرجانا ایک مشہور قصہ ہی۔

ذکی

یوسف کا اپنے دھیان ہی تحریر خط کے وقت | ڈر ہی کہ انگلیان نہ قلم ہون قلم کے ساتھ

اس شعر مین تلمیح ہی قصۂ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف زلیخا کا مجمع زنان مصر مین حضرت یوسف کو بلانا اور اُنکو دیکھکر فرط بیہوشی سے اُن عورتون کا بجائے لیمو کے ہاتھ کاٹ لینا مشہور ہے۔

عبد اللہ خان اوج

بجا ہی شیرین اگر چھوڑ دلی حج کو چلی | مثل ہی نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی

دلی مین شیرین ایک بڑی نامی رنڈی تھی وہ حج کو چلی تو اُسکے متعلق یہ شعر کہا تھا۔

معروف

ناتوان مجھ سے کو کس طرح کرے قاتل دو | ہون مین وہ جزو کہ جزو لا یتجزے ہو وے

جزو لا یتجزے اُسکو کہتے ہین کہ بسبب کمال خردی اور باریکی کے اُسکے حصے نہو سکین یعنی اس قابل نہ ہو کہ اُسکو دو یا تین حصے پر تقسیم کرین علمائے متکلمین نے اُسکی تقسیم کو ثابت کیا ہی پہلا مذہب فلاسفہ کا ہی۔

ناسخ

ہم آدمی ہین وصل میسر نہین کبھی | ہوتا ہی غم نظارۂ مردم گیاہ سے

[illegible] مشہور ہے کہ مردم گیاہ کو جو اکھیڑتا ہی ہلاک ہو جاتا ہی اسلیئے اُسکی جڑ کے اطراف کو خالی کرکے جڑ مین

رسّی باندھ کر کتے کی گردن مین باندھ دیتے ہین اور اُسکو چلاتے ہین کہ اُسکے چلنے سے جڑ اُکھڑ جاتی ہے اُکھڑتے ہی کتا مر جاتا ہی شیخ صاحب نے اسی امر کی طرف تلمیح کی ہی۔

انشا

روشنی چاند سے گھٹے پاسی چاہ سے ہی	چاہ نخشب ہے اب مین کہون یا چاہ ذقن

تلمیح ہی ایک قصے کی طرف اور وہ یہ ہی کہ حکیم بن عطا کے جسے حکیم المقنع کہتے ہین شہر نخشب کے پاس ایک کنوان تیار کرا کے ایک بڑا طاس پارے سے بھروا کے اُس مین رکھوا دیا تھا اور انعکاس شعاع قمر سے ایسا عمل کیا تھا کہ آسمان پر دو چاند نظر آتے تھے۔

ولہ

جیت کر آوے لڑائی جو مہا بھارت کی	تو جدھشٹر بھی کرے نذر سر جرجودھن

مہا بھارت کی لڑائی کا واقعہ یہ ہے کہ چندر بنسی راجپوتون کے دو خاندانون کورون اور پانڈون مین کہ چچا زاد تھے کوروچھیتر یعنی کرنال کے میدانون مین تھانیسر ضلع پنجاب کے قریب بھاری جنگ ہوئی یدھشٹر پانڈون کا بڑا بھائی تھا اور جُرجُدھن کورون کا یہانتک کہ کورون قتل ہوے یہی یدھشٹر شہر دہلی کا بانی ہے۔

عبرت

جسے بیماری داء الاسد ہو	کرے روباہ تریک نفع اُس کو

اس شعر مین مسئلہ طب کی طرف اشارہ ہی داء الاسد جذام کو کہتے ہین چونکہ اس مرض کا ہجوم حملۂ شیر کی طرح ہوتا ہی یا یہ کہ مجذوم کا چہرہ شیر کی صورت بن جاتا ہی یا یہ کہ یہ مرض اکثر شیر کو ہوتا ہی اس لیے داء الاسد کہلاتا ہی اور روباہ تریک گوہ کا نام ہے۔

غالب

مری تعمیر مین مضمر ہی اک صورت خرابی کی	ہیولے برق خرمن کا ہی خون گرم دہقان کا

اس شعر مین فلسفہ کی اصطلاح کو بیان کیا ہی فلاسفہ کے نزدیک ہیولے ایک جوہر ہے کہ صورت جسمیہ کا محل ہوتا ہے۔

مومن

ہر آہ کہ لب پہ ہے شرر ریز	دیپک کا ہے نغمۂ جنون خیز

میر حسن

نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر | تو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر

تسدیس و تثلیث نجوم کی اصطلاحین ہین تسدیس منجمین کی اصطلاح مین دو ستارون کے درمیان تفاوت تین یا زیادہ برجون کا ہونا ہی شلاً قمر حمل مین ہو اور مشتری جوزا مین یا قمر جوزا مین ہو اور مشتری حمل مین اور یہ نصف دوستی ہی اور تثلیث منجمین کی اصطلاح مین یہ ہی کہ قمر کو سعد سے پانچ یا نو برج کا فاصلہ ہو شلاً قمر حمل مین ہو اور مشتری اسد مین یا مشتری قوس مین ہو اس صورت مین حمل سے اسد تک پانچ خانے ہین اور حمل سے قوس تک نو خانے ہین اور یہ نظر تمام دوستی ہوتی ہی اور ستارہ سعد قمر کا خادم و ناظر ہوتا ہی۔

آتش

آتش عشق نے راون کو جلا کر مارا | گرچہ لنکا سا تھا اُس دیو کا گھر پانی مین

قصہ یہ ہے کہ رام سورج بنسی راجہ دسرت کے فرزند تھے وہ اپنی سوتیلی مان کے مکر و فریب کے سبب جنگل مین بھیجے گئے وہ اپنی بی بی سمیت بیابانین چلے گئے وہان سے سنگل دیپ کا راجہ راون انکی زوجہ کو اپنی قلمرو مین لے گیا رام نے بہت سی فوج لیکر ساتھ اُس پر حملہ کیا اور سمندر کا پل باندھ کر سنگل دیپ کو فتح کر لیا اور راون کو مار کر اپنی بی بی پھیر لی راون کو راکشش اور دیو مانتے ہین

میر حسن

عروس الخطوط اور ثلث و رقاع | خفی اور جلی مثل خط شعاع
شکستہ لکھا اور تعلیق سب | رہے دیکھ حیران اتالیق سب

یہ سب خطون کے نام ہین ابن مقلہ نے خط معقلی و کوفی وغیرہ سے چھ خط ایجاد کیے تھے ثلث توقیع محقق نسخ ریحان رقاع۔ ثلث و نسخ مین دو دانگ دور ہوتا ہی اور چار دانگ سطح جلی کو ثلث کہتے ہین اور خفی کو نسخ اور توقیع و رقاع مین ساڑھے چار دانگ دور ہی ڈیڑھ دانگ سطح جلی کو توقیع کہتے ہین اور خفی کو رقاع اور محقق و ریحان ساڑھے چار دانگ سطح اور ڈیڑھ دانگ دور جلی کو محقق خفی کو ریحان کہتے ہین پھر رقاع و توقیع سے استنباط کر کے ایک خط تعلیق ایجاد ہوا تعلیق کا سطح نہایت کم ہی پھر نسخ اور تعلیق سے آٹھوان خط نستعلیق ایجاد ہوا اور وہ تمام دور ہی بعدہ خوشنویسون نے خط نستعلیق اور

حالی

چڑھا بھوت عشق و جوانی کا سر پر	تو پھر گھاٹ کے آپ ہین اور نہ گھر کے

اس شعر مین اشارہ ہی اس مثل مشہور کی طرف کہ دھوبی کا کتّا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

مصحفی

جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون	غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا

اس شعر مین ایک مشہور معجزہ کیطرف اشارہ ہی شاعر نے بوجہ ناواقفیت کے غلط باندھا ہی طحاوی نے شکل الغرائب مین اسما بنت عمیس زوجہ جعفر بن ابی طالب سے روایت کی ہی کہ ایک بار مقام صہبا ضلع خیبر مین جناب سرور کائنات سر مبارک حضرت علیؓ کی گود مین رکھے لیٹے تھے کہ وحی نازل ہوئی اور حضرت علیؓ نے ابھی عصر کی نماز نہین پڑھی تھی کہ آفتاب غروب ہوگیا پیغمبر خدا نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا تمنے ابھی نماز نہین پڑھی ہی جواب دیا نہین اُس وقت حضرت رسولؐ نے دعا کی الٰہی علیؓ اگرچہ تیری عبادت مین نہ تھا مگر تیرے رسول کی طاعت مین تھا تو آفتاب کو اُسکے لیے لوٹا دے اسما کہتی ہین کہ آفتاب ڈوب چکا تھا کہ یکایک پھر ظاہر ہوا اور دھوپ پھیل گئی اور حضرت علیؓ نے وضو کر کے نماز عصر ادا کی۔

ظفر

اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا	لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا

اسکا قصہ یہ ہی کہ ابرہہ حاکم یمن ایک جرار اور کثیر فوج لیکر مع ہاتھیون کے مکے کی طرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبے کو منہدم کردے اور بنی کنانہ کو قتل کر ڈالے اُسوقت عبدالمطلب مع ہمراہیون کے پہاڑ پر چڑھ گئے ابرہہ کعبے کے گرانے کی غرض سے حملہ آور ہوا اللہ جل شانہ نے اُن پر ابابیل کا ایک جھنڈ بھیجا جو اس لشکر پر سنگباری کرنے لگا جسپر وہ پتھر پڑتا تھا وہ اُس مقام پر رہ جاتا تھا۔

صنعت نسبت یعنی درمیان دو چیزون مخالف کے مناسبت بیان کرنا جیسے کوئی پوچھے کہ کنوئین اور آتشبازی مین کیا نسبت ہی جواب دینا چاہیے کہ چرخی یعنی یہ ایک چیز ایسی ہی کہ کنوئین مین بھی ہوتی ہی اور آتشبازی مین بھی ایسے ہی اگر پوچھے کہ بندوق اور مہاجن اور فرنگی مین کیا نسبت ہے تو جواب مین کہنا چاہیے کہ کوٹھی اس لیے کہ کوٹھی بندوق مین بھی ہوتی ہے اور کوٹھی مہاجون کی بھی کہلاتی ہی اور کوٹھی صاحب لوگ بھی بنواتے ہین مثال نظم کی یہ مستزاد انشا کے۔

مستزاد

نسبت وہ جو آرام سے ہی ہاتھ کو سُو کیا — کچھ سُوجھ کے بتلا + ہی اس مین کلائی

ولہ

نوبت کو ترے نام سے ہی میل یہ کیسا — مت کر تو اچنبھا + کہدے اری باجی

ولہ

وہ کونسی ہی چیز کہ ان جانورون سے — اک ہی اُسے نسبت + اور جی نہین اُسمین
کپڑونکے بدون سے جو بنے سُوئیکی چڑیا — یعنی تری انگیا + اے جان زناخی

ولہ

گوکاجی بھلا یہ کہو تھی کونسی نسبت — اُس واسطے کل کیون + آنکھو نپہ تمہاری
جو لوٹ گیا دیکھ کے کل پتلیون والا + — کر لے مین تماشا + اُس مین بھی ہی پتلی

ولہ

جھنڈلیسے بھلا دھان کو ہی کونسی نسبت — بتلائیے صاحب + اس کو بھی نہ سمجھے
تو بوجھ چکے اور بس اب کھائیے خشکا — ہو جبکہ بھریرا + تو اب بھی نہ سمجھے

ولہ

ہی مردون کے نامون مین خط سے کسے نسبت — پر اُس سے کہ جس بن + کچھ کام نہووے
پہلے وہ لکھا جائے بنے جب کہ لفافہ — ہے یہ ترے انشا + اللہ کی قدرت

صنعت ذوسخنہ یعنے دو باتون کا ایک جواب دینا مثال اسکی۔
مسافر پیاسا کیون۔ گدھا اداسا کیون۔ **جواب** لوٹا نہین۔
ایضاً گھوڑا کیون اڑا۔ پان کیون سڑا۔ **جواب** پھیرا نہ تھا۔
ایضاً بڑا کیون نہ کھایا جوتا کیون نہ پہنا۔ **جواب** تلا نہ تھا۔
ایضاً گوشت کیون نہ کھایا۔ ڈوم کیون نہ گایا۔ **جواب** گلا نہ تھا۔
ایضاً ہاتھی کیون رو کھا۔ کلال کیون بھوکا۔ **جواب** مدھ نہین۔
ایضاً دہی کیون نہ بنا۔ نوکر کیون نہ رکھا۔ **جواب** ضامن نہ تھا۔
ایضاً دیوار کیون ٹوٹی۔ راہ کیون لوٹی۔ **جواب** راج نہین۔
ایضاً ستلری کیون نہ بجائی عورت کیون نہ نہائی۔ **جواب** پردہ نہ تھا۔

چوتھا جزیرہ اقسام نثر عیوب کلام اور سرقات شعر کے بیان مین

اس جزیرے مین ایک شہر لطافت خیز اور دو صحراے وحشت انگیز ہین۔

شہر نثر کی قسمون کے ذکر مین

پوشیدہ نہ رہے کہ کلام ناموزون نثر ہی اور موزون نظم ہی اور فقرہ نثر مین مثل بیت کے ہی نظم مین مثلاً مردم دیدہ آج گھر بیٹھے بہشت کی سیر کرتے ہین" ایک فقرہ ہی۔ اللہ اللہ صفحۂ قرطاس پر کیا جوش بہار معانی ہی" دوسرا فقرہ ہی۔ تار نگاہ مین بے تکلف موتی پروے جاتے ہین" تیسرا فقرہ ہے۔ واہ وا کلک گہر بار کی کیا دُر فشانی ہی" چوتھا فقرہ ہی یہ چارون فقرے ملکر نثر ہی فغان بیخبر کی
اس شہر مین دو باغ ہین۔

پہلا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار الفاظ کے

نثر کی باعتبار الفاظ کے چار قسمین ہین۔ مُرَجَّز۔ مُقَفّیٰ۔ مُسَجَّع۔ عاری۔

بیان مُرَجَّز

مُرَجَّز وہ نثر ہی کہ جس مین وزن شعر ہو اور قافیہ نہو یہ قسم بہت کم پائی جاتی ہی مثال اسکی یہ فقرہ فارسی سہ نثر ظہوری کا نثر راتیش سرو ین گلشن فتح۔ خنجرش ماہی دریاے ظفر اس کا یہ وزن ہی فاعلاتن فعلاتن فعلاتن یا فعلن بکسر عین کا بتون نے بغیر سمجھے اس عبارت مین تصرف کیا ہی اور مقفی کرنیکے لیے فتح کے آگے نصر کا لفظ اور بڑھا دیا ہی اس سے نہ نثر مرجز رہی نہ مقفیٰ۔

ولہ

قلمش ماشطۂ صفحۂ دہر	رقمش منتج رخ چہرۂ مہر

اسکا یہ وزن ہی فعلاتن فعلاتن فعلان بکسر عین۔ اُردو مین آغا غنی کی یہ نثر جسکا وزن مفعول۔
مفاعیلن ہی یہ نثر انتخاب یادگار رامولفہ امیر مینائی کی تقریظ مین ہی نثر دیوان حقیقت کے مطلع
کے ہین دو مصرع۔ اک حمد الٰہی ہی۔ اک نعت پیمبر ہی اس مطلع روشن کے معنی منور سے ہر ذرہ بھی ہی
واقف۔ سُنتے ہین ازل سے سب۔ یہ مطلع نورانی۔ ہی اسکے سوا ابتک۔ اس ساری غزل مین سے
اک شعر نہین پایا۔ لیکن مجھے ہاتھ آیا۔ اسوقت غنی موقع مین سب کو سُناتا ہون۔ اس مطلع یکتا کا۔
جو حُسن ازل سے ہی۔ اسوقت موافق ہین۔ کیونکر نہ ثناخوان ہون۔ سامان غزل خوانی۔ کیا خوب مہیا
ہے۔ سو بار مین حاضر ہین۔ نقاد زر معنے۔ عالم کو سخن میرا۔ سُننے کی تمنا ہی" یہان یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ
وزن مین قید ضرور نہین۔ ملا غیاث الدین کتاب غیاث اللغات مین لکھتے ہین "پس مرجز نثرے
باشد کہ کلمات فقرتین اکثر جاہا ہمہ ہموزن باشند در تقابل یک دگر بدون رعایت سجع" اور مثال
مین یہ نثر لاتے ہین "مع خیال ناظم بے تعلق قامت دلربائے ناموزون ست وقیاس ناثر بے تمسک کاکل
مویائے ناموبوط" اور احسن القواعد کا مؤلف اس تعریف کا ترجمہ یون کرتا ہی "مرجزوہ نثر ہی کہ جسکے دو دو
فقرون کے کلمات مقابل باہم ہموزن ہون اور قافیہ نہ رکھتے ہون جیسے دو صرف اوقات بے ذکر
واہب کارساز و خروج انفاس جز شغل خالق کردگار عین نقصان ست" یہ مثالین نثر مرجز کی کسیطرح
نہین بلکہ موازنہ کی وہ قسم ہین جسکو مماثلہ کہتے ہین اور بیان اسکا سجع مین آتا ہی نثر مرجز مین وزن شعر کا
ہونا اور قافیہ نہونا مشروط ہی خدا جانے یہ حضرت سجع کسکو کہتے ہین سجع ہموزن ہونا دو لفظون کا ہی فقرتین
یا مصرعین مین وہ یہان موجود ہی پھر بدون رعایت سجع کے کیا معنی شاید یہ بزرگ وزن کو برابر ہونا
کلمات کا سمجھتے ہین اور سجع تقطیع شعر کو کہتے ہین سُبحان اللہ بہت ٹھیک فرماتے ہین اور خوب سمجھتے
ہین اگر وزن شعر وار د و قافیہ ندارد فرماتے تو کیا حرج تھا ناحق مورد طعن ارباب دانش ہوے اور مرزا
غالب وغیرہ کو اعتراض کرنے کا موقع ملا اور ناظرین کو غلطی مین ڈالا۔

بیان نثر مقفے

نثر مقفے وہ جو مرجز کے برعکس ہو یعنی قافیہ رکھتی ہو اور وزن نہو مثال اسکی یہ عبارت جادۂ تسخیر کی
معشوق کی ہنستی پیشانی مین بوستان مسرت کی شان عاشق کی جبین گلستان کے باب پنجم کا
عنوان۔ اس کی سرنوشت رنگین مین حُسن کا افسانہ اُسکے سرخط گلزار مین عبارت عاشقانہ۔ اس کی
چوٹی ہنفشے کا جواب اُسکی زلفون مین عشق پیچے کا پیچ وتاب۔ اسکی شمیم غالیہ بیز۔ اُسکی ہوا وحشت انگیز۔ اسکا
چہرہ ارغوانی۔ اُسکا رنگ زعفرانی اسکی بھوین شاخ بادام سے بہتر۔ اسکی ابرو داغ لالہ احمر۔ اس کی

آنکھین نرگسی اُس کی گلابی - اسکی پلکین نقاب دارِ عروس چمن اُس کی ہوے مژہ آئینہ دار بے حجابی
رخسارے دونون کے صحیفۂ گلستان شباب مگر یہ مژ اُن پر اعراب - ہو نٹھ گلبرگ انتخاب - لیکن وہ
خشک یہ شاداب ؛ یاد رکھو کہ نثر مقفٰے کے دونون فقرے الفاظ مین متساوی ہون اور ایک
دوسرے سے زیادہ نہ ہو یا فقرۂ ثانی فقرۂ اول سے طویل ہو مگر نہ اس قدر کہ اعتدال سے
بالکل نکل جائے کیونکہ قافیے مین عمدہ تو اعتدال ہی ہے اور قطع نظر قافیہ سے اعتدال ہر اک شے
مین مطلوب ہوتا ہے اور نفس بالطبع ادھر میل کرتا ہی جہان تین فقرے واقع ہون تو جائز ہی کہ پہلے
اور دوسرے فقرے مین چار چار لفظ ہون اور تیسرے فقرے مین دس یا گیارہ اور تینون فقرے
متساوی بھی لکھتے ہین یا فقرۂ ثانی فقرۂ اول سے چھوٹا ہو مگر یہ عیوب مین داخل ہی اسلیے کہ سامع کو
چھوٹے فقرے کے سُن لینے کے بعد بھی اُس شخص کا سا انتظار رہتا ہی جو کسی شے کی انتہا اور غایت کا
منتظر ہو - نثر مقفٰے دو حال سے خالی نہین ہوتی یا مقفاے قصیر ہوتی ہی یا طویل - قصیر کے دونون
فقرون مین کم الفاظ ہوتے ہین اور اُسکے ہر ایک فقرے کے الفاظ کی عدد دو سے دس تک ہی اور جتنا قصیر
ہو احسن ہے کیونکہ قوافی قریب قریب واقع ہونگے جیسے اس نثر مین یار محمد خان شوکت کی نثر قصیر
معاف ہو بڑے بے انصاف ہو کل کی بات بھول گئے - جو آج بھول گئے - خوش تقریر ہو - مگر بڑے
شریر ہو ؛ اور مقفاے طویل مین ہر فقرے کی تالیف گیارہ سے بیس لفظون بلکہ اس سے بھی زیادہ
تک ہوتی ہے -

بیان نثر مسجّع

نثر مسجّع وہ ہی کہ الفاظ فقرتین وزن مین برابر ہون اور حرف آخر مین بھی موافق ہون یعنے پہلے فقرے
کے تمام الفاظ دوسرے فقرے کے تمام الفاظ سے وزن و حرف آخر مین موافقت رکھتے ہون نظم مین
یہ صنعت آپڑے تو مرصع اور نثر مین آوے تو مسجع کہینگے اور اس صناعت کے بعض ماہرون نے جو سجع کی
مذمت کی ہی تو اُن کی طبیعتون کی کمزوری کے سوا ظاہرا کوئی وجہ نہین معلوم پڑی کیونکہ اگر یہ صنعت
فی الحقیقت مذموم ہوتی تو قرآن شریف مین کیون واقع ہوتی ہم تو کوئی سورۃ سجع اور موازنہ سے
خالی نہین پاتے علی بن عیسیٰ نے جو کہا ہے کہ کلام مین قافیہ ہو اور وزن نہو تو مراد یہ ہی کہ وزن شعری نہو
اس طرح کہ نظم نہ بن جاے اور ہمنے جو لکھا ہے کہ فقرون کے الفاظ وزن مین برابر ہون اس سے مراد
یہ ہے کہ ایک لفظ دوسرے لفظ کا ہم وزن ہوے نثر مسجع مین فقرے طویل بھی ہوتے ہین اور قصیر

مثال نثر مسجع کی کان ملاحت معدوم ہیان معدن بیوفائی چالاک یگانہ دلبر عیار کے شوق مین بیقرار
ہون اور جان صباحت موہوم دہان مخزن دلربائی سفاک زمانہ کا فرطرار کے ذوق مین اشکبار ہون
دریاے لطافت کے مؤلف نے اسکی مثال مین یہ عبارت لکھی ہی ”پونڈا ایسا کا اتنا بڑا کہ جسکی بڑائی بیان
سے باہر ہی پونڈا ایسا میٹھا ایسا بھلا کہ اُسکی بھلائی گمان سے بڑھکر ہی“ باوجودیکہ ایک فقرے کا لفظ دوسرے
فقرے کے لفظ کا ہم وزن ہے نظم سے ہر ایک فقرہ خارج ہی اگر نثر مسجع کے الفاظ مین رعایت صنعت
تجنیس کی بھی ہو یعنے فقرۂ ثانی ہو بہو فقرۂ اول کی نقل ہو مگر معنی جُدا گانہ ہون تو یہ نہایت خوبی ہے
اور اسکو **صنعت ترصیع مع التجنیس** کہتے ہین مثال یہ فقرہ دریاے لطافت کا ”مقصود بیگ دو
مقصود بیگ دو“۔

واضح ہو کہ اس صنعت کا حُسن یہ ہی کہ دونون فقرون مین کوئی لفظ مکرر نہ واقع ہو۔

بعض کے نزدیک سجع نثر مین مرادف ہی مقفےٰ کا یعنی اُنکے نزدیک سجع کی یہ تعریف ہی کہ پہلے فقرے کے
آخر کا کلمہ دوسرے فقرے کے آخر کے کلمے سے قافیہ مین موافق ہو چنانچہ سکاکی نے کہا ہی کہ سجع نثر مین ایسا ہے
جیسے نظم مین قافیہ اور جو تعریف سجع کے واسطے مذکور ہوئی وہ اُن لوگون کے نزدیک مرصع کی تعریف ہے
خواہ نظم مین جاری ہو یا نثر مین دونون جگہ مرصع ہی کہتے ہین اور اس کو مثل متوازی اور مطرف اور
موازنہ کے سجع کی ایک قسم قرار دیتے ہین۔

سجع متوازی وہ ہی کہ فقرون کے آخر کے دو لفظ وزن اور حرف آخر مین متفق ہون جیسے دفتر حصار
از مذہب **عشق معروف بہ قصۂ گل بکاولی** ”جس کوچہ و بازار مین جاتی وہان اسباب عیش مہیا
پاتی سجاتی اور پاتی دونون لفظ وزن اور حرف آخر مین موافق ہین۔

جسکی طرف چشم سُرمہ سا اُٹھاتی اُسے نقش پا کی طرح مٹاتی اور جسدم تیغ ابرو یا خنجر مژگان دکھاتی
اہل نظر کو بسمل کی طرح لٹاتی۔

اُٹھاتی مٹاتی کے اور دکھاتی لٹاتی کے مقابل ہی اور یہ رعایت نظم مین بھی ہو سکتی ہی جیسے
اس شعر مین۔

صابر شاہ دہلوی

جو ہم بستر نہو ہمسے تو اُسکی کیا شکایت ہے	نظر بھر کر یہین آکر دیکھنا اُسکا کفایت ہی

بختاور سنگھ غافل

غالب

ملے دو مرشدون کو قدرت حق سے ہین دو طالب	نظام الدین کو خسرو سراج الدین کو غالب

اگر سارے الفاظ اسیطرح ہون تو مرصّع کہینگے۔

سجع مطرّف یہ ہی کہ فقرے کے کلمات اخیر وزن مین مختلف اور حرف آخر مین متفق ہون مثال اسکی **گل بکاؤلی** ؎ اگر حکم ہو تو چند روز کے واسطے ہمجنسون کی صحبت مین جاؤن اور اُن کے آب وصال سے اس آگ کو بجھاؤن ،، جاؤن اور بجھاؤن کا وزن ایک نہین لیکن حرف آخر ایک ہی اور یہ رعایت نظم مین بھی ہو سکتی ہے جیسے اس شعر مین۔

مکند لال آرام

ہمدمو مجھ سے یہ کہتے ہو نہ تو یار سے مل	اُسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل

یار و اغیار وزن مین مختلف ہین لیکن حرف آخر دونون مین راے مہملہ ہے۔

سجع موازنہ اُسے کہتے ہین کہ دونون فقرون کے الفاظ آخر متفق الوزن ہون لیکن حرف آخر مختلف ہو جیسے اس فقرے مین **کتاب توبۃ النصوح** کے ؎ دیکھ روح یہ ایک جوہر لطیف ہی اور بجھکو بہت عزیز ،، لطیف اور عزیز ہموزن ہین لیکن حرف آخر مختلف ہی۔

اسی مثال مین ہی نواب غوث محمد خان والی جاورہ کی سیر محتشم کی یہ عبارت ؎ غرض جس کسی نے عدم سے وجود مین آکر تماشاے موجودات نہین کیا وہ کالمعدوم ہے اور جس مرد نے اپنی زندگی ایک گوشے مین بیٹھکر بسر کی وہ گویا زن مستور ہے۔

تنبیہ یہان یہ امر لائق غور ہی کہ سجع کی تعریف تو یون کی گئی ہی کہ دونون فقرون کے اخیر کے الفاظ باعتبار وزن اور حرف اخیر کے موافق ہون اور موازنہ کو سجع کی ایک قسم قرار دے کر اُسکی تعریف مین لکھا ہے کہ دونون فقرون کے کلمات اخیرہ وزن متفق رکھتے ہون اور حرف اخیر مختلف حالانکہ سجع کی تعریف موازنہ پر صادق نہین آتی کیونکہ اُس مین فقرون کے آخر کے کلمات مین قافیہ موجود ہی اور اُس مین مفقود بنابران صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک موازنہ اور سجع مین مباینت ہی اور کتاب مثل السائر کا مصنف کہتا ہے کہ موازنہ سے سجع اخص ہی اسواسطے کہ سجع مین الفاظ آخر متحد الوزن والقوافی ہوتے ہین اور موازنہ مین الفاظ آخر صرف متساوی الوزن ہوتے ہین اُن کے حروف آخر ایک نہین ہوتے جداگانہ ہوتے ہین یہی یحیی ابن حمزہ بن علی نے طراز مین لکھا ہے پس موازنہ شرط اتحاد وزن الفاظ

ہے اور ہر ایک موازنہ سجع نہین مولوی امام بخش صہبائی اس مقام کی توضیح مین لکھتے ہین کہ اس صنعت کی تعریف مین اگر الفاظ اخیرہ کے فقطوزن مین موافق ہونے سے یہ مراد ہے کہ موازنہ مین الفاظ اخیر کے حرف اخیر مین مخالف ہونا واجب ہے تو اس صورت مین سجع اور موازنہ مین بتاین ہوا یعنی نہ صفت سجع کی موازنہ پر صادق آئے گی اور نہ صفت موازنہ کی سجع پر کیونکہ سجع مین حرف اخیر کی موافقت واجب ہے اور یہان مخالفت اور اگر یہ مراد ہے کہ موازنہ مین وزن کی موافقت شرط ہے اور حرف اخیر کی موافقت شرط نہین یعنے ہو ہو نہو تو اس صورت مین ایک جگہ سجع اور موازنہ دونون صادق آجاوینگے جیسے وصال دوست کا محض خیال ہے اور رحم کرنا رقیب کا محال ہے " شرط سجع اور موازنہ دونون کی پائی جاتی ہے یعنی موافقت حرف اخیر کی اور یہ شرط سجع کی ہے اور موافقت وزن کی اور یہ شرط موازنہ کی ہے اور ایک جگہ موازنہ پایا جائے گا بدون سجع کے جیسے دل معاد سے غافل ہے اور جان ذکر سے فارغ اور ایک جگہ سجع پایا جائے گا بدون موازنہ کے جیسے رقیب کی طرف سے خار ہے اور سینہ دوست کے جور سے افگار ہے " خار اور افگار بطور سجع کے ہین نہ بطور موازنہ کے اور حدائق البلاغت کے مصنف سے تعجب ہے کہ موازنہ کی تعریف مین آپ ہی لکھا ہے کہ موازنہ وہ ہے کہ دونون فقرون کے الفاظ اخیر وزن مین متحد ہون اور حرف اخیر مین مختلف اور پھر اُسکو ایک قسم سجع کی قرار دیا ہے حالانکہ سجع مین شرط یہ ہے کہ حرف اخیر مین موافقت ہو نہ مخالفت اس تحقیق سے واضح ہوا کہ موازنہ سجع کی قسم نہین اب رہی یہ بات کہ آیا موازنہ نثر کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے یا نظم مین بھی جاری ہوتی ہے اس باب مین بھی ہمکو مولوی امام بخش صہبائی کی تحقیق کامل پسند ہے کہ انھون نے میر شمس الدین فقیر کے اس قول پر کہ یہ صنعت نظم مین نہین آتی کیونکہ نظم کے اخیر مین قافیہ واجب ہے اعتراض کرکے توجیہ وجیہ کے ساتھ لکھا ہے کہ جن لوگون نے یہ توہم کیا ہے کہ موازنہ مختص نثر کے ساتھ ہے محض بیجا ہے کیونکہ وہ نثر اور نظم دونون مین جاری ہوتی ہے اور یہ توہم نثر سے خصوصیت رکھنے کا اس سبب سے ہے کہ عربی کتابون مین اس صنعت کی تعریف مین لکھا ہے کہ وہ مساوی ہونا دو فاصلون کا ہے وزن مین اور فاصلہ نثر کے الفاظ اخیرہ ہی کو کہتے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ ذکر فاصلے کا بطریق احتراز کے نہین ہے تاکہ اس سے نظم خارج ہوجائے بلکہ بطریق مثال کے ایک کا ذکر کردیا ہے اور اختصار کی وجہ سے مصرع کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور چونکہ یہ صنعت نظم مین جاری ہوتی ہے شرح کرنے والون نے فاصلے کے آگے لفظ مصرع کا بھی لاحق کردیا ہے الحاصل یہ موازنہ نثر اور نظم دونون مین آسکتی ہے اور اگرچہ نظم مین مقفے ہونا شرط ہے لیکن سواے مطالع و مثنوی و مسدس و ترکیب

[illegible]

مرزا محمد علی لکھنوی گستاخ

جی لگایا تھا سمجھ ہو ویگی فرحت حاصل ۔ یہ نہ جانا تھا کہ آوے گی قیامت لازم

منیر

ملک نظم لشکر مین اس طرح خادم ۔ ردیف و قوافی مین جس طرح حاجب
نمک زخم دل پر ہوا اجر مالح ۔ سفائن مین طوفان کا خوف غالب

غالب

بوسہ دینے مین اُن کو ہے انکار ۔ دل کے لینے مین جن کو تھا ابرام

میر تقی

رہے ہمیشہ تیرے دوستون کے ساتھ اقبال ۔ عدو کو تیرے نہ دے فرصت ایکدم ادبار

موازنہ مین اگر تمام الفاظ نثر یا نظم کے اندر ایسے ہی واقع ہون کہ وزن مین موافق اور حرف آخر مین مختلف ہون تو اُسکو **مماثلہ** کہتے ہین اور یہ مماثلہ موازنہ مین ایسے ہی جیسے سجع مین ترصیع اور یہ بھی نثر اور نظم دونون مین آتی ہی اور جن لوگون نے یہ گمان کیا ہی کہ مماثلہ مختص نثر کے ساتھ ہی غلط ہی مثال نثر کی فارسی مین وہی ہی جو ملا غیاث الدین نثر مرجز کی مثال مین تحریر فرماتے ہین اور اُنکی اتباع سے مولوی حفظ اللہ مصنف انشاے فیض رسان اپنی انشا مین لائے ہین (خیال ناظم بے تعلق قامت دلرباے ناموزون ست وقیاس ناثر بے تمسک کاکل مویاے نامربوط) اللہ اللہ کیا لیاقت اور کیسی ہمہ دانی ہی کہان نثر مرجز کی تعریف اور کہان مماثلہ کی مثال بھلا غالب کیون نہ روئین اور کس طرح نہ چلائین اور نظم کی مثال یہ ہی۔

اسیر

گیسوے حور جنان ہی اسی توسن کی عنان ۔ حلقۂ چشم ملک ہی اسی مرکب کی لجام

غالب

اے شہنشاہ فلک منظر و بے مثل و نظیر ۔ اے جہاندار کرم شیوۂ و بے شبہ و عدیل

تیرا انداز سخن شانۂ زلف الہام
تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

یاد رکھو کہ عبارت مسجع و مرصع و مقفے ہر وقت معاملات مین بولنا منع ہی کیونکہ تکلف سے خالی

سجع نگین

سجع کے لغوی معنی آواز کبوتر وقمری کے ہین اور اصطلاح مین سجع وہ ہی جو اوپر بیان ہوا اور سجع سجع نگین کو بھی کہتے ہین یعنے کسی شخص کا نام فقرہ یا آیت کلام الٰہی یا مصرع وغیرہ مین مندرج کرکے نگین پر کھُدواتے ہین اُسکو بھی سجع بولتے ہین مثال اسکی لاتقنطوامن رحمۃ اللہ اس آیت سے رحمۃ اللہ نام مراد ہے۔

ایضاً در شہر علم محمد علی؛ یہ سجع محمد علی کے نام کا ہی اور اس مین تلمیح ہی اس حدیث کی طرف انا مدینۃ العلم و علیؓ بابہا۔

ایضاً بروز قیامت محمد شفیع؛ یہ سجع محمد شفیع کے نام کا ہی معلوم کیا چاہیے کہ اُستادان فن نے یہ بات قرار دی ہے کہ سجع مین فعل ماضی ومضارع وضمیر وحرف رابطہ وغیرہ حتی المقدور نہ آنے پائے اور اگر سوائے ماضی کے فعل مضارع یا ضمیر آئے تو کچھ مضائقہ بھی نہین اور اس زمانے مین اس کی کچھ قید نہین ہے۔

سجع من غلام قنبرم قنبر غلام حیدر ست + اس سجع مین لطف یہ ہی کہ مولوی غلام قنبر جنکے نام کا یہ سجع ہے اُنکے والد کا نام غلام حیدر ہی۔ اور یہ سجع زبان اُردو مین اور بھی زیادہ لطیف ہوتا ہی **مولف** مین ہون غلام قنبر قنبر غلام حیدر + حافظ احمد یار کا انشا نے سجع کہا ہی ؎ اللہ حافظ احمد یار؛

سجع نام محمد کالے + یہ سجع محمد کالے کے نام کا ہے۔

ایک شخص کا نام غلام علی اور باپ کا نام غلام محمد ہی ذوق نے سجع کہا ہی ؎ پدر غلام محمد پسر غلام علی + سید احمد حسن کے نام کا سجع غالب نے یون لکھا ہے ؎ دل حیدر و جان احمد حسن۔

بیان نثر عاری

اس کے الفاظ مین نہ وزن کی قید ہی نہ قافیہ کی یعنی ان سب باتون سے عاری ہوتی ہے اور اس کو روزمرہ اُردو بھی کہتے ہین اور آج کل اُردو مین اس قسم کی نثر بہت مروج ہی مثال یہ عبارت دیباچۂ آبحیات کی ہی **نثر**۔ آنادہندی نہاد کے بزرگ فارسی کو اپنی تیغ زبان کا جوہر جانتے تھے مگر تخمیناً سو برس سے کل خاندان کی زبان اُردو ہی بزرگون سے لیکر آجتک زبانون کی تحقیقات مین کمال سرگرمی اور جستجو رہی۔ اب چند سال سے معلوم ہوتا ہی اس ملک کی زبان ترقی کے قدم برابر آگے بڑھا رہی ہی یہان تک کہ علمی زبانون کے عمل مین دخل پیدا کرلیا اور عنقریب بارگاہ علم مین کسی

اس لئے ظہوری کا اُس طرح قدم بہ قدم آگے بڑھی کس طرح عہد بہ عہد اس درجے تک پہونچی تعجب ہوا
ہر ایک بچۂ شاہجہانی بازار مین پھرتا ملے شعرا اُسے اُٹھالین اور ملک سخن مین پال کر پرورش کرین انجام
کو یہانتک نوبت پہونچے کہ وہی ملک کی تصنیف و تالیف پر قابض ہو جائے۔

یہ بات بھی افسوس کے ساتھ لکھنے کے لائق ہی کہ کتاب ہفت قلزم جو ایک کتاب ضخیم فن لغت
مین غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے نام سے مرتب ہوئی ہی اُس مین مثال نثر عاری مین یہ دو
فقرے ظہوری کے مندرج ہین "سدا تیش سرو بن گلشن فتح خنجر شاہی دریاے ظفر" اللہ ہر ایک شخص
کو غلطی سے بچائے۔

دوسرا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار معنی کے

نثر کی بلحاظ معنی کے دو قسمین ہین سلیس اور دقیق سلیس وہ ہی کہ جسکے معنی بہ سہولت سمجھ
مین آجائین اور دقیق وہ ہی جسکے معنی دقت سے سمجھے جائین ان مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین
سادہ اور رنگین سادہ وہ ہی جس مین مطلب کو بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو اور رنگین
وہ ہی کہ اداے مطلب مین ایک طرح کے الفاظ کی رعایت کی ہو مثلاً اگر شام کا ذکر آئے تو شام غریبان
کی اُداسی کبھی رات کا سناٹا کبھی تاریکی کی چھاؤن کو چاندنی اور اندھیری کے ساتھ دکھایا جائے اور جو صبح کا
بیان ہو تو رات کی رخصت سیاہی کا پھٹنا نور کا ظہور آفتاب کا طلوع مرغزار کی بہار مذکور ہو
اور بہار کا ذکر آیا ہی تو آخر تک اُسی کے مناسب لکھدین یا علم کا ذکر آئے تو اُسکے مناسب لکھین غرض
جس حالت کو لین اس کا سمان باندھ دین۔ خلاصۂ کلام یہ ہی کہ معنے کے اعتبار سے نثر کی
چار قسمین ہین۔

سلیس سادہ

جسکے معنی بسہولت سمجھ مین آئین اور مطلب کو اُس مین بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے
سر سید احمد خان مرحوم کی اس عبارت مین نثر آمدنی کے ذریعون مین ظاہرا دو ذریعے ایسے معلوم
ہوتے ہین جو تمام ذرائع کو حاوی ہین ایک زراعت اور دوسرا تجارت مگر ان دو ذریعون مین زراعت
تو ایک ایسی چیز ہی کہ اُس مین انسان ایک خاص قسم کی ترقی کر سکتا ہی اور وہ بھی ایک حد معین
تک مگر تجارت ایک ایسا عام اور قابل ترقی ذریعہ ہی کہ اسکے سبب سے انسان کو اصناف و انواع
کی ترقی حاصل کرنے کا موقع مل سکتا ہی اور اسکے واسطے کوئی ایسی حد نہین نکلتی جسکے آگے ترقی
ناممکن ہو سکے جہانتک انسان کی عقل کی رسائی ممکن ہے وہان تک اس کو بھی ترقی ممکن ہے

اور یہی ایک ایسی چیز ہی جس مین انسان اپنے ہر طرح کے کمالات اور خوبیان ظاہر کر سکتا ہی اور وہ تمام صناعیون دستکاریون اور ہنرمندیون کی جڑ ہے۔

دقیق سادہ

وہ ہی جس کے معنی دقت سے سمجھے جائین اور اُس مین مطلب کو بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے یہ عبارت حضرت اُستادی مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی مرحوم کی امیر اللغات کی تقریظ مین۔

نثر ہر زبان جو ما فی الضمیر کی ترجمان ہی اپنی خصوصیات مین ضرور امتیاز رکھتی ہے اگرچہ وہی مفردات وہی مرکبات وہی کنائے وہی تمثیلین وہی مقام استعمال وہی مثلین وہی مقولے ہین جو لغات مین مستعمل ہین لیکن خصوصیات لسانی کا بتانا نہایت مشکل و نکتہ لاینحل ہو یہ مسلم ہی کہ لغت کا موضوع لفظ مفرد ہی مفرد اسکے اصلی مادے کی جستجو اشتراک لفظی یا معنوی حقیقت یا مجاز کا بتانا اسکے عوارض ذاتی اور محل بحث ہین لیکن اسکے موضوع کو جو مختلف خلطون سے مخلوط ہو کر ہر خاص و عام کی زبان پر آتا ہی اس طور پر ملحوظ رکھنا کہ خاص زبان اور اُسکے الفاظ اور مستعملات اخلیط ناگہانی سے الگ ہو کر ممتاز رہین یا بحث کے مقامات اُن عوارض سے الگ ہون جو عوارض ذاتی یا نوع عوارض ذاتی سے جُدا اور اغراض غریبہ مین داخل یا اُس کے عین ہین کوئی آسان امر نہین کبھی کبھی اس عموم موضوعیت کے علاوہ خاص خاص وہ پہلو بھی مبحوث عنہ ہو جاتے ہین جو خاص ایک زبان سے متعلق اور دوسری زبان کے موضوع یا عنوان موضوع کے خلاف ہوتے ہین مثلاً بعض جملے جو ہیئت ترکیبی کی وجہ سے مفردات کے کل ہین اور مفردات اسکے جز ہین۔ بظاہر موضوع کی نوعیت اور شخصیت سے الگ اور جُدا ہوتے ہین جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ کیون یہ محل بحث اور موضوعیت مین داخل ہین

سلیس رنگین

وہ ہی جس کے معنی سہل ہو کے کے ساتھ ادائے مطلب مین مناسبات الفاظ کی رعایت ہو جیسے فسانہ عجائب کی اس عبارت مین نثر اس سال نیا ساز و سامان ہے ہولی شب برات بہار سے دست و گریبان ہی باغبان ازل دفینہ چمن نکالے گا بوٹا بوٹا جوبن نکالے گا نسیم سحر غنچون کی گانٹھ ٹٹولنے لگی عبیر اور گلال گرہ سے کھولنے لگی تختہ لالہ چراغان کا ڈھنگ دکھاتا ہی نہر دان مین فوارہ پچکاری کا رنگ دکھاتا ہی کوسون تک سبز مخمل کا فرش بچھا ہی شاداب کوہ و صحرا ہی پتا پتا کان زمرد کا بتا دیتا ہے شبنم کا قطرہ دُر بے بہا کا آویزہ ہی کوہ مین کبک دری کا قہقہہ باغ مین بلبل کا نالہ

صحن گلزار مین سبزے نے سر نکالا ہی جس قلمتراش مین شاخ کا دستہ ہے قوت نامیہ سے
فیض سے یک قلم گلدستہ ہی اس گلشن ایجاد مین کیا نمونۂ قدرت پروردگار ہی کہ دست و
گریبان خزان و بہار ہی اگر شاخ سے کوئی پتی مرجھا کر ٹوٹتی ہی تو برابر سبز کوپل پھوٹتی ہے
گل کی ہنسی پر گریۂ شبنم ہی کہ مہلت یہان بہت کم ہی بشر کو لازم ہی کہ فرصت کو غنیمت جان کر
اِن خیالون سے درگذرے جو امر ضروری ہو اُسکو کر گذرے لہذا صدر نشینان بزم طرب و سرور
انجمن آرایان جلسۂ شادی و سور کی خدمت مین اُمیدوار ہون کہ از راہ دوستانہ بے عذر و بہانہ
رونق بخش جلسۂ احباب ہون خاکسار رہین منت ہوگا۔

ہندوستان کی اصطلاح مین ایسے لوگون کو کہ گفتگو مین مناسبات کا استعمال بالالتزام کرتے
ہین **جگت باز** اور **ضلع بولنے والا** کہتے ہین کوئی کلام اُن کا خالی تجنیس اور مراعات نظیر اور
ایہام سے نہین ہوتا ایسے شخص کو فارسی مین **بذلہ سنج** اور **لطیفہ گو** بولتے ہین۔

مولوی غلام امام شہید کے اس رقعہ مین شطرنج کا تلازمہ ہی۔

درشہسوار میدان صفوت و صفا زینت افزاے بساط محبت دولا سلامت بندہ حرارت
قلب کے عارضے سے تو حیران اور ششدر رہتا ہی تھا اب ضعف دماغ کی بیماری نے اور
بھی عاجز اور زچ کر دیا ہے ہر دم یہی سوچ اور منصوبہ آتا تھا کہ کدھر جاؤن اور کون ایسی چال چلون کہ
یہ عارضہ بڑھنے نہ پائے بارے اِن دنون حکیم شاہرخ مرزا صاحب اس شہر مین وارد ہوے تعریف
اُن کی اور سادگی مزاج کی بہت سُنی جاتی تھی کہ اُنکے نزدیک بادشاہ اور وزیر اور فقیر مسکین اور
امیر فیل نشین دونون برابر ہین مریضون کی خبرگیری کے واسطے صبح سے پہر رات گئے تک
بارہ دری مین شطرنجی بچھائے بیٹھے رہتے ہین یون تو حیات ممات پر کسی کا اختیار نہین ہی اور
زہر مہرہ اور شربت انار اور خطمی خبازی کون طبیب نہین جانتا لیکن دست شفا بھی رکھتے ہین
اور عطارون کو بیمارون کا مال مار لینے اور اپنی منفعت اور خورد و برد کے واسطے گران چیز بیچنے کی
اجازت نہین دیتے اس واسطے چاہتا ہون کہ اُن کی خدمت مین رجوع لاؤن لیکن مکان اُن کا
فاصلے پر ہے پیادہ پا نہین جا سکتا اگر کسی طرح کا حرج نہو تو صبح کو گھوڑا خواہ پالکی بھیجدیا بھیجے اور جو کچھ
تامل ہو تو یار شاطر ہون نہ بار خاطر ہمت نہین ہارا ہون یون بھی جا سکتا ہون نہین تو لالہ اندرجیت
چودھری یا مظفر زین والے کی گاڑی کرایہ کو منگا لیا کرون گا۔

ایضاً قرارت کے تلازمہ مین۔

حافظ صاحب کرم فرما میرے زیادہ ہون الطاف آپ کے بعد شوق ملاقات مسرت آیات کے کسکی تمنا مین موے آتش دیدہ کی طرح بند مردہ رہتا ہون گذارش یہ ہے کہ آج خدمت مین حاضر ہونے کا عزم بالجزم تھا لیکن واقعہ عجیب یہ پیش آیا کہ قاری محمد حسن صاحب کے انتقال سے جلسہ کا جلسہ درہم برہم اور سارا مدرسہ زیر اور زبر ہوگیا اسی سبب سے متوقف ہوکر صحیفۂ معذرت ارسال کیا چاہتا تھا کہ حافظ محمد شاکر صاحب ایک جلد کلام مجید لکھنؤ کے چھاپے کی آپکے پاس سے لائے سبحان اللہ جیساکہ کلام اللہ مین چاہتا تھا ویسا ہی میسر ہوا اگرچہ حافظ محمد لیسین صاحب بمبئی کے چھاپے کی تعریف بہت مد اور شد کے ساتھ کرتے تھے لیکن اُسکے خط کو اسکے خط کے ساتھ مطلق مناسبت نہین ہی اب مجھے وقف کرنا چند جلدون کا منظور ہی سوداگر کا اگر چند روز ٹھہراؤ ہو تو ویسا مطلع فرمایئے آپکی طبع عالی ہمیشہ مصحف کی تلاوت کی طرف مائل اور دست آرزو گردن مقصود کے ساتھ حمائل رہے۔

دقیق رنگین

یعنی عبارات کے معنی مشکل ہونے کے باوجود ادائے مطلب مین مناسبت الفاظ کی رعایت بھی ہو جیسے تذکرۃ الشعرا کی اس عبارت مین نثر ذوق تخلص طوطی شکرستان شیرین زبانی بلبل چمن زار رنگین بیانی صیرفی نقود کمال دستہ بند رنگینی مقال بانی بنائے فصاحت میزاب گلشن بلاغت فارس مضمار سخن دری شہسوار عرصۂ معنی پروری مسند نشین ایوان دانش وآگاہی اُستاد حضرت ظل الٰہی شیخ ابراہیم مخاطب بہ خاقانی ہند سایہ تربیت ظل سبحانی مین شب جوانی کو صبح پیری تک پہونچایا اور رضائے مرشد آفاق مین اپنے ہوائے نفسانی کو یک قلم مٹا دیا۔

ایضًا بلندی مرتبہ کو لباس خاکساری مین ایسا چھپایا تھا جیسے گرد مین آسمان، رعونت تونگری کو لگدکوب فقر مین ایسا دبایا تھا جیسے زمین کے نیچے گنج شائگان اگر حلم کا باؤن قلہ کوہ پر نہ ٹکتا کوہ گرانی بار سے پشت گاؤ زمین پر تکیہ کرتی اور اگر علم کی آنکھ باریک بینی کی طرف متوجہ ہوتی کثرت مین معنی وحدت کو صورت کثرت سے روشن تر مشاہدہ کرتی۔

ایضًا ایک جانب ہجوم امراض گوناگون اور افراط عوارض گوقلمون نے عافیت مزاج پر السا عرصہ تنگ کردیا کہ دائرہ صحت نقطۂ موہوم کے حوصلے سے ہم آغوش ہوگیا تفرج گلزار شباب کے آغاز سے سیر مقامات شیخوخت تک حوادث دہر سے بھی نشیب و فراز پیش آتے رہے اور نقطے بھی شباب تشویش کے صرف احوال ہوتے رہے ان موانع و عوائق کی مزاحمت کیا روا رکھتی تھی کہ پائے ثبات کو دامن فراغ خاطر مین

تردد سے باز رکھے ایسامہ ودعات کی دستیاری سے ذخائر طبیعت کو کبھی نظر ثانی کے زیور اصلاح سے
مزین کرے اور کبھی گنجینۂ کتاب مین مخزون۔ روزگار کی اسقدر ناساعدی سے زمانۂ حال مین پا
شکستگان مواضع دور دست اور استقبال مین متوقعان نقود ہستی کے حق مین زیان عظیم متصور تھا۔
ایضًا ادب اور تواضع ایک جامہ ہو اُسکے قامت احوال پر راست اور خلق و مروت کا ایک
ذخیرہ ہے اُسکے گنجینۂ طبع مین بے کم و کاست۔ ضمیر صافی اور فروغ مشرق اور آفتاب شوخی فکر اور طبع
لمعۂ برق اور سحاب۔

انتباہ ایسا سننے اور دیکھنے مین آیا ہی کہ بعض صاحب طبع نظم یا نثر مین جس خوبی کے ساتھ مدح
لکھتے ہین اُس طرح ہجو نہین لکھ سکتے۔ یا جس عمدگی کے ساتھ ہجو لکھتے ہین اُس طرح مدح نہین لکھ سکتے یا جس فصاحت
سے مرثیے تحریر کرتے ہین اُس طرح تہنیت کے مضمون نہین تحریر کر سکتے یا جو زور اُن کی تہنیتون مین ہوتا ہی
وہ زور مرثیون مین نہین ہوتا اور جو لوگ خیالی مضامین لکھنے کے عادی ہوتے ہین وہ واقعات کو اُس
خوبی سے ادا نہین کر سکتے جس خوبی سے فرضی قصے کہانیان لکھ دیتے ہین کیونکہ حکایتون اور قصون
مین اپنی طبیعت کے لگاؤ کے موافق جو مناسب معلوم ہوا لکھا بخلاف واقعات کے کہ وہ ایک بحر
ناپیدا کنار ہے اُس مین معانی کا تجدد حوادث ایام کے تجدد پر منحصر ہے اور اس کا تجدد تجدد انفاس پر
مقرر ہے۔

صحرائے اول عیوب کلام مین

خیر البلاغت مین لکھا ہے کہ نظم و نثر مین دو قسم کے عیوب ہوتے ہین۔
ایک ذاتی اور وہ سات چیزین ہین (۱) تنافر کلمات (۲) ضعف تالیف (۳)
تعقید لفظی و معنوی (۴) غرابت الفاظ (۵) مخالفت قیاس لغوی (۶) انتقال (۷) اخلال۔
دوسرے عارضی یہ ہے کہ اُس سے حسن کلام مین تو خلل واقع نہو مگر بذلہ سنجون کی طبائع پر
گران گذرے اور وہ ناپسندیدہ سمجھین مثلاً (۱) مخاطب کسی مرض مین مبتلا ہو تو اُس قسم کے
الفاظ نہ لائے مثلاً ممدوح کانا ہو تو اُسکے سامنے یہ نہ کہے کہ ایک نگاہ سے آپ کی میرا بیڑا پار ہے
یا بد و نیک کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہو (۲) مخاطب مین اگر کوئی بدعادت موجود ہو مثلاً بدخو ہو تو کوئی ایسا لفظ
نہ لکھے جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہوتا ہو (۳) مدح کے مقام مین کوئی ایسا لفظ نہ لکھے کہ وہ
برے اور اچھے معنے مین مشترک ہو یا تصحیف یا ایہام یا تقطیع یا تحلیل یا ترکیب کے ساتھ مذمت کا
مضمون اُس سے نکلتا ہو (۴) عورت سے خطاب کرے تو ایسے لفظ سے بچے جو حجاب کا باعث ہو

جیسے بوسہ۔ مساس۔ شاخ در شاخ۔ انزال وغیرہ الفاظ سے احتراز کرے ہاں خوش طبعی اور دل لگی کے موقع کی اور بات ہے (۵) تہنیت اور شادی کے موقع پر ایسا لفظ نہ لائے جو نحوست اور شومی پر دلالت کرتا ہو۔

اساتذہ نے چند اُمور کے استعمال سے جو فصاحت و بلاغت میں بٹہ لگاتے ہیں منع کیا ہے اُن سے احتراز چاہیے کہیں بر سبیل وجوب کے کہیں بر سبیل جواز کے اور وہ یہ ہیں۔

ایک **ضعف تالیف** یعنی محاورے کے خلاف الفاظ کا استعمال کرنا یا ضمائر و حروف ربط کو ایسی تقدیم و تاخیر سے لانا کہ کلام روزمرۂ اہل زبان کے خلاف ہوجائے جیسے یہ شعر۔

میر

آدمی اب نہیں جہان میں میر — اُٹھ گئے اس بھی کاروان سے لوگ

محاورہ یوں ہے کہ اس کاروان سے بھی لوگ اُٹھ گئے۔

جرأت

چودہ ہیں طبق چاردہ معصوم سے قائم — ہر ایک اُنھوں میں سے ہے سرو دو جہان کا

محاورہ یوں ہے کہ چودہ طبق چاردہ معصوم سے قائم ہیں۔

رجب علی سرور

نیک و بد زمانہ نہیں اختیار میں — ہوتا وہی سرور ہے جو سر نوشت ہو

محاورہ یہ ہے کہ ہوتا وہی ہے جو سر نوشت ہو لفظ ہے کو بہت دور جاکر بیان کیا۔

آتش

کیا کیا گلوں نے کان ہیں اپنے کھڑے کیے — آمد کو سُن کے یار کی فصل بہار میں

ہیں کھڑے کیے کے بعد چاہیے تھا اور اپنے کا کان سے پہلے ذکر ہونا چاہیے تھا۔

امیر

لیکے نالوں کے علم ہم بھی ضرور آئینگے — ہوگی جس روز محرم میں ترے گھر محفل

گو کہ محفل و مجلس مترادف ہیں لیکن محاورے میں محرم کی مجلس ہے نہ محرم کی محفل۔

اخلاص

یاد چہرے کی زبان صبح و مسا کرتی ہے — بس تری آنکھوں میں تصویر پھرا کرتی ہے

تری آنکھوں میں کہنے سے مطلب بدل گیا اسلیے یوں کہنا چاہیے آنکھوں میں تری تصویر۔

ناسخ

یون نزاکت سے گران ہی سُرمہ چشم یار کو	جسطرح ہورات بھاری مردم بیمار کو

یہان بیمار پر ہو تو ٹھیک ہی۔

ولہ

جو ستمگر ہین کبھی وہ پھولتے پھلتے نہین	سبز ہوتے کھیت دیکھا ہی کہین شمشیر کا

محاورے مین تلوار کا کھیت کہتے ہین شمشیر کا کھیت نہین ہے۔

نواب شاہ جہان بیگم شیرین تخلص

قلقل کی جو شیشے سے صدا کان مین آئی	شیرین ہی یہی دختر انگور کی آواز

محاورے مین دختر رز اور دختر تاک ہی شراب ورخوشہ انگور کے معنے مین۔

ذوق

مُنھ اُٹھائے ہوئے جاتا ہی کہان تو کہ تجھے	ہی ترا نقش قدم چشم نمائی کرتا

تجھے دوسرے مصرع کا حق ہی تخیص مطلع مین اسی طرح لکھا ہی۔

آتش

آرزو ہے پاؤن پر اُسکے ہمارا سر ہو اور	دست شفقت پھیرے وہ شوکت نشان بالائے سر

اور دوسرے مصرع کا حق ہی کیونکہ حرف معطوف پر آتا ہی نہ معطوف علیہ پر۔

غالب

گلہ ہی شوق کو بھی دل مین تنگی جا کا دل اُسکو پہلے ہی نازو ادا سے دے بیٹھے	گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا ہمین دماغ کہان حُسن کے تقاضا کا

یہان تقاضے کی جگہ تقاضا کا بالکل بے قاعدہ اور محض بضرورت قافیہ استعمال کیا گیا ہی۔

ناسخ

معنی غزلون کے وہ صفا ہے	آئینہ قدرت خدا ہے

مصرع اول مین ہی کی جگہ ہین چاہیے کیونکہ تمام اُردو دان معنی کو جمع کے طور پر بولتے ہین۔

آتش

آشنا کش دم کی مار آستین کا کام کرتی ہی	دل بیتاب کو پہلو مین اک گرگ بغل پایا

بغلی گھونسا اُردو کا محاورہ ہی مار آستین فارسی محاورہ ہی گرگ بغل محاورے کے خلاف

ولہ

لکھے ہین سرگذشت دلکے مضمون یک قلم اُسمین	تماشا قتل گہ کا ہی مطالع میرے دیوان کا

مطالع یہان بے محاورہ ہی۔

ولہ

نہین غم تیغ ابروے صنم سے قتل ہونیکا	شہادت بھی بمنزل فتح کے ہی مرد غازی کو

محاورہ بمنزلے ہے۔

ولہ

عہد طفلی مین بھی تھا مین اُسکے سودائی مزاج	بیڑیان منت کی بھی پہنین تو مین نے بھاریان

محاورے مین بھاری بیڑیان ہی۔ دربار اکبری مین میان فہیم کے حالات مین لکھا ہی کمائین خان خانان لٹائین میان فہیم اور یہ محاورے کے خلاف ہی محاورہ یہ ہی۔ اُڑائین میان فہیم آزاد نے خود بھی دوسرے مقامون مین کمانے کے ساتھ اُڑانے کو جمع کیا ہی چنانچہ کہتے ہین۔ ؎

لے جائیگا غرض کر جو کچھ ہاتھ آئے گا	دیکھو کمایا کسنے ہی اور کون اُڑائے گا

ولہ

تھا کوئی دوش پہ خورجین اُٹھائے آتا	اور بغل مین کوئی پیگ بنا دبائے آتا

خورجین جسکو اہل ہند خورجی کہتے ہین ایک چیز ہی جسکو ٹاٹ وغیرہ سے بناتے ہین اور سامان اُس مین رکھکر ٹٹو پر لادتے ہین اسلیے یہان صندوق اُسکی جگہ مناسب ہے کیونکہ آدمی دوش پر خورجین نہین اُٹھاتے صندوق اُٹھاتے ہین۔

یا ترکیب کلام مین کسی لفظ مناسب مقام کا ترک کرنا جیسا کہ۔

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو	ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

سبب مین ابرو کا عقرب ہونا اور گیسو کا اژدر ہونا بیان کیا ہی اور مسبب مین ابرو کا ذکر چھوٹ گیا ہے حالانکہ مناسب مقام یہ تھا کہ ابرو اور گیسو دونون کے نہ چھونے کا حال مذکور ہوتا۔

دوسرے توالی اضافت یعنے پے در پے چند اضافتین لانا مگر یہ اُس وقت عیب ہے جبکہ بُرا معلوم ہو اور ثقالت پیدا کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ایک مزیدار چیز ہے۔

شاداب

دودِ بالائے چراغ مہ کامل یہ ہین ۔ یا نمایان ہین ترے رُخ پہ پریرو گیسو

انیس

مین ہون سردارِ شباب چمنِ خلد برین ۔ مین ہون خالق کی قسم دوش محمد کا مکین

دبیر

دیکھو دو مصرع خطِ پشت لبِ خوش آب ۔ گویا ہین یہ کہ مطلع ابرو ہین انتخاب

ولہ

بازو پہ سجے جوشن الماس ضیا بار ۔ اوراکہ دُرِّ نجف حیدرِ کرار

انیس

قربان صنعتِ قلمِ آفریدگار ۔ تھی ہر ورق پہ صنعتِ ترصیع کردگار

منیر

سجودِ نشانِ سمِ بادپایان ۔ رکوع نقوش نعالِ مراکب

نواب جہانگیر محمد خان شوہر سکندر بیگم والیہ بھوپال

ہووے گا میر اخترِ شہیدون مین جو عیان ۔ مقتول اُلفت خلفِ بُوتراب تھا

انشا

آہ کل دل کو ہوا درد کہ رکھا ہم کو ۔ جنبش چین جبینِ بُت چین نے بے چین

ولہ

اتاج گاہ کیجیے گا اور مجھپر آپ ۔ صد تیر ناوک نگہ ژرف توڑیے
دم پڑھ کے کیجیے صیغۂ الفت تو ایکبار ۔ صد قفل علت کتب صرف توڑیے

ظفر

پایا نہ بجز داغ سیہ کاری یک عمر ۔ نقش قدم قافلۂ عمر روان ہیچ ہے

راجہ شنکر ناتھ صبا

دل جب اُسکی نگہِ مست کا مخمور ہوا ۔ سرخوش کیفیت بادہ انگور ہوا

امیر

چراغ کعبۂ دین شہسوار دوش رسول ۔ امام سجدۂ خاصان ایزد قدوس ہے

تیسرے ابتذال یعنی ذلیل وخوار و بے قدر الفاظ کا استعمال کرنا اور محاورہ عوام لانا جس سے خواص پرہیز کرین جیسے شبرات کی رات اور چاہ زمزم کا کنوان اور آبحیات کا پانی اور من ابتداے فلان تاریخ سے لغایت فلان تاریخ تک اور پس غیبت تاریخ قیصری مؤلفہ مرزا محمد اکبر علی خان دہلوی کی عبارت ہے **نثر** چنانچہ بہ تعمیل اس حکم کے من ابتداے ۲۸ نومبر لغایت ۲۲ دسمبر سنہ مذکور تک لائے۔

منہ اور چھبیس تاریخ سے لغایت ۳ تاریخ تک لارڈ صاحب بہادر نے رؤسا صاحبان ممدوح الصدر سے ملاقاتین فرمالین۔

سودا

ہوگیا ہی رشک سے تجھ لب کے رنگ اس کا کبود	کہتے ہین نیلم جسے بحقانی الحقیقت مین وہ لعل

نعیم

شام سے تا صبح تک آنکھین ملا کیجیے	رکھ کے سر اپنے کے تئین اُسکے کف پا پر

یہان ٹک بمعنی ذرا کا موقع نہین ہے اسلیئے تک بمعنی تا پڑھنا چاہیئے۔

طپش

بلاؤن گی مین گھر مین جا کے تجھے	کہ تو بیٹھ جا کر فلانی جگھے

جگھے عامیانہ محاورہ ہے۔

سودا

نصیبون سے مگر آجائے شبرات	پکانے کی نہین اُسکے کوئی بات

شبرات نہایت متبذل لفظ ہی صحیح شب برات ہے۔

انیس

جو خوبیان کہ چاہیین وہ سب حصول تھا

حصول عامیانہ محاورہ ہی حاصل چاہیے جیسا کہ مولوی شبلی نے کتاب موازنہ مین تصریح کی ہی۔

میر

یہ عرضیان حضور کی ہو چکے ہین صبح وشام
دستخط جو ہو کے آئے کوئی سو اُسی کے نام

دستخط نہایت عامیانہ ومتبذل محاورہ ہی دستخط صحیح ہے۔

ولہ

مت ان نمازیونکو خانہ سازدین جانو
کہ ایک اینٹ کی خاطر یہ ڈھاتے ہینگے مسیت

مسجد کی جگہ مسیت بتبدل اور نہایت عامیانہ محاورہ ہے۔

چوبیسویں تغیر یعنے الفاظ کو بصورت دیگر استعمال کرنا جیسے المضاف بجاے المضاعف جیسے کہ۔

آتش

زہر پر ہیز ہوگیا مجھکو
درد درمان سے المضاف ہوا

مثنوی زار

دیدون گا مضاف اُس کا تمکو
بالفعل امین مجھکو جانو

میر خلیق

لیلاف پڑھی اور اُسے دُود دھرلایا

صحیح لئیلاف ہے (مستفاد از آبحیات)۔

میر سوز

ادہار سیاہ زُلف پیچ کہ
کنڈلی تلے دیکھیو نہ ہو وے
ہلا دے ول جہان چھپا ہو
کاٹا نہ ہغی ترا بُرا ہو

صحیح افعی ہی چنانچہ اس قول مین آتش کے۔

سیاہی دُور کردگی تو پیدا نور عرفان ہے
سر افعی کو کچلا جسنے مال اُسکا خزانہ ہے

میر تقی

غم زمانہ سے فارغ ہین بایہ باختگان
قمار خانہ آفاق مین ہی ہارے جیت
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے
ہمارے عندیہ مین تو ہی وہ خبیث و پلیت

آب حیات سے مستفاد ہوتاہے کہ اصل مین پلید ہے میر نے قافیہ کی رعایت سے پلیت استعمال کیا ہے اگرچہ پلید اور پلیت مین باہم تبادل مان سکتے ہین جیسا کہ فرہنگ انندراج سے مستفاد ہوتا ہے مگر اسکے لیے اساتذہ فارسی کا استعمال شرط ہے یہی وجہ ہے کہ صاحب غیاث نے کہا ہے کہ جو لوگ پلید مین دال مہملہ کی جگہ تاے فوقانی لکھتے اور پڑھتے ہین یہ انکی خطا ہے۔ یہ لفظ مین نے کسی مرثیہ گو کے یہان سوا میرزا دبیر کے نہین دیکھا میر کے علاوہ غالباً سودا نے

بھی کہا ہے -

ناسخ

غرور اوج دو روزہ عبث ہے تجھکو اے اسفل
مین مثل ماہ گردون ہون تو مثل ماہ مقنع ہے

مقنع مین میم مضموم اور قاف مفتوح اور نون مشدد مفتوح چاہیے کیونکہ دراصل اسی طرح ہے جیساکہ تمام کتب لغت اور تواریخ سے ثابت ہے اور وجہ تسمیہ اسکی ابو الفدا نے یون لکھی ہے کان لایسفر عن وجہ اتخذ لہ وجہا من ذہب فتقنع بہ ولذلک قیل لہ المقنع یعنی مقنع اپنا منہ نہین کھولتا تھا بلکہ اُسنے ایک مُنھ سونے کا بنوالیا تھا جس سے اپنے مُنھ کو چھپائے رہتا تھا اسی لیے اُسے مقنع کہنے لگے تھے -

ظفر

پیدا کیا وہ اُسنے بشر عوج بن عنق
اک جسکی ساق پاے بنار و دنیل کا

عوج بن عنق غلط ہے عوج بن عوق چاہیے اور یہ ایک طویل القامت آدمی کا نام ہے جس کی کمر تک طوفان نوح کا پانی پہونچا تھا یہ شخص آدم علیہ السلام کے عہد سے حضرت موسےٰ کے عہد تک ساڑھے تین ہزار سال تک زندہ رہا تھا -

پانچوین التقاء و تنافر حروف یعنی واقع ہونا ایک سے حروف کا آخر کلمۂ اول اور اول کلمۂ آخر مین یا ایسے حروف کا استعمال کرنا جنکے پڑھنے مین دشواری ہو اور زبان پر ثقل پیدا کردین اور یہ بات متعلق مذاق طبیعت کے ہے جیسے شیخ خورم ہالفع علم طاق قبر -

میر

افتادگی پہ بھی نہ چھوا دامن آنکھون کا
گوتاہی نہ کی دلبرون کے سامنے ادب مین

ولہ

رہتا ہے پیش دیدۂ تر آہ کا سبھاؤ
جیسے مصاحب ابر کی ہوتی ہے کوئی باؤ

پہلے شعر مین دامن آنکھون کا اور دوسرے شعر مین مصاحب ابر کی طبع سلیم کو ناگوار معلوم ہوتے ہین -

عبرت

کہتے ہین طائر فلاطون زمان ہون
ہین میرے بال و پر اوراق قانون

انیس

کشتون کو اپنے فوج عدو روندنے لگی
جنگل مین برق قہر خدا کوندنے لگی

بعض لوگون نے جو یہ قید لگائی ہے کہ حروف ثقیل لانے سے یا ایک جنس کے حروف کے استعمال سے

کلام ثقیل ہو جاتا ہے محض بے اصل ہے ہان اس مین شک نہین کہ بعض اوقات یہ بھی باعث تنفر ہوتا ہے نہ ہر جگہ اور تنافر حروف کچھ ثقل کلام ہی پر منحصر نہین۔ ضابطہ یہان یہ ہے کہ جس کو طبع سلیم اُس موقع پر گوارا نہ کرے ثقیل اور متعسر النطق جانے وہی تنافر ہے خواہ وہ حروف قریب المخرج ہون یا بعید المخرج یا ثقیل۔ آتش کے اس شعر کے۔

زار ہون ایسا کسی کو مین نظر آتا نہین ‖ عشق مین گھل گھل کر کمر کا یار کے مو ہو گیا

مصرع ثانی مین چھ کاف جمع ہین مگر تنافر پیدا نہین ہوا۔

چھٹے غرابت لفظی یعنی غیر مانوس اور نامشہور لفظ استعمال کرنا جیسے استعمال الفاظ دکھنی اور پوربی اور بنگالی اور کوہی وغیرہ کا زبان اُردو مین یا ایسے الفاظ لانا جنسے بہت سے اہل زبان ناواقف ہون جیسے اکثر شعرا قصائد کے قافیون مین لاتے ہین اور یہ بات فصحاے دہلی و لکھنؤ دونون کے یہان دیکھی گئی۔ انشا کے قصیدے اور مومن و ذوق وغیرہ کے قصائد اکثر ایسے ہین جن کے قافیون مین مشکل الفاظ اور لغت غیر مانوس موجود ہین مگر قصائد مین ایسے الفاظ کا قافیے کی ضرورت سے لانا روا ہے۔

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین ‖ وفور درد یہانتک کہ ہون بہ شکل سطیح
گئے تھی زیج الغ بیگ ہاتھ مین میرے ‖ مطالعہ مین سطرلاب کی گئے تسطیح
کسی کی ہجو کہی فارسی مین گہ مین نے ‖ قصیدہ عربی مین کسی کی کی تمدیح
فساد القمہ رشک سے مجھے نہ تھا یہ ہنر ‖ علیل ایسے ہون مین باکل خبز صحیح
سواے تیرے وے کب کسی کو سمجھون ہون ‖ محمدی ہون نہین تابع سطیح و لطیح
جمک یہ وجع مین محسوس ہے مرے کہ خیال ‖ کرے ہے یون کہ مفاصل مین مجتمع ہے قیح
بروح حیدر صفدر مجھے نہ کر محتاج ‖ بہ چوب چینی و قیصوم و درج و عشبہ و شیح

ولہ

کیجیے گر نظر غور بانواع صفات ‖ خیرہ ہو ذہن کہ ہے یہ مسائل ہین ادق
واسطے فائدے کے سب یہ بنائے اعضا ‖ عاق و کتف و ید و ساعد و رسغ و مرفق
بحر مواج حقائق سے گذر کون سکے ‖ ہان مگر فضل ترا ہو بجائے زورق
ہے موالید ثلثہ کا علے قدر الحال ‖ تیرے ہی فضل سے محصول ہدا سدر و شق

تو نم فیض نہ چھڑکے تو سیاہ الاشجار	اڑ چلیں ابحرہ ارض سے مثل زیبق

منیر

محمل تو ادج مر تبہ ارجح	آب مطاعن مقسم مثالب
صدا شیروں کی اسکے شیشہ کے آگے	صیاح ذباب و نباح اکالب
مری قید و تکلیف و ذلت کے باعث	اقارب اباعد احبا اجانب
عرق ہو کہ شربت لعاب افاعی	حشائش عقاقیر نیش اقارب

انشا کے ایک مستزاد میں قافیہ بٹ کھی اوٹ سماوٹ گھمٹ ملاہٹ نٹ کھٹ غٹاغٹ۔ رٹ وغیرہ ہیں اسیطرح غزلون میں بھنڈ چوتھے کھنڈ بھیڑے اکنڈا اور سوکھے ڈنڈ۔ کنڈ برہما کے رنڈ۔ لنڈ منڈ وغیرہ لائے ہیں

ذوق نے ایک قصیدے میں ایاق۔ مہراق۔ اتراق (منزل میں اترنا) قشلاق ییلاق مُہراق نطاق۔ تعباق قطاق شلتاق طراق۔ استنشاق استبراق۔ فواق محاق۔ ازہاق۔ حراق۔ قافیہ کیا ہے۔

ناسخ نے بھی سنگین اور سخت سخت الفاظ کا استعمال کیا ہے جیسے ثعبان ہوسنی۔ دلاک۔ حرباسپر غم استحلاج خالق الاصباح۔ محول اکال عاطل سباح (بائے موحدہ سے) تطاول انجاح استحالہ انتہا سودا نے آصف الدولہ کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا ہے جسمیں رٹنت۔ گرٹنت۔ اکڑنت۔ مرغ کی پھڑکنت جلکر بھسمنت تیر کی کمان سے سرکنت۔ زمین میں کھدنت۔ گھوڑے کی کڑکنت۔ ڈبٹنت جودنت۔ (مقابل) دیکنت ڈر کر دبکنا) روباہ شیر کو سمجھتی ہے کیا بشمنت بخبنت۔ (بفکر) رو بیوتکی بکھرنت۔ تاروں کی چھٹکنت۔ لپٹنت (لپٹنا) پڑھنت (پڑھنا) گھٹنت (گھٹنا)۔ اور ایک قصیدے میں لپک اور جھپک کے ساتھ کٹک کہ زبان مارواڑی میں لشکر کے معنے میں ہے قافیہ کیا ہے جیسا کہ دریا سے لطافت سے مستفاد ہوتا ہے۔

منیر نے بھی ایک قصیدے کے قافیے رٹنت۔ پڑھنت۔ گرٹنت اور بھسمنت وغیرہ کیے ہیں۔

میر سوز

نہیں نکلے ہے مرے دل کی اُبال ہے گاہے	اے فلک بہر خدا رخصت آہے گاہے

نزع میں تین روز سے پیاسا نہیں ہوں میں	**دبیر**	جینے سے آج اپنے نراسا نہیں ہوں میں

نواب جعفر علی خان رئیس شمس آباد نے مجھے ایک خط میں لکھا ہے کہ دوسرے مصرع میں نراسا نہیں کیونکہ اسکے آخر میں نون ہے بلکہ در اصل نراسا ہی نون سے جو قدیم لفظ بمعنی ناامید ہے (انتہی) لیکن اس صورت میں عیب تنافر لفظی کی حد میں داخل ہوا جاتا ہے اور یہ لفظ مرکب ہے نر حرف نفی اور آسا بمعنی اُمید سے مگر نراسا ہونا بھی غلط ہے نراس بمعنی ناامید ہونا صحیح ہے جیسا کہ فرہنگ آصفیہ میں مذکور ہے۔

ساتوین مخالفت قیاس لغوی یعنی محاورۂ اہل زبان کے خلاف یا قاعدۂ صرف و نحو کے خلاف کوئی لفظ استعمال کرنا یہ کئی قسم ہے (۱) وصل یعنی زیادہ کر لینا کسی لفظ کا جیسے ہاے ہوز سودا کے اس شعر مین -

سجود در سے ترے بہرہ ور ہون اہل زمین	رہے رکوع مین تا قامت سپہر دوتاہ
بسان رشتہ کہ ڈالون مین سبحہ کے ہوے	تری ولا کو رہے اس طرح دلون مین راہ

اگرچہ خواجہ جمال الدین اور علی خراسانی کے فارسی اشعار مین بھی دوتاہ آیا ہے مگر لغت کی رو سے ہا زائد ہے اور عیب اُنکے کلام مین بھی مانا جاے گا اگر ہم یہ کتاب زبان فارسی مین لکھتے تو اس مقام مین انھین کے شعر لاتے -

سودا

جان عقل کامل و شور سر دیوانگان	رونق آبادگی اور وحشت ویرانہ ہم

آبادگی کی کاف فارسی زائد ہی اسلیے کہ یاے مصدری اور یاے نسبت کے قبل وہان کاف فارسی لگاتے ہین جہان لفظ کے آخر مین ہاے مختفی ہو اور یہان آباد کے آخر مین ہا نہین - نسیم دہلوی کے شعر مین خوشی بھی اس عالم سے ہی -

جس طرف دیکھیے دو مین پھر طلب ہین اسیر	کیون نہ صیاد خوشی ہو چمن آباد ہین سب

آتش

بہار گلستان کی ہے آمد آمد	خوشی پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے

دبیر کا قول ہے ع جب کاغذ و داوات و قلم سامنے آیا + مولوی عبد الغفور نساخ انتخاب نقص مین لکھتے ہین کہ داوات مین الف زائد ہے صاحب تطہیر الاوساخ کہتے ہین کہ مصرع یون ہے ع جب سامنے قرطاس و دوات و قلم آیا +

نواب سید جعفر علی خان جعفر رئیس شمس آباد نے اپنے مطول خط مین مجھکو لکھا ہے کہ مین ایسے جوابات کو پسند نہین کرتا بہت پرانا مرثیہ ہے اُس وقت عموماً داوات کہتے ہون گے وہی مرزاے مرحوم نے بھی نظم کیا اس کی دلیل یہ ہے کہ آئندہ کے مرثیون مین ترک کر دیا ہے دبیر ایک ہی دن مین دبیر نہین ہوے بارہ برس کے تھے کہ اُس وقت مین ضمیر مرحوم کے شاگرد ہوے اُستاد بھی کم علم تھے لہذا ایسی غلطی کا سرزد ہونا کوئی تعجب نہین انتہی کلامہ -

اپنے گیلاس شگوفے بھی کرینگے حاضر	آشنا	غنچہ و گل بھی وہان کھولینگے بوتل کے دہن

اُردو کا محاورہ گلاس بغیر یا کے ہے۔

بدھ سنگھ قلندر صاحب دیوان

ہمکو تو بہت آرزوئین تھین	تجنے اِک ہی نگہ مین ٹال دیا
اے قلندر یہ نظم یا جادو	تو نے تو لعل سا اُگال دیا

اصل مین اُگل دیا ہے۔

محشر

ممکن ہی نہین دل مین ترے راہ کسی کی	ہر چند کہ ہو سنگ شکن آہ کسی کی
مرجاؤ کوئی یا کوئی رہ جاؤ تڑپتا	قاتل کو ہے کچھ نہین پرواہ کسی کی
دی ریختہ کے شوق نے محشر تجھے تکلیف	مین ورنہ کہان مانے تھا باللہ کسی کی

اصل مین پروا ہی ہاے ہوز زیادہ کرکے پرواہ استعمال کیا ہے۔

(۲۰) قطع یعنے کوئی حرف اصل کلمے سے خارج کردینا جیسے۔

سوز

کیون مشفق و مہربان کسی کے	ہمسے بھی اگر ملو تو کیا ہو
مانوگے نہین غرض یہ باتین	تم اپنی ہی ہٹ کے بادشا ہو

قلندر

ترا ہوتا ہون بندہ اِک نگہ مین	بھلا اس مول کو مین کیا بُرا ہون
گدا ہون اُسکے کوچے کا قلندر	صحیح ہی گر کہون مین بادشا ہون

انیس

یہ اوج یہ مرتبہ ہما کو نہ ملے	یہ دلق مرقع اُمرا کو نہ ملے
بخشی ہے خدا نے ہمکو یہ دولت فقر	برسون ڈھونڈے تو بادشا کو نہ ملے

ان تمام اشعار مین بادشا کی ہا گرادی ہے اگرچہ اس لفظ کو بعض اساتذۂ فارسی نے بھی حذف ہا کے ساتھ استعمال کیا ہے جیسے۔

سعدی

زن نیک دخوش سیرت و پارسا	کند مرد درویش را بادشا

لیکن اس مین شبہ نہین کہ اس لفظ سے حذف ہا کا حرف کرنا مخل فصاحت ہی جیسا کہ مرزا قتیل نے
شجرۃ الامانی مین لکھا ہی کہ "حذف ہا از لفظ سیاہ موجب مزید فصاحت ست واز گواہ وگیاہ وبادشاہ
مخل فصاحت باشد،، اور یہی ایران کے فاضل رضا قلی خان ہدایت نے انجمن آرا ے
ناصری مین کہا ہے اگر سعدی کا بادشاہ کو بغیر ہا کے استعمال کر لینا مخالفت قیاس لغوی سے
عیب سے پاک کرنے کے لیے کافی ہوتا تو انکا دل کو گل کا قافیہ کر لینا بھی عیب مین شمار نہ پاتا
جس کو میر شمس الدین فقیر نے حدائق البلاغۃ مین عیوب مین شمار کیا ہے۔

نیامد در ایام او برد سے	نگویم کہ خارے کہ برگ گلے

میر تقی

داغ ہی تابان علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ میر	ہو نجات اسکو بچارہ ہمسے بھی تھا آشنا

دراصل بیچارہ تھا یاے تحتانی حذف کر کے بچارہ استعمال کیا ہے۔

عبرت مؤلف مثنوی پدماوت

ولیکن جتنے وان خسرو کلا ہین	بسان عاشقان اہل وفا ہین

کلان کا نون گرادیا ہے۔

سودا

سن کر وہ یہ کہے کہ نہین ریختہ ہی یہ	اور ریختہ بھی ہی تو فرزشہ کی لاٹ کا

فیروز کو فرزا استعمال کیا ہی یاے تحتانی اور واو کو قطع کر دیا ہے۔

(۳) **تخفیف** یعنے حرف مشدد کو بے تشدید کے استعمال کرنا جیسے حج ورب وغیرہ مرزا دبیر کہتے ہین ع۔

بچپن مین نا حج کعبہ کیا شہ نے پیادہ

حج مشدد ہی اور یہان بے تشدید کے استعمال کیا گیا ہی جیسا کہ مولوی عبد الغفور خان نساخ نے اپنے رسالے مین لکھا ہے۔

رسالۂ عبد الواسع مین مذکور ہی کہ اگر لفظ عربی مشدد الآخر تنہا مستعمل ہو تو اسکی تخفیف کے ساتھ پڑھنا چاہیے جیسے غم وہم بمعنی اندوہ وقد وضد وغیرہ لیکن ترکیب کی صورت مین اصل کلمے کی رعایت کرنا اور تشدید ظاہر کرنا واسطے ہی جیسے حج کعبہ۔

پس تطہیر الاوساخ اور سنان دلخراش کے جوابات تحقیق کے خلاف ہین کیونکہ مرزا ناصح

یا کسی اور شاعر فارسی کا حج مبرور یا حج وغیرہ تخفیف لکھنا مخالفت قیاس لغوی سے اسکو نکال نہین سکتا کیونکہ مرزا دبیر کے کلام مین جس طرح زبان اُردو کے اعتبار سے عیب ہے اُسی طرح جب فارسی مین عیب گنوائین گے تو ایسے شعرا کا کلام ہی تو پیش کرینگے بعض اہل تحقیق کہتے ہین کہ دبیر کا قول یون ہے ع بچیس ۲۵ حج کعبہ کیے شہ نے پیادہ ؛ لیکن تخفیف کا اعتراض اب بھی باقی ہے (تقطیع یون ہے) بچیس ۲۵ مفعول حجے کعبہ مفاعیل کیے شہ ن مفاعیل پیادہ فعولن + پس حجے کعبہ کا حا اور جیم مقابل ہین میم اور فا کے اور ظاہر ہے کہ فا مخفف متحرک ہی نہ مشدد انیس کا قول ع کرار ہے وہ شخص نہ غیر فرار ہے + فرار بہ تشدید را چاہیے مستفاد از موازنہ

آتش

رنگ زرد و لب خشک و مژہ گرد آلود ہ
کشتہ عشق ہین ہم ہے یہ کفارہ اپنا

کفارہ اصل مین تشدید فا کے ساتھ ہے۔

میر سید علی غمگین

بتا ساقی کفارہ کیا ہی کیش مے پرستی مین
قسم پیر مغان کی جھوٹ کھا بیٹھا ہون مستی مین

فارسی مین میر معزی نے بھی تخفیف فا کے ساتھ باندھا ہی اور وہ فارسی کے اعتبار سے عیب ہی

مصحفی

مری آہ نے جو کھولی بعیوق بیرق آہ
وہین برق و رعد لیکر علم سحاب آنکلا

آب حیات مین اسی طرح لکھا ہے عیوق اصل لغت مین یاے تحتانی کی تشدید سے ہے جیسا کہ غیاث اللغات مین منتخب اللغات کے حوالے سے لکھا ہے کہ عیوق تشدید یاے تحتانی مضموم کے ساتھ ایک ستارے کا نام ہی جس کا رنگ سُرخ و روشن ہی اور وہ کہکشان کی سیدھی طرف ہی ثریا سے پیچھے نکلتا ہے اور اُسکے آگے ہوتا ہے۔

(۳۴) تشدید یعنے حرف غیر مشدد کو تشدید کے ساتھ لانا جیسے۔

سودا

یعنے نواب سلیمان فر و نام آصف جاہ
عہد مین جسکے یہ غیور بزرگ کو چاک

میرحسن

اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے
وے پرورش سب کی منظور ہے

غیور غفور کے وزن پر بہ گران، دونون شعرون مین یاے تحتانی کی تشدید کے ساتھ استعمال

آیا ہو- حالی اور میر نے درست لکھا ہے۔

حالی

خاک ہون اور عرش پر ہی دماغ	مجھ سے برتر ہے میری طبع غیور

میر

عاشق غیور جی دے اور اس طرف نہ دیکھے	وہ آنکھ جو چھپاوے تو تو بھی ٹک کھچا رہ

(۵) قصر یعنے الف ممدودہ کو مقصور کرکے لانا جیسے۔

سودا

کما اس سے کہ بھر کے افتابا	صحن کے حاضر رین رکھوا

آفتابہ اصل مین بالمد ہے۔

نعیم

اٹھے پھر اضطرابی دل سے ہے	دل ہے یا رب کہ مرغ بسمل ہے

آٹھ اصل مین الف ممدودہ کے ساتھ ہے۔

(۶) مد یعنے حرف مقصور کو ممدودہ پڑھنا جیسے آناج اور آبرہ۔ النسخ نے طومار اغلاط مین ناسخ کا یہ شعر لکھا ہے۔ ؎

دل ملک آنگریز مین جینے سے تنگ ہے	رہنا بدن مین روح کا قید فرنگ ہے

اور آنگریز کو فاع لات کے وزن پر لکھا ہی پس مثال مد کی ہی اسی قبیل سے ہی یہ شعر۔

منیر

اکمال فارسی و آنگریزی و اُردو	عروض و قافیہ و فن شعر سے ماہر

منشی امیر احمد مینائی امیر اللغات مین لکھتے ہین کہ ناسخ کے شعر مین انگریز فاعلان کے وزن پر ہے مگر زبانون پر بوزن مفعول ہی جیسے انشا کے شعر مین ؎

انگریز کے اقبال کی ہے ایسی رسی	آویختہ ہی جس مین فرانسیس کی ٹوپیا

(۷) تحریک۔ یعنی حرف ساکن کو متحرک لانا جیسے۔

سودا

بنیے کا دیوال بند ایک قرضدار تھا	اُسکے ادا کرنے مین سخت وہ ناچار تھا

قرض بسکون راے مہملہ ہی مگر یہان راے متحرک کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

ولہ

ہی مجھے فیض سخن اُسکی ہی مداحی کا | ذات پر جسکی مبرہن ہی کنہ عزوجل

کنہ ساکن الاوسط کو متحرک الاوسط موزون کیا ہے۔

تپش

خصم تیرا احمق ہے اور بے ہُنر | نہین شاستر سے اُسے کچھ خبر

خصم حرف اول کے فتحہ اور دوم کے سکون سے مالک اور صاحب کے معنی مین بھی آیا ہی اور اس وجہ سے شوہر کو بھی کہتے ہین۔

دبیر

ہی سخت مجھے شرم بتول عذرا سے

عذرا اصل مین حرف دوم کے سکون سے ہی نہ فتحہ سے۔

میرانیس

دیکھا نہین کیا صبر بتول عذرا کو

سید

ختم ابن ابی طالب پہ ہین حرب بے شجاعت کے

ممتاز جہان ممتاز

بسم اللہ لکھ کے نعت کا اسپر کیا حصر | بعد از خدا بزرگ تو ئی قصہ مختصر

حصر اصل مین صاد کے سکون سے ہی۔

شوی زائر

حاجت تعلیم کی نہین ہے | حیوان عجم کو بھی یقین ہے

عجم عین کے ضمہ اور جیم کے سکون سے کند زبان اور گونگے کے معنے مین ہی مگر یہان جیم کی تحریک سے آیا ہی۔

اعظم

منطقی اصرار اثبات ونفی مین رہ گئے
اُس دہن سے آگئی آواز عقدہ کھل گیا

نفی اصل مین بفتح نون وسکون فا ہے۔

دبیر

ذبح کے پہلے قضا سے نڈرا و اسکو	شرط نجم ہی کہ کارد نہ دکھاؤ اسکو

منیر

نہ پائی ایک دن بھی آرد گندم کی ارزانی	اگرچہ گندمی رنگوں کو پیسا اس جزیرے نے

پہلے شعر مین کارد اور دوسرے شعر مین آرد کی را کو مفتوح باندھا ہی حالانکہ ساکن ہی۔
دبیر کے مصرع کی تقطیع یون ہی شرط نجم فاعلاتن ہ کہ کارَ فعلاتن نہ دکارُو فعلاتن اسکو فعلن ظاہر ہی کارد کی رے فعلاتن کی تاے متحرک کے مقابل واقع ہوئی۔ تقطیع مصرع منیر اَن پائی ای مفاعیلن ک دن بی آ مفاعیلن رَدِے گندم مفاعیلن ک ارزانی مفاعیلن اس مصرع مین آرد کی رے مفاعیلن کی میم کے مقابل واقع ہوئی ہی جو متحرک ہی۔

گلزار نسیم

پر آرد و روغن و شکر سے	اشتر کئی جاتے تھے اُدھر سے

یہان بھی آرد کی را متحرک ہے کیونکہ مفعول کے لام کے مقابل ہی جو متحرک ہے۔

عظیم

گو تم بقدر فکر یہی کر حمل چلے	نادانی کا مری نہو دانا کر احتمال

عمدًا بمعنی ارادے سے کام کرنا بفتحتین جو بعض کی زبان پر جاری ہی وہ صحت سے عاری ہی

انشا

اب تو عمدًا اور بھی تقصیر کرین گے	غصے مین ترے ہمنے بڑا لطف اٹھایا

اصل لغظ بفتح اول و سکون دوم ہی اور شعراے فارسی اُردو کے اشعار مین بھی سکون دوم سے آیا ہی۔

جلال اسیر

شاید کہ بگویم ہتو عمدًا نہ بپرسی	از طاقت من رنجش بیجا نہ بپرسی

ظہوری

دم بکش از نالہ عمدًا چہ حظ	درد نداری ز صدا دا چہ حظ

میر

میر عمدًا بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

شہیدی

کبھی عمداً جو ہکلا کر وہ مجھسے بات کرتا ہے — مزہ دیتا ہے اُسکا ہر سخن قند مکرر کا

دبیر

یہ حق ہے یہ باطل ہے یہ بُت ہے یہ خدا ہے — عمداً نہ سُنے کوئی تو یہ بات جُدا ہے

(۸) **اسکان** یعنی حرف متحرک کو ساکن لانا جیسے قسم بسکون سین لکھنا۔

ہوس

وہ بے غم و بے فسوس و بے قلق + — این خاک فتادہ رہ خلق +

قلق بفتحتین چاہیے کیونکہ یہان بیقراری اور بے آرامی کی نفی مقصود ہے۔

شاہ حاتم

دیکھ سرو چمن ترے قد کون — خجل ہے پابگل ہے بے بر ہے

خجل دراصل حرف اول کے فتح اور جیم کے کسرے کے ساتھ چاہیے کیونکہ شرمندہ کے معنی مین انھین حرکات کے ساتھ ہے اور سکون جیم کے ساتھ شرم و حیا رکھنے کے معنے مین ہے جو یہان نہین بنتا۔

تپش

رُخ مہر و مہ اُسنے تابان کیا + — کتان اور ذرے کو نگران گیا +

نگران مین کاف فارسی دراصل متحرک ہے۔

قلندر

کہان ہینگے آنسو کہ آنکھون سے نکلین — لگے برسنے ٹکڑے اب دل کے کٹ کر

برسنے مین دراصل راے مہملہ مفتوح ہے۔

مولوی صدرالدین خان آزردہ

اُس شوخ سے مربوط بہت سہل سے ہوتے — اگر ہم بھی سُبک حرکت نااہل سے ہوتے

حرکت دراصل راے مہملہ کی تحریک سے ہے۔

تراب

ہر اک کہتے تھے تدبیر اپنے لائق — تحیر مین تھے سب حکماے حاذق

حکیم کی جمع حکما کا وزن کسر فتح سے ہے اور شاعر نے کاف کو ساکن باندھا ہے۔

سودا

داغ ہون اُن سے اب زمانے مین | بزم شعرا کے ہین صدر نشین

شاعر کی جمع شعرا عین کے فتح سے ہے۔

ولہ

لب ولنجہ ترا سا ہیگا کب خوبان عالم مین | یہ غلط العام ہی جگ مین کہ سب مصری کی ڈلیان ہین

غلط دراصل لام کے فتحہ سے ہے۔

میر

سب غلطی ہی بازی طفلانہ کی یک سو | وہ یاد فراموش تجھے ہمکو نہ کیا یاد

غلط لام کی تحریک سے ہی۔

ولہ

کیونکہ پہونچی ہے جن کو اُمرائی | سب وہ اولاد حاتم طائی

امیر کی جمع امرا میم کی تحریک سے ہی۔

ممتاز جہان ممتاز

ابتو للہ کرو نظر کرم یا مولا | خون برساتے ہین یہ دیدۂ نم یا مولا

نظر اصل مین بفتحتین ہے۔

میر تقی

مت مانیو کہ ہوگا یہ بیدرد اہل دین | گر آدے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا

قرآن بروزن عثمان کو زبان کے وزن پر باندھا ہے۔
تقطیع گر آدِ مفعول شیخ پہن فاع لاتُ ک جا ماق مفاعیل رآن کا فاع لُن۔
خاقانی نے بھی تحفۃ العراقین کے تیسرے مقالے مین قرآن کو زبان کے وزن پر ضرورت شعر کی وجہ سے نظم کیا ہے ؎

فردان چار ند مملکت دو | یزدان و قرآن و کعبہ و تو

مولوی سید اکبر حسین اکبر

انوکھے ہین مشاغل حضرت اکبر کے ان روزون | الم ترکیف بیٹھے پڑھ رہے ہین فیلخانے مین

آٹھون اقسام مذکورۂ بالا متقدمین کے نزدیک جائز تھین مگر اب یہ محاورات بالکل متروک

ہو گئے ہین اور استعمال ناجائز ہی اگر ابتدائی حالت پر نظر کرین تو عیب نہین ورنہ ناجائز اور عیوب کلام سے ہی بعض ہٹ دھرم شاعرون نے یہ مسئلہ گڑھ رکھا ہی کہ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن باندھنا اور الفاظ مخالف قیاس لغوی کا استعمال کرنا درست ہی چنانچہ اپنے کلام مین اس قسم کے بہت الفاظ لاتے ہین اُن سے کوئی یہ پوچھے کہ جب اُس لفظ کے ترک کرنے مین یا اُس مصرع کے بدلنے سے آپ عاجز ہین تو آپ کو شعر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

نقل کسی شخص نے ایک شعر میر فطرت کے روبرو پڑھا کہ جس مین ایک لفظ غلط و بدنما موزون ہوا تھا فطرت نے وجہ اُسکی پوچھی جواب دیا بضرورت شعر فطرت نے فرمایا شعر گفتن چہ ضرور ہر چند کہ اُستادان مسلم الثبوت متقدمین نے ایسا کر لیا ہی مگر یہ بات اُنھین کو زیبا تھی ہمکو استعمال کرنا ضرور نہین کیونکہ ان چیزون کی قباحت ایک زمانے کے گذرنے کے بعد عقلا و فصحا کے اتفاق سے طالب فن کے ذہن نشین ہوا کرتی ہی۔

(۹) کلمے کو بے موقع استعمال کرنا جیسے اگر کی جگہ اگرچہ اور اگرچہ کی جگہ اگر (مثال اول)

ظفر

تجھے دیکھین تو پھر اور ونکو کن انکھون سے ہم دیکھین	یہ آنکھین پھوٹ جائین گرچہ ان آنکھون سے ہم دیکھین

مثنوی سعدین

گرچہ وہ بت نہ رام ہو میرا	کھانا پینا حرام ہو میرا

حسینی بیگم اُمراؤ تخلص دہلوی

اگرچہ منظور نہ تھی خانہ نشینی میری	تو نے مجھے ساکن ویرانہ بنایا ہوتا

ہر چند لفظ اگرچہ صحیح ہی مگر اسکا استعمال اور موقع پر ہوتا ہی ہے (مثال دوم)

علی گوہر

کہو بلبل سے بچائے چمن سے آشیان اپنا	پڑھے گر صد ہزار افسون نہو گا باغبان اپنا

غالب

قیامت ہی کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب	وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہی مجھسے

ولہ

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے	داغ دل بیدرد نظرگاہ حیا ہے

دونون شعرون مین لفظ نہ بے موقع واقع ہوا ہے اسکی جگہ نہین چاہیے۔

تراب

نام لینے سے مین بدنام ہوا ہون جس کے ۔۔۔ پھر کوئی لائے تراب اُسکو یہ بدنام تلک

یہ بے موقع واقع ہوا ہی اس جا ہیے۔

غالب

اور وہ مین ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون ۔۔۔ غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہی

یہان پر قاعدے کی رو سے مجھے کے بعد اپنی اوقات سے آنا چاہیے تھا مگر مرزا نے خلاف قاعدہ مجھے میری اوقات سے نفرت ہی نظم کر دیا ہے۔

حالی

قیصر کے گھرانے پہ رہے سایۂ یزدان ۔۔۔ اور ہند کی نسلون پہ رہے سایۂ قیصر

ارشد

یہ جنازہ حضرت شہزادۂ وکٹر کا ہے ۔۔۔ جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہے

دونون شعرون مین لفظ قیصر بے موقع استعمال ہوا ہی قیصرہ کا موقع ہی کیونکہ دونون نظمون مین ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ مراد ہین۔

مصحفی

گیسو تھے جس کے گردن خورشید کی کمند ۔۔۔ بے سر پڑا ہوا ہی کٹا کردہ بند بند
اب کوئی سرہانے اُسکے جلاتا نہین سپند ۔۔۔ بنتی بخور جلتے تھی مجمر کے واسطے

سپند یا اسپند ایک قسم کا تخم ہی جو نظر بد کے دفع کرنے کی غرض سے جلاتے ہین اور بزرگون کے مزارون پر لوبان سُلگایا جاتا ہے (۱) لفظ ہندی کو طرف لفظ ہندی یا عربی یا فارسی کے مضاف کرنا جیسے دبیر کے اس مصرع مین ؎ پہونچی سکینہ لاش چچا پر لب فرات +

ولہ

بازو پہ بچے جوشن الماس ضیا بار ۔۔۔ ادراکہ در نجف حیدر کرار ہے

لاش چچا اور اکہ در نجف یہ الفاظ بحالت ترکیب اضافی درست نہین کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ مین سے ایک لفظ ہندی ہی دوسرا ہندی یا فارسی یا عربی اور یہ ترکیب ناجائز ہی۔

جیساکہ مولوی عبدالغفور خان نساخ نے تحقیق کیا ہی - نواب جعفر علی خان مجھے لکھتے ہین کہ مین نے

نظر الادب یا خمسہ [illegible] اس طرح دیکھا ہے ؎ پہونچی سکینہ لاش عم پر لب فرات [illegible] واللہ اعلم [illegible]

مین اعتراض صحیح ہی انتہی کلامہ۔

مثنوی خجستہ لقا مصنفہ علی

بھری تھی مزاحون سے ہر ایک بول ۔ وہ محفل سراسر تھی محو ٹھٹول

محو کی اضافت ٹھٹول کی طرف درست نہین۔

منیر

کہین بچھی تھی دل کشتہ کی صف ماتم ۔ کہین نکلتے تھے تابوت ہاے صبر و قرار

صف بمعنی بوریہ لفظ ہندی ہی اسلیے ماتم کی طرف مضاف نہین ہو سکتی جیساکہ طومار اغلاط مین مرقوم ہی

امیر مینائی

جب تک صدف مین قطرۂ نیسان گہر بنے ۔ تا آہن آبیاری پارس سے زر بنے

پارس لفظ ہندی ہے آبیاری کا لفظ اُس کی طرف۔مضاف ہی اور یہ عبارت درست نہین ہے جیساکہ طومار اغلاط مین بیان کیا ہے۔

اور اس باب مین شعراے متقدمین مثل میر و مرزا و انشا و مصحفی و جرأت وغیرہ کا کلام بھی مستند نہین ہو سکتا شیخ امام بخش ناسخ کے عہد سے جو جو سقم اس قسم کے تھے ترک ہو گئے اور جو کچھ رہ گئے تھے وہ اُنکے شاگرد میر علی اوسط رشک اور اُنکے شاگرد اسمٰعیل منیر نے ترک کردیے ہان یہ ترکیب اعلام مین درست ہے اور شعراے متوسطین و متاخرین نے مثل ناسخ وغیرہ کے استعمال کیا ہی اور اب تک یہ قاعدہ جاری ہی مؤلف کی راے مین جو لفظ ایسا ہو کہ سواے ہندی کے فارسی مین نام نہ رکھتا ہو ایسے لفظ کی اضافت لفظ فارسی کی طرف اور اظہار کسرۂ اضافت جائز ہی کیونکہ ایسا لفظ حالت عطف و اضافت مین حکم فارسی رکھتا ہی ہماری اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ طومار اغلاط کے مؤلف کا اعتراض امیر مینائی کے شعر پر تحقیق کے خلاف ہے۔اسی قبیل سے ہی سودا کے شعر مین۔فوجداری کی اضافت کول کی طرف وہو ہذا۔

جو ایک شخص ہی بائیس صوبے کا خاوند ۔ رہی نہ اُسکے تصرف مین فوجداری کول

(۱۱) **فک اضافت** یعنی کسرۂ اضافت کا آخر مضاف سے ساقط کردینا جیسے۔

نسیم

رو رو کے بکاؤلی دل افگار
بولی کہ خدا علیم ہے یار

بکاؤلی دل افگار مین۔اضافت ترک ہو گئی۔

ایاز محمد خان ایاز ساکن بھوپال

جب آلہ حمد رب خدا کا یہ حال ہو ۔ شر مین شریک شرک ہی کیونکر لکھے بشر

آلہ حمد رب مین اضافت ترک ہو گئی ہی۔

میر

زیر دست اُسکے رہین گردن کشان ۔ تا قیامت وہ رہے مالک رقاب

مالک رقاب مین اضافت ترک ہو گئی ہی۔

اموجان مفتون

جس کا ہمسر ہی نہین آتا نظر ۔ شاہ انگلستان مالک بحر و بر

ولہ

عادل و باذل کریم و داد گر ۔ فیض بخش و قدردان اہل ہنر

قدردان اہل ہنر مین اضافت محذوف ہے۔

میر

عاشق غیور جی وے اور اُسطرف نہ دیکھے ۔ وہ آنکھ جو چھپاوے تو تو بھی ٹک کھڑا رہ

نسیم

بند و بست اُس زلف کا ہی اپنے دلکے ہاتھ مین ۔ خانہ زنجیر کا دیوانہ صاحب خانہ ہے

صاحب خانہ مین فک اضافت ہے۔

میر

مری آہ کیا برچھیان مارتی ہے ۔ دل شب سے ہر دم صدا الامان ہے

صدائے الامان چاہیے۔

ولہ

رہون جاکے مر حضرت یار مین ۔ یہی قصد ہے بندہ درگاہ کا

بندۂ درگاہ چاہیے۔

انشا

سیر کی اُس نے عجب جسنے کہ آتے ہی چڑھا ۔ میکدے مین دو سہ قرطہ گلفام لیے

اصل قرطۂ مے گلفام اضافت کے ساتھ چاہیے۔

ولہ

اسطقسات و موالید و جواہر خمسہ ہے | ہفت اقلیم جہان معدن زر میں ایک

جواہر خمسہ مین فک اضافت ہی۔

ہوس

کرتا تھا وہ گفتگو پریشان | کرتی تھی یہ جمع موپریشان

دراصل گفتگوے پریشان اور موے پریشان ہونا چاہیے۔

داغ

جمشید عصر کلب علیخان فلک جناب | ہوتا ہی جسکی ذات سے صاحب وقار عیش

کلب علی خان موصوف ہی اور فلک جناب صفت اور یہان کسرۂ صفت ساقط ہو گیا ہی۔
اسی طرح صاحب وقار سے اضافت ساقط ہو گئی ہی۔
زبان فارسی مین بھی الفاظ عاشق اور مالک اور صاحب کو فک اضافت کے ساتھ ضرورت شعر کی وجہ سے استعمال کیا ہی جیسے۔

سعدی

زصاحب غرض تا سخن نشنوی | وگر کار بندی پشیمان شوی

ظہوری

درین انجمن کیست عاشق سخن | کہ عشقے نورزید با شعر من

بدر چاچی

جملہ بدین داوری بردر عنقا شدند | کو ست خلیفہ ظہور داور مالک رقاب

اسی سبب سے مرکب اضافی مقطوع نثر مین واقع نہین ہوتا۔

زین العابدین خان عابد

مجرائی جسے عشق حسین بن علی ہے | حاصل اسے دنیا مین سعادت ازلی ہے

لفظ سعادت ازلی مین اضافت محذوف ہی۔

ظفر

پیدا کیا وہ اسنے بشر عوج بن عنق | کہ جسکی ساق پاسے بنا رود نیل کا

بن کی اضافت عنق کی طرف چاہیے۔

ناسخ

ہاتھ سے اُس قاتل عالم کے کیونکر جی بچے | جسکا ہر ناخن بُریدہ غیرتِ شمشیر ہے

ناخن بُریدہ اضافت کے ساتھ چاہیے کیونکہ موصوف کے حرف آخر کو بھی کسرہ ہوتا ہی۔

آتش

روسیہ دشمن کا یون پاپوش سے کیجے فگار | جیسے سلہٹ کی سپر پر زخم ہو شمشیر کا

دراصل روے سیہ چاہیے۔

زاہد اگر کہے ہے مجھے مست روز الست | قلق کہ کچھ آج ہی نہین ہون ز روز الست ہون

مصرع اول مین روز الست مین کسرۂ اضافت ساقط ہوگیا ہے

احمد علی صادق

حضرت سعدی کا ہی کیا قول راست | کر اعادہ اسکا صادق پر محن

صادق موصوف اور پر محن صفت ہی اور کسرۂ صفت ساقط ہوگیا ہی۔ عجب کہ صاحب رسالہ صنعت الشعر نے فک اضافت کو صنعت تجرید لفظی کے قبیل سے لکھا ہی۔

(۱۲) اضافت زائد جیسے۔

صاحبزادہ علیم اللہ خان۔

شہ کلب علیخان بہادر خسرو نامی | کہ جسکے در کی دارا جانتا ہی فخر دربانی

شہ کلب علی خان مین اضافت زائد محض ہی اسلیے کہ شہ مبدل منہ ہی اور قاعدہ ہی کہ اسکے حرف آخر کو کسرۂ اضافت نہین دیتے ہین۔

میر حسن

ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر | رکھا نام اُس کا شہ بے نظیر

شہ بے نظیر مین اضافت زائد ہی اسلیے کہ اول مبدل منہ ہی اور دوم بدل۔

جرأت

خداوندا بحق چاردہ معصوم سن لیجو | یہ آنکھین دیکھین جرأت ہی اسی اُمیدواری مین

کہ شب کو حور پریون کا مجمع ہووے اور دن کو
پرے فوجون کے ہون شاہ سلیمان کی سواری مین

شاہ سلیمان مین اضافت زائد ہی کیونکہ ایک مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

ناسخ

جو کانپور سے ناسخ چلو بنارس کو ۔۔۔ مزار پاک جناب علی حزین دیکھو

جناب کے حرف آخر پر کسرۂ اضافت زائد ہی کیونکہ مبدل منہ ہی اور علی حزین بدل ہے۔ مزار موصوف ہی پاک صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف ہے اور جناب مضاف الیہ پس پورا مرکب اضافی مُبدل ہے۔

امیر

بوے یوسف مصر سے کنعان مین لائی ہے صبا ۔۔۔ اب دماغ حضرت یعقوب مین کچھ اور ہے

ولہ

نونہالان چمن مین تھا کہان یہ حسن امیر ۔۔۔ حضرت یوسف سے ہی ساری فضا برسات کی

حضرت مبدل ہی نہ مضاف اور یعقوب و یوسف بدل پس اضافت زائد ہے۔

مرزا عبدالغنی ارشد

یہ جنازہ حضرت شہزادۂ وکٹر کا ہے ۔۔۔ جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہی

یہان حضرت شہزادۂ وکٹر مین حضرت اور شہزادے کی اضافت زائد محض ہی کیونکہ دونون مبدل منہ ہین اور وکٹر بدل ہے۔

میر حسن

دھری اک بیاض اور رشک چمن ۔۔۔ پراز شعر سودا و میر حسن

میر حسن مین اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

صادق

تیرا تھا اک اعلےٰ پایے کا کلام ۔۔۔ تجھکو ہم کہتے ہین اُستاد ظہیر
بادہ خواران سخن روتے ہین سب ۔۔۔ تجھکو اے میخانے کے پیر ظہیر

اُستاد ظہیر اور پیر ظہیر مین اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

رند

سُلطان ابوالظفر بہادر ۔۔۔ خاقان ابوالظفر بہادر
من لجد خدا رحیم دعادل ۔۔۔ ہی شان ابوالظفر بہادر
احکام قضا کے ہیے مطابق ۔۔۔ فرمان ابوالظفر بہادر

سلطان اور خاقان کے بعد اضافت زائد ہی کیونکہ دونون مبدل منہ ہین۔

مثنوی سعدین

آفتاب سپہر علم و ہنر | سید احمد حسین خان قمر

خان اور قمر کے درمیان اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل اور مبدل منہ و بدل کے درمیان اضافت نہین دیجاتی پس مرزا کلو بیگ اور میر منو اور شیخ رحیم بخش مین مرزا اور میر اور شیخ کے حرف آخر کو کسرہ نہین دینا چاہیے اسی طرح شاہ اور امام اور بابا اور لالہ اور مسر اور پنڈت اور کاکا اور نواب کے حرف آخر کو کسرہ دینا غلطی ہی مثلاً شاہ کلو اور امام ابو حنیفہ اور بابا فغانی اور لالہ بہاری لال اور مسر کرپارام اور پنڈت نسارام اور کاکا سندر داس اور نواب نظام الملک کو مبدل منہ کے سکون سے پڑھنا چاہیئے۔ دریاے لطافت کے بیان نحو مین انشا نے یون ہی لکھا ہے۔

داغ نے جو اپنے اس شعر مین۔ ؎

صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم | میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

شہ کو اضافت کے ساتھ استعمال کیا ہی تو اُسکی وجہ یہ ہی کہ یہان شہ موصوف ہی نہ مبدل منہ یہی حال مثنوی گلزار نسیم کے اس شعر کا ہی۔

وہ بادشہ حباب افسر | یعنے تاج الملوک مضطر

بادشہ موصوف ہی اور حباب افسر صفت۔
یہ کہنے کا حق کسی کو حاصل نہین کہ شاہ سلیمان یا سلطان ابو الظفر وغیرہ مین اضافت صحیح ہی اور عوام مین کثرت کے ساتھ ایسی غلط ترکیبون کا شائع ہوجانا قابل سند نہین خواص مبدل منہ و بدل کے درمیان کسرہ لانے سے ہمیشہ محترز رہے ہین چنانچہ صاحب گلزار نسیم کہتا ہی ؎

فردوس کا بادشہ مظفر | روح افزا جسکی ہون مین دختر

تقطیع فردوس مفعول ک بادشہ مفاعلن مظفر فعولن۔

ولہ

حسن آرا اُس پری کی مادر | باپ اُس کا بادشہ مظفر

تقطیع باپ اُس ک مفعول بادشہ فاعلن مظفر فعولن۔

پورب مین ایک تھا شہنشاہ | [illegible] | سلطان زمن الملک ذی جاہ

تقطیع سلطان زے مفعولن تمگوفاعلن ک ذی جاہ مفاعیل۔

زبان فارسی واُردو مین ترکیب مضاف مضاف الیہ و ترکیب مبدل منہ و بدل کا لفظی فرق سب سے بڑا یہی ہے کہ اسم مضاف کا حرف آخر مکسور ہوتا ہے اور مبدل منہ کا حرف آخر ساکن اور مضاف و مضاف الیہ کے مصداق مین تغائر ضروری ہے کیونکہ مضاف الیہ معنی مضاف مین تعریف یا تخصیص کا فائدہ و بدل کی ترکیب بخشتا ہے اور شے کی تعریف و تخصیص اپنے نفس کیطرح البطلان ہی جیسے پسر زید اور مبدل منہ و بدل کی ترکیب اگرچہ ترکیب مضاف و مضاف الیہ کے مشابہ ہوتی ہے مگر اس مین حرف آخر مبدل منہ پر کسرہ نہین پڑھتے بلکہ دونون اسمون کے آخر کو حرف ساکن تلفظ مین لاتے ہین اور ان مین مقصود بالذات نسبت بدل کی طرف ہوتی ہے مبدل منہ کا ذکر محض تمہید کے طور پر ہوتا ہے اور مصداق دونون کا ایک ہوتا ہے جیسے امام حسین اور شہزادہ ہرمز علامہ نور اللہ احراری شرح گلستان مین لکھتا ہی کہ سعدی کے اس قول مین شہزادہ ہرمزرا گفتند از وزیران پدر چہ خطا دیدی کہ بند فرمودی بدون اضافت کے ہرمز بدل شہزادے کا ہی اور مصداق دونون کا ایک ہے نہ مدلول اس لیے کہ جس ذات پر ہرمز صادق آتا ہی اسی پر شہزادہ بھی صادق آتا ہی۔ ابن مالک نے اس قسم کا نام بدل مطلق رکھا ہی۔

منتخب النحو مین مولوی میر حیدر حسین بلگرامی نے لکھا ہی کہ مین نے مکتب کے ایک معلم کی زبان سے جو دوسرے معلمون سے ممتاز تھا سنا کہ حرف آخر مبدل منہ کو مکسور پڑھنا چاہیے اور سعدی کے اس قول مین یکے از ملوک خراسان سلطان محمود سبکتگین را بخواب دید لفظ محمود کو مبدل منہ اور لفظ سبکتگین کو بدل جانتا تھا حالانکہ یہ امر نہایت غلط ہی کیونکہ یہان لفظ محمود مضاف ہی اور سبکتگین مضاف الیہ ہے محمود بیٹے کا نام ہے اور سبکتگین باپ کا اور مبدل منہ و بدل کی ترکیب مین دونون اسمون کا متحد ہونا شرط ہے اور ظاہر ہے کہ باپ اور بیٹا متحد نہین ہو سکتے پس لفظ محمود کے حرف آخر کو کسرہ بوجہ اضافت کے ہی نہ بسبب بدل کے کیونکہ اہل فارس حرف آخر مبدل منہ کو ہرگز مکسور نہین پڑھتے پس نظم فارسی یا اُردو مین حرف آخر مبدل منہ پر کسرہ لانا ضرورت شعر کی وجہ سے ہوتا ہے اسی قبیل سے ہی جامی کے اس قول مین۔

خواجہ نقشبند بندگت اے	نقش غیر از دل مرید واے

قاآنی

شہزادۂ اعظم حسین آن اصفہان را نور عین	اعدا از و در شور و شین احباب از و با قدر و شان

(۱۳) اسقاط عین، اور یاے غیر منقوط را اور حاے حطی اور دال مہملہ وغیرہ کا۔

فائدہ جیسے الف کا گرانا جائز ہی ویسے ہی ان حروف کا گرانا عیب ہی ہر چند کہ بعض متقدمین فارس مثل حکیم فردوسی اور شیخ فریدالدین عطار وغیرہ نے ایسے حروف کا اسقاط بھی جائز رکھا ہی لیکن متاخرین اس کو سخت عیب جانتے ہین کسی غلط نسخے مین یہ شعر ظہوری کا۔ ؎

بدہ ساقی آن رشک یاقوت را	کہ سازم جوان عقل فرتوت را

یون لکھا تھا۔

بدہ ساقی آن رشک یاقوت را	کہ سازم علاج عقل فرتوت را

لوگون نے بیچارے ظہوری کو کیسا نکو بنایا کہ معاذ اللہ مگر حاشا و کلا اُسنے ایسا نہ لکھا تھا اصل شعر ظہوری کا اُسی طرح ہی جیسا ہمنے اوپر لکھا۔

فارسی اشعار مین مرزا طاہر وحید۔ حکیم عبداللہ خان علوی اور صہبائی وغیرہ کے اشعار مین جو عین کا سقوط ہوا ہے یہ بھی عیب ہے اور ایسے اشعار فارسی زبان کے عیوب کی بحث مین لکھے جانے کے قابل ہین۔

نعیم

مجنونکی کیا نہ ہی عشق عاشقون کے آگے	دیوانے کو ہم ایسے مجذوب جانتے ہین

عاشقون کا عین ساقط ہوتا ہے۔

شاہ حاتم

یہان طالعون سے ملتا ہے پیار لوا	عبث دیکھے ہے زاہد استخارا

طالعون کا عین ساقط ہوتا ہے۔

ظفر

ظفر خار کیون گل کے پہلو مین ہوتے	جو اچھے نصیب عندلیبون کے ہوتے

عین عندلیبون کا تقطیع مین ساقط ہوتا ہے۔

ولہ

کہا غیر کو نہ بلائیو کہا شوق سے مین بلاؤن گا	تمھین رشک ہو تو نہ آئیو یہ کہا اور ہمکو اٹھا دیا

یہ کہا ارم بروزن متفاعلن ہم کی ہر تقطیع مین نہین آتی۔

نظیر

نہ پایا کبھی دل نے کچھ بھی ہمارا	نہایت ہو عاجز ہوے بکتے بکتے

عاجز کا عین گرتا ہے۔

سودا

اِک عالم انکے گرد اگرد ہوا جمع	ہو پروانون کی جون کثرت سر شمع

عالم کا عین اور ہوا کی ہ تقطیع مین گرتے ہین۔ اگر ہوا کی ہ نگرائین تو گرداگرد کے آخر سے دال گرجائے گی۔

ولہ

سودا انجھے کہتا ہون نہ خوبان سے مل اتنا	تو اپنا غریب عاجز دل بیچنے والا

عاجز کا عین گرتا ہے۔

مثنوی عابد

آقریب عابد کے وہ کہنے لگا	السلام اے رہرو راہ ہدا

عابد کا عین ساقط ہوتا ہے۔

فصیح

ای فصیح یہ گھر بغیر از یار کے زندان ہے	ہر در و دیوار پر لکھد تبکے اس بات کو

فصیح کی حاے حطی گرتی ہے۔

قلندر

گدا ہون اُسکے کوچے کا قلندر	صحیح ہے گر کہون مین بادشاہون

صحیح کی حاے حطی گرتی ہے۔

تفسیر منظوم سورۂ یوسف مؤلفہ اشرف

عظیم آپ کو اک جگہ ہے کہا	دو خلقے عظیم ہے کہا دوسرا

دوسرے مصرع مین حرف ربط کی ہا ساقط ہوتی ہے۔

انیس

تصویر سی بستر پہ کشیدہ تھی تن زار	باہین جو گلے مین تھین تو بندھ دیدۂ خونبار

ذوق

سودا

کم بولنا ادا ہے ہر چند پر نہ اتنا		منہ جائیں چشم عاشق تو بھی وہ منھ نہ کھولے	

پہلے دونون شعرون سے بندھ کی دال اور اس تیسرے شعر سے مند کی دال گرتی ہے یہان یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ بندھ اور مند کا نون غنہ ہے کیونکہ نون غنہ اصطلاح صرف مین اُسے کہتے ہین جو حروف علت یعنے واو ساکن ماقبل مضموم اور یاے ساکن ماقبل مکسور اور الف ساکن کے بعد واقع ہو جیسے کہان۔ کہون کہین اور بندھ و مند کے نون ساکن بہ سکون جلی ہین اور یہ دونون مخرج مین متفاوت ہین کیونکہ غنہ ناک کی آواز سے پیدا ہوتا ہے اور ساکن بسکون جلی کا مخرج وہی ہے جو مخرج نون متحرک کا ہے پس غنہ سے صرف ایک بو معلوم ہوتی ہے اور ساکن بسکون جلی تلفظ مین آتا ہے اور چونکہ تقطیع مین حروف ملفوظ معتبر ہین اسلیے اہل عروض ایسے نون کو جو حروف علت کے بعد واقع ہو اور جس کا نام نون غنہ ہے واجب الحذف سمجھتے ہین جیسا کہ مجد قوسی نے رسالۂ سکتہ مین لکھا ہے البتہ حالت عطف و اضافت و توصیف مین نون غنہ کا اعلان ضرور ہے۔

میر سجاد

دل کی وحشت کے کوئی لائق نہین		جنگل اب بن گیا ہے سبز گھنا	

لائق کا قاف گرتا ہے۔

حالی

شودر کہلائے راکشس کہلائے		رنج پردیس کے مگر نہ اُٹھائے	

راکشس کا شین تقطیع مین گرتا ہے۔

نعیم

دل اس قدر نعیم مرا محو یار ہے		معلوم نہین جہان مین خزان یا بہار ہے	

معلوم کی واؤ ساقط ہوتی ہے۔

قلندر

ایک بوسے سے قلندر ستی منھ مت موڑو		ایسا بندہ کہین اس مول کو نہین پانے کا	

مول کی واو تقطیع مین گرتی ہے۔

ولہ

مین نہین ہونیکا عاقل مت پڑو میرے خیال		یہ جنون جائیگا نہین یہ سب خیال خام ہے	

جائیگا نہین ہین یا تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

امو جان مفتون

آج ہے وہ مسند آرائے جہان	جارج پنجم قیصر ہندوستان

جارج کی جیم گرتی ہے۔

راضی

ہوئی جارج پنجم تری تاجپوشی	رہے کس طرح منہ پہ مہر خموشی

(۱۴) الفاظ فارسی یا ہندی کو بطور عرب کے بنانا جیسے شلول بمعنی شل اس بیت مین مرزا دبیر کے۔ ؎

جنبش نہ ہاتھون کو تھی نہ تیغون کے درمیان	شلول کے ہون عجیب مین جیسے چھ انگلیان

اور طبیب بمعنی لبالب اور مزیب بمعنی زیبا اور مترش مرد ریش تراشیدہ شدہ صاحب فسانہ عجائب وآرائش محفل نے اکثر ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

آتش

کلفت ایام سے پروا نہین کچھ حسن کو	خوبرویونکو مزیب ملگجی پوشاک ہے

ظفر

خط نہین روئے مترش پہ ترے پھر نکلا	ہر لا قرآن کی ہے تفسیر کا پہلا کاغذ

منا خرین کہتے ہین کہ زیب سے مزیب اور ترتیب اور زلف سے مزلف اور روغن سے مرغن درست نہین لیکن یہ قول ان کا ضعیف ہی کیونکہ یہ ایک قسم کی صناعی ہی جو اُستادان عرب اور عجم دونون کے یہان مروج ہے۔

(۱۵) کسی لفظ کے اصلی معنی چھوڑکر اور معنی اپنی طرف گھڑ لینا جیسے

بہار عشق

مت سمجھنا یہ کوہ شملہ ہے ؎
شاہ واجد علی کا عملہ ہے

فائض المعانی مین لکھا ہے کہ عملہ تحریک اول و دوم بروزن و معنی فعلہ جمع عامل کی ہے جس کے معنی ہین کارکن لیکن شاعر نے بمعنی دور حکومت استعمال کیا ہے اور اسی قسم سے اہل عملہ بمعنے اہل عمل انتہی۔

صبا

عوض اللہ اسکا محکمے مین حشر کے لیگا	کریگا جو سیاست حاکم ظالم رعیت پر

یہان سیاست کے معنی اصلی چھوڑ کر ظلم و جبر کے معنے مین استعمال کیا ہی اور اسکے اصلی معنی ملک کی حفاظت کرنے اور انتظام کرنے اور آدمیون کو ڈرا دھمکا کر فسق و فجور سے روکنے کے ہین اگرچہ قہر کرنے اور ہیبت کرنے کے معانی مین بھی لکھا ہی مگر عرف مین وہی معانی لیے جاتے ہین جو ہمنے اوپر بیان کیے۔

اسی قبیل سے سمجھنا چاہیے اشعار ذیل ہین۔

منیر

ضیاے ریش مقدس مین چہرہ انور	کنار رحل مین قرآن جس طرح اظہار

دبیر

وتنگ ہین نشان کانٹون کو پاؤن مین اظہار	ہیں آج پہنے دون مین زنجیر گرانبار

آتش

لعب بازی کی بھی حسرت نہ رہی اے آتش	میرے اللہ نے بازیچۂ تن مجھکو دیا

لعب بفتح لام بازی کو کہتے ہین مگر شاعر نے لعبت کے معنی مین کہ گڑیا کو کہتے ہین استعمال کیا ہی۔

ولہ

چار ابرو مین تری حیران ہین سار خوشنویس	کس قلم کا قطعہ ہی یہ کاتب تقدیر کا

چار ابرو بمعنی چہرہ لیا ہی اور محاورے مین چار ابرو سے مراد ابرو اور ریش و بروت ہی اور یہ لفظ بغیر صفائی کے نہین آتا جس سے مراد یہ ہی کہ ان کو مُنڈادین اور قلندرون کے لیے خاص ہی نہ کہ معشوق کیلیے

(۱۶) ترکیب کی صورت بدل دینا مثلاً۔

آتش

لعل شکر بار کا بوسہ مین کیونکر نہ لون	کوئی نہین چھوڑتا حلوۂ بے دود کو

صحیح حلواے بے دود ہی۔

منشی

لگا کہنے یون شیدۂ نامدار	مجھے میل کتنی ہے اے شہریار

اصل مین شیداے نامدار چاہیے کیونکہ جب ایسا لفظ جسکے آخر مین الف ہو موصوف یا مضاف۔

ہوتا ہی تو ایک یاے تحتانی اُسکے آخر اظہار کسرہ صفت و اضافت کے لیے لگا دیتے ہین۔

(۱۷) نون ساکن کو بطور غنہ کے اور غنہ کو بطور ساکن کے استعمال کرنا مثلاً۔

سودا

اے سیل تا بدشنۂ دبرچھی سے تا خنجر

خنجر کا نون ساکن ہی مگر یہان بطور غنہ آیا ہی۔ اسی قبیل سے ہی۔

آتش

شرط ہی مرتبۂ مردان خدا کا انصاف — دو با فرعون ہین موسیٰ وہین پایاب اُترا

ولہ

موسیٰ کو تیرے حکم سے دریا نے راہ دی — فرعون کو تو نے غرق کیا رود نیل کا

مقصود بالتمثیل لفظ فرعون ہی۔

(۱۸) اُس نون غنہ کا اعلان جو لفظ مضاف الیہ کے آخر مین واقع ہو جیسے

ظفر

لخت جگر و اشک ہین حاضر ترے آگے — یہ لعل ہین یہ وہ گوہر غلطان ہمارے
جمعیت دل تیرے سبب سب ہین وہ برہم — کیون ضد مین پڑے زلف پریشان ہمارے

ہوس کی غزل ہے ع

اُکبار ہم صفیرون نے دیکھ اُسکو رو دیا — سیر قفس جو سوے گلستان لے گئے
کیسے چمن مین آئے کہ چن چن کے باغ سے — دامن مین اپنے ہم گل حرمان لے گئے
ہم روے گل ہی دیکھنے پائے نہ یا نصیب — ہم کو بہار مین سوے زندان لے گئے
طوفان اُٹھے گا قبر سے ہم خاک مین اگر — ساتھ اپنے اپنے دیدۂ گریان لے گئے
تازہ ہوا پھر از سر نو اسکو داغ قیس — نا حق ہوس کو سوے بیابان لے گئے

انشا

لالہ مراد خمن ہی اجی اُسپہ نہ تیکھے — کر دیجے کسی مرد مسلمان پہ چھٹی
انشا کو معافی ہوئی ہی باغ جنان کی — حاضر ہی یہ لیجے شہ مردان پہ چھٹی

ظفر

[illegible]

ولہ

روز گھر غیر دن کے رہنا تجھے مہمان طریق | یہ بھی کوئی ہی بھلا ای بُت نادان طریق

عبد القادر وفا

کاہن تمام تابع فرمان ہو گئے | دفتر منجمون کے پریشان ہو گئے

قلندر

ذوق مے نوشی گلشن ہی بجا نون کس کو | کفِ سیمین مین نرگس کے طلائی ہی ایاغ

غالب

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار مین | فرمان روائے کشور ہندوستان ہے

دبیر

مین گھر کہان نہ کھاؤن گی قسم لعین کی

بعض الفاظ ایسے ہین کہ اُن مین بغیر اضافت کے بھی اعلان نون عیب ہے۔

تپش

دھرے سر پہ زانو کو حیران تھا | تفکر کے عالم مین غلطان تھا

ولہ

کہان ہووے شکل ایسی انسان کی | نہ جب تک عنایت ہو یزدان کی

تسکین

تمکو بھی تو غیرون سے یہ اخلاص نہین ہی | جو ربط کہ اس دست و گریبان مین دیکھا

رندا

سامنے جنت و دوزخ ہین کہین بھیج ہی چلے | مجھکو عریان میان صف محشر نہ پھرا

(۷) دو ہندی لفظون کو کسی فارسی یا عربی لفظ کے ذریعے سے اتصال دینا جیسے ارشد کے قول مین۔

یہ جوانی اور مرنا سخت تر افسوس ہے | یورپ سے تا ہند جس کا گھر یہ گھر افسوس ہے

آٹھوین تناقض یعنے ایک معنے کے خلاف دوسرے معنے کلام مین لانا جیسے کسی کی تعریف مین باوفا و ستمگر کہنا۔

اسی قبیل سے میر کے اس قول کو سمجھنا چاہیئے۔

جانشینی پیمبر کے سزا تو ہی تو تھا	قالب خاکی کے پردے مین خدا تو ہی تو تھا

پہلے مصرع سے یہ ثابت ہی کہ ممدوح خدا کا بندہ اور ایک بشر ہی کیونکہ پیمبر کا جانشین بتایا ہے اور پیمبر خدا کے بندے تھے اور بندۂ خدا کا جانشین بھی بندۂ خدا ہوگا اور دوسرے مصرع سے ثابت ہے کہ ممدوح خدا تھا کیونکہ مطلب اس مصرع کا یہ ہی کہ خدا نے آدمی کی صورت مین ظہور کیا ہی اور ممدوح کو جو بظاہر آدمی دیکھتے ہین یہ درحقیقت خدا ہی کہ اُسنے آدمی کا جسم اختیار کر لیا ہے۔

آفتاب رائے رسوا

ہی زندگی کا لطف تب ای خضر خوش اوقات	جب ہاتھ مین ساغر ہو صراحی ہو سبو ہو

غرض اس شعر سے یہ ہی کہ خضر کی زندگی تنہائی مین بے لطف گذرتی ہی لطف کے ساتھ زندگی گذارنے کے لیے ان چیزون کا ہونا ضرور ہی اور خضر کو یہ چیزین حاصل نہین اور خوش اوقات کہنے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ خضر کی زندگی لطف سے گذر رہی ہے۔

اختر

اک زن فاحشہ تھی گنا نام	راحت جان بھی تھی وہ خوش انجام

اس شعر مین گنا کو خوش انجام کہا ہی اور آگے جاکے اُسکا ایسا قصہ بیان کیا ہی جس سے بدانجامی ثابت ہوتی ہی چنانچہ یہ شعر اُسی کے بیان مین ہے۔

ولہ

چھوڑ کر سلطنت وہ اندر کی	ٹھوکرین کھاتی ہی وہ بندر کی

آتش

سودا ہی دل کو زلف گرہ گیر یار سے	دل بستگی ہی کافر خوش اعتقاد سے

کافر ہونے اور خوش اعتقاد ہونے مین تناقض ہی۔

نوین تنافر کلمات یعنی عبارت مین ایسے الفاظ لائے جائین کہ متکلم سے اُن کے بیان کرنے مین خطا واقع ہو یا سرعت کے ساتھ ادا نکر سکے مثال اُسکی یہ عبارت ہی کہ اونٹ کی پیٹھ کچھ اونٹ کی اونچائی سے اونچی نہین ہے اونٹ کی پیٹھ کچھ اونٹ کے ڈھانچ کی طرح قدرتی اونچی ہے منقول از دریاے لطافت۔

منیر

فغان خوک نخوق ونخیق زاغ سنتے ہین

ولہ

حضوری مین ہر دم قصیدہ پڑھوں مین	رہون مین اسی کا مؤلف مواظب

مقصود بالتمثیل مؤلف مواظب ہے۔

شہیدی

ایک مین نے کب لیا دینا ہی گر تو دو تو دو	خواہ دو سیب ذقن کے خواہ دو غبغب کے دو

سہ

کیفیتین بھی ہین جو ہوتا ہو تال پر	تن تن تنن تنن تننن در تن مین رقص

دسوین تعقید تعقید کے معنی اصطلاح مین یہ ہین کہ کلام اپنے معنون پر بظاہر دلالت نہ کر سکے یعنی دلالت تو ہوتی ہو مگر صریح نہو اور یہ دو قسم ہی تعقید لفظی اور تعقید معنوی۔

تعقید لفظی یہ ہی کہ بسبب تقدیم و تاخیر و وصل و فصل الفاظ کے کلام مین خلل واقع ہو جیسے

غالب

لیتا نہ اگر دل تمھین دیتا کوئی دم چین	کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

اصل مطلب یون ہی کہ اگر تمھین دل نہ دیتا تو کوئی دم اور چین لیتا اور جو نہ مرتا تو کوئی دن اور آہ و فغان کرتا۔

داغ

زمین کے حال پہ اب آسمان روتا ہے	ہر اک فراق مکین مین مکان روتا ہے

اصل مطلب یون ہی ہر اک مکین کے فراق مین مکان روتا ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا

اُسو مین پالونگا اُس کو کر کے فرزند	کرون گا اُس کو اپنا لے کے دلبند

یعنی اُسکو لیکے اپنا دلبند کرونگا۔

ناسخ

ذبح وہ کرتا تو ہر چاہیے ای مرغ دل	دم پھڑک جائے تڑپنا دیکھکر صیاد کا

اصل مطلب یون ہی تڑپنا دیکھکر صیاد کا دم پھڑک جائے۔

ولہ

لعل ہین لال اُسکے گویا ہونٹ	لعل کا کیا گمان ہونٹون پر

مطلب یہ ہی کہ اُسکے لال ہونٹ گویا لعل ہین۔

ولہ

دوستون کے روندتا ہی دل پہنکر کفش نو | اے پری کہنا ہی زیبا تجھکو دشمن زیر پا

اصل مطلب یون ہی کفش نو پہنکر دوستون کے دل روندتا ہی۔

حسرت

وہ طفل مؤذن کا مصلی حسرت | دینے کو اذان چلا جو مسجد مین سحر

ولہ

ملا کا پڑھے ہے طفل فاعل مفعول | مین نے کہا کچھ حرف مجھے کہ معقول

عزیز بریلوی

نور و ظلمت کو وہ دانتون مین لگا کر کی | صورت مردمک دیدہ بہم کرتے ہین

آتش

سر کو سودا ہے کسی کاکل کا | دل ہے زنجیر کا پابند اپنا

تعقید معنوی یہ ہے کہ عبارت مین خیالات باریک یا قصہ ناشہور یا کسی طرح کی شکل بات لکھین اور جب تک بہت خوض و تامل نہ کرین اُسکا سمجھنا دشوار ہو جیسے اس شعر مین۔

آتش

گل کو قبا پہن کے تو اے کج کلاہ کاٹ | مار سیاہ زلف سے سنبل کی راہ کاٹ

شاعر کا یہ مطلب ہی کہ قبا پہن کر گل کو شرمندہ کر اور اپنی زلف کے مار سیاہ کو دکھا کر سنبل کو خجل کر لیکن راہ کاٹنا کنایہ خجل کرنے سے نہین ہو سکتا پس یہ تعقید معنوی ہی عجب اُن لوگون سے جنھون نے کہا ہی کہ تعقید فارسی مین احسن صنعتون مین سے ہے۔

غالب

یک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز | چاک کرتا ہون مین جب سے کہ گریبان سمجھا

مطلب شاعر کا یہ ہی کہ صیقل سے جو خط آئینے پر پڑتا ہے وہ ہو بہو الف کی مانند ہوتا ہے تو گویا آئینہ ابھی الف ہی کی مشق کر رہا ہے یعنے ہنوز روز اول ہے مگر چاک گریبان اپنا کہ وہ بھی بصورت الف تھا سیکڑون شکلین اسکی بدل گئین تو معلوم ہوا کہ مشق گریبان دری مین آئینہ مبتدی ہے اور شاعر گریبان منتہی۔

ولہ

یک ذرۂ زمین نہین بیکار باغ کا	یان جادہ بھی فتیلہ ہی لالے کے داغ کا

موسم بہار کا ذکر کرتا ہی کہ آج کل باغ کا ایک ذرہ زمین بھی بیکار نہین مثلاً باغ کی روشون پر آمد و رفت مردم کی وجہ سے کچھ نہین اگتا لیکن اس زمانے مین جوش گل کی یہ کیفیت ہے کہ اُس مین بھی گلہاے سرخ کی کثرت کی وجہ سے گویا لالے کے داغ کا فتیلہ بنی ہوئی ہی فتیلہ اس بتی کو کہتے ہین جو بہت جلد آگ قبول کرے یہان جادۂ چمن کو فتیلہ کہا گویا اس سے لالے کے داغ روشن ہوتے ہین۔

ولہ

حسن بے پردہ خریدار متاع جلوہ ہے	آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

خریدار متاع جلوہ یعنی خواہشمند جلوہ گری فکر اختراع جلوہ یعنی اس بات کی فکر کہ جلوہ گری کی خواہش کس طور پر پوری ہو آئینے کو اس فکر یعنی فکر اختراع جلوہ کا زانو قرار دیا اس لحاظ سے کہ بوقت آرایش آئینہ استعمال کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ حسن باوجودیکہ بے پروا ہوتا ہے لیکن جلوہ گری کی فکر اس کو بھی رہتی ہے چنانچہ آئینہ گویا اس خواہش جلوہ گری کا زانوے فکر ہوتا ہے۔

غالب

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا	جادہ اجزاے دوعالم دشت کا شیرازہ تھا

یک قدم وحشت یعنی تھوڑی سی وحشت دوعالم دشت سے کثرت مراد ہے اور جادے سے مراد جادۂ وحشت ہے مادہ وحشت کو اجزاے دوعالم دشت کا شیرازہ اس بنا پر کہا کہ یک قدم وحشت سے تمام دفتر امکان کی حقیقت معلوم ہو گئی مطلب یہ ہے کہ دفتر امکان کا درس بہ صحت عقل و ہوش بر بناے خوف و کم ہمتی مشکل تھا وحشت نے اُسے آسان کر دیا کیونکہ وحشت نے اُس پست ہمتی کو مٹا دیا۔

حالی

وہ بکر اور تغلب کی نامی لڑائی	صدی جسمین آدھی اُنھون نے گنوائی
قبیلون کی کردی تھی جسنے صفائی	تھی اک آگ ہر سو عرب مین لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ	کرشمہ اک اُنکی جہالت کا تھا وہ

یہ لڑائی جاہلیت کے اشعار میں حرب بسوس کے نام سے مذکور ہے بنیاد اس کی یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کھیت میں چلا گیا کھیت والی عورت نے اُسے مارا اونٹ والے نے عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی اس بات پر ۴۹۴ء سے ۵۳۴ء تک برابر لڑائی رہی اول یہ لڑائی بنی بکر اور بنی تغلیب میں ہونی شروع ہوئی مگر رفتہ رفتہ تمام عرب کے قبیلے اس میں شریک ہو گئے اور ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارا گیا۔

گیارھوین کراہیت سمع یعنے عبارت مین ایسے الفاظ لانا جنمین فحش صریح ہو جیسے۔

	چرکین	
تھا گرفتاری مین خطرہ جو نجھے بیداد کا		کر دیا بیت الخلا ہگ کے گھر صیاد کا

	ولہ	
وعدے تو کیا کرتے ہین عشاق سے جوتے		بو گہ کی نہ آنے لگے غنچے سے دہن کے

	ولہ	
آمد ہے خون حیض کی بنتی ہین گدیان		گو دڑ کی لعل سے بھی زیادہ خرید ہے

	ولہ	
سمند گوز بھی صاحب عجب منھ زور گھوڑا ہے		بھڑتے ہے شہ سوارون کی بھی جسکی بدلگامی سے

میر حسن خلف ضاحک نے اپنے باپ کی ہجو کے بدلے مین مرزا سودا کی مذمت مین ایک مخمس لکھا ہے جس کے نقل کرنے کی موجودہ تہذیب اجازت نہین دیتی بلکہ شائستگی اُسکے سننے سے کانون پر ہاتھ رکھتی ہے۔

غرض اس مخمس مین سودا کی ماں بہن جورو بچے کسی کو نہین بخشا ہے اور ایسا کلام سراسر تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہے اسلیے ایسے الفاظ اور مضامین سے بچنا چاہیے اور اگر کبھی اس قسم کے الفاظ یا مضامین کے لکھنے کی ضرورت واقع ہو تو بطریق استعارہ اور مجاز اور کنایہ کے ادا کرنا چاہیئے جیسا کہ فقہا اعضائے کریہہ کو قُبُل اور دُبُر اور سبیلین سے کنایہ کرتے ہین اور ناسخ نے آلۂ تناسل شست و فرج کو مردہ اور قبر سے استعارہ کیا ہے۔

بن نہ تو میری جان کو بسنڈر		رکھدے مردہ ہی قبر کے اندر

اور نسیم نے آلۂ تناسل کو تیر اور فرج کو ترکش سے تعبیر کیا ہے۔

مردی نے جو بھر وجود پایا		پستان کو سلے نمود پایا

ترکش پہ نگاہ کی تو تھا تیر　　قبضے مین پھر آئی کھو کے شمشیر

اسی طرح اس شعر مین۔

ولہ

بولی وہ کہ یہ خیال ہے خام　　خنجر کا ہو گیا نیام سے کام

مرد کے عضو تناسل کو خنجر سے اور عورت کی شرمگاہ کو نیام سے تعبیر کیا ہے۔
مثنوی سحر البیان مین فعل مباشرت کو یون ذکر کیا ہے۔

غم و درد دامن کشیدہ ہوئے　　وہ گل نار سیدہ رسیدہ ہوئے

اور اسی مضمون کو سرور نے یون بیان کیا ہے نثر آخر کار جب غمزہ و ناز کی نوبت بڑھ گئی تھک کر دم صبح پر چڑھ گئی تو غنچۂ سربستہ تمنائے دیرینہ بحرکت نسیم وصل شگفتہ و خندان ہوا درج شہریاری رشک عقیق یمنی غیرت وہ لعل بدخشان ہوا رشک و حسرت سے جگر صدف چاک ہوا قطرۂ نیسان گرا دشمن در پردہ ہلاک ہوا۔

انشا نے مباشرت کے سوال کو کیسے پردے مین بیان کیا ہے۔

آج کیا ٹھہرے گی ہان یا کہ نہین منھ سے تو پھوٹ　　ہوگی وہ بات وہان ہا کہ نہین منھ سے تو پھوٹ

واجد علیشاہ اپنے ایک مصاحب کی بہنون کے پیشۂ زناکاری کو یون بیان کرتے ہین۔

غنچیان اسکی بہنین چلتی تھین　　رات بھر سب کا دانہ دلتی تھین

اور مثنوی سعدین مین فعل مباشرت کو یون ادا کیا ہے۔

آخر کار کام مین لایا　　اڑتی چڑیا کو دام مین لایا
حلقۂ دام بن گئی آغوش　　خط توام ہوئے کنار و دوش
ہوئے یکجا جو دونون مین نے کہا　　مہر و مہ ملکے ہو گئے جوڑا
سمن و لالہ جب ہوئے یک جا　　گل رعنا کی پھبتی کہ اٹھا
تیر حکمی نشانے پر بیٹھا　　تا بہ سوفار کام کر بیٹھا
قصہ کوتہ وہ غنچہ ہو گیا گل　　جس کو کہتے ہین نیمۂ بلبل
گوہر آبدار سفتہ ہوا　　غنچۂ تنگ دل شگفتہ ہوا
جام یاقوت بھرا شیر کا ظرف　　ساغر لالہ مین جمائی برف

بارھوین لفظ واحد کی کثرت تکرار یہ بھی عیب ہی خواہ اسم ہو یا فعل ہو یا حرف ہو اور

اسم خواہ ظاہر ہو یا ضمیر ہو اور بغیر کثرت کے عیب نہین اگر بغیر کثرت کے عیب ہوتی تو تاکید لفظی بھی قبیح ہوتی اور کبھی بغیر کثرت کے بھی تکرار فصاحت کے خلاف ہوتی ہی پس اگر تاکید منظور نہو تو تکرار عیب ہی جیسے شاہنامۂ منشی کے شعر مین پھر کی تکرار۔

تو پھر ہاتھ سے بچۂ دیو کے | نہ ہرگز ہوئی پھر رہائی اُسے

بیدار

خار سی آہ دل مین کھٹکے ہے | آہ ہر آن گلرخان کی ادا

آہ کی تکرار معیوب ہی جیساکہ اس شعر مین۔

شایان

کہ جب تک آہ مین آؤنگا پھر کر | یہ حسرہ آہ رہجائے گا مرکر

احمد حسین خان بی اے

دنیا کا حال دیکھکے لیکن کبیدہ ہون | رنجیدہ ہون کبیدہ ہون خاطر کشیدہ ہون

بہار دانش منظوم

وے کوئی اُس مین نہ انسان ہے | نہ انسان ہے اور نہ حیوان ہے

یہان انسان کی تکرار عیب سے خالی نہین۔

تیرھوین اخلال۔ یہ ہی کہ نظم مین موقع کا لفظ چھوڑ کر دوسرا لفظ اُسکی جگہ لایا جاے جیساکہ خیر البلاغت کے ایک رسالے مین لکھا ہے مثال اسکی۔

حالی

اثر فیض عام سے اُس کے | کعبہ آباد و مے کدہ معمور

دوسرے مصرع مین مے کدے کی جگہ بت کدہ مناسب ہے۔

امیر مینائی

دو کی جگہ دیے مجھے بوسے بہک کے چار | تجھے نیند مین پڑا گھٹین دو کا حساب مین

اگر نیند کے بدلے نشے کا لفظ کہتے تو باموقع تھا کیونکہ نیند مین دو کے بدلے سو بوسے بھی لیے جائین تو بھی دھوکا نہین پڑ سکتا علاوہ اسکے بہکنے کے مناسب بھی نشے کا لفظ ہے۔

ولہ

بانی ہی برہمن نے جو در یہ ترے جگہ | بیٹھا ہی لات مارکے عزی و لات پر

برہمن عزے ولات سے جبکہ سروکار ہی نہین رکھتے تو اُنکے عزاولات کو لات مارنے سے
معشوق کے دروازے کی اہمیت کب پیدا ہو سکتی ہے اُنکی جگہ سری کرشن یا شو یا رام ہوتا تو
برہمنون کے معتقدات کے موافق ہوتا مگر قافیہ اور لات مارنے کی رعایت اور اصل حال سے
ناواقفیت نے غلطی مین ڈالا ہے۔

امنہ

رگ رگ کے تو خود پھیرتے ہین حلق پہ خنجر — اور مجھ سے شکایت ہے کہ بسمل نہین ہوتا

یہان بسمل کا لفظ بے موقع ہے اُسکی جگہ ذبح ہوتا چاہیے رگ رگ کے خنجر پھیرنے سے
بسمل ہو جاتا ہے ذبح نہین ہوتا۔

شیخ مشیر حسین قدوائی رئیس گدیہ

کون کہتا ہے وہ جفا نہ کرین — ذکر غیرون سے ہان کیا نہ کرین

دوسرے مصرع مین ہان کا لفظ بے موقع ہے یہ ایجاب کا محل نہین یہان لفظ پر بمعنے
لیکن چاہیے۔

ضمیمہ۔ جو الفاظ محاورۂ روزمرہ مین اور اہل علم کی نظم مین علی العموم اپنی اصل سے کچھ
مختلف ہو کر مستعمل ہین اور اُنکے استعمال کی تخصیص کچھ شعرا ہی کے ساتھ نہین بلکہ اہل زبان
اُردو نے عام سے خاص تک اُن کو قبول کر لیا ہے تو وہ اُس وقت وہ مُہنّد سمجھے جائین گے
مُہنّد۔ وہ لفظ فارسی و عربی ہے جو تصرف لفظی یا معنوی کے ساتھ زبان اُردو مین استعمال
کیا جاے اور اس عمل کا نام **تہنید** ہے جو مقابل تفریس اور تقریب کے ہے جیسا کہ
خان آرزو نے چراغ ہدایت مین لکھا ہے مثلاً تپاک بمعنی گرم جوشی وارتباط مہند ہے دراصل
لغت مین اضطراب و بے قراری کے معنے مین ہے اسی طرح رسید بمعنی نوشتہ جو کسی چیز کے
پہونچنے کے بعد دوسرے سے لیتے ہین مہند ہے اہل ایران کے کلام مین نہین
آیا وہ اس کی جگہ یافت بولتے ہین اسی طرح رسد بمعنی آذوقہ و ذخیرہ جو لشکر اور قافلے
کے ہمراہ ہوتا ہے اور احتیاج کے وقت کام مین لاتے ہین مہند ہے اُستادان ایران کے
کلام مین نہین آیا ابوطالب کلیم لے جو شاہ جہان نامے مین لکھا ہے وہ روزمرۂ دربار سلاطین
دہلی کے موافق لکھا ہے بہار عجم سے اسی طرح مستفاد ہوتا ہے خان آرزو کے نزدیک لفظ
روزنامچہ بھی مہند ہے یہی حال سرپرست کا ہے کہ مربی کے معنے مین مہند ہے ورنہ دراصل

خادم اور مہماندار کو کہتے ہین یہ تو معنوی تصرفات ہین لفظی تصرفات یون سمجھو کہ منش عام طور سے دودھ کے جھاگون کے معنے مین مستعمل ہے جس کی قفلیان فروخت کرتے ہین اور تمیز بروزن ماکر غیرتمیز بروزن تکمیل کی جگہ یہ دونون لفظ مہمند ہین اور تشنہ بمعنی تشنیع مثلاً کیون طعنے تشنے دیے ہو۔ مہمند ہے اور مرزا نوشہ کے اشعار ہین۔

دل گذرگاہِ خیالِ مے وساغر ہی سہی کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجیے مرگیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالب	گر نفس جادۂ سرمنزلِ تقوے نہ ہوا ہمنے چاہا تھا کہ مرجائین سو وہ بھی نہ ہوا ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسے نہ ہوا

باعتبار محاورۂ اُردو کے تقوے اور عیسی الف بصورت یاے چاہیئے ایسا الف مقصورہ کہلاتا ہے یاے معروف سے کبھی کبھی فارسی مین آجاتے ہین مگر اُردو مین مرزا کے وقت سے اس وقت تک یاے معروف سے استعمال نہین کرتے پس مرزا کے استعمال کر لینے سے ایسے الفاظ مہمند نہین ہو سکتے۔

صحراے دوم سرقات شعری کے بیان مین

سرقے سے بُرا مانیے کیون مصحفی سچ ہے مت باندھیوا ے مصحفی مضمون کسی کا	کہتے ہین جسے شاعری ہے آپ یہ فن چور ہے ننگ خلائق وہ جو شاعر ہو سخن چور

بد ترین عیوب کلام سرقۂ شعری ہے اور یہ عیب ذات شاعر تک متعدی ہوتا ہے یعنے بخلاف اور عیوب کے اس مین شاعر سارق کی بھی ایک قسم کی بدنامی ہے۔ عبدالواسع ہانسوی نے اپنے رسالے مین اس عیب کو صنعت سرقۂ شعری لکھا ہے سبحان اللہ یہ کیا عمدہ صنعت ہے کہ دوسرے کا شعر یا مضمون یا الفاظ چرا لین۔

اگر دو شاعر کسی ایسی صفت و غرض پر اتفاق کرلین جو عموماً سب آدمیون کو مقصود ہو اور علے العموم لوگون کا اُس سے تعلق ہو جیسے شجاعت یا سخاوت کی تعریف اور بخل و نامردی کی ہجو تو یہ چوری نہین البتہ فصاحت و غیر فصاحت دیکھی جاتی ہے کیونکہ یہ اُمور عقول و عادات مین داخل ہو گئے ہین اور اُن کو فصیح و غیر فصیح اور شاعر و غیر شاعر کلام مین لاتے ہین تو ایسی چیزون پر دو شاعرون کا اتفاق کر لینا اور اپنے کلام مین باندھنا سرقے مین داخل نہین کیونکہ ان مین تمام شریک ہین اسلیے ایک کو دوسرے سے اخذ کرنے اور چرانے کی احتیاج نہین ہے اور جو دو شاعر

ایسے لفظ پر اتفاق کرلین جو اُس غرض عام پر دلالت کرتا ہو خواہ بطور حقیقت یا بطور مجاز یا کنایے یا تشبیہ کے تو اُس صورت مین دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ لفظ ایسا ہے کہ خاص و عام مین اُس کے متداول ہونے کی وجہ سے سب اُسکے سمجھنے مین شریک ہین جیسے رُخ کی تشبیہ ماہ و مہر سے اور قد کی تشبیہ سرو شمشاد سے اور آنکھ کی تشبیہ بادام سے اور جری و شجاع کی تشبیہ شیر سے اور سخی کی تشبیہ دریا سے تو یہ بھی داخل سرقہ نہین اور نہ اُن الفاظ کا استعمال داخل سرقہ ہے جو محاورات اور ضرب المثل بن گئے ہین۔ جیسے حساب دوستان در دل ان شعرون مین۔

ذوق

حساب اصلا نہ پوچھے مجھسے میرے دل کے زخمون کا | حساب دوستان در دل اگر وہ دلربا سمجھے

میر نسیم اللہ

سُنین سو گالیان اک بوسہ لیکر اے پری پیکر | پھر اب آزردہ کیون ہی تو حساب دوستان در دل

اور ٹٹی کی اوٹ مین شکار کھیلنا ان شعرون مین۔

ذوق

ہی دل کے داؤن گھات مین مژگان چشم یار | کرتی ہی قصد ٹٹی کی اوجھل شکار کا

اسیر

ٹٹی کی اوٹ مین وہ کیا کرتے ہین شکار | منھ کو چھپائے رکھتے ہین جو بے نقاب مین

سعادت خان

پردے مین خط کے لیتی ہی بوسے وہ آپکے | ٹٹی مین خوب کھیل رہی ہی شکار زلف

اور لہو لگا کر شہیدون مین داخل ہونا ان اشعار مین۔

میر

ناخن سے بوالہوس کا گلا یون ہی چھل گیا | لوہو لگا کے وہ بھی شہیدون مین مل گیا

ذوق

گل اُس نگہ کے زخم رسیدون مین مل گیا | یہ بھی لہو لگا کے شہیدون مین مل گیا

امانت

لگا کر اب لہو داخل ہوئے ہین سب شہیدون مین | صنم مین ہون قتیل ابروے خمدار پہلے سے

اور ماتھا ٹھنکنا ان اشعار مین۔

میر تقی

بہو دن تئین تم جسدم سج نکلے تھے اک جیرا
اُس دن ہی نہیں دیکھے ماتھا مرا ٹھنکا تھا

انتثار

ہم آگے ہی سمجھے تھے وہ گھر کو سدھارینگے
جسوقت گجر باجا ماتھا مرا ٹھنکا تھا

اسی قبیل سے ہی۔

نصیر

خیال زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر
گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

تمنا

سانپ تو بھاگ گیا پیٹتے ہین لوگ لکیر
خوب پوشیدہ کیے تمنے دکھا کر گیسو

رند

سر دے دے مار گیسوے جانان کی یاد مین
پیٹا کرو لکیر کو کالا نکل گیا+

اسی قبیل سے ہی۔

سودا

سودا بُرا نما نیو واعظ کی گفتگو
آوازۂ دہل ہی خوش آیندہ دور کا

ناسخ

سینہ کوبی مین نے دُوری مین جو کی بولا صنم
کیا خوش آیندہ یہ آوازِ دہل ہے دُور کی

اور اگر وہ لفظ ایسا نہو کہ اُسکے سمجھنے مین سب آدمی شریک ہون اور سب کا ذہن اُس تک نہ پہونچ سکتا ہو اس وجہ سے کہ وہ ایک خاص قسم کا مجاز ہو یا کوئی خاص کنایہ ہو یا تشبیہ دقیق ہو جو بغیر فکر وغور کے سمجھ مین نہ آسکے تو ایسے لفظ کی نسبت یہ کہنے کا حق پہونچتا ہے کہ ان دو شاعرون مین سے جنھون نے اُسکو استعمال کیا ہے ایک نے کامل طور پر باندھا ہے اور دوسرے نے ناقص طور پر اور ایک نے دوسرے پر بڑھا دیا ہے اور دوسرے نے اُس سے کم کر دیا ہے اور اس قسم کے لفظ کی جس کے سمجھنے مین تمام آدمی شریک نہون دو قسمین ہین ایک یہ کہ عامۃ الناس اُسکو نہ سمجھ سکتے ہون بلکہ نہایت فکر وغور کے بعد سمجھ مین آتا ہو دوسری قسم یہ ہے کہ ہر ایک شخص اُسکو سمجھتا ہو غریب نہو پھر شاعر نے اُس مین تصرف کر کے غرابت پیدا کر دی ہو اور ابتذال اُسکا دُور کر دیا ہو جیسے زلف کو بسبب دوش پر افتادہ ہونے کے شب دوش کہے یا ابرو کو شمشیر زہر آلودہ سے استعارہ کرے گو ابرو کا تیغ

سے استعارہ بمنزل عامیانہ ہی لیکن زہرآلودہ کہنے سے ایک قسم کی غرابت اُس مین آجاتی ہے کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہے اور سبزی اور سیاہی مین چندان تفاوت نہین ہے پس ابرو کا بسبب سیاہی رنگ کے تیغ زہرآلودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سرقے کی دو قسمین ہین ایک سرقۂ ظاہر اور دوسرا سرقۂ غیر ظاہر۔

بیان سرقۂ ظاہر

سرقۂ ظاہر وہ ہے کہ اگر دونون شعرون کو کسی عاقل کو سنایا جائے تو وہ حکم لگادے کہ ان مین سے ایک کی اصل دوسرا ہے بشرطیکہ اُس لفظ کو جو غرض وصف پر دلالت کرتا ہو تمام آدمی نہ جانتے ہون اور یہ تین قسم پر ہے۔

ایک انتحال و نسخ یعنی کسی کے کلام کو بغیر اختلاف الفاظ و معانی کے اپنا کرلین جیسے یہ بیت

جانین مشتاقون کی لب تک آئیان	بل بے ظالم تیری بے پروائیان

میر محمدی بیدار اور خواجہ ہینگا شیدا دونون کے کلام مین موجود ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دونون صاحبون مین سے ایک نے سرقہ کیا ہی علی ہذا القیاس یہ اشعار۔

اعجاز لب اُسکا دم عیسٰے سے نہین کم	وہ پنجۂ سیمین ید بیضا سے نہین کم
معدوم کو کیونکر کوئی ثابت کرے دانا	مضمون کمر یار کا عنقا سے نہین کم

نواب عماد الملک غازی الدین خان نظام تخلص کے کلام مین بھی موجود ہین اور والۂ فیض آبادی کے یہان بھی لکھے ہین اور تیسرے مصرع مین دانا کی جگہ والہ لکھا ہوا ہے۔

رند

نہ گیسو چھونے دیتے ہین نہ رُخ کا بوسہ دیتے ہین	یون ہی اک عمر گذری ہی کہ صبح و شام کرتے ہین

صاحب تذکرۃ النساء لکھتے ہین کہ یہ شعر نزاکت تخلص کند و نام بنت حسینی خوشحال والی کنچنی مشہور ڈیڑھ دار بالفعل وارد جیپور شاگرد میر واجد علی لکھنوی شیفتہ تخلص مقیم جیپور نے پڑھکر اپنی طرف منسوب کیا اور یہ بیت۔

ہی خواب مین دیکھا تو بظاہر بھی ملینگے	قسمت سے نہ گر خواب کی تعبیر اُلٹ جائے

فراسو نام زوجۂ سمرو فرانسیس مقرب خدمت زیب النسا بیگم اور خیراتی خان دلسوز دونونکی طرف منسوب ہی۔

میر ضیاء الدین ضیا

دل جلے ہی غم سے اور آنسو بہانا منع ہے	لگ رہی ہی آگ گھر کو اور بجھانا منع ہے

سینے مین شورش ہی اور ضبط فغانکو حکم ہی	ہین جگر مین شعلے اور نالہ اُٹھانا منع ہے

مصحفی

سینے مین شورش ہی اور ضبط فغانکو حکم ہے	آگ گھر مین لگ گئی ہی اور بجھانا منع ہے

ضیا کے اشعار کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملانے سے مصحفی کا پورا شعر ہوتا ہے۔

میر

کرے کیا کہ دل ہی تو مجبور ہے	زمین سخت ہے آسمان دور ہے

میر حسن

جُدائی تری کس کو منظور ہے	زمین سخت ہے آسمان دور ہے

حکایت ایک روز شہر بھوپال مین یار محمد خان صاحب شوکت کے مکان پر چند احباب کا جلسہ تھا مؤلف بھی حاضر تھا خان صاحب موصوف نے ان اشعار کو اپنے نام پر پڑھا اور بجاے صابر اپنا تخلص شوکت کر دیا۔

ہو فنا ذات مین کہ تو نہ رہے	تیری ہستی کا رنگ و بُو نہ رہے
اسقدر ڈوب اس مین اے صابر	کہ بجز ہو کے غیر ہو نہ رہے

تذکرہ گلشن بیخار مین لکھا ہے کہ فضل مولے خان فضل تخلص لکھنوی کی یہ عادت تھی کہ آپ شعر کم کہتے تھے اور دوسرے شعرا کا شعر اپنی طرف منسوب کر لیتے تھے آخر نتیجہ رسوائی اور بدنامی ہوا الغرض ایسا سرقہ نہایت معیوب و سخت عیب ہی کیونکہ سرقہ محض ہی جس مین کچھ بھی دوسرا شاعر اپنی طرف سے شعر سرقہ مین نہین ملاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا سرقہ جس مین کچھ بھی اپنی طرف سے نہ ملایا جاے ایسے سرقے سے جس مین کچھ اپنی طرف سے بھی ملایا جاے نہایت بدتر ہے۔

اور اسی کے قریب ہی یہ بھی کہ پرائے شعر کا تمام مضمون لیکر اُسکے بعض الفاظ یا تمام کو بدل دین اور اُن کی جگہ دوسرے مترادف الفاظ رکھدین جیسے میر کا مصرع ہی ع

عاقبت بندہ خدا ہین ہم

جرأت نے کہا ہے۔ ؎

آخرش بندہ خدا ہین ہم

جرأت نے عاقبت کو آخرش سے بدل دیا ہی یہی حال اشعار ذیل کے مصرع دوم کا ہے۔

ہمنے جانا تھا قلم بند کرے گا دو حرف	سجادو اشوق کے لکھنے کا سجاد نے دفتر کھولا

میر

ہمنے جانا تھا لکھے گا تو کوئی حرف اے میر	پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

شیخ علی بخش بیمار

نسا نس آہستہ لیجیو بیمار	ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا

منشی واجد علی بسمل

نوک مژگان ذرا خیال رہے	پھوٹ جائین نہ آبلے دل کے

اسی قبیل سے ہی اشعار ذیل کا مصرع دوم۔

میرے تغییر رنگ پر مت جا	اتفاقات ہین زمانے کے

دیگر

میرے تغییر رنگ کو مت دیکھ	تجھکو اپنی نظر نہ ہوجائے

میر

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا	جمال یار نے منھ اسکا خوب لال کیا
رہی تھی دم کی کشاکش گلے مین کچھ باقی	سو اسکی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا
بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو	چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا

یہ تینون شعر دو ایک لفظون کے فرق سے بندت دیا شنکر نسیم کے دیوان مین بھی موجود ہین حالانکہ میر صاحب کی یہ سات شعر کی غزل ہی اور انکے دیوان اول مین موجود ہے مقطع یہ ہی۔

لگا نہ دل کو کہین کیا سنا نہین تونے	جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

اسی قبیل سے ہے۔

خلیفہ محمد علی سکندر شاگرد ناجی

گرا ہی مانگ مین دل میرا آہ ڈھونڈون کدھر	کہ آدھی رات ادھر ہی اور آدھی رات ادھر

عماد الملک غازی الدین خان نظام

چھپا ہی مانگ مین دل اب مین ڈھونڈون کدھر	کہ آدھی رات ادھر ہی اور آدھی رات ادھر

اسی طرح۔

شوریدہ

باتون کی گرمیون سے جلتے دل ہو جگر یہان	جو زندگی سے اپنی بیزار اس قدر ہین

تیغ نگاہ کس کی دیکھی ہی ہمنے یارب | لب خشک ہو رہے ہین کانٹے زبان ہین

حیدر علی بیگ گرم

تیغ نگاہ کسکی دیکھی ہی ہمنے یارب | جو زندگی سے اپنی بیزار اس قدر ہین

شوریدہ کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملکر گرم کا پورا شعر بنا ہی۔

امیر مینائی

غنچہ و سوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار | وہ زبان بے دہن ہی یہ دہان بے زبان

مہر

ترے منھ کے آگے بالکل نہین قدر سوسن و گل | وہ زبان بے دہن ہی یہ دہان بے زبان ہی

دوسری قسم سرقے کی مسخ اور اغارہ ہے یہ اُسے کہتے ہین کہ کسی شخص کے کلام کے تمام لفظ و معنی لیکر صورت کلام کی بدل دین یعنی ترکیب الفاظ مین تغیر و تبدیل کر دین یا بعض الفاظ لین تمام الفاظ نہ لین جیسے۔

میر

کہیو قاصد وہ جو پوچھے ہمین کیا کرتے ہین | جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہین

اس شعر کو اسیر نے اپنا یون کر لیا ہے۔

وہ جو پوچھے ہمین کیا کرتے ہین | کہیو قاصد کہ دعا کرتے ہین

اور مرزا دبیر نے یون لکھا ہے۔

آقا جو مرا پوچھے کہ کیا کرتے ہین | کہیو کہ شتاب آؤ دعا کرتے ہین

اسی قبیل سے ہی۔

میر ضمیر

پہچانتے ہو کس کی مرے سر پہ ہی دستار | دیکھو تو عبا کس کی ہی کاندھے پہ نمودار
یہ کس کی زرہ کس کی سپر کس کی ہی تلوار | مین جس پہ سوار آیا ہون کس کا ہی یہ رہوار

باندھا ہے کمر مین جسے یہ کس کی ردا ہی
کیا فاطمہ زہرا نے نہین اس کو سیا ہی

میر انیس

بزمین کس کا ہے یہ چار آئینہ بجوہردار — کس کارہوار یہ ہے آج میں جس پہ ہوں سوار

کس کا یہ خود ہے یہ تیغ دو سر کس کی ہے
کس جری کی یہ کمان ہے یہ سپر کس کی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

محمد یار بیگ

شاخ کو کوئی ہلادے تو ثمر جھڑتے ہیں — اپنی ہر جنبش مژگاں سے گہر جھڑتے ہیں

سعادت یار خان رنگین

یوں سر شک مژہ اب شام و سحر جھڑتے ہیں — شاخ پر میوہ سے جس طرح ثمر جھڑتے ہیں

اسی قبیل سے ہے۔

عشرت

کبھی تھی اُسکو یاں تک ناتوانی — کہ موے سر سے بھی تھی سرگرانی

آتش

اس قدر ہمیں ناتوانی ہے — موے سر تک بھی سرگرانی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

اوباش

دل و دیدہ اپنے جو یار تھے سو وہ درد و غم میں پھنسا گئے — ہمیں جن سے چشم اُمید تھی وہی آنکھ ہمسے چُرا گئے

سید حسین شاہ افزون

چشم اُمید جن سے رکھتے تھے — وہی آنکھیں چُرا گئے ہم سے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

اے بتو اس قدر جفا ہم پر — عاقبت بندۂ خدا ہیں ہم

جرأت

ٹک تو کر رحم اے بُتِ بے رحم — آخر ش بندۂ خدا ہیں ہم

گویا

شاہ جہان بیگم شیرین

نہ کرو ہم پہ اتنی جور و جفا | اے صنم بندۂ خدا ہین ہم

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ وزیر

دست نازک کی نزاکت جو سپر نے دیکھی | ایسی سمٹی کہ ہتیلی کا بنی تل قاتل

مرزا دبیر

جوڑے ہوے ہاتھونکو ادب سے ہی جلاجل | سمٹی سپر ایسی کہ ہتیلی کا بنی تل

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ محمد ناصر عندلیب

تھا بندھا جس مین نامہ دلبر کا | وہی پر گر پڑا کبوتر کا

میر محمد تقی میر

قسمت کی خوبی دیکھو کبوتر کا گر پڑا | وہ پر کہ جس مین ہمارا نامہ بندھا ہوا

داغ

واے ناکامی کہ جس مین ہمنے باندھا خط شوق | وہ ہی مرغ نامہ بر کا ٹوٹ کر شہپر گرا

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

کہا اُس بت سے جو مرتا ہے مومن | کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

وزیر

کہون جب مین کہ بے تیرے ہون مرتا | تو کہتا ہے وہ بت مرضی خدا کی

اسی قبیل سے ہے۔

وزیر

خواب مین تجھ سے ہم کنارہ رہا | عین غفلت مین ہوشیار رہا

گویا

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

عبث کرتا ہی تسے تو خیال یار کا شکوہ | جو بھولے آپکو اید لُ اُسے پھر یاد کیا کیجے

بحر

غم عبث شادی عبث نالہ و فریاد عبث | بھولے جو آپکو اُس شخص کی پھر یاد عبث

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

ہم نکالینگے سُن اے موج ہوا بل تیرا | اُسکی زلفوں کے اگر بال پریشان ہونگے

حافظ الٰہی بخش شائق

سُن لے اے بادصبا اور پریشان ہوگی | زلف جانان کا اگر بال بھی بالکا ہوگا

اسی قبیل سے ہے۔

سراج

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا | مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہین سو ہری ہی

فطرت

نہ سوکھی شاخ غم الحمد للہ | جسے کہتے ہین دل اب تک ہری ہی

شاہ نیاز احمد

چلی باد گرم فراق ہی جلا سب وجود نیاز کا | مگر ایک عشق کی کشت غم جسے دل کہین سو ہری ہی

اسی قبیل سے ہی۔

وصفی

پاے بوسی آپ کی کس دن ہوئی مجھکو نصیب | وصل مین بھی سُرخ رو اے گل حنا تھی مین نہ تھا

شیرین

سُرخ رو ہونیکے قابل کیا حنا تھی مین نہ تھا | آپکے قدمون کے نیچے اسکو جا تھی مین نہ تھا

اسی قبیل سے ہے۔

محمد حسن کلیم دہلوی

چھپا ہے آمرے چشم پر آب مین دریا | کسی نے دیکھا ہی اشک حباب مین دریا

مفتی صدر الدین خان آزردہ

نہ دیکھا ہو جو کسی نے حباب میں دریا — وہ دیکھ لے مری چشم پر آب میں دریا

فطرت

ازل سے بند ہی چشم پر آب میں دریا — عجب یہ ہے کہ بھرا ہے حباب میں دریا

اسی قبیل سے ہے۔

غالب

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے — تمھین بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

نثار علی خان نثار

مجھ سے کہتے ہین وہ کہ تو کیا ہے — کوئی پوچھے یہ گفتگو کیا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ درد

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے — وہان پہونچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

قصۂ شاہ روم

خدا کو یاد کر اے پتلہ خاک — بنایا جس نے تجھکو ایسا چالاک
بغیر از پر تجھے ایسا اڑایا — فرشتون نے بھی وہ رتبہ نہ پایا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

بوے کباب سوختہ آئی دماغ مین — شاید جگر کو آتش غم نے جلا دیا

ظفر

خدا جانے کیا کیا حال دل کا آتش غم نے — کہ ہے بوے کباب سوختہ ہر آہ سوزانین

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

کیونکہ بستر پہ کرے پانون وہ رنجور دراز — جسکو خود رفتگی بھی ہو سفر دور و دراز

عبد الواحد خان مسکین

کیون نہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو اُس رنجور کا — جسکو از خود رفتگی بھی اک سفر ہی دور کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

ہاے اُس سے خدا جُدا نہ کرے | دور اُس سے جیون خدا نہ کرے

حسرت

مجھکو تجھ سے خدا جُدا نہ کرے | مین ہون تجھ سے جُدا خدا نہ کرے

اسی قبیل سے ہے۔

میر حسن

الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا | یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا

گلزار نسیم

کیون جی یہ اکیلے شب کو جانا | اوپر اوپر مزے اُڑانا +

تیسری قسم سرقے کی سلخ اور المام ہی یعنی پرائے مضمون و مطلب کو اور الفاظ مین باندھنا اُسکے الفاظ چھوڑ دینا۔ جیسے

شیفتہ

کس لیے لُطف کی باتین ہین پھر | کیا کوئی اور ستم یاد آیا +

نسیم دہلوی

مقرر بلا آنے والی ہے کوئی | نہین بے سبب مہربانی تمھاری

اسی قبیل سے ہے۔

بادشاہ

گلستان مین جاکر ہر اک گل کو دیکھا | نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے

شیرین

جہان مین پھرا مین بشکل صبا | کسی گُل مین بُو تیری پاتا نہین

اسی قبیل سے ہے۔

میر

گلہ مین جس سے کرون تیری بے وفائی کا
جہان مین نام نہ لے پھر وہ آشنائی کا +

سودا

گلہ لکھون مین اگر تیری بے وفائی کا | لہو مین غرق سفینہ ہو آشنائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

رات ساری تو کٹی سنتے پریشان گوئی | میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

سودا

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات | اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہین مر بھی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

صبح گذری شام ہونے آئی میر | تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا

اوج خلف مرزا دبیر

چونکا تو نہ ابتک اوج سوتے سوتے | دن ڈھلگیا اور رات ہونے آئی

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہے عجب | مشک سودہ کرے ہر زخم پہ کار مرہم

امیر

اشیائے جہان سے جو کرین دفع ضرر وہ | زخمون کے لیے مشک مین مرہم کی ہو تاثیر

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

یہ ناتوان ہون کہ ہون اور نظر نہین آتا | مرا بھی حال ہوا ہے تری کمر کا سا

آتش

نزار ہون ایسا کسی کو مین نظر نہین آتا | عشق مین گھل کر کمر کا یار کی سو ہو گیا

نواب کلب علی خان

کاہش غم سے ہجر مین نواب | کہین تیری کمر نہ ہو جائے

حسن مرزا قصد

اس قدر زار ہو رہا ہون مین | کمر یار ہو رہا ہون مین

نجم الدین احمد نجم

کیا ہے ضعف نے پنہان نظر سے | کمر سا مین ہوا عشق کمر سے

اسی قبیل سے ہے۔

مسکین

گل چمن مین مین جو نعت مصطفے کہنے لگا | پھول ہر غنچہ دہن صل علے کہنے لگا

لطف علیخان لطف بریلوی

باغ مین جا کر پڑھا جب روح احمد پر درود | کھل گئے غنچون کے منھ صل علی کے واسطے

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

کب وہ صیاد اسیرون کی خبر لیتا ہے | اور جو لیتا ہی تو مقراض سے پر لیتا ہے

مہر

اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہین | کسی کو ذبح کرتے ہین کسی کے پر کترتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

فرحت علی امید

چھو جولی ہی زلف بے پیر اسکی اپنے ہاتھ سے | ڈالی اپنے پانون مین زنجیر اپنے ہاتھ سے

دیاناتھ جوہر

زلف چھو کر اُس بت کافر کی قیدی ہم ہوے | پائے دل مین پڑ گئی زنجیر اپنے ہاتھ سے

اسی قبیل سے ہے۔

انشا

کیا ہنسی آتی ہے مجھکو حضرت انسان پر | فعل بد تو اُنسے ہو لعنت کرین شیطان پر

ظفر

شیطنت سے کرے انسان تو سب کام خراب | کیا تماشا ہے کہ شیطان کا ہو نام خراب

اسی قبیل سے ہے۔

میر تقی

کاسۂ چشم لیکے جون نرگس ۔۔۔ ہمنے دیدار کی گدائی کی ۔۔

آتش

آنکھین نہین ہین چہرے پہ تیرے فقیر کے ۔۔۔ دو ٹھیکرے ہین بھیک کے دیدار کے لیے

اسی قبیل سے ہے۔

سوز

جنکے نامے پہونچتے ہین تجھ تک ۔۔۔ کاش اُن کا مین نامہ بر ہوتا۔

جرأت

جنھون کے نامے پہونچتے ہین یار تک دن رات ۔۔۔ اُنھین کا کاشکے جرأت بھی نامہ بر ہوتا

اسی قبیل سے ہے۔

ذکی

کیسا کمال ہے کہ ستارے ہین بدر مین ۔۔۔ افشان چُنی ہوئی یہ تمھاری جبین نہین

شرم

تمنے افشان جو چنی چاند سی پیشانی پر ۔۔۔ ہوگئے چہرۂ مہتاب پہ اختر پیدا

رند

مین بھی تو دیکھون چاند مین تارے جڑے ہوئے ۔۔۔ افشان چھڑک کے یار دکھا دے جبین مجھے

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

بند آنکھین کیے رہتا ہون پڑا ۔۔۔ خواب مین آئے نظر تا کوئی

آتش

رات بھر آنکھون کو اس اُمید پر رکھتا ہون بند ۔۔۔ خواب مین شاید کہ دیکھون طالع بیدار کو

اسی قبیل سے ہے۔

بُدھ سنگھ قلندر

زُلف مین چہرے کا کچھ اور ہی ہوتا ہے فروغ ۔۔۔ رکھے ہے روشنی شمع شب تار سے کام

ناسخ

پڑتی ہی روشن دلونکو تیرہ جانون سے غرض
جس طرح ہی شمع کو حاجت شب دیجور کی

اسی قبیل سے ہے۔

کمال

بل جو رخسار دنپہ کھاتے ہین یہ دلبر گیسو
قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو

آفاق

خوب بل کھاتے ہین رخ پر ترے دلبر گیسو
ہی یقین پیچ کوئی ڈالین گے ہم پر گیسو

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

نہین شایان زیب گنبد دستار کچھ زاہد
مگر مسواک ہی اُسپر کلس ہووے اگر ہووے

ناسخ

دیکھیو ناسخ سر شیخ مسم کی طرف
کیا کلس مسواک کا ہے گنبد دستار پر

اسی قبیل سے ہے۔

آتش

واہ ری شانے کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا
پنجۂ شل سے کھلینگے عقدہ ہاے موے دوست

فہیم

زنجیر توڑی پنجۂ شل نے غضب کیا
لٹکانے سے اُس پری کی ہوئی تار تار زلف

اسی قبیل سے ہے۔

اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین تو تل ہی خال سیاہ
بجا ہی تل شکری کا گمان ہونٹون پر

صفا

شکر و تل نظر آتے ہین لب خال سیاہ
اُنکے ہم ذائقہ ہو تل شکری کا کیا منھ

اسی قبیل سے ہے۔

رند

گمان زلف سے نظارۂ سنبل نہین کرتے
ہمین کاٹا ہی جب سے سانپ نے رسی سے ڈرتے ہین

اشفاعت

دھوکے میں گیسو دن کے سنبل سے کانپتا ہون	جس طرح سانپ کا ٹاڈر تار ہے رسن سے

اسی قبیل سے ہے۔

دبیر

اب مطلب ہمزہ ہمین ذاکر یہ سنائے	حمزہ کی سیر پشت پہ مولا تھے لگائے

امیر

ہی سپر پشت مبارک پہ کہ حمزہ کی سپر	ذوالفقار اسد اللہ کہ شمشیر دودم

اسی قبیل سے ہے۔

میر

شاید اُس سادہ نے رکھا ہے خط	کہ ہمین متصل لکھا ہے خط

میر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جبتک تو ہملو بھی جواب صاف تھا	ابتو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

مثل ہاروت اسیر چہ بابل ہووے	دل مگر زہرہ جبینون پہ نہ مائل ہووے

سردار حسین سعید

عجب کیا ہی اگر مین بھی اسیر چاہ بابل ہون	کسی زہرہ شمائل کی ذقن پر لسٹے مائل ہون

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

پستان نمو ہین قد موزون یار مین	یہ کونسا ہے سرو کہ جس مین ثمر لگے

میر نصاحب یقین

چھاتیون کا ہی نہال قد گلرو مین اُبھار	سرو مین بھی نظر آتی ہی ثمر کی صورت

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا	تو آب و دانہ کو لیکر گہر نہو پیدا

نجیم

عدم سے جانب ہستی جو مین روانہ ہوا	تگرگ وار مرے ساتھ آب وروانہ ہوا

پچھلے شاعر نے گہر کی جگہ تگرگ بدل دیا ہے۔

مرزا کامل بیگ کامل

مژگان سے گرنے دل برو کرے ہی ٹکڑے کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی	یہ بات مین نے کہکر جب اُس سے داد چاہی تلوار پھیر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

خوش وقت رائے شادان

جب تلک ہو کام مژگان سے تو ابر دست چڑھا	تیر کے ہوتے کوئی کھینچے بھی ہے تلوار کو

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین	تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

انشا

یان تلک تو ہے ترا عالم تیر اندازی طائر قبلہ نما پر بھی اگر کیجے خیال	کہ تجھے کہتے ہین اُستاد عرب اور عجم تو وہ بھی تڑپے ہے گھر اپنے مین اور توڑے ہے دم

ذوق

تیر ناوک کو ترے دیکھ کے ہی لوٹ رہا	طائر قبلہ نما خاک کرے گا طیران

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

صنم سنتے ہین تیری بھی کمر ہے	کہان ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

اسعد

ہے جسم مین تمھارے مری جان اگر کمر	دکھلاؤ کیسی ہے اور ہے کدھر کمر

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کیا کہیے کہ خوبان نے اب ہم مین ہے کیا رکھا
ان چشم سیاہون نے بہتون کو سُلا رکھا

امیر مینائی

وہ سُرمہ بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جادو ہیں | کتنوں کو لگا رکھا کتنوں کو سُلا رکھا

اسی قبیل سے ہے۔

مہر

ترے سینے سے تو نسبت برابر کی ہی سینے کو | دہان جوبن اُبھرتا ہی یہان چھالے اُبھرتے ہین

امداد

دہان سینے پہ وہ اُبھرے یہان دل مین یہ اُبھرے ہین | ہمارے داغ ملتے ہین تمھارے اُبھرے جوبن سے

اسی قبیل سے ہے۔

شاہ حاتم

ہجر کی زندگی سے مرگ بھلی | کہ جہان سب کہین وصال ہوا

نعیم

کہتے ہین مرگ کو وصال نعیم | نہ ہوا وصل ہم نے مر دیکھا

گویا

مرنے کو بھی لوگ کہتے ہین وصال | یہ اگر سچ ہے تو مر جاتے ہین ہم

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

خط جو ہم کر چکے تحریر تو پہونچانے کو | آشیانون سے نکل آئے کبوتر باہر

نواب کلب علیخان

نامہ یہ کس کو لکھا ہے جو کبوتر سیکڑون | میرے آگے بیٹھے ہین تشاق پر کھولے ہوے

اسی قبیل سے ہے۔

تسکین

اب یہ حالت ہے کہ اُن سا بیدرد | میرے بچنے کی دعا مانگے ہے

نواب

ابتو یہ شکل ہے کہ اُن کو بھی | حال پر میرے رقت آتی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ظفر

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط | رونے مین کب ابر و چشم پرنم ایک ہی طور کے ہین

نظیر

مری اس چشم تر سے ابر باران کو ہے کیا نسبت | اگر وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل ہے برساتی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

پیام اُس گل کو اُسکے ہاتھ دیتے | سبک پائی نہ ہوتی گر صبا مین

مذاق

مین اُس گل کو پیغام دیتا ہزارون | ہوا ہو گئی پر صبا کہتے کہتے

اسی قبیل سے ہے۔

افضل

آئے ہین اُسکی کمر تک تو لٹک کر گیسو | طرف راہ عدم ہین مجھے رہبر گیسو

نواب

زلف پہونچے گی تری تا بکمر کون سے روز | آئے گی راہ عدم پیش نظر کون سے روز

اسی قبیل سے ہے۔

نادر

نفی و اثبات دہن مین گو کہ قیل و قال ہے | گالیون کا دینا لیکن ناطق استدلال ہے

عاقل

دیتے ہو گالیان یہی کافی ثبوت ہے | بتو دہن کے ہونے مین حجت نہین رہی

اسی قبیل سے ہے۔

امیر

چوٹی مین نقرئی موباف عجب پیارا ہے | دامن شب سے گریبان سحر ٹانکا ہے

رسا

نقرئی موباف کاکل مین نہین | صبح روشن ہے گریبان گیر شب

اسی قبیل سے ہے۔

طوطارام شایان

جعد مشکیں میں نہیں موباف زر ہے　　گر پڑی بجلی شب دیجور میں ہے

مفتون

دیکھکر موباف زریں اسکے مفتوں جعد میں　　خلق کہتی ہے پڑی بجلی شب دیجور میں

اسی قبیل سے ہے۔

مہدی علی زکی مرادآبادی

دل مجھ سے رہا جدا ہمیشہ　　گویا وہ ضمیر منفصل ہے

مولوی سید محمد صدیق حسن خان نواب تخلص

دل مانند من جدا ہمیشہ　　گوئی کہ ضمیر منفصل ہست

اسی قبیل سے ہے۔

شیخ علی حزیں

نگہ از گوشہ چشمش چناں مستانہ مے آید　　کہ ترسا زادۂ بدست از میخانہ مے آید

ذوق

یوں نگہ نکلے ہے چشم یار سے　　مست جیسے خانۂ خمار سے

اسی قبیل سے ہے۔

مثنوی پدماوت مؤلفہ عبرت

نزاکت سے شکم میں بچہ اُس کا　　نظر آوے تھا جوں مینا میں صہبا

غالب

چوں صورت آئینہ ز افراط لطافت　　آید بنظر بچۂ اداز شکم او

اسی قبیل سے ہے۔

انندرام مخلص

ندہد گر الم جدائی ہا　　چیز خوبے است آشنائی ہا

میر

طریق خوب ہے آپس میں آشنائی کا　　نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

صائب

بہار عمر ملاقات دوستداران است | چہ حظ برد خضر از عمر جاودان تنہا

تہا یچند لاہوری

ہمیں عزیزوں ہی کی صحبت سے تو جینے کی بہار | ورنہ کیا فائدہ ہے خضر سا تنہا رہنا

افضل علیخان افضل

حضرت خضر بنے رہ کے جو تنہا کیا لطف | زندگی وہ ہے جو ہو جائے بسر یاروں میں

قلق

ہم جو یاروں میں نہ بیٹھیں تو ہمیں صبر نہ آئے | حضرت خضر کو کیا زیست کی لذت ہوگی

شیخ امام علی سحر

بے لطف بسر کرتے ہیں یہ خضر و مسیحا | کچھ لطف نہیں زیست کا بے صحبت احباب

اسی قبیل سے ہے یہ شعر سعدی کا ہے۔

دوستان منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم | باید اول بتو گفتن کہ چنین خوب چرائی

خواجہ احسان اللہ بیان دہلوی

یہ لوگ منع جو کرتے ہیں عشق میں مجھکو | انھوں نے یار کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا

میر

چاہنے کا ہم پہ یہ خوباں جو دھرتے ہیں گناہ | ان سے بھی پوچھو کوئی تم اتنے کیوں پیارے ہوئے

اسی قبیل سے ہے۔

شیخ فریدالدین عطار

حمد بیحد مر خدائے پاک را | آنکہ ایمان داد مشت خاک را

علام امام شہید

حمد بیحد اس خدائے پاک کو | نور ایمان جسنے بخشا خاک کو

اسی قبیل سے ہے۔

سراج الدین علیخان آرزو

شیخ ز تاریخ جہان آگہ سم — کعبۂ تو کہنہ صنم خانہ ایست

سودا

اپنے کعبے کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر — از روے تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہین

ولہ

تواریخ جہان سے شیخ جی ہم خوب ہین آگاہ — اَرے کعبہ اگر مجھے ہو جو تھا دیر اون مجھو

امیر احمد مینائیؒ

دیر کی تحقیر کرا تنی نہ اے شیخ حرم — آج کعبہ بن گیا کل تک یہی تبخانہ تھا

اسی قبیل سے ہے۔

حاجی محمد گیلانی

از گداز شمع باشد شعلہ را پایندگی — میکند از پہلوے مظلوم ظالم زندگی

سودا

جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن — تو خار و خس نہ کرین شعلے کو کبھو برپا

اسی قبیل سے ہے۔

انوری

تا عشق تو در سینہ مکان کرد کرا جا — کس دید در آفاق بیک شہر دو را جا

قلندر

دل مین خیال ایک ہی دلبر کا خوب ہے — اُجڑے ہی ملک آوے ہی جب شاہ دوسرا

اسی قبیل سے ہے۔

لا احد

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ اے یارم توئی — ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی

درد

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ
بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

اسی قبیل سے ہے۔

بوعلی سینا

کردم ہمہ مشکلات عالم راحل
ہر بند کشودہ شد مگر بند اجل

میر انیس

عقدے سب حل ہوئے مگر آہ انیس
یہ بند اجل کسی سے کھولا نہ گیا

اسی قبیل سے ہے۔

غنی

گشت چون رشتۂ عمرم کوتاہ
معنی سال گرہ فہمیدم

انیس

جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا
یان اور گرہ سے اک برس جاتا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

کاتبی

بودیم ہمچو نافہ ہمہ عمر در ختا
موے سفید بین و درون سیاہ را

انیس

نافے کی طرح عمر ختا مین گذری
بالون پہ سفیدی ہے سیاہی دل مین

اسی قبیل سے ہے۔

نظامی

سنان بر سنان رستہ چون نوک خار
سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار

انیس

ہر سمت تھی سنان پہ سنان مثل خارزار
ہر صف مین تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

چو نفی نفی اثبات ست از مردن نمی ترسم
بقاے من چو شمع کشتہ باشد در فناے من

انیس

خود پیام زندگی لائی قضا میرے لیے
شمع کشتہ ہون فنا مین ہے بقا میرے لیے

اسی قبیل سے ہے۔

مخلص کاشی

در فراق تو چه بلائے ئبت محبوب کنم | صبر ایوب کنم گریۂ یعقوب کنم

شرف الدین مضمون

ہم نے کیا کیا نہ ترے عشق میں محبوب کیا | صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا

اسی قبیل سے ہے۔

بیدل

مستی آلودہ بر لب رنگ پان ست | تماشا کن تہ آتش دخان ست

ناسخ

مستی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے | تماشا ہے تہ آتش دھوان ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ناصر علی

گویند کہ شب بر سر بیمار گران ست | گر سرمۂ چشم تو گران ست ازان ست

ناسخ

ناتوانی سے گران ہی سرمۂ چشم یار کو | جس طرح ہو رات بھاری مردم بیمار کو

اسی قبیل سے ہے۔

لاجد

بروز بیکسی کس نیست غیر از سایہ یار من | اگر انہم ندارد طاقت شبہاے تار من

ناسخ

سیہ بختی مین کوئی کب کسی کا ساتھ دیتا ہی | کہ تاریکی مین سایہ بھی جدا ہوتا ہی انسان سے

اسی قبیل سے ہے۔

صائب

خود شمار گنہ را کہ گناہے ست بزرگ | اگندے کرد ز فردوس برون آدم را

ہادی

گنہ کو مت گنو چھوٹا کہ جنت کے مدارج سے | گیہون چھوٹے سے دانے نے کیا برباد آدم کو

اسی قبیل سے ہے۔

قتیل

مارا بغمزہ کشت وقضا را بہانہ ساخت | خود سوے ماندید وحیا را بہانہ ساخت

اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون مرزا رحیم الدین حیا کے شعر کے پہلے مصرع مین اور دوسرے مصرع کا مضمون روشن شاہ روشن کے شعر کے پہلے مصرع مین بندھا ہے۔

حیا

ادا سے جان لیتے ہین اجل کا نام کرتے ہین | وہ اپنے سر کی یہ تہمت پرائے سر پہ دھرتے ہین

روشن

دیکھ کے مجھکو مُنہ کو چھپایا اور حیا کا نام کیا | واہ ری تیری دانشمندی اس مین بھی اک کام کیا

اسی قبیل سے ہے۔

قدسی

آلودہ ز قطرات عرق دیدہ جبین را | اختر ز فلک می نگرد روے زمین را

سودا

آلودہ قطرات عرق دیکھ جبین کو | اختر پڑے جھانکین ہین فلک پر سے زمین کو

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

بہار بے سپر جام یار مے گذرد | نسیم ہمچو خدنگ از کنار مے گذرد

سودا

بہار بے سپر جام یار گذرے ہے | نسیم تیر سی چھاتی کے پار گذرے ہے

فائدہ مرزا رفیع سودا سے اور فدوی و میر ضاحک مولوی ندرت کشمیری وغیرہ سے رنجش تھی اور سودا ان لوگون کی ہجو بہت کیا کرتے تھے اس لیے یہ لوگ اُن سے عداوت رکھتے تھے اور چند مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ جب کوئی غزل یا شعر تازہ مضمون کا سودا نے کہا اور ان تک پہونچا اُنھون نے اُسی مضمون کی غزل یا شعر فارسی زبان مین تیار کر کے مشتہر کر دیا اور کہدیا کہ سودا نے چوری کی ہے اصل شعر فارسی کا تھا پس اصل مین چور وہ لوگ تھے نہ مرزا رفیع سودا اور جہان کہین سودا کے شعر کے مضامین کسی ایسے فارسی شعر مین جسکا شاعر اُنکے زمانے سے سابق نہو یا شاعر کا نام نہ معلوم ہو پائے جائین وہ شعر بلا شبہہ مخالفین کا ہوگا۔

بیان سرقۂ غیر ظاہر

سرقۂ غیر ظاہر اسے کہتے ہین کہ اگر دو شاعرون کے شعر کسی عاقل کو سُنائے جائین تو وہ اُنکے سُننے کے بعد اس بات کا حکم کرنے مین کہ ایک کی اصل دوسرا ہے تامل و غور کی طرف محتاج ہو اگرچہ سرقۂ غیر ظاہر مین بھی پہلے شاعر کے منی دوسرا شاعر لیتا ہے لیکن اس مین یہ بات مخفی ہوتی ہے کہ دوسرے نے پہلے سے منے لیے ہین بخلاف سرقۂ ظاہر کے کہ اس مین یہ امر خوب ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے منی سے دوسرے منے لیے گئے ہین اور اسکی پانچ قسمین ہین۔

ایک قسم یہ ہی کہ کوئی شاعر ایسا شعر لکھے کہ اس کا مضمون دوسرے شاعر کے شعر سے بہت مشابہت رکھتا ہو اور شاعر ماہر وہ ہی کہ مشابہت کے اخفا مین کوشش کرے اس طرح کہ شعر کی زمین بدل دے اور مضمون بھی بدل دے اس طرح کہ اگر پہلے کا شعر مدح مین ہو تو ہجو مین لکھے اور اگر پہلے کا شعر مرثیے مین ہو تو تہنیت کے موقع پر لائے۔

میر

کفر کچھ چاہیے اسلام کی رونق کے لیے | حُسن زنّار ہے تسبیح سُلیمانی کا

سودا

ہوا جب کفر ثابت ہی وہ تمغاے مسلمانی | نہ ٹوٹی شیخ سے زنّار تسبیح سُلیمانی

اسی قبیل سے ہے۔

میر تقی

بھی لاگ اُسکی تیغ کو ہم سے سو عشق نے | میدان معرکہ مین گلے سے ملا دیا

دبیر

کشتون سے بیابان بلا پاٹ رہی تھی | مل مل کے لعینون کے گلے کاٹ رہی تھی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کعبے مین جان بلب تھے ہم دُوری بُتان سے | آئے ہین پھر کے یار وا اب کے خدا کے ہان سے

ذوق

گرا بکے پھرے جیتے وہ کعبے کے سفر سے | تو جانون پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

۵

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی ۔ بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر پائیں

حالی

زہر سقراط سے ناصح کو پلا دیتے ہیں ۔ اور یوسف سے برادر کو دغا دیتے ہیں

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا ۔ دل ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا

جرأت

پاس جا بیٹھا جو میں کل اک ترے ہمنام کے ۔ رہگیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

کیا اعتبار ہستی ناپائدار کا ۔ چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

غالب

اک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غالب ۔ گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک

اسی قبیل سے ہے۔

شرم

دنیا میں تیرے عارض گلگوں کو دیکھکر ۔ جام حباب ہوگا کٹورا گلاب کا

ناسخ

معطر اسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا ۔ حباب بحر ہر اک شیشۂ گلاب ہوا

اسی قبیل سے ہے۔

اسیر

دست رنگیں سے خون بہا میرا ۔ یہی کافی ہے خونبہا میرا

میر بہادر علی محبت

اگر حنا ترے ہاتھوں سے خون بہا دل کا ۔ تو لونگا دست نگاریں سے خونبہا دل کا

اسی قبیل سے ہے۔

امیر کلو عرش

آسیا کہتی ہی ہر صبح بآواز بلند	رزق سے بھرتا ہی رزاق دہن پتھر کے

وزیر

منہ جس نے دیا وہ رزق دے گا	گویا یہ دہان آسیا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

اے ابر قسم ہی تجھے رونے کی ہمارے
ٹپکا ترے آنکھوں سے کبھی لخت جگر بھی؟

ظفر

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط	رونے مین کب ابر وچشم پرنم ایکسے ہی طور کے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

ممنون

تفاوت قامت یار اور قیامت مین ہی کیا ممنون	وہی فتنہ ہی لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے

غالب

ترے فتنہ قامت سے اک قدِ آدم	قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

ہ

ابروے جانان مین اور کعبے مین ظاہر ہی یہ فرق	یہ خدا کی ہی بنا بندے کی وہ تعمیر ہے

ظفر

دل و مسجد ہین دونون گھر خدا کے فرق پر یہ ہے	کہ وہ تعمیر اُسکے ہاتھونکی یہ تعمیر اپنے ہاتھونکی

اسی قبیل سے ہے۔

ولہ

ہو جائے ہی برا بھی بھلا وقت احتیاج
مردار ہے حلال ہوا تین دن کے بعد

امیر

مجھکو زاہد نہین شراب حرام ‏| تیسرے دن میسّر آئی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

؎

دُنیا کے جو مزے ہین ہرگز یہ کم نہونگے ‏| چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہ ہونگے

مولوی محمد اسمٰعیل

ہی اس انجمن مین یکسان عدم و وجود میرا ‏| کہ جو مین یہان نہوتا یہی کاروبار ہوتا

سودا کا شعر ہے۔

؎

پہلے ہی آشیان مین باز کے بچہ کبوتر کا ‏| شبان نے گرگ کو گلے کی سونپی ہی نگہبانی

اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون قلق کے شعر کے دوسرے مصرع کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہی اور دوسرے مصرع کا مضمون مومن کے شعر کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہے۔

مومن

گرگ نے دور عدل مین اُس کے ‏| سیکھ لی راہ و رسم چوپانی

قلق

یہ عدالت سے ہے جہان معمور ‏| باز سیتا ہے بچۂ عصفور

دوسری قسم سرقۂ غیر ظاہر کی یہ ہی کہ ایک شاعر کی بیت مین ادعا عام ہو دوسرا اپنے شعر مین ادعا خاص کرے مثال اسکی۔

محمد یار خان امیر

ہائے سُرخی ترے رُخسار کی ہنگام عتاب ‏| جتنا بگڑے ہی تو اُتنا ہی سنور جاتا ہے

شہیدی

غصے مین نیا رنگ نکالے ہین پری رو ‏| جیون جیون یہ بگڑتے ہین سنور جاتے ہین کیسے

پہلے شعر مین خاص اپنے معشوق کے رخسار کا عتاب مین سُرخ ہو جانا اور جتنا اُسکا بگڑنا اُتنا ہی سنور جانا بیان کیا ہی اور دوسرے شعر مین یہ باتین عام معشوقون کے واسطے ثابت کی ہین داغ نے بھی اس مضمون کو باندھ لیا ہی اور اُنکے شعر مین ادعاے خاص ہے۔

داغ

غصے نے اور رنگ ترا شوخ کر دیا
اچھی بنی بگاڑ مین صورت عتاب کی

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ وزیر

ایک عالم نے جبہہ سائی کی
اے بتو تم نے بھی خدائی کی

نسیم دہلوی

جھکے زاہد سراپا اے صنم پر سجدہ کرنے کو
خدا کی شان بت کرنے لگے دعوے خدائی کا

پہلے شعر مین حکم سجدے کا عام ہے یعنے تمام عالم کا سجدہ کرنا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین خاص زاہدون کے سجدے کے لیے لکھا ہے۔ عاشق نے اس مضمون کو یون باندھا ہے

تماشا دیکھتا ہون مین تری قدرت نمائی کا
خدا کی شان دعوی ہے بتونکو بھی خدائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

ظفر

زلف یون روے عرق آلودہ پہ لہرائے ہے
صبح جون ناگن گلون پر چاٹنے اوس آئے ہے

وزیر

نہین ہے روے عرقناک پر وہ مشکین زلف
یہ اوس چاٹنے نکلا ہے ملک چین کا سانپ

پہلے شعر مین عموماً ہر ایک ناگن کے گلون کی اوس چاٹنے کے لیے خاص صبح کے وقت نکلنے کا ادعا ہے اور دوسرے شعر مین خاص ملک چین کے سانپ کا اوس کو چاٹنے کے لیے دعوی کیا ہے اور اسکے نکلنے کا وقت معین نہین کیا ہے اور نہ کسی خاص قسم کی اوس کا ذکر کیا ہے۔
شیخ عبد الرزاق شاد نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے۔

چھٹے ہوے عرق آلودہ رخ پہ گیسو ہین
کہ اوس چاٹنے نکلے ہین ماہتاب مین سانپ

اسی قبیل سے ہے۔

امیر خسرو

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف
بامید این کہ روزے بشکار خواہی آمد

میر

ہر سو سر تسلیم رکھے صید حرم ہین
وہ صید فگن تیغ بکف تا ادھر آوے

پہلے شعر مین مشتاق شکار ہونا عموماً تمام آہوان صحرائی کی نسبت بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین خاص حرم کے جانورون کی نسبت۔

تیسری قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ کسی خاص مضمون کو ایک خاص محل سے دوسرے محل مین نقل کرین یعنی وہ خاص مضمون ایک شاعر نے کسی اور موقع پر لکھا تھا دوسرا اُسکو کسی اور موقع پر لائے مثال یہ قول دبیر کا ع

آنکھون مین پھرے اور نہ مردم کو خبر ہو

انیس

آنکھون مین یون پھرے کہ مژہ کو خبر نہو

اول مصرع مین خبر نہونے کی نسبت مردم دیدہ کیطرف ہے اور دوسرے مین مژہ کی طرف۔

میر تقی

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا	جمال یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا

حیدری

برابری کا تری گل نے جب خیال کیا	صبا نے مار طپانچہ منھ اُس کا لال کیا

حیدری کے شعر مین صبا کے طپانچہ مارنے سے گل کا منھ لال ہونا بیان کیا اور میر کے شعر مین جمال یار کے شرمندہ کرنے سے گل کا لال ہو جانا بیان کیا ہے پس منھ کے سرخ کر دینے کے معنے کو جمال یار سے لے کر صبا کی طرف منتقل کر دیا میر سوز نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

دعوے کیا تھا گل نے اس رُخ سے رنگ و بو کا	مارین صبا نے دھولین شبنم نے منھ پہ تھو کا

اس قبیل سے ہے۔

سو

علی کا نام بھی نام خدا کیا راحت جان ہے	عصائے پیر ہے تیغ جوان ہے حرز طفلان ہے

ذوق

نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے	عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لیے

پہلے شعر مین بیان کیا گیا ہے کہ علی کا نام بڑھے کے لیے عصا ہے اور جوان کے لیے تلوار ہے اور دوسرے شعر مین ان اُمور کو راستی کی طرف نسبت کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

مداح خال روے بتان ہون مجھے خدا
بخشے تو کیا عجب کہ وہ نکتہ نواز ہے

مذاق بدایونی

عشق خال بتان سے ہوگی نجات
کیونکہ نکتہ نواز ہے اللہ

اسی قبیل سے ہے۔

مجرات

مشاطہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی
لب بند ہوے سبکے کچھ منھ سے نہ بات آئی

ایاز محمد خان ایاز

گلشن مین صبا لیکر جب گل کی نبات آئی
غنچے کے ہوے لب بند کچھ منھ سے نہ بات آئی

پہلے شعر مین معشوق کی نبات کا لانا مشاطہ کی طرف منسوب کیا ہے اور لب بند ہونے کی نسبت آدمیون کی طرف کی ہے اور دوسرے شعر مین گل کی نبات کا لانا صبا کی طرف منسوب کیا ہے اور لب بند ہونے کی نسبت غنچے کی طرف کی ہے۔

غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی کا بیٹا محمد سلطان جب لاہور کے باہر راوی کے کنارے ترکان تاتاری کی لڑائی مین مارا گیا تو امیر خسرو نے اُس کا مرثیہ ترکیب بند مین لکھا ہے اُس مین کہتے ہین۔

بسکہ آب چشم خلقے شد روان در چار سو
پنج آبے دیگر اندر مولتان آمد پدید

شیخ ناسخ نے الہ آباد مین بیٹھکر اُس مین سے یہ مضمون تراشا

ایک تربینی ہے دو آنکھین مری
اب الہ آباد بھی پنجاب ہے

اول شعر مین مولتان کا آنسوؤن کی کثرت کی وجہ سے پنجاب ہوجانا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین الہ آباد کا چونکہ اُس ملک مین پانچ دریا ہین ستلج بیاس راوی جہلم چناب اِس لیے اس ملک کو پنجاب کہتے ہین بعض کہتے ہین کہ ناسخ کا مصرع یون ہے۔ ع

تین تربینی ہین دو آنکھین مری

تربینی یعنی تین بینی۔ گنگا جمنا سرستی۔ تربین کو کہتے ہین مگر چونکہ تربینی تینون دریاؤن کا متحدًا ایک نام ہوگیا ہے اِس لیے تین اُسکے اوپر لگانا مضائقہ نہین کلیات قدر کے دیباچے مین جو کچھ لکھا ہے اُس کا حاصل یہی ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

مین بھی تو دیکھون چاند مین تارے جڑے ہوے | رند | افشان چھڑک کے یار دکھاوے جبین مجھے

میر مہدی جنون شاگرد رشک

کسی نے تارے نہین دیکھے چاند مین ابتک | تمھارا چاند سا چہرہ ہے اور تارے گال

اول شعر مین چاند مین تارے جڑے ہونے کے ساتھ افشان چھڑکی ہوئی جبین کو تشبیہ دی ہے اور مضمون کو بطریق استفہام کے ادا کیا ہے اور دوسرے شعر مین چاند مین تارے ہونے کے مضمون کو چہرے اور گال کی تشبیہ مین باندھا ہے اور اول اُس ہئیت کے وجود کا انکار کر کے پھر چہرے اور گال کی تشبیہ سے ثبوت کو پہونچایا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

میر شمس الدین فقیر

خال اُس کی بیاض گردن کا | نقطۂ انتخاب ہے گویا

میر تقی

نقطۂ خال سے ترا ابرو | بیت اک انتخاب کی صورت

اسی قبیل سے ہے۔

میر

عجب صحبت ہے کیونکر صبح اپنی شام کریے اب | جہان تک آن بیٹھے ہم کہا آرام کریے اب

آتش

جب مین جلتا ہون تو مُنھ پھیر کے یون کہتے ہین | نیند آئی ہے ہمین آپ بھی آرام کرین۔

جرأت

رتبہ گل بازی کا دل کاش تو پاتا | ہاتھون سے جو گرتا تو وہ آنکھون سے اٹھاتا

ذوق

مرے زخمون مین پر کر دو نمک اب کیا بچاؤگے | گرے گا گر زمین پر یہ تو آنکھون سے اٹھاؤگے

اول شعر مین نسبت آنکھون سے اٹھانے کی گل بازی کی طرف ہے اور دوسرے مین نمک کی طرف۔

انشا

بوسے سے تو ہونٹے کیسے ہونٹ ہین نیلے	اللہ ری رنگت تری بہلہ ری نزاکت

محسن مؤلف سراپا سخن

غضب ہے آج تلک نیلگون ہین رہے گال	لیا تھا ہمنے تصور مین ایک دن بوسہ

پہلے شعر مین نیلے ہونے کی نسبت بوسے کے تصور سے ہونٹون کی طرف ہی اور دوسرے مین گالون کی طرف میر حسن نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

اگر اسپہ بوسے کا گذرے خیال	وہ رخسار نازک کہ ہوجائین لال

اور میر ہادی علی بیخود نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے۔

ابتو بوسے کا تصور بھی ہی بار عارض	نیلگون فرط نزاکت سے ہوا جاتا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

صمیم ساکن بلند شہر

اُس بت کو کیا رُلایا پتھر نچوڑ ڈالے	سوز دل و جگر نے آخر یہ جوڑ ڈالے

فرید احمد وفا

اشک اُسنے کیا نکالے پتھر نچوڑ ڈالے	پتھرا گئین جو آنکھین مل مل کے سوز غم نے

پہلے شعر مین رولانے کی نسبت معشوق کی ہے اور اُسی کے دل کو پتھر قرار دے کر نچوڑنے کی نسبت کی ہے اور دوسرے شعر مین عاشق کی طرف رونے کی نسبت کی ہی اور آنکھون کو پتھر قرار دے کر اُن کی طرف نچوڑنے کی نسبت کی ہی اور یہ مضمون دراصل انشا کے شعر سے اخذ کیا ہے۔

آنکھین پتھرا گئین اور تسپہ بھی ٹپکے آنسو
بلبے ہجران تری قدرت کہ نچوڑے پتھر

چوتھی قسم۔ سرقہ غیر ظاہری یہ ہے کہ ایک شاعر کا کلام دوسرے شاعر کے کلام کی ضد ہو جیسے

ع

کیا ہمنے بگاڑا تھا نسیم سحری کا	منھ ڈھانک دیا خواب مین اُس رشک پری کا

ع

ممنون ہون مین آج نسیم سحری کا	منھ کھول دیا خواب مین اُس رشک پری کا

اسی قبیل سے ہے۔

اختر

نہ دیکھی چشم ناز سے چھوٹی نہ دست آز سے
گنا کیے ہین بارہا یار کے کمر نہین

برق

اسنے چلتے ہوے آنکھون سے انھین دیکھا ہی
پھر یہ کیونکر نہ کہین لوگ کمر رکھتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

وزیر

یوسف جو کہا انھین تو بولے
کیا آپ نے مول لے لیا ہے

اسیر

پہونچا ہی اب تو حسن کا رتبہ یہان تلک
اکثر وہ بول اٹھتے ہین یوسف کے نام سے

خواجہ حیدر علی آتش نے اس مضمون کو یون باندھا ہی۔

کہے جو یوسف انھین کوئی تو یہ کہتے ہین
ہمین بھی سمجھے ہو تم بیچنے کے قابل کا

اسی قبیل سے ہے

انیس

شال بدر جو حاصل ہوا کمال مجھے
گھٹا گھٹا کے فلک نے کیا ہلال مجھے

سید عبدالوہاب وہاب

علی کی مہر سے ہے بدر کا کمال مجھے
مجال کیا جو بنائے فلک ہلال مجھے

اسی قبیل سے ہے۔

حافظ

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

ناسخ

اے دل زار نظر کوہ غم عشق سے تو
کہ ادا آخر ہے سبک در اوائل بھاری

اسی قبیل سے ہے۔

نشاط

نمود سبزہ خط کیا مزار آتشین پر ہو
زمین شور سے کسنے اگا دیکھا ہی سنبل کو

عزیز بریلوی

اُگا ہی سبزۂ خطِ رُخ پہ اُس کان ملاحت کے ۔ زمینِ شورِ سُنبل بر نیارد کون کہتا ہے

ثابت نے اس مضمون کو اسطرح باندھا ہے۔

نمک پروردہ رُخ پر سبزۂ خط ہا ۔ زمینِ شور مین سُنبل اُگا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

میر حسن

قسم مجھکو حضرت سُلیمان کی ۔ ہوئی دُشمن اب اُسکی مین جان کی

آتش

دُہائی ہے مجھکو سُلیمان کی ۔ کہ دشمن نہین مین تری جان کی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق مین ۔ ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین

نغیرہ

کاشکے دل سو بھی ہوتے عشق مین ۔ رفتہ رفتہ سب کو کھوتے عشق مین

اسی قبیل سے ہے۔

بقاء اللہ خان بقاؔ

ان آنکھون کا نت گریہ دستور ہے ۔ دوآبہ جہان مین یہ مشہور ہے

ولہ

سیلاب سے آنکھون کی رہتے ہین خراب اپنا ۔ اُکھڑے جو مرے دل کے بستے ہین دوآبے مین

میر

وے دن گئے کہ آنکھین دریا سے بہتیان تھین ۔ سوکھا پڑا ہے اب تو مدت سے یہ دوآبہ

بقاؔ نے تو اپنے شعرون مین کہا ہے کہ آنکھین ہمیشہ آنسو بہاتی رہتی ہین اور یہ دوآبہ ہمیشہ لبریز رہتا ہے اور میر نے بیان کیا ہے کہ آنکھین مدت سے آنسو نہین بہاتین یہ دوآبہ کبھی کا خشک پڑا ہے۔

اسی قبیل سے ہے

میر آتھی

تیز رکھنا سرِ ہر خار کو اے دشتِ جنون ۔ شاید آجائے کوئی آبلہ پا میر کے بعد

ظفر

خار صحرائے جنون یون ہی اگر تیز رہے | کوئی آئے گا نہین آبلہ پا میرے بعد

اسی قبیل سے ہے۔

میر

ایک محروم چلے میر ہمین دنیا سے | ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

سودا

سودا جہان مین آکے کوئی کچھ نہ لیگیا | جاتا ہون ایک مین دل پر آرزو لیے

پہلے شعر مین اپنا دنیا سے محروم جانا اور زمانے کا عالم کو بہت کچھ دینا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین عالم کا زمانے کے عطیہ سے محروم رہنا اور اپنا دنیا سے محروم نہ جانا ذکر کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

محمدی بیداد

ہم تری خاطر نازک سے حذر کرتے ہین | ورنہ یہ نالے تو پتھر مین اثر کرتے ہین

خواجہ امانی

اثر ہو سنگ مین کیونکر اُنھون کو رام کرین | بتون کے دل ہو تو یارب یہ آہین کام کرین

اسی قبیل سے ہے۔

ٹیکچند بہار

اگر جلوہ نہین ہے کفر کا اسلام مین زاہد | سلیمانی کے خط کو دیکھ کیون زنار کہتے ہین

ظفر

کفر و اسلام ایک ہین کس طرح | دونون فرقون کا سلسلہ ہے اور

اسی قبیل سے ہے۔

نواب آصف الدولہ

ساقیا مے سے چھکا دے کہ بہکتے جاوین | برق کی طرح جدہر جاوین چمکتے جاوین

دُلھن بیگم

ایسے کم ظرف نہین ہم جو بہکتے جاوین | مثل گل جاوین جدہر کو تو مہکتے جاوین

اسی قبیل سے ہے۔

نواب آصف الدولہ

جہان مین جہان تک جگہ پایئے | عمارت بناتے چلے جایئے

دلھن بیگم

مت کر دفکر عمارت کی کوئی زیر فلک | خانہ گول جو گرا ہووے سو تعمیر کرد

پانچوین قسم - سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہی کہ دوسرے شاعر کے مضمون سے کچھ لیکر اور چیزین ایسی بڑھادین کہ بہ نسبت اول کے زیادہ لطف ہو جائے جیسے -

مومن

خونبہا قاتل بیرحم سے مانگا کس نے | کہ فرشتے مجھے یان داغ درم دیتے ہین

ذوق

کہتی تھی ماہی بریان کہ دبیران قضا | داغ دیتے ہین اُسے جس کو درم دیتے ہین

ظاہر ہی کہ مومن کے شعر مین داغ درم دینا اور خونبہا مانگنا محض ادعا ہے اور ذوق کے شعر مین داغ دینا اور صاحب درم ہونا ثابت ہے مومن کے شعر سے داغ و درم کا مضمون لیکر ایسی طرح سے ادا کیا ہی کہ اُسکی نسبت بہت بلیغ ہو گیا ہے -

اسی قبیل سے ہے -

مومن

کیا کیا جلی ہی بزم مین تجھ بن نہ جب پھرے | پروانہ شمع شملہ شمائل کے آس پاس

داغ

رُخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہین | اُدھر جاتا ہی دیکھین یا اِدھر پروانہ آتا ہے

اسی قبیل سے ہے -

ثناء اللہ خان فراق

آتا یہ ہچکیون کا ہمین بے سبب نہین | بھولے سے اُسنے یاد کیا ہو عجب نہین

مرزا محمد تقی خان ہوس

نزع مین ہمنے عجب طرح سے دل شاد کیا | آئی ہچکی تو کہا اُسنے ہمین یاد کیا

پہلے شعر مین صرف ہچکی کا آنا اور معشوق کا یاد کرنا بیان کیا ہی دوسرے شعر مین نزع کی ہچکی کا آنا اور نزع کے وقت دل کا شاد کرنا زیادہ کیا ہے جس سے شعر نہایت لطیف ہو گیا -

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

زلف کو دیجیے کیا مار سیہ سے تشبیہ | سایۂ زلف سے ہوجاتے ہین اژدر پیدا

برق

تیری زلفون کے اگر لکھنے لگون مین اوصاف | کشش حرف سے ہون سطر زمین اژدر پیدا

حسرت امام موسی کاظم کی مدح مین کہتا ہے۔

حسرت

صلب آدم مین تو ہی تھا کہ تجھے سجدہ کیا | سب فرشتون نے بفرمان خداوند کریم

سودا

ملک سجدہ نکرتے آدم خاکی کو گر اُس کی | امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

دیا میرے جنازے کو جو کاندھا اُس پریزادنے | گمان ہی تختۂ تابوت پر تخت سلیمان کا

وزیر

پریزادون نے مٹی دی جو مجھکو بعد مرنیکے | کوئی تختۂ لحد مین ہی مگر تخت سلیمان کا

اسی قبیل سے ہے۔

امیر مینائی

وقت رفتار ہی زر ریز عجب فیض قدم | نقش پا راہ مین بنجاتے ہین دینار و درم

افضل

جو نقش پا ہی درہم زر سے نہین ہی کم | رکھتے ہین کیا یہ دم مُت زردار پانو ہمین

اسی قبیل سے ہے۔

میر

چشم رکھتا ہی تو چل فیض ہوا کو ٹک دیکھ | نرگس اُگ گئی ہی جہان بوئی تھی دہقان نے بصل

نطق

طالب چشم تماشا ہے جو گلشن کی بہار | نرگس اُگتی ہے اگر باغ مین بوتے ہین بصل

پچھلے شعر مین نہایت ہی لطف ہو گیا ہے۔
اسی قبیل سے ہے۔

میر

قسم جو کھایئے تو طالع زلیخا کی	عزیز مصر کا بھی صاحب اِک غلام لیا

سودا

کمال بندگی عشق ہے خداوندی	کہ ایک زن نے مہ مصر سا غلام لیا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

مت رنج کر کسو کو کہ اپنے تو اعتقاد	دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

سودا

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ	یہ قصر دل نہین کہ بنایا نہ جائے گا

اسی قبیل سے ہے۔

ضمیر

جبتک کہ ذوالفقار نے کاٹے نہ تین پر	ہرگز نہ دم لیا پر روح الامین پر

انیس

خیبر مین کیا گذر گئی روح الامین پر	کاٹے ہین کسکی تیغ دو پیکر نے تین پر

اسی قبیل سے ہے۔

ضمیر

اِک نیزہ ہوا پار وہ سو سو کے جگر سے	رشتے کا گذر ہوتا ہے جون سلک گہر سے

انیس

ہوتا تھا پار آ کے وہ ہنگام دار و گیر	سو دل سے مثل رشتۂ تسبیح ایک تیر

اسی قبیل سے ہے۔

نظیر

ہوا جو اُسکا وہ کوچہ چمن بہشت نصیب	خدا نے ہمکو اسی جا کیا بہشت نصیب

اُلفت

ہمیشہ کہتے تھے اُلفت کو لوگ زشت نصیب	سو آج کوچے مین ترے ہوا بہشت نصیب

اسی قبیل سے ہے۔

فراغ

محو نظارہ ہوا ای گل کیا فقط نرگس کی آنکھ	چشم بد دور آپ پر پڑتی نہین ہی کسکی آنکھ

فروغ

تجھپہ پڑتی ہے یار سب کی آنکھ	چشم بد دور ہے غضب کی آنکھ

اسی قبیل سے ہے۔

بیمار

یون چمکتے ہین وہ دندان لب خندان کے تلے	جسطرح سلک گہر پارۂ مرجان کے تلے

اسیر

اُسے اُنگلی جو دبائی کبھی دندان کے تلے	شاخ مرجان نظر آئی دُر غلطان کے تلے

اسی قبیل سے ہے۔

مجیب

مشک ختن زلف کو مین نے کہا	مجھ سے یہ اک کار خطا ہو گیا ہے

عیادت

مشک ختن کہا تری زلفون کو کر معاف	پڑتا ہون پانؤن باندھ نہ مجھ بے خطا کے ہاتھ

اساتذہ کا قاعدہ ہی کہ جب وہ دیکھتے ہین کہ ایک مضمون کسی متقدم شاعر نے باندھا اچھی طرح نہ بندھ سکا یا اُسپر ترقی ممکن ہی تو وہ دانستہ اُس مضمون کو لیکر اس طرح ادا کرتے ہین کہ جو کسر تھی نکلجاتی ہے اور شعر بلند رتبہ جاتا ہے اور یہ عیب نہین بلکہ مستحسن ہے مولانا غلام علی آزاد کیا خوب فرماتے ہین۔ سے

شاہد معنے کہ باشد جامۂ الفاظش کہن	نکتہ دانے گر حریر تازہ پوشاند خوش ست

سرقہ غیر ظاہر کی قسمین بلغا کے نزدیک مقبول ہین بلکہ سرقے کا اطلاق اُن پر نا روا ہے۔

فائدہ جلیلہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ تذکرون مین جو کلام داخل ہوتا ہی وہ مختلف طریقون سے ملتا ہی جن شاعرون کے دیوان ہاتھ آتے ہین اُنکے اشعار دیوان سے منتخب کیے جاتے ہین اور جن کے دیوان دستیاب نہین ہوتے اُن کے اشعار حاضرین سے طلب کر لیے جاتے ہین بعض اساتذہ اپنے تلامذہ کے اشعار بھجوا دیتے ہین اور بعض تلامذہ اپنے اُستادون کے شعر

لکھوا دیتے ہین کوئی سخنور کسی شاعر کے شعر اپنی یاد پر لکھد یتا ہے پس اس صورت مین اکثر دھوکا ہو جاتا ہے کہ کسی شاعر کے شعر کسی کے نام سے تذکرے مین درج ہو جاتے ہین۔

بیان توارد

ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ کسی شاعر کا کوئی شعر یا چند اشعار بغیر اختلاف لفظ و معنی کے ہوبہو دوسرے شاعر کے کلام کے مطابق ہو جاتے ہین یا مضمون بالکل مطابق ہوتا ہے اور قصد سرقہ کا نہین ہوتا۔ اس کو **توارد** کہتے ہین اور ایسا بعض اساتذہ کے کلام مین پایا جاتا ہے اگرچہ یہ بات کمال جودت پر دلالت کرتی ہے اور اتفاقی ہے مگر مایۂ درد و الم ہے کیونکہ جب ایک جادو رقم کسی پریزاد مضمون کو بکمال محنت و جستجو تسخیر کرتا ہے اور پھر دیکھتا ہے کہ مجھ سے پیشتر دوسرا پری خوان اُسی دلربا کو مینائے عبارت مین اُتار چکا ہے تو کیا کچھ افسوس کرتا ہے غم کھاتا ہے اور خون جگر پیتا ہے۔ اور توارد و سرقہ مین فرق یہ ہے کہ توارد نادانستہ ہوتا ہے اور سرقہ دانستہ اور جو کلام کبھی نظر سے نگذرا ہو اور کانون تک نہ پہونچا ہو اُس مین اکثر توارد نہین ہوتا اور اگر کہین احیاناً ہو جاتا ہے تو مذموم نہین بلکہ پچھلے شاعر کی علو طبیعت پر دلالت کرتا ہے کہ اُس کی فکر اُستاد کی فکر سے جا ملی لیکن بدگمانون کی زبانون سے چھٹکارا کہان کہ وہ اُس بلند پروازی اور عنقا شکاری کو سرقے پر حمل کرتے ہین اور سنان طعن و تشنیع سے طلسم نگارون کے دلون کو چھیدتے ہین۔

نقل ایک مرتبہ لشکر گوالیار مین مشاعرہ ہوا اور یہ طرح ہوئی

کیا جانے لکھدیا اُسے کیا اضطراب مین

مولوی سید اکبر حسین صاحب بیخود بریلوی سکن بداونی سوطن کا مطلع تھا۔

ساقی کا عکس رخ نہین جام شراب مین	ہے آفتاب جلوہ نما آفتاب مین

انھین دنون مین چودھری سعید الدین حسین صاحب رئیس کھیڑہ بدایون نے مجلس مشاعرہ ترتیب دی تھی اور وہان بھی یہی طرح ہوئی تھی مولوی احمد حسن صاحب وحشت بدایونی جو پرانے شاعر اور ایک نامی آدمی ہین اُن کا بھی مطلع غزل یہی تھا۔

ساقی کا عکس رخ نہین الخ

ایک کو دوسرے کے شعر سے اطلاع تو درکنار نام سے بھی واقفیت نہین تھی اور اتنا زمانہ بھی نہین

لہذا تھا کہ اُن کا شعر ان تک پہونچا یعنے ایک ہی ہفتے مین دونون جگہ مشاعرہ ہوا تھا۔

نقل دیگر آبحیات مین لکھا ہی کہ ایک دفعہ قلعہ دہلی مین مشاعرہ تھا حکیم آغا جان عیش نے ایک شعر اپنی غزل مین پڑھا۔

اے شمع صبح ہوتی ہے روتی ہے کسلیے	تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

ذوق کی غزل مین بھی اس مضمون کا ایک شعر تھا۔

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات	رو کر گذار یا اسے ہنسکر گذار دے

نقل آبحیات مین ناسخ کے حالات مین لکھا ہے کہ آلہ آباد مین ایک دن مشاعرہ تھا شیخ صاحب نے جو غزل پڑھی اسکا مطلع تھا۔

دل اب محو تر سا ہوا چاہتا ہے	یہ کعبہ کلیسا ہوا چاہتا ہے

ایک لڑکے نے غزل پڑھی جسکا مطلع تھا۔

دل اُس بت پہ شیدا ہوا چاہتا ہے	خدا جانے اب کیا ہوا چاہتا ہے

اُس وقت شیخ ناسخ نے بہت تعریف کر کے کہا کہ بھائی تمھارا مطلع آفتاب ہے مین اپنا پہلا مصرع غزل مین سے نکال ڈالونگا۔

بیان تمغا

کبھی شعرا کا کلام اُنھین کے دوسرے کلام سے مل جاتا ہے اور مضمون مکرر بندھ جاتا ہے محققین کے نزدیک اُس کا کچھ مضائقہ نہین اور اس امر کو اصطلاح شعرا مین **تمغا** کہتے ہین لیکن حق یہ ہے کہ وہ مضمون مبتذل ہو جاتا ہے شعراے فارس مین سے مرزا صائب کے کلام مین اور شعراے ریختہ مین سے میر تقی میر کے یہان تکرار مضامین بہت پائی جاتی ہے۔

سودا

اتنا حسد ہی عاشق و معشوق مین کہ نور	ٹھہرے جو ہووے شمع کے تو جل مرے پتنگ

اس شعر کا مضمون ایک قصیدے کے مطلع سے لڑگیا ہی کہتے ہین۔

ولہ

اشجار کا بستان جہان مین ہے عجب ڈھنگ
جلتا ہی چنار اُس سے رخ گل پہ جو ہی رنگ

سودا

اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے ۔۔۔ ٹپکا تری آنکھوں سے کبھی لخت جگر بھی

ولہ

دیکھیں تو کسی چشم سے گرتے ہین لخت دل ۔۔۔ تو اس طرح سے رو سکے ای ابر تر کہ ہم

عشرت

یہ گرمی اسکی آہون سے تھی پیدا ۔۔۔ کہے تو باغ سارا جل گیا تھا

ولہ

یہ آتش اسکی آہون سے تھی پیدا ۔۔۔ کہ جس سے دشت سارا جل گیا تھا

میر

چشم خون بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا ۔۔۔ ہمنے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناسور گیا

دوسری جگہ لکھتے ہین۔

سمجھے تھے میر ہم کہ یہ ناسور کم ہوا ۔۔۔ پھر ان دنون مین دیدۂ خونبار نم ہوا

ولہ

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا ۔۔۔ جمال یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا

دوسری جگہ کہتے ہین۔

دعوے کیا تھا گل نے ترے رخ سے باغ مین ۔۔۔ سیلی لگی صبا کی سو منھ لال ہو گیا

حق صحبت نہ طیرون کو رہا یاد پہ ۔۔۔ ولہ کوئی دو پھول بھی یان تک نہ لایا

عجب نقشہ ہے نقاش ازل نے ۔۔۔ کوئی ایسا نہ چہرہ پھر بنایا

دوسری جگہ لکھتے ہین۔

گلشن کے طائرون نے کیا بیمروتی کی ۔۔۔ اک برگ گل قفس مین ہم تک کوئی لایا

نقشہ عجب ہی اُس کا نقاش نے ازل کے ۔۔۔ مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا

ولہ

سحر جام خون ہی جو منھ دھو چکون ہون ۔۔۔ یہ مفلوک ایسے کے گھر میہمان ہے

دوسری جگہ کہتے ہین۔

جام خون بن نہین ملتا ہمین کچھ صبحکو میر ۔ جب سے اس چرخ تبہ کار کے مہمان ہوے

ولہ

بوے کباب سوختہ آئی دماغ مین ۔ شاید جگر بھی آتش غم نے جلا دیا

دوسری جگہ کہتے ہین۔

آتش غم مین دل بھنا شاید ۔ دیر سے بو کباب کی سی ہے

ولہ

غیر عزیز از جان نہین لکھتا وہ یوسف کو کبھی ۔ کیا غرور میرزائی ہے ہمارے یار کو

دوسری جگہ کہتے ہین۔

جز برادر عزیز یوسف کو ۔ نہین لکھتا کبھو غرور سے وہ

ذوق

جنکی شادابی کو ہر کوا اگر دیکھے تو دم ۔ طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

دوسری جگہ کہتے ہین۔

اور گر بھی ہون وہ خوش آب جنھین دیکھے دور ۔ طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

ظفر

نہین عزیز عزیزون سے سرخ رد ہرگز ۔ ہوے ہین ایسے لہو زیر آسمان سفید

منہ

عزیزون مین نہین پاتے ذرا ہم بو محبت کی ۔ سفید ایسا زمانے نے کیا یکبار لوہو کو

غالب

زندگی اپنی جب اس رنگ سے گذری غالب ۔ ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

یہ مضمون تھوڑے سے فرق کے ساتھ فارسی غزل مین بھی مرزا صاحب نے باندھا ہے۔

گفتنی نیست کہ بر غالب ناکام چہ رفت ۔ میتوان گفت کہ این بندہ خداوند ا شتہ است

ولہ

رفوے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزن کی

سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے

منہ

زخم سلوانے سے مجھ پر چارہ جوئی کا ہی طعن | غیر سمجھا ہی کہ لذت زخم سوزان مین نہین

آتش

اللہ ری رنگت تری بہلہ ری نزاکت | بوسے لیے تو تبسم نے کئے ہونٹھ ہین نیلے

ولہ

صبح رخسار اُس کے نیلے تھے | شب جو گذرا خیال بوسے کا

مہاراجہ سرکشن پرشاد

ہرطرح اسکی خیر نیت ہے | کفر و اسلام سے بحث ہے

ولہ

کفر و اسلام کا نہین ہے خیال | ہرطرح خیر شہ کی نیت ہے

منشی

نپوچھو اُس پری کے حسن کا عالم کہ آفت ہے | بلا شوخی غضب رفتار قامت اِک قیامت ہی

منہ

چشم ہی قہر بلا زلف قیامت قامت | اسلیے لوگ تمھین آفت جان کہتے ہین

محشر

ڈرتا ہون لاگ جائے کسی کی نہ چشم زخم | اس دھج سے آگے سب کے تو میرے نہ لا تیغ

منہ

سب کے آگے اس ادا سے تیغ میرے مت لگا | ناحق ای قاتل کسی کی ٹوک مین آجائے گا

انداز کلام کا ایک سا ہونا

ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو شاعرون کے کلام کا انداز ایک سا واقع ہوتا ہے مثلاً

شاہ مبارک آبرو

جہان اُس خو کی گرمی تھی نہ تھی وان آگ کو غرت | مقابل اُس کے ہوجاتی تو آتش لکڑیان کھاتی

اسی انداز مین حافظ عبدالرحمن خان احسان نے ایک شعر کہا ہے۔

دخت رز سے کہا میخانے مین شب رندون نے | آج تو خوب ہی ختکے تری سوگن کو لگے

یعنی بھنگڑخانے مین بھنگڑون نے خوب سبزیان گھوٹین اور گڑے اُڑائے تم بھی یارون پر نظر عنایت کرو۔

اعظم

بڑھی ذقن سے خط روے یار کی قیمت | زیادہ ہوتا ہے محصول کشت چاہی کا

شایان

کیون نہو چاہ ذقن سے سبزۂ خط کی بہار | باغ وہ سرسبز ہی جسکے کنوان نزدیک ہی

اسی قبیل سے ہے۔

زکی

عشق مین نسبت نہین بلبل کو پروانیکے ساتھ | وصل مین وہ جان دے یہ ہجر مین جیتی ہے

ٹیکچند بہار

کرے وہ سلطنت یہ عشق مین شیرین کے سر دیوے | تکلف برطرف خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

اسی قبیل سے ہے۔

محسن

لیا تھا ہمنے تصور مین ایک دن بوسہ | غضب ہے آج تلک نیلگون ہین سار گال

مخمور

خواب مین پہونچا جو وان دست خیال | نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

سرہانے میر کے آہستہ بولو | ابھی ٹک روتے روتے سوگیا ہی

سودا

سودا کے جو بالین پہ ہوا شور قیامت | خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

بگرد تربتم امشب ہجوم بلبل بود | مگر چراغ مزارم ز روغن گل بود

میر

جائے روغن دیا کرے ہے عشق	خون بلبل چراغ مین گل کے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کیا خوبی اُسکے مُنھ کی اے غنچہ نقل کریے	تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہی دہان سے

سوز

دعوے کیا تھا گل نے اُس رخ سے رنگ و بو کا	ماریں صبا نے دھولیں شبنم نے مُنھ پہ تھوکا

تنبیہ

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ جب تک پورا پورا حال معلوم نہ ہو جائے تب تک سرقہ نہ کہین اور یہی حال ہماری مثالون کا ہے چنانچہ علامہ تفتازانی نے مطول مین لکھا ہے کہ سرقے کا حکم اُس وقت کرنا چاہیے جب کہ ثانی کا اخذ اول سے یقینی ہو ورنہ سرقے کے احکام مترتب نہین ہو سکتے توارد کے قبیل سے ہوگا اور جس صورت مین کہ ثانی کا اخذ اول سے معلوم نہ ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ فلان شاعر نے یون کہا ہے اور دوسرے نے سبقت کر کے اس طرح پایا ہے کیونکہ اس حسن تعبیر سے فضیلت صدق کی ہاتھ سے نہ جائے گی اور علم غیب کے دعوے اور غیر کی طرف نقص کی نسبت کرنے سے بھی محفوظ رہے گا اگر نظر تفتیش سے ملاحظہ کیا جائے تو توارد مضامین سے خالی کم شاعر پائے جائین گے اس لیے کہ احاطہ جمیع معلومات کا علم الٰہی کا خاصہ ہے معنی نگار کا خامہ اندھیرے مین تیر چلاتا ہے کیا جانے کہ صید دارستہ ہے یا بال در بستہ ہے کلیم نے کیا خوب گوہر انصاف پروئے ہین۔

منم کلیم بطور بلندی ہمت	کہ استفادہ معنے جز از خدا نہ کنم
بخوان فیض الٰہی چو دسترس دارم	نظر بکاسہ دریوزہ گدا نہ کنم

ولے علاج توارد نمے توانم کرد
مگر زبان بہ سخن گفتن آشنا نہ کنم

اور ہمنے فرض کیا کہ شاعر ایک زبان کے دیوانون کا احاطہ کرے مگر غیر زبان کے دیوانون کا کیا علاج السنہ مختلفہ کا جامع ہونا تو بہت نادر ہے۔

ملحقات سرقہ

بحث سرقہ کے ملحقات مین سے تضمین اور اقتباس اور عقد و حل ہی اور انکے سرقہ کے ملحق ہونے کی یہ وجہ ہی کہ ان مین بھی کلام سابق کے معنی کو کلام لاحق مین داخل کیا جاتا ہے۔

بیانِ تضمین

تضمین اسے کہتے ہین کہ ایک شاعر دوسرے شاعر کا پورا شعر یا مصرع کا ٹکڑا لیکر اپنے کلام مین باندھے اور اسکا نام بھی لکھدے اور اس طرح نام دے دینے سے کوئی سرقے کا گمان نہین کرتا کبھی پورے شعر اور اُس سے زائد کی تضمین کو **استعانت** کہتے ہین اور مصرع اور مصرع سے کم کی تضمین کو **ایداع** اور **رفو**۔ بولتے ہین اور اگر تضمین مین تھوڑا سا تصرف بھی کر دیا جائے تو مضائقہ نہین مگر تغیر کثیر مضر ہے کیونکہ تضمین سے نکل کر حد سرقہ مین داخل ہو جائیگا جیسے۔

نہالچند لاہوری مؤلف مذہب عشق

مسّی ملکر جو اُسنے پان کھایا +
مسّی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے

یہ مطلع پڑھکے ناسخ کو سُنایا
تماشا ہے کہ آتش دُھوان ہے

بعضے تضمین ایسے مشہور شعر کی کرتے ہین کہ اسپر گمان سرقہ کا نہین ہوتا مثال۔

میر درد

پوچھا مین درد سے کہ بتا تو سہی مجھے
کتنے لگا مکان معین فقیر کو

ای خانمان خراب ہی تیرا بھی گھر کہین
لازم ہی کیا کہ ایک ہی جاگہ ہو ہر کہین

درویش ہر کجا کہ شب آمد سرای اوست
تو نے سُنا نہین ہے یہ مصرع مگر کہین

یہ مصرع شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا مشہور ہے۔

ناسخ

اغیار کی جو سعی سے بالفرض جا کہین
مجھکو نوائے بلبل شیراز یاد ہے

واللہ ہو نگاہ مین مثل سقر بہشت
کیا لکھنؤ کہ مُنھ نکردن ہوا گر بہشت

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابرست
رفتن بپاے مردی ہمسایہ در بہشت

یہ مشہور شعر سعدی کا ہے۔

منیر

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنین حائل	ہجوم کرب جسمانی و فور رنج روحانی
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا	اکہ کس بحر بلا مین کشتی ہستی ہے طوفانی

مصرعہاے اول حافظ کے ہین۔

صاحبقران

اے ساکنان عالم جو کچھ بیان کرو تم	با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
اُسکی کچھ نہ جب سے ہاتھ اپنا جا پڑا ہی	دل مے رود ز دستم صاحب دلان خدارا
لے رند خانقہ مین لڑکون سے ربط کم کرا	دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

صاحب قران ختائی دو چار گھونٹ پی لے
تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا

مصرعہاے آخر حافظ کے ہین۔
تذکرۂ شمع انجمن مؤلفہ نواب مولوی صدیق حسن خان مین سرو آزاد کے حوالے سے یہ لکھا ہے
کہ **تضمین چسپان** مقطع غزل مین مرزا محمد علی طرشی تخلص بہ سلیم شاعر فارسی کی ایجاد سے ہی
اُسکا مقطع یہ ہے۔

سلیم امشب بیاد تربت حافظ قدح نوشم
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

مؤلف کہتا ہے کہ انھین مولوی غلام علی آزاد نے تذکرۂ خزانہ عامرہ مین لکھا ہے کہ ہلالی جو
اُس سے مقدم ہے اور نو سو چھتیس ہجری مین مارا گیا ہے اُس نے بھی اس مصرع کو تضمین کیا ہے

ہلالی چون حریف بزم رندان شد بخوان مطرب
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

اسی طرح کمال خجند نے جو ہلالی سے بھی پیشتر گذرا ہے خسرو دہلوی کے چند مصرعون کو تضمین کیا ہی
یہ ایک مقطع اُس کا ہے۔

بردی دل عشاق بکمال از سخن خوب
خوبان عمل فتنہ زدیوان تو یا بند

تعجب ہے کہ نواب صاحب کا تذکرہ مولانا غلام علی آزاد کے دونون تذکرون سے قدرے کمی بیشی کے ساتھ لفظاً و معناً ماخوذ ہے مگر اُنھون نے اس مقام پر کچھ بھی تتبع نہ کی۔
مثال اُردو۔

ناسخ

یاد آیا ہے مجھے مصرع گرم اے ناسخ — نفس سرد بھرون تو بھی ہنو دم خالی

مذاق

اب اُن سے ہنسنے بولنے کی بات بھی گئی — رونے کی بات ہے کہ ملاقات بھی گئی
جلسہ ہی رند مشربون کا ہو گیا خراب — مستون کے ساتھ بزم خرابات بھی گئی

شیخی مذاق کس کی رہی اب بقول میر
اِس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

امداد علی امداد رامپوری

گر خون سے نہ مل امداد بقول ناسخ — داغ حسرت کے سوا خاک حاصل ہوگا

غالب

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ — آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

رند

جگر پہ نقش ہی مصرع یہ مصحفی کا رند — لٹکتے ہین تری ہیکل کے تا کمر تعویذ

ناصر

جسم و گردن کا تری جس بزم مین افسانہ تھا — تھی کہی تا لب صراحی و اژگون پیمانہ تھا
یک قلم شمشیر قاتل نے کیا اُس کو قلم — کیا نہال عمر اپنا سبزہ بیگانہ تھا
قبر ناصر سے بقول ورد آتی تھی صدا — خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

مؤلفہ

رہے گریہ کنان ہم عمر بھر افلاک کے نیچے — ملیگا مین کیونکر دیکھیے اب خاک کے نیچے

لگی ہے آگ شاید دخت رز سے ساقیا کی — پڑا رہتا ہے جو اٹھون پہر یہ تاک کے نیچے
بجھ کر دل مرے دل کو جلاتا تو نہ ای ظالم — دبی ہے آگ یہ تو تودۂ خاشاک کے نیچے

نہ مجھے بھی آہ ای نجمی بقول برکت اللہ خان
ملی ہے جلے مرقد کوزہ گر کے چاک کے نیچے

ولہ

شب کو جو ماہرو سے ملاقات ہو گئی — ساری مفارقت کی مکافات ہو گئی
خورشید اُسکے رُخ کی چمک سے خجل ہوا — زلفون کا رنگ دیکھ کے شب بات ہو گئی
سمجھا نہ کوئی آنکھون ہی آنکھون مین بات کو — میری اور اُس پری کی عجب بات ہو گئی

نجمی کے دل پہ آج تو سودا کی طرح سے
ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

بیان اقتباس

کوئی آیت یا جزو آیت کلام الٰہی کی یا حدیث لائی جائے تو اُس کو اقتباس کہتے ہین اور فرق تضمین و اقتباس مین یہی ہے کہ تضمین ہر ایک شاعر کے کلام کو اپنے کلام مین موزون کر لینے کو کہتے ہین اور اقتباس صرف کلام ربانی یا حدیث کے موزون کرنے سے عبارت ہے مثال اس کی۔

انشا

اے عشق جلوہ گر ہے خود تجھ مین ذات مع لا — والسابحات سبحا فالسابقات سبقا

سبزہ اگر چڑھانا منظور صبح دم ہو
تو لیجے برگ کوئی والناشطات نشطا

ولہ

سنا ہے رب کریم یان وہ ہر ایک تیرا ہی مبتلا — کہ اگر الست بربکم تو کہے تو کہدین ابھی بلا

گویا

کہا کرے یہ عدو سوز آتش غم سے
جلا جلا وقنا ربنا عذاب النار

نصیر الدین حیدر بادشاہ

تیغ ابرو دیکھ کر آئی ندا اے بادشاہ	لا فتے الا علی لا سیف الا ذو الفقار

ذوق

جوش روئیدگی سبزہ پہ یاد آئے کہ	آیت انبتہ اللہ نباتا حسنا

بیان عقد

عقد اُسے کہتے ہین کہ کوئی آیت یا حدیث اس طرح نظم کیجائے کہ اُس مین تغیر آجائے اور یہ تغیر خواہ بہت زیادہ ہو یا کم ہو لیکن اشارہ اس بات کی طرف کر دیا جائے کہ یہ قرآن وحدیث کا ٹکڑا ہے اور کسی کے قول اور مثل وحکمت مشہورہ کو باندھنا بھی اسی قبیل سے ہے اور اس مین تغیر کا ہونا شرط نہین بغیر تغیر کے بھی اس طرح بیان کرنا درست ہے کہ فلان نے ایسا کہا ہے اور تغیر کے بعد بھی اشارہ کرنا اور نہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس مین اقتباس کو دخل نہین اور حق یہ ہے کہ آیت وحدیث کو زبان اُردو مین نظم کیا جائے تو اشارہ کرنا کچھ ضرور نہین کیونکہ دونون زبانون مین فرق ہے البتہ عبارت عربی مین آیت وحدیث کو تغیر کے ساتھ نظم کرین تو اشارہ ہونا چاہیے۔

انشا

احرام مین لبیک وسعدیک سے دل	خوش کرتے ہین گو کعبہ وان وان سبل

ناقوس صنم سے ہم بھی یان سُنتے ہین
سُبحانک ما خلقت ہذا باطل

اصل آیت اس طرح ہے ما خلقت ہذا باطلا سُبحانک۔

سراج

جی سے بیقے وجہ ربک کی صدا سرن کو پھر
درد کرمن سے خیال من علیہا فان کا

اصل آیت اس طرح ہے کل من علیہا فان ویبقے وجہ ربک ذو الجلال والاکرام یہ مثال اُس قسم کی ہے جس مین آیت قرآن کو تغیر کے ساتھ نظم کیا ہے۔

حالی

ہے مردِ سخن ساز بھی دنیا مین عجب چیز
پاؤ گے کسی فن مین کہین بند نہ اُس کو
موجود سخن گو ہون جہان وان ہین طبیب آپ
اور جاتے ہین بن آپ طبیبون مین سخن گو
دونون مین سے کوئی نہو تو آپ ہین سب کچھ
پر ہیچ ہین جس وقت کہ موجود ہون دونو

ان اشعار مین اس مثل مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہے کہ پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا و پیش ہر دو ہیچ۔

ولہ

سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا	وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا

اس شعر مین اس حکمت مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہے السفر وسیلۃ الظفر۔
آبحیات مین سید انشا کے حالات مین لکھا ہے کہ اس معاملے مین میان بیتاب کا قول لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ سید انشا کے فضل و کمال کو شاعری نے کھویا اور شاعری کو سعادت علیخان کی مصاحبت نے ڈبویا۔"

بیانِ حل

یہ ہے کہ کسی کی نظم کو نثر کرکے استعمال کیا جائے جیسے۔

انشا

توریت کی قسم قسم انجیل کی تجھے	تجھکو قسم زبور کی فرقان کی قسم

اس قول کو غالب نے یون حل کیا ہے بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم توریت کی قسم زبور کی قسم۔

حالی

سر رہ چراغ اک عرب نے جلایا
ہر اک قافلے کا نشان جس سے پایا

اس قول کو مولوی ذکاء اللہ صاحب نے شوکت سلطنت انگلشیہ کے بیان مین اس طرح حل کیا ہے یہ لڑکا تمتم کر چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھا کر تھوڑی دور چلا تھا کہ تھک گیا اور گھٹنون کے بل ہار کر بیٹھ گیا ننھے ننھے قدمون سے آگے نہ چل سکا مگر اپنے ہاتھون سے ایک گپت راہ مین ایک مٹی کا دیا ایسا جلا گیا کہ زمانہ جتنا آگے چلتا گیا اور دیے اُس سے روشن ہوتے رہے غرضکہ ایک راہ پچھلون کو بتا گیا اور اُس راہ کا رہنما اور پیشوا ہو گیا کہ پیرون کی رہروی کرنی پڑی راہ ڈھونڈھنی نہ پڑی۔

سعدی

شتر بچہ با مادر خویش گفت ‍ پس از رفتن آخر زمانے بخفت

بگفت ار بدست منستے مہار
ندیدی کسم بارکش در قطار

اس قول کو مولوی محمد اسمٰعیل نے اُردو کی چوتھی کتاب مین اس طرح حل کیا ہے
کبوتر بولا ارے بیوقوف اگر ایسا حیلہ مجھ سے بن پڑتا تو مین اپنی ہی رہائی کی فکر نہ کرتا تیرا حال اُس اونٹنی کے بچے کا سا ہے جسنے سفر کی ماندگی سے اُکتا کر کہا تھا اے میری پیاری مان تنی دیر تو ٹھہر جا کہ ذرا مین دم لیلون مان نے جواب دیا ملے میرے بھولے بھالے بچے اگر مہار میرے ہاتھ مین ہوتی تو بھلا مین یون لدی لدی کیون پڑی پھرتی۔

بیان تصرف

کسی کے کلام مین کچھ الفاظ کو تغیر دے کر اپنی مرضی کے مطابق کر دینے کو تصرف کہتے ہین جیسے میر کے اس مقطع مین۔

میر کو کیون نہ مغتنم جانین
اگلے لوگون مین اِک رہا ہے یہ

مرزا غالب نے یون تصرف کیا ہے۔

کیون نہ میرن کو مغتنم جانین
دلّی والون مین اِک بچا ہے یہ

میر کی جگہ میرن اگلے لوگون کی جگہ دلّی اور رہا کی جگہ بچا بنا دیا ہے۔

وزیر

جانور جو ترے صدقے مین رہا ہوتا ہے
اے شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

چونکہ اکثر صدقے مین کوا چھوڑا کرتے ہین اسلیے ذوق نے یون تصرف کیا ہے۔

زاغ بھی گر ترے صدقے مین رہا ہوتا ہے
اے شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

آبحیات مین اسی طرح لکھا ہے ذوق نے اپنے نزدیک اصلاح دی ہے لیکن وہ اہل سنت تھے بادشاہ بھی اُن کے ہم مذہب تھے دوسرے کے مذہب سے ناواقف تھے فرقۂ امامیہ مین موافق اقوال رسولؐ خدا تین طریقے منجملہ متعدد طریقون کے رائج ہین غالباً جن سے تصبات کے قدیم شیعہ بھی بہت کم واقف تھے (۱) عمل گندم ایک صاع (وزن ہے) عمدہ اور صاف گیہون لیکر بیمار کو چت لٹاتے ہین اور اُس کے سینے اور شکم پر آہستہ آہستہ گیہون ڈالے جاتے ہین اور ادعیۂ ماثورہ پڑھے جاتے ہین جب گیہون ختم ہوجاتے ہین تو سمیٹ کر مستحقین نماز گذار کو دیئے جاتے ہین۔ (۲) عمل گوسپند کہ ایک بکرا یا بکری بے عیب جوان عمر کچھ دعائین پڑھکر بیمار کے گرد پھرا کر شرعی طور سے ذبح کرکے مستحقین کو اُس کا گوشت تقسیم ہوتا ہے اور بعض مرتبہ پکوا کر روٹی کے ساتھ کھلایا جاتا ہے یہ عمل زمانۂ وبا مین بھی کیا جاتا ہے۔ (۳) عمل طائر ایک کبوتر کو سات گولیان آٹے کی کھلائی جاتی ہین پہلے کاغذ کے پرچون پر آیات شفا لکھی جاتی ہین پھر اُس کبوتر کو بیمار کے سر سے اُتار کر چھوڑ دیتے ہین یہی عمل طائر ہے جس کا اشارہ وزیر نے کیا ہے اس کا ضمیمہ یہ طریقہ بھی ہے کہ خفیف خفیف بیماریون مین کبوتر کو تصدق کرکے چھوڑ دیتے ہین صوفیائے کرام کے یہان کوا تصدق کرتے ہین نجمین نحوست زحل کے واسطے سیاہ رنگ کی چیزین خیرات کراتے ہین اُس مین کوا ہوتا ہے۔

اور مصحفی کی غزل مین جسکا یہ مقطع ہے۔

تھا مصحفی یہ مائل گریہ کہ پس مرگ
بھی اُسنے دھری چشم پہ تابوت مین انگلی

انشاء اللہ خان نے مرزا سلیمان شکوہ کے اشارے سے تصرف کر کے اُلٹا ہے چنانچہ مقطع یون بنایا ہے۔

	تھا مصحفی کا ناجو چھپانے کو بس مرگ تھی اُسنے دھری چشم پہ تابوت مین انگلی	

چونکہ یہ تصرف نہایت ہجو پر مبنی ہے اس سبب سے اُن دونون شاعرون کے باہم ایک عرصے تک خوب مناقشہ اور معرکہ آرائیان رہین اور طرفین سے ہجوگوئی اور رُسوائی ہوئی۔ فقط

اب یہان پر قلم نے نارسائی کی اور کاغذ نے کوتاہی ناچار تحریر و تسوید سے ہاتھ اُٹھایا اور قلم جو ایک مدت سے گرم راہ روی تھا اُس نے آرام پایا اللہ کا شکر ہے کہ یہ بوجھ اثنائے راہ مین کاندھے سے نہ گرا اور بخیر و خوبی منزل مقصود تک پہونچا۔

الحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً والصلوٰۃ والسّلام علے النبی وآلہ متوالیاً و متواتراً
اس کتاب پر نظر سوم تمام ہوئی ۱۹ جولائی ۱۹۲۵ء مطابق ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ
روز سشنبہ کو مقام رام پور ملک روہیلکھنڈ مین قریب شام کے۔

خاتمۃ الطبع ازجانب کارپردازان مطبع

ہزار شکر نثار بارگاہ ناظم مجموعہ کن فکان تازگی بخش گلستان جہان کہ اس کساد بازاری علم و فن کے زمانے مین بھی ایسے ایسے صاحب عالم علوم قدیمہ و ماہر فنون دقیقہ موجود ہین جو بلا اپنے کسی ذاتی فائدہ کے خیال کے صرف عام فوائد پر نظر کر کے علمی مشاغل و تصانیف مفیدہ مین منہمک و مشتغل رہتے ہین منجملہ اُن کے ذات ستودہ صفات جناب عالم اجل فاضل اکمل مولانا مولوی حکیم محمد **نجم الغنی خان صاحب** رام پوری ابن مولوی محمد عبد الغنی صاحب اعلی اللہ مقامہ کی ہے جنکے فیوض نامتناہی سے حضرات برابر فیضیاب ہوتے رہتے ہین آپ کے قلم فیض رقم سے اس وقت تک بہت سی کتب عربیہ و فارسی و اُردو وغیرہ تصنیف و تالیف ہو گر

شائع ہوچکی ہین اور پبلک مین خلعت قبولیت پاچکی ہین چنانچہ فی الحال کتاب
فیض انتساب مجموعۂ لطافت و منبع بلاغت اعنی **بحر الفصاحت** جو پہلے ایک مرتبہ
سنہ ۱۳۰۳ھ مین طبع ہوکر شائع ہوچکی تھی بعدہ دوبارہ سنہ ۱۳۳۵ھ مین بعد نظر ثانی طبع ہوئی تھی اب سہ بارہ بعد نظر ثانی
وایزاد ضروریات فن مصنف صاحب موصوف کی محنت شاقہ سے تکمیل کو پہونچکر باخذ
کل حقوق تصنیف بحق مطبع از جانب مصنف صاحب حسب ایمائے عالی جناب
مالک مطبع منشی **بشن نرائن** صاحب بھارگو مطبع **منشی نولکشور** واقع لکھنؤ مین
باہتمام سیٹھ کیسری داس سپرنٹنڈنٹ بماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء عیسوی مطابق
ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۵ھ ہجری چھپوا کر شائع کی خداوند کریم شرف قبولیت بخشے اور طالبان
فن کو اس سے فیضیاب کرے آمین ثم آمین

تمام شد

نوٹ

صفحہ ۶ کی سطر ۵ مین خلیف کی جگہ حلیف پڑھو۔ اور صفحہ ۱۰۰
کی سطر ۲۲ کی عبارت غلط ہے۔ اس کا موقع صفحہ ۱۸۱ کی
چوتھی سطر ہے۔ اور صفحہ ۱۸۱ سطر ۱۶ مین معد الدد غلط ہے
سعد اللہ صحیح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ ارجمند قلم مولوی رشید احمد صاحب تحویلدار کتبخانہ ریاست رامپور خلف میان فضل احمد صاحب مجددی نقشبندی

یہ وہ شیرین ہے کہ فرہاد ہین جس کے صدہا
جسکا دیوانہ ہے ہر ایک وہ لیلےٰ یہ ہے

گو دنیا مین مختلف علوم و فنون کی ہزارہا کتابین ہر زبان مین لکھی گئین اور لکھی جائینگی۔ مگر اردو مین ایسی جامع اور مفید کتاب آج تک کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سُنی۔ اِس دعوے کی تصدیق کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہین۔ صرف ایک نظر اس کتاب کو دیکھ لینا اسکے عدیم النظیر ہونے کی کافی شہادت ہے ہر دیکھنے والا خود بخود کہہ اُٹھیگا ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب

جن خصوصیات کے لحاظ سے اس اعجوبۂ روزگار کو قدردان ہاتھون نے یکتائی کا تاج اور مقبولیت کا خلعت پہنایا ہے وہ علمی اسرار و غوامض اور ادبی نکات و دقائق تو ارباب فضل و کمالات ہی کی باریک بین نظرین دیکھ سکتی ہین لیکن سرسری طور پر دیکھنے سے جو منظر ظاہر بین نگاہون کو نظر آتا ہے وہ بھی اِس بحر فصاحت پر تحسین و آفرین کے بادل برسانے کے لیے کچھ کم نہین ہے۔ اگر اس کے رنگارنگ مضامین کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک شگفتہ چمن ہے جسکے پھولون کی بہار دیکھکر چمن کے پھول بھی خجالت سے عرق عرق ہین اگر الفاظ کی آب و تاب پر نظر کی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک کان گہر ہے جسکے دُرِ شاہوار کی چمک کے آگے دریا کے موتی بھی شرم سے پانی پانی ہین۔ اگر عبارت کی سلاست و روانی کی طرف خیال کیا جائے تو یہ نظر آتا ہی کہ ایک دریاے فصاحت موج زن ہے جسکی ہر لہر سلک مروارید سے زیادہ خوشنما ہے۔ غرض مجموعی حیثیت سے دیکھا جاے تو اسمین شک نہین کہ اُردو زبان اِس مایۂ ناز پر جتنا فخر کرے بجا ہے اور اہل زبان جس قدر اسکی تعریف مین رطب اللسان ہون زیبا ہے۔ فوائد و منافع کے لحاظ سے یہ نسخہ کسی طرح نسخۂ کیمیا سے کم نہین بلکہ بدرجہا بہتر ہے۔ فاضل مصنف نے اُن اہم اور معرکۃ الآرا مباحث کا جنکی تحقیق مین ایک زمانہ صرف ہولے کے علاوہ بیش بہا کتب کا سرمایہ ہوتے ہوئے علمی قابلیت

اور محنت شاقہ برداشت کرنے کی بھی ضرورت تھی دلائل و براہین سے سلیس عبارت مین نہایت شرح و بسط کے ساتھ تصفیہ کیا ہے اور ہر قسم کے شکوک و شبہات کو رفع کرکے راستہ ایسا صاف کردیا کہ اب ہر شخص مہینون کی مسافت منٹون مین طے کرسکتا ہے۔ فارسی و عربی مین تو قواعد صرف و نحو کی بہت سی کتابین لکھی گئی ہین مگر اردو مین ابتک کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس سے اردو زبان کی نحوی ترکیب کرنے کا طریقہ معلوم ہو سکے اس عقدۂ مشکل کو بھی مصنف نے اپنی بنیظیر قابلیت و کوشش سے اس طرح حل کیا ہے جسکی اسوقت کوئی دوسری مثال نظر نہین آتی۔ ہزار آفرین اور لاکھ تحسین مصنف کی اس عالی ہمتی پر کہ دوسرون کے نفع کی خاطر اپنی جان کو۔ مال کو۔ وقت کو محض تصنیف و تالیف کے لیے وقف کردیا۔ اور اس عظیم الشان کام مین گو کیسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر کسی حالت مین ہمت کو پست نہ ہونے دیا اور اپنے ارادے سے منھ نہ موڑا بلکہ جس تنگ اور دشوار گذار راستے مین قدم رکھا تھا اُسکو موجودہ اور آئندہ نسلون کے لیے صاف و وسیع شاہراہ بناکر چھوڑا ؎

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

قطعہ تاریخ طبع بحر الفصاحت از مولوی رشید احمد صاحب مجددی تحویلدار کتبخانۂ ریاست رام پور

اے چشم شوق مژدہ ہوئی طبع وہ کتاب
ہر صفحہ جس کا تختۂ گلہاے رنگ رنگ
ہر سطر جس کی بحر فصاحت کی لہر ہے
شاید کہ دیکھ پائی ہے اُسکی جھلک کبھی

ہے جس پہ قدر دانی اہل زمن نثار
جن کی مہک پہ نافۂ مشک ختن نثار
جسکے ہر ایک قطرے پہ دُر عدن نثار
ہوتا ہے یون زمین پہ چرخ کہن نثار

ہے فکر سال طبع تو کہدو یہ اے رشید
کیا گل کھلا کہ جس پہ ہزارون چمن نثار

۱۳۴۵ ہجری